بعون صانع حکیم و بکمال فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ کہ ترجمہ فتاویٰ مشتہر بالعالم مسلم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام مسمیٰ بہ

غایۃ الاوطار
ترجمہ اردو
در المختار

جلد اول

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و محفوظ کاپی رایٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

اعلان - حق تالیف اس ترجمہ کا بحق مطبع اودھ اخبار محفوظ ہے

اطلاع — اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ واسطے فروخت کے لیے موجود ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جس کے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان مع حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمتیں بھی ارزان ہیں اس کتاب کے خاتمہ پر بھی کچھ فہرست بطور اشتہار [illegible] کتب درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

فقہ اردو

راہ نجات — ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ
مفتاح — از مولوی کرامت علی جونپوری
حقیقۃ — مع رسالہ بے نمازان ۔
ترجمہ فتاوی عالمگیری — کامل ہر چہار جلد مع
مقدمہ جلد اول مترجمہ مولانا احتشام الدین
والنی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی
کشف الحاجات — ترجمہ اردو مالا بد منہ از مولوی
محمد نور الدین ۔
ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ
(۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴)
مناجات بدرگاہ باریتعالی (۵) حاشیہ لطیف (۶)
نورنامہ (۷) چہل مسائل — از افاضات
مولوی عبد السلام ۔
شریعت محمدی منظوم — مسائل فقہیہ از محمد خان
قندھاری ۔
تنبیہ الغافلین — مسائل ضروریہ ۔
حیرۃ الفقہ — مسائل مشکلہ فقہ از مولوی
ابراہیم حسین بنگلوری ۔
جواب السائلین — بطور استفتا ۔
کنز الدقائق — اردو ترجمہ از مولوی محمد احسان
چہل مسائل فقہ — از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری
اشرف المسائل — از مولوی اشرف علی خان ۔
رسالہ تجہیز و تکفین میت — از محمد [illegible]

فقہ فارسی

ہدایہ — پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ
فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو دو حصے
متداول ہر دو مجلد کامل ۔
شرح سفر السعادت — از مولانا عبد الحق دہلوی معروف
تیج الحج مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ ۔
تحقیق الانابہ — از فقہ شرعی مولوی عبد الرزاق
تذکرۃ الحج — احکام حج از مولوی عبد السلام
تبیان — در حکم تنباکو و حقہ از ملا معین الدین ۔
نصاب منظوم — مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی
نام حق مشہور بہ پندنامہ از شیخ شرف الدین بخاری ۔
مائۃ مسائل — منظوم مسائل از مولانا احمد اللہ
شرح وقایہ فارسی — مع حاشیہ ملتقی الابحر
از شاہ عبد الحق محدث دہلوی ۔
مسالک المتقین — مرغوب علمائے ولایت
از مولوی الہ یار خان ۔
فتاوی برہنہ — جامع ابواب فقہ از مفتی
نصیر الدین ۔
قدوری — مترجمہ مولانا ابو القاسم عبد اللطیف
شرح فارسی مختصر وقایہ — از عبد الرحمن جامی ۔
کنز فارسی — از مفتی نصیر الدین کرمانی مختصر
مالا بد منہ — از قاضی ثناء اللہ مع
شرح مختصر وقایہ کو ...ری — از مولانا
جلال الدین سمرقندی ۔
رسالہ تنبیہ الانسان — در حلت و حرمت
جانوران ۔
رسالہ قاضی قطب — ذکر ایمان و ارکان ۔

فقہ عربی

ابو المکارم — شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ
بن محمد مسعود ۔
برجندی — شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی
برجندی معتبر شرح ۔
جامع الرموز — شرح مختصر وقایہ از ملا شمس الدین
قہستانی متداول ۔
فتح القدیر — پیشانی پر ہدایہ اور تحت میں شرح
فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت
مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر
میں تکملہ شمس الدین افندی کامل چار جلد ضخیم ۔
عینی — یعنی بنایہ شرح ہدایہ از قاضی القضاۃ
بدر الدین عینتابی معروف بہ عینی نہایت معتبر
کامل شرح — چہار مجلدات ضخیم ۔
ہدایہ — حاشیہ جدید بنام عمدۃ الروایہ و فوائد
تحشی مولوی محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل
جلدین اولین عبادات و آخرین معاملات

فہرست جلد اول غایۃ الاوطار ترجمہ در المختار

تمت

بعون صانع مطلق ملک منان و بفضل خلاق زمین و آسمان
الحمد للہ کہ جلد اول فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار
یعنی
غایۃ الاوطار
ترجمہ اردو
در المختار
جلد اول
ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد حسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رایٹ
مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا
اعلان - اس کتاب کی رجسٹری بحق مطبع نولکشور حسب ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ء ہو چکی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مطبع اودھ اخبار

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ اردو ترجمہ درمختار جسکو عالم الٰہی فاضل لوذعی مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ مدنی کے ساتھ ترجمہ کیا تھا لیکن چونکہ درمختار سے کسی قدر چار ہ نہیں منظور الٰہی نہ تھا کہ ترجمہ اتمام کو پہنچتا قضا نے وقفہ ایک دم کا نہ دیا کہ مولوی صاحب نے انتقال فرمایا اور ترجمہ ناتمام پڑا رہا اور ورثاء مولوی صاحب مرحوم اس مطبع سے خواستگار ہوئے کہ اس ناتمام ترجمہ کا حق تصنیف ہمکو دین لیکن بوجہ غیر مکمل ہونے ترجمہ مذکور کے یہ تجویز ملتوی رہی الا اس زمانہ میں جناب اکمل الفضلا افضل العلما حاجی مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی مدرس اول بریلی کالج نے معرفت مولوی حاجی الہ یار خان صاحب تاجر کتب بریلی ورثاء مذکور سے حق تصنیف خرید کیا اور اپنی سعی موفور اور کوشش بلیغ سے موقع مناسب پر جہان ضرورت تکملہ کی تھی درست فرمایا اور حسن اہتمام ادام اللہ الصمد او مستعد بہ اعانت جناب مستطاب معلی القاب حاجی الحرمین الشریفین نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر فرمانروائے مصطفی آباد عرف رامپور بزیور حلیہ طبع سے آراستہ و پیراستہ کیا با آنکہ بوجہ عجلت جیسا اہتمام حسب مرضی اور پسند خاطر مبارک کے درج چاہیے تھا عمدہ کاغذ اور طبع کا نہیں ہوا مگر تاہم یہ نسخہ نہایت صحیح چھپا اور قدر دانی شائقان اور برکت اعانت خدام ذی احتشام بارگاہ نواب صاحب بہادر محتشم الیہ سے بقدر جلد فروخت ہوا کہ مقامات دور و نزدیک سے اسکی خواستگاری اور تلاش ہوئی جب یہ تجارت کے کارو بار میں اطراف و اکناف سے اس عمدہ ترجمہ کی طلب اور خواہش ہوئی تو معرفت مولوی حاجی الہ یار خان صاحب تاجر کتب مذکورۂ بالا کے اس مطبع نے پیشکش بہا و معاوضہ لائق کے ساتھ حق تصنیف اس ترجمہ کا خرید کیا۔ امید ہے کہ جب یہ نادر الوجود ترجمہ اس مطبع سے شائع ہوگا تو صفائی چھاپ اور عمدگی طبع سے خریداران بدل و جان ہاتھوں ہاتھ لینگے اور نوبت مکرر بتکرر طبع کی عنایت ایزدی سے بروئے کار آئیگی انشاء اللہ تعالی

العبد خاکسار نول کشور عفی عنہ مالک مطبع اودھ اخبار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مترجم ثانی
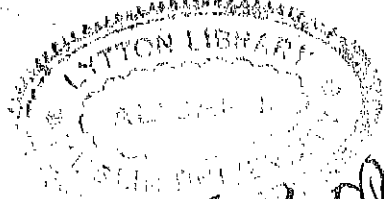
الحمد للہ رب العالمین الکمل الحمد علی کل حال والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد صفی اللہ وولی الافضال وعلی آلہ واصحابہ ذوی الشرف والکمال وعلی من تبعہم باحسان الی یوم الرحمۃ والاقبال بعد حمد وصلوٰۃ کے احقر العباد محمد احسن صدیقی نانوتوی عرض کرتا ہو کہ کتاب در المختار شرح تنویر الابصار فقہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ کی جنکا مذہب ہندوستان مین مروج ہو اس فن مین نہایت معتبر ہو اس زمانہ کے سب علما اسبات پر متفق ہین کہ جسطرح کی تنقیح مسائل اور تصحیح دلائل اس کتاب کے مولف محمد علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ نے کی ہو دوسری کتابون مین نہین پائی جاتی حتٰی کہ یہ کتاب باوجود فتاوی ہونے کے مدار مذہب ٹھہری اور سب علما نے اسکی روایات کو مستند مانا اور اسی وجہ سے بڑے بڑے عالم مثل علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی اور شیخ رحمتی اور محمد عابد سندی مدنی اور ابن عابدین شامی وغیرہم نے اس کتاب پر حواشی لکھے فتاوون مین سے اور کوئی اسطرح کا نہین جسپر اسقدر حاشیے اول سے آخر تک ہوئے ہون یا اسکے مثل متون کے مقصود ہون اس کتاب جلیل الشان کو مولوی خرم علی صاحب مرحوم بلہوری نے حسب فرمائش نواب صاحب بہادر جمیرودالی باندہ ۱۲۵۸ھ ہجری مین کتاب النکاح سے اردو مین ترجمہ کرنا شروع کیا متواتر تیرہ برس ترجمہ کرکے ۱۲۷۱ ہجری مین آخر کتاب تک پہونچا دیا پھر محرم ۱۲۷۲ ہجری تک کتاب الحج کا ترجمہ پورا کرکے شروع کتاب سے باب الاذان تک لکھنے پائے تھے کہ یکایک رہگراے عالم البقا ہوگئے اس عاجز نے بنظر رفاہ عام ترجمہ مذکورہ کو مترجم مرحوم کے ورثہ سے لیکر جسقدر باقی رہ گیا تھا اسکی تکمیل اسیطرح پر کرکے قصد چھپوانے کا کیا اور اگرچہ خود استعداد یہ نہ رکھتا تھا کہ تنہا اسکا متکفل ہوتا لہذا چند احباب کو اسمین شریک کیا ایک جلد جو اسکی چھپنے پائی تھی کہ بعض شرکا سوا دو ایک اسامی کے باعث شرکت سے دست بردار ہوگئے اسوقت جو کیفیت میرے دل پر گذری تھی اسکو خدا ہی جانتا ہو رات دن بعجز التجا و تضرع کے جناب باری مین دوسرا کام نہ تھا اسی عرصہ مین ایک اشتہار اسکے طبع کا مشتہر کیا کہ شاید اس سے طبع مین کچھ مدد ملے قدرت قادر مطلق کو دیکھیے کہ جب اشتہار مذکور جناب مستطاب معلی القاب ناظم الامرا المنظم المملکۃ

زبدۂ شہامت و جلالت نقاوۂ دائرہ امارت و ایالت محکم مراسم سیاست و عدالت مقوی ارکان ابہت و بسالت حامی دین متین ناصر اہل الیقین ملجا ء الاعالی والاداتی ملاذ الفضلاء معدن قواعد خیر و سخاوت مخزن قوانین علم و ہدی بیت قطرۂ از لطف او سرمایۂ دریا و کان • پرتوے از رای او پیرایۂ خورشید و ماہ • یعنی جناب نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر والی رامپور دامت دولتہم بدوام النعم و طالت مدتہم فی نشر آثار الکرم کے عمل انامل فیض شمائل سے مشرف ہوا تو حضرت کے حاضر ہونے کا حکم دیا کہ میں اسکو تائید غیبی جانکر بتعمیل ارشاد شرف ملازمت سے مشرف ہوا ایک سال قریب حال اس کتاب کے طبع کا استفسار فرمایا عاجز نے سب کیفیت مفصل عرض کی اسیوقت ارشاد ہوا کہ تم خاطر جمع رکھو کہ اسکے تکمیل کی صورت بایں ہمہ مہلت فرمائینگے چنانچہ دو مرتبہ ہی روز جب عاجز نے عرض کی تھی اسکی وانید کا ارشاد فرمایا غرضکہ صرف ادنی توجہ جناب ممدوح سے یہ کتاب انجام کو پہونچی اس کتاب کا فخر اتنا ہی بس ہے کہ اسکا دیباچہ ایسے امیر کبیر کے نام سے مزین ہوا اگر یہ کار ساز حقیقی نے یہ مجھ بیچارہ واتی جناب منعم الیہم کے واسطے مقرر فرمائی بیت این سعادت بزور بازو نیست • تا نہ بخشد خدائے بخشندہ • یہ کمترین اسکے شکر یہ میں بجز اسکے کہ صدق دل سے دعا کرے اور کیا کر سکتا ہے بیت از دست فقیر بے نوا ناید ہیچ • جز آنکہ بصدق دل دعا کے بکند • اَللّٰهُمَّ وَفِّقْهُ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى وَاَعْطِهٖ سُؤْلَهٗ فِي الدُّنْيَا وَاجْعَلْ سَنَدَهٗ مُلْتَزَمَ اَهْلِ الْمُنٰى وَاَخْرِهٖ خَيْرًا مِنَ الْاُوْلٰى بِحُرْمَةِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى وَاٰلِهِ الْمُجْتَبٰى اب چند باتیں متعلق اس ترجمہ کے عرض کرتا ہوں اول یہ کہ چونکہ مترجم اول کو مہلت سب کتاب کے پورا کرنیکی بھی نملی اسلیے اس ترجمہ کا نہ کوئی دیباچہ لکھنے پائے اور نہ نام رکھنے پائے اور ازانجا کہ مترجم مرحوم نے ترجمہ کا شروع ۱۲۸۵ھ ہجری میں کیا اور ۱۲۹۲ھ تک سلسلہ ترجمہ کا جاری رہا اس لحاظ سے میں نے اسکا نام تاریخی غایۃ الاوطار رکھا جس سے ۱۲۸۸ہجری نکلتے ہیں جو ۱۲۸۵ اور ۱۲۹۲ کا درمیانی سال ہے عجب نہیں کہ مترجم کی روح کو اس نام سے تازگی ہو دوم یہ کہ عبارت در مختار اور تنویر الابصار کی بخط نسخ لکھوائی گئی اور متن پر خط کھینچ دیا گیا سوم یہ کہ عبارت نسخ عنوانوں کی جو قلم جلی سے لکھی گئی ہے وہ متن کی عبارت ہے ہان شارح نے جو فروع ہر باب کے آخر میں لکھے ہیں تو لفظ فروع کو بھی قلم جلی سے لکھا ہے اور اسکے بعد ترجمہ میں لکھ دیا ہے کہ یہ مسائل جزئیہ شارح نے اضافہ کیے ہیں اسی طرح لفظ فائدہ جو کلام شارح میں کہیں آیا ہے اسکو بھی جلی لکھا ہے اور اگر عبارت عنوان کی قلم جلی سے نہیں لکھی گئی تو بمقدار متن پر لکیر کر دیگئی ہے چہارم یہ کہ مترجم اول نے جہاں کہیں اقوال محشیون کے نقل کیے تھے تو انکے شروع میں یہ جملہ لکھا تھا مترجم کہتا ہے میں نے اس جملہ کی جگہ صرف میم جلی قلم سے لکھوا دیا ہے البتہ ہر جلد کے شروع میں ایک دو جگہ وہ جملہ بھی لکھ دیا ہے تاکہ ناظرین جان جائیں کہ میم جلی مختصر جملہ مذکور کا ہے پنجم یہ کہ ترجمہ میں مترجم مرحوم نے اکثر جگہ فروگذاشت کردی تھیں اور حاشیہ پر لکھ دیا تھا کہ اس عبارت کا ترجمہ بعد تامل لکھا جاویگا انکو اس عاجز نے پورا کر دیا اور جس وجہ سے انہوں تامل کیا تھا کتب متداولہ کے دیکھنے سے اسکو صاف کر دیا ششم یہ کہ بعض جا عبارت در مختار کی بالکل فروگذاشت ہو گئی تھی یا تو سہو سے رہ گئی ہو یا جس نسخہ سے مترجم نے ترجمہ کیا تھا اسمیں نہو بہر حال میں نے مقابلہ کے وقت ایسی عبارتوں کو داخل ترجمہ کر دیا ہے ہفتم یہ کہ نظر ثانی قرار واقعی مترجم سے نہونے پائی اسوجہ سے بعض جا خود ترجمہ غلط ہو گیا تھا ایسے مقامات کو اکثر میں نے بدل دیا ہے اور جہاں نہیں بدلا وہاں حاشیہ پر اشارہ کر دیا ہے کہ مترجم اول سے اس جگہ تسامح ہوا ہشتم یہ کہ مترجم موصوف نے اکثر جا محاورۂ اردو کے لحاظ سے تذکیر و تانیث میں غلطی کی تھی اور کہیں الفاظ غیر مانوس داخل ترجمہ کر دیے تھے ان سکو میں نے حال کے بول چال کے موافق صحیح کر دیا ہے نہم یہ کہ اثنائے ترجمہ میں جو عبارت عربی کی یا الفاظ مشکل نظر آئے انکے معانی حاشیہ پر یا لفظوں کے نیچے لکھ دیے ہیں دہم یہ کہ اثنائے ترجمہ میں کوئی آیت قرآنی یا کوئی دعا بخط نسخ آگئی ہے تو اسکے دونوں طرف خط مقوس کھینچ دیا ہے اسطرح ( ) تاکہ

[illegible]

کوئی اسکو عبارت درمختار کی نہ سمجھے یازدہم یہ کہ ہم دونون مترجمون نے اس بات کا التزام کیا ہو کہ عبارت اردو کا محاورہ بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے
اور حتی الوسع الفاظ عربی کی رعایت بھی ملحوظ رہے اسی جہت سے بیشتر تقدیم و تاخیر کرنی پڑی ہو مثلاً شارح نے مبتدا اور خبر یا فعل اور فاعل کے درمیان مین کوئی
قید بڑھا دی ہو تو ہمنے ترجمہ مین اول پورے جملہ کا ترجمہ کیا ہو اسکے بعد شارح کی تحقیق کو بیان کیا ہو اور جس مقام پر ایک مبتدا کی کئی خبرین یا ایک شرط کی کئی جزائین
واقع ہوئی ہین تو اُن مقامون مین ترجمہ کے اندر لفظ مبتدا یا شرط کو فہم مطالب کے لیے مکرر لکھا ہو اسی طرح مقدر اشیاء اور محذوفات کو اکثر ترجمہ مین
ظاہر کر دیا ہی حتیٰ کہ ضمیرون کی جگہ بھی انکے مرجع لکھدیے ہین تاکہ عبارت کا مطلب بخوبی سمجھ مین آوے اور کسی طرح کی گنجایش مسئلہ مین باقی نہ رہنے پاوے
دوازدہم یہ کہ حواشی کی پوری عبارت کا ترجمہ ہمنے نہین کیا بلکہ انھی باتون کا لحاظ رکھا ہو ۱- توضیح مطلب یا مسئلہ ۲- ترکیب نحوی اور اشتقاق
کا بیان اگر مشکل ہو ۳- شارح کا تسامح جس جگہ واقع ہوا ہو ۴- کسی بیان کی تفصیل جسکو شارح نے مجمل بیان کیا ہو ۵- جن مسائل کا حوالہ شارح نے
دوسری کتابون پر کیا ہو اُنکا نقل کرنا ۶- اشارہ کا کوئی خاص فائدہ جسکے متعلق قصد کیا ہو ۷- اگر شارح نے کسی مسئلہ مین قول ضعیف لکھدیا ہو تو صحیح
روایت قوی کتب معتبرہ سے ۸- اگر شارح نے لکھدیا ہو کہ اس مسئلہ کا حکم مین نے نہین دیکھا اسکی تصریح کتابون سے ۹- مختلف شارح کے
اقوال مین اگر باہم تطبیق ہو ۱۰- عنوان باب کے مناسب کوئی مسئلہ مقدر ہو تو حواشی مین نقل ہوا ۱۱- دلیل مسائل کی کتاب اور سنت
اور اصول سے خواہ دلیل عقلی ۱۲- اختلاف مذہبون کا ذکر ۱۳- جس مسئلہ کو شارح نے اصح اور راجح لکھا ہو اسکا مقابل نقل کیا ہو اور اسکی صحت
یا مرجوح ہونے مین فقہا کے قول نقل کیے ہین سیزدہم یہ کہ کہین کہین ایسا بھی ہوا ہو کہ حواشی مین ایک عبارت دوسرے مقام کے
نیچے لکھی ہوئی تھی اور ہمنے اسکو اور مقام پر ترجمہ کرنا مناسب جانا اسلیے ہمنے یہ التزام نہین کیا کہ ہر قول کا حاشیہ اسی کے ذیل مین رہے دوسری
جگہ نہ ہو چہاردہم یہ کہ اثناے ترجمہ مین اگر کوئی قید ہمنے زیادہ کی ہو تو جس کتاب مین وہ قید نظر پڑی ہو اسکا حوالہ اثناے ترجمہ مین
کر دیا ہی مثلاً اگر بحر الرائق سے نقل کیا تو اُس قید کے بعد کذا فی البحر لکھکر باقی عبارت کا ترجمہ کیا ہو پانزدہم یہ کہ جس حاشیہ سے جو نقل
کیا ہو آخر کو اسکا نام اور حوالہ کر دیا ہی جیسے کذا فی الشامی یا قالہ الشامی اور کذا فی الطحطاوی اور ان محشیون نے جن کتابون سے نقل کیا ہو بعض جا
انکا بھی حوالہ کر دیا ہی مثلاً کذا فی الشامی عن الحلبی اور کہین صرف اُن کتابون کے نام پر اکتفا کیا ہو مثلاً کذا فی العینی اور کذا فی الہدایہ شانزدہم
یہ کہ عبارت حاشیہ کی اگر ہمنے طویل دیکھی ہو تو اسمین سے بقدر اپنے التزام کے لکھکر حوالے کے بعد مختصراً لکھدیا ہو اور کسی جگہ اور قسم کا تصرف بھی
کرنا پڑا ہو تو وہان حوالے کے بعد تصرف یا ملتقطاً بڑھا دیا ہو اور بعض جا ایسا بھی ہوا ہو کہ صورت مسئلہ یا تحقیق کو سواے حواشی کے اور کتابون
مین پایا ہو تو وہان اُن کتابون کا نام لکھدیا ہو ہفدہم یہ کہ بعض مواضع مین جن کتابون سے محشیون نے کوئی مضمون لیا ہو ہمنے
بدون رجوع اصل کتاب کے بہ تبعیت محشیون کے حوالہ لکھا ہو ہژدہم یہ کہ جس عبارت مین شارح کو کوئی سہو محشیون نے بیان کیا ہو
اسکا ترجمہ ہمنے اُن لفظون کے لحاظ سے کیا ہو جنکو محشیون نے صحیح قرار دیا ہو اور جا بجا اسکی تصریح بھی کر دی ہو کہ لفظ غلط کو چھوڑکر ہمنے صحیح لفظ کا
ترجمہ کیا ہو نوزدہم یہ کہ مترجم اول نے اکثر اقوال حاشیہ طحطاوی اور مدنی سے لیے ہین اگر کسی جگہ سہو کاتب سے حوالہ رہ گیا ہو تو
ناظرین جان لین کہ یہ مسئلہ انھین دو حاشیون مین سے کسی مین ہوگا اور مترجم ثانی ترجمہ کے وقت اکثر پیش نظر حاشیہ شامی رکھتا تھا اور میرے
ترجمہ مین جس جا حوالہ متروک ہو اسکو قول شامی کا تصور فرمائین کثر جگہ ایسی ہین جہان ہمنے اپنی طرف سے کچھ لکھا ہو اور جس جگہ لکھا ہو کہ سیاق
عبارت باواز بلند کہہ رہا ہو کہ یہ ہماری بحث ہو نہ محشیون کا قول بستم یہ کہ بعض جا ایسا بھی ہوا ہو کہ ایک تقریر کو شامی نے اور طرح لکھا ہو
اور طحطاوی نے دوسری طرح تو ہم نے اس تقریر کا ترجمہ ایسی طرح کیا ہو کہ دونون حاشیون کی تحریر کو شامل ہو اور ایسی جگہ حوالہ مین دونون

کتابوں کا نام لکھدیا ہے اور اسی طرح جو مسئلہ دونوں میں یکسان نظر آیا ہے اسکے حوالہ میں بھی دونوں کا نام مسند درج کردیا ہے بست و یکم
یہ کہ جو مسائل مفید اور فوائد عجیب کتاب میں نظر پڑے ہیں انکا اشارہ حاشیہ پر ف لکھکر کردیا ہے اور نیز ایسے مسائل کو فہرست میں بھی لکھدیا ہے
تاکہ ناظرین کو انکی تلاش میں وقت نہو بست و دوم یہ کہ اس کتاب کی تکمیل میں مجھکو میرے بڑے بھائی جناب مستطاب معلی القاب
مولانا مولوی محمد مظہر صاحب نے بہت سی مدد دی اللہ تعالے انکی اور میری سعی کو مشکور فرماوے بست و سوم یہ کہ حتی الوسع تصحیح کتاب
اور تنقیح مسائل میں میں نے بہت جانفشانی کی ہے اور باینہمہ اپنی قلت بضاعت کا معترف ہوں اگر کسی جگہ غلطی ہوتی ہو تو ناظرین عالی ہمم سے
امید کرم ہوں ۔ بیت ۔ تا زہم بسر مایہ فضل خویش ۔ بدریوزہ آوردہ ام دست پیش ۔ اور اللہ تعالے سے توقع رکھتا ہوں کہ جیسے
اُسنے اصل کتاب کو عرب و عجم کے باشندوں میں مقبول اور مختار فرمایا ایسے ہی اس ترجمہ کو پسند ارباب دین اور اصحاب یقین فرماے
اور ہمارے لیے اسکو باقیات صالحات میں کرے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَاَتْبَاعِهٖ وَحِزْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اٰمِيْنَ ۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے کہ نام پاک اسکا ہے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

مترجم کہتا ہے کہ شارح رحمہ نے در المختار کی شروع میں تسمیہ کیا بہ اتباع کلام مجید و بقولہ حدیث مشہور کے جو ارشاد ہوا کہ شروع ہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے نہو وہ اقطع
اور بے برکت ہے وحمداً لک یا من شرحت قلوبنا بانوار الہدایۃ یا اللہ ہم تیری ستایش کرتے ہیں اور حمد بجا لاتے ہیں کہ تو نے ہمارے سینوں کو اول کشادہ
کر دیا طرح طرح کی ہدایت سے ونوّرت بصائرنا بتنویر الابصار لادراک الحقائق اور بعد اسکے ہمارے باطن کی بینائیوں کو تو نے نورانی کر دیا ظاہر کی آنکھوں و نور کے
وافضت علینا من اشعۃ شریعتک المطہرۃ بحراً زاخراً اور تو نے اپنی پاک شریعت کی شعاعوں سے بھرپور صاف بہتا ہوا دریا بہا دیا وانفقت لدینا من بحار
منحتک الموفرۃ نہراً فائقاً اور تو نے اپنی بخشش کے بہت بھرے دریاؤں سے ہمارے نزدیک نہر عالیشان کو بکثرت رواں کر دیا ہم شارح نے حمد الٰہی میں
بطور براعت استہلال کے کتب فقہ کو ذکر کیا یعنی ہدایہ اور تنویر الابصار جو متن ہے در المختار کا اور بحر الرائق اور نہر الفائق جو کنز الدقائق کی شرحیں ہیں اور منح الغفار
شرح تنویر الابصار ماتن کی شرح بالجملہ اگر انکے معانی لغویہ پر نظر کیجیے تو بھی مطلب صحیح ہو جاتا چنانچہ ترجمہ میں مذکور ہو چکا اور اگر کتابیں مراد لیجیے تو بھی یہ معنے درست ہیں کہ انسے
خلق اللہ کو بڑا فیض حاصل ہوا تو اس نعمت کا شکر واجب ہو گیا واتممت نعمتک علینا حیث یسّرت ابتداء تبییض ہذا الشرح المختصر تجاہ وجہ صاحب الشریعۃ
والدُرر اور تو نے اپنا احسان پورا کیا ہمپر اسواسطے کہ اس شرح مختصر کی ابتداء تبییض تو نے آسان کر دی ذات مقدس صاحب شریعت اور دُرر کے سامنے یعنی
مدینہ طیبہ میں روضۂ مطہرہ کے سامنے شارح نے در المختار کو مسودے سے صاف کرنا شروع کیا ہم عرف مولفین میں تبییض اس سے عبارت ہے کہ کتاب مسودہ ہو
غیر محرر لکھنے کے بعد غالباً اور دُرر یعنی موتیوں سے مراد احکام فقہیہ ہیں اور اسمیں اشارہ ہے اُس کتاب کا جسکا نام درر ہے کذا فی الطحطاوی وتجاہ وجہ الجلیلین ابی بکر
وعمر رضہ اور رسول کریم کے دو ساتھ لیٹنے والے جلیل القدر کے سامنے یعنی ابی بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بعد الاذن منہ صلی اللہ علیہ وسلم در المختار
کی تبییض شروع ہوئی رسول کریم کے اذن کے بعد حق تعالیٰ اس ذات مقدس پر رحمت خاص نازل کرے اور سلام ہم در المختار کی منقبت میں اسقدر کافی ہے
کہ باذن نبوی مولف ہوئی اور یہ کتاب لائق ہے مدح کے اسواسطے کہ اہل مذہب سے اسطرح کی کتاب نہیں ہوئی بعضے مصنفین نقل خلاف اور اقوال پر جزم
ہیں اور قول ضعیف کو قول قوی سے ممتاز نہیں کرتے اور بعضے اقوال اہل مذہب اور انکے مخالفین کے استدلال پر مائل ہیں اور بعضوں نے عبارت میں کمال
بسط کر دیا کہ افراط تک نوبت پہنچی اور اس کتاب میں شارح علامہ نے اختصار غیر مخل کا ارتکاب کیا اور اقوال معتمدہ کا التزام کیا یا تو ایک ہی قول پر اختصار کیا یا ایسے
دو قول پر جو دونوں صحیح ہیں اور کثرت استدلال سے اسمیں تعرض نہیں کیا کیونکہ مقلد پر دلیل کا مطالبہ نہیں اسواسطے کہ دلیل قائم کرنا مجتہد کا کام ہے اور

اس شرح کے متن کے واسطے بڑی قبولیت ثابت ہو چکی ہے یعنی ماتن نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے
اور زبان مبارک کو میرے منہ میں داخل کیا بعد اس خواب کے ماتن نے تالیف اس متن کی شروع کی سو یہ عزت ماتن اور شارح کے کمال اخلاص کا ثمرہ ہے
کذا فی الطحطاوی مختصراً وعلی آلہ وصحبہ الذین کانوا من منح فتح الکشف فیض فضلک الوافی حقائقاً اور رحمت خاص نازل ہو انکے آل اور اصحاب پر جنھوں نے تیرے
فضل وافی کے فیض کے عطایا سے نصرت کا شگفتہ و ظاہرہ سے امور تحقیقہ کو جمع کیا اور گہیر لیا ہم شارح نے اسمیں ان فقہ کی کتابوں کی طرف اشارہ کیا جنسے شارح نے چیدہ
روایات کو نقل کیا یعنی منح الغفار اور فتح القدیر اور کشف اور فیض اور وافی اور حقائق و بعد فیقول فقیر رحمۃ ذی اللطف الخفی محمد علاء الدین الحصکفی
اور حمد وصلوۃ کے بعد کہتا ہے صاحب لطف خفی کی رحمت کا محتاج محمد علاء الدین حصکفی یا حصنی کیفی کا بیٹا والامام طحطاوی نے لب لباب سے نقل کیا
کہ حصکفی ایک شہر دیار بکر میں ... نسبت حصن کیفی کی طرف ہے جو واقع ہے ... اور جزیرہ ابن عمر کے مابین میں شارح کا نام محمد ولد علاء الدین
لقب ہے رحمۃ اللہ علیہ ابن الشیخ علی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق الحنفیۃ الحنفی محمد علاء الدین بیٹا شیخ علی کا جو بنی امیہ کے جامع مسجد کا امام ہے پھر مفتی شہر
دمشق کا حنفی مذہب ہم شارح کا نسب یوں ہے محمد علاء الدین بن الشیخ علی بن الشیخ محمد بن الشیخ علی بن الشیخ عبد الرحمن بن الشیخ محمد بن الشیخ جمال الدین بن الشیخ
حسن ابن الشیخ زین العابدین الحصنی ثم الدمشقی الخطیب الحنفی کذا فی الطحطاوی لما بیضت الجزء الاول من خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار
وجامع البحار قدرتہ فی عشر مجلدات کبار جبکہ پہلا جز خزائن الاسرار الی آخرہ کا مسودے سے کاغذ سادہ میں میں نے صاف کیا تو میں نے اس شرح کا حصہ پڑھ کے
دس مجلد میں اندازہ کیا ہم شارح نے اس متن کی پہلے ایک شرح لکھی جسکا نام خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار رکھا پھر جب مسودہ صاف کیا
تو اول ہی جز کے صاف کرنے سے تمام کتاب کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ بڑی بڑی دس جلدیں ہونگی فصرفت عنان العنایۃ نحو الاختصار وسمیتہ بالدر المختار فی شرح
تنویر الابصار پھیری میں نے اجتہاد اور کوشش کی باگ اختصار کی طرف اور اس شرح مختصر کا نام در المختار فی شرح تنویر الابصار میں نے رکھا ہم یعنی
خوف تطویل سے شرح کو مختصر کیا اور دس جلد کا مطلب ایک جلد میں کر دیا لہذا در المختار نہایت دقیق ہوا شرح نہیں بلکہ متن متین ہو گیا اختصار عبارت ہے تقلیل لفظ
اور تکثیر معنے سے الذی فاق کتب ہذا الفن فی الضبط والتصحیح والاختصار وہ تنویر الابصار جو فائق اور عالیقدر ہے اس فن میں یعنے فن فقہ کی کتابوں سے ضبط اور
تصحیح اور اختصار عبارت میں ضبط عبارت ہے تحریر اور محافظت فروع سے یعنی تمام مسائل محتاج الیہا کا جمع کر دینا اور تصحیح عبارت ہے اقوال صحیحہ کے ذکر کرنے
سے یا تصحیح ترکیب سے کذا فی الطحطاوی ولعمری لقد اضحت روضۃ ہذا العلم بتنقیحہ الازہار مسلسلۃ الانہار اور قسم اپنی زندگی کی کہ مقرر اس علم فقہ کا باغ اس متن
ہونے سے کھلی کلیوں والا روان انہار ہو گیا یعنے مسائل فقہیہ جو کلیوں کے مانند مغلق اور سربستہ تھے وہ پھولوں کے مانند شگفتہ ہو گئے ماتن کے بیان واضح
سے من عجائبہ ثمرات التحقیق تختار ومن غرائبہ ذخائر تدقیق تحیر الافکار اس متن کے عجائب سے تحقیق کے کامل پسند کیے جاتے ہیں اور اسکے غرائب سے
تدقیق کے وہ ذخیرے ہیں جنسے عقول حیرت ناک ہیں لشیخ شیخنا شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمرتاشی الحنفی الغزی عمدۃ المتاخرین الاخیار وہ متن موصوف
بصفات مذکورہ تصنیف ہے ہمارے استاد کے استاد کا یعنے شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی مذہب غزی کا جو عمدہ ہے علماء متاخرین صالحین میں ہم تمرتاش
بضم تا وسکون را ... ہے خوارزم کا قریہ ہے کذا فی الطحطاوی اور غزہ ایک شہر ہے شام میں اسکو غزہ ہاشم کہتے ہیں قاموس میں ہے کہ غزہ شہر او
فلسطین میں ہے وہاں امام شافعی رحمہ پیدا ہوئے اور ہاشم بن عبد مناف وہاں مر گئے انتہی نسب ماتن کا یوں ہے محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم
خطیب کذا فی الخیر ... معلوم کرنا چاہیے کہ ماتن رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف ہیں از انجملہ یہ متن اور اسکی شرح ہے جسکا نام منح الغفار اور منظومہ فقہ میں
مسمی بہ تحفۃ الاقران اور ... اور شرح زاد الفقیر اور شرح وقایہ اور فتاوی دو جلد اور شرح منار کے اصول میں اور شرح منظومہ
ابن وہبان اور معین المفتی علی جواب المستفتی وغیر ذلک من المصنفات المعتمدۃ علم فقہ کا حاصل کیا شیخ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق اور امین الدین

حکمت کو تفسیر میں شروع کیا ہے جو فقہ کا علم ہے و من ہنا قیل سے وخیر علوم علم فقہ لانہ ۔ یکون الی کل المعالی توسلا ۔ فان فقیہا واحدا متورعا ۔ علی الف ذی
زہد تفضل واعتلی ۔ اور اسی جگہ سے کسی نے کہا ہے نظم ہیں اور سب علموں سے بہتر فقہ کا علم ہے اسواسطے کہ وہ سب مراتب عالیہ کیطرف وسیلہ ہوتا ہے کیونکہ
ایک فقیہ متقی ہزار زاہدوں پر بزرگی اور غلبہ رکھتا ہے مراد یہ ہے کہ فقیہ ان زاہدوں سے افضل ہے جو فقہ کو نہیں جانتے ہیں وہا ماخوذ ان مما قیل للامام محمد سے
تفقہ فان الفقہ افضل قائد ۔ الی البر والتقوی واعدل قاصد ۔ وکن مستفیدا کل یوم زیادۃ ۔ من الفقہ واسبح فی بحور الفوائد ۔ فان فقیہا واحدا
متورعا ۔ اشد علی الشیطان من الف عابد ۔ اور یہ دونوں شعر جو کہ نظم میں ماخوذ ہیں اس نظم آئندہ سے جو امام محمد کی طرف منسوب ہے وہ یہ ہے کہ
فقہ کو سیکھ اسواسطے کہ فقہ افضل کھینچنے والا ہے نیکی اور پرہیزگاری کی طرف اور معتدل تر قصد کرنے والا ہے عدل طریق تقرب کا قصد ہو اور ہو تو ہر روز
فائدہ لینے والا زیادتی کا فقہ سے اور تیر اسکے فوائد کے دریاؤں میں اسواسطے کہ ایک فقیہ متقی سخت تر ہے شیطان پر ہزار عابد سے نظم سابق اور یہ نظم امام محمد کا
حدیث مرفوع سے ماخوذ ہے یعنی ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد اور ترجمہ اسکا ہے جو مذکور ہوا
ہو چکا و من کلام علی رضی اللہ عنہ ۔ ما الفضل الا لاہل العلم انہم ۔ علی الہدی لمن استہدی ادلاء ۔ اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کلام سے ہے نظم ہو کہ بزرگی نہیں ہے
مگر اہل علم کیواسطے کیونکہ وہ ہدایت پر ہیں اور طالب ہدایت کے رہنما ہیں ۔ وقدر کل امرئ ما کان یحسنہ ۔ والجاہلون لاہل العلم اعداء ۔ اور ہر شخص
کی قدر اور خوبی ہر چیز کی موافق اسکی خوبی کے ہے اور جاہل لوگ اہل علم کے دشمن ہیں ۔ تم تمام نیکی کی قدر اسکے ہنر کی مقدار پر ہوا کرتی ہے
علوم آداب کی خوب سیکھے تو اسکی قدر انہیں کی مقدار پر ہوگی اور جسنے علم فقہ کا حاصل کیا ہے تو اسکی قدر عظیم ہوگی بسبب فضلیت فقہ کے کمال فقہ کی
خوبی حاصل کریگا تو اسکا مرتبہ اسکی مقدار پر ہوگا کہ نافی الاصل ۔ ففز بعلم ولا تجہل بہ ابدا ۔ الناس موتی واہل العلم احیاء ۔ سو حاصل کر علم کو
پیچھے اور علم سے جاہل نہ رہ ہمیشہ یعنی ہاتھ جہل سے اجتناب کیونکہ آدمی مردے ہیں اور علم والے زندے ہیں تم یعنی جاہل مردوں کی مانند ہیں
نہیں اور انسے کچھ فائدہ نہیں اور اہل علم زندہ ہیں یعنی انکی زندگی سے انکو اور لوگوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو علما دین کا وجود رحمت اور فخر ہے
وارث ہیں انبیاء علیہم السلام کے اور منجملہ آفات کے سبب جہل اور دنیا انکا ارتکاب ہے چنانچہ جہالت کا سبب کاہلی ہے اور کاہلی پیدا ہوتی ہے کثرت
بلغم کی ہوتی ہے اور پانی پینے سے اور پانی بہت پینا ہوتا ہے بہت کھانے سے تو سبب اور فساد کثرت اکل ہے اور تقلیل اکل کا طریقہ یہ ہے کہ قلت اکل کے منافع کو یاد
کرے اور منجملہ ایک فائدہ یہ ہے کہ آدمی تندرست رہتا ہے اور زیادہ کھانے والا گران تن اور اکثر بیمار ہوتا ہے اور بہت کھانے والا حق تعالی کو ناپسند ہے اور دوسرا
فائدہ قلت اکل کا ایثار ہے یعنی کھانے میں غیر کو مقدم کرنا اور بہت کھانیوالا کو دوسرے کا کھانا دشوار ہوتا ہے اور منجملہ اسباب نسیان کے معاصی اور کثرت غم و
اندوہ دنیا کی تشویشات اور کثرت اشغال اور زیادتی علائق کی اور سر اور ہنیا کھانا اور مقابر کو دیکھنا اور الواح قبور کو پڑھنا اور اونٹوں کی قطار میں چلنا اور
زندہ جوئیں زمین پر ڈالنا اور گدی پر پچھنے لگانا اور منجملہ اسباب حافظہ کے ذہن اور حافظہ کی کوشش کرنا ہے اور مسواک کرنا اور کم کھانا اور تہجد کی نماز پڑھنا اور قرآن کو دیکھکر پڑھنا
اور بہت درود پڑھنا اور شہد کا پینا اور کندر کو شکر کے ساتھ کھانا اور اکیس سرخ منقے کا نہار منہ کھانا اور جو چیز بلغم اور رطوبات کو کم کرے وہ حفظ کو زیادہ کرتی ہے معلوم
کرنا چاہیے کہ طالب علم کو علم نہیں آتا اور نہ اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے جبتک کہ علم کی اور اہل علم کی اور استاد کی تعظیم اور توقیر نہ کرے اسواسطے کہ کوئی کمال کو
نہیں پہونچا مگر حرمت کرنے سے اور کوئی بے نصیب نہیں ہوا مگر ترک حرمت سے علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اسکا غلام ہوں جسنے مجھکو ایک حرف سکھایا ہے چاہے
مجھکو بیچے چاہے آزاد کرے ہارون رشید بادشاہ نے اپنے فرزند کو اصمعی کے پاس بھیجا تاکہ علم اور ادب سکھے تو بادشاہ نے ایکدن دیکھا کہ اصمعی وضو کرتے ہیں اور شاہزادہ پانی ڈالتا
تو بادشاہ نے پھر عتاب کیا اصمعی پر اور کہا کہ میں نے اسکو اسواسطے بھیجا ہے کہ آپ اسکو علم اور ادب سکھاویں آپنے اسے یوں کیوں نہ فرمایا کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالے
اور دوسرے ہاتھ سے آپکے پاؤں دھوئے اور منجملہ تعظیم علم کے کتاب کی تعظیم ہے تو طالب علم کو لائق ہے کہ کتاب کو بے طہارت ہاتھ نہ لگائے بلکہ بے طہارت کے شمس الائمہ

حق تعالیٰ کا ارادہ خیر ہو گا فقیہ اسکو بناتے ہیں اسواسطے کہ وہ بیان کئے گئے ہیں حق تعالیٰ کے ارادے کو جو اُنکے ساتھ ہے رسول صادق مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے
کہ جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اسکو دین میں فقیہ کرتا ہے یعنی امور دین میں فہم سلیم عطا کرتا ہے ہم غور کرنا چاہیے کہ فقیہ سے مراد وہ ہے جو مصطلح فقہا ہے یہاں تک کہ
جو تین مسئلے یاد رکھے وہ بھی فقیہ ٹھہرے یا اصطلاح اصولیون کا فقیہ یعنی مجتہد مراد ہو اور ظاہر مراد وہ ہے جو فقہ میں مشتغل ہو نہ وہ جو فروع قلیلہ کو یاد رکھتا ہو میں کہتا ہوں کہ
استدلال اسوقت تمام ہو جبکہ لسان شرع میں فقیہ کا اطلاق فقط اسی پر متعین ہو سو یہ کہ نہ ہوا اسواسطے کہ فقیہ کی تعریف میں اختلاف کثیر واقع ہے یہاں تک کہ غزالی نے
اسکو علم تصوف پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وَفِيهَا كُلُّ شَيْءٍ يُسْأَلُ عَنْهُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا الْعِلْمَ لِأَنَّهُ طَلَبَ مِنْ نَبِيِّهِ أَنْ يَطْلُبَ الزِّيَادَةَ مِنْهُ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي
عِلْمًا فَكَيْفَ يُسْأَلُ عَنْهُ اور اشباہ کے فوائد میں ہے کہ ہر چیز سے بندہ پوچھا جائیگا قیامت کے دن مگر علم سے اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کریم سے یہ طلب
کیا کہ علم کی زیادت طلب کرے بدلیل اس آیت کریمہ کے (وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا) یعنی اور کہہ اے میرے پروردگار مجھکو زیادہ علم دے سو کیونکر سوال ہوگا علم
یعنی بعد طلب کے ہم یہ دلیل مدعا کی مفید نہیں اسواسطے کہ ہر امر خیر علم ہو یا سواے اسکے شرع میں مطلوب الزیادۃ ہے علامہ ابو السعود نے کہا اس استدلال پر
اعتراض ہے اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ بندہ کے دونوں قدم قیامت میں نہ ہٹینگے یہاں تک کہ اُس سے چار چیزوں کا سوال ہوگا اُسکی عمر سے سوال ہوگا
کہ کس امر میں اسکو فنا کیا اور اسکی جوانی سے سوال ہوگا کہ کس میں اُسنے کھپائی اور اسکے مال سے سوال ہوگا کہ کونسی چیز سے اسکو حاصل کیا یعنی بوجہ حلال یا حرام
اور اسکے علم سے سوال ہوگا کہ اُسنے اسمیں کیا کیا یعنی علم کے موافق عمل کیا یا نہیں و تمام البیان فی الطحطاوی وَفِيهَا إِذَا سُئِلْنَا عَنْ مَذْهَبِنَا وَمَذْهَبِ مُخَالِفِنَا قُلْنَا
وُجُوبًا مَذْهَبُنَا صَوَابٌ يَحْتَمِلُ الْخَطَأَ وَمَذْهَبُ مُخَالِفِنَا خَطَأٌ يَحْتَمِلُ الصَّوَابَ اور اشباہ کے فوائد میں ہے مصفی سے منقول ہے کہ جب ہمسے سوال کیا جائے ہمارے
مذہب سے یعنی حنفی مذہب سے اور ہمارے مخالف کے مذہب سے یعنی شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب سے کہ کون مذہب حق ہے فروع میں تو ہم سوال کے جواب
میں کہینگے وجوباً یعنی ہمپر واجب ہے یوں کہنا کہ ہمارا مذہب صواب ہے یعنی حق ہے مطابق واقع کے احتمال رکھتا ہے خطا کا یعنی چوک جانے کا اور ہمارے مخالف کا مذہب
خطا ہے محتمل ہے صواب کا ہم یہ جواب اسواسطے متعین ہوا کہ ہم مقلد ہیں اور تقلید کسی شخص کی نہیں چاہیے اسکو خاطی جانکر اور صواب کا یقین قطعاً اسواسطے نہ کیا کہ اگر قطعی
یقین کیا جائے تو مجتہدین کا یہ قول صحیح نہ رہے کہ الْمُجْتَهِدُ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ یعنی مجتہد استنباط احکام میں خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی لہذا مخالف کے مذہب کی خطا پر یقین
کر لینا جائز نہوا خلاصہ مقام یہ ہے کہ یہ کلام نظر بمجتہد ہی یعنی حضرت ہمارے امام اعظم رح کئے ہیں وہ انکے نزدیک صواب ہے مع احتمال الخطاء اسواسطے کہ ہر مجتہد مصیب ہے اور
کاسے نفس الامر میں خطا بھی کرتا ہے اور باعتبار ہم مقلدون کے چاروں امام حق پر ہیں اپنے اجتہاد میں مصیب ہیں تو ہر امام کا مقلد یہی عبارت جواب میں کہیگا جبکہ اسکے
مذہب سے سوال ہوگا اپنے امام کی طرف سے جسکا وہ مقلد ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ ہر مقلد اسکا مکلف ہے کہ دوسرے امام کی خطا کا معتقد ہو اسواسطے کہ ایک امام کی تقلید جائز
نہیں ہوتی مگر بقدر ضرورت ہوتی تقلید سے اور تقلید کی ضرورت یہ ہے کہ مقلد اجتہاد کی لیاقت نہیں رکھتا کہ احکام ظنیہ کا استنباط دلائل شرعیہ سے کر سکے تو ایک امام کی تقلید
فقط عمل میں کرتا ہے اگر کوئی کہے کہ وہ عمل کے ساتھ اعتقاد کرنے کا بھی مکلف ہے نہیں تو اسنے تکالیف مع اعتقاد عدم صحت لازم آتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ لازم نہیں آتا ہے
کیونکہ مسائل تقلیدیہ کے عدم صحت کا معتقد ہو اور ہم یہ نہیں کہتے ہیں بلکہ مقلد ظاہر اصواب یہ ہے کہ اُسنے وہ کیا جو اسپر واجب تھا بدلیل قولہ تعالیٰ (فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ
إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ) یعنی اخذ بقول مجتہد جو موجب اس آیہ کریمہ کے اسپر واجب تھا سو اُسنے کیا اور مقلد اُسکا مکلف نہیں ہے کہ اپنے خلاف مذہب کا تخطیہ کرے
یعنی اسکی خطا کا معتقد ہو ایسا خلاصہ کیا ہے ہمارے استاد نے ابن الافروج کی حنفی کے قول سدید کا کذا فی الطحطاوی عن مفتی الروم ابی سعود وَإِذَا سُئِلْنَا عَنْ مُعْتَقَدِنَا
وَمُعْتَقَدِ خُصُومِنَا قُلْنَا وُجُوبًا الْحَقُّ مَا نَحْنُ عَلَيْهِ وَالْبَاطِلُ مَا عَلَيْهِ خُصُومُنَا اور جب کوئی ہمسے سوال کرے ہمارے عقائد سے یعنی اہل سنت کے عقائد سے اور
ہمارے مخالفین کے عقائد سے یعنی معتزلہ اور خارجی اور رافضی کے عقائد سے کہ کون اُنمیں سے حق ہے تو ہم جواب میں وجوباً کہینگے کہ مطابق واقع کے حق وہی
عقائد ہیں جنپر ہم ہیں اور باطل مخالف نفس الامر وہ عقائد ہیں جنپر ہمارے مخالفین ہیں وَفِيهَا الْعُلُومُ ثَلَاثَةٌ عِلْمٌ نَضِجَ وَمَا احْتَرَقَ وَهُوَ عِلْمُ النَّحْوِ وَالْأُصُولِ اور اشباہ کے فوائد

ہیں ہی کہ علوم تین قسم ہیں ایک وہ علم ہی کہ پختہ ہو گیا اور محترق نہیں ہوا یعنے کمال کو نہیں پہونچا اور وہ نحو اور اصول کا علم ہی ہم نضج علم سے مراد یہ ہی کہ قواعد اسکے
مقرر ہو گئے اور قواعد پر جزئیات متفرع ہو چکے اور دفع اعتراضات اور تفصیل اقاویل اور توضیح مشکلات ہو گئی اور احتراق سے مراد غایت اور نہایت کا پہونچنا اور
یہ تفسیر کی مراد کی نہیں تو احتراق منسد اشباہ ہی کذا فی الطحطاوی تو علم نحو اور علم اصول کے اگرچہ قواعد مدون ہو گئے لیکن اُنکے فروع مستنبط ہنوز کمال کو نہیں پہونچے
بلکہ اُنکے اہم آئین مختلف ہیں اور یہ امر ظاہر ہی اُس شخص پر جو اصول اور نحو کی کتابوں میں تامل کرتا ہی کذا فی الحموی وَعِلْمٌ لَا نَضِجَ وَلَا احْتَرَقَ وَهُوَ عِلْمُ الْبَيَانِ
وَالتَّفْسِيرِ اور ایک علم وہ ہی جو نہ پختہ ہی اور نہ محترق اور وہ بیان اور تفسیر کا علم ہی ہم بیان سے مراد بلاغت کے تینوں علم یعنے علم معانی اور بیان اور بدیع حموی
نے بعض فضلا سے نقل کیا کہ علم بیان تو ذوق کی طرف راجع ہی تو اسکی کچھ نہایت نہیں کیونکہ آدمی اسمیں مختلف ہیں اور علم تفسیر کے عدم کمال کی وجہ یہ ہی کہ موضوع
علم تفسیر کا فہم مراد ربانی ہی باعتبار معانی اور وجوہ اعجاز اور وقوع مناسبات وغیر ذالک کے جنکا کوئی نہایت نہیں ہو سکتا سواے علام الغیوب کے سوا کسی کی نہایت
کس طرح ہو سکے انتہی ملخصا وَعِلْمٌ نَضِجَ وَاحْتَرَقَ وَهُوَ عِلْمُ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ اور ایک علم وہ ہی جو پختہ ہوا اور کمال کو بھی پہونچ گیا اور وہ علم حدیث اور علم فقہ کا ہی
ہم علم حدیث نہایت رتبہ کمال کو پہونچا اسواسطے کہ محدثین نے جرح اور تعدیل اور اسماء رجال اور القاب میں کتابیں تصنیف کیں اور قوی اور ضعیف اور مقبول
اور فاسد الروایۃ اور صحیح الروایۃ کو بیان کر دیا اور بعضے ایک ایک راوی کی حدیثوں کے افراد اور اطراف بیان کیے اور بعضے نے انکو جمع کر دیا اور مراد اور احکام
احادیث کو ہر مجتہد کی فہم کے موافق بیان کیا اور فنون احادیث میں طرح طرح کی کتابیں لکھیں کوئی حالت متقدمین باقی نہیں رکھی اور فقہ کی تکمیل تو ظاہر ہی کہ مجتہدین
نے قرآن اور حدیث میں امعان نظر کر کے بال کی کھال نکالی قواعد مقرر کیے اور اُنپر جزئیات متفرع کیے اور خلائق کے حوادث باوجود اُنکے اختلافات مواقع کے بیان کیے
الکہ حیلے یا جو اُن حوادث پر دلالت کرے بلکہ فقہا نے اُن امور میں کلام کیا جو کبھی واقع نہیں ہوتے اس تصور سے کہ مبادا اگر ایسا واقع ہو تو مسلمان حیران نہوں
اور جو جزئی منصوص نہیں وہ نادر ہی کیا سبب اور گاہے منصوص بھی ہوتا ہی لیکن ناظر اُسکے محل سے قاصر ہی تو فہم کا قصور ہی ہر امر فقہ میں مذکور ہی خواہ بمفہوم خواہ منطوقا
کذا فی الطحطاوی ملخصا اگر اہل اسلام انصاف کریں تو حضرت مجتہدین اور فقہا کے احسان کی شکر گزاری سے آپکو عاجز پائیں اللھم فارحم المجتہدین وفقہاء الدین
واجزہم عنا خیر الجزاء یا ارحم الراحمین وَقَدْ قَالُوا الْفِقْهُ زَرَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَسَقَاهُ عَلْقَمَةُ وَحَصَدَهُ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ وَدَاسَهُ حَمَّادٌ وَطَحَنَهُ اَبُوْحَنِيْفَةَ
وَعَجَنَهُ اَبُوْيُوْسُفَ وَخَبَزَهُ مُحَمَّدٌ وَسَائِرُ النَّاسِ يَأْكُلُوْنَ اور البتہ فقیہوں نے کہا کہ فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے بویا اور علقمہ رح نے اسکو سینچا اور
ابراہیم نخعی رح نے اسکو کاٹا اور حماد رح نے اسکو مانڈا یعنی اناج جدا کیا بھوسی سے اور ابوحنیفہ رح نے اسکو پیسا اور ابویوسف رح نے اسکو گوندھا اور محمد بن حسن رح
نے اسکی روٹیاں پکائیں اور باقی لوگ اسکے کھانے والے ہیں ہم ابویوسف اور محمد رح شاگرد ہیں ابوحنیفہ رح کے اور ابوحنیفہ رح شاگرد ہیں حماد کے اور حماد ابراہیم
نخعی کے اور ابراہیم نخعی علقمہ رح کے اور علقمہ عبداللہ بن مسعود صحابی کے تو خلاصہ یہ ہی کہ اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعود سے شروع ہوا اور فقہ کی
ترقی ہوتی گئی یہانتک کہ امام اعظم رح نے کمال کو پہونچایا اور محمد بن حسن رح نے امام کی روایات کو جمع کر کے فروع کو منقح کیا اور جس قول سے امام نے رجوع کیا اسکو بیان
کر دیا اور حوادث اُنکے وقت میں بکثرت ہوئے تو اُنھوں نے فقہ کو مدون کیا اور کتابیں تصنیف کیں کہ ایک عالم کو فائدہ حاصل ہوا معلوم کرنا چاہیے کہ فقہ مذکور سے وہ (معاملات ۱۲)
فقہ مراد ہی جو ابوحنیفہ رح کے طریق سے مروی ہی اسواسطے کہ امام مالک کی فقہ مروی ہی نافع سے عن ابن عمر اور شافعی کی فقہ مروی ہی امام مالک سے اور احمد بن حنبل کا طریق
مروی ہی شافعی سے اور یہ مطلب نہیں کہ فقہ میں کلام نہیں کیا مگر ابن مسعود اور ابوحنیفہ نے وَقَدْ نَظَمَ بَعْضُهُمْ فَقَالَ ؎ اَلْفِقْهُ زَرْعُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَعَلْقَمَةُ حَصَّادُهُ ثُمَّ اِبْرَاهِيْمُ
دَوَّاسٌ نُعْمَانُ طَاحِنُهُ يَعْقُوْبُ عَاجِنُهُ مُحَمَّدٌ خَابِزٌ وَالْاٰكِلُ النَّاسُ اور البتہ بعضے علما نے اسکو نظم کیا ہی کچھ بدل کر یوں کہا ہی کہ فقہ کو ابن مسعود نے بویا اور علقمہ اُسکا کاٹنے والا
ہی پھر ابراہیم مانڈنے والا ہی نعمان یعنی ابوحنیفہ اُسکا پیسنے والا ہی اور یعقوب یعنی ابویوسف رح اُسکا گوندھنے والا ہی اور محمد بن حسن روٹی پکانے والا اور لوگ کھانے والے ہیں
وَقَدْ ظَهَرَ عِلْمُهُ بِتَصَانِيْفِهِ كَالْجَامِعَيْنِ وَالْمَبْسُوْطِ وَالزِّيَادَاتِ وَالنَّوَادِرِ حَتّٰى قِيْلَ اِنَّهُ صَنَّفَ فِي الْعُلُوْمِ الدِّيْنِيَّةِ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعِيْنَ كِتَابًا اور بیشک محمد بن حسن کا علم ظاہر ہو گیا

انکی تصنیفات سے ہے چنانچہ جامع صغیر اور جامع کبیر اور مبسوط اور زیادات اور نوادر یہانتک کہ کہا گیا ہو کہ البتہ انھون نے دین کے علوم مین نوسو ننانوے کتابین تصنیف کی ہین
اور جامع صغیر مین محمد رح روایت کرتے ہین ابو یوسف رح سے اور وہ امام اعظم رح سے اور جامع کبیر مین محمد رح روایت کرتے ہین امام رح سے بلا واسطہ
رضی اللہ عنہ و تزوج بام الشافعی و فوض الیہ کتبہ و مالہ فبسببہ صار الشافعی فقیہا اور شافعی رح محمد بن حسن رح کے شاگردون مین سے ہین اور نکاح کیا تھا شافعی رح کی
ماں سے اور اپنی کتابین اور اپنا مال انکو سپرد کیا تھا اسواسطے سبب سے شافعی فقیہ ہوگئے ہم یہ قول ظاہر اول ہے چلپی نے کہا ان یون کہنا صحیح ہے کہ محمد رح کی کتابون سے
شافعی رح کو اپنے مسائل پر اطلاع ہوئی جنکے انکو قبل اسکے آگاہی نہ تھی اسواسطے کہ محمد رح کے کثرت سے تخریج مسائل کی ابتدا ہوئی ورنہ شافعی رح تو بغداد کے داخل ہونے اور محمد رح کے
ملنے سے پہلے فقیہ مجتہد تھے اور اجتہاد مطلق کی نسبت دیا اس شخص سے جسکو اجتہاد مطلق حاصل نہین انتہی مجتہد مطلق وہ ہی جو اصول و فروع مین دوسرے کا تابع نہو چنانچہ
چارون امام اور مجتہد منتسب وہ ہی جو اصول مین دوسرے کا تابع ہو نہ فروع مین چنانچہ ابو یوسف اور محمد اور زفر رحمۃ اللہ علیہم ولقد انصف الشافعی حیث قال من اراد
الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لہم واللہ ما صرت فقیہا الا بکتب محمد بن الحسن اور بیشک انصاف کیا ہی شافعی نے جہان یون کہا ہی کہ جو شخص
فقہ حاصل کرنے کا ارادہ کرے سو اسکو چاہیے کہ ابو حنیفہ رح کے شاگردون کا ساتھ نہ چھوڑے اسواسطے کہ معانی دقیقہ انکو آسان اور سہل ہوگئے ہین اور خدا کی قسم ہی کہ
مین فقیہ نہین ہوا مگر محمد بن حسن شیبانی کی کتابون سے ہم یعنی مزید بصیرت فروع فقہیہ مین مجھکو حاصل نہین ہوئی مگر انکی کتابون سے کذا فی الچلپی المحشی الدرالمختار
و قال اسمعیل بن ابی رجاء رایت محمدا فی المنام فقلت لہ ما فعل اللہ بک قال غفرلی ثم قال لو اردت ان اعذبک ما جعلت ہذا العلم فیک فقلت لہ فاین
ابو یوسف قال فوقنا بدرجتین قلت فابو حنیفۃ قال ہیہات ذلک فی اعلی علیین اور اسمعیل بن ابی رجاء نے کہا کہ مین نے محمد بن حسن رح کو خواب مین دیکھا
سو انسے کہا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا انھون نے کہا کہ مجھکو بخشدیا پھر حقتعالی نے فرمایا کہ اگر مین تیرے عذاب کرنے کا ارادہ کرتا تو یہ علم تجھکو نہ دیتا پھر مین نے کہا تو ابو یوسف
کہان ہین کہا کہ ہم سے دو درجے اوپر ہین مین نے کہا تو ابو حنیفہ رح کہان ہین کہا دور ہین وہ تو علیین کے اوپر ہین ہم علیین جنت مین بالا تر مکان ہی سو یہ بلندی رتبہ اضافی ہی
یعنی بہ نسبت صاحبین کے نہ مطلقا اسواسطے کہ انبیا اور صحابہ امام سے قطعا درجہ مین بلند تر ہین کیف وقد صلی الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ امام کا بلند مرتبہ
کیونکر نہو حالانکہ امام نے فجر کی نماز عشا کی وضو سے پڑھی چالیس برس ہم مسعر بن کدام نے کہا کہ مین امام ابو حنیفہ رح کی مسجد مین گیا تو مین نے دیکھا کہ فجر کی نماز
پڑھکے لوگون کو تعلیم علم کیا کیے یہانتک کہ ظہر کی نماز پڑھی پھر عصر تک تعلیم مین مشغول رہے پھر مغرب تک درس فرماتے رہے پھر اسی طرح عشا تک پھر بعد نماز عشا گھر مین
گئے سو مین نے اپنے دل مین کہا کہ اس مرد کی مشغولی تو یہ ہی مطالعہ کب ہوتا ہوگا مین اسکا تجسس کرونگا جب لوگون کی آمد و رفت بند ہوئی تو امام مسجد مین آکے سو نماز مین
قائم رہے طلوع فجر تک جب صبح ہوئی گھر مین گئے پھر کپڑے پہنکر مسجد مین آئے اور فجر کی نماز پڑھی اور اسیطرح عشا تک تعلیم مین مشغول رہے پھر گھر مین گئے سو مین نے اپنے جی مین کہا
کہ آج رات تو آرام کرینگے آج بھی اسکا تجسس کرونگا جب آمد و رفت بند ہوئی تو مسجد مین آئے اور شب گذشتہ کی طرح نماز مین صبح کے طلوع ہونے تک مشغول رہے پھر گھر مین جاکر
کپڑے پہنکر نماز کے واسطے مسجد مین آئے اور نماز پڑھکر اسیطرح تا عشا تعلیم اور ارشاد مین رہے پھر گھر مین گئے تو مین نے کہا کہ آج البتہ آرام کرینگے آج بھی تجسس کرونگا سو اس رات مین
بھی ویسا ہی کیا صبح تک تو مین نے اپنے جی مین کہا کہ مین انکا ساتھ نہ چھوڑونگا یہانتک کہ انکا انتقال ہو دنیا سے یا میرا سو مین نے انکی ملازمت کی انکی مسجد مین ابن معاذ نے کہا
سو مین نے سنا کہ امام ابو حنیفہ رح کی مسجد مین مر گئے سجدے کے اندر حفص بن غیاث نے امام ابو حنیفہ رح سے پوچھا کہ اطاعت پر تمکو کس چیز نے قوی کر دیا کہا کہ مین نے حقتعالی سے دعا کی بواسطے
اسکے اسما طاہرہ کے تبھی کبھی حروف [illegible] وہ دعا مقبول ہوئی جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ خطیب بغدادی محدث نے حفص بن عبد الرحمن سے روایت کی
کہ کہا مین نے مسعر بن کدام سے سنا کہتے تھے کہ ایک رات مین مسجد مین گیا ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکھا مجھکو اسکی قرات پسند آئی سو اسنے قرآن کا ساتوان حصہ پڑھا مین نے کہا کہ اب
رکوع کریگا پھر اسنے تہائی قرآن پڑھا مین نے کہا کہ اب رکوع کریگا پھر اسنے آدھا قرآن پڑھا سو اسیطرح پڑھتا رہا یہانتک کہ تمام قرآن ختم کیا ایک رکعت مین پھر مین نے جو انکو دیکھا تو
وہ ابو حنیفہ رح تھے اور روایت کی خطیب نے خارجہ بن مصعب سے کہ قرآن کو ایک رکعت مین ختم کیا چار بزرگون نے انمین سے ایک امام ابو حنیفہ رح ہین اور عثمان رض اور یحیی بن ...

روایت کی کہ ابوحنیفہ قرآن کو رمضان میں ساٹھ بار اکثر ختم کیا کرتے تھے اور خطیب نے حماد بن یوسف سے روایت کی کہ میں نے اسد بن عمرو سے سنا کہتے تھے کہ ابوحنیفہ نے
فجر کی نماز عشا کے وضو سے چالیس برس پڑھی اور اکثر شب تمام قرآن کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور جس مکان میں انکی وفات ہوئی ستر ہزار بار قرآن کو ختم کیا اور
خطیب نے حماد بن ابی حنیفہ سے روایت کی کہ جب ہمارے والد کا انتقال ہوا تو ہم نے حسن بن عمارہ سے کہا کہ تم انکو غسل دو جب انہوں نے نہلایا تو کہا اللہ تجھ پر
رحم کرے اور تیری مغفرت کرے تو نے افطار نہیں کیا تیس برس سے اور تیری آنکھیں نہیں جھپکیں چالیس برس سے مقرر تو نے اپنے بعد مشقت میں ڈالا اور قاریوں کو
فضیحت کیا اور خطیب نے ابو یوسف سے روایت کی کہ میں چلا جاتا تھا ابوحنیفہ کے ساتھ میں نے سنا ایک مرد دوسرے سے کہتا تھا کہ یہ ابوحنیفہ ہیں کہ رات کو نہیں سوتے
ہیں تو امام صاحب نے کہا واللہ لوگ میرا حال وہ کہتے ہیں جو میں نہیں کرتا ہوں اور رات کو انکی عادت تھی نماز اور دعا اور تضرع کی کذا فی الطحطاوی و فی [illegible]
اور امام نے [illegible] خواب میں سو بار دیکھا اور روایت کا ایک قصہ
مشہور ہے جو حافظ نجم الدین غیطی نے [illegible] ذکر کیا ہے کہ امام صاحب نے رب العزت کو خواب میں ننانوے بار دیکھا تو کہا اپنے جی میں کہ اگر اب سو بار دیکھونگا
تو سوال کرونگا کہ خلائق آپکے عذاب سے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پائینگے [illegible] امام صاحب نے پھر حق تعالی کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا [illegible]
[illegible] فرمایا جو صبح و شام یوں کہا کرے سبحان الابدی
الابد سبحان الواحد الاحد سبحان الفرد الصمد سبحان رافع السماء بغیر عمد سبحان من بسط الارض علی ماء جمد سبحان من خلق الخلق فاحصاهم عددا سبحان من
قسم الرزق ولم ینس احدا سبحان الذی لم یتخذ صاحبة ولا ولدا سبحان الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد وہ شخص میرے عذاب سے نجات پاویگا
کذا فی الطحطاوی و فی تحفة الاخیرة استاذن حجبة الکعبة بالدخول لیلا فقام بین العمودین علی رجله الیمنی و وضع الیسری علی ظهرها حتی ختم نصف القرآن
ثم رکع و سجد ثم قام علی رجله الیسری و وضع الیمنی علی ظهرها حتی ختم القرآن فلما سلم بکی و ناجی ربه و قال الهی ما عبدک هذا العبد الضعیف حق عبادتک
لکن عرفک حق معرفتک فهب نقصان خدمته لکمال معرفته فهتف هاتف من جانب البیت یا ابا حنیفة قد عرفتنا حق المعرفة و قد خدمتنا فاحسنت الخدمة
و قد غفرنا لک و لمن اتبعک ممن کان علی مذهبک الی یوم القیامة اور امام رحمہ نے اپنے اخیر حج میں کعبہ شریف کے خادموں سے ایک رات داخل ہونے
کی اجازت لی تو کھڑے ہوئے نماز میں بیت اللہ کے دو ستونوں کے درمیان داہنے پاؤں پر اور بایاں پاؤں داہنے کی پشت پر رکھا یہاں تک کہ آدھا قرآن
ختم کیا پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے بائیں پاؤں پر اور داہنا پاؤں اسکی پشت پر رکھا یہاں تک کہ قرآن کو ختم کیا پھر جب سلام پھیرا تو روئے
اور مناجات کی اپنے رب سے اور کہا الٰہی تیرے اس بندہ ضعیف نے تیری عبادت نہیں کی جیسی کہ تجھ کو لائق ہے لیکن تجھ کو جانا جیسے کہ تیرے جاننے کا
حق ہے تو اسکی خدمت کے نقصان کو اسکے کمال معرفت کے سبب سے بخش دے یعنی کمال عرفان کو نقصان خدمت کا کفارہ کر تو بیت اللہ کے ایک جانب
سے آواز غیبی آئی کہ اے ابوحنیفہ تو نے ہم کو جانا جیسا کہ حق معرفت تھا اور البتہ تو نے ہماری خدمت کی تو خوب ہی خدمت کی اور مقرر ہم نے تجھکو بخشا اور اسکو
بخشا جو تیرا تابع ہوا ان لوگوں میں سے جو تیرے مذہب پر ہیں قیامت تک ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ تراوح افضل ہے نصب قدمین سے تراوح کی حقیقت یہ ہے کہ ایک بار
ایک پاؤں پر اعتماد کرے اور دوسری بار دوسرے پاؤں پر اور یہی محمل ہے امام کے فعل مذکور کا انتہی لیکن یہ احتمال بعید ہے اسواسطے کہ ایک پاؤں کا دوسرے پاؤں کی
پشت پر رکھنا منقول ہے اور ضیاء معنوی میں مذکور ہے کہ ایک پاؤں پر فرائض میں کھڑا ہونا بدون عذر کے مکروہ ہے اور نوافل میں جائز ہے اور حق معرفت کا عرفان
جو مذکور ہوا تو اسکا مطلب یہ ہے کہ امام حق تعالی کی ان صفات کے بالیقین عارف تھے جو اسکے کبریا اور جلال پر دلالت کرتے ہیں اور یہ مراد نہیں کہ کنہ ذات اور
صفات ربانی کے عارف تھے اسواسطے کہ وہ تو محال ہے بدلیل ما عرفناک حق معرفتک اور تابعین امام کی مغفرت کی جو بشارت ہوئی تو اسکا مطلب یہ ہے کہ جو امام کے
مذہب پر چلے یعنی اسکے حلال اور حرام اور فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر موافقت سنت و کتاب عمل کرے اور تعصب باطل اور کجروی سے بچے اور یہ مراد نہیں کہ

کہ جب کہ میں حنفی مذہب پہ ہوں اسکی مغفرت ہو جائے کذا فی الطحطاوی مختصراً و قیل لابی حنیفۃ بم بلغت ما بلغت قال ما بخلت بالافادۃ وما استنکفت عن الاستفادۃ
اور امام ابو حنیفہ سے کسی نے پوچھا کہ کس چیز سے تم اس مرتبہ کو پہونچے کہا کہ میں نے بخل نہیں کیا غیر کے بتانے سے اور نہ عار کی سیکھنے سے ہم امام سے کسی نے پوچھا
کہ یہ علم آپکو کیونکر حاصل ہوا جواب دیا کہ محنت اور شکرگزاری سے حاصل ہوا جب میں نے کسی حکمت و فقہ کو سیکھا تو یہ میں نے کہا الحمد للہ یعنی خدا کا شکر ہے پس بڑھتا گیا
فہم کیا توفیق دی تو میرا علم اس محنت اور شکرگزاری سے بڑھتا گیا یعنی اسواسطے کہ شکر مزید نعمت کا باعث ہے و قال مسعر بن کدام من جعل ابا حنیفۃ بینہ و بین اللہ
رجوت ان لا یخاف اور مسعر بن کدام نے کہا کہ جو امام ابوحنیفہ رح کو درمیان اپنے اور درمیان حق تعالے کے کرے یعنی انکو وسیلہ کرے اور انکے مذہب پہ چلے
میں امید رکھتا ہوں کہ اسکو کچھ خوف نہ ہوگا و قال فیہ حسبی من الخیرات ما اعددتہ یوم القیامۃ فی رضی الرحمن دین النبی محمد خیر الورٰی ثم اعتقادی
مذہب النعمان اور مسعر بن کدام نے امام کی مدح میں کہا کفایت کرتی ہے مجھکو قیامت کے دن نیکیوں سے وہ چیز جو میں نے تیار کر رکھی ہے رحمن کی رضامندی
میں سو وہ چیز دین ہے نبی محمد کا جو تمام خلق سے بہتر ہیں پھر بعد اسکے میرا اعتقاد نعمان کے مذہب کا یعنی ابوحنیفہ رح کا ہم مقدمہ غزنوی میں یہ دونوں بیتیں ابو [illegible]
کی طرف منسوب ہیں تو مسعر نے یہ کہا بالظہر حکایت عن الغیر کذا فی الطحطاوی مسعر بن کدام استاد ہیں سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے کذا فی القاموس اور یہ
دونوں بزرگ اور مجتہد استاد المحدثین ہیں رحمۃ اللہ علیہم وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان آدم افتخر بی وانا افتخر برجل من امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابو حنیفۃ
ہو سراج امتی اور روایت ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہ مقرر آدم نے میرے سبب سے فخر کیا اور میں فخر کرتا ہوں ایک مرد کے سبب سے جو میری امت
میں ہے نام اسکا نعمان ہے اور کنیت اسکی ابو حنیفہ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفۃ
من احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی کذا فی التقدمۃ شرح مقدمۃ ابی اللیث اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہے کہ تمام انبیاء میرے سبب سے
فخر کرتے ہیں اور میں ابو حنیفہ رح کے سبب سے فخر کرتا ہوں جو اسکے ساتھ محبت رکھے سو مقرر اسنے میرے ساتھ محبت رکھی اور جو اسکے ساتھ دشمنی رکھے سو البتہ اسنے میرے
ساتھ دشمنی رکھی اسی طرح یہ دونوں حدیثیں التقدمہ میں مذکور ہیں جو شرح ہے مقدمہ ابو اللیث کی ہم طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام یقیناً افضل ہیں ابو حنیفہ
سے تو وہ حضرات احق بالافتخار ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ ابو حنیفہ رح اس زمانہ میں موجود ہوئے کہ صحابہ کا زمانہ منقطع ہو گیا تھا اور سنت میں کچھ ضعف [illegible] تھا تو
انکا وجود خلق کے واسطے رحمت ہو گیا اور احکام دینی کے فہم میں نفع عظیم حاصل ہوا قال فی الضیاء المعنوی و قول ابن الجوزی انہ موضوع تعصب لانہ روی
بطرق مختلفۃ ضیاء معنوی میں کہا اور ابن جوزی کا یہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہے یعنے دروغ بستہ ہے تعصب اور ناانصافی ہے اسواسطے کہ روایت اسکی اسناد
مختلفہ سے ثابت ہے ہم ضیاء معنوی مقدمہ غزنوی کی شرح ہے یعنے جبکہ روایت حدیث کی اسانید متعددہ سے ہوئی تو اسکو موضوع کہنا ناانصافی ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ
ضعیف ہے نہ کہ موضوع علاوہ یہ ہے کہ جب ضعیف حدیث کے طرق متعدد ہوئے تو وہ مرتبہ حسن کے قریب ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی و روی الجرجانی فی
مناقبہ بسندہ لسہل بن عبد اللہ التستری انہ لو کان فی امۃ موسی وعیسی مثل ابی حنیفۃ لما تہودوا ولما تنصروا اور جرجانی نے مناقب نعمانیہ میں اپنے مسند
کے ساتھ سہل بن عبداللہ تستری سے روایت کی کہ اگر امت موسی اور عیسی میں ابو حنیفہ رح کے مانند عقل و دیانت میں کوئی عالم ہوتا تو وہ لوگ یہودی اور
نصرانی نہ ہوتے یعنی دین کی تحریف اور تبدیل نہ کرتے و مناقبہ اکثر من ان تحصی اور امام اعظم کے مناقب اور فضائل حصر کرنے سے زیادہ تر ہیں یعنی حصر نہیں ہو سکتے
ہم جلال الدین سیوطی شافعی رح نے تبییض الصحیفہ میں کہا کہ علما نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امام مالک رح کی بشارت دی اس حدیث میں جسکا خلاصہ
مطلب یہ ہے کہ عنقریب لوگ سفر طویل اختیار کرینگے علم کے حاصل کرنے کے واسطے تو مدینہ کے عالم سے کسیکو عالم تر نہ پاوینگے اور امام شافعی رح کی بشارت دی اس حدیث
میں جسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ قریش کو برا نکہو اسواسطے کہ قریش کا عالم طبقہ زمین کو علم سے بھر دیگا میں کہتا ہوں کہ نبی صلعم نے امام ابو حنیفہ رح کی بشارت دی اس
حدیث میں جسکو ابو نعیم نے حلیہ میں ابو ہریرہ رض سے روایت کی قال قال رسول اللہ صلعم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس یعنے حضرت نے فرمایا کہ اگر

علم ثریا پر ہوتا تو البتہ چند مرد ابناء فارس کے اسکو پا جاتے اور حدیث ابوہریرہؓ کی صحیح بخاری اور مسلم میں ان الفاظ سے ہے لو کان العلم عند الثریا لناله رجال
من فارس اور صحیح مسلم میں یون ہے لو کان الایمان عند الثریا لذهب به رجل من ابناء فارس حتی یتناوله اور اسی مضمون کی حدیث شیرازی نے القاب میں اور معجم طبرانی نے
کبیر میں روایت کی ہے تو یہ اصل صحیح متفق علیہ ہے بشارت اور فضیلت میں اسکے ہوتے خبر موضوع کی کچھ حاجت نہیں انتہی ما قال السیوطی اور منجملہ مناقب امام وہ روایت ہے جو
خطیب بغدادی شافعی نے روایت کی ابو یحیی حمانی سے کہ میں نے ابوحنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ایک خواب دیکھا سو اُسنے مجھکو بہت پریشان کیا میں نے دیکھا کہ میں
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کھودتا ہوں سو میں بصرہ میں گیا میں نے ایک شخص سے کہا کہ محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کرے تو انھوں نے کہا
کہ یہ مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی احادیث کو نشر اور مشہور کریگا اور خطیب نے ابی وہب محمد بن مزاحم سے روایت کی کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے
سنا کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالی میری فریاد رسی نکرتا ابوحنیفہ رح اور سفیان رح کے سبب سے تو میں بھی اور آدمیوں کے مانند ہوتا اور خطیب نے محمد بن عبدالجبار سے روایت کی
کہ قاسم بن معن بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تم ابوحنیفہ رح کے شاگردوں میں داخل ہونے سے راضی ہوئے انھوں نے کہا کسی کی مجلس
لوگوں کو ابوحنیفہ رح کی مجلس سے زیادہ نافع نہیں اور یوں بھی روایت ہے کہ میں ابن جریج کے پاس تھا سو خبر پہنچی کہ ابوحنیفہ رح کی موت کی خبر آئی تو
استرجاع کیا اور کہا انکی علم تو بہت بڑا جاتا رہا اس شخص کے مرنے سے اور خطیب نے ابن الوزیر مروزی سے روایت کی کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ جب
سفیان رح اور ابوحنیفہ رح مجتمع ہوں تو ان کے آگے کون شخص فتوی دیتا ہے اور کہتے تھے کہ جیسا یہ دونوں بزرگ ایک بات پر اتفاق کریں تو وہی حق ہے اور عبداللہ بن مبارک رح
نے کہا کہ جب اثر آتا یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہیں اور جبکہ تو ان دقائق اور مشکل فقہ کا ارادہ کرے تو ابوحنیفہ رح ہے اور خطیب نے محمد بن سعید کاتب سے روایت
کی کہ میں نے عبداللہ بن داؤد سے سنا کہتے تھے کہ اہل اسلام پر اپنی نماز میں ابوحنیفہ رح کے واسطے دعا کرنا واجب ہے کہ انھوں نے لوگوں کے واسطے سنن اور فقہ کو محفوظ
کر دیا اور خطیب نے احمد بن محمد بلخی سے روایت کی کہ میں نے شداد بن حکیم سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ابوحنیفہ رح سے زیادہ تر عالم نہیں دیکھا اور خطیب نے محمد بن فارس سے روایت
کی کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ ابوحنیفہ رح اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ تر عالم تھے اور خطیب نے یحیی بن معین سے روایت کی کہ میں نے یحیی بن سعید
قطان سے سنا کہتے تھے کہ ہم دروغ نہیں کہتے ہیں ہمنے ابوحنیفہ رح کی رائے سے بہتر نہیں سنا اور انکے اکثر اقوال کو ہمنے لیا ہے اور خطیب نے ابان بن یزید سے روایت کی
کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ میں علماء کوفہ کی مجلس میں بیٹھا سو ان میں سے کسی کو ورع یعنی متقی تر ابوحنیفہ رح سے نہیں دیکھا اور خطیب نے علی بن حفص بزاز سے
روایت کی کہ حفص بن عبدالرحمن تجارت میں امام کے شریک تھے سو انھوں نے حفص بن عبدالرحمن کے پاس کپڑے میں متاع کو بھیجا یعنی تھانوں کی گٹھری بھیجی اور
اطلاع کی کہ فلانے کپڑے میں نقصان ہے جب بیچنا تو مشتری کو اسکا عیب بتا دینا سو حفص نے اسکو بیچا اور مشتری سے اسکا عیب بتانا بھول گئے جب ابوحنیفہ رح
کو یہ حال معلوم ہوا تو تمام مال کی قیمت خیرات کر دی کذا فی الطحاوی عن السیوطی رح عبداللہ بن مبارک اور ابن جریج اور عبداللہ بن داؤد اور شداد بن حکیم اور یحیی بن سعید
اور مکی بن ابراہیم وغیرہم اہل اجتہاد اور اہل حدیث اور محدثین کے استاد ہیں انکے اقوال مستندہ مذکورہ سے زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار ہونا اپنے وقت میں امام ابوحنیفہ
کا ثابت ہوا تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور لَوْ کَانَ الْعِلْمُ الثُّرَیَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِس کا محمل صحیح امام اعظم اور انکے اصحاب ہیں کیونکہ اہل فارس میں ان سے
زیادہ کوئی عالم عالی فہم دقیقہ رس نہیں ہوا تو امام کے واسطے یہ بشارت اور فضیلت عظیم الشان ہے وصنفت فیہا سبط ابن الجوزی مجلدین کبیرین وسماہ
الانتصار لامام ائمة الامصار اور ابن جوزی محدث کے پوتے نے مناقب امام اعظم میں دو مجلد بڑے بڑے تصنیف کیے اور انکا نام رکھا الانتصار لامام ائمة الامصار
یعنی پیشوایان بلاد کے پیشوا کے لیے انتقام لینا امام کو امام الائمہ اسواسطے کہا کہ انکا اجتہاد سب مجتہدین مشہورین سے مقدم ہے اور اجتہاد کا دروازہ انھیں نے
کھول دیا کما لا یخفی علی العلماء وصنفت غیرہ اکثر من ذلک اور انکے سوا اور علماء نے انکے فضائل اور مناقب میں اس سے زیادہ رسالے تصنیف کیے بعض مختصر
ہیں اور بعض مبسوط وقد تحصل ان ابا حنیفة النعمان من اعظم معجزات المصطفی بعد القرآن اور حاصل کلام یہ ہے کہ بیشک امام ابوحنیفہ نعمان معجزات

مدون اور جمع کیا اور فقہ کے احکام کو فقہ کے اصول عظام پر متفرع کیا قیامت تک سب مرد وان میں اول سب سے صدیق اکبر رضی ایمان لائے اور نبوت کی تصدیق کی تو انکو
مرقوم ۱۲
اپنے ایمان لانے کا ثواب ہوا پھر انکے بعد جو ایمان لاتا گیا انکے ثواب کے برابر صدیق کو ثواب ملیگا اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جسنے نیک طریقہ نکالا تو اسکو اسکا ثواب
ملیگا اور اس شخص کے برابر ثواب ملیگا جو اس نیک طریق پر چلیگا قیامت تک اسیطرح امام ابو حنیفہ نے اول تدوین فقہ اور استخراج فروع کی راہ نکالی تو انکو اسکا ثواب ملیگا اور باقی
مجتہدوں کے برابر ثواب حاصل ہوگا خوارزمی نے جامع مسانید امام میں کہا کہ امام نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا اور ابواب پر مرتب کیا اور پھر انکے بعد امام مالک نے
موطا میں وہی طریقہ اختیار کیا اس باب میں ابو حنیفہ سے کسی نے سبقت نہیں کی اسواسطے کہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت میں ابواب کی ترتیب کوئی تصنیف نہیں کی انکو اپنے
یاد پر اعتماد تھا سو امام نے جب علم کو منتشر دیکھا اور متاخرین کے سوء حفظ سے خوف کیا اور علم ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہوا تو مدون کیا [illegible] طہارت سے ابتدا کی پھر
صلوٰۃ سے پھر [illegible] باقی عبادات سے پھر معاملات سے پھر [illegible] الاولیاء والاکابر الامام [illegible]
ریاضات المجاہدۃ وترکوہم فی میدان المشاہدۃ [illegible] ابراہیم بن ادہم وشقیق البلخی ومعروف الکرخی وابی یزید البسطامی وفضیل بن عیاض وداؤد الطائی
وابی حامد اللفاف وخلف بن ایوب وعبد اللہ بن المبارک ووکیع بن الجراح وابی بکر الوراق وغیرہم ممن لا یحصی کثرۃ [illegible]
علما سے حالانکہ امام کے مذہب کے تابع اور مقلد ہوئے ہیں اکثر اولیاء [illegible]
میدان مشاہدہ چنانچہ ابراہیم ادہم اور شقیق بلخی اور معروف کرخی اور ابو یزید بسطامی اور فضیل بن عیاض اور داؤد طائی اور ابو حامد لفاف اور خلف بن ایوب اور
عبد اللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح رحمہم اللہ اور انکے سوا جنکا شمار نہایت بڑا ہے ولو وجدوا فیہ شبہۃ ما اتبعوہ ولا اقتدوا بہ ولا وافقوہ اگر پاتے
کامل امام میں کچھ شبہہ پاتے تو انکے تابع اور مقتدی نہ ہوتے اور نہ انکی موافقت کرتے یہ حقیقت مذہب امام کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ ارباب کشف اور [illegible]
تابع اور مقتدی ہیں وقد قال الاستاذ ابو القاسم القشیری فی رسالتہ مع صلابتہ فی مذہبہ وتقدمہ فی ہذہ الطریقۃ سمعت الاستاذ ابا علی الدقاق یقول انا
اخذت ہذہ الطریقۃ من ابی القاسم النصرآبادی وقال ابو القاسم انا اخذتہا من الشبلی وہو اخذہا من السری السقطی وہو من معروف الکرخی وہو من
داود الطائی وہو اخذ العلم والطریقۃ من ابی حنیفۃ اور مقرر کہا ہے استاد ابو القاسم قشیری نے اپنے رسالہ قشیریہ میں باوجود انکی صلابت کے اپنے مذہب
میں یعنی مذہب شافعی میں اور باوجود انکے مقدم ہونے کے اس طریقہ تصوف میں کہ میں نے استاد ابو علی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ میں نے یہ طریقہ لیا
ابو القاسم نصرآبادی سے اور ابو القاسم نے کہا کہ میں نے اسکو لیا شبلی سے اور شبلی نے لیا سری سقطی سے اور سری سقطی نے لیا معروف کرخی سے اور معروف
کرخی نے لیا داؤد طائی سے اور داؤد طائی نے علم اور طریقہ تصوف کا لیا ابو حنیفہ سے ہم زرقانی نے شرح مواہب میں کہا کہ عبد الکریم ابو القاسم قشیری [illegible]
فقیہ نحوی اور لغوی اور ادیب اور کاتب اور شجاع جامع تھے انواع محاسن کے ایسا کامل شخص دیکھنے والوں نے نہیں دیکھا شافعی مذہب تھے سنہ ۳۷۶ ہجری کا
میں پیدا ہوئے حدیث کی سماعت کی حاکم وغیرہ سے اور خطیب وغیرہ نے انسے روایت کی اور بہت تصانیف انکی مشہور ہیں اور ۴۶۵ ہجری میں وفات پائی کذا
فی الطحطاوی وکل منہم اثنی علیہ واقر بفضلہ فیا عجبا لک یا اخی الم یکن لک اسوۃ حسنۃ فی ہؤلاء السادۃ الکبار اکانوا متہمین فی ہذا الاقرار والافتخار وہم ائمۃ
ہذہ الطریقۃ وارباب الشریعۃ والحقیقۃ اور ہر ایک نے ان اکابر سے ثنا کی ہے امام پر اور انکی فضیلت کا اقرار کیا ہے سو تعجب کرتا ہوں تجھسے اے بھائی کیا
تجھکو نیک پیروی نہ تھی ان بزرگوں میں کیا انپر جھوٹ بولنے کا گمان تھا اس اقرار اور افتخار میں اور حالانکہ وہ حضرات امام اور پیشوا ہیں اس طریقہ
تصوف اور درویشی کے اور وہ شریعت اور حقیقت والے لوگ ہیں ہم شارح کا یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جو امام کے امر میں منکر یا متشدد ہیں
ومن بعدہم فی ہذا الامر فلہم تبع وکل ما خالف ما اعتمدوہ مردود ومبتدع اور جو اہل کمال کہ ان حضرات کے بعد ہیں وہ شریعت اور طریقت اور حقیقت
میں انکے تابع ہیں اور جو بات کہ ان بزرگوں کی سمجھ بوجھ کی مخالف ہے وہ مردود اور نیا پیدا کیا ہوا ناپسندیدہ ہے بالجملہ فلیس ابو حنیفۃ فی زہدہ وورعہ [illegible]

اور اس میں خلل یہ ہے کہ ولادت امام کی سنہ ۸۰ ہجری میں ثابت ہے اور وفات علی مرتضی کی تیس ۳۰ سال سے پہلے ہے انتہی میں کہتا ہوں تو امام کا لیجانا حضور
مرتضوی میں وہم ہے کسی راوی کا ثابت کا باپ کا اور انکی اولاد کے واسطے دعا کرنا البتہ ثابت ہے وَصَحَّ اَنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ سَمِعَ الْحَدِیْثَ مِنْ سَبْعَۃٍ مِّنَ الصَّحَابَۃِ
کَمَا بُسِطَ فِیْ اَوَاخِرِ مُنْیَۃِ الْمُفْتِیْ وَاَدْرَکَ بِالسِّنِّ نَحْوَ عِشْرِیْنَ صَحَابِیًّا کَمَا بُسِطَ فِیْ اَوَائِلِ الضِّیَاءِ اور یہ قول صحیح ہے کہ ابوحنیفہ رحمہ نے سات صحابیوں سے
حدیث سنی چنانچہ اواخر منیۃ المفتی میں شرح ہے اور بیس صحابیوں کا زمانہ پایا عمر کے حساب سے چنانچہ ضیاء معنوی کے اوائل میں مذکور ہے ہم سیوطی نے
تبییض الصحیفہ میں کہا امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری شافعی رحمہ نے ایک جزء تالیف کیا امام ابوحنیفہ رحمہ کی روایت میں چار صحابیوں سے
انتہی ابن حجر نے کہا اسواسطے کہ ابوحنیفہ رحمہ پیدا ہوئے کوفہ میں سنہ ۸۰ ہجری میں اور وہاں اسوقت عبداللہ بن ابی اوفی صحابی موجود تھے بالاتفاق اور بصرہ
میں انس رضہ صحابی تھے اسواسطے کہ وہ سنہ ۹۰ ہجری میں یا اسکے بعد مرے ابن سعد نے بسند قابل اعتبار روایت کی کہ ابوحنیفہ نے انس رضہ کو دیکھا اور انکے سوا
صحابیوں کے سوا اور اصحاب شہروں میں زندہ تھے تو ابوحنیفہ اس اعتبار سے طبقۂ تابعین میں داخل ہیں اور ائمۂ امصار معاصرین ابوحنیفہ رحمہ کو یہ اتفاق
نہیں چنانچہ اوزاعی کو شام میں اور حمادین کو بصرہ میں اور ثوری کو کوفہ میں اور مالک کو مدینہ میں اور مسلم بن خالد زنجی کو مکہ میں اور لیث بن سعد کو مصر میں
انتہی ما قال السیوطی الشافعی اور خوارزمی حنفی نے مسند امام میں کہا کہ اسپر اتفاق ہے کہ امام نے اصحاب رسول اللہ صلعم سے روایت کی لیکن انکے عدد میں
اختلاف ہے بعضوں نے کہا چھ مرد اور ایک عورت سے روایت کی اور بعضوں نے پانچ مرد اور ایک عورت سے اور بعضوں نے کہا سات مرد اور ایک عورت سے
سو پہلے قول پر انس بن مالک اور عبداللہ بن انیس اور عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی اور جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن ابی اوفی اور واثلہ بن اسقع اور
عائشہ بنت عجرد رضوان اللہ علیہم ہیں اور ثالث قول پر معقل بن یسار زیادہ ہیں اور ثانی قول پر جابر اور معقل داخل نہیں اور ہر قول میں الخ انتہی ذکرہ
فی الطحطاوی شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح سفر السعادت اور اسکے حاشیہ میں کہا کہ عبداللہ بن ابی اوفی نے کوفہ میں سنہ ۸۷ یا ۸۸ میں انتقال کیا اور انس
بن مالک نے بصرہ میں سنہ ۹۱ یا ۹۲ یا ۹۳ ہجری میں وفات پائی اور سہل بن سعد ساعدی نے مدینہ میں سنہ ۹۱ یا ۸۸ میں انتقال کیا اور ابوالطفیل نے ۱۱۰ ہجری میں وفات
پائی چنانچہ جامع الاصول میں ہے صاحب جامع الاصول نے کہا کہ ابوحنیفہ رحمہ کی ملاقات صحابہ سے اور حدیث کی روایت انسے ارباب نقل کے نزدیک ثابت نہیں اور ابوحنیفہ رحمہ
کے اصحاب کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ رحمہ نے چند اصحاب کو پایا اور انسے روایت کی انتہی میں کہتا ہوں واقع میں عقل کے حساب سے یہ بات بعید ہے کہ رسول کریم کے
اصحاب امام کے زمانہ میں موجود ہوں اور انکی ملاقات کا قصد نکریں باوجودیکہ ہونا امام کا اور رہنا امام کا ان شہروں میں جہاں اصحاب تھے ثابت ہے اور بیس
برس کی مدت امام کی زندگی سے زمانہ صحابہ میں گذری اسواسطے کہ سو برس کے آخر تک وجود صحابہ کا ثابت ہے تو اصحاب ابوحنیفہ رحمہ کا قول حق ہے جو کہتے ہیں کہ
امام نے جماعت صحابہ کو پایا انتہی ما قال الدہلوی ہم حق بجانب حنفیہ ہے روایت اور درایت کی راہ سے اسواسطے کہ حنفیہ ملاقات اور روایت کے مثبت ہیں اور ایک
جماعت نافی حالانکہ یہ قاعدہ اہل علم میں مسلم ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہے اور اثبات بھی فقط احنفیہ میں منحصر نہیں بلکہ طبری شافعی اور ابن حجر شافعی اور شہاب و
جلال الدین سیوطی شافعی کے بجانب اثبات یا تجویز کے ہیں نہ بجانب انکار واللہ اعلم تو امام کا تابعی ہونا باعتبار زمانے کے بالاتفاق ثابت ہوا اور باعتبار
ملاقات اور روایت کے عند التحقیق وَقَدْ ذَکَرَ الْعَلَّامَۃُ شَمْسُ الدِّیْنِ مُحَمَّدٌ اَبُو النَّصْرِ بْنُ عَرَبْ شَاہ الْاَنْصَارِیُّ الْحَنَفِیُّ فِیْ مَنْظُوْمَتِہِ الْاَلْفِیَّۃِ الْمُسَمَّاۃِ بِجَوَاہِرِ الْعَقَائِدِ
وَدُرَرِ الْقَلَائِدِ ثَمَانِیَۃً مِّنَ الصَّحَابَۃِ مِمَّنْ یَرْوِیْ عَنْہُمُ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ اور تحقیق ذکر کیا علامہ شمس الدین محمد ابوالنصر
بن عرب شاہ انصاری حنفی نے اپنے منظومۂ الفیہ میں جسکا نام جواہر العقائد و درر القلائد ہے آٹھ صحابیوں کو جنسے روایت کی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ
خدا کی رحمت آپپر اور ان سب پر حیث قال ؎ مُعْتَقِدًا مَذْہَبَ عَالِمِ الثَّانِ ٭ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ الْفَتَی النُّعْمَانِ ٭ التَّابِعِیِّ سَابِقِ الْاَئِمَّۃِ ٭ بِالْعِلْمِ وَالدِّیْنِ
سِرَاجِ الْاُمَّۃِ ٭ جَمْعًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ اَدْرَکَا ٭ اِثْرَہُمْ قَدِ اقْتَفٰی وَسَلَکَا ٭ طَرِیْقَۃً وَاضِحَۃَ الْمِنْہَاجِ ٭ سَالِمَۃً مِنَ الضَّلَالِ الدَّاجِیْ ٭ علامہ نے ذکر کیا

جس نظام مین یہ کہا ہے کہ مین کہتا ہون معتقد ہوکر عظیم الشان کے مذہب کا یعنی ابو حنیفہ رحمہ جو امام نعمان کا جو تابعی ہے مقدم سب اماموں سے علم اور دین
مین امت محمدی کا چراغ ایک جماعت کوفی کے اصحاب سے اسنے پایا بیشک انکا ظہور ہو گیا اور چلا وہ طریقہ جسکی راہ کھلی ہے سالم ہے تاریکی گمراہی سے
سے روی عن انس و جابر و ابن ابی اوفی کذا عن عامر اور تحقیق روایت کی امام نے انس اور جابر اور عبداللہ بن ابی اوفی سے اور اسیطرح عامر سے
شرح مقدمہ مین عامر کے بدلے معقل بن یسار مذکور ہے خوارزمی نے کہا کہ عامر سے روایت کرنے مین کلام ہے اسواسطے کہ عامر کا انتقال ہوا معاویہ رض کی ریاست
مین اور معاویہ کا انتقال ہوا سنہ ہجری مین پھر کیونکر انکی روایت تصور ہو کذا فی الطحطاوی سے اعنی ابا الطفیل فان ابن [illegible] وابن انیس الفتی و واثلۃ
مراد عامر سے وہ ابو الطفیل ہے جو واثلہ کا بیٹا ہے اور روایت کی عبداللہ بن انیس جوان مرد سے اور واثلہ بن اسقع سے عن ابن جزء قد روی الامام و بنت عجرد
ہے الامام روایت کی امام نے عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی سے اور عائشہ بنت عجرد سے اسی پر آٹھ کا شمار تمام ہوا ابن جزء بفتح جیم و سکون زا و ہمزہ
ہے وہ عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی ہے امام اعظم رحمہ سے مروی ہے کہ مین نے اپنے والد کے ساتھ سنہ ۹۶ ہجری مین حج کیا تو مین نے قریب کعبہ ایک حلقہ دیکھا مین نے والد
سے کہا کہ یہ کیا ہے جواب دیا کہ اسمین ایک صحابی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ حدیث بیان کرتا ہے تو مین نے جا کر سنا کہتا تھا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انا انہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم یعنی وہ صحابی ابن جزء زبیدی تھے اور امام کے مسند مین خوارزمی نے ابن جزء سے اس حدیث کی روایت کی ہے من تفقہ فی دین اللہ
کفاہ اللہ ہمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب ابن حجر نے کہا سماعت امام رح کی جابر بن عبداللہ سے صریح وہم ہے کیونکہ جابر بالاتفاق روایات ستر اور چند سال مین [illegible]
اور [illegible] انتقال کر چکے تھے امام پیدا ہوئے انتہی اسکا جواب یون ممکن ہے کہ بعض اہل تاریخ کے نزدیک امام کی ولادت سنہ [illegible] ہجری مین ہے تو موجب اس قول
کے سات یا نو برس کی عمر مین سماع حدیث ممکن ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا و توفی ببغداد قیل فی السجن لیلی القضاء ولہ سبعون سنۃ بتاریخ خمسین و مائۃ اور
امام نے وفات پائی بغداد مین ایک سو پچاسوین سال ہجری مین اور انکی عمر ستر برس کی تھی بعضون نے کہا بندی خانہ مین انتقال کیا اسواسطے کہ [illegible]
تھے کہ عہدہ قضا کو قبول کرین ابن خلکان وغیرہ مورخین نے کہا کہ ابو حنیفہ سنہ ۸۰ ہجری مین پیدا ہوئے اور ستر برس زندہ رہے اور سنہ ۱۵۰ ہجری مین وفات پائی اور
بعضون نے کہا ستر برس اور بعضون نے کہا اکثر مین [illegible] ہے لیکن پہلا قول صحیح تر ہے پیدا ہوئے صحابہ کرام کے زمانہ مین اور فقیہ ہوئے تابعین کے زمانہ مین
رجب یا شعبان مین انتقال ہوا قید خانہ مین اور قضا کا منصب قبول نہ کیا اور مقبرہ خیزران مین دفن ہوئے کذا فی الیواقیت شہرستانی کے ملل و نحل مین مذکور ہے
کہ منصور دوانقی نے امام کو اسواسطے قید کیا تھا کہ انھون نے محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی سے بیعت کی تھی یعنی حسن بن علی بن ابی طالب رض کے پروتے
سے بیعت کی تھی طحطاوی نے کہا ممکن ہے کہ عدم قبول قضا اور بیعت اہل بیت دونون سبب ہوئے ہون محبوس کرنے کے قیل و یجمع [illegible] ولد الامام الشافعی
رضی اللہ عنہ فعد من مناقبہ بعضون نے کہا کہ جس دن امام ابو حنیفہ رح نے وفات پائی اسی دن امام شافعی رح پیدا ہوئے تو یہ ابو حنیفہ یا شافعی رح کے مناقب
مین شمار کیا گیا امام اعظم کی منقبت اسواسطے ہوئی کہ حق تعالی نے اس جہان کو ایسے امام کے مانند سے خالی نہ رکھا کذا فی الطحطاوی اور شافعی رح کی منقبت یہ
ہوئی کہ ایسے کامل کے خلیفہ ٹھہرے وقد قیل الحکمۃ فی مخالفۃ تلامیذہ انہ رای صبیا یلعب فی الطین فحذرہ عن السقوط فاجابہ بان احذر انت من السقوط
فان فی سقوط العالم سقوط العالم فعندہ قال لاصحابہ ان توجہ لکم دلیل فقولوا بہ فکان کل یاخذ بروایۃ عنہ [illegible] وہذا من احتیاطہ وورعہ وعلمہ
بان الاختلاف من آثار الرحمۃ فمہما کان اکثر کانت الرحمۃ اوفر کما قالوا اور البتہ کہا گیا ہے کہ شاگردان امام کے مخالفت مین حکمت یہ ہے کہ امام اعظم رح نے ایک
لڑکا کھیلتے دیکھا کیچڑ مین سو اسکو ڈرایا ریپٹ پڑنے سے سو لڑکے نے امام کو جواب دیا کہ تم ریپٹ پڑنے سے بچو اسواسطے کہ عالم کے رپٹنے سے تمام جہان کا رپٹنا ہے
تو اس وقت سے امام نے اپنے شاگردون سے کہا کہ اگر تمہارے سامنے دلیل آوے لیکن اگر دلیل شرعی کتاب اور سنت سے ظاہر ہو تو اسپر عمل کرو تو ہر شاگرد امام
کی ایک روایت کر لیتا تھا اور اسکو ترجیح دیتا تھا یعنی اسکو قوی کرتا تھا اور دلیل سے اور یہ اجازت خلاف کرنے کی امام کی نہایت احتیاط اور تقوی سے ہے

اور اس اجازت سے معلوم ہوا کہ اختلاف یعنی مجتہدین کا اختلاف من جہۃ الدلیل رحمت الٰہی کی نشانیوں سے ہے تو جس قدر اختلاف بر جانبی ہوگا زیادہ تر رحمت ربانی وافر تر بدلیل قول علماء امام سفی لڑکے کے کلام سے بندلی ہی شان ہو عارفوں کی کہ اشارات لطیفہ عبارات بعیدہ سے سمجھ لیتے ہیں مسند خوارزمی میں مناقب الائمہ سالی سے منقول ہے کہ یہ بات مشہور ہے کہ امام نے چار ہزار استادوں کی علما رتابعین سے شاگردی کی اور علم فقہ کا حاصل کیا لیکن پہنچے علم پر اپنی زبان سے فتویٰ نہ دیا یہاں تک کہ انھوں نے اجازت دی تو کوفہ کی جامع مسجد میں مجلس کے اندر بیٹھے اور ہزار شاگرد امام کے جمع ہوئے انمیں سے بزرگ تر اور فاضل تر چالیس شاگرد تھے جو رتبہ اجتہاد کو پہونچ گئے سو انکو اپنا مقرب کیا اور کہا کہ تم میرے رازدان اور غمگسار ہو میں نے اس فقہ کے گھوڑے کو تمہارے واسطے تیار کر دیا ہے لگام دیکر اور زین کسکر سو تم میری مدد کرو اس واسطے کہ لوگوں نے مجھکو جہنم کا پل بنایا ہے پھر لوگ پار ہوتے ہیں اور بوجھ میری پیٹھ پر ہے لوگ تقلید سے نجات پا وینگے مواخذہ مجھسے ہوگا اگر عرق ریزی اجتہاد میں کچھ تساہل ہوگا تو امام رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو مجتہد شاگردوں سے مشورہ اور مناظرہ اور گفتگو کرتے اور انسے پوچھتے اور جو احادیث اور آثار شاگردوں کے پاس تھے انکو سنتے اور جو آپکو معلوم تھے انکو فرماتے اور مجتہد شاگرد امام کے ساتھ مہینا مہینا بھر بلکہ زیادہ رد و بدل اور مناظرہ کرتے یہانتک کہ آخر کو ایک بات ٹھیرجاتی تو اس قول مختار کو ابو یوسف رحمۃ اللہ ثابت کرتے یعنی لکھتے یہانتک کہ تمام اصول فقہ کو اسی طرح شوریٰ کر کے ثابت کیا امام اعظم رح اور امامونکی اعلیٰ بنا اسی شوریٰ پر ہے انتہیٰ رد وپڑ خوارزمی اختلاف کو آثار رحمت کہنا ثابت ہے اس حدیث سے کہ اختلاف امتی رحمۃ اور بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ اختلاف امۃ الہدیٰ لوگوں پر رحمت ہے مقدمہ حاشیہ فتح القدیر میں بعض تابعین سے منقول ہے کہ اختلاف امۃ الہدیٰ تو سعۃ للناس کذا فی الطحطاوی رسم المفتی یہ نشانی ہے مفتی کے واسطے یعنی اب وہ علامات مذکور ہوتے ہیں جن سے مفتی کو فتویٰ دینے پر دلالت کریں اصولیوں کے نزدیک مفتی وہی مجتہد ہے بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ ابو یوسف رح نے کہا کہ فتویٰ دینا حلال نہیں مگر مجتہد کو اور محمد نے فتویٰ دینا جائز کیا ہے اگر درست کا صواب اسکی خطا سے زیادہ ہو اور اسبیجانی سے منقول ہے کہ شہر کے بڑے عالم کو جو کہ فتویٰ جائز نہیں فتح القدیر میں کہا ہے کہ اہل اصول کی رائے اس پر متفق ہو گئی کہ مفتی وہی مجتہد ہے اور غیر مجتہد جو مجتہد کے اقوال یاد رکھتا ہو وہ مفتی نہیں ہے تو غیر مجتہد پر واجب ہے کہ جب اس سے کوئی مسئلہ پوچھے تو وہ مجتہد کے قول کو بطریق حکایت نقل کرے تو معلوم ہوا کہ جو ہمارے زمانہ میں فتوے دیتے ہیں وہ درحقیقت فتوے نہیں ہے بلکہ وہ نقل ہے مفتی کے کلام کی تاکہ مستفتی اسپر عمل کرے اور نقل فتویٰ کی دو صورتیں ہیں یا ناقل کے پاس سند ہو اس امر میں یا ناقل نے وہ مسئلہ لیا ہو اس کتاب معروف سے جو متداول ہے محمد بن حسن کی کتابوں سے اور مانند انکے اور تصنیفات مشہورہ سے اسواسطے کہ کتاب معروف بمنزلۂ خبر متواتر یا مشہور کے ہے انتہی کذا فی الطحطاوی اعلم ان ما اتفق علیہ اصحابنا فی الروایۃ الظاہرۃ عنہم یفتی بہ قطعاً یہ معلوم کر کہ جسپر ہمارے اصحاب یعنی امام اعظم رح اور انکے اصحاب متفق ہو گئے اس روایت میں جو ظاہر ہے انسے تو مفتی اسکا فتویٰ دے یقیناً ہم ظاہر الروایۃ کی قید لگائی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے سوا اور روایات مرجوع عنہا ہیں یعنی مطروح ہیں یا غیر مشہور نامعتبر ہیں اور ظاہر الروایۃ کی کتابیں زیادات اور سیر اور مبسوط اور جامع صغیر اور جامع کبیر ہیں محمد بن حسن کی تصنیفات سے اور ظاہر الروایۃ کے معنی یہ کہ اسکی روایت امام اعظم رح اور انکے اصحاب سے ظاہر ہے ثقات اور معتمدین کے نقل کرنے سے نقل خواہ متواتر ہو یا بالشہرت کذا فی الطحطاوی متون فقہ یعنی وقایہ اور قدوری وغیرہا بھی ظاہر الروایۃ ہیں اسواسطے کہ امام محمد کی کتب مذکورہ سے مستخرج ہیں واختلف فیما اختلفوا فیہ والاصح کما فی السراجیۃ وغیرہا انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق اور اسمیں اختلاف کیا گیا ہے جسمیں ہمارے اصحاب مختلف ہیں اور صحیح تر قول چنانچہ سراجیہ وغیرہا میں ہے یہ ہے کہ فتویٰ دیا جاوے امام اعظم رح کے قول پر یعنی ہر طرح اگرچہ دوسرے کی دلیل قوی ہو ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد پھر اگر امام اعظم رح کا قول نہو تو ابو یوسف رح کے قول پر فتویٰ دیا جاوے پھر محمد رح کے قول پر فتویٰ دیا جاوے پھر زفر اور حسن بن زیاد کے قول پر فتویٰ دیا جاوے طحطاوی نے کہا یہ صورت باقی رہی کہ اگر صاحبین رح متفق ہوں اور امام اعظم رح منفرد ہوں سو بعضوں نے کہا ہے کہ مفتی مختار ہو چاہے صاحبین رح کے قول پر فتویٰ دے چاہے امام رح کے قول

متنبہ کہ عبارات میں بطور فتویٰ امام رح کے قول پر ہو اور فتویٰ الاحکام صاحبین فتویٰ امام محمد رح کے قول پر ہو اور قضا اور شہادات میں ابو یوسف رح کے قول پر ہو ۱۲

انتہی قاضی خان نے کہ فتاوی میں ہے کہ جب صورت اختلاف اگر امام کے ساتھ ابو یوسف رح اور محمد رح ہیں تو دونوں کے متفق قول پر فتوی دیا جاوے کیونکہ دونوں میں
وفور شرائط اور اولی قواعد کا اجتماع ہے اور اگر صاحبین کا قول امام کے مخالف ہو تو اگر انکا اختلاف بوجہ اختلاف عصر اور زمان کے ہو جیسا کہ قضاء بظاہر عدالت تو
صاحبین کا قول مفتی لے اور مزارعت اور معاملت میں اور انکے مانند میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ متاخرین کا اسپر اجماع ہے اور اسکے سوا میں
بعضوں نے کہا کہ مفتی مجتہد مختار ہے اور عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ فتوا امام کا قول ہے اور مجتہد یعنی مجتہد مقید کی تعریف میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ جو
دس ہزار سوالات کے جواب میں آٹھ سوال کا جواب ٹھیک دے اور دو جوابوں میں چوک جاے وہ مجتہد ہے اور بعضوں نے کہا کہ اجتہاد کے واسطے حفظ مبسوط اور
معرفت ناسخ اور منسوخ اور محکم اور ماوّل کی اور لوگوں کے عادات اور عرف کا علم ضروری ہے انتہی ما فی الخانیۃ وصحح فی الحاوی القدسی قوۃ المدرک اور حاوی قدسی
میں قوت دلیل کی تصحیح کی ہے یعنی مدرک بفتح الراء مفعول بمعنی دلیل ہے اور یہ قول ترتیب سراجیہ کے مخالف ہے طحطاوی نے کہا یعنی جس قول کی دلیل قوی تر ہو یعنی امام
کا قول ہو یا ابو یوسف رح یا محمد رح کا وہی قول مقدم ہے اور وجہ توفیق ان دونوں مخالف قولوں میں یہ ہے کہ جس شخص کو قوت دلیل کی ادراک کی طاقت ہو وہ قول
قوی المدرک پر فتوی دے اور نہیں تو سراجیہ کی ترتیب مقدم پر فتوی دے وفی وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسألۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدہما
اور کتاب الوقف بحر الرائق وغیرہ میں ہے کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی تو ان دونوں قولوں میں سے ایک قول پر قاضی کو حکم دینا اور مفتی کو
فتوی دینا جائز ہے ہم طحطاوی نے کہا ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ جب دو قول کی تصحیح ہوئی خواہ تصحیح بلفظ اصح کی ہو دونوں میں یا بلفظ صحیح کی یا ایک میں
اصح کا لفظ ہو اور دوسری میں صحیح کا ہر صورت ایک قول پر قضا اور افتا جائز ہے وفی اول المضمرات اما العلامات للافتاء فقولہ وعلیہ الفتوی وبہ یفتی وبہ ناخذ
وعلیہ الاعتماد وعلیہ عمل الیوم وعلیہ عمل الامۃ وہو الصحیح او الاصح او الاظہر او الاشبہ او الاوجہ او المختار ونحوہا مما ذکر فی حاشیۃ البزدوی انتہی اور مضمرات کے
اول میں ہے کہ فتوی دینے کے علامات بارہ الفاظ ہیں علیہ الفتوی سے مختار تک اور مانند ان الفاظ کے جو حاشیہ بزدوی میں مذکور ہیں انتہی ما فی المضمرات
ہم الفاظ مذکورہ کا ترجمہ یوں ہے علیہ الفتوی اور اسی قول پر فتوی ہے وبہ یفتی اور اسی قول کا فتوی دیا گیا وبہ ناخذ اور اسی کو ہم لیتے ہیں وعلیہ الاعتماد اور اسی قول پر
اعتماد ہے وعلیہ عمل الیوم اور اسی پر عمل ہے آج کے دن کا وعلیہ عمل الامۃ اور اسی پر امت کا عمل ہے وہو الصحیح اور یہی قول صحیح ہے او الاصح یا صحیح تر ہے او الاظہر یا ظاہر
ہے او الاشبہ یا بہت مشابہ تر ہے او الاوجہ یا موجہ تر ہے او المختار یا پسندیدہ تر ہے اور ان الفاظ کے مانند وعلیہ العمل الیوم وبہ جری العرف وہو المتعارف وبہ اخذ
العلماء کما قال شیخنا الرملی فی فتاواہ وبعض الالفاظ اکد من بعض فلفظ الفتوی اکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرہا ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اپنے فتاوی
میں کہا اور بعضے الفاظ فتوی کے موکد تر ہیں بعض سے تو فتوی کا لفظ موکد تر ہے صحیح اور اصح اور اشبہ وغیرہا کے الفاظ سے چنانچہ احوط اور اظہر سے ہم وجہ تاکید یہ ہے کہ فتوی جاری
نہیں ہوتا مگر اس امر کے سبب سے جو مقتضی ہو فتوی کا جیسا کہ آسانی یا اکثریت اور بلفظ فتوی ہے اسکے حروف میں علیہ مراد ہیں کسی صیغہ میں پائے جائیں کذا فی الطحطاوی
ولفظ وبہ یفتی اکد من الفتوی علیہ اور بہ یفتی کا لفظ موکد تر ہے الفتوی علیہ کے لفظ سے اسواسطے کہ تقدیم معمول سے حصر ثابت ہوتا ہے اور اسی طرح لفظ علیہ الفتوی کا الفتوی علیہ
سے موکد تر ہے والاصح آکد من الصحیح والاحوط آکد من الاحتیاط انتہی اور اصح کا لفظ موکد تر ہے صحیح کے لفظ سے اور احوط کا لفظ موکد تر ہے احتیاط کے لفظ سے انتہی قول الرملی
ظاہر اس تفصیل کے سبب صیغوں کا یہی حکم ہے قلت لکن فی شرح المنیۃ للحلبی عند قولہ لا یجوز مس المصحف الا بغلافہ اذا تعارض امامان معتبران وعبر احدہما بالصحیح والآخر بالاصح
فالاخذ بالصحیح اولی لانہما اتفقا علی انہ صحیح والاخذ بالمتفق اوفق فلیحفظ شارح نے کہا میں کہتا ہوں لیکن حلبی کی شرح منیہ میں ماتن کے اس قول کے پاس کہ
جائز نہیں مصحف کا چھونا مگر اسکے غلاف کے ساتھ یہ قول ہے کہ جب مقابل اور مخالف ہوں ترجیح اقوال میں دو امام معتبر اس طرح کہ ایک امام کہے کہ یہ قول صحیح ہے
اور دوسرا امام کہے کہ یہ قول اصح ہے تو صحیح پر عمل کرنا اولی ہے اسواسطے کہ دونوں امام نے اس قول کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا یعنی اور اصحیت میں اتفاق نہیں بلکہ
ایک امام کا تفرد ہے اور حالانکہ قول متفق علیہ پر عمل کرنا موافق تر احتیاط ہے تو اس استدراک کو یاد رکھنا ثم رأیت فی رسالۃ آداب المفتی اذا ذیلت روایۃ فی کتاب

معتبر یا الاصح او الاولی او الاوفق و نحوہا فلہ ان یفتی بہا و بمخالفہا ایضا ایا شاء پھر مین نے دیکھا رسالہ آداب المفتی مین کہ جب کسی معتمد مین روایت ذیل بالاصح
یعنی روایت کے بعد لکھا ہو کہ یہ اصح ہی یا اولی یا اوفق ہی اور اسی طرح اسکے مانند ہو تو مفتی کو اختیار ہی کہ اس روایت کا فتویٰ دے اور اسکے مخالف
دوسری روایت کا بھی فتویٰ دے جسکا چاہے دونون مین سے اس واسطے کہ اسم تفضیل اسپر دلالت کرتا ہی کہ مقابل اسم تفضیل کا بھی صحیح ہی کذا فی الطحطاوی
و اذا ذیلت بالصحیح او المأخوذ بہ او بہ یفتی و نحوہ لم یفت بمخالفہ اور جبکہ روایت کے بعد صحیح یا ماخوذ بہ یا بہ یفتی یا علیہ الفتویٰ لکھا ہو تو اسکے مخالف روایت کا فتویٰ
نہ دے اس واسطے کہ صحیح کا مقابل ضعیف ہی اور ماخوذ بہ کا مقابل غیر ماخوذ بہ اور بہ یفتی اور علیہ الفتویٰ کا مقابل غیر مفتی بہ ہی الا اذا کان فی الہدایۃ مثلا ہو الصحیح
و فی الکافی بمخالفہ ہو الصحیح فیخیر و یختار الاقوی عندہ و الالیق و الاصلح انتہی فلیحفظ مگر جبکہ ہدایہ مین روایت کے ذیل مین ہو الصحیح ہو اور کافی مین اسکے مخالف پر
کی ذیل مین ہو الصحیح ہو تو مفتی مخیر ہی اور وہ اس روایت کو اختیار کرے جو اسکے نزدیک قوی تر اور لائق تر اور صالح تر ہو انتہی ما فی الرسالۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم قوی تر کا اختیار کرنا حاوی قدسی کی عبارت سابقہ پر مبنی ہی یعنی وجوہ ترجیحات مثلا قوت دلیل کا اعتبار ہی کذا فی الطحطاوی حاصل ما ذکرہ الشیخ قاسم فی تصحیحہ
انہ لا فرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم بہ اور شیخ قاسم نے اپنی تصحیح مین ذکر کیا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ کچھ فرق نہین
درمیان مفتی اور قاضی کے یعنی جو تفصیل ذکر ہوئی قاضی بھی انھین علامات افتا پر عمل کرے مفتی کے مانند مگر اتنا فرق ہی کہ مفتی حکم شرعی کا بتا دینے والا ہی
اور قاضی حکم مذکور کا لازم کرنے والا ہی بحکومت حبس و تعزیر سے اگر کوئی عمل نکرے اور اسکو اختیار ہو اقامت حدود و قصاص کا کذا فی الطحطاوی و ان الحکم
والفتیا بالقول المرجوح جہل و خرق للاجماع اور یہ کہ قاضی کا حکم کرنا اور مفتی کا فتویٰ دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کا توڑنا ہی یعنی حرام اور باطل ہی قول مرجوح
چنانچہ صاحبین رح کے قول پر عمل کرنا حالانکہ اس قول کی تصحیح نہین ہوئی یا اسکی وجہ کی تقویت نہین ہوئی اور اولی بالبطلان ہی ظاہر الروایۃ کے مخالف پر فتویٰ
دینا بلا ثبوت تصحیح اور اسی طرح قول مرجوح عنہ پر فتویٰ دینا کذا فی الحلبی و ان الحکم الملفق باطل بالاجماع اور یہ کہ حکم ملفق یعنی بالاجمال چند مذاہب سے ایک
حکم مرکب کرنا بالاجماع باطل ہی چنانچہ وضو مین ایک سر کے بال کا مسح کیا بمذہب شافعی پھر مقتدی ہو کر نماز پڑھی فاتحہ چھوڑ کے بمذہب امام اعظم رح کے کذا
فی الطحطاوی شافعی رح مذہب پر نماز اسواسطے نہوئی کہ فاتحہ پڑھنا واجب تھا سو اسے ترک کیا اور حنفی مذہب پر اسواسطے نہوئی کہ وضو کا فرض ترک ہوا یعنی
چوتھائی سر کا مسح تو کسی مذہب پر نماز درست نہوئی و ان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل اتفاقا و ہو المختار فی المذہب اور یہ کہ پھرنا تقلید سے عمل کر چکنے کے
بعد بالاتفاق باطل ہی اور یہی قول مختار ہی مذہب مین ہم مثلا قاضی حنفی نے ثبوت نکاح بغیر شہود مین امام مالک رح کی تقلید کی پھر اس تقلید سے رجوع
کرنے کا قصد کیا یعنی چاہا کہ اپنے مذہب کے موافق زوج پر عدم لزوم مہر کا حکم کرے تو یہ اسکو جائز نہین معلوم کرنا چاہیے کہ یہ مطلب نہین ہی کہ یہان جواز
تقلید کی مطلقا نفی ہی بلکہ اسی صورت مذکورہ مین اسواسطے کہ یہان تقلید مذکور کے پھرنے سے غیر کا ضرر لازم آتا ہی اور ایک دریافت کرنا چاہیے کہ حنفی کو
مثلا شافعی کی تقلید کرنا ایک مسئلہ مین عبارت ہی شافعی رح کے قول پر عمل کرنے سے باوجود باقی رہنے کے اپنے مذہب پر اسی مسئلہ مین یہانتک کہ اگر اسی مسئلہ
خاص مین حسین حنفی نے شافعی رح کی تقلید کی ہو سوال کرے بطریق استفتا کے تو جواب دے مگر اپنے امام کے مذہب کے موافق اور بقاء علی المذہب کا مطلب یہ ہی
کہ اس مسئلہ مین عمل کے وقت بمذہب شافعی اپنے امام کی متابعت کے اعتقاد پر باقی ہی یعنی اگر زمان مستقبل مین ویسی ہی صورت جسپر عمل کر چکا ہی بمذہب شافعی پیش
آویگی تو اپنے امام کے مذہب پر عمل کریگا اگر کوئی کہے کہ اپنے مذہب پر باقی رہنا اور جواب استفتا کو نہ دینا مگر اپنے امام کے قول پر پھر جانا ہی شافعی کی تقلید سے مسئلہ مقلد
فیہا مین تو اسکا جواب یہ ہی کہ اسی واقعہ مخصوصہ منقضیہ سے رجوع کرنا ممنوع ہی نہ اس واقعہ سے جو بعد اسکے اسی جنس کا حادث ہو اور تقلید مذکور کے جواب مین یہ دو
قول ہین قول مختار یہ ہی کہ تقلید جائز ہی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ اتنا کفایت کرتا ہی کہ جس مجتہد کے قول کی تقلید کی وہ اسکے نزدیک صواب اور راجح ہو با احتمال خطا اور
یہی بعینہ جواب ہو سکتا ہی اس سوال کا کہ حنفی کو تقلید شافعی مین عمل بالخطا لازم آتا ہی اسواسطے کہ حنفی شافعی کے مذہب کو خطا محتمل الصواب جانتا ہی پس خطا ہی کو

بحر میں ہے صدر الدین سلیمان حنفی کے جواب کا اور فقہائے مصر نے بھی اسپر اتفاق کیا ہے اور اس تقریر سے نکلتا ہے کہ تقلید واجب ہے ایک امام کی بلا تعیین اور دو امام کی تقلید
ساتھ ہی جائز نہیں اس طرح کہ حنفی اور حنبلی ایک ساتھ ہیں ہو اور اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ جب حنفی مثلاً شافعی کی تقلید کرے کسی مسئلہ میں تو اسپر واجب ہے کہ اُس مسئلہ کی
جمیع متعلقات میں مذہب شافعی کی رعایت کرے تاکہ تلفیق باطل لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی عن شیخ الاسلام ابی سعود مختصراً وان الخلاف مخصوص بالقاضی المجتہد
اور یہ کہ خلاف مخصوص ہے قاضی مجتہد ہی میں امام اور صاحبین کا خلاف اسمین کہ جب قاضی اپنے مذہب کے سوا اور مذہب پر حکم کرے تو اسکا حکم نافذ ہوگا یا نہیں تو صاحبین نے
کہا کہ اسکا حکم نافذ نہوگا اور امام نے کہا کہ اگر مذہب کے مخالف بھول کر حکم کریگا تو نافذ ہوگا اور عمدًا میں امام سے دو روایتیں ہیں اور رازی نے کہا کہ صاحبین نفاذ حکم
میں امام کے موافق ہیں اور قاضی خان نے کہا کہ مخالف ہیں کذا فی الطحطاوی وَاَمَّا المقلد فلا ینفذ قضاءہ بخلاف مذہبہ اصلاً کما فی القنیۃ اور مقلد قاضی کا حکم جو خلاف
اپنے مذہب کے اصلاً نافذ نہیں ہوتا چنانچہ قنیہ میں ہے ہم شرح طحطاوی وغیرہ کی عبارت قنیہ کے صریح مخالف ہے کما فی الطحطاوی قلت ولا سیما فی زماننا فان
السلطان ینص فی منشورہ علی نہیہ عن القضاء بالاقوال الضعیفۃ فکیف بخلاف مذہبہ فیکون معزولا بالنسبۃ لغیر المعتمد من مذہبہ فلا ینفذ قضاءہ فیہ وینقض کما بسط فی
قضاء الفتح والبحر والنہر میں کہتا ہون اور خصوصاً ہمارے زمانہ میں حکم مخالف مذہب نافذ ہوگا اسلئے کہ بادشاہ اپنے فرمان میں تصریح کر دیتا ہے قاضی کے روکنے کی
اقوال ضعیفہ کے ساتھ حکم کرنے سے پھر خلاف مذہب پر حکم کرنا کیونکر درست ہوگا تو قاضی بہ نسبت قول غیر معتمد اپنے مذہب کے معزول ٹھہریگا تو اسکا حکم کرنا اپنے مذہب
کے غیر معتمد میں نافذ نہوگا اور وہ حکم توڑا جائیگا چنانچہ فتح القدیر اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی کتاب القضاء میں یہ قول مشرح مذکور ہے قال فی البرہان وہذا صریح الحق الذی
یعض علیہ بالنواجذ علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمن میں کہا اور یہ قول مذکور وہ حق صریح ہے جسکو دانتون سے پکڑنا چاہیے ثم اعلم ان الامیر متی صادف فصلا
مجتہدا فیہ نفذ امرہ تان حاکم کا حکم جب فصل مجتہد فیہ کو پاوے یعنی مختلف فیہ صورت جسمین اجتہاد مجتہدین کو گنجائش ہے حاکم کا حکم صادر ہو تو وہ حکم نافذ ہو جائیگا
کما فی سیر التتارخانیۃ وشرح السیر الکبیر فلیحفظ اسیطرح مذکور ہے تاتارخانیہ کی کتاب السیر اور سیر کبیر کی شرح میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وقد ذکروا ان المجتہد المطلق
قد فقد اور البتہ علما نے ذکر کیا ہے کہ مجتہد مطلق یعنی جو اصول اور قواعد میں دوسرے مجتہد کا پیرو نہو وہ مفقود ہو گیا یعنی اب ایسا کوئی مجتہد نہیں ہے کہم طحطاوی نے
کہا مجتہد مطلق جائز الوجود ہے یعنی ہوسکتا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی کا فضل کسی زمانہ میں مقید اور منحصر نہیں انتہی حافظ شیرازی نے فرمایا ہے ؎ فیض روح القدس ار
باز مدد فرماید ٭ دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد ٭ وَاَمَّا المقید فعلی سبع مراتب مشہورۃ اور مجتہد مقید کے تو سات مرتبے مشہور ہیں علم مراتب سبعہ کا یون بیان ہے
کہ پہلا طبقہ مجتہدین شرع کا ہے چنانچہ چارون امام اور انکے مانند جنھون نے اصول اور قواعد کو مؤسس اور مقرر کیا اور احکام فروع کو دلائل اربعہ یعنی کتاب اور
سنت اور اجماع اور قیاس سے مستنبط کیا اور وہ اسمین کسی کے مقلد نہیں ہیں دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب کا چنانچہ ابو یوسف رح اور محمد رح وغیرہ جو سب
اصحاب ابی حنیفہ رح جنھون نے احکام کو نکالا ادلۂ اربعہ سے بموجب اُن قواعد کے جو امام اعظم رح نے ٹھہرائے اگرچہ صاحبین وغیرہما نے بعض احکام فروع میں امام کا
خلاف کیا لیکن قواعد اور اصول میں انکے تابع ہیں اور اسی وجہ سے امام شافعی رح وغیرہ سے ممتاز ہیں تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا چنانچہ خصاف رح اور
طحطاوی اور ابو الحسن رح کرخی اور شمس الائمہ سرخسی اور شمس الائمہ حلوائی اور فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خان اور مانند انکے اور علما جو امام کی مخالفت پر
قادر نہیں ہیں نہ اصول میں نہ فروع میں لیکن یہ وہ ان احکام اور مسائل کا استنباط کرتے ہیں امام کے قواعد سے جنمیں امام سے روایت نہیں چوتھا طبقہ اصحاب تخریج
مقلدین سے چنانچہ رازی وغیرہ یہ لوگ اجتہاد پر اصلاً قادر نہیں لیکن احاطہ اصول اور ضبط ماخذ سے امام یا اصحاب امام کے قول مجمل ذی الوجہین اور حکم مبہم محتمل الامرین
یعنی پہلو دار قول کی تفصیل پر قادر ہیں اسکے امثال اور نظائر پر قیاس کر کے ہدایہ میں جو بعض موقع میں تخریج رازی کا ذکر آیا ہے سو اسکا یہی مطلب ہے پانچوان طبقہ
اصحاب ترجیح کا مقلدین سے ہے چنانچہ ابو الحسن قدوری اور صاحب ہدایہ اور مانند انکے انکا رتبہ یہ ہے کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر تفضیل دیتے ہیں اسطرح کہ یہ قول
اولی ہے یا اصح ہے درایت کی راہ سے یا اوضح ہے روایت کی راہ سے وہذا ارفق للناس وہذا اوفق بالقیاس چھٹا طبقہ اُن مقلدون کا ہے جو تمیز اقوی و قوی اور ضعیف

کتاب الطہارۃ

یہ کتاب ہے طہارت کی یعنی پاکی صاف ہونے کے مسائل کی قدمت العبادات علی غیرہا اہتماما بشانہا عبادات مقدم کی گئی غیر عبادات پر شان عبادات کی رعایت
کرنے سے جو دین کا مدار اعتقادات اور عبادات اور معاملات اور مزاجر اور آداب پر ہے لیکن اعتقادات اور آداب کی بحث فقہ میں داخل نہیں اور عبادات پانچ قسم ہیں نماز
زکوٰۃ روزہ حج جہاد اور معاملات بھی پانچ قسم ہیں معاوضات مالیہ مناکحات مخاصمات امانات شرکات اور مزاجر بھی پانچ قسم ہیں قتل نفس کا مزجرہ اور اخذ مال کا
اور ہتک ستر کا اور ہتک عزت کا اور قطع طریق وغیرہ کا سوال ہے تصانیف نے فقہ کی کتابوں میں اکثر عبادات کو معاملات وغیرہا پر مقدم ذکر کیا ہے اسواسطے کہ انکو علماء
عبادات کا اہتمام منظور ہوا اشرف الخلائق میں ہے کہ کثرت احتیاج باعث ہے اس اہتمام کی یعنی مکلف کو عبادات کی بہت حاجت ہے نسبت معاملات وغیرہا کے اب آگے شارح
اور عبادات پر تقدیم نماز کی وجہ بیان کرتا ہے والصلوۃ تالیۃ للایمان اور نماز ایمان کے پیچھے لگی ہوئی ہے یعنی قرآن اور حدیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے قال اللہ تعالی
الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ متقی وہ ہیں کہ ایمان بالغیب لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اب آگے شارح نماز پر تقدیم طہارت
کی وجہ بیان کرتا ہے والطہارۃ مفتاحہا بالنص اور طہارت نماز کی مفتاح یعنی کنجی ہے کہ افتتاح نماز کا بدون طہارت کے نہیں ہوتا حدیث شریف کی دلیل سے قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الصلوۃ الطہور وتحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وشرط بہا مختص لازم لہا فی کل الارکان اور طہارت شرط ہے مخصوص
بنماز لازم ہے نماز کو اسکے تمام ارکان میں یعنی طہارت کا بیان جو نماز پر مقدم کیا تو دو وجہ سے ایک یہ کہ طہارت نماز کی مفتاح ہے دوسرے یہ کہ طہارت ایسی شرط ہے نماز کی کہ
نماز ہی کو خاص ہے اور اسکے تمام ارکان کو لازم ہے اور شرط ہر شئی کی مقدم ہوتی ہے اسکے مشروط پر بالطبع تو اسکو بالوضع بھی مقدم کیا برخلاف باقی شروط الصلوۃ کے استقبال
وقت اور نیت کا لازم ہونا اول نماز سے آخر تک ضرور نہیں ہے اور طہارت کا ہونا ضرور ہے الا لعذر وقت کا ہونا تحریمہ کے وقت کافی ہے اور اسی طرح نیت کا علاوہ یہ کہ
کہ نیت مخصوص بنماز نہیں بلکہ جمیع عبادات کے خصائص سے ہے اور استقبال قبلہ جانور پر نماز پڑھنے سے ساقط ہو جاتا ہے تو ہر نماز کو لازم نہ ٹھہرا اگر کوئی کہے کہ طہارت
مخصوص بنماز نہیں ہے اسواسطے کہ مس مصحف اور طواف میں بھی طہارت شرط ہے طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب یوں ہو سکتا ہے کہ طہارت نماز کے واسطے فرض ہے اور
مس مصحف اور طواف کے واسطے واجب ہے تو اختصاص افتراض کی جہت سے ہے وما قیل قدمت لکونہا شرطا لا یسقط اصلا ولذا فاقد الطہورین یؤخر الصلوۃ کا
اور ومنہا فی النیۃ کذلک مردود کل ذلک اور وہ جو کہا گیا ہے کہ طہارت مقدم ہوئی بسبب ہونے طہارت کے ایسی شرط جو اصلا ساقط نہیں ہوتی یعنی عذر کے
ہونے سے بھی اور اسی واسطے فاقد الطہورین یعنی پانی اور مٹی کا نہ پانے والا نماز کو تاخیر کرتا ہے اور وہ جو اعتراض ہوا اس توجیہ پر وارد کیا گیا ہے کہ نیت بھی ایسی ہے کہ ہرگز ساقط
نہیں ہوتی سو یہ تینوں دعوی مردود ہیں ہم پہلا دعوی یہ ہے کہ طہارت ایسی شرط ہے کہ اصلا ساقط نہیں ہوتی اسواسطے مقدم ہوئی نماز پر دوسرا دعوی اسی قول پر متفرع ہے
کہ فاقد الطہورین نماز کو تاخیر کرتا ہے بوجہ عدم سقوط طہارت تیسرا دعوی یہ ہے کہ نیت بھی طہارت کی طرح اصلا ساقط نہیں ہوتی پھر تقدیم طہارت کی کیا وجہ ہے شارح نے
ان تینوں دعووں کو بغیر مرتب رد کیا فاقد الطہورین کی صورت یہ ہے کہ مثلا ایک شخص ایسے مکان میں محبوس ہوا جہاں پانی نہیں اور اسکی زمین اور دیواریں نجس ہیں
اما النیۃ ففی القنیۃ وغیرہا من تولت علیہ الہموم کفتہ النیۃ بلسانہ نیت کا جواب تو یہ ہے کہ قنیہ وغیرہا میں ہے کہ جس شخص پر ہجوم تشویشات کا برابر ہو اسکو زبان سے
نیت کرنا کفایت کرتا ہے ارادہ دل کا نام نیت ہے نہ زبان سے بولنے کا تو دیکھو کہ یہاں پریشان دل سے نیت کرنا ساقط ہو گیا تو نیت بعدم سقوط میں طہارت
کے برابر نہ ٹھہری جو دوسرے شبہے دعوی کا ابو السعود نے کہا کہ قنیہ کی روایت میں کلام ہے اسواسطے کہ اسمیں الفاظ زبانی کو نیت کا بدل ٹھہرانا مفہوم ہوتا ہے اور
حالانکہ یہ ممنوع ہے حموی نے اسکا جواب دیا کہ یہاں بدل کا ٹھہرانا مفہوم نہیں ہوتا بلکہ جبکہ پریشان دل نیت دلی پر قادر نہ ہو تو ذکر لسانی اصل ہو گیا نہ بدل
کذا فی الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ صاحب ہموم کو جس قدر نماز کا ارادہ دل میں آیا اسی قدر حصول نیت میں کافی ہے جیسے خیالات کا نماز کے اندر آنا نیت کو
باطل نہیں کرتا اور ذکر لسانی کا کافی ہونا اس صاحب ہموم کے واسطے ہے اور یہ نہیں کہ فقط الفاظ زبانی کافی ہیں واما الطہارۃ ففی الظہیریۃ وغیرہا من قطعت

یداہ ورجلاہ و بوجہہ جراحۃ یصلی بلا وضوء ولا تیمم ولا یعید فی الاصح اور طہارت کا حال تو یہ ہے کہ ظہیریہ وغیرہ میں ہے کہ جس شخص کے دونوں ہاتھ اور دونوں پانوں کٹے ہوں
اور اسکے چہرہ پر زخم ہو تو وہ شخص بدون وضو اور تیمم کے نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول میں یعنی چہرہ درست ہونے کے بعد اسپر اعادہ نماز کا نہیں ہے
یہ دو ہیں پہلے دعوی کا یعنی اس صورت میں طہارت ساقط ہو گئی ظہیریہ میں سر کا ذکر کرنے سے سکوت کیا اسواسطے کہ اکثر اعضا مجروح ہیں تو ایسی صورت میں تیمم کا حکم ہے لیکن
تیمم بھی ساقط ہو گیا ہاتھوں کے نہونے سے و اما فاقد الطہورین ففی الفیض وغیرہ انہ یتشبہ بالمصلین عندہما والیہ صح رجوع الامام وعلیہ الفتوی اور فاقد الطہورین کا تو
حال یہ ہے کہ فیض وغیرہ میں ہے کہ فاقد الطہورین نمازیوں کے مانند نماز کے افعال قیام قعود رکوع سجود کرے صاحبین کے نزدیک یعنی بوجہ حرمت وقت اور اسی قول
کی طرف امام اعظم کا رجوع کرنا صحیح ہے اور اسی قول پر فتوی ہے علم یہ جواب دعوی ثانیہ کا ہے ان افعال کو نماز کہا مشابہ نماز کے کہا اسواسطے کہ جب پانی ملیگا تو اعادہ نماز کا
واجب ہو گا تو حقیقت میں یہ جواب نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ یہ نماز کی صورت ہے نہ حقیقت نماز کی اگر حقیقت میں نماز ہوتی تو اعادہ واجب نہوتا فلیتدبر وبہ ظہر ان
تعمد الصلوۃ بلا طہر غیر مکفر کصلوۃ لغیر القبلۃ او مع ثوب نجس وھو ظاہر المذہب کما فی الخانیۃ میں کہتا ہوں اور ظہیریہ کے قول سے ظاہر ہوا کہ بدون
طہارت کے قصدا نماز کا پڑھنا آدمی کو کافر نہیں کرتا جیسے غیر قبلہ کی طرف یا ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنا کافر نہیں کرتا یعنی عدم تکفیر ظاہر مذہب ہے جیسا کہ
خانیہ یعنی فتاوی قاضی خان میں ہے کہ یہ حکم تینوں صورتوں میں عدم تکفیر کا مشہور روایت ہے اور عدم اختلاف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ صلوۃ بلا طہارت کو قیاس کرنا صحیح
نہیں اسواسطے کہ ظہیریہ کا مسئلہ ضرورت میں مفروض ہے تو حالت اختیار کو اسپر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہو گا و فی سیر الوہبانیۃ وفی کفر من صلی بغیر طہارۃ مع العمد
خلف فی الروایات یسطر اور وہبانیہ کی کتاب السیر میں ہے اور اس شخص کے کفر میں جو بدون طہارت کے قصدا نماز پڑھے اختلاف ہے روایات میں کہ لکھا ہوا ہے
مرقوم ہے یعنی علما مذہب کا اسمیں اختلاف ہے اور عدم تکفیر کا قول مشہور ہے چنانچہ یہی ظاہر مذہب ہے بلکہ فقہا نے فرمایا ہے کہ اگر ننانوے روایتیں متفق ہوں
مومن کے کفر پر اور ایک روایت عدم تکفیر کی ہو اگرچہ وہ ضعیف روایت ہو تو مفتی اور قاضی اسی ضعیف روایت پر عمل کرے
الطہارۃ وہی ثم ہو مرکب اضافی پھر ہم کہتے ہیں کہ کتاب الطہارۃ کا لفظ مرکب اضافی ہے یعنی دو لفظوں سے مرکب ہے پہلے لفظ کو مضاف کہتے ہیں اور دوسرے کو
مضاف الیہ عربی زبان میں مضاف مقدم ہوتا ہے مضاف الیہ پر اور ہندی میں مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے مضاف پر اور کا یا کی کا لفظ دونوں کے بیچ میں آتا ہے
چنانچہ کتاب الطہارۃ یعنی طہارت کی کتاب اور غلام زید یعنی زید کا غلام مبتدا او خبر او مفعول لفعل محذوف کتاب الطہارت مبتدا ہے یا خبر یا فعل محذوف کا مفعول
ہے جملہ اور کلام دو قسم ہے جملہ اسمیہ اور فعلیہ اگر پہلا جز اسم ہے تو وہ اسمیہ ہے اور اگر فعل ہے تو فعلیہ ہے اسمیہ کے پہلے جز کو مبتدا کہتے ہیں اور دوسرے جز کو خبر جیسا کہ زید
قائم زید مبتدا ہے اور قائم اسکی خبر اور جملہ فعلیہ کے پہلے جز کو فعل کہتے ہیں اور دوسرے کو فاعل اور جسپر فاعل کا فعل واقع ہو وہ مفعول ہے تو اگر کتاب الطہارۃ کو
مبتدا قرار دیجیے تو خبر اسکی محذوف ہے یعنی کتاب الطہارۃ ہذا اور اگر اسکو خبر کہیے تو مبتدا محذوف ہے یعنی ہذا کتاب الطہارۃ اور اگر اسکو مفعول فرض کیجیے تو فعل اور فاعل
اسکا محذوف ٹھہریگا چنانچہ خذ کتاب الطہارۃ یا اقرا کتاب الطہارۃ یعنی لے کتاب الطہارۃ کو یا پڑھ اسکو مبتدا اور خبر ہونے کی صورت میں آخر کتاب پر رفع یعنی پیش
ہو گا اور مفعول ہونے میں نصب یعنی زبر ہو گا بسبب اس تقدیر کے جب کتاب الطہارۃ کو پورا کلام قرار دیجیے فان ارید بہ التعداد بنی علی السکون پھر اگر کتاب الطہارۃ
کی لفظ سے شمار کا ارادہ کیا جاوے تو آخر کتاب کا حرف یعنی بے پر سکون اور جزم ہو گا یعنے جو کتابیں متن میں مذکور ہیں انکو کوئی شخص الطہارۃ مثلا گنے تو حرف آخر
کتاب کا مبنی علی السکون ہو گا کیونکہ وہ حرف کا مشابہ ٹھہرا عدم اعراب میں و کسر تخلصا من الساکنین اور اسی حرف آخر کو شمار کی صورت میں کسرہ یعنے
زیر دیا جاتا ہے تاکہ التقاء ساکنین سے خلاصی حاصل ہو پہلا ساکن باء موحدہ ہے اور دوسرا ساکن طاء اول مشددہ و اضافتہ لامیۃ لا منیۃ اور کتاب الطہارۃ کی
اضافت لام والی ہے من والی نہیں اضافت تین قسم ہے اسواسطے کہ مضاف الیہ مضاف کا مباین ہے یا عین ہے یا ظرف ہے اگر مباین ہے تو وہ اضافت بمعنی لام کی
جو خصوصیت پر دلالت کرتا ہے چنانچہ غلام زید یعنی وہ غلام جو زید کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے اور اگر عین ہے مضاف کا تو وہ اضافت بمعنی من بیانیہ ہوتی ہے

ثابت نہین ہوتا واجب ثابت ہوتا ہی تو جو شخص کہتا ہی کہ مس مصحف کے واسطے طہارت فرض ہی تو مراد اسکی یہ ہی کہ فرض عملی ہی کذا فی الطحطاوی بالایضاح وسنۃ للنوم
اور وضو سنت ہی سونے کے وقت ہم فتاوی قاضی خان مین ہی کہ جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کرنا مستحب ہی اور شارح نے اسکو سنت کہا ہی ومندوب فی
نیف وثلثین موضعا ذکرتہا فی الخزائن منہا بعد کذب وغیبۃ وقہقہۃ وشعر واکل جزور وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء اور وضو مستحب ہی تیس اور
کئی مقام مین جنکو مین نے خزائن مین ذکر کیا ہی ازانجملہ بعد کذب اور غیبت اور قہقہہ مار کے ہنسنے اور شعر خوانی اور اونٹ کے گوشت کہانے کے بعد اور ہر گناہ
کے بعد صغیرہ ہو یا کبیرہ اور عالمون کے اختلاف سے بچنے کے واسطے ہم وہ شعر خوانی مراد ہی جو حکمتون اور مدح نبوی سے خالی ہی اور بعضون کے نزدیک
اونٹ کے گوشت کہانے سے وضو کرنا واجب ہی ظاہر حدیث کی دلالت سے اختلاف علما کی مثال چنانچہ مس ذکر اور مس عورت امام شافعی رح کے نزدیک
وضو کا ناقض ہی لیکن ہمارے نزدیک ناقض نہین تو اگر ہاتھ وہان لگ جاے تو مستحب ہی کہ پھر وضو کرے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو کذا فی الطحطاوی صاحب دلائل الاسرار
نے کہا مین نے خزائن کی طرف رجوع کیا وہان فقط وضو کی مداومت اور وضو پر وضو کرنا مذکور ہی لیکن شرنبلالی نے مستحبات مذکورہ کو یون نقل کیا ہی کہ مستحب ہی
سونے کے بعد بیدار ہوکر اور وضو پر مداومت اور وضو پر وضو کرنا جبکہ مجلس بدلے اور میت کے غسل دینے کو اور اسکے اٹھانے کو اور نماز کے ہر وقت مین
وضو کرنا اور جنابت کے غسل سے پہلے وضو کرنا اور کہانے اور پینے اور سونے اور جماع کے وقت اور غصہ کرنے کے سبب سے اور قرآن اور حدیث کے
پڑھنے کے واسطے اور حدیث کی روایت اور علم کے درس کے لیے اور اذان اور اقامت اور خطبہ پڑھنے کے واسطے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو اور رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی زیارت کے واسطے اور وقوف عرفات اور سعی کے واسطے اور کتب شرعیہ کے چھونے کے لیے انکی تعظیم کی جہت سے انتہی اور
نہر الفائق مین ہی اور عورت کے محاسن دیکھکر اور مطلق ذکر کے واسطے اور ہر نماز کے واسطے اگرچہ وضو موجود ہو کہ شاید غیبت اور کذب صادر ہوا ہو سو اگر وضو نہو سکے
تو تیمم ہی کر لے اور گناہ دور ہونے کی نیت کرے ایسا ہی فتاوی صیرفیہ مین ہی تو یہ شارح کی مذکورات کے ساتھ تیس اور کئی مقام ہین جنمین وضو مستحب ہی انتہی
ما فی دلائل الاسرار ورکنہا غسل ومسح وزوال نجس اور طہارت کا رکن دھونا ہی اور مسح کرنا اور نجاست کا دور ہو جانا علم بحر الرائق مین ہی کہ طہارت کے ارکان
حدث اصغر مین تین عضو کا دھونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا اور حدث اکبر مین سارے بدن کو دھونا اور نجاست مین سارے بدن کا دھونا اور نجاست
حقیقی مین جو نظر آتی ہی تو اسکے جسم کو دور کرنا اور جو نظر نہ آتی ہو تو اسکی جگہ کو تین بار دھونا اور ہر بار نچوڑنا اور اگر اسکا نچوڑنا ممکن نہو تو ہر بار دھوکر خشک کرنا انتہی ہو شاید
کے بیان مین یہ سب آگیا اور نچوڑنے اور خشک کرنے کو شارح نے اسواسطے بیان نکیا کہ وہ دونون رکن طہارت کے نہین ہین بلکہ طہارت کی شرطین ہین کذا فی الطحطاوی
وآلتہا ماء وتراب ونحوہما اور طہارت کا ہتھیار یعنے جس سے طہارت حاصل ہو وہ پانی اور مٹی ہی اور مانند انکے چنانچہ زمین کا خشک ہونا اور موزہ رگڑنا چنانچہ آگے
اسکا ذکر آویگا ودلیلہا آیۃ اذا قمتم الی الصلوۃ اور وجوب طہارت کی دلیل اذا قمتم الی الصلوۃ کی آیہ ہی ہم پوری آیت یون ہی یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ
فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطہروا وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النساء
فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون یعنے اے ایمان والو
جب تم اٹھو نماز کو تو دھو لو اپنے چہرے اور ہاتھ کہنیون تک اور مل لو اپنے سرون کو اور پانون کو ٹخنون تک اور اگر تمکو جنابت ہو یعنے غسل کی حاجت ہو تو خوب طرح
پاک صاف ہو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر یا کوئی شخص تم مین سے آیا ہی جاے ضرور سے یا ہاتھ لگایا تمنے عورتون کو یعنے انسے صحبت کی پھر نپاؤ پانی تو قصد کرو زمین
پاک کا اور مل لو اپنے چہرے اور ہاتھ وہان سے اللہ نہین چاہتا کہ تمپر کچھ مشکل رکھے لیکن چاہتا ہی کہ تمکو پاک کرے اور اپنا احسان پورا کیا چاہتا ہی تمپر شاید
کہ تم احسان مانو تو یہ آیت مقدسہ طہارت صغری اور کبری یعنے وضو اور غسل کو اور طہارت آبی اور خاکی سب کو شامل ہی وہی [illegible] اجماعا اور وہ آیت مدنی ہی
یعنے مدینہ منورہ مین نازل ہوئی [illegible] آیت سورہ مائدہ [illegible] اور وہ سورت [illegible] سیوطی نے اتقان مین کہا

اور مدنی وہ ہی جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی اگرچہ غیر مدینہ میں اُسکا نزول ہوا ہو اور مکی وہ ہی جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اگرچہ غیر مکہ میں اُسکا نزول ہوا ہو
یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی (واتفق اہل السیر ان الوضوء والغسل فرضا بمکۃ مع فرض الصلوۃ بتعلیم جبرئیل) علیہ السلام اور اہل سیر یعنے رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور احوال کے بیان کرنے والوں نے اتفاق کیا ہی اسپر کہ وضو اور غسل مکہ معظمہ میں فرض ہوئے نماز کے فرض ہونے کے
ساتھ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے (وانہ علیہ الصلوۃ والسلام لم یصل قط الا بوضوء) اور اسپر اتفاق کیا ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی نماز
بدون وضو کے نہیں پڑھی ہم یہ جواب ہی اس سوال کا کہ شاید آنحضرت نے بدون وضو کے نماز پڑھی ہو اور یہ عدم فرضیت وضو دلیل ہو شریعہ
من قبلنا پر (بل ہو شریعۃ من قبلنا) بلکہ وضو کرنا شریعت ہی سب پہلے لوگوں کی اس حدیث کی دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و
آلہ واصحابہ وسلم نے وضو کر کے فرمایا کہ یہ میرا وضو ہی اور ان پیغمبروں کا جو مجھ سے پہلے تھے وقد تقرر فی الاصول ان شرع من قبلنا شرع لنا اذا قص
اللہ تعالی ورسولہ من غیر انکار ولم یظہر نسخہ اور البتہ علم اصول میں یہ امر ثابت ہوچکا ہی کہ اگلے لوگوں کی شریعت ہماری بھی شریعت ہی یعنے اہل
اسلام کو بھی اسپر عمل کرنا چاہیے بشرطیکہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اور اسکے رسول نے حدیث میں اسکا بیان کر دیا ہو بدون انکار کے یعنی انکار نہ
کیا ہو اسکا اور اسکا منسوخ ہونا ظاہر نہوا ہو جیسے شریعت سابقہ کا بیان قرآن میں ہی کقولہ تعالی وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس اور نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کا بیان فرمانا احادیث میں چنانچہ ہم عنقریب بیان کرنا چاہتے ہیں یہاں ایک سوال وارد ہوتا ہی کہ اسکی کیا وجہ ہی کہ جب فرض ہوچکا مکہ معظمہ
میں نماز کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے اور یہ شریعت سابقہ غیر منسوخ بھی ہی تو مدت کے بعد مدینہ منورہ میں آیت وضو کے نازل کرنیکا کیا فائدہ ہی
اسکا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا (وفائدۃ نزول الآیۃ تقریر الحکم الثابت وتاکید اختلاف العلماء الذی ہو رحمۃ) یعنی فائدہ نزول آیت وضو کا جو ثابت کر دیا ہی
اس حکم کا جو قبل نزول کے ثابت تھا اور دوسرا فائدہ حاصل ہونا عالموں کے اختلاف کا جو رحمت ہی امت کے واسطے ہم یہ کہ وضو جزو عبادت مستقل نہیں بلکہ اگر یہ
نازل نہ ہو تو احتمال تھا کہ امت کے لوگ اسکی شان کا اہتمام نکریں اور اسکی شرائط اور ارکان کی مراعات میں تساہل کریں یا اول عمداً اور القرآن ناقلین کی وجہ سے
برخلاف اسکے جبکہ اثبات وضو کا اس نص متواتر سے ہوا جو ہر زمانے میں اور ہر زبان میں باقی ہی تو احتمالات مذکورہ کی گنجائش نرہی اور علما کا اختلاف ہوا آیت
مذکورہ کے عدد فرائض میں سو بعض علما کہتے ہیں کہ فرض چار ہیں اور بعضے زیادہ کہتے ہیں اور بعضے لا مستم کو جماع پر حمل کرتے ہیں اور بعضے فقط ہاتھ لگانے پر
اور جس عضو کے مسح کرنے کا حکم ہی اسمیں اختلاف ہی کہ کل عضو کا مسح مراد ہی یا چوتھائی کا یا اس سے بھی کم کذا فی الطحطاوی اور اختلاف علما کا رحمت ہونا دیباچہ
کتاب میں مذکور ہوچکا کیونکہ (وفی اشتمالہا علی ثمانیۃ) ... (فی تیمم الضیاء عن فوائد الہدایۃ) کیونکر فائدہ نہو آیت طہارت کے نزول میں حالانکہ
وہ آیت شامل ہی آٹھ اور کئی حکموں پر جو ضیاء کے باب التیمم میں فوائد ہدایہ سے مشروح مذکور ہیں (وہی ثمانیۃ امور کلہا مثنی) اور حالانکہ آیت مذکورہ شامل
ہی آٹھ چیزوں پر کہ ہر ایک اُنمیں سے دو دو ہیں یعنے مراد اُن میں دو شی ہیں تو سب سولہ ہوئے (طہارتین الوضوء والغسل) شامل ہی دو طہارت پر کہ وضو اور
غسل ہی (ومطہرین الماء والصعید) اور دو پاک کرنے والوں پر کہ پانی اور خاک ہی (وحکمین الغسل والمسح) اور دو حکموں پر کہ دھونا اور مسح کرنا ہی (وموجبین
الحدث والجنابۃ) اور طہارت کے دو موجبوں پر کہ حدث اور جنابت ہی (ومبیحین المرض والسفر) اور تیمم کے دو مباح کر دینے والوں پر کہ بیماری ہی اور
سفر ہی (ودلیلین التفصیلی فی الوضوء والاجمالی فی الغسل) اور دو دلیلوں پر دلیل تفصیلی وضو میں اور دلیل اجمالی غسل میں ہم وضو میں دھونے
اور مسح کرنے کے اعضا میں تفصیل بتایا اور غسل میں اسی قدر مجمل فرمایا کہ فاطہروا یعنے طہارت کرو اعضا کی تفصیل نفرمائی (وکنایتین الغائط والملامسۃ)
اور دو کنایہ پر کہ غائط اور ملامستہ ہی جماع کا کنایہ ہی وہ لفظ ہی کہ معنی مراد صریحا دلالت نکرے سو غائط لغت میں پست مکان کو کہتے ہیں یہاں قضاء
حاجت بشری مراد ہی اسلیے کہ عرب جب قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تھے تو پست مکان کی طرف جاتے تھے اور ملامست لغت میں ہاتھ لگانے کو کہتے ہیں یہاں

جڑون کا اور کبھی گرکوہ کا دھونا فرض نہین حرج اور مشقت کے سبب سے ہم بالون کی جڑون کا دھونا اسوقت فرض نہین جبکہ بال نہایت گھنے ہون کہ جلد نظر نہ آوے۔ اور اگر جلد نظر آوے گی تو جڑون کا بھی دھونا فرض ہوگا چنانچہ برہان سے مذکور ہوگا و غسل الیدین اسقط لفظ فرادی لعدم تقیید الفرض بالانفراد والرجلین البادیتین السلیمتین فان المجروحتین والمستورتین بالخف وظیفتہا المسح اور دوسرا فرض وضو کا دھونا ہی اون ہاتھون کا اور تیسرا فرض وضو کا دھونا ہی اون دونون پاؤن کا جو ظاہر ہین صحیح سالم ہین بواسطے کہ زخمی پاؤن اور جو موزے کے اندر چھپے ہین اونکے واسطے مسح کرنا ہین اور مقرر ہی مصنف نے ہاتھ پاؤن یا فرادی کا لفظ ساقط کیا اسواسطے کہ فرض ہونے مین جدا جدا کر دھونے کی قید نہین ہے یعنے اگر دونون ہاتھون یا دونون پاؤن کو پانی کے اندر ساتھ ہی ڈالیگا تو فرضیت ادا ہوگی یہ اعتراض ہی صاحب درر کی طرف سے کہا ہی غسل الیدین فرادی یعنے اسکا مطلب یہ ہی کہ ہر ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے علیحدہ دھونا چاہیئے کذا فی الطحطاوی مرۃ لما مر ہاتھ پاؤن کا ایکبار دھونا فرض ہی بدلیل گزشتہ یعنے امر مقتضی تکرار کا نہین مع المرفقین والکعبین علی المذہب ہاتھون کا دھونا فرض ہی دونون کہنیون کے ساتھ اور پاؤن دونون ٹخنون کے ساتھ بنا بر ظاہر مذہب کے وافترض ای الثابت بعبارۃ النص غسل ید و رجل والاخری بالاجماع ومن البحث فی الآیۃ وفی القراءتین فی اواخر الکلام [illegible] والاجماع علی ذلک اور یہ جو فقہ کی کتابون مین عالمون نے ذکر کیا ہی کہ قرآن کی عبارۃ النص سے ایک ہاتھ اور ایک پاؤن کا دھونا ثابت ہی اور دوسرے ہاتھ اور دوسرے پاؤن کا دھونا دلالۃ النص سے ثابت ہوا اور [illegible] اور ارجلکم کے دونون قراءتون مین مذکور ہی بحر الرائق مین کہا کہ اس ذکر مین کچھ فائدہ نہین ہی بعد منعقد ہو جانے اجماع کے دونون ہاتھون کے دھونے پر کہنیون سمیت اور دونون پاؤن کے دھونے پر ٹخنون سمیت عبارۃ النص اس مفہوم صریح کو کہتے ہین جسکے واسطے کلام وارد ہوا اور دلالۃ النص [illegible] بطریق مساوات کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤن کا دھونا بطریق عبارۃ النص کے اسوجہ سے ثابت ہی کہ مقابلہ [illegible] مقابلہ یہ چاہتا ہی کہ ایک ایک فرد کو ایک ایک پہونچے اور لفظ الی مین بحث ہی کہ غایت [illegible] برابر ہین اور ترجیح قرائن سے ہوتی ہی وغیرہ ذلک اور ارجلکم مین دو قراءتین ہین یعنی لام کا زیر اور زبر [illegible] مقتضی ہی چنانچہ بعض کا مذہب ہی بازبر کی قراءت یعنی دھونا اس حالت پر محمول ہی جبکہ پاؤن مین موزہ نہو اور زیر کی قراءت یعنی مسح کرنا موزہ پوشی پر محمول ہی [illegible] بعض اہل سنت کا مذہب ہی اور تحقیق اسمین یہ ہی کہ زیر کی قراءت کا ظاہر بالاجماع متروک ہی کیونکہ جو مسح کرنے کا قائل ہی وہ دونون ٹخنون کو مسح کی غایت قرار نہین دیتا صاحب بحر نے کہا کہ یہ سب گفتگو اجماع کے مقابلے مین ساقط الاعتبار ہی اگر کوئی کہے کہ یہ احکام وضو کے تو زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مین ثابت تھے اور حضرت کے ہوتے اجماع کا کیا اعتبار ہی اسکا جواب یہ ہی کہ حضرت کا فعل اون لوگون کو یقین کا موجب تھا جنہون نے حضرت کو دیکھا اور ہمکو تو ثابت نہین ہو سکتا علی وجہ الیقین بدون متواتر ہونے کے اور جبکہ تواتر پایا گیا تو اب ہمارے حق مین اجماع معتبر ہوگا یا دلالۃ النص کذا فی الطحطاوی مختصراً ومسح ربع الراس مرۃ فوق الاذنین ولو باصابۃ مطر او بلل باق بعد غسل علی المشہور لا ببلل مسح الا ان یتقاطر اور چوتھا فرض وضو کا چوتھائی سر کا مسح کرنا ہی دونون کانون کے اوپر اگرچہ چہارم سر تر ہو گیا ہو بارش کے پانی لگ جانے سے یا اس تراوت سے جو ہاتھ مین باقی رہی کسی عضو کے دھونے کے بعد بنا بر قول مشہور کے نہ اس تراوت سے جو مسح کرنے کے بعد باقی رہے مگر یہ کہ پانی ٹپکتا ہو اگر ایک مسح کر چکنے کے بعد اتنی تراوت بکثرت ہو کہ ٹپکتی ہو تو اب دوسرے عضو کا بھی مسح کرنا جائز ہی مسح لغت مین ہاتھ پھیرنا ہی کسی چیز پر اور عرف شرع مین عضو کا تر ہونا پانی سے خواہ تر ہاتھ پھیرنے سے یا بارش کے پانی سے اور فرض مسح کی مقدار مین تین روایتین ہین ایک یہ کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہی اور یہی مشہور ہی یعنے ولہذا فقہ کے متون معتبرہ مین یہی روایت ماخوذ ہی دوسری روایت ہی مقدار ناصیہ کی جو قدوری کی مختار ہی اور ہدایہ مین مقدار ناصیہ کو چہارم سر کہا ہی اور تحقیق یہ ہی کہ ناصیہ کم ہی چہارم سے تیسری روایت مین انگلیون کی مقدار ہی بدائع مین کہا کہ یہ اصول کی روایت ہی ظہیریہ مین کہا اسی پر فتوی ہی لیکن [illegible] مین ہی کہ یہ محمد سے روایت ہی لہذا بعض متاخرین نے کہا کہ محمد سے ظاہر الروایۃ ہی حالانکہ یہ ظاہر الروایۃ نہین کذا فی النہر الفائق مختصراً [illegible]

ہم فتاوی ہندیہ میں ہے کہ بعضوں کے نزدیک اگر کھال نوچنے سے درد نہو تو وہاں کا دھونا لازم ہے اور اگر درد ہو اور کوئی چیز وہاں سے نکلکر بہے تو وضو گیا
اور اگر کچھ نہیں نکلا تو وہاں کا دھونا لازم نہیں اور اشبہ یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں دھونا لازم نہیں انتہی تو شارح کو یوں کہنا اولی تھا وان لم یتالم بالنزع
علی الاشبہ یعنی دھونا لازم نہیں اگرچہ درد نہو نوچنے سے قول اشبہ پر اسواسطے کہ درد ہونے میں تو اختلاف نہیں عدم لزوم میں کذا فی الطحطاوی مختصرا
فصار کما لو مسح خفہ ثم حتہ او قشرہ تو زخم کی کھال کا نوچنا ایسا ہو گیا جیسے کہ موزہ پر مسح ہو گیا پھر موزہ کو کھرونچا یا چھیلا یعنی باوجود اسکے مسح قائم ہے دوسرا
مسح کرنا لازم نہیں فروع یہ چند مسائل ہیں جنکو شارح نے بڑھایا ہے شارح رحمہ اللہ کی عادت ہے اس کتاب میں کہ متن کی شرح کرنے کے بعد مناسب مقام پر
چند مسائل کو ملحق کرتا ہے تاکہ لوگوں کو فائدہ حاصل ہو فی اعضائہ انشقاق غسلہ ان قدر والا مسحہ والا ترکہ کسی کے اعضا میں انشقاق ہو یعنی بوائی ہو تو اسکو
دھووے اگر دھو سکے اور اگر نہ دھو سکے تو اس عضو پر مسح کرے اور اگر مسح بھی نہ کر سکے تو اسکا مسح کرنا بھی چھوڑ دے اور اسکے آس پاس دھووے کذا فی
الحلبی ولو بیدیہ ولا یقدر علی الماء تیمم اور اگر اسکے ہاتھ میں انشقاق ہو اور وہ پانی پر قادر نہو تو تیمم کرے یعنی اگر دونوں ہاتھ پھٹے ہوں اور پانی کا
استعمال نکر سکتا ہو تو تیمم کرے اسواسطے کہ اگر ایک ہاتھ بھی سالم ہوگا تو اس ہاتھ سے دھونا لازم ہوگا جیسا کہ شارح نے ظاہر کیا ہاتھ کی قید لگا کر اور دونوں
ہاتھ میں اسواسطے کہ فرض تیمم کا ملا ہوا ہے تو دونوں ہاتھوں کو شامل ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قطع من المرفق غسل محل القطع اور اگر ہاتھ کاٹا گیا کہنی
سے تو قطع کی جگہ کو دھووے یعنی اگر کہنی باقی ہو اور اگر کہنی بھی کٹ گئی یا تمام کٹ گیا تو اس ہاتھ اور پاؤں سے دھونا ساقط ہو گیا ولو خلق لہ یدان او رجلان
فلو یبطش بہما غسلہما ولو باحدہما فہی الاصلیہ فیغسلہا اور اگر ایک شخص کے دو ہاتھ اور دو پاؤں مخلوق ہوں یعنی ایک کی جگہ دو ہوں دو ہاتھ اور ٹخنے کے اوپر
دو پاؤں پھوٹ نکلے تو اگر دونوں ہاتھوں سے کام کرتا ہو تو دونوں کو دھووے اور اگر ایک ہاتھ سے کرتا ہو تو وہی اصل ہاتھ ہے تو اسی کو دھووے اور دوسرا
زائد اور بیکار ہے اسکا دھونا لازم نہیں اور اسیطرح اگر دونوں پاؤں سے چلتا ہو تو دونوں کو دھووے والا بیکار زائد کا دھونا لازم نہیں وکذا الزائد ان نبت من
محل الفرض اور اسی طرح اس زائد ہاتھ پاؤں کو دھووے جو جما ہے فرض کے مقام میں یعنی کہنی کے نیچے سے ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے سے پاؤں پیدا ہوا تو
اسکا بھی دھونا لازم ہوگا کاصبع وکف زائدین جیسے زائد انگلی اور زائد ہتھیلی کا دھونا لازم ہے والا فما حاذی منہا محل الفرض غسلہ والا فلا لکن یندب مجتبی اور اگر زائد
ہاتھ پاؤں محل فرض میں نہیں جما بلکہ اوپر سے جما ہے تو جتنا اسکا محل فرض کے سامنے ہوا اسکو دھووے اور جو فرض کے مقابل نہو تو اسکا دھونا فرض نہیں ہے
لیکن مستحب ہے یہ مذکور ہے مجتبی میں جو شرح ہے قدوری کی وسننہ اور وضو کی سنتیں ہیں افاد انہ لا واجب للوضوء ولا الغسل الا الفرض ذکرہ بعد الفرض اور وضو اور غسل
میں فرضوں کے بعد سنتوں کے ذکر کرنے سے یہ فائدہ ظاہر کیا کہ وضو اور غسل میں کوئی واجب نہیں اور اگر کوئی واجب ہوتا تو اسکو سنتوں سے پہلے فرض کے
پیچھے بیان کرتا یعنی اسواسطے کہ واجب سنت سے قوی تر ہے تو صناعت تصنیف اسکے تقدیم کی مقتضی ہے وجمعہا لان کل سنۃ مستقلۃ بدلیل وحکم اور مصنف سنت کو
بصیغہ جمع لایا اسلیے کہ ہر سنت جداگانہ ہے دلیل کی راہ سے اور حکم کی راہ سے یعنی ارکان وضو کی ایک ہی دلیل ہے یعنی وضو کی آیت اور سنتوں کے دلائل
احادیث جداگانہ ہیں اور ہر سنت کا حکم بھی یعنی ثمرہ اور ثواب جداگانہ ہے یعنی کہ اگر ایک سنت ادا کی اور دوسری ترک کی تو جسکو ادا کیا اسکا ثواب ملیگا بخلاف
فرض کے یعنی اگر وضو کے فرضوں سے ایک فرض کو بھی ترک کریگا تو کچھ ثواب نہوگا وحکمہا ما یوجر علی فعلہ ویلام علی ترکہ اور سنت کا حکم یعنی اثر مترتب اور اسکا ثمرہ
یہ ہے کہ ثواب دیا جائیگا اسکے کرنے پر اور ملامت کیجائیگی اسکے چھوڑنے پر یعنی ترک سنت پر عتاب ہوگا عذاب نہوگا کذا فی البحر وکثیرا ما یعرفونہ بہ لانہ محط
نظرہم اور فقہا اکثر حقیقت سنت کی ثمرۂ سنت بیان کرتے ہیں یعنی سنت کی ماہیت یوں بیان کرتے ہیں کہ سنت وہ ہے جسکے کرنے میں ثواب ہے اور
نکرنے میں عتاب ہے اسلیے کہ انکے افکار کا یہی جائے انداز ہے یعنی نظر فقہا بیان کرنا ہے ثمرہ اعمال کا لہذا اکثر وہ تعریف میں اسکا حکم اور ثمرہ بیان
کرتے ہیں ہر چند کہ حکم شی کا اس شی کی حقیقت میں داخل نہیں ہے وعرفہا الشمنی بما ثبت بقولہ علیہ السلام او فعلہ ولیس بواجب ولا مستحب لکنہ تعریف لمطلقہا

اور شمنی نے اسکی تعریف کی یعنی سنت کی حقیقت یون بیان کی کہ سنت وہ ہی جو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے قول یا فعل سے ثابت ہو اور نہ وہ واجب
ہو نہ مستحب لیکن یہ اطلاق سنت کی تعریف ہی یعنی سنت موکدہ اور غیر موکدہ کو جسکو مستحب کہتے ہین شامل ہی شلبی اس استدراک مین صاحب نہر کا تابع ہی حالانکہ
سنت غیر موکدہ کو شمنی نے خارج کر دیا ہی بقولہ ولا مستحب کذا فی الطحطاوی والشرط فی المؤکدۃ مواظبتہ مع ترک ما واحیانا اور سنت موکدہ کی تعریف مین شرط ہی
آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا ہمیشہ کرنا چھوڑ دینے کے ساتھ یعنی گاہے ترک بھی کیا ہو اگرچہ ترک حکمی ہو یا اگرچہ مداومت حکمی ہو ہم ترک حکمی سے مراد عدم
انکار ہی تاکہ یہ تو ہم انکا بمنزلہ ترک حقیقی کے ہی العشرہ اخیر رمضان کا اعتکاف سنت مین داخل رہا اگرچہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیشہ اعتکاف
کیا اور کبھی ترک نہین کیا اور یہ اسکا مقتضی ہی کہ اعتکاف واجب ٹھہرے لیکن ہر گاہ کہ اعتکاف نکرنے والون پر انکار نفرمایا تو یہ عدم انکار بمنزلہ ترک کے ٹھہر گیا
اگر مداومت حکمی مراد لیجیے تو تراویح سنت مین داخل ہوگی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم شمول تراویح کا عذر بیان فرمایا یعنی کہین امت پر تراویح فرض
نہوجاے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لکن شان الشروط ان لا تذکر فی التعاریف لیکن شروط کا حال یہ ہی کہ انکا ذکر تعریفات مین نہو اسواسطے کہ تعریف
ہوتی ہی ماہیت اور حقیقت کے بیان کیواسطے اور شروط ماہیت سے خارج ہوتے ہین تو شمنی کی تعریف مذکور صحیح ٹھہری اور عدم ذکر مواظبۃ قادح نہوا التعریف سنت کا
اسواسطے کہ مواظبت سنت موکدہ کی شرط ہی اور شروط کا ذکر تعریف مین مناسب نہین واورد علیہ فی البحر المباح بناء علی انہ المنصور من ان الاصل فی الاشیا
التوقف اور شمنی کی تعریف مذکور پر بحر الرائق مین مباح کا اعتراض وارد کیا ہی بنا بر اس قول کے جو منصور اور موید ہی دلائل سے وہ قول یہ ہی کہ اصل اشیا مین توقف
کرنا ہی یعنی بدون حکم شرع کے نہ کوئی چیز حلال ہی نہ حرام ہی ہم اسمین اختلاف ہی کہ اشیا مین اصل اباحت ہی یا حرمت یا التوقف اول قول ہی شافعیہ اور بعض حنفیہ کا
اور ثانی قول کو شافعیہ امام ابوحنیفہ رحمہ کیطرف نسبت کرتے ہین اور ثالث یعنی توقف کا قول یہی مذہب منصور ہی اکثر حنفیون کا تو اعتراض کی بنا اسی قول پر ہی
یعنی جب اصل توقف ٹھہرا تو مباح کی اباحت ثابت نہوگی بدون شارع کے تو سنت کی تعریف جو شمنی نے کی ہی وہ مباح پر صادق آئی الا ان الفقہاء کثیرا ما یلہجون
بان الاصل الاباحۃ فالتعریف بناء علیہ مگر یہ کہ فقہاء حنفیہ بکثرت بولتے ہین کہ اصل اشیا مین اباحت ہی تو تعریف مذکور کی اسی پر بنا ہی یعنی تو مباح کی اباحت
اصل سے ثابت ہو نہ شارع سے ہم بحر الرائق مین سنت کی دو تعریفین پسند کی ہین اول تعریف یہ ہی السنۃ ہی الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر لزوم علی سبیل المواظبۃ
یعنی سنت وہ طریقہ ہی جو دین مین جاری ہی بطریق مداومت کے بدون اس بات کے کہ وہ لازم اور واجب ہو اور باقانی نے اپنی شرح مین اسی پر اقتصار کیا ہی
دوسری تعریف خود صاحب بحر الرائق کی ہی وہ یہ ہی کہ سنت وہ ہی جسپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی لیکن اگر مواظبت لامع الترک ہی تو یہ دلیل ہی سنت
موکدہ کی اور اگر ترک ہی احیانا تو یہ دلیل ہی سنت غیر موکدہ کی اور اگر مواظبت کے ساتھ تارک پر انکار ہی تو یہ دلیل ہی وجوب کی کذا فی الطحطاوی مختصرا شیخ الاسلام
یعنی نے شرح ہدایہ مین سنت کی چند تعریفات کو مذکور کرکے انکا نقصان بیان کیا پھر کہا کہ خواہر زادہ کی تعریف احسن التعریفات ہی وہ یہ ہی السنۃ ما فعلہ علیہ السلام
علی سبیل المواظبۃ ولم یترکہا الا احیانا [illegible] یعنی سنت وہ کام ہی جسکو رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے کیا بطریق مداومت کے اور اسکے کرنے مین ثواب
دیا جاتا ہی اور نہ کرنے مین ملامت ہوگی (البدایۃ) ای نیۃ عبادۃ لا تصح الا بالطہارۃ کوضوء او رفع حدث او امتثال امر سنت ہی وضو کا شروع کرنا نیت
کے ساتھ یعنی اس عبادت کا ارادہ کرنا جو بدون طہارت کے صحیح نہین چنانچہ وضو کی نیت کرنا یا حدث دور کرنے کی نیت کرنا یا بجا آوری حکم شارع کا قصد کرنا
ہم لغت مین نیت عبارت ہی عزم قلب سے کسی شی پر اور اصطلاح شرع مین نیت عبارت ہی ایجاد فعل مین طاعت اور تقرب الی اللہ کے قصد کرنیکے سے اور ایجاد فعل
مین منہیات بھی داخل ہین اسواسطے کہ منہیات سے جی کا روکنا یہ بھی فعل ہی نفس کا فتح القدیر مین ہی کہ رفع حدث کی نیت سے وضو کی نیت کرنا بہتر ہی اسلیے کہ
حدث چند قسم ہی تو طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہی کہ وضو کی یون نیت کرے نویت ان اتوضأ للصلوۃ تقربا الی اللہ
تعالی یعنی مین نے وضو کا ارادہ کیا نماز کے لیے اللہ تعالی سے نزدیکی حاصل کرنے کو [illegible] لیس بعبادۃ او فقیہون نے اسکی تصریح کردی ہی کہ وضو بدون

نیت کے عبادت ہی نہیں ہم جب وضو بدون نیت کے عبادت نہ ٹھہرا تو اسپر ثواب نہ ملیگا اسواسطے کہ ثواب نیت پر موقوف ہے بدلیل حدیث صحیح انما الاعمال
بالنیات طحطاوی نے مبسوط شیخ الاسلام سے نقل کیا اسمیں کلام نہیں کہ جس چیز کا شرع مین امر ہے وہ بدون نیت کے حاصل نہین ہوتا لیکن نماز کا صحیح ہو جانا اسپر
موقوف نہین اسواسطے کہ وضو شرعی خود مقصود نہیں بلکہ مقصود تو طہارت ہے اور طہارت نیت اور بدون نیت دونون طرح حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ پانی مطہر بالطبع ہے نتیجہ
خلاصہ یہ کہ وضو بلا نیت سے نماز ادا ہو گی مگر وضو کا ثواب بدون نیت کے نہ ہوگا و یاثم [illegible] اور وضو کرنے والا نیت کے ترک کرنے سے گنہگار ہوگا اسمین خلاف
ہے کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہے یا نہیں اور نہر الفائق میں اس اختلاف کو یون رفع کیا ہے کہ اگر سنت مؤکدہ کے ترک کرنے پر عادت ہو گئی تو گنہگار ہے اور اگر عادت نہین
تو گنہگار نہین کذا فی الطحطاوی مین کہتا ہون عدم اشتباہ مین اگرچہ گناہ نہین لیکن بلا شبہ ملامت اور عتاب ہے چنانچہ سنت کی تعریف اسپر دلیل ہے و یا بتہا فرض
فی الوضوء المامور بہ وفی التوضی [illegible] التمر [illegible] اور اسپر [illegible] یعنی نیت فرض ہے اس وضو مین جسکا شرع مین حکم ہوا اور گدھے کے جھوٹے پانی سے اور شربت
خرما سے وضو کرنے مین فرض ہے [illegible] نیت فرض ہے [illegible] قول ہے [illegible] قول ہے کہ اس سے وضو جائز نہیں
کذا فی الطحطاوی وبالثانی [illegible] تعلیل الحکم [illegible] والاشباہ [illegible] ان تکون [illegible] الاولین
[illegible] ثواب [illegible] اور اشباہ مین [illegible] الطحطاوی [illegible] دونون [illegible]
تاکہ سب سنتون کا ثواب پاوے قلت الحق فی القہستانی [illegible] غسل الوجہ [illegible]
مین کہتا ہون لیکن قہستانی [illegible] اور نیت کا محل [illegible] سنتون سے پہلے [illegible] سنتون مین نیت کرنا [illegible]
نزدیک [illegible] وضو شروع کرنے سے پہلے [illegible] شافعی رحمہ کے نزدیک فرض ہے انتہی مافی القہستانی [illegible] اشباہ مین [illegible] روایت
اور قہستانی مین روایت ہے [illegible] سے دوسری بات یہ ہے کہ قہستانی کے کلام سے [illegible] نیت کی [illegible] ثابت ہوتی ہے اور اشباہ مین یہ بات نہین [illegible]
سوالات مشہورۃ نظمہا العراقی فقال سبع سوالات الذی الفہم [illegible] حقیقۃ حکم محل وزمن شرط [illegible] والقصد [illegible] الکیفیۃ
اور نیت مین سات سوال مشہور ہین جنکو عراقی نے نظم کیا ہے یون کہا کہ سات سوال صاحب فہم کے لیے آئے ہین مذکور ہوئے ہین نیت کے باب مین
ہر عالم کے واسطے ایک سوال ہے نیت کے حق مین ۱ نیت کے حکم مین ۲ اسکے محل مین ۳ اسکے زمانہ مین ۴ اسکی شرط مین ۵ اسکے قصد مین ۶ اسکی کیفیت
مین ہم پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کی حقیقت مین قصد طاعت و تقرب الی اللہ ہے فعل کرنے کے ساتھ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کا حکم یہ ہے
کہ وضو غیر ماموربہ مین نیت کرنا مسنون ہے اور وضو ماموربہ مین اور گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے مین اور تمام عبادات مقصودہ مین نیت کرنا فرض ہے
تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کا محل دل ہے اور زبان سے نیت کرنا شرط نہیں ہے سب عبادات مین مگر پریشان دل جو عزیمت پر قادر نہو اسکو زبان سے کہنا
مستحسن ہے کذا نقل الحلبی عن حج البحر چوتھے سوال کا جواب یہ کہ نیت کا زمانہ وضو اور غسل مین سب سنتون سے پہلے ہے اور نماز مین تکبیر تحریمہ کے نزدیک یا اس سے
پہلے بشرطیکہ کوئی فاصل مانع بنا نہو پانچوین سوال کا جواب یہ کہ نیت کی شرط اسلام اور عقل ہے چھٹے سوال کا جواب یہ کہ نیت سے قصد یعنی مقصود اور غایت
نیت کی امتیاز کرنا ہے عادات کا عبادات سے یا ایک عبادت کا دوسری عبادت سے جدا کرنا ساتوین سوال کا جواب یہ کہ کیفیت نیت کی یہ کہ عبادت کا
قصد کرے اسکو جانکر کہ یہ کون عبادت ہے یعنی مطلق طاعت اور تقرب کی نیت کفایت نہین کرتی بدون تخصیص کے کذا فی الطحطاوی اور اسکی تفصیل
کتاب عبادات کے مسائل مین اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالی مذکور ہوگی والبداءۃ بالتسمیۃ قولا اور سنت ہے وضو کو بسم اللہ کہنے سے شروع کرنا شارح
نے یہان اور غسل پر بین مین بدایت کا لفظ مقدر کیا تاکہ معلوم ہو کہ نیت اور تسمیہ اور غسل تینون مین بدایت اور ابتدا مطلوب ہے اور انمین کچھ منافات
اور تناقض نہین اسواسطے کہ نیت کا محل دل ہے اور تسمیہ کا محل زبان ہے اور دھونا متعلق ہاتھون سے ہے اور اسی دفع تنافی کی طرف شارح نے قولا

اشارہ ہے اشارہ کردیا کذا فی الطحطاوی و تحصیل نیکی ذکر او تسمیہ مذکورہ یعنی خدا کا نام حاصل ہوتا ہے ہر ذکر سے یعنی لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور الحمد للہ یا اشہد
وغیر ذلک سے لکن الوارد عنہ علیہ الصلوۃ والسلام بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام لیکن نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے یون روایت ہے کہ بسم اللہ العظیم
والحمد للہ علی دین الاسلام کہے ہم طحطاوی نے کہا کہ وضو کے تسمیہ مین علماء سے منقول ہے بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام اور اکمل نے کہا کہ یہ حدیث مرفوع ہے
مین کہتا ہون یہ اکمل کا عجز ہے یہ بیان نکیا کہ کسی امام نے ائمہ معتبرین سے اسکو مرفوع کیا سو مین کہتا ہون کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ والحمد للہ مروی ہے طبرانی
نے اوسط مین بطریق علی بن ثابت عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم یا ابا ہریرۃ اذا توضات فقل بسم اللہ
والحمد للہ فان حفظتک لا تزال تکتب لک الحسنات حتی تحدث من ذلک الوضوء یعنی حضرت نے فرمایا کہ ای ابوہریرہ جب تو وضو کرے تو یون کہہ بسم اللہ والحمد للہ
اسواسطے کہ تیرے فرشتے نگہبان تیری نیکیان لکھا کرینگے اس وضو کے ٹوٹنے تک اور اس حدیث کی اسناد حسن ہے دبوسی نے کہا افضل ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے
اور تعوذ کرے ابتداء وضو مین اور بسم اللہ کہا و مجتبی مین ہے کہ یون کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام اسمین آثار وارد ہین مین کہتا ہون ان علماء
کبار کو دیکھو کہ حدیث یا اثر کو ذکر کرتے ہین اور اسکے مخرج کو نہین بیان کرتے ہین اور نہ اسکا صحت اور ضعف مذکور کرتے ہین اور یہ آفت بڑی ہے تقلید سے کذا فی العینی
شرح الہدایۃ تقلید سے مراد یہان یہ ہے کہ ایک مصنف دوسرے مصنف کی پیروی کرتا ہے نقل احادیث مین بلا بیان مخرج و بلا ذکر صحت و ضعف اور یہ مطلب نہین کہ مطلق
تقلید معیوب ہے اسلیے کہ علامہ عینی خود مقلد ہے امام اعظم رح کا قبل الاستنجاء و بعدہ خدا کا نام لینا سنت ہے استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم اسواسطے کہ قبل از استنجا
لحوق وضو ہے طہارت ہونے کی وجہ سے اور بعد از استنجا تو ابتداء ہے طہارت کی کذا فی الغایۃ البیان اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا
جانے کے وقت فرماتے تھے اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث الا حال انکشاف و فی محل نجاسۃ فلیسمی بقلبہ مگر برہنہ ہونے کے وقت اور نجاست کے
مکان مین خدا کا نام زبان سے نہ لے تو اپنے دل مین نام لے ولو نسیھا فسمی فی خلالہ لا تحصل السنۃ بل المندوب اور اگر ابتداء طہارت مین خدا کا نام لینا بھول گیا
پھر اسنے درمیان وضو کے نام لیا تو سنت مؤکدہ حاصل نہوگی بلکہ مستحب حاصل ہوگا ہم سنت اسواسطے حاصل نہوئی کہ اسکا محل تھا ابتدا مین سو فوت ہوا اور وجہ استحباب کی یہ ہے
تاکہ وضو خالی نرہے نام خدا سے و اما الاکل فتحصل السنۃ فی باقیہ لا فیما فات ولیقل بسم اللہ اولہ و آخرہ اور کھانے کے درمیان مین خدا کا نام لینے سے تو سنت
حاصل ہوگی باقی طعام مین نہ اسمین جو گذر گیا اور یہ پڑھنے والے کو چاہیے کہ یون کہے بسم اللہ اولہ و آخرہ ہم شمائل ترمذی مین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کھانا کھاوے اور ذکر اللہ بھول جاوے کھانے پر تو یون کہے بسم اللہ اولہ و آخرہ ظاہر حدیث اسپر دلالت کرتی ہے
کہ اول طعام مین سنت حاصل ہوگی اول طعام کے ذکر فرمانے سے اور یہ مخالف ہے شارح کے کلام سے جو انہنے فتح القدیر سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی و البدایۃ
وغسل الیدین الطاہرتین ثلاثا قبل الاستنجاء و بعدہ اور سنت ہے پاک دونون ہاتھون کے تین بار دھونے سے ابتدا کرنا استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم پاک کی قید
اسواسطے لگائی کہ نجس ہاتھون کا دھونا فرض ہے بعضون کے نزدیک قبل از استنجا ہاتھ دھونا سنت ہے اور بعضون کے نزدیک بعد استنجا کرنے کے سنت ہے مجتبی مین کہا کہ
اکثر کا قول یہ ہے کہ قبل اور بعد دونون حالت مین سنت ہے اور قاضیخان نے اسکی تصحیح کی ہے تو قبل استنجا کے بدایت حقیقی ہے اور بعد اسکے بدایت اضافی ہے کذا فی الطحطاوی
وقید الاستیقاظ اتفاقی اور جاگنے کی قید اتفاقی ہے نہ احترازی ہم یعنی ہدایہ یا حدیث مین جو ہاتھون کا دھونا جاگنے کے ساتھ مذکور ہے سو اتفاقی قید ہے احتراز مقصود
نہین اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مین غسل یدین کی تقدیم مذکور ہے بلا تقیید نوم کذا فی الطحطاوی بخاری مین ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اذا استیقظ احدکم من منامہ فلیغسل یدیہ قبل ان یدخلھا الاناء فی وضوئہ فان احدکم لا یدری این باتت یدہ یعنی جب نیند سے کوئی
جاگے اپنی نیند سے تو چاہیے کہ اپنے دونون ہاتھ دھووے برتن مین ڈالنے سے پہلے وضو کے پانی مین اسواسطے کہ کوئی نہین جانتا کہ اسکا ہاتھ رات کو کہان تھا
یعنی نجاست پر پڑا یا پاک چیز پر ولذا لم یقل قبل ادخالھا الاناء لکلا یتوھم اختصاص السنۃ بوقت الحاجۃ اور چونکہ جاگنے کی قید اتفاقی تھی اسی واسطے مصنف نے

یون نکہا کہ ہاتھ دھونا سنت ہی برتن مین ڈالنے سے پہلے تاکہ یہ وہم پیدا ہو کہ ہاتھ دھونے کی سنیت حاجت کے وقت کے ساتھ مخصوص ہی یعنی
اگر یون کہتا تو گمان ہوتا کہ بدون حاجت کے ہاتھون کا دھونا سنت نہین حاجت سے مراد توہم نجاست ہی وہ صورت تحقق طہارت ہاتھ دھونا مطلق سنت ہی
حالانکہ ایسا نہین حلبی نے کہا وہ قول اصح جسپر اکثر فقہا ہین یہ ہی کہ ہاتھ دھونا سنت ہی مطلقا لیکن اگر نجاست کا توہم ہو اسطرح کہ بدون استنجا سو گیا ہو یا
بدن پر نجاست ہو تو دھونا سنت موکدہ ہی اور عدم توہم نجاست مین یعنی طاہر ہو کر سوے یا بیدار ہووے یعنی سنت غیر موکدہ ہی اور نجاست کی حالت مین تو دھونا
فرض ہوگا اور مصنف رہ کا قول یعنی قبل ادخال یدین کا مسنون ہونا مخصوص بغیر نجاست ہی اور سنت سے مراد وہ ہی جو موکدہ اور غیر موکدہ دونون کو شامل ہی کذا
فی الطحطاوی لان مفاہیم الکتب حجۃ قبل ادخال کی قید اسواسطے لگائی کہ کتابون کے مفہوم مخالف حجت ہوتے ہین یعنی مفاہیم حجت ہی مفہوم کی طحطاوی نے
کہا المفہوم ما یفہم من الالفاظ لا فی محل النطق انتہی یعنی جو لفظون سے سمجھا جاوے بدون تصریح کے یعنی مفہوم مخالف وہ ہی کہ مذکور کے حکم سے غیر مذکور کا حکم
مفہوم ہو صفت یا شرط کے بیان سے چنانچہ قرآن مجید مین فرمایا کہ آزاد عورتون سے نکاح کرنے کی جسکو استطاعت نہو وہ لونڈیون سے نکاح
کرے امام شافعی رح اس سے یہ سمجھے کہ استطاعت والے کو لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہین امام اعظم رح کہتے ہین کہ غیر مذکور کا حکم اس کلام سے معلوم نہین ہو سکتا بخلاف
اکثر مفاہیم النصوص کذا فی النہر یہ خلاف اکثر مفہومات نصوص کے کذا فی النہر یعنی کتاب اور سنت کے اکثر مفہوم مخالف حنفیون کے نزدیک حجت اور دلیل نہین ہین
اسواسطے کہ نصوص سے وہ احکام لینا مقصود ہی جسپر نص صریح دلالت کرتے ہین اور اکثر کی قید اسواسطے لگائی کہ عقوبت کا مفہوم نصوص مین معتبر ہی چنانچہ
قہستانی سے آگے مذکور ہوگا وفیہ من الحج المفہوم معتبر فی الروایات اتفاقا اور نہر الفائق کی کتاب الحج مین ہی کہ مفہوم مخالف معتبر ہی روایات مین بالاتفاق یعنی
امام اعظم رح اور انکے اصحاب سے جو روایات کتابون مین منقول ہین انکے اکثر مفہومات معتبر ہین خواہ مفہوم مخالف ہو یا موافق ومثلہ اقوال الصحابۃ قال فی النہر ینبغی تقییدہ
بما یدرک بالرای لا ما لا یدرک بہ انتہی اور ایسا ہی صحابہ کرام کے اقوال ہین کہ انکا بھی مفہوم بالاتفاق معتبر ہی نہر الفائق کے مصنف نے کہا لائق یہ ہی کہ اقوال صحابہ مین
قید لگائی جاے ادراک قیاس کی نہ وہ قول جو قیاس سے نہ بوجھا جاوے انتہی یعنی اگر صحابہ کا قول ایسا ہی کہ جسمین عقل کی مجال ہو سکتی ہی تو اسکا مفہوم
بھی حجت ہی اور اگر ایسا قول ہی کہ عقل اور قیاس کا اسمین دخل نہین تو اسکا مفہوم بھی معتبر نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ نص مرفوع کے ہو گیا اور نص کا مفہوم معتبر نہین
کذا فی الطحطاوی وفی القہستانی عن حدود النہایۃ المفہوم معتبر فی نص العقوبۃ کما فی قولہ تعالی کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون اور قہستانی مین نہایۃ کی کتاب الحدود
سے منقول ہی کہ مفہوم معتبر ہی عقوبت اور عذاب کے نص مین چنانچہ حق تعالی کے اس قول مین کہ البتہ کفار اپنے پروردگار سے اسدن یعنی قیامت کے دن
محجوب اور مستور ہونگے یعنی دیدار خدا سے محروم رہینگے اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان اپنے پروردگار کی دیدار سے مشرف ہونگے بلا حجاب فافادنا اعتبارہ فی الروایۃ
فالکثرۃ لا کلیۃ اور روایت فقہ مین تو مفہوم کا معتبر ہونا اکثری ہی ہر مقام مین نہین الی الرسغین بالضم مفصل الکف بین الکوع والکرسوع واما البوع ففی الرجل
قال ۵ وعظم یلی الابہام کوع وما یلی ۞ لخنصرہ الکرسوع والرسغ ما وسط ۞ وعظم یلی ابہام رجل ملقب ۞ ببوع فخذ بالعلم واحذر من الغلط ۞ ابتدا غسل یدین
پہنچون تک سنت ہی رسغ بضم را مہملہ و سکون سین مہملہ جوڑ ہی ہتھیلی کا درمیان کوع اور کرسوع کے اور جس ہڈی کا نام بوع ہی وہ تو پاؤن مین ہی چنانچہ کسی
شاعر نے کہا ہی اور وہ ہڈی جو انگوٹھے سے ملی ہی اسکا نام کوع ہی اور جو ہڈی چھنگلی سے ملی ہی وہ کرسوع اور جو کہ ان دونون ہڈیون کے درمیان جوڑ ہی اسکا نام
رسغ ہی اور جو ہڈی کہ پاؤن کے انگوٹھے سے ملی ہی اسکا لقب بوع ہی سو اے مخاطب اس علم کو لے اور پرہیز کر غلط فہمی سے فان لم یمکن رفع الاناء ادخل اصابع یسراہ
مضمومۃ وصب علی الیمنی لاجل التیامن پھر معلوم کر کہ اگر برتن کا اٹھانا ممکن نہو تو اپنے بائین ہاتھ کی انگلیان ملا کر برتن مین ڈالے اور پانی لیکر داہنے ہاتھ پر
ڈالے تا کہ داہنی طرف سے طہارت شروع ہو یعنی پھر داہنے ہاتھ سے پانی لیکر بایان ہاتھ دھووے ہم بحر الرائق مین پورا بیان یون ہی کہ ہاتھون کے دھونے کا
طریقہ یہ ہی کہ اگر چھوٹا برتن ایسا ہو کہ اٹھانا اسکا ممکن ہو تو اسمین ہاتھ نہ ڈالے بلکہ بائین ہاتھ سے اسکو اٹھاوے اور داہنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین

اسکو دھووے پھر برتن کو داہنے ہاتھ میں لے اور بائیں ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار اسکو دھووے پھر اگر برتن کا اٹھانا ممکن نہو تو ویسا کرے جیسا کہ نہر
میں کہا اور بڑے برتن میں انگلیاں ملاکر نہ ہتھیلی ڈالے جبکہ وہاں چھوٹا برتن نہو اور اگر ہو تو ویسا کرے جیسا اول مذکور ہوچکا اگر کوئی کہے کہ ہاتھ کا ڈالنا
برتن میں نیند سے جاگنے والے کو حدیث میں منع ہے اسکا جواب یہ ہے کہ منع اس صورت میں ہے جبکہ چھوٹا برتن ہو یا بڑا برتن ہو اور اسکے ساتھ چھوٹا برتن بھی
ہو اور اگر بڑے برتن کے ساتھ چھوٹا برتن نہو تو ہتھیلی کا ڈالنا ممنوع نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو ادخل الکف ان اراد الغسل صار الماء مستعملا وان اراد الاغتراف
لا اور اگر ہتھیلی کو پانی میں ڈالا اگر دھونے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہوجاویگا اور اگر چلو بھرنے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل نہوگا یعنی ضرورت کی وجہ سے
اگرچہ طلب استعمال یعنی قربت اور رفع حدث متحقق ہو کذا فی البحر پس دھونے کے قصد سے وہ پانی مستعمل ہوگا جو ملاقی ہو کف سے جبکہ جدا ہوا اور باقی تمام
پانی مستعمل نہوگا اور قصداً اغتراف سے پانی مستعمل نہوگا اگرچہ صاحب جنابت ہو اور اسیطرح اگر کوزہ گر گیا بڑے گھڑے یا برتن میں سواسکے لینے کو ہاتھ ڈالا تو بھی
تو پانی مستعمل نہوگا کذا فی البحر ولو لم یکنہ الاغتراف بشئ ولا یدہ نجستان تیمم وصلی ولم یعد اور اگر پانی اپنا بڑے برتن سے ممکن نہو کسی چیز سے اور اسکے دونوں
ہاتھ ناپاک ہوں تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نکرے ہم تو ضیح اسکی مشہرات میں اسطرح ہے کہ جب پانی نہ لے سکے اور ہاتھ ناپاک ہوں تو دوسرے
شخص سے کہے کہ وہ پانی لیکر اسکے ہاتھ دھولا دے اور اگر کوئی وہاں نہو تو کپڑے کا ایک سرا پانی میں ڈالے اور دوسرا اسکا سرا ہاتھ میں پکڑے رہے
پھر پانی سے نکالکر اسکے قطرات سے داہنا ہاتھ دھووے پھر بایاں ہاتھ دھووے یا دانتوں سے کپڑا پکڑکے دونوں ہاتھ ساتھ ہی دھووے تین بار
اور اگر کپڑا نہو تو منہ سے پانی لیکر دونوں ہاتھ دھووے اور اگر اسپر بھی قادر نہو تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب نہیں
وہو سنۃ کما ان الفاتحۃ واجبۃ مع انہا تنوب عن الفرض اور وہ پہنچے بند دست تک ہاتھوں کا دھونا ایسی سنت ہے کہ قائم مقام ہوتا ہے فرض کے
جیسے الحمد پڑھنا ایسا واجب ہے کہ قائم مقام ہوجاتا ہے فرض کے یعنی اس محل کا دھونا کہ فرض تھا اس مسنون دھونے سے ادا ہوگیا جیسے قرآن کا پڑھنا
کہ نماز میں فرض ہے الحمد پڑھنے سے کہ واجب ہے ادا ہوجاتا ہے ویسن غسلہا ایضا مع الذراعین اور ذراعین کے ساتھ انکا بھی دھونا مسنون ہے
یعنی اگرچہ بند دست تک دھونے سے سنت اور فرض دونوں ادا ہوگئے لیکن کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے ساتھ انکا بھی دھونا دوسری بار سنت ہے
بحرالرائق میں مذکور ہے کہ غسل یدین میں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ فرض ہے اور تقدیم اسکی سنت ہے اور فتح القدیر اور معراج اور خبازیہ میں اسکو
پسند کیا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ وہ سنت ہے قائم مقام فرض کے ہوجاتا ہے الحمد کے مانند اور اسکو کافی میں پسند کیا ہے اور تیسرا قول سرخسی کا ہے کہ وہ سنت
ہے قائم مقام فرض کے نہیں ہوتا تو انکے ظاہر و باطن کا دوبارہ دھونا چاہیے سرخسی نے کہا یہی اصح ہے میرے نزدیک اور مشایخ کے ظاہر کلام سے
قول اول مذہب معلوم ہوتا ہے انتہی مختصراً طحطاوی نے کہا کہ شارح کے کلام میں خلط ہے دو قول کا سواسطے کہ جو کہتا ہے کہ غسل یدین سنت ہے اور
قائم مقام ہے فرض کے وہ نہیں کہتا کہ غسل یدین دوسری بار سنت ہے بلکہ دوبارہ دھونا سرخسی کا قول ہے اور شارح کے موافق نہرالفائق میں خبازیہ
سے منقول ہے والسواک سنۃ مؤکدۃ کما فی الجوہرۃ عند المضمضۃ وقیل قبلہا اور مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے چنانچہ جوہرہ میں مذکور ہے کلی کرنے کے
وقت سنت ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ کلی سے پہلے سنت ہے ہم مسواک کرنے کی تاکیدات اور اسکے فضائل احادیث میں بکثرت ہیں ازانجملہ وہ حدیث
صحیح ہے جو امام مالک کے موطا میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو میں انکو مسواک کرنے
کا حکم کرتا ہر وضو کے ساتھ اور صحاح ستہ میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو میں انکو مسواک
کرنے کا حکم کرتا ہر نماز کے ساتھ اور احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم اور دارقطنی اور بیہقی اور ابونعیم نے عائشہؓ صدیقہ سے روایت کی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا
کہ اس نماز کی فضیلت جسکے واسطے مسواک کی گئی اس نماز پر جسکے واسطے مسواک نہیں کی گئی ہفتاد چند ہے یعنے ستر درجے زائد ہے ثواب میں۔

وعند فقد ہ او فقد اسنانہ تقوم الخرقۃ الخشنۃ او الاصبع مقامہ‌ا اور جس وقت مسواک موجود نہو یا دانت باقی نہ رہے ہوں تو کھردرا کپڑا یا انگلی قائم مقام
مسواک کے ہوجاتی ہے یعنی تحصیل ثواب میں کذا فی النہر وغیرہ اور سنن احمد میں مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا کوزہ مانگا پھر چہرہ اپنا دھویا اور دونوں ہتھیلیاں
کو تین بار اور کلی کی پھر بعض انگلی اپنے منہ میں ڈالی الی آخر الحدیث اور آخر کو فرمایا کہ یہ وضو ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کذا فی العینی کما یقوم العلک مقامہ للمرأۃ
مع القدرۃ علیہ یعنی صنوبر اور بطم کا گوند چبانا عورت کے حق میں قائم مقام ہے مسواک کے باوجود قادر ہونے کے مسواک پر اور وجہ اسکی یہ ہے کہ عورت کو مواظبت کرنا
مسواک پر مضر ہوتی ہے دانتوں کا اور اسکو اسکا فعل مستحب ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وغسل الفم ای استیعابہ ولذا عبر بالغسل او للاختصار اور منہ کے اندر کا دھونا
یعنی منہ کے تمام داخل منہ کا دھونا اور اسی واسطے لفظ تمام مراد ہوتے کے لیے مصنف نے غسل کا لفظ اور لایا غسل کا لفظ باقی اعضاء مغسولہ کے قرینہ سے ہے استیعاب پر دلالت کرتا
یا اختصار کے واسطے یہ عبارت اختیار کی ہو ورنہ اکثر کتب فقہ میں والمضمضۃ والاستنشاق مذکور ہے لیکن مصنف نے موافق کنز اور درر کے بجائے اس عبارت کے
غسل الفم والانف کو اختیار کیا اور اسکے استیعاب کے واسطے یا اختصار کے لیے ہر چند مضمضہ کے اصطلاحی معنی بھی استیعاب پر دلالت کرتا ہے مگر غسل کا لفظ استیعاب پر
زیادہ تر دلالت کرتا ہے کذا فی النہر اور عبارت مذکورہ سے مصنف کی عبارت میں چار حروف کی کمی ہے تو اختصار ثابت ہوا بمیاہ ثلثۃ یعنی کلی کرنا سنت ہے تین
پانیوں سے جدا جدا والانف ببلوغ الماء المارن بمیاہ اور ناک کے اندر کا دھونا سنت ہے نرم ناک تک تین بار پانی پہونچا کر امام شافعی رحمہ کے نزدیک
تین بار مضمضہ اور استنشاق سنت ہے اسطرح کہ ایک چلو پانی سے مضمضہ بھی کرے اور استنشاق بھی اور دلیل انکی چند احادیث صحیح ہیں امام اعظم رحمہ کے نزدیک
احادیث مذکورہ سے جواز نکلتا ہے لیکن سنت یہ ہے کہ جداگانہ مضمضہ اور استنشاق کے واسطے تین بار جدا جدا پانی لیا جاوے چنانچہ ابوداؤد اور طبرانی میں طلحہ
بن مصرف کی حدیث سے اسکی تصریح موجود ہے اور جو لوگ کہ اس حدیث کی صحت میں گفتگو کرتے ہیں انکا جواب فتح القدیر اور عینی شرح ہدایہ میں مشرحاً مذکور ہے
بخوف طوالت سے مترجم یہان مذکور نکر سکا وہما سنتان مؤکدتان اور مضمضہ اور استنشاق دونوں سنت مؤکدہ ہیں ہم تو انکا ترک کرنا گناہ ہے مذہب صحیح پر اسلیے
کہ سنت مؤکدہ بمنزلہ واجب کے ہے اور جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت کی ہے وہ بائیس ۲۲ صحابہ کرام ہیں مضمضہ اور
استنشاق کو سب نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں ۲۲ صحابیوں سے نام بنام مع تصحیح تخریج حدیث مذکور کو بیان
کیا ہے شکر اللہ مساعیہ مشتملتان علی سنن خمس الترتیب والتثلیث وتجدید الماء وفعلہما بالیمنی مضمضہ اور استنشاق پانچ سنتوں پر شامل ہیں ایک تو ترتیب یعنی
پہلے کلی کرنا پھر ناک دھونا دوسرے ہر ایک کو تین تین بار کرنا تیسرے ہر بار نیا پانی لینا چوتھے دونوں کو داہنے ہاتھ سے کرنا لیکن ناک کا جھاڑنا بائیں ہاتھ
چاہیے کذا فی الطحطاوی عن المبسوط والمبالغۃ فیہما بالغرغرۃ ومجاوزۃ المارن پانچویں مبالغہ کرنا مضمضہ میں غرغرہ کر کے اور استنشاق میں بانسے
ناک پانی پہونچا کے لغیر الصائم لاحتمال الفساد اور مبالغہ کرنا مسنون ہے اسکو جو روزہ دار نہیں اسلیے کہ صائم کو مبالغہ کرنے سے فساد صوم کا احتمال ہے
ہم اصحاب سنن نے لقیط بن صبرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کامل اور پورا کر اور انگلیوں کے اندر خلال کر اور
مبالغہ کر استنشاق میں مگر یہ کہ تو روزہ دار ہو کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول وسر تقدیمہما اعتبار اوصاف الماء لان لونہ یدرک بالبصر وطعمہ
بالفم وریحہ بالانف اور مضمضہ اور استنشاق کے مقدم کرنے کی حکمت پانی کے اوصاف کا دریافت ہونا ہے اسواسطے کہ پانی کا رنگ آنکھ سے اور مزہ
اسکا منہ سے اور بو اسکی ناک سے معلوم ہو جاتی ہے ہم وضو کے واسطے پاک اور پاک کرنے والا پانی ضرور ہے اور ناپاک پانی وہ ہے جسکے اوصاف ثلثہ یعنی رنگ
یا مزہ یا بو نجاست سے بدل جاوے ولو عندہ ما یکفی للغسل مرۃ مرۃ فعلہما وثلثا یدہ دونہا غسل مرۃ اور اگر وضو کرنے والے کے پاس اتنا پانی ہو کہ اگر مضمضہ اور استنشاق
کرے تو ایکبار اعضا کو دھو سکے اور جو انکو نکرے تو تین بار اعضا کو دھو سکے تو ایکبار اعضا کو دھووے اور مضمضہ اور استنشاق کرے لیکن تین بار دھونے سے مضمضہ
اور استنشاق زیادہ تر مؤکد ہیں ہم اسواسطے کہ مع الامکان ترک تکرار مکروہ نہیں اور سب ناقلین صحابہ کرام نے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو میں

ف ۵۷
یعنی منہ کے اسکون مسلم ایک دونہ کا نام ۱۲ ف ۵۲
کلی کرنا ۱۲ اور ناک میں پانی دینا ۱۲

عینی نے کہا کہ تسکین خاطر کیواسطے زیادہ کرنا شک کے نزدیک یا دوسرے وضو کی نیت کرنا لاباس ہے بدلیل حدیث ابن عمر کہ آنحضرت علیہ السلام فرماتے تھے کہ
جسنے وضو کیا وضو پر اُسکے واسطے حق تعالی دس نیکیاں لکھیگا روایت کیا اسکو ابو داؤد وابن ماجہ و بیہقی اور ترمذی نے ہر چند بعضوں نے اسکو ضعیف کہا ہے
لیکن رفع ضعف کا جواب شامی میں موجود ہے شرح عینی میں وحدیث فقد تعدی محمول علی الاعتقاد اور وہ حدیث جس میں فقد تعدی فرمایا ہے وہ اعتقاد پر محمول ہے بحر الرائق
میں حدیث مذکور یوں مذکور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہے کہ اللہ تعالی نماز کو بدون اسکے قبول نہیں کرتا اور دو
دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وضو ہے اس شخص کا جسکو دونا ثواب عطا ہوتا ہے اور تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے کے انبیا کا وضو ہے
سو جو شخص کہ اسپر زیادہ کرے یا کم کرے فقد تعدی وظلم یعنی اسنے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا اور صورت زیادت اور صورت کمی بدائع میں ہے کہ صحیح تر قول یہی ہے کہ زیادتی
گنہگار ہوگا مگر جبکہ یہ اعتقاد کرے کہ وضو جائز نہیں مگر تین بار سے زیادہ کرنے میں میں کہتا ہوں کہ زیادت سے گنہگار ہوگا اسراف کی جہت سے اگرچہ فقط تین بار
وضو کے مسنون ہونیکا معتقد ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً اقول کرہ اتہم تکرارہ فی مجلس تنزیہا بل فی القہستانی معزیا للجواہر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ
غیر مضیع فتامل اور شاید کہ فقہا کا مکروہ کہنا تکرار وضو کا ایک مجلس میں مکروہ بکراہت تنزیہی ہے یعنی ترک اولی ہے گناہ نہیں بلکہ قہستانی میں جواہر سے منقول ہے کہ
اسراف جاری پانی میں جائز ہے اسواسطے کہ یہ شخص پانی کا ضائع کرنے والا نہیں ہے سو اسکو تامل کرو ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر تین بار سے زیادتی
تسکین دل اور وضو پر وضو کرنے میں جائز ہے اور وعید حدیث مذکور کا معتقد کے حق میں ہے تو فقہا نے تکرار وضو کو مجلس واحد میں کیوں مکروہ کہا ہے جواب دیا کہ کراہت
تنزیہی ہے جسکو لاباس بہ کہتے ہیں بلکہ قہستانی نے اسپر بھی ترقی کی کہ آب جاری میں مطلقاً زیادت کو جائز رکھا طحطاوی نے کہا خلاصہ میں ہے کہ تکرار وضو ایک مجلس
میں جائز ہے اور سراج میں ہے کہ مکروہ ہے نہر الفائق میں ہے کہ دونوں روایتوں میں اختلاف نہیں اسواسطے کہ خلاصہ کا جواز اعادہ واحدہ پر محمول ہے اور سراج کی
کراہت چند بار کرنے پر محمول ہے چنانچہ سراج میں چند بار کا لفظ صریحاً اسپر دلالت کرتا ہے انتہی تو اگر شارح کے کلام کو چند بار تکرار پر محمول کیجیے چنانچہ حلبی محشی نے
کہا ہے تو بلاشبہ اسراف ہے اور اسراف مکروہ تحریمی ہے نہ تنزیہی اور قہستانی کا کلام آب جاری پر قاصر ہے اور شارح کا کلام سابق عام ہے اور قہستانی نے جو کہا کہ آب جاری
میں اسراف جائز ہے سو ضعیف قول ہے بلکہ وہ مکروہ ہے مطلقاً بلا حاجت اور شارح نے بلفظ تامل اسکی توہین اور تضعیف کیطرف اشارہ کردیا انتہی ما فی الطحطاوی ملخصاً
پس قہستانی کا کلام اعتماد کے قابل نہیں کہ صریح حدیث کے مخالف ہے اسواسطے کہ احمد اور ابن ماجہ میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم سعد بن ابی وقاص پر گذرے اور وہ وضو کرتے تھے
تو فرمایا کہ پانی میں اسراف مت کر سعد نے کہا کیا پانی میں بھی اسراف ہے فرمایا نعم وان کنت علی نہر جار یعنی ہاں پانی میں بھی اسراف ہے اگرچہ تو جاری نہر پر ہو کذا فی شرح
سفر السعادۃ للدہلوی ومسح کل رأسہ مرۃ مستوعبۃ اور سنت ہے اپنے تمام سر کا مسح کرنا ایکبار اسطرح کہ بالکل سر پر دونوں ہاتھ پھر جاویں اندک بھی باقی نہ رہے ہم
صحیحین میں عبد اللہ بن زید سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو مسح کیا دونوں ہاتھوں سے سو دونوں ہاتھ آگے سے پیچھے لیگئے اور
پیچھے سے آگے کو لائے ایکبار اور محمد بن حسن کی موطا میں عبد اللہ بن زید بن عاصم سے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت میں مروی ہے کہ مسح کیا مقدم
سر سے تا اینکہ دونوں ہاتھوں کو قفا تک لیگئے پھر دونوں ہاتھوں کو پھیر لائے اُس مکان تک جہاں سے مسح کرنا شروع کیا تھا اور جو کیفیت مسح کی اس حدیث میں مذکور ہے یہی
مشہور ہے اور اُسکے سوا جو شارحین ہدایہ نے کیفیات مسح کی بیان کی ہیں وہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر تر کیفیت مسح کی یہ ہے کہ دونوں
ہتھیلیاں اور انگلیاں مقدم سر پر رکھے اور انکو قفا تک کھینچ لیجاوے اسطرح کہ تمام سر پر استیعاب ہو جاوے پھر دو انگلیوں سے دونوں کانوں کا مسح کرے اور اسطرح سے
پانی مستعمل نہیں ہو جاتا کذا فی البحر عن الزیلعی اور یہ جو بعضوں نے کہا کہ دونوں کف کو اور سبابہ اور ابہام کو علیحدہ رکھے اُسکی تضعیف کی ہے بحر الرائق میں فافہم ودام
علیہ اثم اور اگر تمام سر کا مسح ترک کیا اور ترک استیعاب پر ہمیشگی کی تو گنہگار ہوگیا یعنی اسواسطے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب کے ہے واذنیہ معاً ولو بمائہ اور سنت ہے دونوں
کانوں کا ساتھ مسح کرنا یعنی یہاں تقدیم مستحب نہیں اگرچہ کانوں کا مسح سر کے مسح کے پانی سے ہو ہم شارح نے اس کلام سے اختلاف شافعی کیطرف اشارہ کیا

یعنی امام شافعی کے نزدیک کانوں کے مسح کے واسطے نیا پانی ضروری ہے ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ الاذنان من الراس یعنی دونوں کان سر میں داخل ہیں تو سر کے ساتھ
انکا بھی مسح چاہیے علامہ عینی نے اس حدیث کو شرح ہدایہ میں آٹھ صحابیوں سے نقل کیا اگرچہ اکثر طرق اس حدیث کے ضعیف ہیں لیکن ابن عباس رض کی حدیث جو دارقطنی
میں ہے ابن قطان نے اسکو صحیح اور بزار نے اسکو جید کہا ہے انتہی لکن لو مس عمامتہ فلا بد من ماء جدید لیکن اگر مسح سر کے بعد پگڑی کو ہاتھ لگایا تو اب نیا پانی کانوں کے مسح
کے واسطے لینا ضروری ہے و الترتیب المذکور فی النص اور سنت ہے وہ ترتیب جو نص قرآنی میں مذکور ہے یعنی اول چہرہ دھونا پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک پھر مسح سر کا کرنا پھر
پاؤں دھونا ٹخنوں تک وعند الشافعی رضی اللہ عنہ فرض و ہو مطالب بالدلیل اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترتیب فرض ہے اور انسے دلیل فرضیت کا مطالبہ کیا
ہم الزام میں بعد دلائل اور بحث کے کہا مطالبہ ہے کہ عدم افتراض پر اقامت دلیل کی حاجت نہیں کیونکہ وہ یعنی عدم افتراض اصل ہے اور اسکے مدعی سے دلیل کا مطالبہ کیا
والولاء بکسر الواو غسل المتاخر او مسحہ قبل جفاف الاول بلا عذر حتی لو فنی ماؤہ فمضی لطلبہ لا باس بہ اور سنت ہے ولا بکسرہ واو یعنی پے در پے وضو کرنا عبارت ہے وضو کے پچھلے عضو
کے دھونے سے یا مسح کرنے سے عضو اول کے خشک ہو جانے سے پہلے بدون عذر کے یعنی اگر عذر سے خشک ہو جاوے جیسے ہوا سے گرم ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے
کہ اگر درمیان وضو کے پانی چک گیا وہ اسکے لینے کو گیا اور عضو خشک ہو گیا تو پے در پے کی سنت فوت نہوگی اس عذر سے عدم موالاۃ میں جو ہدایہ نے اعتدال ہوا
اور اعتدال بدن اور عدم عذر کی قید لگائی ہے کذا فی الطحطاوی تو اگر ہوا کی گرمی یا سردی یا بدن کی گرمی اور سردی سے خشکی جلدی ہو گی اثنا وضو میں تو بھی پانی
نہیں پے در پے کی سنت ادا ہوئے کو ومثلہ الغسل والتیمم اور وضو کے مانند غسل اور تیمم ہے کہ انکے افعال بھی پے در پے مسنون ہیں اور اگر کسی عذر سے … تو
تو کچھ ڈر نہیں طحطاوی نے کہا تیمم میں بحث ہے کیونکہ تیمم میں خشکی کو مانع موالاۃ قرار دینا متصور نہیں وعند مالک فرض اور امام مالک کے نزدیک موالاۃ فرض
وضو کو پے در پے کرنا فرض ہے و من السنن الدلک و ترک الاسراف و ترک تقتیر الماء … غسل فرجہا الخارج اور منجملہ سنتوں کے عضو مغسول کا ملنا اور پانی کا اسراف
چھوڑنا یعنی زیادہ خرچ نہ کرنا اور منہ پر پانی سخت نہ مارنا اور عورت کو باہر کی شرمگاہ کا دھونا مسنون ہے حلبی نے کہا کہ عورت کی شرمگاہ دہن کے مانند ہے تو
دہن یعنی منہ کا دھونا وضو میں مسنون ہے اور غسل میں واجب ہے اسی طرح شرمگاہ کا دھونا انتہی اور ظاہر شرمگاہ کا دھونا فقط حالت استنجا میں مسنون ہے
کرنے کے وقت لیکن ظاہر بیان شارح اسکے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ مصنف نے تیرہ سنتیں ذکر کیں اور شارح نے چار زیادہ کیں اور کتب فقہ میں کہ وہ بیش ذکر
کرتے ہیں بعضے استحباب کو سنن میں اور بعضے سنن کو مستحبات میں شمار کرتے ہیں تحفہ میں اکیس سنتیں وضو کی مذکور ہیں اسطرح استنجا کرنا ڈھیلوں سے اور نیت اور تسمیہ
اور غسل یدین الی الرسغین اور استنجا کرنا پانی سے اور وہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آداب سے تھا اور آپ کے زمانہ کے بعد سنت ہو گیا بااجماع صحابہ تراویح
کے مانند اور مضمضہ اور استنشاق اور دونوں میں ترتیب اور ہر ایک کے واسطے جدا پانی لینا اور مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا اگر صوم کی حالت نہیں اور مسواک کرنا
مضمضہ کے وقت اور ترتیب اور موالات اور تثلیث غسل اعضاء مغسولہ اور داہنے سے غسل شروع کرنا اور انگلیوں کے سرے سے غسل شروع کرنا ہاتھ پاؤں میں اور
تخلیل اصابع اور استیعاب تمام سر کا اور شروع کرنا مقدم سر سے اور ایکبار مسح کرنا اور تثلیث مسح کو ترک کرنا اور کانوں کے ظاہر و باطن کو مسح کرنا سر کے پانی سے اور …
اور تخلیل ریش ابو یوسف رح کے نزدیک اور مسح گردن میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک سنت ہے اور بعضوں کے نزدیک ادب کذا فی البحر و مستحبہ و یسمی مندوبا و ادبا
و فضیلۃ و ہو ما فعلہ علیہ الصلوۃ والسلام مرۃ و ترکہ اخری و ما احبہ السلف اور وضو کے مستحب بیان میں اور مسح رقبہ کہیں اور مستحب کو مندوب اور ادب اور فضیلت بھی
کہتے ہیں اور مستحب وہ عمل ہے جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی کیا کبھی نہ کیا اور وہ عمل جسکو سلف صالحین نے دوست رکھا اور پسند کیا اصولیوں کے نزدیک
مستحب اور مندوب ایک چیز ہیں اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہے جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے گاہے کیا گاہے ترک کیا اور مندوب وہ ہے جسکو ایک دو بار کیا جواز
کی تعلیم کیواسطے ایسا ہی شرح نقایہ میں لیکن اس تعریف میں قصور ہے اسواسطے کہ جس فعل میں شارع نے ترغیب دی اور خود نکیا وہ اس سے خارج ہوا جاتا ہے اور محیط میں
مندوب کی وہ تعریف کی ہے جو یہاں مستحب کی تعریف ہے کذا فی البحر نہر الفائق میں کہا صاحب کنز اکثر مندوب کہتا ہے اور اس سے مستحب کا ارادہ کرتا ہے اور یہی قول ہے

اسلیے اون کا اس وجہ سے تحریر مین کہا ہے کہ جو ہر مواظبت نہین ہے وہ مندوب اور مستحب ہے اگرچہ اسکو نہ کیا ہو اور ترغیب کے ہو اور التیامن فی الیدین والرجلین مستحب ہے یعنی دہنی
طرف سے شروع کرنا ہاتھ پانون کے دھونے مین ہم صحاح ستہ مین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیامن کو یعنی داہنی طرف سے
شروع کرنے کو دوست رکھتے تھے ہر چیز مین یہانتک کہ طہارت کرنے مین اور جوتے پہننے مین اور بالون کی کنگھی کرنے مین اور سب کامون مین اور بخاری اور مسلم مین ابوہریرہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص جوتی پہنا چاہیے کہ داہنے پانون سے شروع کرے اور جب اتارے تو بائین پانون سے شروع
کرے تاکہ داہنا پانون جوتی پہننے مین اول ہو اور اتارنے مین آخر ہو اور انس سے روایت ہے کہ جب تو مسجد مین داخل ہو تو داہنے پانون سے ابتدا کر اور جب تو نکلے تو بائین
پانون سے ابتدا کر حاکم نے کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے پس لہذا بالاتفاق علماء داہنے کی تقدیم مستحب ہے ہر ایک اس امر مین جو از قسم تکریم کی ہو جیسا کہ وضو مین اور غسل مین
اور کپڑا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ کے پہننے مین اور مسجد مین داخل ہونے مین اور مسواک کرنے اور سرمہ لگانے اور ناخن تراشنے اور موچھ کترنے اور بغل کے بال اکھاڑنے
اور سر کے مونڈنے مین اور نماز کے بعد سلام پھیرنے مین اور بیت الخلا سے نکلنے مین اور کھانے اور پینے اور مصافحہ کرنے مین اور حجر اسود کے بوسہ لینے مین اور چیز کے دینے
اور لینے مین اور سوا اسکے جو اس قسم کے افعال ہین اور بائین کی تقدیم ہے امور مذکورہ کے مخالف کامون مین جیسا کہ ناک صاف کرنا اور استنجا اور بیت الخلا مین جانا
اور مسجد سے نکلنا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ اور کپڑا اتارنا اور مانند انکے اور افعال کذا فی العینی شرح الہدایۃ قولہ مستحبا داہنے کی تقدیم اگرچہ مسح کرنے مین ہو یعنی در صورت
موزہ پوشی یا جراحت کے مسح کرنے مین تیامن مستحب ہے الا الاذنین والخدین فلا تیامن فیہما ای عضوین لا یستحب التیامن فیہما تیامن مستحب نہین دونون کانون کے مسح مین
اور دونون رخسارون کے دھونے مین تو اسی وجہ سے پہلی کی طرح پوچھتے ہین کہ وہ دو عضو کون ہین جنمین داہنے عضو کی تقدیم مستحب نہین ہم عنقریب شارح ذکر کر گیا
کہ دونون کانون کا مسح ساتھ ہی سنت ہے اور اگر ایک ہی ہاتھ ہو یا ایک ہاتھ مین زخم ہو کہ ساتھ ہی دونون کانون کا مسح نہین کر سکتا تو اب البتہ داہنے کان کی تقدیم
کذا فی العالمگیریۃ ومسح الرقبۃ بظہر یدیہ اور مستحب ہے گردن کا مسح کرنا اپنے دونون ہاتھون کی پشت سے یعنی اسواسطے کہ پشت دست کا پانی مستعمل نہین
لا الحلقوم لانہ بدعۃ حلقوم یعنی گلے کا مسح کرنا مستحب نہین کیونکہ وہ بدعت ہے ہم بدعت جب مطلق مذکور ہو تو بدعت سیئہ مراد ہوتی ہے نہ بدعت حسنہ کذا فی الطحطاوی وکرہ
آداب عبر بہ ان لہ آدابا اخر اوصلہا فی الفتح الی نیف وعشرین واوصلہا فی الخزائن الی نیف وستین منہا استقبال القبلۃ اور وضو کے آداب یعنی مستحبات سے وضو کے
وقت قبلہ کو منہ کرنا ہے شارح نے کہا مصنف ماتن کا لفظ ادب سے تعبیر کرنا دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ آداب وضو سوا اسکے جو متن مین ذکر ہوئے اور بھی ہین فتح القدیر مین آداب وضو کو بیس اور کئی تک
پہونچایا ہے اور بین خزائن الاسرار مین (جو پہلے شرح لکھی تھی اس متن کی) ساٹھ اور کئی آداب تک نوبت پہونچائی ہم ماتن نے پندرہ مستحبات ذکر کیے اور شارح نے اٹھارہ
کیے اور طحطاوی محشی نے سوا اسکے چودہ بڑھا لیے تو سب تمام مستحب ہوئے مستحبات مذکورہ طحطاوی یہ ہین حالت استنجا مین اس انگوٹھی کا اتار رکھنا جس پر اللہ تعالے
یا اسکے رسول کریم کا نام پاک ہو اور مٹی کے برتن سے وضو کرنا اور دستگاہ آفتابہ کو تین بار دھونا اور آفتابہ وضو کو بائین طرف رکھنا اور اگر بڑا برتن طشت وغیرہ کے
مانند ہو اسکو داہنی طرف رکھنا اور غسل کرنے مین آفتابہ کی دستگی پر ہاتھ رکھنا نہ اسکے سر پر اور وضو کے جمیع افعال مین نیت کو ساتھ رکھنا اور وضو مین جلدی اور شتابی
نکرنا ایسا مذکور ہے فتاوی عالمگیری مین اور وضو کا برتن حاجت سے پہلے بھر رکھنا اور استنشاق کے وقت بائین ہاتھ سے ناک جھاڑنا اور بھوون اور موچھ کے نیچے
پانی پہونچانا اور چہرہ دھونے کی ابتدا اوپر سے کرنا اور سر کا مسح مقدم سے شروع کرنا اور ہاتھ پانون کا دھونا انگلیون کے سرون سے شروع کرنا ایسا مذکور ہے معراج الدرایۃ
مین کذا فی الطحطاوی ودلک اعضائہ فی المرۃ الاولی اور مستحب ہے اپنے اعضا کو ملنا اول بار کے دھونے مین ہم مصنف نے دلک اعضا کو مستحبات مین شمار کیا
اور خلاصہ مین کہا ہے کہ دلک اعضا ہمارے مذہب مین سنت ہے خصوصا موسم سرما مین چنانچہ صاحب فتح القدیر نے کہا ہے اور شارح نے دلک اعضا کو سنتون مین شمار کیا کذا
فی الطحطاوی وادخال خنصرہ المبلولۃ صماخ اذنیہ عند مسحہما اور مستحب ہے اپنی بھیگی چھنگلی کا داخل کرنا دونون کانون کے سوراخ مین انکے مسح کرنے کے وقت وتقدیمہ
علی الوقت لغیر المعذور اور نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا غیر معذور کو یعنی وہ معذور کہ جسکا پیشاب اور ریح ہر وقت جاری ہے اسکے حق مین تقدیم وضو کی مستحب نہین

اللہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین لیکن اسکی اسناد مین اضطراب ہو اور مستدرک حاکم مین ابو سعید خدری رض سے یون روایت ہو کہ جو وضو کرے پھر کہے سبحانک اللہم وبحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک تو لکھا جاویگا ورق مین پھر اسپر مہر ہوگی اور نہ ٹوٹیگی قیامت کے دن تک اس روایت کے رفع اور وقف مین اختلاف ہو لیکن نسائی اور طبرانی نے اسکے موقوف ہونے کی تصحیح کی ہو اور نووی نے جو اذکار اور شرح مہذب مین مرفوع اور موقوف ہونے کی تضعیف کی سو غلط ہو اسلیے کہ موقوف کے صحیح ہونے مین شک نہین کذا فی العینی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ مین نسائی اور ابن السنی سے ابو موسی اشعری کی روایت کی کہ مین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے وضو کا پانی لایا آپ نے وضو کیا پھر مین نے سنا کہ آپ فرماتے تھے اللہم اغفر لی ذنبی ووسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی وان یشرب بعدہ من فضل وضوئہ کماء زمزم مستقبل القبلۃ قائما او قاعدا اور مستحب ہو وضو کے بعد کچھ وضو کا بچا پانی پینا زمزم کے پانی کے مانند قبلہ رو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر وفیما عداہما یکرہ قائما اور وضو اور زمزم کے پانی کے سوا اور پانی کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہی ہو یعنی اسواسطے کہ اسمین طب کی راہ سے مضرت ہو نہ دین کی راہ سے کذا فی الطحطاوی وعن ابن عمر کنا نأکل علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہو کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین کہاتے تھے چلنے کی حالت مین اور پیتے تھے کھڑے ہوکے ہم شارح نے اس روایت سے ثابت کیا کہ کھانا چلتے ہوئے اور پینا کھڑے ہوکے جائز ہو ورخص للمسافر شربہ ماشیا اور اجازت ہو مسافر کو پانی پینے کی چلتے ہوئے ومن الآداب تعاہد موقیہ وکعبیہ وعرقوبیہ واخمصیہ اور مستحبات سے ہو خبر گیری کرنی دونون آنکھون کے کویون کی اور دونون ٹخنون کی اور دونون ایڑیون کی اور دونون تلوون کے اندر کی یعنی وضو کے اندر ان مقامون مین پانی پہونچانا اور ایسے غافل نہ ہونا مستحب ہو اسواسطے کہ اونچے نیچے ہونے کے سبب سے ان مقامات مین کبھی تھوڑی خشکی باقی رہجاتی ہو و لہذا حدیث صحیح بخاری و مسلم مین وارد ہو کہ ویل للاعقاب من النار یعنی خرابی ہو ایڑیون کے واسطے دوزخ کی آگ سے یعنی جن ایڑیون مین خشکی رہگئی وضو کرنے مین غفلت سے واطالۃ غرتہ وتحجیلہ اور مستحب ہو دراز کرنا چہرہ اور ہاتھ پاؤن کے دھونے کا یعنی اعضاء مغسولہ کے حدود معینہ سے زیادہ دھونا مستحب ہو ہم صحیحین اور نسائی مین ابو ہریرہ رض سے روایت ہو کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت [illegible] آوینگی وضو کے آثار سے سو جس سے ہوسکے اپنا غرہ بڑھا دے اور دوسری روایت مین ہو کہ ابو ہریرہ رض نے وضو کیا سو اپنا چہرہ دھویا اور دونون ہاتھون کو دھویا یہانتک کہ قریب تھا کہ دونون مونڈھون تک پہونچا پھر دونون پاؤن دھوئے پنڈلیون تک پھر حدیث مذکور پڑھی غرہ کہتے ہین گھوڑے کے چہرہ کی سفیدی کو اور تحجیل کہتے ہین اسکے ہاتھ پاؤن کی سفیدی کو اور یہ زینت ہو گھوڑے کے حق مین تو حدیث مین غرہ اور تحجیل استعارہ ہو انسان کے واسطے وضو کے آثار مین کذا فی التیسیر یعنی مومن کا چہرہ اور ہاتھ پاؤن روشن ہونگے وضو کے آثار سے تو حدود معینہ سے زیادہ کرنا مستحب ہو طحطاوی نے علی زادہ کی شرح شرعہ سے نقل کیا کہ دونون ہاتھون کا دھونا نصف بازو تک اور پاؤن کا دھونا نصف ساق تک مستحب ہو وغسل رجلیہ بیسارہ اور مستحب ہو دونون پاؤن کا دھونا بائین ہاتھ سے ودلکہما عند ابتداء الوضوء فی الشتاء اور مستحب ہو دونون پاؤن کا پانی سے چپڑنا ابتداء وضو مین جاڑے کے موسم مین ہم فتاوی عالمگیری مین بدائع سے تعمیم اعضاء مذکور ہو اسطرح کہ خلف بن ایوب نے کہا کہ لائق یون ہو کہ سرما مین اعضا کو پانی سے چپڑلے تیل ملنے کی طرح پھر اسپر پانی روان کرے اسواسطے کہ سرما مین پانی عضو پر خوب نہین پہیلتا ہو کذا فی [illegible] والتمسح بمندیل اور مستحب ہو اعضا کو پونچھنا رومال سے ہم یعنی موضع استنجا کو کپڑے سے پونچھنا مستحب ہو ایسا ہی فتح القدیر مین اور عالمگیری مین ہو کہ باقی اعضاء وضو کو نہ پونچھے اس کپڑے سے جس سے موضع استنجا کو پونچھا تو اور کپڑے سے پونچھنا درست ہو اور معراج مین ہو کہ لائق یہ ہو کہ مبالغہ نہ پونچھے کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا کہ بعد وضو کے رومال وغیرہ سے پونچھنے مین علما کا اختلاف ہو سو ہمارا مذہب یہ ہو کہ لا باس یعنی کچھ مضائقہ نہین اور ترک افضل ہو اور امام شافعی رح کے نزدیک صحیح قول یہ ہو کہ مکروہ نہین لیکن اسکا ترک مستحب ہو اور بعضون نے کہا کہ موسم گرما مین مکروہ ہو اور سرما مین سردی کے عذر سے مکروہ نہین اور ابن شاہین نے جو ناسخ اور منسوخ مین عائشہ رض کی حدیث روایت کی ہو اور ترمذی نے جو حدیث آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے پونچھنے کی روایت کی ہو سو دونون حدیثین ضعیف ہین انتہی ما فی العینی مختصرا ونفض یدہ اور مستحب ہو ہاتھ کا جھاڑنا اسواسطے کہ جھاڑنا طہارت کی کراہت اور بیزاری پر دلالت کرتا ہو کذا فی الطحطاوی

و قرأة سورة القدر اور مستحب ہے سورۂ انا انزلنا کا پڑھنا وضو کے بعد شارح منیہ نے اسپر بہت ثواب ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی وصلوٰۃ رکعتین فی غیر وقت
کراہۃ اور مستحب ہے بعد وضو کے دو رکعت کا پڑھنا سوا وقت کراہت کے ہم اس نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں صحیح مسلم وغیرہ میں عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں کوئی ایسا مسلمان جو وضو کرے اچھی طرح سے پھر کھڑا ہو اور دو رکعت نماز پڑھے دونوں رکعتوں پر متوجہ ہو کر اپنے دل اور
چہرہ سے مگر اسکے واسطے جنت واجب ہوگی کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول یعنی حضور ظاہری اور باطنی پر جنت کا وعدہ ہے و مکروہہ لطم الوجہ او
غیرہ بالماء تنزیہا اور مکروہ تنزیہی ہے چہرہ وغیرہ پر پانی کو زور سے مارنا والتقتیر والاسراف اور حاجت سے کم و بیش کرنا کمی کی صورت یہ ہے کہ غسل اعضا
میں تیل کے مانند پانی چپڑے بلکہ اچھی طرح اعضا پر تین بار پانی کو روان کرے ومنہ الزیادۃ علی الثلث اور منجملہ اسراف کے ہے تین بار سے زیادہ دھونا لیکن
تسکین دل یا وضو پر دوسرے وضو کے قصد سے زیادت درست ہے چنانچہ مذکور ہو چکا امام بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی میں حدیث صحیح ثابت ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے اور بعضے روایات میں کم و بیش بھی آیا ہے اور صاع چار مد کا ہوتا ہے
اور مد دو رطل کا اور رطل بیس استار کا ہر استار ساڑھے چار مثقال کا اور مد اور من شرعی ایک ہی چیز ہے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام خود پانی وضو کا کم صرف کرتے
اور بہت پانی بہانے سے منع فرماتے اور فرماتے کہ میری امت میں وہ لوگ پیدا ہونگے جو وضو میں تعدی اور بیجا زیادتی کرینگے اور فرماتے تھے کہ وضو کا ایک شیطان ہے
نام اسکا ولہان ہے تو پانی کے وسواس سے پرہیز کرو کذا فی سفر السعادۃ و شرحہ آپ چونکہ ہر مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے تو مد اور من شرعی لکھنؤ کے سیر کے
حساب سے تخمیناً تین پاؤ پختہ کا ہوا اسواسطے کہ لکھنؤ کا پختہ سیر ۹۶ روپیہ کا ہے اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا اور صاع جس سے غسل سنت ہے تین سیر قدرے زائد کا ہوا
عادت ہوگئی ہے پانی کے اسراف کی لہذا اکثر لوگ اسقدر پانی میں متحیر ہوتے ہیں اگر تنگ ٹونٹی کے لوٹے سے باحتیاط وضو کریں اسطرح سے کہ بدن پر پانی گرے زمین پر
بیفائدہ نگرے تو تین پاؤ پانی سے بخوبی وضو ہو سکتا ہے اسکا ضرور اہتمام کرنا چاہیے تاکہ سنت پر عمل کرنیکا ثواب حاصل ہو اور اسراف مکروہ سے اجتناب فیہ
تحریما لو بماء النہر والمملوک لہ کہ پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگرچہ نہر کے پانی سے یا اپنے مملوک پانی سے وضو ہو ہم مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک حرام نہیں حرام
سے قریب ہے اور محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام ہے یعنی اما الموقوف علی من یتطہر ومنہ ماء المدارس فحرام اور وہ پانی جو طہارت کرنے والوں پر وقف کیا گیا اور
وقف کی قسم سے مدرسوں کا پانی ہے اسمیں تو اسراف کرنا حرام ہے بالاتفاق وتثلیث المسح بماء جدید اور تین بار مسح کرنا نئے پانی سے مکروہ ہے اما بماء واحد
فمندوب او مسنون اور ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا تو مستحب ہے یا مسنون چنانچہ منح الغفار میں زیلعی سے منقول ہے ہم ہدایہ میں اسکو مشروع کہا ہے اور عینی نے
کہا کہ مسنون ہونے کی بھی امام سے روایت ہے اور صحیح قول امام سے ترک تثلیث کا ہے انتہی ومن منہیاتہ التوضی بفضل ماء المرأۃ اور وضو کی ممنوعات سے
عورت کے وضو یا غسل کے باقی بچے پانی سے وضو کرنا ہے اسواسطے کہ شاید اس سے مرد کو کچھ تلذذ حاصل ہو یا یہ وجہ ہے کہ اکثر عورتوں کو نجاست سے محافظت کم ہوتی ہے
اور یہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی او فی موضع نجس لان لماء الوضوء حرمۃ یا مکروہ ہے وضو کرنا ناپاک مکان میں اسلیے کہ وضو کے پانی کی کچھ
حرمت ہے ہم طحطاوی نے کہا اور یہ بھی وجہ ہے کہ وہاں نجاست کی چھینٹوں کے پڑنے کا خوف ہے او فی المسجد الا فی اناء یا مکروہ ہے وضو کرنا مسجد کے اندر مگر مسجد میں
برتن کے اندر وضو جائز ہے او فی موضع اعد لذلک یا وضو جائز ہے مسجد کے اس مکان میں جو وضو کرنے کو بنایا گیا چنانچہ اس ملک میں مسجد کے لب فرش وضو
کے واسطے بناتے ہیں والقاء النخامۃ والامتخاط فی الماء اور مکروہ ہے تھوکنا اور سنکنا پانی میں یعنی اگرچہ آب جاری ہو طحطاوی نے کہا یہ کراہت تنزیہی ہے اسواسطے کہ
انکے ترک کرنے کو مستحبات میں شمار کیا ہے وینقضہ خروج کل خارج نجس بالفتح ویکسر منہ ای من المتوضی الحی اور وضو کو توڑتا ہے نکلنا ہر ناپاک چیز نکلنے والی کا
زندہ وضو کرنے والے سے شارح نے کہا نجس بفتح جیم ہے اور کبھی جیم کو کسرہ یعنی زیر بھی دیا جاتا ہے ہم نجس بفتح جیم عین نجاست کا نام ہے اور بکسر جیم اسکا نام ہے جو ناپاک
ہو تو یہ عام تر ہے تو تعریف میں دونوں طرح ہو سکتا ہے مگر فتح جیم کا الیق ہے کہ نکلنا ... اور ہے اور لغت کی راہ سے دونوں میں کچھ فرق نہیں چنانچہ نہر الفائق میں ہے زندہ کی قید سے

اور وہ نکل گیا اسواسطے کہ خروج نجاست کا مروہ سے ناقض اُسکے وضو کا نہین بلکہ موضع نجاست کا دھونا چاہیے کذا فی الطحطاوی معتادا او لا نجس خارج عادت کی
چیز ہو جیسا کہ بول اور براز یا عادت کی چیز نہ ہو جیسا کہ خون کا نکلنا من السبیلین اولا بول و براز کی راہ سے نجاست نکلے یا نہین اسلئے کہ ماظہر بالبناء للمفعول ا ے
الی ما یلحقہ حکم التطہیر ناقض وضو ہی نکلنا نجاست کا اُس مقام تک بدن سے جو طاہر کیا جاتا ہی یعنی جسکے پاک کرنیکا حکم لاحق ہوتا ہی وضو یا غسل مین ثم المراد بالخروج
من السبیلین مجرد الظہور پھر اسکو معلوم کر کہ خروج سبیلین سے مراد فقط ظاہر ہوتا ہی بدون سیلان کے یعنی جب نجاست بول اور براز کی راہ سے ظاہر
ہوئی خروج متحقق ہوا اور وضو ٹوٹ گیا اگر سیلان نہو ہم محیط مین ہی کہ حد خروج کی انتقال ہی باطن سے ظاہر کی طرف اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی مگر بسبب سیلان
کرنیکے موضع نجاست سے اسلئے خروج کی تعبیر سیلان سے کی بخلاف اسکے اگر نجاست ظاہر ہوئی سبیلین کے سرے پر کہ وہ وضو کی ناقض ہی اگرچہ سائل نہوئی
اسواسطے کہ اس سبیلین مین نجاست کا مکان نہین ہی وہان تو نجاست آتی ہی اپنے مکان اصلی سے منتقل ہوکر تو انتقال نجاست کا ظاہر ہے معلوم ہوا ظہور
کو خروج کے قائم مقام کر دیا کذا فی الدرر للاخصر وفی غیرہا ای غیر السبیلین اور غیر سبیلین کے سوا مین خروج اُسیوقت ہی کہ سیلان پایا جاوے نکلنا اور حد سیلان کی یعنی بہنے
کی حد یہ ہی کہ نجاست زخم کے اوپر آوے پھر وہان سے ڈھلے ایسا بیان کیا ہی ابو یوسف نے اسواسطے کہ جو نجاست اپنی جگہ سے ڈھلتا پایا جاتا گا تو اوسکی
مکان سے نجاست کا انتقال ہوگا کیونکہ جبتک خون سر زخم کے برابر ہی اور سامنے ہی تو اسکا مکان اصلی ہی اور اسی تقریر سے معلوم ہوگیا کہ غیر سبیلین مین خروج
مین سیلان ہی کذا فی الدرر الحاصل سبیلین مین خروج نجاست کا تحقق فقط ظاہر ہو جانے سے ہوتا ہی اگرچہ سیلان نہو اور غیر سبیلین مین یعنی زخم وغیرہ مین خروج
ثابت نہوگا بدون سیلان کے ولو بالقوۃ لما قالوا لو مسح الدم کلما خرج ولو ترکہ لسال نقض والا لا اگرچہ سیلان بالفعل نہو بلکہ بالقوۃ ہو یعنی بہنے کی لیاقت
قابلیت رکھتا ہو تو ناقض ہوگا اسلئے کہ فقیہون نے کہا ہی کہ اگر خون نکلنے کو پونچھ ڈالا اور بہنے نہ دیا لیکن اگر نہ پونچھتا تو بہتا تو ویسا خون وضو کو توڑتا ہی
اور جو ایسا نہین وہ ناقض نہین یعنی اگر بہنے کے لائق نہین وہ وضو کو نہین توڑتا کما لو سال فی باطن عین او جرح او ذکر ولم یخرج جیسے وضو کو نہین توڑتا وہ خون
جو بہا آنکھ کے اندر یا زخم کے اندر یا ذکر کے اندر اور باہر نہ نکلا اسواسطے کہ ان مواضع کا دھونا نہ وضو مین لازم ہی نہ غسل مین یہ تفسیر ہی قولہ الی ما یلحقہ حکم التطہیر کا وکدمع
وعرق الا عرق مدمن الخمر فناقض علی ما سیذکرہ المصنف ولنا فیہ کلام اور جیسے آنسو اور پسینا وضو کو نہین توڑتا اسلئے کہ نجس نہین مگر دائم الخمر کا پسینا اوسکے وضو
کا ناقض ہی بنا بر اُس قول کے جسکو مصنف ذکر کریگا آخر کتاب فوائد شتی مین اور ہمکو اسمین گفتگو ہی ہم حاصل کلام شارح یہ ہی کہ وہ قول ضعیف اور تخریج غریب اور
قابل اعتماد کے لائق نہین کذا فی الطحطاوی وخروج غیر نجس مثل ریح او دود او حصاۃ من دبر اور وضو کو توڑتا ہی نکلنا پاک چیز کا مقعد سے جیسا کہ
ہوا یا کیڑا یا پتھری ہم ریح اگرچہ ناپاک نہین قول صحیح مین جیسا کہ زاہدی وغیرہ مین ہی مگر وضو کی ناقض ہی نجس کی مجاورت کے سبب سے اور کیڑے اور
پتھری وغیرہ پر اگرچہ نجاست قلیل ہی لیکن انکا نکلنا سبیلین سے ناقض وضو ہی چنانچہ درر مین مصرح ہی کذا فی المنح لا خروج ذلک من جرح ناقض وضو
نہین نکلنا ریح اور کیڑے اور پتھری کا زخم سے ولا خروج ریح من قبل غیر مفضاۃ اور ناقض وضو نہین نکلنا ریح کا اس عورت کی فرج سے جو مفضاۃ نہین اگر
اما ہی فیندب لہا الوضوء وقیل یجب وقیل لو منتنۃ لیکن مفضاۃ کو تو وضو کرنا مستحب ہی فرج سے ریح نکلنے سے اور بعضون نے کہا واجب ہوا اور بعضون نے کہا کہ اگر بدبو ہو ریح مین تو
واجب ہی وضو اور نہین تو نہین ہم مفضاۃ وہ عورت ہی جسکی دونون راہین ایک ہو گئین درمیان کا پردہ پھٹ کر وذکر لانہ اختلاج اور ناقض وضو نہین
نکلنا ذکر کی ریح اسواسطے کہ یہ اختلاج ہی یعنی عضو کا پھڑکنا ہی درحقیقت خروج ریح نہین ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا کہ فرج اور ذکر
کی ریح اسواسطے وضو کی ناقض نہین کہ وہ نجاست کے مقام سے نہین اٹھی اور ریح ناقض نہین ہوتی مگر اسی وجہ سے اور یہ وجہ نہین ہی کہ ریح
خود نجس ہی حتی لو خرج ریح من الدبر وہو یعلم انہ لم یکن من الاعلی فہو اختلاج فلا ینقض یہانتک کہ اگر خارج ہوئی ریح مقعد سے اور وہ جانتا ہی
کہ اوپر سے نہین اُتری تو وہ بھی اختلاج ہی درحقیقت خروج نہین تو ناقض وضو نہوگا کذا فی المنح عن الخلاصۃ وانما قید بالریح لان خروج الدود

دا خون بافہ بینہما ناقض اجماعا کما فی الجوہرۃ اور مصنف نے پیچ کی قید نہیں لگائی اسواسطے کہ کیڑے اور پتھری کا نکلنا فرج اور ذکر سے وضو کا توڑنے والا ہے
بالاتفاق چنانچہ جوہرہ میں مذکور ہے اور اسی طرح خانیہ میں صحیح ہے اور سراج وہاج میں اسپر اجماع نقل کیا ہے لیکن زیلعی نے اُس کیڑے میں جو فرج سے نکلا ہے
خلاف نقل کیا ہے اور اسیطرح شارح وقایہ نے کما فی النہر فلا خروج دودۃ من جرح او اذن او انف او فم وکذا اللحم سقط منہ لطہارتہ وعدم
السیلان فیما علیہ وہو مناط النقض اور وضو کو نہیں توڑتا نکلنا کیڑے کا زخم سے یا کان سے یا ناک سے یا منہ سے اور اسی طرح ناقض وضو نہیں وہ
گوشت جو کہ گر پڑا زخم سے بسبب پاک ہونے کیڑے اور گوشت کے اور نہ پہنچنے اُس رطوبت کے جو ان دونوں پر ہے اور سیلان یہی مدار ہے وضو توڑنے کا یعنی
بیماری میں ہم زخم کا کیڑا پیدا ہوا ہے گوشت سے اور گوشت پاک ہے برخلاف اُس کیڑے کے جو مقعد سے نکلا کہ وہ نجاست سے پیدا ہوا ہے اور گوشت کی
طہارت اُس شخص کے حق میں اسواسطے کہ فقہا نے کہا کہ جو چیز زندہ سے جدا ہوئی وہ مردار کے مانند ہے مگر اُسی زندہ کی ذات کے حق میں یہانتک کہ اگر اسکو
وہ لیے رہیگا تو نماز اسکی فاسد نہوگی تو حلبی کا یہ اشکال ساقط ہوگیا کہ گوشت یعنے ساقط گوشت نجس ہے نہ طاہر کذا فی الطحطاوی والمخرج بعصر والخارج
بنفسہ سیان فی حکم النقض علی المختار کما فی البزازیۃ قال لان فی الاخراج خروجا فصار کالفصد وفی الفتح عن الکافی انہ الاصح واعتمدہ القہستانی وفی القنیۃ
وجامع الفتاوی انہ الاشبہ ومعناہ انہ الاشبہ بالمنصوص روایۃ والراجح درایۃ فیکون الفتوی علیہ اور جو خون وغیرہ زخم اور پھوڑے سے نکالا گیا دابنے
اور نچوڑنے سے اور جو آپ سے نکلا دونوں برابر ہیں وضو توڑنے کے حکم میں بنا بر قول مختار کے چنانچہ بزازیہ میں ہے اُسکے مصنف یعنی بزازی نے
کہا اسواسطے کہ نکالنے میں نکلنا بھی ثابت ہے یعنی خروج اخراج کو لازم ہے تو نکالنا فصد کے مانند ہوگیا یعنی فصد بالاتفاق ناقض ہے باوجود اخراج کے اور فتح القدیر
میں کافی سے منقول ہے کہ مخرج کا ناقض ہونا صحیح تر قول ہے اور اسپر قہستانی شارح نقایہ نے اعتماد کیا ہے اور قنیہ اور جامع الفتوی میں ہے کہ یہی قول اشبہ ہے
اور اشبہ کا مطلب یہ ہے کہ قول مذکور زیادہ تر مناسبت رکھتا ہے اُس قول سے جو منصوص ہے روایت کی راہ سے یعنی فصد سے اور اُس قول سے جو راجح ہے اور
عقل کی راہ سے تو موجب نقول مذکورہ کے اسی پر فتوی ہے کاہم مخرج کا ناقض ہونا عالمگیری میں وجیز کردری اور قنیہ اور شرح منیہ سے منقول ہے اور حسن چلپی کے
حاشیہ شرح وقایہ میں بھی قول تتمہ اور خلاصہ اور کافی اور شمس الائمہ سرخسی سے مذکور ہے حجامت اور فصد اور مص علق پر قیاس کرنے سے اگرچہ محشی مذکور نے
قیاس مذکور کو غیر مستقیم کہا ہے اور خارج بنفسہ اور مخرج بالعصر میں فرق ثابت کیا ہے لیکن بقول علامہ عینی کے باب عبادت میں مخرج کے ناقض ٹھہرانے میں
احتیاط ہے اگرچہ صاحب ہدایہ اور شارح وقایہ اور ظہیریہ کے مصنف اسکو ناقض نہیں کہتے وینقضہ قیء ملأ فاہ بان یضبط بتکلف اور ناقض وضو قے ہے منہ بھر کے
اسطرح پر کہ بہت تکلف سے منہ کے اندر تھم سکے ہم اور ینابیع میں کہا کہ قول صحیح یہ ہے کہ منہ بھر کے قے وہ ہے جسکے روکنے پر قدرت نہو کذا فی الطحطاوی من مرۃ بالکسر
صفرا او علق ای سوداء قے مذکور ناقض ہے صفرا سے ہو یا سودا سے مرہ بکسر میم وتشدید را عبارت ہے صفرا سے یعنے زرد کڑوا پانی اور علق بفتح عین و لام
عبارت ہے سودا سے ہم قاموس میں ہے کہ علق بالتحریک خون ہے مطلق یا نہایت سرخ یا غلیظ یا بستہ خون طحطاوی نے کہا یہاں خون بستہ مراد ہے خون بستہ کی
قید اسلیے لگائی کہ اگر خون سائل ہو تو ناقض ہے اگرچہ منہ بھر کے قے نہو انتہی قول شارح نے علق کو سودا کہا حالانکہ یہاں علق سے خون بستہ مراد ہے اسواسطے کہ خون
بستہ نہیں ہوتا مگر احتراق سے ہر خلط سودا ہو جاتا ہے تو علق خون حقیقی نرا سودا ہوگیا کذا فی العینی واما العلق النازل من الراس فغیر ناقض اور جو خون
بستہ کہ سر سے اُترا وہ تو وضو کو نہیں توڑتا او طعام او ماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر یا قے ہو کھانے یا پانی کی جبکہ کھانا یا پانی پیٹ تک پہونچ گیا
اگرچہ اُسمیں نہ ٹھہرا فوراً گر پڑا ناقض ہے وضو کا ہم اور حسن کا قول یہ ہے کہ اگر طعام اور پانی فوراً گر پڑا تو ناقض نہیں مجتبی میں اسکو مختار کہا ہے اور
معراج الدرایہ میں اسکی تصحیح کی ہے تو یہاں دونوں قول مختلف کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی وہو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ
ارتضاعہ ہو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ذکرہ الحلبی اور وہ قے مذکور نجس مغلظ ہے اگرچہ شیر خوار لڑکے نے قے کی ہو دودھ پی کر فوراً یہی قول صحیح ہے بسبب

الیا نے نجاست معدے کے ایسا ذکر کیا ہے جیسے نبی یعنی کھانا اور پانی اور دودھ جو فوراً قے ہو گیا وہ ناپاک ہو گیا ہے پیٹ کی نجاست سے مخلوط ہو کر جو قے ہوتی
المریٔ فلا نقض اتفاقاً کما فی حتیۃ اور وہ کثیر الطہارۃ ہے فی نفسہ اور کھانا یا پانی یا دودھ مری میں یعنی طعام اور شراب کے مجری میں تھا پیٹ تک نہیں پہنچا
اور قے ہو گیا تو وضو کا توڑنا بالاتفاق ثابت نہیں جیسے کچھ سے یا بہت سے کیڑوں کی قے ناقض نہیں بسبب پاک ہونے ان کے اور کمی کے اپنی ذات میں یعنی اوپر
سے قدر کہ نجاست اُن پر ہے وہ قلیل ہے منہ بھر کے نہیں کذا فی الطحطاوی کما لو قاء الطعام فانہ طاہر مطلقاً ایضاً یعنی جیسے سوتے آدمی کی رال ناقض نہیں اسواسطے کہ وہ
پاک ہے اسی طرح اسی کا فتوی ہے ہم رال مطلقاً پاک ہے خواہ سر سے اُترے یا پیٹ سے چڑھے خواہ زرد رنگ بدبودار ہو یا نہ ہو اور اس اطلاق کے مقابل وہ قول ہے ابو نصر کا
مختار کہ جو رال پیٹ سے زرد رنگ بدبودار ہے وہ قے کے مانند ہے اور جو سر سے اُترے وہ پاک ہے نجس نہیں ہے کہ رال پاک ہے کسی طرح کی ہو اور اسی قول پر فتوی ہے کذا
فی الطحطاوی بخلاف ما قاء المیت فانہ نجس کالقیٔ یعنی خبر اور اول وان لم ینقض لقلتہ لنجاستہ بالاتصال الا بالمجاورۃ برخلاف میت کی رال کے اسواسطے کہ
وہ نجس ہے جیسے نفس شراب یا پیشاب کے تو اگرچہ وہ ناقض نہ ہو قلت کی وجہ سے لیکن ناپاک ہو نہ شراب یا پیشاب کے اپنی اصل میں نجس ہے نہ کہ نجاست
الجاورۃ سے برخلاف اور چیزوں کے کہ وہ اختلاط نجاست سے ناپاک ہو جاتی ہیں ذات اُن کی ناپاک نہیں لا ینقضہ قیٔ من بلغم علی المعتمد اصلاً یعنی قے
منہ کو بلغم کی قے مطلقاً بنا بر قول معتمد کے ہم بلغم خواہ سر سے اُترا خواہ پیٹ سے چڑھا منہ بھر کے ہو یا کم مختلط الطعام ہو یا نہو مگر جبکہ طعام سے منہ بھر ہو ایسا ہی ہم
اور متن میں اور شارح کا قول علی المعتمد اُس بلغم کی طرف راجع ہے جو پیٹ سے چڑھا ہے کہ جو بلغم سر سے اُترا ہے بالاتفاق ناقض نہیں کذا فی الطحطاوی الا المخلوط بالطعام
فیعتبر الغالب اگر وہ بلغم جو طعام کے ساتھ مخلوط نکلا تو غالب کا اعتبار ہو گا یعنی اگر بلغم غالب ہے تو ناقض وضو نہیں اور اگر طعام غالب ہے تو ناقض ہے بلغم بہتر ہے کہ
مثل طعام کی پہلی وہن کا اعتبار کرتا جیسا صاحب بحر الرائق نے کیا تاکہ اس صورت کو شامل ہوتا جبکہ طعام مغلوب ہوا اور باوجود اسکے منہ کو بھر دے لہذا
صاحب بحر نے غلبہ طعام کو اسطرح بیان کیا کہ حالت انفراد میں منہ کو بھر دے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولو استویا فکل علیحدۃ اور اگر بلغم اور
طعام دونوں برابر ہیں تو ہر ایک کا اعتبار جدا جدا ہے یعنی اگر طعام بقدر بھری دہن کے ہے تو ناقض ہے اور نہیں تو ناقض نہیں وینقضہ دم مائع من جوف
او فم تغلب علی بزاق حکماً للغالب اور وضو کو توڑتا ہے وہ پتلا خون پیٹ یا منہ کا جو غالب ہو گیا تھوک پر اسواسطے کہ غالب پر حکم ہوتا ہے او ساواہ احتیاطاً
یا خون برابر ہے تھوک کے تو بھی ناقض ہو گا احتیاط کی راہ سے ہم خون کے غالب ہونے یا برابر ہونے کی یہ علامت ہے کہ تھوک سرخ ہو گا اور مغلوب ہونے کی نشانی
یہ ہے کہ تھوک زرد ہو گا کذا فی شرح الوقایہ والبحر ولا ینقضہ المغلوب بالبزاق اور وہ خون وضو کو نہیں توڑتا جو تھوک سے کم ہو والقیح کالدم اور پیپ خون کے
مانند ہے وضو توڑنے کے حکم میں یعنی اگر پیپ تھوک سے غالب ہے یا برابر ہے تو ناقض ہے اور اگر کم ہے تو ناقض نہیں والاختلاط بالمخاط کالبزاق اور خون اور پیپ کا
رینٹ سے ملنا تھوک کے ملنے کے برابر ہے حکم مذکور میں یعنی غالب اور مساوی ناقض ہے اور مغلوب ناقض نہیں وکذا ینقضہ علقۃ مصت عضواً وامتلأت
من الدم ومثلہا القراد ان کان کبیراً لانہ حینئذ یخرج منہ دم مسفوح سائل اور اسی طرح وضو کو توڑتا ہے وہ کیڑا اور جونک جسنے عضو کو چوسا اور خون سے
بھر گیا اور چچڑی جونک کے برابر ہے وضو توڑنے میں بشرطیکہ بڑی چچڑی سے دم مسفوح یعنی رواں خون نکلتا ہے جونک کے مانند کذا فی الخانیہ والا لکن العلقۃ والقراد
کذلک لا ینقض لو کان ذباب کما فی الخانیۃ لعدم الدم المسفوح اور اگر جونک اور چچڑی ایسی نہو کہ اس سے خون جاری نکلے تو وہ ناقض وضو نہیں جیسے اور
مکھی کے مانند جیسا کہ خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان میں مذکور ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا خون سائل کے نہونے سے وفی القہستانی لا ینقض ما لم یتجاوز الورم
اور قہستانی میں ہے کہ خون ناقض نہیں جبتک ورم سے تجاوز نکرے ہم بحر الرائق میں شیخ الاسلام کے مبسوط سے منقول ہے کہ سر زخم ورم کر گیا پھر اس سے
پیپ وغیرہ کچھ ظاہر ہوا تو ناقض نہو گا جبتک ورم سے تجاوز نکرے اسواسطے کہ موضع ورم کا دھونا واجب نہیں تو تجاوز نہوا اُس موضع کی طرف جسکو
تطہیر کا حکم لاحق ہے طحطاوی نے کہا یہ حکم اس صورت کو مخصوص ہے جہاں دھونا ورم کو ضرر کرتا ہے اور اگر ضرر نہیں کرتا تو دھونا ورم کا واجب ہو گا

نیند یا اگلی کتابوں میں علامہ ابوسعود نے کہا علاوہ یہ ہے کہ نوم کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ نوم کے سوا اور بھی نواقض کا یہی حکم ہے تو اس وقت میں حضرات انبیا علیہم الصلوۃ
والسلام کا وضو کرنا مستحبوں کی تشریع کے واسطے تھا اگر مشغول نواقض سے کہ اغما اور غشی مستثنیٰ ہیں کذا فی الطحطاوی وہی ینقض اغماء ہم وغشیہم ظاہر کلام ابوسعود کا ہم
اور انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کا اغما اور غشی ناقض وضو ہے یا نہیں جواب اسکا ظاہر کلام ابوسعود سے یہ ہے کہ ان ناقض ہے ہم اغما یعنی بیہوشی بیماری کی ایک قسم ہے
جس سے قوتیں ضعیف ہو جاتی ہیں اور عقل زائل نہیں ہوتی بلکہ عقل کو چھپا لیتی ہے برخلاف جنون کے کہ وہ عقل کو زائل کر دیتا ہے اور غشی یہ ہے کہ قوت محرکہ اور حساسہ
معطل ہو جاوے بسبب قلب کے ضعیف ہو جانے کے گرسنگی وغیرہ سے جیسا کچھ قہستانی میں ہے اور غشی نوم کے برابر ہے زوال اختیار اور فوت قدرت میں بلکہ نوم سے زائد ہے
اس واسطے کہ نائم کا نفس سے ہوشیار ہو جاتا ہے اور غشی جو اغما کی ایک قسم ہے اسکا صاحب ہوشیار کرنے سے بھی ہوشیار نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وتبیینہ اغماء کہ
ہوتا غشی اور وضو کو توڑتا ہے اغما اور اسکی قسم سے ہے غشی یعنی اغما اور غشی دونوں ناقض ہیں وجنون اور جنون یعنی دیوانگی ناقض وضو ہے جنون عبارت ہے
زوال عقل سے اور اسکا ناقض ہونا ظاہر ہے باعتبار عدم مبالات کے اور عدم تمیز حدث کی غیر حدث سے کیونکہ مجنون مسلوب العقل ہو جاتا ہے لہذا انبیا
علیہم الصلوۃ والسلام پر جنون کا ہونا صحیح نہیں اور اغما صحیح ہے اس واسطے کہ عقل اس میں مغلوب ہے نہ مسلوب کذا فی العینی وسکر بحشیش فی مشیہ تمائل ولو باکل
الحشیشۃ اور ناقض وضو ہے وہ نشہ کہ مست اپنی چال میں ادھر ادھر جھکتا جاتا ہو اگرچہ بھنگ کے کھانے سے نشہ حاصل ہوا ہو نشہ اور مستی عبارت ہے
سرور سے جو عقل پر غالب ہو جاوے بعض مسکرات کے استعمال سے تو آدمی عقل کے موافق عمل نہیں کر سکتا مگر اسکی عقل زائل نہیں ہو جاتی اسی واسطے وہ خطاب
نشہ لانے والی
شرع کے لائق باقی رہتا ہے یہی قول تحقیق ہے اور بعضوں نے کہا کہ مستی کا سرور عقل کو زائل کر دیتا ہے اور باوجود زوال عقل کے اسکا مکلف ہونا بطریق زجر اور
توبیخ کے ہے کذا فی الطحطاوی وقہقہۃ اور قہقہہ یعنی ٹھٹھا مار کے ہنسنا ناقض ہے بشروط آئندہ مقتضیٰ قیاس اسکو چاہتا ہے کہ قہقہہ ناقض نہو اس واسطے کہ وہ خارج
نجس نہیں اور یہی مذہب ہے شافعی اور مالک اور احمد وغیرہم کا اور ہمارے مذہب کی دلیل وہ حدیث ہے جو چند صحابیوں سے مرفوع مروی ہے از انجملہ ایک طریق یہ ہے کہ
میں ابوالعالیہ ابوموسیٰ اشعری سے راوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے کہ ایک کم نظر آدمی آیا اور اس گڑھے میں گر پڑا جو مسجد میں تھا اس بہت لوگ
جو نماز میں تھے ہنس پڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والوں کو فرمایا کہ وضو اور نماز کا اعادہ کریں اور بیہقی نے خلافیات میں اسناد اسکے روایت کی پھر اس
حدیث کو معلول کہا اس طرح پر کہ ثقات کی جماعت نے اس حدیث کو عن ابی العالیہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا یعنی تابعی نے صحابی کا نام نہیں لیا
میں کہتا ہوں بیہقی اس حدیث کے رد کرنے پر قادر نہوا سوائے مرسل کہنے کے اور حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور مرسل ابوالعالیہ کا صحیح ہے اور عجیب بات ہے
احمد بن حنبل سے اس واسطے کہ انکا مذہب یہ ہے کہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو تقدیم دیتے ہیں قیاس پر سو یہاں انھوں نے قیاس کو حدیث مرسل پر مقدم کیا
کذا فی العینی مختصراً وتمام البیان فیہ ہی ما یسمع جیرانہ قہقہہ وہ ہنسی ہے جسکو پاس کے لوگ سنیں اور ضحک وہ ہنسی ہے جسکو آپ آدمی سنے اور کوئی نہ سنے اور ضحک کا
حکم یہ ہے کہ وہ وضو کا ناقض نہیں نماز کا مبطل ہے اور تبسم وہ ہنسی ہے جس میں مطلق آواز نہو بلکہ فقط دانت کھل جاویں اسکا حکم یہ ہے کہ نہ وضو اس سے جاتا ہے نہ نماز
بالغ ولو امرأۃ سہواً یقظان قہقہہ جاگتے جوان کا ناقض ہے اگرچہ عورت ہو گو بھول کر قہقہہ کیا ہو فلا یبطل وضوء صبی و نائم بل صلوتہما بہ یفتیٰ تو لڑکے اور
سوتے کا قہقہہ وضو کو باطل نکریگا بلکہ دونوں کی نماز کو باطل کریگا اسی قول کا فتویٰ ہے تصلی ولو حکماً کالبانی ناقض وضو ہے قہقہہ اس جاگتے جوان کا
جو نماز پڑھتا ہے خواہ افعال نماز کے بالفعل ادا کرتا ہے یا نمازی کا حکم رکھتا ہے بانی کے مانند بانی وہ شخص ہے جسکا وضو نماز میں ٹوٹا پھر وضو کرنے کو گیا اس قصد سے
کہ وضو کے بعد نماز مذکور کو تمام کریگا سو وضو کرنے کے بعد قہقہہ مار کے ہنسا وضو ٹوٹ گیا کذا فی فتاویٰ قاضی خان بطہارۃ صغریٰ ولو تیمما اصالۃ مستقلۃ
نماز پڑھتا ہو اس طہارت صغریٰ کے ساتھ جو بالاستقلال کی ہے نہ در ضمن غسل اگرچہ تیمم ہو طہارت صغریٰ عبارت ہے وضو اور تیمم سے اور طہارت کبریٰ عبارت ہے
غسل سے فلا یبطل وضوء فی ضمن الغسل تو باطل نہوگا وہ وضو قہقہہ سے جو تمام بدن کے دھونے کے ضمن میں حاصل ہوا ہو اور اگر اول وضو کر کے غسل کریگا

لمس جب مقارن ہو شہوت سے تو جماع مراد ہوتا ہے اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا چھونا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کا نماز کے اندر ثابت ہے
اور صحیحین میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چھونا عائشہ صدیقہ کے پاؤں کا نماز میں ثابت ہے لیکن یہ مستحب بالخروج من الخلاف لا سیما للامام لیکن
وضو کرنا مس ذکر اور مس عورت سے مستحب ہے تاکہ باتفاق مجتہدین کے طہارت حاصل ہو خصوصاً امام کے حق میں یعنی اسواسطے کہ امام کے پیچھے اور فرق
اور مخالف مذہب نماز پڑھتے ہیں تو مقتدیوں کی رعایت کرنا خوب بات ہے لیکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ فی مذہبہ لیکن بشرطیکہ ارتکاب مکروہ کا
اپنے مذہب میں لازم نہ آوے ہم شارح سے مشابہ اسکے کیا اس مفہوم سے جو اس کلام سے سمجھا گیا کہ امام کو رعایت مقتدیوں کے مذہب کی مستحب ہے
خواہ اس مسئلے میں یا اسکے غیر میں والا اس مسئلے میں تو اپنے مذہب کے مکروہ کا کچھ بھی ارتکاب نہیں کذا فی الطحطاوی یعنی ایسا ہی کہا لا ینتقض لو خرج
من اذنہ ونحوہا کعینہ وثدیہ قیح ونحوہ کصدید وماء سرۃ وغیرہ لا لوجع وان خرج بہ اے بالوجع ہے وضو نہیں ٹوٹتا اگر موضع سے کہ کان سے اور مانند اسکے جیسا کہ اسکی آنکھ یا اپنی چھاتی
سے بدون درد کے پیپ نکلا اور اسکے مانند جیسا کہ زرد آب اور ناف کا پانی وغیرہ یعنی ناف کا پیپ اور زرد آب نکلا ناقض نہ ہوگا بدون درد کے وان خرج
ای لوجع نقض لانہ دلیل الجرح اور اگر پیپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلا تو وضو کا ناقض ہوگا اسواسطے کہ درد کے ساتھ نکلنا وجود زخم کی دلیل ہے ہم بحر الرائق میں
کہا کہ بانی میں یہ تفصیل البتہ خوب ہے اور پیپ اور زرد آب تو بدون زخم کے نہیں ہوتا نہر الفائق میں اسکا جواب دیا کہ ممکن ہے کہ زخم چنگا ہو کر پیپ نکلا ہو اور
درد کا نہونا ہی صحت کی علامت ہے فتاوی عالمگیری میں ماتن کی تفصیل کے موافق محیط سے شمس الائمہ حلوائی کا فتوی نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اسطرح
ذخیرہ اور زیلعی اور سراج وتاج میں مذکور ہے تو صاحب بحر کا شبہ لائق التفات کے نہیں رہا فمن بہ رمد او عمش ناقض فان استمر صار ذا عذر مجتبی
والناس عنہ غافلون جب معلوم ہوا کہ جو درد کے ساتھ خارج ہو وہ ناقض ہے تو آنسو اس شخص کا جسکی آنکھ اٹھ آئی اور دکھتی ہے یا ایسی چوندی اور چیپڑی
کہ اکثر پانی بہا کرتا ہے ناقض وضو ہے اور اگر آنسو بہنا دائمی ہو گیا تو یہ شخص معذور ہو گیا اور معذور کا حکم باب الحیض میں معلوم ہوگا ایسا مذکور ہے مجتبی میں اور
لوگ اس مسئلے کے حکم سے غافل ہیں یعنی اس آنسو کو ناقض وضو نہیں جانتے ہیں ہم فقہا نے کہا ہے جسکی آنکھ بہتی رہے یا عمش سے آنسو جاری ہو اسکو ہر وقت
نماز کے وضو کرنے کا امر کیا جاوے صاحب بحر نے کہا یہ تعلیل اسکی مقتضی ہے کہ یہ استحباب کا امر ہے صاحب نہر نے کہا بلکہ وجوب کا امر ہے بقرینہ مرض اسیطرح فتح القدیر
میں ہے اور مجتبی میں اسکی وجہ یوں بیان کی ہے کہ شاید پلکوں کے زخم سے آنسو آتا ہو کذا فی الطحطاوی کما ینقض لو حشا احلیلہ بقطنۃ وابتل الطرف
الظاہر ہذا لو القطنۃ عالیۃ او محاذیۃ لرأس الاحلیل وان متسفلۃ عنہ لا ینقض جیسے ناقض وضو ہے اگر مرد نے پیشاب کے سوراخ میں روئی بھر دی ہے
اور روئی کی ظاہر طرف تر ہو گئی یہ انتقاض وضو کا حکم اس صورت میں ہے کہ اگر روئی سوراخ کے سرے سے اونچی ہو یا برابر ہو اور اگر سوراخ کے سرے سے
نیچی ہے اور طرف ظاہر تر ہو جاوے تو تر ہونا ناقض نہ ہوگا اسواسطے کہ خروج متحقق نہوا وکذا الحکم فی الدبر والفرج الداخل اور اسی طرح کا حکم ہے مقعد اور
فرج داخل کی روئی کا یعنی اگر وہاں کی روئی وغیرہ اونچی یا برابر ہے تو طرف ظاہر کے تر ہونے سے وضو ٹوٹیگا ورنہ وضو قائم ہے ہم منیۃ المصلی میں ہے
کہ اگر روئی یا کپڑا فرج خارج میں ہے اور وہ تر ہو گیا تو وضو ٹوٹتا نافذ ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی وان ابتل الطرف الداخل لا ینقض اور اگر روئی
وغیرہ کی اندر کی طرف تر ہو گئی تو ناقض وضو نہیں ولو سقطت فان رطبۃ انتقض والا لا اگر روئی وغیرہ ساقط ہوئی یعنی گر پڑی تو اگر تر ہے تو وضو
ٹوٹا اور اگر تر نہیں تو نہیں ٹوٹا وکذا لو ادخل اصبعہ فی دبرہ ولم یغیبہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر انگلی مقعد میں داخل کی اور ساری انگلی غائب
نہیں کی یعنی اگر تر نکلی تو وضو ٹوٹا اور اگر خشک نکلی تو نہیں ٹوٹا فان غیبہا او ادخلہا عند الاستنجاء بطل وضوءہ وصومہ پھر اگر انگلی تمام غائب کر دی
یا پانی سے استنجا کرتے داخل کی تو وضو اور روزہ اسکا باطل ہو گیا ہم شارح کے کلام میں لف ونشر مرتب ہے تو بطلان وضو کا انگلی غائب کرنے سے
متعلق ہے اور بطلان صوم ادخال بحالت استنجا سے متعلق ہے اسواسطے کہ جب انگلی غائب ہوئی تو ملوث نجاست سے نکلیگی تو وضو باطل ہوگا اور جبکہ استنجا

آجانے میں اُنگلی داخل کی تو پانی کا داخل ہونا پیٹ میں لازم آیا صوم باطل ہوگیا کذا فی الطحطاوی بعضوں نے لف ونشر کا دھیان نہیں کیا تو شارح
اعتراض کیا کہ اُنگلی کے داخل کرنے سے اگر تر نہو تو صوم باطل نہیں ہوتا شارح نے یہ کیا کہا حالانکہ شارح کا مطلب یہ ہے کہ اُنگلی غائب کرنے سے وضو باطل
ہوتا ہے نہ صوم اور ادخال حالت تر میں نجاست سے صوم باطل ہوتا ہے فروع مسائل بلحاظ شارح کے ہم فروع جمع ہے فرع کی اور فرع کہتے ہیں ہر شے کے اعلیٰ کو اور قوم کے
شریف کو تو فروع سے مسائل عالیہ اور شریفہ مراد ہیں بطریق استعارہ کے شارحین کی غالب عادت ہے کہ بلفظ فروع اُن مسائل کو جو متن سے فوت ہوگئے
یا مستغرب ہیں ذکر کرتے ہیں مناسب ہر مقام کے کذا فی الطحطاوی شارح رحمۃ اللہ علیہ آخر بحث میں فروع ضروریہ اور عجیبہ اکثر بیان کرتا ہے اور گاہے
اثنا عبارت کلام میں مناسب مقام یستحب للرجل ان یحتشی ان رابہ الشیطان ویجب ان کان لا ینقطع الا بہ قدر ما یصلی مرد کو مستحب ہے احلیل میں روئی
وغیرہ رکھنا اگر شیطان اسکو شک میں ڈالتا ہو قطرہ آنے کے وسوسے اور واجب ہے بقدر نماز پڑھنے کے اگر نہ منقطع ہوتا ہو بدون روئی رکھنے کے
تاکہ نماز صحۃ القدر وطہارت سے حاصل ہو ہم طحطاوی نے کہا جب محدث نے وضو کیا اور خشک نہایا پیشاب کے بعد پھر آتا ہے اپنے ذکر پر تری اور تر اور دیکھی
اور اُسکو معلوم نہیں کہ وہ پانی ہے یا پیشاب ہے تو وہ وضو کا اعادہ کرے اور اگر نماز کے اندر یہ بات حاصل ہوئی اور شیطان اسکا بہت وسوسہ ڈالے اور
اُسکو نجاست کا یقین نہیں ہے تو وہ نماز پڑھتا رہے اور اُسکا دھیان نہ کرے جبتک اُسکو پیشاب ہونے کا یقین حاصل نہوا ہو جیسا ہمارے لیے وسوسہ کا
اُسکو چاہیے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑک لے تاکہ اگر تری دیکھی تو نظر آوے تو اُسکو پانی جانے نہ پیشاب کذا فی الطحطاوی لو خرج دبر الباسوری ان ادخلہ بیدہ انتقض
وضوءہ وان دخل بنفسہ لا بواسیر والے کی مقعد باہر نکلی اگر اُسکو اپنے ہاتھ سے اندر کر دیا تو اُسکا وضو ٹوٹا اور اگر خود بخود داخل ہوگئی تو وضو نہیں ٹوٹا لیکن
اگر کچھ نجاست ظاہر ہوگی تو ناقض وضو ہے کذا فی الطحطاوی وکذا لو خرج بعض الدودۃ فدخلت اور اسی طرح اگر کیڑا تھوڑا سا نکلا پھر گھس گیا تو ناقض نہیں
من لذکرہ راسان فالذی لا یخرج منہ البول المعتاد بمنزلۃ الجرح جس شخص کے ذکر کے دو سر ہوں تو جس سر سے عادت والا پیشاب نہیں نکلتا وہ بمنزلہ
زخم کے ہے یعنی اُس سے اگر کوئی چیز نکلے گی تو وضو نہ ٹوٹیگا جبتک وہ شے سائل نہو گی جیسے زخم سے نکلتا بدون سیلان ناقض نہیں الخنثی غیر المشکل فرجہ
الآخر کالجرح جو خنثی کہ مشکل نہیں اُسکی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہے تو وضو نہ ٹوٹیگا بدون بہنے کے ایسا ہی فتح القدیر وغیرہ میں ہے اور اکثر فقہا کہتے ہیں کہ
وضو ٹوٹیگا دونوں فرج کے پیشاب نکلنے سے سائل ہو یا نہو اُسکا حال ظاہر ہوگیا ہو یا نہو نہر الفائق میں زیلعی سے نقل کیا کہ اول قول پر اعتماد کرنا لائق ہے
کذا فی الطحطاوی والمشکل ینتقض وضوءہ بکل اور خنثی مشکل کا وضو ٹوٹتا ہے ہر فرج کے نکلنے سے بدون سیلان کے بنظر احتیاط کے کذا فی التوضیح خنثی مشکل
اُسکو کہتے ہیں کہ مرد اور عورت ہونا کسی علامت سے ثابت نہو نہ قبل از بلوغ نہ بعد از بلوغ منکر الوضوء ہل یکفر ان انکر الوضوء للصلوٰۃ نعم ولغیرہا لا سوال
وضو کا منکر کافر ہے یا نہیں جواب اگر اُسنے وضو کا انکار کیا نماز کے واسطے تو ہاں وہ کافر ہوا اور غیر نماز کے واسطے منکر وضو ہونے سے کافر نہیں ہوگا ہم نماز
کے وضو کا منکر اسواسطے کافر ہوا کہ اُسنے قرآن کی تکذیب کی قال اللہ تعالیٰ (یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ الخ) اور غیر نماز اگرچہ مس مصحف
کے وضو کا انکار کرے کافر نہوگا اسواسطے کہ اُسکی آیت میں اختلاف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی تو قطعی کا منکر نہ ٹھہرا الشک فی بعض وضوءہ اعاد ما شک
فیہ لو فی خلالہ لم یکن الشک عادۃ لہ والا لا شک پڑا وضو کے بعض افعال میں یعنی کسی عضو کے غسل میں یا مسح میں تو جس فعل میں شک پڑا کہ
کیا یا نہیں کیا اُسکو پھر کرے اگر اثناء وضو کرنے میں شک ہوا ہوا اور شک کا ہونا اُسکی عادت نہو ورنہ اعادہ نہیں یعنے اگر اثناء وضو میں شک
نہیں پڑا بلکہ بعد وضو کر چکنے کے شک پڑا خواہ اُسکو شک کی عادت ہو یا نہو یا اُسکو شک کی عادت خواہ اثناء وضو میں ہو یا بعد وضو ان صورتوں میں
اعادہ نکرے اور شک کی طرف التفات نکرے اور آپ کو باوضو سمجھے کذا فی الطحطاوی ملخصًا ولو علم انہ لم یغسل عضوًا وشک فی تعیینہ غسل رجلہ الیسریٰ
لانہ آخر العمل اور اگر اُسکو بالیقین معلوم ہو کہ اُسنے ایک عضو کو نہیں دھویا اور شک پڑا اُسکے عضو کے معین کرنے میں کہ ہاتھ ہے یا پاؤں تو

اسواسطے کہ فرضیت مضمضہ میں کلی کا باہر پھینکنا شرط نہیں صحیح تر قول میں ہم یعنی جبکہ خوب منہ بھر کے پانی پیا سارا منہ اندر دھو گیا مضمضہ فرض ادا ہوا تو اگر
چوس کر پانی پیا فرض ادا نہ ہوا چنانچہ بحر الرائق میں ہے اسلئے کہ چوسنے میں سارے منہ کے اندر پانی نہیں پہونچتا ہر چند کلی کا باہر پھینکنا شرط نہیں قول اصح میں
لیکن احوط ہے کما فی الخلاصۃ اسواسطے کہ وہ عہدہ فرضیت سے بالاتفاق خارج ہوگا اور یہی مطلب ہے احتیاطا کا کذا فی الطحطاوی عن النہر و الفتح
تحت المارن اور تمام ناک کا دھونا فرض ہے یہانتک کہ ناک کی خشک پپڑی کے نیچے بھی پانی پہونچانا ضروری ہے ہم بحر الرائق میں ہے کہ درن یا میل یعنی خشک
میل ناک میں چپاتی روٹی اور خمیر کے مانند تمام اغتسال کا مانع ہے کذا فی الطحطاوی و باقی بدنہ اور مضمضہ اور استنشاق کے بعد تمام بدن کا دھونا فرض ہے
ہم بدن ظاہر اور باطن سب کو شامل ہے چنانچہ داخل میں کوئی لیکن بسبب حرج ظاہر کے آنکھ کے اندر کا دھونا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ آنکھ چربی کی ہے پانی کی تحمل
نہیں اور بعضے صحابہ مثل ابن عمر اور ابن عباس کے اندر آنکھ کے دھویا کرتے تھے انکی بصارت زائل ہوگئی تھی و لہذا آنکھ کا دھونا نہ چاہیے اگرچہ اسکے اندر
ناپاک سرمہ لگا ہو کذا فی فتح الغفار لکن فی المغرب و غیرہ البدن من المنکب الی الالیۃ و حینئذ فالراس و العنق و الید و الرجل خارجۃ لغۃ داخلۃ تبعا شرعا
لیکن کتب لغت مثل مغرب وغیرہ میں ہے کہ بدن لغت عرب میں مونڈھے سے سرین تک ہے اور جبکہ یہ حال ہوا تو سر اور گردن اور ہاتھ اور پاؤں بدن سے
خارج ہیں لغت کی راہ سے داخل کی کوٹھی کی تبعیت سے شرع کی اصطلاح میں ہم [illegible] بدن کا اطلاق [illegible] اسواسطے کہ یہاں بدن سے
بالتمیم الاطراف مراد ہے ولا دلک لانہ متمم فیکون مستحبا لا شرطا خلافا لمالک غسل میں بدن کا ملنا فرض نہیں اسواسطے کہ ملنا کامل کرنیوالا ہے دھونے کا
پس ملنا مستحب ہوگا نہ شرط اسواسطے کہ مکمل اور متمم شی کا اس شی کے وجود کے بعد ہوتا ہے یہ خلاف امام مالک رحمہ کے ہم امام مالک و ابو یوسف رحمہ کی ایک
روایت میں ملنا غسل میں فرض ہے وہ ایک عبارت ہے اعضا پر ہاتھ پھیر لینے سے تو اگر پانی بہایا اور سارے بدن پر پہونچ گیا بدون ہاتھ لگائے
تو فرض ادا ہو گیا اگر امام مالک کے نزدیک ادا نہیں ہوا و یجب ای یفرض غسل کل ما یمکن من البدن بلا حرج مرۃ کاذن و سرۃ و شارب و حاجب و اثناء
لحیۃ و شعر راس و لو متلبدا لما فی فاطہروا من المبالغۃ اور واجب ہے یعنی فرض ہے دھونا ایکبار ہر اس محل کا بدن سے جسکا دھونا بدون مشقت کے ہو سکتا ہو
چنانچہ کان اور ناف اور مونچھ اور بھوں اور ڈاڑھی اور سر کے بالوں کے اندر کا دھونا اگرچہ سر کے بال گوندھے باہم چپکے ہوں اسواسطے کہ فاطہروا کے لفظ میں مبالغہ
نکلتا ہے ہم یعنی حق تعالی نے فرمایا (ان کنتم جنبا فاطہروا) یعنی اگر تمکو جنابت ہو جماع یا احتلام سے تو خوب طرح سے پاک صاف ہو یعنی سارے بدن کا دھونا
جہانتک ہو سکے بلا حرج اسکو دھو ڈالو لہذا مضمضہ اور استنشاق غسل میں فرض ہوا نہ وضو میں اسلئے کہ فم ایک وجہ سے داخل بدن ہے اور ایک وجہ سے
خارج بدن ہے باعتبار حس کے انطباق اور انفتاح کے وقت اور باعتبار حکم شرع کے صائم کی رال گھونٹنے اور داخل ہونے کسی چیز کے اسکے منہ میں تو [illegible]
فم یعنی منہ داخل بدن قرار دیا اور غسل میں خارج بدن اسواسطے کہ غسل میں مبالغہ کا صیغہ یعنی فاطہروا وارد ہے اور وضو میں غسل وجہ کا حکم ہے اور وجہ عبارت ہے مواجہہ
و فرج خارج لانہ کالفم لا داخل لانہ باطن اور فرض ہے عورت کو فرج خارج کا دھونا اسواسطے کہ عورت کے باہر کی شرمگاہ منہ کے مانند ہے کہ من وجہ داخل ہے اور
من وجہ خارج فرض نہیں فرج داخل کا دھونا اسواسطے ہے کہ وہ اندر بدن کے داخل ہے اور اندر کا دھونا ساقط ہے و لا تدخل اصبعہا فی قبلہا بہ یفتی اور عورت انگلی
کو اپنی شرمگاہ میں داخل نکرے اسی کا فتوی ہے یعنی غسل میں یہ کام نکرے مزید طہارت کے خیال سے کیونکہ اندر کا دھونا واجب نہیں لا یجب غسل ما فیہ حرج
کعین و ان اکتحل بکحل نجس واجب نہیں غسل میں دھونا وہاں کا جسمیں مشقت اور تکلیف ہے چنانچہ آنکھ کا دھونا اگرچہ اسمیں ناپاک سرمہ لگایا ہو و ثقب
انضم و داخل قلفۃ اور بند سوراخ اور داخل حلقہ کا دھونا واجب نہیں ہم جو سوراخ ناک یا کان کا بند ہو گیا وہاں پانی پہونچانا واجب نہیں حرج کی وجہ سے
قلفہ بضم قاف و سکون لام وہ کھال ہے جو ختنہ کرنے میں کاٹی جاتی ہے بل یندب ہو الاصح قالہ الکمال و علل بالحرج فسقط الاشکال بلکہ قلفہ کے اندر کا دھونا مستحب ہے
یہی قول صحیح تر ہے ایسا کہا ہے کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور حرج کو عدم وجوب غسل کی علت بیان کی ہے تو اشکال ساقط ہوگیا ہم یعنی جب حرج کو علت

قرار دیا تو زیلعی کا اعتراض ساقط ہو گیا حاصل اعتراض کا یہ ہے کہ اگر داخل قلفہ کا غسل میں دھونا واجب نہیں باوجودیکہ بے مبالغہ ظاہر ہو سکے تو اسکو داخل بدن کا
حکم دیا تو اسمیں پیشاب کے قطرے آنے سے کیوں وضو ٹوٹتا ہے قول صحیح پر سقوط اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ عدم وجوب غسل دفع حرج کی وجہ سے ہے اسواسطے کہ
یہ ظاہر ہے ایسا نہیں ہے فی السعودی ان امکن فسخ القلفۃ بلا مشقۃ یجب والالا اور سعودی میں ہے کہ اگر کھولنا قلفہ کا بدون مشقت کے ہو سکے تو اندر کا دھونا
واجب ہے ورنہ واجب نہیں ہم اسی قول کو شرنبلالی نے پسند کیا ہے اور اسی کی طرف فتح القدیر کا کلام مشیر ہے اسواسطے کہ سقوط کو متیقن بحرج کیا ہے تو جہان حرج نہیں
وہاں دھونا بھی ساقط نہیں کذا فی الطحطاوی وکفی بل اصل ضفیرتہا ای شعر المرأۃ المضفور للحرج اور کفایت کرتا ہے تر کرنا اور بھگونا عورت کی گوندھی
چوٹی کی جڑ کا یعنی گوندھے بالون کا دھونا عورت پر فرض نہیں جڑون کا تر کر دینا کفایت کرتا ہے تکلیف اور مشقت کی وجہ سے ضفیرہ سے مراد عورت کے گوندھے
بال ہین ہم صحیح مسلم میں حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میں وہ عورت ہون کہ اپنے سر کی گوندھی چوٹی خوب مضبوط کرکے باندھتی ہون
کیا حیض اور جنابت کے غسل کے واسطے اسکو کھول ڈالون فرمایا نہیں تجھکو تین بار دونون ہاتھون میں پانی لیکر سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے پھر اپنے اوپر پانی بہانا
اور پاک ہونا اور ابوداود میں ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کا سوال ہوا تو فرمایا کہ مرد تو اپنے بال کھول ڈالے اور بالون کو دھوئے
یہانتک کہ بالون کی جڑ تک پہونچے اور عورت پر تو بالون کا کھولنا ضرور نہیں اسکو تو تین چلو بھر کے پانی سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے کذا فی التیسیر اما المنقوض فیفرض
غسل کلہ اتفاقا اور عورت کو کھلے بالون کا تو بالکل دھونا فرض ہے بالاتفاق یعنی یہان فقط جڑون کا تر کرنا کافی نہوگا ولو لم یبتل اصلہا یجب نقضہا مطلقا ہو الصحیح
اور اگر گوندھی چوٹی کی جڑ نہ بھیگے تو چوٹی کا کھولنا واجب ہے ہر طرح سے یہی قول صحیح ہے ہم ہر طرح کھولنا واجب ہے خواہ اسمین تکلیف ہو یا نہو اور غیر صحیح وہ قول ہے کہ
بالون کا نچوڑنا دھونے کے بعد ضرور ہے خواہ بال گوندھے ہون یا کھلے کذا فی الطحطاوی ولو ضرہا غسل راسہا ترکتہ اور اگر سر کا دھونا عورت کو ضرر کرتا ہو تو سر کا
دھونا چھوڑ دے یعنی درصورت ضرر سر کا دھونا اور مسح کرنا بھی غسل جنابت وغیرہ میں ساقط ہے سر کو چھوڑ کے باقی بدن دھو دے پاک ہو جاویگی وقیل تمسحہ اور
بعضون نے کہا کہ سر کو مسح کرے اگر دھونا ضرر کرتا ہو ولا تمنع زوجہا فی التیمم اور نہ منع کرے اپنے زوج کو جماع سے اور اسکا ذکر آگے آویگا تیمم کے مسائل میں ہم
یعنی اگر عورت کو سر کا دھونا ضرر کرتا ہو اس عذر سے اسکو اپنے شوہر کا روکنا جماع سے نہیں پہونچتا ہے اسواسطے کہ وہ شوہر کا حق ہے اور اسکے رفع ضرر کا علاج یہ ہے کہ
بقول اول غسل اور مسح دونون کو ترک کرے یا بالقول ثانی سر کو مسح کرے کذا فی الطحطاوی لا یکفی بل ضفیرتہ فینقضہا وجوبا ولو علویا او ترکیا لامکان حلقہ
کفایت نہیں کرتا ہے مرد کی گوندھی چوٹی کا بھگونا تو واجب یعنی فرض ہے اسکا کھولنا اگرچہ مرد علوی یا ترکی ہو اسواسطے کہ مرد کو سر کا مونڈنا یعنی بدون قباحت اور
بدنمائی کے ممکن ہے برخلاف عورت کے ہم علوی یعنی سادات مرتضوی اور ترکیون کی عادت ہے بال رکھنے اور چوٹی گوندھنے کی اسواسطے انکو بالخصوص ذکر کیا
ولا یمنع الطہارۃ ونیم ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ اور طہارت کا مانع نہیں مکھی اور پسو کا وہ گوہ جسکے نیچے پانی نہیں پہونچا اسواسطے کہ اس سے
بچنا ممکن نہیں کذا فی الطحطاوی وحناء ولو جرمہ بہ یفتی اور نہ مہندی طہارت کی مانع ہے اگرچہ مہندی کا جرم لگا ہو اسی کا فتوی ہے ہم لیکن اگر مہندی کا جرم
ہوگا تو اسکے نیچے پانی کا پہونچنا ضرور ہے اور اگر نہ پہونچیگا تو طہارت حاصل نہو گی ولہذا البحر الرائق میں کہا ہے کہ اگر عورت نے اپنے سر میں خوشبو چپکائی ہو اسطرح کہ پانی
بالون کی جڑون میں نہ پہونچتا ہو تو اسپر واجب ہے اسکا دور کرنا کذا فی الطحطاوی ودرن ووسخ عطف تفسیر وکذا دہن ودسومۃ اور نہ میل بدن کا مانع طہارت ہے
اور اسی طرح تیل اور چکنائی مانع طہارت کی نہیں شارح نے کہا وسخ کا عطف تفسیری ہے یعنی درن اور وسخ دونون بیک معنی ہین وتراب وطین ولو فی
ظفر مطلقا ای قرویا او مدنیا فی الاصح اور خشک مٹی اور گیلی مٹی مانع طہارت کی نہیں اگرچہ ناخن کے اندر ہو خواہ وہ شخص گنوار ہو یا شہر کا رہنے والا دونون
برابر ہین قول اصح میں ہم اور غیر صحیح قول یہ ہے کہ شہری کے حق میں ناخن کی مٹی مانع طہارت ہے نہ گنوار کے حق میں اسواسطے کہ شہری کا بدن چکنا ہوتا ہے
تو پانی نفوذ نہیں کرتا طحطاوی نے کہا قول اصح کی وجہ یہ ہے کہ بہر صورت پانی نفوذ کر جاتا ہے بخلاف خمیر یعنی برخلاف گوندھے آٹے کے کہ وہ طہارت کا مانع ہے

سلہ سادات مرتضوی وہ کہلاتے ہین جو حضرت علی رض کی اولاد ہین سوائے حضرت فاطمہ رض کے ۱۲

عدم نفوذ کی وجہ سے جم کر گوندھے آٹے کے مانند وہ چیزیں ہیں جنمیں پانی سرایت نہیں کرتا چنانچہ چپکائی ہوئی روٹی اور میل کی پپڑی ناک میں اور
کھال مچھلی کی کذا فی البحر والاصح مانعیۃ ما علی ظفر صباغ اور مانع طہارت کی نہیں وہ چیز جو رنگریز کے ناخن پر لگی ضرورت کی وجہ سے اور بعضوں کے نزدیک
مانع ہو ضرورت میں کہا کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی النہر ہم کہتے ہیں ہندوستان کی جو مسی لگاتی ہیں اگر فقط رنگ ہے بدون جرم کے تو ظاہر مثل مہندی کے مانند
مانع طہارت نہیں اور اگر جرم ہے جیسا کہ دھڑی کہتے ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ مانند مانع طہارت ہے واللہ اعلم ولا طعام بین اسنانہ او فی سنہ المجوف بہ یفتی
وقیل ان صلبا منع وہو الاصح اور مانع طہارت کا نہیں وہ کھانا جو دانتوں کے اندر رہ جاتا ہے یا پولے دانت کے اندر گھس جاتا ہے اسی قول کا فتوی ہے
اور بعضوں نے کہا کہ اگر وہ سخت اور مشکل ہے تو طہارت کا مانع ہے یہی قول صحیح تر ہے ہم کہتے ہیں مذکور ہوگا کہ فتوی مقدم ہے اصح وغیرہ سے علماء
بین الاسنان اسواسطے مانع طہارت نہیں کہ پانی لطیف چیز ہے ہر جگہ اسکا سرایت کر جاتا ہے ایسا مذکور ہے البحر الرائق میں فتح القدیر اور فتاوی
فضلی سے نقل کیا کہ احتیاط یہ ہے کہ اسکو نکال کے پانی اسپر بہا دے کذا فی الحلیۃ ولو کان خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا کقرط اور اگر
غسل کرنے والے کی انگوٹھی تنگ ہے تو واجب ہے کہ اسکو نکال ڈالے یا ہلا دے جیسے کان کی بالی کا نکالنا یا ہلانا واجب ہے یعنی انگوٹھی اور بالی کا
اتنا ہلانا اور گھمانا چاہیئے کہ وہاں پانی پہنچ جائے ولو لم یکن بثقبہ قرط فدخل الماء فیہ ای الثقب عند مرورہ
علی اذنہ اجزاہ اور اگر اسکے کان کے سوراخ میں بالی نہو سو پانی پہنچ گیا سوراخ میں کان پر پانی بہنے کے وقت تو اسکو کافی ہے کالسرۃ و
وکلہا الداخل جیسے ناف اور کان میں پانی داخل ہو گیا اسپر سائل ہونے سے اکتفا کرتا ہے جیسے انگلی وغیرہ داخل کرنا ضرور نہیں وان لم یدخل ادخلہ ولو
باصبعہ ولا یتکلف بخشب ونحوہ والمعتبر غلبۃ ظنہ بالوصول اور اگر سوراخ میں پانی نگیا تو قصداً داخل کرے اگرچہ اپنی انگلی سے اور لکڑی اور مانند اسکے
سینک وغیرہ سے پانی داخل ہونے کے لیے تکلف نکرے اور پانی پہنچنے میں اسکے گمان کا غلبہ معتبر ہے یعنی جب اپنی اٹکل سے جان لیا کہ پانی وہاں
پہونچ گیا ہوگا تو زیادہ تکلف اور وسواس نکرے فروع مسائل ملحقہ شارح کے نسی المضمضۃ او الاستنشاق او بعض بدنہ فصلی ثم تذکر فلو نفلا لم یعد
لعدم صحۃ شروعہ نہانے والا کلی کرنا یا کچھ بدن کا دھونا بھول گیا پھر اسنے نماز پڑھی پھر اسکو یاد آیا تو اگر وہ نماز نفل تھی تو اسکا اعادہ نکرے
شروع نماز کے صحیح نہونے سے یعنی بسبب ناپاکی کے نماز کا شروع کرنا صحیح نٹھہرا تو نماز اسپر لازم نہوئی اور اسکا اعادہ بھی لازم نہوگا خائف [illegible]
لا یراہ وال [illegible] مرد پر غسل کرنا واجب ہے اور وہاں لوگ ہیں تو نہانے کو نہ چھوڑے اگرچہ لوگ اسکو دیکھیں ہم کہتے ہیں اس صورت میں ہے کہ پردہ وہاں نہیں
ہو سکتا اور نماز کے فوت ہو جانے کا ڈر ہے اور جو کوئی اسکو دیکھیگا وہ گنہگار ہوگا نہانے والا معذور ہے والمراۃ بین رجال او رجال ونساء تؤخرہ لا بین نساء
فقط اور عورت درمیان مردوں کے یا درمیان مردوں اور عورتوں کے نہانے میں تاخیر کرے اور تاخیر نکرے فقط عورتوں میں ہم اسواسطے کہ اکثر کرنا
جنس کا ہمجنس کی طرف خفیف تر ہے بر خلاف غیر جنس کے واختلف فی الرجل بین رجال ونساء او نساء فقط کما بسطہ ابن الشحنۃ اور اختلاف ہے
اس مرد کے غسل کرنے میں جو درمیان مردوں اور عورتوں کے یا فقط درمیان عورتوں کے واقع ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو
مشرحاً بیان کیا ہے ہم ظاہر کلام شارح اسکا مقتضی ہے کہ یہ مسئلہ مذہب میں منصوص ہے اور اسمیں اختلاف واقع ہے حالانکہ ایسا نہیں اسلیے کہ شارح
وہبانیہ نے تصریح کی ہے کہ میں اس مسئلہ کی نقل پر واقف نہیں ہوا مگر قیاس یہ چاہتا ہے کہ مرد عورتوں میں یا مردوں اور عورتوں میں غسل کو
تاخیر کرے اور خنثی کو کسی صورت میں برہنہ ہونا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً وینبغی لہا ان تتیمم وتصلی لعجزہا شرعا عن الماء اور عورت کو چاہیے
کہ تیمم کرے اور نماز پڑھے اسواسطے کہ عورت مردوں میں شرعاً پانی کے استعمال سے عاجز ہے واما الاستنجاء فیترک مطلقا والفرق لا یخفی اور پانی سے
استنجا کرنا تو ہر طرح چھوڑا جاوے خواہ مرد یا عورت مردوں یا عورتوں میں یا دونوں میں ہو اور فرق غسل اور استنجا میں چھپا نہیں ہم وجہ فرق یہ ہے

اگر نجاست حقیقی کے ساتھ نماز صحیح ہوتی ہے اور نجاست حکمی کے ساتھ اصلاً صحیح نہیں فیہ اور اسکی شرح میں ہے کہ کشف عورت کسی کے سامنے اسواسطے کہ
حرام ہے اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہے اگر بلا کشف ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو ڈھیلوں پر کفایت کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی فقط اور مثلہ کسنن الوضوء
سوی الترتیب اور غسل کی سنتیں وضو کی سنتوں کے مانند ہیں چنانچہ نیت کرنا اور بسم اللہ کہنا سواے ترتیب کے یعنے اسواسطے کہ وضو کی ترتیب اور
غسل کی ترتیب یکسان نہیں وآدابہ کآدابہ سوی استقبال القبلۃ لانہ یکون غالباً مع کشف العورۃ اور غسل کے مستحبات وضو کے مستحبات کے مانند ہیں
سواے استقبال قبلہ کے اسواسطے کہ غسل اکثر برہنہ ہوتا ہے اور منجملہ مستحبات غسل اعضا کا ملنا اور چھنگلی کان کے سوراخ میں ڈالنا پانی بہہ جانے کے
بعد اور انگوٹھی خاتم وغیرہ اور نیت زبان سے کرنا اور ایسے مکان میں بیٹھکر نہانا تاکہ چھینٹیں بدن پر نہ پڑیں اور عدم استعانت اور ترک کلام ناس کرنا
اور غسل کے مکروہات وضو کے مکروہات کے مانند ہیں یعنے منہ پر پانی زور سے مارنا اور قدر ضرورت سے پانی کم کرنا یا حاجت سے زیادہ پانی بہانا کذا فی الطحطاوی
ملتقطا وقالوا لو مکث فی ماء جار او حوض کبیر او مطر قدر الوضوء والغسل فقد اکمل السنۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر جاری پانی یا بڑے حوض یا مینہ میں بقدر درست
وضو اور غسل کرنے کے ٹھہر تو البتہ اسنے پوری سنت ادا کی یعنے وہ سنت جو اسکے لائق ہے کامل ہوگی چنانچہ تثلیث اور دلک وغیرہ کی سنت ادا ہوگی مگر
ما فقط نیت کا فقط ٹھہرنے سے ادا نہوگا البداءۃ فی الغسل بیدیہ وفرجہ وان لم یکن بہ خبث اتباعاً للحدیث اور سنت ہے غسل میں دونوں ہاتھوں اور
شرمگاہ کے دھونے سے شروع کرنا اگرچہ پیشاب کی جگہ پر کچھ نجاست نہو حدیث کی پیروی سے وخبث بدنہ ان کان علیہ خبث لئلا یشیع اور شروع
کرنا بدن کی نجاست دھونے سے اگر اسکے بدن پر نجاست ہو تاکہ باقی بدن پر نجاست نہ پھیلے ثم یتوضأ اطلقہ فانصرف الی الکامل فلا یؤخر قدمیہ
ولو فی مجمع الماء لما ان المعتمد طہارۃ الماء المستعمل پھر وضو کرے مصنف نے وضو کو مطلق بلا قید کہا اور مطلق جب بولتے ہیں تو اسکا فرد کامل مراد ہوتا ہے
تو یہاں پورا وضو مراد ٹھہرا تو دونوں قدموں کے دھونے کو تاخیر نہ کرے اگرچہ نہایا ہو پانی جمع ہونے کے مقام میں اسواسطے کہ مذہب معتمد ہے کہ
مستعمل پانی پاک ہے ہم جب وضو کامل مراد ہوا تو اسمیں اشارہ ہے کہ سر کا مسح کرے اور یہی قول صحیح ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ جمیع سنن اور مستحبات وضو
کے بجالاوے ایسا کہا ہے صاحب بحر نے اور عدم تاخیر غسل قدمین بعض مشایخ کا قول ہے اور یہی صحیح تر ہے مذہب شافعی میں اور بعضوں نے کہا تاخیر کرے
مطلقاً اور بعضوں نے کہا اگر وہاں پانی جمع ہو تو تاخیر کرے یہی قول مذکور ہے مبسوط اور ہدایہ میں کذا فی الطحطاوی علی انہ لا یوصف بالاستعمال الا بعد
انفصالہ عن کل البدن لانہ فی الغسل کعضو واحد علاوہ یہ ہے کہ پانی مستعمل نہیں ہوتا مگر بعد جدا ہونے کے تمام بدن سے اسواسطے کہ غسل میں تمام بدن
ایک عضو کے مانند ہے ہم تجزی حدث میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ حدث متجزی ہے یعنے جو عضو مغسول ہوگا وہ پاک ہوگا اور باقی ناپاک اور
دوسری روایت یہ ہے کہ حدث متجزی نہیں یعنے بعضے اعضاء مغسولہ پاک نہونگے جبتک سارا بدن نہ دھویا جاویگا تو یہ قول شارح کا مبنی ہے عدم تجزی حدث پر
نہ الغفار میں کہا کہ عدم تجزی کی روایت پر یہ پانی مستعمل نہوگا اگر بعد جدا ہونے پانی کے تمام بدن سے جو پانی کہ دونوں قدم کو لگا ہے وہ مستعمل نہیں ہے اسواسطے
کہ تمام بدن غسل میں ایک عضو کے مانند ہے یہانتک کہ غسل میں تراوت کا نقل کرنا ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف جائز ہے انتہی فحینئذ لا حاجۃ الی غسلہا
ثانیاً تو اسوقت میں جبکہ معلوم ہوا کہ یہ پانی مستعمل نہیں ہے تو دونوں قدم کے دھونے کی دوسری بار حاجت نہیں ہم مگر بطریق پاکیزگی اور افضلیت کے دھونا
بہتر ہے نہ بطریق لزوم کے تو جو تفصیل ہدایہ میں ہے اور اسکو مجتبےٰ میں اصح کہا ہے وہ محمول ہے ماء مستعمل کی نجاست پر اور ہمارے مذہب کے علاوہ بہت فروع اسی قول
پر مبنی ہیں لیکن ہمنے بعض مشایخ کے قول کو اختیار کیا اسواسطے کہ طہارت ماء مستعمل کی معتمد فی المذہب ہے کذا فی النہر ملتقطا الا اذا کان ببدنہ خبث مگر جبکہ اسکے
بدن پر نجاست حقیقی ہو تو قدموں کو دوسری بار دھو ڈالے ازالہ نجاست کے واسطے نہ ازالہ حدث کے واسطے کہ وہ تو زائل ہو گیا کذا فی الطحطاوی ولیس
القائلون بتاخیر غسلہما انما استحبوہ لیکون البدء والختم باعضاء الوضوء پر شاید کہ وہ فقہا جو پاؤں دھونے کی تاخیر کے قائل ہیں فقط اسی واسطے تاخیر کو

مستحب جانتے ہیں تا کہ غسل کی ابتدا اور اختتام وضو کے اعضاء پر ہو کذا فی البحر وقالوا لو توضأ اولا لا یاتی بہ ثانیا لانہ لا یستحب وضوء ان للغسل اتفاقا اور
فقہا نے کہا ہے کہ اگر غسل سے پہلے وضو کیا ہو تو بعد غسل کے دوسری بار وضو نہ کرے اس واسطے کہ ایک غسل کے واسطے دو وضو بالاتفاق مستحب نہیں اما لو توضأ اثر
بعد الغسل واختلف المجلس علی مذہبنا او فصل بینہما بصلوۃ کقول الشافعی فیستحب اور اگر بعد غسل کے وضو کیا اور مجلس بدل گئی ہم حنفیوں کے مذہب پر
یا دونوں وضوؤں میں نماز کو فاصل واقع کیا شافعیوں کے قول کے مانند تو یہ دوبارہ وضو کرنا مستحب ہے یہ بحث ہے صاحب بحر کی اور سابق مذکور ہو گیا کہ
وضو پر وضو کرنا نور علی نور ہے اگرچہ مجلس نہ بدلی ہو اور بعد وضو کے اسراف میں داخل ہے وہ تیسری بار وضو کرنا ہے چنانچہ اسکی تحقیق صاحب نہر کے کلام سے وضو
کے مسائل میں مذکور ہو چکی کذا فی الطحطاوی ثم یفیض الماء علی کل بدنہ ثلثا مستوعبا من الماء المعہود فی الشرع للوضوء والغسل وہو ثمانیۃ ارطال
پھر وضو کے بعد پانی بہاوے اپنے تمام بدن پر تین بار ہر بار تمام اعضا پر پانی پہونچا کر استیعاب پانی سے وضو اور غسل کرے جو مقدار معہود ہے شرع میں
وضو اور غسل کے واسطے اور وہ آٹھ رطل پانی ہے یعنی غسل کے واسطے ایک صاع پانی مسنون ہے اور وضو کے واسطے ایک مد اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور
ہر مد دو رطل کا اور رطل [illegible] ۱۳۰ درم کا ہوتا ہے اسواسطے کہ فقہا نے صاع کا اندازہ کیا ہے کہ اس میں ۱۰۴۰ درم ہوں گے [illegible]
کذا فی الطحطاوی [illegible] وضو کے مسائل میں مذکور ہو چکا کہ [illegible] صاع [illegible]
محمد باقر سے مروی ہے کہ ہم جابر کے پاس تھے سو لوگوں نے غسل کا سوال کیا تو جابر نے کہا کہ ایک صاع تجھ کو کفایت کرتا ہے ایک مرد نے کہا کہ مجھ کو تو
کافی نہیں تو جابر نے کہا کہ اس شخص کو صاع کفایت کرتا تھا جسکے بال تجھ سے زیادہ تھے اور وہ تجھ سے بہتر تھا یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی الشمنی
وقیل المقصود عدم الاسراف اور بعضوں نے کہا کہ آٹھ رطل سے مقصود عدم اسراف ہے اور ہم شارح نے لفظ قیل سے تضعیف قول کی طرف اشارہ کیا اور زیلعی
نے اپنے متن میں اسی قول پر اعتماد کیا ہے بحر الرائق میں لکھا ہے کہ تقدیر مذکور لازم نہیں ہے یہاں تک کہ اگر پورا غسل کرے صاع سے کم پانی میں تو کافی ہے اور
اگر کفایت نہ کرے تو صاع سے زیادہ کرے اسواسطے کہ آدمیوں کے طبائع اور احوال مختلف ہوتے ہیں ایسا مذکور ہے بدائع میں اور نووی شافعی نے عدم
لزوم تقدیر پر اجماع نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی وفی الجواہر لا اسراف فی الماء الجاری لانہ غیر مضیع وقد قدمناہ عن القہستانی اور جواہر میں ہے کہ جاری پانی میں
اسراف نہیں ہے اسواسطے کہ وہ پانی تلف نہیں ہوتا ہے اور ہم نے اس مسئلے کو مقدم ذکر کیا ہے قہستانی سے نقل کر کے ہم یہ قول ضعیف ہے چنانچہ اسکی تضعیف
مسائل وضو میں شرح مذکور ہو چکی یاد دلانا بمنکبیہ الایمن ثم الایسر ثم علی بقیۃ بدنہ مع دلکہ ندبا وقیل یثنی بالراس وقیل یبدأ بالراس
وہو الاصح وظاہر الروایۃ والاحادیث قال فی البحر وبہ یضعف تصحیح الدرر غسل میں پانی بہاوے شروع کرتا ہوا اپنے داہنے مونڈھے سے پھر اسکے
بعد بائیں مونڈھے سے پھر اپنے سر سے پھر باقی بدن پر ملنے کے ساتھ استحباب کی رو سے اور بعضوں نے کہا کہ اول داہنے مونڈھے پر پانی بہاوے پھر
دوسری بار سر پر اور بعضوں نے کہا کہ سر سے پانی بہانا شروع کرے اور یہی قول صحیح تر ہے اور ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہے بحر الرائق کے مصنف نے کہا اور اسی وجہ
سے یعنی چونکہ سر سے شروع کرنا ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہے لہذا درر کی تصحیح کی تضعیف کی گئی ہے یعنی درر میں جو بالاتفاق سر کے تاخیر سر کی تصحیح کی ہے سو وہ
ضعیف قول ہے ہم ظاہر الروایۃ وہ مسئلہ ہے جو امام محمد کی کتب خمسہ میں مروی ہے یعنی مبسوط جسکو اصل بھی کہتے ہیں اور جامع کبیر اور جامع صغیر اور زیادات
اور سیر اور حاکم شہید کی دو کتابیں یعنی منتقی اور کافی جو مستخرج ہیں کتب خمسہ مذکورہ میں وہ بھی ظاہر الروایۃ ہیں اما احادیث پس حضرت میمونہ رضی اللہ
عنہا سے صحاح ستہ میں مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے واسطے پانی لائی سو حضرت نے دونوں ہاتھ دو بار یا تین بار دھوئے
پھر آپ نے دونوں ہاتھ ڈالے برتن میں پھر پانی ڈالا شرمگاہ پر اور بائیں ہاتھ سے اسکو دھویا پھر بایاں ہاتھ زمین پر خوب رگڑا پھر وضو کیا نماز کا سا وضو
پھر تین بار سر پر پانی ڈالا پھر باقی بدن دھویا پھر اس مقام سے علیحدہ ہوئے پھر دونوں پاؤں دھوئے کذا فی العینی شرح الہدایۃ وتیسیر الوصول الجامع الاصول

فیستحب

مین صحاح ستہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یون منقول ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تھے تو پہلے دونون ہاتھ دھوتے پھر نماز کے
مانند وضو کرتے پھر انگلیان پانی مین ڈالتے اور انسے بالون کی جڑون مین خلال کرتے یہانتک کہ ساری جلد پر پانی پہونچ جانے کا ظن حاصل ہوتا تب اُنپر تین بار
پانی بہاتے پھر باقی بدن کو دھوتے پھر دونون پانون دھوتے اور صحیحین کی ایک روایت حضرت عائشہ سے یہ ہی کہ جب غسل جنابت فرماتے تو پانی کا برتن ہاتھ
مین لیتے اور سر کو داہنی طرف سے شروع کرتے پھر سر کے بائین طرف سے انتہی پس ان احادیث صحیحہ سے بعد وضو کے نہانے کی ابتدا سر سے ثابت ہوئی اور اختتام
غسل کا پانون پر اور یہی مذکور ہو ہدایہ مین تو اسی کو فتوی اور معمول بہا ہونا چاہیے واللہ اعلم و صح نقل البلۃ من عضو الی عضو اذا تقاطر فی الغسل یعنی تقاطر اور غسل مین صحیح ہی کہ ایک
عضو کا پانی دوسرے عضو پر بہا بالشرط لیکن کہ ہم اسی نقل مین یہ شرط ہی کہ دوسرے عضو پر جا کر ٹپکے تاکہ دھونا اُسکا ثابت ہو چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین
مسئلہ تقاطر کی شرط کے ساتھ فوائد تاجیہ سے نقل کیا ہو لان فی الوضوء بخلاف الغسل البدن کل عضو جدا جدا نقل کرنا ایک عضو کا پانی دوسرے عضو کے واسطے وضو مین
صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ مذکور ہوگیا ہو کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کے مانند ہو یعنی برخلاف وضو کے کہ اسمین چار عضو جدا جدا ہین وفرض الغسل عند خروج
منی من العضو اور غسل فرض کیا گیا ہو نزدیک نکلنے منی کے عضو سے یعنی ذکر اور فرج سے والا فلا یفترض لانہ فی حکم الباطن اور اگر منی عضو سے باہر نہ نکلی تو
بالاتفاق غسل مفروض نہیں اسواسطے کہ وہ باطن اور داخل کے حکم مین ہی یعنی شرع مین اُسکا اعتبار نہیں جیسے بدن کے اندر کی نجاست کا اعتبار نہیں جنابت
ثابت ہوتی ہی دو سبب سے ایک منفصل ہونے منی کے شہوت سے دوسرے ادخال سے آدمی کی شرمگاہ مین کذا فی التتارخانیہ منفصل عن مقرہ ہو صلب الرجل
وترائب المرأۃ وہ منی جو جدا ہوئی اپنے ٹھکانے سے وہ یعنی منی کا قرارگاہ مرد کی پیٹھ ہی اور عورت کی چھاتی کی ہڈیان ومنیہ ابیض اور مرد کی منی سفید ہی یعنی اور گاڑھی
نکلنے سے اکثر سست ہو جاتا ہی ومنیہا اصفر اور عورت کی منی زرد ہی یعنی اور پتلی فلو اغتسلت فخرج منہا منی ان کان منیہا اعادت الغسل لا الصلوۃ والا لا
تو اگر عورت نے مرد کی صحبت کے بعد غسل کیا پھر اُسکی شرمگاہ سے منی نکلی تو اگر عورت کی منی ہی یعنی زرد اور رقیق ہی تو غسل کا اعادہ کرے نہ اُس نماز کا جو
غسل کے بعد اس منی کے نکلنے سے پہلے پڑھی اور اگر عورت کی منی نہین بلکہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہو جو عورت کی شرمگاہ سے نکلی تو عورت دوسری بار غسل
نکرے ہم اعادہ غسل کا امام محمد رحمہ کے معتمد قول پر ہی کیونکہ پہلا غسل ٹوٹ گیا اور اعادہ نماز کا اسواسطے نہین کہ نماز اُسوقت ادا ہوئی جبکہ منی در حکم باطن کے
تھی تو نماز باطل نہوگی نزول منی سے بعد اُسکے کذا فی الطحطاوی لشہوۃ اے لذۃ ولو حکما کالمحتلم غسل فرض ہوتا ہی اُس منی سے جو شہوت یعنی لذت کے
ساتھ نکلے اگرچہ لذت حقیقی نہو بلکہ لذت حکمی ہو جیسے خواب دیکھنے والے کی لذت ہم احتلام والے کو حقیقی لذت نہین ہوتی کیونکہ اُسکا ادراک مفقود ہی ذکر
ہو کہ شہوت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر منی بھاری چیز کے اٹھانے سے اور یا مانند اسکے بلا شہوت نکلی تو غسل فرض نہین خلافا للشافعی ولم یذکر الدفق لیشمل
منی المرأۃ لان الدفق فیہ غیر ظاہر اور مصنف نے منی کی صفت مین دفق کا لفظ جو بمعنی اچھلنے اور کودنے کے ہی ذکر نہ کیا تاکہ منی عورت کو بھی شامل رہے
اسواسطے کہ اچھل کر منی نکلنا عورت کی منی مین ظاہر نہین ہم ہدایہ اور کنز مین دفق مذکور ہی لیکن چونکہ امام رح اور محمد رح کے نزدیک احلیل سے منی
نکلنے مین دفق شرط نہین اور عورت کی منی مین دفق ظاہر نہین لہذا مصنف نے عبارت کتب مذکورہ سے عدول کیا مصنف نے اپنی شرح مین ولوالجی
سے نقل کیا کہ منی عورت کی دافق نہین یعنی کود کر نہین نکلتی اُسکی چھاتی سے شرمگاہ مین اُتر آتی ہی طحطاوی نے کہا کہ اتساع محل کے سبب سے اُسمین
دفق نہین ہوتا اور اُسمین خارج کی طرف دفع کرنے کی قوت نہین برخلاف مرد کے کہ تنگی محل سے اُسکی منی خارج کی طرف مندفع ہو جاتی ہی واتی بما ذکر
ایضا فی قولہ تعالے خلق من ماء دافق الایۃ یحمل علی التغلیب اور عورت کی منی کی طرف بھی دفق کی نسبت کرنا حق تعالے کے اس قول مین کہ
خلق من ماء دافق الخ سو اسمین تو صفت تغلیب کا احتمال ہی ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہی کہ قرآن مجید مین ارشاد ہوا کہ آدمی بنایا گیا
کودنے والے پانی سے جو نکلتا ہی پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے تو معلوم ہوا کہ عورت کی منی مین بھی جہندگی ہوتی ہی تو شارح نے اسکا جواب دیا

کہ یہاں تغلیب کا احتمال ہے یعنی مرد کی منی کو عورت کی منی پر غالب ٹھہرایا جو صفت تھی مرد کی منی کی وہ عورت کی منی پر بھی ثابت کی اور
پانی سے مراد مرد اور عورت کی ملی ہوئی منی ہے اور چلپی محشی نے دوسرا جواب یوں دیا ہے کہ دفق سے مراد اترنا ہے منی کا اپنے مکان سے اور نزول
بلا شک دونوں کی منی میں ثابت ہے فالتشبیہ کی بہا کالقہستانی تبعاً للاخی چلپی غیر مصیب تأمل جب آیت میں تغلیب کا احتمال ہوا تو دلیل
لانے والا عورت کی منی کے دافق ہونے پر اس آیت سے جیسا کہ قہستانی شارح نقایہ نے استدلال کیا اخی چلپی کی پیروی کر کے ٹھیک بات پر
نہیں اسکو غور کر لے تم اسواسطے کہ جب دلیل میں داخل ہوا احتمال تو ساقط ہوا استدلال تامل کی وجہ سے شاید یہ ہے کہ استدلال ہوتا ہے امر
ظاہر پر اور تغلیب خلاف ظاہر ہے والتغلیب بشرط صنیعہ انما فی الثانی ولذا قال فی لم یخرج یعنی راس الذکر کہا اور مصنف نے سوئے
دفق کا لفظ مذکور نہ کیا کہ دفق امام رح اور محمد رح کے نزدیک شرط نہیں برخلاف ابو یوسف رح کے اور اسی واسطے مصنف نے کہا اگرچہ منی
سر ذکر سے شہوت کے ساتھ نہ نکلی یعنی اپنی قرارگاہ سے منفصل ہوئے شہوت شرط ہے گویا علیل سے نکلنے کے وقت شہوت ضروری ہو صم دریافت
کرنا چاہیے کہ دفق مصدر ہے متعدی اور گاہے لازم بھی آتا ہے کذا فی الفتح تو متعدی یعنی دفع بشدت ہے اور یا معنی طرفین کے نزدیک سر ذکر سے نکلنے کے
وقت دفق شرط نہیں اور دفق لازم یعنی دفوق یعنے خروج اپنے محل سے منی سر ذکر سے تو یہ طرفین اور ابو یوسف رح سبکے نزدیک شرط ہے یعنی غسل واجب ہوگا
جبتک منی سر ذکر سے خارج نہو تو کلام شارح میں دفق متعدی کی نفی ہے نہ دفق لازم کی کذا فی الطحطاوی و شرط ابو یوسف اور سر ذکر سے نکلنے
کے وقت دفق اور شہوت کو ابو یوسف رح نے شرط کہا ہے اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے چند مواضع میں چنانچہ ایک شخص کو احتلام ہوا اور اسنے
ذکر کو دابا یہانتک کہ شہوت ٹھہر گئی پھر بدون شہوت کے منی نکلی تو طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے نہ ابو یوسف رح کے نزدیک یا شہوت سے لڑکی
اور منی اپنے محل سے منفصل ہوئی پھر آہستہ ذکر کو دابا کہ شہوت جاتی رہی پھر بدون شہوت کے منی نکلی یا غسل کیا پیشاب کرنے یا سونے سے پہلے پھر
باقی منی بدون شہوت کے نکلی تو طرفین کے نزدیک دوسرا غسل واجب ہے نہ ابو یوسف رح کے نزدیک وبقولہ یفتی فی ضیف خاف ریبۃ او استحیی
کما فی المستصفی اور ابو یوسف رح کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے اس مہمان کے حق میں کہ ڈرا تہمت اور بدگمانی سے یا شرمایا چنانچہ مستصفی میں ہے یعنی مہمان
کو احتلام ہوا اور اسنے سر ذکر کو دابا اور شہوت زائل ہونے کے بعد منی خارج ہوئی یہ حرکت بدگمانی کے ڈر سے کی کہ میزبان کو شبہ نہ پڑے تو بوجہ فتوے کے
غسل اسپر واجب نہیں اور مہمان کی قید سے معلوم ہوا کہ اسکے سوا میں طرفین کے قول پر فتوی ہے چنانچہ بحر الرائق میں سراج سے صریح ہے وفی القہستانی
والتاتارخانیہ معزیا للنوازل وبقول ابی یوسف ناخذ لانہ ایسر علی المسلمین قلت ولاسیما فی الشتاء والسفر اور قہستانی اور فتاوی تاتارخانیہ میں
نوازل سے منقول ہے کہ ابو یوسف رح کے قول کو ہم لیتے ہیں اسواسطے کہ وہ مسلمانوں پر آسان تر ہے میں کہتا ہوں خصوصاً موسم سرما اور سفر میں صم لیکن
ابو یوسف کا قول مطلقاً ماخوذ ہے گذشتہ نمازوں میں اور آئندہ میں اور منصوری شرح مسعودی میں یوں ہے کہ ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہے گذشتہ نمازوں
میں جو بدگمانی کے خوف سے پڑھیں اور طرفین کے قول پر فتوی ہے صلوات مستقبلہ میں کیونکہ ان میں تہمت کا خوف نہیں الحاصل دونوں قول کی تصحیح
واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ خرج منی بعد البول وذکرہ منتشر لزمہ الغسل قال فی البحر محلہ ان وجد الشہوۃ وہو تقیید لقولہم بعدم الغسل
بخروجہ بعد البول اور خانیہ میں ہے کہ منی نکلی پیشاب کرنے کے بعد اور حالانکہ اسکا ذکر استادہ ہے تو غسل کرنا اسپر لازم ہے بحر الرائق میں کہا کہ
یہ مسئلہ اس صورت پر محمول ہے جو استادگی کے ساتھ شہوت بھی پائی جاوے اور وہ یعنی استادگی شہوت کے ساتھ مقید کرنا ہے فقہا کے اس
مطلق قول کو کہ پیشاب کے بعد منی کے نکلنے سے غسل لازم نہیں صم کتب فقہ میں مصرح ہے کہ بول یا نوم یا مشی کثیر کے بعد اگر منی نکلی تو غسل واجب
نہیں تو عدم غسل کا اطلاق مقید عدم انتشار اور شہوت کے ساتھ ہے صاحب بحر نے کہا اور اسپر دلیل تجنیس کی یہ تعلیل ہے کہ حالت استادگی میں خروج

اور انزال سب دونوں پائے گئے بطریق دفق اور شہوت کے کذا فی الطحطاوی وحلبی الحلبی حشفہ سے مافوق ختان یا مثل اسکے اگر حشفہ نہو یعنی اذا التقیٰ الختانان اور ختان و اذا المراد بالختان و الخفض کما فی الصورۃ الاولیٰ کما فی البحر اور غسل مفروض ہوا آدمی کے تمام حشفہ داخل کرنے کے وقت اگر تناسل میں حشفہ اسکا تمام ہو جو ختنہ کرنے کے مقام سے اوپر ہو جسکو سپاری کہتے ہیں آدمی کا حشفہ کہنا احتراز ہے جن کے حشفہ سے یعنی اگر جن عورت سے جماع کرے اور اسکے سامنے آدمی کی صورت پر ظاہر نہوا ہو یا عورت کو انزال نہو چنانچہ بحر الرائق میں ہے تو عورت پر غسل نہیں ہے جب عورت نے کہا کہ میرے ساتھ ایک جن ہے جو خواب میں آتا ہے بار بار اور مجھکو وہ لذت حاصل ہوتی ہے جو میرے زوج کے جماع سے حاصل ہوتی ہے تو اسپر غسل نہیں بدون انزال کے اور اگر انزال ہوا تو غسل واجب ہے گویا وہ احتلام ہے اور اگر جن آدمی کی صورت پر ظاہر ہوا تو فقط ادخال حشفہ سے غسل واجب ہوگا انزال ہو یا نہو اسواسطے کہ یہ امر احتلام کا ظاہر ہے کذا فی البحر اور اسی طرح قدر حشفہ کا داخل کرنے سے یعنی جسکا حشفہ کٹا ہو ولو لم یبق منہ قدر کا قال فی الاشباہ لم یتعلق بہ حکم ولم ار ہ اور بقدر حشفہ کے ذکر سے باقی ذکر کا اشباہ میں کہا کہ کوئی حکم اسکے ساتھ متعلق نہوا اور میں نے اسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہے یعنے جو احکام کہ حشفہ داخل کرنے سے متعلق ہیں جیسے وجوب غسل اور حلال ہونا مطلقہ کا اور جماع کی قسم میں حانث ہونا یا نہونا اس صورت میں باقی نہ رہے سید علی مقدسی نے کہا کہ قدر حشفہ کی تقلید کے مفہوم سے یہ نکلتا ہے کہ اسکے ساتھ کچھ حکم متعلق نہوگا اور عند السوال اسی کا فتویٰ دیا جاوے کذا فی الطحطاوی فی احد سبیلی آدمی حی یجامع مثلہ یعنی مخرزہ غسل فرض ہوتا ہے حشفہ داخل کرنے سے ایک راہ میں دو راہوں سے کہ قبل اور دبر ہیں اس زندہ آدمی کی کہ ویسی کا جماع ہو سکتا ہے اور قیود ثلثہ میں سے ہر قید کا محترز آگے آویگا یعنی آدمی کی قید سے جانور سے احتراز ہوا اور زندہ کی قید سے مردہ نکل گیا اور قابل جماع کی قید سے صغیر غیر قابل جماع خارج ہوا ہے اور یہ جو واجب ہونے حشفہ بدون انزال کے غسل کے واجب ہونے پر بہت احادیث دلیل ہیں از انجملہ ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے صحیح بخاری اور مسلم میں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد بیٹھا عورت کی چار شاخوں میں اور بھڑا ایک ختان یعنی ختنہ گاہ نے دوسرے ختان کو تو البتہ غسل واجب ہو گیا مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اگرچہ اسکو انزال نہوا ہو اور یہ جو مسلم کی حدیث ہے کہ انما الماء من الماء سو احتلام پر محمول ہے چنانچہ جامع ترمذی میں عبد اللہ بن عباسؓ سے بسند صحیح مروی ہے کذا فی العینی علیہما ای الفاعل والمفعول لو کانا مکلفین دونوں پر غسل فرض ہے یعنی فاعل اور مفعول پر بشرطیکہ فاعل اور مفعول دونوں مکلف ہوں یعنی عاقل بالغ مسلمان ہوں ولو احدہما مکلفا فعلیہ فقط اور اگر دونوں میں سے ایک مکلف ہو یعنی دوسرا صغیر یا مجنون تو صرف مکلف پر غسل واجب ہے دون المراہق لکن یمنع من الصلوٰۃ حتی یغتسل غسل فرض نہیں مراہق پر لیکن وہ نماز پڑھنے سے روکا جائیگا یہانتک کہ نہاوے اسلیے مراہق وہ صغیر ہے کہ ہنوز بالغ نہیں قریب باحتلام ہے ویؤمر بہ ابن عشر تادیبا اور دس برس کے لڑکے کو غسل کرنے کا امر کیا جاوے ادب سکھانے کو تا طہارت کی اسکو عادت ہو جیسے نماز کا اسکو امر کیا جاتا ہے دس برس کے صغیر نے جماع کیا عورت بالغہ کا تو عورت پر غسل ہے صغیر پر نہیں لیکن عادت پڑنے کے واسطے اسکو غسل کرنے کا امر ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وان وصلیۃ لم ینزل منیا بالاجماع ادخال حشفہ سے مکلف پر غسل فرض ہے بالاجماع اگرچہ اسنے منی نہیں ٹپکائی ہو عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ یہی مذہب ہے ہمارے علما کا اور یہی صحیح ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے یعنی لوطی دبر غیرہ اما فی دبر نفسہ فرجح فی النہر عدم الوجوب الا بالانزال یعنے دبر میں حشفہ داخل کرنے سے اسوقت غسل فرض ہوتا ہے کہ غیر شخص کی دبر میں داخل کرے اور اگر اپنی دبر میں حشفہ داخل کیا سو نہر الفائق میں عدم وجوب غسل کو ترجیح دی ہے بدون انزال کے صاحب نہر الفائق میں کہا کہ اشتہا کے لائق عدم وجوب ہے مگر بانزال اسواسطے کہ وہ اولیٰ ہے صغیرہ اور بہیمہ سے تصور لذت میں ولا یرد الخنثی المشکل فانہ لا غسل علیہ بایلاجہ فی قبل او دبر ولا علی من جامعہ الا بالانزال لان الکلام فی الحشفۃ وسبیلین محققین اور مصنف پر خنثی مشکل کا اعتراض وارد نہیں ہوتا اسواسطے کہ اسپر غسل واجب نہیں حشفہ داخل کرنے سے قبل یا دبر میں اور نہ اس شخص پر جو خنثی مشکل سے جماع کرے مگر انزال سے البتہ غسل ہے اسواسطے کہ مصنف کا کلام حشفہ واقعی اور اس قبل اور دبر میں ہے جو بلا شبہہ محقق اور ثابت ہیں ہم یعنی مصنف کے اس قول پر کہ حشفہ داخل کرنے سے اور کہا ہے ہیں مکلف پر غسل واجب ہوتا ہے خنثی مشکل کے فاعل اور مفعول ہونے سے عدم وجوب غسل کا اعتراض وارد نہوگا اسواسطے کہ خنثی مشکل کا حشفہ اور فرج

ملاحظہ یعنی پانی پانی … اور غسل انزال سے ہوتا ہے

مین کہتا ہون اور اظہر فرض مذکور تمام نہو گا کیونکہ نجاست خروج منی کی مانع ہو اور حالانکہ یہ خلاف اسکے ثابت ہی اسواسطے کہ حیض اُسی محل سے خارج ہوتا ہی
و تاسع فی الطحطاوی و یجب ای یفرض علی الاحیاء المسلمین کفایۃ اجماعا ان یغسلوا بالتخفیف المیت المسلم الا الخنثی المشکل فییمم اور واجب ہی
یعنے فرض ہی زندہ مسلمانون پر بطور فرض کفایہ اجماع کی دلیل سے یہ کہ نہلا دین مردہ مسلمان کو سواے اُس مردہ کے جو خنثی مشکل ہو تو اسکو غسل نہ دیجیے بلکہ
اسکو بجاے غسل کے فرض تیمم کروا دے ہم شارح نے وجوب کی تفسیر فرض کی تا معلوم ہو کہ یہان وجوب اصطلاحی مراد نہین جیسے اگلے مسئلے مین بھی وجوب سے
فرض مراد ہی مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ یہ فرضیت اجماع سے ثابت ہی اور غسل میت کی صحت مین نیت شرط نہین ہاں ذمہ مکلفین
سے اسقاط فرض کا نہوگا بدون نیت کے تو غرق ہوے کو بھی تین بار غسل دینا زندون پر لازم ہوگا مگر خانیہ مین زندون پر بھی نیت کو لازم نہین کہا انتہی شارح
نے یغسلوا مین تخفیف کی قید لگائی حالانکہ تخفیف و تشدید دونون متعدی ہین کذا فی القاموس تو مترجم کے ذہن ناقص مین آتا ہی کہ بالتخفیف کا لفظ بعد
لفظ المیت کے ہوگا شاید کہ کاتب سے تقدیم واقع ہو گئی اسلیے کہ طحطاوی وغیرہ نے تصریح کی ہی کہ میت بالتخفیف وہ ہی جو مر گیا اور میت بالتشدید وہ ہی جو
زندہ ہی آگے مریگا کما یجب علی من اسلم جنبا او حائضا او نفساء ولو بعد الانقطاع علی الاصح کما فی الشرنبلالیۃ عن البرہان وقال ابن الکمال
بقاء الحدث الحکمی جیسے واجب یعنی فرض ہی نہانا اُس شخص پر جو مسلمان ہو حالت جنابت یا حیض یا نفاس مین اگرچہ حیض اور نفاس کے موقوف ہو جانے
کے بعد اسلام قبول کیا بنا بر صحیح تر قول کے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی اور ابن کمال نے وجوب غسل بعد الانقطاع کی دلیل بیان کی ہی حدث
حکمی کے باقی رہنے سے یعنی جبکہ حدث باقی رہا تو وہ زائل نہوگا بدون غسل کے او بلغ لا بسن بل بانزال او حیض او ولدت ولم تر دما او اصابت کل بدنہ
نجاسۃ او بعضہ وخفی مکانہا یا جوان ہوا آدمی عمر کے حساب سے نہین بلکہ انزال یا حیض کے آنے سے یا کہ عورت جنی اور اُسنے خون کو نہ دیکھا یا آدمی کے
تمام بدن پر نجاست لگی یا تھوڑے بدن پر نجاست لگی اور نجاست کا مکان مخفی رہا تو ان پانچون صورتون مین غسل کرنا لازم ہوگا ہم اور اگر بلوغ عمر
کے حساب سے ہوگا تو غسل واجب نہین مستحب ہی چنانچہ عنقریب آتا ہی اور بلوغ کی عمر لڑکا ہو یا لڑکی پندرہ برس ہین اسی قول پر فتوی ہی فی الاصح
راجع للجمیع غسل لازم ہی یہ صحیح تر قول مین شارح نے کہا اصح ہونا سب پانچون صورتون کی طرف راجع ہی وفی التاتارخانیۃ معزیا للعتابیۃ والمختار وجوبہ علی مجنون افاق
قلت وہو مخالف لما یاتی متنا الا ان یحمل انہ رأی منیا اور تاتارخانیہ مین عتابیہ کی طرف منسوب ہی کہ قول مختار وجوب غسل کا ہی اُس مجنون پر جو ہوش
مین آگیا مین کہتا ہون یہ قول مخالف ہی اس قول کے جو متن مین آویگا یعنے استحباب غسل کا مگر یہ کہ وجوب غسل کو اسپر محمول کیجیے کہ مجنون نے بعد افاقہ
اپنے بدن یا کپڑے پر منی دیکھی او استحباب کے قول کو عدم رویت پر محمول کیجیے تو اب خلاف باقی نہ رہا وہل السکران والمغمی علیہ کذلک یراجع اور کیا مست
اور صاحب غشی کا حکم اسی طرح مجنون کے مانند ہی ہوشیار ہونے کے بعد کتابون مین اسکا حکم دیکھنا چاہیے یعنی ہمنے اسکا حکم نہین دیکھا تو تلاش کرنا چاہیے
ثم بحر الرائق مین مذکور ہی کہ مست جب ہوش مین آیا اور اسنے مذی کو دیکھا تو اسپر بالاتفاق غسل نہین تو اگر مذی نہ دیکھیگا تو بطریق اولی اسپر غسل لازم نہوگا
اور صاحب غشی کو تو خود شارح نے مستحبات مین غرر الاذکار سے نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی والا بان اسلم طاہرا او بلغ بالسن فمندوب اور اگر ویسا
نہین یعنی جنابت یا حیض یا نفاس سے پاک صاف مسلمان ہوا یا عمر کے حساب سے جوان ہوا تو غسل کرنا مستحب ہی فرض نہین وسن لصلوۃ جمعۃ
ولصلوۃ عید ہو الصحیح کما فی غرر الاذکار وغیرہ اور غسل کرنا سنت ہی جمعہ کی نماز کے واسطے اور عید کی نماز کے واسطے یہی قول صحیح ہی چنانچہ غرر الاذکار وغیرہ
مین ہی ہم ابو یوسف رح کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کے واسطے ہی اور حسن بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کے واسطے ہی اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی
اُس شخص مین جسنے جمعہ کے دن غسل کیا پھر اُسکا وضو ٹوٹا اور اُسنے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑھی تو ابو یوسف کے نزدیک سنت نہ ادا ہوئی اور حسن کے نزدیک
ادا ہوئی کذا فی المنح وفی الخانیۃ لو اغتسل بعد صلوۃ الجمعۃ لا یعتبر اجماعا اور خانیہ مین ہی کہ اگر بعد نماز جمعہ کے غسل کیا تو وہ غسل معتبر نہین بالاتفاق ابو یوسف رح

اور حسن کے کہ حسن کے نزدیک یا عدم اعتبار غسل کی یہ وجہ بحر الرائق میں بیان کی کہ غسل اسواسطے مشروع ہوا تاکہ آدمی کے بدن کا میل دور ہو جس سے اجتماع میں
تکلیف ہوتی ہے اور یہ بات حاصل نہیں نماز جمعہ کے بعد نہانے سے اور حسن کے نزدیک گو غسل دن کے سبب سے ہے نہ نماز کے سبب سے لیکن یہ شرط ہے کہ غسل
نماز سے پہلے ہو اور بعضوں کے نزدیک اتفاق مذکور کی حکایت صحیح نہیں اسواسطے کہ عینی نے تصریح کی ہے کہ غسل کرنے کے بعد نماز جمعہ سے حسن کے نزدیک سنت
ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصراً و یکفی غسل واحد لعید و جمعۃ اجتمعا مع جنابۃ اور کفایت کرتا ہے ایک بار غسل کرنا اس عید اور جمعہ کے واسطے جو جنابت کے ساتھ جمع
ہوئے ہوں یعنی جمعہ کے دن عید واقع ہوئی اور ایک شخص کو جنابت بھی ہو تو ایک بار نہانا غسل سنت اور غسل فرض سب کو کفایت کرتا ہے کذا فی المنح عن معراج الدرایۃ
کما لفرضین کجنابۃ و حیض جیسے جنابت اور حیض دونوں فرضوں کے واسطے ایک غسل کفایت کرتا ہے اجتماع حیض اور جنابت کی صورت یہ ہے کہ انقطاع حیض کے
بعد جماع یا احتلام واقع ہوا و لاجل احرام اور غسل سنت ہے احرام حج یا عمرہ کے واسطے و فی جبل عرفۃ بعد الزوال اور غسل سنت ہے عرفات کے پہاڑ میں دوپہر
ڈھلنے کے بعد مترجم شارح نے پہاڑ کا لفظ زیادہ کر کے اشارہ کیا کہ غسل عرفہ موقت سنت ہے کہ داخل عرفات ہونا یا ہر جانے سے کہ اگر یہ غسل فقط دن کے
واسطے نہیں بلکہ ظاہر وقوف عرفات کے واسطے ہے کذا فی الطحطاوی [illegible] اور غسل کرنا مستحب ہے [illegible]
غسل تین قسم ہے فرض سنت مستحب فرض غسل پانچ قسم ہے انزال منی سے بشہوت اور دخول حشفہ سے انقطاع حیض سے انقطاع نفاس
سے پانچویں غسل میت اور نجاست کے لگنے سے یا بعض بدن میں اور نجاست کا مکان مخفی ہو اور غسل سنت چار ہیں نماز جمعہ کے واسطے
اور عید کی نماز کے لیے اور احرام کے واسطے اور وقوف عرفات کے لیے اور مستحب غسل کا بیان اب شروع ہوا انہوں نے ولذا فی حلیہ کذا فی غرر الاذکار اور
اسی طرح صاحب غشی کا غسل مستحب ہے افاقہ ہونے کے بعد چنانچہ غرر الاذکار میں مذکور ہے و فی البحر الرائق کذا لک للامارۃ اور کیا مست کا بھی اسی طرح کا حکم ہے میں نے
اسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا مگر شارح سے یہ کلام مکرر واقع ہوا اور اسکی گفتگو بحر الرائق سے مذکور ہو گئی و عند حجامۃ اور غسل مستحب ہے پچھنے لگانے کے وقت
یعنی پچھنے لگانے کے بعد و فی لیلۃ براءۃ اور غسل مستحب ہے شب برات میں یعنی شعبان کی پندرھویں رات میں اس رات کی تعظیم کے واسطے اور شب
بیداری کے لیے اسواسطے کہ اسمیں ارزاق اور آجال کی تقسیم ہوتی ہے اور مومن کے واسطے براءۃ من النار اور براءۃ من الذنوب حاصل ہوتی ہے کذا فی
الطحطاوی و عرفۃ اور غسل مستحب ہے شب عرفہ یعنی نویں رات ذی الحجہ میں و قدر ان راٰہا اور غسل مستحب ہے شب قدر میں جبکہ اسکو دیکھے یعنی جبکہ اسکو جانتا ہو
بظن غالب اور شرنبلالی کی امداد الفتاح میں ہے کہ غسل مستحب ہے جبکہ شب قدر کو یقیناً دیکھے یا ان احادیث پر عمل کرے جو بیان اوقات شب قدر میں وارد
ہیں کذا فی الطحطاوی ہم اکثر احادیث صحاح میں عشرہ اخیرہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں طلب کرنا شب قدر کا وارد ہے علی الخصوص اکیسویں اور تئیسویں
اور ستائیسویں واللہ اعلم و عند الوقوف بمزدلفۃ غداۃ یوم النحر للوقوف اور غسل مستحب ہے نزدیک ٹھہرنے مزدلفہ کے روز قربانی کے صبح کو وہاں ٹھہرنے
کے واسطے ہم مزدلفہ ایک مکان ہے عرفات اور منی کے درمیان و عند دخول منی یوم النحر لرمی الجمرۃ وکذا لبقیۃ الرمی اور غسل مستحب ہے نزدیک داخل
ہونے منی کے قربانی کے دن جمرہ کو پتھریاں مارنے کے واسطے اور اسی طرح باقی سنگساری کے واسطے یعنی یوم النحر کے بعد تین دن جمرات ثلثہ کی سنگساری
جو ہوتی ہے تو ہر روز کا نہانا سنگساری کے واسطے مستحب ہے و عند دخول مکۃ لطواف الزیارۃ اور غسل مستحب ہے نزدیک داخل ہونے مکہ معظمہ کے
طواف الزیارۃ کے واسطے تاکہ فرض ادا ہو اکمل طہارتین کے ساتھ اور اسی طرح ہر بار اس مکان مقدس کے دخول میں بلا نسک غسل مستحب ہے حرمت مکان
کی تعظیم کے واسطے کذا فی امداد الفتاح و لصلوۃ کسوف و خسوف اور غسل مستحب ہے سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کے واسطے ہم کسوف اور خسوف نشانیاں ہیں
بندوں کے ڈرانے کے واسطے تو اقرب حالات تضرع طہارت کاملہ ہے نماز کے واسطے کذا فی امداد الفتاح و استسقاء و فزع و ظلمۃ و ریح شدید اور واسطے
طلب بارش کے اور خوف اور تاریکی اور زور آندھی میں غسل کرنا مستحب ہے تاکہ باکمل طہارتین التجا الی اللہ تعالی دفع مصیبت کے واسطے حاصل ہو

کذا فی اعلام الفتاوی و فی الدر المختار و یندب عند مجمع الناس و لبس ثوب جدید اور غسل یندب اور اسی طرح غسل مستحب ہے مدینہ منورہ کے داخل ہونے میں حضرت
رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے واسطے اور مزدلفہ کی صبح میں جانے کے واسطے غسل مستحب ہے تاکہ لوگوں کو میل اور پسینہ کی بدبو سے تکلیف نہ ہو
اور نماز استسقا میں مستحب ہے اور [illegible] ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ مجمع کا غسل مذہب حنفی میں منصوص ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ صاحب بحر
نے کہا کہ یہ امام شافعی کا قول ہے اور ہمارے اصحاب کے قول میں نہیں دیکھا کذا فی الطحطاوی و لمن یراد قتله یعنی اس شخص کو غسل کرنا مستحب ہے جس کے قتل کا ارادہ کیا جاتا ہے
یعنی قتل [illegible] قصاص یا ظلم ہو بہر صورت غسل مستحب ہے تاکہ موت طہارت کے ساتھ ہو اور وہ شہید ہو کر مرے کذا فی الطحطاوی و للتائب من ذنب
اور گناہ سے توبہ کرنے والے کو غسل مستحب ہے تاکہ توبہ حاصل ہو طہارت ظاہری کو طہارت باطنی کے ساتھ اس واسطے کہ طہارت ظاہری نافع نہیں بدون
طہارت باطنی کے و للقادم من سفر اور غسل مستحب ہے سفر سے آنے والے کو و للمستحاضة اذا انقطع دمها اور اس عورت مستحاضہ کو غسل کرنا مستحب ہے جسکا خون بند ہو گیا
اگر شاید یہ استحاضہ کے اندر حیض واقع ہوا ہو کذا فی الطحطاوی ثمن ماء اغتسالها و وضوئها علیه ای الزوج و لو غنیة کما فی الفتح لانه لا بد لها منه فصار
کالنفقة [illegible] فاجرة الحمام علیه اور زوجہ کے غسل اور وضو کے پانی کی قیمت زوج پر لازم ہے اگرچہ زوجہ مالدار ہو چنانچہ فتح القدیر میں ہے اس واسطے کہ عورت کو
غسل اور وضو کا پانی ضرور ہے پینے کے پانی کے برابر تو حمام کی اجرت بھی زوج پر ہے ہم حمام کی اجرت قیاس ہے صاحب بحر کا مذہب کی روایت نہیں اور بحر
خلاصہ میں تفصیل مذکور ہے کہ محتاج زوجہ کے غسل اور وضو کا پانی زوج پر ہے اور مالدار کا نہیں سو ضعیف قول ہے کذا فی الطحطاوی و لو کان الاغتسال
لا عن جنابة و حیض بل لازالة الشعث و التفث قال شیخنا الظاهر انه لا یلزمه اور اگر زوجہ کا نہانا جنابت اور حیض سے نہ ہو بلکہ سر کی گرد آلودگی اور میل
کے دور کرنے کے واسطے ہو تو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ظاہر ایسے نہانے کے پانی کی قیمت زوج پر لازم نہیں ہم اس واسطے کہ یہ ضروریات
سے نہیں بلکہ از قسم پاکیزگی بدن کے ہے اور اس کلام سے نکلتا ہے کہ سر کا تیل اور مشاطہ کی اجرت واجب نہیں زوج پر کذا فی الطحطاوی و یحرم بالحدث
الاکبر دخول مسجد لا مصلی عید و جنازة و رباط و مدرسة ذکره المصنف و غیره فی الحیض و قبیل الوتر لکن فی وقف القنیة المدرسة اذا لم یمنع اهلها الناس
من الصلاة فیها فهی مسجد اور حدث اکبر یعنی جنابت اور حیض اور نفاس سے حرام ہے جانا مسجد کا اور حرام نہیں داخل ہونا عیدگاہ اور جنازہ گاہ کا اور
صوفیوں کی خانقاہ اور مدرسہ کا ایسا ذکر کیا ہے مصنف وغیرہ نے حیض میں اور مسائل وتر کے پہلے لیکن قنیہ کی کتاب الوقف میں ہے کہ جب اہل مدرسہ لوگوں
کو اسکے اندر نماز پڑھنے سے مانع نہوں تو وہ مدرسہ مسجد ہے ہم تو مدرسہ مذکورہ میں مسجد کے احکام مرعی ہونگے اور فناء مسجد در حکم مسجد ہے ہوا اقتدا میں اگرچہ
صفوف متصل نہوں نہ دخول کے حرام ہونے میں کذا فی الطحطاوی عن النهر و لو للعبور خلافا للشافعی الا لضرورة بحیث لا یمکنه غیره جنب وغیرہ پر دخول
مسجد کا حرام ہے اگرچہ دخل گذران ہو خلافا للامام الشافعی مگر عبور کرنا مسجد میں جائز ہے ضرورت سے اسطرح پر کہ سوا مسجد کے اور طرف سے نکلنا
اسکا ممکن نہیں ہم ضرورت کی یہ صورت ہے کہ اسکے گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور غیر ضرورت کی قید ملا خسرو نے درر میں لگائی ہے اور خوب قید ہے اگرچہ اطلاق
مشایخ کے مخالف ہے صاحب بحر نے کہا اسمین یہ قید لگانا بھی لائق ہے کہ دوسری طرف دروازہ نہیں کر سکتا اور اس گھر کے سوا سے اور مکان کے رہنے پر
قادر نہیں کذا فی النہر و [illegible] تیمم [illegible] ولو مکث لخوف فوجوبا ولا یصلی ولا یقرأ اور اگر کسی شخص کو مسجد میں احتلام ہوا تو اگر
مسجد سے جلد نکلنا تو اسکو تیمم کرنا مستحب ہے اور اگر مسجد میں ٹھہرا با خوف کے سبب سے بدن کا خوف ہو یا مال کا تو تیمم کر لینا واجب ہے اور اس تیمم سے
نماز نہ پڑھے نہ قرآن ہم اس تیمم سے نماز اسواسطے صحیح نہیں کہ مسجد کا ٹھہرنا عبادت مقصودہ نہیں اور اباحت نماز کے واسطے وہ تیمم شرط ہے کہ عبادت مقصودہ
کے واسطے کیا ہو کذا فی الطحطاوی و یحرم به تلاوة قرآن و لو دون آیة علی المختار اور حدث اکبر سے حرام ہے تلاوت قرآن کی اگرچہ آیت سے کم پڑھے
بنا بر قول مختار کے ہم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور منذری نے اسکو حسن اور صحیح کہا قال رسول اللہ

عبارۃ یعنی [illegible] دوسری طرف [illegible] گذر سکے ۱۲

کا چھونا حرام ہے اگرچہ خط فارسی میں لکھا ہو یہی صحیح ہے باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ نہر میں ہے اور تصحیح سے اور حرمت میں موضع کتابت اور غیر موضع کتابت دونوں برابر ہیں اور بعضوں نے کہا غیر مرقوم کا چھونا درست ہے اور محل خلاف مصحف مجید میں اور غیر مصحف میں اگر آیت لکھی ہو تو چھونا حرام نہیں مگر مرقوم کا چھونا کذا فی باب الحیض من البحر وہل مس نحو التوراۃ کذلک ظاہر کلامہم لا اور توریت اور مانند اسکے چنانچہ انجیل اور زبور کا چھونا بھی مصحف کے مانند حرام ہے یا نہیں فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ انکا چھونا حرام نہیں ہم اسی طرح نہر الفائق میں مذکور ہے اور قہستانی میں وغیرہ سے منقول ہے کہ توریت وغیرہ میں جہاں تحریف اور تبدیل واقع نہیں ہوئی اسکا چھونا بدون طہارت کے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی الا بغلاف متجاف غیر مشرز او بصرۃ بہ یفتی مگر جداگانہ غلاف کے ساتھ کہ مصحف پر چپکا نہیں ہے مس مصحف حرام نہیں یا درم کی تھیلی کے ساتھ اس درم کا چھونا جسپر آیت لکھی حرام نہیں یا اسی کا فتوی ہے ہم غلاف جداگانہ چنانچہ مصحف کا جزدان اور غلاف الصق اور چپکا چنانچہ مصحف کی جلد تو جزدان کے ساتھ چھونا جائز ہے اور جلد کے ساتھ جائز نہیں اسپر فتوی ہے سراج میں اور کافی میں جلد کے ساتھ بھی چھونے کو صحیح کہا ہے تو یہاں دونوں قولوں کی تصحیح واقع ہوئی اور آستین کے ساتھ چھونے میں اختلاف ہے تو بموجب کافی کے جائز ہے اور بموجب سراج کے جائز نہیں ہدایہ میں اسی کو صحیح کہا ہے اور خلاصہ میں ہے کہ اسی پر اکثر مشائخ ہیں اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی عن النہر وحل قلبہ بعود اور پلٹنا مصحف کے ورق کا لکڑی سے حلال ہے واختلفوا فی مسہ بغیر اعضاء الطہارۃ وبما غسل منہا وفی القراءۃ بعد المضمضۃ والمنع اصح اور علماء نے اختلاف کیا مصحف کے چھونے میں غیر اعضاء طہارت سے اور انہیں سے جسکو دھو لیا اور جنب کے قرآن پڑھنے میں کلی کرنے کے بعد اور جائز نہ ہونا صحیح تر قول ہے ہم اعضاء طہارت سے اعضاء وضو مراد ہیں اسواسطے کہ حدث اکبر میں تمام اعضاء طہارت کے ہیں ولا یکرہ النظر الیہ ای القرآن لجنب وحائض ونفساء لان الجنابۃ لا تحل العین اور قرآن کا دیکھنا جنب اور حیض اور نفاس والی عورت کو مکروہ نہیں اسواسطے کہ ناپاکی آنکھ میں نہیں گھس جاتی کما لا تکرہ ادعیۃ ای تحریما جیسے دعاؤں کا پڑھنا بے طہارت مکروہ نہیں یعنی مکروہ بکراہت تحریمی نہیں والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولی وہو مرجع کراہۃ التنزیہ اور اگر تحریمی کراہت مراد نہ لیجیے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ مطلق ذکر کے واسطے دعا ہو یا غیر دعا وضو مستحب کا ترک کرنا خلاف اولیٰ ہے اور خلاف اولیٰ مآل کار ہے کراہت تنزیہی کا ہم اور بعضوں کے نزدیک کراہت تنزیہی تو سنت مؤکدہ کے مقابلہ میں ہے اور خلاف اولیٰ میں تو اصلا کراہت نہیں کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ مس صبی لمصحف ولوح اور مکروہ نہیں چھونا لڑکے بے وضو کا مصحف اور اس تختی کو جسپر قرآن لکھا ہے ولا بأس بدفعہ الیہ وطلبہ منہ للضرورۃ اذ الحفظ فی الصغر کالنقش فی الحجر اور کچھ ڈر نہیں بالغ باوضو کو مصحف کے دینے میں بے وضو لڑکے کو اور مصحف کے منگانے میں اس سے چنانچہ بحر الرائق میں ہے کہ مصحف کا دینا لینا جائز ہوا بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ یاد کرنا لڑکپن میں جیسے نقش پتھر میں ہم چونکہ لڑکوں سے وضو کروانا ہر وقت مشقت ہے انپر اور تا بلوغ تاخیر کرنے میں حفظ قرآن کی تقلیل ہے تو اس ضرورت سے انکو مس مصحف اور اسکا دینا لینا جائز ہوا ولا تکرہ کتابۃ قرآن والصحیفۃ او اللوح علی الارض عند الثانی خلافا لمحمد وینبغی ان یقال ان وضع علی الصحیفۃ ما یحول بینہا وبین یدہ یؤخذ بقول الثانی والا فبقول الثالث قالہ الحلبی اور مکروہ نہیں بے وضو کو لکھنا قرآن کا اسطرح کہ کاغذ یا تختی جسپر لکھتا ہے زمین پر ہو ابو یوسف رح کے نزدیک برخلاف قول محمد رح کے اور یوں کہنا مناسب ہے کہ اگر کاغذ پر وہ چیز رکھی جاوے جو درمیان کاغذ اور ہاتھ کے حائل ہو تو ابو یوسف رح کا قول لیا جاوے اور اگر یہ نہیں ہے تو محمد رح کا قول لیا جاوے ایسا کہا ہے حلبی نے ہم اور دوسری وجہ توفیق یہ ہے کہ ابو یوسف رح کا قول کراہت تحریمی کی نفی پر محمول ہے اور محمد رح کا قول تنزیہی پر بدلیل قول محمد رح احب الی ان لا یکتب یعنی میرے نزدیک پسندیدہ تر عدم کتابت ہے کذا فی الطحطاوی ویکرہ لہ قراءۃ توریۃ وانجیل وزبور لان الکل کلام اللہ وما بدل

بن حسن نے جائز کہا ہے جبکہ کافر نے غسل کیا ہو ہم کہتے ہیں ظاہر یہ قول معتمد نہیں کہ شیخین کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی ولا بأس بتعلیم القرآن والفقه عسى
ان یهتدی اور مضائقہ نہین کافر کو قرآن اور فقہ کے سکھانے مین شاید کہ راہ راست پر آجاوے یعنے مسلمان ہو ہم معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کافر کو
بتوقع ہدایت جائز ہے تو اس زمانہ مین جو بعضے نام کے مسلمان نصاری کو قرآن پڑھاتے ہین نوکری کی طمع سے سو جائز نہین بلکہ بالیقین حرام ہے
اسواسطے کہ نصاری مسلمانون کے الزام دینے کے واسطے سیکھتے ہین اور قرآن مجید کے رد کرنے مین اپنے گمان فاسد مین کتابین تصنیف کرتے ہین
حق تعالیٰ اہل اسلام کو عبرت دے کہ مزید طمع اور حرص سے ایسی بے غیرتی اور بے دینی اختیار نکرین ویکره وضع المصحف تحت رأسه الا للحفظ
والمقلمة على الكتاب الا للكتابة اور مکروہ ہے مصحف کا رکھنا اپنے سر کے نیچے مگر حفاظت کی نیت سے درست ہے اور قلمدان کا رکھنا کتاب پر مکروہ ہے
مگر لکھنے کے واسطے جائز ہے یعنے کتابت کی حالت مین ویوضع النحو ثم فوقه التعبير ثم الكلام ثم الفقه ثم الاخبار والمواعظ ثم التفسير اور صندوق وغیرہ
مین اول رکھی جاوین علم نحو کی کتابین پھر انکے اوپر علم تعبیر کی کتابین پھر انکے اوپر علم کلام یعنے عقائد کی کتابین پھر انکے اوپر فقہ کی کتابین پھر
احادیث اور پند کی کتابین پھر تفسیر کی کتابین ہم لغت کی کتابین نحو کے مانند ہین چنانچہ قنیہ مین ہے اور مصحف کا ذکر نہین کیا اسواسطے کہ وہ
فوق الکل ہے تکرہ اذابة درهم علیه آية الا اذا کسره مکروہ ہے پگھلانا اور گلانا اس درم کا جسپر آیت قرآنی کا نقش ہو مگر جبکہ درم توڑا جاوے تو اب
درست ہے ہم توڑنے سے حروف متفرق ہوگئے تو اب گلانے مین اہانت نہین اور اگر آیت سے کمتر ہو تو بدون توڑنے کے بھی گلانا درست ہے
کذا فی الطحطاوی رقية فی غلاف متجاف لم یکره دخول الخلاء به والاحتراز افضل جو تعویذ جداگانہ غلاف مین ہو یعنے تعویذ پر مڑھا ہو تو اسکا لیجانا
پاخانہ مین مکروہ تحریمی نہین اور پرہیز کرنا یعنی باہر رکھ جانا بہتر ہے ہم علامہ عزیزی کی شرح جامع صغیر مین ہے کہ عالمون کا اجماع ہے اسپر کہ تعویذ
اور افسون تین شرطون کے ساتھ جائز ہے ایک یہ کہ تعویذ اور افسون کلام اللہ اور اسکے صفات سے ہو اور دوسری یہ کہ عربی زبان مین ہو
یا اس زبان مین جسکے معنی معلوم ہون تیسری یہ کہ یہ اعتقاد ہو کہ افسون بالذات متاثر نہین بلکہ بتقدیر الٰہی اثر کرتا ہے اور قرطبی نے کہا کہ رقیہ
یعنے افسون تین قسم ہے ایک قسم وہ جسکا مطلب اور معنی معلوم نہین تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے کہ مبادا اسمین شرک ہو دوسری قسم یہ ہے
کہ بکلام الٰہی اور بصفات ربانی ہو تو جائز ہے پھر اگر احادیث مین منقول ہے تو وہ مستحب ہے تیسری قسم یہ کہ اسمار ربانی کے سوا فرشتہ یا ولی یا جلیل القدر
مخلوقات چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اس سے پرہیز واجب نہین اور نہ اسکا شرع مین حکم ہے تو اسکا ترک کرنا بہتر ہے مگر یہ کہ متضمن تعظیم ہو چنانچہ
حلف بغیر اللہ تو اب پرہیز کرنا لائق ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً یجوز رمی برایة القلم الجدید ولا ترمی برایة القلم المستعمل لاحترامه کحشیش المسجد
وکناسته ولا تلقی فی موضع یخل بالتعظیم اور جائز ہے نئے قلم کا تراشا پھینکنا اور نہ پھینکا جاوے مستعمل قلم کا تراشا اسکی حرمت اور تعظیم کی وجہ سے
جیسے مسجد کی گھاس اور کوڑہ اور نہ ڈالا جاوے ایسے مقام مین کہ مخل ہو اسکی تعظیم کا ہم لکھنے والے قلم کی تراشے کی تعظیم اس جہت سے کہ قلم
سے اسمار ربانی اور انبیا اور ملائکہ علیہم السلام کے اسمار مبارک لکھے جاتے ہین علاوہ یہ ہے کہ حروف کو بذات خود احترام ہے اور قلم جدید کے تراشے
مین یہ بات نہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لف شیء فی کاغذ فیه فقه وفی کتب الطب یجوز ولو فیه اسم الله تعالی والرسول فیجوز محوه لیلف فیه
شیء اور جائز نہین لپیٹنا کسی چیز کا اس کاغذ مین جسمین فقہ کے مسائل لکھے ہون اور طب کی کتابون مین لپیٹنا جائز ہے اور اگر اسمین اللہ تعالے
اور رسول کریم کا نام ہو تو اسکا مٹانا کسی چیز کے لپیٹنے کے واسطے جائز ہے ومحو بعض الكتابة بالريق يجوز اور بعضے لکھے حرفون کا مٹانا لعاب دہن
سے جائز ہے ہم بعض کی قید سے اللہ تعالیٰ کا نام پاک اور قرآن خارج ہوگیا چنانچہ اسکی تصریح مذکور ہوتی ہے وقد ورد النهی فی محو اسم
الله بالبزاق اور البتہ نہی وارد ہے اللہ تعالیٰ کے نام مٹانے مین تھوک سے وعنه علیه الصلوة والسلام القرآن احب الی الله تعالے

ف: ترتیب وضع کتب ہے

ف: تعویذ کو لیجانا درست ہے

ف: مسجد کا کوڑا پھینکنا بے ادبی اور تعظیم جگہ مین درست نہین ہے

من السموات والارض ومن فیہن اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہی کہ قرآن محبوب تر ہی اللہ تعالی کے نزدیک آسمانون اور زمین سے اور اُن اشخاص سے جو اُنکے درمیان مین ہین ہم شاید کہ اس حدیث سے اسکا اشارہ کیا کہ قرآن بھی اللہ تعالی کے نام کے ساتھ ملحق ہی مٹانے کی نہی مین کذا فی الطحطاوی
یجوز قربان المرأۃ فی بیت فیہ مصحف مستور عورت سے قربت کرنا اُس کوٹھری مین جائز ہی جسمین مصحف در پردہ ہی بساط او غیرہ کتب علیہ الملک یکرہ بسطہ واستعمالہ لا تعلیقہ للزینۃ فرش یا سواے اُسکے تکیہ وغیرہ ہی جسپر الملک بید لکھا ہی اُسکا بچھانا اور اُسکا استعمال کرنا مکروہ ہی اور لٹکانا اُسکا آرائش کے واسطے مکروہ نہین وینبغی ان لا یکرہ کلام الناس مطلقاً وقیل یکرہ مجرد الحروف والاول اوسع وتمامہ فی البحر وکراہۃ القنیۃ اور لائق یہ ہی کہ مکروہ نہو وے آدمیون کا کلام لکھا ہوا ہر طرح کے استعمال مین اور بعضون نے کہا کہ فقط حروف کا ابتذال مکروہ ہی اور قول اول مین زیادہ تر وسعت ہی اور اُسکا پورا بیان بحر الرائق اور قنیہ کی کتاب الکراہۃ مین ہی قلت وظاہرہ انتفاء الکراہۃ بمجرد تعظیمہ وحفظہ علق اولا زین بہ اولا اور ظاہر کلام بحر الرائق نہونا ہی کراہت کا صرف اُسکی تعظیم اور حفاظت کرنے سے جسپر الملک للہ لکھا ہی خواہ اُسکو لٹکاے یا نہین اُس سے آرایش کیجیے یا نہین وہل ما یکتب علی المراوح وجدر الجوامع کذلک یحرر اور جو کہ پنکھون اور جامع مسجد کی دیوارون پر لکھا جاتا ہی وہ بھی فرش کی نوشت کے مانند ہی یا نہین جواب اسکا لکھا جاویگا ہم باب الوتر والنوافل سے پہلے شارح نے فروع مین لکھا ہی کہ مسجد کی دیوارون پر لکھنا لائق نہین اور نہایہ مین ہی کہ قرآن کا لکھنا محراب اور دیوارون پر خوب نہین سقوط کتابت اور پانون پڑنے کے خوف سے کذا فی الطحطاوی قبیل الوتر

باب المیاہ

یہ باب ہی پانیون کے مسائل مین ہم اب اُسکا بیان شروع کیا جس سے طہارت حاصل ہوتی ہی اصطلاح مین باب عبارت ہی اُن مسائل فقہ سے جنکے احکام ماقبل اور مابعد سے جدا گانہ ہین اور وہ مترجم بکتاب اور فصل نہین کذا فی المنح جمع ماء بالمد وتقصر اصلہ موہ قلبت الواو الفا والہاء ہمزۃ میاہ جمع ہی ماء کی ساتھ مد کے یعنے جسمین الف کے بعد ہمزہ ہی اور گاہے اُسکو بے ہمزہ بھی بولتے ہین اصل ماء کی موہ ہی واو کو الف سے بدلا اور ہاء ہوز کو ہمزہ سے وہو جسم لطیف سیال بہ حیاۃ کل نام اور پانی جسم لطیف ہی یعنی غالباً بصارت کا حاجب نہین اور بہنے والا ہی جس سے ہر بڑھتی چیز کی زندگی ہی یعنی حیوان اور نبات کی یرفع الحدث مطلقاً بماء مطلق وہو ما یتبادر عند الاطلاق مطلق حدث یعنے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہی مطلق پانی سے اور مطلق پانی وہ ہی جو شتابی ذہن مین آجاے جبکہ پانی کا لفظ بولا جاے بدون اضافت کے ہم منح الغفار مین ہی کہ مطلق پانی وہ ہی جو باقی ہی اپنے پیدایشی اوصاف پر اور اُسمین نجاست نہین ملی اور نہ کوئی اور چیز اُسپر غالب ہوگئی انتہی اسکا اور شارح کی تعریف کا ایک ہی مطلب ہی کماء سماء و اودیۃ وعیون وآبار وبحار وثلج مذاب بحیث یتقاطر وبرد وجمد وندا مطلق پانی جیسے آسمان کا پانی اور رودون کا اور چشمون کا اور کنوون کا اور دریاؤن کا پانی اور پگھلا برف ٹپکتا اور اولے اور یخ یعنے پالا اور اوس ہم آسمان کے پانی ہین اگرچہ اضافت ہی مگر یہ اضافت تشریفی ہی برخلاف مقید پانی کے اسواسطے کہ اُسمین قید لازم ہی یعنی بدون قید وہ نہین بولا جاتا چنانچہ ماء الورد یعنے گلاب کا پانی کذا فی البحر اور اسی طرح تربوز کا پانی اودیہ جمع ہی وادی کی اور وادی لغت مین اُس کشادگی کا نام ہی جو پہاڑون اور ٹیلون کے درمیان ہو اور یہان مراد جنگل کا پانی ہی جو بارش کے پانی سے سائل ہو کر جمع ہوجاے جیسے ندی اور نالہ اور جھیل کا پانی فارسی مین اُسکو رود کہتے ہین ہذہ التقسیم باعتبار ما یشاہد والا فالکل من السماء لقولہ تعالی الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء الآیۃ والنکرۃ ولو مثبتۃ فی مقام الامتنان تعم اور یہ تقسیم پانیون کی ظاہر نظر کے اعتبار کرنے سے ہی اور اگر ظاہر نظر کا اعتبار نکیجیے تو سب پانی حقیقت مین آسمان سے اُترے ہین حق تعالے کے اس قول کی دلیل سے کہ تو نے کیا نہین دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا الی آخر الآیۃ اور نکرہ اگرچہ مثبت ہو احسان جتانے کے مقام مین عام ہوجاتا ہی ہم اسم نکرہ اُسکو کہتے ہین جو مین

چیزکے واسطے موضوع نہو چنانچہ مرد اور عورت اور پانی سو عرب کا قاعدہ یہ ہی کہ نکرہ نفی کے بعد عام ہوتا ہی یعنے اپنے سب افراد کو شامل ہوجاتا ہی
لیکن اثبات مین نکرہ ہر جگہ عام نہین ہوتا بلکہ مقام امتنان مین عام ہوتا ہی سو اس آیت شریف مین کہ احسان جتانے کا مقام ہی لفظ ما کا کہ نکرہ
مثبت ہی سب پانیون کے اقسام کو شامل ہوگیا کیونکہ اگر عموم پر دلالت نکرے تو مطلب فوت ہوتا ہی وھذا یونہرھم بلاکراہۃ وعن احمد یکرہ اور چاہ زمزم
کے پانی سے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہی بدون کراہت کے اور امام احمد بن حنبل سے کراہت منقول ہی ھم ہر چند زمزم کنوؤن مین داخل تھا
لیکن ماتن نے اسکو بالخصوص ذکر کیا اسکی شرافت کی وجہ سے اور اختلاف کے سبب سے وبماء قصد تشمیسہ بلاکراہۃ اور اس پانی سے طہارت
درست ہی جو قصد دھوپ مین رکھا گیا بدون کراہت کے وکراہتہ عند الشافعیۃ طبیۃ اور دھوپ کے گرم پانی کی کراہت شافعیون کے نزدیک
طب کی راہ سے ہی اسواسطے کہ موجب برص ہی وکرہ احمد المسخن بالنجاسۃ اور مکروہ سمجھا ہی احمد بن حنبل نے اُس پانی کو جو نجاست سے گرم کیا گیا
ویرفع بماء ینعقد بہ ملح لا بماء حاصل بذوبان ملح لبقاء الاول علی طبیعتہ الاصلیۃ وانقلاب الثانی الی طبیعۃ الملحیۃ اور حدث دور ہوتا ہی اُس
پانی سے کہ جمتا ہی اُس سے نمک یعنی اُسمین جمکر نمک ہوجانے کی استعداد ہی سو اس پانی سے جو نمک پگھل کر پانی ہوجاتا ہی بسبب باقی رہنے پہلے پانی
کے اپنی اصلی پیدائشی طبیعت پر اور بسبب بدل جانے دوسرے پانی کے نمک بنجانے کی طبیعت کی طرف ھم تو نمک پگھلنے کے بعد وہ پانی ایسا ہوگیا
جیسے سونے اور چاندی مگلول کا پانی نمک کا پانی گرمی مین جمتا ہی اور سردی مین پگھلتا ہی برخلاف اور پانی کے ولا بعصیر نبات ای متعصر من شجر
او ثمر لانہ مقید اور نہ روئیدگی کے پانی سے یعنے جو پانی کہ درخت اور پھل سے نچوڑا گیا چنانچہ کیلے کے درخت سے اور تربوز سے اسواسطے کہ وہ مقید پانی ہی
یعنے ازالۂ حدث کے واسطے مطلق پانی شرط ہی نہ مقید اور اگر مطلق پانی نہو اور کیلے یا تربوز کا پانی ہو تو اُس سے جائز نہین تیمم کرنا چاہیے کذا فی البحر
بخلاف ما یقطر من الکرم او الفواکہ بنفسہ فانہ یرفع الحدث وقیل لا وھو الاظہر کما فی الشرنبلالیۃ عن البرہان برخلاف اُس پانی کے جو انگور کے درخت یا
پھلون سے خود بخود ٹپکتا ہی بہار کے موسم مین اسواسطے کہ وہ دور کرتا ہی حدث کو اور بعضون نے کہا کہ وہ رافع حدث نہین اور یہی عدم جواز کا قول ظاہر تر ہی
چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی ھم جو پانی کہ درخت اور پھل سے لوگون نے نچوڑا اور ٹپکا یا وہ بالاتفاق رافع حدث نہین اور جو کہ درخت یا
پھل سے خود بخود ٹپکا اُسمین اختلاف ہی ماتن نے باتباع صاحب ہدایہ جواز رفع حدث کو اختیار کیا طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا عدم جواز بہت
کتابون مین صحیح ہی اور قاضی خان اور صاحب محیط اور کافی نے اسی قول پر اقتصار کیا ہی اور شرح منیہ مین ہی کہ عدم جواز اشبہ ہی تو یہی قول اولی ٹھہرا
کمال امتزاج کی وجہ سے واعتمدہ القہستانی فقال والاعتصار یعم الحقیقی والحکمی کماء الکرم وکذا ماء الدابوغۃ والبطیخ بلا استخراج وکذا نبیذ التمر اور عدم
جواز پر اعتماد کیا ہی قہستانی شارح نقایہ نے سو یون کہا کہ اعتصار یعنی نچوڑنا شامل ہی اعتصار حقیقی کو چنانچہ کوٹ کر یا داب کر پانی نکالنا اور اعتصار
حکمی جیسے انگور کے درخت کا پانی کہ خود بخود ٹپکتا ہی اور انگور کے پانی کے مانند ہی دابوغہ اور خربزے کا پانی جو خود بخود نکلا بدون نکالنے کے اور اسیطرح ہی شربت
خرما کا ھم حلبی محشی نے کہا کہ مین نے تفسیر دابوغہ اپنے پاس کے کتب لغت مین نہین پائی طحطاوی نے کہا کہ ایک شخص ساکن بلدۂ خلیل علیہ الصلوۃ والسلام
نے مجھسے کہا کہ وہان کے لوگ زمین سے جڑین نکالتے ہین اور پانی مین رکھتے ہین وہ پانی سرخ ہوجاتا ہی اس سے کھال کی دباغت کرتے ہین اُسکو دابوغہ بولتے
ہین انتہی مین کہتا ہون مخزن الادویہ کی فرہنگ مین دربوذ کو بطیخ ہندی یعنی تربوز لکھا ہی ظاہر ایہی مناسب مقام ہی شاید کہ دابوغہ معرب ہو دربوذ کا
واللہ اعلم ولا بماء مغلوب بشئ طاہر اور طہارت جائز نہین اُس پانی سے جو مغلوب ہوگیا پاک چیز کے ملجانے سے ھم مغلوب ہوگیا یعنی اپنی طبیعت اور
اصل خلقت سے خارج ہوگیا چنانچہ شربت اور سرکہ اور گلاب اور باقلا کا مطبوخ پانی اور شوربا اسواسطے کہ ان چیزون سے پانی کا نام زائل ہوگیا مغلوب کی
قید اسواسطے لگائی کہ اگر پانی مغلوب نہو بلکہ غالب ہو تو طہارت جائز ہی چنانچہ آگے آویگا دریافت کر کہ اس مقام مین کتب فقہ کی عبارتین مختلف ہین تو قاعدہ کلیہ چاہیے

پس سے حقیقت حال معلوم ہو وہ قاعدہ یہ ہے کہ مطہر یعنی آب مطلق کا زوال اطلاق یا کمال امتزاج سے ہے یا غلبہ ممتزج سے الخ منح الغفار شرح المصنف چنانچہ
شامی اُس قاعدہ کو بیان کرتا ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ پانی مطلق کی طبیعت اصلی یہ ہے کہ سیراب کرے اور پیاس کو مار دے اور بعضوں نے کہا
قوت نفوذ اسکی طبیعت ہے اور بعضوں نے کہا بیرنگ ہونا الغلبۃ اما بکمال الامتزاج بتشرب نبات غالب ہونا ناپاک چیز کا پانی پر دو طرح پر ہے یا نہایت
اختلاط کے سبب سے ہے کہ حاصل ہوا ہے درخت اور گھاس کے جوشنے سے ہم نہایت اختلاط کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اشجار اور نباتات نے واسطے
اپنے حصول دیفیہ کے زمین سے پانی پینے تراوت کو پیا اسطرح کہ اب وہ پانی نکل نہیں سکتا بدون نکالنے کے او بطبخ بالا یقصد بہ التنظیف یا بکمال اختلاط
حاصل ہوتا ہے پانی سے پکانے میں اس چیز کے ساتھ جسکی بخشش سے صاف کرنا او میل چھڑانا منظور نہو ہم چیزیں ہیں پانی ڈال کر پکانا دو قسم ہے ایک یہ کہ میل
صاف کرنے کے واسطے ہو جیسا کہ اشنان اور صابون اور بیری کی پتیان او خطمی کہ غسل میت کے واسطے پکاتے ہیں ایسا پکانا طہارت کا مانع نہیں اگرچہ
رقت اور سیلان اسکا باقی نہ رہے تو اب اُس پانی سے وضو اور غسل جائز نہیں دوسری قسم پکانے کی یہ کہ میل صاف کرنے کے واسطے نہیں چنانچہ
شوربا یہ اختلاط مانع طہارت ہے اگرچہ وہ سائل اور رقیق ہو یہ دوسری صورت ہے کمال اختلاط کی و اما بغلبۃ المخالط فلو جامدا فبثخانۃ ما لم یزل الاسم
کنبیذ التمر یا مغلوب ہونا پانی کا کسی چیز ملجانے والی کے سبب سے ہے اور اگر وہ چیز ملجانے والی بستہ اور گاڑھی ہے تو اسکا غالب ہونا پانی پر پانی کے
گاڑھے ہو جانے سے ہے تا وقتیکہ پانی کا نام زائل نہو گیا ہو جیسا کہ شربت خرما کا ہے یہ دوسری طرح ہے ناپاک چیز کے غالب ہونے کے پانی پر نبیذ التمر یعنی شربت
خرما یہ ہے کہ خرما پانی میں تر کرتے ہیں پانی میٹھا ہو جاتا ہے اسکو خرما کا شربت کہتے ہیں پانی نہیں بولتے تو گاڑھا ہونے سے پہلے پانی مغلوب ہو گیا نام کے
جاتے رہنے سے تو اب غلبہ گاڑھے ہونے پر موقوف نہ رہا اس سے وضو کرنا جائز نہیں بنا بر اینکہ صحیح یہ ہے کہ عدم جواز وضو شربت خرما سے امام اعظم کا پچھلا قول ہے
ولو مائعا فلو مباینا لاوصافہ فبتغیر اکثرہا اور اگر ملجانے والی چیز پانی میں سائل او بہتی ہے تو اگر پانی کے سب اوصاف کی مخالف ہے تو غلبہ اسکا ثابت ہوتا ہے
پانی کے اکثر اوصاف کے بدل جانے سے ہم پانی کے مخالط یعنی ملجانے والی چیز دو قسم ہے بستہ اور سائل بستہ کا بیان ہو گیا اب سائل کا بیان شروع
ہوا سائل کی تین صورتیں ہیں یا وہ سائل پانی کی سب صفات سے مخالف ہے یا بعض سے یا سب صفات کے موافق اور مماثل ہے پانی کی تین صفتیں
ہیں ایک رنگ دوسرے مزہ تیسرے بو سو سرکہ پانی کی تینوں صفت کے مخالف ہے تو اگر سرکہ پانی میں ملا اور اسکی دو صفت میں تغیر ہوا یعنی رنگ اور مزہ میں یا
مزہ اور بو میں یا رنگ اور بو میں تو غلبہ اسکا پانی پر ثابت ہو گیا او موافقا کلبن فباحدہا یا سائل چیز پانی کی بعضی صفت سے موافق ہے اور بعضے سے مخالف ہے
جیسے کہ دودھ کہ بو نہونے میں پانی کے موافق ہے اور مزے اور رنگ میں مخالف ہے تو غلبہ اسکا پانی پر ایک مخالف صفت کے متغیر ہو جانے سے ہے تو اگر دودھ کا رنگ
یا مزہ پانی پر غالب ہو گیا تو وضو جائز نہیں ورنہ جائز ہے اور اسی طرح تربوز کا پانی مزے میں پانی کے مخالف ہے تو اسمیں غلبہ مزے کی وجہ سے معتبر ہو گا طحطاوی نے
کہا اگر شارح او سائلا نا لبعض الاوصاف کہتا تو بہتر ہوتا اور بعضی نسخہ میں فباحدہما بصیغہ تثنیہ ہے تو ضمیر کا مرجع مذکور نہیں او مماثلا کمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر من
النصف جاز التطہیر بالکل والا لا یا سائل پاک چیز پانی کے برابر اور مانند ہے سب تینوں صفات میں جیسا کہ مستعمل پانی تو غلبہ اسکا پانی پر اجزا کے حساب سے ہے تو اگر
مطلق پانی وزن میں نصف سے زیادہ ہے تو طہارت کرنا اُس تمام مخلوط پانی سے جائز ہے اور اگر مطلق پانی وزن میں کم ہے مستعمل پانی سے یا برابر تو جائز نہیں ہم اب مستعمل کی
طہارت بنا بر قول مفتی بہ معتمد کے ہے اور یہی حکم ہے عرق گاؤزبان اور عرق گلاب کا جسکی بو باقی نہ رہی ہو اور اگر آب مستعمل مطلق پانی کے برابر ہو نہ زیادہ نہ کم تو بظاہر روایۃ
میں مذکور نہیں بدائع میں ہے کہ فقہا نے کہا ہے کہ اسکا حکم مغلوب پانی کے برابر ہے احتیاط کی راہ سے کذا فی الطحطاوی عن البحر وفیہ التیمم الملتقی والملاقی اور یہی جو حکم
کہ مذکور ہوا آب مستعمل میں وہ عام ہے اُس پانی مستعمل کو جو ڈالا گیا مطلق مطہر پانی میں اور اسکے ساتھ ملگیا اور اس مطلق مطہر پانی کو جسمیں کوئی شخص بیٹھا یا اُس نے
غوطہ مارا کذا فی الطحطاوی عن البحر یعنی ان دونوں صورتوں میں اگر آب مطلق نصف سے زائد ہے تو طہارت جائز ہے ورنہ جائز نہیں ففی الفساقی یجوز التوضی ما لم یعلم

مساوی المستعمل مثلاً ماء ترجمہ بحر والنہر والمنح تو وضو کرنا صغیر حوضوں میں جائز ہو جبتک مستعمل کا برابر ہونا آب طہور کے ساتھ معلوم نہو یہ فائدہ کم
بنا بر اس تحقیق کے جو بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار میں مذکور ہو ہم یہ تفریع ہو اس قول متقدم پر کہ وضو جائز ہو اگر مطلق پانی اکثر ہو والا جائز نہین
بحر الرائق میں کہا اور اسپر دلیل وہ ہو جو شیخ سراج الدین قاری ہدایہ نے اپنے فتاوی میں جسکو انکے شاگرد صاحب فتح القدیر نے جمع کیا ہو کہ کسی نے
اُنسے سوال کیا فسقیہ صغیرہ سے جسمین لوگ وضو کرتے ہین اور اسمین مستعمل پانی گرتا ہو اور ہر روز اسمین نیا پانی نازل ہوتا ہو اسمین وضو کرنا جائز ہو یا
نہین تو جواب دیا کہ جب اس حوض مین سواے پانی مذکور کے اور کوئی چیز واقع نہین ہوئی تو کچھ ضرر نہین انتہی یعنی اگر اسمین نجاست پڑ گئی تو وہ ناپاک
ہو جائیگا صغیر ہونے کے سبب سے کذا فی الطحطاوی قلت لکن الشرنبلالی فی شرح الوہبانیۃ فرق بینہما فراجعہ متاملا لیکن شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح
مین ملتقی اور ملاقی مین تفرقہ کیا ہو تو اسکی طرف رجوع کر غور و تامل کے ساتھ ہم خلاصہ کلام شرح وہبانیہ یہ ہو کہ قلیل مستعمل کے ملنے سے کثیر مطلق مستعمل نہین
ہو جاتا اور بدن کی ملاقات سے تمام پانی حکماً مستعمل ہو جاتا ہو انتہی لیکن اس توہم کو صاحب بحر نے ذکر کیا اور اسکی طرف التفات نہین کیا سو یون کہا کہ
جب مجھکو یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا اس شخص کے قول کا ضعیف ہونا جو ہمارے زمانہ مین کہتا ہو کہ آب مستعمل جب ڈالا جاے آب مطلق مین اور حالانکہ مطلق
غالب ہو تو وضو سارے پانی سے جائز ہو اور جبکہ وضو کیا فسقیہ یعنی صغیر حوض مین تو سب مستعمل ہو گیا اسلیے کہ دونون مسئلون مین کچھ فرق نہین اور یون فرق
کرنا کہ وضو مین استعمال سارے پانی مین شائع ہو جاتا ہو بخلاف ڈالنے کے مدفوع ہو اسطرح پر کہ شیوع اور اختلاط دونون صورتون مین برابر ہو تو متحد
الحکم دونون صورتون مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا الحاصل فساقی صغار یعنی چھوٹے حوضون سے وضو کرنا جائز ہو جبتک اسکا گمان غالب نہو کہ آب مستعمل
اکثر یا مساوی ہو اور وقوع نجاست کا گمان غالب نہو انتہی اور لیکن ملتقی اور ملاقی مین کچھ فرق ظاہر نہین اسی واسطے شارح نے اسکی طرف بلفظ تامل اشارہ
کر دیا کذا فی الطحطاوی ویجوز رفع الحدث بما ذکر فان مات فیہ ای الماء ولو قلیلا غیر دموی کزنبور وعقرب وبق ای بعوض وقیل بق الخشب اور جائز ہو
دور کرنا حدث کا مطلق پانی کے ان اقسام سے جنکا بیان گذر گیا اگرچہ وہ پانی قلیل ہو گو کہ اسمین مر گیا ہو وہ جانور جسمین خون سائل نہین جیسا کہ بھڑ اور بچھو
اور بق یعنی مچھر اور بعضون نے کہا بق سے مراد لکڑی کا کیڑا ہو وفی المجتبی الاصح فی علق مص الدم انہ یفسد ومثلہ فی الحکم بق وقراد وحلم اور مجتبی مین صحیح تر حکم اس
جونک کا جسنے خون کو چوسا ہو اور قلیل پانی مین مر گئی یہ ہو کہ وہ پانی فاسد ہوتا ہو یعنی ناپاک ہو جاتا ہو اور اسی ترجیح سے معلوم ہوتا ہو حکم مچھر اور چھوٹی چیچڑی اور
بڑی چیچڑی کا یعنی اگر مچھر اور چیچڑی خون پی کر قلیل پانی مین مر جاے تو پانی ناپاک ہوگا جیسے خون کی چوسی ہوئی جونک کے مرنے سے ناپاک ہوتا ہو قول اصح مین
اسلیے کہ جونک اور مچھر مین خون ذاتی نہین مستعار ہو کذا فی النہر وفی الوہبانیۃ دود القز وماؤہ وبزرہ وخرؤہ طاہر کدودۃ متولدۃ من نجاسۃ اور وہبانیہ مین ہو کہ
ریشم کا کیڑا اور اسکا چوشیدہ پانی اور اسکے انڈے اور بیخال پاک ہو جیسے نجاست کا پیدا ہوا کیڑا پاک ہو ہم پانی سے وہ پانی مراد ہو جسمین ریشم کے کیڑے اوٹائے
جاتے ہین ریشم کے نکالنے کے واسطے کذا فی الحلبی ومائی مولد ولو کلب الماء وخنزیرہ کسمک وسرطان وضفدع اور اگرچہ آب مطلق قلیل مین وہ جانور
مر گیا ہو جسکی پیدایش کا مکان پانی ہو جیسا کہ مچھلی اور کیکڑا اور مینڈک اگرچہ پانی کا کتا اور سور ہو ہم مصنف نے صاحب ہدایہ کی پیروی کرکے دو مسئلہ یہان
ٹھہرائے ایک اس جانور کا جسمین خون سائل نہین دوسرے وہ جانور جو پانی مین پیدا ہوتا ہو اور کنز کی طرح یون نہ کہا کہ موت ما لا دم لہ الخ اسواسطے کہ کنز پر اعتراض
لگتا ہو اس جانور کا جو پانی مین پیدا ہوتا ہو اور وہین رہتا ہو اور اسمین خون سائل ہو اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ مین اسکی موت مین پانی نجس نہین ہوتا لہذا مصنف
نے دونون صورتون کو جمع کر دیا بحر الرائق مین کہا کہ پانی کے کتے مین مشایخ کا اختلاف ہو بلا ترجیح چنانچہ معراج الدرایۃ مین ہو لیکن خلاصہ مین ہو کہ پانی کا کتا
اور پانی کا سور جب پانی مین مر جاوین تو اسپر فقہا کا اجماع ہو کہ پانی فاسد نہین ہو جاتا تو شاید کہ قول ضعیف کا اعتبار نہین کیا کذا فی الطحطاوی الا بریا لہ دم
سائل وہو ما لا سترۃ لہ بین اصابعہ فیفسد فی الاصح کحیۃ بریۃ ان لہا دم الا اگر جنگلی مینڈک مین خون سائل ہوتا ہو اور جنگلی وہ ہو جسکی انگلیون کے درمیان مین

منہ شامی سے اس نے نقل کیا کہ بق مچھر اور کھٹمل کو کہتے ہین اور بعض نے ستارہ کہا ہو ماہ ۱۲ منہ

پر وہ نہین ہوتا ہو اُسکے مانند تو اُسکی موت سے پانی فاسد یعنی نجس ہوجاتا ہی صحیح تر قول مین جیسے خشکی کے سانپ کی موت سے پانی نجس ہوجاتا ہی اگر اُسمین
خون سائل ہو اور اگر خون نہو یا خون سائل نہو تو ناپاک نہین ہوتا وکذا الحکم لو مات خارجہ و القی فیہ فی الاصح فلو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ
لا شربہ لحرمۃ لحمہ اور اسی طرح کا حکم ہی یعنے پانی ناپاک نہین ہوتا اگر مرگیا وہ جانور جو مذکور ہوا پانی سے باہر اور پانی مین ڈالا گیا صحیح تر قول مین تو اگر پانی مین
مینڈک کے مانند جانور ریزہ ریزہ ہوگیا تو وضو اُس سے جائز ہی پینا اُسکا جائز نہین اُسکے گوشت کے حرام ہونے سے ہم مینڈک کے مانند وہ جانور ہی جو ناپاک نہین
مگر اُسکا کھانا حرام ہی وینجس الماء القلیل بموت مائی معاش بری مولد فی الاصح کبط و اوز اور ناپاک ہوتا ہی تھوڑا پانی صحیح تر قول مین اُس جانور کے مرنے سے جو پانی
مین رہتا ہی خشکی مین پیدا ہوتا ہی چنانچہ بط اور چینی بط ہم پانی کی چڑیون مین تصحیح مختلف ہی لیکن شیخ جامع صغیر قاضی خان کی تصحیح موجہ تر ہی لہذا ماتن نے اسی پر
اعتماد کیا کذا فی البحر و حکم سائر المائعات کالماء فی الاصح اور پانی کے سوا باقی سائل اور روان چیزون کا حکم پانی کے مانند ہی صحیح تر قول مین یعنی وقوع نجاست سے
قلیل فاسد ہوتا ہی نہ کثیر حتی لو وقع بول فی عصیر عشر فی عشر لم یفسد یہانتک کہ اگر آدمی کا پیشاب پڑا اُس حوض مین جسمین وہ دردہ رس ہو کسی چیز کا تو وہ فاسد یعنے
ناپاک نہوگا جیسے اتنا پانی ناپاک نہین ہوتا ولو سال دم رجلیہ مع العصیر لا ینجس خلافا لمحمد ذکرہ القہستانی وغیرہ اور اگر پاؤن کا خون بہا رس کے ساتھ یعنے جاری
رس کے ساتھ کذا فی الطحطاوی تو وہ ناپاک نہوگا برخلاف محمد رح کے ایسا ذکر کیا ہی قہستانی وغیرہ نے ہم انگور وغیرہ کا پاؤن سے داب کر رس نچوڑتے ہین تو اگر
پاؤن کا خون جاری رس کے ساتھ بہیگا ناپاک نہوگا جیسے آب رواں کے ساتھ خون کا بہنا ناپاک نہین کرتا و بتغیر احد اوصافہ من لون او طعم او ریح
ینجس الکثیر اور ایک وصف کے بدلنے سے پانی کے تین اوصاف مین سے کہ رنگ اور مزا اور بو ہی ناپاک ہوجاتا ہی بہت پانی اور اسی طرح رس ہم شارح نے
کثیر کا لفظ ذکر کرکے اشارہ کیا کہ ینجس کا لفظ فعل مضارع ہے اور کثیر اُسکا فاعل ہی سو یہ بات ٹھیک نہین بلکہ جو بات یہ ہی کہ قولہ و بتغیر عطف ہی بموت مائی پر تو وہ
متعلق ہی ینجس بموت مائی کا جسکو شارح مضارع سمجھتا ہی وہ جار مجرور ہی یعنے با سے جارہ ہی نہ با سے تعدیہ اور یہ جار مجرور متعلق ہی ینجس کا تو مطلب یہ ہی کہ ناپاک
ہوجاتا ہی پانی ایک وصف کے متغیر ہونے سے بسبب واقع ہونے نجاست کے اور شارح کے بیان مین یہ خلل ہی کہ فاعل کا حذف کرنا بدون قرینہ
جائز نہین اور یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ پانی کا تغیر کس چیز سے ہوا پاک چیز سے یا ناپاک سے کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو جاریا اجماعا ایک وصف کا بدلنا
نجاست سے پانی کو نجس کرتا ہی اگرچہ جاری اور بہتا ہوا پانی ہو بالاتفاق ہم علما کا اسپر اجماع اور اتفاق ہی کہ جب پانی کا ایک وصف بھی نجاست سے
بدل گیا اس سے طہارت جائز نہین خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو یا غیر جاری اسی طرح منقول ہی ہم حنفیون کی کتابون مین اور امام نووی شافعی
نے بھی شرح مہذب مین اسی طرح نقل کیا ہی اور اگر نجاست سے تغیر نہین ہوا تو اتفاق ہی عامہ علما کا اسپر کہ قلیل ناپاک ہوجاتا ہی نہ کثیر لیکن حد قلیل اور
کثیر مین اختلاف ہی چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی البحر و النہر اما القلیل فینجس و ان لم یتغیر خلافا لمالک اور قلیل پانی تو ناپاک ہوجاتا ہی نجاست کے
واقع ہونے سے اگرچہ پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے برخلاف امام مالک کے مذہب کے ہم امام مالک کا یہ مذہب ہی کہ وقوع نجاست سے قلیل
پانی مین نجس نہین ہوتا جب تک کہ رنگ یا مزہ یا بو اُسکی متغیر نہو لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہی کہ جو پانی متغیر نہو وہ کثیر ہی امام مالک کے نزدیک
نہ قلیل کذا فی البحر لو تغیر بطول مکث ناپاک نہین ہوتا پانی اگر اُسکا مزہ وغیرہ بدل گیا زیادہ ٹھہرنے سے فلو علم نتنہ بنجاسۃ لم یجز تو اگر اُسکی
گندگی معلوم ہوئی نجاست کے سبب سے تو طہارت جائز نہین ولو شک فالاصل الطہارۃ اور اگر گندگی مین شک پڑے معلوم نہین کہ زیادہ ٹھہرنے کے
سبب سے ہی یا نجاست کے سبب سے تو اصل طہارت ہی تو اصل ہی کا اعتبار کرنا چاہیئے لوگون سے اسکی تحقیق اور تفتیش ضرور نہین کذا فی المنیۃ والتوضی
من الحوض افضل من النہر رغما للمعتزلۃ اور وضو کرنا حوض سے بہتر ہی نہر سے معتزلہ کی ذلت کو ہم معتزلہ ایک فرقہ ہی اسلام مین اہل سنت کے مخالف جو
اصول اور فروع حنفی ہین مگر اس مسئلہ مین مخالف ہین یعنے اُنکے نزدیک حوض کبیر وقوع نجاست سے نجس ہوتا ہی اگرچہ نجاست قلیل ہو بحر الرائق

فتح القدیر سے نقل کیا کہ اُسکے مخالف اس صورت میں ہے جبکہ معتزلہ موجود ہوں اور جہاں وہ لوگ نہیں تو وہاں وضو کرنا نہر سے بہتر ہے حوض سے وکذا
یجوز بماءٍ خالطہ طاہر جامد مطلقًا کاشنان وزعفران اور اسی طرح طہارت جائز ہے اس پانی سے جسکے ساتھ مخلوط ہو گئی پاک چیز بستہ غیر سائل ہر طرح
کی جیسا کہ اشنان اور زعفران ہم طاہر غیر سائل کا ملنا ہر طرح مانع طہارت نہیں خواہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو جیسا کہ مٹی اور چونہ یا بقصد تنظیف تخلیط ہوئی
جیسا کہ اشنان اور صابون یا کوئی اور چیز ہو جیسا کہ زعفران امام کے نزدیک کذا فی المنح لکن فی البحر عن القنیۃ ان امکن الصبغ بہ لم یجز کنبیذ تمر لیکن بحر الرائق میں
قنیہ سے منقول ہے کہ اگر زعفران کے پانی سے رنگنا کپڑے وغیرہ کا ممکن ہو تو طہارت اس سے جائز نہیں جیسے شربت خرما سے جائز نہیں وَفاکہۃ وورق شجر
وان غیر کل اوصافہ فی الاصح اور جیسے پھل اور درخت کے پتوں کے پانی میں مل جانے سے طہارت جائز ہے اگرچہ ان سے پانی کے تمام اوصاف بدل گئے ہوں
صحیح تر قول میں ہم نہایہ میں ہے استادوں سے منقول ہے کہ وہ وضو کیا کرتے تھے اُن حوضوں سے جنمیں درختوں کی پتی واقع ہوتی تھی باوجود متغیر ہو جانے
تمام اوصاف کے اور کوئی کسی کو منع نہیں کرتا تھا اور مقابل اصح کے محمد بن ابراہیم میدانی کا قول ہے کہ اگر اس پانی کی رنگت ہتھیلی میں اٹھانے سے معلوم ہو
تو اس سے وضو درست نہیں اُسکا پینا درست ہے وان یبقیٰ رقتہ ای واسمہ کما مر بشرطیکہ اُس پانی کا پتلا پن اور نام اسکا باقی رہا جیسا کہ گزر گیا آب مطلق
کے بیان میں ہم اور جبکہ پانی کا نام اصل ہو جیسا کہ زعفران کا پانی اُس صورت میں کہ کپڑے وغیرہ رنگتا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ عربی زبان میں اُسکا نام
صبغ رکھا گیا جیسا کہ نبیذ تمر کذا فی الطحطاوی ویجوز بجار وقعت فیہ نجاسۃ اور طہارت جائز ہے اُس بہتے پانی سے جسمیں نجاست پڑی ہم خواہ نجاست نظر
آتی ہو پانی میں یا نظر نہ آتی ہو آب جاری میں سے ناپاک نہیں ہوتا خود محل وقوع نجاست سے وضو درست ہے ابو یوسف رح کے نزدیک اور یہی مختار ہے
مشائخ بخارا کا نصاب میں کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی والجاری ہو ما یعد جاریا عرفا اور جاری پانی وہ ہے جسکو روان اور بہتا عرف میں
شمار کرتے ہیں وقیل ما یذہب بتبنۃ والاول اظہر والثانی اشہر اور بعضوں نے کہا جاری پانی وہ ہے جو تنکے کو بہا لیجاوے اور پہلا قول ظاہر تر ہے اور دوسرا قول
مشہور تر ہے کذا فی البحر وان وصلیۃ لم یکن جریانہ بمدد فی الاصح آب روان ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ اُسکا بہنا اوپر کے پانی کے مدد سے نہ ہو صحیح تر قول میں یعنی
اگرچہ مبدا اور منشا اسکا چشمہ یا جھیل یا مینہ نہ ہو ہم عدم اشتراط مدد کی تصحیح صاحب سراج اور صاحب تجنیس نے کی ہے اور مقابل اسکے فتح القدیر کا قول ہے
کہ جاری ہونے میں پانی کی مدد ضرور ہے جیسا کہ چشمہ اور کنواں یہی قول مختار ہے تو یہاں دونوں قولوں کی تصحیح واقع ہے کذا فی الطحطاوی فلو سد النہر
من فوق فتوضأ رجل بما یجری بلا مدد جاز لانہ جار تو اگر نہر بند کی گئی اوپر سے اس طرح کہ بند سے مطلقاً پانی نہیں رستا ہے پھر کسی مرد نے وضو کیا اُس پانی سے
جو بہتا ہے بدون مدد کے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ جاری پانی ہے وکذا لو حفر نہرًا من حوض صغیر او صب رفیقہ الماء فی طرف میزاب وتوضأ فیہ وعند طرفہ الآخر
اناء یجتمع الماء فیہ جاز توضیہ بہ ثانیًا وثم وتمامہ فی البحر اور اسی طرح اگر نہر کھودی چھوٹے حوض سے اور اسمیں پانی بہا حوض کا یا ایک شخص کے رفیق نے
پانی ڈالا پرنالے کے ایک کنارے پر اور اُس شخص نے وضو کیا نہر یا پرنالے کے روان پانی میں اور پرنالے کے دوسری طرف کوئی برتن ہے جسمیں وہ
روان پانی جمع ہوتا جاتا ہے تو دوسری بار اُسی پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور پھر تیسری بار اسی طرح اور پھر چوتھی بار اسی طرح پانی بہا کر وضو جائز ہے اور
اسکا پورا بیان بحر الرائق میں ہے ہم یعنے حوض صغیر سے پانی بہایا نہر میں اور بہنے کی حالت میں وضو کیا پھر وہ پانی جمع ہوا ایک مکان میں سو دوسرے
آدمی نے اُس مکان سے نہر کھودی اور اُسمیں پانی بہایا اور وضو کیا جاری ہونے کی حالت میں پھر وہ پانی جمع ہو گیا اور مکان میں پھر اور آدمی نے
اسی طرح کیا تو سب شخصوں کا وضو درست ہے اسواسطے کہ ہر ایک نے پانی بہنے کی حالت میں وضو کیا اور جاری پانی نجس نہیں ہوتا جب تک متغیر
نہ ہو جاوے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے اور جو پانی کہ جمع ہوا وہ طاہر اور طہور ہے یعنے پاک کرنے والا ہے اسواسطے کہ اُسکا استعمال جاری ہونے کی حالت میں ہوا ہے
اور جاری پانی مستعمل نہیں ہوتا استعمال کرنے سے اسی طرح منقول ہے شیخ زاہد ابو الحسن رستغفنی سے علامہ نوح نے کہا کہ یہ فرع مبنی ہے آب مستعمل

کے نجس ہونے پر اور فتوی ہی آب مستعمل کے طاہر ہونے پر کذا فی الطحطاوی وان لم یُرَ ای یُعلم اثرہا فلو فیہ جیفۃ او بال فیہ رجل فتوضأ آخر من اسفلہ جاز ما لم یُرَ فی اسفلہ اثرہ آب جاری وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوتا جبتک نجاست کا اثر نہ معلوم ہو تو اگر آب جاری میں مردار جانور پڑا ہو یا اسمین کسی مرد نے پیشاب کیا سو دوسرے مرد نے اسکی جانب نشیب مین وضو کیا تو جائز ہی جبتک کہ جانب نشیب مین اسکا اثر معلوم نہو ہم شارح نے مردار اور پیشاب کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ نجاست مرئی اور غیر مرئی مین کچھ فرق نہین وہو اما طعم او لون او ریح اور وہ یعنی نجاست کا اثر یا مزہ ہی یا رنگ یا بو ظاہرہ

یعم الجیفۃ وغیرہا وہو ما رجحہ الکمال وقال تلمیذہ قاسم انہ المختار وقواہ فی النہر واقرہ المصنف وفی القہستانی عن المضمرات عن النصاب وعلیہ الفتوی

اور ظاہر کلام مصنف کا مردار اور اسکے غیر دونون کو شامل ہی یعنی آب جاری مین بدون ظہور اثر کے نجاست نہین ہوتی خواہ مردار ہو یا غیر اسکے اور اسی قول کی ترجیح دی ہی محقق کمال نے اور انکے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی قول مختار ہی اور اسی کو قوی کہا ہی نہر الفائق مین اور اسی کو ثابت رکھا ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اور قہستانی مین مضمرات سے اور اسمین نصاب سے منقول ہی کہ اسی قول پر فتوی ہی وقیل ان جرت علیہا نصفہ فاکثر لم یجز وہو احوط اور قول دوسرا یہ ہی کہ اگر پانی جاری ہو امردار کے نصف بدن پر یا زیادہ پر تو اس سے طہارت جائز نہین اور یہ قول زیادہ تر احتیاط کا ہی اور اکثر فقہا وہان یہی ذکر ہی والحقوا بالجاری حوض الحمام لو الماء نازلا والغرف متدارک اور فقہا نے آب جاری کے ساتھ ملا دیا ہی حمام کے حوض کو بشرطیکہ حوض مین اوپر سے پانی نازل ہو اور حوض سے پانی کا لینا پے درپے ہو اسطرح پر کہ مابین الغرفتین سطح پانی کا ساکن نہوگیا ہو تو اگر ناپاک ہاتھ اس حوض مین ڈالا جاویگا تو وہ ناپاک نہوگا بدون ظہور اثر کے کذا فی البحر کحوض صغیر یدخلہ الماء من جانب ویخرج من آخر یجوز التوضی من کل الجوانب مطلقاً بہ یفتی اس چھوٹے حوض کے مانند جسمین پانی داخل ہوتا ہی ایک طرف سے اور خارج ہوتا ہی دوسری طرف سے تو وضو کرنا جائز ہی اسکی ہر طرف سے ہر طرح اسی کا فتوی ہی ہم ہر طرح یعنے وہ حوض چار در چار ہو یا کم یا زیادہ اس سے اور قول ضعیف یہ ہی کہ اگر چار در چار سے زیادہ ہی تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی البحر پھر معلوم کرنا چاہیے کہ حوض مذکور کا مسئلہ مبنی ہی آب مستعمل کی نجاست پر اور مبنی یہ قول پر چونکہ آب مستعمل پاک ہی تو وضو مطلقاً درست ہی کیونکہ مستعمل مغلوب ہی اور مطہر غالب وکعین ہی خمس فی خمس ینبع الماء منہ بہ یفتی قہستانی معزیا للتتمۃ اور مانند اس چشمہ کے کہ وہ پانچ در پانچ ہی اسمین سے پانی جوش مارکے نکلتا ہی اسکے ہر طرف سے وضو جائز ہی اسی کا فتوی دیا گیا ہی چنانچہ قہستانی نے اسکو تتمہ کی طرف منسوب کیا ہی ہم پانچ کی قید اسواسطے لگائی کہ یہی تو محل نزاع ہی اور اگر پانچ ہاتھ سے حوض یا چشمہ کم ہی تو بالاتفاق وضو جائز ہی وجہ اختلاف یہ ہی کہ چھوٹے حوض یا چشمہ مین آب مستعمل جلد نکلجاتا ہی اور بڑے حوض مین گوشون مین ٹھہر جاتا ہی اور یہ مسئلہ بھی آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہی اور فتوی اسکے برخلاف ہی وکذا یجوز براکد کثیر کذلک ای وقع فیہ نجس لم یر اثرہ ولو فی موضع وقوع المرئیۃ بہ یفتی بحر اور اسی طرح وضو جائز ہی اس بستہ ٹھہرے کثیر پانی سے جو اسی طرح کا ہی یعنی جسمین ایسی نجاست پڑی جسکا کچھ اثر نمودار نہین اگرچہ نجاست مرئیہ کے مکان وقوع مین وضو کیا اسی قول کا فتوی ہی بحر الرائق مین ہم اور بعض لوگون نے یہ اختیار کیا کہ اٹکل کرے سو اگر اٹکل مین یہ آوے کہ نجاست خالص نہین ہوئی تو وضو کرے یعنے موقع نجاست مین ورنہ وضو نہ کرے ابن امیر حاج نے کہا یہی صحیح تر ہی اور کرخی وغیرہ نے تجنیس کی ترجیح دی ہی بدائع مین کہا کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی اور مطلب اسکا یہ ہی کہ موضع نجاست کو چار در چار گز چھوڑکر وضو کرے اور مشائخ بخارا اور ماوراء النہر نے کہا کہ غیر مرئی نجاست مین موضع وقوع نجاست سے وضو کرے وہو الاصح تو معلوم ہوا کہ سب اقوال کی تصحیح واقع ہوئی ہی مگر فتوی اسی پر ہی جو شارح نے ذکر کیا یعنی اگر نجاست مرئی کا اثر معلوم نہو تو موضع وقوع سے وضو جائز ہی فتح القدیر مین ہی کہ اسی قول کی ترجیح الائق ہی ایسا مذکور ہی نہر الفائق مین

کذا فی الطحطاوی والمعتبر فی مقدار الراکد اکبر رای المبتلی بہ فان غلب علی ظنہ عدم خلوص ای وصول النجاسۃ الی الجانب الآخر جاز والا لا ہذا ظاہر الروایۃ عن الامام والیہ رجع محمد وہو الاصح کما فی الغایۃ وغیرہا وحقق فی البحر انہ المذہب وبہ یعمل اور اس آب بستہ غیر جاری کی مقدار مین جو ناپاک

[illegible] اگر پانی کی ندیا ... خروج کی جگہ وضو کریگا اس جگہ نجاست ... کذا فی الشامی

نہین ہوجاتا بلاظہور اثر نجاست کے تجویز غالب معتبر ہی مثل ہوکی یعنے اُس شخص کی جسکو طہارت کے واسطے پانی کی حاجت پڑی تو اگر اسکے گمان مین عدم خلوص
یعنے نہ پہونچنا نجاست کا دوسری طرف غالب ٹھہر گیا تو وہ آب کثیر ہی اس آب بستہ سے وضو اور غسل جائز ہی اگر یہ گمان غالب نہین ہوتا تو وہ قلیل پانی ہو طہارت
اُس سے جائز نہین یہی ظاہر الروایہ ہی امام اعظم سے اور اسی قول کی طرف محمد رح نے جنسے دہ دردہ کا قول منقول ہی رجوع کیا ہی اور یہی قول صحیح تر ہی چنانچہ
غایۃ البیان وغیرہ مین ہی اور بحر الرائق مین ثابت کیا ہی کہ یہی قوی مذہب ہی اور اُسی پر عمل کرنا چاہیے هم بحر الرائق مین دلیل روایات سے اسکو مذہب ثابت
کیا ہی پھر یون کہا ہی کہ یہ جو ہمارے اکثر بلکہ تمام علما متاخرین نے دہ دردہ کو آب کثیر قرار دیا ہی وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہین اور محمد رح نے اگرچہ اسکی
تقدیر کی ہی مگر اس سے رجوع کیا ہی اور اگر رجوع بھی ثابت نہوتا تو یہ تقدیر لازم نہین مگر انہین کے حق مین اسواسطے کہ جبکہ ہر حاجتمند کے استکثار کا اعتبار ہوا
تو ایک شخص کا کثیر سمجھنا دوسرے پر لازم نہین بلکہ یہ امر مختلف ہی جو جسکے دل مین پڑے اُسپر وہ عمل کرے اور یہ امر اُن امور سے نہین ہی جسمین عامی پر مجتہد
کی تقلید واجب ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہی کذا فی الطحطاوی اور مصنف نے اپنی شرح مین کہا چونکہ حد آب کثیر مین ظن غالب ظاہر الروایہ تھا اور اسکی تصحیح اکثر کتب
معتمدہ مین واقع تھی لہذا مینے اس متن مین اسی پر اعتماد کیا اور متاخرین نے جو دہ دردہ کو اختیار کیا وہ ظاہر الروایہ نہین اور نہ ہمارے علما کے متقدمین کا
مذہب ہی اگرچہ صاحب کنز نے اسپر یقین کیا ہی اور صاحب ہدایہ نے اُسپر فتوی ٹھہرایا ہی تو جو مذہب مین صحیح قول ہی اسی پر عمل کرنا متعین ہی انتہی وانّ التقدیر
بعشر فی عشر لا یرجع الی اصل یعتمد علیہ ورد ثنا اجابۃ صدر الشریعۃ اور بحر الرائق مین یہ ثابت کیا ہی کہ آب کثیر مین اندازہ ٹھہرانا دہ دردہ کا اصل معتمد علیہ
کی طرف راجع نہین ہوتا اور جو ثبوت اصل کا جواب دیا ہی صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین اُسکو رد کیا هم صدر الشریعۃ نے دہ دردہ کی یہ حدیث اصل ٹھہرائی کہ جو
کنوان کھودے تو اُسکا حق کنوئین کے گرداگرد ۴۰ گز ہی تو اُسکے گرد چارون طرف سے ۱۰ گز ہوے تو اگر دوسرا شخص دس گز کے اندر بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا
کھتا کھودیگا تو رد کیا جائیگا اسواسطے کہ پہلے کنوئین کی طرف نجاست سرایت کریگی اور اگر دس گز کے بعد کھودیگا تو روکا نجائیگا تو معلوم ہوا کہ شرع نے دہ دردہ کو
عدم سرایت مین اعتبار کیا ہی صاحب بحر نے اسکو تین وجہ سے رد کیا ہی از انجملہ ایک وجہ یہ ہی کہ حریم چاہ کا دس گز ہونا بعض کا قول ہی اور صحیح قول تو یہ ہی کہ اُسکا حریم ہر طرف
سے ۴۰ گز ہی دوسری وجہ یہ ہی کہ زمین بمراتب سخت ہی پانی سے تو پانی کو زمین پر قیاس کرنا عدم سرایت مین صحیح نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً علامہ عینی نے شرح
ہدایہ مین فرمایا کہ حدیث بیر بضاعہ دہ دردہ کی سند ہوسکتی ہی بیان اُسکا یہ ہی کہ محمد بن حسن سے جب آب کثیر کا سوال ہوا تو کہا کہ اگر میری مسجد کے برابر ہو تو وہ کثیر ہی جب
اسکو ناپا تو مسجد اندر سے ہشت درہشت تھی اور باہر سے دہ دردہ تھی اور قول ضعیف یہ ہی کہ دوازدہ در دوازدہ تھی اور بیر بضاعہ کی مسافت ہشت درہشت تھی اور دلیل
اُسپر ابوداؤد سجستانی صاحب سنن کا قول ہی کہ مین نے بیر بضاعہ کو ناپا اپنی چادر سے تو عرض اسکا چھ گز تھا اور مین نے وہان پوچھا کہ زمان سابق سے اسمین کچھ تغیر
ہوا ہی جواب دیا کہ نہین پھر جب اسکا عرض چھ گز کا ہوا تو طول اسکا زیادہ ہوگا اسواسطے کہ اکثر طول زیادہ ہوتا ہی عرض سے اور اگر وہ کنوان مدور ہوتا تو کہتے کہ اسکا
دور چھ گز کا تھا تو جبکہ طول کی زیادت عرض کے ساتھ ملائی جاوے تو مقدار اُسکی ہشت درہشت یا زیادہ ٹھہریگی تو محمد رح نے اس تقدیر کو لیا لیکن باب عبادات مین
احتیاط لازم ہی لهذا انکی مسجد اصلی کے خارج کو یعنی دہ دردہ کو اعتبار کیا انتہی لکن فی النہر وانت خبیر بانّ اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لا رای لہ من العوام فلذا افتی
المتاخرون الاعلام لیکن نہر الفائق مین ہی کہ ای مخاطب تو جانتا ہی کہ مقرر اعتبار کرنا دہ دردہ کا ضبط اور بندوبست کی بات ہی خصوصاً عوام لوگون کے حق مین جنکو ظن غالب
اور تجویز حاصل نہین تو اسی واسطے علما کبار متاخرین نے دہ دردہ کا فتوی دیا هم قوت دلیل صاحب بحر الرائق کے کلام مین ہی اور جبکہ تو صاحب بحر اور صاحب نہر دونون
کے کلام پر بخوبی آگاہ ہو تو تجھکو اسکا یقین حاصل ہو جاوے اور جو کہ صاحب نہر نے مذکور کیا اسکو صاحب بحر نے بھی ذکر کیا اور اُسکو قابل التفات کے نجانا کذا فی الطحطاوی
ای فی المربع باربعین وفی المدور بستۃ وثلثین وفی المثلث من کل جانب خمسۃ عشر ربعا وخمسا بذراع الکرباس یعنی متاخرین کا فتوی ہی حوض مربع مین ۴۰ گز پر اور
حوض مدور مین ۳۶ گز پر اور حوض مثلث مین ہر طرف سے پندرہ گز اور چوتھائی اور پانچوان حصہ گز پر تینون صورتون مین کپڑے ناپنے کا گز مراد ہی هم یعنی حوض

بالائین دہ دردہ کی تقدیر کی اصل سے ثابت نہین ۱۲

جو آب جاری کے مانند نجاست کے پڑنے سے بدون ظہور اثر کے ناپاک نہیں ہو سکتا اُسکی مقدار بموجب فتوای متاخرین کے اگر وہ مربع ہو تو دہ در دہ ہو یعنی ہر طرف سے دس گز اور پانی کے چاروں طرف سے ۴۰ گز اور سطح پانی کا طول اور عرض میں سو گز اور حوض مدور میں ۳۶ گز کی ترجیح مذکور ہو ظہیریہ میں اور نجیز ظہیریہ میں ۴۸ گز محیط میں کہا کہ ۴۸ گز اعتبار میں زیادہ تر احتیاط ہو کما فی النہر اور اگر حوض مثلث ہو یعنے جسکے تینوں کونے معتدل ہیں تو ہر طرف سے پندرہ گز اور چہارم گز اور شارح نے جو خمس گز زیادہ کیا ہو اُسکی کچھ حاجت نہیں اسلیے کہ اسقدر سے مساحت پانی کی سو گز ہو جاتی ہو وتمامہ فی الطحطاوی نہر الفائق میں ہو کہ معتبر ذراع کرباس ہو یا ذراع مساحت یا ہر زمان اور مکان کا گز جس سے پیمائش کرتے ہیں تینوں قولوں کی ترجیح واقع ہو اور پچھلا قول اشبہ تر ہو انتہی ہدایہ اور تجنیس میں ذراع کرباس کو اختیار کیا ہو علامہ عینی نے کہا مساحت کا گز سات مشت یعنی سات مٹھی کا اور ہر مٹھی پر ایک کھڑی انگلی اور ذراع کرباس یعنی کپڑے ناپنے کا گز فقط سات مٹھی کا ہو اور ہر مٹھی پر انگلی قائم نہیں اور دوسرا قول یہ ہو کہ ۲۴ انگلی کا گز لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف کے شمار کے موافق ولو له طول لا عرض لکنه یبلغ عشرا فی عشر جاز تیسیرا اور اگر حوض یا خندق کا طول ہو اور بہت عرض نہیں لیکن اگر اُسکا کسر کے حساب پہنچے تو وہ دردہ یعنی سو گز تک پہونچتا ہو تو وضو کرنا اُس سے جائز ہو خلق اللہ کی آسانی کے واسطے کذا فی النہر ولو اعلاہ عشرا واسفلہ اقل جاز حتی یبلغ الاقل اور اگر ایک حوض اوپر سے دہ دردہ ہو اور نیچے سے کم دہ دردہ سے تو وضو اُس سے باوجود وقوع نجاست جائز ہو تاوقتیکہ پانی کمتر کو پہونچے یعنے جب کمتر تک پانی پہونچ جائیگا تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا وضو نہ جائز ہوگا ولو بعکسه فوقع فیه نجس لم یجز حتی یبلغ العشر اور جو اسکے بالعکس ہو یعنے حوض اوپر سے تنگ ہو دہ دردہ سے کم اور نیچے سے کشادہ الخ دہ دردہ کے ہوا اُسمیں نجاست پڑی تو وضو جائز نہیں جب تک کہ اوپر کا پانی فنا ہو کر دہ دردہ کو پہونچے یعنے جب وہاں پہونچیگا تو اب وضو کرنا اُس سے جائز ہوگا کذا فی النہر عن السراج الہندی ولو جمد ماؤه فثقب ان الماء منفصلا عن الجمد جاز لانه کالمسقف وان متصلا لا لانه کالقصعة اور اگر حوض کبیر کا پانی برف کی سردی سے جمکر تختہ کے مانند ہوگیا پھر اُسمیں سوراخ کیا گیا اگر پانی جدا ہو آب بستہ سے تو وضو جائز ہو اسواسطے کہ وہ پانی اسکے مانند ہو جسپر چھت ہو یعنی اگرچہ دہ دردہ سے کم ہو اور اگر پانی حوض کا آب بستہ سے ملا ہوا ہو تو وضو اُس سوراخ سے جائز نہیں اسواسطے کہ وہ طاس اور تغاری کے مانند ہو یعنے وہ پانی قلیل ہو جیسے طاس کا پانی کہ وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضی خان میں ہو کہ وضو اُس سے جائز نہیں مگر اسوقت جائز ہو جبکہ نقب دہ دردہ ہو حتی لو ولغ فیه کلب تنجس یہانتک کہ اگر کتے نے اُسمیں پانی پیا یعنی اس نقب سے جس سے حوض کا پانی متصل ہو پانی پیا تو وہ ناپاک ہوگا لا لو وقع فیه فمات لتسفله ناپاک نہوگا وہ حوض اگر کتا اُسمیں گر پڑا اور مر گیا اسکے تہ نشین ہونے کی وجہ سے یعنی اسفل میں تو پانی کثیر ہو کتے کی تہ نشین ہونے سے ناپاک نہوگا مگر جبکہ اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو کذا فی الطحطاوی ثم المختار طہارة المتنجس بمجرد جریانه پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مختار اور پسندیدہ مذہب میں پاک ہو جانا ہو ناپاک پانی کا اُسکے جاری ہونے کے ساتھ ہی ہم یعنے اگر ناپاک حوض یا تالاب میں پاک پانی داخل ہوا اور حوض یا تالاب جاری ہوا تو بمجرد جاری ہونے کے وہ پاک ہوگیا اور قول ضعیف یہ کہ جب سب پانی ناپاک حوض کا نکلیگا تب پاک ہوگا اور بعضوں نے کہا جبکہ سہ چند پانی نکلیگا تب پاک ہوگا اور یہ مطلب شارح کا نہیں کہ بدون داخل ہونے پاک پانی کے اگر نالی بنا کر اُسکو جاری کیجیے تو وہ پاک ہو بحر الرائق میں کہا طہارت کا حکم اُسوقت ہوگا جبکہ نکلنا پانی کا پاک پانی کے داخل ہونے کے وقت ہو کذا فی الطحطاوی وکذا البئر وحوض الحمام ہذا اور یہی حکم ہو کنوئیں اور حمام کے حوض کا یاد رکھو اسکو یعنے اگر کنوان نجاست کے گرنے سے ناپاک ہوا اور جاری ہوا پاک ہوگیا اُسکے جاری ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پاک پانی اوپر سے داخل ہوا دلو سے لبالب ہو کر جاری ہوگیا دوسری صورت یہ ہو کہ چشمہ چاہ نے جوش مارا اور اندر سے بطریق کاریز کے بہا وفی القہستانی والمختار ذراع الکرباس وهو ست قبضات فقط فیکون ثمانیا فی ثمان بذراع زماننا ثمان قبضات فی ثمان اصابع علی القول المفتی به بالعشر ای ولو حکما لیعم ما طوله بلا عرض فی الاصح وکذا بکثیر مقدار عشر فی عشر الاصح اور قہستانی میں ہو اور مختار اور پسندیدہ مذہب میں کپڑے ناپنے کا گز ہو اور وہ فقط سات مٹھی کا ہو تو دہ دردہ کا حوض ہشت در ہشت کا ہو [illegible]

ہمارے زمانہ کے گز سے جو آٹھ مشتی اور تین انگلیون کا ہے یہ قول ہے بنا بر فتویٰ متاخرین کے دہ دردہ کے کثیر ہونے مین یعنی اگرچہ دہ دردہ حقیقۃً نہو بلکہ حکماً ہو یہ اسواسطے
سہتہ کہا تا کہ دہ دردہ شامل ہو جاوے اُس حوض طویل کو جسمین طول ہو بدون عرض کے صحیح تر قول مین اور اسی طرح شامل رہے اُس کنوئین کو جسکا عمق یعنی گہراو دس گز
کا ہے صحیح تر قول مین ہم طول بلا عرض مین اختلاف ہے ایک قول ہے کہ اگر اُسکا پانی بقدر دہ دردہ کے ہے تو وہ وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا چنانچہ سابق مین گذرا
اور عیون مذاہب اور محیط اور اختیار وغیرہا مین اسکی تصحیح کی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ نجس ہو جاتا ہے قاضی خان نے اسکو عامہ مشایخ کی طرف نسبت کیا ہے اور فتح القدیر
مین اسی کو اختیار کیا ہے اور قاسم نے اسکو صحیح کہا ہے تو دونون قول صحیح ہین کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یقلو اوا بقدر العشر فی عشر لم تنجس کما فی المنیۃ اور اسوقت مین یعنی جبکہ
عمق کا اعتبار ہوا تو اگر اُسکا پانی دہ دردہ کے برابر ہو تو نجاست کے پڑنے سے وہ کنوان ناپاک نہوگا چنانچہ منیۃ المصلی مین ہے وہم یہ قول ضعیف ہے چنانچہ شارح مختصر نے
اسپر آگاہ کر دیا وحینئذٍ فعمق خمس اصابع تقریباً ثمانیۃ الاف وثلث مائۃ واثنا عشر منا من الماء الصافی ولیسعہ مدور کل ضلع منہ طولاً وعرضاً وعمقاً ذراعان وثلثۃ
ارباع ذراع ونصف اصبع تقریباً کل ذراع ربع وعشرون اصبعاً انتہی اور اسوقت مین یعنے جبکہ عمیق کنوان حوض کبیر کے مانند ہوا تو پانچ انگلیون کا عمق
دہ دردہ کے حوض مین ۸۳۱۲ سیر صاف پانی کا ہے اور گنجائش کرتا ہے اسقدر پانی کو وہ حوض جسکی ہر جانب طول اور عرض اور عمق مین دو گز اور پون گز
اور آدہی انگلی ہے تخمیناً ہر گز ۲۴ انگلی کا اب تمام ہو گیا کلام قہستانی کا قلت وفیہ کلام اذ المعتبر عدم اعتبار العمق احدۃ فلذا قلت مین کہتا ہون اور قہستانی کے
اس کلام مین کلام ہے یعنی مسلم نہین اسواسطے کہ فقط عمق کا اعتبار کرنا بدون طول اور عرض کے معتمد قول نہین تو اے مخاطب ہوشیار رہیو ہم بحر الرائق مین
فتح القدیر سے منقول ہے کہ عمیق تنگ جوانب کو آب کثیر قرار دینا موجہ نہین اسواسطے کہ مدار کثرت اسپر ہے کہ دوسری جانب کو نجاست نہ پہونچے اور تقارب
جوانب مین بلاشک وصول غالب ہے اور پانی کا استعمال تو اوپر کی سطح سے ہوتا ہے نہ عمق سے کذا فی الطحطاوی ملخصاً فائدہ بڑا تالاب ہے کہ ایام گرما مین
خشک ہو جاتا ہے اور چوپائے اسمین لید کرتے ہین پھر اسمین پانی آیا اور بھر گیا تو نظر کرنا چاہیے اگر نجاست ہو پانی کے داخل ہونے کے مکان مین تو سب
پانی نجس ہے اور اگر وہ پانی بستہ ہو گیا وہ بھی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ جو پانی اس راہ سے آیا وہ ناپاک ہو گیا تو اب وہ ناپاک نہوگا اور اگر نجاست موضع دخول آب
مین نہین پھر وہ پاک پانی جمع ہوا پاک مکان مین جو دہ دردہ ہے پھر وہان سے بڑھا موضع نجاست تک تو سب پانی پاک ہے اور جو برف اس سے جمے وہ بھی طاہر
ہے جبتک کہ اسمین نجاست کا اثر ظاہر نہو اور اسی طرح جس تالاب کا پانی کم ہو کر چار در چار ہو گیا اور اسمین نجاست پڑی پھر نیا پانی آیا اگر نیا پانی دہ دردہ ہو گیا
نجس پانی کے ملنے سے پہلے تو سب پانی پاک ہے کذا فی الخانیۃ یعنی فتاوی قاضی خان ولا یجوز بماء زال طبعہ وہو السیلان والارواء والانبات بکثیر
طبخ کمرق وماء باقلاء الا بما قصد بہ التنظیف کاشنان وصابون فیجوز ان بقی رقتہ اور جائز نہین طہارت وضو اور غسل کی اُس پانی سے جسکی طبیعت یعنی اسکی پیدائشی
صفت کہ بہنا اور پیاس کا کہونا اور نباتات کا اوگانا ہے زائل ہو گیا پکانے کے سبب سے چنانچہ شوربا اور آب باقلا مطبوخ مگر وہ پانی جو پکایا گیا اُس چیز کے ساتھ
جس سے میل کا صاف کرنا مقصود ہے چنانچہ اشنان اور صابون تو اُس سے طہارت جائز ہے اگر اُسکی رقت باقی ہے یعنی گاڑہا نہوا ہو چنانچہ سابق مذکور ہو گیا او
بماء استعمل لاجل قربۃ ای ثواب ولو مع رفع حدث یا جائز نہین طہارت اُس پانی سے جسکو استعمال کیا قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کو اگرچہ ہو قربت رفع حدث
کے ساتھ معلوم کرنا چاہیے کہ مستعمل پانی مین کلام واقع ہوتا ہے چار مقام مین اول استعمال کے سبب سے سو مصنف نے اسکو بیان کیا بقولہ لقربۃ اور رفع حدث
مقام ثانی ثبوت استعمال کے وقت مین سو مصنف نے اُسکا اشارہ کیا بقولہ اذا انفصل مقام ثالث مستعمل کی صفت مین سو اُسکو بیان کیا بقولہ طاہر مقام رابع
مستعمل کے حکم مین سو اُسکو ذکر کیا بقولہ غیر مطہر قربت کے واسطے وضو کرنے سے باتفاق شیخین رح و محمد رح کے استعمال ثابت ہے خواہ فقط قربت ہو یا قربت رفع
حدث کے ساتھ ہو کذا فی الطحطاوی فقط قربت بلا ازالہ حدث کی یہ صورت ہے کہ غیر محدث یعنی باوضو آدمی دوسرا وضو نیت کے ساتھ کرے یا طاہر غسل کرے
اور فقط ازالہ حدث بلا قربت کی یہ صورت ہے کہ محدث یعنے بیوضو آدمی وضو کرے بدون نیت کے تو یہان ازالہ حدث تو ہوا مگر قربت یعنی ثواب نہین اسواسطے کہ بدون نیت

کہ ثواب نہین ہوتا محمد کے نزدیک سبب استعمال کا فقط قربت ہی اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قربت بھی سبب ہی اور ازالہ حدث بھی بلکہ اسقاط فرض بھی ومن ممیز او حائض لعادة عبادة یا ہوا استعمال پانی کا نابالغ صاحب تمیز یا حائض سے عبادت کی عادت باقی رہنے کے واسطے یعنی نابالغ جو وضو کرے ثواب کی نیت سے یا حیض والی عورت وضو کرے چنانچہ اسکو مستحب ہی کہ نماز کے وقت وضو کرکے جا نماز پر بیٹھ کر تسبیح اور تہلیل کرے تاکہ نماز کی عادت نچھوٹے وہ پانی بھی مستعمل ہی تقرب کے سبب سے اس پانی سے بھی وضو جائز نہین او غسل میت یا ہوا استعمال پانی کا میت کے نہلانے سے یعنی میت طاہر ہی اگر اسکے بدن پر نجاست نہو وہو الاصح اور دوسرا قول یہ ہی کہ نجس ہی نجاست جب تو اسکا غسالہ نجس ہوگا اور اس قول کی بھی تصحیح واقع ہی اور محمد نے جو غسالہ میت کو مطلقاً نجس کہا ہی تو اس وجہ سے کہ غالباً نجاست سے خالی نہین ہوتا کذا فی البحر او ید لاکل او منه بنیة السنة یا استعمال ہوا ہاتھ کہ دھونے سے کھانے کے واسطے یا کھانے سے فراغت کرکے ادائے سنت کے قصد سے ہم حدیث مین وارد ہی کہ کھانے کی برکت ہی پہلے اور بعد کھانے کے ہاتھ دھونا تو اگر اس نیت سے ہاتھ دھوئے ثواب حاصل ہوا پانی مستعمل ہوگیا اور اگر یہ نیت نہین چنانچہ میل صاف کرنے کے واسطے دھونے سے پانی مستعمل نہوگا کیونکہ نہ ازالہ حدث ہی نہ اقامت قربت کذا فی الطحطاوی اولاجل رفع حدث ولو مع قربة کوضوء محدث ولو للتبرد یا مستعمل ہو پانی ازالہ حدث کے سبب سے اگرچہ ازالہ حدث قربت کے ساتھ مجتمع ہو چنانچہ بے وضو شخص کا وضو کرنا اگرچہ ٹھنڈے سر دھونے کے واسطے وضو کیا ہو کیونکہ بے وضو نے وضو کیا قربت کی نیت سے تو یہان دو سبب استعمال کے جمع ہوگئے یعنی ازالہ حدث بھی اور قربت بھی اور اگر فقط گرمی کے رفع کرنے کو وضو کیا تو فقط ازالہ حدث ثابت ہوا نہ قربت بہر صورت پانی مستعمل ٹھہرا فلو توضأ متوضئ لتبرد او تعلیم او لطین بیده لم یصر مستعملا اتفاقاً اور اگر با وضو شخص نے وضو کیا سر دھونے کو یا تعلیم وضو کے واسطے یا مٹی دھونے کے واسطے اپنے ہاتھ سے تو وہ پانی باتفاق شیخین اور محمد کے مستعمل نہوگا ہم یہ تفریع ہی اس تقیید پر کہ استعمال ثابت ہوتا ہی قربت سے یا ازالہ حدث سے اور ان صورتون مین کوئی سبب استعمال کا نہین قربت تو اسواسطے نہین کہ نیت نہین کیونکہ ثواب بدون نیت کے نہین ہوتا اور ازالہ حدث بھی نہین اسواسطے کہ وہ شخص باوضو ہی اگر کوئی کہے کہ تعلیم مقصود مین بلاشبہہ ثواب ہی پھر کیا وجہ ہی کہ تعلیم قربت نہوا اسکا جواب یہ ہی کہ قربت تو فقط تعلیم مین ہی نہ پانی کے استعمال مین ولہذا اگر تعلیم قولی کرے تو اس تعلیم فعلی کی کچھ حاجت نہین رہی کزیادة علی الثلث بلا نیة قربة چنانچہ پانی مستعمل نہین ہوتا تین بار دھونے پر زیادہ کرنے سے بدون قصد کرنے ثواب کے یعنی بلا ارادہ وضو تین بار سے زیادہ دھونے سے مستعمل نہین ہوتا ولغسل نحو فخذ او ثوب طاہر او دابة تؤکل اور جیسے پانی مستعمل نہین ہوتا مثل ران کے یا پاک کپڑے یا حلال چوپائے کے دھونے سے ہم مثل ران سے مراد اعضائے غیر وضو ہین یعنی اگر غیر جنب اپنی ران دھووے تو وہ پانی مستعمل نہوگا بنا بر قول اصح کے کما فی البحر اسواسطے کہ اسمین نہ قربت ہی نہ رفع حدث نہ اسقاط فرض اور کپڑے کے مانند پاک برتن ہی اولاجل اسقاط فرض یا مستعمل ہو پانی اسقاط فرض کے سبب سے ہم خلاصہ کلام بحرالرائق مین یہ ہی کہ پانی مستعمل ہو جاتا ہی تین چیزون مین سے ایک سبب سے یا ازالہ حدث سے خواہ اسکے ساتھ تقرب ہو یا نہو یا اقامت قربت سے خواہ اسکے ساتھ ازالہ حدث ہو یا نہو یا اسقاط فرض کے سبب سے یہ دلیل قول فقہا کہ جو اپنے ہاتھ کہنیون تک یا ایک پانون تغاری مین ڈالے تو پانی مستعمل ہوگا اور اس صورت مین نہ ازالہ حدث ہوا اور نہ قربت کی نیت پائی گئی فقط فرض ثابت ہوگیا عضو مغسول سے صاحب نہر نے کہا کہ اسقاط فرض کو زیادہ کرنا یعنے بر خلاف اور کتابون کے اسقاط فرض کو استعمال کا سبب ثالث قرار دینا اس تقدیر مین تمام ہوگا جبکہ اسقاط مین ثواب نہو ورنہ قربت ثابت ہوگی انتہی اسکا جواب یہ ہی کہ فرض ساقط ہو جاتا ہی مکلف کے فعل سے اگرچہ نیت نہو اور جبکہ نیت نہین تو ثواب نہین تو ثواب اسقاط فرض کیونکر قربت ہوگا کذا فی الطحطاوی ہو الاصل فی الاستعمال الکمال یہی یعنے فرض کا ساقط کرنا اصل سبب ہی پانی کے مستعمل ہونے کا چنانچہ اسپر آگاہ کردیا ہی کمال الدین محقق نے ہم یعنے رفع حدث مین حقیقةً اور قربت مین حکماً اسقاط فرض موجود ہی اسواسطے کہ قربت بمنزلہ اسقاط کے ہی دوسری بار کذا فی الطحطاوی بان تغسل بعض اعضائه لو ید خل یدہ او رجلہ فی حب بغیر اغتراف ونحوه کرفع کوزه فانه یصیر مستعملا لسقوط الفرض اتفاقاً اسقاط فرض کا اسطرح ہی کہ دھووے محدث اپنے بعض

اعضا کو یا اپنا ہاتھ پانوں ڈالے مشکے مین بغیر پانی لینے کے اور مانند اسکے چنانچہ کوزہ نکالنے کو جو مشکے مین گر گیا ہی تو البتہ اس صورت مین پانی مستعمل
ہو جاویگا فرض کے ساتھ ساقط ہو جانے کی وجہ سے بالاتفاق یعنے اگر وضو یا غسل مین اس عضو کو نہ دھو دیگا تو کافی ہی یہ حکم صورت حدث اصغر اور اکبر دونون کو
شامل ہی لیکن محیط مین ابو یوسف سے مشہور روایت یہ ہی کہ پورا عضو پانی مین ڈالنا مستعمل ہو جانے مین مشروط ہی اور ایک دو انگلی کے ڈالنے سے مستعمل نہوگا اگر
ادخال کف سے مستعمل ہوگا چنانچہ عالمگیری مین ہی بغیر پانی لینے کے یہ صورت ہی کہ مٹی یا خمیر ہاتھ مین بھرا تھا اسکے دھونے کے واسطے ہاتھ مشکے مین ڈالا تو معلوم
ہوا کہ اگر پانی لینے کے قصد سے ہاتھ مشکے مین ڈالیگا تو پانی مستعمل نہوگا ضرورت کے سبب سے اور اسی طرح سے ہاتھ ڈالنا کوزہ نکالنے کو یا کنوے مین اترنا ڈول
نکالنے کو اس سے بھی پانی مستعمل نہین ہوتا اور اتفاق سے یہان مراد ان فقہا کا اتفاق ہی جو تجزی حدث کے قائل اور جو کہ قائل نہین کذا فی الطحطاوی وہی وان
لم یزل حدث عضوہ او جنابتہ مالم تتم لعدم تجزیہما زوالا وثبوتا علی المعتمد اگرچہ شخص مذکور کے عضو کا حدث یا اسکی جنابت زائل نہوگی جبتک کہ اسقاط فرض کا
پورا نہوگا بسبب نہ متجزی ہونے حدث اور جنابت کے زائل ہونے اور ثابت ہونے کی راہ سے قول معتمد پر یعنی زوال حدث و جنابت کا اور انکا ثابت ہونا متجزی
یعنے پارہ پارہ نہین تو جبکہ دونون زائل ہونگے تو بالکل زائل ہونگے اور جبکہ ثابت ہونگے تو بالکل ثابت ہونگے تو سقوط فرض کا مثلاً ہاتھ سے اسکا مقتضی ہی
کہ ہاتھ کا دھونا دوسری بار باقی اعضا کے ساتھ واجب نہو اور حدث کا زائل ہونا باقی اعضا کے دھونے پر موقوف ہی ایسا ہی بحر الرائق مین شیخ قاسم نے
حواشی مجمع مین کہا ہی کہ حدث کا اطلاق دو معنون پر ہوتا ہی اول بمعنی مانعیت شرعیہ یعنی شرعاً ممنوع ہونا اس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے اور یہ تجزی
نہین باتفاق امام اور صاحبین کے اور ثانی بمعنی نجاست حکمیہ اور یہ متجزی ہی ثبوت اور ارتفاع مین بلا خلاف اور پانی کا مستعمل ہو جانا نجاست حکمیہ کے ازالے
سے ہی قاسم نے کہا کہ یہ تحقیق یاد رکھنے کے لائق ہی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یزاد او سنۃ لیعم المضمضۃ والاستنشاق فتامل اور چاہیے کہ زیادہ کیا جاوے لفظ
او سنۃ کا بعد اسقاط فرض کے تاکہ مضمضہ اور استنشاق کو بھی شامل ہو تو اسمین تامل کر مترجم یعنے یون کہنا چاہیے اولاسقاط فرض او سنۃ تو مطلب یہ ٹھہریگا
کہ مستعمل ہونا پانی کا فرض یا سنت کے اسقاط سے تو اب کلی اور ناک کا پانی بھی مستعمل ٹھہریگا حلبی محشی نے کہا سنت کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہین کہ وہ تو
قربت مین داخل ہی اسواسطے کہ سنت ادا نہین ہوتی بدون نیت کے پھر جب سنت مین نیت ہوئی تو قربت ٹھہری انتہی یعنے وجہ ہی تامل کی جسکی طرف شارح
نے اشارہ کیا اذا انفصل عن عضوہ وان لم یستقر فی شیء علی المذہب ان سب صورتون مین پانی مستعمل ہو جاتا ہی اسوقت جب کہ جدا ہوا عضو سے اگرچہ
کسی چیز مین نہین ٹھہرا بنا بر مذہب درست کے وقیل اذا استقر ورجح للحرج اور قول ضعیف یہ ہی کہ جب عضو سے جدا ہو کر کسی مکان مین یعنی زمین یا کف یا
کپڑے مین ٹھہر جاوے اور حرکت سے باز رہے تب مستعمل ہوگا اور اس قول کی ترجیح دیگئی ہی حرج کے سبب سے مترجم یعنے اگر بمجرد انفصال کے عضو سے
استعمال ثابت ہو تو اسمین مشقت ہی اسلیے کہ کپڑے پر گرنے سے نجس ہوگا نجاست مستعمل کے قول پر اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہی اس صورت مین کہ جب پانی
عضو سے جدا ہوا اور ہنوز کہین نہین ٹھہرا بلکہ وہ ہوا مین ہی پھر وہ گرا کسی آدمی کے عضو پر اور اسپر بہا بدون اسکے کہ اسنے اپنی ہتھیلی مین لیا ہو تو اول قول
پر اسکا وضو صحیح نہین اور قول ثانی پر صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر ورد بان ما یصیب منادیل متوضئی وثیابہ عفو اتفاقا وان اکثر اور وہ ترجیح مردود ہی اسطرح
سے کہ جو مستعمل پانی وضو کرنے والے کے رومال اور کپڑون کو لگ جاتا ہی وہ معاف ہی باتفاق شیخین اور محمد رح کے اگرچہ مقدار درم سے زیادہ ہو یعنے جب معاف
ہوا تو حرج ثابت نہوا امام محمد کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہی تو انکے قول پر معاف کہنا مناسب نہین اور شیخین کے نزدیک اگرچہ بعضی روایت مین وہ نجس ہی
مگر یہان ضرورت کی وجہ سے نجاست ساقط الاعتبار ہی وہو طاہر ولو من جنب علی الظاہر اور مستعمل پانی پاک ہی اگرچہ وہ جنابت والے کا ہو ظاہر مذہب پر ہم
مشائخ عراق نے کہا کہ مستعمل پانی بالاتفاق طاہر ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ طہارت محمد رح کا قول ہی اور امام رح سے بھی مروی ہی اور تیسرا قول یہ ہی کہ وہ نجس
مغلظ ہی اسکو حسن نے روایت کیا اور چوتھا قول یہ ہی کہ نجس مخفف ہی اور اسکو ابو یوسف رح نے امام سے روایت کیا اور اسی پر انکا عمل ہی لیکن علمانے طہارت

کی روایت کو صحیح کہا ہی یہانتک کہ مجتبی مین ہی کہ مقرر امام او رصاحبین سے صحیح روایات یہی ہین کہ وہ طاہر غیر طہور ہی مگر حسن کی روایت فخر الاسلام نے کہا ام
طاہر ہونا مختار ہی ہمارے نزدیک اور یہی مذکور ہی محمد رح کی تمام کتابون مین جو مروی ہین ہمارے علما سے اور اسی کو محققین ماوراء النہر نے اختیار کیا ہی اور محیط
مین ہی کہ یہی قول مشہور ہی امام سے اور اکثر کتابون مین طاہر ہونے پر فتوی مذکور ہی بلا تفصیل بین المحدث والجنب کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا یہی قول ہی
احمد بن حنبل کا اور مذہب شافعی مین یہی قول صحیح ہی اور روایت ہی امام مالک سے نووی شافعی نے کہا یہی قول طہارت کا جمہور سلف اور خلف کا قول ہی
لکن یکرہ شربہ والعجن بہ تنزیہاً للاستقذار وعلی روایۃ نجاستہ تحریماً لیکن مستعمل پانی کو پینا اور اس سے گوندھنا مکروہ تنزیہی ہی گھنانے کی وجہ سے اور اسکی نجاست
کی روایت پر مکروہ تحریمی ہی وحکمہ انہ لیس بطہور لحدث بل لخبث علی الراجح المعتمد اور مستعمل پانی کا حکم یعنی اثر مترتب یہ ہی کہ وہ حدث اصغر اور اکبر کا پاک کرنیوالا
نہین یعنی وضو اور غسل کے لائق نہین بلکہ بنا بر قول راجح معتمد کے نجاست حقیقی کا پاک کرنے والا ہی ف مجتبی اور شرح ارشاد مین ہی کہ ازالہ نجاست کا مستعمل
پانی سے جائز ہی بنا بر روایات ظاہرہ کے کذا فی النہر فرع اختلف فی محدث انغمس فی بئر لدلو او لتبرد مستنجیاً بالماء ولا نجس علیہ ولم ینو ولم یتدلک والاصح
انہ طاہر والماء مستعمل لاشتراط الانفصال للاستعمال اختلاف واقع ہی اس محدث کے حکم مین جسنے غوطہ مارا کنوے مین ڈول نکالنے کو یا ٹھنڈک حاصل کرنے
کو غوطہ مارا پانی سے استنجا کر کے اور اسکے بدن پر نجاست نہین اور نہ اسنے وضو یا غسل کی نیت کی اور نہ بدن کو ملا اور صحیح تر قول یہ ہی کہ وہ شخص پاک ہی اور
کنوئین کا پانی مستعمل ہی اسواسطے کہ مستعمل ہونے کے واسطے جدا ہونا پانی کا مشروط ہی یعنی جب شخص کنوے سے نکلا تو انفصال پایا گیا ہم حدث حدث اکبر کو بھی
شامل ہی خواہ جنابت سے ہو خواہ حیض یا نفاس سے یعنی جبکہ عورت بعد انقطاع حیض یا نفاس کے کنوئین مین گرے اور اگر قبل انقطاع جاویگی بشرطیکہ
اسکے اعضا پر نجاست نہو تو عورت اور پانی دونون طاہر کے مانند ہین اسواسطے کہ وہ خارج نہین ہوئی حیض اور نفاس سے تو پانی مستعمل نہوگا چنانچہ خانیہ
اور خلاصہ مین ہی اور کنوے سے وہ مراد ہی جو دہ در دہ سے کم ہو ڈول نکالنے اور سرد ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غوطہ مارےگا نہانے کے قصد سے تو پانی
بالاتفاق مستعمل ہوگا اسواسطے کہ ازالہ حدث اور نیت قربت کی پائی گئی اور اگر ڈھیلا ون سے استنجا کیا ہوگا تو پانی بالاتفاق ناپاک ہوگا اور اسی طرح
اگر اسکے بدن پر نجاست ہوگی یا ازالہ حدث کی نیت کریگا اور عدم دلک کی قید محیط اور خلاصہ مین مذکور ہی بحر الرائق مین کہا اسواسطے کہ ملنا نیت اغتسال
کے قائم مقام ہی تو ملنے سے پانی بالاتفاق مستعمل ٹھہریگا اور اصح کے مقابل غیر اصح ایک یہ کہ مرد اور پانی دونون ناپاک ہین اور یہ امام سے روایت ہی اور
دوسرا قول یہ کہ مرد کا حدث بحال سابق قائم ہی اور پانی طاہر اور مطہر ہی یہ روایت ہی ابو یوسف سے اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانی مستعمل ہی سو بعض کا قول
اسواسطے کہ ڈول نکالنے کی ضرورت سے اصلا استعمال نہین چنانچہ محدث اگر پانی ہاتھ سے لے تو پانی مستعمل نہوگا بلا خلاف کذا فی الطحطاوی ملخصاً
والمراد ان ما اتصل باعضائہ وانفصل عنہا مستعمل لا کل الماء علی ما مر اور مراد یہ ہی کہ جو پانی کہ منغمس کے اعضا سے ملا اور پھر جدا ہوا اعضا سے وہ مستعمل ہی نہ تمام
پانی کنوے کا مستعمل ہی بنا بر اس قول کے جو گذر گیا ہم اپنی ایسی صورت مین اجزا کا اعتبار ہی یعنی جو پانی کہ ساقط ہوا اعضا سے وہ مغلوب اور نہایت کم ہی کنوئین کے
باقی پانی سے وکل اہاب ومثلہ المثانۃ والکرش قال القہستانی فالاولی وما دبغ والا نجس وہو یحتملہا طہر فیصلی بہ ویتوضأ منہ اور جو کچا چمڑا دباغت کیا جا
لینے پکایا جاوے اگرچہ دھوپ مین ڈالا ہو اور وہ دباغت کے لائق ہو تو وہ پکانے سے پاک ہوگا تو آدمی پوستین پہنکر نماز پڑھے اور چمڑے کی ڈولچی وغیرہ بناکر اس
سے وضو کرے شارح نے کہا کہ اور چمڑے کے مانند دباغت قبول کرنے مین پھکنا اور اوجھڑی ہی قہستانی نے کہا تو بجاے کل اہاب دبغ کے وما دبغ کہنا بہتر تھا یعنی جس چیز
کی دباغت ہو وہ پاک ہوگی تاکہ چمڑے اور پھکنے اور اوجھڑی سب کو شامل ہو ف چمڑے کی دباغت سے تین مطالب متعلق ہین اسکا پاک ہونا یہ متعلق بہ کتاب الصید ہی
اور اسمین نماز کا جائز ہونا یہ متعلق کتاب الصلاۃ سے ہی اور اس سے وضو کا جائز ہونا یہ متعلق ہی پانی سے لہذا مصنف نے پانی کی بحث مین اسکو ذکر کیا دباغت
دو قسم ہی حقیقی اور حکمی حقیقی وہ جو پھٹکری یا ببول کے پتہ وغیرہ سے ہو وہ پانی پہونچنے سے ناپاک نہین ہوتی باتفاق روایات اور حکمی دباغت وہ ہی جو

وبعوبت خشک ہوا اسمین پانی پہونچنے سے دو روایتیں ہین ایک روایت یہ ہی کہ وہ ناپاک ہوجاویگی دوسری روایت یہ ہی کہ ناپاک نہوگی وما لا تحملہا فلا
وعلیہ الفتوی اور جو چمڑا وغیرہ دباغت پذیر نہین وہ پاک نہوگا اور اسی قول پر فتوے ہی فلا یطہر جلد حیۃ صغیرۃ ذکرہ الزیلعی اما قمیصہا فطاہر تو پاک نہوگی دباغت
سے چھوٹے سانپ کی کھال ایسا ذکر کیا ہی زیلعی نے لیکن سانپ کی کیچلی تو پاک ہی وفارۃ اور پاک نہین ہوتی چوہے کی کھال یعنی عدم احتمال دباغت سے
کما انہ لا یطہر بذکاۃ لتقییدہ بما یحتملہ جیسے کہ سانپ اور چوہے کی کھال پاک نہین ہوتی ذبح کرنے سے اسواسطے کہ دباغت اور ذبح مین احتمال اور لیاقت
کی قید ہی یعنے دباغت سے پاک ہوجاتی ہی وہ کھال جو دباغت کی لیاقت رکھتی ہی اور ذبح کرنے سے اس جانور کی کھال طاہر ہوجاتی ہی جو ذبح کرنے کے
لائق ہی خلا جلد خنزیر فلا یطہر وقدم لان المقام للاہانۃ ہر چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہی سور کی کھال کے سوا سو وہ پکانے سے پاک نہین ہوتی اور سور
کو پہلے ذکر کیا آدمی سے اسواسطے کہ یہ ذلت اور خواری کا مقام ہی یعنے نجاست کا تو یہان ذلیل اور خوار چیز کو بیان کرنا مقتضائے بلاغت ہی وآدمی فلا یدبغ
لکرامتہ اور سور اور آدمی کے سوا تو آدمی کی کھال کو دباغت نہین دیجاتی اسکی تعظیم اور توقیر کے سبب سے ہم بعضون کے نزدیک سور اور آدمی کی کھال پاک نہین
ہوتی اسواسطے کہ پرت پرت ہونے سے دباغت پذیر نہین اور بعضون نے کہا کہ آدمی کی کھال پاک ہوجاتی ہی دباغت سے لیکن اسکا استعمال جائز نہین اور یہی
منقول ہی مذہب مین شارح کا کلام قول ثانی پر مبنی ہی ولو دبغ طہر وان حرم استعمالہ حتی لو طحن عظمہ فی دقیق لم یوکل فی الاصح احتراما اور اگر آدمی کی کھال دباغت
کیجائے تو پاک ہوگی اگرچہ اسکا استعمال کرنا حرام ہی یہانتک کہ اگر آدمی کی ہڈی پیسی گئی آٹے مین تو اس آٹے کو نہ کھاوے صحیح تر قول مین اسکی تعظیم کی
وجہ سے وافاد کلامہ طہارۃ جلد کلب وفیل وہو المعتمد اور مصنف کے کلام نے فائدہ دیا کتا اور ہاتھی کی کھال کے پاک ہونے کا یعنے دباغت سے اور یہی قول
معتمد ہی ہم جبکہ سب کھالون کی طہارت سے سور اور آدمی کو استثنا کر لیا تو معلوم ہوگیا کہ انکے سوا سب چمڑے دباغت سے پاک ہوجاتے ہین وما اہی اہاب
طہر بہ بدباغ طہر بذکاۃ علی المذہب لا یطہر لحمہ وعلی قول الاکثر ان کان غیر ماکول ہذا اصح ما یفتی بہ وان قال فی الفیض الفتوی علی طہارتہ اور جو
کھال کہ پاک ہوتی ہی دباغت کرنے سے وہ پاک ہوجاتی ہی جانور کے ذبح کرنے سے مذہب صحیح پر پاک نہین ہوتا اسکا گوشت اکثر علما کے نزدیک اگر
وہ جانور جسکو ذبح کیا غیر ماکول اللحم ہی اقوال مفتی بہ مین یہی قول عدم طہارت کا صحیح تر قول ہی اگرچہ مفیض مین کہا ہی کہ گوشت کی طہارت پر فتوے ہی ہم
سراج الدرایہ مین کہا کہ عدم طہارت کا قول محققین کا قول ہی افعل التفضیل کے صیغہ سے طہارت کی قول کی بھی تصحیح معلوم ہوتی ہی مگر عدم طہارت
زیادہ تر صحیح ہی کذا فی الطحطاوی وہل یشترط لطہارۃ جلدہ کون الذکوۃ شرعیۃ بان تکون من الاہل فی المحل بالتسمیۃ قیل نعم وقیل لا والاول
اظہر لان ذبح المجوسی وتارک التسمیۃ عمدا کلا ذبح وان صحح الثانی صححہ الزاہدی فی القنیۃ والمجتبی اوا قرہ فی البحر سوال اور کیا شرط ہی اسکے کھال
کے پاک ہونے مین بطور حکم شرع کے ذبح کرنا اسطرح کہ ذبح کرنا صادر ہوا اہل سے یعنے مسلم عاقل یا کتابی سے ذبح کرنے کے مقام مین بسم اللہ
کے ساتھ جواب ایک قول یہ ہی کہ ان ذبح شرعی شرط ہی اور دوسرا قول ہی کہ شرط نہین اور پہلا قول ظاہر تر ہی اسواسطے کہ ذبح کرنا مجوسی کا اور اس
مسلمان اور کتابی کا جسنے بسم اللہ کہنا عمدا ترک کیا عدم ذبح کے مانند ہی اگرچہ قول ثانی کی زاہدی نے قنیہ اور مجتبی مین تصحیح کی ہی اور بحر الرائق مین
اس تصحیح کو ثابت رکھا ہی ہم اشتراط ذبح شرعی اکثر کتب معتبرہ مذہب مین مسطور ہی کذا فی المنح زاہدی امام مشہور ہی قنیہ اور مجتبی کا مصنف ہی قنیہ
فتاوی اور مجتبی شرح ہی قدوری کے زاہدی عقائد مین معتزلی مذہب ہی اور فروع مین حنفی ہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ما یخرج من دار الحرب کسنجاب
ان علم دبغہ بطاہر فطاہر او بنجس فنجس وان شک فغسلہ افضل جو چمڑا کفار کے ملک سے نکلتا ہی اور دار الاسلام مین آتا ہی چنانچہ سنجاب اگر اسکی
دباغت پاک چیز سے معلوم ہو جاوے تو وہ چمڑا پاک ہی یعنے اسکو پہن کر نماز درست ہی اور اگر اسکی دباغت ناپاک چیز سے مثلاً مردار کی چربی سے معلوم
ہو تو وہ ناپاک ہی اور اگر شک واقع ہی یعنے معلوم نہ ہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوئی یا ناپاک سے تو اسکا دھونا بہتر ہی یعنے واجب نہین وشعر المیتۃ

غیر الخنزیر علی المذہب اور بال مردار جانور کے پاک ہین سوا سور کے مذہب درست پر ہم بال وغیرہ کی طہارت پانی کی بحث مین اسواسطے بیان کی تاکہ
معلوم ہو کہ اسکے پانی مین واقع ہونے سے پانی ناپاک نہین ہو جاتا ہے جب مردہ جانور کے بال وغیرہ پاک ٹھہرے تو زندہ کے بطریق اولی پاک ہین
اور خوک کے تو بال اور ہڈی اور تمام اجزا اسکے ناپاک ہین امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر قلیل پانی مین واقع ہون ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی
وعظمہا وعصبہا علی المشہور اور مردار کی ہڈی اور پٹھا پاک ہے مذہب مشہور قول پر ہم عصب یعنی پٹھے مین دو روایتین ہین سراج وہاج مین کہا کہ اسکی
نجاست صحیح ہے مگر صاحب فتح القدیر بدائع کا تابع ہوا ہے اسکی طہارت مین اور یہی قول مشہور ہے اور وقایہ اور درر مین اسی پر یقین کیا ہے کذا فی المنح
وحافرہا وقرنہا الخالیۃ عن الدسومۃ اور مردار کا سم اور سینگ ذاتی چکنائی سے پاک ہے ہم یعنے بال اور ہڈی اور پٹھا اور سم اور سینگ اسوقت پاک ہین
جبکہ انپر چکنائی نہ لگی ہو اور اگر چکنائی ہوگی تو ناپاک ہین یہ ناپاکی ذاتی نہین بلکہ چکنائی کے لگنے سے ہے وکذا کل ما لا تحلہ الحیوۃ حتی الانفحۃ واللبن
علی الراجح اور اسی طرح پاک ہے مردار کی ہر ایک وہ چیز جسمین زندگی نہین سماتی یعنے جاندار کے بدن مین وہ چیز ہے جہان جان نہین چنانچہ بال اور پر اور چونچ
یہانتک کہ پنیرمایہ یعنے چیڑا اور مردار کا دودھ بنا بر قول راجح کے ہم انفحۃ بکسر ہمزہ و فتح فا وہ دودھ ہے جو شیرخوار بکری کے پیٹ مین ہوتا ہے یعنے پنیرمایہ جبکہ
ڈالنے سے دودھ جمتا ہے وہ دو امام کے نزدیک پاک ہے جبکہ مردار سے نکلے خواہ بستہ خواہ سائل اور صاحبین کے نزدیک سائل نجس ہے اور بستہ دھونے
سے پاک ہو جاتا ہے اور اگر ذبح جانور سے خارج ہوا تو بالاتفاق پاک ہے کذا فی الطحطاوی وشعر الانسان غیر المنتوف اور انسان کا بال جو اکھاڑا نہین
پاک ہے یعنے اکھاڑے بال ناپاک ہین اور اسکی بیع کا جائز ہونا تکریم کے سبب سے ہے نجاست کی وجہ سے وعظمہ وسنہ مطلقا علی المذہب اور آدمی کی
ہڈی اور دانت مطلقا پاک ہین مذہب درست پر ہم مطلقا خواہ اپنا دانت ہو یا غیر کا واختلف فی اذنہ ففی البدائع نجسۃ وفی الخانیۃ لا اور اختلاف ہے آدمی
کے کان مین سو بدائع مین ہے کہ وہ ناپاک ہے اور خانیہ مین ہے کہ ناپاک نہین وفی الاشباہ المنفصل من الحی کمیتۃ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اور اشباہ
مین ہے کہ جو چیز کہ زندہ شخص سے جدا ہو گئی وہ مردار کے مانند ہے مگر اسی شخص کے حق مین جسکا وہ جز ہے پاک ہے اگرچہ قدر درہم سے زیادہ ہو ہم منفصل سے
مراد وہ عضو ہے جسمین جان ہے تو ناخن اور بال منفصل ہونے سے پاک نہ ٹھہرینگے اور یہ جو کہا کہ منفصل اسی کے حق مین پاک ہے یعنے بالخصوص نماز مین
اسکا حمل درست ہے نہ پانی وغیرہ مین اسواسطے کہ پانی فاسد ہوگا اسکے بقدر ناخن کے پڑنے سے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولذا یفسد الماء بوقوع قدر الظفر
من جلدہ لا بالظفر اور ناپاک ہو جاتا ہے قلیل پانی بقدر ناخن کے آدمی کی کھال کے گرنے سے نہ ناخن کے گرنے سے ہم یعنی آدمی کی کھال یا اسکا چھلکا
پانی مین گرا اور زیادہ شمار مین آیا پانی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ کھال اور چھلکا آدمی کے منجملہ گوشت کے ہے اور ناخن کے گرنے سے ناپاک نہوگا اسواسطے
کہ ناخن عصب یعنے پٹھا ہے کذا فی البحر ودم سمک طاہر اور خون مچھلی کا پاک ہے ہم اسواسطے کہ مچھلی کا خون حقیقت مین خون نہین ہے اسواسطے کہ جب وہ
خشک ہوتا ہے تو سفید ہو جاتا ہے کذا فی المنح واعلم انہ لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوی وان رجح بعضہم النجاسۃ کما بسطہ ابن الشحنۃ اور
اسکو جان رکھو کہ کتا نجس العین نہین یعنی اسکی نجاست ذاتی نہین خوک کے مانند امام اعظم کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اگرچہ بعضے علمانے جیسا کہ
زاہدی اور فقیہ ابو اللیث نے نجس العین ہونے کو ترجیح دی ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم کتے سے حفاظت اور شکار کرنا
شرعا درست ہے اگر وہ نجس العین ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرنا درست نہوتا خوک کے مانند بحر الرائق مین ہے کہ کتے کی ہڈی اور بال اور عصب اور جو چیز کہ اکول
نہین وہ پاک ہے اور گوشت اسکا ناپاک ہے فیباع ویوجر ویضمن ویتخذ جلدہ مصلی ودلوا جبکہ کتا نجس العین نہوا تو اسکا بیچنا اور اجارہ دینا اور اسکے تلف
کرنے والے پر تاوان لازم ہونا اور اسکی کھال کا جانماز اور ڈول بنانا جائز ہے ولو اخرج حیا ولم یصب فمہ الماء لا یفسد ماء البئر ولا الثوب بانتفاضہ ولا
بعضہ ما لم یر اور اگر کتا کنوئین مین سے زندہ نکالا گیا اور اسکا منہ پانی مین نہ لگا تو کنوئین کا پانی ناپاک نہوگا اور نہ کپڑا ناپاک ہوگا بسبب کتے کی

چھینٹیں نہ لگیں اسکے کاٹنے سے بیشک اسکی رال کا لگنا بدن پہ معلوم نہو یعنے اگر کسی نے بین کتا منہ ڈالیگا یا کاٹنے میں اسکی رال بدن پر لگیگی تو پانی اور بدن ناپاک ہوگا اسواسطے کہ رال پیدا ہوتی ہے گوشت سے اور گوشت اسکا ناپاک ہے ولا صلوۃ حاملہ ولو کبیرا اور نہ فاسد ہوگی نماز اسکی جو نماز پڑھتے میں کتے کو لیے رہا اگرچہ بڑا کتا ہو یعنے اسواسطے کہ ظاہر اسکا ناپاک نہیں اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہیں شارح نے بقولہ ولو کبیرا اشارہ کیا کہ جو بعضی روایت میں کلب صغیر کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی وشرط الحلوانی شدفمہ اور شمس الائمہ حلوانی نے کتے کا منہ بند کر لینا شرط کیا یعنے حامل سگ کی نماز اس شرط سے فاسد نہیں کہ اسکا منہ بند ہو تاکہ اسکا لعاب مصلی کے بدن پر اور کپڑے کو نہ لگے اسواسطے کہ ظاہر بدن ہر جانور کا پاک ہے نجس نہیں ہوتا بدون موت کے اور اسکے باطن کی نجاست اپنے معدن میں قائم ہے تو اسکا حکم ظاہر نہیں ہوتا جیسے باطن مصلی کی نجاست کذا فی البحر ولا خلاف فی نجاسۃ لحمہ وطہارۃ شعرہ اور امام اور صاحبین کا اختلاف نہیں کتے کے گوشت کے ناپاک ہونے میں اور اسکے بال کے پاک ہونے میں اور بعضوں نے وہم کیا کہ جب کتا نجس العین نہوا تو اسکا پس خوردہ کیونکر ناپاک ہوگا حالانکہ وہ بالاتفاق حرام ہے اسکا جواب یہ ہے کہ طہارت عین اسکی مستلزم نہیں کہ اسکا ہر جز پاک ہو پس خوردہ اسکا اسوجہ سے ناپاک ہے کہ اسکے ساتھ لعاب اسکا مخلوط ہے اور لعاب پیدا ہوتا ہے گوشت سے اور گوشت ناپاک ہے ودم مسفوح کے اختلاط سے والمسک طاہر حلال یوکل بکل حال اور مشک پاک حلال ہے ماکول ہے ہر حالت میں یعنے خواہ غذا میں خواہ دوا میں خواہ ضرورت ہو یا نہو طاہر کے بعد حلال کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ طہارت کو حلت اکل لازم نہیں اسواسطے کہ مٹی پاک ہے مگر اسکا کھانا حلال نہیں وکذا نافجتہ طاہرۃ مطلقا علی الاصح فتح وکذا الزباد اشباہ لاستحالتہ الے الطیبیۃ اور اسی طرح مشک کا نافہ پاک ہے مطلقا یعنے خواہ پانی کے لگنے سے فاسد ہو یا نہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی طرح زباد پاک ہے کذا فی الاشباہ بسبب خوشبو ہو جانے کے ہر ایک مشک اور زباد کے ہم یعنے ہرچند مشک اصل میں خون تھا اور زباد غیر ماکول کا پسینہ ہے لیکن اب مستحیل بخوشبو ہو گیا حقیقت اسکی بدل گئی دونوں پاک ہیں اور غیر اصح زیلعی کا قول ہے کہ اگر نافہ مشک پانی لگنے سے فاسد نہو تو پاک ہے اور یہ اختلاف مردار جانور کے نافہ میں ہے اور زندہ غزال کا نافہ بالاتفاق پاک ہے زباد بزا معجمہ و باء موحدہ بر وزن سحاب خوشبودار چیز ہے یعنے ایک قسم کی بلی کا پسینہ اور میل ہے کہ اسکے دم کے نیچے مخرج کے پاس تجمع ہو جاتا ہے اسکو پکڑ کے کھرچ لیتے ہیں قاموس میں ہے کہ جنہوں زباد کی تفسیر جانور کی اسنے غلط کہا کذا فی الطحطاوی وبول ماکول اللحم نجس نجاسۃ مخففۃ وطہرہ محمد اور ماکول اللحم یعنے جس جانور کا گوشت کھانا حلال ہے جیسے بکری اور اونٹ اسکا پیشاب نجس ہے یہ نجاست خفیفہ اور محمد بن حسن نے اسکو پاک کہا ہے ولا یشرب بولہ اصلا لا للتداوی لا لغیرہ عند ابی حنیفۃ اور ماکول اللحم کا پیشاب نہ پیا جاوے ہرگز نہ دوا کے واسطے اور نہ سواے دوا کے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک ہم اور محمد رح کے نزدیک مطلقا جائز ہے اور ابویوسف رح کے نزدیک دوا کے واسطے جائز ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اختلف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمہ وہنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی حرام چیز سے دوا کرنے میں علما کا اختلاف ہے اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ درست نہیں ہے چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع میں ہے لیکن مصنف نے اپنی شرح میں وہاں یعنے کتاب الرضاع میں اور یہاں حاوی قدسی سے نقل کیا ہے یہ مسئلہ اسطرح اور بعضوں نے کہا کہ حرام سے دوا کرنے کی رخصت دیجاتی ہے جبکہ معلوم ہو کہ حرام میں شفا ہے اور کوئی دوسری دوا معلوم نہو جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت دیگئی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے ہم خانیہ میں ہے قال علیہ الصلوۃ والسلام ان اللہ تعالی لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالے نے تمہارے واسطے شفا نہیں ٹھہرائی اس چیز میں جو تم پہ حرام کی یہ حضرت نے ان چیزوں کے حق میں فرمایا جنمیں شفا نہیں ہے اور جنمیں شفا ہے اسکے دوا کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں کیا تو نہیں جانتا کہ پیاسے کو شراب کا پینا حلال ہے ضرورت کے سبب سے انتہی اور اسی قول کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے تجنیس میں اسواسطے کہ حرمت ساقط ہے شفا حاصل ہونے کے وقت

اور حاوی قدسی مین ہے کہ جب خون آدمی کے ناک سے روان ہوا اور بند نہو یہانتک کہ اسکے مرجانے کا خوف ہوا اور تجربہ ہوا اور امتحان سے یہ بات معلوم ہو
کہ فاتحۃ الکتاب یا سورۂ اخلاص اس خون سے اسکے ماتھے پر لکھنے سے خون بند ہوگا تو ایک قول مین رخصت نہین ہے اور دوسرے قول مین رخصت ہے
جیسے شرب خمر کی رخصت ہے پیاسے کو اور مردار کھانے کی نہایت گرسنگی مین اور یہی فتوی ہے کذا فی منح المصنف مختصراً **فصل فی البیر** یہ فصل ہے کنوئین کے مسائل
مین اذا وقعت نجاسۃ لیست بحیوان ولو مخففۃ او قطرۃ بول او دم او ذنب فارۃ لم تشمع فان شمع ففیہ ما فی الفارۃ جب گری وہ نجاست جو جاندار نہین
اگرچہ نجاست مخففہ ہو یا ایک قطرہ پیشاب یا خون کا یا چوہے کی ایسی دم کٹی کہ محل قطع موم سے بند نہین سو اگر محل قطع موم سے بند ہوگا تو اسکے گرنے سے
اتنے ڈول نکالے جاینگے جتنے چوہے کے گرنے سے نکالے جاتے ہین یعنی ۲۰ ڈول ہم عدم حیوانیت کی قید اسواسطے لگائی کہ جاندار کے احکام آگے مذکور
ہونگے اور نجاست مخففہ کو اسواسطے ذکر کیا کہ پانی مین نجاست مغلظہ اور مخففہ یکسان ہے کچھ فرق نہین فی بئر دون القدر الکثیر علی ما مر نجاست مذکورہ
گری اس کنوئین مین جو کم ہے مقدار کثیر سے بنا بر کلام گذشتہ ہم سابق مین بیان کر چکے کہ آب کثیر مین مبتلا بہ کا ظن غالب معتبر ہوا اور متاخرین کے فتوے پر دہ در دہ
کثیر ہے تو اگر کنوان دہ در دہ ہوگا تو نجاست مذکورہ کے گرنے سے ناپاک نہوگا تاوقتیکہ اسکا رنگ یا مزہ یا بو متغیر نہو ولا اعتبار بالعمق علی المعتمد اور کچھ اعتبار
نہین کنوئین کے عمق کا بنا بر قول معتمد کے یعنے کثرت مین طول اور عرض کا اعتبار ہے نہ عمق کا تو عمق اگرچہ دس گز کا ہو وہ قدر نجاست سے ناپاک ہوگا
کذا فی البحر او ماتت فیہا او خارجہا والقیت فیہا ولو فارۃ یابسۃ علی المعتمد الا الشہید النظیف او المسلم المغسول اما الکافر فینجسہا مطلقاً کسقط یا مر کر کنوئین مین یا
مر کر کنوئین سے باہر اور ڈالا گیا اسمین اگرچہ مردہ خشک چوہا ہو معتمد قول پر مگر وہ شہید کہ پاک صاف ہے خون وغیرہ سے اور وہ مردہ مسلمان جو نہلایا گیا کہ ان
دونون کے کنوئین مین گرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا ہے لیکن کافر مردہ تو کنوئین کو ناپاک کرتا ہے ہر طرح یعنے مغسول ہو یا غیر مغسول جیسے اسقاط حمل کا بچہ
ناپاک کر دیتا ہے حیوان دموی غیر مائی لما مر جاندار روان خون والا جو کہ آبی نہین بدلیل گذشتہ ہم ذکر کر چکے کہ غیر دموی کی موت سے پانی نجس نہین ہوتا اگرچہ
پھول یا پھٹ گیا ہو اور پانی کا جانور اگرچہ خون والا ہو اسکے مرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا کذا فی الظہیریہ او انتفخ او تمعط ولو تفسخ [illegible] خارجہا ثم وقع فیہا
ذکرہ الوانی جانور دموی مر کے پھول گیا یا اسکے بال جھڑ گئے یا پارہ پارہ ہو گیا اگرچہ کنوئین کے باہر پھٹ گیا پھر اسمین گرا ایسا ذکر کیا ہے علامہ وانی نے محشی درر نے
نزح کل ماءہا الذی کان فیہا وقت الوقوع ذکرہ ابن الکمال نکالا جاے کنوئین کا وہ سب پانی جو اسمین تھا نجاست اور جانور مذکور کے گرنے کے وقت
ایسا ذکر کیا ہے ابن کمال نے یعنی تو اگر پانی نکالنے سے پہلے کچھ پانی زیادہ ہوگا تو اسقدر کا نکالنا لازم نہوگا بعد اخراجہ الا اذا تعذر کخشبۃ او خرقۃ متنجسۃ فینزح
الماء الی حد لا یملأ نصف الدلو ویطہر الکل تبعاً پانی نکالا جاے نجاست اور جانور کے نکال ڈالنے کے بعد مگر جبکہ اسکا نکالنا نہو سکے جیسے نجس لکڑی کا ٹکڑا یا ناپاک
کپڑا کہ غائب ہو گیا تو اسقدر پانی نکالیں کہ آدھا ڈول نہ بھرے یہ سب چیزین پاک ہو جاوینگی کنوئین پاک ہونے کے ساتھ ہم یعنے ڈول اور رسی اور
گھرنی اور کنوئین کے گرد پیش اور پانی نکالنے والے کا ہاتھ اسواسطے کہ ان چیزون کی نجاست کنوئین کے ناپاک ہو جانے کے سبب سے تھی تو اسکے پاک
ہو جانے سے یہ بھی پاک ہونگی جیسے شراب کا مٹکا پاک ہو جاتا ہے جبکہ شراب سرکہ بنجاے اور استنجا کرنے والے کا ہاتھ طاہر ہو جاتا ہے محل کی طہارت سے کذا
فی البحر ولو نزح بعضہ ثم زاد فی الغد نزح قدر الباقی فی الصحیح خلاصۃ اور جو تھوڑا پانی آج نکالا گیا پھر اگلے دن زیادہ ہو گیا تو اسی قدر نکالا جاوے جتنا باقی رہا تھا
قول صحیح مین کذا فی الخلاصہ ہم یعنی اسواسطے کہ علی الاتصال پانی نکالنا شرط نہین تو دوسرے دن سارا پانی نکالنا ضرور نہین وقید بالموت لانہ لو اخرج حیا ولیس
بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شیء الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسؤرہ فان نجساً نزح الکل والا لا ہو الصحیح مصنف نے کنوئین کے پانی نکالنے مین
موت حیوان کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جاندار زندہ نکالا گیا اور حالانکہ وہ نجس العین نہین مانند سور کے اور اسپر نجاست حکمی یا نجاست حقیقی ہے
تو کچھ پانی نکالا نجاویگا مگر اسوقت جبکہ اسکا منہ پانی مین داخل ہو تو اسوقت اسکے جھوٹے کا اعتبار ہوگا سو اگر اس حیوان کا جھوٹا ناپاک ہے تو سارا پانی

مین ونقل عن القنیۃ ان حکم الرکیۃ کالبئر اور مصنف نے نقل کیا قنیہ سے کہ رکیہ کا حکم کنوئین کے مانند ہی ہم رکیہ بروزن عطیہ کنوئین کو کہتے ہین تو تنبیہ نہین
ہوسکتی مگر یہ کہ رکیہ سے مراد حفرہ یعنے گڑھا ہو چنانچہ قاموس مین رکی بمعنی حفر مذکور ہی کذا فی الطحطاوی ظاہر رکیہ سے مراد چاہ کثیر العمق ہی جسکو اہل ہند چوہا
بولتے ہین واللہ اعلم وعن الفوائد ان الحب المطمور اکثرہ فی الارض کالبئر وعلیہ فالصہریج والزیر الکبیر یخرج منہ کالبئر فاغتنم ہذا التحریر انتہی اور مصنف نے
فوائد سے نقل کیا کہ جو مٹکا مطمور پانی کی آدھی سے زیادہ زمین مین گڑی ہو وہ کنوئین کے مانند ہی اور بنا بر قول فوائد کے تو حوض مجمع الماء اور بہت بڑی
مٹھور سے کنوئین کے مانند قدر واجب ڈول نکالنا چاہیے سوامی مخاطب غنیمت جان اس تحریر کو بیان تمام ہوا کلام مصنف کا جو کنز کے حواشی مین ہی
بدلو وسط وہ ہو ولو کان البئر ... یا چالیس ڈول نکالے جاوین متوسط ڈول سے اور متوسط یعنی میانہ ڈول سے وہ ڈول مراد ہی جو اس کنوئین کا ڈول ہی
یعنے جس ڈول سے اسکا پانی بھرا جاتا ہی فان لم یکن فما یسع صاعا پھر اگر اس کنوئین کا کوئی ڈول مقرر نہو تو اس ڈول کا اعتبار ہی جسمین ایک صاع پانی سماوے
صاع آٹھ رطل ہی اور لکھنو کے سیر سے تخمیناً تین سیر صاع ہوتا ہی وغیرہ یحتسب بہ اور اسکے سوا یعنے جو ڈول کہ صاع سے کم زیادہ ہو اسکا حساب اسی
صاع والے ڈول سے یعنے اگر بہت بڑا ڈول ۲۰ یا ۴۰ ڈول کے برابر ہو تو ایک ہی ڈول کا نکالنا کفایت کرتا ہی ظاہر ہو نیکے کہ ظاہر ...
کہ قدر واجب کا اخراج حاصل ہوگیا اور اگر نہایت چھوٹا ڈول ہو تو قدر واجب سے زیادہ حساب کے موافق نکالنا چاہیے وکفی ملاء اکثر الدلو اور
کفایت کرتا ہی ڈول کے شمار مین بھرنا آدھے سے زیادہ ڈول کا یعنے اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ونزح ما وجد وان قل اور کفایت کرتا ہی نکالنا اسقدر
پانی کا جو کنوئین مین موجود ہی اگرچہ ڈولون کے شمار سے کم ہو یعنے ۲۰ ڈول مثلاً نکالنا واجب ہوا اور کنوئین مین فقط ۱۰ ڈول پانی تھا تو اسی قدر کے
نکالنے سے پاک ہوگیا نہر الفائق مین کہا کہ اگر بعد اسکے پانی زیادہ ہوگیا تو کچھ نکالنا واجب نہین وجریان بعضہ اور کفایت کرتا ہی کنوئین کے تھوڑے پانی
کا بہنا ہم کنوئین کے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اسمین دو چشمہ ہین ایک سے پانی نکلتا ہی اور دوسرے سے بہتا ہی اور دوسری صورت یہ کہ
اسمین سوراخ کیا بطور سرنگ کے اور اسکا پانی بہا اگرچہ قلیل ہی جاری ہوا وہ پاک ہوجاویگا اسلیئے کہ طہارت کا سبب یعنے جاری ہونا پایا گیا جیسے ناپاک
حوض جاری ہوجانے سے پاک ہوجاتا ہی وغور ان قدر الواجب اور کفایت کرتا ہی طہارت مین کنوئین کے اسقدر پانی کا زمین کے اندر سما جانا جسقدر کا نکالنا
واجب تھا ہم اگر اسفل خشک ہوگیا تو پھر پانی کے آنے سے ناپاک نہوگا اور اگر خشک نہین ہوا تو صحیح تر یہ ہی کہ پانی آنے سے پھر ناپاک ہوجاویگا کذا فی الطحطاوی
عن البحر عن السراج وما بین حمامۃ وفارۃ فی الجثۃ کفارۃ فی الحکم اور جو جانور کہ جثے مین کبوتر اور چوہے کے درمیان کا ہی وہ چوہے کے مانند ہی حکم مین یعنے
اسمین ۲۰ ڈول کا نکالنا واجب ہی کما انہ ما بین دجاجۃ وشاۃ کدجاجۃ فالحق بطریق الدلالۃ بالاصغر چنانچہ وہ جانور کہ مرغی اور بکری کے درمیان کا ہی وہ
مرغی کے برابر ہی حکم مین تو جو جانور کہ چھوٹے اور بڑے کے مابین ہی اسکو چھوٹے جانور کے ساتھ ملا دیا بطریق دلالت النص کے ہم دلالت النص اسکو کہتے ہین
کہ صریحاً مذکور نہین مگر بطریق اولی اسکو سمجھ لیتے ہین یعنی جب مرغی مین ۴۰ ڈول واجب ہووے تو جو جانور مرغی سے بڑا ہی اسمین بطریق اولی ۴۰ واجب ہونگے
اسواسطے کہ اسکو بڑے جانور کے مانند کرنا دلیل سے ثابت نہین کما ادخل الاقل فی الاکثر کفارۃ مع ہرۃ جیسے اقل داخل کیا گیا اکثر مین جیسے چوہا بلی کے ساتھ
ہم سراج وہاج مین ہی کہ اگر بلی نے چوہا پکڑا اور دونون کنوئین مین گرپڑے تو اگر دونون زندہ نکلے تو کچھ نکالنا واجب نہین یا دونون مردہ نکلے تو ۴۰
ڈول نکالنا واجب ہی یا فقط چوہا مردہ نکلا تو ۲۰ ڈول واجب ہین اور اگر چوہا زخمی ہی یا اسنے پیشاب کردیا تو تمام پانی کا نکالنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی
عن النہر ونحو الہرتین کشاۃ اتفاقاً اور دو بلیون کے مانند بکری کے برابر ہی حکم مین بالاتفاق یعنے تمام پانی نکالنا چاہیے ونحو الفارتین کفارۃ اور دو چوہون
کے مانند ایک چوہے کے مانند ہی حکم مین یعنے ۲۰ ڈول نکالنا چاہیے والثلاث الی الخمس کہرۃ اور تین چوہے پانچ چوہے تک بلی کے مانند ہین ۴۰ ڈول
نکالنے مین والست کشاۃ علی الظاہر اور چھ چوہے بکری کے مانند ہین تمام پانی نکالنے مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے چنانچہ مبسوط مین ہی اور اسکو ...

لیا ہو کذا فی الجوہرۃ ویحکم بنجاستہا مغلظۃ من وقت الوقوع ان علم اور کنوئین کی نجاست مغلظہ کا حکم کیا جاتا ہو جانور کے گرنے کے وقت سے اگر وقت معلوم
ہو والا فمذ یوم ولیلۃ ان لم ینتفخ اور اگر جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہو تو ایک رات اور ایک دن پہلے سے ناپاکی کا حکم ہوگا بشرطیکہ پھول نگیا ہو یعنی اور پھٹا
اور نہ بال جھڑا ہو کذا فی الطحطاوی وہذا فی حق الوضوء والغسل وما عجن بہ فیطعم للکلاب وقیل یباع من شافعی اور یہ حکم یعنے کنوئین کا ناپاک ہونا ایک رات
اور دن سے وضو اور غسل کے حق مین ہے اور اُس آٹے کے حق مین جو گوندھا گیا اُس پانی سے تو وہ کھلایا جاوے کتون کو اور بعضون نے کہا کہ شافعی مذہب
کے ہاتھ بیچا جاوے یعنے اسواسطے کہ شافعی کے مذہب مین یہ پانی ناپاک نہین اما فی حق غیرہ کغسل ثوب فیحکم بنجاستہ فی الحال اور وضو اور غسل کے ماسوا کے
حق مین جیسا کہ کپڑا دھونے کے حق مین تو پانی کی نجاست کا حکم کیا جاویگا فی الحال یعنے یہان ایک رات دن کا اعتبار نہوگا الحاصل وضو اور غسل مین حکم نجاست
کا بطریق استناد کے ہے اور انکے ماسوا مین بطریق اقتصار کے وہذا ای التفصیل من تحدث او تحسل من جنب والا لم یلزمہم شئی اجماعًا جوہرہ اور یہ حکم یعنے وضو اور غسل
مین ناپاک ہونا بطریق استناد اور کپڑے مین بطریق اقتصار کے اسوقت ہے کہ وضو اور غسل کیا ہو حدث اصغر اور اکبر سے یا کوئی چیز دھوئی ہو نجاست حقیقی کے
دور کرنے کو اور اگر ایسا نہو یعنے وضو یا غسل کیا بدون حدث کے یا کپڑا دھویا بدون نجاست کے تو کوئی چیز لازم نہین باتفاق امام اور صاحبین کے
کذا فی الجوہرۃ یعنی نماز کا اعادہ اور دھونا کپڑے کا لازم نہین اسواسطے کہ مقتضی صحت نماز کا پایا گیا یعنے طہارت سابقہ اور مانع مین شک ہے اسواسطے کہ پانی
کی طہارت اور نجاست مشکوک ہے اور نماز شک سے باطل نہین ہوتی برخلاف پہلی صورت کے اسواسطے کہ اسمین تو مانع بالیقین ثابت ہے یعنی حدث اصغر یا
اکبر اور کپڑے کی نجاست اور مزیل مین شک ہے کذا فی الطحطاوی ومذ ثلثۃ ایام بلیالیہا ان انتفخ او تفسخ استحسانًا اور تین رات دن سے نجاست کا حکم
کیا جاوے اگر جانور پھولا یا پھٹا ہو استحسان کی رو سے هو استحسان عبارت ہے احسن امر کے طلب کرنے سے اور بعضون نے کہا عبارت ہے قیاس کے ترک کرنے
اور اس امر کے لینے سے جو لوگون کو آسان تر ہے اور بعضون نے کہا عبارت ہے احکام مین آسانی طلب کرنے سے اور خلاصہ ان عبارتون کا یہ ہے کہ استحسان
سختی کا چھوڑنا ہے اور آسانی کا لینا قال اللہ تعالے (یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ) کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ استحسان اس قیاس
کو کہتے ہین جسکی وجہ مخفی ہے لیکن قیاس جلی سے قوی تر ہے نہر الفائق مین ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ پانی مین حیوان دموی کا واقع ہونا اسکی موت کا سبب
ظاہر ہے تو اسی پر موت کا حوالہ ہوگا نہ موہوم سبب پر اور بلا شک وجود پر زمانہ وقوع کا سابق ہے تو انتفاخ مین تین دن کی تقدیر ہوئی اور اسکے غیر
مین ایک دن رات کی بنا بر اکثر عادت کے وقالا من وقت العلم فلا یلزمہم شئی قبلہ قیل وبہ یفتی اور صاحبین نے کہا کہ پانی کی نجاست کا حکم ہوگا حیوان
کے معلوم ہونے کے وقت سے تو لوگون کو معلوم ہونے سے پہلے کوئی چیز لازم نہوگی بعضون نے اسی قول کو مفتی بہ کہا ہے صاحبین کا قول یہی
قیاس ہے اسواسطے کہ یقین یعنے طہارت کا متیقن ہونا زمانہ گذشتہ مین زائل نہین ہوتا شک سے یعنی نجاست سے اسواسطے کہ احتمال ہے کہ حیوان کنوئین سے
باہر مرا ہو پھر اسکو سخت ہوا نے یا کسی نادان نے یا چڑیا نے کنوئین مین ڈال دیا ہو نہر الفائق مین ہے کہ غایۃ البیان مین کہا کہ امام کا قول احوط ہے اور صاحبین کا
قول لوگون کو آسان تر ہے فتاوی عتابی مین ہے کہ صاحبین کا قول مختار ہے اور شیخ قاسم نے اسکو رد کیا ہے کیونکہ اکثر کتب کے مخالف ہے اسواسطے کہ امام کی دلیل
کی اکثر کتب مین ترجیح واقع ہے اور وہ احوط بھی ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا بہتر تھا قیل وہو المختار اسواسطے کہ اختیار کو افتا لازم نہین فرع
مسئلہ ملحقہ شارح کا وجد فی ثوبہ منیا او بولا او دما اعاد من آخر احتلام وبول ورعاف اپنے کپڑے مین منی یا پیشاب یا خون کو پایا تو نماز کا اعادہ کرے پچھلے
احتلام یا پیشاب یا نکسیر پھوٹنے سے هم نوادر بن رستم مین امام سے منقول ہے کہ خون مین نماز کا اعادہ نہین اور اسی کو محیط مین اختیار کیا ہے کذا فی النہر
ظاہر عدم اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ غیر شخص کا خون شاید لگ گیا ولو وجد فی جبتہ فارۃ میتۃ فان لا ثقب فیہا اعاد مذ وضع القطن والا فثلثۃ
ایام ان منتفخۃ او ناسفۃ والا فیوم ولیلۃ اور اگر اپنے جبہ مین مردہ چوہا پایا تو اگر جبہ مین سوراخ نہو تو نماز کا اعادہ کرے روئی بھرنے کے

وقت سے اور اگر بیچ مین سوراخ ہو تو تین دن کی نماز پھیرے اگر چہ پھولا یا خشک ہوا اور اگر چہ پھولا یا خشک نہو تو ایک دن کی نماز پھیرے ہم روئی بھرنے
کے وقت سے اسوقت اعادہ ہوگا جبکہ ہمیشہ اسکو پہنے رہا ہو کذا فی الطحطاوی ولا نزح فی بول فارۃ فی الاصح فیض اور کنوئین سے پانی نکالنا لازم نہین
چوہے کے پیشاب مین صحیح تر قول مین کذا فی الفیض ولا بخرء حمامۃ وعصفورۃ وکذا سباع طیر فی الاصح لتعذر صونہا عنہ اور پانی نکالنا لازم نہین کبوتر اور چڑیا
کی بیٹ پڑنے سے کنوئین مین اور اسی طرح کا حکم ہی پرندہ درندہ کی بیخال کا صحیح تر قول مین اسواسطے کہ حفاظت کنوئون کی اُنسے نہین ہوسکتی ولا نجاسۃ
بول کرؤس ابر وغبار نجس للعفو عنہا اور نہ اُس پیشاب کے ٹپکنے سے جسکی چھینٹین نہایت صغیر ہین چنانچہ سر سوزن اور نہ ناپاک غبار کے پڑنے سے
اسواسطے کہ یہ دونون معاف ہین وبعرتی ابل وغنم اور نہ اونٹ اور بھیڑ بکری کی دو مینگنیون کے پڑنے سے کنوئین کا پانی کا نکالنا لازم ہی کما اعفی
لو وقعتا فی محلب وقت حلب فرمیتا فوراً قبل تفتت وتلون جسطرح معاف ہی اگر دو مینگنیان پڑگئین دودھ کے برتن مین دوہنے کے وقت پھر
پھینک دین اور دودھ کے رنگین ہونے سے پہلے نکال کر پھینک دین ہم یہ معافی ہی ضرورت کے سبب سے اسواسطے کہ دوہنے کے وقت مینگنی کرنے کی عادت
ہی تو سواے اس وقت کے عفو نہین کذا فی النہر والتعبیر بالبعرتین اتفاقی لان ما فوق ذلک کذلک ذکرہ فی الفیض وغیرہ اور دو مینگنیون کا ذکر کرنا
کا اتفاقی ہی نہ احترازی اسواسطے کہ دو مینگنیون سے زیادہ کا بھی یہی حکم ہی عفو کا کذا فی الفیض وغیرہ ولذا قال قیل القلیل المعفو عنہ ما یستقلہ الناظر
والکثیر بعکسہ وعلیہ الاعتماد کما فی الہدایۃ وغیرہا لان ابا حنیفۃ لا یقدر شیئا بالرأے اور اسی واسطے یعنے اسلیے کہ دو سے زیادہ مینگنیان بھی عفو ہین بعض
نے بیان کیا کہا گیا ہی کہ تھوڑی مینگنی وہ ہین جنکو دیکھنے والا تھوڑی سمجھے اور کثیر اسکے بالعکس ہی یعنے جنکو ناظر بہت سمجھے اور اسی قول پر اعتماد ہی چنانچہ ہدایہ
وغیرہ مین مذکور ہی اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ رح کسی چیز کا اندازہ اپنی تجویز سے نہین ٹھہرایا کرتے ہم معراج الدرایۃ مین کہا کہ یہی قول مختار ہی کذا فی الطحطاوی اور
غیر معتمد اور غیر مختار تین قول ہین ایک یہ ہی کہ جو ہر ڈول مین مینگنی آوے تو کثیر ہی والا قلیل دوسرے یہ کہ اگر چہ تہائی پانی پر مینگنیان ہون تو کثیر ہی والا قلیل اہ
تیسرے یہ کہ تہائی پانی پر ہو تو کثیر ہی والا قلیل فرع مسئلہ لمحقہ شارح کا البعد بین البیر والبالوعۃ بقدر ما لا یظہر للنجس اثر پانی کے کنوئین اور نجاست کے
کنوئین اور گڑھے مین اسقدر دور ہونا معتبر ہی کہ نجاست کا اثر پانی کے کنوئین مین ظاہر نہو ہم جب پانی کا اثر یعنے رنگ اور بو اور مزہ ظاہر نہو تو کنوان پاک ہی
اگر چہ دونون مین ایک گز کا فرق ہو اور اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو ناپاک ہی اگر چہ دونون مین دس گز کا فرق ہو کذا فی الطحطاوی ولیقتبر سؤر بمسئر اسم
فاعل من اسآر ای ابقی لاختلاطہ بلعابہ اور جھوٹے کی طہارت اور نجاست مین جھوٹا کرنے والے جاندار کا اعتبار کیا جاتا ہی اسلیے کہ جھوٹی چیز مین اُس
جاندار کا لعاب ملجاتا ہی شارح نے کہا کہ مسئر اسم فاعل کا صیغہ مشتق ہی اسار فعل ماضی سے جو بمعنی ابقی ہی ہم جب مصنف نے پانی کے فساد اور عدم فساد کے بیان
سے نسبت واقع ہونے حیوانات کے فراغت پائی تو اب اسکا بیان شروع کیا جو حیوانات سے پیدا ہوتا ہی یعنے اُنکا جھوٹھا اور پسینہ سؤر بہمزۃ العین یعنے جھوٹھا
اسکو کہتے ہین جو پینے والے سے برتن یا حوض مین پانی باقی رہے پھر بقیہ طعام وغیرہ کو بھی سؤر بولتے ہین بطریق استعارہ کے اور چونکہ لعاب متولد ہوتا ہی
جاندار کے گوشت سے تو اسی کو معتبر رکھا طہارت اور نجاست اور کراہت اور شک مین کذا فی الطحطاوی فسؤر آدمی مطلقاً ولو جنبا او کافرا او امرأۃ
تو جھوٹھا آدمی کا مطلقاً اگر چہ وہ جنب یا کافر یا عورت ہو پاک ہی ہم کافر کی نجاست اعتقادی ہی نہ حسی اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
کافرون کو مسجد مین شب باش ہونے دیا کذا فی البحر نعم یکرہ سؤرہا للرجل کعکسہ للاستلذاذ واستعمال ریق الغیر وہو لا یجوز مجتبی ہان مکروہ ہی جھوٹھا عورت
کا مرد کو اور مرد کا جھوٹھا عورت کو یعنے اجنبی مرد اور عورت کے حق مین لذت گیری کے سبب سے اور غیر کی رال کا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی المجتبی
ہم یعنے یہ کراہت استلذاذ کی وجہ سے ہی نہ نجاست کے سبب سے طحطاوی نے کہا اس سے نکلتا ہی کہ اگر حلاق امرد ہوا اور محلوق اپنے سر مین اسکے ہاتھ
لگانے سے لذت پاوے تو مکروہ ہی تو حمامی امرد کی مشت مال بطریق اولی مکروہ ہوگی اور اسی طرح ہاتھ پانون کا دبوانا امرد سے وما کول لحم ومنہ

الفرس فی الاصح ومثلہ ما لا دم لہ اور اس جانور کا جھوٹھا پاک ہی جسکا گوشت کھانا حلال ہی اور اسی قسم سے گھوڑا صحیح تر قول مین اور اسی کے مانند ہی وہ
جانور جسمین دم مسفوح نہین ہم گھوڑے کے گوشت کی کراہت امام کے نزدیک احترام کی وجہ سے ہی کیونکہ جہاد کا آلہ ہی نہ نجاست کی وجہ سے تو اسکا جھوٹھا مکروہ
نہین طاہر الفم قید الکل طاہر طہور بلا کراہۃ طاہر الفم سب کی قید ہی لیعنے آدمی اور ماکول اللحم اور گھوڑا اور جسمین خون سائل نہین جبکہ اُنکے منہ پاک
ہون نجاست سے تو انکا جھوٹھا بذات خود پاک ہی اور غیر کا پاک کرنے والا ہی احداث اور اخباث سے بلا کراہت مطلقاً لیعنے مکروہ تنزیہی بھی نہین ہی
وسؤر خنزیر وکلب وسباع بہائم ومنہ الہرۃ البریۃ وشارب خمر فور شربہا اور جھوٹھا سور اور کتے اور چوپائے درندون کا ناپاک ہی اور درندون
کا ناپاک ہی اور درندون مین جنگلی بلی داخل ہی اور شراب پینے والے کا جھوٹھا شراب پینے کے وقت فوراً ناپاک ہی هم چوپائے درندے جیسے شیر اور چیتا
اور بھیڑیا شراب خوار مین فوراً کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شراب پی کر اتنا توقف کیا کہ رال سے منہ اُسکا دھو گیا پھر اُسنے پانی پیا تو اب اُسکا جھوٹھا ناپاک
نہین ولو شاربہ طویلاً لا یسعہ عبر اللسان فنجس ولو بعد زمان اور اگر شراب خوار کی مونچھ اسقدر دراز ہی کہ اُسپر زبان نہین پہونچتی تو اُسکا جھوٹھا ہر صورت
ناپاک ہی اگرچہ بعد مدت کے اُسنے پانی پیا ہو وہرۃ فور اکل فارۃ نجس مغلظ اور بلی کا جھوٹھا چوہے کھانے کے وقت فوراً نجس مغلظہ ہی اور
اگر بلی نے چوہا کھانے کے بعد زبان سے اپنے منہ کو چاٹا یہانتک کہ اُسکا پاک ہوجانا مظنون ہوا تو اب اُسکا جھوٹھا پاک ہی کذا فی الطحطاوی وسؤر ہرۃ
ودجاجۃ مخلاۃ وابل وبقر جلالۃ فالاحسن ترک دجاجۃ لیعم الابل والبقر قہستانی وسباع طیر لم یعلم ربہا طہارۃ منقارہا وسواکن البیوت طاہر
للضرورۃ مکروہ تنزیہا فی الاصح ان وجد غیرہ والا لم یکرہ اصلاً کاکلہ لفقیر اور جھوٹھا مرغی کو جہ گرد کا اور اونٹ اور گائے بیل نجاست خور کا اور
ان درندون پرندکا جنکے پالنے والوان کو اُنکی چونچ کی طہارت معلوم نہین اور جھوٹھا گھرون کے رہنے والے جانورون کا پاک ہی ضرورت کی وجہ
سے مکروہ تنزیہی ہی صحیح تر قول مین اگر سوائے اُسکے اور پانی ملے اور اگر اُنکے جھوٹھے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے تو اب مکروہ تنزیہی بھی نہین اصلا جیسے
اُنکے طعام کا کھانا محتاج کو مکروہ نہین قہستانی نے کہا تو بہتر یہ تھا کہ مصنف مرغی کا لفظ نہ کہتا تو کوچہ گرد کا لفظ اونٹ اور گائے اور بیل کو شامل ہوجاتا
لیعنے اسواسطے کہ کوچہ گرد سے مراد نجاست خور ہی تو اُسمین مرغی اور اونٹ اور بیل سب داخل رہتے ہین هم سباع طیر سے مراد چنانچہ باز اور شکرہ اور شاہین ہی
چونکہ انکا گوشت حرام ہی تو قیاس یہ تھا کہ انکا جھوٹھا بھی نجس ہوتا وجہ استحسان یہ ہی کہ یہ پرند چونچ سے پانی پیتے ہین اور وہ خشک ہڈی ہی پاک لیکن غالب
مردار خور رہین تو کوچہ گرد مرغی کے مانند ہوسے تو کراہت کا شبہہ پیدا ہوا پھر اگر یہ شکاری جانور محبوس ہون اور اُنکے پالنے والے کو اُنکی چونچ کی طہارت معلوم
تو اُنکے جھوٹھے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہین یہ روایت ہی ابو یوسف رح سے اسکو پسند کیا ہی متاخرین نے اور اسپر فتوی دیا ہی ضرورت مذکورہ کا بیان یہ ہی کہ قیاس
چاہتا تھا کہ انکا جھوٹھا نجس ہو انکے گوشت کے نجس ہونے سے لیکن نجاست اُنکی ساقط ہوگئی طواف کی علت سے جو حدیث مین بلی کے حق مین وارد ہی اور
کراہت ثابت ہی نجاست کے توہم سے کذا فی الطحطاوی مختصراً وسؤر حمار اہلی ولو ذکراً فی الاصح وبغل امہ حمارۃ اور جھوٹھا پالو گدھے کا اگرچہ نر ہو صحیح تر قول مین
اور اس خچر کا جسکی ماں گدھی ہو مشکوک ہی هم مقابل اصح بعضون کا قول ہی کہ نر گدھے کا جھوٹھا نجس ہی اسواسطے کہ نر گدھا مادہ کا پیشاب سونگھتا ہی اصح کی وجہ یہ ہی
کہ سونگھنا امر موہوم غالب الوجود نہین تو اسکا اعتبار نہین فلو فرساً او بقرۃ فطاہر کمتولد من حمار وحشی وبقرۃ ولا عبرۃ لغلبۃ الشبہ لتصریح بحل اکل ذئب ولدتہ
شاۃ لاعتبار الام وجواز الاکل یستلزم طہارۃ السؤر کما لا یخفی تو اگر خچر کی ماں گھوڑی یا گائے ہو تو اُسکا جھوٹھا پاک ہی جیسے اس جانور کا جھوٹھا پاک ہی
جو پیدا ہوا گورخر اور گائے سے اور غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین بسبب تصریح کرنے فقہا کے اس بھیڑیے کے حلال ہونے مین جسکو بھیڑ یا بکری نے جنا
ماں کے اعتبار کرنے کی وجہ سے اور کھانا حلال ہونا مستلزم ہی جھوٹے کی طہارت کو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین هم یہ رد ہی ملا مسکین شارح کنز پر کہ اُسنے مشابہت
کا اعتبار کیا ہی وما نقلہ المصنف عن الاشباہ من تصحیح عدم الحل قال شیخنا غریب اور جو مصنف نے اپنی شرح مین اشباہ سے عدم حلت کی تصحیح نقل کی ہی ہمارے

استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ وہ روایت نادر ہی مشہور کے مخالف ہی یعنی معتمد نہیں هم ٹھیک بات یہ ہی کہ مصنف نے فوائد تاجیہ سے نہ اشباہ سے یون نقل کیا ہی
کہ جس حیوان کا اعلا لا یون ماکول ہوا اور دوسرا غیر ماکول تو وہ حلال نہیں اصح قول مین عدم اعتماد اس قول کی وجہ یہ ہی کہ ان کا اعتبار کرنا محققین مین مشہور
قول ہی کذا فی الطحطاوی مشکوک فے او بیۃ الا فی طہارتہ حتے لو وقع فی ماء قلیل اعتبر بالاجزاء گدہے اور خچر کے جھوٹے کے مطہر ہونے مین شک ہی اور اسکے
پاک ہونے مین شک نہیں یہانتک کہ اگر اسکا جھوٹا پانی قلیل پانی مین پڑ جائے تو اجزا کا اعتبار ہوگا یعنے اگر نصف سے کم ہی تو وضو اس سے جائز ہی چنانچہ
آب مستعمل مین اجزا کا اعتبار ہی هم دلیل شک یہ ہی کہ ثبوت ضرورت مین تردد ہی اسواسطے کہ گدھا مکانات مین باندھا جاتا ہی تو ظروف سے پانی پیتا ہی اور
ضرورت کو اسقاط نجاست مین اثر ہی چنانچہ بلی اور چوہے مین مگر گدہے کی ضرورت بلی اور چوہے سے کمتر ہی کیونکہ وہ دونون ہر جگہ گھر مین آمد و رفت رکھتے ہین
برخلاف گدہے کے اور اگر مطلق ضرورت ثابت نہو تی چنانچہ کلب اور سباع تو نجاست کا حکم ہوتا بلا اشکال تو جبکہ ضرورت ایک وجہ سے ثابت ہوئی اور دوسری
وجہ سے ثابت نہوئی تو طہارت اور نجاست دونون ساقط ہوگئین تعارض کی وجہ سے کذا فی البحر وہل یطہر النجس قولان اور گدہے کا جھوٹا پانی ناپاک
چیز کو پاک کرتا ہی یا نہین اسمین دو قول ہین ایک قول یہ کہ ہان پاک کر دیتا ہی اور دوسرا قول یہ کہ پاک نہین کرتا فیتوضأ بہ او یغتسل و یتیمم اے یجمع
بینہما احتیاطا فی صلوۃ واحدۃ لا فی حالۃ واحدۃ ان فقد ماء مطلقا جب گدہے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہوا تو اس سے وضو کرے یا نہاوے اور تیمم بھی کر
لیوے دونون کو احتیاط کی راہ سے جمع کرے ایک نماز مین نہ ایک حالت مین بشرطیکہ آب مطلق غیر مشکوک کو نہ پاوے هم نماز واحد مین جمع بین الوضوء والتیمم
احتیاطا ہی نہ ادا ے واحد مین تو اگر گدہے کے جھوٹے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑہی پھر وضو ٹوٹا اور تیمم کیا اور وہی نماز پھر پڑہی تو جائز ہی یہی قول صحیح ہی
اگرچہ ادا ے واحد مین جمع نہ کیا کذا فی الطحطاوی وصح تقدیم ایہما شاء فی الاصح اور وضو اور تیمم مین جسکو چاہے مقدم کرے صحیح تر قول مین ولو تیمم وصلی ثم اراق لزمہ
اعادۃ التیمم والصلوۃ لاحتمال طہوریتہ اور اگر تیمم کیا اور نماز پڑہی پھر گدہے کا جھوٹا پانی گرا دیا تو اسپر تیمم کرنا اور وہی نماز کا پڑہنا لازم ہوگا اس پانی کے مطہر
ہونے کے احتمال سے یعنی تیمم کا اعتبار اسوقت ہی جبکہ پانی مطہر نہو لہذا یہان گرانے سے بعد نماز اور تیمم کا اعادہ لازم ہوا کیونکہ اسکا مطہر ہونا محتمل ہی
و یقدم التیمم علی نبیذ التمر علے المذہب المصحح المفتی بہ لان المجتہد اذا رجع عن قول لا یجوز الاخذ بہ اور تیمم کو مقدم کرنا چاہیے شربت خرما کی طہارت پر یعنی فقط تیمم
متعین ہی وضو اس سے جائز نہین بنا بر قول صحیح ٹھہرائے گئے مفتی بہ مذہب پر اسواسطے کہ مجتہد نے جبکہ رجوع کیا ایک قول سے تو اسپر عمل کرنا مقلد کو جائز نہین
هم نبیذ خرما اس سے عبارت ہی کہ خرمے پانی مین ڈالے جائین اور وہ پانی میٹھا اور سائل باقی رہے تو امام کا اول قول یہ تھا کہ نبیذ سے وضو متعین ہی یعنے تیمم کرنا
نچاہیے اور ابو یوسف نے کہا کہ فقط تیمم کرنا چاہیے اور محمد کے نزدیک جمع بین الوضوء والتیمم ہی اور نبیذ خرما جبکہ گاڑھا اور نشہ آور ہو جاوے تو بالاتفاق وضو جائز نہین
شرح مجمع اور بحر الرائق مین ہی کہ امام کے نزدیک تیمم متعین ہی اسی قول کی طرف امام نے رجوع کیا ہی کہ تیمم کرے اس سے وضو نہ کرے یہی مذہب مصحح مختار ہی کذا فی المنح
لمنصا وحکم العرق کسؤرہ اور پسینہ جھوٹھے کے مانند ہی حکم مین هم اسواسطے کہ جھوٹھا مخلوط ہوتا ہی لعاب سے اور لعاب اور پسینہ دونون پیدا ہوتے ہین گوشت
سے تو ہر حیوان کا پسینہ اسکے جھوٹھے کے ساتھ معتبر ہی طہارت اور نجاست اور کراہیت مین کذا فی المنح فعرق الحمار اذا وقع فی الماء صار مشکوکا علی المذہب کما
فی المستصفی تو گدہے کا پسینہ جبکہ پانی مین ٹپکا تو پانی مشکوک ہوگیا صحیح مذہب پر چنانچہ مستصفے مین مذکور ہی وفی المحیط عرق الجلالۃ عفو فی الثوب والبدن اور
محیط مین ہی کہ اونٹ وغیرہ ماکول اللحم نجاست خور کا پسینہ معاف ہی کپڑے اور بدن مین یعنے ہر چند نجس ہی مگر عفو ہی اور ظاہر تقیید اسپر دال ہی کہ پانی مین معاف
نہین وفی الخانیۃ انہ طاہر علی الظاہر اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ اسکا پسینہ پاک ہی ظاہر مذہب پر یعنی نجس معفو نہین اور ظاہر اسکے پڑنے سے پانی بھی پاک رہیگا واللہ اعلم

باب التیمم

یہ باب ہی تیمم کے احکام مین ثلث بہ تاسیا بالکتاب مصنف نے تیمم کو بعد وضو اور غسل کے تیسرے درجے مین ذکر کیا قرآن مجید کی پیروی سے هم قرآن مجید مین

تیمم دو مقام مین مذکور ہی سورۂ نسا اور سورۂ مائدہ مین سوحق تعالے نے پہلے وضو کو بیان کیا پھر تیمم کو سو مصنف نے بھی قرآن مجید کی اقتدا کی وَہُوَ مِنْ خَصَائِص
ہٰذِہِ الامۃ یعنی بلا ارتیاب اور تیمم اس محمدی امت کی مخصوصات سے ہی بلا شبہ یعنی اگلی امتون کو اسکا حکم نہ تھا حق تعالے نے مزید رحمت سے ہم خاکسارون کے حق
مین خاک کو مطہر قرار دیا والحمد للہ علی ذلک وَہُوَ لُغَۃً القصد وشرعًا قصد صعید شرط القصد لانہ النیۃ مطہر تیمم لغت عرب مین بمعنی مطلق قصد کے ہی اور شرع کی اصطلاح
مین تیمم قصد کرنا ہی پاک کرنے والی مٹی کا مصنف نے قصد کو شرط کیا اسواسطے کہ قصد عبارت ہی نیت سے اور نیت تیمم مین فرض ہی ھم یہ تعریف تیمم کی مقبول نہین
اسلیے کہ قصد تیمم مین شرط ہی نہ رکن فتح القدیر مین تعریف تیمم کی یون مذکور ہی کہ تیمم نام ہی چہرہ اور دونون ہاتھون کے مسح کرنے کا پاک مٹی پر مار کے بشرط نیت
کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ یہی تعریف حق ہی اور قصد شرط ہی کیونکہ قصد کو نیت کہتے ہین خرج الارض المتنجسۃ اذا جفت فانہا کالماء المستعمل مطہر کی قید سے ناپاک
مٹی جبکہ وہ خشک ہوجاوے تیمم کی تعریف سے خارج ہوگئی اسواسطے کہ وہ توستعمل پانی کے مانند پاک ہی مگر پاک کرنے والی نہین ہی کہ تیمم اسپر درست ہو لیکن
نماز اسپر درست ہی والاستعمال حقیقۃ او حکمًا لیعم التیمم بالحجر الاملس اور استعمال اسکا خواہ حقیقۃ ہو خواہ حکمًا تاکہ صاف پتھر پر تیمم کرنے کو شامل رہے ھم یہ جواب ہی سوال
مقدر کا تقریر اسکی یہ ہی کہ صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہی اور حالانکہ اسمین استعمال نہین جواب دیا کہ اسپر دونون ہاتھ کے رکھنے سے استعمال حکمی پایا گیا بصفۃ
مخصوصۃ قصد کرنا مطہر مٹی کا اور اسکا استعمال ایک خاص طور پر ھم طور خاص سے تیمم کی کیفیت مراد ہی وہ یہ ہی کہ دونون ہاتھ مٹی پر مارے پھر انکو جھاڑے
پھر اپنے چہرے کو ملے اسطرح پر کہ کچھ باقی نہ رہے پھر دونون ہاتھ مٹی پر مارے پھر انکو جھاڑے پھر اُنسے دونون ہاتھ کہنیون تک ملے کذا فی المنح ہذا افید ان الضربتین
رکن وہو الاصح الاحوط یہ یعنی طور خاص نے اسکا فائدہ دیا کہ دو بار مٹی پر ہاتھ کا مارنا تیمم کا رکن ہی اور یہی قول صحیح تر اور زیادہ تر احتیاط والا ہی ھم بعضون
نے ضربتین کو شرط کہا ہی اور صحیح یہ ہی کہ رکن ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی التیمم ضربتان تو ضربتین تیمم کی ماہیت مین داخل ہین ولہذا ابو شجاع نے کہا کہ
اگر بعد ضرب حدث کیا قبل مسح کے تو اعادہ کرے اور اس مٹی سے مسح کرنا جائز نہین اور اسی قول کو خلاصہ مین صحیح کہا ہی اور یہی مختار ہی شمس الائمہ کا اگرچہ
اسبیجابی کا قول اسکے مخالف ہی کذا فی المنح لاجل اقامۃ القربۃ خرج التیمم للتعلیم فانہ لا یصلی بہ تیمم کرنا بصفت خاص چاہیے عبادت کے ادا
کرنے کے واسطے اس کہنے سے تعلیم قرآن کا تیمم خارج ہوگیا اسلیے کہ اس تیمم سے نماز جائز نہین ھم اسواسطے کہ جواز نماز کے حق مین شرط ہی اس عبادت
مقصودہ کی نیت کرنا کہ وہ بدون طہارت کے صحیح نہین اور تعلیم تو بدون طہارت کے بھی صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ورکنہ شیئان الضربتان والاستیعاب
اور تیمم کی رکن دو چیزین ہین ضربتین یعنے دوبار مٹی پر ہاتھ مارنا اور تمام اعضاء تیمم پر ہاتھ پھیرنا وشرطہ ستۃ النیۃ والمسح وکونہ بثلٰث اصابع فاکثر
والصعید وکونہ مطہرًا وفقد الماء اور تیمم کی چھ شرطین ہین ایک نیت ۲۔ مسح ۳۔ تین یا زیادہ انگلیون سے مسح کرنا ۔ ۴۔ مٹی ۵۔ مٹی کا مطہر ہونا ۶۔ پانی
کا نہ پانا ھم فقدان آب عام ہی حقیقی ہو جیسا کہ اسوقت پانی کا اصلا نہ ہونا یا فقدان حکمی ہو جیسا کہ بیماری سے پانی کا استعمال نہ کرسکنا وسننہ ثمانیۃ الضرب
بباطن کفیہ واقبالہما وادبارہما ونفضہما وتفریج اصابعہ وتسمیۃ وترتیب وولاء اور تیمم کی سنتین آٹھ ہین اوّل باطن کفین یعنے دونون ہتھیلیون کو اندر
کی طرف سے مٹی پر مارنا ۲ ہتھیلیون کو مٹی پر رکھ کر آگے کھینچنا ۳۔ انکو مٹی پر رکھے ہوئے پیچھے ہٹانا کذا فی النہر الفائق ۴۔ انکو جھاڑنا ۵۔ مٹی پر
رکھنے کے وقت انگلیون کو کشادہ رکھنا تاکہ غبار اُنکے مابین مین آجاوے ۶۔ بسم اللہ کہنا بطور وضو کے ۷۔ ترتیب یعنے اول مُنہ کو مسح کرنا پھر داہنے ہاتھ
پھر بائین ہاتھ کو ۸۔ پے در پے بلا توقف مسح کرنا اسطرح کہ اگر پانی کا استعمال ہوتا تو عضو متقدم خشک نہوتا کذا فی الطحطاوی وزاد ابن وہبان فی الشروط الاسلام
فزوت وضممت سنۃ الثانیۃ فی بیت اخرہ غیرت شطر بیتہ الاول فقلت وللاسلام شرط عذر وضرب ونیۃ ومسح وتعمیم صعید مطہر وسنتہ سمی وبطن
وزجین ولنفض وترتیب والی اقبل فدبر اور ابن وہبان نے وہبانیہ منظومہ مین تیمم کی شرطون مین اسلام کو زیادہ کیا سو مین نے بھی اسکو زیادہ کیا
اور تیمم کی آٹھ سنتون کو دوسری بیت مین ملا دیا اور اسکی بیت کے نصف اول کو بدل ڈالا سو مین نے یون کہا ہی اور اسلام شرط ہی تیمم کے وقت

اور عذر شرط ہے تیمم کی یعنی پانی کا نہونا یا بیماری اور ضرب بکفین اور نیت اور مسح کرنا اور سارے اعضا تیمم پر ہاتھ پھیرنا اور مٹی کا ہونا اور اسکا مطہر ہونا شرط ہے
اور سنتین تیمم کی یہ ہین کہ ابتداء تیمم کرنے کے واسطے بسم اللہ کہے اور باطن کفین سے ضرب کرے اور انگلیون کو کشادہ رکھے اور ہتھیلیون کو جھاڑے اور ترتیب کے ساتھ تیمم کرے
اور پے در پے بلا توقف تیمم کرے اور مٹی پر ہاتھ رکھکر آگے کھینچے اور پیچھے ہٹاوے اور منجملہ شرط تیمم کے یہ ہے اہل تصانیف نے غفلت کی انقطاع حیض اور نفاس ہے اور
زائل کرنا مانع مسح کا جیسا کہ موم اور چربی کا اعضاء تیمم پر ہونا کذا فی الطحطاوی من عجز مبتداء خبرہ تیمم عن استعمال الماء المطلق الکافی لطہارتہ لصلوٰۃ تفوت
الی خلف لبعدہ ولو مقیما فی المصر میلا یعنی جو شخص کہ عاجز ہو آب مطلق کے استعمال سے جو کافی ہو اسکی طہارت کو اس نماز کے واسطے جو فوت ہوتی ہے اپنا خلیفہ
چھوڑکر اسکا عاجز ہونا پانی کے بعید ہونے سے ہے ایک میل اگرچہ وہ شخص شہر کا مقیم ہو شارح نے کہا من عجز مبتدا ہے اور تیمم اسکی خبر ہے جو آگے آویگا چند سطر کے بعد
ہم آب مطلق اور کافی کی قید اسواسطے لگائی کہ آب مقید اور غیر کافی بمنزلہ معدوم کے ہے اگر اتنا پانی ہے کہ فقط وضو یا فقط ازالہ نجاست کو جو کپڑے مین نماز کی مانع ہو
کفایت کرتا ہے تو اس سے کپڑا دھووے اور وضو کے عوض تیمم کرے سب کے نزدیک اور اگر وضو کرے نجس کپڑے سے نماز پڑھیگا تو نماز ادا ہو گی مگر گنہگار ہوگا چنانچہ
بحر الرائق مین ہی خانیہ سے اور جو نماز کہ خلیفہ چھوڑکر فوت ہوتی ہے وہ یہی نماز ہے جسکا خلیفہ قضا ہو اور نماز جمعہ ہے جسکا خلیفہ ظہر ہے اور جس نماز کا خلیفہ کوئی نہین وہ
نماز جنازہ اور عیدین ہے تو نماز جنازہ اور عیدین کے واسطے تیمم کرنا درست ہے اگرچہ پانی موجود ہو شارح نے مقیم شہر کو اسواسطے شامل کر لیا کہ تیمم کی شرط عدم آب ہے
پھر جہان یہ شرط متحقق ہو وہین تیمم جائز ہے سفر ہو یا اقامت چنانچہ یہ مسئلہ اسرار مین صحیح ہے خانیہ مین ہے کہ قلیل سفر اور کثیر تیمم مین برابر ہے وہ مسافت میل ہے
الطحطاوی اربعۃ آلاف ذراع و ہو اربع و عشرون اصبعا و ہی ست قبضات ظہر البطن والقبضۃ ست شعرات یعنی میل چار ہزار گز ہے اور گز ۲۴ انگل کا ہے اور
انگلی چھ جو کی ہے اس طرح کہ ایک جو کی پیٹھ دوسرے جو کے پیٹ سے ملی ہو اور جو چھ بال کا ہے او مرض یشتد او یمتد بغلبۃ ظن او قول حاذق مسلم ولو بتحرک
یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے اس بیماری کے سبب سے جو سخت ہوتی ہے یا دراز ہو جاتی ہے بظن غالب یا طبیب کامل مسلمان کے کہنے سے اگرچہ شدت
مرض اور امتداد حاصل ہوتا ہو حرکت کرنے سے ہم یعنی جب بیمار کو ظن غالب ہو کہ اگر مین وضو یا غسل کرونگا تو بیماری تیز ہوگی یا طول کھینچیگی یا طبیب حاذق
مسلم یہی بتاوے تو تیمم کرنا جائز ہے اسی طرح اگر بیمار کے پاس پانی نہین ہے اور اسکے پانون مین سخت پھوڑا یا پھرواہے اور وہ یہ ظن غالب جانتا ہو کہ مین اٹھکر
پانی لاؤنگا تو بیماری دراز ہوگی تو اب بھی تیمم اسکو جائز ہے اولم یجد من یوضئہ یا بیمار نے نہ پایا اسکو جو اسکو وضو کرا دے اور وہ خود وضو کرنے کی طاقت نہین
رکھتا فان وجد ولو باجر المثل ولہ ذلک لا یتیمم فی ظاہر المذہب کما فی البحر پھر اگر بیمار وضو کرانے والے کو پاوے اگر دستور کے موافق مزدوری دے کر
اتنا ہو اور اسکو مزدوری دینے کی طاقت ہے تو ایسا بیمار تیمم نہ کرے ظاہر مذہب مین چنانچہ بحر الرائق مین ہے وفیہ لا یجب علی احد الزوجین توضئ صاحبہ وتعہدہ
وفی مملوکہ یجب اور بحر الرائق مین ہے کہ زوجین مین سے ایک پر وضو کروانا دوسرے کا یا خبرگیری اسکی واجب نہین اور لونڈی غلام مین واجب ہے یعنی
مالک مملوک کی خبرگیری کرے اور مملوک مالک کی او برد یہلک الجنب او یمرضہ ولو فی المصر اذا لم یکن لہ اجرۃ حمام ولا ما یدفیہ یا عاجز ہو اس سردی سے
جو جنابت والے کو ہلاک کرتی ہے یا بیمار کرتی ہے اگرچہ جنب شہر مین ہو جبکہ اسکے پاس حمام مین نہانے کی مزدوری نہو اور نہ وہ چیز جو غسل کرنے والے
کو گرم کردے یعنی پانی گرم کرنے کا سامان نہو اور نہ مکان محفوظ اور نہ ایسا لباس ہم شارح نے جنب کی قید اسواسطے لگائی کہ سردی کے خوف سے
وضو کو چھوڑکر تیمم کرنا جائز نہین صحیح قول مین مصفی مین اسپر اجماع نقل کیا ہے اسواسطے کہ یہ تو فقط وہم ہے کیونکہ وضو مین ہلاکی یا تندرستی کی
بیماری نہین ہوتی عادت مین کذا فی البحر وما قیل انہ فی زماننا یتحیل بالعدۃ فیما لم یاذن بہ الشرع اور وہ قول جو کسی نے کہا کہ جو جنب ہلاکی سے ڈرے
وہ ہمارے زمانے مین حمام کے نہانے کے واسطے حیلہ کرے مزدوری دینے کا وعدہ کرے سو یہ بات اس قسم سے ہے جسکی شرع شریف نے اجازت نہین
دی یعنی جو مفلس ہو وہ معذور ہے تیمم کرے اس حیلہ گری کی کچھ حاجت نہین نعم لو کان لہ مال غائب یلزمہ الشراء نسیئۃ والا لا اور اگر اس شخص کا

مال اس وقت موجود نہو تو اسکو لازم نہیں خرید کرنا وہ چیز پاس چیز کا جو سردی کو دفع کرے اور اگر مطلق مال نہو تو خرید لازم نہیں وہ محذور ہی تیمم کرلے و خوف
عدو و حیۃ او نار علی نفسہ ولو من فاسق او حبس غریم او مالہ ولو امانۃ یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے دشمن کے خوف سے اپنی جان پر خواہ دشمن آدمی ہو یا غیر
آدمی جیسے سانپ یا آگ کا ہونا پانی کے پاس اگرچہ ہو خوف عورت کو مرد فاسق سے کہ پانی کے پاس ہے یا خوف ہو قرض خواہ کے گرفتار کر لینے سے یا خوف
ہو اپنے مال پر اگرچہ اسکے پاس کا مال بطریق امانت کے ہو اگر مدیون مفلس ہے تو خوف حبس کا البتہ عذر ہے اور اگر مقدور والا ہے تو عذر نہیں اسواسطے کہ وہ
ظالم ہے اداے قرض میں دیر لگانے سے ثم ان نشأ الخوف بسبب وعید عبد اعاد الصلوۃ والا لا لانہ سماوی پھر اگر خوف ہوا ہے بندے کے ڈرانے سے تو
مقیم بعد زوال کے نماز کو پھر پڑھے اور اگر بندہ کی طرف سے نہیں ہے تو اعادہ نہ کرے اسواسطے کہ وہ خوف آسمانی ہے یعنے خدا کی طرف سے ہے کذا فی البحر بحثا ثم نقلا
اور خانیہ میں ہے کہ اگر اسیر مسلم کو کافر نے وضو اور نماز سے منع کیا تو تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے پھر نماز کا اعادہ کرے جب چھوٹے اور اسی طرح جبکہ مالک نے
کہا اپنے غلام سے کہ جب تو وضو کریگا تو تجھکو قید کرونگا یا قتل کرونگا تو وہ تیمم سے نماز پڑھے پھر اعادہ کرے جیسے کہ مانند اسواسطے کہ تیمم کی طہارت منع وجوب
اعادہ میں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی او عطش ولو لکلبہ او رفیق القافلۃ حالا او مآلا یا عاجز ہو بالفعل یا بالقوۃ کی تشنگی کے خوف سے اگرچہ اپنے کتے یا
رفیق قافلہ کی تشنگی کا خوف ہو جس پانی کی دفع عطش کے واسطے حاجت ہے وہ بمنزلہ معدوم کے ہے خواہ اپنی پیاس ہو یا اپنے جانور کی یا اہل قافلہ کی خواہ فی الحال
ہو یا آئندہ تو ان صورتوں میں باوجود پانی کے تیمم جائز ہے وکذا العجین او ازالۃ نجس کما سیجئی اور تشنگی کے مانند ہے آٹا گوندھنا یا بدن اور کپڑے سے نجاست کا
دور کرنا چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا وقید ابن الکمال عطش دوابہ بتعذر حفظ الغسالۃ لعدم الاناء اور ابن کمال نے چوپایوں کی تشنگی کے خوف کو مقید
کیا ہے تعذر حفظ غسالہ کے ساتھ برتن کے نہونے سے یعنے وضو اور غسل کا غسالہ برتن کے ہونے سے رہسکتا ہو تو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ انکی دفع تشنگی غسالہ
مذکورہ سے ممکن ہے اور اگر برتن نہو تو جانوروں کے واسطے پانی رکھے اور آپ تیمم کرے وفی السراج للمضطر اخذہ قہرا وقتالہ اور سراج میں ہے کہ مضطر کو یعنے جو شخص کہ
پیاس کے مارے مرتا ہو تو اسکو دوسرے شخص کا پانی زبردستی لینا اور اگر وہ نہ دے تو اس سے لڑنا جائز ہے بشرطیکہ پانی کا مالک بوجہ تشنگی پانی کی طرف حاجتمند نہو
والا وہی مقدم ہے غیر سے کذا فی البحر فان قتل رب الماء فہدر پھر اگر لڑائی میں پانی کا مالک مارا گیا تو اسکا خون رائیگان ہے یعنے نہ اسمیں قصاص ہے نہ خون بہا
نہ کفارہ کذا فی البحر وان المضطر ضمن بقود او دیۃ اور اگر مضطر مارا گیا تو پانی کا مالک ضامن ہوگا قصاص یا دیت کا یعنے اگر قتل عمد ہے تو قصاص ہے اور اگر
شبہ عمد یا خطا یا جاری مجرای خطا ہے تو عاقلہ پر دیت ہے اور قاتل پر کفارہ کذا فی البحر او عدم آلۃ طاہرۃ یستخرج بہا الماء یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے
بسبب نہونے اس پاک سامان کے جس سے پانی نکالا جاوے یعنے جب کنوئیں میں پانی ہو اور رسی اور ڈول نہو تو عاجزی ثابت ہوئی کنوئیں کا وجود اور
عدم برابر ہے اور اگر ڈول ناپاک ہوا تو بھی اسکا وجود اور عدم برابر ہے تیمم جائز ہے لکن تنشیفا تیمم جائز نہیں اگرچہ تھوڑا تھوڑا پانی نکل سکتا ہو اور اسی کے مانند
رومال اور کپڑا ہے یعنی اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکلنا ممکن ہو تو اسکو نچوڑ کر وضو کرنا لازم ہے اگرچہ پورا وضو چند مرتبہ لٹکانے سے متصور ہو ایسی صورت میں تیمم
جائز نہیں وان نقص بادلائہ او شقہ نصفین قدر قیمۃ الماء تیمم جائز نہیں اگرچہ کپڑا وغیرہ کنوئیں میں لٹکانے یا اسکے دو ٹکڑے کرنے سے بقدر قیمت پانی کے
ناقص اور خراب ہو جاوے صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً کچے رنگ کی پگڑی ہے کہ پانی میں ڈالنے سے بدرنگ ہو کر کم قیمت ہو جاتی ہے یا دوپٹہ وغیرہ ہے کہ نصفا نصف
پھاڑنے سے پانی تک پہونچتا ہے تو اگر پگڑی یا دوپٹہ کا نقصان اسقدر ہے جسقدر سے پانی خرید ہو سکتا ہے تو تیمم جائز نہیں پانی نکال کر طہارت کرے اور اگر پانی کی قیمت
سے زیادہ تر نقصان لازم آتا ہے تو تیمم جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے مذہب میں منصوص نہیں ہے بلکہ شافعی مذہب میں مذکور ہے توشیح میں کہا ہے کہ یہ سب
ہمارے مذہب کے قواعد کے موافق ہے کما لو وجد من ینزل الیہ باجر چنانچہ اگر پاوے اس شخص کو جو کنوئیں میں اترے اور پانی لاوے مزدوری کے بدلے
یعنے اگر اجرت مثل ملے تو اجرت دینا لازم ہے اور تیمم جائز نہیں اور اگر زیادہ مانگے دستور سے تو تیمم بلااعادہ جائز ہے کذا فی البحر تیمم لہ ذا

الاعذار کلہا عاجز ہو کر تیمم کرے ان سب عذروں سے یعنی میل بھر کا پانی دور ہونا یا بیماری یا سردی یا خوف دشمن یا خوف تشنگی یا عدم آلہ آب کشی ہر وجہ
علت مستقلہ ہی جواز تیمم کی ہے فلو تیمم لعدم الماء ثم مرض مرضا یبیح التیمم لم یصل بذلک التیمم لان اختلاف اسباب الرخصۃ یمنع الاحتساب بالرخصۃ الاولی فتصیر
الاولی کان لم تکن جامع الفصولین فالحاصل تو اگر ایک شخص نے تیمم کیا پانی کے نہونے سے پھر اسکو ایسی بیماری ہوگئی جسکے سبب سے تیمم کرنا اسکو مباح
ہوگیا تو اس تیمم سے نماز نہ پڑھے اسواسطے کہ رخصت کے اسباب کا متغیر ہونا اور بدلنا پہلی رخصت کی شمار کرنے اور کفایت کرنے کو مانع ہوتا ہے اور پہلی رخصت
(اجازت شرعی ۱۲)
اسطرح ہو جاتی ہے گویا کہ وہ موجود ہی نہ تھی ایسا مذکور ہے جامع الفصولین میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ رخصت سے مراد یہاں تیمم ہے اور اسباب سے مراد بُعد
اور مرض اور خوف عدو اور عطش اور فقدان آلہ ہے جامع الفصولین سے مراد وہ کتاب ہے جو فصول عمادی اور فصول استروشنی کی جامع ہے مستوعبا وجہہ حتے
لو ترک شعرۃ او وترۃ منخرہ لم یجز تیمم کرے اپنے چہرے کو پورا مسح کرکے یہاں تک کہ اگر ایک بال کو یا اپنے نتھنے کے کنارے کو یا حجاب بین المنخرین کو مسح کرنے
سے چھوڑ دیگا تو تیمم جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی ویدیہ فینزع الخاتم والسوار او یحرکہ بمرفقیہ مع مرفقیہ فیمسح الاقطع اور پورا مسح کرے اپنے دونوں ہاتھوں کا
تو انگوٹھی اور کنگن کو نکال ڈالے مسح کے وقت تاکہ مسح سے وہ مقام باقی نہ رہے یا اسکو حرکت دے یعنی اپنے مقام سے ہٹا دے اسی کا فتوی ہے اپنی وضو
کی طرح یہاں فقط تحریک کافی نہیں بدون مسح کرنے ما تحت کے ہاتھوں کا مسح کرے دو کہنیوں کے ساتھ تو جسکا ہاتھ کٹا ہو اور کچھ کہنی باقی ہو تو اسکا بھی مسح
کرے بضربتین ولو من غیرہ تیمم کرے دو بار مٹی پر ہاتھ مارکے اگرچہ ضربتین تیمم کی غیر سے صادر ہوں یعنی اگر کوئی دوسرے کو تیمم کرا دیوے اسکو بھی ضربتین
کافی ہیں اسطرح کہ ایک بار سے اسکے چہرے کو مسح کرے اور دوسری بار ایک ہاتھ سے ایک ہاتھ کو مسح کرے اور دوسری بار دوسرے ہاتھ کو حاکم اور طبرانی
و دار قطنی نے جابر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین الی المرفقین) یعنی اہل حدیث اس
حدیث کو ضعیف کہتے ہیں لیکن حاکم نے اسکی تصحیح کی ہے اور دار قطنی نے کہا کہ اسکے راوی سب ثقات ہیں معلوم کرنا چاہیے کہ تیمم میں احادیث مختلفہ اور متعارضہ
ہیں بعضی حدیث میں ضربتین ہے اور بعضی میں ضربہ واحدہ اور بعضی میں مطلق ضرب اور بعضی میں کفین اور بعضی میں یدین الی المرفقین اور بعضی میں آباط
(ایکبار اقتصارا ۱۲)
مطلق اور لینا احادیث ضربتین اور مرفقین کو جیسا کہ امام اعظم کا مذہب ہے اقرب ہے احتیاط اور عمل ہے احادیث طرفین پر اسواسطے کہ ضربتین میں ضربہ واحدہ داخل ہے
اور مسح ذراعین تا مرفقین میں مسح تا کفین داخل ہے نہ اسکا عکس کذا فی شرح سفر السعادۃ للدہلوی وما یقوم مقامہا کما فی الخلاصۃ وغیرہا لو حرک راسہ
او ادخلہ فی موضع الغبار بنیۃ التیمم جاز والشرط وجود الفعل منہ یا تیمم کرے اس فعل سے جو قائم مقام ہے ضربتین کے یعنی تیمم صحیح ہے اسواسطے کہ خلاصہ وغیرہ
میں ہے کہ اگر تیمم کرنے والے نے اپنے سر کو ہلایا یعنی سر کو چہرے کے ساتھ گرد و غبار کے اندر کھڑے ہوئے ہلایا یا اپنا سر غبار کے مقام میں داخل کردیا تیمم کی
نیت سے تو جائز ہے اور جواز کی شرط وجود فعل کا ہے تیمم کرنیوالے سے خواہ وہ فعل مسح ہو یا ضرب یا غیر ضرب کذا فی البحر تو اس تقریر سے معلوم
ہوا کہ ضرب تیمم کا رکن نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر کتابوں میں ذکر ضرب کا واقع ہے اور اصل یعنی مبسوط میں وضع مذکور ہے نہ ضرب تو ابن شجاع نے کہا کہ
ضرب رکن ہے تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد ضرب کے نیت کی تو کافی نہیں اور اسبیجابی نے کہا کہ ضرب رکن نہیں تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع
ہوا یا بعد اسکے نیت کی تو کافی ہے فتح القدیر میں ہے کہ بنظر دلیل کے ضرب کا اعتبار نہیں اسواسطے کہ قرآن مجید میں فقط مسح مامور ہے اور جو حدیث میں آیا ہے کہ التیمم
ضربتان تو یا اعم من المسحتین مراد ہے یا بنظر غالب عادت کے ہے تو شارح نے اس مقام میں فتح القدیر کی تحقیق کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی ولو جنبا او حائضا
طہرت لعادتہا او نفساء تیمم کرے اگرچہ تیمم کرنیوالا جنب ہو یا وہ حائض جو پاک ہوگئی اپنی عادت کے موافق یا زچا ہو جنب کو تیمم جائز ہے عمار یاسر کی حدیث
کی دلیل سے جو صحاح ستہ میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تیمم کرنے کا حکم کیا حالانکہ وہ جنب تھے اور حائض اور زچا ملحق ہے جنب
میں جواز تیمم میں کذا فی النہر بطاہر من جنس الارض وان لم یکن علیہ نقع ای غبار تیمم کرے اس پاک کرنے والی چیز سے جو زمین کی جنس سے ہو اگرچہ اسپر گرد

ایکبار کا دونوں ہاتھوں کے کہنیوں تک ۱۲

اور غبار نہو وہ بھی زمین کی جنس سے مراد وہ چیز ہی جو آگ سے پگھلے اور نہ راکھ ہو جاوے جیسے پتھر اور گچ اور چونا اور سرمہ اور گیرو اور ہرتال اور گندھک اور یاقوت اور زبرجد اور فیروزہ اور عقیق اور ریتا اور پختہ اینٹ اور پہاڑ کے نمک میں یعنے سیندھا لون میں دو روایتین ہین مگر جواز تیمم پر فتوی ہی چنانچہ تجنیس مین ہی تو درخت اور شیشہ جو ریت اور ریگ سے بنتا ہی جنس ارض سے خارج ہوگیا الحاصل جو منطبع اور مترمد نہو وہ جنس ارض سے ہی اسپر تیمم کرنا جائز ہی ورنہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی فلو لم یدخل بین اصابعہ لم یحتج الی الضربۃ الثالثۃ للتخلیل تو اگر غبار داخل نہوا انگلیون کے اندر تو تیسری بار ہاتھ مارنے کے خلال کرنے کے واسطے حاجت نہین بلکہ خلال کرے بدون ضرب کے اور یہ مراد نہین کہ اصلا خلال نہ کرے اسلیے کہ استیعاب مسح پوری حقیقت ہی تیمم کی چنانچہ نہر اور اسکی شرح مین ہی اور یہی ظاہر الروایۃ ہی اور عالمگیری مین ہی کہ اگر غبار انگلیون مین داخل نہو تو تخلیل اصابع واجب یعنی فرض ہی اور صحیح یہ ہی کہ کف کا مسح کرنا ضرور نہین بلکہ ضرب کف کافی ہی کذا فی الطحطاوی وعن محمد یحتاج الیہا اور محمد سے روایت ہی کہ اگر غبار داخل نہو تو تیسری ضرب کی حاجت ہی لو تیمم غیرہ یضرب ثلاثا للوجہ والیمنی والیسری قہستانی ان اگر دوسرے کو تیمم کراوے تو تین بار ہاتھ زمین پر مارے ایک چہرے کے واسطے اور دوسری بار داہنے کے واسطے اور تیسری بار بائین ہاتھ کے لیے ایسا کہا ہی قہستانی شارح نقایہ نے و یہ مطلقا یجزی عن التراب اولا لانہ تراب رقیق اور غبار سے ہر طرح تیمم جائز ہی مٹی ملے یا نہ ملے اسواسطے کہ غبار تو باریک مٹی ہی فلا یجوز بلولو ولو مسحوقا لتولدہ من حیوان البحر لا بمرجان الا انہ یشبہ بالنبات لکونہ اشجارا نابتۃ فی قعر البحر علی ما حررہ المصنف جب تیمم کے واسطے جنس زمین کا ہونا شرط ہوا تو تیمم جائز نہین موتی سے اگرچہ وہ پیسا ہوا اسواسطے کہ اسکی پیدائش ہی سمندر کے جانورسے اور مونگے سے بھی تیمم جائز نہین کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہی اسواسطے کہ مونگا ان درختون مین ہی جو سمندر کی تہ مین جمتے ہین ایسی تحریر اور تنقیح کی ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم یہ روہی صاحب بحر پر اسواسطے کہ اسنے فتح القدیر سے عدم جواز تیمم کا مونگے سے نقل کیا پھر اسکے سہو پر حکم کیا اسواسطے کہ غایۃ البیان اور توشیح اور عنایہ اور محیط اور معراج الدرایۃ اور تبیین مین جواز ثابت ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا ظاہر یہ ہو نہین اسواسطے عدم جواز کی وجہ یہ ہی کہ مونگا منعقد ہوتا ہی پانی سے موتی کے مانند بدلیل شہادت اہل تجربہ اور جو جواز کے قائل ہین وہ اسکو اجزاء ارض سے سمجھے ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا بمنطبع کفضۃ و زجاج اور تیمم جائز نہین اس چیز سے جو آگ سے گداختہ ہو یعنی پگھل جاسے جیسے چاندی اور کانچ و مترمد بالاحتراق اور نہ راکھ ہو جانیوالی چیز سے جو آگ سے جلکر راکھ ہو جاسے چنانچہ درخت الا رماد الحجر فیجوز کحجر مدقوق او مغسول وحائط مطین او مجصص اواوان من طین غیر مدہونۃ وطین غیر مغلوب بماء مگر پتھر کی راکھ سے تو تیمم جائز ہی جیسے جائز ہی کٹے پتھر یا دھوئے صاف پتھر سے یعنے اگرچہ اسپر غبار نہو اور جائز ہی کہگل کی ہوئی یا گچ لگائی ہوئی دیوار سے اور مٹی کے برتنون سے جو روغنی نہین اور گیلی مٹی سے جو پانی سے مغلوب نہین ہم تو ظروف چینی سے تیمم جائز نہین اسواسطے کہ اسپر کانچ کا روغن ہوتا ہی ہان اگر جنس ارض سے انپر روغن ہو چنانچہ گیرو کا تو جائز ہی چنانچہ بحر الرائق سے مستفاد ہوتا ہی اور گیلی مٹی جسکو گارا اور کیچ بولتے ہین اگر اسمین پانی غالب ہی مٹی پر یا برابر ہی تو اس سے تیمم جائز نہین چنانچہ متن مین مذکور ہی کہ غالب چیز کا حکم ہی لکن لا ینبغی التیمم بہ قبل خوف فوت وقت لئلا یصیر مثلۃ بلا ضرورۃ لیکن گیلی مٹی سے تیمم کرنا فوت ہو جانے کے ڈر سے پہلے نہ چاہیے تاکہ بدشکل نہو جاسے بھبوت ملکر بدون ضرورت کے ہم یعنے گیلی مٹی سے تیمم خلاف اولی ہی اور اگر کریگا تو جائز ہی ولوالجیہ مین ہی کہ اگر مسافر گارے کی جگہ مین ہو اور صعید یعنے خشک مٹی نپاوے تو اپنا کپڑا جھاڑکر تیمم کرے اگر اسپر غبار ہو اور اگر غبار نہو تو اپنے کپڑے مین گیلی مٹی لگاوے جب وہ خشک ہو تو تیمم کرے کذا فی النہر ومعادن فی محالہا فیجوز بتراب علیہا جیسے جائز ہی تیمم کانی چیزون سے جو اپنے اصلی مکانون مین ہین یعنے جب تک انکو خاک سے جدا نہین کیا چنانچہ خاک آمیختہ سونا اور چاندی اور لوہا کہان کا تو تیمم انپر جائز ہی بسبب اس مٹی کے جو اسپر لپٹی ہی کذا فی النہر وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمدیدہ علیہ وان لم یستبین لم یجز اور معدن مین جواز تیمم کے واسطے اسبیجابی نے یہ قید لگائی کہ مٹی کا اثر ظاہر ہو اسپر دونون ہاتھ پھیلا کر اور اگر مٹی کا اثر ظاہر نہو تو معادن سے تیمم کرنا جائز نہین وکذا کل ما لا یجوز التیمم علیہ کحنطۃ وجوخۃ فلیحفظ اور مثل

گلنے کے پگھلنے والی چیز اور موم وغیرہ ... راکھ ہو جانے والی ... جیسے لکڑی

معادن کے ہر ایک وہ چیز ہی جسپر تیمم جائز نہیں مانند گیہون اور بانات کے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خوب بات ہو کذا فی النہر ھم فتاوی عالمگیری مین
محیط سے منقول ہی کہ غبار سے تیمم کرنے کی یہ صورت ہی کہ اپنے دونون ہاتھ مارے کپڑے یا نمدیا تکیہ پر یا مانند اسکے اعیان طاہرہ مین جنپر غبار ہی پھر جبکہ
غبار اُسکے ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے یا اپنا کپڑا جھاڑے تاکہ غبار نکلے پھر اپنا ہاتھ اُٹھا دے غبار مین ہوا کے اندر سو جبکہ غبار ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے
والحکم للغالب لو اختلط تراب بغیرہ کذہب وفضۃ ولو مسبوکین اور حکم ہی غالب چیز کا یعنے غالب چیز کا اعتبار ہی اگر مٹی مل ہو دوسری
چیز سے جسپر تیمم جائز نہیں جیسا کہ سونا اور چاندی اگرچہ دونون گداختہ ہون اور مٹی سے صاف ہو گئے ہون ھم شارح اس تعمیم مین شرح مصنف کا تابع
ہوا اور مصنف نے اسکو بحر الرائق عن المحیط نقل کیا لیکن مین نے جو بحر الرائق کو دیکھا تو اسمین محیط سے یہ تفصیل مذکور ہی کہ اگر تیمم کیا سونے یا چاندی سے
اگر وہ مسبوک یعنے گداختہ ہون تو جائز نہیں اور اگر گداختہ نہیں اور مخلوط ہین مٹی سے اور غلبہ مٹی کو ہی تو جائز ہی اور یہ اسمین مذکور نہیں کہ جب گداختہ
ہون اور مٹی کے ساتھ ہون اور زیادتی یہ ہی کہ تیمم جائز ہی سونے اور چاندی اور لوہے اور تانبے سے اور مانند انکے جبتک کہ وہ زمین پر ہین اور
اُنسے کوئی چیز نہیں بنائی گئی اور بعد گداختگی تیمم جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وارض محترقۃ فلو الغلبۃ للتراب جاز والا لا خانیۃ اور جلی مٹی اگر جلے
سے تو اگر مٹی غالب ہی یا اکثر ہے تو تیمم جائز ہی اور اگر غالب نہیں یعنے مغلوب یا برابر ہی تو تیمم جائز نہیں کذا فی الخانیۃ ھم یعنے زمین پر کا جھاڑ لو جل گیا
اور اسکی مٹی سے مل گیا تو غالب کا اعتبار ہی اور اگر مٹی جلی بدون اختلاط کسی چیز کے یہانتک کہ سیاہ ہوگئی تو اس سے تیمم جائز ہی اسواسطے کہ احتراق
مٹی کا رنگ بدل گیا نہ اُسکی ذات کذا فی الطحطاوی ومنہ علم حکم المساوی اور خانیہ کی تقیید بغلبۃ تراب سے معلوم ہوگیا برابر کا حکم یعنے اگر مٹی برابر ہی
دوسری چیز سے تو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ مٹی غالب نہیں وجاز قبل الوقت ولاکثر من فرض وجاز لغیرہ کالنفل لانہ بدل مطلق عندنا لا ضروری
اور تیمم جائز ہی نماز کے وقت سے پہلے اور ایک تیمم چند فرضون کے واسطے اور تیمم جائز ہی غیر فرض کے لیے چنانچہ نفل کے واسطے اسواسطے کہ تیمم مطلق بدل ہی
وضو اور غسل کا ہمارے نزدیک نہ ضروری بدل ھم یعنے جبکہ پانی نہو تو تیمم بدل مطلق ہی اور اس سے حدث مرتفع ہو جاتا ہی باوجودیکہ اور یہ نہین کہ وہ نماز
کو مباح کر دیتا ہی باوجود قائم ہونے حدث کے اور شافعی کے نزدیک تیمم بدل ضروری ہی اور مبیح نماز ہی حالانکہ حدث حقیقۃً موجود ہی تو اُنکے نزدیک قبل الوقت
کے جائز نہیں اور اس ایک فرض سے زیادہ نماز جائز نہیں اور ہمارے نزدیک فرض اور نفل جو چاہے پڑھے کذا فی المنح وجاز لخوف فوت صلوۃ جنازۃ ای
کل تکبیراتہا ولو جنبا او حائضا اور تیمم جائز ہی نماز جنازہ کی فوت ہو جانے کے خوف سے یعنے تمام تکبیرون کے فوت ہونے کے ڈر سے اگرچہ تیمم کرنے والا
جنب یا حائض ہو ھم اور اگر فوت ہونے کا خوف نہو اسطرح پر کہ ایک ہی شخص نماز جنازہ کا وارث ہو اور جبکہ وضو کرنے جاویگا تو اُسکا انتظار ہوگا تو اُسکو
تیمم جائز نہیں اور اگر معلوم کرے کہ وضو کرنے مین بعض تکبیرات مین شریک ہوگا تو بھی اُسکو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ باقی ادا کرنا تنہا اسکو ممکن ہی کذا فی
البحر عن البدائع ولو جی باخری ان امکنہ التوضی بینہما ثم زال تمکنہ اعاد التیمم والا لا بہ یفتی اور جو ایک جنازہ کی نماز کے بعد دوسرا جنازہ لوگ لائے تو اگر
اس تیمم کو مابین ان دونون کے وضو کرنا ممکن ہوا پانی ملنے اور فرصت پانے سے پھر یہ قدرت زائل ہوگئی تو پھر تیمم کرے دوسرے جنازہ کے واسطے
بالاتفاق اور جو مابین مین وضو پر قدرت نہوئی تو تیمم کا اعادہ نہیں شیخین کے نزدیک اسی قول اخیر پر فتوی ہی کذا فی البحر عن المصفی وفوت عید
بفراغ امام او زوال شمس اور جائز ہی تیمم نماز عید کی فوت ہو جانے کے ڈر سے بسبب فراغت کرنے امام کے یا ڈھلنے آفتاب کے ھم یہ حکم ہی کل نماز عید کے فوت
ہونے کا اور اگر مقتدی وضو کر کے شریک ہو بعض نماز مین تو تیمم جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو کان یبنی بناء بعد شروعہ متوضیا وسبق حدثہ
اگرچہ خائف فوت نماز جنازہ یا عید تیمم کر کے بنا کرتا ہو بعد شروع کرنے نماز کے وضو سے اور غالب ہونے حدث کے یعنے وضو کر کے نماز جنازہ یا
عید شروع کی پھر وضو ٹوٹ گیا اور خوف ہی کہ اگر وضو پھر کریگا تو نماز فوت ہو جاویگی تو امام کے نزدیک تیمم کر کے بنا کرنا جائز ہی خلافا للصاحبین کذا

فی البحر بلا فرق بین کونہ اماما او لا فی الاصح بدون فرق کے درمیان ہونے اس پانی کے امام یا غیر امام صحیح تر قول مین یعنے جب فوت نماز عید یا جنازہ
کا خوف ہو تو امام اور غیر امام دونون کو تیمم جائز ہی لان المناط خوف الفوت لا الی بدل اسواسطے کہ جواز تیمم کا مدار اس صورت مین خوف ہی فوت ہونے
کا بلا عوض یعنے جو نماز فوت ہوتی ہو اور اسکا بدلا ہو سکتا ہو قضا کرنے سے تو اسکے فوت ہو جانے کے ڈر سے تیمم جائز ہی فجاز لکسوف وسنن رواتب
ولو سنۃ فجر خاف فوتہا وحدہا جب جواز تیمم کا خوف فوت پر مدار ہوا تو تیمم جائز ہی سورج گہن اور اسی طرح چاند گہن کی نماز کے واسطے اور مؤکدہ سُنتون
کے واسطے اگرچہ ہو فجر کی سنت کہ ڈرا ہو فقط اسکے فوت ہونے سے بدون فرض کے ہم یہ بحث ہی حلبی شارح منیۃ المصلی کی کذا فی الطحطاوی یعنی اگر خوف ہو
کہ پانی کے پاس جانے تک سورج گہن ہو چکیگا یا ظہر اور مغرب کا فرض ادا کر چکا اور وضو ٹوٹ گیا اور پانی تک جانے مین وقت فوت ہوتا ہی تو تیمم
کر کے سنتین پڑھ لے اور فقط سنت فجر کی فوت ہونے کے بدون فرض کی صورت یہ ہی کہ پانی میل بھر سے کم ہی خادم پانی لینے گیا ہی لیکن اُسکے آنے تک
فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنے کا وقت باقی رہیگا تو تیمم کر کے فجر کی سنتین پڑھے پھر جب پانی آوے تو وضو کر کے فرض ادا کرے طحطاوی نے کہا فقط فوت سنت
فجر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سنت کا فرض کے ساتھ فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم نہ کرے اسواسطے کہ سنت کو فرض کے ساتھ قضا کر لیگا ولنوم وسلام
وردہ وان لم تجز بہ الصلٰوۃ اور جائز ہی تیمم سونے اور سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کے واسطے یعنے باوجود پانی کے ہونے کے اگرچہ اس تیمم سے نماز پڑھنا
جائز نہین ہم اس تیمم سے نماز اسواسطے جائز نہین کہ نماز کے تیمم کے واسطے فقدان آب حقیقۃً یا حکماً ضرور ہی اور یہ کہ اس عبادت مقصودہ کی نیت کرے جو حلال
نہین بدون طہارت کے قال فی البحر وکذا الکل ما لا یشترط لہ الطہارۃ لما فی المبتغی او جاز لدخول مسجد مع وجود الماء وللنوم فیہ واقرہ المصنف بحر الرائق
مین کہا اور اسی طرح تیمم جائز ہی یعنے باوجود پانی کے ہر ایک اس عمل کے واسطے جسکے لیے طہارت شرط نہین بدلیل اس قول کے جو مبتغی مین یون ہی اور جائز ہی
تیمم مسجد مین جانے کے واسطے باوجود پانی ہونے کے اور مسجد مین سونے کے واسطے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی یعنے اسپر رد نہین کیا
لکن فی النہر الظاہر ان مراد المبتغی للجنب فسقط الدلیل لیکن نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ مبتغی کی مراد جنب ہی تو بحر الرائق کی دلیل ساقط ہو گئی ہم
یعنے جب مبتغی کے کلام سے جنب مراد ہوا تو صاحب بحر کا کلیہ ثابت نہ رہا کیونکہ جنب کو طہارت شرط ہی لیکن حلبی محشی نے کہا کہ کلام مبتغی سے ارادہ کرنا
جنب کا مسلم نہین اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہین کہ پانی مسجد کے باہر ہو یا اندر اگر باہر ہی تو وہ باطل ہی کیونکہ جنب کا داخل ہونا مسجد مین باوجود ہونے
پانی کے خارج مین بہ اتفاق ہمارے علماء کے جائز نہین اور اگر مسجد کے اندر ہی اور یہی احتمال صحیح ہی مگر یہ احتمال مبتغی کی عبارت سے بعید ہی بدلیل
قولہ والنوم فیہ کذا فی الطحطاوی وقلت وفی المنیۃ وشرحہا تیمم لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء لیس بشیٔ بل ہو عدم لانہ لیس لعبادۃ یخاف
فوتہا مین کہتا ہون اور منیۃ المصلی اور اسکی شرح مین ہی کہ شخص کا تیمم کرنا مسجد کے داخل ہونے اور مصحف کے چھونے کے واسطے باوجود پانی کے
کوئی چیز نہین بلکہ وہ معدوم یعنے کرنا نہ کرنے کے برابر ہی اسواسطے کہ دخول مسجد اور مصحف کا مس وہ عبادت نہین ہی جسکے فوت ہو جانے کا ڈر ہو ہم
یہ تائید ہی صاحب نہر کی اور اگر دخول مسجد کو جنب پر محمول کیجیے تو کلام مبتغی کے مخالف نہین ہی لکن فی القہستانی عن المختار جوازہ مع الماء لسجدۃ
التلاوۃ لیکن قہستانی مین مختار سے منقول ہی کہ پسندیدہ قول جواز تیمم کا ہی پانی ہونے کے ساتھ سجدہ تلاوت کے واسطے ہم یہ استدراک ہی منیۃ المصلی
کی دلیل پر کہ جس عبادت کے فوت ہونے کا کچھ خوف نہو اسکے واسطے تیمم جائز نہین یعنے سجدہ تلاوت مین طہارت شرط ہی اور اسکے فوت ہونے کا
خوف نہین باوجود اسکے تیمم جائز ٹھہرا حلبی نے کہا کہ یہ نقل ضعیف مصادم ہی قاعدہ کے کیونکہ سجدہ تلاوت مین طہارت مشروط ہی اور فوت ہوتی ہی
شاید اپنا چھوڑ کر لکن سیجیٔ تقییدہ بالسفر لا الحضر لیکن عنقریب فروع مین آویگا مقید کرنا جواز تیمم کا سجدہ تلاوت کے واسطے سفر کے ساتھ یعنے یہ
سفر مین درست ہی نہ حضر مین ہم اس مسئلہ کی گفتگو فروع مین مذکور ہوگی ثم رایت فی الشرعۃ وشرحہا ما یؤید کلام البحر پھر علامہ ابو بکر بخاری

کی شرعۃ الاسلام اور اسکی شروح مین مین نے وہ دیکھا جو بحر الرائق کے کلام کی تائید کرتا ہو کہ جسمین طہارت مشروط نہین اسمین تیمم جائز ہو باوجود پانی کے قال و
ظاہر الروایۃ جوازہ للنفل مع وجود الماء وان لم تجز الصلوٰۃ بہ صاحب شرعہ یا صاحب تجنیس نے کہا کہ ظاہر الروایۃ یہ ہو کہ جائز ہونا تیمم کا ہو نفل کے واسطے باوجود ہونے پانی
کے اگرچہ اُس تیمم سے نماز جائز نہین ہم اکثر نسخون مین ظاہر الروایۃ ہو اور ایک نسخہ مطبوعہ مصر مین ظاہر المذہب ہو قلت بل المشہور فی اکثر کتب الضابطۃ انہ
یجوز لکل مالا تشترط الطہارۃ لہ ولو مع وجود الماء مین کہتا ہون بلکہ مشہور بلکہ اکثر کے واسطے تیمم مذکور جائز ہو اسواسطے کہ یہ قاعدہ گذر گیا کہ تیمم جائز ہو ہر ایک
اس عمل کے واسطے جسمین طہارت مشروط نہین اگرچہ پانی موجود ہو واما ما اشترط لہ فیشترط فقد الماء کالتیمم لمس مصحف فلا یجوز لواجد الماء اما للقراءۃ فان محدثا فکالاول
او جنبا فکالثانی اور جس فعل کے واسطے طہارت شرط ہو سو وہان تو پانی کا نہونا تیمم کے واسطے مشروط ہو جیسا کہ مصحف کے چھونے کے واسطے تیمم کرنا سو وہ
جائز نہین پانی کے پانے والے کو اور اگر قرآن پڑھنے کے واسطے ہو سو اگر بے وضو ہو تو وہ اول کے مانند ہو یعنے باوجود پانی کے اُسکو تیمم جائز ہو اور اگر وہ شخص
جنب ہو تو پانی کے مانند ہو یعنے پانی کے حکم ہو سو اسکو تیمم درست نہین وقال الرحمتی لہ دخول مسجد او دخولہ او لمس مصحف او مسہ او کتابۃ او تعلیم او زیارۃ
قبور او عیادۃ مریض او دفن میت او اذان او اقامۃ او اسلام او سلام او ردہ لم تجز الصلوٰۃ بہ عند العامۃ بخلاف صلوٰۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ فتاوی
شیخنا خیر الدین رملی اور فقہا نے کہا ہو کہ اگر تیمم کیا دخول مسجد کے واسطے یا قرآن پڑھنے کے واسطے اگرچہ مصحف دیکھ کر ہو یا مصحف کے چھونے کو یا اُسکے لکھنے کو
یا اُسکی تعلیم کو یا زیارت قبور کے لیے یا بیمار پرسی کے واسطے یا مردہ دفن کرنے کو یا اذان یا اقامت کے واسطے یا مسلمان ہونے کو یا اسلام کرنے کو یا سلام کے
جواب دینے کو تو ایسے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین اکثر علما کے نزدیک برخلاف نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے یعنے اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے واسطے
تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز ہو بشرطیکہ پانی موجود نہو یہ ہمارے استاد خیر الدین رملی کے فتاوے مین مذکور ہو قلت وظاہرہ انہ یجوز لہ فعل ذلک
فتامل مین کہتا ہون فتاوی مذکورہ کا ظاہر کلام یہ ہو کہ اسکو ایسا کرنا جائز ہو یعنے تیمم کرنا سجدہ تلاوت کے واسطے درست ہو سو اسمین تامل کرو ثم رأیت الحلبی
کہا کہ ینبغی تامل کیا سو اسکو صحیح پایا طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون کہ اگر شارح کی یہ مراد ہو کہ سجدہ تلاوت کے واسطے تیمم باوجود پانی کے جائز ہو تو یہ
بالاتفاق جائز نہین اور اگر یہ مراد ہو کہ پانی نہونے کے وقت جائز ہو تو اُسکا جواز بالاتفاق ہو تو شارح کے اس کلام کی حاجت نہین انتہی کلام الطحطاوی
جمعۃ و وقت ولو وقت وتر لفواتہا الی بدل تیمم نہ کرے نماز جمعہ اور نماز وقتی کے فوت ہونے سے اگرچہ وتر کا وقت ہو بسبب فوت ہونے انکی نمازون کے بدل
بدلا چھوڑ کر یعنے جمعہ کا بدلا ظہر اور پنجگانہ نماز اور وتر کا بدلا قضا ہو برخلاف جنازہ اور عید کے اسواسطے کہ انکی قضا نہین وقیل یتیمم لفوات الوقت اور قول
ضعیف یہ ہو کہ تیمم کرے وقت کے فوت ہوجانے کے ڈر سے ہم قنیہ مین کہا کہ یہ روایت ہو ہمارے مشایخ سے اور اسپر چند فروع کو متفرع کیا ازانجملہ یہ ہو
کہ اگر چھت پر عورات کو اور کوٹھری کے اندر پانی ہو اور اندھیرے مین اُسکے اندر جانے سے ڈرتا ہو تو تیمم کرے اگر فوت وقت کا خوف ہو کذا فی البحر
قال الحلبی فالاحوط ان یتیمم ویصلی ثم یعید حلبی شارح منیۃ المصلی نے کہا تو ایسی صورت مین احوط یہ ہو کہ تیمم کرے اور نماز پڑھے پھر وضو کر کے اس
نماز کا اعادہ کرے یعنے قضا پڑھے ویجب ای یفترض طلبہ ولو برسولہ قدر غلوۃ ثلثمائۃ ذراع من کل جانب ذکرہ الحلبی اور واجب ہو یعنی فرض ہو
تلاش کرنا پانی کا اگرچہ اپنا آدمی بھیج کر تلاش کرے بقدر ایک تیر کے جانے کے یعنے ۳۰۰ گز ہر جانب سے ایسا ذکر کیا ہو حلبی نے ہم تیر پرتاب
۴۰۰ گز ہین ۴۰۰ گز تک کذا فی المنح شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہو کہ جسطرف پانی کا گمان ہو فقط اسی طرف اسقدر تلاش کرنا چاہیے
نہ ہر جانب سے تو شارح کا مطلب یہ ہو کہ ہر جانب سے جبکہ ہر گمان ہو اُدھر تلاش کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی البدائع الاصح طلبہ
قدر مالا یضر بنفسہ ورفقتہ بالانتظار اور بدائع مین ہو کہ صحیح تر قول یہ ہو کہ پانی کا تلاش کرنا اسقدر ہو کہ ضرر نہ پہونچے تلاش مین اُسکی ذات کو اور اُسکے
سفر کے ساتھیون کو انتظار کرنے سے یعنے اگر ایک کو بھی اُنمین سے ضرر ہو تو عدم طلب مباح ہو ان ظن ظنا قویا قربہ دون میل بامارۃ او اخبار عدل

تلاش فرض ہی اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونے کا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک متقی آدمی کے خبر دینے سے ہم ظن مین اور ظن غالب مین یہ فرق ہی کہ اگر احد الطرفین قوی اور راجح ہو دوسرے سے اور دل نہ جمے راجح پر اور نہ چھوڑے دوسرے کو تو اُسکا نام ظن وگمان ہی اور جبکہ احد الطرفین دل مین جم جاوے اور دوسری جانب کو چھوڑ دے اُسکا نام اکبر ظن اور غالب الرائے ہی میل کی قید اسواسطے لگائی کہ میل اور مافوق میل بعید ہی اُسکی طلب واجب نہین قرب پانی کی علامت یہ ہی کہ سبزہ نظر آوے اور چڑیان گھومتی ہون کذا فی الطحطاوی والّا یغلب علی ظنہ قربہ لایجب بل یندب ان رجاء والّا لا اور اگر پانی کے نزدیک ہونے کا اُسکو ظن غالب نہو یعنے شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہین بلکہ مستحب ہی اگر امید ہو نزدیکی کی اور اگر امید نہو تو تلاش مستحب بھی نہین ولو صلّی بتیمم ثم من سئل ثم اخبرہ بالماء اعاد والّا لا اور اگر نماز پڑھی تیمم سے بدون پوچھنے کے اور حالانکہ وہاں وہ شخص تھا جس سے پوچھتا پھر نماز کے بعد اُس شخص نے پانی کے نزدیک ہونے کی خبر دی تو نماز کو پھر پڑھے ورنہ اعادہ نہ کرے کذا فی الزیلعی ھم بحر الرائق مین سراج سے منقول ہی کہ تیمم کیا بدون طلب کے اور طلب واجب تھی اور نماز پڑھی پھر تلاش کی سو پانی نہ پایا تو اعادہ واجب ہی طرفین کے نزدیک مطلقاً خواہ بعد اسکے پانی کی کوئی خبر دے یا نہ دے خلافاً لابی یوسف کذا فی الطحطاوی و شرط لہ ای للتیمم فی حق جواز الصلوۃ بہٖ نیۃ عبادۃ اور شرط ہی تیمم کے واسطے نماز جائز ہونے کے حق مین عبادت کی نیت کرنا ہم جواز نماز کی قید اسواسطے لگائی کہ نماز کے سواسے چنانچہ سلام یا جواب سلام کے واسطے فقط تیمم کی نیت کفایت کرتی ہی اور عبادت کی نیت مانند طہارت یا استباحت نماز یا رفع حدث یا رفع جنابت کی نیت ہی کذا فی البحر ولو صلوۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ لا شکر فی الاصح اگرچہ عبادت نماز جنازہ ہو یا سجدۂ تلاوت کا نہ سجدہ شکر کا امام کے صحیح تر قول مین یعنے اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو اس تیمم سے مطلق نماز جائز ہی اور اگر سجدۂ شکر کے واسطے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہین کیونکہ وہ عبادت نہین امام کے نزدیک حلبی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک سجدۂ شکر مستحب ہی اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ سجدۂ تلاوت کے باب مین مذکور ہوگا تو جب عبادت ہوا تو اُس تیمم سے نماز صحیح ہوگی مقصودۃ تیمم کے واسطے اُس عبادت کی نیت مشروط ہی جو مقصود بالذات ہو یعنے دوسری عبادت کا وسیلہ نہو خرج دخول مسجد ومس مصحف عبادت مقصودہ کی قید سے مسجد کا داخل ہونا اور مصحف کا چھونا نکل گیا یعنے دخول مسجد اور مس مصحف خود عبادت مقصودہ نہین بلکہ نماز اور قرآن پڑھنے کے وسیلے ہین اگر کوئی کہے کہ دخول مسجد قطع نظر نماز کے اعتکاف کے واسطے ہوتا ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ عبادت تو اعتکاف ہی اور دخول مسجد اُسکا تابع ہی تو عبادت مقصودہ نہ ٹھہرا اور قرأت کی نیت سے تیمم کرنے مین تفصیل حق ہی چنانچہ بدائع مین ہی کہ اگر جنب نے قرأت کے واسطے تیمم کیا تو اُسکو اور نمازین پڑھنا جائز ہین کذا فی الطحطاوی لا تصح ای لاتحل لعیم قرارۃ القرآن للجنب بدون طہارۃ تیمم کے واسطے وہ عبادت مقصودہ مشروط ہی جو صحیح نہین یعنے حلال نہین بدون طہارت کے لاتصح کی تفسیر لاتحل اسواسطے کی تاکہ عبادت مقصودہ جنب کی قرآن خوانی کو بھی شامل ہو جاوے ھم زیلعی اور سراج وتاج وغیرہا مین مطلق مذکور ہی کہ صحیح تر یہ ہی کہ قرآن خوانی کے تیمم سے نماز پڑھنا درست نہین لیکن بدائع اور غایۃ البیان اور مجتبی مین کہا کہ اطلاق صحیح نہین تفصیل حق یہ ہی یعنے اگر جنب قرآن خوانی کے واسطے تیمم کرے تو اور نمازین پڑھنا درست ہین چنانچہ بحر الرائق مین ہی کہ شرط یہ ہی کہ منوی عبادت مقصودہ ہو یا عبادت مقصودہ کا جز ہو اور وہ حلال نہو بدون طہارت کے تو قرآن خوانی عبادت مقصودہ یعنے نماز کا جز ہی لیکن اگر قرآن خوان جنب ہو تو شرط اخیر یعنے عدم حلّت فعل الا بالطہارۃ پائی گئی تو تیمم کی شرط پوری ہوگئی تو نماز اس سے درست ہوئی اور اگر قرآن خوان جنب نہین بلکہ بیوضو ہی تو شرط اخیر نہ پائی گئی تو اس تیمم سے نماز جائز نہوئی کذا فی المنح شارح نے لاتصح کی تفسیر لاتحل کی تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل تحقیقی کی طرف خرج السلام وردہ شرط اخیر سے سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کا تیمم خارج ہوگیا یعنے سلام اور جواب اگرچہ عبادت مقصودہ ہین لیکن بدون طہارت کے بھی صحیح ہین تو انکے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین فلغا تیمم کافر لا وضوءہ لانہ لیس باہل للنیۃ فما یفتقر الیہا لا یصح منہ جب تیمم مین نیت مخصوص

شرط ہوئی تو کافر کا تیمم کرنا لغو یعنی باطل ہے نہ وضو کرنا اُسکا اسلیے کہ کافر نیت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تو جو عمل کہ اپنی صحت میں نیت کی طرف
حاجت رکھتا ہے وہ کافر سے صحیح نہو گا ہم اسواسطے کہ نیت سے فعل ثواب آخرت کا سبب مراد ہوتا ہے اور کافر سے حالت کفر میں ایسا فعل واقع نہیں
ہوتا لہذا کافر کا وضو صحیح ہے کیونکہ اُسمین نیت کی حاجت نہیں تو کافر بعد اسلام کے وضو سابق سے نماز پڑھ سکتا ہے نہ تیمم سابق سے وصح تیمم جنب بنیۃ
الوضوء یعنی اور صحیح ہے جنب کا تیمم کرنا وضو کی نیت سے اسی قول کا فتوی ہے یعنے وضو کی نیت سے جنابت سے بھی پاک ہوجاتا ہے وندب لراجیہ
رجاء قویا آخر الوقت المستحب اور جسکو پانی ملنے کی امید قوی ہو تو اُسکو وقت مستحب کے آخر وقت میں نماز پڑھنا مندوب اور مستحب ہے کذا فی المنح
عن الوافی ولو لم یوخر وتیمم وصلی جاز لو کان بینہ وبین الماء میل والا لا اور اگر تاخیر نہ کی اور تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو جائز ہے اگر ہو درمیان اُس شخص کے
اور پانی کے میل بھر کی مسافت اور اگر اسقدر سے مسافت کم ہو تو نماز جائز نہیں صلی من لیس فی العمران بالتیمم ونسی الماء فی رحلہ وہو مما ینسی
عادۃ لا اعادۃ علیہ نماز پڑھی اُس شخص نے جو آبادی میں نہیں اور بھول گیا اس پانی کو جو اونٹ کے کجاوے میں ہے اور کجاوہ اُس قسم سے ہے کہ اُسکی
چیز کے بھول جانے کی عادت ہے تو اُسپر نماز کا اعادہ نہیں ہم آبادی میں نہونا عام ہے خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم اور اگر آبادی میں ہو اور اسطرح نماز پڑھے
تو اعادہ واجب ہے اور جسنے مسافر کی قید لگائی ہے تو بنظر غالب عادت کے کذا فی المنح اور نسیان وغیرہ باقی قیود کے احترازات کو شارح ذکر کریگا ولو ظن
فناء الماء اعاد اتفاقا اور اگر پانی چک جانے کا گمان کیا اور تیمم سے نماز پڑھی تو پانی دیکھ کر نماز کا اعادہ کرے بالاتفاق کما لو نسیہ فی عنقہ او ظہرہ او فی
مقدمہ راکبا او موخرہ سائقا او نسی ثوبہ وصلی عریانا او فی ثوب نجس او مع نجس ومعہ ما یزیلہ او توضا بماء نجس او صلی محدثا ثم ذکر اعاد اجماعا
چنانچہ اگر اس پانی کو بھولا جو اونٹ کی گردن یا اُسکی پیٹھ یا اُسکے سامنے تھا سواری کی حالت میں یا اونٹ کے پیچھے جبکہ وہ اُسکا ہانکنے والا تھا
یا شخص اپنا کپڑا بھولا اور برہنہ نماز پڑھی یا ناپاک کپڑے میں یا نجاست کے ساتھ نماز پڑھی اور حالانکہ اُنکے پاس وہ چیز ہے جس سے ازالہ نجاست
ہوسکتا تھا یا وضو کیا نجس پانی سے یا بے وضو نماز پڑھی پھر اُسکو پانی یا کپڑا یا نجاست یا بے وضو ہونا یاد پڑا تو نماز کو پھر پڑھے بالاتفاق ہم بعضی صورتوں
میں حکایت اجماع میں کلام ہے کہ بحر الرائق اور منح الغفار کی مراجعت سے معلوم ہوتا ہے ویطلبہ حتما علی الظاہر من رفیقہ من ہو معہ فان منعہ
ولو دلالۃ بان استہلکہ تیمم لتحقق عجزہ اور بنا بر ظاہر الروایہ کے واجب ہے کہ پانی مانگے اپنے رفیق سے جو اُسکے ساتھ ہے پھر اگر وہ پانی نہ دے اگرچہ نہ دینا
دلالت حال کی راہ سے ہو اسطرح کہ کچھ پانی کو تلف کرے اور باقی طہارت کو کافی نہ رہے تو تیمم کرے بسبب ثابت ہوجانے اُسکو عاجزی کے ہم رفیق کی
قید باعتبار عادت کے ہے اسلیے کہ جو نماز کے وقت موجود ہو اُس سے مانگنا چاہیے رفیق ہو یا غیر رفیق فان لم یعطہ الا بثمن مثلہ او بغبن یسیر ولہ ذلک فاضل
عن حاجتہ لا یتیمم اور اگر وہ شخص پانی نہ دے مگر بعوض اُس ثمن کے جو اسقدر پانی کا معمول ہے یا تھوڑے سے غبن کے ساتھ اور اُسکے پاس وہ ثمن موجود ہے
اُسکی حاجت سے زیادہ تو تیمم نکرے بلکہ پانی خرید کرکے وضو کے ساتھ نماز پڑھے ہم غبن یسیر وہ ہے جو دو چند قیمت سے کم ہو یہ معلوم ہوتا ہے غبن فاحش کی
تعریف سے جو عنقریب مذکور ہوگی ولو اعطاہ باکثر یعنے بغبن فاحش وہو ضعف قیمتہ فی ذلک المکان او لیس لہ ثمن ذلک تیمم اور اگر پانی کا مالک پانی دے
اکثر ثمن سے یعنی غبن فاحش کے ساتھ اور غبن فاحش دو چند ہے پانی کی قیمت کا اس مکان میں یا اس شخص کے پاس اسقدر ثمن نہیں ہے تو تیمم کرے ہم غبن فاحش
سے خرید کرنا اسواسطے واجب نہوا کہ حرمت مال مسلم اُسکے جان کی حرمت کے مانند ہے اور جان میں ضرر مسقط ہے اسی طرح مال میں کذا فی البحر واما للعطش فیجب علی
القادر شراؤہ باضعاف قیمتہ احیاء لنفسہ اور پیاس کے واسطے تو واجب ہے خرید کرنا مقدور والے پر اضعاف بیشمار کے بدلے اپنی جان کے زندہ رکھنے کی وجہ سے
یعنے اسلیے کہ حفظ جان کا مقدم ہے مال کے حفظ پر وانما لم یعتبر المثل فی تسعۃ عشر موضعا مذکورۃ فی الاشباہ اور ثمن مثل معتبر نہیں مگر ۱۹ مکانوں میں جو اشباہ
میں مذکور ہیں ہم مواضع مذکورہ کی تفصیل یہاں ضرور نہ تھی لہذا بخوف تطویل اُنکو مذکور نہ کیا وقیل طلبہ الماء لا التیمم علی الظاہر ای ظاہر الروایۃ عن اصحابنا

لانہ مبتذل عادۃ کما فی البحر عن المبسوط اور پانی مانگنے سے پہلے تیمم نکرے بنا برظاہر الروایۃ کے ہمارے اصحاب یعنی ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ سے
اسواسطے کہ پانی مین بخل نہین ہوتا دہ دینے اور خرچ کرنے کی چیزہی عادت مین چنانچہ بحر الرائق مین مبسوط سے منقول ہی ھم اور جو چیز محتاج الیہ ہو اور اُسکے دینے مین
بخل کی عادت نہو تو اُسکے مانگنے مین کچھ ذلت اور خواری نہین اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض حوائج کو غیرون سے سوال کیا ہی کذا فی
الطحطاوی عن البحر وعلیہ فیجب طلب الدلو والرشا اور بنا بر اُسکے چونکہ پانی کا طلب کرنا واجب ہی مبتذل ہونے کے سبب سے تو ڈول اور رسی کا مانگنا
واجب ہی یعنی اسمین بھی بخل کی عادت نہین وکذا الانتظار لو قال حتی یستقی وان خرج الوقت اور اسی طرح انتظار کرنا واجب ہی اگر طالب سے کہا ڈول اور رسی کے
مالک نے ٹھہر جا یہانتک کہ پانی بھر لون اگرچہ انتظار مین نماز کا وقت نکلجاے ھم اور دوسرا قول یہ ہی کہ انتظار کرنا واجب نہین مستحب ہی کذا فی الطحطاوی ولو کان
فی الصلوۃ ان ظن الاعطاء قطع والا لا اور اگر متیمم نماز مین کسی دوسرے شخص کے پاس پانی دیکھے اگر اُسکو پانی دینے کا گمان ہو تو نماز کو قطع کرے اور اگر دینے کا
گمان نہو تو نماز نہ توڑے بحر الفائق مین ہی کہ تیمم کرنے والا نماز مین ہو اور اسکو دینے کا گمان غالب ہو تو قطع کرے اور طلب کرے پھر اگر وہ ندے تو تیمم اُسکا باقی ہی پھر اگر اُسنے
بلا سوال نماز تمام کی پھر سوال کیا تو اگر اُسنے پانی دیا تو نماز پھر پڑھے ورنہ نماز تمام ہوگئی کذا فی الطحطاوی لکن فی القہستانی عن المحیط ان ظن اعطاء الماء او الالۃ وجبا
الطلب والا لا لیکن قہستانی مین محیط سے منقول ہی کہ اگر پانی یا ڈول اور رسی دینے کا گمان ہو تو طلب کرنا واجب ہی ورنہ واجب نہین ھم یہ روایت مخالف ہی
ظاہر الروایۃ مین جو متن مین مذکور ہو چکی اور محیط کے مانند وافی مین بھی تفصیل مذکور ہی کذا فی الطحطاوی والمحصور فاقد الماء والتراب الطہورین بان حبس فی
مکان نجس ولا یمکنہ اخراج مطہر وکذا العاجز عنہما لمرض یؤخرہا عندہ اور بندیوان نپانے والا پانی اور مٹی پاک کرنے والون کا اسطرح پر کہ وہ شخص بند کیا گیا ناپاک
مکان مین اور اُسکو ممکن نہین پاک مٹی کا نکالنا زمین یا دیوار کھود کر اور اسی طرح بندیوان کے مانند وہ شخص ہی جو پانی اور مٹی مطہر سے عاجز ہی بیماری کے سبب سے
نماز کو تاخیر کرے امام کے نزدیک ھم تاخیر کرے یعنی اُسپر نماز حرام ہی ایسا نقل کیا ہی نووی شافعی نے امام کا مذہب کذا فی المنح اور اگر پاک کرنے والی مٹی کے نکالنے
پر قادر ہو تو مٹی نکال کے نماز پڑھے بالاتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ خلاصہ مین ہی وقالا یتشبہ بالمصلین وجوبا فیرکع ویسجد ان وجد مکانا یابسا والا یومی
قائما ثم یعید کالصوم اور صاحبین نے کہا کہ فاقد الطہورین نمازیون کے مشابہ بنجاے وجوبا تو رکوع اور سجدہ کرے اگر خشک مکان پاوے اور اگر خشک مکان
نملے تو نماز کا اشارہ کرے کھڑے ہوکر پھر جب پانی یا مٹی پاوے تو نماز کا اعادہ کرے صوم کے مانند ھم یعنی اگر مسافر موضع اقامت مین داخل ہوا کھانے کے بعد
رمضان شریف مین یا اسوقت پہونچا کہ نیت صوم کا وقت باقی نرہا تو باقی دن مین اسپر امساک واجب ہی روزہ دارون کے مشابہ بنکر پھر اس روزہ کا اعادہ واجب ہی
کذا فی الطحطاوی بہ یفتی والیہ صح رجوعہ ای الامام کما فی الفیض اور اسی صاحبین کے قول پر فتوی ہی اور اسی قول کی طرف امام کا رجوع کرنا صحیح ہی چنانچہ
فیض مین ہی وفیہ ایضا مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجہہ جراحۃ یصلی بغیر طہارۃ ولا تیمم ولا یعید علی الاصح اور یہ مسئلہ بھی فیض مین ہی کہ
جسکے دونون ہاتھ اور دونون پانون کٹے ہوے ہین جبکہ اُسکے چہرے پر زخم ہو تو بدون طہارت کے نماز پڑھے اور تیمم نکرے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول پر ھم
اور اگر چہرہ صحیح اور سالم ہو تو مٹی پر مل لے اور جسکے ہاتھ شل یعنی خشک ہوگئے وہ اپنا چہرہ اور ہاتھ مٹی سے مل لے اور نماز کو نہ چھوڑے اور اقطع یعنی جسکے دونون ہاتھ
کٹے ہون وہ باقی کا مسح کرے اگر غسل مفروض کا کچھ محل باقی ہو والا لا کذا فی الطحطاوی وبہذا ظہر ان تعمد الصلوۃ بلا طہر غیر مکفر فلیحفظ او قدمر وسیجیٔ فی صلوۃ
المریض اور مسئلہ سابقہ سے ظاہر ہو گیا کہ قصداً نماز پڑھنا بدون طہارت کے نماز پڑھنے والے کو کافر نہین کر دیتا تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو گیا
اول کتاب الطہارۃ مین اور آگے بھی آویگا صلوۃ المریض کے باب مین فروع مسائل ملحقہ بشارح کی صلی المحبوس بالتیمم ان فی المصر اعاد والا لا محبوس نے
تیمم کے ساتھ نماز پڑھی اگر وہ قیدی شہر مین ہی تو خلاص ہونے کے بعد نماز کو پھیرے اور اگر شہر مین نہین ہی تو نہ پھیرے ھم یعنی مقیم محبوس پر اعادہ ہی نہ مسافر پر
اسواسطے کہ سفر کا عذر عجز حقیقی کے ساتھ لگیا اور سفر مین غالب بے آبی ہی تو عدم متحقق ہو گیا ہر وجہ سے اور مقیم کو اعادہ اسواسطے ہوا کہ عجز متحقق

ہوا عباد کے فعل سے اور فعل عباد موثر نہیں حق اللہ کے اسقاط میں کذا فی العالمگیریۃ بل تیمم السجدۃ التلاوۃ ان فی السفر نعم والا لا سوال سجدہ کی تلاوت کے
واسطے تیمم کرے یا نکرے جواب اگر وہ شخص سفر میں ہو تو ان تیمم کرے اور اگر سفر میں نہیں تو نکرے ہم اگر یہ صورت پانی موجود ہونے میں مفروض ہو تو حق یہ ہو
کہ مطلقاً درست نہیں نہ سفر میں نہ اقامت میں اور اگر پانی موجود نہیں تو مطلقاً درست ہو کذا فی الحلبی الماء المسبل فی الفلاۃ لا یمنع التیمم مالم یکن کثیراً
فیعلم انہ للوضوء ایضاً جو پانی کہ بطریق سبیل کے رکھا ہو جنگل میں وہ تیمم کرنے کا مانع نہیں جبتک کہ بہت نہو یعنی اگر بکثرت ہوگا تو معلوم ہوگا قرینہ سے
کہ وہ وضو کے واسطے بھی ہو ہم پینے کے واسطے جو پانی راہوں میں وقف ہوتا ہو تو وہ تیمم کا مانع نہیں اسواسطے کہ وضو کا پانی شرعاً معدوم ہو
اور کثیر پانی سے اسوقت وضو درست ہوگا جبکہ فقط شرب کا یقین نہو اور جبکہ یقین ہو کہ فقط پینے کے واسطے ہو تو وضو حرام ہو اسواسطے کہ وقف کی شرط
شارع کے نص کے مانند ہو کذا فی الطحطاوی ولشرب با الوضوء اور وہ پانی جو وضو کے واسطے وقف اور سبیل ہو اسکا پینا درست ہو الجنب اولی بمباح من حائض
ومحدث ومیت جنابت والا مقدم اور لائق تر ہو مباح پانی کے استعمال کرنے میں حائض اور بے وضو اور غسل میت سے یعنی اسواسطے کہ جنابت اشد ہو تو اسکا
ازالہ اہم ہو ولو لاحدہم فہو اولی اور اگر وہ پانی انہیں سے کسی ایک شخص کا مملوک ہو تو وہ شخص مقدم ہو کیونکہ وہ مالک ہو ولو مشترکا ینبغی صرفہ للمیت اور اگر وہ پانی انہوں میں
مشترک ہو تو اسکا صرف کرنا غسل میت کے واسطے لائق ہو جاز تیمم جماعۃ من محل واحد تیمم کرنا جماعت کا ایک مکان سے جائز ہو یعنی اسواسطے کہ مٹی مستعمل نہیں ہوتی
یہانتک کہ اگر تیمم کرنے والوں کے ہاتھوں کی مٹی ایک جگہ جمع ہو تو اسپر بھی تیمم درست ہو کذا فی الطحطاوی حیلۃ جواز تیمم من معہ ماء زمزم ولا یخاف العطش ان یخلطہ
بماء الورد یغلبہ او یہبہ علی وجہ یمنع الرجوع تدبیر جائز ہونے تیمم کی اس شخص کو جسکے ساتھ زمزم کا پانی ہو اور اسکو پیاس کا کھٹکا نہیں یہ ہو کہ زمزم کے ساتھ اس چیز کو ملادے
جو اس سے غالب ہو جاوے یا برابر چنانچہ گلاب وغیرہ کو مخلوط کردے یا اسکو ہبہ کردے اسطرح پر کہ رجوع نہو سکے جو فی الہبۃ کے ہم عدم خوف تشنگی کی اسواسطے قید لگائی
کہ تشنگی کے خوف سے تیمم جائز ہو بدون مخلوط کرنے کے اسواسطے کہ وہ پانی حاجت اصلی میں مشغول ہو اور ظاہرا یہ مذکورہ کا حیلہ خوب نہیں کہ اسمیں اپنا کچھ
فائدہ نہ رہا واللہ اعلم وناقضہ ناقض الاصل ولو غسلاً اور تیمم کا توڑنے والا وہ ہو جو تیمم کی اصل کا ناقض ہو یعنی تیمم جسکا خلیفہ اور بدل ہو اگرچہ وہ اصل غسل ہو
یعنی جو چیز کہ وضو کی ناقض ہو وہ اس تیمم کی ناقض ہو جو خلیفہ ہو وضو کا اور جو چیز غسل کی ناقض ہو وہ اس تیمم کی بھی ناقض ہو جو بدلا ہو غسل کا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ
کنز اور وقایہ میں یوں کہا ہو کہ تیمم کا ناقض وہ ہو جو وضو کا ناقض ہو اور شرح نقایہ میں کہا کہ ناقضہ ناقض الاصل وضوء کان او غسلاً اور یہی کہنا بہتر ہو اسواسطے کہ جو
ناقض ہو غسل کا وہ ناقض ہو وضو کا لیکن ہر ناقض وضو کا غسل کا ناقض نہیں کیونکہ حدث ناقض وضو ہو پر وہ غسل کا ناقض نہیں تو یہ کلیہ نٹھہرا کہ ناقض وضو کا ہر تیمم کا ناقض ہو
انتہی فلو تیمم للجنابۃ ثم احدث صار محدثاً لا جنباً تو اگر جنابت کے واسطے تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو وہ محدث ہو گیا نہ جنب یعنی اسکا وضو ٹوٹا نہ غسل ہم دریافت
کہ متن مذکور تین صورت میں شامل ہو ایک یہ کہ اگر تیمم حدث اصغر سے ہو تو اسکا ناقض وہ ہو جو اسکی اصل یعنی وضو کا ناقض ہو دوسری صورت یہ کہ اگر تیمم جنابت سے
ہو تو اسکا ناقض وہ ہو جو غسل کا ناقض ہو تیسری صورت یہ ہو کہ حدث اصغر اور حدث اکبر یعنی جنابت کے واسطے ساتھی تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو یہاں
تیمم ٹوٹا ایک اصل کے اعتبار سے یعنی باعتبار حدث اصغر کے نہ باعتبار جنابت کے تو شارح کا متفرع کرنا صحیح ٹھہرا تو حلبی کا اعتراض جو شارح پر تھا کہ اسنے اسکو تفریع
پر تفریع کی دفع ہو گیا کذا فی الطحطاوی بتصرف فیتوضأ وینزع خفیہ جبکہ وہ محدث ہو گیا نہ جنب تو اب وہ وضو کرے اگر پانی بقدر وضو کے پاوے اور اپنے
دونوں موزے اتارکے پاؤں دھووے ہم یعنی جو موزے کہ جنابت سے پہلے طہارت کاملہ پر پہنے تھے انکو اتارے چنانچہ زیلعی میں ہو موزہ اسواسطے
اتارے کہ موزہ جنابت کا مانع نہیں چنانچہ باب المسح علی الخفین میں مذکور ہوگا کذا فی الحلبی ثم یمسح علیہ مالم یمر بالماء پھر وضو کے بعد ہر موزے پر
مسح کرتا رہے جب تک اسقدر پانی پر نگذرے جو غسل کے واسطے کفایت کرتا ہو کیونکہ اگر اسقدر پانی پر گذر ہوگا تو جنابت کا بھی تیمم ٹوٹ جاویگا پھر
تجاوز کے بعد جنابت کے واسطے دوسرا تیمم کرے کہ پہلا ٹوٹ گیا پانی کے دیکھنے سے پھر اسکے بعد اگر حدث اصغر واقع ہوا اور پانی بقدر وضو کے پاوے

تو موزون پر مسح نکرے بلکہ اُنکو اتارے اور پانوُن کو دھووے کیونکہ جنابت پانوُن مین سرایت کر گئی پھر موزے پہنے اور مسح کرتا رہے بعد حدث کے کذا
فی الطحطاوی قہُ نے عبارۃ صدر الشریعۃ بمعنی بعد کما فی انّ مع العسر یسرا فافہم تو مع کا لفظ صدر الشریعۃ کی عبارت مین بمعنی بعد کے ہی جسطرح انّ
مع العسر یسرا مین مع بمعنی بعد ہی یعنے دشواری کے بعد آسانی ہی سو اُسکو سمجھ لے ای مخاطب ہم شرح وقایہ مین اول باب تیمم مین صدر الشریعۃ کی عبارت
اسطرح ہی (اما اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء) یعنے جبکہ مع الجنابۃ حدث موجب وضو ہو تو اُسپر وضو واجب ہی تو اُسکا مطلب یہ ہی
کہ جب جنابت کے تیمم کے بعد حدث پایا جاوے تب وضو واجب ہی اسواسطے کہ جنابت کے ساتھ وضو کرنے کی حاجت نہین چنانچہ قہستانی مین یون مصرح ہی
کہ اگر جنب کے پاس اتنا پانی ہو کہ اُسکے کچھ اعضا یا وضو کو کفایت کرتا ہو تو وہ تیمم کرے اور اسپر واجب نہین پانی کا صرف کرنا اعضا یا وضو کی طرف
مگر جبکہ جنابت کا تیمم کیا پھر حدث واقع ہوا وضو کا موجب تو اب اسوقت اُسپر وضو کرنا واجب ہی کیونکہ وہ پانی بقدر کفایت پر قادر ہوا کذا فی الطحطاوی اور
اسی طرح حسن چلپی محشی شرح وقایہ نے عبارت مذکورہ کے وضو کو بعد تیمم جنابت کے محمول کیا ہی وَ قُدْرَۃٌ عَلٰی مَاءٍ وَلَوْ اَبَاحَہٗ فِی الصَّلٰوۃِ اور ناقض تیمم ہی
قادر ہونا پانی پر اگرچہ قدرت بطریق اباحت کے ہو نماز مین ہم یعنے اگر ایک شخص نے پانی کے نہونے سے تیمم کرکے نماز شروع کی اور عین نماز مین کسی شخص نے
اُسپر پانی مباح کر دیا تو قدرت حاصل ہوئی نماز چھوڑ کر وضو کرے اور نماز پڑھے مصنف نے شرح مین کہا کہ رویت سے قدرت کو تعبیر کرنا بہتر ہی اسواسطے کہ
مریض پانی کو دیکھتا ہی اور پھر بھی تیمم کرتا ہو اور بعد زوال مرض تیمم باطل ہوگا بسبب قدرت کے اگرچہ پانی نظر نہ آوے کافٍ لِلطُّہْرِ وَلَوْ مَرَّۃً مَرَّۃً قدرت بقدر
پانی کی ناقض ہی جو کافی ہو اسکی طہارت کو یعنے وضو یا غسل کو اگرچہ ایک ایک بار اعضا کا دھونا ممکن ہو فَضَلَ عَنْ حَاجَتِہٖ کَعَطَشٍ وَعَجْنٍ وَغَسْلِ نَجَسٍ
مانعٍ ولمعۃ جنابۃ لان المشغول بالحاجۃ وغیر الکافی کالمعدوم قدرت اُس پانی کی ناقض ہی جو اُسکی حاجت سے زائد ہی چنانچہ تشنگی سے اور آٹا گوندھنے
اور نجاست مانع نماز کے دھونے سے اور اُس عضو کے دھونے سے کہ غسل جنابت سے خشک رہا تھا اسواسطے کہ جو پانی کہ حاجت کے ساتھ مشغول ہی اور
وضو یا غسل کو کفایت نہین کرتا ہی وہ نہونے کے برابر ہی لَا رِدَّۃٌ نہ ارتداد یعنے تیمم کا ناقض نہین مرتد ہو جانا یعنے اگر مسلمان نے تیمم کیا پھر معاذ اللہ وہ مرتد ہو گیا
پھر توبہ کی تو وہ تیمم باقی ہی نماز اُس سے جائز ہی وَکَذَا یَنْقُضُہٗ کُلُّ مَا یَمْنَعُ وُجُوْدُہُ التَّیَمُّمَ اِذَا وُجِدَ بَعْدَہٗ لِاَنَّ مَا جَازَ بِعُذْرٍ بَطَلَ بِزَوَالِہٖ اور اسی طرح توڑ دیتی ہی
تیمم کو ہر ایک وہ چیز جسکا ہونا تیمم کا مانع ہی جبکہ وہ چیز تیمم کے بعد پائی جاوے اسواسطے کہ جو چیز جائز ہوئی کسی عذر کے ہونے سے باطل ہو جاتی ہی اُسکے زائل
ہو جانے سے فلو تیمم لمرض یبطل ببرئہ اولبرد ویبطل بزوالہ تو اگر تیمم کیا بیماری کے سبب سے تو تیمم باطل ہو جاتا ہی بیماری کے جاتے رہنے سے یا تیمم کیا تھا
سردی کے سبب سے تو باطل ہوتا ہی سردی کے زوال سے والحاصل انّ کل ما یمنع وجودہ التیمم نقض وجودہ التیمم اور خلاصہ اسکا یہ ہی کہ جس چیز کا وجود
مانع ہی تیمم کا اُسکا موجود ہونا تیمم کا ناقض ہی ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ کلام بعینہ متن کا کلام ہی تو اسکا کچھ فائدہ حاصل نہوا اور توضیح اسکی یون ہی
کہ تیمم جائز نہین ابتدا مین پانی کے ہوتے اور بعد اسکے اگر پانی میل سے کم ہی سو اگر وہ تیمم تھا پھر پانی حاضر ہوا یا تیمم چلا یہانتک کہ میل سے کم ہو گیا تو تیمم ٹوٹ گیا
اور اگر مریض نے تیمم کیا مرض کے سبب سے پانی کے نہوتے پھر پانی حاضر ہوا تو تیمم نہین ٹوٹتا انتہی وَمَا لَا یَمْنَعُ وُجُوْدُہٗ فِی الْاِبْتِدَاءِ فَلَا یَنْقُضُ وُجُوْدُہٗ بَعْدَ ذٰلِکَ
التیمم اور جس چیز کا وجود تیمم کا مانع نہین ابتدا مین تو اُسکا موجود ہونا بعد اُسکے تیمم کو نہین توڑتا ہی ہم چنانچہ مریض مذکور کی مثال سے یہ امر واضح ہوتا ہی وَلَوْ
قَالَ کَذَا زَوَالُ مَا اَبَاحَہٗ اَیِ التَّیَمُّمَ لَکَانَ اَظْہَرَ وَاَخْصَرَ اور اگر مصنف یون کہتا اور اسی طرح ناقض تیمم کا ہی زائل ہونا اُس چیز کا جسنے تیمم کو مباح کر دیا تو
ظاہر تر اور مختصر تر ہوتا مصنف کی عبارت سابقہ سے کما لایخفی ظہورہ واختصارہ وعلیہ لو تیمم لبعد میل فسار فانتقص انتقض فلیحفظ اور بنا بر قاعدہ مذکورہ
کے اگر تیمم کیا ایک میل پانی کے دور ہونے سے پھر متیمم پانی کی طرف چلا سو میل سے کم ہو گیا تو وضو ٹوٹ گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تیمم اسواسطے ٹوٹ گیا
کہ تیمم کی اباحت ہوئی تھی بقدر میل کے دور ہونے سے پھر جب میل بھر نرہا تیمم ٹوٹ گیا اور یہ جب متن ہوسکے یہ وجہ ہی نقض تیمم کی کہ اقل میل کا وجود تیمم کا مانع ہی

پھر جبکہ اقل میل پایا گیا اسکے چلنے سے تو تیمم ٹوٹ گیا وتقرّر ناعس متیمم عن حدث او نائم غیر متمکن متیمم عن جنابۃ علے ماء کافٍ کمستیقظ فینتقض اور گذرنا اس
اونگھنے والے کا جسنے تیمم کیا حدث سے یا گذرنا نائم غیر متمکن کا جو تیمم ہو جنابت سے پانی پر کہ طہارت کو کافی ہو جاگتے شخص کے مانند ہے تو تیمم ٹوٹ جائیگا اس گذرنے سے
والقیاس بقاءہ وہو الروایۃ المصححۃ عنہ المختارۃ للفتوی اور صاحبین نے نائم اور ناعس مذکور کے تیمم کو باقی کہا ہے اور یہی روایت صحیح ٹھہرائی گئی ہے امام سے
پسندیدہ ہے فتوی دینے کے واسطے ہم تو اب یہ مسئلہ اختلافی نہ رہا اتفاقی ہو گیا کما لو تیمم ولقربہ ماء لا یعلم بہ کما فی البحر وغیرہ واقرّہ المصنف جیسے تیمم صحیح
اور قائم ہے اگر ایک شخص نے تیمم کیا اور اسکے نزدیک پانی ہے اور وہ اسکو نہیں جانتا ہے ایسا ذکر ہے بحر الرائق وغیرہ میں اور اسکو مصنف نے اپنی شرح
میں ثابت رکھا ہے تیمم لو کان اکثرہ او اکثر اعضاء الوضوء عددا وفی الغسل مساحۃ مجروحا او بہ جدری اعتبارا للاکثر تیمم کرے جو اکثر یعنی آدھے سے
زیادہ وضو کے اعضا شمار کی راہ سے اور غسل میں پیمایش کی راہ سے زخمی ہوں یا بدن میں چیچک نکلی ہو تیمم کا حکم ہوا اکثر کے اعتبار کرنے سے
اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ہم تو اگر سر اور چہرہ اور دونوں ہاتھوں میں زخم ہو اور پاؤں میں زخم نہو تو تیمم کرے خواہ اعضاء زخمی اکثر مجروح ہوں
یا صحیح اور یہی قول مختار ہے کذا فی البحر اور غسل میں پیمایش کا اعتبار کرنا ہم صاحب بحر کی تجویز ہے اور صاحب نہر نے بھی اسکو مسلم کہا ہے کذا فی الطحطاوی
وبعکسہ یغسل الصحیح ویمسح الجریح اور اسکے عکس میں یعنے اکثر اعضاء صحیح ہوں اور اقل مجروح تو دھووے صحیح کو اور مسح کرے مجروح کو ہم یعنے محل جراحت
پر مسح کرے اور اگر تاب نہو تو کپڑے پر مسح کرے حلبی شارح منیہ کے کلام سے نکلتا ہے کہ کپڑا باندھنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وکذا ان استویا غسل
الصحیح من اعضاء الوضوء ولا یتیمم بدایۃ فی الغسل اور اسی طرح اگر اعضاء صحیح اور برابر ہوں تو اعضاء صحیح وضو کے دھووے اور مجروح کو مسح کرے اور غسل
میں بصورت مساوات کوئی روایت نہیں ہم اور اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے اور دھونا اور مسح کرنا احوط قول ہے چنانچہ متن میں ہے کذا فی الحلبی ومسح
الباقی منہا وہو الاصح لانہ احوط وکان اولے درصورت مساوات صحیح کو دھووے اور باقی اعضاء مجروحہ کو مسح کرے اور یہی قول صحیح ہے اسواسطے
کہ اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے تو یہی قول بہتر ٹھہرا وصحح فی الفیض وغیرہ التیمم اور فیض وغیرہ میں تیمم کرنے کو درصورت مساوات کے صحیح کہا ہے کما تیمم
لو المجروح بیدیہ وان وجد من یوضئہ خلافا لہما جیسے تیمم کرے اگر اسکے دونوں ہاتھوں میں زخم ہو اگرچہ پاوے اس شخص کو جو اسکو وضو کرا دے
بر خلاف صاحبین ہم امام کے نزدیک غیر شخص سے اعانت مستحب ہے اور صاحبین کے نزدیک فرض ہے منیہ کی شرح ابن امیر حاج میں مذکور ہے کہ جبکہ یہ
حال ہو کہ صحیح عضو کے دھونے سے مجروح عضو کو پانی پہونچتا ہو تو تیمم کرے کذا فی الطحطاوی ولا یجمع بینہما ای تیمم وغسل اور جمع نکیا جاوے دونوں میں
یعنے تیمم اور دھونے میں ہم یہاں غسل بالضم مراد نہیں بلکہ بالفتح مراد ہے تاکہ غسل اور وضو دونوں کو شامل رہے تیمم اور وضو میں یا تیمم اور غسل میں اسواسطے
جمع کرنا جائز نہیں کہ بدل اور مبدل میں جمع کرنا شرع سے ثابت نہیں کالا یجمع بین حیض وحبل او استحاضۃ او نفاس چنانچہ اجتماع نہیں درمیان حیض
اور حمل یا حیض اور استحاضہ یا حیض اور نفاس کے ولا بین نفاس واستحاضۃ وحبل اور نہ درمیان نفاس اور استحاضہ یا نفاس اور حمل کے
ولا زکوۃ وعشر او خراج او فطرۃ اور نہ اجتماع ہے زکوۃ اور عشر میں یا زکوۃ اور خراج میں یا زکوۃ اور فطرہ میں ہم اجتماع زکوۃ اور عشر یا خراج کی صورت یہ ہے کہ
عشر خارج کا یا خراج زمین کا ادا کیا اور غلہ باقیہ میں تجارت کی نیت کی اور ایک سال اسپر گذر گیا تو اسمیں زکوۃ نہیں اور حلبی محشی نے اسکی یہ صورت
مذکور کی ہے کہ زمین کا خراج ادا کیا پھر اسمیں تجارت کی نیت کی اور سال اسپر گذر گیا تو اسمیں زکوۃ نہیں اور اجتماع زکوۃ اور فطرہ کی یہ صورت ہے
کہ ایک شخص کی تجارت کے غلام ہیں انپر سال گذرا تو انمیں مولی پر زکوۃ ہے اور فطرہ نہیں ہے کذا فی الطحطاوی ولا عشر مع خراج اور عشر نہیں
خراج کے ساتھ اسواسطے کہ زمین یا عشری ہے یا خراجی عشری پر خراج نہیں اور خراجی پر عشر نہیں ولا فدیۃ وصوم اور اجتماع نہیں فدیہ اور
صوم میں اسواسطے کہ جسپر روزہ رکھنا لازم ہے اسپر فدیہ دینا نہیں اور جسکو فدیہ دینا چاہیے جیسا شیخ فانی اسپر روزہ نہیں وصار [illegible] ہم طحطاوی نے کہا

یہاں ہوگا تب سے کفارہ ساقط ہوگیا تو بحرالرائق کے موافق عبارت اسطرح مناسب تھی ولا بین القصاص والکفارۃ یعنے اجتماع نہیں درمیان قصاص اور کفارہ کے اسواسطے کہ قصاص ہوتا ہی قتل عمد مین اور اسمین کفارہ نہین اور کفارہ ہوتا ہی شبہ عمد اور خطا اور اُسکے جاری مجرا مین اور اُنمین قصاص نہین انتہی ما فی الطحطاوی اور بعضے نسخون مین یون عبارت ہی اوقصاص او دیۃ یعنے جمع نہین درمیان قصاص اور دیت کے واللہ اعلم ولا ضمان وقطع او اجر اور اجتماع نہین تاوان اور قطع مین یا تاوان اور اجرت مین یعنے جب سارق کا ہاتھ کاٹا گیا تو اُسپر مال مسروقہ کا تاوان نہین اور جس مزدور نے مال کے تلف کرنے سے تاوان ہو اُسکے واسطے مزدوری نہین اور جسکی مزدوری لازم ہو اُسپر تاوان نہین ولا جلد مع رجم اونفی اور نہ درہ مارنا سنگساری اور تغریب کے ساتھ یعنے اخراج از وطن ہم اسواسطے کہ زنا سے کی حد درّے ہین اور بیاہے کی حد سنگساری اور درہ مارنا تغریب کے ساتھ جمع نہین ہوتا مگر بتجویز حاکم لیکن درہ مارنا قید کرنے کے ساتھ جمع ہوسکتا ہی کذا فی الطحطاوی ولا مہر ومتعۃ او حد او ضمان بافضائہا اوموتہا من جماعہ اور اجتماع نہین مہر اور متعہ مین یا مہر مین اور حد مین اور عورت کی ضمان افضا یا اسکی موت مین زوج کے جماع سے ہم مہر اور متعہ مین اسواسطے اجتماع نہین کہ مطلقہ قبل از دخول کا اگر مہر مسمی ہی تو نصف مہر واجب ہی اور اگر مہر مسمی نہین تو متعہ واجب ہی یہان متعہ سے کرتی اور اوڑھنی اور چادر مراد ہی اور مہر اور حد مین عدم اجتماع کی وجہ یہ ہی کہ اگر وطی صحیح یا شبہے سے ہی تو مہر واجب ہی اور حد نہین اور اگر وطی زنا کی ہی تو حد ہی اور مہر نہین اور افضا کی حقیقت یہ ہی کہ زوج کے جماع سے عورت کے بول اور براز کی دونون راہین پھٹکر ایک ہوگئین تو یہان زوج پر ضمان ہی نہ مہر اور اسی طرح اگر اُسکے جماع سے زوجہ مرگئی تو تاوان ہی نہ مہر ولا مہر مثل وتسمیۃ اور اجتماع نہین مہر مثل اور مہر معین مین اسواسطے کہ اگر مہر جائز کا تعین ہوگیا تو وہی واجب ہی اور اگر مہر کا ذکر نہوا یا غیر جائز کو معین کیا چنانچہ شراب یا سور تو مہر مثل واجب ہوگا ولا وصیۃ ومیراث اور اجتماع نہین وصیت اور میراث مین یعنے وارث کے واسطے وصیت کرنا صحیح نہین الا باجازت باقی ورثہ کذا فی الطحطاوی وغیر یا مما سیجیٔ فی محلہ ان شاء اللہ تعالی اور ان اشیاء مذکورہ کے سوا اور چیزین بھی عدم الاجتماع میں جنکا ذکر آگے آویگا اپنے موقع پر اگر حق تعالے نے چاہا من بہ وجع راس لایستطیع مسحہ محدثا ولا غسلہ جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ یتیمم وافتی قاری الہدایۃ انہ یسقط عنہ فرض مسحہ جسکے سر مین ایسا درد ہی کہ اُسکے ساتھ مسح نہین کرسکتا بے وضو ہونے مین اور نہ اُسکو دھو سکتا ہی نہانے کی حاجت مین تو فیض مین ظاہر الروایۃ کے خلاف غریب الروایۃ سے مذکور ہی کہ وہ شخص تیمم کرے یعنے وضو اور غسل کے عوض اور قاری ہدایہ نے اسکا فتوے دیا ہی کہ اس شخص سے مسح سر کی فرضیت وضو مین ساقط ہی ولو علیہ جبیرۃ ففی مسحہا قولان اور اگر سر پر کھپاچون کی پٹی ہی تو اُسکے مسح مین دو قول ہین مسح کرنا اور نکرنا ہم اور وجوب مسح کا قول اظہر ہی کذا فی الطحطاوی وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ ولو علے الجبیرۃ ان لم یضرہ والا سقط اصلا وجعل عادما لذلک العضو حکما کما فی المعدوم حقیقۃ اور اسی طرح غسل مین دھونا سر کا ساقط ہوتا ہی تو سر کو مسح کرے اگرچہ پٹی پر مسح ہو بشرطیکہ مسح اُسکو ضرر نکرتا ہو اور اگر ضرر کرتا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونون بالکل ساقط ہین اور یہ شخص حکم شرع مین بدون اس عضو کے ٹھہرایا گیا گویا اُسکے سر ہی نہین جسطرح سے فی الحقیقۃ معدوم العضو سے دھونا اور مسح کرنا ساقط ہوتا ہی

باب المسح علی الخفین

یہ باب ہی دونون موزون پر مسح کرنے کا اخرہ لثبوتہ بالسنۃ مصنف نے موزون پر مسح کرنا تیمم کے بعد ذکر کیا بسبب ثابت ہونے مسح کے حدیث سے اور تیمم ثابت ہی قرآن مجید سے وہو لغۃ امرار الید علے الشئ اور مسح لغت عرب مین ہاتھ کا پھیرنا ہی کسی چیز پر خواہ وہ چیز موزہ ہو یا عضو یا دیوار و شرعا اصابۃ البلۃ لخف مخصوص فی زمن مخصوص اور شرع کی اصطلاح مین مسح عبارت ہی تراوت کے پہونچانے سے خاص موزے کو زمانہ خاص مین ہم خاص موزہ جسمین شروط آیندہ موجود ہون اور زمانہ خاص سے مراد ایک دن اور ایک رات ہی مقیم کے واسطے اور تین رات اور دو دن مسافر کو والخف شرعا الساتر للکعبین فاکثر من جلد ونحوہ اور شرع مین موزہ اُسکا نام ہی جو ڈھک لے دونون ٹخنون کو پھر زیادہ تر کو بنا ہو چمڑے اور اسکے مانند اور چیزنسے شرط مسحہ

ثلثة امور الاول کونه ساتر المحل فرض الغسل القدم مع الکعب او یکون نقصانه اقل من الخرق المانع مسح موزے کی تین چیزین مشروط ہین پہلی شرط ہونا موزے
کا ڈھکنے والا اس مقام کو جسکا دھونا وضو مین فرض ہی یا قدم کا ٹخنے کے ساتھ یا ہو کمی اُسکی کمتر اس سوراخ سے جو مانع ہی مسح کا یعنے اگر پانون کی چھوٹی تین انگلیون
سے موزہ کمتر پھٹا ہی تو مسح جائز ہی اتنا نقصان مانع مسح کا نہین فیجوز علی الزربول لو مشدودا الا ان یظہر قدر ثلثة اصابع تو جائز ہی مسح زربول پر اگر وہ
تاگے یا گھنڈی سے بندھا ہو مگر یہ کہ بقدر تین انگلیون کے پانون کھلا ہو تو اب مسح جائز نہین ہم زربول مصر کی زبان مین وہ جراب ہی چمڑے کی جو اٹھے پر
قائم ہی اور دونون ٹخنون کی طرف مکشوف ہی دوختہ نہین جسطرح اس ملک مین ایسے چمڑے کے موزے ٹخنون سے نیچے دوختہ نہین ہوتے اور گھنڈیون سے
انکو کس لیتے ہین وجوز مشایخ سمرقند ستره باللفافة اور سمرقند کے عالمون نے ڈھک لینا زربول مشقوق کا کپڑے سے جائز کہا ہی یعنے اگر موضع مشقوق کو
کپڑے سے باندھ لے تو مسح کرنے کو کافی ہی ہم یہ قول ضعیف ہی اور صحیح اہل بخارا کا قول ہی کہ جائز نہین مگر جبکہ تخین یعنے گف اور سخت چیز سے ہو جسمین پانی سرایت
کرے اسکو ہی سے جیسا کہ بانات وغیرہ کذا فی الطحطاوی عن الحلبی والثانی کونه مشغولا بالرجل لیمنع سرایة الحدث اور دوسری شرط مشغول ہونا موزے کا پانون
کے ساتھ یعنے تمام موزے مین پانون بھرا ہو موزہ خالی نہ رہا ہو تاکہ سرایت کرنے حدث کو مانع رہے فلو واسعا فمسح علی الزائد ولم تقدم قدمه الیه لم یجز تو اگر
موزہ کشادہ اور لمبا ہو پھر اُسنے مسح کیا زائد پر حالانکہ اس زائد کی طرف پانون نہین پہونچا تو مسح جائز نہوا انتہی فتاوے عالمگیری مین سراج سے منقول ہی کہ
معتبر نہین مسح کرنا اس موضع کا جو خالی ہی قدم سے تو اگر اُسنے پانون کو خالی مقام مین کر دیا اور مسح کیا تو جائز ہی اور اگر وہان سے پانون ہٹا وے تو مسح کو
اعادہ کرے انتہی اور حلبی نے اپنے اُستاد سے نقل کیا کہ اعادہ مسح کا ضرور نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا یضر رویة رجله من اعلاہ او مسح میں ضرر نہین
کرتا نظر پڑنا اپنے پانون کا اوپر سے یعنے اگر ایسا موزہ کشادہ ہو کہ اوپر سے نظر آتا ہو تو کچھ مضائقہ نہین والثالث کونه مما یمکن متابعة المشی المعتاد فیه فرسخا فاکثر
اور تیسری شرط ہونا موزے کا ہی اُس چیز سے کہ ممکن ہو پیادہ پا چلنا اُسمین عادت کے موافق تین کوس یا زیادہ اسقدر ہی ہم فرسخ کی قید حاشیہ ہدایہ مین ہی
اور محیط مین امکان سفر مذکور ہی فلم یجز مسح زجاج او خشب او حدید تو جائز نہین مسح اس موزے پر جو بنا ہی کانچ یا لکڑی یا لوہے سے یعنے اسواسطے کہ
اُسکو پہن کر آدمی بے تکلف عادت کے موافق چل نہین سکتا وهو جائز فالغسل افضل الا للتهمة فهو افضل اور وہ یعنے موزے کا مسح جائز ہی نہ فرض اور نہ واجب
تو پانون کا دھونا افضل ہی مسح کرنے سے مگر رفض اور خروج کی تہمت کے وجہ سے تو مسح کرنا ہی افضل ہی ہم روافض اور خوارج کے نزدیک مسح موزے
کا جائز نہین بل ینبغی وجوبه علی من لیس معه الا ما یکفیه او خاف فوت وقت او وقوف عرفة بحر بلکہ مسح کا واجب ہونا چاہیے اس شخص پر جسکے پاس پانی نہین مگر اتنا
کہ مسح کو کفایت کرتا ہی یا ڈرا وقت کے فوت ہونے سے اگر پانون دھووے یا ڈرا وقوف عرفات کے فوت ہونے سے کذا فی البحر یہ تجویز ہی صاحب بحر کی کتب شافعیہ
کے موافق اسواسطے کہ قواعد حنفیہ کے مخالف نہین وفی القہستانی انه رخصة مسقطة للعزیمة ولهذا لو صب الماء فی خفیه بنیة الغسل ینبغی ان یصیر اثما اور قہستانی کی
شرح نقایہ مین ہی کہ البتہ مسح رخصت ہی عزیمت کی ساقط کرنے والی اور اسی واسطے کہ اگر پانی ڈالے اپنے موزون مین دھونے کی نیت سے تو چاہیے کہ گنہگار
ہو ہم رخصت وہ ہی جو عذرات عباد پر مبنی ہو اور عزیمت عبارت ہی حکم اصلی سے جسکی بنا عذرات عباد پر نہین ہو الاصح فی التعریف تو مسح ایسی رخصت ہی کہ مشروعیت
عزیمت کی مسقط ہی یعنے اُسکے ساتھ عزیمت کا مشروع ہونا باقی نہ رہا بر خلاف رخصت ترفیہ کے کہ اُسکے ساتھ عزیمت کی مشروعیت باقی رہتی ہی جیسا کہ روزہ کھانا
سفر مین کذا فی البحر بسنة مشهورة مسح موزے کا جائز ہی سنت مشہورہ سے یعنے احادیث مشہورہ سے ہم حدیث مشہورہ وہ ہی جسکے راوی دو سے زیادہ ہون ہر
طبقہ مین طبقات رواۃ سے اور تواتر کی حد کو نہ پہونچین امام اعظم رح نے فرمایا مین مسح کا قائل نہوا یہان تک کہ مسح کا ثبوت مجھپر دن کے مانند روشن ہو گیا
یعنے کثرت احادیث سے کذا فی الطحطاوی فمنکرہ مبتدع تو منکر مسح کا بدعتی ہی ہم امام اعظم رح سے مذہب اہل سنت سے سوال ہوا فرمایا کہ تفضیل الشیخین
وحب الختنین واعتقاد المسح علی الخفین وعلی رای الثانی کافر اور ابو یوسف رح کے نزدیک منکر کافر ہی ہم اسواسطے کہ اُنکے نزدیک حدیث مشہور حدیث متواتر کے

[illegible] حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو اور محبت رکھنا حضرت عثمان غنی اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما سے اور اعتقاد کرنا موزون پر مسح کے جائز ہونے کا ۱۲

حکم مین ہوا ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وفی التحفۃ ثبوتہ بالاجماع بل بالتواتر رواتہ اکثر من ثمانین منہم العشرۃ القہستانی اور تحفہ مین ہو کہ ثبوت مسح کا اجماع سے بلکہ تواتر سے ہو راوی اسکے صحابیون سے زیادہ اسی سے ہین انہی مین عشرہ مبشرہ بھی ہین کذا فی القہستانی ہم علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین مذکور کیا کہ شرح معانی الآثار کی شرح مین ۴۲ صحابیون کی روایت احادیث کی مذکور کی ہو تو الحرج حین وقیل بالکتاب وردبانہ غیر منیا بالکعبین اجماعا فالجر للجوار اور قول یہ ہو کہ ثبوت مسح موزہ کا قرآن مجید سے ہو اور یہ قول رد کیا گیا ہو اسطرح کہ مسح موزے کی غایت دونون ٹخنے نہین بالاجماع تو ارجلکم کا زیر قریب مجرور کے وجہ سے ہو یعنی ارجلکم کے لام مین دو قرأتین ہین نصب اور جر کی ہین بعضون نے کہا چونکہ دونون قرأت مین تعارض واقع ہوا تو جر کی قرأت کو موزہ پہنے پر محمول کیا اور نصب کی قرأت کو جبکہ موزہ پاؤن مین نہو اس قول کا رد یون ہو کہ اگر جر کی قرأت سے مسح موزے کا مراد ہوتا تو کعبین مسح کی غایت ٹھہرتی یعنی ٹخنون تک مسح کرنا واجب ہوتا اسواسطے کہ ارجلکم کے بعد الی الکعبین مذکور ہو حالانکہ بالاتفاق یہ ثابت نہین اور ارجلکم کے جر کا جواب یہ ہو کہ وہ عضو مغسول پر عطف ہو تو نصب لازم تھا چونکہ وہ مجرور کے پاس پڑا یعنی برؤسکم کے پاس تو اسکو بھی مجرور کر دیا چنانچہ عرب کا یہ قول مشہور ہو حجر ضب خرب لمحدث ظاہرہ عدم جوازہ لمجدد الوضوء الا ان یقال لما حصل له القربۃ بذلک صار کانہ محدث مسح جائز ہو سبے وضو شخص کو مفہوم ظاہر اس کلام کا عدم جواز مسح کا ہو تازہ وضو کرنے والے کے حق مین مگر اسکا یون جواب دیا جاسکے کہ ہرگاہ تازہ وضو کرنے والے کو ثواب حاصل ہوا اس وضو پر وضو کرنے سے تو وہ بے وضو کے مانند ہو گیا لا لجنب وحائض جائز نہین مسح کرنا موزے کا جنب اور حائض کو یعنی جسپر غسل واجب ہو جنابت یا حیض یا نفاس سے اسکو مسح جائز نہین اسواسطے کہ اسکو تمام بدن کا دھونا لازم ہو اور مسح مین یہ بات حاصل نہین نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی مین صفوان بن عسال سے روایت ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو حکم کرتے تھے جبکہ ہم سفر مین ہوتے تھے کہ ہم اپنے موزے نہ اتارین تین دن اور تین رات مگر جنابت سے ولیکن بول اور غائط اور نوم سے کذا فی ہدایۃ العینی الطحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ حائض کا مسئلہ ابو یوسف رحمہ کے قول پر مبنی ہو اسواسطے کہ اقل حیض انکے نزدیک دو دن اور اکثر ثالث کا ہو تو سفر مین اسکی تصویر ہو سکتی ہو برخلاف طرفین کے انتہی مختصرا والمنفی لا یلزم تصویرہ اور جسکی نفی ہو گئی اسکی تصویر لازم نہین یعنی حکم ممنوع کے وجود کی صورت بیان کرنا ضرور نہین کیونکہ اسکی طرف کچھ حاجت نہین اور عدم لزوم تصویر اسکے امکان کا منافی نہین کذا فی الطحطاوی چونکہ جنابت کی حالت مین وضو کرنا ضرور نہین تاکہ مسح موزے کا جائز ہو لہذا اسکے فرض صورت مین تردد تھا شارح نے اسکا دفع دخل کر دیا کہ حکم ممنوع کا وجود بیان کرنا لازم نہین وفیہ ان النفی الشرعی یفتقر الی اثبات عقلی اور دفع دخل مذکور مین یہ خلل ہو کہ شرعی نفی وجود عقلی یعنی تصور عقلی کی محتاج ہو ہم یہ بحث ہو قہستانی کی نفی مین شرعی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ نفی عقلی سے احتراز ہو چنانچہ شریک باری کہ اسکی نفی مین اثبات عقلی کی حاجت نہین اور اثبات عقلی سے تصور بوجہ مراد ہو مگر اسمین یہ خلل ہو کہ اسمین بھی تصور ذہنی کی تصریح واقع ہو تاکہ نفی کرنا حاصل ہو سکے کیونکہ نفی شی کی فرع ہو اسکے تصور کی تو شرعی کی قید لگانا بہتر نہین اور مسح جنب کی صورت کفایہ مین یون مذکور ہو کہ وضو کیا اور مجلد جرابین پہنا پھر جنب ہو گیا تو اسکو جائز نہین کہ جرابون کو باندھ کر تمام بدن کو دھووے لیٹ کر اور جرابون پر مسح کرے کذا فی الطحطاوی اور ہدایۃ العینی مین اسکی تصویر منتقی سے یون مذکور ہو کہ ایک مرد نے وضو کیا اور موزہ پہنا پھر جنب ہوا پھر اتنا پانی پایا کہ وضو کو کفایت کرتا ہو نہ غسل کو تو وہ شخص وضو کرے اور پاؤن دھووے اور مسح نکرے اور جنابت کے واسطے تیمم کرے انتہی ما فی العینی ثم ظاہرہ جواز مسح مغتسل جمعۃ ونحوہ پھر ظاہر کلام ماتن جائز ہونا مسح کا ہو جمعہ کے اور اسکے مانند کے نہانے والے کو یعنی ماتن نے جنب کے مسح کی نفی کی تو اس کلام سے مفہوم ہوا کہ جمعہ یا عید کے نہانے والے کو مسح کرنا جائز ہو کیونکہ یہ غسل واجب نہین ولیس کذلک کما فی المبسوط اور حالانکہ ایسا نہین بنا بر اس مضمون کے جو مبسوط مین ہو ولا یبعد ان یجعل فی حکمہ اور مغتسل جمعہ وغیرہ کو جنب کے حکم مین ٹھہرانا کچھ بعید نہین فالاحسن المتوضی لا المغتسل تو بہتر عبارت المتوضی لا المغتسل ہو یعنی بجاے لمحدث لا لجنب کے لمتوضی لا لمغتسل کہنا بہتر ہو یعنی مسح موزے کا وضو کرنے والے کو جائز ہو نہ نہانے والے کو ہم طحطاوی نے کہا یہ بحث اور حسینت قہستانی کی ہو واستحسان بخط خطوط یا صابع

۱۲

یدیہ مفرجۃ قلیلا او بمفتح ہی کہ مسح کرنے میں ہاتھ کی انگلیون سے خطوط بنا دے تھوڑا سا انگلیون کو کھولکر بیدا من قبل اصابع رجلہ متوجہا الی اصل الساق مسح
شروع کرے پانون کی انگلیون کی طرف سے پنڈلی کی جڑ کی طرف رخ کرتا ہوا اور کیفیت مسح کی قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین اسطرح ہی کہ داہنے ہاتھ
کی انگلیان رکھے داہنے موزے کے سرے پر اور بائین ہاتھ کی انگلیان بائین موزے کے سرے پر انگلیون کی طرف سے پھر جبکہ انگلیان وہان ٹھہرین تو انکو کھینچے
پنڈلی کی جڑ تک دونون ٹخنون کے اوپر اسواسطے ٹخنون کا چھونا فرض ہی اور انکا مسح کرنا سنت ہی اور اگر انگلیون کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھے تو بہتر ہی اسی طرح
مروی ہی محمد بن حسن سے اور مسح فرض ہی ہاتھ کی تین انگلیون کے برابر صحیح قول پر اور یہ فرض عملی ہی اور تین انگلیون کے برابر ہر قدم پر فرض ہی اور ہاتھ کے
اندر سے مسح کرنا مستحب ہی اور اگر بعض مسح پر پانی لگ گیا ہو تو کافی ہی اور اسی طرح اگر گھاس ... اگرچہ گھاس شبنم سے تر ہو یہی قول معتمد ہی کذا فی الطحطاوی ومحلہ
علی ظاہر خفیہ من رؤس اصابعہ الی معقد الشراک یعنی اور مسح کرنے کا مقام دونون موزون کا ظاہر ہی انگلیون کے سرون سے معقد شراک تک یعنے جہان
تسمہ بندھا ہوتا ہی ... الطحطاوی ... معقد شراک سے وسط قدم مراد ہی اور یہ قول قاضی خان کے قول مذکور کے مخالف ہی ظاہر موزے کی قید سے معلوم
ہوا کہ اگر باطن یا جانب یا ایڑی یا ساق پر مسح کیا تو جائز نہوگا ... انتہی ما فی الطحطاوی ... مستحب الجمع بین ظاہرہ وباطنہ ظاہر اور ... مستحب
مسح کرنا درمیان ظاہر موزہ کے اور باطن کے جو تلا ہی ... باطن سے موزے کا تلوا مراد ہی نہ داخل موزے کا اندر ... باطن کی صورت ظاہر کیا ... شارح اس مقام
مین صاحب نہر کا تابع ہوا ہی اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہی کہ مسح باطن موزے کا ظاہر کے ساتھ مسنون نہین ہی اور محیط کے ... کتابون مین سنیت
کی نفی ہی اور اعلی اور اسفل موزے کے مسح کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے ضعیف کہا ہی انتہی ما فی الطحطاوی ... علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین ...
کا جواب مشہور ... ذکر کیا ہی اور صاحب بدائع سے منقول ہی ... الباطن مستحب ہی انتہی لیکن ہمارے جمہور اصحاب نے
علی مرتضی کی اس حدیث سے استدلال کیا ہی کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو البتہ اسفل موزے کا مسح کرنا ظاہر سے مقدم تھا حالانکہ مین نے رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسح کرتے تھے موزون کے ظاہر پر اسکو ابو داؤد و احمد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہی کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور یہ جو صاحب
ہدایہ نے کہا ہی کہ باطن موزے پر مسح جائز نہین اگر یہ مراد ہی کہ باطن پر اقتصار جائز نہین تو مسلم ہی اور اگر یہ مراد ہو کہ باطن کو ظاہر کے ساتھ مسح کرنا جائز نہین تو مسلم
نہین کما ذکرنا انتہی ما فی العینی مختصراً ... مزید التوضیح فلیرجع الیہ او جرموقیہ ولو فوق خف او لفافۃ ... جائز ... ظاہر جرموقین پر اگرچہ ہون موزے کے
اوپر یا پانون کے لپیٹنے کے کپڑے پر جرموق بضم جیم ... جسکو موزے پر پہنتے ہین کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کے واسطے اور نہر الفائق مین ہی کہ موق اور جرموق
فارسی ہی معرب ہی اسکو موزے پر پہنتے ہین اسکی ساق موزے سے کمتر ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی منح الغفار مین ہی کہ جرموق جو موزے پر پہنا جاتا ہی اسکی حفاظت
کے واسطے سو اگر جرموق چمڑے اور اسکے مانند کا ہی تو اسپر مسح جائز ہی خواہ اسکو تنہا پہنا ہو یا موزے پر اور اگر جرموق کپڑے کا ہی تو اگر تنہا اسکو پہنا ہی تو مسح
اسپر جائز نہین اور اسی طرح اگر اسکو موزے پر پہنا تو بھی جائز نہین ہان مگر جبکہ تری اسکے اندر کے موزے پر پہونچے تو جائز ہی انتہی مختصراً ولا اعتبار
بما فی فتاوی الشاذی لانہ رجل مجہول لا یقلد فیما خالف المنقول اور کچھ اعتبار نہین اس قول کا جو فتاوی شاذی مین ہی اسواسطے کہ شاذی مرد
مجہول غیر مشہور ہی تو اسکی پیروی نکیجاوے اس مسئلے مین جو منقولات مذہب کے مخالف ہی ہم فتاوی شاذی مین ہی کہ جو کرباس مجرد تحت الخف
پہنا جاتا ہی وہ موزے پر مسح کرنے کا مانع ہی کیونکہ وہ فاصل یعنے پانون کو اسکے موزے سے جدا کرنے والا ہی انتہی لیکن اسکے مخالف کافی مین یون ہی کہ اگر
موزے پارہ ہونے کے سبب سے مسح کے لائق نہون تو جرموق پر بالاتفاق مسح جائز ہی انتہی تو جبکہ خف غیر صالح فاصل نٹھہرا تو کرباس اپنے کے بطریق
اولی فاصل نہوگا چنانچہ شرح مجمع مین ہی اور مانند اسکے غایۃ البیان مین صاحب بحر نے کہا یہی حق ہی کذا فی المنح مختصراً او جوربیہ

ولو من غزل او شعر او الثخینین بحیث یمشی فرسخا ویثبت علی الساق بنفسہ ولا یری ما تحتہ ولا یشف الماء الا ان ینفذ الی الخف قدر الغرض ... مسح کرے

جرابوں پر اگرچہ وہ ہوں سوت سے یا بال سے اسطرح کی گاڑھی جرابوں پر مسح جائز ہے کہ انکو پہن کے تین کوس آدمی چلے اور وہ پنڈلی پر آپ سے ٹھہری
رہیں بدون باندھنے کے اور اُسکے اندر کی چیز نظر نہ آوے اور پانی اُنمیں نہ پہنچے مگر اُسوقت مسح جائز ہے کہ پانی نفوذ کرکے اُسکے نیچے کے موزے تک نہ پہنچتا
بقدر فرض کے ہم ہرچند شفوف لغت میں بمعنی رقت ثوب ہے لیکن یہاں مراد پانی کا نفوذ ہے بدلیل استثناء اور تاکہ تکرار لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی فتح انزع
ولو نزع جرموقیہ اعاد مسح خفیہ اور اگر اتارے دونوں جرموق موزوں پر سے تو مسح کرے دوسری بار اپنے موزوں پر ولو نزع احدھما مسح الخف والجرموق
الباقی اور اگر ایک جرموق اتارے تو مسح کرے موزے کو اور باقی جرموق کو یعنے اسواسطے کہ ایک کے نکالنے سے دونوں کا مسح جاتا رہا ولو ادخل یدہ
تحتہما و مسح خفیہ لم یجز اور اگر اپنا ہاتھ دونوں جرموق کے اندر داخل کیا اور اندر کے موزوں کو مسح کیا تو جائز نہیں یعنے اسواسطے کہ حدث کا محل جرموق
خارج ہے نہ خف داخل والنعلین بسکون لون ای جعل علی اسفلہ جلدۃ او منعل جرابوں پر مسح جائز ہے منعل بسکون لون وہ جراب ہے جسکے نیچے چمڑا لگایا گیا
یعنے اُسکے تلوے پر فقط چمڑا ہے نہ ٹخنوں پر والمجلدین اور چمڑا اوڑھی جرابوں پر مسح جائز ہے نہر الفائق میں ہے جراب مجلد وہ ہے جسکے اوپر اور نیچے
چمڑا اوڑھا ہو فرضاً مسح کرنا ہے ایک بار یعنے و تین بار مسح کرنا خلاف مسنون ہے کذا فی المنح ولو امراۃ او خنثی مسح جائز ہے اگرچہ ہو مسح کرنیوالا عورت یا خنثے
ملبوسین علی طہر مسح جائز ہے اس حالت میں کہ موزے یا جرموق یا جرابیں پہنی گئی ہیں طہارت پر فلو احدث و مسح بخفیہ او لم یمسح فلبس جرموقیہ
لا مسح علیہ تو اگر لابس خف کا وضو ٹوٹا اور اُسنے اپنے موزوں پر مسح کیا یا نہ کیا پھر اُسنے جرموق کو پہنا تو جرموق پر مسح نہ کرے یعنے اسواسطے کہ
جرموق کو اُسنے طہارت پر نہیں پہنا بلکہ موزوں پر مسح کرنا متعین ہوگا کیونکہ انکو طہارت پر پہنا ہے کذا فی الطحطاوی تام خرج الناقص حقیقۃ
کلمعۃ او معنی کتیمم ومعذور موزے ملبوس ہوں طہر تام یعنے پوری طہارت پر تام کی قید سے ناقص حقیقی یا ناقص معنوی طہارت خارج ہوگئی ناقص
حقیقی چنانچہ اعضاء وضو میں سے قدرے خشک رہگیا اور ناقص معنوی چنانچہ تیمم کرنے والے اور معذور کی طہارت ہم صورت تیمم کی یہ ہے کہ پانی کے
نہونے سے تیمم کیا اور موزہ پہنا تو اسکو اب مسح کرنا پانی ملنے کے وقت جائز نہیں اور اگر وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو ٹوٹا اور پانی نہ پانے سے تیمم کیا پھر بعد
اسکے پانی پایا تو اسکو مدت کے اندر مسح کرنا درست ہے کذا فی الطحطاوی فانہ یمسح فی الوقت فقط اسواسطے کہ معذور تو فقط وقت میں مسح کرتا ہے یعنے
معذور نے عذر کے موجود ہونے سے مثلاً ظہر کو وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو کسی اور سبب سے ٹوٹا جب تک ظہر کا وقت باقی ہے مسح جائز ہے بعد ظہر کے عصر کے
وقت مسح جائز نہیں الا بعد تجدید وضوء کامل الا اذا توضأ ولبس علی الانقطاع فکالصحیح مگر جبکہ معذور نے وضو کیا اور موزہ پہنا انقطاع عذر پر تو وہ صحیح
سالم کے مانند ہے جواز یعنے اگر وضو اور موزہ پہننے کے وقت عذر منقطع ہے تو تا بقاے مدت مسح اُسکو تندرست کے مانند جائز ہے عند الحدث طہر تام چاہیے
وضو ٹوٹنے کے وقت یعنے مسح کے واسطے موزہ پہننے کے وقت طہارت کامل ہونا ضرور نہیں بلکہ حدث کے وقت ضرور ہے فلو تخفف المحدث ثم خاض الماء
فابتل قدماہ ثم تمم وضوءہ ثم احدث جاز ان یمسح تو اگر بے وضو شخص نے موزہ پہنا پھر وہ پانی کے اندر گھس گیا سو دونوں پاؤں اُسکے تر ہوگئے پھر اُسنے باقی
اعضاء وضو کو پورا کیا پھر اسکا وضو ٹوٹا تو اُسکو مسح کرنا جائز ہے یعنی اسواسطے کہ حدث کے وقت طہارت شرط ہے اگرچہ موزہ پہننے کے وقت نہو ہم اسطرح اگر اُسنے دونوں
پاؤں کو دھویا پھر موزوں کو پہنا پھر وضو کو پورا کیا یا کہ وضو کیا اور پاؤں نہ دھوئے پھر ایک پاؤں دھویا اور موزہ پہنا پھر دوسرا پاؤں دھویا اور دوسرا
موزہ پہنا ان صورتوں میں بھی مسح جائز ہے بدلیل مذکور یوماً ولیلۃ المقیم وثلثۃ ایام ولیالیہا المسافر مسح کرنا جائز ہے مقیم کو ایک رات دن اور مسافر کو
تین رات دن وابتداء المدۃ من وقت الحدث اور اس مدت کی ابتدا وضو کے ٹوٹنے سے ہے یعنے ایک رات دن یا تین رات دن کا شروع وضو کے
ٹوٹنے سے ہے نہ موزے کے پہننے سے اور نہ وضو کرنے سے فلذا یمسح المقیم ستا جب یہ معلوم ہوا تو مقیم کا ہے مسح کرتا ہے چھ نمازیں ہم صورت اُسکی یہ ہے
کہ مثلاً ظہر کی تاخیر کی آخر وقت تک با وضو موزہ پہنے ہوئے پھر وضو ٹوٹا اور مسح کرکے آخر وقت میں نماز ظہر کی پڑھی پھر ظہر کی نماز دوسرے دن

پڑھی اول وقت مین کذا فی القہستانی وقد الخلو الامن اربع اور کبھی آدمی قادر نہیں ہوتا مگر چار نماز سے کمن توضا وتخفف قبل الفجر ثم لما طلع صلے فلما
تشہد احدث چنانچہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزہ پہنا صبح ہونے سے پہلے پھر بعد طلوع فجر کے نماز پڑھی پھر جب التحیات پڑھ چکا وضو ٹوٹ گیا ہم اس
شخص کو اگلی فجر کی نماز پڑھنا مسح کے ساتھ ممکن نہیں اسواسطے کہ حدث واقع ہوا اسکے آخر نماز میں کذا فی القہستانی یعنی ظہر عصر مغرب عشا چار نماز کیونکہ یہ
شخص مسح کریگا اور دوسرے دن کی فجر کے واسطے اگر مسح کرے تو نماز سے خارج ہوگا درمیان نماز کے ساتھ اور یہ مفسد نماز ہے لا یجوز علی عمامۃ و
قلنسوۃ وبرقع وقفازین لعدم الحرج جائز نہیں مسح کرنا پگڑی اور ٹوپی اور برقع اور دستانون پر بسبب نہ ہونے مشقت اور تکلیف کے ہم اور
دوسری وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ مسح موزے کا ثابت ہوا حدیث سے برخلاف قیاس تو اور چیز کا قیاس موزے پر نہیں ہوسکتا و فرضہ عملا قدر ثلث
اصابع الید اصغرہا طولا وعرضا من کل رجل لا من الخف اور مسح کا فرض عملی ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیون کے برابر ہے طول اور عرض مین ہر
پانون سے نہ ہر موزے سے ہم یعنی فرض مسح اسی قدر ہے خواہ ابتدا مسح کی پانون کی انگلیون سے ہو خواہ پنڈلی سے خواہ دہنے یا بائین سے اور دونون
مسح پہلے مذکور ہو چکا کہ انگلیون سے ہو پنڈلی تک ہر پانون کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک پانون پر بقدر دو انگلی کے مسح کیا اور دوسرے پر بقدر
دو انگلی کے تو فرض ادا نہوگا اور اسی طرح اگر موزہ زیادہ ہو پانون سے اور اسپر وہان مسح کیا جو پانون کے محاذی نہیں تو بھی فرض ادا نہوگا فلو
فیہ مدالاصبع حتی فرض بقدر تین انگلی کے مسح ہوا تو فقیہون نے مسح مین ایک انگلی کا کھینچنا منع کیا ہے یعنی اگر ایک انگلی کو ایک بار رکھکے بقدر تین
انگلی کے مسح کیا تو جائز نہیں اور اگر ایک انگلی سے تین بار مسح کیا اور ہر بار نیا پانی لیا اور ہر بار نئے مقام پر مسح کیا تو جائز ہے کذا فی الہر وقد مسح بردس اصابع
وجافی اصولہا الم یجز سے اگر انگلیون کے سرون پر مسح کیا اور انگلیون کی جڑون کو موزے سے جدا رکھا تو مسح جائز نہ ہوا اسواسطے کہ مستعمل پانی سے
مسح ہوا الا ان یبتل من الخف عند الوضع قدر الفرض قالہ المصنف مگر یہ کہ انگلیون کے رکھنے کے وقت بقدر فرض کے موزہ تر ہوگیا تو مسح اسوقت
جائز ہوا ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ہم اسواسطے کہ فرض حاصل ہوگیا بدون مستعمل پانی کے کذا فی الطحطاوی ثم قال وفی الذخیرۃ ان الماء
متقاطرا جاز والا لا پھر مصنف نے شرح مین کہا اور ذخیرہ مین ہے کہ اگر انگلیون کے سرون سے پانی ٹپکتا ہو تو مسح جائز ہے یعنی اسواسطے کہ فرض حاصل ہوا
غیر مستعمل پانی سے اور اگر ٹپکتا نہیں تو مسح جائز نہیں ولو قطع قدمہ ان بقی من ظہرہ قدر الفرض مسح والا غسل کمن قطع من کعبہ اور اگر ایک آدمی کا
پانون کاٹا گیا تو اگر پشت قدم بقدر فرض کے یعنی بقدر تین انگشت کے باقی ہو تو موزون پر مسح کرے اور اگر بقدر فرض باقی نہیں تو دونون پانون کو
دھووے مانند اس شخص کے جسکا پانون ٹخنون سے کاٹا گیا یعنی ٹخنون کے نیچے سے سو اسکو بھی مسح کرنا جائز نہیں کیونکہ مسح کا محل باقی نہیں رہا مگر
غسل کا محل باقی ہے ولو لہ رجل واحدۃ مسحہا اور اگر ایک آدمی کے ایک ہی پانون ہے پیدایشی یا ایک پانون ٹخنے سے اوپر کاٹا گیا تو اسی ایک پانون
کو یعنی اسکے موزے کو مسح کرے وجاز مسح خف مغصوب خلافا للحنابلۃ اور جائز ہے مسح کرنا چھینے موزے پر برخلاف حنبلی مذہبون کے ہم ہر چند
غصب کرنا گناہ کبیرہ ہے لیکن ماسح کی نماز ادا ہوگی کما جاز غسل رجل مغصوبۃ اجماعا جسطرح جائز ہے دھونا مغصوب پانون کا بالاتفاق ہم اطلاق غصب کا
اسپر مسامحہ ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کا پانون بسبب سرقہ یا قصاص کے مستحق قطع ہوا پھر وہ بھاگ گیا اور وضو کرکے اپنے پانون دھویا کذا فی
الطحطاوی والخرق الکبیر بموحدۃ او مثلثۃ وہو قدر ثلث اصابع القدم الاصاغر بکمالہا ومقطوعہا یعتبر باصابع مماثلۃ اور موزے کا بڑا پھٹا
سوراخ یعنی قدم کی چھوٹی پوری تین انگلیون کی برابر مانع ہے مسح کرنے کا اور جس شخص کی سب انگلیاں کٹی ہین تو اسکے مماثل دوسرے شخص کی انگلیون کا
اعتبار کیا جاویگا شارح نے کہا لفظ کبیر کا باء موحدہ یا ثاء مثلثہ دونون سے ہوسکتا ہے طحطاوی نے شرح منیۃ المصلی سے نقل کیا کہ باء موحدہ کی روایت صحیح ہے
اگرچہ ثاء مثلثہ بھی بتاویل متصور ہے الا ان یکون فوقہ خف اخر او جرموق فیمسح علیہ مگر یہ کہ پھٹے موزے پر دوسرا درست موزہ یا جرموق ہو تو اسپر مسح کرلے

اسواسطے کہ اعلی کا اعتبار ہی نہ اسفل کا وہ الواو الخرق علی غیر اصابعہ وعقبہ ویری القدم اور یہ یعنے اصابع مین صغیر کا اعتبار کرنا اسوقت ہی کہ سوراخ اور
دیدگی اسکی انگلیون اور ایڑی پر نہو اور سوراخ کے نیچے پاؤن نظر آتا ہو فاما علیہا اعتبر الثلاث ولو کبارا اور اگر وہ دیدگی انگلیون پر ہو تو عدم جواز مسح مین
تین انگلیون کا اعتبار ہوگا اگرچہ بڑی بڑی انگلیاں ہون یعنے تو اس صورت مین صغیر کا اعتبار نہیں تو اگر ابہام اور کلمہ شہادت کی انگلی منکشف ہوجاسے اور
وہ بقدر تین چھوٹی انگلیون کے ہو تو مسح اسپر جائز ہی اور اگر ان دونون کے بیچ کی انگلی بھی کھلجاسے تو مسح جائز نہوگا علی الاصح کذا فی الطحطاوی عن
تتمۃ الفتاوی ولو علیہ اعتبر بدو اکثرہ اور اگر وہ دیدگی ایڑی پر ہو تو اکثر ایڑی کا کھل جانا معتبر ہی یعنے آدھی ایڑی سے اگر زیادہ کھلنے ہو تو مسح جائز نہین
ہم قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین اسی قول پر اقتصار کیا ہی اور ظاہر متنون مین ہر مقام مین تین انگلیون کا اعتبار ہی اور اسی قول کو کمال الدین
صاحب فتح القدیر اور سرخسی نے پسند کیا ہی کذا فی الطحطاوی ولو لم یر القدر المانع عند المشی لصلابتہ لم یمنع وان کثر اور اگر نظر نہ پڑے قدم اسقدر جو مسح
کا مانع ہی پیادہ پا چلنے کے وقت موزے کی سختی کے سبب سے تو مسح کا مانع نہین اگرچہ بہت پھٹا ہو ہم حلبی نے کہا کہ زمین سے پاؤن اٹھانے کے
وقت اگر نظر نہ آوے تو مسح کا مانع نہین کما لو انشقت الظہارۃ دون البطانۃ چنانچہ اگر موزے کا ابرہ پھٹ گیا نہ استر تو مسح کا مانع نہین خواہ استر
چمڑے کا ہو یا کپڑے کا سیا ہوا موزے مین کذا فی الطحطاوی وتجمع الخروق فی خف واحد لا فیہما اور متفرق سوراخ جمع کیے جاتے ہین ایک
موزے مین نہ دونون موزون مین یعنے اگر ایک موزے مین کئی جگہ تھوڑا تھوڑا پھٹا ہی تو اسکو جمع کرکے دیکھینگے اگر بقدر تین انگشت سے کم ہو تو مسح
جائز نہین والا جائز ہی اور اگر ایک موزے مین بقدر دو انگشت کے پھٹا ہی اور دوسرے موزے مین بقدر ایک انگشت کے تو دونون پر مسح جائز ہی
بشرط ان یقع فرضہ علی الخف نفسہ لا علی ما ظہر من خرق یسیر مسح جائز ہی وہ دونون موزون پر اس شرط سے کہ فرض مسح کا واقع ہو نفس موزے پر نہ اسکا
مقام پر جو تھوڑا پھٹا ہی واقل خرق یجمع لیمنع المسح الحالی والاستقبالی کما ینقض الماضوی قہستانی اور کمتر سوراخ جو جمع کیا جاتا ہی واسطے منع کرنے
مسح حالی اور استقبالی کے جسطرح گذشتہ مسح کو توڑتا ہی کذا فی القہستانی ہم مسح حالی وہ جسکے فی الحال کرنے کا ارادہ ہی اور استقبالی مسح وہ ہی جو آگے ہوگا
اور مسح ماضی کی یہ صورت ہی کہ درست موزے پر مسح کیا پھر وہ اسقدر پھٹ گیا کہ مانع ہوا مسح کا تو مسح سابق ٹوٹ گیا کذا فی الطحطاوی قلت ومراتب
ما ینقض التیمم یمنع وترفع کنجاستہ وانکشاف حتی انعقادہ کما سیجئ فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ مذکور ہو چکا باب تیمم مین کہ جو چیز تیمم کی ناقص ہی چنانچہ
پانی کا موجود ہونا اور اسکے استعمال پر قادر ہونا وہ ابتداء تیمم کا مانع ہی اور دور کرنے والا ہی تیمم موجود کا مانند نجاست اور انکشاف عورت کے کہ وہ
ابتداء صلوۃ کی مانع ہی اور صلوۃ موجودہ کی رافع ہی یہانتک کہ انعقاد صلوۃ یعنے تحریمہ کا مانع ہی چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ
(دور کرنے والی ۱۲)
یہ ہی کہ جسطرح ناقض تیمم اور نجاست اور انکشاف عورت مانع اور رافع ہی اسی طرح خرق موزہ بھی مانع اور رافع ہی ما تدخل فیہ المسلۃ لا ما دونہ
الحاقا لہ بمواضع الخرز کمتر سوراخ جو منع مسح کے واسطے جمع کیا جاتا ہی وہ ہی جسمین ٹاٹ وغیرہ کے سینے کا سوا داخل ہوا نہ وہ سوراخ جو اس سے
کمتر ہو بوجہ الحاق بمواضع دوخت یعنے جیسے دوخت موزے کے سوراخ بالاتفاق عفو ہین لائق شمار کے نہین اسی طرح یہ سوراخ بھی لائق شمار کے نہین
بخلاف نجاسۃ متفرقۃ وانکشاف عورۃ وطیب محرم واعلام ثوب من حریر فانہا تجمع مطلقا بخلاف متفرق نجاست اور انکشاف عورت کے اور
خوشبوے محرم کے اور کپڑے پر ریشم کی بوٹیان اسواسطے کہ یہ سب جمع کیے جاتے ہین مطلقا یعنے ایک مقام مین ہون یا چند مقامات مین ہم نجاست متفرقہ
موزون مین ہو یا کپڑے یا بدن یا مکان مین یا مجموع مین اور انکشاف متفرق چنانچہ عورت کی کچھ شرمگاہ اور اسکی پیٹھ اور کچھ ران مین تو یہ جمع کیا جاویگا
نجاست کے مانند اور نماز کا مانع ہوگا اور محرم کی خوشبو کی متفرق اکثر اعضا مین جمع ہوگی اگر بقدر ایک عضو کے پہونچیگی تو جانور کا ذبح کرنا لازم ہوگا اور ریشمی
بوٹیان بھی جمع کیجاوینگی اگر چار انگشت سے زیادہ ہونگی تو مرد کو اسکا پہننا جائز نہوگا یہی قول معتمد ہی کذا فی الطحطاوی واختلف فی جمع خرق اذنی الضحیۃ

۵۷

وہی تیں ترجیح التجمع احتیاطا اور قربانی کے دونون کانون کے سوراخون کے جمع کرنے مین اختلاف واقع ہے یعنے ایک قول یہ ہے کہ جمع کرینگے سو اگر ایک
کان کی تہائی سے زیادہ ہونگے تو قربانی جائز نہین اور دوسرا قول یہ ہے کہ جمع نہ کرینگے مگر ایک کان کے سوراخون مین موزے کے مانند اور جمع کرنے کو ترجیح
دینا لائق ہے احتیاط کی راہ سے باب عبادت مین کذا فی البحر وناقضہ ناقض الوضوء لانہ بعضہ اور مسح کا توڑنیوالا وہ ہے جو وضو کا توڑنیوالا ہے اسواسطے کہ مسح بعض ہے وضو کا
جو کل کا ناقض ہے وہ بعض کا بھی ناقض ہوگا ونزع خف ولو واحدا اور مسح کا ناقض ہے موزہ اتارنا اگرچہ ایک ہی موزہ اتارا ہو ومضی المدۃ وان لم
یمسح اور مدت کا گذرجانا مسح کا ناقض ہے اگرچہ اُسنے مدت مین مسح نکیا ہو ان لم یخش بغلبۃ الظن ذہاب رجلہ من برد فلعضوہ گذرنا مدت کا ناقض ہے
بشرطیکہ اُسکو بظن غالب خوف نہو اپنے پاؤن کے جاتے رہنے کا سردی سے یہ شرط ہونی ضرورت کے سبب سے ہم ظاہر اس کلام کا اسپر دلالت
کرتا ہے کہ مسح نہین ٹوٹتا ہے مدت کے گذرنے سے خوف مذکور کے وقت پر اسمین خلل ہے کہ سردی کے خوف کو سرایت حدث کے منع مین کچھ اثر نہین تھا زیادہ اثر
یہ ہے کہ موزہ نہ اتارے لیکن مسح نکرے بلکہ تیمم کرے کذا فی ابی السعود مگر اسمین یہ خلل ہے کہ فقہا نے وضو کا تیمم منع کیا ہے سردی کے خوف مین لہذا فتح القدیر
مین ہے کہ لائق یہ ہے کہ فتوی دیا جاوے مسح کے ٹوٹنے کا مدت گذرنے سے اور دوسرے مسح کے استیعاب کا پٹی کے مانند شارح نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے
اور یہی قول اعتماد کے لائق ہے کذا فی الطحطاوی فیصیر کالجبیرۃ فیستوعبہ بالمسح ولا یتوقت لو خوف مذکور پس موزہ ہو جاویگا پٹی کے مانند تو سارے
موزے کو پورا مسح کرے اور اس مسح کی مدت نہین جیسے پٹی کے مسح کی مدت نہین یعنی جبتک خوف باقی ہے مسح کرتا رہے ہم پورا مسح کرنا افضل ہے اور اگر
اکثر موزے کا مسح کریگا تو صحیح ہے اور یہ جو صاحب نہر نے معراج سے وجوب استیعاب کا بیان کیا ہے ابو السعود نے اُسکو رد کیا ہے اسطرح کہ عبارت
معراج کی افضلیت کا احتمال رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی ولذا قالوا لو تمت المدۃ وہو فی صلوتہ ولا ماء مضی فی الاصح اور اسی واسطے یعنی ضرورت
مین مدت کے گذرجانے سے مسح نہین ٹوٹتا فقہا نے کہا ہے کہ اگر مسح کی مدت تمام ہوگئی اور مسح کرنے والا نماز مین ہے اور پانی موجود نہین تو نماز پڑھتا رہے
صحیح تر قول مین اسواسطے کہ موزہ اتارنے مین کچھ فائدہ نہین کیونکہ پانی نہین جو پاؤن کو دھووے وقیل تفسد وتیمم وہو الاشبہ اور بعضون نے کہا کہ
شخص مذکور کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور وہ تیمم کرے اور یہی قول مناسب تر ہے روایت کی راہ سے اور راجح تر ہے فہم کی راہ سے ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ مدت
کے گذرجانے سے حدث نے پاؤن مین سرایت کی اسواسطے کہ پانی کا نہونا مانع سرایت کا نہین تو تیمم کرے اور نماز پڑھے جسطرح وہ شخص کہ اسکے اعضاء
وضو مین کچھ شک باقی رہا اور پانی نہین ہے جو اسکو دھووے تو اسکو تیمم کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وقیدہ بہما ای النزع والمضی غسل المتوضی
رجلیہ لا غیر لحلول الحدث السابق قدمیہ اور موزہ اتارنے اور مدت کے گذرجانے کے بعد باوضو شخص دھووے اپنے دونون پاؤن کو فقط اور اعضاء
وضو کو بسبب سرایت کرنے اگلے حدث کے اُسکے دونون پاؤن کو یعنی حدث سابق کے بعد باقی اعضا دھوئے گئے فقط قدم باقی رہے تو اسپر کچھ واجب
نہین قدم دھونے کے سوا لکن فی البحر الا المانع کبرد فیتیمم حینئذ مگر کسی مانع کے ہونے سے قدمون کو نہ دھووے جیسے نہایت سردی سے تو اب تیمم کرے
ہم حلبی محشی نے کہا کہ اسوقت مین تیمم صحیح نہین اسواسطے کہ ضرر کے خوف سے مسح کرنا چاہیے موزے پر پٹی کے مانند اور تیمم تو اُسوقت ہے جبکہ ضرر کا خوف نہ ہو
اور پانی نہو کذا فی الطحطاوی وخروج اکثر قدمہ من الخف الشرعی وکذا اخراجہ نزع فی الاصح اعتبارا للاکثر اور نکلنا اور نکالنا آدھے قدم سے زیادہ
شرعی موزے سے نکال ڈالنا ہے موزے کا صحیح تر قول مین اکثر کے اعتبار کرنے سے یعنے اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ہم قدم عبارت ہے ٹخنون سے تا سر اصابع اور شرعی
موزہ ہوتا ہے ٹخنے سے سر اصابع تک ولا عبرۃ بخروج عقبہ ودخولہ اور کچھ اعتبار نہین ایڑی کے خروج اور دخول کا یعنے اگر بلا قصد موزے کی کشادگی سے خروج
اور دخول عقب کا ہو تو معتبر نہین ہم مروی من النقض لزوال عقبہ مقید بما اذا کان بنیۃ نزع الخف اور یہ جو فقہ مین ایڑی کے نکل جانے سے مسح کا ٹوٹ جانا
مروی ہے سو مقید ہے اُس صورت کے ساتھ جبکہ اُسکا نکلنا ہو موزہ اتارنے کی نیت سے اما اذا لم یکن ای زوالہ عقبہ بنیتہ بل لسعۃ او غیرہ فلا ینتقض

بالاجماع لما یلزم من البرجندی معزیا للنہایۃ وکذا القہستانی لکن بالاقتصار حتی زعم بعضہم انہ خرق الاجماع فتنبہ لیکن جبکہ ایڑی کا نکلجانا اپنے محل سے قصد سے نہو بلکہ موزے کی کشادگی یا اسکے سوا اور وجہ سے ہو تو مسح نہین ٹوٹتا ہی بالاتفاق روایات چنانچہ برجندی سے معلوم ہوتا ہی یہ قول نہایہ کی طرف منسوب ہوتا ہوا اور اسی طرح قہستانی شارح نقایہ نے بیان کیا اگر اختصار عبارت کے ساتھ یہان تک کہ بعضے لوگون نے گمان کیا ہو کہ قہستانی نے اجماع کو پھاڑ ا یعنے مخالف اجماع کے بیان کیا سو خبردار ہو کہ اسکا قول اجماع کے مخالف نہین ہی وینتقض ایضا بغسل اکثر الرجل فیہ لو دخل الماء خفیہ صححہ غیر واحد اور بعضے کہتے ہین اکثر پانوون کے دھوجانے سے بھی مسح ٹوٹتا ہی اگر اُسنے اپنے موزون مین پانی کو داخل کیا اور اس قول کو بہت فقیہون نے صحیح کیا ہی ہم چلپی نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہی اگر پانی خود موزے مین داخل ہو گیا وقیل لا ینتقض وان بلغ الماء الرکبۃ وہو الاظہر کما فی البحر عن السراج لان استتار القدم بالخف یمنع سرایۃ الحدث الی الرجل فلا یقع ہذا غسلا معتبرا فلا یوجب بطلان المسح نہر فیغسلہما ثانیا بعد المدۃ او النزع کما اور بعضون نے کہا کہ موزے مین پانی کے داخل ہونے سے مسح نہین ٹوٹتا ہی اگرچہ پانی زانو تک پہونچا ہو اور یہی قول ظاہر تر ہی چنانچہ بحر الرائق مین سراج سے منقول ہی اسواسطے کہ چھپنا قدم کا موزے سے منع کرتا ہی حدث کے پہونچنے کو پانوون تک تو اسطرح کا دھوجانا معتبر دھونا نہ ٹھہریگا تو بطلان مسح کا موجب نہوگا چنانچہ نہر الفائق مین ہی تو وہ دونون قدمون کو مدت اور اتارنے کے بعد دوسری بار دھویگا چنانچہ مذکور ہوچکا وبقی من نواقضہ الخرق وخروج الوقت للمعذور اور مسح کے نواقض مین سے باقی رہا موزے کا پھٹنا اور معذور کے حق مین نماز کے وقت کا نکلجانا مسح مقیم لیومٍ ثم سافر قبل تمام یوم ولیلۃ فلو بعدہ نزع مسح ثلثا مقیم نے مسح کیا پھر ٹوٹنے کے بعد پھر اُسنے سفر کیا ایک رات اور دن کے تمام ہوجانے سے پہلے تو وہ تین رات اور دن مسح کرے تو اگر مدت کے تمام ہوجانے کے بعد سفر کرے تو موزہ اُتارے ہم تین دن مسح کرے یعنے مسح کی مدت کو پورا کرے اسطرح پر کہ مجموع تین دن ہوجاوین اور یہ مراد نہین کہ سفر سے تین دن تک مسح کرتا رہے کذا فی الطحطاوی ولو اقام مسافر بعد مضی مدۃ مقیم نزع والا اتمہا لانہ صار مقیما اور اگر مسافر مقیم ہو گیا مدت مقیم یعنے ایک رات دن کے بعد تو موزہ اُتارے اور پانوون دھووے اور اگر ایک رات دن نہین گذرا تو مقیم کی مدت کو پورا کرلے اسواسطے کہ مسافر اب مقیم ہو گیا وحکم مسح جبیرۃ ہی عیدان یجبر بہا الکسر وخرقۃ قرحۃ وموضع فصد وکی ونحو ذلک کعصابۃ جراحۃ ولو برأسہ کغسل لما تحتہا اور مسح جبیرہ کا حکم اور زخم کے پھاے کا حکم فصد اور داغ کے مکان کا اور مانند اُسکے چنانچہ زخم کی پٹی اگرچہ زخم سر مین ہوا سکے ماتحت کے دھونے کے مانند ہی یعنے بدل نہین ہین شارح نے کہا جبیرہ وہ لکڑیان ہین جنسے ٹوٹی ہڈی باندھی جاتی ہی فیکون فرضا یعنے عملیا لثبوتہ بظنی وہذا قولہما والیہ رجع الامام وخلاصۃ وعلیہ الفتوے شرح مجمع جبکہ مسح جبیرہ وغیرہ کا ماتحت کے دھونے کے مانند ہوا تو مسح کرنا فرض ہوگا یعنی فرض عملی نہ فرض اعتقادی بسبب ثابت ہونے مسح کے دلیل ظنی سے اور یہ یعنے مسح مذکور کو فرض کہنا صاحبین کا قول ہی اور اسی کی طرف امام نے آخر کو رجوع کیا چنانچہ خلاصہ مین ہی اور اسی فرض پر فتوی ہی چنانچہ مجمع کی شرح مین ہی ہم جواز مسح جبیرہ کی دلیل یہ ہی کہ علی مرتضی رض کے ہاتھ کی ہڈی جنگ احد یا خیبر مین ٹوٹ گئی تھی سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مسح کرنے کا جبائر کا امر فرمایا اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہی لیکن تعدد طرق سے قوی ہو گئی ہی امام اول مسح جبیرہ کو واجب کہتے تھے پھر فرض ہونے کے قائل ہوئی قدمنا ان لفظ الفتوے کذا فی التصحیح من المختار والاصح والصحیح اور ہمنے دیباچہ کتاب مین پہلے ذکر کر دیا ہی کہ فتوے کا لفظ تصحیح بین ہوکر تر ہی مختار اور اصح اور صحیح کے الفاظ سے ہم یعنے ہرچند بعضون نے وجوب مسح کی تصحیح کی ہی لیکن فرضیت مین فتوے کا لفظ واقع ہوا ہی تو فرضیت موکد تر ٹھہری ثم انہ یخالف مسح الخف من وجوہ ذکر منہا ثلثہ عشر پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسح جبیرہ کا مخالف ہی مسح موزے کی کئی وجہون سے انہین سے مصنف نے تیرہ وجہون کو یہان ذکر کیا ہی فقال فلا یتوقت لانہ کالغسل حتی یوم الاصحاء سو مصنف نے کہا تو مسح کا وقت یعنے مدت معین نہین اسواسطے کہ وہ دھونے کے مانند ہی تا اینکہ مسح کرنے والا تندرستون کی

امامت کرتا ہو یعنے اسواسطے کہ وہ صاحب عذر نہین کذا فی الطحطاوی ولو بدلہا باخری او سقطت العلیا لم یجب اعادۃ المسح بل یندب اور اگر ایک
جبیرہ کو بدل کر دوسرے جبیرہ کو باندھا یا اوپر کی جبیرہ ساقط ہو گئی تو دوسری بار مسح کرنا واجب نہین ہی بلکہ مستحب ہی ویجمع مسح جبیرۃ رجل معہ
ای مع غسل اخری اور جمع کیا جاتا ہی ایک پاؤن کی پٹی کا مسح دوسرے پاؤن کے دھونے کے ساتھ یعنے اگر مسح جبیرہ کا مسح ہوتا حکما تو غسل
کے ساتھ جمع ہوتا جیسے ایک قدم کا دھونا اور دوسرے قدم کے موزے پر مسح کرنا جائز نہین کذا فی الدرر لا مسح خفہا جمع نہین کیا جاتا جبیرہ کے
موزے کا مسح دوسرے قدم کی جبیرہ کے مسح کے ساتھ یعنے اگر دونون قدم پر جبیرہ ہی سواسنے ایک قدم کے جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے قدم کے موزے
پر مسح کیا تو جائز نہین طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اصل اور بدل مین جمع کرنا لازم آیا بل خفیہ بلکہ دونون موزون کا مسح جمع کیا جاتا ہی ہم صورت
اسکی یہ ہی کہ اگر ایک پاؤن پر جبیرہ ہی سواسکا مسح کیا اور دوسرے پاؤن کو دھویا پھر دونون قدم پر موزے پہنے پھر وضو ٹوٹا تو دونون پر مسح کرنا جائز
ہی اسواسطے کہ جمع متقدم یہان نہین ہی یعنے اصل اور بدل مین یہان اجتماع نہین کذا فی الطحطاوی ویجوز ای یصح مسحہا ولو شدت بلا وضوء
وغسل دفعا للحرج اور جائز ہی یعنے مسح جبیرہ کا صحیح ہی اگرچہ جبیرہ بدون وضو اور دھونے کے باندھی گئی ہو دفع مشقت کے واسطے ویترک المسح
کالغسل ان ضرہ والا لا یترک اور ترک کیا جاتا ہی جبیرہ کا مسح جیسے دھونا وہان کا متروک ہی اگر ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر نہو تو ترک نکیا جاوے ہم
ضرر سے مراد وہ ضرر ہی جو اعتبار کے لائق ہو نہ مطلق ضرر اسواسطے کہ عمل اوسکے ضرر سے خالی نہین اور یہ ترک کو مباح نہین کرتا کذا فی الطحطاوی
وہو اے مسحہا مشروط بالعجز عن مسح نفس الموضع اور وہ یعنی جبیرہ کا مسح کرنا مشروط ہی ساتھ عاجز ہونے کے مسح کرنے نفس موضع سے
یعنے عضو کو جب مسح نکرسکے تب جبیرہ کا مسح صحیح ہی ہم عاجزی کی صورت یہ ہی کہ موضع جبیرہ کو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی بندھی ہو جسکو کھولنا ضرر کرتا ہو کذا
فی الدرر فان قدر علیہ فلا مسح علیہا سو اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو پٹی پر مسح کرنا صحیح نہین ہم محیط مین ہی کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس شرط
سے غافل ہین کذا فی الدرر والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحہ فان ضر سقط اصلا حاصل کلام یہ ہی کہ دھونا محل کسورہ کا لازم
ہی اگرچہ گرم پانی سے ہو یعنے اگر سرد پانی سے دھونا ضرر کرتا ہو تو گرم پانی سے دھونا چاہیے اور گرم پانی سے دھونا وہان کا ضرر کرتا ہو تو عضو کو مسح
کرے اور اگر نفس عضو کا مسح ضرر کرتا ہو تو اسکی پٹی پر مسح کرے اور اگر پٹی پر مسح کرنا بھی ضرر کرتا ہو تو بالکل ساقط ہو گیا یعنی نہ دھونا لازم رہا نہ مسح کرنا ویمسح
نحو مفتصد وجریح علی کل عصابۃ مع فرجتہا فی الاصح ان ضرہ الماء او حلہا اور مسح کرے فصد لینے والا اور زخمی اور جو کہ انکی مانند ہی ساری پٹی پر اسکی
مکان کے ساتھ جو پٹی کی گرہ کے دونون طرف کشادہ ہی صحیح تر قول مین اگر اسکو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی کا کھولنا مضر ہو ہم مصنف اشباہ نے مسح مین صاحب کنز کا اتباع
ہوا اور قول اصح جسپر فتوی ہی یہ ہی کہ اکثر عصابہ کا مسح کافی ہی اور گرہ کے پاس کشادگی کا مسح کرنا کافی ہی ذخیرہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہی یعنے خلاصہ مین جو دونون
کے دھونے کو فرض کہا ہی سو اصح نہین کذا فی الطحطاوی ومنہ ان لا یمکنہ ربطہا بنفسہ ولا یجد من یربطہا اور منجملہ ضرر کے یہ ہی کہ اس شخص کو خود پٹی کا باندھنا
ممکن نہین اور نہ اس شخص کو پاتا ہی جو پٹی کو باندھ دے انکسر ظفرہ فجعل علیہ دواء او وضعہ علی شقوق رجلہ اجری الماء علیہ ان قدر والا مسحہ
والا ترکہ ایک شخص کا ناخن ٹوٹا سواسنے اسپر دوا رکھی یا پاؤن کی بوائی پر دوا لگائی تو وضو مین اسپر پانی کو بہا دے اگر بہا سکے اور اگر قادر نہو تو اسکو
مسح کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو چھوڑ دے یعنے تو دھونا اور مسح کرنا دونون ساقط ہو گیا عذر سے والمسح یبطلہ سقوطہا عن برء والا لا اور مسح کو باطل
کرتا ہی گر پڑنا پٹی کا زخم کے چنگے ہو جانے سے اور اگر بدون صحت کے پٹی ساقط ہو گئی تو مسح باطل نہین ہوتا برخلاف مسح موزہ کے فان سقطت فی الصلوۃ
استانفہا پھر اگر پٹی صحت کے بعد نماز مین ساقط ہو گئی تو نماز کو پھر شروع کرے وکذا الحکم لو سقط الدواء او برء موضعہا ولم یسقط مجتبی اور اسی طرح حکم
ہی اگر دوا ساقط ہو گئی یا پٹی کا مکان اچھا ہو گیا اور ہنوز پٹی نہین گری کذا فی المجتبی ہم یعنی اگر وہ صحت کے بعد نماز مین ساقط ہوئی یا پٹی کا محل اچھا ہو گیا تو نماز کو پھر

شروع کرے وینبغی تقییدہ بما اذا لم یضرہ الیہا فان ضرہ فلا یجزیہ اور حکم مذکور کو مقید کرنا چاہیے اس صورت کے ساتھ جبکہ پٹی کا اتارنا ضرر نکرے تو اگر مضر ہو تو مسح باطل نہیں کذا فی البحر یعنی پٹی کے ساقط ہونے سے بعد صحت کے اسوقت مسح باطل ہوتا ہی جبکہ پٹی کا کھول ڈالنا ضرر نکرتا ہو اور اگر مضر ہو اسطرح کہ پٹی نہایت چپکی ہی گوشت سے اور اُسکے جدا کرنے مین تازگی زخم کا احتمال ہی تو اس صورت مین مسح باطل نہوگا والرجل والمرأۃ والمحدث والجنب فی المسح علیہا وعلی توابعہا سواء اتفاقا اور مرد اور عورت اور محدث اور جنب جبیرہ کے مسح مین اور اسکے توابع مین برابر ہین بالاتفاق ھم توابع جبیرہ پھایا اور فصد کی پٹی اور داغ کا موضع اور وہ تندرست مقام جو ضرورت کے سبب سے پٹی کے نیچے آگیا ہی ولا یشترط فی مسحہا استیعاب وتکرار فی الاصح فیکفی مسح اکثرہا مرۃ بہ یفتی اور پٹی کے مسح مین پوری پٹی پر مسح کرنا اور مسح کو مکرر کرنا شرط نہین صحیح تر قول مین تو پٹی کا ایکبار آدھے سے زیادہ مسح کرنا کفایت کرتا ہی اسی قول پر فتوی ہی ھم یہ قول مخالف ہی قول سابق کے کہ وہان پوری پٹی کا مسح مذکور ہی اور اگر اسی قول اخیر پر اقتصار ہوتا تو بہتر تھا اسواسطے کہ فتوی اسی قول پر ہی کذا فی الطحطاوی وکذا لا یشترط فیہا نیۃ اتفاقا بخلاف الخف فی قول اور اسی طرح پٹی کے مسح مین نیت شرط نہین برخلاف مسح موزہ کے کہ اسمین ایک قول مین نیت شرط ہی اور اصح قول یہ ہی کہ موزے کے مسح مین نیت شرط نہین وما فی نسخ المتن رجع عنہ المصنف فی شرحہ اور جو عبارت کہ متن کے نسخون مین ہی مصنف نے اُسکو ترک کیا ہی اپنی شرح مین ھم یعنے شرح منح الغفار مین ومسح نحو مفتصد وجرح سے آخر تک ساقط ہی طحطاوی نے کہا تو اسکا ذکر نکرنا بہتر تھا تاکہ تناقص کا مصنف پر اعتراض لگتا

باب الحیض

یہ باب ہی حیض کے احکام اور مسائل مین عنون بہ لکثرتہ واصالتہ والا فہی ثلثۃ حیض ونفاس واستحاضۃ مصنف نے حیض کو عنوان قرار دیا اس باب کا حیض کی کثرت اور اصالت کے سبب سے ورنہ عورت کے خون تو تین قسم کے ہین حیض اور نفاس اور استحاضہ یعنی ہرچند اس باب مین حیض اور نفاس اور استحاضہ تینون خونون کے احکام مذکور ہین مگر مصنف نے اس باب کو فقط باب الحیض کرکے آغاز کیا تو اُسکی وجہ یہی ہی کہ حیض کثیر الوقوع اور اصل ہی برخلاف نفاس کے کہ ہمیشہ نہین ہوتا بچہ پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہی اور استحاضہ بھی بیمار عورت کو ہوتا ہی نہ ہر عورت کو ہو لغۃ السیلان وشرعا علی القول بانہ من الاحداث مانعیۃ شرعیۃ بسبب الدم المذکور وہ یعنی حیض لغت عرب مین روانگی اور بہنے کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین بنا بر اس قول کے کہ حیض حدث ہی منجملہ حدث اور احداث کے شرعی روکنا ہی خون مذکور کے سبب سے یعنے جن عبادات مین طہارت شرط ہی چنانچہ نماز اور مس مصحف اور دخول مسجد انسے شارع نے حیض کو مانع طہارت بنایا کیا ہی اگرچہ مانعیت حسیہ ہو وعلی القول بانہ من الانجاس دم من رحم اور بنا بر اس قول کے کہ حیض ناپاک چیز ہی منجملہ اور نجاسات کے تو وہ خون ہی کہ عورت کے رحم یعنے بچہ دان سے جاری ہوتا ہی خرج الاستحاضۃ رحم کی قید سے استحاضہ حیض کی تعریف سے نکلگیا اسواسطے کہ استحاضہ رحم کا خون نہین بلکہ رگ کے پھٹ جانے سے نکلتا ہی اور اسی طرح نکسیر اور زخمون کا خون اور جو کہ مقعد سے خارج ہو وہ زخم کی قید سے خارج ہوگیا ومنہ ما تراہ صغیرۃ وآئسۃ ومشکل اور منجملہ استحاضہ ہی وہ خون ہی جسکو نو برس سے کم عمر کی چھوٹی لڑکی دیکھتی ہی اور وہ بڈھی عورت جسکو حیض کی امید نرہی اور جو خون کہ خنثی مشکل دیکھے قول مختار یہ ہی کہ ۵۵ برس کی عورت آئسہ ہی کذا فی الاکثر المعتبرات لا لولادۃ خرج النفاس نہ ولادت کے سبب سے اس قید سے نفاس خارج ہوگیا حیض کی تعریف سے اسواسطے کہ نفاس خارج ہوتا ہی رحم سے ولادت کے سبب سے برخلاف حیض کے وسببہ ابتداء ابتلاء اللہ لحواء لاکل الشجرۃ اور حیض کے ہونے کا پہلا سبب خدا کا مبتلا کرنا تھا حوا علیہا السلام کو درخت ممنوعہ کے کھا لینے سے وہ درخت گیہون تھا یا انجیر یا انگور ورکنہ بروز الدم من الرحم اور حیض کا رکن خون کا باہر نکل آنا ہی رحم سے یعنی فرج داخل کے کنارے کے برابر ہو جانا یہی قول معتمد ہی اور محمد کے نزدیک احساس رکن ہی حیض کا اور ثمرۂ اختلاف اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ عورت نے وضو کیا پھر گدی رکھی پھر نزول خون کا احساس ہوا قبل غروب کے پھر گدی جدا کی اسکے بعد تو محمد رح کے نزدیک روزہ ٹوٹا برخلاف شیخین کے یعنے جبکہ خون کنارہ فرج کے

حیض ہی نہو اور اگر محاذی ہو گا تو بالاتفاق حیض یا نفاس ثابت ہو گا کذا فی الطحطاوی عن النہر و شرطہ تقدم نصاب الطہر ولو حکما و حیض کی شرط مقدم ہونا
نصاب طہر یعنی اقل مدت طہر کا کہ پندرہ دن ہین اگرچہ طہر حکمی ہی ہو طہر حکمی کی دو صورتین ہین ایک تو عورت مستحاضہ کہ بعد ایام حیض کے وہ طاہر ہو حکما
اگر خون بہا کرے دوسری وہ عورت جسکو اول بار حیض ہو وے ہوا تو یہان بھی نصاب طہر کا مقدم ہونا حکما ہے و عدم نقصہ عن اقلہ اور شرط حیض کی کم نہونا ہے کمتر مدت
مدت حیض سے یعنی تین دن سے وادناہ بعد تسع اور حیض کا زمانہ نو برس کے بعد ہے و وقت ثبوتہ بالبروز فیہ تترک الصلوۃ ولو ابتداء فی الاصح لان الاصل الصحۃ والحیض
دم صحۃ یعنی اور حیض کے ثابت ہونے کا وقت اسکے خارج ہونے سے ہے اس وقت مین عورت نماز کو چھوڑ دے اگرچہ اسکو پہلے پہل حیض آیا ہو صحیح تر قول یہی ہے
اسواسطے کہ صحیح سالم ہونا اصل ہے اور حیض صحت کا خون ہے کذا فی الشمنی مگر غیر اصح یہ قول ہے کہ جسنے اول بار خون دیکھا وہ تین دن کے بعد نماز چھوڑے
کہ شاید وہ خون استحاضہ کا ہو نہ حیض اور اصح قول اکثر مشایخ بخارا کا ہے کہ جب اسنے حالت بلوغ مین خون دیکھا تو بمجرد دیکھنے کے نماز ترک کرے اسواسطے
کہ صحت جسم اصلی ہے اور مرض مقتضی استحاضہ عارض ہے تو بمقتضاء اصالت اس خون کو حیض قرار دینا چاہیے نہ استحاضہ و اقلہ ثلثۃ ایام بلیالیہا الثلث
اور کمتر مدت حیض کی تین دن ہین تین راتون کے ساتھ خواہ انھین دنون کی راتین ہون یا نہون فالاضافۃ لبیان العدد المقدر بالساعات الفلکیۃ
لا الاختصاص تو اضافت اور نسبت لیالی کی ایام ضمیر کی طرف اس زمانہ کے شمار کے واسطے ہے جسکا اندازہ ساعات فلکیہ یعنی نجومی گھڑیون سے کیا گیا نہ
خصوصیت کے بیان کے واسطے یعنے یہ مراد نہین کہ انھین ایام مخصوصہ کی تین راتین ہون ہم ساعت دو قسم ہے ساعت فلکی اور ساعت زمانی ساعت فلکی
پندرہ درجہ کی ہوتی ہے اسکو ساعت معتدلہ بھی کہتے ہین ایک رات اور دن کی ۲۴ گھڑیان ہوتی ہین تو اقل مدت حیض کی ۷۲ گھڑیان ہوئین اور ساعت
زمانی رات یا دن کے بارھوین حصے کا نام ہے اسکو ساعت معوجہ بھی کہتے ہین تو ساعت فلکی کی قید سے ساعت زمانی سے احتراز ہوا اور اسی طرح ساعت لغوی
اور ساعت شرعی سے کہ عبارت ہے زمانہ کے ہر ایک جزء سے اگرچہ وہ قلیل ہو تو اگر عورت کو اول بار خون آیا جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع تھا اور چوتھے دن منقطع
ہوا جبکہ چہارم قرص طالع تھا تو وہ استحاضہ ہے حیض نہین کیونکہ اقل مدت اسکی پائی نہین گئی اور اگر نصف قرص کے طلوع ہونے کے بعد خون منقطع ہوا تو البتہ
حیض ثابت ہو گا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی بتصرف فلا یلزم کونہا لیالی تلک الایام جبکہ اضافت مذکورہ بیان عدد کے واسطے ٹھہری نہ اختصاص کے واسطے تو
راتون کو انھین دنون کی راتین ہونا لازم نہین ہم رات مقدم ہوتی ہے دن پر تو اگر جمعہ کے دن سے حیض شروع ہوا تو یہ لازم نہین کہ جمعہ کی رات مین بھی ہو بلکہ
مطلقا تین راتین لازم ہین جس طرح یہ لازم نہین کہ تین دن پورے ہون آفتاب کے طلوع سے بلکہ مقدار تین دن کے زمانہ گذرنا چاہیے وکذا قولہ واکثرہ
عشرۃ بعشر لیالی کذا رواہ الدارقطنی وغیرہ اور اسی طرح مصنف کا یہ قول ہے کہ اکثر مدت حیض کی دس دن ہین دس راتون کے ساتھ مطلقا خواہ انھین
دنون کی راتین ہون یا نہون ایسا روایت کیا ہے اقل اور اکثر مدت کو دارقطنی وغیرہ نے ہم یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے تو مرتبہ حسن کو پہونچکر لائق احتجاج
کے ہو گئی کذا فی النہر والناقص عن اقلہ والزائد علی اکثرہ واکثر النفاس او علی العادۃ وجاوز اکثرہما وما تراہ صغیرۃ دون تسع علی المعتمد والسیتۃ
ظاہر المذہب وحامل ولو قبل خروج اکثر الولد استحاضۃ اور جو خون کہ حیض کی اقل مدت یعنی تین رات اور تین دن سے کم ہے اور جو کہ اکثر مدت حیض سے
یا اکثر مدت نفاس سے زائد ہے یا زائد ہے حیض اور نفاس کی عادت سے جو مقرر تھی اور بڑھ گیا اکثر مدت حیض اور نفاس سے اور جو خون کہ نو برس سے کم عمر کی
لڑکی دیکھے بنا بر قول معتمد کے اور جو خون کہ وہ بڑھی عورت دیکھے جسکو حیض سے ناامیدی ہو گئی بنا بر ظاہر مذہب کے اور جو خون کہ حاملہ عورت دیکھے اگرچہ
وہ اکثر ولد کے نکلنے سے پہلے ہو یہ سب استحاضہ ہے ہم اقل اور اکثر مدت سے ناقص اور زائد ہونا استحاضہ ہے اگرچہ کمی اور زیادتی نہایت کم ہو تو اگر عورت کو پانچ دن کی
عادت ہو اور اسکا خون جاری ہوا پہلی تاریخ جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع ہوا اور گیارھوین تاریخ منقطع ہوا جبکہ دو ثلث قرص طالع ہوا تھا تو جو پانچ دن سے
زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے اسواسطے کہ دس دن سے بقدر سدس کے زائد ہو گیا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واقل الطہر بین الحیضتین او النفاس والحیض

خمسة عشر یوما و لیالیہا اجماعا اور کمتر مدت طہر کی یعنے پاک رہنے کی دو حیض کے درمیان یا نفاس اور حیض کے درمیان پندرہ دن اور انکی راتین باتفاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہو نفاس اور حیض کے درمیان کا طہر اس صورت مین پندرہ دن ہوتا ہی جبکہ نفاس کی اکثر مدت پوری ہوگئی ہو کذا فی الطحطاوی

ولا حد لاکثرہ وان استغرق العمر اور حد مقرر نہین اکثر مدت طہر کی اگرچہ تمام عمر کو احاطہ کر جاوے ہم استغراق طہر کی تین صورتین ہین پہلی صورت یہ ہی کہ عورت بالغہ ہوجاوے عمر کی وجہ سے اور تمام عمر اسکو خون نہ آوے تو وہ روزہ رکھا کرے اور نماز پڑھا کرے اور ہمیشہ شوہر سے قربت کیا کرے اور اسکی عدت مہینون سے منقضی ہوگی دوسری یہ کہ بلوغ کے نزدیک یا بعد اُسکے تین دن سے کم خون کو دیکھے پھر ہمیشہ کو خون منقطع ہوجاوے اسکا حکم پہلی صورت کا سا حکم ہی تیسری یہ کہ ایسا خون دیکھے جو حیض ہوسکتا ہی پھر دائمی انقطاع ہوجاوے اسکا حکم بھی پہلی صورت کے مانند ہی مگر یہ کہ اُسکی عدت منقضی نہوگی مگر حیض سے اگر حیض طاری ہو قبل از سن ایاس اور اگر طاری نہو تو مہینون سے اسکی عدت منقضی ہوگی ابتدا سن ایاس سے چنانچہ باب العدۃ مین مذکور ہوگا الا عند الاحتیاج

الی نصب عادۃ لہا اذا استمر بہا الدم اکثر طہر کی حد نہین مگر عورت کی عادت مقرر کرنے کی ہمیشہ کے وقت جبکہ اُسکا خون برابر بلا انقطاع جاری ہوجاوے یعنے سیلان دائمی مین البتہ اکثر طہر کے محدود کرنے کی حاجت ہوگی فیحد لاجل العدۃ بشہرین بہ یفتی تو طلاق کی عدت کیواسطے طہر کی اکثر مدت دو مہینے ٹھہرائے جاوینگے یہی قول مفتی بہ ہی ہم نہایہ مین کہا کہ حاکم شہید کے اس قول پر اسواسطے فتوی ہوا کہ یہ آسان تر ہی اور یہ دو مہینون کی حد معتادہ اور متحیرہ کے حق مین ہی نہ مبتداۃ مین یعنی جس عورت کو جوان ہوتے ابتدا جوانی سے برابر خون جاری ہوگیا اسواسطے کہ مبتداۃ کا حیض ہر مہینے سے دس دن ہین ابتدا ورویت سے خواہ عشرہ اولی ہو یا عشرہ ثانیہ ہو یا ثالثہ اور باقی ایام طہر کے ہین سو اگر مبتداۃ کو اسکے زوج نے طلاق دی آخر طہر مین تو اسکی عدت اُنتیس دن مین منقضی ہوگی تین حیض تیس دن کے اور دو طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دوسرا اُنیس دن کا اور اگر اول طہر مین طلاق دی تو عدت آخر ہوگی ۸۸ یا ۸۹ دن مین تین حیض تو تیس دن کی اور تین طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دو طہر اُنیس اُنیس دن کے یا ایک طہر اُنیس دن کا اور دو طہر بیس بیس دن کے اور اگر طلاق دی اول حیض مین عدت منقضی ہوگی ۹۹ یا ۹۹ دن مین چار حیض چالیس دن کے اور تین طہر بطور سابق کے کذا فی الطحطاوی وعم کلامہ المبتداۃ والمعتادۃ ومن نسیت عادتہا اور مصنف کا کلام نصب عادت مین شامل ہی مبتداۃ اور معتادہ یعنی وہ عورت کہ اپنی عادت نہین بھولی اور اس عورت کو جو اپنے حیض کی عادت بھول گئی ہم یہ کلام فی نفسہ صحیح ہی اگرچہ اکثر طہر کی حد مختلف ہی اسواسطے کہ معتادہ اور ناسیہ کی اکثر طہر کی حد دو مہینے ہین اور مبتداۃ کے ۲۰ دن ہین حالت استحاضہ مین طحطاوی نے کہا مصنف کا یہ کلام الا

عند نصب عادۃ لہا اذا استمر بہا الدم مبتداۃ کے ۲۰ دن پر بھی صادق آتا ہی وتسمی المحیرۃ والمضللۃ اور جو کہ حیض کی عادت بھول گئی اسکو محیرہ اور مضللہ کہتے ہین ہم محیرہ اور مضللہ بصیغہ مفعول اور فاعل دونون جائز ہین یعنے وہ عورت اپنے حیض اور طہر مین حیران اور گمراہ ہو یا یہ کہ اُسنے فقہا کو حیران کر رکھا ہی اور اسکو ناسیہ اور ضالہ

بھولنے والا ۱۲

اور متحیرہ بھی بولتے ہین و اضلالہا ابالعدد او بمکان او بہما کما بسط فی البحر والحاوی اور اُسکا گم کرنا اور بھول جانا یا تو شمار ایام حیض کا بھولنا ہی کہ کے دن حیض آتا تھا یا مکان کا بھولنا ہی یعنے شمار ایام کا تو یاد ہی مگر تاریخ یاد نہین کہ عشرہ اولی مین ہوتا تھا یا ثانیہ یا ثالثہ مین یا دونون کا بھولنا ہی یعنے نہ شمار یاد ہی نہ تاریخ چنانچہ بحر الرائق اور حاوی مین مشرح مذکور ہی و حاصلہ انہا تتحری اور حاصل اس بیان مشرح کا یہ ہی کہ بھولنے والی اٹکل دوڑاوے اور خوب سوچے یعنی ظن غالب پر عمل کرے یعنی جن دنون کو طہر گمان کرے تو وہ پاک ہی ہر وقت وضو کرکے نماز پڑھا کرے اور جن دنون کو حیض سمجھے اُنمین نماز روزہ ترک کرے خلاصہ کلام یہ ہی کہ جب اُسکو حیض کا یقین ہو وقت مخصوص مین تو عبادت ترک کرے اور اگر یقین نہو تو گمان غالب پر عمل کرے اور اگر کسی طرح دل نہ ٹھہرے اور تردد واقع ہو اُسکا حکم شارح بیان کرتا ہی ومتی ترددت بین حیض ودخول فیہ وطہر توضأ لکل صلوۃ اور جبکہ عورت مذکورہ کو تردد واقع ہو حیض مین اور حیض کے آنے مین اور طاہر ہونے مین تو ہر نماز کیواسطے وضو کرے یعنی جس دن یہ تردد ہو کہ شاید یہ دن حیض کا ہی یا حیض شروع ہوا یا شاید پاکی کا دن ہی تو ہر نماز مین وضو کیا کرے یہی قول صحیح ہی اور واجبات اور سنن موکدہ ادا کرے اور قرآن بقدر مفروض اور واجب کے پڑھے اور مسجد مین سجا دے اور قرآن کا مس نکرے وتاء فی الطہارۃ

وان بینہما والدخول فیہ تغتسل لکل صلوٰۃ اور اگر تردد ہو حیض اور طہر مین اور طہر کے داخل ہونے یعنے حیض سے خارج ہونے مین تو ہر نماز کے واسطے غسل کرے اسواسطے
کہ شاید حیض سے خارج ہوئی اور طہر مین داخل ہوئی ویترک غیر مؤکدۃ ومسجدا وجماعًا اور چھوڑ دے نماز غیر مؤکدہ کو اور مسجد کے جانے کو اور جماع کو یعنے زوج کو اپنے اوپر
قادر ہونے دے کہ شاید حیض مین جماع واقع ہو ھم حلبی محشی نے کہا کہ یہ دوسری صورت سے متعلق ہی وتصوم رمضان ثم تقضی عشرین لو ما ان علمت بدایتہ لیلا اور سارے
رمضان مین روزہ رکھے پھر ۲۰ دن قضا کرے اگر جانتی ہو شروع ہونا حیض کا اس بیماری سے پہلی رات کو ھم اسواسطے کہ اگر حیض رات سے شروع ہوا تو رات تمام ہو گا
تو اُسکا روزہ رمضان مین سوا دس دن کے فاسد نہوا اور دس دن قضا کے فاسد ہوئے کذا فی الحلبی قضا کے دن فاسد ہوئے حیض کے احتمال سے
تو ۲۰ دن کے قضا کرنے مین دس روزے بالیقین طہر مین واقع ہونگے والا فاثنین وعشرین ورنہ بائیس دن قضا کرے یعنے اگر ابتداء حیض دن سے جانتی ہو
تو ۲۲ دن قضا کرے اسواسطے کہ اگر حیض دن سے شروع ہوا تو دن مین ختم ہو گا گیارھوین دن تو گیارہ روزے اُسکے فاسد ہوگئے اور اُسی قدر قضا مین
کذا فی الحلبی تو ۲۲ دن کی قضا مین گیارہ روزے بالیقین طہر مین واقع ہونگے وتطوف لرکن ثم تعیدہ بعد عشرۃ اور طواف کرے فرض جسکو طواف الزیارۃ کہتے
ہین پھر اُسکا اعادہ کرے دس دن کے بعد یعنے اسواسطے کہ طواف الزیارۃ مین طہارہ واجب ہی اور شاید کہ وہ طواف حیض مین واقع ہوا ہو ولصدر ولا تعیدہ
اور طواف الصدر کرے یعنے کعبہ سے رخصت ہونے کا طواف اور اُسکو اعادہ نکرے اسواسطے کہ حائض پر طواف الصدر ساقط ہی وتعتد لطلاق بسبعۃ اشہر
علی المفتی بہ اور عدت کرے طلاق کی وجہ سے سات مہینے فتوے بہ قول پر یعنے مضللہ اور اسی طرح معتادہ ناسیۃ العادۃ ثم بقول حاکم شہید سات مہینے کی عدت کرے
کذا فی الحلبی اسلیے کہ تین حیض کے تیس دن اور چھ مہینے کے تین طہر جیسا کچھ سابق مین گذرا کہ اکثر طہر اُسکا دو مہینے کا ہی وما تراہ من لون ککدرۃ وترییۃ
فی مدتہا المعتادۃ اور حیض کی مدت معتادہ مین جو رنگ کہ دیکھے چنانچہ تیرگی اور خاکستری وہ حیض ہی ھم جیسے تیرہ اور خاکستر خون حیض ٹھہرا تو سرخ اور
سیاہ اور زرد اور سبز بطریق اولے حیض ہوگا سوی بیاض خالص قیل ہو شئ یشبہ الخیط الابیض سفیدی خالص کے سوا کہ وہ حیض نہین ہی بعضون
نے کہا کہ بیاض خالص ایک چیز ہی سفید دھاگے کی مانند یعنی بعد اختتام حیض کے وہ گدی پر ظاہر ہوتی ہی لیکن تحقیق یہ ہی کہ بیاض خالص سے انقطاع حیض
مراد ہی کذا فی نہر الفائق ولو المرئی طہرًا متخللا بین الدمین فیہا حیض اگرچہ مدت کے اندر دو خونوں کے درمیان طہر معلوم ہو وہ بھی حیض ہی یعنے حیض کے دس دن
کی مدت مین اول خون نظر آیا اور آخر مین بھی نمود ہوا اور مابین مین خشکی معلوم ہوئی تو یہ طہر متخلل بین الدمین بھی حیض مین داخل ہی لان العبرۃ لاولہ واخرہ
وعلیہ المتون فلیحفظ طہر متخلل اسواسطے حیض ٹھہرا کہ اُسکے اول اور آخر کا اعتبار ہی اور اسی قول پر متون فقہ کا اتفاق ہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ھم یعنے جیسے
وجوب زکوٰۃ مین ابتداء اور انتہاء سال مین نصاب کا ہونا کافی ہی اگرچہ سال کے اندر پوری نصاب باقی نہ رہی ہو اسی طرح حیض مین مدت کے اول اور آخر کا
اعتبار ہی درمیان کی خشکی ساقط الاعتبار ہی شارح نے اس قول سے صاحب بحر کے اس کلام کے رد ہونے پر اشارہ کیا اگرچہ اس روایت کو اصحاب متون نے اختیار
کیا ہو لیکن اصحاب شروح نے اسکی تصحیح نہین کی اسواسطے کہ نصاب پر قیاس صحیح نہین کیونکہ یہان خون اثناء مدت مین منقطع ہی اور زکوٰۃ مین بقاء جز نصاب اثناء سال
مین شرط ہی صاحب نہر الفائق نے اسکو یون رد کیا ہی کہ یہ قیاس نہین ہی نصاب پر بلکہ اُسکا نظیر بیان کیا ہی ثم ذکر احکامہ بقولہ یمنع صلوٰۃ مطلقًا ولو سجدۃ
شکر پھر مصنف نے احکام حیض کے بیان کیے اپنے اس قول سے کہ حیض منع کرتا ہی نماز کو مطلقًا یعنے خواہ رکوع سجود والی نماز ہو خواہ جنازہ کی اگرچہ سجدہ شکر
کا ہو وصومًا وجماعًا اور حیض مانع ہی روزہ اور جماع کو وتقضیہ لزومًا دونہا للحرج اور عورت روزہ کو قضا کرے بخلاف نماز کو بسبب حرج اور مشقت
کے ھم نماز ہر سال ہر روز فرض ہی اور روزہ سال بھر مین ایک مہینا تو قضاء صوم مین حرج نہین اور نماز کی قضا مین دقت ہی ولو شرعت تطوعًا فیہما
فحاضت قضتہما خلافا لما زعمہ صدر الشریعۃ بحر اور اگر عورت نے نفل نماز روزہ شروع کیا پھر وہ حائض ہوگئی تو نماز روزہ دونون قضا کرے برخلاف
اُس قول کے جو صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہی کذا فی البحر یعنے شارح وقایہ نے کہا ہی کہ روزہ قضا کرے نہ نماز وفی الفیض لو نامت طاہرۃ وقامت

سائلہ سے حکم بحیضہا نہ قامت او فیض میں ہو کہ اگر عورت سوئی پاک اور اٹھی حیض کی حالت میں تو اُسکے ثبوت حیض کا حکم ہوگا جب سے کہ وہ اٹھی ہم یہ حکم
نظر باحتیاط ہی تو اگر عشاء کے وقت بدون نماز پڑھے سوگئی اور صبح کو اٹھی تو عشاء کو قضا کرے اسواسطے کہ اضافت حوادث کی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہی
و بعکسہ نہ قامت احتیاطا اسکے بالعکس میں یعنی سوئی حائض اور اٹھی طاہر تو اُسکی طہارت کا حکم ہوگا سونے کے وقت سے احتیاط کی راہ سے ہم بعضون نے
کہا قولہ احتیاطا عکس کی علت ہی میں کہتا ہون کہ وہ دونون صورتون کی معاً علت ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہو گیا اور اسپر دلیل بحر الرائق کا کلام ہی کہ اگر عورت نے
گدی رکھی رات کو اور فجر کو پاک اٹھی تو عشاء کی نماز قضا کرے پھر اگر وہ طاہر تھی سوتے وقت اور حائض دیکھی صبح کو تو بھی عشاء کو قضا کرے اگر نماز نہ پڑھی ہو گدی رکھنے سے
پہلے اسکو پاک قرار دینے کی وجہ سے پہلی صورت میں گدی رکھنے کے وقت سے اور حائض قرار دینے کی علت سے دوسری صورت میں گدی کے جدا کرنے کے وقت
سے نظر باحتیاط دونون صورتون میں کذا فی الطحطاوی و یمنع حل دخول مسجد اور منع کرتا ہی حیض دخول مسجد کے حلال ہونے کو ہم اس سے معلوم ہوا
کہ جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد میں نجاسے مسجد کی قید سے عیدگاہ خارج ہی اور اسی طرح خانقاہ اور مدرسہ اور جسکے بیت میں پیچ گھومی وہ اسکے خارج
کرنے کو باہر مسجد کے نکل جاسکے یہی قول اصح ہی اور اگر مسجد میں کسی کو احتلام ہو وہ تیمم کرکے باہر نکلے اگر خوف نہو دشمن یا جانور کا اور اگر خوف ہو تو تیمم کرکے وہین
ٹھہر رہے اگر مسجد سے جلد نکلے تو تیمم کرنا جائز ہی اور اگر خوف سے وہین ٹھہرے تو واجب ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا و حل الطواف ولو بعد دخولها المسجد و شروعها
فیہ اور حیض حلت طواف کا مانع ہی اگرچہ حیض بعد داخل ہونے مسجد الحرام کے اور طواف میں شروع کرلے کے بعد عارض ہوا ہو و قربان ما تحت الازار
یعنی ما بین سرۃ و رکبۃ ولو بلا شہوۃ اور منع کرتا ہی حیض تہبند کے نیچے کی نزدیکی سے یعنی اس بدن کی قربت سے جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہی اگرچہ قربت
بدون شہوت کے ہو یعنی جماع کرنا اور ران وہان لگانا اور بدون شہوۃ کے ہاتھ لگانا سب حرام ہی ہم یہ حرمت استمتاع ما تحت الازار کی درصورت عدم حیلولت
کے ہی اور اگر بدون جماع کے استمتاع ما تحت الازار ہو حیلولت کے ساتھ یعنی کپڑا درمیان میں حائل ہو تو جائز ہی اگرچہ خون سے آلودگی ہو اور حائض کا کھانا
پکانا اور اسکے آٹے اور پانی چھونے کو استعمال کرنا مکروہ نہیں اور حائض کے بچھونے سے علیحدہ رہنا لائق نہیں کہ یہ یہودیوں کا فعل ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر
وحل ما عداہ مطلقا اور قربت مذکورہ کے سوا ہر فعل حلال ہی مطلقا ہم ما سواے قربت مذکورہ نظر ما تحت الازار اور استمتاع بقیہ بدن پر صادق ہی خواہ نظر
کرنا اور استمتاع شہوت کے ساتھ ہو یا بدون شہوت اور یہی مطلب ہی اطلاق کا کذا فی الحلبی و ہل یحل النظر و مباشرتہا لہ فیہ تردد اور کیا نظر کرنا عورت کا
ما تحت الازار کو اور بدن سے بدن لگانا عورت کا مرد کو حلال ہی یا نہیں جواب اسکا یہ ہی کہ اسمین تردد ہی ہم شارح کو یہ تردد پیدا ہوا ہی صاحب بحر کے تردد
ہونے سے لیکن تحقیق یہ ہی کہ نظر کے حلال ہونے میں کچھ تردد نہیں اسکی تحریم پر کوئی معتمد دلیل نہیں وہ داخل ہی اس قول کے تحت میں وحل ما عداہ مطلقا کذا
فی الطحطاوی و قراءۃ قرآن بقصدہ اور حیض منع کرتا ہی قرآن پڑھنے کو قرآن کی نیت سے ہم حائض کو قرآن پڑھنا ممنوع ہی خواہ پوری آیت ہو یا کم
یہی قول کرخی کا ہی اور اکثر کتب میں اسی کی تصحیح ہی کذا فی البحر لیکن اگر قرآن پڑھا بقصد ثنا یا افتتاح امر یا بالقصد دعا تو اصح روایت میں ممنوع نہیں اور
بسم اللہ پڑھنا بالاتفاق ممنوع نہیں اور اذکار کا پڑھنا مباح ہی مطلقا اور ذکر کے واسطے حائض کو وضو کرنا مستحب ہی اور ترک اسکا خلاف اولی ہی کذا
فی الطحطاوی ملخصا و مسہ ولو مکتوبا بالفارسیۃ فی الاصح اور حیض منع کرتا ہی قرآن کے چھونے کو اگرچہ قرآن فارسی خط میں لکھا ہو صحیح تر قول میں ہم
مس قرآن جنب اور حائض کو جائز نہیں خواہ لوح پر لکھا ہو خواہ درہم یا دیوار پر مصحف کا مس کسی طرح جائز نہیں نہ حوض کا نہ حاشیہ کا یہی قول معتمد ہی برخلاف
غیر مصحف کے اسمین مکتوب کا مس جائز نہیں اور غیر مکتوب کا مس جائز ہی کذا فی البحر الا بغلافہ المنفصل کما مر مگر قرآن کا چھونا جدے غلاف سے جائز ہی
چنانچہ گذرا اسیطرح ان کے ساتھ چھونا درست ہی جو انکے ساتھ درست نہیں ہم قرآن کے مانند توریت اور انجیل اور زبور میں جنمین تبدیل اور تحریف واقع
نہیں ہوئی فقہا نے کہا ہی کہ تفسیر اور فقہ اور احادیث کی کتابون کا چھونا حائض کو مکروہ ہی کیونکہ آیات قرآنی سے خالی نہیں اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہی

۵۱ نفع حاصل کرنا تہبند کے نیچے

اور جیسے شروح نحو کا بھی یہی حال ہے کذا فی النہر وکذا یمنع حملہ کلوح وورق فیہ آیۃ اور حیض اسی طرح منع کرتا ہے قرآن کے اٹھانے کو جیسے اس تختے اور ورق کا اٹھانا ممنوع ہے جسمیں آیت قرآنی مکتوب ہے اور اگر آیت سے کم مکتوب ہو تو اسکا چھونا مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وَلَا بَاسَ لحائض وجنب بقراءۃ ادعیۃ ومسہا وحملہا وذکر اللہ تعالیٰ وتسبیح وزیارۃ قبور ودخول مصلی عید اور کچھ مضائقہ نہیں حائض اور جنب کو دعا کے پڑھنے اور چھونے اور اٹھانے میں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اور سبحان اللہ کہنے اور قبروں کی زیارت اور عیدگاہ کے داخل ہونے میں ہم لا باس کے لفظ میں اشارہ ہے کہ جنب اور حائض کو ان چیزوں میں وضو کر لینا مستحب ہے واکل وشرب بعد مضمضۃ وغسل ید اور کھانے پینے میں کلی کرنے اور ہاتھ دھونے کے بعد ہم تو کلی اور ہاتھ دھونے کے بعد کھانا پینا اصلا مکروہ نہیں حائض کو تو لفظ لا باس کا خلاف اولے پر جو مرجع ہے کراہت تنزیہی کا دلالت کرتا بدلیل قول شارح واما قبلہما فیکرہ کذا فی الطحطاوی واما قبلہما فیکرہ لجنب لا حائض مالم تخاطب بغسل ذکرہ الحلبی اور کلی اور ہاتھ دھونے سے پہلے کھانا پینا جنب کو مکروہ ہے نہ حائض کو جبتک کہ حائض کو نہانے کا حکم نہو یعنے طاہر ہونے کے بعد ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے ہم جنب اور حائض میں فرق یہ ہے کہ جنب کا منہ دھونا کلی سے ساقط ہو جاتا ہے تو پانی مستعمل ہوگا اور مستعمل پانی پینا مکروہ ہے ہر چند یہ تفصیل طعام میں جاری نہیں بخلاف حائض کے کہ اسکا حدث مرتفع نہیں ہوتا قبل از انقطاع حیض وَلَا یکرہ تحریما مس قرآن بکم عند الجمہور تیسیر وصحح فی الہدایۃ الکراہۃ وہو احوط اور مکروہ تحریمی نہیں ہے چھونا قرآن کا آستین سے اکثر عالموں کے نزدیک آسانی کے واسطے اور ہدایہ میں اسکے مکروہ ہونے کو صحیح کہا اور اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے ہم آستین سے مراد وہ کپڑا ہے جو پہنے ہوئے ہو [illegible] کے بدن سے متصل ہے ویحل وطیہا اذا انقطع حیضہا لاکثرہ بلا غسل وجوبا بل ندبا اور حلال ہے عورت سے جماع کرنا جبکہ اسکا حیض منقطع ہو گیا حیض کی اکثر مدت کے بعد بدون غسل واجب کے بلکہ قبل جماع کے نہانا مستحب ہے یعنے جبکہ دس رات دن کے بعد حیض بند ہوا تو بدون نہانے کے اس عورت کا جماع درست ہے اور قبل جماع کے غسل کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے تو جماع بلا غسل مکروہ تنزیہی ہے وان انقطع لدون اقلہ تتوضأ وتصلی فی آخر الوقت اور اگر منقطع ہوا خون حیض کی اقل مدت سے کمتر میں یعنے تین رات دن سے کم مدت میں بند ہوا تو عورت وضو کرے اور نماز پڑھے نماز کے آخر وقت میں ہم یہاں غسل نہ ثابت ہوا کیونکہ یہ خون حیض کا نہیں ہے طحطاوی نے کہا شارح نے اس صورت میں جماع کا حکم بیان نہیں کیا لیکن اسکا حلال نہونا اگلے مسئلے سے ظاہر ہوتا ہے یعنے جبکہ عادت سے کم اقل مدت کے بعد منقطع ہونے سے حلت نہیں تو یہاں بطریق اولے حلت نہوگی وان لاقلہ فان لدون عادتہا لم یحل اور اگر حیض منقطع ہوا اپنی اقل مدت کے بعد پھر اگر عادت سے کم مدت میں بند ہو گیا تو جماع حلال نہیں اگرچہ وہ غسل کر چکی ہو کذا فی البحر وتغتسل وتصلی وتصوم احتیاطا اور عورت مذکورہ غسل کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے احتیاط کی راہ سے ہم تاخیر کرنا غسل کا آخر وقت تک مستحب ہے جبکہ پوری عادت کے بعد حیض منقطع ہوا ہو اور اگر عادت سے کم منقطع ہوا ہو تو تاخیر واجب ہے کذا فی النہر وان لعادتہا فان کتابیۃ حل فی الحال اور اگر اقل مدت کے بعد عورت کی عادت پر حیض منقطع ہوا تو اگر وہ عورت اہل کتاب سے ہے تو اسکا جماع کرنا فی الحال حلال ہو گیا یعنی اسواسطے کہ اسپر غسل کرنا واجب نہیں کیونکہ کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں کذا فی البحر وَالَّا لَا یَحِلُّ حتی تغتسل او تتیمم بشرطہ اور اگر عورت مذکورہ مسلمان ہے تو جماع حلال نہیں یہاں تک کہ غسل کرے یا تیمم کرے بعوض غسل کے تیمم کی شرط کے موافق یعنے اگر آب مطلق کافی کے استعمال سے عاجز ہے تب اسکو تیمم درست ہوگا نہر الفائق میں ہے کہ تیمم کے بعد بدون نماز پڑھے جماع اسکا حلال نہیں یا لا جماع بنا بر قول اصح کے او یمضی علیہا زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمۃ یعنی من آخر وقت الصلوۃ لتعلیلہم بوجوبہا فی ذمتہا حتی لو طہرت فی وقت العید لابد ان یمضی وقت الظہر کما فی السراج یا انقطاع حیض کے بعد اسقدر زمانہ گذر جائے جو گنجایش رکھتا ہو نہانے اور کپڑے پہننے اور تحریمہ باندھنے کی یعنے نماز کے آخر وقت سے اسقدر زمانہ چاہیے بسبب وجہ بیان کرنے فقہا کے واجب ہونے نماز کے عورت کے ذمہ پر یعنے وجوب نماز کا ثابت نہیں بدون خروج وقت کے تو اگر عورت طاہر ہوئی عید کے وقت تو ضرور ہے کہ ظہر کا وقت گذر جائے چنانچہ سراج وہاج میں مذکور ہے ہم مراد یہ ہے کہ ایسے وقت میں پاک ہو

کہ خروج وقت تک اسقدر باقی ہو کہ نہانا اور کپڑے پہننا اور تحریمہ باندھنا ہو سکتا ہو اور یہ مراد نہیں کہ نماز کے اول وقت میں پاک ہو اور اسقدر زمانہ گذر جائے
جیسا کہ بعضے غلط سمجھے ہیں ہر چند مصنف کی عبارت عام ہے لیکن مراد یہی ہے جو مذکور ہو گیا اور جماع کو اسواسطے مخصوص کر کے ذکر کیا تا معلوم ہو کہ حیض اور نفاس
کی طہارت وقت مذکور کے گذر جانے سے جماع کے حق میں ہے نہ قرآن پڑھنے کے حق میں کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن البرجندی و در میں ہے کہ اگر حیض
بند ہوا دس دن کے بعد تو وہ پاک ہو گئی اور غسل واجب ہوا اور اگر تین دن سے کم میں خون بند ہوا یا تین دن سے زیادہ عادت سے کم یا عادت کے موافق
بند ہوا اور پھر جاری ہوا دس دن کی مدت میں تو اسکی طہارت کا حکم باطل ہو گیا خواہ وہ مبتداۃ ہو خواہ معتادہ انتہی وہل تعتبر التحریمۃ فی الصوم الاصح لا
اور کیا صوم میں بھی تحریمہ معتبر ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح تر قول میں معتبر نہیں یعنے اگر قبل فجر کے طاہر ہوئی تو وجوب صوم کے واسطے اسقدر زمانہ شرط ہے کہ
اسمیں نہانا اور کپڑے پہننا ممکن ہو تو نماز اور صوم میں کچھ فرق نہیں سوائے تحریمہ کے تو نماز میں تحریمہ معتبر ہے اور صوم میں معتبر نہیں وہی من الطہر مطلقا
اور وہ یعنے تحریمہ طہر اور پاکی میں داخل ہے نہ حیض میں ہر صورت سے خواہ انقطاع اکثر مدت سے ہوا ہو خواہ اقل سے کذا فی الحلبی وکذا الغسل لو لاکثرہ والا فمن
الحیض فتقضی مطلقا ان بقی قدر الغسل والتحریمۃ ولو لعشرۃ فقدر التحریمۃ فقط لئلا تزید ایامہا علی عشر فلیحفظ اور اسی طرح غسل بھی طہر میں داخل ہے اگر
حیض منقطع ہوا ہو اکثر مدت پر اور اگر ایسا نہیں تو وہ حیض میں داخل ہے تو عورت نماز قضا کرے مطلقا اگر زمانہ بقدر غسل اور تحریمہ کے باقی ہو تاکہ حیض
کے ایام دس سے زیادہ نہ ہو جاویں سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے اگر اکثر مدت میں انقطاع ہوا ہو تو غسل کا زمانہ حیض میں شمار نہ ہوگا ورنہ ایام حیض کے دس
سے زیادہ ٹھہرینگے اور یہ شرع سے ثابت نہیں ویکفر مستحلہ کما جزم بہ غیر واحد اور جماع کرنا حیض سے کافر ٹھہراتا ہے اسکے حلال سمجھنے والے کو جیسا کہ اسپر
تکفیر پر ایک نے نہیں بہت فقہا نے یقین کیا ہے ازانجملہ صاحب مبسوط اور صاحب اختیار اور صاحب فتح القدیر ہے کذا فی الطحطاوی وکذا مستحل وطی الدبر عند
الجمہور مجتبی اور اسی طرح وطی دبر کا حلال سمجھنے والا کافر ہے اکثر علما کے نزدیک کذا فی المجتبی ہم حلال عورت کی دبر مراد ہے اور غلام وغیرہ کی دبر میں ظاہرا
یہ تکفیر کا خلاف جاری ہی نہیں کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکفر فی المسئلتین وہو الصحیح خلاصۃ وعلیہ المعول لانہ حرام لغیرہ ولما یجئ فی المرتد انہ لا یفتی
بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ اور بعضوں نے کہا کہ حلال سمجھنے والے کو کافر کہنا بیجا ہے دونوں مسئلوں میں اور یہی قول صحیح ہے
کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول پر اعتماد ہے اسواسطے کہ وہ اپنے غیر کے سبب سے حرام ہے یعنی حیض اور براز کی نجاست کے وجہ سے اور اسلیے کہ باب المرتدین
آویگا کہ فتوی نہیں دیا جاتا اس مسلمان کی تکفیر کا جسکے کفر میں عالموں کا خلاف واقع ہے اگرچہ ضعیف ہی روایت ہو ثم حرام لغیرہ کے مستحل کی تکفیر پر فتوی
نہیں بلکہ حرام لعینہ کے مستحل پر فتوی ہے جبکہ اسکی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو سو اگر حرام لغیرہ دلیل قطعی سے ثابت ہے یا حرام لعینہ اخبار احاد سے تو اسکی حلت
کا معتقد کافر نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ثم ہو کبیرۃ لو عامدا مختارا عالما بالحرمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جماع کرنا حیض میں گناہ کبیرہ ہے اگر دانستہ ہو اپنے
اختیار سے حرمت کو جان بوجھ کر لا جاہلا ولا مکرہا او ناسیا گناہ کبیرہ نہیں اگر اسکی حرمت کو نہ جانتا ہو یا بے اختیار ہو کسی کے جبر کرنے سے یا حیض کو بھول کر جماع
کیا ہو فتلزمہ التوبۃ جب گناہ کبیرہ ہوا تو اسکے فاعل کو توبہ اور استغفار لازم ہے ویندب تصدقہ بدینار او نصفہ اور مستحب ہے اسکو صدقہ دینا ایک دینار یا
نصف دینار کا اور دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے اصحاب سنن کی ابن عباس سے ایک روایت یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے
حائض سے جماع کیا اول خون میں اور حالانکہ خون سرخ ہے تو ایک دینار صدقہ کرے اور اگر انقطاع خون میں جماع کیا اور حالانکہ خون زرد ہے تو نصف دینار
خیرات کرے کذا فی تیسیر جامع الاصول ومصرفہ کزکوۃ اور مصرف اس دینار اور نصف دینار کا زکوۃ کی مانند ہے وہل علی المرأۃ تصدق قال فی الضیاء الظاہر لا
اور کیا عورت پر بھی خیرات کرنا مستحب ہے ضیاء میں کہا کہ ظاہرا عورت پر یہ حکم نہیں ہے ودم استحاضۃ حکمہ کرعاف دائم وقتا کاملا اور استحاضہ کے خون کا
حکم نکسیر دائمی کے مانند ہے کہ نماز کے پورے وقت میں جاری ہے اور خون استحاضہ چھ قسم ہے ایک وہ ہے جو اقل حیض سے کم ہو دوسرا یہ کہ اکثر حیض سے زیادہ ہو

۱۳- یہ کہ حیض ابتداء سے زیادہ ہوا اور اسکا حیض دس روز کا ہر مہینہ میں ۱۴- یہ کہ نفاس ابتداء سے زیادہ ہوا اور اسکا نفاس ۴۰ دن کا ہو ۱۵- یہ کہ حیض
اور نفاس کی عادت سے زیادہ ہوا اور دونوں کی اکثر مدت سے تجاوز کر جاوے ۱۶- حاملہ کا خون کذا فی الحموی اور آئسہ اور صغیرہ اور مریضۃ الرحم کا خون اسی قسم کا ہے
کذا ذکرہ ابو السعود اور خون استحاضہ کی علامت یہ ہے کہ اسمیں بو نہیں ہوتی اور حیض کے خون میں بدبو ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لا یمنع صوما و
صلوٰۃ ولو نفلا وجماعا لحدیث توضئی وصلی وان قطر الدم علی الحصیر خون استحاضہ مانع نہیں صوم اور صلوٰۃ کا اگرچہ نفل کی نماز ہو اور جماع کا مانع نہیں
بدلیل اس حدیث کے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا کہ وضو کیا کر اور نماز پڑھا کر اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکے ہم حکم نماز کا حدیث کی عبارۃ النص سے ثابت ہے اور
صوم اور جماع کا دلالۃ النص سے کذا فی المنح والنفاس لغۃ ولادۃ المرأۃ وشرعا دم فلو لم تره هل تكون نفساء المعتمد نعم يخرج من رحم اور نفاس لغت
عرب میں عورت کا جننا ہے اور اصطلاح شرع میں نفاس وہ خون ہے جو رحم سے نکلے لڑکا پیدا ہونے کے بعد پھر اگر عورت ولادت کے بعد خون نہ دیکھے کیا وہ نفسا
یعنے زچا ٹھہر گی یا نہیں جواب یہ ہے کہ ہاں معتمد قول یہی ہے کہ وہ زچا ہے ہم تو اسپر غسل واجب ہے احتیاط کی راہ سے اس واسطے کہ ولادت قلیل خون سے خالی نہیں
کذا فی البحر فلو ولدته من سرتها ان سال الدم من الرحم فنفساء والا فذات جرح وان ثبت له احكام الولد پھر اگر عورت لڑکا جنی اپنی ناف سے اسطرح کہ ناف
میں زخم تھا وہ پھٹ گیا اور بچہ نکل آیا تو اگر خون بچہ دان سے جاری ہوا تو وہ زچا ہے اور اگر خون وہاں سے جاری نہیں ہوا تو وہ عورت زچا نہ ہوگی زخم والی
ٹھہر گی اگرچہ اس مولود کو احکام ولد کے ثابت ہونگے ہم احکام مولود کے یہ ہیں کہ اُسکی ماں کی عدت منقضی ہوگی اور وہ ام ولد ٹھہر گی اور اُسکی طلاق اگر ولادت پر
معلق ہوگی تو اُسکے پیدا ہونے سے واقع ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ عقبہ ولیراہ اکثرہ ولو متقطعا عضوا عضوا النفاس ثابت ہوتا ہے اور لڑکا پیدا
ہونے یا اکثر یعنے نصف سے زیادہ نکلنے کے بعد اگرچہ تمام یا اکثر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکلا ہو لا اقلہ فلو ذا قدرت اتیمم وتومی للصلوۃ والا تؤخر فما عذر الصحیح
القادر نفاس ثابت نہیں کمتر مولود کے نکلنے سے یعنے اگر نصف بدن سے کم خارج ہوا تو وہ عورت زچا نہیں تو اب وہ اس حالت میں وضو کرے اگر وہ
قادر ہو یا تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے اور نماز کو تاخیر نکرے تو اب کون عذر باقی ہے تاخیر یا ترک نماز کا جبکہ ایسے قادر شخص کو یعنے جب ایسی سخت حالت
میں عورت کو تاخیر نماز کا حکم نہیں تو تندرست توانا مرد کو کہاں عذر باقی رہا ہم عورت مذکورہ کو یوں نماز پڑھنا چاہیے کہ اپنے نیچے ٹھیکرے رکھے یا گڑھا کھودے
اور بیٹھکر نماز پڑھے تاکہ لڑکے کو تکلیف نہو کذا فی الطحطاوی وحکمہ کالحیض فی کل شی الا فی سبعۃ ذکرتها فی الخزائن وشرحی للملتقی اور نفاس کا حکم حیض کے
مانند ہر چیز میں مگر سات چیزوں میں جنکو میں نے خزائن الاسرار اور ملتقی الابحر کی اپنی شرح میں ذکر کیا ہے ہم وہ سات چیزیں یہ ہیں بلوغ اور استبراء اور
عدت اور یہ کہ اقل نفاس کی کچھ حد نہیں اور اکثر نفاس ۴۰ دن کا ہوتا ہے اور نفاس صوم کفارہ کے تتابع کا قاطع ہے اور نفاس سے طلاق سنت اور طلاق
بدعت میں فصل واقع نہیں ہوتا کذا فی الحلبی منها انه لا حد لاقله منجملہ اُن سات چیزوں کے ایک چیز یہ ہے کہ اقل نفاس کی کچھ حد مقرر نہیں الا اذا احتیج الیه
لعدۃ کقوله اذا ولدت فانت طالق فقالت مضت عدتی فقدره الامام بخمسة وعشرين ليوافق ثلث حيض والثانی باحد عشر والثالث بساعة اقل نفاس
کی حد نہیں مگر جبکہ عدت کے واسطے اُسکی طرف حاجت پڑے چنانچہ مرد کے اس قول میں کہ اُسنے اپنی عورت سے کہا کہ جب تو جنے تو تجھکو طلاق ہے سوا اس
عورت نے کہا کہ میری عدت طلاق کی گذر گئی تو امام اعظمؒ نے اقل مدت نفاس کی اس صورت میں ۲۵- دن کی ٹھہرائی ہے تین حیضوں کے ساتھ اور
ابو یوسف رحمہ نے گیارہ دن کی اور محمد رحمہ نے ایک ساعت کی مدت ٹھہرائی ہے ہم یہاں امام کے قول پر فتویٰ ہے کذا فی النہر تو اگر عورت نے ولادت سے ۸۵ دن
کے بعد کہا کہ میری عدت گذر گئی تو امام رحمہ کے نزدیک اُسکی تصدیق ہوگی کیونکہ ۲۵ دن نفاس کے اور ۱۵ دن کا طہر نفاس اور حیض کے مابین میں اور
تین حیضوں کے پندرہ دن ہر حیض پانچ دن کا اور مابین تین حیضوں کے دو طہر ۳۰ دن کے اور ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اور لیے مدت تصدیق کی
۶۵ دن ہیں گیارہ دن نفاس کے اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور اُنکے مابین دو طہر ۳۰ دن کے اور محمد رحمہ کے نزدیک ۵۴ دن مدت

تصدیق کی ۴۰ دن اور ایک ساعت نفاس کی اور ۱۵ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور پانچ طہر کے ۷۵ دن کذا فی الطحطاوی والاکثرہ اربعون
یوماً کذا رواہ الترمذی وغیرہ والاربع الکثرہ اربعۃ امثال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی ۴۰ دن ہیں اسی طرح ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے
اور اسواسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چہارچند ہے یعنی اکثر حیض دس دن کا ہے تو اسکا چوگنا ۴۰ دن ہوئے چہارچند ہونے کی یہ وجہ ہے کہ چار مہینے کے بعد بچے
مین جان پڑتی ہے تو اسوقت سے حیض کا خون اسکی غذا ہوتا ہے اور پہلے جو چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہو کر نکلتا ہے واللہ اعلم والزائد علے اکثرہ
استحاضۃ لو مبتداۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنی ۴۰ دن سے وہ استحاضہ ہے اگر وہ عورت مبتداۃ ہے یعنے پہلے پہل جنی ہے اسکی عادت مقرر نہیں ہوئی
اما المعتادۃ فترد لعادتہا اور عادت والی زچہ تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی یعنی اگر اسکی عادت ۳۰ دن کے نفاس کی ہے اور خون ۵۰ دن جاری رہا
تو ۳۰ دن نفاس کے ہیں اور باقی استحاضہ ہے وکذا الحائض اور اسی طرح حائضہ کا حکم ہے یعنے اگر مبتداۃ ہے دس دن سے زیادہ خون جاری ہوا تو
زائد استحاضہ ہے اور عادت والی تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی کذا فی الطحطاوی فان انقطع علے الاکثر فہما او قبلہ فالکل نفاس وکذا حیض ان
ولیہ طہر تام پھر اگر خون بند ہو گیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اسکے تو سارا خون نفاس میں نفاس ہے اور حیض میں تمام حیض ہے اگر ہر ایک
نفاس اور حیض کے بعد پورے طہر یعنے پندرہ دن کا اتصال ہوا والا فعادتہا اور اگر ایسا نہیں ہے یعنے اگر اس خون کے بعد ۱۵ دن کا طہر نہوا تو عادت
کے موافق نفاس اور حیض ہے اور عادت سے زیادہ استحاضہ ہے حیض کی صورت یہ ہے کہ عورت کی عادت تھی ہر مہینہ میں مثلاً پانچ دن کی سو اسکو
چھ دن خون آیا تو چھٹا دن حیض کا ہے پھر اگر اسکے بعد ۱۴ دن طاہر رہی پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور زائد استحاضہ ہوگا اور اگر
۱۵ دن طہر رہا تو اب چھ دن کی اسکی عادت ٹھہر گئی اور نفاس کی صورت یہ ہے کہ اسکی عادت تھی ہر نفاس میں ۲۰ دن کی پھر اسکو ایکبار ۴۱ دن خون آیا پھر
۱۴ دن طہر ہوا پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور یوم زائد ۱۵ دن کے طہر میں شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وہی تثبت وتنتقل بمرۃ بہ یفتی
وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور عادت ثابت ہوتی ہے اور بدل جاتی ہے ایکبار سے اسی قول پر فتوے ہے اور اسکا پورا بیان ملتقی الابحر کی ہماری شرح میں ہے ہم
مثلاً مبتداۃ کو چار دن خون آیا یہ اسکی عادت ٹھہری پھر بسکہ پانچ دن مثلاً خون آیا تو اب یہی عادت ٹھہری پہلی عادت بدل گئی دوبارہ ایک طرح پر آنا اثبات اور
انتقال عادت میں ابو یوسف کے نزدیک شرط نہیں اسی قول پر فتوی ہے اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہیں ہوتی بدون دوبارہ کے والنفاس
لام توأمین من الاول ہما ولدان بینہما دون نصف حول اور دو جوڑوان بچوں کی ماں کا نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہے توأمین وہ دو
بچے ہیں جنکے مابین میں آدھے برس سے کم زمانہ ہے یعنے اسواسطے کہ ولد اول سے انفتاح رحم ظاہر ہوا تو اسکے بعد کا خون نفاس ٹھہریگا وکذا الثلثۃ ولو بین
الاول والثالث اکثر منہ فی الاصح اور اسی طرح کا حکم تین بچوں کا ہے اگرچہ مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہو گیا ہو صحیح تر
قول میں یعنی اول اور ثانی میں اور ثانی اور ثالث میں نصف سال سے کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونے کا اصح قول میں کچھ اعتبار نہیں مصنف نے
اپنی شرح میں بحر الرائق سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد آیا اگر ۴۰ دن سے پہلے ہے تو وہ ولد اول کا نفاس ہے پورے ۴۰ دن تک اور ۴۰ دن کے بعد
استحاضہ ہے تو عورت غسل کرے اور نماز پڑھے بمجرد وضع ثانی کے وہو الصحیح انتہی والقضاء والعدۃ من الاخیر وفاقا لتعلقہ بالفراغ اور عدت کا منقضی ہونا
پچھلے بچے سے ہے بالاتفاق بسبب تعلق ہونے انقضا اور اختتام کے رحم کے خالی ہو جانے سے وسقط مثلث السین ای مسقوط ظہر بعض خلقہ کید او رجل
او اصبع او ظفر او شعر ولا یستبین خلقہ الا بعد مائۃ وعشرین یوما ولد حکما اور سقط یعنے جو پیٹ سے ایسا بچہ ناتمام گر پڑا جسکی بعض خلقت ظاہر ہو گئی جیسا ہاتھ یا پاؤں
یا انگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہے حکم شرع میں شارح نے کہا کہ سقط کے سین میں تینوں حرکات زبر زیر پیش لغت میں جائز ہیں اور وہ بمعنی مسقوط کے ہے
اور ظہور اعضا نہیں ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد ہم بحر الرائق میں ہے کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتھ حق ہے لفظاً ومعنی اسواسطے کہ سقط لازم ہے

اسکا مفعول نہین آتا اور مقصود تو سقوط ولد ہی خواہ آپ گر جاسے یا اسکو کوئی گرا دے فتصیر المرأۃ بہ نفساء والامۃ ام ولد ویحنث بہ فی تعلیقہ وتنقضی بہ العدۃ
جبکہ ساقط ولد ٹھہرا تو عورت اسکے سبب سے نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی اور مرد اسکے سبب سے اپنے تعلیق مین قسم توڑنے والا ٹھہریگا اور اس سے
عدت منقضی ہو جاویگی ہم لونڈی اسوقت ام ولد ٹھہر گئی جبکہ اسکا مولی دعوے کرے کہ یہ میرے نطفہ سے ہی اور تعلیق کی یہ صورت ہی کہ طلاق یا عتاق وغیرہا کو
عورت کی ولادت پر معلق کیا تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی ساقط کے پیدا ہونے سے اور حاملہ کی عدت آخر ہوگی خواہ وہ بی بی ہو یا لونڈی یا اسکا شوہر مرگیا ہو
کذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ شئی فلیس بشئی پھر اگر حمل ساقط مین کچھ اعضا سے ظاہر نہو تو وہ کوئی چیز نہین یعنے نفاس وغیرہ کا حکم اس سے تعلق نہین والمرئی
حیض ان دام ثلثا وتقدمہ طہر تام اور جو خون کہ اسکے بعد دیکھا جاسے وہ حیض ہی اگر جاری رہا تین دن اور اسکے پہلے پورا طہر گذرا یعنے پندرہ دن کا والا استحاضۃ
اور اگر ایسا نہین یعنے تین دن جاری نرہا اور پورا طہر مقدم ہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر مقدم نہین ہوا تو وہ خون استحاضہ ہی ولو لم یدر حالہ ولا عدد
ایام حملہا ودام الدم تدع الصلوۃ ایام حیضہا بیقین ثم تغتسل ثم تصلی کمعذور اور اگر حمل ساقط کا حال معلوم نہوا کہ اسکی بعض خلقت ظاہر ہوئی یا نہین مثلا
اندھیرے مین گرا اور پھینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنون کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہوگیا تو نماز کو چھوڑ دے اپنے حیض کے یقینی دنون مین پھر نہاوے
پھر نماز پڑھا کرے معذور کے مانند ولا حیض ایاس یعنی بل ہو ان تبلغ من السن ما لا تحیض مثلہا فیہ فاذا بلغتہ وانقطع دمہا حکم بایاسہا اور معہود نہین
ناامیدی حیض کی پیری کی وجہ سے کسی مدت معین کے ساتھ بلکہ ایاس یعنے ناامیدی یہ ہی کہ عورت اتنی عمر کو پہونچے کہ ویسی عورت کو اتنی عمر مین حیض نہ آتا ہو
پھر عورت جبکہ اس عمر کو پہونچی اور خون اسکا بند ہوگیا تو اسکے ایاس کا حکم ہوگا ہم جلبی محشی نے کہا کہ یہ امام سے روایت ہی اور حکم ایاس کا فائدہ یہ ہی کہ اسکی
عدت مہینون سے ٹھہر گئی اگر اثنا عدت مین خون ہو وہ فما راتہ بعد الانقطاع حیض فیبطل الاعتداد بالاشہر وتفسد الانکحۃ پھر جو خون کہ دیکھا اسنے انقطاع کے
بعد وہ حیض ہی تو باطل ہوگا عدت کا شمار مہینون سے اور نکاح فاسد ہو جاوینگے ہم طلاق کی عدت تین حیض سے منقضی ہوتی ہی اور ایاس مین تین مہینون
سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینون کی عدت باطل ہوگئی اب حیض سے عدت کرنا چاہیے اور نکاح اسواسطے فاسد ہی کہ عدت کے اندر نکاح واقع ہوا
وہ جائز نہین وقیل یحد بخمسین سنۃ وعلیہ المعول والفتوے فی زماننا مجتبے وغیرہ تیسیرا اور بعضون نے کہا کہ ایاس کی مدت ٥٠ برس کے ساتھ محدود ہی
اور اسی قول پر اعتماد ہی اور اسی پر فتوے ہی ہمارے زمانہ مین چنانچہ مجتبے وغیرہ مین ہی آسانی کے واسطے وحدہ فی العدۃ بخمس وخمسین قال فی الضیاء و
علیہ الاعتماد اور مصنف نے باب العدۃ مین ٥٥ برس کی حد ایاس بیان کی ہی ضیا مین کہا اور اسی قول پر اعتماد ہی وما راتہ بعدہا ای بعد المدۃ المذکورۃ
فلیس بحیض فی ظاہر المذہب الا اذا کان دما خالصا فحیض حتے یبطل بہ الاعتداد بالاشہر لکن قبل تمامہا لا بعدہ حتے لا تفسد الانکحۃ وہو المختار للفتوی
جوہرہ وغیرہا وتحققہ فی العدۃ اور جو خون کہ عورت دیکھیگی مدت مذکورہ کے بعد یعنے ٥٠ یا ٥٥ برس کے بعد وہ حیض نہین ہی ظاہر مذہب مین مگر جبکہ
خون خالص ہو تو وہ حیض ہی تو باطل ہو جاویگا خون خالص کے نکلنے سے عدت کا شمار کرنا مہینون سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے باطل ان ہی نہ بعد
تمام ہونے کے تو نکاح فاسد نہونگے بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سے اور یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہی چنانچہ جوہرہ نیرہ وغیرہ مین ہی اور ہم
آگے اسکی تحقیق مذکور کرینگے باب العدۃ مین وصاحب عذر من بہ سلسل بول لا یمکنہ امساکہ او استطلاق بطن وانفلات ریح او استحاضۃ او
بعینہ رمد او عمش او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن وثدی وسرۃ اور صاحب عذر یعنے معذور وہ شخص ہی جسکو سلسل البول کی بیماری ہو یعنے جسکا
پیشاب ہر وقت جاری ہی اسطرح کہ اسکو روک نہین سکتا یا کہ اسکا پیٹ چلتا ہی یعنے دست آتے ہین یا ریح نہین تھمتی یا استحاضہ ہی یا اسکی آنکھ مین
جوش ہی یعنے درد کے ساتھ یا آنکھ چوندھی ہی کیچڑ بہتا ہی یا گوشہ چشم مین ناسور ہی اور اسی طرح جو پیپ یا پانی بدن سے نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان
اور پستان اور ناف سے نکلے وہ معذور ہی ہم جوش چشم اور ناسور وغیرہ مین آنسو اور پانی کا نکلنا درد کے ساتھ شرط ہی عذر کی ان اسکے عذرہ

تصدیق کی ۴۰ دن اور ایک ساعت نفاس کی اور ۱۵ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور ایک گھڑی طہر کے ۱۰۰ دن کذا فی الطحطاوی والاکثر اربعون
یوماً کذا رواہ الترمذی وغیرہ ولان الاکثر اربعۃ امثال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی ۴۰ دن ہیں اسی طرح ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے
اور اسواسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چہار چند ہے ہم اکثر حیض دس دن کا ہے تو اسکا چوگنا ۴۰ دن ہوئے چہار چند ہونے کی یہ وجہ ہے کہ چار مہینے کے بعد بچے
میں جان پڑتی ہے تو اسوقت سے حیض کا خون اسکی غذا ہوتا ہے اور پہلے جو چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہو کر نکلتا ہے واللہ اعلم والزائد علی اکثرہ
استحاضۃ لو مبتداۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنے ۴۰ دن سے وہ استحاضہ ہے اگر وہ عورت مبتداۃ ہے یعنے پہلے پہل جنی ہے اسکی عادت مقرر نہیں ہوئی
اما المعتادۃ فترد لعادتہا اور عادت والی زچا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی یعنی اگر اسکی عادت ۳۰ دن کے نفاس کی تھی اور خون ۵۰ دن جاری رہا
تو ۳۰ دن نفاس کے ہیں اور باقی استحاضہ ہے وکذا الحائض اور اسی طرح حائضہ کا حکم ہے یعنے اگر مبتداۃ میں دس دن سے زیادہ خون جاری ہو تو
زائد استحاضہ ہے اور عادت والی تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی کذا فی الطحطاوی فان انقطع علی اکثرہما او قبلہ فالکل نفاس وکذا حیض ان
ولیہ طہر تام پھر اگر خون بند ہو گیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اسکے تو سارا خون نفاس میں نفاس ہے اور حیض میں تمام حیض ہے اگر پھر ایک
نفاس اور حیض کے بعد پورا طہر یعنے پندرہ دن کا اتصال ہوا والا فعادتہا اور اگر ایسا نہیں ہے یعنے اگر اس خون کے بعد ۱۵ دن کا طہر نہوا تو عادت
کے موافق نفاس اور حیض ہے اور عادت سے زیادہ استحاضہ ہے ہم حیض کی صورت یہ ہے کہ عورت کی عادت تھی ہر مہینہ میں مثلاً پانچ دن کی سو اسکو
چھ دن خون آیا تو چھٹا دن حیض کا ہے پھر اگر اسکے بعد ۱۴ دن طاہر رہی پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور زائد استحاضہ ہوگا اور اگر
۱۵ دن طہر رہا تو اب چھ دن کی اسکی عادت ٹھہر گئی اور نفاس کی صورت یہ ہے کہ اسکی عادت تھی ہر نفاس میں ۳۰ دن کی پھر اسکو ایکبار ۴۰ دن خون آیا پھر
۱۴ دن طہر ہوا پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور یوم زائد ۱۵ دن کے طہر میں شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وہی تثبت وتنتقل بمرۃ بہ یفتی
وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور عادت ثابت ہوتی ہے اور بدل جاتی ہے ایکبار سے اسی قول پر فتوے ہے اور اسکا پورا بیان ملتقی الابحر کی ہماری شرح میں ہے ہم
مثلاً مبتداۃ کو چار دن خون آیا یہ اسکی عادت ٹھہری پھر جبکہ پانچ دن مثلاً خون آیا تو اب یہی عادت ٹھہری پہلی عادت بدل گئی دوبار ایک طرح پر آنا اثبات اور
انتقال عادت میں ابو یوسف کے نزدیک شرط نہیں اسی قول پر فتوی ہے اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہیں ہوتی بدون دوبار کے والنفاس
لام توأمین من الاول وہما ولدان بینہما دون نصف حول اور دو جوڑواں بچوں کی ماں کا نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہے توأمین وہ دو
بچے ہیں جنکے مابین میں آدھے برس سے کم زمانہ ہو یعنے اسواسطے کہ ولد اول سے انفتاح رحم ظاہر ہوا تو اسکے بعد کا خون نفاس ٹھہریگا وکذا الثلثۃ ولو بین
الاول والثالث اکثر منہ فی الاصح اور اسی طرح کا حکم تین بچوں کا ہے اگرچہ مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہوگیا ہو صحیح تر
قول میں یعنی اول اور ثانی میں اور ثانی اور ثالث میں نصف سال سے کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونے کا اصح قول میں کچھ اعتبار نہیں مصنف نے
اپنی شرح میں بحر الرائق سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد آیا اگر ۴۰ دن سے پہلے ہے تو وہ ولد اول کا نفاس ہے پورے ۴۰ دن تک اور ۴۰ دن کے بعد
استحاضہ ہے تو عورت غسل کرے اور نماز پڑھے بمجرد وضع ثانی کے وہو الصحیح انتہی وانقضاء العدۃ من الاخیر وفاقاً لتعلقہ بالفراغ اور مدت کا منقضی ہونا
پچھلے بچے سے ہے بالاتفاق بسبب متعلق ہونے انقضا اور اختتام کے رحم کے خالی ہو جانے سے وسقط مثلث السین ای مسقوط ظہر بعض خلقہ کید اور رجل
ای اصبع او ظفر او شعر ولا یستبین خلقہ الا بعد مائۃ وعشرین یوماً ولد حکماً اور سقط یعنے جو پیٹ سے ایسا بچہ ناتمام گر پڑا جسکی بعض خلقت ظاہر ہوگئی جیسے ہاتھ یا پاؤں
یا انگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہی کے حکم شرع میں شارح نے کہا کہ سقط کے سین میں تینوں حرکات زبر زیر پیش لغت میں جائز ہیں اور وہ بمعنی مسقوط کے ہے
اور ظہور اعضا نہیں ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد ہم بحر الرائق میں ہے کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتھ حق ہے لفظاً ومعنی اسواسطے کہ سقط لازم ہے

اسکا مفعول نہین آتا اور مقصود تو سقوط ولد ہی خواہ آپ گر جاسے یا اسکو کوئی گرا دے فتصیر المرأة به نفساء والامة ام ولد ویحنث به فی تعلیقه وتنقضی به العدة
جبکہ ساقط ولد ظاہر الخلقت ہو تو عورت اسکے سبب سے نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی اور مرد اسکے سبب سے اپنے تعلیق مین قسم توڑنے والا ٹھہریگا اور اس سے
عدت منقضی ہو جاویگی اور لونڈی اسوقت ام ولد ٹھہریگی جبکہ اسکا مولی دعوی کرے کہ یہ میرے نطفہ سے ہی اور تعلیق کی یہ صورت ہی کہ طلاق یا اعتاق وغیرہ کو
عورت کی ولادت پر معلق کیا تو طلاق اور عتاق واقع ہو گی ساقط کے پیدا ہونے سے اور حاملہ کی عدت آخر ہو گی خواہ وہ بی بی ہو یا لونڈی یا اسکا شوہر مر گیا ہو
کذا فی الطحطاوی فان لم یظهر له شیء فلیس بشیء پھر اگر حمل ساقط مین کچھ اعضا سے ظاہر نہو تو وہ کوئی چیز نہین یعنے نفاس وغیرہ کا حکم اس سے متعلق نہین والمرئی
حیض ان دام ثلثا وتقدمه طهر تام والا استحاضة اور جو خون کہ اسکے بعد دیکھا جاسے وہ حیض ہی اگر جاری رہا تین دن اور اسکے پہلے پورا طہر گذرا یعنے پندرہ دن کا والا استحاضة
اور اگر ایسا نہین یعنے تین دن جاری نہ رہا اور پورا طہر مقدم ہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر مقدم نہین ہوا تو وہ خون استحاضہ ہی ولو لم یدر حاله ولا عدد
ایام حملها ودام الدم تدع الصلوة ایام حیضها بیقین ثم تغتسل ثم تصلی کمعذور اور اگر حمل ساقط کا حال معلوم نہوا کہ اسکی بعض خلقت ظاہر ہوئی یا نہین یعنے
اندھیرے مین گرا اور پھینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنون کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہو گیا تو نماز کو چھوڑے اپنے حیض کے یقینی دنون تک پھر نہا دے
پھر نماز پڑھا کرے معذور کے مانند والایاس سنه ان تبلغ من السن ما لا تحیض مثلها فیه فاذا بلغته وانقطع دمها حکم بایاسها اور نہ معین ہی
ناامیدی حیض کی پیری کی وجہ سے کسی مدت معین کے ساتھ بلکہ ایاس یعنے ناامیدی یہ ہی کہ عورت اتنی عمر کو پہونچے کہ ویسی عورت کو اتنی عمر مین حیض نہ آتا ہو
پھر عورت جبکہ اس عمر کو پہونچی اور خون اسکا بند ہو گیا تو اسکے ایاس کا حکم ہو گا ہم بھی اسی سے کہا کہ یہ امام سے روایت ہی اور حکم ایاس کا فائدہ یہ ہی کہ اسکی
عدت مہینون سے ٹھہریگی اگر اثنا عدت مین خون موجود ہو فما راته بعد الانقطاع حیض فیبطل الاعتداد بالاشهر وتفسد الانکحة یعنی جو خون کہ دیکھا اسنے انقطاع کے
بعد وہ حیض ہی تو باطل ہو گا عدت کا شمار مہینون سے اور نکاح فاسد ہو جاوینگے ہم طلاق کی عدت تین حیض سے منقضی ہوتی ہی اور ایاس مین تین مہینے
سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینون کی عدت باطل ہو گئی اب حیض سے عدت کرنا چاہیے اور نکاح اسواسطے فاسد ہی کہ عدت کے اندر نکاح واقع ہوا
وہ جائز نہین وقیل یحد بخمسین سنة وعلیه المعول والفتوی فی زماننا مجتبی وغیرہ تیسیرا اور بعضون نے کہا کہ ایاس کی مدت پچاس برس کے ساتھ محدود ہی
اور اسی قول پر اعتماد ہی اور اسی پر فتوی ہی ہمارے زمانہ مین چنانچہ مجتبی وغیرہ مین ہی آسانی کے واسطے وحده فی العدة بخمس وخمسین قال فی الضیاء و
علیه الاعتماد اور مصنف نے باب العدة مین پچپن برس کی حد ایاس بیان کی ہی ضیاء مین کہا اور اسی قول پر اعتماد ہی وما رأته بعدها ای بعد المدة المذکورة
فلیس بحیض فی ظاهر المذهب الا اذا کان دما خالصا فحیض حتی یبطل به الاعتداد بالاشهر لکن قبل تمامها لا بعده حتی لا تفسد الانکحة وهو المختار للفتوی
جوهره وغیرها وتحققه فی العدة اور جو خون کہ عورت دیکھیگی مدت مذکورہ کے بعد یعنے پچاس یا پچپن برس کے بعد وہ حیض نہین ہی ظاہر مذہب مین مگر جبکہ
خون خالص ہو تو وہ حیض ہی تو باطل ہو جاویگا خون خالص کے نکلنے سے عدت کا شمار کرنا مہینون سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے بطلان ہی نہ بعد
تمام ہونے کے تو نکاح فاسد نہونگے بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سے اور یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہی چنانچہ جوہرہ نیرہ وغیرہ مین ہی اور ہم
آگے اسکی تحقیق مذکور کرینگے باب العدة مین وصاحب عذر من به سلسل بول لا یمکنه امساکه او استطلاق بطن وانفلات ریح او استحاضة او
بعینه رمد او عمش او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن وثدی وسرة اور صاحب عذر یعنے معذور وہ شخص ہی جسکو سلسل البول کی بیماری ہو یعنے جسکا
پیشاب ہر وقت جاری ہو اسطرح کہ اسکو روک نہین سکتا یا کہ اسکا پیٹ چلتا ہو یعنے دست آتے ہین یا ریح نہین تھمتی یا استحاضہ ہو یا اسکی آنکھ مین
جوش ہو یعنے درد کے ساتھ یا آنکھ چوندھی ہو کیچڑ بہتا ہو یا گوشۂ چشم مین ناسور ہو اور اسی طرح جو پیپ یا پانی بدن سے نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان
اور پستان اور ناف سے نکلے وہ معذور ہی ہم جوش چشم اور ناسور وغیرہ مین آنسو اور پانی کا نکلنا درد کے ساتھ شرط ہی عذر کی ان [illegible] وغیرہ

تمام وقت صلوٰۃ مفروضۃ بان لا یجد فی جمیع وقتہا زمنا یتوضأ و یصلی فیہ خالیا عن الحدث بشرطیکہ گھیرے عذر اسکا نماز فرض کے تمام وقت کو
اسطرح پر کہ نماز کے سارے وقت میں ایسا زمانہ پایا نجاسے جسمین وضو کرے اور نماز پڑھے حدث سے خالی ہوکر ولو حکما لان الانقطاع الیسیر ملحق بالعدم
اگرچہ استیعاب اور احاطہ عذر کا حکمی ہو نہ حقیقی اسواسطے کہ تھوڑا سا منقطع ہوجانا عذر کا عدم انقطاع کے ساتھ ملحق ہی ہم استیعاب حکمی کی یہ صورت ہی کہ اسقدر
انقطاع قلیل ہوکہ اسمین وضو اور نماز اس سے خالی ہوکر نہوسکے کذا فی الطحطاوی وہذا شرط العذر فی حق الابتداء اور یہ یعنے استیعاب عذر کا نماز کے
تمام وقت مین شرط ہی عذر کے شروع ہونیکے حق مین یعنے ثبوت عذر اولا اسی طرح ہوتا ہی وفی حق البقاء کفی وجودہ فی جزء من الوقت ولو مرۃ اور عذر
باقی رہنے کے حق مین عذر کا پایا جانا وقت نماز کے کسی جزء مین کفایت کرتا ہی اگرچہ ایک ہی بار ہو یعنے ایک بار کا وجود کافی ہی نہ استیعاب وفی حق الزوال یشترط
استیعاب الانقطاع تمام الوقت حقیقۃ لانہ الانقطاع الکامل اور عذر جاتے رہنے کے حق مین استیعاب انقطاع عذر کا تمام وقت مین حقیقتا شرط ہی
اسواسطے کہ انقطاع کامل یہی ہی کہ انقطاع حقیقی کہ تمام وقت مین اصلا عذر کا اثر معلوم نہو پھر اگر انقطاع کامل کے بعد دوسرے وقت مین موجود ہو
تو وہ پھر صاحب عذر ٹھہریگا اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحطاوی وحکمہ الوضوء لا غسل ثوبہ ونحوہ لکل فرض اور حکم معذور کا وضو کرنا ہی ہر نماز فرض کے
وقت نہ دھونا کپڑے کا اور مانند اسکے یعنے بدن اور مکان کا ہم وضو سے مراد طہارت ہی خواہ وضو سے ہو خواہ تیمم سے اور فتوی اسپر ہی کہ اگر یہ حالت ہی کہ جو کپڑا
دھویا جاوے تو نماز کے فراغت ہونے سے پہلے وہ ناپاک ہوجاوے تو اب کپڑا دھونا لازم نہیں اور اسی طرح بدن اور مکان کا کذا فی الطحطاوی اللام للوقت کما فی
دلوک الشمس حرف لام کا لکل فرض مین وقت کیواسطے ہی چنانچہ قرآن مجید مین لدلوک الشمس کا لام وقت کے واسطے ہی یعنے نماز کو قائم کر سورج کے ڈھلنے کے وقت
چونکہ لکل فرض سے وضو کرنا ہر نماز فرض کے لیے نکلتا تھا اگرچہ ایک وقت مین چند فرض ہون لہذا شارح نے جواب دیا کہ حرف لام کا یہان وقت کے واسطے
ہی ثم یصلی بہ فیہ فرضا ونفلا فدخل الواجب بالاولی پھر نماز پڑھے اس وضو سے وقت کے اندر فرض اور نفل تو واجب نماز بطریق اولی داخل ہی یعنے جبکہ نفل
باوجودیکہ ضرور نہیں جائز ہی تو واجب بطریق اولی جائز ہی فان خرج الوقت بطل ای ظہر حدثہ السابق حتی لو توضأ علی الانقطاع ودام الی خروجہ لم یبطل
بالخروج مالم یطرأ حدث آخر او یسیل پھر جبکہ وقت گیا تو وضو باطل ہوگیا یعنے اگلا حدث ظاہر ہوگیا یعنے ظہور حدث سابق بطلان کا سبب ہی خروج وقت سبب
نہیں تو اگر معذور نے وضو کیا عذر کے منقطع ہوجانے کے وقت پھر وہ انقطاع دائم بنا رہا وقت نماز کے نکل جانے تک تو وضو باطل نہوگا وقت کے خارج
ہونے سے جب تک کہ دوسرا حدث اس وضو پر طاری نہو یا عذر سابق جاری نہو ہم اس صورت مین خروج وقت سے اسواسطے وضو باطل نہوا کہ سیلان کے
وقت وضو نہیں کیا اور نہ سیلان اسکے بعد پایا گیا کمسئلۃ مسح خفہ یہ مسئلہ مانند مسئلہ مسح کرنے موزہ معذور کے ہی یعنے اگر عذر کے وقت وضو کر کے موزہ پہنا
تو وقت کے اندر مسح کرنا جائز ہی اور خروج وقت سے بدون نزع خف مسح روا نہیں اور اگر انقطاع عذر مین وضو کیا اور موزہ پہنا تو غیر معذور کے مانند
ایک رات دن مقیم کو اور تین رات دن مسافر کو مسح جائز ہی وافاد انہ لو توضأ بعد الطلوع ولو لعید او ضحی لم یبطل الا بخروج وقت الظہر اور وقت
کے قید نے اسکا فائدہ دیا کہ اگر بعد طلوع کے وضو کیا اگرچہ عید یا چاشت یا عید اضحی کا وضو ہو تو وضو باطل نہ ہوگا مگر ظہر کے وقت کے خارج ہوجانے
سے یعنے یہ جو مصنف نے کہا کہ خروج وقت مبطل ہی سو وقت سے مراد نماز پنجگانہ کا وقت ہی اور طلوع کے بعد تا نصف النہار کوئی نماز فرض
کا وقت نہیں تو بدون خروج وقت ظہر بطلان وضو ثابت نہ ہوگا وان سال علی ثوبہ فوق درہم جاز لہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ
تنجس قبل الفراغ منہا ای الصلوۃ والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ہو المختار للفتوی اور اگر معذور کے کپڑے پر درم سے زیادہ بہا ست
روان ہوئی تو اسکو اسکا نہ دھونا جائز ہی جو اس طرح ہوکہ اگر اسکو دھووے تو کپڑا نجس ہوجاوے نماز کے فراغت ہونے سے پہلے اور اگر
ناپاک نہ ہو فارغ ہونے سے پہلے تو دھونا ترک کرنا جائز نہیں یہی قول پسندیدہ ہی فتوی دینے کے واسطے وکذا مریض لا یبسط ثوبا الا

الا نجس فوراً تو ترک کرے اور اسی طرح وہ مریض ہے کہ نہیں بچھاتا ہے کپڑے کو اگر فوراً ناپاک ہو جاتا ہے تو اسکو ترک فرش جائز ہے ہر صورت اسکی یہ ہے کہ زمین پر
پاک مکان نہیں پاتا ہے نماز کے واسطے اور اگر اپنا پاک کپڑا بچھاتا ہے تو اسکے زخمون کی نجاست اسقدر سے قبل از نماز ناپاک ہو جاتا ہے تو اب اسکو ترک
بسط ثوب جائز ہے فوراً اس سے مراد ظاہراً قبل اتمام نماز ہے کذا فی الطحطاوی والمعذور انما تبقی طہارتہ فی الوقت بشرطین اذا توضأ لعذرہ ولم یطرأ
علیہ حدث آخر اور معذور کی طہارت باقی نہیں رہتی وقت میں مگر دو شرطون سے ایک یہ کہ جب وضو کیا اپنے عذر کے سبب سے اور دوسرے یہ کہ کوئی
اور حدث طاری نہوا ہو اما اذا توضأ لحدث آخر وعذرہ منقطع ثم سال او توضأ لعذرہ ثم طرأ علیہ حدث آخر بان سال احد منخریہ او جرحیہ او قرحتیہ ولو من
جدری ثم سال الآخر فلا تبقی طہارتہ لیکن جبکہ وضو کیا معذور نے کسی اور حدث کے سبب سے اور اسکا عذر سابق بند ہے پھر اسکا عذر روان ہوا یا وضو
کیا اپنے عذر معلوم کے سبب سے پھر اس وضو پر کوئی اور حدث طاری ہوا اسطرح پر کہ اسکا ایک نتھنا یا ایک زخم یا ایک قرحہ جاری ہوا اگرچہ وہ چیچک کا ہو
پھر دوسرا نتھنا یا دوسرا زخم یا دوسرا قرحہ جاری ہو گیا تو طہارت اسکی باقی نہ رہی ہم پہلی صورت میں نقض وضو عذر سے اسواسطے ہوا کہ وضو عذر کی وجہ سے
نہوا تھا بلکہ اور وجہ سے واقع ہوا تھا چنانچہ شہید اور اسکی شرح میں ہے اور اگر دونون نتھنے یا دونون زخم ساتھ ہی جاری ہوئے پھر ایک بند ہو گیا تو اسکا
وضو باقی ہے جبتک کہ وضو نماز کا باقی ہے کذا فی البحر فروع مسائل الفقہ شارح کے ویجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلاتہ مومیا وبردہ یبقی اور واجب ہے ہٹانا اور
روکنا اپنے عذر کا یا اسکا کم کر دینا بقدر اپنی طاقت کے اگرچہ اشارہ کر کے نماز پڑھنے سے عذر موقوف ہو سکے یعنی اگر عذر ہٹ سکتا ہے تو اسکو ہٹانا واجب ہے
نہیں تو کم کر دے بحر الرائق میں ہے کہ جب معذور قادر ہو رد سیلان پر پٹی باندھنے یا روئی اندر کر دینے سے یا اگر بیٹھکر پڑھے تو سیلان بند ہو تو روکنا واجب ہے
یعنی فرض ہے تو بیٹھکر اشارہ سے نماز پڑھے اگر سیلان سے سیلان ہوتا ہے اسواسطے کہ ترک سجدہ آسان تر ہے حدث کے ساتھ نماز پڑھنے سے وبردہ لا
یبقی صاحب عذر اور عذر کے روک دینے سے وہ شخص معذور باقی نہ رہیگا یعنی تندرست کا حکم پیدا کریگا بخلاف الحائض برخلاف حیض والی عورت کے
یعنی اگر حائض حیض کا سیلان روک دے کسی تدبیر سے تو وہ حائض ہی باقی رہیگی اور مستحاضہ میں اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ وہ معذور کے مانند ہے
اور بعضون نے کہا کہ حائض کے مانند طحطاوی نے کہا کہ استحاضہ عذرات میں داخل ہے تو قول ثانی ضعیف ہے ولا یصلی من بہ انفلات ریح خلف من بہ سلس بول
لانہ معہ حدث ونجس اور نماز نہ پڑھے وہ شخص جسکی ریح جاری ہے پیچھے اس شخص کے جسکا پیشاب نہیں تھمتا اسواسطے کہ امام میں دو عذر ہیں ایک حدث
اور دوسرا نجاست یعنی مقتدی میں ایک ہی عذر ہے حدث کا نہ نجاست کا

باب الانجاس

یہ باب ہے نجاستون اور ناپاکیون کے احکام میں ہم جبکہ نجاست حکمیہ کے بیان سے فراغت ہوئی تو نجاست حقیقیہ اور اسکے پاک کرنے کا بیان شروع ہوا اور
حکمیہ کو اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی تر ہے کیونکہ نجاست حکمیہ قلیل بھی نماز کی مانع ہے بالاتفاق اور اسکا وجوب ازالہ کسی عذر سے ساقط نہیں برخلاف نجاست
حقیقیہ کے جمع نجس بفتحتین وہو لغۃ یعم الحقیقی والحکمی وعرفا یختص بالاول انجاس جمع ہے نجس کی بفتح نون وجیم اور وہ لغت عرب میں شامل ہے ناپاک حقیقی
اور حکمی کو اور عرف میں اول یعنی حقیقی کو خاص ہے ہم نجس بفتح جیم مخصوص نجاست ذاتیہ ہے (مثل بول و براز) اور نجس بکسر جیم ذاتیہ اور عرضیہ دونون میں مستعمل ہے تو
وہ عام ہے مطلقاً تو گوہ اور پیشاب کو نجس بالفتح اور بالکسر دونون کہینگے اور جس کپڑے میں نجاست لگ گئی اسکو نجس بفتح جیم نہ کہینگے بلکہ اسکو نجس
بکسر جیم بولینگے اور خبث کا لفظ نجاست حقیقی کے ساتھ اور حدث نجاست حکمی کے ساتھ مخصوص ہے اور ازالہ حقیقی کا بدن اور کپڑے اور مکان سے فرض ہے اگر
بمقدار مانع صلوٰۃ ہو اور اسکا ازالہ بلا ارتکاب امر اشد ممکن ہو تو اگر ازالہ بلا کشف عورت ممکن نہو تو نجاست کے ساتھ نماز پڑھے کیونکہ کشف عورت شدید تر ہے
تو اگر کشف عورت لوگون میں کریگا تو فاسق ہوگا اسواسطے کہ جو شخص دو امر قبیح میں مبتلا ہو وہ آسان تر کو اختیار کرے کذا فی الطحطاوی مختصراً یجوز رفع

نجاست حقیقیۃ عن محلہا ولو اناء او ماکولا علم محلہا او لا بماء ولو مستعملا بہ یفتی جائز ہے دور کرنا نجاست حقیقی کا اسکے مقام سے یعنی جہاں وہ لگی ہے اگرچہ محل
نجاست برتن یا کھانے کی چیز ہو چنانچہ روٹی یا ککڑی خواہ محل اسکا معلوم ہو یا نہو پانی سے دھو کر اگرچہ مستعمل پانی ہو اسی کا فتوی دیا گیا ہے ہم طحطاوی میں
خلاصہ سے منقول ہے کہ کپڑے کا ایک کنارہ نجس ہو گیا سو یاد نہ رہا کہ کونسا ہے سو اسنے کوئی کنارہ دھو ڈالا بدون اٹکل کے تو کپڑا پاک ہو گیا یہی قول مختار ہے وبکل
مائع طاہر قالع للنجاسۃ ینعصر بالعصر کخل وماء ورد حتی الریق فتطہر اصبع وثدی تنجس بلحس ثلثا اور جائز ہے رفع نجاست ہر ایک بہنے والی پاک نجاست
کو اکھاڑنے والی چیز سے کہ نچڑ جاوے نچوڑنے سے چنانچہ سرکہ اور گلاب یہانتک کہ منھ کی رال بھی تو جو انگلی اور پستان کہ ناپاک ہوئی پاک ہو جاتی ہے تین بار کے
چاٹنے سے ہم گلاب اور سرکہ کے مانند آب باقلا اور آب زعفران اور اشجار اور اثمار اور تربوز کا پانی بھی نجاست کو دور کرتا ہے اور پستان نجس ہو جاتی ہے شیرخوار
کی قے سے پھر اسکے تین بار چاٹنے اور ازالہ اثر سے پاک ہو جاتی ہے بخلاف نحو لبن کزیت لانہ غیر قالع برخلاف مثل دودھ کے چنانچہ تیل اسواسطے کہ وہ نجاست
کو نہیں دور کرتا یعنی اپنی چکنائی کے سبب سے وقیل ان اللبن وبول مایوکل مزیل بخلاف المختار اور یہ جو بعضوں نے کہا ہے کہ دودھ اور حلال جانور کا پیشاب
نجاست کا دور کرنے والا ہے سو قول مختار کے مخالف ہے ہم یہ قول غیر مختار ابو یوسف رح کا قول ہے ویطہر خف ونحوہ کنعل تنجس بذی جرم ہو کل ما یری بعد
الجفاف ولو من غیرہا کخمر وبول اصابہ تراب بہ یفتی بدلک یزول بہ اثرہا اور موزہ اور اسکے مانند چنانچہ جوتا جو ناپاک ہو گیا جسم والی نجاست سے پاک کیا جاتا
ایسے رگڑنے سے کہ اثر اسکا اس سے دور ہو جاوے جسم دار وہ نجاست ہے جو نظر آوے خشکی کے بعد اگرچہ اور چیز سے ملکر خشک ہونے کے بعد نظر پڑے چنانچہ
شراب اور پیشاب جبکہ مٹی لگ گئی اسی کا فتوی دیا جاتا ہے ہم موزہ کی قید اسواسطے لگائی کہ بدن اور کپڑا رگڑنے سے پاک نہیں ہوتا مگر منی کے رگڑ ڈالنے
سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے شراب اور پیشاب اگرچہ بعد خشکی کے نظر نہیں آتا مگر مٹی سے ملکر جرم دار ٹھہریگا تو وہ بھی رگڑنے سے پاک ہو جائیگا اثر سے مراد
اوصاف ثلثہ ہیں یعنی رنگ اور مزا اور بو تو اگر کوئی بھی باقی رہیگا تو پاک نہوگا رگڑنا خواہ زمین پر ہو خواہ ناخن اور لکڑی اور پتھر سے کذا فی الطحطاوی والا جرم
لہ کبول فیغسل اور اگر نجاست کا جرم نہو تو موزہ اور مانند اسکے دھویا جاوے یعنی تین بار خشک کرنے کے ساتھ ویسا ہی بحرالرائق میں لیکن حلبی میں قہستانی
سے منقول ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ تین بار اسپر پانی ڈالے اور چھوڑ دے یہانتک کہ ٹپکنا بند ہو جاوے ویطہر صیقل لا مسام لہ کمراٰۃ وظفر وعظم وزجاج وآنیۃ مدہونۃ
وخراطی وصفائح فضۃ غیر منقوشۃ بمسح یزول بہ اثرہا مطلقا بہ یفتی اور پاک ہوتا ہے صیقل دار یعنی گھونٹ والا جسمیں مسام نہیں چنانچہ آئینہ اور ناخن اور ہڈی
اور شیشہ اور روغنی برتن چنانچہ رکابی اور پیالہ چینی اور خرادی سخت لکڑی چکنی اور بے نقش چاندی کے پتر پونچھنے سے اسطرح کہ اثر نجاست کا باقی نہ رہے
خواہ نجاست تر ہو یا خشک اسی کا فتوی دیا جاتا ہے ہم پونچھنا صیقلی چیز کا قول محمد میں مطہر ہے خواہ مٹی سے پونچھے خواہ کپڑے اور صوف سے خواہ نجاست
تر ہو یا خشک کذا فی الطحطاوی وتطہر ارض بخلاف نحو بساط بیبسہا ای جفافہا ولو بریح اور پاک ہو جاتی ہے زمین اسکے خشک ہو جانے سے اگرچہ حرارت
ہوا سے خشکی حاصل ہو برخلاف فرش اور اسکے مانند کے کہ وہ پاک نہیں ہوتا بدون پانی جاری کرنے کے ہم اگر زمین تر ہو تو بدون دھونے کے پاک
نہوگی پھر اگر ایسی نرم زمین ہو کہ پانی کو سوکھتی ہو تو اتنا پانی اسپر ڈالے کہ اسکے پاک ہو جانے کا ظن غالب حاصل ہو اور اگر سخت ہو اور ڈھالو ہو تو اسکے
اسفل میں گڑھا کھودے اور زمین پر پانی ڈالے جب گڑھے میں پانی جمع ہو تو اسکو مٹی سے توپ دے اور اگر سخت زمین برابر ہے تو اسکا دھونا ممکن نہیں بلکہ
اسکو کھود کر نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر کی نیچے کر دے اور گچ کی زمین ہو تو اسپر پانی ڈالے پھر اسکو رگڑے اور کپڑے یا صوف سے پانی اسکا خشک کر لے
تین بار اسطرح کرے اور اگر بہت سا پانی اسپر ڈالے کہ نجاست کا بالکل اثر باقی نہ رہے پھر اسکو چھوڑے کہ خشک ہو جاوے تو پاک ہو جاویگی کذا فی
الطحطاوی عن السراج والخلاصۃ والمحیط وذہاب اثرہا کلون وریح لاجل صلوۃ علیہا لا للتیمم بہا اور نجاست کا اثر جانا زمین پر نماز پڑھنے کے واسطے
ہے نہ اس سے تیمم کرنے کے لیے ہم نجاست کا اثر چنانچہ رنگ اور بو اور اسی طرح مزہ لان المشروط لہا الطہارۃ ولہ الطہوریۃ اسواسطے کہ نماز کے لیے

زمین کا پاک ہونا شرط ہی نہ مطہر ہونا اور تیمم کے واسطے مطہر ہونا شرط ہی نہ فقط پاک ہونا و حکم آجر و نحوہ کلبن مفروش و خص بالخاء المعجمۃ و شجر و کلاء قائمین
نے احص کہ ای کالارض یطہر بجفاف اور حکم پکی اینٹ مفروش اور اسکے مانند کا چنانچہ کچی اینٹ فرش کی اور بانس اور نرکل یا لکڑی کی ٹٹی کا حکم
اور اس درخت اور گھاس کا جو زمین پر جما ہوا ہی اسی طرح کا ہی یعنے زمین کے مانند ہی کہ پاک ہو جاتی ہین یہ سب چیزین نجاست کے خشک ہو جانے سے
شارح نے کہا کہ خص بخا معجمہ چھپت کی اوٹ ہو ہم خص بضم خا معجمہ و تشدید صاد مہملہ گھر ہی بانس یا نرکل کا اور یہان مراد وہ ستر ہی یعنے اوٹ کہ جو چھتون پر
ہوتی ہی یعنے ٹٹیان کھڑی کرکے کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا کل ما کان ثابتا فیہا لافادۃ حکمہا باتصالہ بہا اور اسی طرح خشک ہونے سے طاہر
ہو جاتی ہی وہ چیز جو زمین پر ثابت اور قائم ہی چنانچہ دہلیز اسواسطے کہ اسکے متصل ہونے سے زمین کے ساتھ اسکو زمین کا حکم دیا گیا فالمنفصل
یغسل لا غیر الا حجرا خشنا کرحی فکارض تو جو چیز کہ زمین سے جدا ہی چنانچہ مفروش اینٹ یا پتھر جو لی تو وہ دھونے سے پاک ہوتی ہی نہ اسکے غیر سے
مگر کھردرا پتھر چنانچہ چکی وہ زمین کے مانند خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہی ہم بحر الرائق مین ہی کہ چکنا پتھر تو بدون دھونے کے پاک نہین ہوتا و
یطہر منی ای محلہ یابس بفرک ولا یضر بقاء اثرہ ان طہر راس حشفۃ کان کان مستنجیا بماء اور خشک منی کا مکان پاک ہو جاتا ہی ملنے سے
اور اسکے اثر کا باقی رہنا کچھ ضرر نہین کرتا بشرطیکہ سر ذکر پاک ہو اسطرح پر کہ پانی سے استنجا کیا ہو ہم اسکی صورت مین کافی ہی چکہ اس ذکر طاہر ہو ای
کہ پیشاب کیا اور مخرج سے تجاوز نہوا یا تجاوز کیا اور پانی سے استنجا کیا کذا فی الطحطاوی وسفہ اقتصر المجتبی او یجی ففرع فانزل الامام بطہر الا انفصال الشیء
بالنجس انتفی است برطوبۃ الفرج فیکون متفرعا علی قولہما بنجاستہا اما عندہ فہی طاہرۃ کسائر رطوبات البدن جوہرہ اور مجتبی مین ہی کہ ذکر فرج مین داخل
ہوا پھر خارج کیا پھر انزال ہوا تو یہ خشک منی طاہر نہوگی بدون دھونے کے بسبب پھر جانے ذکر کے نجاست سے انتہی کلام المجتبی یعنے ناپاک ہو لی فرج
کی رطوبت سے تو یہ مجتبی کا قول متفرع ہی صاحبین کے قول پر کہ انکی رطوبت ناپاک ہی لیکن امام اعظم رحمہ کے نزدیک تو وہ پاک ہی جیسے بدن کی باقی
رطوبات چنانچہ تھوک اور رینٹ اور پسینا پاک ہین والا یکن یابسا اولا راسہا طاہرا فیغسل کسائر النجاسات ولو دما عبیطا علی المشہور اور اگر منی خشک
نہو یا سر حشفہ پاک نہو تو دھوئی جائے جیسے باقی ناپاک چیزین دھوئی جاتی ہین خشک ہون یا تر اگرچہ تازہ خون ہو موجب قول مشہور کے ہم غیر مشہور
مجتبی کا یہ قول ہی کہ اگر تازہ خون کپڑے مین لگا اور خشک ہو گیا پھر اسکو چھیل ڈالا تو کپڑا پاک ہو گیا جیسے منی سے پاک ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی بلا فرق بین منیہ ومنیہا
فرض یہ وہ منیہا ولا بین منی آدمی وغیرہ کما بحثہ الباقانی بدون فرق کے درمیان منی مرد کے اگرچہ وہ بیماری سے پتلی ہو گئی ہو اور درمیان منی عورت
کے اور بدون فرق کے درمیان منی آدمی کے اور غیر آدمی کے چنانچہ باقانی نے اسکو بحث کی راہ سے بیان کیا ہی نہ روایت کی راہ سے ہم اور
اسی طرح قہستانی نے بحث کی راہ سے آدمی اور غیر آدمی کی منی کو برابر کہا ہی اور فیض مین اسکو صحیح بیان کیا ہی حلبی نے کہا کہ آدمی کی منی مین
خلاف قیاس رخصت وارد ہی تو اسپر غیر آدمی کا قیاس نہین کذا فی الطحطاوی ولا بین ثوب ولو جدیدا او مبطنا فی الاصح وبدن علی الظاہر
من المذہب اور بدون فرق کے درمیان کپڑے کے اگرچہ کپڑا نیا یا دوہرا ہو صحیح تر قول مین اور درمیان بدن کے بنا بر ظاہر مذہب کے ہم
یعنے در صورت طہارت مخرج خشک منی ملنے اور تر منی دھونے سے پاک ہوتی ہی خواہ مرد کی منی ہو یا عورت کی خواہ کپڑے پر ہو یا بدن پر ہم
ہل یعود نجسا ببللہ بعد فرکہ المعتمد لا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کپڑا وغیرہ خشک منی کے ملنے کے بعد تر ہونے سے پھر ناپاک ہوتا ہی یا نہین جواب
وہ ناپاک نہین ہوتا معتمد قول مین وکذا کل ما حکم بطہارتہ بغیر مائع اور اسی طرح جس چیز کی طہارت کا حکم ہو گیا بدون سائل چیز کے وہ تر
ہونے سے پھر ناپاک نہین ہو جاتی ہی ہم مطہر غیر سائل چنانچہ پونچھنا اور خشک ہونا اور جلنا وغیر ذلک بحر الرائق مین ہی انجاس الاصح اعتبار
طہارت کے ہر مسئلہ مین مختلف ہی مگر طہارت کا اعتبار ہر صورت مین اولی ہی جیسا کہ اصحاب متون نے اسکی تصریح کی ہی ہر مسئلہ مین وقد ذہبت

سے فی انجزائن المطہرات الی نیف وثلثین وعیرت نظم ابن وہبان فقلت اور البتہ مین نے پہونچایا ہے خزائن الاسرار مین مطہرات کو کئی اور تیس تک اور
بدل ڈالا ہے مین نے ابن وہبان کی نظم کو سو مین نے یون کہا ہے وغسل ومسح والجفاف مطہر ونحت وقلب العین والحفر یذکر اور دھونا
اور پونچھنا اور خشک کرنا پاک کرنے والا ہے اور چھیلنا اور ذات کا بدل جانا اور کھودنا مذکور ہے مطہرات مین ہم دھونا جیسے مثلاً کپڑے مین اور
پونچھنا صیقل والی چیزین اور خشکی زمین مین اور چھیلنا لکڑی مین اور ذات کا بدل جانا گدہے اور سور کے نمک ہوجانے مین اور کھودنا زمین مین طاہر
کرتا ہے ودبغ وتخلیل ذکوٰۃ تخلل وفرک ودلک والدخول التقور اور دباغت کرنا چمڑے کا اور سرکہ بنانا شراب کا نمک وغیرہ ڈال کر اور
ذبح کرنا جانور کا اور شراب کا خود بخود سرکہ بنجانا اور خشک منی کا مل ڈالنا اور موزے کا رگڑنا اور حوض نجس مین پاک پانی کا اسقدر داخل ہونا کہ وہ کچھ
روان ہوجاوے اور کنوئین کے پانی ناپاک کا زمین کے اندر گس اور دھس جانا طاہر کرتا ہے وتقصیر فیہ لبعض وندف ونزح ونار وغلی
وغسل بعض قفور تصرف کرنا بعض مین اور روئی کا دھننا اور کنوئین کے پانی کا نکال ڈالنا اور ناپاک چیز کا آگ مین جلجانا اور ابالنا اور بعض کا
دھونا اور بستہ چیز مین نجاست نکال کر گرا دینا یعنی تصرف بعض کا اسطرح مطہر ہے کہ اناج جب بھوسے سے جدا ہوتا ہے بیلون کے روندنے سے
تو انکے پیشاب اور گوبر سے ناپاک ہوجاتا ہے تو جب اسمین کچھ خرچ کیا تو سب پاک ہوگیا خرچ کرنا عام ہے خواہ کھانے کے واسطے ہو خواہ بیع خواہ
خواہ خیرات کے واسطے فتاوے عالمگیریہ مین ہے کہ اگر نصف سے کم روئی ناپاک ہوئی تو دھننے سے پاک ہوجاوے گی اور قہستانی مین ہے کہ تیل اور اسکے
مانند چنانچہ گھی یا شہد ناپاک ہوا پھر اسمین پانچوان حصہ پانی ڈالکر ابالا کہ پانی جلگیا تو وہ پاک ہوا اور کپڑا ناپاک ہوا معلوم نہین کہ ناپاکی کہان ہے تو کسی
طرف کے دھونے سے پاک ہوجاتا ہے اور گھی یا شہد یا راب گاڑھی ہے اور اسمین چوہا گرکے مرگیا تو چوہے کو اور اسکے گرد پیش کے گھی کو نکال ڈالے کہ گرد کا
نجاست تو باقی چیز پاک ہوگئی ویطہر زیت تنجس بجعلہ صابونا یفتی للبلوے کتنور رش بما نجس لاباس بالخبز فیہ اور پاک ہوجاتا ہے ناپاک تیل اسکو صابون
بنا ڈالنے سے اسی قول پر فتوے ہے ... جیسے وہ تنور جو ناپاک پانی سے چھڑکا گیا اسمین روٹی پکانے کا کچھ ڈر نہین
کطین تنجس فجعل منہ کوز بعد جعلہ فی النار یطہر ان لم یظہر فیہ اثر النجس بعد الطبخ ذکرہ الحلبی چنانچہ وہ مٹی کہ ناپاک ہوگئی سو اسکا کوزہ بنایا گیا
آگ مین ڈالنے کے بعد پاک ہوجاتا ہے اگر اسمین نجاست کا اثر پکانے کے بعد ظاہر نہین ہوا ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے ہم حلبی شارح ہے منیۃ المصلی کا
اور دوسرا حلبی ابراہیم ہے درمختار کا محشی وعفا الشارع عن قدر درہم وان کرہ تحریما فیجب غسلہ اور صاحب شرع نے نجاست بقدر درہم کے معاف
کردی ہے اگرچہ اسکے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے تو بقدر درہم کے نجاست کا دھونا واجب ہے ہم عفو سے مراد یہ ہے کہ قدر درہم کی نجاست کے ساتھ نماز
صحیح ہے بدون اسکے دھونے کے اور یہ مراد نہین کہ وہ مکروہ بھی نہین کیونکہ اسکی کراہت ثابت ہے اور اگر نماز شروع کرچکا تو اسکے دھونے کے واسطے نماز کا توڑنا
جائز ہے کذا فی الطحطاوی وما دونہ تنزیہا فیسن اور مکروہ تنزیہی ہے درہم سے کم نجاست تو اسکا دھونا مسنون ہے نہ واجب اور فرض ہم یہی قول معتمد ہے پھر اگر
درہم سے کم نجاست کے ساتھ نماز شروع کرچکا تو تامل کرے اگر وقت مین وسعت ہو تو دھونا افضل ہے پھر نماز پڑھنا اور اگر جماعت فوت ہوتی ہو تو اگر پانی
ملسکتا ہو اور دوسری جماعت پاسکتا ہو دوسرے مقام مین تو بھی دھونا افضل ہے ورنہ نماز قطع نکرے وفوقہ مبطل فیفرض اور درہم سے زیادہ نجاست نماز کو
باطل کرتی ہے تو اسکا دھونا فرض ہے والعبرۃ لوقت الصلوۃ لا الاصابۃ علی الاکثر نہر اور اعتبار نجاست کی مقدار مین نماز پڑھنے کے وقت کا ہے نہ نجاست
لگ جانے کے وقت کا اکثر علما کے نزدیک چنانچہ نہر الفائق مین ہے وہو مثقال وزنہ عشرون قیراطا فی نجس کثیف لہ جرم وعرض مقعر الکف وہو داخل مفاصل
الاصابع فی رقیق من مغلظۃ کعذرۃ آدمی اور وہ یعنی درہم بوزن ایک مثقال کے ہے یعنی ۲۰ قیراط کی گاڑھی نجاست جرم دار مین اور بقدر چوڑائی قعر
کف دست کے ہے پتلی نجاست مین اور قعر کف دست اندر ہے انگلیون کے جوڑون کا غلیظ نجاست سے جیسے آدمی کا گوہ ہم نجاست غلیظہ ایک درہم

معاف ہو بعضون نے درہم کے وزن کا اعتبار کیا مطلقاً اور بعضون نے مساحت کا ہندوانی نے دونون قولون مین توفیق دی اسطرح کہ اگر نجاست گاڑھی ہو
تو درہم کے وزن کا اعتبار ہو اور اگر پتلی ہو تو مساحت درہم کا اعتبار ہو بدائع مین کہا یہی قول مشائخ ماوراء النہر کے نزدیک مختار ہو اور زاہدی اور زیلعی
نے اسی کو صحیح کہا ہو امام اعظم کے نزدیک نجاست غلیظہ جسمین دو نص متعارض نہون صاحبین نے کہا اور اسکے ساتھ مجتہدین معاصرین اور انکے سابقین
کا اسمین اختلاف نہو اور نجاست خفیفہ امام کے نزدیک یہ ہو جسمین دو نص متعارض ہون صاحبین نے کہا اور اسکے ساتھ مجتہدین کا اختلاف بھی ہو اور غلیظہ کی
تعریف مین اشارہ اسطرف ہو کہ اسکے اجتناب مین بلوی یعنی حرج دفع نہو کذا فی الطحطاوی مختصراً وکذا کل ما خرج منہ موجبا لوضوء او غسل مغلظ اور اسیطرح جو چیز
کہ آدمی کے بدن سے نکلے وضو یا غسل کی موجب ہو کر وہ نجاست غلیظہ ہو چنانچہ پیشاب اور منی اور ودی اور مذی اور پیپ اور قی منہ بھر کے اور خون حیض
کا یہ سب نجس نجاست غلیظہ ہین لیکن اس کلیہ پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہو کہ باوجودیکہ ناقض وضو ہی پہلا ہر وہ اور بول غیر ماکول ولو من صغیر لم یطعم الا
بول الخفاش وخرؤہ فطاہر اور چنانچہ جانور غیر ماکول کا پیشاب آدمی ہو یا غیر آدمی اگرچہ شیرخوار بچے کا پیشاب ہو مگر چمگادڑ کا پیشاب اور اسکی بیٹ پاک ہو
وکذا بول الفارۃ لتعذر التحرز عنہ وعلیہ الفتوی کما فی التاتارخانیۃ اور اسیطرح چوہے کا پیشاب پاک ہو یعنی معاف ہو بسبب نہ بچ سکنے کے اس سے اور
اسی پر فتوی ہو چنانچہ تاتارخانیہ مین ہو ہم حلبی نے کہا یہ معافی کپڑون اور طعام مین ہو نہ پانی مین بزازیہ اور فتاوی قاضیخان مین چوہے کی نجاست کو
ظاہر الروایۃ کہا ہو لیکن ظاہر الروایۃ پر فتوی مقدم ہو کذا فی الطحطاوی و فی [illegible] الاشبہ بالطہارۃ [illegible] کتاب مین [illegible] چوہے کی
مینگنی ناپاک نہین کرتی جبتک اسکا اثر ظاہر نہو یعنی رنگ یا بو [illegible] اگر وہ [illegible] اور [illegible] کہ وہ
پاک ہو کذا فی البحر وفی الاشباہ بول السنور فی غیر اوانی الماء عفو وعلیہ الفتوی اور اشباہ مین ہو کہ بلی کا پیشاب پانی کے برتنون کے سوا معاف ہو اور اسی پر
فتوی ہو ودم مسفوح من سائر الحیوانات الا دم شہید ما دام علیہ والباقی فی لحم مہزول وعروق وکبد وطحال وقلب والمسیل ودم سمک وقمل وبرغوث و
بق اور نجاست غلیظہ ہو خون روان تمام حیوانات کا مگر شہید کا خون پاک ہو جبتک اسکے جسم پر ہو اور جو خون کہ دبلے گوشت اور رگون اور کلیجی اور تلی اور
دل مین باقی رہا یعنی ذبح کے بعد اور جو خون کہ جاری نہین اور مچھلی اور جون اور پسو اور مچھر کا خون کہ یہ سب پاک ہین ہم جو خون کہ کلیجی وغیرہ مین باقی
رہتا ہو وہ جاری نہین تو وہ دم مسفوح کی قید سے خارج ہوگیا تو استثنا کی کچھ حاجت نہین زاد فی السراج [illegible] کما فی القاموس [illegible]
اور سراج وہاج مین ہو اور خون کتان [illegible] قاموس مین ہو [illegible] شاید کہ کتان مذکور کھٹمل ہو وبعد علم
فالمستثنی اثنا عشر تو حیوانات سے بارہ خون مذکور مستثنی ہین کہ وہ ناپاک نہین وخمر وفی باقی الاشربۃ روایات التغلیظ والتخفیف والطہارۃ رجح فی البحر
الاول وفی النہر الاوسط اور جیسے خمر یعنی شراب انگوری کہ وہ نجس مغلظ ہو اور باقی مسکر شرابون مین تغلیظ اور تخفیف اور طہارت کی روایات مختلف ہین
بحرالرائق مین اول یعنے تغلیظ کی روایت کی ترجیح ہو اور نہرالفائق مین درمیان یعنے تخفیف کی ترجیح ہو ہم صاحب نہر نے فیہ کے اس مسئلہ سے
استدلال کیا ہو کہ اگر نماز پڑھے اور اسکے کپڑے مین شراب مسکر سے کثیر فاحش نہین تو قول اصح مین وہ کافی ہو حلبی نے کہا یہ نص ہو تخفیف نجاست مین تو صاحب
نہر ہی کا قول ہو اسواسطے کہ فرع منصوص کی طرف رجوع ہو اور صاحب بحر کی ترجیح تو فقط بحث کی راہ سے ہو وخرء کل طیر لا یذرق فی الہواء کبط اہلی ودجاج اور نجاست
غلیظہ جیسے بیخال ہر ایک اس پرندہ کی جو ہوا مین نہین اڑتا چنانچہ خانگی بط اور مرغی واما ما یذرق فیہا فان ماکولا فطاہر والا فمخفف لیکن جو پرندہ کہ ہوا مین
اڑا کرتا ہو تو اگر وہ حلال ہو جیسے کبوتر اور گنجشک تو اسکی بیٹ پاک ہو اور اگر حرام ہو تو اسکی بیخال ناپاک نجاست خفیفہ ہو چنانچہ باز اور شکرا اور چیل لیکن انکی
بیٹ سے کنوان ناپاک نہین ہوتا بسبب عموم بلوی کی جہت سے یعنی اس سے بچنا مشکل ہو کذا فی الطحطاوی وروث وخثی اور نجاست غلیظہ جیسے لید اور گوبر
ہم بحرالرائق مین ہو کہ فضلہ فرس اور حمار کو عرب مین روث یعنی لید کہتے ہین اور گائے بیل بھینس کو خثی یعنی گوبر کہتے ہین اور فضلہ اونٹ کو ابعر یعنی مینگنی اور فضلہ

انسان کو غائط یعنی گوہ ہو سلئے ہین افادہ بہا نجاست نیز کل حیوان غیر الطیور مغلظ سے لیا اور گوبر کے لفظ سے ہر حیوان کے فضلے کی نجاست کو جتا دیا سوا
چڑیون کے ہم بہتر ہے کہا کہ شارح کہتا کہ غلیظ نجاست پر آگاہ کر دیا جو افادہ یہ ہی کہ غلیظ نجاست حلال جانور کے فضلے مین ثابت ہوئی تو حرام جانور مین بھی ثابت
ہو گی بلا طریق اولی کذا فی الطحطاوی و قالا تخفف اور صاحبین نے کہا کہ لید اور گوبر نجس نجاست خفیفہ ہین ہم صاحب بحر نے کافی سے نقل کیا ہو کتے اور درندہ
جانورون کے گوہ کی نجاست غلیظہ ہونے مین امام اور صاحبین کا اتفاق ہی تو اختلاف نہین مگر لید اور گوبر مین کذا فی الطحطاوی و فی الشرنبلالیۃ قولہما اظہر و شرنبلالیہ مین ہی
کہ صاحبین کا قول ظاہر تر ہی اسواسطے کہ علما کا اختلاف ہی نجاست اور طہارت مین تو یہ اختلاف خفت کا مورث ہی اور عموم بلوے کے سبب سے بھی کہ راہین اس سے
بھری ہین بر خلاف [illegible] غیر ماکول اللحم کے پیشاب کے کہ زمین اسکو سوکھ جاتی ہی کذا فی الزیلعی و طہر ہما محمد آخرا للبلوی و بہ قال مالک اور محمد بن حسن نے لید
گوبر کو آخر حال مین پاک کہا عموم بلوی اور مزید مشقت کی وجہ سے اور یہی قول ہی امام مالک کا ہم جبکہ امام محمد رحمہ خلیفہ کے ساتھ رے مین داخل ہوئے اور تکلیف اور
مشقت لوگون کی دیکھی کہ راہین اور سرائین اس سے پر ہین تو مجبور ہو کر تخفیف کا پہلا قول ترک کرکے طہارت کے قائل ہوئے ولو صابہ من نجاسۃ غلیظۃ و نجاسۃ
خفیفۃ جعلت الخفیفۃ تبعا للغلیظۃ احتیاطا کذا فی الظہیریۃ اور اگر بدن یا کپڑے کو نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ لگ گئی تو خفیفہ تابع غلیظہ کے ٹھہرائی جاوے گی
احتیاط کی راہ سے چنانچہ ظہیریہ مین ہی یعنے خفیفہ اس صورت مین بمنزلہ غلیظہ کے ہوگی تو اگر دونون ملکر قدر درم سے زائد ہون تو نماز جائز نہوگی ثم متی اطلقوا
النجاسۃ فالظاہر الغلیظۃ پھر جاننا چاہیے کہ جب فقہا نجاست کو مطلق بلا قید بولین تو ظاہر اطلاق کا غلیظ نجاست پر دلالت کرتا ہی وعفی دون ربع جمیع بدن
و ثوب ولو کبیرا ہو المختار ذکرہ الحلبی ورجحہ فی النہر علی التقدیر بربع المصاب کالذیل والکم وان قال فی الحقائق وعلیہ الفتوی اور نجاست خفیفہ معاف ہی تمام بدن اور
کپڑے کی چوتھائی سے کم اگرچہ کپڑا بڑا ہو جیسے جامہ اور پگڑی ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے اور اس قول کو نہر الفائق مین راجح کہا ہی اس چیز کی چوتھائی تقدیر پر جسکو نجاست
لگ گئی ہی جیسے دامن اور آستین اگرچہ حقائق مین کہا ہی وعلیہ الفتوی یعنی بدن یا کپڑے کے جس ٹکڑے کو نجاست لگی اسی کی چوتھائی سے کم ہونے کی معافی پر فتوی ہی
اور حقائق مین تمام بدن اور جمیع ثوب کی چوتھائی پر فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اسی قول کو صاحب تحفہ اور محیط اور بدائع اور مجتبی اور سراج وہاج نے صحیح کہا ہی
حلبی محشی در المختار نے کہا کہ فتوی کا لفظ مقدم ہی مختار اور راجح کے لفظ پر من نجاسۃ مخففۃ کبول ماکول ومنہ الفرس وطہرہ محمد کلام از جہاد کی معافی ہی نجاست خفیفہ
سے جیسے جانور ماکول اللحم کا پیشاب اور اسی قسم سے ہی گھوڑے کا پیشاب اور ماکول اللحم کے پیشاب کو محمد رحمہ نے پاک کہا ہی ہم شیخین کے نزدیک گھوڑے کے پیشاب کی نجاست
خفیفہ ہی اور امام نے اسکے گوشت کو مکروہ جو کہا ہی تو اسواسطے کہ وہ جہاد کا سامان ہی نہ اسواسطے کہ اسکا گوشت ناپاک ہی وخرء طیر من السباع او غیرہا غیر ماکول اور
چنانچہ نجاست غیر ماکول اللحم چڑیون کی خفیف نجس ہی خواہ وہ چڑیان درندہ ہون مثل باز جرہ یا درندہ نہون وقیل طاہر وصحح اور بعضون نے اسکو پاک کہا ہی
اور اسکی تصحیح بھی بعضون نے کی ہی ثم الخفۃ انما تظہر فی غیر الماء فلیحفظ پھر جاننا چاہیے کہ نجاست کی خفت مین پانی کے غیر مین ظاہر ہوتی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
یعنے نجاست خفیفہ کے پڑنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہی حلبی نے کہا مگر طیر غیر ماکول کی بیٹ سے کنوان نجس نہین ہوتا تو یہ مستثنی ہی چنانچہ سابق مذکور ہو چکا
وعفی دم سمک ولعاب بغل وحمار والمذہب طہارتہا اور معاف ہی خون مچھلی کا اور رال خچر اور گدہے کی اور صحیح مذہب انکے طاہر ہونے کا ہی وبول انتضح
کرؤس الابر اور معاف ہی پیشاب چھینٹین ہو کر لگا سوئیون کے سر کی مانند یعنی ہر چھینٹ سوئی کے نوک کے برابر ہو اگرچہ سیکڑون ہون وکذا جانبہا الآخر اور
اسی طرح ہر سوئی کے مانند سوئی کی دوسری طرف جو ہر سوئی کا ناکا ہوتا ہی وان کثر باصابۃ الماء للضرورۃ اگرچہ پیشاب کی چھینٹین بہت ہو جاوین پانی
لگوانے سے یہ معافی ہی ضرورت کے سبب سے یعنی اس سے بچنا دشوار ہی لکن لو وقع فی ماء قلیل نجسہ فی الاصح لان طہارۃ الماء آکد جوہرہ لیکن اگر پیشاب کی
چھینٹ تھوڑے پانی مین پڑیگی تو اسکو ناپاک کریگی صحیح تر قول مین اسواسطے کہ پانی کی طہارت مین زیادہ تر تاکید ہی کذا فی الجوہرۃ ہم پانی اس صورت سے
نجس ہوگا جب چھینٹ کا اثر پانی پر ظاہر ہو اس طرح کہ گرنے کے وقت پانی مین فرجہ ہو جاوے یا پانی اچھلے ورنہ اسکا کچھ اعتبار نہین چنانچہ قہستانی نے قرتاشی سے

اور اسپر پانی کے قول کا بدلنا یعنی سات کپڑے کے دھونے کو واجب کہا ہی اور اسپر پانی سے اٹکل کر کے دھونا شرط کیا ہی کذا فی الطحطاوی ثم لو ظہر انہا فی
طرف آخر فلا یعید من الحلاصۃ ثم وفی الظہیریۃ المختار انہ لا یعید الا الصلوۃ التی ہو فیہا پھر اگر دھونے کے بعد ظاہر ہوا کہ نجاست دوسری طرف ہی جسکو نہین
دھویا تو دھونے کا اعادہ کرے یا نکرے خلاصہ مین ہی کہ ان دھوے اور ظہیریہ مین قول مختار یہ ہی کہ اعادہ نکرے مگر اُس نماز کا جسمین اسنے نجاست کو
دیکھا ہم پر غفلت ہی شارح سے صاحب نہر الفائق کے اتباع سے اسواسطے کہ ظہیریہ کا یہ مسئلہ خلاف ہی مسئلہ خلاصہ کے چنانچہ بحر الرائق کی عبارت اسمین صریح ہی
ظہیریہ مین یون ہی کہ نماز پڑھنے والے نے اپنے کپڑے پر نجاست دیکھی اور معلوم نہین کب سے لگی ہی تو امام کی روایات مختلف ہین قول مختار یہ ہی کہ اعادہ نکرے
مگر اُس نماز کا جسمین وہ مشغول ہی کذا فی الحلبی کما لو بال حمر علی حنطۃ تدوسہا فقسم او غسل بعضہ او ذہب بہبۃ او اکل
او بیع کما مر چنانچہ اگر گدہون نے پیشاب کیا مثلاً اُن گیہون پر جسکو وہ ماڑتے ہین یعنی روند کر بھوسے سے جدا کرتے ہین پھر گیہون بانٹے گئے یا تھوڑے
سے دھوئے گئے یا کچھ جاتے رہے بخشش یا کھانے یا بیع کی وجہ سے چنانچہ ابیات سابقہ مین اسکا بیان گذرا مصنف نے گدہون کو خاص کر کے
اسواسطے بیان کیا کہ انکے پیشاب کی نجاست بالاتفاق ہی حیث یطہر الباقی وکذا الذاہب لاحتمال وقوع النجس فی کل طرف کمسئلۃ الثوب اسواسطے
کہ باقی گیہون پاک ہو جاتے ہین اور اسی طرح وہ گیہون بھی پاک ہو جاتے ہین جو صرف ہو گئے بسبب احتمال واقع ہونے ناپاک کے ہر طرف مین یعنے
ہو سکتا ہی کہ جسقدر گیہون بعد تصرف کے باقی رہے ناپاک گیہون انھین مین ہون تو اس صورت مین جدا ہوے پاک ٹھیرینگے اور یہ بھی ممکن ہی کہ ناپاک
گیہون انھین جاتے رہنے والون میں جو تصرف ہو گئے ہین تو اس صورت مین باقی پاک ٹھیرینگے جیسے کپڑے کا مسئلہ کہ ایک طرف کے دھونے سے پاک ٹھیرا نجاست
دھو جانے کے احتمال سے وکذا یطہر محل نجاسۃ اما عینہا فلا تقبل الطہارۃ مرئیۃ بعد جفاف کدم بقلعہا ای بزوال عینہا واثرہا ولو بمرۃ او بما فوق الثلاث فی الاصح
اور اسی طرح خشکی کے بعد نمودار نجاست چنانچہ خون پاک ہو جاتی ہی اسکے اکھاڑنے اور بالکل دور کر ڈالنے سے یعنی عین نجاست اور اُسکے اثر کے زائل ہو جانے سے
اگرچہ زوال ایکبار کے ازالہ سے ہو یا تین بار سے زیادہ صحیح تر قول مین مصنف نے طہارت کے محل کو اسواسطے ذکر کیا کہ عین نجاست تو طہارت کو قبول نہین کرتی
ہم غایۃ البیان مین کہا نمودار نجاست سے مراد وہ نجاست ہی جو خشک ہو جانے سے نظر آوے چنانچہ خون اور گوہ اور جو خشکی کے بعد نظر نہ آوے وہ نمودار
نہین اصح یہی ہی کہ ایکبار کے دھونے سے بھی بشرط ازالہ کلی طہارت حاصل ہوتی ہی خواہ گرم پانی سے ہو خواہ آب کثیر بستہ سے خواہ آب ریختہ سے خواہ تغاری مین
تین بار سے زیادہ دھونا اُسوقت ہی جبکہ اقل کافی نہو اور غیر صحیح یہ قول ہی کہ بعد زوال عین دو بار دھونا واجب ہی یا تین بار یا ایکبار اسیطرح کذا فی الطحطاوی
ثم یقبل لغسلہا بالسیم نحو ذلک وفرک اور مصنف نے قلع نجاست کہا نہ اُسکے دھونے کو تاکہ رگڑنے اور ملنے وغیرہ کو بھی شامل رہے یعنے تطہیر فقط دھونے پر منحصر
نہین بلکہ رگڑنے سے چنانچہ موزے مین اور ملنے سے چنانچہ منی مین بھی طہارت حاصل ہوتی ہی ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالتہ الی
ماء حار او صابون ونحوہ اور طہارت مین ضرر نہین کرتا باقی رہنا نجاست کے اثر لازم کا یعنے جسکا زوال دشوار ہی اثر نجاست چنانچہ رنگ اور بو تو مسلمان
مکلف نہین اثر لازم کے دور کرنے مین گرم پانی یا صابون اور اسکے مانند اور چیز کی طرف ہم مانند اسکے وہ برتن ہی جسمین شراب تھی خواہ برتن نیا ہو یا پرانا
تو بو کا باقی رہنا مضر طہارت نہین یعنے دھونے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح بل یطہر ما صبغ او خضب بنجس بغسلہ ثلثا بلکہ پاک ہو جاتا ہی وہ
جو رنگا گیا یا خضاب کیا گیا ناپاک چیز چنانچہ مہندی اور کسم ناپاک سے اسکے تین بار دھو ڈالنے سے ہم نجس سے مراد یہان متنجس ہی نہ نجس العین بدلیل مسئلہ چربی
مردار تو اگر رنگ یا خضاب کیا گیا نجس العین سے چنانچہ خون سے تو اُسکی عین اور مزہ اور بو کا ازالہ واجب ہی رنگ کا باقی رہنا مضر نہین والاولی غسلہ الی ان یصفو
الماء اور بہتر ہی اُسکا دھونا یہانتک کہ دھونے کا پانی صاف بیرنگ نکلے ولا یضر اثر دہن الا دہن ودک میتۃ لانہ عین النجاسۃ حتی لا یدبغ بہ جلد
بل یستصبح بہ فی غیر مسجد اور ضرر نہین کرتا ظاہر ہونے مین ناپاک تیل کی چکنائی کا رہنا مگر مردار جانور کی چربی کی چکنائی مضر طہارت ہی کیونکہ عین

عن الحجر وکذا دجاجۃ ملقاۃ حالۃ غلی الماء للنتف قبل شقہا فتح اور اسی طرح پاک ہوتی ہی تین بار دھونے اور خشک کرنے سے وہ مرغی جو پانی کے جوش میں ڈالی گئی
پر اکھاڑنے کے واسطے پیٹ پھاڑنے سے پہلے کذا فی الفتح هم یہ مرغی امام کے قول پر کبھی پاک نہو گی ابو یوسف کے نزدیک پاک ہی چنانچہ فتح القدیر میں ہی تو بہتر یہ ہی
کہ پہلے گرم پانی میں ڈالنے سے اسکے پیٹ کی آلائش نکال ڈالے اور محل ذبح میں جو خون کہ جما ہو دھو ڈالے کذا فی الطحطاوی وفی التجنیس حنطۃ طبخت فی خمر
لا تطہر ابدا بہ یفتی اور تجنیس میں ہی کہ جو گیہوں کہ پکایا گیا شراب میں وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اسی کا فتوی ہی هم یہ امام کا قول ہی اور ابو یوسف کے نزدیک تین بار
جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہوتا ہی ولو انتفخت من بول نقعت وجففت ثلثا اور جو گیہوں پیشاب میں پھولا وہ پانی میں تین بار خشک کیا جاوے
اور بھگویا جاوے ولو خبز خبز بخمر صب فیہ خل حتی یذہب اثرہا فیطہر اور جو گوندھا گیا آٹا شراب میں اور روٹی پکی تو اسمیں سرکہ ڈالا جاوے یہانتک کہ
شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جاوے هم یہ روٹی دھونے سے پاک نہیں ہوتی بدون سرکہ کے اسطرح کہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے اسمیں ڈالی جاوے فروع
چھری بجھائی گئی ناپاک پانی میں وہ تین بار پاک چیز میں بجھائی جاوے گوشت کے شوربے میں نجاست گری جوش کی حالت میں وہ تین بار ابالا جاوے
تو پاک ہی اور اگر جوش کی حالت میں نہیں گری تو تین بار گوشت دھویا جاوے کذا فی الطحطاوی فصل یہ فصل ہی استنجا کے احکام میں هم ایک
نسخہ میں فصل ہی تنوین کے ساتھ اور دوسرے نسخہ میں فصل فی الاستنجا ہی الاستنجا ازالۃ نجس عن سبیل فلا یسن من ریح وحصاۃ ونوم وفصد استنجا
دور کرنا ہی نجاست کا نجاست کی راہ سے یعنی قبل اور دبر سے تو استنجا کرنا مسنون نہیں ریح اور پتھر اور نیند سے اور فصد کے خون سے هم اسواسطے کہ ریح اور پتھری
اور نیند نجاست نہیں اور خون فصد کا قبل اور دبر سے نہیں جو اسکا ازالہ مسنون ہو وہو سنۃ موکدۃ مطلقا اور استنجا سنت موکدہ ہی ہر حال میں یعنی خواہ نجاست
حسب عادت ہو یا نہو تر ہو یا خشک خواہ استنجا پانی سے ہو یا ڈھیلوں سے خواہ بیوضو کرے یا جنب یا حائض وما قیل من افتراضہ لنحو حیض ومجاوزۃ مخرج فتسامح
اور وہ جو کسی نے استنجا کا فرض ہونا کہا ہی مانند حیض اور مخرج سے بڑھجانے میں سو قول تحقیقی نہیں هم حیض کے مانند چنانچہ جنابت اور نفاس وارکانہ اربعۃ شخص
مستنج وشئ مستنجی بہ کماء وحجر ونجس خارج من احد السبیلین وکذا لو اصابہ من خارج وان قام من موضعہ علی المعتمد ومخرج دبر او قبل اور ارکان استنجا
چار ہیں ایک تو شخص استنجا کرنے والا دوسرے وہ چیز جس سے استنجا کیا جاتا ہی چنانچہ پانی اور پتھر تیسرے نجاست نکلنے والی بول یا براز کی راہ سے اور اسیطرح مسنون ہی
استنجا اگر احد السبیلین کو باہر سے نجاست لگ جاوے اگر وہ شخص قضاے حاجت کے مکان سے اٹھ کھڑا ہو قول معتمد پر چوتھا رکن ہی نجاست نکلنے کا مقام دبر یا قبل
بنحو حجر مما ہو عین طاہرۃ قالعۃ لا قیمۃ لہا کمدر فیقی استنجا سنت ہی پتھر ایسی چیز سے اس قسم سے کہ وہ چیز پاک نجاست کی دور کرنے والی ہی جسکی کچھ قیمت نہیں چنانچہ
صاف کرنے والا ڈھیلا هم ڈھیلے کے مانند خاک اور لکڑی اور کپڑا اور روئی اور پرانی کھال ہی اور دیوار اور زمین سے رگڑنا لیکن خانہ غیر مملوک بدون کرایہ استنجا
جائز نہیں بہتر طریقہ استنجا کا یہ ہی کہ بدن کو نہایت ڈھیلا کرکے بیٹھے مگر جبکہ روزہ دار ہو اور استنجا پانی سے کرتا ہو اور مناسب ہی کہ بعد استنجا کے اٹھنے سے پہلے
موضع استنجا کو پونچھ ڈالے اور کپڑوں کو آب مستعمل سے بچاوے اور قبل از استنجا اور بعد از استنجا دونوں ہاتھوں کو دھووے کذا فی الطحطاوی لانہ ہو المقصود
فیختار الابلغ والاسلم عن التلویث اسواسطے کہ یہی پاک صاف کرنا استنجا کرنے سے مقصود ہی تو استنجا کرنے کو وہ چیز اختیار کرے جو بہت پاک صاف کرنے والی اور
نہایت سلامت رکھنے والی ہو آلودہ کرنے سے ولا یتقید باقبال وادبار شتاء وصیفا اور استنجا مقید نہیں اقبال اور ادبار کے ساتھ جاڑے اور گرمی میں هم اقبال
یہ کہ پیچھے کی طرف سے آگے ڈھیلا لاوے اور ادبار یہ کہ آگے سے پیچھے لیجاوے یعنی استنجا سے مقصود ازالہ نجاست ہی پس مسنون نہیں کہ هم جاڑوں میں پہلا
ڈھیلا پیچھے سے آگے لاوے اور دوسرا آگے سے پیچھے اور تیسرا اول کے مانند اور گرمی میں اسکے بالعکس کرے اور عورت ہر موسم میں اول اقبال کرے
یہ اقبال اور ادبار کا قول قاضیخان کا ہی اور زیلعی اور تمنی نے اسکو اختیار کیا ہی ولیس العدد ثلثا بمسنون فیہ بل مستحب اور تین ڈھیلوں کا شمار استنجا
میں مسنون نہیں بلکہ مستحب ہی هم استنجا کرنے سے مقصود پاک صاف کرنا ہی خواہ ایک ڈھیلے سے ہو یا تین یا پانچ یا زیادہ سے اور تین ڈھیلوں کا ذکر

استعمال کے ہم قستانی مین نظم سے منقول ہے یون کرنا چاہیے کہ تین ڈھیلون سے استنجا کرے پھر اگر زیادہ سے تو بہتر ہے کہ طاق کرے پھر اگر اسکو بھی زیادہ سے تو منتہی پھر جا
سے ان تین چیزون کے سوا استنجا نکرے کیونکہ جب حدیث کے مورد فقیری ہے اور کیفیت استنجا کرنے کی یون ہے کہ انگشت وسطی کو تھوڑا سا اونچا کرے اور اسکا موضع دھووے
پھر بنصر کو اونچا کرے اور دھووے پھر خنصر کو پھر سبابہ کو اونچا کرکے دھووے یہانتک کہ اطمینان حاصل ہو اصح قول مین اور بعضون نے کہا یہانتک دھووے کہ وہان سے
چکنائی دور ہو کر کھردرا ہو جاوے اور عورت اول بنصر اور وسطی کو اونچا کرکے دھووے پھر مرد کی طرح دھووے اور موسم سرما مین زیادہ تر مبالغہ کرے اگر ٹھنڈا پانی ہو
اور اگر گرم پانی ہو تو موسم گرما کے مانند مبالغہ کی حاجت نہین لیکن آب سرد کا ثواب زیادہ تر ہے آب گرم سے کذا فی الطحطاوی وفیہ نظر لما مر انہ سنۃ لا غیر فینبغی ان
لا یکون ثوابا الا بالنھی عنہ اور مصنف کے اس قول مین کہ ہڈی وغیرہ سے استنجا کرنا کافی ہے خلل ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ استنجا سنت ہے نہ کچھ اور تو لائق یہی کہ یون
آدمی قائم کرنے والا سنت کا ممنوع چیز سے ہے صاحب نہر الفائق نے اسکا یون جواب دیا کہ مسنون تو ازالہ ہے نجاست کا اور ڈھیلا وغیرہ مقصود بالذات نہین بلکہ
اس جہت سے کہ وہ مزیل ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ اس شے مخصوص سے ازالہ ممنوع ہے اس سے نفی ازالہ نہین ہوتی چنانچہ مغصوب کے مکان مین سنت پڑھنے سے سنت ادا
ہوگی لیکن ارتکاب منہی عنہ لازم آویگا کما کرہ تحریما استقبال قبلۃ واستدبارہا لاجل بول او غائط جیسے مکروہ تحریمی ہے قبلہ کا سامنا اور اسکو پیٹھ دینا پیشاب کر
پاخانے کے واسطے ہم قبلہ کسی جہت مین ہو اسکا استقبال اور استدبار ممنوع ہے اور یہ جو حدیث مین وارد ہے کہ مشرق مغرب کی طرف بول براز کے واسطے بیٹھا کرو تو اُنکے
حق مین ہے جنکا قبلہ مشرق اور مغرب کی طرف نہین چنانچہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوب کی طرف ہے فلو للاستنجاء لم یکرہ پھر اگر استنجا کرنے کے وقت استقبال یا استدبار
قبلہ ہو تو مکروہ نہین یعنی مکروہ تحریمی نہین یعنی کراہت تنزیہی ثابت ہے کیونکہ ترک ادب ہے کذا فی الطحطاوی ولو فی بنیان لاطلاق النھی اور استقبال اور استدبار
قبلہ مکروہ ہے اگرچہ عمارت کے اندر ہو جیسے میدان مین مکروہ ہے بسبب مطلق ہونے نہی کے یعنی حدیث شریف مین عمارت اور میدان کی قید نہین تو ہر مقام مین
کراہت ثابت ہوئی فان جلس مستقبلا لہا غافلا ثم ذکرہ انحرف ندبا لحدیث الطبری من جلس یبول قبالۃ القبلۃ فذکرہا فانحرف عنہا اجلالا لہا لم یقم من مجلسہ حتی
یغفر لہ اور اگر قبلہ کے سامنے بیٹھا غفلت سے پھر اسکو یاد آیا تو پھر جاوے اسکی طرف سے استحباب کی راہ سے بدلیل حدیث طبرانی کہ جو بیٹھا پیشاب کرنے کو قبلہ کے سامنے
پھر اسکو یاد پڑا سو پھر گیا اسکی طرف سے قبلہ کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے تو کھڑا نہوگا اپنی نشست گاہ سے یہانتک کہ بخشا جاویگا ان امکنہ والا فلا بأس
اگر ممکن ہو قبلہ کی طرف سے پھرنا اور اگر ممکن نہو تو کچھ ڈر نہین عدم انحراف سے وکذا یکرہ ہذہ التحریمیۃ والتنزیہیۃ للمرأۃ امساک صغیر لبول او غائط
نحو القبلۃ اور اسی طرح عورت کو مکروہ ہے تھامنا صغیر کا پیشاب یا پاخانے کے واسطے قبلہ کی طرف شارح نے کہا کہ یہ کراہت کے اقسام شامل ہین کراہت تحریمی
اور تنزیہی دونون کو وکذا مد رجلہ الیہا اور اسی طرح پانوں پھیلانا قبلہ کی طرف مکروہ ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ کراہت تنزیہی ہے او استقبال شمس و قمر
لہما ای لاجل بول او غائط اور مکروہ ہے سامنا سورج اور چاند کا پیشاب یا پاخانے کے واسطے و بول و غائط فی ماء ولو جاریا فی الاصح وفی البحر انہا
فی الراکد تحریمیۃ وفی الجاری تنزیہیۃ اور مکروہ ہے بول اور براز پانی مین اگرچہ جاری پانی ہو صحیح تر قول مین اور بحر الرائق مین ہے کہ آب بستہ مین کراہت تحریمی
ہے اور آب روان مین کراہت تنزیہی ہے ہم طحطاوی نے کہا اگر عذر سے مکروہ نہین چنانچہ کشتی اور جہاز سے اترنا ممکن نہو وعلی طرف نہر او بئر او حوض
او عین او تحت شجرۃ مثمرۃ او فی زرع او فی ظل ینتفع بالجلوس فیہ اور مکروہ ہے بول یا براز نہر یا کنوئین یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پھلے درخت
کے نیچے یا کھیت مین یا اس سایہ مین جس سے لوگ فائدہ پاتے ہین اسمین بیٹھکر ہم یہ سب کراہت تحریمی ہے کیونکہ اسکی نہی احادیث مین وارد ہے کذا فی الطحطاوی
انتفاع جلوس کی قید سے معلوم ہوا کہ جو سایہ آبادی سے دور ہو اُسکے نیچے بول اور براز مکروہ نہین وبجنب مسجد ومصلی عید وفی مقابر وبین دواب
وفی طریق الناس اور مکروہ ہے مسجد اور عیدگاہ کے آس پاس اور قبرستان مین اور چارپایون کے درمیان اور لوگون کی راہ مین ہم قبرستان مین وجہ
کراہت یہ ہے کہ میت کو تکلیف ہوتی ہے جس سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اور ظاہر یہ کہ کراہت تحریمی ہے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جو قبرستان مین جدید راہ حادث

ہوائی ہو۔ اُسمین چلنا حرام ہے تو بول و براز بطریق اولی ممنوع ہوگا کذا فی الطحطاوی وَفِی مَهَبِّ رِیْحٍ وَجُحْرِ فَارَةٍ اَوْ حَیَّةٍ اَوْ نَمْلَةٍ وَثُقْبٍ اور ہوا چلنے کے مکان
مین اور چوہے یا سانپ یا چیونٹی کے بل مین اور ہر سوراخ مین زاد العینی وَفِی مَوْضِعٍ یُعْبَرُ عَلَیْهِ اَحَدٌ اَوْ یَقْعُدُ عَلَیْهِ وَبِجَنْبِ طَرِیْقٍ اَوْ قَافِلَةٍ اَوْ خَیْمَةٍ وَفِی اَسْفَلِ الْاَرْضِ اِلٰی
اعلاھا یعنی مین اتنا زیادہ کہا ہے اور مکروہ ہے اُس مکان مین جہان کوئی گذرتا ہو یا وہان بیٹھتا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ کے برابر اور پست زمین پر بیٹھکر بلند زمین
کی طرف پیشاب کرنا مکروہ ہے یعنی عود نجاست کی وجہ سے وَالتَّکَلُّمُ عَلَیْهِمَا اور مکروہ ہے بولنا بول و براز کرتے ہم اسواسطے کہ حق تعالیٰ اُسپر ناخوش ہوتا ہے اور بول و براز
کرتے خدا کا ذکر نکرے اور چھینک پر الحمد للہ نکہے اور چھینکنے والے کو دعا نکرے اور سلام کا جواب نہ دے اور نہ اذان کا جواب دے اور بلا ضرورت شرمگاہ اور
بول و براز کو نہ دیکھے اور نہ وہاں تھوکے نہ ناک کو چھاڑے اور نہ کھکارے اور چھپ اور بہت نہ بیٹھے اور اپنے بدن سے عبث فعل نکرے اور آسمان کی طرف نظر اُٹھا
اور وہاں بہت نہ بیٹھے کہ بواسیر پیدا ہوتی ہے اور درد جگر حادث ہوتا ہے چنانچہ لقمان علیہ السلام سے مروی ہے اور مستحب ہے کہ ننگے پیرون کو وہاں نجاوے اگر
مقدور ہو نہیں تو خوب حفاظت کرے نجاست کے لگجانے سے اور آپ داخل ہو اور پہلے ہی وہاں داخل ہوتے کہے (اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ
وَالْخَبَائِثِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِیْثِ الْمُخْبِثِ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ) اور مکروہ ہے وہان وہ انگوٹھی لیجانا جسپر خدا کا نام یا قرآن لکھا ہو اور وہاں داخل ہوتے بایان
پاؤن اول بڑھاوے اور کھڑے ہوکر شرمگاہ کو نہ کھولے اور دونوں پاؤن کو کشادہ کرکے بیٹھے اور بائین پاؤن پر جھکا رہے پھر جب فراغت پاوے تو کہے (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
الَّذِیْ دَفَعَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ) کذا فی الطحطاوی وَاَنْ یَّبُوْلَ قَائِمًا اَوْ مُضْطَجِعًا اَوْ مُتَجَرِّدًا مِنْ ثَوْبِهِ بِلَا عُذْرٍ اور مکروہ ہے پیشاب کرنا کھڑے ہوکر یا لیٹکر یا کپڑون
سے برہنہ ہوکر بدون عذر کے ہم بلا عذر کی قید سب سے متعلق ہے اسواسطے کہ عذر سے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کھڑے پیشاب کیا بیٹھنے کے درد کی وجہ سے کذا فی البحر اَوْ یَبُوْلَ فِیْ مَوْضِعٍ یَتَوَضَّأُ هُوَ اَوْ یَغْتَسِلُ فِیْهِ لِحَدِیْثِ لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ مُسْتَحَمِّهِ فَاِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ اور مکروہ
ہے پیشاب کرنا اس مکان مین جہان وہ شخص وضو کرتا ہے یا اسمین غسل کرتا ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہرگز پیشاب نکرے کوئی شخص تم لوگون مین سے اپنے غسل خانہ
مین اسواسطے کہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہے فروع مسائل لمحقہ شارح کے یَجِبُ الْاِسْتِبْرَاءُ بِمَشْیٍ اَوْ تَنَحْنُحٍ اَوْ نَوْمٍ عَلٰی شِقِّهِ الْاَیْسَرِ واجب یعنی فرض ہے استبرا یعنی
پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا پیادہ پا چلکر اور کھکار کر اور بائین پہلو پر لیٹ کر ہم حدیث مین وارد ہے کہ خوب پاکیزگی حاصل کرو پیشاب سے
کہ اکثر عذاب قبر اسی سے یعنی عدم پاکیزگی سے ہوتا ہے ہم استبرا عبارت ہے ازالہ خارج سے تا اینکہ منقطع ہوجاوے کذا فی الطحطاوی وَیَخْتَلِفُ بِطِبَاعِ النَّاسِ اور
استبرا مختلف ہوتا ہے لوگون کے اختلاف طبائع کے سبب سے یعنی کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہے کسی کو دیر سے کسی کو چلنے سے کسی کو کھکارنے وغیرہ سے وَیَجِبُ
طَهَارَةُ الْمَغْسُوْلِ تَطْهُرُ الْیَدُ مَعَ طَهَارَةِ الْمَحَلِّ مغسول کی طہارت کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہوجاتا ہے یعنی جب دھونے کا محل پاک ہوا تو ہاتھ بھی اُسکے ساتھ پاک ہوگیا اُسکے علیحدہ
دھونے کی حاجت نہیں خواہ محل دھونے کا استنجا ہو یا سوا اسکے وَیُشْتَرَطُ اِزَالَةُ الرَّائِحَةِ عَنْهَا وَعَنِ الْمَخْرَجِ اِلَّا اِذَا عَجَزَ وَالنَّاسُ عَنْهَا غَافِلُوْنَ اور طہارت مین شرط
ہے دور کرنا بدبو کا ہاتھ سے اور مخرج نجاست سے مگر جبکہ عاجز ہوا آدمی بو کے دفع کرنے سے یعنی ہر چند دھوتا ہے بدبو دفع نہین ہوتی تو اب معاف ہے اور لوگ
اس شرط سے غافل ہین ہم ہاتھ سے بدبو کا دفع ہونا سونگھنے سے معلوم ہوتا ہے اور مخرج سے معلوم ہونا ظن غالب کے حاصل ہونے سے کذا فی الطحطاوی
وَیَنْبَغِی الْمُتَوَضِّیْ اِنْ عَلٰی وَجْهِ السُّنَّةِ بِاَنْ اَرْخٰی انْتَقَضَ وَاِلَّا لَا اگر باوضو شخص نے استنجا کیا اگر استنجا مسنون وجہ سے کیا اسطرح کہ مخرج کو ڈھیلا کرکے استنجا کیا تو وضو
ٹوٹ گیا اور اگر بطریق سنت کے استنجا نکیا تو وضو نہ ٹوٹا نام اومشی علی نجاسۃ ان ظہر عینہا تنجس والا لا سو یا چلا نجاست پر اگر نجاست کی ذات ظاہر ہوئی
بدن یا کپڑے یا پاؤن یا موزہ یا جوتی پر تو ناپاک ہوا اور نہ ناپاک نہوا ہم نور الایضاح مین لفظ عین کے عوض مین اثر کا لفظ وارد ہے اور یہی بہتر ہے
کہ بو وغیرہ کو بھی شامل ہے کذا فی الطحطاوی ولو وقعت فی نہر فاصاب ثوبہ ان ظہر اثرہا تنجس والا لا اور اگر نجاست گری نہر مین پھر آدمی کے کپڑے
پر وہ پانی پڑا اگر نجاست کا اثر یعنے رنگ یا بو یا مزہ ظاہر ہوا تو کپڑا ناپاک ہوا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین لقطہ طاہر نے سمجھی مبتلی با اہل [illegible]

کہ باہم مخلوط ہو گئی ہی کا فتوی ہی یعنی پانی اور مٹی سے جو گارا بنا اگر ان میں سے ایک بھی پاک ہی تو گارا پاک ہی مگر یہ قول ضعیف ہی بحر الرائق میں ہی کہ جب گارا بنا ناپاک پانی
یا ناپاک مٹی سے تو صحیح قول یہ ہی کہ گارا ناپاک ہی دونوں میں کوئی ناپاک ہو یہی قول مختار ہی قاضیخان اور فقیہ ابو اللیث کا اور خلاصہ میں جو طہارت کی وجہ بیان
کی ہی کہ ترکیب سے وہ دوسری چیز ہو گئی وہ ظاہر الفہم نہیں اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہی کہ جن کو ان کا پانی یا گوبر نجس ہو وہ پاک ہوں کیونکہ ترکیب
سے اور شی ہو گئی وعلی ہذا سب مرکبات جبکہ انکے بعض مفردات ناپاک ہوں حالانکہ یہ ظاہر الفساد ہی کذا فی الحلبی مشی فی حمام ونحوہ لا ینجس ما لم یعلم انہ غسالۃ
نجس پیادہ پا چلا حمام اور اسکے مانند اور مکان میں جیسا کہ غسل خانہ میں تو ناپاک نہو گا جبتک یہ معلوم نہو جاے کہ جو پانی پاؤں میں لگا وہ نجاست کا
دھوون ہی ہم مراد یہ ہی کہ برہنہ پاؤں چلا تو بدون پاؤں دھوے نماز جائز ہی اور احتیاط یہ ہی کہ نماز کا اعادہ کرے کذا فی البحر لا ینجس اخذ الماء من الانبوبۃ
لانہ یصیر الماء راکدا پانی لینا اس نالی سے جسکا پانی حوض میں گرتا ہی نجس نہیں اسواسطے کہ حوض کا پانی بستہ غیر جاری ہو جائیگا ہم شاید کہ یا قدرین نجاست
ہو تو پانی لینے سے حوض میں نجاست واقع ہو گی یا شمنی اسمیں گریگا تو ناپاک ہو گا آب مستعمل کی نجاست کے قول پر طحطاوی نے کہا یہ قول ظاہر علی
سبیل الاولیۃ کہ ہی یا آب مستعمل کی نجاست پر مبنی ہی التکلیل لاکام لیس من المروۃ لان فیہ اظہار العورۃ [illegible] حمام میں غسل کے واسطے جانا
مروت کے افعال سے نہیں ہی یعنی بے شرمی ہی اسواسطے کہ اسمیں مقام ستر کا اظہار ہی [illegible] لوگوں کے سامنے حمام میں
جانا صبح کے وقت ظاہر کرنا ہی رات کے جماع کا اور یہ بے شرمی ہی طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ شارح یہ کہتا [illegible] کہتا اور وہ مقام
پاک ہی یعنی جماع ثیاب الفسقۃ واہل الذمۃ طاہرۃ فاسقوں اور ذمیوں کے کپڑے پاک ہیں ہم لیکن انکے مستعمل کپڑوں میں نماز درست ہی تاوقتیکہ
نجاست کا یقین نہو اور تجنیس میں ہی کہ ذمیوں کے پاجاموں میں نماز کروہ ہی حلبی نے کہا شاید یہ وجہ ہے کہ وہ [illegible] نہیں کرتے [illegible]
بجلد قیبہ البول کہ برتھہ اہل فارس کا دیبا یعنی ریشمی کپڑا ناپاک ہی اسمیں پیشاب ڈالنے کی وجہ سے جبتک کہ اسواسطے ہم فارسیوں کا پیشاب ڈالنا بالیقین معلوم
نہو اسکو ناپاک کہا اسی طرح جب انگریزی کپڑے میں نجاست کا پڑنا بالیقین معلوم ہو اسکو ترک کرنا چاہیے اور فقط احتمال سے ترک کرنا ضرور نہیں اسواسطے کہ
کپڑوں میں اصل حلت ہی رای فی ثوب غیرہ نجسا ان غلب علی ظنہ انہ لو اخبرہ ازالہا وجب والا فالامر بالمعروف علی ہذا ایک شخص نے دوسرے کے
کپڑے میں نجاست دیکھی کہ وہ نماز کی مانع ہی یعنی درم سے زیادہ ہی اگر اسکو اسکا ظن غالب حاصل ہو کہ اگر اسکو خبر کریگا تو وہ نجاست کو دور کریگا تو خبر دینا
واجب ہی یعنی فرض ہی اور اگر اسکا ظن غالب نہو تو بتانا فرض نہیں تو امر بالمعروف کا فرض ہونا بھی اسی تفصیل پر ہی یعنی اگر ظن غالب ہو اسکا کہ وہ شخص
عمل کریگا تو امر بالمعروف فرض ہی ورنہ فرض نہیں اور یہ بھی امر بالمعروف میں شرط ہی کہ اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہو ورنہ وہ شخص مختار ہی چاہے کہے چاہے
نکرے اور نہی عن المنکر میں یہ بھی ہی کہ خود مرتکب نہوتا ہو اس فعل کا جو منہی عنہ ہے اعظم ہی اور وجوب فاسق پر بھی ثابت ہی اگرچہ اسکا امر اور نہی فائدہ بخش نہیں
کذا فی الطحطاوی حمل السجادۃ فی زماننا اولی احتیاطا لما درواول ما یسال عنہ فی القبر الطہارۃ وفی الموقف الصلوۃ جانماز کا لیجانا ہمارے زمانے میں بہتر ہی احتیاط
کی راہ سے اسواسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہی کہ قبر میں پہلے طہارت کا سوال ہوگا اور قیامت میں نماز کی اول پرسش ہو گی ہم شارح رحمۃ اللہ علیہ کے حسن
بیان کو غور کرنا چاہیے کہ اختتام کتاب الطہارۃ اور آغاز کتاب الصلوۃ میں اس حدیث کو لایا غفر اللہ لہ ولنا بجاہ صاحب ہذا الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب الصلوۃ

یہ کتاب ہی نماز کے احکام اور مسائل کے بیان میں شروع فی المقصود بعد بیان الوسیلۃ یہ شروع ہی اصل مقصد میں کہ نماز ہی بعد بیان کرنے وسیلہ کے
کہ طہارت ہی ولم تخل عنہا شریعۃ مرسل نماز سے خالی نہیں رہی کسی رسول کی شریعت یعنی یہ عبادت دائمی قدیمی ہی کبھی منسوخ نہیں ہوئی ولما صارت قربۃ
بواسطۃ الکعبۃ کانت دون الایمان لانہ بل من فروعہ اور جبکہ شریعت محمدی میں نماز عبادت ٹھہری بواسطہ کعبہ کے تعظیم کے تو کمتر ہوئی ایمان سے نہ ایمان

اجزاے بلکہ وہ ایمان کے فروع سے ہے ہم اسی چونکہ ایمان بلا واسطہ عبادت ہے اور نماز بواسطہ استقبال قبلہ عبادت ہے بلاواسطہ عبادت نہیں لہذا نماز ایمان میں داخل
نہیں بلکہ اسکی شاخ ہے باعتبار فعل کے اور باعتبار اسکے علم کے یعنی اسکے فرض ہونے کی راہ سے تو وہ ایمان میں داخل ہے اسواسطے کہ ایمان عبارت ہے تمام ارشادات قطعیہ
نبویہ کی تصدیق سے کذا فی الطحطاوی وہی لغۃ الدعاء فنقلت شرعا الی الافعال المعلومۃ وہو الظاہر لوجودہا بدون الدعاء فی الامی والاخرس اور نماز لغت عرب میں یعنی
دعا ہے پھر شرع میں منقول ہوئے افعال معلومہ یعنی رکوع اور سجود وغیرہ کی طرف اور یہی منقول ہونا ظاہر الفہم ہے بسبب موجود ہونے نماز کے بدون دعا کے جاہل اور گونگے
کی نماز میں ہم شارح نے اشارہ کیا کہ صلوۃ منقول شرعی ہے منقول شرعی وہ ہے جس میں معنی وضعی باقی نہو اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صلوۃ دعا میں حقیقت ہے افعال مخصوصہ
کو صلوۃ اسواسطے کہا کہ انمیں دعا بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی ہی فرض عین علی کل مکلف بالاجماع نماز پنجگانہ فرض عین ہے ہر مسلمان عاقل بالغ پر
باجماع اہل اسلام ہم اجماع نماز پنجگانہ اسی امت کو مخصوص ہے کسی امت کو یہ اجماع حاصل نہوا اور عشا کی نماز بھی اسی امت کو خاص ہے کسی نے نہیں پڑھی اور اذان
اور اقامت اور شروع نماز میں اللہ اکبر کہنا اور آمین اور رکوع کرنا بھی امت محمدی کو مخصوص ہے چنانچہ ایک جماعت مفسرین نے اسکو ذکر کیا ہے اور نماز میں اللہم ربنا
ولک الحمد کہنا اور نماز میں گفتگو کا حرام ہونا بھی اسی امت کو خاص ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے انموذج میں بیان کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ عشا کی نماز اول
حضرت موسی علیہ السلام نے پڑھی جبکہ مدین سے نکلے اور راہ بھول گئے تھے کذا فی الطحطاوی عینی شرح ہدایہ میں ہے کہ فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی
جبکہ بہشت سے نکلے اور اندھیرا ہوکر صبح ہوئی اور ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ انکو ذبح فرزند کا حکم ہوا زوال آفتاب کے بعد اور عصر کی
نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جبکہ انکو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی اور مغرب کی نماز حضرت عیسی علیہ السلام نے اور عشا کی نماز حضرت موسی
علیہ السلام نے پڑھی ان حضرات نے شکرانہ نماز نفل پڑھی اور ہم پر فرض ہے انتہی مختصرا اور فرضیت اجماعی نماز کی سند یہ آیت ہے قرآن مجید کی کہ (اقیموا الصلوۃ) یعنی
اے مسلمانوں قائم کرو نماز کو وغیر ذلک من الآیات والاحادیث المشہورۃ فرضت فی الاسراء لیلۃ السبت سابع عشر رمضان قبل الہجرۃ بسنۃ ونصف وکانت قبلہ
صلوتین قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا نمازیں فرض ہوئی معراج میں شب شنبہ رمضان شریف کی سترہویں تاریخ ڈیڑھ برس ہجرت سے پہلے اور معراج سے پہلے
دو نمازیں تھیں ایک آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور دوسری اسکے ڈوبنے سے پہلے کذا فی الشمنی ہم یہ جو شارح نے معراج کا ہونا رمضان شریف میں ذکر کیا سو
ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ معراج رجب میں ہوئی تھی اور یہی لوگوں میں مشہور ہے اور امام نووی نے سیر روضہ میں اسی کو ذکر کیا ہے ویضرب وجوبا ابن
عشر علیہا بید لا بخشبۃ لحدیث مروا اولادکم بالصلوۃ وہم ابناء سبع واضربوہم وہم ابناء عشر نماز فرض ہے عاقل بالغ مسلمان پر اگرچہ واجب ہے دس برس والے لڑکے کو
ترک نماز پر مارنا ہاتھ سے نہ لکڑی سے اس حدیث کی دلیل سے کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جس حال میں کہ وہ سات برس کے ہوں اور انکو مارو جبکہ وہ دس برس
کے ہوں ہم ہرچند حدیث میں مطلق ضرب مذکور ہے لیکن چونکہ لکڑی کی مار مکلف کی جنایت میں وارد ہے اور صغیر محل جنایت نہیں لہذا اسکی ضرب ہاتھ پر محمول
ہوئی نہ لکڑی پر اور صغیر کی ضرب باوجود عدم فرضیت نماز کے اسواسطے مشروع ہوئی تاکہ اسکو نماز کی اسی عمر سے عادت پڑ جاے طحطاوی نے کہا کہ صغیر کو تین بار
ضرب متوسط الیم مارنا چاہیے قلت والصوم کالصلوۃ علی الصحیح کما فی صوم القہستانی معزیا للزاہدی وفی حظر الاختیار انہ یومر بالصوم والصلوۃ وینہی عن
شرب الخمر لیالف الخیر ویترک الشر میں کہتا ہوں اور روزہ نماز کے مانند ہے حکم کرنے اور مارنے میں بنا بر صحیح قول کے چنانچہ قہستانی کی کتاب الصوم میں
زاہدی سے منقول ہے اور اختیار شرح مختار کی کتاب الحظر میں ہے کہ صغیر کو امر کرنا چاہیے روزہ اور نماز کا اور روکنا چاہیے شراب پینے سے تاکہ اسکو
نیکی کی عادت پڑے اور بدی کو چھوڑ دے ہم مراد یہ ہے کہ صغیر کو تمام مامورات کا امر کرنا اور جمیع منہیات سے روکنا چاہیے تو صوم اور صلوۃ اور شراب کی
کچھ خصوصیت نہیں ویکفر جاحدہا لثبوتہا بدلیل قطعی اور نماز کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے بسبب ثابت ہونے نماز کے دلیل قطعی سے یعنی قرآن واحادیث
اور اجماع کی یقینی دلیل سے نماز ثابت ہے جس میں کچھ احتمال نہیں منح الغفار میں ہے کہ منکر نماز کا حکم مرتد کا حکم ہو وتارکہا عمدا مجانۃ ای تکاسلا

مفضی الی الحرج ہے یا دن تاخیر کے کذا فی البحر تو نماز کا سبب حقیقی اوقات پنجگانہ مین تواتر نعمات ہی بحکم قرآن مجید کا چنانچہ (اقیموا الصلوٰۃ وان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا) پھر سبب ظاہری وقت ہی اسواسطے کہ وجوب متجدد ہوتا ہی اوقات کے تجدد سے یہی علامت ہی سبب ہونیکی کذا فی الطحطاوی ای الجزء الاول منہ ان اتصل بہ الاداء والا فما ای جزء من الوقت یتصل بہ الاداء والا یتصل الاداء بجزء فالسبب ہو الجزء الاخیر وقت سبب ہی یعنی اسکا پہلا جزء سبب ہی اگر اسکے ساتھ ادائے نماز متصل ہو اور اگر جزء اول مین نماز نہ پڑھے تو وقت کے جس جزء سے ادائے نماز کا اتصال ہوگا وہی سبب ٹھہریگا اور اگر وقت کے کسی جزء سے ادا متصل نہوئی تو وقت کا پچھلا جزء سبب ہوگا ہم خلاصہ مقام یہ ہی کہ وجوب نماز مین وسعت ہی تو جزء اول یا ثانی اور ثالث کی تاخیر سے نمازی گنہگار نہوگا جیسے کہ اختصر بیان یہ ہی کہ نماز کا سبب وقت کا وہ جزء ہی جس سے ادا متصل ہو والا جملہ وقت سبب ہی کذا فی الطحطاوی ولو ناقصا حتی تجب علی مجنون ومغمی علیہ افاقا وحائض ونفساء طہرتا وصبی بلغ ومرتد اسلم وان صلیا فی اول الوقت وقت کا پچھلا جزء سبب ہی اگرچہ ناقص ہو چنانچہ عصر مین یعنی جب کہ وقت مکروہ ہو جاتا تو واجب ہوگی نماز مجنون اور غشی والے پر کہ دونون ہوش مین آگئے پچھلے جزء مین اور حیض والی اور نفاس والی عورت پر کہ دونون پاک ہو گئین اور صغیر پر کہ وہ بالغ ہو گیا اور مرتد پر کہ جزء اخیر مین مسلمان ہوا اگرچہ صغیر اور مرتد نے اول وقت مین نماز پڑھی ہو ہم جزء اخیر سے مراد وہ جزء ہی جو تکبیر تحریمہ کی گنجایش رکھتا ہو نہ وہ آن اور لحظہ جسمین اللہ اکبر کہنا نہو سکے تو اگر بعد افاقہ اور طہارت اور بلوغ اور اسلام کے بقدر تحریمہ وقت باقی ہی تو اسوقت کی نماز انپر واجب ہوگی اور نہین تو نہین اور کافر اصلی کا حکم مرتد کا حکم ہی اور بے نماز مرتد کی صورت یہ ہی کہ وہ مسلمان تھا اول وقت ظہر مین مثلا اسنے فرض نماز ادا کی پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہو گیا پھر ظہر کے آخر وقت مین اسلام لایا تو وہ ظہر کی نماز کا اعادہ کرے کیونکہ پہلی نماز ارتداد سے باطل ہو گئی کذا فی الطحطاوی مختصرا ولبعد خروجہ یضاف السبب الی جملتہ لیثبت الواجب بصفۃ الکمال وانہ الاصل حتی یلزمہم القضاء فی کامل ہوا صحیح اور بعد نکل جانے وقت کے مضاف ہوتی سبب جمیع وقت کی طرف تاکہ واجب ثابت ہو کمال کی صفت پر اور حالانکہ ثبوت وجوب علی صفۃ الکمال ہی اصل ہی تو مجنون وغیرہ کو قضا کرنا لازم ہوگا کامل وقت مین نہ ناقص مین یہی قول صحیح ہی ہم تو اگر آج کی عصر فوت ہوئی اور کل یاد پڑی آخر وقت عصر مین غروب سے پہلے تو اسوقت قضا نکرے اسواسطے کہ وہ ناقص وقت ہی و وقت صلوٰۃ الفجر قدمہ لانہ لا خلاف فی طرفیہ نماز فجر کا وقت شارح نے کہا مصنف نے فجر کے وقت کو مقدم کیا اسواسطے کہ اسکے دونون طرفون مین یعنی اسکے اول اور آخر مین خلاف نہین اتفاق ہی امت کا برخلاف ظہر وغیرہ کے ہم اور یہ جو بعضون نے اول فجر مین اختلاف کیا ہی کہ اول صبح ہی یا انتشار اسکا اور آخر وقت تو رسے آفتاب کی کرن کے طلوع تک ہی یا تیر انداز کو تیر گرنے کے مقام کے نظر آنے تک سو بسبب ضعیف ہونے اس قول کے لائق اعتماد کے نہین کذا فی الطحطاوی واول من صلاہ آدم واول الخمس وجوبا اور اسواسطے فجر کو مقدم کیا کہ اول اسکو آدم علیہ السلام نے ادا کیا اور وہ پنجگانہ نماز کے پہلے ہی واجب ہونیکی راہ سے یعنی پنجگانہ نماز شب معراج مین فرض ہوئی تو اس رات کے بعد پہلے نماز فجر کی ٹھہری انس بن مالک سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شب معراج مین ۵۰ نمازین فرض ہوئین پھر کم ہوئین یہانتک کہ پانچ ٹھہر گئین پھر ندا ہوئی یا محمد ہمارے نزدیک بات نہین بدلتی تمکو پانچ وقت کی نماز مین ۵۰ وقت کا ثواب ملیگا اس حدیث کو نسائی اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہی کذا فی العینی شرح الہدایۃ وقدم محمد الظہر لانہ اولہا ظہورا وبیانا اور امام محمد بن حسن شیبانی نے جامع صغیر مین ظہر کو اول مذکور کیا ہی اسواسطے کہ وہ نماز پنجگانہ کے پہلے ہی باعتبار ظاہر ہونے اور بیان کرنے جبرئیل علیہ السلام کے ہم یہ قول مبنی ہی اسپر کہ جبرئیل علیہ السلام کی امامت اول ظہر کے وقت ہوئی تھی شب معراج کے بعد اور صبح کی امامت دوسرے دن ہوئی تھی امین وعدوا تین مین مشہور یہی ہی اور یہ ہی ہی کہ ابتداء امامت ظہر سے ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا یخفی توقف وجوب الاداء علی العلم بالکیفیۃ فلذا لم یقض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم الفجر صبیحۃ لیلۃ الاسراء اور پوشیدہ نہین ہی موقوف ہونا وجوب ادا کا کیفیت نماز کی دانست پر تو اسیواسطے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کی قضا نہ کی شب معراج کی صبح کو ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہی کہ جب فجر کی نماز پنجگانہ نماز کے اول ٹھہری تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ترک کی شب معراج کی صبح کو باوجودیکہ وہ واجب

ہو گئی تھی رات کو خلاصہ جواب یہ ہے کہ طریقہ ادا نماز کا معلوم نہ تھا اور بدون اُسکے ادا کرنا واجب نہیں اور یہ سوال وارد ہوتا ہے مشہور روایت پر نہ غیر مشہور پر
اگر کوئی کہے کہ وجوب کیونکر ثابت ہوگا بدون وجوب ادا کے ہم جواب دینگے کہ اسمین کچھ استبعاد نہین اسواسطے کہ جو شخص دار الحرب مین اسلام لایا اور
شرائع کو اُسنے مجملاً معلوم کیا تو اُسپر وجوب ثابت ہوگا اور ادا کرنا با علم کیفیت واجب نہوگا کذا فے الحلیۃ ۔ ثم ہل کان قبل البعثۃ متعبدا بشرع
اخ المختار عندنا لا بل کان یعمل بما ظہر لہ من الکشف الصادق من شریعۃ ابراہیم وغیرہ پھر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ آیا حضرت نبوت سے پہلے
کسی نبی کی شریعت پر عبادت کرتے تھے یا نہین جواب پسندیدہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ کسی شریعت خاص پر عمل نکرتے تھے بلکہ اسپر عمل کرتے تھے جو کشف صادق
سے آپ کو ظاہر ہوتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی شریعت سے ۔ وصححہ ابن الہمام اور صحیح کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عبادت کرنا
غار مین جسکا حرا نام ہے کذا فی ابن الہمام ابن اسحٰق وغیرہ نے ذکر کیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سال ایک مہینہ حرا مین تشریف لیجاتے تھے عبادت
کرنے کو بعضون نے کہا عبادت آپکی ذکر تھی اور بعضون نے کہا فکر تھی واللہ اعلم کذا فے الحلیۃ اور ہو اول طلوع الفجر الثانی وہو
البیاض المنتشر المستطیر لا المستطیل نماز فجر کا وقت ہے ابتدا طلوع کرنے فجر ثانی سے اور وہ فجر ثانی سفیدی ہے جو پھیلی کنارہ آسمان میں عرض اور
چوڑی نہ لمبی صبح فجر دو قسم ہے اول اور ثانی فجر اول طویل ہوتی ہے جسکو حدیث مین فرمایا ہے جیسے بھیڑئے کی دم وہ سفیدی ہے جسکے بعد سیاہی وہان ہو جاتی ہے
لہذا اسکو صبح کاذب کہتے ہین اسوقت تک عشا کی نماز کا وقت ہے اور صائم کو کھانا درست ہے صبح کی نماز اسوقت جائز نہین اور فجر ثانی افق مین
معترض اور منتشر یعنی داہنے اور بائین پھیلی اور چوڑی ہوتی ہے دمبدم اُسکی روشنی زیادہ ہوتی جاتی ہے اسکو صبح صادق کہتے ہین وہی وقت اول
ابتداء نماز فجر کا اسوقت صائم کو کھانا درست نہین الی قبیل طلوع ذکاء بالضم غیر منصرف اسم الشمس نماز فجر کا وقت شروع فجر ثانی سے آفتاب کے
نکلنے تک تھوڑا سا پہلے شارح نے کہا ذکاء بضم ذال معجمہ غیر منصرف آفتاب کا نام ہے ۔ چونکہ حدیث امامت جبریل مواقیت نماز مین اصل ہے
اور مشہور لہذا اسکا ذکر کرنا عینی شرح ہدایہ سے مناسب مقام ہے اور موجب برکت معلوم کرنا چاہیے کہ اس حدیث کو بہت صحابیون نے روایت
کیا ہے از انجملہ ابن عباس اور عبد اللہ بن مسعود اور ابو ہریرہ اور عمرو بن حزم اور ابو سعید خدری اور انس بن مالک اور ابن عمر اور بریدہ اور ابو موسیٰ
اشعری اور براء بن عازب اور جابر ہین رضی اللہ عنہم سو ابن عباس کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اُسنے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امامت کی جبریل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دو بار تو ظہر ادا کی پہلی بار جسوقت کہ سایہ اصلی مثل شراک یعنی بند نعلین کے
مانند تھا پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اُسکے برابر تھا پھر مغرب پڑھی جبکہ آفتاب ڈوبا اور روزہ کھولنے کا وقت آیا پھر عشا پڑھی جبکہ شفق ڈوبا
پھر فجر کی نماز پڑھی جبکہ فجر چمکی اور صائم پر کھانا حرام ہوا اور دوسری بار ظہر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اسی چیز کے برابر ہو گیا کل کے عصر کے وقت
پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر شی کا اُسکے دو چند تھا پھر مغرب پڑھی پہلے دن کے وقت پر پھر عشا پڑھی جبکہ تہائی رات گئی پھر صبح پڑھی جبکہ زمین روشن
ہو گئی پھر جبریل علیہ السلام میری طرف ملتفت ہوئے اور کہا اے محمد یہ وقت ہے تجھسے پہلے انبیا کا اور وقت ہے مابین ان دونون وقتون کے ترمذی
نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور حاکم نے اپنی مستدرک مین اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہے کذا فی البنایۃ
شرح الہدایۃ للعینی و وقت الظہر من زوالہ ای میل ذکاء عن کبد السماء الی بلوغ الظل مثلیہ اور ظہر کا وقت آفتاب کے زوال سے یعنی آفتاب
کے ڈھلنے سے وسط آسمان سے ہر شی کے سایہ کے دو چند ہونے تک ظہر کے اول وقت مین خلاف نہین آخر وقت مین اختلاف ہے امام اعظم کے
نزدیک مثلین تک ہے یعنی دونا سایہ ہونے تک محمد کی روایت مین بدائع مین کہا کہ یہی قول صحیح اور ظاہر الروایۃ ہے اور محیط مین ہے کہ امام ہی کا قول صحیح
ہے اور محبوبی نے اسی کو مختار کہا اور نسفی نے اسی پر اعتماد کیا اور صدر الشریعہ نے اسی کو ترجیح دی اور غیاثیہ مین کہا وہو المختار اور شرح مجمع مین کہا کہ

لحظہ پھر پہلے طحطاوی سے ذکر ابھی قول معتمد ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ آفتاب پیلے ہونے تک ہے قال فی النہر غربت ثم عادت ہل یعود الوقت الظاہر نعم سو اگر
آفتاب ڈوبا پھر نکل آیا تو عصر کا وقت دوسری بار عود کریگا یا نہیں جواب ظاہر ہے کہ اس وقت پھر آویگا ہم کہتے ہیں صاحب نہر کی بدلیل حدیث
ردشمس یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی مرتضیٰؓ کی گود میں سو گئے جب آپ جاگے تو معلوم ہوا کہ علی مرتضیٰ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تو فرمایا کہ
الٰہی علیؓ تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا تو آفتاب کو پھیر دے سو آفتاب پھر نکل آیا یہانتک کہ انھون نے عصر کی نماز پڑھ لی اور یہ واقعہ
خیبر میں ہوا تھا اس حدیث کو طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہے اور چند محدثین نے اسکو روایت کیا ہے از انجملہ طبرانی نے سند حسن سے اسکو روایت
کیا ہے اور جسنے اسکو موضوع کہا جیسا کہ ابن جوزی نے اُسنے خطا کی اور ہمارے قواعد بھی اسکے مخالف نہیں کذا فی الطحطاوی وہی الوسطیٰ للآیۃ
اور یہی عصر کی نماز وسطیٰ ہے بنا بر مذہب صحیح کے کہ خدا نے قرآن مجید میں فرمایا (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ) یعنے محافظت کرو نمازوں پر اور نماز وسطیٰ
پر یعنی درمیان کی افضل نماز پر سو نماز وسطیٰ کی تعیین میں بیس قول ہیں جیسا کہ اسکی شرح میں مذکور ہیں از انجملہ ایک یہ قول ہے جو شافعی نے ذکر کیا
واللہ اعلم ووقت المغرب منہ الی غروب الشفق وہو الحمرۃ عندہما وبہ قالت الثلثۃ والیہ رجع الامام کما فی شرح المجمع وغیرہ فکان ہو الاظہر
اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب ہونے سے شفق کے ڈوبنے تک ہے اور شفق سے وہ سرخی مراد ہے جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف ہوتی ہے صاحبین کے
نزدیک اور یہی کہا ہے تینوں اماموں نے اور اسی قول کی طرف امام اعظم نے رجوع کیا ہے چنانچہ مجمع وغیرہ کی شرحون میں مذکور ہے تو یہی صاحبین کا قول فتویٰ کے لیے مذہب ہوگا
اور امام اعظم کے نزدیک وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق میں ہوتی ہے اور یہی قول ابوبکر صدیقؓ اور معاذؓ اور عائشہ صدیقہؓ کا اور ایک روایت ابن
عباسؓ اور ابوہریرہؓ سے اور یہی مذہب عمر بن عبد العزیز اور اوزاعی اور زفر اور مزنی اور ابن منذر اور خطابی کا ہے اور یہی مختار مبرد اور ثعلب اماموں لغت کا ہے اور دلیل
حدیث ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے نزول کیا اور فرمایا کہ نماز عشا کا وقت وہ ہے جبکہ افق سیاہ ہو جاوے ابن حبان نے اسکو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ابوداؤد
اور نسائی اور احمد نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز اُس وقت پڑھتے تھے جبکہ تیسری تاریخ کا چاند ساقط ہوتا تھا
کذا فی العینی اور محقق نے فتح القدیر میں امام کے قول کو ترجیح دی ہے اور کہا کہ شفق کو حمرت کہنا نہ امام کی روایت سے ثابت ہے نہ درایت سے اول تو اسوجہ سے
کہ امام کی ظاہر الروایت کے مخالف ہے اور ثانی تو بدلیل حدیث ابن فضیل کے کہ آخر وقت مغرب کا یہانتک ہے کہ افق غائب ہو جاوے اور غائب ہونا افق یعنی کنارہ
آسمان کا اس سفیدی کے ساقط ہونے سے ہوتا ہے جو سرخی کے بعد ہوتی ہے اور محقق کے شاگرد شیخ قاسم نے تصحیح قدوری میں کہا تو ثابت ہوا کہ امام ہی کا
قول صحیح تر ہے انتہی تو اس سے ظاہر ہوا کہ فتویٰ اور عمل نہیں مگر امام اعظم رحمہ کے قول پر اور اسکو چھوڑ کر صاحبین کے قول کو یا کسی اور کے قول کو لینا نہ چاہیے
الا بضرورت ضعف دلیل یا تعامل کے اگرچہ مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہو چنانچہ اسی مسئلہ میں اور سراج میں ہے کہ صاحبین کا قول اوسع ہے اور
امام کا قول احوط کما فی البحر اور درر میں ہے کہ یہاں صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے نوح آفندی نے اسکو یون رد کیا ہے کہ اسپر اعتماد جائز نہیں اور امام کے قول پر
صاحبین کے قول کو ترجیح دینا درست نہیں مگر بوجہ ضعف دلیل کے یا بضرورت یا بسبب تعامل یا اختلاف زمان کے حالانکہ ان چارون امور سے کوئی متحقق
نہیں تو امام ہی کے قول پر عمل کرنا علی الخصوص جبکہ احتیاط بھی امام ہی کے مذہب پر ہو چنانچہ اس مسئلہ میں لازم ٹھہرا انتہی وفیہ ان التعامل علی خلافہ اگر
کوئی کہے کہ جب امام ایک جانب ہوں اور صاحبین دوسری جانب تو مفتی مختار ہے جسپر چاہے عمل کرے اسکے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حکم مفتی مجتہد پر محمول ہے اور جو مجتہد
نہیں تو صحیح یہ ہے کہ امام ہی کے قول پر فتویٰ دے چنانچہ سراجیہ میں مصرح ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ بعض مشائخ کا قول ہے اور بعضون کے نزدیک تو امام کے
قول کے ہوتے صاحبین کے قول پر عمل نہ چاہیے از انجملہ صاحب ہدایہ ہیں اُسنے تجنیس میں کہا کہ میرے نزدیک واجب یہ ہے کہ امام کے قول پر ہر حال میں فتویٰ دیا جا
کذا فی الطحطاوی ملخصاً ووقت العشاء والوتر منہ الی الصبح اور نماز عشا اور وتر کا وقت غروب شفق سے صبح تک ہے ولکن لا یصح ان یقدم علیہا الوتر الا ناسیا

او جوب الترتیب لانہما فرضان عند الامام ولیکن صحیح نہین عشا پر وتر کا مقدم کرنا مگر ہو بلکہ لسبب واجب ہوسنے ترتیب کے ہو واسطے کہ عشا اور وتر دونون
فرض ہین امام کے نزدیک ہم لیکن عشا فرض قطعی ہے اور وتر فرض عملی ہے اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک وتر سنت ہے والدلائل فی المبسوطات وفاقد
وقتہما کبلغار فان فیہا یطلع الفجر قبل غروب الشفق فی اربعینیۃ الشتاء اور نہ پانے والا عشا اور وتر کے وقت کا جیسے بلغار کے ساکن اسواسطے کہ بلغار
مین فجر طلوع کرتی ہے شفق کے غروب ہونے سے پہلے چلہ سرما مین ہم قاموس مین ہے کہ بلغار ایک شہر ہے ملک صقالبہ کا نہایت جانب شمال جسکے شدید البرد
اور یہ جو شارح نے چلہ سرما کو ذکر کیا سہو ہے اور ٹھیک یہ ہے کہ اقصر لیالی سال مین وہان عشا کا وقت نہین ہوتا چنانچہ بحر الرائق اور امداد الفتاح مین مذکور ہے
یعنی اول نصف مین جبکہ آفتاب حلول کرتا ہے راس سرطان مین تو اسوقت آفتاب زمین پر ۲۳ گھنٹے ٹھہرتا ہے اور ایک ساعت یعنی گھنٹہ بھر غروب
ہوتا ہے عرض بلد کے حساب پر چنانچہ علم ہیئت مین اسکی تفصیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی مکلف بہما فیقدر لہما نہ پانے والا عشا اور وتر کا مکلف
اُن دونون کا یعنی اُسپر عشا اور وتر کا پڑھنا فرض ہے تو اندازہ کرے اُن دونون نمازون کے واسطے یعنی جسقدر مدت کے بعد غروب ہونے سے پیچھے عشا اور وتر
ہوتی تھی اُسیقدر مدت کے بعد دونون کو پڑھے یا بلا دقریبہ پر قیاس کرے ولا ینوی القضاء لفقد وقت الاداء بہ افتی البرہان الکبیر اور عشا اور وتر کے قضا کی
نیت نکرے وقت ادا کے نہونے کے سبب سے اسی کا فتوی دیا ہے برہان الدین کبیر نے ہم قضا کی نیت اسواسطے نکرے کہ قضا اسکو کہتے ہین جسکا وقت ہو اور فوت
ہوجاوے اور یہان وقت ہی نہین تو قضا بھی نہین واختارہ الکمال وتبعہ ابن الشحنۃ فی الغازۃ فصححہ فزعم المصنف انہ المذہب اور فرضیت عشا اور وتر کو اختیار
کیا ہے کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اُسکی پیروی کی ہے اپنے الغاز مین سو اُسکی تصحیح کی ہے تو مصنف اس متن نے اسی
قول کو مذہب صحیح گمان کیا یعنی ولہذا اسکو متن مین داخل کیا برخلاف کنز کے اور کنز کے قول کی تضعیف کی چنانچہ اسکو اسکے بعد بصیغہ تمریض ذکر کریگا ہم شارح
نے اپنی تضعیف قول مصنف پر اشارہ کیا اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکلف بہما لعدم سببہما
اور بعضون نے کہا کہ عشا اور وتر کے وقت کا نپانے والا مکلف اُن دونون نمازون کا نہین اُنکے سبب کے نہونے کی وجہ سے یعنی وجوب نماز کا سبب وقت ہے
اور انتفاء سبب مسلزم انتفاء مسبب ہے وبہ جزم فی الکنز والدرر والملتقی اور اسی عدم وجوب کا یقین کیا ہے متون ثلثہ یعنی کنز الدقائق اور درر اور ملتقی الابحر مین و
بہ افتی البقالی ووافقہ الحلوانی والمرغینانی اور اسیکا فتوی دیا علامہ بقالی نے اور اُنکی موافقت کی بعد مخالفت کے حلوانی اور مرغینانی نے ہم مجتبی مین ہے
کہ برہان الائمہ کے وقت مین استفتا وارد ہوا کہ ہم لوگ اپنے شہر مین عشا کا وقت نہین پاتے تو ہمپر عشا کی نماز واجب ہے یا نہین تو جواب یہ لکھا کہ تمپر واجب
نہین اور اسیکا ظہیر الدین مرغینانی نے فتوی دیا اور اسی کا استفتا بلغار سے وارد ہوا شمس الائمہ حلوانی پر تو قضا کرنے عشا کا فتوی دیا پھر خوارزم مین شیخ
بقالی سے بھی استفتا ہوا تو انھون نے عدم وجوب کا فتوی دیا سو اُنکا جواب حلوانی کو پہونچا تو ایک شخص کو بھیجا اُنکے پاس خوارزم مین کہ مجمع مین اُنسے سوال
کرے کہ کیا کہتے ہو اُس شخص کے حق مین جو پانچ فرضون مین سے ایک فرض کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے یا نہین تو شیخ بقالی مطلب سوال کا سمجھ گئے تو جواب دیا کہ
تم کیا کہتے ہو اُس شخص کی نسبت جسکے دونون ہاتھ کہنیون سمیت یا دونون پانون ٹخنون سمیت کاٹے گئے اُسکے وضو مین کتنے فرض ہین سائل نے جواب
دیا کہ تین فرض ہین بسبب نہونے محل چوتھے فرض کے بقالی نے کہا کہ اسی طرح پانچوین نماز بھی فرض نہین اُسکے وقت کے نہونے سے پھر جبکہ یہ جواب حلوانی
کو پہونچا تو پسند کیا اور اس مسئلہ مین اُنکے موافق ہوگئے کذا فی البحر ورجحہ الشرنبلالی والحلبی واوسعا المقال ومنعا ما ذکرہ الکمال اور عدم وجوب عشا کی
ترجیح دی شرنبلالی اور ابراہیم حلبی شارح منیہ نے اور اسمین بہت گفتگو کی ہے اور نہین مانا اُس قول کو جو کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہے ہم خلاصہ
کلام محقق یہ ہے کہ قیاس عدم وجوب عشا سقوط غسل یدین مقطوعین پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ عدم محل فرض مین اور عدم سبب جعلی مین جو وجوب
نفی نفس الامری کی علامت ہے فرق صریح ہے علاوہ اسکے اخبار متواترہ شب معراج سے فرضیت صلوات خمسہ جمیع آفاق پر بلا تفصیل شریعت عام ہے

اور اسی طرح حدیث صحیح مسلم دلیل مدعا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا صحابہ سے کہا کہ وہ زمین میں کتنا ٹھہریگا فرمایا ۴۰ دن ایک دن سال
کے برابر اور ایک دن مہینے کے برابر اور ایک دن ہفتے کے برابر اور باقی دن تمھارے دنوں کے مانند صحابہ نے کہا یا رسول اللہ سو جو دن کہ سال کے برابر ہو
اسمین ہمکو ایک دن کی نماز کفایت کریگی فرمایا نہیں اسکے واسطے اندازہ کر لیا کرنا انتہی تو اُسدن میں ۲۰۰ سے زیادہ عصر کی نماز واجب ہوئی مثل یا مثلین
کے سایہ ہو جانے سے پہلے انتہی کلام الکمال خلاصہ جواب یہ ہی ہو کہ جیسے صلوات خمسہ ٹھہر چکی ہین اسی طرح وجوب کے واسطے اسباب اور شروط ٹھہر گئے ہین
کہ بدون اُنکے وجوب نہین پایا جاتا ہو تو اگر صلوات خمسہ کا حکم عام اسباب اور شروط کے ساتھ مراد ہو تو مسلم ہو اور انکو مفید نہین اور اگر ہر فرد مکلف کا عموم مطلقاً
مراد ہی تو باطل ہو اسلیے کہ حائض اگر بعد طلوع آفتاب کے طاہر ہو مثلاً تو اُسپر اُسدن فقط چار نمازین واجب ہین نہ پانچ اور حدیث دجال کی مخالف قیاس ہو
تو اُسپر غیر کو قیاس نہین کر سکتے وتمامہ فی الطحطاوی وغیرہ من المبسوطات قلت ولایساعدہ حدیث الدجال لانہ وان وجب اکثر من ثلثمأة ظہر مثلاً قبل
الزوال لیس کمسئلتنا لان المفقود فیہ العلامة لا الزمان واما فیہا فالمفقود الامران میں کہتا ہون اور کمال الدین کو مساعدت نہین کرتی دجال کی حدیث
اسواسطے کہ اگرچہ وہان تین سو ظہر سے مثلاً زیادہ تر واجب ہونگے زوال آفتاب سے پہلے پر اسے اس مسئلہ کے مانند وہ دن نہین اسواسطے
کہ یوم دجال مین فقط علامت اوقات مفقود ہی زمانہ مفقود نہین اور بلغار کی عشا اور وتر مین علامت اوقات اور زمانہ دونون امر مفقود ہین یعنی نہ علامت عشا
کی موجود ہو اور نہ اسقدر زمانہ ممتد ہو کہ مغرب اور عشا و صبح کے اوقات کے برابر ہو بلکہ یہان غروب اور طلوع آفتاب کے فقط اتنا فاصلہ ہی کہ مغرب اور صبح کے
زمانہ ہوتا ہو ہم شارح کا یہ کلام مسلم نہین اسواسطے کہ یوم دجال سال بھر کا ہو تو جیسے ہر ساعت یعنی ۲۴ گھنٹے مین پانچ نمازین ادا ہونگی اور بلغار کا دن کہ
اپنی رات کے ساتھ ۲۴ گھنٹے کا ہو تو اسمین بھی پانچ نمازین واجب ہونگی تو زمانہ پایا گیا اور بعض لیوم دجال سے جو کہا ہین کہتا ہون الحاصل وجوب اور عدم
وجوب عشا مین دونون قولون کی تصحیح ثابت ہو مگر جو کہ دلیل تقدیر کی مرجح ہے مجھکو بلغار کے رہنے والے نے خبر دی کہ جاڑا ایام گرما مین شفق سرخ کے غائب
ہونے سے پہلے فجر طلوع کرتی ہی اور وہان کے لوگ صوم مین رات کی مدت مین ایکبار یا دو بار کھاتے ہین قول ظاہر یہ ہے فرغ گا اور وہان سے بھی دو وجہ کے
رہنے والے شخص نے مجھسے حکایت کی کہ وہان مطلق اندھیرا نہین ہوتا اور بعض بلاد مین ہمیشہ اندھیرا رہتا ہو وہان روشنی نہین مگر چراغ کی فسبحان العلیم بتقلب
الاحوال کذا فی الطحطاوی (و) یستحب للرجل الابتداء فی الفجر باسفار والختم بہ ہو المختار بحیث یرتل اربعین آیة ثم یعیدہ بطہارة لو فسد اور مرد کو مستحب ہو شروع
کرنا نماز فجر کا روشنی مین اور ختم کرنا روشنی مین یہی قول مختار ہو اسطرح پر کہ ہر آیت کو ادا سے حروف کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کے دونون رکعتون مین پڑھے پھر نماز کو اعادہ کرے طہارت
کے ساتھ اگر فساد نماز کا ظاہر ہو اور فساد کی صورت یہ ہو کہ بدون طہارت کے سہو سے نماز پڑھے یا نماز مین کوئی فساد واقع ہوا وقیل یؤخر جدا لان الفساد موہوم اور قول
ضعیف یہ ہو کہ فجر کی نماز کو بہت تاخیر کرے اسواسطے کہ فاسد ہو جانا نماز کا امر موہوم ہو ہم بحر الرائق مین ہو لیکن اسقدر تاخیر نکرے کہ طلوع آفتاب مین شک واقع
ہو الا لحاج بمزدلفة فالتغلیس افضل کمرأة مطلقاً مگر حاجی کو مزدلفہ مین روز روشن مین نماز پڑھنا مستحب نہین تو وہان اندھیرے مین نماز افضل ہو جیسے
عورت کو مطلقاً خواہ حج مین یا غیر حج مین اندھیرے مین نماز بہتر ہو اسواسطے کہ بنا رحال نسوان پردہ داری مین ہو سو وہ اندھیرے مین حاصل ہو وفی غیر
الفجر الافضل لہا انتظار فراغ الجماعة اور فجر کے سوا اور نمازون مین عورت کو فراغت جماعت کا انتظار کرنا افضل ہو یعنی جب مردون کی جماعت ہو چکے تب
عورت مسجد مین نماز پڑھے (و) تاخیر ظہر الصیف بحیث یمشی فی الظل مطلقاً کذا فی المجمع وغیرہ ای بلا اشتراط شدة حر وحرارة بلد وقصد جماعة اور مستحب ہو دیر
کرنا گرمی کی ظہر کا اسطرح کہ دیوارون کے سایہ مین چلے مسجد جانے کے وقت مطلقاً ایسا ہی مجمع وغیرہ مین مطلقاً کی تفسیر یہ ہو کہ تاخیر مذکور مین شرط نہین
شدت موسم گرما کی اور نہ گرمی شہر کی اور نہ قصد جماعت کا ہم صیف کی قید مین اشارہ ہو کہ ربیع اور خریف کے موسم مین تعجیل ظہر کی مستحب ہو اور تاخیر کی
حد یہ ہو کہ قبل از مثل نماز ہو اسواسطے کہ خزانہ مین ہو کہ وقت مکروہ وہ ہی جو اختلاف کی حد مین داخل ہو اور جبکہ سایہ ہر شی کا اسکے برابر ہو تو اختلاف مین

داخل ہوا اور یہ قول شارح کے کلام سے بہتر ہے اسواسطے کہ جو کی دیواروں کا سایہ انکی بلندی کے سبب سے جلد حاصل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی و تا
خیر الجمعۃ وغیرہا میں اشتراط ذلک ممنوع فیہا اور جو کچھ جمعہ وغیرہ میں ہے مشروط ہونا تاخیر کے واسطے امور مذکورہ کا یعنی شدت حرارت وغیرہ کا جو مسلم نہیں ہے ممنوع ہے
وجمعۃ کظہر اصلاً و استحباباً فی الزمانین لانہا خلفہ اور جمعہ ظہر کے مانند ہے اصل اور استحباب کی راہ سے دونوں موسم گرمی اور جاڑے میں اسواسطے کہ
جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا ہم یعنی اصل وقت جو ظہر کا ہے وہی جمعہ کا ہے اور جیسے صیف میں ظہر کی تاخیر مستحب ہے اور تعجیل اور ایام میں ویسا ہی جمعہ میں ہے اور اشباہ میں ہے
کہ جمعہ کو سرد وقت میں پڑھنا مسنون نہیں ہے شاید اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور جو یہ کہا کہ جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا سو احد القولین ہے اور دوسرا قول مشہور یہ ہے کہ جمعہ
فرض مستقل ہے ظہر سے زیادہ موکد ہے کذا فی الطحطاوی و تاخیر عصر صیفا و شتاء توسعۃ للنوافل اور مستحب ہے تاخیر کرنا عصر کا گرمی اور جاڑے میں نوافل کی گنجائش
کے واسطے ہم ابو داؤد میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کو تاخیر کرتے تھے جبتک کہ آفتاب سفید اور صاف رہتا تھا کذا فی البحر مالم یتغیر ذکاء
بان لا تحار العین فیہا فی الاصح تاخیر عصر کی مستحب ہے جبتک کہ آفتاب متغیر نہو اصطلاح یہ کہ آنکہ قرص آفتاب میں حیران نہو صحیح تر قول میں ہم مراد یہ ہے کہ آفتاب
کی روشنی کی چمک جاتی رہے تو بصارت کو اُس سے حیرت حاصل نہو اور تغیر روشنی کا اعتبار نہیں اسلیے کہ وہ تو زوال کے بعد حاصل ہوتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ شعاع دیواروں پر بدل جاوے اور بعضوں نے کہا قرص آفتاب متغیر ہو جاوے کذا فی الطحطاوی عن السراج و تاخیر عشاء الی ثلث اللیل قیدہ فی الخانیۃ وغیرہا
بالشتاء اما الصیف فیندب تعجیلہا اور مستحب ہے دیر کر کے پڑھنا عشاء کا تہائی رات تک خانیہ وغیرہا لیکن اس تاخیر کو مقید کیا ہے جاڑے دن کے ساتھ اور گرمیوں میں تو
جلد پڑھنا عشاء کا مستحب ہے یعنی اس خوف سے کہ عشاء کا وقت خارج نہو جاوے غلبہ خواب سے کیونکہ رات بہت کم ہوتی ہے فان اخرہا الی مازاد علی
النصف کرہ لتقلیل الجماعۃ اما الیہ فمباح پھر اگر عشاء کی تاخیر کی یہانتک کہ آدھی رات سے زیادہ ہو گئی تو یہ تاخیر مکروہ ہے تقلیل جماعت کی وجہ سے اور آدھی رات
تک تو تاخیر مباح ہے ہم نصف شب سے زیادہ تر تاخیر مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح و البحر تتمہ عشاء کی تاخیر اسواسطے مستحب ہے تا قصہ خوانی مکروہ قطع ہو
اور نامہ اعمال نماز پر ختم ہو جیسے شروع ہوا تھا صبح کی نماز سے تاکہ درمیان کی خطائیں مٹ جاویں حقتعالی نے فرمایا (اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ) نیکیاں
برائیوں کو دفع کرتی ہیں اور عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے فوت جماعت کے خوف سے اور بعد نماز کے بے حاجت گفتگو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں چنانچہ قرآن
پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور گفتگو کرنا مہمان اور اپنی جورو سے اور مکروہ ہے کلام بعد فجر ہونے کے پھر جب نماز پڑھ چکے تو مکروہ نہیں
کذا فی الطحطاوی و اخر العصر الی اصفرار ذکاء اور عصر کی تاخیر کی آفتاب کے زرد ہو جانے تک تو مکروہ ہے فلو شرع فیہ قبل التغیر فمدہ الیہ لا یکرہ پھر اگر عصر
شروع کی آفتاب کے متغیر ہونے سے پہلے پھر نماز کو بڑھایا زردی آفتاب تک تو مکروہ نہیں و اخر المغرب الی اشتباک النجوم ای کثرتہا کرہ ای التاخیر لا الفعل
لانہ مامور بہ اور اگر مغرب کی تاخیر کی تاروں کے چھٹک جانے تک یعنے انکے بکثرت نمود ہونے تک تو یہ تاخیر کرنا مکروہ ہے نہ نماز پڑھنا اسوقت کا اسواسطے
کہ نماز خوانی کا تو حکم ہے وہ کیونکر مکروہ ہو سکے تحریما الابعذر کسفر وکونہ علی اکل تاخیر عشاء زائد از نصف شب اور تاخیر عصر تا زردی آفتاب اور تاخیر مغرب
تا ظہور نجوم مکروہ تحریمی ہے مگر سفر اور کھانا کھانے کے عذر سے تاخیر مکروہ نہیں ہم کراہت تحریمی تینوں مسئلوں سے متعلق ہے کذا فی الطحطاوی لہذا ترجمہ
میں اُسکی تصریح کر دی و تاخیر الوتر الی آخر اللیل لواثق بالانتباہ اور تاخیر کرنا وتر کا آخر شب تک مستحب ہے اسکو جو اسوقت کے جاگنے پر بھروسا رکھتا ہے
والا فقبل النوم اور اگر جاگنے پر اعتماد نہو تو سو رہنے سے پہلے وتر کا پڑھنا افضل ہے فان افاق فانہ الافضل پھر اگر اول وقت وتر پڑھ کر سونے کے بعد
جاگا تو امر مستحب فوت ہو گیا ہم ظاہرا غیر واثق کے جاگنے سے استحباب فوت نہیں ہوتا بدلیل قول قاضیخان کہ جسکو وثوق نہو تو اسکو مطلقاً تعجیل افضل ہے
کذا فی الطحطاوی و المستحب تعجیل ظہر شتاء اور مستحب ہے جلد پڑھنا ظہر کی نماز کا جاڑے میں ہم شتاء وہ زمانہ ہے جسمیں سردی شدید ہو اور صیف وہ ہے جسمیں
گرمی سخت ہو اور بعضوں نے کہا کہ شتاء وہ ہے جسمیں دو چیز کی حاجت ہو تاپنے کی اور روئی بھرے کپڑے کی اور صیف وہ ہے جسمیں دونوں چیزوں کی حاجت نہو اور ربیع اور خریف

وہ ہے جسمین ایک چیز کی حاجت ہو نہ دونون چیزون کی کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ یلحق بہ الربیع وبالصیف الخریف موسم بہار کے ساتھ بہار ملحق ہے اور موسم گرما کے ساتھ خریف ملحق ہے ہم یہ بحث ہے صاحب بحر کی اور منقول مذہب کے مخالف ہے اسواسطے کہ شرنبلالی نے مجمع الروایات سے نقل کیا کہ بہار اور خریف میں تعجیل ظہر کی مستحب ہے حالانکہ نقل کے ہوتے بحث کا کچھ اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی وتعجیل عصر وعشاء یوم غیم اور مستحب ہے تعجیل عصر اور عشا کی ابر کے دن مین یعنی اسواسطے کہ تاخیر عصر مین احتمال ہے کہ وقت مکروہ کے آجانے کا اور عشا کی تاخیر مین تقلیل جماعت کا احتمال ہے پانی برسنے اور کیچڑ کے خوف سے وتعجیل مغرب مطلقا اور جلد پڑھنا مغرب کا ہر موسم شتا وصیف مین مستحب ہے ہم اور اطلاق سے یہ مراد نہین کہ ابر ہو یا نہو تعجیل مغرب کی مستحب ہے اسواسطے کہ ابر کے دن تاخیر مغرب کی صریح ہے وتاخیرہ قدر رکعتین یکرہ تنزیہا اور مغرب کی تاخیر کرنا بقدر دو رکعت کے مکروہ تنزیہی ہے وتاخیر غیرہا فیہ اور عصر اور عشا کے سوا اور نمازون مین ابر کے دن تاخیر کرنا مستحب ہے یعنی فجر اور ظہر اور مغرب مین تاخیر ابر کے دن مین افضل ہے اسواسطے کہ فجر اور ظہر کے وقت مین کراہت نہین اور تاخیر مغرب نہین اور مغرب کی تعجیل مین یہ خوف ہے کہ قبل از غروب مبادا واقع ہو وہو فی دیارنا شتاء لاولی رعایۃ اوقاتہا یہ حکم تعجیل عصر اور عشا کا اور تاخیر اُسکے سوا کا ابر کے دن اُن ملکون میں ہے جسمین جاڑا بکثرت ہوتا ہے اور رعایت اوقات نماز ابر کے سبب سے کم ہوتی ہے جیسا کہ بخارا وغیرہ اور بلاد النہر کے ملک مین الا فی دیارنا فیراعی الحکم الاول اور ہمارے ملک مین یعنی مصر اور شام مین تو پہلا حکم مرعی ہے یعنی تاخیر عصر کی مطلقا اور عشا کی تا ثلث لیل اور تعجیل ظہر سرما اور ابراد ظہر صیف الی آخر ما تقدم یہ بحث ہے عینی کی اور صاحب نہر نے اسکو پسند کیا ہے کذا فی الطحطاوی وحکم الاذان کالصلوۃ تعجیلا وتاخیرا اور اذان کا حکم نماز کے مانند ہے تعجیل اور تاخیر مین تفصیل سابق کے موافق وکرہ تحریما وکل ما لا یجوز مکروہ صلوۃ مطلقا ولو قضاء او واجبۃ او نفلا او علی جنازۃ وسجدۃ تلاوۃ وسہو لا شکر قیۃ مع شروق اور طلوع آفتاب کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے مطلق نماز اگرچہ قضا ہو یا واجب یا نفل یا جنازہ پر کی نماز اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کا شارح نے کہا شکر کا سجدہ اُسوقت مکروہ نہین کذا فی القنیہ اور جو چیز جائز نہین وہ مکروہ ہے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا وہ یہ ہے کہ مصنف نے مکروہ مین مطلق نماز کو جو غیر منعقد کو بھی شامل ہے ذکر کیا اور غیر منعقد باطل ہے نہ مکروہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ مصنف نے کراہت لغوی کا ارادہ کیا اور شارح غیر جائز کو مکروہ کہتا ہے خواہ غیر جائز حرام ہو یا باطل یا مکروہ باصطلاح فقہا پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اصل مین مذکور ہے کہ جبتک آفتاب بقدر نیزہ بلند نہو تو وہ حکم طلوع ہے اور امام فضلی کا یہ قول مختار ہے کہ جبتک آدمی آفتاب کے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہے وہ طلوع مین داخل ہے اُسمین نماز حلال نہین پھر جب عاجز ہوا اسکی نظر کرنے سے تو نماز حلال ہو گئی یہی تفسیر تغییر کی مناسب ہے چنانچہ سابق مین گذر گیا کذا فی الطحطاوی الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک کما فی القنیۃ وغیرہا مگر عوام لوگ روکے نجاوین اُسوقت کی نماز سے اسواسطے کہ وہ نماز چھوڑدینگے اور جو ادا کہ بعضون کے نزدیک جائز ہے وہ بالکل چھوڑدینے سے اولی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہا مین ہے ہم بعض سے یہان امام شافعی رحمہ مراد ہین کذا فی الطحطاوی واستواء الا النفل یوم الجمعۃ علی قول الثانی المصحح المعتمد کذا فی الاشباہ ونقل الحلبی عن الحاوی ان علیہ الفتوی اور نماز مطلق مکروہ تحریمی ہے آفتاب کے متوسط ہونے کے وقت آسمان مین یعنی ٹھیک دوپہر کو مگر روز جمعہ کے نفل مکروہ نہین ابویوسف رحمہ کے قول صحیح معتمد پر چنانچہ اشباہ مین ہے اور حلبی شارح منیہ نے حاوی سے نقل کیا کہ ابویوسف رحمہ کے قول پر فتوی ہے وغروب الا عصر یومہ فلا یکرہ فعلہ لاداۂ کما وجب بخلاف الفجر والاحادیث تعارضت فتساقطت کما بسطہ صدر الشریعۃ اور نماز مکروہ تحریمی ہے آفتاب کے غروب ہونے کے ساتھ مگر روز غروب کی عصر تو اُسکا پڑھنا اُسوقت مکروہ نہین بسبب اُسکے ادا ہوجانے کے جسطرح کہ وہ ناقص واجب ہوئی تھی برخلاف فجر کے اور احادیث اسمین متعارض ہین تو ساقط الاداء ہوگئی چنانچہ شرح وقایہ مین صدر الشریعۃ نے اُسکو بشرح بیان کیا ہے ہم اُسی دن کی عصر جائز ہے یعنی کل کی عصر غروب کے وقت جائز نہین وجوب ناقص کی وجہ یہ ہے کہ وجوب عصر کا سبب آخر وقت ہے یعنی تغیر آفتاب کا وقت اور وہ ناقص ہے یعنے عبادت کفار کا وقت ہے برخلاف فجر کے کہ اُسکا تمام وقت کامل ہے تو وجوب بھی کامل ہے تو طلوع ہونے سے وہ باطل

ہو جاوے گی وقت اداء کے ناقص ہونے سے تعارض احادیث کا یہ بیان ہے کہ جماعۂ محدثین نے حدیث مرفوع ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ جس شخص نے عصر کی ایک رکعت قبل غروب کے پائی اُسنے پوری نماز پائی اور جسنے ایک رکعت صبح کی پائی قبل طلوع آفتاب کے تو اُسنے پوری صبح کی نماز پائی چونکہ اس حدیث میں اور اُس حدیث میں جسمیں اوقات ثلثہ میں نماز ممنوع ہے تعارض واقع ہوا تو ہمنے قیاس کی طرف رجوع کیا دفع تعارض کے واسطے چنانچہ تعارض کا یہی حکم ہے تو ہمنے اس حدیث کے حکم کو ترجیح دی عصر کی نماز میں کذا فی الطحطاوی عن البحر وینعقد نفل بشروع فیہا بکراہۃ التحریم کراہت تحریمی کے ساتھ منعقد ہوتی ہے نفل اوقات ثلثہ میں شروع کرنے سے یعنے تو اُسکا قطع کرنا اور اُسکو کامل وقت میں قضا کرنا واجب ہے علم جسکا نام نماز ہے اگرچہ مجازاً اُسکو نماز بولتے ہیں وہ تین قسم ہے فرض واجب نفل اول قسم عملی ہے اور قطعی تو فرض عملی وتر ہے اور فرض قطعی کفایہ ہے اور عین سو فرض کفایہ نماز جنازہ ہے اور فرض عین نماز پنجگانہ اور جمعہ اور سجدہ صلبیہ ہے اور قسم ثانی یا واجب لعینہٖ ہے یعنے جو خدا کے واجب کردینے سے ہو یا واجب لغیرہٖ ہے یعنے جو بندہ نے اپنے اوپر اپنے فعل سے واجب کرلیا ہو سو واجب لعینہٖ وتر اور نماز عیدین اور سجدۂ تلاوت ہے اور واجب لغیرہٖ سجدۂ سہو اور دو رکعتیں طواف کی اور اُس نفل کی قضا جسکو اُسنے فاسد کردیا اور نذر کی نماز اور قسم ثالث یعنی نفل یا سنت موکدہ ہے یا غیر موکدہ اور اسکو دریافت کرکہ اوقات مکروہہ دو نوع ہیں نوع اول طلوع اور استوا اور غروب ہے اور نوع ثانی ما بین فجر اور آفتاب کے اور ما بین نماز عصر کے آفتاب کے زرد ہونے تک تو اوقات کے نوع اول میں جمیع اقسام مذکورہ نماز کی منعقد نہیں ہوتی مگر نفل اور نذر مقید باوقات مذکورہ اور قضا اُس نفل کی جسکو اُنھیں اوقات میں فاسد کیا اور نماز اُس جنازہ کی جو اُنھیں وقتوں میں آیا اور سجدۂ تلاوت اُس آیت کا جو اُنھیں میں پڑھی گئی اور عصر اُسی دن کی منعقد ہوتی ہیں پس یہ نمازیں کراہت کے ساتھ تو اُنکو قطع کرنا اور کامل وقت میں قضا کرنا واجب ہے مگر اُسی دن کی عصر کو قطع کرنا جائز نہیں اور نوع ثانی میں تمام اقسام مذکورہ نماز کی منعقد ہو جاتی ہیں سوائے نفل اور واجب لغیرہٖ کے کہ اُسکا انعقاد کراہت کے ساتھ ہوتا ہے تو اُسکا قطع اور قضا کامل وقت میں واجب ہے کذا فی الحلبی لا ینعقد الفرض وما ہو ملحق بہ کواجب لعینہٖ کوتر وسجدۃ تلاوۃ وصلوٰۃ جنازۃ تلیت الآیۃ فی کامل وحضرت الجنازۃ قبل لوجوبہ کاملا فلا یتادی ناقصا اوقات ثلثہ میں منعقد نہیں ہوتا ہے فرض اور جو فرض کے ساتھ ملحق ہے چنانچہ واجب لعینہٖ مانند وتر کے اور سجدہ اُس آیت کا جو کامل وقت میں پڑھی گئی اور نماز اُس جنازہ کی جو حاضر ہو ان وقتوں سے پہلے بسبب اُسکے واجب ہونے کے کامل ہوکر تو ادا نہوگا ناقص ہوکر فلو وجبتا فیہا لم یکرہ فعلہما اے تحریما اور اگر سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ اُنھیں اوقات میں واجب ہوئی تو اُنکا فعل مکروہ نہیں یعنے مکروہ بکراہت تحریمی نہیں ہے تحریمی کی قید سے معلوم ہوا کہ کراہت تنزیہی ثابت ہے وفی التحفۃ الافضل ان لا تؤخر الجنازۃ اور تحفہ میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اوقات ثلثہ میں جنازہ کی نماز کی تاخیر نکرے علم صاحب بحر اور نہر نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہے کذا فی الطحطاوی و صح مع الکراہۃ تطوع بدا بہ فیہا ونذر اداہ فیہا وقد نذرہ فیہا وقضاء تطوع بدا بہ فیہا فافسدہ لوجوبہ ناقصا اور صحیح ہے کراہت کے ساتھ وہ نفل جسکو شروع کیا اُنھیں اوقات میں اور وہ نذر کی نماز جسکو ادا کیا اُنھیں وقتوں میں اور حالانکہ نذر بھی اُنھیں میں کی اور اُس نفل کی قضا جسکو اُنھیں اوقات میں شروع کیا پھر اُسکو فاسد کردیا بوجہ صحت نقصان وجوب ہے ثم ظاہر الروایۃ وجوب القطع والقضاء فی کامل کما فی البحر معلوم ہو کہ ظاہر الروایۃ وجوب قطع اور وجوب قضا ہے کامل وقت میں چنانچہ بحر الرائق میں ہے وفیہ عن البغیۃ الصلوٰۃ فیہا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل من قراءۃ القرآن وکأنہ لانہا من ارکان الصلوٰۃ فالاولی ترک ما کان رکنا لہا اور بحر الرائق میں بغیہ سے منقول ہے کہ اوقات مذکورہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا افضل ہے قرآن کے پڑھنے سے اور شاید کہ وہ اسواسطے ہے کہ قرآن خوانی نماز کے ارکان سے ہے تو جو نماز کا رکن ہے اُسکا ترک اولیٰ ہے علم بغیہ بالضم وبالکسر یعنی مطلوب ہے اور یہاں کتاب کا نام ہے جو قنیہ کا مختصر ہے کذا فی الحلبی عن البحر وکرہ نفل قصدا ولو تحیۃ مسجد وکل ما کان واجبا لا لعینہ بل لغیرہ وہو ما یتوقف وجوبہ علی فعلہ کمنذور ورکعتی طواف وسجدتی سہو والذی شرع فیہ فی وقت مستحب او مکروہ ثم افسدہ

وبعد صلوٰۃ الفجر و صلوٰۃ العصر و بعد فجر اور عصر کی نماز کے قصداً نفل مکروہ ہے اگرچہ تحیۃ المسجد ہو اور جو نماز کہ واجب لعینہ نہیں بلکہ واجب لغیرہ ہے واجب لغیرہ وہ ہے جسکا وجوب بندہ کے فعل پر موقوف ہو چنانچہ نذر کی نماز اور طواف کی دو رکعتیں اور دو سجدہ سہو کے اور جس نماز کو شروع کیا مستحب یا مکروہ وقت میں پھر اسکو فاسد کردیا اگرچہ فجر کی سنت ہو یہ رد ہے اس قول کا کہ جب فجر کی اقامت ہو اور فوت ہونے فرض کا خوف ہو تو سنت کو شروع کرکے قطع کرے پھر اسکو قضا کرے طلوع سے پہلے وجہ رد یہ ہے کہ جس نفل کو فاسد کیا اسکی قضا اس وقت میں مکروہ ہے علاوہ یہ ہے کہ قطع کے واسطے شروع کرنا غیر واقع ہے نفل میں قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہجد کی نماز پڑھتا ہو اور ایک رکعت کے بعد فجر طالع ہو تو افضل یہ ہے کہ دوسری پڑھ لے کیونکہ نفل بعد فجر کے بدون قصد کے واقع ہوئے اور یہ نماز سنت فجر کے قائم مقام نہیں ہو سکتی صحیح تر قول میں کذا فی الطحطاوی ولو المجموع بعرفۃ نفل وغیرہ عصر کے بعد مکروہ ہے اگرچہ عصر ظہر کے ساتھ ملائی گئی ہو عرفات میں کذا فی الشرح عن المعراج والقنیۃ لا یکرہ قضاء فائتۃ ولو وترا او لا سجدۃ تلاوۃ و صلوٰۃ جنازۃ مکروہ نہیں قضا فوت ہوگئی نماز کی اگرچہ فائتہ وتر ہو اور نہ سجدہ تلاوت کا اور نہ نماز جنازہ کا نماز فجر اور عصر کے وکذا الحکم من کراہۃ نفل و واجب لغیرہ لا فرض و واجب لعینہ بعد طلوع فجر سوی سنتہ لشغل الوقت بہ تقدیرا اور اسی طرح حکم ہے کہ مکروہ ہونے نفل اور واجب لغیرہ کا نہ فرض اور واجب لعینہ کا بعد طلوع ہونے فجر کے سوائے سنت فجر کے بسبب مشغول ہونے اس وقت کے فجر کی نماز کے ساتھ تقدیراً یعنی شارع نے اس وقت میں نوافل اور واجب کی گنجائش نہیں رکھی سوائے سنت فجر کے اس کراہت نفل کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جو ام المومنین حفصہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع کرتی تھی نہیں پڑھتے تھے مگر ہلکی دو رکعتیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت سنت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے باوجود شوق کثرت نوافل اور یہ بھی معلوم ہے کہ سنت فجر میں تخفیف قرات چاہیے بدلیل قول ابن عمرؓ کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ دونوں رکعتوں میں (قل یا ایہا الکافرون) اور (قل ہو اللہ احد) پڑھتے تھے کذا فی العینی حتی لو نوی تطوعا کان سنۃ الفجر یہاں تک کہ اگر بعد طلوع فجر کے کسی نفل کی نیت کی تو وہ سنت فجر کی ہوجاویگی بدون تعیین کرنے کے یہ مبنی ہے اس قول راجح پر کہ تعیین نیت شرط نہیں سنت اور مستحب میں بلکہ اسکو مطلق نیت نماز کی کافی ہے کذا فی الطحطاوی وقبل صلوٰۃ المغرب لکراہۃ تاخیرہ الا یسیرا اور مکروہ ہے نفل اور واجب لغیرہ نماز مغرب سے پہلے بسبب مکروہ ہونے تاخیر مغرب کے مگر تھوڑی تاخیر مکروہ نہیں ہم قضا فائتہ اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت اس وقت بلا کراہت جائز ہے اور پہلے مغرب کی نماز پڑھے پھر جنازہ کی نماز پھر سنت مغرب کی اور شاید کہ یہ افضلیت کا بیان ہے اور شرح منیہ میں ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ جمعہ کی سنت کے بعد نماز جنازہ کی پڑھے تو بموجب اسکے مغرب کی سنت سے بھی تاخیر جنازہ چاہیے اسواسطے کہ مؤکد تر ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعند خروج الامام من الحجرۃ او قیامہ للصعود ان لم یکن لہ حجرۃ لخطبۃ ای خطبۃ کانت [illegible] الی تمام صلوٰۃ اور مکروہ ہے نفل اور واجب لغیرہ وقت نکلنے امام کے حجرہ سے کسی خطبہ پڑھنے کے واسطے یا امام کے کھڑے ہونے کے وقت منبر پر چڑھنے کے لیے اگر امام کا حجرہ نہو آخر نماز امام تک اور آگے باب العیدین میں آویگا کہ خطبے دس ہیں یعنی خطبہ جمعہ اور خطبۂ عید الفطر اور خطبۂ عید الاضحیٰ اور تین خطبہ حج کے اور خطبۂ ختم قرآن اور خطبۂ نکاح اور خطبۂ استسقا اور خطبۂ کسوف بخلاف فائتۃ فانہا لا تکرہ بخلاف نماز فائتہ کہ اسکی قضا وقت خطبہ مکروہ نہیں وقیدہ المصنف فی الجمعۃ بلازم الترتیب والا فیکرہ وبہ یحصل التوفیق بین کلامی النہایۃ والصدر اور مصنف نے فائتہ میں باب الجمعہ میں لازم الترتیب کی قید لگائی اور اگر وہ نماز فائتہ لازم الترتیب نہیں تو اسکی قضا خطبہ کے وقت مکروہ ہے اور اس قید سے موافقت حاصل ہوتی ہے نہایہ اور صدر الشریعہ کے دونوں کلام میں ہم صاحب نہایہ کہتا ہے کہ وقت خطبہ فائتہ مکروہ نہیں اور شرح وقایہ میں صدر الشریعہ کا یہ قول ہے کہ مکروہ ہے تو صاحب نہایہ کا قول لازم الترتیب پر محمول ہے اور صدر الشریعہ کا کلام غیر لازم الترتیب پر وکذا یکرہ تطوع عند اقامۃ صلوٰۃ مکتوبۃ ای اقامۃ امام مذہبہ لحدیث اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ اور اسی طرح نفل مکروہ ہے

نماز فرض کی اقامت کے وقت بدلیل اس حدیث کے کہ جب اقامت ہو نماز کی تو سوا اسے فرض کے کوئی نماز نہیں شارح نے کہا اقامت سے مراد اپنے
ہم مذہب امام کی اقامت ہے مفہوم کلام شارح یہ ہے کہ مخالف مذہب کے اقامت میں نفل مکروہ نہیں خواہ معلوم ہو کہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت
کرتا ہے یا معلوم نہو اور بحر الرائق میں لکھا ہے کہ جب مراعات معلوم ہو تو اقتدا مکروہ نہیں اور یہ مستلزم کراہت نفل ہے کذا فی الطحطاوی الا سنۃ فجر ان لم
یخف فوت جماعتہا ولو بادراک تشہدہا فان خاف ترکہا اصلاً اقامت فرض میں نفل مکروہ ہے مگر سنت فجر کی مکروہ نہیں اگر جماعت کے فوت ہوجانے کا
خوف نہو اگرچہ حصول اسکے التحیات کے پا جانے سے ہو پھر اگر ڈرے فوت جماعت سے تو سنتوں کو ترک کرے اصل سے یعنی انکو قضا بھی نکرے قبل طلوع
کیونکہ اور نہ بعد طلوع کے بلکہ اسی دن قبل از زوال قضا کرے اور یہ جو شارح نے ادراک تشہد کو ذکر کیا سو مصنف اور شرنبلالی اور صاحب بحر کے کلام پر اعتبار
کیا ہے لیکن صاحب نہر الفائق نے اسکی تضعیف کی اور ظاہر مذہب کو اختیار کیا یعنی بعد اقامت کے سنت فجر نہ پڑھے جبکہ یہ جانے کہ ایک رکعت جماعت کے
ساتھ پاویگا کذا فی الطحطاوی وما ذکر من الحیل مردود اور جو حیلے کہ قضا سنت فجر کے واسطے مذکور کیے ہیں سو مردود ہیں مقبول نہیں ہیں ازانجملہ یہ حیلہ ہے کہ سنت
کو شروع کرے پھر قطع کرے تو اب سنت واجب ہوگئی تو اسکو قضا کرے قبل طلوع آفتاب کے یا سنت میں شروع کرے پھر فرض میں شروع کرے بدون قطع
کے پھر اسکو قضا کرے قبل طلوع کے وجہ رد یہ ہے کہ شروع کسی امر کا کرنا قطع کے واسطے شرعاً قبیح ہے اور دونوں حیلوں میں قطع ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ انہیں
واجب لغیرہ کو فجر کے وقت میں ادا کیا اور حالانکہ وہ مکروہ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا یکرہ غیر المکتوبۃ عند ضیق الوقت اور اسی طرح مکروہ ہے نفل وغیرہ سوا
وقتی فرض کے وقت کی تنگی کے وقت مکتوبہ سے فرض وقتی مراد ہے تو نفل اور سنت اور واجب اور فائتہ سب مکروہ ٹھہریں اور ضیق وقت سے وقت مستحب مراد ہے
کیونکہ ترتیب ساقط ہو جاتی ہے وقت مستحب کی تنگی سے تو اگر شارح یوں کہتا وکذا یکرہ غیر الوقتیۃ عند ضیق الوقت المستحب تو بہتر ہوتا کذا فی الحلبی یعنی غیر
وقتیہ مکروہ ہے وقت مستحب کے تنگ ہونے کے وقت وقبل صلوٰۃ العیدین مطلقاً اور مکروہ ہے نفل عیدین کی نماز سے پہلے ہر طرح یعنی مسجد میں
بھی اور گھر میں بھی وبعدہا بمسجد لا بیت فی الاصح اور بعد نماز عیدین کے مسجد میں نفل مکروہ ہے نہ گھر میں صحیح تر قول میں ہم یہ رد ہے اس قول کا کہ گھر
میں نفل مکروہ نہیں نہ قبل عید کے نہ بعد عید کے اور اس قول کا کہ عید کے بعد نفل مکروہ نہیں نہ گھر میں نہ مسجد میں کذا فی الحلبی وبین صلوتی الجمع
بعرفۃ ومزدلفۃ اور مکروہ ہے نفل مابین دو نمازوں کے جو ملائی جاتی ہیں عرفہ اور مزدلفہ میں ہم یعنی عرفات میں ظہر کے وقت ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے ہیں اور
مزدلفہ میں مغرب اور عشا پڑھتے ہیں عشا کے وقت سوان دو دو نمازوں کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہے وکذا بعدہما علی ما مر اور اسی طرح نفل مکروہ ہے عرفات
کی دو نمازوں کے بعد چنانچہ مذکور ہو چکا عند قولہ ولو بجمع وقد بعرفۃ ہم ضمیر تثنیہ کی عرفات کی دو نمازوں کی طرف راجع ہے فقط نہ مزدلفہ کی نمازوں کی طرف بھی اگرچہ
کلام شارح اسکا بھی موہم ہے اسواسطے کہ مزدلفہ کی نمازوں کے بعد نفل مکروہ نہیں کذا فی الحلبی وعند مدافعۃ الاخبثین او احدہما او الریح اور مکروہ ہے
نماز بول اور براز یا فقط بول یا فقط براز یا ریح کے دبانے کے وقت ووقت حضور طعام تاقت نفسہ الیہ اور نماز مکروہ ہے اس کھانے کے حاضر ہونے
کے وقت جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہے ہم بطریق مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ اگر طعام کی طرف طبیعت حریص نہو تو نماز مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی
وکذا کل ما یشغل بالہ عن افعالہا ویخل بخشوعہا کائنا ما کان اور طعام کے مانند ہر ایک وہ چیز ہے جو نمازی آدمی کے دل کو نماز کے افعال سے باز رکھے
اور نماز کے خشوع وخضوع میں خلل ڈالے کوئی چیز ہو یعنی ایسی چیز کے ہونے کے وقت جو حضور دل کی مانع ہے نماز مکروہ ہے اور حضور دل اہل دل کے
نزدیک فرض ہے حدیث میں وارد ہے کہ انسان کو نماز سے فائدہ نہیں مگر بقدر حضور دل تو کبھی نماز کا دسواں حصہ اسکو ملتا ہے یا کم یا زیادہ کذا فی الطحطاوی
فہذہ نیف وثلاثون وقتا تو یہ چند اوپر تیس وقت ہیں جنمیں نماز مکروہ ہے یعنی طلوع آفتاب اور استوا اور غروب اور بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر اور قبل
نماز فجر اور قبل نماز مغرب کے اور دونوں خطبوں کے وقت اور اقامت فرض کے وقت اور ضیق وقت میں اور عید الفطر کی نماز سے پہلے اور اسکے بعد

یعنے فرض کی تاخیر کی وقت سے جیسا کہ مغرب عشا کے ساتھ ملا کر پڑھے اگرچہ تاخیر سے فرض صحیح ہو بطریق قضا کے الا الحاج لعرفۃ ومزدلفۃ کما یجی
مگر حاجی کو جمع کرنا ظہر اور عصر کا عرفات میں اور مغرب اور عشا کا مزدلفہ میں ثابت ہی جیسا کہ کتاب الحج میں آویگا ولا باس بالتقلید عند الضرورۃ اور
کچھ مضائقہ نہیں اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید کرنے میں ضرورت کے وقت یعنے اگر امام شافعی کی سفر کی ضرورت سے جمع بین
الصلوتین میں مثلا تقلید کرے تو جائز ہی علی الخصوص سفر حجاز میں کہ وہان اہل قافلہ نہین ٹھہرتے اور تنہا رہنے میں جان ومال کا خوف ہی لکن الطحاوی
نے کہا کہ ظاہر اضرورت کی قید سے معلوم ہوتا ہی کہ بدون ضرورت کے تقلید غیر امام جائز نہین اور یہ ایک قول ہی مذہب میں اور دوسرا قول مختار یہ ہی
کہ تقلید دوسرے امام کی جائز ہی اگرچہ بدون ضرورت کے ہو گو کہ بعد وقوع اور نزول کے ہو جیسا کہ خطبہ اس کتاب میں ہم ذکر کر چکے ہین اور البتہ مسئلہ
تقلید میں چند رسائل جداگانہ تصنیف ہوسے ہین دونون قولون پر انتہی ناقلا عن الطحاوی لکن یشترط ان یلتزم جمیع ما یوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان
الحکم الملفق باطل بالاجماع لیکن دوسرے امام کی تقلید میں شرط ہی کہ لازم پکڑلے سب اُن احکام کو جنکو اس عمل کے واسطے اس امام نے واجب ٹھہرایا ہی
اسواسطے کہ ہم آگے ذکر کر چکے ہین کہ جو حکم دو مذہب سے مخلوط ہو وہ بالاجماع باطل ہی ہم جمع بین الصلوتین میں امام شافعی رحمہ کے احکام یہ ہین کہ
اگر جمع تقدیم ہو تو اسمین شرط ہی پہلے نماز کی تقدیم اور جمع کی نیت کر لینا پہلی نماز کے فارغ ہونے سے پہلے اور دونون نمازون میں اسقدر جدائی نکرے
جسکو عرف میں جدائی جانتے ہون اور جمع تاخیر میں اسکے سواے کوئی شرط نہین کہ نیت کرے جمع بین الصلوتین پہلی نماز کے وقت خارج ہونے سے پہلے
اور جمع تقدیم افضل ہی مسافر کو منزل پر اور جمع تاخیر بہتر ہی چلنے کی حالت میں اور مسافر اکثر مبتلا ہوتا ہی ایسے فعل کا خصوصا حاجی اور تقلید میں کچھ ڈر
نہین کذا فی النہر الفائق

باب الاذان

یہ باب ہی اذان کے بیان میں ہو اسم اذان بروزن زمان مصدر ہی اور بعضون نے کہا اسم مصدر ہی اسلیے کہ ماضی اسکی اذن بالتشدید ہی اور مصدر تاذین آتا ہی
ہو لغۃ الاعلام اذان لغت میں بمعنی اعلام ہی یعنے آگاہ وخبردار کرنا وشرعا اعلام مخصوص لم یقل بدخول الوقت لیعم الفائتۃ وبین یدی الخطیب
علی وجہ مخصوص بالفاظ کذلک ای مخصوصۃ اور شریعت میں اذان ایک مخصوص خبردار کرنا ہی یعنے نماز کے لیے بطریق مخصوص چند الفاظ معینہ مرتبہ
سے مصنف نے اذان کو اعلام مخصوص بدخول وقت نکہا تاکہ اذان کی تعریف قضا کی اذان اور خطیب کے سامنے کی اذان کو بھی شامل رہے یعنی قضا
کی اذان میں وقت نہین ہوتا اور خطیب والی اذان میں اگرچہ وقت ہی مگر اسکی آگاہی تو اذان سے پہلے ہو چکی ہی ہم جن لوگون نے دخول وقت کی قید لگائی ہی
تو انھون نے اصل مشروعیت اذان کا لحاظ کیا ہی اور اس صورت میں اذان فائتہ اور خطیب کے سامنے کی بہی داخل ہونگی اور الفاظ مخصوصہ کی قید سے
یہ اشارہ ہوا کہ فارسی میں اذان درست نہین گو لوگ جان لین کہ اذان ہوتی ہی کذا فی الشامی ناقلا عن السراج سببہ ابتداء اذان جبرئیل لیلۃ الاسراء واقامتہ حین
امامتہ علیہ السلام ثم رویا عبد اللہ بن زید اذان الملک النازل من السماء فی السنۃ الاولی من الہجرۃ شروع میں اذان کا سبب جبرئیل علیہ السلام کی اذان ہی اور اقامت
انکی شب معراج میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے کے وقت یعنی جب بیت المقدس میں آپ امام ہوسے تھے حضرات انبیا علیہم السلام کے دو رکعت
نفل میں پہر اسکے بعد خواب میں دیکھنا عبد اللہ بن زید انصاری کا اول سال ہجری میں اس فرشتے کی اذان جو آسمان سے اترا تھا ہم یہان یہ اعتراض ہوتا ہی
کہ غیر انبیا کے خواب پر بنا احکام شرعی نہین ہوتی پہر عبد اللہ وغیرہ کے خواب سے اذان کیسے مشروع ہوئی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ثبوت اذان کا فقط عبد اللہ
وغیرہ کے خواب سے نہین ہوا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوا بعد وحی کے اسواسطے کہ عبد الرزاق اور ابو داود نے مراسیل میں روایت کی کہ عمر رض نے
جب اذان خواب میں دیکھی اور حضرت کو خبر دینے کو آئے تو معلوم ہوا کہ وحی میں اسکا حکم ہو چکا اور بلال رض کی اذان کان میں پہنچی پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا کہ اذان میں وحی نے سبقت کرگئی ابن حجر مکی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ کچھ حدیثیں اس بات پر دال ہیں کہ اذان مکہ معظمہ میں قبل ہجرت مشروع
ہوئی چنانچہ طبرانی اور دار قطنی اور بزار نے اس مضمون کی حدیثیں روایت کی ہیں مگر حق یہ ہے کہ ان احادیث میں سے کوئی صحیح نہیں خبر صحیح یہ ہے کہ شروع اذان
کا مدینہ پاک میں ہوا جیسا کہ مسلم میں مذکور ہے کذا فی الشامی وہل ہو جبرئیل قیل وقیل سوال اذان کا فرشتہ جبرئیل تھے یا کوئی اور جواب بعضوں نے کہا جبرئیل
تھے اور بعضوں نے کہا غیر جبرئیل علیہ السلام سببیۃ لبقائہ دخول الوقت اور اذان کا سبب بقا کی راہ سے نماز کے وقت کا داخل ہونا ہے ہم شامی نے کہا
کہ ابتدا تنبیہ سے جب کا مضاف الیہ پھیر دیا گیا ہے یعنی سبب اسکے باقی رہنے کا اس سے یہ مراد ہے کہ جس سبب سے کہ حادث ہونے سے اذان از سر نو کہنے پر سبب
دخول وقت ہے وہو سنۃ للرجال فی مکان عال موکدۃ ہی کالواجب فی لحوق الاثم للفرائض الخمس اور اذان مردوں کے واسطے اونچے مکان میں سنت
موکدہ ہے فرائض پنجگانہ کے لیے سنت موکدہ واجب کے مانند ہے گنہگار ہونے میں اسکے چھوڑ دینے سے ہم محمد نے کہا کہ اگر اہل شہر ترک اذان پر اتفاق کریں
تو انکا قتال حلال ہے اور ابو یوسف نے کہا کہ وہ لوگ مارے اور قید کیے جاوینگے کیونکہ وہ سنت کفایہ ہے اپنے شہر میں ایک شخص کی اذان کافی ہے کذا فی
کذا فی الطحطاوی فی وقتہا ولو قضاء لانہ سنۃ للصلوۃ حتی یبرد بہ لا للوقت اذان سنت ہے فرائض کے وقت میں اگرچہ فرض قضا ہوا ہو اسواسطے کہ اذان نماز کی
سنت ہے نہ وقت کی یہانتک کہ گرمیوں کے ظہر کی ٹھنڈے وقت اذان دیجاتی ہے یعنی تقدیم و تاخیر اذان نماز کی تابع ہے کذا فی الطحطاوی والبحر
کیونکہ اذان مسنون نہیں سواے فرض نمازوں کے لیے مانند عید کے ہم عید کے مانند نماز جنازہ اور نماز کسوف اور نماز استسقا اور تراویح اور سنتوں اور
اور وتر ہرچند امام اعظم کے نزدیک واجب ہے مگر چونکہ وقت عشا میں ادا کیا جاتا ہے تو عشا ہی کی اذان پر اکتفا کیا گیا کذا فی الشامی فیعاد اذان وقع بعضہ قبلہ
فیعاد کالاقامۃ خلافا للثانی فی الفجر تو دوسری بار اذان کہی جاوے اگر بعضے کلمات اذان کے فرض کے وقت سے پہلے واقع ہوے ہیں اقامت کے مانند
برخلاف ابو یوسف رحمہ کے فجر میں یعنی انکے نزدیک آدھی رات کے بعد فجر کی اذان درست ہے ہم اقامت اگر قبل وقت ہوئی تو اسکا اعادہ بالاتفاق ہے اور اگر
امام حاضر ہوا اقامت کے بعد ساعت بھر پیچھے اور اسنے فجر کی سنت پڑھی تو اقامت کو دوسری بار کہنا واجب نہیں تو پھر جماعت ہوگی کہ اگر اقامت کے بعد
فی الفور نماز نہ پڑھے تو اقامت باطل نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن المنح بتربیع تکبیر فی ابتدائہ وعن الثانی ثنتان اذان سنت ہے چار بار تکبیر یعنی الله اکبر
کہنے کے ساتھ شروع اذان میں اور ابو یوسف سے ایک روایت میں دو بار تکبیر ہے ہم پہلے اذان میں چار بار الله اکبر کہے اسطرح کہ ایک آواز میں دو بار اور دوسری
آواز میں بھی دو بار الله اکبر کہے یعنی چار آوازوں سے چاروں تکبیر کو علیحدہ علیحدہ نہ کہے کذا فی الطحطاوی ویفتح راء اکبر والعوام یضمونہا روضہ اکبر کی رے
کو زبر کے ساتھ کہے اور عوام لوگ اسکو پیش دیتے ہیں کذا فی روضہ ہم مضمرات میں ہے کہ موذن کو اختیار ہے چاہے الله اکبر کی رے کو فتحہ یعنی پیش دے چاہے جزم
اور اگر آتش زدگی میں الله اکبر چند بار مکرر کہے تو اسم ذات مرفوع ہے ہر بار اور اکبر کا لفظ پچھلی بار کے سوا چاہے پیش کے ساتھ کہے چاہے جزم کے ساتھ
کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن فی الطلبۃ معنی قولہ علیہ السلام الاذان جزم ای مقطوع المد فلا یقول آللہ اکبر لانہ استفہام وانہ لحن شرعی ولکن الاکبر
کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قول الاذان جزم کا یہ مطلب ہے کہ اذان مقطوع المد ہے یعنی الله کے لفظ میں الف کو کھینچ نہیں تو اسکے الف کو لمبا کر
بولنے کہ وہ پوچھنا ہے کہ کیا الله بڑا ہے اور یوں کہنا شرعاً غلط ہے ہم جبکہ یہ شرعاً غلط ہوا تو اسطرح اذان مکروہ ہے اگر استفہام کا ارادہ کریگا تو کافر ہوگا کذا فی
الطحطاوی اور شامی میں ہے کہ سیوطی سے اس حدیث کا حال پوچھا گیا تو کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں بلکہ ابراہیم نخعی کا قول ہے ومعناہ قطع حرکۃ الآخر للوقف
فلا یقف بالرفع فانہ لحن لغوی فتاوی الصیرفیہ من الباب السادس والثلاثین یا حدیث مذکور کا یہ مطلب کہ آخر کی حرکت موقوف ہے تو وقف کر کے پیش نہ
کہ وہ لغت عرب میں غلط ہے چنانچہ فتاوی صیرفیہ کے چھتیسویں باب میں ہے یعنی اذان میں جتنے جملے ہیں سب کا آخر حرف پر وقف کرے حرکت نہ دے لیکن
پھر الله اکبر جو اذان میں ہیں انمیں سے اول اور تیسرے اور پانچویں میں اکبر کی رے کو چاہے ساکن ادا کرے چاہے فتحہ کے ساتھ آگے ملا دے اور اگر

بیشی سے لا و بجانا خلاف سنت ہو گا کذا فی الطحطاوی والشامی ملخصًا ولا ترجیع فانہ مکروہ ملتقی اور اذان میں ترجیع نہیں اسلیئے کہ ترجیع مکروہ ہے کذا فی
الملتقی ہم ترجیع یہ ہے کہ شہادتین یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ کو پہلے آہستہ کہے پھر
چاروں کلمات کو زور سے کہے یہ شافعی مذہب میں سنت ہے اور ہمارے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الحلبی اور ابی محذورہ کی اذان میں جو ترجیع حدیث میں
ذکر ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ بطریق تعلیم کے تھی کیونکہ صحیح روایات متفق ہیں اسپر کہ بلال اذان میں ترجیع نکرتے تھے اسکے سوا طبرانی میں ابی محذورہ کی اذان
میں کوئی ترجیع نہیں تو عدم ترجیع ہی ثابت ہوا اور وجہ کراہت یہ ہے کہ اذان اعلام کے لیئے مشروع ہے اور آہستہ کہنے سے اعلام نہیں ہوتا کذا فی الشامی ولا لحن فیہ
ای تغنی بغیر کلماتہ فانہ لا یحل فعلہ وسماعہ کالتغنی بالقرآن اور اذان میں لحن یعنی وہ راگنی جو اذان کے کلمات متغیر کردے اسکا کرنا اور سننا حلال نہیں جیسے قرآن کے
لحن کا فعل اور سماع حلال نہیں ہم لحن یہ ہے کہ حروف کے ادا میں اور انکی حرکات اور سکنات میں کمی بیشی واقع ہو جیسا کہ گانے میں ایسا ہوتا ہے اور خطا اعراب
کو بھی لحن بولتے ہیں و بلا تغییر حسن اور خوش آوازی بغیر متغیر کرنے کلمات اور حرکات اور سکنات کے خوب ہے اذان اور قرآن میں ہم تغنی بلا تغییر خوب ہے اسواسطے
کہ تحسین صوت مطلوب ہے اور تحسین صوت کو تغییر لازم نہیں کذا فی البحر وقیل لا باس بہ فی الحیعلتین اور قول ضعیف یہ ہے کہ کچھ ڈر نہیں حی علی الصلوٰۃ اور حی
علی الفلاح کی لحن میں ہم قائل اس قول کا حلوانی ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ دونوں کلمات ذکر نہیں اور لفظ لا باس بہ سے اشارہ ہے طرف کہ اولی یہ ہے کہ
ان میں بھی لحن نکرے کذا فی الشامی ویترسل فیہ بسکتۃ بین کل کلمتین ویکرہ ترکہ وتندب اعادتہ اور موذن اذان کو ٹھہر ٹھہر کے اندک سکوت کرکے دو دو کلمے
کے درمیان میں اور ترسل یعنی سکتہ کا ترک کرنا مکروہ ہے اور اسکے ترک سے اذان کو پھر کہنا مستحب ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ ویلتفت فیہ وکذا فیہا مطلقا وقیل
ان المحل متسعا یمینا وشمالا فقط لئلا یستدبر القبلۃ بصلوٰۃ وفلاح اور اذان میں منہ پھیرے داہنے اور بائیں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہنے کے
وقت اور اسی طرح اقامت میں التفات کرے ہر حال میں یعنی جگہ میں وسعت ہو یا نہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر جماعت کا مکان کشادہ ہو تو التفات کرے
التفات فقط داہنے اور بائیں ہے تاکہ پشت واقع نہو قبلہ کیطرف ولو وحدہ او لمولود لانہ سنۃ الاذان مطلقا التفات ترک نکرے اگرچہ موذن تنہا ہو یا بچہ
ہونے کے وقت اذان کہتا ہو اسواسطے کہ التفات اذان کی سنت ہے ہر طرح ویستدیر فی المنارۃ لو متسعۃ بخرج راسہ منہا اور موذن گردش کرے اذان کے
منارے میں اگر وہ کشادہ ہو اور اپنا سر اسکے طاقچے سے نکالے لوگوں کے خبردار کرنیکو علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت منارہ اذان کے لیئے نہ تھا
حضرت بلال رضی مسجد کی چھت پر اذان کہا کرتے تھے بعد کو امیر معاویہ رضی کے حکم سے منارہ بنایا گیا ویقول ندبا بعد فلاح اذان الفجر الصلوٰۃ خیر من النوم
مرتین لانہ وقت نوم اور آداب کے طریق سے دو بار کہے اذان فجر کی حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم یعنی نماز بہتر ہے نیند سے اسواسطے کہ یہ نیند کا وقت
ہے ویجعل ندبا اصبعیہ فی صماخ اذنیہ فاذانہ بدونہ حسن وبہ احسن اور بطریق استحباب کے کرے اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں کے سوراخ میں کہ اذان
بغیر انگلی رکھنے کے خوب ہے اور انگلی رکھکر بہت خوب ہے ہم کان میں انگلی رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس فعل سے آواز بلند ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
بلال کو فرمایا کہ دونوں کانوں میں انگلیاں کرلو کہ اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگی اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بہرا اور دور کا آدمی آواز نہیں سنتا اس فعل کو دیکھکر
آگاہ ہوجاتا ہے کہ اذان ہو والاقامۃ کالاذان فیما مر اور اقامت جسکو عوام تکبیر بولتے ہیں اذان کے مانند ہے احکام مذکورہ میں ہم اذان کے احکام جو متن میں ذکر
کیئے دس ہیں یعنی مسنون ہونا فرائض کے واسطے اور اعادہ اسکا اگر وقت سے پہلے ہوئی اور شروع کرنا چار تکبیر سے اور ترجیع نکرنا اور لحن نکرنا اور ٹھہر ٹھہر کے کہنا اور التفات
اور گردش اور فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا زیادہ کرنا اور کانوں میں انگلیاں رکھنا لیکن مصنف نے تین احکام کو ان احکام عشرہ سے نکال ڈالا تو ٹھہر ٹھہر کہنے کے بدلے
جلد جلد کہنا اور الصلوٰۃ خیر من النوم کے عوض قد قامت الصلوٰۃ کہنا اور کان میں انگلی نرکھنا مذکور کیا تو سات حکم مشترک باقی رہے حلبی نے کہا تو مصنف کو گردش
کا نفی کرنا بھی لازم تھا لکن ہی لی لا اقامۃ وکذا الامامۃ ثم فضل منہ فتح لیکن اقامت اور ایسے ہی امامت افضل ہے اذان سے کذا فی الفتح ولا یضع المقیم اصبعیہ فی اذنیہ لانہا اخفض او اقامت

کہنے والا اپنی دونون انگلیان کانون مین نرکھے اسواسطے کہ اقامت کی آواز پست تر ہوتی ہے اذان کی آواز سے ویحدر بضم الدال ای یسرع فیہا ای الاقا
کہنے مین جلدی کرے یعنی بین الکلمتین سکتہ نکرے شلبی نے کہا کہ یحدر بضم دال بمعنی یسرع یعنی سرعت کرے فلو ترسل لم یعدہا فی الاصح تو اگر اقامت ٹھہر ٹھہر کے
اذان کے مانند کہی تو اُسکا اعادہ نکرے صحیح تر قول مین ہے لیکن اگر اذان کو جلد جلد تکبیر کیطرح کہیگا تو اسکا دوبارہ کہنا مستحب ہے کیونکہ اذان مین تکرار مشروع ہے چنانچہ جمعہ
کے روز اور تکبیر مین تکرار شریعت مین ثابت نہین ویزید بعد فلاحہا قد قامت الصلوۃ مرتین اور اقامت کے حی علی الفلاح کے بعد دوبارہ کہے قد قامت الصلوۃ
نماز قائم ہوئی
وعند الثلثہ ہی فرادی اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد حنبل کے نزدیک اقامت ایک ایک کلمہ ہے ویستقبل غیر الراکب القبلۃ بہما اور سوار کے سوا اور
شخص اذان اور اقامت مین قبلہ رخ ہو جاے ہم جماعت کے واسطے سوار ہوکر اذان کہے سفر کے حال مین سوار کو اپنے واسطے اذان اور اقامت درست ہے اور
استقبال قبلہ شرط نہین ویکرہ ترکہ تنزیہا اور ترک استقبال قبلہ کروہ تنزیہی ہے ہم صاحب محیط نے استقبال قبلہ کو حسن کہا پس صاحب بحر نے اس سے نکالا کہ اسکا
ترک مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قدم فیہما موخرا اعاد ما قدم فقط اور اگر اذان اور اقامت مین موخر لفظ کو مقدم کیا تو فقط مقدم لفظ کو پھر کہے یعنی اسی
لفظ کا اسی کے محل مین اعادہ کرے مثلاً حی علی الفلاح کو حی علی الصلوۃ سے پہلے کہدیا تو اعادہ صرف انھین دو لفظون کا مع ترتیب کرے ازسر نو اذان
کا اعادہ ضرور نہین ولا یتکلم فیہما اصلا ولو رد سلام اور اذان اور اقامت مین مطلقا کلام نکرے اگرچہ وہ کلام جواب سلام کا ہو سلام کا جواب نہ دے
اپنے دل مین اور نہ اذان اور اقامت کے بعد یہی قول صحیح ہے اور کہا بارتانی کلام مین داخل ہے مگر تسبیح جو بعد کے واسطے جائز ہے کذا فی البحر فان تکلم استانفہ
اگر اذان اور اقامت مین بولا تو پھر سرے سے شروع کرے ویثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ اور موذن اذان اور اقامت کے بیچ مین بلاوے سب
نمازیون کو بدون تخصیص امیر وغیرہ کے سب نمازون مین جسطرح کہ انکے بلانے کی عادت ہے ہم تثویب یعنی اعلام بعد الاذان کا طریقہ یہ ہے کہ بعد اذان کے بقدر بیس آیت
پڑھنے کے ٹھہر جاے پھر بلاوے اسطرح کہ الصلوۃ الصلوۃ یا کہے کہ چلو نماز تیار ہے یا جسطرح کا رواج ہو پھر اسکے بعد بقدر بیس آیت کے توقف کرے پھر اقامت کہے کذا
فی البحر مگر مغرب مین تثویب نہین چنانچہ نقایہ کی شرح مین مصرح ہے اور ماتن کے اگلے کلام سے بھی نکلتا ہے ویجلس بینہما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیا لوقت
الندب اور موذن بیٹھ جاے اذان اور اقامت مین بقدر آنے ہمیشہ آنے والون کے وقت مستحب کی رعایت کرکے ہم جیسے صبح مین اسفار کا اور ظہر مین ابراد
کا ملاحظہ موذن کو لازم ہے الا فی المغرب فیسکت قائما قدر ثلث آیات قصار مگر مغرب مین تثویب اور جلوس نچاہیے تو موذن چپکا کھڑا رہے تین چھوٹی
آیتون کی مقدار ویکرہ الوصل اجماعا اور بلا توقف ملادینا اذان اور اقامت کا بالاتفاق مکروہ ہے ہم بدلیل اس حدیث کے کہ تو اپنی اذان اور اقامت مین
توقف کر اسقدر کہ کھانے والا اپنے کھانے سے فراغت حاصل کرے فائدہ فائدہ ملحقہ شارح کا التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنۃ سبعمائۃ
واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین احدث فی الکل الا المغرب ثم فیہا مرتین وہو بدعۃ حسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم پر سلام کہنا نیا پیدا ہوا ربیع الآخر ۷۸۱ سال ہجری مین دوشنبہ کی رات پھر جمعہ کے دن پھر دس برس کے بعد پیدا ہوا سب نمازون
مین سواے مغرب کے پھر مغرب مین بھی دوبار سلام کہنا رائج ہو گیا اور یہ امر بدعت حسنہ ہے ہم یہ فائدہ شارح نے جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ کے
حسن المحاضرہ سے نقل کیا اور سخاوی کے قول بدیع مین ہے کہ اسکی ابتدا حدوث سلطان صلاح الدین بن المظفر بن ایوب کے حکم سے ہوئی ۷۹۱ ہجری
مین طحطاوی نے کہا کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت مین رائج نہین اور نہ سیوطی کی اس عبارت مین ہے جو نہر الفائق مین منقول ہے انتہی بدعت حسنہ وہ ہے
جو قواعد شریعت کے مخالف نہو ویسن ان یوذن ویقیم لفائتۃ رافعا صوتہ لو بجماعۃ او صحراء لا ببیتہ منفردا اور مسنون ہے اذان دینا اور اقامت کہنا قضا
کی نماز کے واسطے آواز بلند کرکے اگر جماعت سے قضا کرتا ہو یا جنگل مین نہ اپنے گھر مین اکیلے اگر گھر مین بھی جماعت کے ساتھ قضا کرے تو بلند آواز سے اذان
کہے وکذا یسنان لاولی الفوائت لا الفاسدۃ اور اسیطرح اذان اور اقامت مسنون ہے چند قضا نمازون مین سے پہلی نماز کے واسطے نہ ناقص نماز کے واسطے یعنی

جس کا اعادہ کیا وقت میں وخیر فیہ للباقی لو فی مجلس وفعلہ اولی ویقیم للکل اور آدمی اذان اور اقامت میں مختار ہے قضا کی باقی نمازوں کے واسطے اگر ایک
مجلس میں ہو اور اگر چند مجالس میں قضا کی ہوں تو اگر ہے تو ہر مجلس میں اذان واقامت کہے کذا فی الشامی اور باقی میں اذان کہنا بہتر ہے اور اقامت کہے
سب نمازوں قضا میں اسواسطے کہ جنگ خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار نمازوں کی قضا میں اذان اور اقامت کا حکم کیا کذا فی الطحطاوی
ولا یسن ذلک فیما تقضیہ النساء اداء او قضاء ولو جماعۃ کجماعۃ صبیان وعبید اور یہ یعنی اذان اور اقامت مسنون نہیں اس نماز میں جسکو عورتیں
پڑھتی ہوں ادا اور قضا اگرچہ جماعت سے پڑھتی ہوں جیسے لڑکے اور غلاموں کی جماعت میں اذان اور اقامت مسنون نہیں امام اگر شارح بجاے ولو جماعۃ کے
ولو منفردۃ کہتا تو بہتر تھا اسلیے کہ عورتوں کی جماعت مشروع نہیں رہی کذا فی الشامی ولا یسنان ایضا لظہر یوم الجمعۃ فی مصر اور یہی اذان اور اقامت سنت
نہیں جمعہ کے دن ظہر کی نماز کے واسطے شہر میں ہو اسواسطے کہ اسمیں شبہ پڑتا ہے مخالفت جمعہ کا اور شہر کی قید سے معلوم ہوا کہ گاؤں میں اذان جمعہ کے روز مکروہ
نہیں ولا فیما یقضی من الفوائت فی مسجد لان فیہ تشویشا وتغلیطا اور نہیں مسنون اذان اور اقامت اس نماز میں فوایت سے جسکو قضا کرتے ہوں مسجد
میں اسواسطے کہ اسمیں لوگوں کی پریشان خاطری اور غلط اندازی ہے یعنی وہ وقت کی اذان سمجھینگے ویکرہ قضاؤہا فیہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرہا بزازیۃ
اور نماز فائتہ کا قضا کرنا مسجد میں مکروہ ہے اسواسطے کہ وقت سے نماز کا تاخیر کرنا گناہ ہے تو گناہ کو ظاہر نکرے کذا فی البزازیۃ ہم یہ وجہ جماعت میں ظاہر ہے نہ منفرد میں
اسلیے کہ منفرد اذان آہستہ کہتا ہے مگر تعلیل مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قضا کو جتا کر ادا کرنا مکروہ ہے خواہ جماعت میں ہو خواہ اکیلے ویجوز بلا کراہۃ اذان صبی مراہق
وعبد اور بلا کراہت جائز ہے اذان صغیر مراہق یعنی عاقل اور غلام کی ہم کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی تو ثابت ہے جیسا کہ بحر الرائق میں خلاصہ
سے منقول ہے کہ سوا انکے اور شخص اولی ہے تو انکی اذان میں ترک اولی ہوا کذا فی الشامی ولا یحل الا باذن کاجیر خاص اور غلام کو اذان جماعت کی حلال نہیں
مگر مولی کے اذن سے خاص مزدور کے مانند کہ اسکو بھی اذان حلال نہیں بلا اذن مستاجر کیونکہ مراعات اوقات سے نقصان مولی اور مستاجر کا لازم آویگا
اسیوجہ سے مزدور خاص کو نوافل کا پڑھنا درست نہیں واعمی وولد زنا واعرابی اور جائز ہے اذان اندھے اور ولد الزنا اور دیہقانی کی وانما یستحق ثواب
المؤذنین اذا کان عالما بالسنۃ والاوقات ولو غیر محتسب بجز اور اذان کہنے والا مؤذنوں کے ثواب کا مستحق نہیں ہوتا مگر جبکہ وہ اذان کے طریقہ مسنونہ کو
جانتا ہو اور نماز کے اوقات کو پہچانتا ہو اگرچہ غیر محتسب ہو کذا فی البحر یعنی اگرچہ صرف بہ نیت ثواب نہ کہتا ہو بلکہ اجرت لیکر اذان کہتا ہو طحطاوی نے کہا ولو غیر محتسب
یقین کرنے کے لائق نہیں اسواسطے کہ صاحب بحر نے اسکو بطریق احتمال کے بیان کیا ہے ویکرہ اذان جنب واقامتہ واقامۃ محدث لا اذانہ علی المذہب
اور مکروہ ہے اذان نہانے کی حاجت والے کی اور اسکی اقامت اور بے وضو آدمی کی اقامت نہ اذان محدث کی مذہب درست پر ہم مکروہ سے مراد ظاہرا مکروہ تحریمی ہے
اور وجہ کراہت جنب کی اذان کی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو نماز کے لیے بلاتا ہے اور خود اسکی اجابت نہیں کرتا کذا فی الشامی واذان امراۃ وخنثی وفاسق ولو عالما
لکنہ اولی بالامامۃ والاذان من جاہل تقی اور مکروہ ہے اذان عورت اور خنثی اور فاسق کی اگرچہ فاسق عالم ہو لیکن امامت اور اذان میں فاسق عالم اولی ہے جاہل
پرہیزگار سے یعنی جہاں سوائے اس فاسق کے دوسرا عالم نہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وسکران ولو بمباح اور اذان مکروہ ہے متوالے کی اگرچہ مباح چیز سے
مست ہو گیا ہو جیسا کہ خراسانی انگور سے کمعتوہ وصبی لا یعقل جیسے مدہوش اور صغیر غیر عاقل کی اذان مکروہ ہے وقاعد الا اذا اذن لنفسہ اور بیٹھے ہوئے
کی اذان مکروہ ہے مگر جبکہ وہ اپنے واسطے اذان کہے تو مکروہ نہیں وراکب الا لمسافر اور سوار کی اذان مکروہ ہے مگر مسافر سوار کی اذان مکروہ نہیں ویعاد اذان
جنب ندبا وقیل وجوبا اور پھر کہی جاے اذان جنب کی استحباب کی راہ سے اور بعضوں نے کہا کہ وجوب کی راہ سے لا اقامتہ لمشروعیۃ تکرارہ فی الجمعۃ دون تکرارہا
دوبارہ نکہی جاے اقامت جنب کی بسبب مشروع ہونے تکرار اذان کے جمعہ میں اور نہ مشروع ہونے اقامت کی تکرار کے یعنی جمعہ کی اذان مکرر ہونے سے معلوم
ہوا کہ عذر سے تکرار اذان درست ہے وکذا یعاد اذان امراۃ ومجنون ومعتوہ وسکران وصبی لا یعقل لا اقامتہم لما مر اور اسی طرح اعادہ کیا جاے عورت

ای اور اسی طرح جن کی اذان مکروہ ہے ۱۲

اور علم سکھلاتے ہوں اور علم سیکھنے میں مشغول ہوں بخلاف قرآن کے یعنی اگر قرآن پڑھتا ہو تو موقوف کر کے اذان کا جواب دے بان یقول بلسانہ کمقالتہ ان سمع المسنون منہ وهو ما کان عربیا لا لحن فیہ جواب دے اسطرح کہ اپنی زبان سے مؤذن کے کلام کے مانند بشرطیکہ مؤذن سے مسنون اذان سنے مسنون اذان وہ ہی جو بطور عربیت کے ہو اور اس میں لحن نہو یعنی تغیر کلمات نہو جسم اذان عربی ہو یعنے مفسر الالفاظ ہو حروف کے حق ادا ہوئے ہوں سوا اسکے جو اذان بعض لوگ کہتے ہیں وہ حسب اور حرکات کو بڑھا گھٹا کر وہ حرام ہے اس اذان کا جواب دینا نہ چاہیے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو تکرر اجاب الاول اور اگر اذان مکرر ہو تو پہلی اذان کا جواب دے خواہ وہ مسجد کی اذان ہو یا اور مقام کی کذا فی البحر الا فی الحیعلتین فیحوقل جو مؤذن کہے وہی جواب دینے والا کہے مگر حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح میں کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے وفی الصلوٰۃ خیر من النوم فیقول صدقت وبررت اور الصلوٰۃ خیر من النوم میں یوں کہے صدقت وبررت یعنی تو صادق اور نیکوکار ہے اس کہنے میں کہ نماز نیند سے بہتر ہے ویندب القیام عند سماع الاذان بزازیہ اور مستحب ہے کھڑا ہو جانا اذان کے سننے کے وقت کذا فی البزازیہ ولم یذکر ہل یستمر الٰی فراغہ او یجلس اور بزازی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ کھڑا رہے اذان کی فراغت ہونے تک یا بیٹھ جاوے ولو لم یجبہ حتی فرغ لم اره وینبغی تدارکہ ان قصر الفصل اور اگر سامع نے مؤذن کا جواب نہ دیا یہان تک کہ وہ اذان سے فارغ ہوا اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا کتاب میں اور مناسب یہ ہے کہ اسکا تدارک کرے اگر فصل تھوڑا ہو یعنے اگر بہت عرصہ گذر گیا ہو تو ہم یہ بحث صاحب بحر کی ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ جواب دینے والا مؤذن سے پیشتر کلمات جواب کے نکہے بلکہ ہر کلمہ کے تمام ہونے پر اسکا جواب کہے کہ حدیث عمر بن ابی امامہ میں اسکی تصریح موجود ہے اور اس سے ظاہر ایہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ جواب دینا بھی کافی نہیں کذا فی الشامی ویدعو عند فراغہ بالوسیلۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اذان کی فراغت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وسیلہ مانگے ہم دعا وسیلہ مستحب ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کو سنو تو کہو مثل اس قول کے جو وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو اسواسطے کہ جو مجھ پر درود پڑھیگا حق تعالیٰ اسکے بدلے اسپر دس بار رحمت کریگا پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگو اسواسطے کہ وسیلہ ایک مرتبہ ہے بہشت میں کہ وہ لائق نہیں مگر ایک بندے کیواسطے خدا کے بندوں سے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہوں سو جو شخص میرے لیے وسیلہ مانگیگا تو میری شفاعت اسکے لیے ضرور ہوگی انتہی یعنی اسکی شفاعت واجب ہوگی امت سے زیادہ تر بسبب اس مناسبت کے کذا فی الطحطاوی عن المواہب و شرحہا اور دعا وسیلہ کا طریقہ صحیح مسلم وغیرہ میں جابر سے یوں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کہے اذان کو سنکر اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ تو اسکے واسطے میری شفاعت حلول کریگی یعنے واجب ہوگی کذا فی تیسیر الوصول الی الجامع الاصول اور بیہقی نے وعدتہ کے بعد اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ اس دعا میں زیادہ روایت کیا ہے ابن حجر نے شرح منہاج میں کہا کہ الفضیلۃ کے بعد جو درجۃ الرفیعۃ کہتے ہیں اور تمامی پر یا ارحم الراحمین تو ان دونوں کی کچھ اصل نہیں اور اسیطرح وعدتہ کے بعد وارزقنا شفاعتہ کی زیادتی کا حال ہے کذا فی الشامی ولو کان فی المسجد حین سمعہ لیس علیہ الاجابۃ ولو کان خارجہ اجاب بالمشی الیہ بالقدم اور اگر اذان کا سننے والا مسجد میں ہو جبکہ اسنے اذان سنی تو اسپر جواب دینا لازم نہیں اور اگر مسجد کے باہر ہو تو جواب دے اسکی طرف قدم سے چلکر ولو اجاب باللسان لا بہ لا یکون مجیبا وہذا بناء علے الاجابۃ المطلوبۃ بقدمہ لا بلسانہ کما ہو قول الحلوانی اور اگر اذان کا جواب دیا زبان سے نہ قدم سے چلکر تو وہ شخص مجیب نہوگا اور اس قول کی بنا اسپر ہے کہ اجابت مطلوبہ شرع میں قدم سے ہے نہ زبان سے چنانچہ یہی قول ہے حلوانی کا فیقطع قراءۃ القرآن لو کان یقرأ بمنزلہ ویجیب لو اذان مسجدہ کما یاتی ولو بمسجد لا لانہ اجاب بالحضور اور بموجب اسی قول کے قطع کرے قرآن کا پڑھنا اگر پڑھتا ہو اپنے گھر میں اور جواب دے قدم سے چلکر اگر اسکی مسجد محلہ کی اذان ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تتارخانیہ سے اور اگر مسجد میں قرآن پڑھتا ہو تو پڑھنا قطع نکرے اسواسطے کہ وہ مجیب ہوگا مسجد کے حاضر ہونے سے وہذا متفرع علی قول الحلوانی والظاہر وجوبہا بلسانہ لظاہر الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول کما بسط فی البحر واقرہ المصنف وقواہ فی النہر ناقلا عن المحیط وغیرہ بانہ علی الاول لا

لا یرد السلام ولا یسلم ولا یقرأ بل یقطعہا ویجیب ولا یشتغل بغیر الاجابۃ اور یہ جو اس نے اجابت بالقدم کو ذکر کیا متفرع اور مستخرج ہے حلوانی کے قول پر
اور لیکن ہر قول پر واجب ہوتا ہے اجابت کا زبان سے بدلیل ظاہر امر کے جو اس حدیث میں ہے کہ جب تم موذن کی اذان سنو تو کہو مثل اس قول کے جو موذن
کہتا ہے چنانچہ اسکو شرح میں بیان کیا ہے بحر الرائق میں اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح میں اور زبان سے جواب دینے کو قوی کہا ہے نہر الفائق میں مجتبیٰ
وغیرہ سے نقل کر کے اس طرح کہا کہ اول قول پر یعنی وجوب اجابت زبانی پر اذان کا سامع سلام کا جواب نہ دے اور نہ کسی کو سلام کرے اور نہ قرآن پڑھے بلکہ قرآن
کو قطع کرے اور اذان کا جواب دے اور مشغول نہ ہو کسی فعل میں بجز اجابت کے قال وینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب وان یجیب بقدمہ
اتفاقا فی الاذان الاول یوم الجمعۃ لوجوب السعی بالنص صاحب نہر نے کہا اور یہ چاہیئے کہ زبان سے جواب نہ دے باتفاق قولین خطیب کے سامنے کی اذان
میں جمعہ کے دن اور یہ کہ اجابت بالقدم کرے باتفاق قولین روز جمعہ کی پہلی اذان میں بسبب واجب ہونے سعی کے بنص قرآنی اھ عدم اجابت لسانی
کی یہ وجہ ہے کہ جب خطیب منبر پر بیٹھے تو امام کے نزدیک صلوٰۃ و کلام مکروہ ہے لیکن باب الجمعہ میں آویگا کہ صحیح قول یہ ہے کہ امام کے نزدیک اذکار جائز ہیں جبتک خطبہ
شروع ہونے سے پہلے تو اب کوئی مانع نہ رہا اجابت کا کذا فی الطحطاوی وفی التاترخانیۃ انما یجیب اذان مسجدہ اور تاتارخانیہ میں ہے کہ جواب دے اگر اپنی
مسجد کی اذان کا قدم سے یعنی جواب بالقدم سے جبکہ اپنی مسجد کو مخصوص کیا ہے یہ متفرع ہے حلوانی کے قول پر جیسا کہ شارح نے اس پر اشارہ کر دیا کہ کذا فی الخانیۃ
وسئل ظہیر الدین عمن سمعہ فی آن من جہات ماذا یجب علیہ قال اجابۃ اذان مسجدہ بالفعل اور ظہیر الدین سے سوال ہوا کہ جس شخص نے ایک ہی وقت میں اذان
سنی کئی طرف سے اس پر کیا واجب ہے کہا کہ اس پر اپنی مسجد کی اذان کی اجابت فعلی یعنی قدم سے چلکر واجب ہے ویجیب الاقامۃ ندبا اجماعا کالاذان ویقول
عند قد قامت الصلوٰۃ اقامہا اللہ وادامہا اور جواب لسانی دے اقامت کا استحباب کی راہ سے بالاتفاق اذان کے مانند اور کہے قد قامت الصلوٰۃ کے وقت
اقامہا اللہ وادامہا ہم ان الفاظ کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اسقدر زیادتی کے ساتھ مادامت السموات والارض وجعلنی من صالحی اہلہا یعنی اللہ تعالیٰ نماز کو
قائم و دائم رکھے جبتک آسمان و زمین رہیں اور مجھکو زمین کے نیکبخت باشندوں میں کرے وقیل لا یجیبہا وبہ جزم الشمنی اور بعضوں نے کہا کہ اقامت کا جواب
نکہے اور اسی قول کا یقین کیا ہے شمنی شارح نقایہ نے ہم یہ نفی اجماع سابق کی مخل نہیں کیونکہ یہ نفی نفی وجوب پر محمول ہے اور اتفاق اجماع استحباب پر ہے
فروع مسائل ملحقہ شارح صلی السنۃ بعد الاقامۃ او حضر الامام بعد الاقامۃ لا یعیدہا بزازیۃ مقیم نے سنت نماز پڑھی اقامت کے بعد یا امام آیا اقامت کے بعد تو اقامت
کا اعادہ نکرے کذا فی البزازیۃ وینبغی ان طال الفصل او وجد ما یعد قاطعا کاکل ان تعاد اور لائق یعنی مستحب ہے کہ اگر اقامت اور نماز میں مدت زیادہ ہوجاوے
یا پایا جاوے وہ عمل جو قاطع اور فاصل گنا جاوے درمیان اقامت اور نماز کے جیسا کچھ کھانا تو اقامت پھر سے کہی جاوے دخل المسجد والموذن یقیم قعد الی قیام الامام
فی مصلاہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس حال میں کہ موذن اقامت کہتا ہے تو بیٹھ جاوے امام کے کھڑے ہونے تک اپنی جائے نماز پر رئیس المحلۃ لا ینتظر ما لم یکن شریرا
والوقت متسع رئیس محلہ کا انتظار نہ کیا جاوے جبتک کہ وہ شریر نہو اور نماز کا وقت فراخ ہو یعنی اگر وقت وسیع اور رئیس شریر ہو تو اسکی انتظار ہی جائز ہے اور اگر وقت
تنگ ہو تو انتظار نچاہیے اگرچہ رئیس بدذات ہو یکرہ لہ ان یوذن فی مسجدین موذن کو مکروہ ہے اذان کہنا دو مسجدوں میں ہم یہ کراہت اسوقت ہے جبکہ موذن
پہلے مسجد میں نماز پڑھ چکا ہو کذا فی البحر ولایۃ الاذان والاقامۃ لبانی المسجد مطلقا اذان اور اقامت کا اختیار مسجد کے بنانے والے کے واسطے ہے ہر طرح یعنی خواہ
عادل ہو یا غیر عادل اگرچہ لوگوں کو پسند نہو کذا فی البحر وکذا الامامۃ لو عدلا اور اسی طرح مسجد کے بنانے والے کو امامت کا اختیار ہے اگر عادل ہو یعنی فاسق نہو الافضل
کون الامام ہو الموذن امام ہی کا موذن ہونا بہتر ہے ہم امام ابو حنیفہ بھی کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی وفی الضیاء انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اذن فی سفر
بنفسہ فاقام وصلی الظہر وقد حققناہ فی الخزائن اور ضیاء مقدسی میں ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفر میں بذات مقدس اذان اور اقامت کہی اور
ظہر کی نماز پڑھی اور البتہ ہمنے اسکو محقق بیان کیا ہے خزائن الاسرار میں ہم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی جبکہ آپ سوار تھے کذا فی الطحطاوی عن فتاوی الرملی

اور آپکا اذان کہنا سفر مین ترمذی کی حدیث مین مروی ہی اور نووی نے اسپر یقین کیا ہی مگر مسند احمد مین اُسی طریق سے جو حدیث کی تخریج کی ہی اُسمین یون ہی کہ بلال کو حکم اذان کا دیا تو معلوم ہوا کہ اذان کہنا آپکا صرف حکم دینا تھا اور عطا وغیرہ تابعین نے ایسا کیا ہی کذا فی الشامی ۞

باب شروط الصلوٰۃ

یہ باب ہی نماز کی شرطون کے بیان مین ہم شرط تین قسم ہی شرط عقلی جیسے بسو لاہی کے واسطے اور شرط شرعی جیسے طہارت نماز کیواسطے اور شرط جعلی جیسے گھر مین جانا زوجہ کا جسکے ساتھ طلاق مشروط ہو کذا فی العینی تو یہان شروط شرعیہ مراد ہین نہ عقلیہ و جعلیہ اور شروط شرعیہ سے وہ شروط مقصود ہین جو صحت نماز کی شرطین ہین نماز کے واجب ہونے کی شرطین مراد نہین ایک تکلیف ہی یعنی مسلمان ہونا اور عاقل و بالغ ہونا اور انجملہ عاجز نہونا نماز سے اور انجملہ وقت ہی پھر بقسم اول شرطین تین قسم ہین شرط انعقاد ایک قسم شرط ہی انعقاد نماز کی اسم شرط انعقاد وہ ہی جسکا وجود ضروری ہی ابتداء نماز مین پیشتر سے موجود ہو کر آخر نماز تک موجود رہنا لازم ہے کذا فی الحلبی کنیۃ و تحریمۃ و وقت و خطبۃ جیسے نیت اور تکبیر تحریمہ اور وقت نماز کا اور خطبہ جمعہ کے واسطے تو جبتک امور مذکورہ اول نہونگے نماز کا وجود نہوگا انہین نیت تو آخر نماز تک موجود رہ سکتی ہی اور تحریمہ اور خطبہ ایسا نہین و شرط دوام کطہارۃ و ستر عورۃ و استقبال قبلۃ اور دوسری قسم شرط ہی دوام نماز کی جیسے طہارت اور ستر عورت اور استقبال قبلہ ہم شرط دوام وہ ہی جسکا وجود مشروط ہو اول نماز سے آخر تک و شرط بقاء فلا یشترط فیہ تقدم ولا مقارنۃ بابتدائہ وہو القراءۃ اور تیسری قسم شرط ہی باقی رہنے نماز کی بعد موجود ہوجانے نماز کے تو اُسمین آگے ہونا اس شرط کا مشروط نہین اور نہ ابتداء نماز سے اُسکا متصل رہنا اور وہ یعنی بقاء نماز کی شرط قرأت ہی ہم شرط بقاء نماز وہ ہی جو اثناء نماز مین پائی جاے بطریق استمرار کے اور قرأت اسیطرح کی ہی کہ اثناء نماز مین اُسکا وجود ہوتا ہی استمرار کے طور پر اور یہ تینون شرطین ایک دوسری مین متداخل ہین کیونکہ انہین عموم و خصوص مطلق ہی شرط دوام خاص ہی اور شرط انعقاد اور بقاء عام مثلاً طہارت جو شرط دوام ہی اگر ابتداء نماز مین اُسکے وجود کا لحاظ کرین تو شرط انعقاد ہوجائیگی اور اگر حالت بقاء مین اسکے وجود کو مشروط سمجھین تو شرط بقاء ہوگی اور سواے وقت صبح کے اور وقت نماز کے لیے صرف شرط انعقاد ہی کہ نہ اُسکا دوام شرط ہی اور نہ بقاء اور صرف شرط بقاء کی مثال قرأت ہی کہ اثناء نماز مین حادث ہو کر انتہا تک رہتی ہی گو وجود حکمی ہو جیسے مقتدی کی قرأت کہ امام کی قرأت گویا اُسی کی قرأت ہی کذا فی الشامی بتصرف فانہ رکن فی نفسہ شرط فی غیرہ لوجودہ فی کل الارکان تقدیرا اسواسطے کہ قرأت بذات خود تو رکن ہی اور اپنے غیر کے حق مین شرط ہی بسبب پائے جانے قرأت کے تمام ارکان مین تقدیرا یعنی اگرچہ سب ارکان مین قرأت حقیقی موجود نہین لیکن گویا کہ موجود ہی ہم رکن اُسکو کہتے ہین جو ماہیت مین داخل ہو اور شرط وہ ہی جو ماہیت سے خارج ہو اور یہ دونون ایک دوسرے کے مخالف ہین مگر چونکہ رکن دو طرح کا ہوتا ہی ایک اصلی جو کبھی ساقط نہین ہوتا دوسرا زائد جو کبھی ساقط بھی ہوجاتا ہی جیسے قرأت کہ مقتدی سے ساقط ہوجاتی ہی تو اس لحاظ سے ایک حالت مین اُسکو رکن کہا اور دوسری مین شرط سے تعبیر کیا کذا فی الشامی بتصرف ولذا لم یجز استخلاف الامی اور اسواسطے کہ وجود قرأت کا سب ارکان مین ضروری ہی اُمّی شخص کا خلیفہ کرنا نماز مین اگرچہ تشہد اخیر ہو جائز نہین ثم الشرط لغۃ العلامۃ اللازمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ شرط بفتح اول و سکون ثانی لغت مین علامت لازمہ کہتے ہین یعنی جو نشانی کہ ایک ہی چیز مین پائی جاے دوسری چیز مین نہو وشرعا ما یتوقف علیہ الشیء ولا یدخل فیہ اور اصطلاح شرع مین شرط وہ ہی جسپر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اُس چیز مین داخل نہو یعنی اُسکا جزو نہو خارج ہو اُس سے ہم کسی چیز کا متعلق اگر اُسکی ماہیت مین داخل ہوتا ہی تو رکن کہلاتا ہی جیسے رکوع نماز کے اندر اور اگر خارج ہو دو حال سے خالی نہین یا چیز مین موثر ہوگا یا نہوگا اگر موثر ہی تو اُسکو علت کہتے ہین جیسے عقد نکاح حلت کے لیے اور اگر موثر نہین تو پھر چیز کیطرف فی الجملہ موصل ہی یا نہین اگر ہی تو اُسکو سبب کہتے ہین جیسے وقت ہی اور اگر موصل نہین تو چیز اُسپر موقوف ہوگی یا نہوگی اگر موقوف ہوگی تو اُسکو شرط کہتے ہین جیسے وضو ہی نماز کے حق مین اور اگر چیز اُسپر موقوف بھی نہین تو اُسکو علامت بولتے ہین تو شارح کی تعریف سے رکن اور علامت نکلگئی مگر سبب اور علت شرط مین داخل رہی اسلیے چاہیے تھا کہ شرط کی تعریف مین اتنا اور زیادہ کرتا کہ ولا موثر فیہ ولا یوصل الیہ

فی الجملہ یعنے نہ چیز مین موثر ہو اور نہ اُسکی طرف کسیقدر موصل ہو کذا فی الشامی تبعیت سے کہا اور بعضون نے شرط کی یون تعریف کی ہے کہ شرط وہ ہے جسکے نہ ہونے
سے مشروط کا نہ ہونا لازم ہووے اور شرط کے وجود سے مشروط کا وجود لازم نہو ہی طہارۃ بدنہ ای جسدہ لدخول الاطراف فی الجسد دون البدن فتح
شرطین نماز کی چھ ہین پہلی شرط پاک ہونا ہے نمازی کے بدن کا بدن سے مراد جسد ہے بسبب داخل ہونے ہاتھ پانون کے جسد مین نہ بدن مین تو اسکو یاد رکھنا چاہئے
ہم چونکہ لغت عرب کی راہ سے ہاتھ پانون بدن مین داخل نہ تھے لہذا شارح نے بدن کی تفسیر جسد کی تاکہ ہاتھ پانون کی بھی طہارت ثابت ہو اگرچہ اردو زبان
مین بدن سارے جسم کو کہتے ہین من حدث بنوعیہ طہارت بدن کی شرط ہے دونون قسم کے حدث یعنی حکمی ناپاکی سے ہم دونون قسم سے مراد حدث اصغر اور
حدث اکبر ہین اول مقتضی وضو کا ہے اور دوم موجب غسل کا وقدمہ لانہ اغلظ اور بعضون نے مقدم کیا حدث یعنی نجاست حکمی کو نجاست حقیقی پر اسواسطے کہ وہ (بے وضو ہونا — ناپاک ہونا)
غلیظ تر اور سخت تر ہے نجاست حقیقی سے ہم یعنی اسواسطے کہ نجاست حکمی تھوڑی بھی معاف نہین ہے برخلاف نجاست حقیقی کے کہ وہ قلیل معاف ہے وخبث مانع
کذلک اور طہارت شرط ہے اسیطرح دونون قسم کی نجاست حقیقی سے جو نماز کی مانع ہے ہم دونون قسم کی نجاست یعنی مغلظہ اور مخففہ سے مغلظہ زائد از درم مانع نماز ہے
اور مخففہ زائد از ربع ثوب وثوبہ وکذا ما یتحرک بتحرکہ دوسری شرط نماز کی پاک ہونا نمازی کے کپڑے کا ہے اور اسیطرح پاک ہونا اس چیز کا جو نمازی کے ہلنے سے ہلے
ہم یعنے ایسی چیز جو نمازی کے بدن سے متصل ہو مثلاً ایک چادر کا آنچل اُسکے بدن پر ہو اور دوسرا آنچل پڑا ہوا ہو اور اس پر نجاست ہو تو وہ مانع نماز ہے یعنی اگر نمازی کی
حرکت سے ناپاک آنچل بھی حرکت کرے تو نماز کا مانع ہے اور نہین تو نہین اور اگر وہ چیز اُسکے بدن سے متصل نہین مثلاً چٹائی کا ایک کنارہ ناپاک ہو اور دوسرے
کنارہ پر نماز پڑھتا ہے تو یہ نجاست نماز کی مانع نہین ہے خواہ چٹائی بڑی ہو یا چھوٹی کذا فی الشامی او یعد حاملا لہ کصبی علیہ نجاسۃ ان لم یستمسک بنفسہ منع والا لا
یا نمازی اُس چیز کا اُٹھانے والا گنا جاوے جیسے وہ لڑکا جسپر نجاست ہو بشرطیکہ وہ آپ نہ تھم سکے بدون تھامنے نمازی کے تو نماز کا مانع ہے اور اگر لڑکا
نمازی کے تھامنے کا محتاج نہو خود اسکو چمٹا ہو تو نمازی اُسکا حامل نہ ٹھہریگا تو نماز کا بھی مانع نہوگا ہم اور یہی حکم ناپاک چھت اور چھپر اور خیمہ کا ہے
جبکہ نمازی کا سر کھڑے ہونے سے ان چیزون مین لگتا ہو کذا فی الطحطاوی کجنب وکلب ان سد فمہ فی الاصح جسطرح مانع نماز نہین اگر نمازی پر جنب
آدمی اور کتا ہو اگر اُسکا منہ باندھا ہو صحیح تر قول مین ہم اگر شارح یون کہتا کہ کتا بشرطیکہ اُس سے لعاب وغیرہ مانع نماز نہ بہے تو بہتر ہوتا کذا فی الشامی بحر الرائق
مین ہے کہ اگر نمازی کے پاس وہ انڈا ہے جو اندر سے خون ہو گیا تو نماز جائز ہے کیونکہ وہ اپنے معدن مین ہے برخلاف اُس شیشے کے جسمین پیشاب ہے یعنی وہ
مانع نماز ہے ومکانہ ای موضع قدمیہ او احداہما ان رفع الاخری وموضع سجودہ اتفاقا فی الاصح اور تیسری شرط پاک ہونا مصلی کے مکان کا ہے یعنی اُسکے
دونون قدمون کی جگہ کا یا ایک قدم کی جگہ کا اگر نمازی نے دوسرا قدم اُٹھا لیا اور سجدہ کی جگہ کا بالاتفاق صحیح تر قول مین ہم موضع قدمین کی طہارت امام
اور صاحبین کے نزدیک شرط ہے بالاتفاق بلا نقل خلاف اور موضع سجود مین خلاف ہے مگر صحیح تر یہی قول ہے کہ امام کے نزدیک اُسکی طہارت بھی شرط ہے اگر
نمازی کے کپڑون کی اطراف نجاست پر پڑی اور نماز پڑھی تو کچھ ضرر نہین کذا فی الطحطاوی لا موضع یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر الا اذا سجد علی کفہ کما سیجی
شرط نہین پاک ہونا دونون ہاتھون اور دونون گھٹنون کے مکان کا ظاہر الروایۃ مین مگر جبکہ سجدہ کیا مصلی نے اپنی ہتھیلی پر چنانچہ آگے آویگا یعنی
اُسوقت ہاتھ کے مکان کی طہارت شرط ہوگی کیونکہ سجود کا مکان ٹھہرا ہم فقیہ ابو اللیث کے نزدیک ہاتھون کے مکان کی عدم طہارت سے نماز فاسد ہوتی ہے
اور اسی کی تصحیح کی ہے عیون مین اور اطلاق متون بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور شیخ الاسلام ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ جس عضو کا رکھنا واجب ہے اگرچہ
دونون ہاتھ ہون تو اُسکے مکان کی طہارت شرط ہے کذا فی الطحطاوی من الثانی ای الخبث لقولہ تعالیٰ وثیابک فطہر فبدنہ ومکانہ بالاولی
لانہما الزم کپڑے اور مکان کی طہارت شرط ہے ثانی یعنے نجاست حقیقی سے بدلیل قول حق تعالیٰ کے وثیابک فطہر اور اپنے کپڑون کو پاک کر تو جب کپڑے
پاک کرنے لازم ہوے تو مصلی کے بدن اور مکان کا پاک ہونا بطریق اولیٰ لازم ہوا اسواسطے کہ بدن اور مکان بنسبت کپڑون کے زیادہ لازم ہین یعنی اُسکا

اگر کپڑون کا جلا دینا یا ناقص ہونا ہی برخلاف بدن اور مکان کے کہ ہم الطہر یہ ہی کہ آیت کریمہ مین نماز کے ثیاب طہور سے مراد ہین اور نجاست سے انکا پاک کرنا قول مختار ہی
جمیع فقہا کا اور رابع اتفا سیر کذا فی الطحطاوی والرابع ستر عورتہ ووجوبہ عام ولو فی الخلوۃ علی الصحیح الا لغرض صحیح اور نماز کی چوتھی شرط ڈھکنا اور ڈھانپنا
ہر ایک کی عورت یعنی شرمگاہ کا اور ستر عورت کا واجب ہونا عام ہی اگرچہ آدمی خالی مکان مین ہو بنا بر قول صحیح کے مگر غرض صحیح سے کہ واسطے شرمگاہ
کھولنا جائز ہی جیسا کہ دفع بول و براز یا ختنہ یا علاج یا استنجا ولا الم ستر عورت بنفسہ واجب ہی نہ اپنی ذات سے جمہور کے نزدیک یہی قول صحیح ہی
کذا فی البحر لیکن واجب نہین تو صحیح مین اختلاف واقع ہوا اور ڈھکنا برہنگی کا چار طرف سے ہی نہ اسفل سے تو اگر کوئی انسان نیچے سے برہنگی دوسرے
کی دیکھ لے تو نماز فاسد نہو گی کذا فی الطحطاوی ولبس ثوب نجس فی غیر صلوٰۃ اور مسلمان کو ناپاک کپڑا پہننا جائز ہی اور حال مین ہونے نماز کے وہی الرجل
ما تحت سرتہ الی ما تحت رکبتیہ اور عورت یعنی مرد کی شرمگاہ ناف کے نیچے سے ہی دونون گھٹنون کے نیچے تک ہم عورت کا لفظ نکلا ہی عورت سے جو
بمعنی نقصان اور عیب کے ہی تو شرمگاہ کو عورت کہا اسواسطے کہ اسکا کھولنا اور ظاہر کرنا عار اور قبیح اور عیب اور برائی ہی کذا فی الطحطاوی اور دو بیضے
مرد کے مقابل کو کہتے ہین فارسی مین زن اور ہندی مین لگائی اور جورو بولتے ہین وشرط احمد ستر احد منکبیہ ایضا اور امام احمد بن حنبل نے ڈھکنا ایک
کندھے کا بھی نماز مین شرط کیا ہی وعن مالک ہی القبل والدبر فقط اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہی کہ عورت یعنی شرمگاہ فقط فرج اور مقعد ہی
ہم امام اعظم کے مذہب مین شرمگاہ کی جو یہ حد ہی کہ زیر ناف سے زیر زانو تک یہ جوان کے حق مین ہی نہ صغیر کے حق مین کہ اسکا چھونا اور دیکھنا جائز ہی
اور جوانون حکم زانو کا خفیف تر ہی ران سے تو جو شخص اپنا زانو کھولے ہو اسپر انکار نرمی سے کرنا چاہیے اور اگر اصرار کرتا ہو تو اس سے نزاع کرنا لائق نہین اور
اور جو اپنی ران کھولے ہو اسپر انکار درشتی اور سختی کے ساتھ کرنا چاہیے بدون ضرب کے اگر اصرار کرتا ہو کذا فی الطحطاوی وما ہو عورۃ منہ عورۃ من الامۃ
ولو خنثی او مدبرۃ او مکاتبۃ او ام ولد مع ظہرہا وبطنہا اور جسقدر کہ مرد کا بدن شرمگاہ ہی اتنا لونڈی کا بھی شرمگاہ ہی اسکی پیٹھ اور پیٹ کے ساتھ اگرچہ
لونڈی خنثی یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد ہو ہم مدبرہ وہ لونڈی ہی جسکو آقا نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہی اور مکاتبہ وہ جسکو یہ کہا ہو کہ اگر تو اتنا
مال دے تو تو آزاد ہی اور ام ولد وہ لونڈی جسکے آقا سے اولاد ہوئی ہو واما جنبہا فتبع لہما اور لونڈی کا پہلو اسکی پیٹھ اور پیٹ کا تابع ہی یعنی جسقدر پہلو
پیٹ سے متصل ہی وہ پیٹ کا تابع ہی اور جسقدر پیٹھ سے ملا ہی وہ پیٹھ کا تابع ہی یعنی اسکے پہلو بھی شرمگاہ ہین ولو اعتقہا مصلیۃ ان استترت کما قدرت صحت
والا لا علمت بعتقہا او لا علی المذہب اور اگر مولی نے لونڈی کو آزاد کیا نماز کی حالت مین اگر اسنے اپنا بدن ڈھک لیا فوراً جبکہ وہ قادر ہوئی تو نماز
صحیح ہی اور اگر فوراً باوجود قدرت بدن نہ چھپایا تو نماز درست نہوئی مولی کے آزاد کرنے کو اسنے جانا ہو یا نجانا ہو بنا بر مذہب درست کے ہم پردہ سازی سے
اسقدر مراد ہی جسقدر حرہ یعنی بی بی کو پردہ چاہیے اور استتار مین یہ شرط ہی کہ بعمل قلیل ہو اور قبل ادا رکن ہو اور اگر استتار سے عاجز ہوگی تو نماز باطل
نہوگی قال الحلبی ثابت حالۃ صحیحۃ فانت حرۃ قبلہا فصلت بلا قناع فینبغی الغاء القبلیۃ لدور قوع العتق کما رجحوہ بالطلاق الدوری حلبی نے کہا اپنی لونڈی سے کہ اگر تو
صحیح نماز پڑھیگی تو تو آزاد ہی نماز سے پہلے پس اسنے بدون اوڑھنی کے نماز پڑھی تو قبلیت کا لغو کردینا اور طلاق کا واقع ہونا لائق ہی جیسا کہ فقہا نے قبلیت
کے لغو کرنے کو طلاق دوری مین ترجیح دی ہی ہم یہ مسئلہ روایت مذہب نہین بلکہ صاحب بحر الرائق کی تجویز ہی طلاق دوری پر قیاس کرکے طلاق دوری کی یہ
صورت ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجکو طلاق دون تو تجکو تین طلاق ہین قبل از طلاق پھر اسنے بلا شرط طلاق دی تو شرط پائی گئی تو تین طلاقین اس طلاق
سے پہلے واقع ہونگی اور انکا واقع ہونا یہ چاہتا ہی کہ پچھلی طلاق واقع نہو کیونکہ تین طلاق کے بعد عورت محل طلاق نہین رہتی تو جب ہمنے قبلیت کو لغو کردیا تو ایسا ہو گیا
کہ گویا اسنے یون کہا کہ اگر مین تجکو طلاق دون تو تجکو تین بار طلاق ہی تو ایک طلاق اسکے واقع کرنے سے واقع ہوگی اور دو طلاقین تعلیق سے واقع ہونگی
اور تیسری طلاق باطل ہو جاویگی بعدم محل کے سبب سے وللحرۃ ولو خنثی جمیع بدنہا حتی شعرہا النازل فی الاصح اور حرہ یعنی بی بی کا تمام بدن شرمگاہ ہی

جسکا چھپانا واجب ہی یہانتک کہ اُسکے لٹکے بال بھی عورت ہین صحیح تر قول مین اگرچہ حرہ خنثی ہو ہم نے لٹکے بالون کی قید اسواسطے لگائی کہ جو بال سر پر ہین وہ
بالاتفاق عورت ہین خلا الوجہ والکفین فظہر الکف عورۃ علی المذہب والقدمین علی المعتمد یعنی کل تمام بدن عورت ہی مگر اُسکا چہرہ اور دونون
ہتھیلیان اور دونون قدم عورت نہین قول معتمد پر تو پشت کفدست کا چھپانا واجب ہی مذہب درست پر ہم اور اقوال نامعتمد یہ ہین کہ پشت کفدست نماز
مین عورت نہین اور بعضون نے کہا کہ وہ مطلقاً عورت نہین اور بعضون نے کہا کہ دونون قدم عورت ہین اور کسی نے اسکو صحیح بھی کہا ہی کذا فی الطحطاوی
وصوتہا علی الراجح اور حرہ کی آواز عورت نہین راجح قول پر ہم اور آواز کا بلند کرنا جو حرام ہی تو بخوف فتنہ حرام ہی اور بعضون نے کہا کہ اسکی آواز کا بھی چھپانا
کرنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی وذراعیہا علی المرجوح اور حرہ کی دونون کلائیان عورت نہین مرجوح یعنی ضعیف قول پر ہم یہ ابو یوسف کا قول ہی اور خلاصہ
شرح مختار مین اسی کو راجح کہا ہی لیکن مذہب راجح اور قوی یہ ہی کہ کلائیان عورت ہین کذا فی الطحطاوی وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال
لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ اور جوان عورت منع کیجاوے چہرہ کھولنے سے درمیان مردون کے نہ اسوجہ سے کہ چہرہ اُسکا عورت ہی بلکہ بخوف فتنہ منع کا
حکم ہی کمسہ وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا ثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ کما یاتی فی باب الحظر جیسے مرد کو عورت کا چہرہ چھونا منع ہی اگرچہ شہوت کا خوف نہو
اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہی نظر کرنے سے اور اسیواسطے شہوت سے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہی جیسا کہ باب الحظر مین آویگا والذی یحرم
النظر الیہ بشہوۃ کوجہ امرد فانہ یحرم النظر الی وجہہا ووجہ الامرد اذا شک فی الشہوۃ اما بدونہا فیباح ولو جمیلا کما اعتمدہ الکمال اور جسکی طرف نظر کرنا
عورت کے چہرہ کیطرف شہوت سے مانند چہرہ امرد کے یعنی بے ریش لڑکے کے اسواسطے کہ حرام ہی نظر کرنا عورت کے چہرہ کا اور امرد کے چہرہ کا جبکہ شہوت
کا شک اور تردد ہو اور بدون شہوت کے تو نظر کرنا مباح ہی اگرچہ امرد خوبصورت ہو چنانچہ اسی قول پر کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اعتماد کیا ہی
قال فحل النظر منوط بعدم خشیۃ الشہوۃ مع عدم العورۃ کہا کمال الدین نے تو حلت نظر وابستہ بعدم خوف شہوت ہی ساتھ اس امر کے کہ وہ محل واجب الاستتار
نہو یعنی جبکہ محل نظر وہ مقام نہو جسکا چھپانا چاہیے اور شہوت کا خوف نہو تو نظر کرنا حلال ہی ورنہ حلال نہین وفی السراج لا عورۃ للصغیر جدا ثم ما دام لم یشتہ فقبل
ودبر ثم تغلظ الی عشر سنین ثم کبالغ اور سراج وہاج مین ہی کہ نہایت صغیر کا بدن عورت نہین یعنی ڈھکنے کے لائق نہین پھر جبتک کہ وہ قابل شہوت کے
نہین تو بول و براز کی راہ چھپانے کے لائق ہی پھر عورت غلیظہ ہوتی ہی دس برس تک یعنی بول و براز کا مقام مع گرد و نواح کے قابل چھپانے کے ہوجاتا ہی
پھر دس برس کے بعد جوان کے مانند ہی برہنگی کے چھپانے مین ہم نہایت صغیر سے مراد چار برس کا بچہ ہی لڑکا ہو یا لڑکی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ملخصاً
وفی الاشباہ یدخل علی النساء الی خمسۃ عشر سنۃ حسب اور اشباہ مین ہی کہ اندر جاوے لڑکا عورتون مین فقط پندرہ برس کی عمر تک ہم یہ اس صورت مین ہی
کہ اسکا بلوغ بجز عمر کے ثابت نہو اور اگر احتلام وغیرہ سے اسکا بلوغ ثابت ہوا ہو تو پندرہ برس سے پہلے بھی اُسکا عورتون مین جانا منع ہوگا اور جو عضو کہ
عورت ہی بدن مین ملا ہوا اسکا دیکھنا بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی درست نہین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ شارح کو خمس عشرۃ کہنا مناسب تھا
اسلیے کہ لفظ سنۃ مؤنث ہی ویمنع حتی انعقادہا کشف ربع عضو قدر اداء رکن بلا صنعہ من عورۃ غلیظۃ او خفیفۃ علی المعتمد اور منع کرتا ہی نماز کو یہانتک کہ
انعقاد نماز کو کھل جانا چوتھائی عضو کا بقدر ادا کرنے رکن کے بدون فعل مصلی کے عورت غلیظہ یا خفیفہ سے معتمد قول پر ہم کشف ربع عورت مانع انعقاد نماز
اسوقت ہوگا جبکہ تکبیر تحریمہ کی حالت مین ہو اگرچہ ادائے رکن سے کم مدت ہو اور ادائے رکن کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہنا ہی اور اگر کشف عورت بفعل
مصلی ہوگا تو فی الحال نماز فاسد ہوجائیگی اگرچہ کمتر ہو ادائے رکن کی مقدار سے والغلیظۃ قبل ودبر وما حولہما والخفیفۃ ما عدا ذلک من الرجل والمرأۃ
اور عورت غلیظہ مرد اور عورت مین بول و براز کا محل ہی اور جو مکان کہ اُن دونون کے آس پاس ہی اور عورت خفیفہ وہ ہی جو اُسکے سوا ہی وتجمع بالاجزاء
لو فی عضو واحد اور چند جگہ سے کھلی ہوئی برہنگی جمع کیجائیگی اجزا سے اگر ایک عضو مین ہو ہم اجزا سے مراد کسور حساب ہین مثلاً پانچوان اور چھٹا اور آٹھواں

حصہ تو اگر مثلاً ران ایک جگہ سے آٹھواں حصہ اور دوسری جگہ سے بھی اُسیقدر کھلی ہو تو دونون کو جمع کرینگے تو چہارم حصہ ٹھہریگا اور نماز کا مانع ہوگا اور اگر
جمع کرنے سے اُس عضو کا چہارم نہوگا تو مانع نماز کا نہوگا والا فبالقدر اور اگر عورت کشوف متفرق ایک عضو مین نہین بلکہ چند اعضا مین ہو تو وہ پیمائش
سے جمع کیا جائیگی بالاجزاء فان بلغ ربع ادناہا کاذن منع سو اگر کھلے اعضا مین سے کمتر عضو کی چہارم کی پیمائش ہو جائیگی چنانچہ کان تو یہ کھلنا
نماز کا مانع ہوگا مثلاً سولھوان حصہ ران کا اور کچھ کان عورت کا کھل گیا تو اُسکی نماز جائز نہوگی اسواسطے کہ دونون کا مجموعہ کان کی چہارم سے زیادہ ہے
اور یہی قول حق ہے برخلاف بحر الرائق کے کہ اُسمین مجموع اعضاء منکشفہ کی چہارم کو معتبر کہا ہے کذا فی الطحطاوی والشرط سترہا عن غیرہ ولو حکماً کمکان
مظلم اور شرط ہے چھپانا برہنگی کا غیر شخص سے اگرچہ ستر حکمی ہو چنانچہ نمازی ہو اندھیرے مکان مین یعنی اگرچہ وہ مستور ہے باعتبار حس کے یا حکمی کہ وہ نظر نہین آتا
لیکن وہ حکم شرع مین مستور نہین تو اُسپر چھپانا اُسکا کپڑے وغیرہ سے واجب ہے کذا فی الحلبی لا سترہا عن نفسہ بہ یفتی شرط نہین چھپانا برہنگی کا اپنی ذات سے
اسیکا فتوی دیا ہے فلو رآہا من زیقہ لم تفسد وان کرہ پھر اگر نمازی نے شرمگاہ کو دیکھا اپنے گریبان کی راہ سے تو نماز فاسد نہوگی اگرچہ یہ نظر کرنا مکروہ تحریمی ہے
کذا فی الطحطاوی وعادم ساتر لا یصف ما تحتہ اور نہ پانیوالا اُس چھپانیوالی چیز کا جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر نکرے یعنی جسمین بدن نظر نہ آوے عادم
مبتدا ہے اُسکی خبر آگے آتی ہے یعنی یصلی قاعداً ساتر مین یہ قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایسا کپڑا ہے جس سے نیچے کا بدن معلوم ہوتا ہے چنانچہ باریک ململ یا جالی تو
وہ بمنزلہ معدوم کے ہے ولا یضر التصاقہ وتشکلہ اور ضرر نہین کرتا ساتر کے بدن مین چپٹنا اور عضو کی شکل پکڑنا یعنی نماز ایسے کپڑے سے درست ہو جائیگی ولو حریراً او طیناً
یبقی الی تمام صلوتہ او ماء کدرا اگرچہ ساتر شرمگاہ کا ریشمی کپڑا یا گیلی مٹی ہو جو پوری نماز تک بدن پر باقی رہے یا گدلا پانی ہو ہم اگرچہ ریشمی کپڑا مرد کو حرام ہے اور اُسکے
ساتھ نماز مکروہ لیکن اگر کوئی چیز ساتر نپاوے تو ریشمی سے بدن چھپا کر نماز پڑھے اُسکے ہوتے نماز برہنہ جائز نہین لا صافیا ان وجد غیرہ نہ صاف پانی اگر اسکے سوا
کوئی چیز ساتر پاوے یعنے صاف پانی مین بیٹھ کر برہنہ آدمی نماز نہ پڑھے اگر دوسری چیز مل سکتی ہے اور اگر نہ ملی تو اُسمین نماز واجب ہے بوجہ تھوڑا کھلنے کے کذا فی الطحطاوی
وہل تکفیہ الظلمۃ فی مجمع الانہر بحثا نعم فی الاضطرار لا الاختیار سوال اور کیا برہنہ شخص کو اندھیرے مین نماز کفایت کرتی ہے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مین بحث
کرکے یون جواب دیا ہے کہ ہان اضطرار مین کافی ہے نہ اختیار مین ہم اس کلام کا ثمرہ کچھ معلوم نہین ہوتا اسواسطے کہ جب ساتر مفقود ہوا تو ہر حال مین نماز پڑھے
خواہ اندھیرا ہو یا روشنی اور شاید کہ اسمین اشارہ ہے بعضے مشائخ کے اس قول کا کہ برہنہ دن کو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رات کو کھڑے نماز پڑھے اسواسطے کہ رات کا اندھیرا اُسکی
شرمگاہ کا ساتر ہے کذا فی الطحطاوی یصلی قاعداً کما فی الصلوۃ نہ پانیوالا کسی چیز ساتر کا نماز پڑھے بیٹھ کر جیسے نماز مین بیٹھتے ہین یعنے مرد بائین پانون پر بیٹھے داہنا پانون
کھڑا کرکے اور عورت سرین پر بیٹھے وقیل ماداً رجلیہ اور بعضون نے کہا دونون پانون پھیلا کر بیٹھے ہم اور عورت غلیظہ پر ہاتھ رکھ لے اور راجح پہلا قول ہے کہ اُسمین
کثرت استتار ہے باوجود خالی ہونے کے قبلہ کیطرف پانون پھیلانے سے جو بہتر نہین کذا فی البحر مومیا برکوع وسجود بیٹھ کے نماز پڑھے رکوع اور سجود کا اشارہ کرکے
تاکہ برہنگی نہ کھلے وہو افضل من صلوتہ قاعداً برکع ویسجد وقائماً بایماء او برکوع وسجود لان الستر اہم من اداء الارکان اور وہ یعنے برہنہ شخص کو بیٹھ
کر رکوع سجود کا اشارہ کرکے نماز پڑھنا افضل ہے اُسکی نماز سے بیٹھ کر اور رکوع اور سجود کرکے اور کھڑے ہو کر اشارہ سے یا رکوع سجود کرکے اسواسطے کہ شرمگاہ کا چھپانا
زیادہ تر مقصود ہے ارکان کے ادا کرنے سے ہم اسواسطے کہ ستر عورت مطلقاً فرض ہے نماز اور غیر نماز مین اور ارکان یعنے قیام اور رکوع اور سجود نماز مین فرض ہین
ولو ابیح لہ ثوب ولو باعارۃ ثبتت قدرتہ ہو الاصح اور اگر برہنہ کو مباح کیا جاوے کپڑا اگرچہ اباحت بطور عاریت کے ہو تو اُسکا قادر ہونا ساتر پر ثابت ہوگیا
یہی قول صحیح تر ہے یعنی اگر اس صورت مین برہنہ نماز پڑھیگا تو نماز جائز نہوگی ولو وعد بہ ینتظر ما لم یخف فوت الوقت ہو الاظہر کراجی ماء وثوب وطہارۃ مکان اور
اگر اباحت یا عاریت کا کوئی شخص اس سے وعدہ کرے تو اُسکا انتظار کرے جبتک فوت وقت کا خوف نہو یہی قول ظاہر تر ہے جیسے انتظار کرے پانی اور
کپڑے اور طہارت مکان کا امیدوار ہم یعنی اگر مکان نجس مین مثلاً قید ہو اور توقع قوی وہان سے نکلنے کی ہو تو نماز مین تاخیر کرے جب تک کہ فوت وقت کا خوف ہو دہل

القبل والدبر اولا اور ڈھکے پیشاب کی راہ کو اور پاخانہ کی راہ کو پہلے فان وجد ما یستر احدہما قیل یستر الدبر لانہ افحش فی الرکوع والسجود وقیل
القبل حکاہا فی البحر بلا ترجیح پھر اگر پاوے وہ چیز جو ایک شرمگاہ کو چھپاوے بعضوں نے کہا دبر کو چھپاوے اسواسطے کہ اسکا کھلنا رکوع اور سجدہ مین
فاحش تر اور قبیح تر ہے اور بعضوں نے کہا قبل کو چھپاوے یعنے اسلیئے کہ وہ قبلہ رخ ہے اور کوئی عضو اسکی آڑ نہین جیسے سرین مقعد کا حجاب ہین کذا
فی الشامی نقل کیا ہے دونوں قولوں کو بحر الرائق مین بدون ترجیح کے وفی النہر الظاہر ان الخلاف فی الاولویۃ والتعلیل یفید انہ لو صلی بالایماء تعین
ستر القبل ثم فخذہ ثم بطن المرأۃ وظہرہا ثم الرکبۃ ثم الباقی علی السواء اور نہر الفائق مین ہے کہ ظاہرا دونوں قولوں کا خلاف اولی ہونے مین ہے اور تعلیل
یعنی کشف دبر کا قبیح ہونا رکوع اور سجود مین اسکا مفید ہے کہ اگر بدون رکوع اور سجود کے اشارہ سے نماز پڑھے تو قبل کا چھپانا متعین ہوگا پھر اسکے بعد ران کا
پھر عورت کے پیٹ اور پیٹھ کا پھر زانو کا پھر باقی بدن برابر ہے ہم ران وغیرہ کا ذکر حلبی کے کلام سے ہے نہ نہر الفائق سے یعنی اگر زیادہ ہووے کپڑا تو قبل کے
بعد ران کو پھر عورت کے پیٹ اور پیٹھ کو پھر زانو کو چھپاوے کذا فی الطحطاوی واذا لم یجد المکلف المسافر ما یزیل بہ نجاستہ او یقللہا لبعدہ میلا او لعطش
فیتیمم ہما اونحو ہما یا ولا اعادۃ علیہ اور اگر عاقل بالغ مسافر نپاوے اُس چیز کو جس سے نجاست کو دور کرے یا اسکو کم کرے اسلئے بسبب دور ہونے مزیل کے
ایک میل یا پیاس کے سبب سے تو نماز پڑھے نجاست کے ساتھ یا برہنہ ہو کر اور اسپر اعادہ نماز کا نہین وینبغی لزومہا لو العجز عن مزیل وساتر بفعل العباد کما مر
فی التیمم اور لازم اعادہ نماز لائق ہے اگر عاجز ہونا مزیل نجاست اور ساتر سے بندوں کے فعل سے ہو چنانچہ تیمم مین گذر گیا ہم یہ بحث ہے صاحب بحر الرائق کی
اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہے ثم ہذا للمسافر لان المقیم یشترط طہارۃ الساتر وان لم یملکہ قستانی پھر معلوم کر کہ یہ نماز کا برہنہ جائز ہونا مسافر
کے حق مین ہے اسلیئے کہ مقیم کے واسطے طہارت ساتر کی شرط ہے اگرچہ ساتر کا وہ مالک نہو چنانچہ قستانی مین ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اس حکم کی تخصیص مقیم کے
ساتھ بلا وجہ ہے والخامس النیۃ بالاجماع اور پانچوین شرط نماز کی نیت یعنی پختہ ارادہ ہے بدلیل اجماع واتفاق ہم یعنی اشتراط نیت کی دلیل اجماع ہے نہ یہ آیت
(وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ) اسواسطے کہ عبادت سے یہان توحید مراد ہے تو یہ اخلاص یعنے خلوص ارادہ و نیت اس آیت سے توحید مین پایا گیا
نہ عبادت مین اور یہ حدیث بھی دلیل نہین ہے کہ انما الاعمال بالنیات اسواسطے کہ یہان تو نیت کا ثواب مراد ہے اور صحت سے تعرض نہین کذا فی الطحطاوی وہی الارادۃ
المرجحۃ لاحد المتساویین اور نیت ارادہ ہے ترجیح دینے والا ایک چیز کا دو برابر چیزون سے ہم دو چیزین برابر چنانچہ کرنا اور نکرنا افعال اختیاریہ کا مثلاً نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا
دونون برابر ہین کہ بذات خود نہ فعل اسکا لازم اور محال ہے نہ ترک اسکا پھر جبکہ ارادہ متعلق ہوا فعل سے تو نماز واقع ہوئی تو ترجیح فعل کی ترک پر صرف ارادہ سے ہوئی اسی
ارادہ مرجحہ کو نیت کہتے ہین طحطاوی نے کہا کہ نیت مطلق ارادہ کا نام نہین بلکہ عبارت ہے اُس ارادہ فعل سے جو فعل کے ساتھ ہو اور علم مین اس سے پہلے
ای ارادۃ الصلوۃ للہ تعالی علی الخلوص یعنی نماز کا ارادہ خالص اللہ تعالی کیواسطے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ الارادۃ کا الف لام عہد کا ہے یعنی نیت ہر ارادہ کا نام نہین
بلکہ یہان ارادہ نماز کا مراد ہے خلوص کے ساتھ یعنی اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نکرے عبادت مین نہ شرک جلی مشرکون کے مانند نہ شرک خفی ریاکارون کی طرح
لا مطلق العلم فی الاصح الا تری ان من علم الکفر لا یکفر ولو نواہ یکفر نیت عبارت ہے ارادہ مذکورہ سے نہ مطلق دانست سے صحیح تر قول مین کیا تو نہین دیکھتا کہ جس نے
کفر کو جانا وہ کافر نہین ہوتا اور اگر کفر کی نیت کی تو کافر ہو جاتا ہے ہم غیر اصح عبد الواحد کا یہ قول ہے کہ نیت دانست کا نام ہے حالانکہ دونون کے مفہوم متباین ہین
ارادہ کو علم یعنے دانست لازم ہے اور دانست کو ارادہ لازم نہین کذا فی الطحطاوی والمعتبر فیہا عمل القلب اللازم للارادۃ فلا عبرۃ للذکر باللسان وان
خالفہ القلب لانہ کلام لا نیۃ اور نیت مین معتبر دل کا عمل ہے جسکو ارادہ لازم ہے تو کچھ اعتبار نہین زبان کے ذکر کا اگرچہ وہ دل کے مخالف ہو اسواسطے
کہ زبانی ذکر کلام ہے نیت نہین ہے ہم جب عمل دل معتبر ہوا نہ عمل زبان تو اگر زبان نے خطا کی تو کچھ ضرر نہین مثلاً دل مین ارادہ ہو ظہر کا اور
زبان سے عصر نکلا تو نیت صحیح ہے اور عدد رکعات مین خطا قلبی بھی مضرت نہین کرتی اسواسطے کہ تعیین عدد شرط نہین تو اسکی خطا بھی مضر نہین

کذا فی الاشباہ والاذا عجز عن احضارہ لہموم اصابتہ فیکفیہ اللسان مجتبیٰ مگر جبکہ آدمی عاجز ہو دل کے حاضر کرنے سے افکار اور تشویشات کے لاحق
ہونے سے تو اسکو زبان کا عمل بجائے عمل دل کے کفایت کرتا ہے کذا فی المجتبیٰ وہو ای عمل القلب ان یعلم عند الارادۃ بداہۃ بلا تامل ای صلوٰۃ
یصلی فلو لم یعلم الا بتامل لم یجز اور وہ یعنی دل کا عمل یہ ہے کہ جانے آدمی نماز کے وقت فوراً بدون غور اور تامل کے کہ کون سی نماز پڑھتا ہے تو اگر بے
تامل کرنے سے تو نماز جائز نہیں ہم واستحضار فقط نیت کے وقت شرط ہے تمام نماز میں شرط نہیں یعنی اگر اثنا نماز میں نہ ہو گا تو کچھ حرج نہیں اور
اسمیں کسی کو اختلاف نہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً والتلفظ عند الارادۃ بہا مستحب ہو المختار اور ارادہ نماز کے وقت زبان سے نیت کرنا مستحب ہے
یہی قول مختار ہے وکیونہ بلفظ الماضی ولو فارسیا لانہ الاغلب فی الانشاآت ویصح بالحال قہستانی اور ہووے زبان سے کہنا ماضی کے الفاظ کے ساتھ جو انشا
کے قصد پر دلالت کرتا ہے اگرچہ فارسی بولی میں ہو اسواسطے کہ ماضی کا لفظ اکثر مستعمل ہے انشاآت میں یعنی ان الفاظ میں جو ایجاد اشیا میں بولے جاتے
ہیں چنانچہ معاملات میں اور صحیح ہے نیت کرنا حال کے لفظ کے ساتھ جو زمانۂ موجودہ پر دلالت کرتا ہے کذا فی القہستانی شرح النقایہ بلفظ حال سے صیغہ مضارع کا
مراد ہے جس سے فقط حال مقصود ہو نہ استقبال اسواسطے کہ ارادہ استقبال سے وعدہ سمجھا جاویگا نہ وقوع اور عربی میں نیت بلفظ ماضی اس طرح ہے کہ
نویت ان اصلی الفجر اور فارسی میں یوں کہ نیت کردم کہ نماز فجر گذارم اور ہندی میں یوں کہ نماز فجر کی میں نے نیت کی اور بلفظ حال اس طرح
کہ ارید ان اصلی الفجر اور فارسی میں یوں کہ نماز فجر را نیت میکنم اور ہندی میں یوں کہ نماز فجر کی نیت کرتا ہوں وقیل سنۃ یعنی احبہ السلف او سنۃ
علماءنا اذ لم ینقل عن المصطفیٰ ولا الصحابۃ ولا التابعین بل قیل بدعۃ اور بعضوں نے کہا کہ زبان سے نیت کرنا سنت ہے مگر وہ اول اولیٰ ہے
یعنی یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ پسند کیا ہے اسکو یا اسکو طریقہ قرار دیا ہے ہمارے عالموں نے سنت شرعی یہاں مراد نہیں اسلئے کہ زبان سے
نیت کرنا جناب مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور اصحاب اور تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں بلکہ بعضے عالموں نے اسکو بدعت
کہا ہے مگر بدعت سے یہاں بدعت حسنہ مراد ہے بقول معتمد نہ بدعت سیئہ بحر الرائق میں کہا کہ زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے اطمینان کے سبب سے
نہ اور وجہ سے یعنی انسان کبھی پریشان خاطر ہوتا ہے اور زبان کے کہنے سے ارادہ دلی کو جمعیت ہو جاتی ہے اسلئے زبان سے کہنا مستحسن ہوا
کذا فی الطحطاوی وفی المحیط انہ یقول اللہم انی ارید ان اصلی صلوٰۃ کذا فیسرہا لی وتقبلہا منی وہی فی الحج اور محیط میں ہے کہ نماز کا پڑھنے والا
یوں کہے کہ اے اللہ میں ارادہ کرتا ہوں فلانی نماز کے پڑھنے کا سو اسکو میرے لیے آسان کر دے اور میری طرف سے اسکو قبول کر اور عنقریب
اسکا بیان کتاب الحج میں آویگا ہم یہ مثال ہے نیت کی بلفظ حال نہر الفائق میں کہا کہ اکثر علما نے کہا ہے کہ یہ نیت حج کے واسطے مخصوص ہے
اسواسطے کہ حج زمانہ دراز میں پورا ہوتا ہے اور اسمیں مشقتیں بہت ہوتی ہیں برخلاف نماز کے کذا فی الطحطاوی وجاز تقدیمہا علی التکبیرۃ
ولو قبل الوقت اور جائز ہے مقدم کرنا نیت کا تکبیر تحریمہ پر اگرچہ تقدم نیت کی نماز کے وقت سے پہلے ہو اور نماز کے مانند جمیع عبادات پر
تقدیم نیت کی جائز ہے صحیح قول میں وفی البدائع خرج من منزلہ یرید الجماعۃ فلما انتہی الی الامام کبر ولم تحضرہ النیۃ جاز ومفادہ جواز تقدیم
نیۃ الاقتداء ایضا فلیحفظ اور بدائع میں ہے کہ ایک شخص نکلا اپنے گھر سے جماعت کی نماز کے قصد سے پھر جب امام تک پہونچا تو اسنے تکبیر تحریمہ
کی اور نیت اقتدا کی اسکو اسوقت حاضر نہوئی تو جائز ہے اور بدائع کے اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ نیت اقتدا کی بھی تقدیم جائز ہے تو اسکو
یاد رکھنا چاہیے لیکن قہستانی میں ہے کہ نیت اقتدا کی تقدیم امام کی تحریمہ پر صحیح نہیں ما لم یوجد بینہما قاطعہا من عمل غیر لائق بالصلوٰۃ
تقدیم نیت کی جائز ہے جب تک کہ نیت اور نماز کے درمیان کوئی عمل قطع کرنے والا نیت کا جو نماز کے مناسب نہیں ہے پایا جاوے ہم عمل قاطع نیت
چنانچہ کھانا اور پینا اور لکڑی خرید کرنا کذا فی البحر وہو کل ما یمنع البناء اور وہ یعنی عمل غیر مناسب نماز وہ عمل ہے جو بنا نماز کا مانع ہے ہم اگر اثنا نماز میں

نمازی کا وضو جاتا رہے تو وہ چپ چاپ چلا جاوے اور دوسرا وضو کرکے بقیہ نماز پڑھے اس قنیہ کے پڑھنے کو بنا کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ چلنا اور وضو کرنا قاطع نیت نہوگا کیونکہ یہ دونوں کام نماز کے اندر قاطع نیت نہیں ہوتے تو نماز کے خارج بطریق اولے قاطع نہونگے وشرط الشافعی قرانها فیندب عندنا اور امام شافعی نے نیت کا متصل کرنا تحریمہ کے ساتھ شرط کیا ہے تو نیت کا ملانا تحریمہ کے ساتھ ہمارے نزدیک مستحب ہوگا اسواسطے کہ محل اختلاف سے بچنا مستحب ہے اگرچہ ہمارے نزدیک قران شرط نہیں ولا عبرة بنية متاخرة عنها على المذهب وجوزه الكرخي والى الركوع اور اس نیت کا اعتبار نہیں جو تحریمہ کے بعد ہو بنا بر صحیح مذہب کے اور کرخی نے رکوع تک تاخیر نیت کو جائز کہا ہے امام شامی نے کہا کہ رکوع وغیرہ کی تصریح کرخی نے نہیں کی بلکہ علما نے انکے مذہب کے بموجب تاخیر کا جواز نکالا ہے کسی نے ثنا تک کسی نے رکوع تک کسی نے قعدہ تک وكفى مطلق نية الصلوٰة وان لم يقل لله تعالى لنفل وسنة راتبة وتراويح على المعتمد اذ تعيينها بوقوعها وقت الشروع اور کفایت کرتی ہے مطلق نیت نماز کی نفل اور سنت مؤکدہ اور تراویح کے واسطے معتمد قول پر اگرچہ اسنے نکہا ہو کہ اللہ تعالی کے واسطے نیت کرتا ہوں اسلیے کہ نفل اور سنت اور تراویح کا تعین ہونا ثابت ہو جاتا ہے انکے واقع ہونے سے شروع کرنے کے وقت مثلاً یون کہنا یا ارادہ کرنا کہ نیت کرتا ہوں نفل کی یا سنت فجر کی مثلاً یا تراویح کی ضرور نہیں بلکہ بلا قید نیت کرنا کافی ہے پھر جبکہ فجر کے وقت مطلق نیت سے نماز پڑھیگا تو سنت کا تعین حاصل ہوگا وقوله وان لم يقل لله بيان لاطلاق نیت کا والتعيين احوط اور نفل یا سنت کا متعین کرلینا احوط ہے یعنے تعیین میں زیادہ تر احتیاط ہے اسواسطے کہ اطلاق اور تعیین کی تصحیح میں اختلاف ہے کذا فی البحر ولا بد من التعيين عند النية فلو جهل الفرضية لم يجز اور فرض نماز میں متعین کرلینا نیت کے وقت ضرور ہے تو اگر نماز کے فرض ہونے سے ناواقف ہوگا تو نماز اسکی جائز نہوگی مثلاً ایک شخص پانچ وقت کی فرض نماز پڑھتا ہے لیکن انکا فرض ہونا نہیں جانتا ہے تو اسکی نماز جائز نہیں اسپر قضا کرنا واجب ہے کیونکہ اسنے فرض معین کی نیت نہیں کی کذا فی الطحطاوی ولو علم ولم يميز الفرض من غيره ان نوى الفرض في الكل جاز اور اگر اسنے بعضی نمازوں کو فرض اور بعض کو نفل جانا اور جدا نکیا فرض کو غیر فرض سے تو اگر سب نمازوں میں فرض کی نیت کی تو جائز ہے یعنے بقدر فرض کے فرض ہوگی اور باقی نفل وكذا الوام غيره فيما لا سنة قبلها اور اسی طرح نماز جائز ہے اگر غیر ممیز نے غیر شخص کی امامت کی فرض کی نیت سے اس نماز میں جسکے پہلے سنت نہیں ہے یعنے جو شخص فرض اور نفل کو ممتاز نہیں کرتا وہ غیر کی امامت کرے فرض کی نیت سے مغرب اور عصر اور عشا میں جنکے پہلے سنت مؤکدہ نہیں تو مقتدیوں اور امام کی نماز صحیح ہے اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ نمازی چھ قسم ہیں پہلی قسم وہ نمازی ہے جو فرض اور نفل نماز کو جانتا ہے یعنی جانتا ہے کہ فرض وہ ہے جسکے کرنے میں ثواب اور نکرنے میں عذاب ہے اور سنت وہ ہے جسکے کرنے میں ثواب ہے اور نکرنے میں عذاب نہیں سو اسنے ظہر یا فجر کی نیت کی تو کافی ہے ۲ وہ نمازی ہے جو فرض اور نفل کو جانتا ہے اور فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ فرض کسقدر ہے اور سنت کتنی اسکی بھی نماز درست ہے ۳ وہ نمازی ہے جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر فرض کے معنی نہیں جانتا تو اسکی نماز کفایت نہیں کرتی ۴ وہ نمازی ہے جو یہ جانتا ہے کہ آدمی جو نماز پڑھتے ہیں انمیں بعض نماز فرض ہے اور بعض نفل اور امتیاز نہیں کرتا فرض اور نفل میں تو اسکی نماز جائز نہیں اسواسطے کہ فرض میں نیت کا معین کرنا شرط ہے اور بعضوں نے کہا کہ اسنے جو نماز کہ جماعت سے پڑھی اور امام کی نماز کی نیت کی تو درست ہے ۵ وہ نمازی ہے جسنے یہ اعتقاد کیا کہ ہر نماز فرض ہے تو اسکی نماز جائز ہے ۶ وہ نمازی ہے جو یہ نہیں جانتا ہے کہ خدا کی نماز بندوں پر فرض ہے ولیکن وہ پنجگانہ نماز پڑھتا ہے اسکی نماز جائز نہیں ہے انتهى ملخصا فالفرض انه ظهر او عصر قرنه باليوم والوقت اولا هو الاصح یعنے ضرور ہے نیت کی تعیین فرض کی اسطرح پر کہ وہ نماز ظہر کی ہے یا عصر کی خواہ ظہر یا عصر کے ساتھ دن اور وقت کو ملاوے یا نملاوے یہی قول صحیح تر ہے یعنی یون کہنا یا نیت کرنا کہ اصلی ظهر اليوم یا ظهر الوقت یعنی آج کی ظہر ادا کرتا ہوں یا اسوقت کی ظہر کچھ ضرور نہیں فقط ظہر یا عصر کی نیت کرنا بلا اضافت کافی ہے اصح قول میں

ہو واسطے کہ وہ وقت تو اُسی کے واسطے متعین ہو گیا ہے ولو الفرض قضاء نیت فرض کے تعیین کی ضرور ہے اگرچہ فرض قضا ہو لکنہ یعین ظہر یوم کذا
علی المعتمد لیکن قضا کا پڑھنے والا معین کرے فلانے دن کی ظہر یا عصر کو بنابر قول معتمد کے ہم یعنی قضا میں فقط ظہر یا عصر کا کہنا کفایت نہیں کرتا بلکہ
معتمد قول یہ ہے کہ کہے فلانے دن کی ظہر پڑھتا ہوں خواہ کثرت فوائت سے ترتیب ساقط ہو گئی ہو یا نہوئی ہو اور غیر معتمد قول یہ ہے کہ نیت تعیین کی
کثرت فوائت سے ساقط ہے کذا فی الطحطاوی والاسہل نیۃ اول ظہر علیہ او آخر ظہر اور تعیین نیت میں دو صورت بہت سی قضا نمازوں کے آسان
طریقہ یہ ہے کہ کہے کہ میں نیت کرتا ہوں پہلی ظہر کی جو مجھپر واجب ہے یا پچھلی ظہر کی جو مجھپر واجب ہے ہم آسانی کی وجہ اس نیت میں یہ ہے کہ شاید تاریخ
اور دن قضا کے یاد نہوں وفی القہستانی عن المنیۃ لا یشترط ذلک فی الاصح وسیجئ فی آخر الکتاب اور قہستانی میں منیۃ المصلی سے منقول ہے کہ قضا میں تعیین
کرنا نیت کا شرط نہیں صحیح تر قول میں اور اس مسئلہ کا ذکر آخر کتاب میں یعنی مسائل شتّٰی میں آویگا والواجب انہ وتر او نذر او سجود تلاوۃ وکذا شکر
ہو نیت کا معین کرنا واجب نماز کے واسطے اسطرح کہ وہ وتر کی نماز ہے یا نذر کی یا سجدہ ہے تلاوت کا امر وتر کی تعیین ضرور ہے لیکن اُسکو واجب یا سنت کہنا
لازم نہیں کیونکہ اسمیں اختلاف ہے اور نذر نماز میں یوں کہے کہ وہ نماز پڑھتا ہوں جو فلانے کے واسطے یا فلانی حاجت کے واسطے میں نے نذر مانی تھی سو اُسکے
تعیین نذر کی نہیں ہو دون ذکر کرنے اسکے اسباب کے کذا فی الطحطاوی وکذا شکر بخلاف سہو اور اسی طرح ضرور ہے معین کرنا سجدہ شکر کی نیت کا بخلاف
سجدہ سہو کے کہ اسمیں تعیین ضرور نہیں ہم سجدہ شکر اور سجدہ سہو میں شارح سے سہو واقع ہوا یوں کہنا تھا کذا سہو بخلاف شکر یعنی اسی طرح ضرور
ہے معین کرنا سجدہ سہو کا نہ سجدہ شکر کا سو واسطے کہ سجدہ سہو کا واجب ہے اور سجدہ شکر کا نفل ہے حالانکہ نفل میں تعیین نیت ضرور نہیں یہ سمجھ میں ہے صاحب
نہر الفائق کی کہ تعیین نیت سہو میں واجب ہے نہ شکر میں کذا فی الطحطاوی فقط دون تعیین عدد رکعاتہ لحصولہا ضمنا فلا یضر الخطاء فی عددہا ضرور
نہیں معین کرنا شمار رکعات کا فرض اور واجب میں کیونکہ رکعات تو ضمنا حاصل ہیں یعنی تعیین رکعات تو ضمنا الیہ فرض سے حاصل ہو چکی اُس میں تو
احتمال کمی بیشی کا نہیں تو عدد رکعات میں چوکنا کچھ ضرر نہیں کرتا یعنی جبکہ تعیین ضرور نہیں تو اسمیں خطا واقع ہونے سے کچھ ضرر نہیں تو اگر ظہر میں مثلا
تین رکعت کی اور فجر میں چار رکعت کی نیت کی تو نماز جائز ہے وینوی المقتدی المتابعۃ اور نیت کرے امام کے پیچھے پڑھنے والا امام کے پیچھے ہونے کی
یعنی یوں ارادہ کرے کہ امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں لم یقل ایضا لانہ لو نوی الاقتداء بالامام او الشروع فی صلوۃ الامام ولم یعین الصلوۃ صح فی الاصح وان لم
یعلم بہا لجعلہ نفسہ تبعا لصلوۃ الامام مصنف نے لفظ ایضا نہ کہا یعنی کنز وغیرہ کیطرح یوں نہ کہا کہ علاوہ نیت سابقہ کے مقتدی نیت متابعت کی بھی کرے
اسلیے کہ اگر نمازی امام کی اقتدا کی نیت کرے یا امام کی نماز شروع کرنے کی نیت کرے تو نماز کو معین نکرے تو صحیح تر قول میں اقتدا درست ہو جائیگا گو مقتدی
امام کی نماز کو نجانتا ہو کیونکہ اُسنے تو اپنے آپکو امام کا تابع کر دیا ہے تو اُسکے لیے نماز کے معین کرنے وغیرہ کی حاجت نہیں ہم شامی نے کہا کہ تبعا لصلوۃ
الامام کی جگہ اگر شارح تبعا للامام کہتا ہو تو بہتر تھا جیسے زیلعی نے کہا ہے اسلیے مترجم نے دوسری لفظ کا ترجمہ کیا بخلاف ما لو نوی صلوۃ الامام وانتظر تکبیرہ
فی الاصح لعدم نیۃ الاقتداء بخلاف اُس صورت کے کہ نیت کرے امام کی نماز کی اگرچہ اُسکے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے صحیح تر قول میں اور یہ صورت حکم سابق سے خلاف
ہے بسبب نہونے اقتدا کی نیت کے ہم یعنی اس صورت میں اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت اقتدا مفقود ہے اسلیے کہ جب امام کی نیت کی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا
کہ اقتدا کی نیت بھی کی ہو اسیطرح جب امام کی تکبیر کا انتظار کیا تو انتظار بھی کبھی اقتدا کے لیے ہوتا ہے اور کبھی عادت کی وجہ سے تو دونوں صورتوں میں شک کی
وجہ سے مقتدی نہو گا کذا فی الشامی الا فی جمعۃ وجنازۃ وعید علی المختار لاختصاصہا بالجماعۃ مگر جمعہ اور جنازہ اور عید کی نماز میں مذہب مختار پر نیت اقتدا
ضرور نہیں اسلیے کہ یہ نمازیں جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں ہم یعنی تنہا نہیں پڑھی جاتیں تو جسوقت آدمی انکی نیت کریگا تو نیت اقتدا ضمنا ثابت ہو گی ولو
نوی فرض الوقت مع بقائہ جاز اور اگر نمازی نے فرض وقت کی نیت کی وقت کے باقی ہوتے ہوئے تو یہ نیت کرنا جائز ہے یعنی اگر نماز میں صرف اتنا یہ

نیت ہو کہ فرض وقت پڑھتا ہوں تو اس نیت سے نماز درست ہوگی الا فی الجمعۃ فانہا بدل کیونکہ جمعہ کی نماز میں فرض وقت کہنا جائز نہیں اسلیے کہ جمعہ کی
نماز عوض ہے اس روز کے ظہر کا یعنی فرض وقت ظہر ہے نہ جمعہ الا ان یکون جمعۃ فی اعتقادہ انہا فرض الوقت کما ہو رای البعض فیصح مگر یہ کہ نمازی
کے نزدیک جمعہ اس کے اعتقاد میں ہو کہ جمعہ فرض وقت ہے ظہر کا بدل نہیں چنانچہ بعض فقہا کی بھی یہی رائے ہے تو اس صورت میں جمعہ فرض وقت کی نیت سے درست ہوگا
ولو نوی ظہر الوقت فلو مع بقائہ ای الوقت جاز ولو فی الجمعۃ اور اگر وقت ظہر کی نیت کی تو اگر وقت کے باقی رہنے کے ساتھ ہوگی تو جائز ہے اگرچہ جمعہ میں
ہو فیصح بالظہر فی شرح المختار یعنی ہو کہ اگر نیت ظہر کے وقت کی جمعہ کے سوا میں کریگا تو اگر وقت کے اندر ہوگی تو درست ہے اسلیے شارح نے ظہر بلا جمعہ کی نیت سے
ولو فی الجمعۃ کی قید لگائی تا معلوم ہو کہ اس حکم میں جمعہ اور غیر جمعہ برابر ہیں کذا فی الشامی بالتفقط او مع عدمہ بان کان قد خرج وہو لا یعلمہ لا یصح فی الاصح
اور اگر ظہر الوقت کی نیت وقت کے نہ رہنے کے ساتھ ہوا اس طرح کہ وقت نکل چکا ہو اور نمازی اُسکے نکلنے کو نہ جانتا ہو تو صحیح تر قول میں درست نہوگی ہم وقت کے
نکلنے کو نہ جاننے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر وقت کے نکلنے کو جانکر ایسی نیت کریگا تو درست ہوگی کذا فی الشامی ومثلہ فرض الوقت اور ظہر الوقت کی مثل ہے
حکم فرض الوقت کا یعنی اگر وقت کے نکلنے پر نیت وقت کے فرض کی کریگا اور وقت کے گذر جانے کو نہ جانتا ہوگا تو یہ بھی اول مسئلہ کی طرح صحیح تر قول میں درست
نہوگی اور اشباہ میں جو درستی کا قول منقول ہے وہ صحیح کے خلاف ہے وکذا فی الشامی فالاولی نیۃ ظہر الیوم لجوازہ مطلقا بصحۃ القضاء بنیۃ الاداء کالعکس ہو المختار پس
بہتر یہ ہے کہ نیت آج ظہر کی کرے واسطے اسکے جائز ہونے کے ہر طرح سے یعنی اگرچہ عین وقت میں پڑھے یا وقت نکل گیا ہو بسبب درست ہونے قضا کے
ادا کی نیت سے مثل اُسکے عکس کے یعنی صحیح ہونے ادا کے قضا کی نیت سے یہی قول مختار ہے ہم یعنی اگر آج کے ظہر کی نیت ہوگی تو ہر چند وقت گذر بھی گیا ہو گا تب بھی
وہ نماز اُس روز کے ظہر کی ہوگی اور وقت کے ظہر کی نیت سے وقت نکلنے پر اُسوقت کا ظہر نہ ٹھہریگا اور شارح نے جو یہ کہا کہ بسبب درست ہونے قضا بہ نیت
ادا اسکا مطلب یہ ہے کہ وقت کے گذرنے پر اگر بہ غلطی یہی ظہر الیوم کی نیت کریگا تو گویا قضا کو بہ نیت ادا پڑھیگا حالانکہ یہ جائز ہے جیسے کوئی قیدی اگلے
رمضان کے روزے رکھے اور بعد کو معلوم ہو کہ رمضان ہو چکا تھا تو اُسکے روزے درست ہونگے مگر اس تعلیل میں یہ خلل ہے کہ یہ اُسوقت ہے کہ نمازی ادا کی
نیت سے پڑھے اور اگر اُسکی نیت کچھ نہو نہ ادا کی نہ قضا کی تو اُسوقت یہ تعلیل نہ رہیگی کذا فی الطحطاوی وتمامہ فی الشامی ومصلی الجنازۃ ینوی الصلوٰۃ للہ تعالیٰ
وینوی ایضا الدعاء للمیت اور جنازہ کی نماز پڑھنے والا نیت کرے نماز کی خاص اللہ تعالیٰ کے لیے اور نیز دعا کی نیت کرے مردہ کے لیے لانہ الواجب علیہ اسلیے
کہ نیت نماز اور دعا نمازی پر واجب ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر مرجع ضمیر لانہ کا نماز و دعا دونوں کی طرف ہو تو یہ خلل رہیگا کہ دعا جنازہ مسنون ہے نہ واجب اسلیے چاہیے
مرجع ضمیر صرف نیت صلوٰۃ قرار دیا ہے جو ینوی الصلوٰۃ سے سمجھا جاتا ہے اور شامی نے کہا کہ مرجع ضمیر نیت دعا اس اعتبار سے ہے کہ نماز جنازہ خود دعا ہے کیونکہ اسمیں
قرات اور رکوع اور سجدہ اور تشہد نہیں اور اسکا مؤید وہ قول ہے جو متن میں مذکور ہے کہ نماز جنازہ امام اعظم اور اُنکے اصحاب کے قول میں درحقیقت دعا ہے نہ نماز فیقول
اصلی للہ داعیا للمیت تو جنازہ کی نماز پڑھنے والا یوں کہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے لیے دعا مانگنے والا مردہ کے واسطے وان اشتبہ علیہ المیت ذکر ام انثیٰ
یقول نویت ان اصلی مع الامام علی من یصلی علیہ الامام اور اگر میت نمازی پر مشتبہ ہو جاوے معلوم نہو کہ مرد ہے یا عورت تو وہ یوں کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ
نماز پڑھوں امام کے ساتھ جس شخص پر کہ امام نماز پڑھتا ہے وافاد فی الاشباہ بحثا انہ لو نوی المیت الذکر فبان انہ انثیٰ او عکسہ لم یجز اور اشباہ میں بحث کرکے یہ افادہ
کیا ہے کہ اگر نیت کی مذکر مردہ کی پھر معلوم ہوا کہ وہ عورت ہے یا اسکا عکس کیا مردہ عورت کی نیت کی پھر ظاہر ہوا کہ مرد ہے تو نماز درست نہوگی ہم وجہ عدم جواز کی یہ ہے
کہ میت مثل امام کے ہے اُسکی تعیین میں چوک جانا ایسا ہے جیسا امام کی تعیین میں چوکنا تو جیسے امام کی تعیین میں چوکنے سے نماز درست نہیں ہوتی ویسے ہی نیت کی تعیین
میں خطا ہونے سے درست نہوگی مثلاً اگر نیت کی کہ زید پر نماز پڑھتا ہوں پھر معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست نہوگی ہاں اگر اشارہ کرکے کہے کہ اس مردہ پر
پڑھتا ہوں جو زید ہے پھر ظاہر ہو کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست ہوگی کیونکہ اشارہ کرنے سے نام میں خطا کرنا لغو ہو جاتا ہے کذا فی الشامی وانہ لا یضر التعیین عدد الموتی الا اذا بان

نعم الخطاء لعدم نیۃ الزائد اور اشباہ مین یہ بھی مذکور ہے مردون کے عددون کا معین کرنا مضر نہین مگر جس صورت مین کہ ظاہر ہو کہ شمار انکا نمازی کی تعیین سے
زیادہ ہو بسبب پائے جانے نیت زائد از شمار کے یعنی اگر نمازی نے نیت دس جنازون کی کی اور وہ درحقیقت دس ہین یا کم تو نماز درست ہوگی اور اگر گیارہ
یا زیادہ ہونگے تو درست نہوگی کیونکہ جسقدر زیادہ ہین انکی نیت نہین پائی گئی طحطاوی نے کہا کہ اس صورت مین دس کی جو نیت کی ہے انکی بھی درست
نہوگی کیونکہ دس غیر معین کی نیت کی ہے تو ہر جنازہ زائد ہوسکتا ہے اور زائد نیت مین داخل نہین اسی سبب سے کسی کی نماز باطل ہوگی والامام ینوی صلوتہ فقط
اور امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے یعنی کسی کے امام ہونے کی نیت نکرے اسلیے کہ وہ خاص اپنے حق مین تنہا پڑھنے والے کی طرح ہے یہان ایک
وہم ہوتا ہے کہ امام کا حال مثل مقتدی کے ہونا چاہیے یعنی جیسے مقتدی کو نیت اقتدا شرط ہے ویسے ہی امام کو امامت کی نیت شرط ہونی چاہیے اس وہم کو دفع
اور شارح نے آیندہ قول مین دفع کیا ولا یشترط لصحۃ الاقتداء نیۃ امامۃ المقتدی بل لنیل الثواب عند اقتداء احد بہ لا قبلہ کما بحثہ فی الاشباہ لو ام رجالا
اور مشروط نہین اقتدا کی درستی کے لیے امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنی جس صورت مین کہ مردون کا امام ہو بلکہ ثواب جماعت کا حاصل کرنے
کے لیے امامت مقتدی کی نیت شرط ہے جبکہ کوئی امام کا اقتدا کرے نہ پیشتر اقتدا کے چنانچہ اسکو اشباہ مین بیان کیا ہے یعنی اقتدا کے صحیح ہونے کے لیے ضرور
نہین کہ امام نیت امامت کی کرے بلکہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کو امامت کی نیت چاہیے اور یہ نیت اسوقت ہو جب کوئی امام کا اقتدا کرے پہلے
بھی ضرور نہین اگرچہ پہلے سے نیت کرلینی بھی جائز ہے فلا یحنث فی لا یؤم احدا ما لم ینو الامامۃ تو آدمی قسم مین جھوٹا نہوگا اس قسم مین کہ کسی کا امام نہونگا جبتک
کہ امامت کی نیت نکریگا ہم شارح نے یہ مسئلہ اپنے اس قول پر متفرع کیا کہ صحت اقتدا کے لیے امام کو نیت امامت کی ضروری نہین اور [illegible]
نے قسم کھائی کہ مین کسی کی امامت نکرونگا پھر جب وہ نماز کو بدون نیت امامت کے کھڑا ہوا تو لوگ اسکے پیچھے نماز پڑھنے لگے پس اس صورت مین اسکی قسم نہ ٹوٹی
اسلیے کہ قسم ٹوٹنے کی شرط یہ تھی کہ امامت کا قصد کرتا اور یہ شرط بدون نیت امامت کے موجود نہین ہوئی اسلیے قسم نہ ٹوٹی کذا فی الشامی [illegible]
فان اقتدت بہ المرأۃ محاذیۃ لرجل فی غیر صلوۃ جنازۃ فلابد لصحۃ صلوتہا من نیۃ امامتہا لئلا یلزم الفساد بالمحاذاۃ بلا التزام اور اگر نمازی عورتون کا
امام ہو تو اگر کوئی عورت اسکا اقتدا کسی مرد کے برابر کھڑے ہوکر جنازہ کی نماز کے سوا مین کریگی تو اس عورت کی نماز درست ہونے کے لیے اسکی امامت کی
نیت ضرور ہوگی تاکہ عورت کی برابری سے نماز کی خرابی بدون لازم پکڑنے کے لازم نہ آوے ہم صلوۃ جنازہ کو اسلیے مستثنی کیا کہ اسکے اندر نیت عورت کی
امامت کی بالاتفاق شرط نہین اور محاذات سے وہ برابری مراد ہے جو ان شروط کے ساتھ ہو جو آگے باب الامامۃ مین مذکور ہونگی اور التزام سے غرض نیت
امامت ہے اور حاصل شارح کی تعلیل کا یہ ہے کہ اگر عورت کا اقتدا بدون نیت کے درست ہوجاوے تو امام پر خراب کرنا مرد کی نماز کا بدون لازم پکڑنے کے لازم آویگا
یعنی اگر بالفرض عورت مرد کے برابر کھڑی ہوگئی اور بدون نیت امامت کے اسکا اقتدا صحیح ہوگیا تو چاہیے کہ امام کی جہت سے اس مرد کی نماز فاسد ہوجاوے
حالانکہ لازم آنا کسی چیز کا امام پر بدون اسکے لازم پکڑنے کے جائز نہین اسلیے عورت کی اقتدا کے لیے نیت اسکی امامت کی شرط ہوئی وان لم تقتد محاذیۃ
اختلف فیہ فقیل یشترط وقیل لا کجنازۃ اجماعا وکجمعۃ وعید علی الاصح خلاصہ واشباہ اور اگر عورت نے محاذی مرد کے ہوکر اقتدا نکیا تو اسمین اختلاف ہے بعضون
نے کہا کہ صحت اقتدا کے لیے نیت امامت کی شرط ہے اور بعضون نے کہا کہ شرط نہین جیسے جنازہ مین بالاتفاق شرط نہین اور جیسے جمعہ اور عیدین مین اصح
قول پر شرط نہین ہم جمعہ اور عیدین مین اصح کی قید اسلیے لگائی کہ جمہور کے نزدیک ان دونون مین نیت امامت عورت کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی وعلیہ ان لم تحاذ
احدا تمت صلوتہا والا لا اور اس قول پر کہ عورت کی اقتدا کے لیے اسکی امامت کی نیت شرط نہین یہ ہے کہ عورت اگر کسی کی محاذی یعنی برابر یا آگے [illegible] نہ ہوئی
ہوگی تب تو اسکی نماز پوری ہوگی اور آگے بڑھ جائیگی یا برابر ہوگی تو اسکا اقتدا باقی نرہیگا اور نماز تمام نہوگی و [illegible] استقبال القبلۃ [illegible]
[illegible] اور نیت [illegible] کی شرط نہین ہر حال مین اپنی خواہ نماز کی [illegible] مین ہو یا [illegible]

قول قوی کا یہ قول ضعیف ہے کیونکہ قریب شخص کے لیے کعبہ کا سامنے ہونا فرض ہے بالاتفاق اور دور والے کو یہ امر ممکن نہیں بجز اسکے کہ دل میں نیت کرے اسلیے دور والے کو نیت قبلہ یعنی جہت منہ کرنے کی شرط کی گئی فما قیل لو نوی بناء الکعبۃ او المقام او محراب مسجدہ لم یجز مبنی علی المرجوح تو یہ جو کسی نے کہا ہے کہ اگر نمازی عمارت کعبہ کی نیت کریگا یا مقام ابراہیم کی یا اپنی مسجد کی محراب کی تو درست نہوگی یہ مسئلہ قول ضعیف پر متفرع ہے یعنی جو لوگ نیت قبلہ رخ ہونے کی شرط کہتے ہیں اُنکے نزدیک اگر کعبہ کے سوا اور طرف منہ کرنے کی نیت ہوگی تو درست نہوگی مثلاً نیت کعبہ کی عمارت کی جائز نہوگی اسلیے کہ کعبہ میدان خاص و ہوا کا نام ہے نہ عمارت کا اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ بنانے کے وقت کھڑے ہوتے تھے اور محراب مسجد علامت سمت کعبہ کی ہے غرضکہ ان صورتوں میں کعبہ کیطرف منہ کرنے کی نیت نہیں پائی جاتی اسلیے اُنکے نزدیک نماز بھی درست نہوگی اور یہ قول ضعیف ہے اور قول قوی کے بموجب نماز درست ہوگی اسلیے کہ جب نیت کعبہ شرط نہیں تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھ نقصان نہوگا کذا فی الشامی بالتقدیم لکنہ یعنی تعیین الامام فی صحۃ الاقتداء فانہا لیست بشرط جیسے نیت امام کی تعیین کی اقتدا کی درستی میں کہ وہ بھی شرط نہیں فلو اخطأ بان ظنہ زیداً فاذا ہو بکر صح مثلاً اگر امام کا اقتدا کیا اور اسکو زید سمجھا پس وہ بکر نکلا تو اقتدا درست ہوگا اسلیے کہ اُسنے امام موجود کے اقتدا کی نیت کی تھی تو اب اگر اُسکا نام کچھ اور سمجھ لیا تو کیا نقصان ہے کیونکہ اعتبار نیت کا ہے نہ سمجھ کا کذا فی الحلبیہ الا اذا عینہ باسمہ فبان غیرہ مگر اس صورت میں اقتدا درست نہیں کہ امام کو اُسکے نام سے معین کیا پھر کوئی غیر نکلا یعنے اقتدا میں امام موجود کی نیت نہ کی بلکہ اقتدا زید کی نیت کی خواہ اُسکا نام زبان سے کہا یا نہ کہا تو اب اگر وہ عمرو ہوگا تو اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت کا اعتبار ہے اور اُسنے امام حاضر کے غیر کے اقتدا کی نیت کی اسلیے صحیح نہوئی الا اذا عرفہ بمکانہ کالقائم فی المحراب او اشارۃ کہذا الامام الذی ہو زید مگر نام کے ساتھ تعیین میں اسطرح اقتدا درست ہوگا کہ امام کا پتا درست بتاوے مثلاً یوں کہے کہ زید جو محراب میں کھڑا ہے یا اشارہ سے اُسکو بتاوے کہ یہ امام جو زید ہے تو اب اگر کوئی اور امام نکلیگا تو کچھ مضائقہ نہیں اسلیے کہ اشارہ کر دینے سے نام لینے کا اعتبار جاتا رہا کذا فی الشامی الا اذا اشار بصفۃ مخصوصۃ کہذا الشاب فاذا ہو شیخ فلا یصح ہاں اگر کسی صفت خاص سے اشارہ کریگا اور وہ صفت امام میں نپائی جائیگی تو اقتدا صحیح نہوگا مثلاً یوں کہا کہ اس جوان کے پیچھے اور وہ بوڑھا ہے تو اقتدا صحیح نہیں وعکسہ یصح لان الشاب یدعی شیخاً لعلمہ اور اسکے عکس میں اقتدا درست ہے یعنی اگر نیت کی کہ اس بوڑھے کے پیچھے اور وہ جوان نکلا تو اقتدا صحیح ہے کیونکہ جوان کو اُسکے علم کی جہت سے بوڑھا کہا کرتے ہیں وفی المجتبی نوی ان لا یصلی الا خلف من ہو علی مذہبہ فاذا ہو غیرہ لم یجز اور مجتبی میں ہے کہ مقتدی نے نیت کی کہ اُسکے پیچھے نماز پڑھتا ہوں جو میرے طریق پر ہے اور پھر وہ اُس طریق کا نہ تھا تو اقتدا درست نہوگا ہم وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ جب اُسنے اپنے مذہب کے امام کی نیت کی اور امام غیر مذہب کا نکلا تو گویا اُسنے امام معدوم کی اقتدا کی نیت کی کذا فی الشامی عن المنیۃ فائدہ یہ ایک کام کی بات ہے لما کان الاعتبار بالتسمیۃ عندنا لم تختص ثواب الصلوۃ فی مسجدہ علیہ الصلوۃ والسلام بما کان فی زمنہ فلیحفظ چونکہ ہم حنفیوں کے نزدیک اعتبار نام لینے کا ہے (یعنے اُس صورت میں کہ اشارہ نہو) اسلیے ثواب نماز کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں مخصوص اُس مقدار پر نہوگا جو آپ کے عہد مبارک میں تھی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی یہ جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد میں بہتر ہے ہزار نمازوں سے اسکے سوا دوسری مسجد میں سوائے مسجد حرام کے تو یہ ہزار گنا ہونا نماز کا صرف اُسقدر مسجد پر مخصوص نہیں جو حضرت کے وقت مبارک میں تھی بلکہ مسجد شریف میں جو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ وغیرہ اور مہدی نے اضافہ کیا ہے اُس زیادہ کی ہوئی میں بھی ایک نماز ہزار کے برابر ہوگی اسلیے کہ حدیث میں میری مسجد ارشاد فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ جو مسجد اب موجود ہے وہ سب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہے تو بڑھی ہوئی مقدار میں بھی ثواب ہزار گنا ہوگا اور امام نووی نے اس ثواب کو خاص اسی مقدار کے ساتھ کیا ہے جو آپ کے عہد مبارک میں تھی وہ یہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں سوائے نام لینے کے اشارہ بھی ہے کہ فی مسجدی ہذا فرمایا ہے یعنے میری اس مسجد میں جس سے جگہ خاص جو اُس روز موجود تھی مراد ہو پس بڑھی ہوئی مقدار اُسمیں داخل نہوگی اُسکے داخل ہونے کو کوئی دلیل چاہیے اور حنفیہ جواب دیتے ہیں کہ یہ اشارہ جگہ کے خاص

کرنے کے لیے نہیں بلکہ اسلیے ہے کہ مسجد مدینہ مطہرہ کے سوا اور جو مسجد جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب ہیں وہ اس فضیلت میں داخل نہیں کذا فی الشامی نہر
والسادس استقبال القبلۃ حقیقۃ او حکما لعاجز اور چھٹی شرط نماز کی کعبہ کیطرف منہ کرنا ہے خواہ حقیقت میں ہو یا حکما جیسے عاجز یعنے وہ شخص کہ مرض یا
دشمن کے ڈر سے یا قبلہ کے نہ معلوم ہونے کی جہت سے قبلہ رخ نہیں ہو سکتا تو جسطرف کہ مریض و خائف اپنا منہ کرسکتے ہیں یا قبلہ کا سمجھنے والا اٹکل سے جسے
کو قبلہ ٹھہراتا ہے وہ انکا قبلہ حکمی ہے والشرط حصولہا لا طلبہا اور شرط قبلہ رخ ہونا ہے نہ اسکا طلب کرنا ہے یعنے شرط صرف اسقدر ہے کہ مقابلہ کعبہ کا پایا جاۓ اس
مقابلہ کا طلب کرنا شرط نہیں یعنی نیت اور استقبال میں بھی طلب نہیں ہاں جس صورت میں کہ حصول قبلہ طلب پر موقوف ہو تو وقت طلب شرط
ہوگی کذا فی الشامی عن الحلیۃ وہو شرط زائد للابتلاء یسقط للعجز اور کعبہ کیطرف منہ کا ہونا ایک زائد شرط ہے بندوں کے امتحان کے لیے سا قط ہو جاتی او
عاجزی کے سبب سے ہم زائد شرط کہتے ہیں کہ عبادت میں مقصود نہیں اور امتحان سے یہ مراد ہے کہ عاقل بالغ شخص جو خدا تعالی پر جہت کو محال جانتا ہے اسکی اصل
پیدائش اسکی مقتضی ہے کہ نماز میں کسی خاص طرف کو منہ نہ کرے اسلیے اللہ تعالی نے مکلف بندوں کو ایسی بات کا حکم کیا جو انکی مقتضا سے اصل پیدائش کے خلاف
ہوتا کہ امتحان کرے کہ کہنا مانتے ہیں یا نہیں کذا فی الحلبی حتی لو سجد للکعبۃ نفسہا کفر یہاں تک کہ اگر خود کعبہ کو سجدہ کریگا تو کافر ہو جائیگا مترجم یعنے جب کعبہ کیطرف
منہ کرنا شرط زائد ٹھہرا اور مقصود سجدہ کا اللہ تعالی ہے تو یہ عین کعبہ کو سجدہ کرنا کفر ہوگا کذا فی الشامی فللمکی وکذا المدنی لثبوت قبلتہا بالوحی اصابۃ عینہا
یعم المعاین وغیرہ لکن فی البحر انہ ضعیف والاصح ان من بینہ وبینہا حائل کالغائب واقرہ المصنف قائلا فالمراد بقولہ فللمکی مکی یعاین الکعبۃ پس مکہ کے
رہنے والے کا قبلہ اور اسیطرح مدینہ کے باشندہ کا کیونکہ مدینہ کا قبلہ وحی سے ثابت ہوا ہے عین کعبہ کی سیدھ ہے یہ قول عام ہے کعبہ کے دیکھنے والے کو
یعنے سامنے والے کا اور مدینہ کو نماز میں عین کعبہ کی سیدھ پر نماز پڑھنی چاہیے شامی نے کہا کہ لام للمکی کا یعنی مکے میں رہنے کی سیدھ سے جو سیدھ بامذی کعبہ کی مگر
بحر الرائق میں ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور صحیح تر قول یہ ہے کہ جس شخص کے اور کعبہ کے درمیان میں آڑ ہو مثل دیوار یا پہاڑ کے تو اسکا حال مثل غائب کے ہے یعنی
اسکا قبلہ جہت کعبہ ہے نہ عین کعبہ اور ثابت رکھا ہے اس قول کو مصنف نے یہ کہکر کہ مراد ہے قول فللمکی سے وہ مکہ کا رہنے والا ہے جو کعبہ کو دیکھتا ہو وللغیر ای
غیر معاینہا اصابۃ جہتہا اور مکی کے سوا کا قبلہ یعنے اس شخص کا جو کعبہ کو دیکھتا نہ ہو سیدھ ہے کعبہ کی جہت کی بان یبقی شیئ من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ او لہوائہا
بان یفرض من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط اخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین یمنۃ ویسرۃ منح انتہی
چہرہ کی سطح مقابل کعبہ کے یا ہواء کعبہ کے باقی رہے اسطرح کہ جو شخص بعض شہروں میں حقیقت میں کعبہ کیطرف کو منہ کیے ہے اسکے چہرہ کی سیدھ سے ایک خط زاویہ
قائمہ پر افق تک کعبہ پر گذرتا ہوا فرض کیا جاۓ اور ایک دوسرا خط اس خط کو دو زاویہ قائمہ پر اس شخص کے داہنے بائیں قطع کرے تو بینظا دوسرا خط کعبہ کے
مقابل ہوگا جہت کعبہ کی ہوگی کذا فی المنح مع جہت کے معنوں میں شارح نے اختصار کو کام فرمایا جس سے مراد کا سمجھنا دشوار ہو گیا اسلیے تعریف جہت کی کسی
طرح پر کرنی جس سے مقصود معلوم ہو جاۓ ضروری ہے معراج میں جہت کی تعریف یہ لکھی ہے کہ جہت کعبہ وہ طرف ہے کہ جب آدمی اسکی طرف منہ کرے تو کعبہ
کا یا اسکی ہوا کا مقابل تحقیقا ہو جاۓ یا تقریبا اور مقابلہ تحقیقی سے یہ غرض ہے کہ اگر ایک خط اسکے چہرہ کی سیدھ سے افق پر عمود کھینچا جاۓ تو وہ کعبہ پر یا اسکی
ہوا پر گذرے اور تقریبی مقابلہ یہ ہے کہ خط مذکور کعبہ یا اسکی ہوا سے منحرف ہو مگر نہ اسقدر کہ اس سے بالکل مقابلہ جاتا رہے بلکہ کسیقدر چہرہ کی سطح کعبہ کے یا اسکی ہوا
کے مقابل باقی رہے اب جہت کے معلوم کرنے کے دو طریق ہیں ایک وہ کہ شارح نے مختصر طور پر ذکر کیا جسکو ہم تشریح سے لکھتے ہیں فرض کرو کہ نقطہ د یہ
ایک نمازی ہے جسکی پیشانی سے اگر عمود افق پر نکالا جاتا ہے تو وہ کعبہ کی دیوار خواہ اسکی ہوا پر نقطہ ج میں ملاقی ہوتا ہے اس خط د ج پر اگر ایک عمود نمازی
کے داہنے بائیں نکالو مثلا ا ب تو خط ا ب جہت کعبہ کی ہوگی یعنی جو شخص اس خط پر سواۓ نقطہ د کے کسی جگہ داہنے یا بائیں ہو جائیگا تو وہ تقریبا
مقابل کعبہ کا یا اسکی ہوا کا ہوگا اسلیے کہ تھوڑے فاصلہ میں تو ذرا سا داہنے بائیں سرکنے سے مقابلہ جاتا رہتا ہے اور جب فاصلہ زیادہ ہوتا ہے تو اسی کی

مناسب سمت کرنے سے مقابلہ جاتا رہتا ہے تھوڑا سا دہنے بائیں ہونے سے نہیں جاتا مثلاً چاند جو لوگوں سے
بہت دور ہے تمام شہر کے آدمیوں کو یکساں معلوم ہوگا یعنی اگر ایک کے سر پر ایک جگہ ہوگا تو تمام
سب شہر کے لوگوں کو ہر جگہ سر پر ہی معلوم ہوگا اسی طرح کعبہ کا فاصلہ جب بہت دور ہوتا ہے تو مقابلہ تحقیقی
مقام سے ادھر ادھر ٹل جانے سے مقابلہ زائل نہیں ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے
اکثر شہروں کی مسجدیں ایک سمت کو ہیں ؛

دوسرا طریق جہت معلوم ہونے کا یہ ہے کہ نمازی کی آنکھوں کے بیچ کے نقطہ سے دو خط ایسے کھینچے
جائیں کہ وہ ایک دوسرے سے ملکر زاویہ قائمہ سے کم بنائیں تو اگر کعبہ ان دونوں خطوں کے درمیان
میں واقع ہوگا تو مقابل زائل نہ ہوگا ورنہ زائل ہوگا اسکی صورت یہ ہے کہ لکھا اسے الشامی نے تصویر میں ؛
قلت فہذا معنی التیامن والتیاسر فی عبارۃ الدرر فتدبر میں کہتا ہوں کہ یہی معنی ہیں دہنے یا بائیں
ہٹنے کے درر کی عبارت میں تو اسکو خوب دیکھ بھال لے کہ مطلب دقیق ہے [illegible] کا یہ مطلب نہیں
کہ کعبہ کو دہنی طرف کرلے یا بائیں طرف کہ اس صورت میں قطعاً مقابلہ جاتا رہیگا بلکہ مراد یہ ہے کہ خط جہت سے
داہنے بائیں ہونے سے مقابلہ بنا رہتا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا جہت کے طریق اول میں وتعرف بالدلیل اور قبلہ پہچانا جاتا ہے اس علامت سے جو قبلہ
کو بتلاتی ہے وہو فی القری والامصار محاریب الصحابۃ والتابعین وفی المفاوز والبحار النجوم کالقطب اور علامت قبلہ شہروں اور گاؤں میں مسجدیں صحابہ و تابعین
رضی اللہ عنہم کی ہیں اور جنگلوں اور سمندروں میں ستارے ہیں جیسے قطب یعنی جس جگہ مسجدیں قدیم موجود ہوں وہاں تو انہیں سے قبلہ کی سمت معلوم ہو سکتی ہے
ورنہ قطب وغیرہ ستاروں سے مثلاً ہندوستان کے اکثر شہروں میں قطب نمازی کے دہنے شانہ پر رہتا ہے تو رات کو ہر جگہ اس سے سمت قبلہ معلوم ہو سکتی ہے
والا فمن الاہل العالم بہا ممن لو صاح بہ سمعہ اور نہیں تو اس جگہ کے باشندہ قبلہ کے جاننے والے سے پوچھا جائے اور باشندہ ایسا ہو کہ اگر نمازی اسکو زور
سے پکارے تو وہ اسکی پکار سن لے یعنی اگر مسجدیں پرانی نہ ہوں نہ قطب سے حال کھلے نہ کوئی اور مثل قبلہ نما کے پاس ہو تو سمت قبلہ کو اس جگہ کے باشندہ سے
پوچھنا چاہیے اس سے پوچھنے میں دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ قبلہ کا جاننے والا ہو نہر الفائق میں کہا کہ اسکے ساتھ یہ بھی چاہیے کہ مقبول الشہادۃ ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ
ذمی اور جاہل کا کہنا اس باب میں مفید نہیں دوسرے یہ کہ نمازی کی پکار سنتے [illegible] کہا کہ جو پکار [illegible] والمعتبر فی القبلۃ العرصۃ لا البناء
فہی من الارض السابعۃ الی العرش اور قبلہ کے باب میں معتبر کشادگی ہے عمارت نہیں اسکی عمارت تو وہ کشادگی ساتویں زمین سے لیکر عرش تک ہے خلاصہ
یہ کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص زمین کے اندر گڑھے کنویں میں یا اونچے پہاڑوں پر نماز پڑھیگا تو اسکی نماز درست ہوگی جیسے کعبہ کی چھت پر نماز
جائز ہے پس اگر قبلہ عمارت ہوتی تو نماز صحیح نہ ہوتی وقبلۃ العاجز عنہا لمرض وان وجد موجہا عند الامام او خوف مال وکذا کل من سقط عنہ الارکان جہۃ قدرتہ
ولو مضطجعا بایماء او خوف عدو [illegible] اور قبلہ اس شخص کا جو کسی مرض کے سبب سے قبلہ رخ ہونے سے عاجز ہو گو کسی قبلہ رخ کر دینے والے کو پاوے امام کے نزدیک
یا مال کے چوری جانے وغیرہ کے خوف سے قبلہ کی طرف ہونے سے عاجز ہو اسی طرح ہر شخص جس سے ارکان نماز ساقط ہو گئے ہوں ہر ایک کا قبلہ اسکی قدرت کی جہت ہے
خواہ جو کہ [illegible] پڑھ سکتا ہو پڑھے قبلہ رخ ہونا امام کے نزدیک اسلیے کہ خود کعبہ تو مقصود ہی نہیں وہ امتحان ایسی صورت میں بھی حاصل ہے اگرچہ دشمن کے دیکھنے کے
خوف سے نماز لیٹ کر اشارہ سے پڑھے امام کے نزدیک اسلیے کہا کہ صاحبین کے نزدیک اگر دوسرے کی مدد سے قبلہ رخ ہو سکتا ہو اور دوسرا اسکے پاس موجود ہو تو
اسکو جہت قدرت کی طرف نماز درست نہ ہوگی اور جس سے ارکان نماز کے ساقط ہو گئے ہوں اسکی مثال بوڑھا آدمی ہے جو پیری کے ضعف سے قیام وقعود نہیں کرسکتا

کعبہ
ج
ب ا
مقام نمازی
کعبہ
نمازی

تو اُس سے قبلہ رخ ہونا بھی ساقط ہے اور ایک مثال شارح نے سقوط ارکان کی دشمن سے دیکھ پانے کے خوف سے بیان کی یعنی اگر آدمی کو خوف ہو کہ
کھڑا ہونے یا بیٹھنے سے دشمن دیکھ لیگا تو پھر سے ارکان ساقط ہو جاینگے لیٹکر اشارہ سے نماز درست ہوگی تو ایسے شخص سے استقبال قبلہ بھی ایسی صورتوں میں ساقط ہو کذا فی البحر
ولم یعد لان الطاعۃ بحسب الطاقۃ اور اس نماز کا اعادہ نہیں اسلیے کہ طاعت موافق طاقت کے ہوتی ہے یعنی یہ عذر آسمانی ہیں کسی مخلوق کی جہت سے نہیں
مرض اور پیری وغیرہ کسی کے کرنے سے نہیں ہوتی یہانتک کہ خوف بھی کسی کے کرنے سے پیدا نہیں ہوتا اسلیے ان عذروں میں نماز کا دوبارہ پڑھنا نہیں کذا فی الشامی
ویتحری ہو بذل المجہود لنیل المقصود عاجز عن معرفۃ القبلۃ اور تحری کرے وہ شخص جو عاجز ہو قبلہ معلوم کرنے سے یعنی بیان اُس امور کے جو بیشتر گذرے یعنی
ستارہ نکوئی بتانیوالا شارح نے کہا کہ تحری کے معنی میں کوشش کا کرنا مقصود حاصل کرنے کے لیے اور تحری سے یہاں اٹکل کرنا اور قیاس دوڑانا ہی اگر
قبلہ کا بتانیوالا معلوم نہو تو نمازی اٹکل سے کوئی سمت قبلہ ٹھہرالے فان ظہر خطاؤہ لم یعد لما مر پس اگر نماز کے بعد اٹکل میں خطا ظاہر ہو تو نماز کو دوبارہ نہ پڑھے
سے کہ بیشتر گذری یعنی طاعت بسبب طاقت ہوتی ہے اُسنے نماز پڑھنے میں وہ امر کر لیا تھا جو اُسکی طاقت میں تھا وان علم بہ فی صلاتہ او تحول رایہ ولو فی سجود سہو
استدار وبنی اور اگر اپنی خطا کو نماز کے اندر جانا یا اُسکی رائے بدل گئی اگرچہ سہو کے سجدوں میں بدلی ہو تو اُسی وقت پھر جاوے اور بنا کرے یعنی اگر نماز کے اندر رائے
بدل گئی کہ قبلہ اس طرف نہیں دوسری طرف ہے تو دوسری طرف فوراً پھر جاوے اگر ایک رکن کے موافق توقف کریگا تو نماز فاسد ہو جاویگی کذا فی الشامی اور بنا کرنے کا
مطلب یہ ہے کہ بقیہ رکعات کو پورا کرے از سر نو نماز نہ پڑھے یعنی رائے کی غلطی سے پہلی کی نماز جاتی نہیں رہی وہ بھی قائم ہے باقی کو ادا کرے بنا کرنے کے معنی
حتی لو صلی اربع رکعات لاربع جہات بالتحری جاز یعنی اگر ہر رکعت کو جداگانہ جہت کو پڑھیگا تو نماز درست ہوگی اگرچہ نمازی کا سینہ ہر بار کسی جہت کو پھرے اسکی صورت
کی یہ ہے کہ ایک شخص کو قبلہ معلوم نہ تھا اُسنے ایکطرف اٹکل سے ایک رکعت پڑھی دوسری رکعت میں اسکی اٹکل دوسری طرف ہوگئی تو دوسری رکعت اُسطرف ادا کی
اسیطرح نماز کے آخر تک تو یہ نماز جائز ہے اور کہیں ہونگی یہ صورت ہے کہ مکہ میں مقیم ہو اور ایسا شخص پاس نہو جس سے قبلہ دریافت کرے پھر اٹکل سے
نماز پڑھے اور اسمیں خطا ظاہر ہو کذا فی الشامی ولا یلزمہ قرع الابواب ومس الجدران اور لازم نہیں نمازی کو لوگوں کے دروازوں کا کھٹکھٹانا کہ کوئی قبلہ بتاوے
اور دیواروں کو ٹٹولنا کہ محراب قبلہ معلوم ہو جاوے یعنی اندھیری رات میں اگر مسجد میں جاوے اور قبلہ نہ سوجھے تو اٹکل کرلے لوگوں کے پاس قبلہ پوچھتا نہ پھرے
اور نہ دیواروں کو ٹٹولے صاحب مفتاح نے کہا کہ یہ حکم بعض مسجدوں میں ہو سکتا ہے مگر اکثر میں تو محراب قبلہ اندھیری میں بھی معلوم ہو جاتی ہے ایسی مسجدوں میں
اٹکل نکرے کذا فی الشامی ولو اعمی فسواہ رجل بنی ولم یقتد الرجل بہ اور اگر نمازی اندھا ہے اور اُسکو کسی شخص نے سیدھا قبلہ کیطرف کر دیا تو وہ اندھا نماز کو باقی
نماز پر بنا کرے اور سیدھا کرنیوالا شخص اندھے کا اقتدا نکرے اسلیے کہ اُسکو معلوم ہو گیا کہ شروع کی نماز اندھے کی قبلہ رخ نہیں تھی ولا متحر تحول اور نہ اُس اٹکل کرنیوالے
کا اقتدا کرے جو ایک طرف کو تحری کرکے نماز کے اندر ہی دوسری طرف پھر گیا ہو شامی نے کہا اسمیں یہ قید ہے کہ مقتدی امام کا پہلا حال جانتا ہو اور اگر پہلا حال اُسکو
معلوم نہو تو اقتدا میں کچھ خرابی نہیں ولو ائتم متحر بلا تحر لم یجز ان اخطاء الامام اور اگر کسی تحری کرنیوالے کا اقتدا کیا بدون تحری کے تو اگر امام نے تحری میں غلطی
کی ہوگی تو اقتدا درست نہوگا اسلیے کہ شبہ کی صورت میں بدون تحری کی نماز جب ہی درست ہوتی ہے کہ ٹھیک قبلہ کیطرف ہوگا امام کی نماز درست ہے کہ اسنے
تحری کے بعد پڑھی ولو سلم فتحول رای مسبوق ولاحق استدار المسبوق واستانف اللاحق اور اگر امام نے سلام پھیرا پھر رای مسبوق اور لاحق کی بدل گئی یعنی
انکی رائے میں قبلہ اور طرف ٹھہرا تو مسبوق اپنی رائے کی سمت کیطرف پھرے اور نماز پوری کرے اور لاحق نماز از سر نو پڑھے حکم مسبوق وہ مقتدی ہے کہ ایک یا
زیادہ رکعت اُسکو نہ ملی ہو اُسکو پھرنے کا حکم اسلیے ہوا کہ وہ باقی نماز کے پڑھنے میں مثل منفرد کے ہے تو جیسے منفرد کو نماز کے اندر رائے بدل جانے سے پھر جانا ہے
ویسے ہی مسبوق کو پھرنا ہوگا اور لاحق وہ ہے جو شروع نماز سے امام کا شریک تھا بیچ میں مثلاً وضو کے جاتے رہنے یا اور کسی عذر سے کچھ نماز امام کے ساتھ نہ ملی آخر
میں پھر شریک ہو گیا تو اسکا حکم یہ ہے کہ نماز از سر نو پڑھے اسلیے کہ باقی نماز میں بھی گویا امام کے پیچھے ہے تو جیسے مقتدی امام کے پیچھے ہو اور اسکو معلوم ہو کہ قبلہ دوسری طرف ہے

طرف نہیں دوسری طرف کو پھرا تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہیں کر سکتا اسلیے کہ اگر دوسری طرف کو منہ پھیرتا ہی تو امام کی مخالفت لازم آتی ہی جو نماز کی مفسد ہی اور اگر نہیں پھیرتا تو جان بوجھکر قبلہ کے سوا اور طرف کو نماز پڑھتا ہی یہ بھی مفسد نماز ہی تو یہی حال لاحق کا بھی ہی جب نماز کی اصلاح کرنے سے نہیں ہو سکتی اسلیے از سر نو پڑھے کذا فی الشامی والخلاصۃ و من لم یقع تحریہ علی شی قیل یصلی الی کل جہۃ مرۃ احتیاطا اور جسکی اٹکل کسی طرف کو نہو بلکہ سب طرفین قبلہ ہونے مین اُسکے نزدیک برابر ہون تو وہ کیا کرے اسمین اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ احتیاطاً ہر نماز کو قبلہ کے چارون طرف اٹکل دوڑا دے اور کسی طرف نہ جمے تو اسمین تین قول ہین ایک یہ کہ نماز مین تاخیر کرے یہانتک کہ قبلہ کی سمت ظاہر ہو دوسرے یہ کہ چارون طرف کو ایک ایک نماز پڑھ لے تیسرے یہ کہ اسکو اختیار ہی چاہے تاخیر کرے چاہے چارون نمازین پڑھ لے کذا فی الظہیریہ اور یہ قول معتبرات سے نقل کیا ہی کہ زیادہ درست دوسرا قول ہی اسلیے شارح نے اسکو اختیار کیا اور شرح منیہ مین بھی اسیکو احوط کہا ہی کذا فی الشامی ملخصاً

دوسرا قول یہ ہی کہ جہت الاولی استدلالاً اور جس شخص کی رائے پہلی طرف کو پھر جاوے وہ اسی طرف کو پھر جاوے یعنی جب نمازی ایک طرف کو تحری کے بعد پڑھ رہا پھر نماز مین دوسری جانب قبلہ کی معلوم ہوئی اور اسطرف کو پھر گیا اسکے بعد پھر اول ہی جانب پر رائے آگئی تو اسیطرف کو ہو جاوے اور خلاصہ مین ایک قول یہ ہی کہ از سر نو پڑھے کیونکہ بنا نہ کرے اور قہستانی نے اول قول کو مقدم کہا ہی اور طحطاوی اور شامی نے بھی اسکو اوجہ ذکر کیا ہی ومن تذکر ترک سجدۃ من الاولیٰ استانف اور جس شخص کو پہلی رکعت کا سجدہ چھوٹ جانا یاد آیا وہ از سر نو نماز پڑھے صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے تحری کے بعد ایک رکعت ایک جانب کو پڑھی پھر رائے بدل گئی تو دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھنے لگا اُسوقت یاد آیا کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہین کیا تو نماز کو پھر سے پڑھے اسلیے کہ اگر سجدہ مذکور اس جانب کو کرتا ہی جدھر دوسری رکعت پڑھتا ہی تو یہ قبلہ کیطرف نہوگا اسلیے کہ پہلی رکعت کا قبلہ یہ طرف نہ تھی اور یہ سجدہ رکعت مذکور کا جز ہی اور اگر پہلی رکعت کے قبلہ کیطرف کو کرتا ہی تو یہ طرف اب اُسکے نزدیک قبلہ ہی اُس سے پھرنا لازم آتا ہی اسلیے نماز از سر نو پڑھے کذا فی الشامی وان شرع بلا تحر لم یجز وان اصاب لترکہ فرض التحری اور جو شخص کہ قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہی اگر وہ نماز کو بدون تحری کے شروع کریگا تو شروع درست نہوگا اگرچہ ٹھیک قبلہ کو پڑھتا ہو اسلیے کہ اُسنے فرض تحری کو چھوڑ دیا یعنی جو صورت اشتباہ قبلہ کے تحری فرض تھی اُسکو اُسنے چھوڑ دیا الا اذا علم اصابتہ بعد فراغہ فلا یعید اتفاقاً مگر جب اپنے فارغ ہونے کے بعد ٹھیک قبلہ کو ہو جانا اُسنے تو دوبارہ نماز نہ پڑھے بالاتفاق بخلاف مخالف جہۃ تحریہ فانہ یستانف مطلقاً بخلاف جہت تحری کے سوا اور طرف پڑھنے والیکے کہ وہ از سر نو پڑھے ہر حال مین یعنی اگر تحری ایک طرف پر ہوئی اور اُسنے دوسری طرف نماز پڑھی تو نماز کو پھر سے پڑھے ہر حال مین یعنے خواہ نماز مین جانے کہ ٹھیک قبلہ کیطرف پڑھی یا خطا کی یا بعد نماز کے جانے یا کچھ بھی معلوم نہو اور امام اعظم سے مروی ہی کہ اُس شخص پر خوف کفر ہی کذا فی الشامی کمصل علی انہ محدث او ثوبہ نجس او الوقت لم یدخل فبان بخلافہ لم یجز جیسے نماز پڑھنے والا اس گمان سے کہ وہ بے وضو ہی یا اُسکا کپڑا ناپاک ہی یا وقت نہین آیا پھر اسکا خلاف معلوم ہوا تو اسکی نماز درست نہوگی وہ بھی نماز از سر نو پڑھے وجہ ناجائز ہونے کی یہ ہی کہ اسکے عقیدہ مین نماز فاسد ہو چکی ہی تو اب خلاف ظاہر ہونے سے جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی ولو صلی جماعۃ عند اشتباہ القبلۃ بالتحری فعلم انہ تبین انہ صلوا الی جہات مختلفۃ ومن تیقن منہم مخالفۃ امامہ فی الجہۃ او تقدمہ علیہ حالۃ الاداء ابطل فلا یعید من لم یعلم بہ صحت صلوتہ ایک جماعت نے نماز پڑھی قبلہ کے مشتبہ ہونے کے وقت تحری سے ایک امام کے ساتھ اور ظاہر ہوا کہ انھون نے مختلف سمتون کیطرف نماز پڑھی تو جس شخص کو انمین سے یقین ہوا حالت ادا مین یعنی غلبہ ظن ہوا کذا فی الفیض کہ اسنے امام کے مخالف جانب نماز پڑھی یا امام سے آگے پڑھنے کا یقین ہوا تو اُسکی نماز درست نہوگی اور بعد ادا کے مخالفت کا حال معلوم ہونا اسکو مضر نہین شارح نے کہا کہ اگر قبلہ مشتبہ نہ تھا تو اگر نمازی ٹھیک طرف کو پڑھیگا تو درست ہوگی یعنی اگر کوئی ایسا شخص موجود تھا جس سے قبلہ پوچھ لینا ممکن تھا مگر بدون پوچھے یا بدون تحری کے نماز پڑھی تو اگر ٹھیک قبلہ کیطرف کو پڑھی ہوگی تو درست ہوگی ورنہ درست نہوگی شامی نے کہا کہ حالۃ الاداء ظرف ہی تیقن مخالفت کا اور تقدم کو اس سے کچھ علاقہ نہین اسلیے کہ آگے پڑھنے سے تو نماز ہر صورت سے درست نہین خواہ حالت ادا مین آگے بڑھنا معلوم ہو خواہ ادا کے بعد لاعتقادہ خطاء

امامہ ولترکہ فرض المقام حالت ادا میں امام کی مخالفت معلوم کرنے والے کی نماز اسلیے نہو گی کہ اُسکو اپنے امام کے چوک جانے کا اعتقاد ہے یعنی اسکے عقیدہ میں امام کو
خطا پر سمجھتا ہے پھر اُسکا اقتدا کیسے ہوگا اور آگے بڑھنے کو معلوم کرنے والے کی نماز اس وجہ سے نہو گی کہ اُسنے مقام کے فرض کو ترک کیا یعنی اسکو امام کے پیچھے
کھڑا ہونا فرض تھا آگے بڑھنے سے یہ فرض چھوٹ گیا شامی اور طحطاوی نے کہا کہ لاعتقادہ الخ نشر مرتب ہے ومن لم یعلم ذلک فصلوتہ صحیحۃ اور جس
شخص کو حال مخالفت امام اور آگے بڑھنے کا معلوم نہوا تو اُسکی نماز درست ہے کما لو لم یتعین الامام بان رای رجلین یصلیان فائتم بواحد لا بعینہ جیسے امام کو
متعین نکرنے سے نماز درست نہیں اسطرح کہ دو شخصوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور ایک غیر معین کا اقتدا کر لیا تو صحیح نہوگا ہم ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ تشبیہ صحت نماز کی ہے حالانکہ تشبیہ عدم جواز کی ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ اُسکو لم تجز صلوتہ کے بعد ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے
شامی نے کہا کہ اگر شارح ان مسائل کو متصل نیت کے بیان کرتا یعنی پیشتر استقبال قبلہ کے تو بہتر ہوتا النیۃ عندنا شرط مطلقا نیت ہمارے نزدیک شرط ہے
سب عبادتوں میں یعنی کسی عبادت میں نیت رکن نہیں بلکہ سب میں شرط ہے البتہ تکبیر تحریمہ میں اختلاف ہے کہ اُسکو بعض نے رکن بھی کہا ہے مگر معتمد یہی ہے
کہ وہ شرط ہے ولو قرنہا بالمشیۃ فلو مما یتعلق باقوال کطلاق وعتاق بطل والا لا اور اگر الفاظ نیت کے ساتھ انشاء اللہ کہا تو اگر نیت کی ہو ان چیزوں کی جو
جو زبانی قولوں سے متعلق ہیں جیسے طلاق اور آزادی تو انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل ہو جائینگی اور اگر ایسے نہیں جو قول سے متعلق ہوں جیسے روزہ
ہی تو انکی نیت کے بعد انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل نہونگے لیس لنا من نوی خلاف ما یؤدی الا فی قول محمد فی الجمعۃ ہم کوئی صورت نہیں ایسی کہ نزدیک
ایسا کوئی نہیں جو نیت کچھ کرے اور ادا کچھ کرے مگر امام محمد کے قول پر جمعہ میں ایسی صورت ممکن ہے اور وہ قول ضعیف ہے ہم صورت جمعہ کے مسئلہ کی اسطرح ہے کہ
انکے نزدیک جمعہ نہیں ہوتا جبتک کہ نمازی کو ایک رکعت نہ ملے تو اگر کسی شخص نے دوسری رکعت کے رکوع کے بعد جمعہ میں امام کا اقتدا کیا تو وہ یہ نیت کرے
کہ مقتدی جمعہ کی نیت کرے اور بعد امام کے فارغ ہونے کے ظہر کی نماز پوری کرے پس اس صورت میں نیت تو کچھ اور کی یعنے جمعہ کی اور ادا دوسری چیز کی یعنی نماز
ظہر اس صورت کے سوا دوسری ایسی نہیں کہ نیت اور کچھ ہو اور ادا اور کچھ کذا فی الشامی المعتمد ان العبادۃ ذات الافعال تنسحب نیتہا علی کلہا قول معتمد یہ ہے
کہ عبادت بہت سے فعلوں والی کی نیت اُن سب افعال پر پہنچ جاتی ہے یعنے اسکے ہر فعل و رکن کے لیے جدا جدا نیت ضرور نہیں ایک نیت شروع میں
کافی ہے جیسے اُس عبادت میں کہ ایک ہی فعل ہو جیسا کہ روزہ کہ بلا خلاف اُسکے اول میں نیت کر لینا کافی ہے ولو افتتح خالصا ثم خالطہ الریاء اعتبر السابق شروع کیا
عمل کو اخلاص کے ساتھ پھر اس عمل میں ریا کا یعنی نمود کا خلط ہو گیا تو اعتبار سابق کا ہو گا یعنی عمل اخلاص کے ساتھ ہی رہیگا ہم شامی نے کہا کہ اسکی وجہ
شاید یہ ہے کہ نماز قابل قسمت نہیں تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ بعض خالص خدا تعالی کے لیے ہو اور بعض غیر کے لیے ہاں اگر بعض کو دکھانے کے لیے بنا سنوار کر
پڑھیگا تو اس بنانے اور سنوارنے کا کچھ ثواب نپاویگا والریاء انہ لو خلا عن الناس لا یصلی اور ریا کامل یہ ہے کہ اگر نمازی لوگوں سے علیحدہ ہوتا تو نماز نہ پڑھتا
فلو معہم یحسنہا ووحدہ لا فلہ ثواب اصل الصلوۃ پس اگر لوگوں کے ساتھ ہو کر نماز کو اچھی طرح پڑھے اور تنہا اچھی طرح نہ ادا کرے تو اُسکو اصل نماز کا ثواب ملیگا
اچھی طرح پڑھنے کا ثواب نہ ملیگا بظاہر یہ حکم فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی ولا یترک لخوف دخول الریاء لانہ امر موہوم اور نماز یا دوسرے
نیک کام کو نہ چھوڑے ریا کے داخل ہونے کے خوف سے اسلیے کہ ریا کا داخل ہونا ایک وہمی بات ہے تو وہمی بات کے لیے نیک کام کیوں چھوڑا جاسکے
ولا ریاء فی الفرائض فی حق سقوط الواجب اور نمود نہیں ہے فرضوں میں واجب کے ساقط ہونے کے باب میں یعنے ریا فرض کو باطل نہیں کرتا اور فقیہ ابو اللیث نے
نوازل میں اپنے بعض اساتذہ کا قول نقل کیا ہے کہ مذہب مستقیم یہ ہے کہ ریا اصل ثواب کو نہیں کھوتا بلکہ زیادتی ثواب کو فوت کرتا ہے تو اگر کوئی شخص ریا کے ساتھ
نماز پڑھ لیگا تو اسکے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائیگا بسبب پائے جانے شرائط اور ارکان نماز کے کذا فی الشامی قیل لشخص صل الظہر ولک دینار فصلی بہذہ النیۃ
ینبغی ان تجزیہ ولا یستحق الدینار ایک شخص سے کہا گیا کہ ظہر کی نماز پڑھ لے تجھکو ایک دینار ملیگا سو اسنے اسی ارادہ سے نماز پڑھی تو چاہیے کہ یہ نماز اسکو کافی ہو

اور وہ مستحق دینار کا نہو جس نماز کا کافی ہونا تو اسوجہ سے ہے کہ فرض مین ریا کو دخل نہین اور دینار کا استحقاق اسوجہ سے نہ ہوا کہ نماز اسکے ذمہ واجب تھی واجب پر
اجرت کا استحقاق نہین ہوتا مثلاً باپ اپنے بیٹے کو اپنی خدمت کے لیے نوکر رکھے تو بیٹا کچھ نوکری کا مستحق نہوگا اسلیے کہ باپ کی خدمت اسپر واجب ہے کذا فی الشامی
الصلوٰۃ لارضاء الخصوم لا یفید بل یصلی للہ تعالیٰ فان لم یعف خصمہ اخذ من حسناتہ نماز کا پڑھنا دشمنون کے راضی کرنے کے لیے مفید نہین بلکہ نماز اللہ تعالیٰ کے
لیواسطے پڑھے پھر اگر اسکا دشمن اپنا حق معاف نہ کریگا تو آخرت مین اُسکی نیکیون مین سے ایکر حقدار کو حوالہ کیا جائیگا ھم شارح نے اس نماز کے جواز اور عدم جواز کو
ذکر نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ مفید نہین لیکن مضمرات النوازل مین کہا کہ ایسی نماز درست نہین یعنے اگر نماز اس نیت سے پڑھے کہ خدا کیواسطے پڑھتا ہون تا کہ وہ حقدار دل
کو نیچے راضی کردے تو درست نہوگی اسلیے کہ بدعت ہے کذا فی الشامی بزازیہ انہ یوخذ لدانق ثواب سبعمائۃ صلوٰۃ بالجماعۃ بعض کتب معانی مین آیا ہے کہ ایک دانگ
کے بدلے ثواب سات سو نماز باجماعت کا لیا جائیگا اور دانگ درم کے چھٹے حصّے کو کہتے ہین اور نماز باجماعت سے غرض فرائض ہین کہ جماعت انھین مین
ہوتی ہے یعنی اگر کسی کا حق ایک دانگ دوسرے کے ذمہ ہوگا جو حال کے سکہ کے اعتبار سے پون آنے کے قریب ہوتا ہے تو اسکے عوض آخرت مین سات سو فرض
کا ثواب ظالم سے حقدار کو دلایا جائیگا ولو ادرک القوم فی الصلوٰۃ ولم یدر فرض ام تراویح ینوی الفرض فان ہم فیہ صح والا تقع نفلا اور اگر نمازی نے لوگون کو نماز مین پایا
اور یہ نجانا کہ نماز فرض پڑھتے ہین یا تراویح تو یہ شخص فرض کی نیت سے انکا شریک ہو جاے پھر اگر وہ فرض ہی مین ہونگے تو اسکا فرض بھی درست ہوگا ورنہ نماز
نفل ہو جائیگی یعنی تراویح نہوگی کیونکہ تراویح بعد فرض عشا کے ہوتی ہے کذا فی الشامی ولو نوی فرضین کمکتوبۃ وجنازۃ فللمکتوبۃ اور اگر نمازی نے نیت کی دو فرضون
کی یعنی فرض عین اور فرض کفایہ کی ایک ساتھ نیت کی چنانچہ فرض وقت اور جنازہ کی نیت تو یہ نیت صرف فرض وقت کی ہوگی اسلیے کہ فرض وقت قوی ہے
اور حقیقت مین نماز اسی کا نام ہے کہ اسمین رکوع اور سجدہ سب ارکان ہین بخلاف جنازہ کے ھم قاعدہ کلیہ اس طرح کی نیت کا یہ ہے کہ جب دو
عبادتون کو ایک نیت کے ساتھ جمع کریگا تو اگر ان دونون مین سے ایک قوی ہوگی تو نیت اسی کی ہو جائیگی اور اگر دونون برابر ہونگی تو نیت لغو
ہوگی اور کسی مین شروع کرنیوالا نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو مکتوبتین فللوقتیۃ اور اگر دو فرض کی نیت کی یعنے ایک جسکا وقت موجود ہے اور ایک جسکا وقت
ابھی نہین ہوا مثلاً ظہر کے وقت مین اور عصر کے ساتھ نیت کی تو نیت اُسکی ہوگی جسکا وقت ہے اسلیے کہ عصر کی نیت ظہر کے وقت مین درست نہین اگر نمازی
عرفات مین ہو کیونکہ ظہر کا مقدم کرنا عصر پر واجب ہے بسبب ترتیب کے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتتین فللاولی لو من اہل الترتیب اور اگر دو قضا نمازون کی
نیت کی تو انمین سے پہلی کی نیت ہوگی بشرطیکہ نمازی اہل ترتیب سے ہو ھم اہل ترتیب اُسکو کہتے ہین جسکے ذمہ شروع فرضیت نماز سے پانچ نمازین متصل باقی نہون
تو ایسا شخص اگر دو قضا نمازون کی ایک ساتھ نیت کریگا تو یہ نیت پہلی کی ہوگی اسلیے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہین ہوتی جبتک پہلی کو ادا نکرے کذا فی الشامی
والا لغا فلیحفظ اور اگر صاحب ترتیب نہو اور دو قضا نمازون کی ایک ساتھ نیت کرے تو یہ نیت لغو ہوگی کوئی سی نماز صحیح نہوگی تو اسکو یاد کرنا چاہیے ھم وجہ لغو ہونیکی
یہ ہے کہ ایک ساتھ تو دونون کا ادا ممکن نہین کیونکہ ہر ایک کو ایک فعل علیحدہ چاہیے اور خاص ایک کا ادا ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور صاحب ترتیب نہونے سے اولیت
ترتیب معتبر نہین رہی کہ اول کی نیت ہو جاتی ہے اسلیے نیت لغو ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتۃ ووقتیۃ فللفائتۃ لو الوقت متسعا اور اگر ایک قضا نماز
اور ایک وقت کی نماز کی نیت اکٹھی کی تو نیت قضا کی ہوگی بشرطیکہ وقت مین گنجائش ہو یعنی بعد قضا پڑھنے کے وقتی کو ادا کر سکے طحطاوی نے کہا کہ وقت
مین گنجائش ہونے کے سوا یہ بھی شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اگر صاحب ترتیب نہوگا تو نیت لغو ہو جائیگی اور اگر وقت تنگ ہوگا تو نیت وقتی ہی کیلیے
ہوگی خواہ صاحب ترتیب ہو یا نہو ولو فرضا ونفلا فللفرض اور اگر فرض اور نفل کی ایک ساتھ نیت کریگا تو نیت فرض کی ہوگی بسبب قوی ہونے فرض کے
ولو نافلتین کسنۃ فجر وتحیۃ مسجد فعنہما اور اگر دو نفل نمازون کی نیت کریگا جیسے سنت فجر اور تحیۃ المسجد کی تو نیت دونون کی طرف سے کافی
ہوگی یعنے دونون کا ثواب پاویگا ولو نافلۃ وجنازۃ فنافلۃ اور اگر نفل اور جنازہ کی نیت کریگا تو نفل ہوگی اسلیے کہ نفل حقیقت مین

نماز ہو اور نماز جنازہ و عاہیے ولا یبطل بنیۃ القطع مالم یکبر بنیۃ مغایرۃ اور نماز باطل نہین ہوتی قطع کی نیت سے جبتک دوسری نیت سے تکبیر نہ کہے مثلاً ایسا شخص نے فرض شروع کیا پھر نیت کی کہ فرض کو قطع کرتا ہون نفل پڑھتا ہون تو جبتک نیت نفل کے بعد اللہ اکبر نہ کہیگا تب تک اسکا فرض باطل نہوگا اور نیت مین جو غیر ہونے کی قید لگائی اس سے یہ نکلا کہ اگر پہلی نیت کے موافق نیت کریگا مثلاً ظہر کی ایک رکعت پڑھکر پھر اسنے ظہر کی نیت بدون زبان کچھ کہنے کے کرلی تو پہلی رکعت باطل نہوگی کذا فی الطحطاوی ولونوی فی صلوٰتہ الصوم صحتا اور اگر اپنی نماز مین روزہ کی نیت کی تو درست ہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہی کہ جس فعل مین مشغول ہو اسکے اندر دوسری چیز مین مصروف نہو

باب صفۃ الصلوٰۃ

یہ باب ہی نماز کی کیفیت مین شروع فی الشروط بعد بیان الشروط شروع ہو شروط کے بیان بعد شرط کے بیان سے یعنی اول نماز کی شرط کا بیان ہوا اب خود نماز کا بیان شروع ہوتا ہی لانہ مقصد کرو ہی فالکیفیۃ مشتملۃ علی فرض وواجب وسنۃ ومندوب صفت لغت مین مصدر ہی جسکے معنی وین بیان کرنا اس چیز کا جو موصوف مین ہو اور عرف مین صفت وہ کیفیت ہی جو شامل ہو فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر ہم تعریف ہی فی اطلاق صفت کی نہین بلکہ خاص صفت نماز کی ہی اور نیز اس سے مفہوم ہوتا ہی کہ صفت نماز سے مراد صفت اجزا نماز ہی کہ بعض اجزا فرض ہین اور بعض واجب اور بعض سنت اور بعض مستحب من فرائضہا التی لا تصح بدونہا التحریمۃ قائما نماز کے ان فرضون مین سے جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی ایک تکبیر تحریمہ ہی حالت قیام مین تکبیر تحریمہ سے مراد ذکر خالص ہی جو اللہ اکبر تحریم کے معنی مین کسی چیز کا حرام کرنا اور چونکہ تحریمہ کے بعد نمازی پر کلام وغیرہ مباح چیزین حرام ہو جاتی ہین اسلیے اسکا نام تحریمہ ہوا اور فرائضہا مین جو قید شارح نے لگائی کہ جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی یہ ظاہر کرنیوالی صفت ہی کیونکہ فرضون مین ایسا کوئی نہین جسکے بدون نماز صحیح ہوتی ہو اور تحریمہ حالت قیام مین چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا اور اللہ اکبر کہا تو اگر کھڑے ہونیکے قریب تھا تب تو نماز صحیح ہوگی اور جھکنے کے قریب ہوگیا تو درست نہوگی اور اسکو پہلی شرطون کے ساتھ اسلیے ذکر کیا کہ تحریمہ نماز کے ساتھ ایسی ملی ہی جیسے دروازہ گھر سے کذا فی الشامی والطحطاوی وہی شرط فی غیر جنازۃ علی القادر بہ یفتی اور تکبیر تحریمہ شرط ہی جنازے کے سوا اور نماز وین اور فرض ہی قدرت والے پر یعنے گونگے اور امی پر اس اکبر کہنا فرض نہین بلکہ جو کہ سکتا ہی اسپر فرض ہی اسی پر یعنے تحریمہ کی شرط ہونے پر فتوی ہی نہ رکن ہونے پر جو قول ہی امام محمد رحمہ کا اور جنازے کو اسلیے مستثنا کیا کہ اسمین یہ تکبیر رکن ہی مثل اور تکبیرون کے کذا فی الشامی فیجوز بناء النفل علی النفل وعلی الفرض وان کرہ جب تحریمہ شرط ہی تو درست ہی ایک نفل کی بنا دوسری پر اور نفل کی بنا فرض پر اگرچہ مکروہ تحریمی ہی ہم یعنے چونکہ تکبیر تحریمہ رکن نہین تو اگر ایک دوگانہ نفل کے بعد دوسرے کے لیے کھڑا ہو گیا تو دونون صحیح ہونگے اگر تکبیر تحریمہ رکن ہوتی تو دوسری نفل بسبب فوت ہونے رکن کے جائز نہوتی اور فرض پر بنا نفل اسلیے جائز ہوئی کہ فرض قوی ہی قوی پر بنا ضعیف کی ہوسکتی ہی اسکا عکس صحیح نہین اور وجہ مکروہ ہونے ان دونون صورتون کی یہ ہی کہ اول تو سلام مین تاخیر ہوتی ہی دوسرے ابتدا دوسرے نفل کی تحریمہ سے نہین ہوتی کذا فی الشامی والطحطاوی لا فرض علی فرض او نفل علی الظاہر نہین جائز ہی بنا فرض کی دوسری فرض پر یا نفل پر جو جب ظاہر مذہب کے ہم اسمین یہ بحث ہی کہ جب تکبیر تحریمہ شرط ہی تو چاہیے یون تھا کہ ہر نماز کی بنا دوسرے پر جائز ہوتی جیسے کسی نماز کی طہارت سے مثلاً دوسری نماز درست ہی اصطلاح اور شرطون کا حال ہی کہ انمین خصوصیت خاص نماز کی نہین پھر تحریمہ ایک فرض کی دوسری کے لیے کافی کیون نہین اسکا جواب یہ ہی کہ فرضون مین معین اور جدا ہونا مطلوب ہی تاکہ عبادت علیحدہ ہو تو اگر ایک کی بنا دوسرے پر ہو تو دونون ملکر ایک عبادت ہو جائینگی جو خلاف مقصود ہی ولاتصالہا بارکانہا روعی لہا الشروط اور بسبب متصل ہونے تکبیر تحریمہ کے ارکان نماز کے ساتھ رعایت کی گئی ہین اسکے لیے شرطین ہم یہ جواب ہی ایک سوال مقدر کا اسکی تقریر یہ ہی کہ اگر تکبیر تحریمہ شرط ہی تو اسکے لیے شرطون کی رعایت کیون کی گئی ہی شرطین تو ارکان مین ہوتی ہین شارح نے جواب دیا کہ تکبیر مین طہارت اور استقبال قبلہ وغیرہ شرطون کی رعایت اسلیے ہی کہ تکبیر متصل ہی قیام سے جو رکن ہی نماز کا یعنے جو شرطین رکن مین ملحوظ ہین وہ

بوجہ اتصال تکبیر مین ملحوظ ہوئین یہ نہین کہ خود تکبیر کے رکن ہونیکی جہت سے ملحوظ ہوئی ہون و قد منعہ الزیلعی اور زیلعی نے تکبیر تحریمہ کے لیے شرائط کی مراعات کا انکار کیا ہے یعنی امام شافعی جو اسکے رکن ہونیکی قائل ہین اور کہتے ہین کہ جو شرطین نماز کی ہین وہی تکبیر کے لیے ہین اُنکے جواب مین زیلعی نے کہا ہے کہ یہ کہان ہے کہ جو شرطین نماز کے لیے ضرور ہین وہی تکبیر کے لیے ہون مثلاً ایک شخص نے نجاست کو اٹھائے تکبیر تحریمہ کی اور تحریمہ سے فارغ ہو کر نجاست ڈال دی یا شرمگاہ کھولے تحریمہ کی اور تحریمہ کے بعد تھوڑی سی حرکت سے شرمگاہ چھپالی تو نماز درست ہوگی حالانکہ نماز مین یہ امور مفسد نماز ہین تو شرائط نماز کی رعایت تحریمہ مین نہین ثم رجع الیہ بقولہ ولکن سلم پھر زیلعی نے مراعات شروط کی طرف رجوع کیا ایسے اس قول مین کہ اگر مراعات شروط نماز تحریمہ مین مان لیجاے تو ہم یہ کہینگے کہ یہ مراعات اسلیے نہین کہ تحریمہ رکن نماز ہے بلکہ اسوجہ سے ہے کہ ادائے نماز تحریمہ سے متصل ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو زیلعی کا رجوع قرار دیا اسمین کلام ہے اسلیے کہ یہ قول بطلیل فرض و تنزل ہے نہ بطور یقین اور جزم اور رجوع وہ ہے کہ اول کا ابطال ہو مان لو کہ مراعات شروط کے ترک کرنے کو رعایت شرائط کے مان لینے پر ترجیح دینا بہتر ہے یعنی یہی اچھا ہے کہ تحریمہ مین مراعات شروط نماز کا انکار کیا جاے ورنہ جو شبہ تبیین زیلعی نے لکھی ہین وہ بند نہ ہوسکینگی طحطاوی نے کہا کہ جب شارح نے زیلعی کے قول کو بلفظ رجوع بیان کیا تو اس سے یہ نکلتا تھا کہ شاید یہی قول معتمد ہوگا اسلیے شارح نے اس جملے سے اس وہم کو دور کردیا لکن یقول الاحتیاط خلافہ مگر ہم یہ کہتے ہین کہ احتیاط اسکے خلاف ہے یعنی ہر چند تلویح کے قول سے ترجیح عدم مراعات کی معلوم ہوتی ہے مگر احتیاط کی صورت یہ ہے کہ مراعات شروط کو مان لیا جاے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر عبارت بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار سے یہ ہے کہ عدم مراعات پر اعتماد ہو وعبارۃ البرہان وانما اشترط لہا ما اشترط للصلوٰۃ لا باعتبار کونہا رکنا بل باعتبار اتصالہا بالقیام الذی ہو رکنہا اور عبارت برہان کی یہ ہے کہ تحریمہ کے لیے جو وہ چیز شرط ہوئی جو نماز کے لیے ہے تو وہ باعتبار تحریمہ کے رکن ہونیکی نہین بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ تحریمہ قیام سے متصل ہے جو نماز کا رکن ہے ومنہا القیام بحیث لو مد یدیہ لا ینال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا جسکے بدون نماز نہین ہوتی کھڑا ہونا ہے اسطرح کہ اگر کھڑا ہوا اپنے دونون ہاتھ پھیلاوے تو اسکے دو گھٹنون کو نہ پہنچین یعنی اگر نماز مین خوب سیدھا نہو گا کسیقدر جھکا ہو گا تو فرض ادا ہو جائیگا لیکن جب اتنا جھکیگا کہ ہاتھ گھٹنون کو لگ جائین تو فرض ادا نہو گا ومفروضہ وواجبہ ومسنونہ ومندوبہ بقدر القراءۃ فیہ اور مقدار قیام کے فرض اور واجب اور مسنون اور مستحب ہونے کی تحدید اُسکے اندر قرات کی مقدار پر یعنے قیام مقدار ایک آیت کی فرض ہے اور بقدر سورۂ فاتحہ اور دوسری صورت یا تین چھوٹی آیتون کے واجب ہے اور وتر مین اتنا قیام جسمین سورۂ اعلی اور کافرون اور اخلاص پڑھی جاے مسنون ہے اور صبح مین طوال مفصل کے پڑھنے کی قدر مستحب ہے غرضکہ نماز مین جسقدر قرات فرض یا واجب وغیرہ ہے اسیقدر قیام بھی فرض و واجب وغیرہ ہے فلو کبر قائما فرکع ولم یقف صح لان ما اتی بہ من القیام الی ان یبلغ الرکوع یکفیہ قنیۃ پس اگر کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا اور اللہ اکبر اور رکوع کے درمیان مین وقفہ نہین کیا تو قیام صحیح ہوگیا اسلیے کہ جتنا قیام اُسنے رکوع مین پہونچنے تک کیا اُسی قدر کافی ہے کذا فی القنیہ یعنے رکوع مین جھکنے کے وقت بھی جب تک گھٹنون تک ہاتھ نہ پہونچینگے قیام ہی مین داخل ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت اُس شخص کے حق مین ممکن ہے جسپر قرات نہو جیسے امی یا مقتدی جو امام کو رکوع مین پاوے یا کہ وہ ادنے قرات پر اقتصار کرے شلا ثم نظر کہے فی فرض وملحق بہ کنذر وسنۃ فجر فی الاصح قیام فرض ہے فرض نماز مین اور جو فرض سے ملحق ہے جیسا کچھ نماز نذر سنت فجر صحیح تر قول مین یعنے فجر کی سنتین بعضون کے نزدیک واجب ہین تو اُنکے وجوب کی رعایت سے جو اُنکو مسنون کہتے ہین وہ بھی قیام کو انمین فرض کہتے ہین خلاصہ مین ہے کہ فجر کی سنتین بدون عذر کے بیٹھ کر جائز نہین بالاجماع چنانچہ یہی روایت ہے حسن کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے لقادر علیہ وعلی السجود قیام فرض ہے اُس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیہ دون السجود ندب ایماؤہ قاعدا پھر اگر صرف قیام پر قادر ہو نہ سجدہ پر تو مستحب ہے اشارہ سے پڑھنا بیٹھ کر اسلیے کہ قیام ذریعہ ہے سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہین

[Margin:] یعنے عمدہ عبادت سجدہ ہے اور قیام اُسکا وسیلہ ہے اور سجدہ اصل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ تنہا بدون قیام عبادت ہو سکتا ہے جیسے سجدہ تلاوت اور ...

تو ضرور ہی کہ بھی ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ میں اشارہ ہے کھڑے ہوکر پڑھنا بھی جائز ہی وکذا من یسیل جرحہ لو سجد اور اسی طرح
اشارہ سے بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہی اُس شخص کو کہ اگر سجدہ کرے تو اسکا زخم بہنے لگے کیونکہ یہ شخص بھی گویا سجدہ سے عاجز ہی اسلیے کہ سجدہ کرنے سے
وضو ٹوٹتا ہی تو جب سجدہ ساقط ہوا تو قیام بھی ساقط ہوا کذا فی الحلبی وقد یتحتم القعود کمن یسیل جرحہ اذا قام او یسلسل بولہ او یبدو ربع عورتہ
او یضعف عن القراءۃ اصلا او عن صوم رمضان اور کبھی لازم ہوتا ہی بیٹھ کر پڑھنا مثلاً کھڑے ہونے سے کسی شخص کا زخم بہنے لگے یا پیشاب
جاری ہو جاوے یا چوتھائی شرمگاہ کھلجاوے یا قرأت سے بالکل عاجز ہو جاوے یعنی قدر فرض بھی نہ پڑھ سکے یا قیام کی جہت سے رمضان
کے روزہ سے عاجز ہو تو ان صورتوں میں بیٹھ کر پڑھے کیونکہ کھڑے ہونے سے یا طہارت جاتی رہیگی یا ستر یا قرأت یا روزہ اور انکا کوئی بدل
نہوگا اور قیام کو ترک کرنے سے بیٹھنا اسکا خلیفہ ہو جائیگا ولو ضعف عن القیام الخروج الی جماعۃ صلی فی بیتہ قائما بہ یفتی خلافا للاشباہ اور اگر جماعت
کے لیے نکلنا نمازی کو قیام سے عاجز کردے یعنی جماعت میں جانے سے اتنی طاقت نہیں رہتی کہ پھر کھڑا ہوکر جماعت کا شریک ہو تو اپنے گھر میں
کھڑا ہوکر نماز پڑھے جماعت میں نجاوے اسی کا فتوےٰ ہی اسلیے کہ قیام فرض ہی اور جماعت سنت موکدہ تو اسکے لیے فرض کو نہ چھوڑنا چاہیے
بخلاف قول اشباہ کے کہ اشباہ میں یہی ہے اسکی تصحیح کی ہی کہ جماعت کے لیے جاوے اور بیٹھ کر شریک ہو ومنہا القراءۃ لقادر علیہا کما سیجی اور ایک
فرض نماز کا قرأت ہی اُس شخص کے لیے جو قرأت پر قادر ہو جیسا کہ فصل آیندہ میں مذکور ہوگا وہی رکن زائد عند الاکثر اور قرأت رکن زائد ہی اکثر فقہا کے
نزدیک ہم رکن کی دو قسمیں ہیں ایک اصلی اور ایک زائد رکن اصلی وہ ہی کہ بدون ضرورت اور بدون عوض کے ساقط نہیں ہوتا مثل قیام کے
اور زائد وہ ہی کہ بدون موجود ہونے ضرورت کے بھی بعض صورتوں میں ساقط ہوجاتا ہی اور اسکا کوئی قائم مقام بھی نہیں ہوتا جیسے قرأت لسقوطہا
بالاقتداء بلا خلف یعنی بسبب ساقط ہونے اس رکن کے مقتدی ہونے سے بدون نائب کے یعنی مقتدی سے قرأت ساقط ہوجاتی ہی اور اسکا خلیفہ کچھ
نہیں ہوتا بخلاف اور ارکان کے کہ اگر وہ ساقط ہوتے ہیں تو دوسری چیز انکا عوض ہوتی ہی مثلاً جس شخص پر سے رکوع اور سجدہ ساقط ہوتا ہی تو اشارہ ان
دونوں کا قائم مقام ہوتا ہی ہم یہاں یہ اعتراض ہی کہ رکن وہ ہی جو داخل ماہیت ہو تو وہ زائد کیسے ہوسکتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ رکن ہونا ایک حالت میں ہی
اور زائد ہونا دوسری حالت میں یعنی جب ایسی حالت ہو کہ قرأت ہونے سے نماز ہوتی ہو اور نہونے سے نہوتی ہو تب تو اسکو رکن کہینگے جیسے تنہا نماز
پڑھنا اور جب ایسی حالت ہو کہ قرأت کے نہونے سے نماز ہوجاتی ہی تو اسوقت اسکو زائد کہینگے کذا فی الطحطاوی والشامی ومنہا الرکوع بحیث لو مد یدیہ
نال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا رکوع ہی یعنی اسطرح جھکنا کہ اگر اپنے دونوں ہاتھ پھیلادے تو دونوں زانو کو پکڑلے اس سے معلوم ہوا کہ صرف سر کا
جھکانا رکوع میں کافی نہیں اور یہ صورت کھڑے ہوکر رکوع کرنے کی ہی اور اگر بیٹھ کر رکوع ہو تو پیشانی مقابل زانو کے آجانی چاہیے کذا ذکرہ
ابو السعود ومنہا السجود بجبہتہ وقدمیہ ووضع اصبع واحدۃ منہا شرط اور ایک فرض نماز کا سجدہ کرنا ہی اپنی پیشانی اور دونوں قدموں سے اور ایک
انگلی کا لگانا دونوں پاؤں سے شرط ہی سجدہ کے درست ہونے کے لیے یعنی اگر دونوں پاؤں زمین سے بالکل اُٹھے رہینگے تو سجدہ درست نہوگا
وتکرارہ تعبد ثابت بالسنۃ کعدد الرکعات اور مکرر کرنا سجدہ کا متعلق عبادت ہی حدیث سے ثابت ہی مثل رکعتوں کے شمار کے ہم یعنی سجدہ کے
دوبارہ کرنے کی کوئی وجہ عقلی نہیں صرف متعلق بعبادت ہی اور بعضوں نے کہا کہ دو بار سجدہ شیطان کی مخالفت کرنے کے لیے ہوا کہ اسنے ایکبار کیا
ہم دوبار کرتے ہیں بحر الرائق میں کہا کہ آیت قرآنی سے سجدہ کا تکرار نہیں مفہوم ہوتا مگر حدیث اور اجماع سے ثابت ہوا جیسے شمار رکعات کا انہیں دونوں سے
ثابت ہی ومنہا القعود الاخیر اور ایک فرض نماز کا قعدہ اخیرہ ہی والذی یظہر انہ شرط لانہ شرع للخروج کالتحریمۃ للشروع اور جو بات ظاہر ہی وہ یہ
ہی کہ قعدہ اخیرہ شرط ہی اسلیے کہ وہ مشروع ہوا ہی نماز سے خارج ہونے کو جیسے تکبیر تحریمہ مشروع ہوئی ہی نماز کے شروع کرنے کو یعنی قعدہ اخیرہ مقصود

بالاتفاق نہیں ذریعہ خروج ہی طحطاوی نے کہا کہ یہ علت شرط ہونے کے لیے کافی نہیں کیونکہ قیام بھی ذریعہ سجدہ کا ہی حالانکہ وہ رکن ہی نہ شرط اور قعدہ
اخیرہ مین اختلاف ہی بعض کے نزدیک رکن اصلی ہی اور بعض کے نزدیک شرط اور بعض کے نزدیک رکن زائد پھر اسمین بھی اختلاف ہی کہ فرض ہی یا واجب مگر ظاہر
یہی ہی کہ فرض ہی اور رکن ہی وصحح فی البدائع انہ رکن زائد فحنث من حلف لا یصلی بالرفع من السجود اور بدائع مین تصحیح کی ہی اس بات کی کہ قعدہ اخیرہ
رکن زائد ہی اسوجہ سے کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ نماز نہ پڑھونگا تو اسکی قسم سجدہ سے سر اٹھانے پر ٹوٹ جاتی ہی اگر قعدہ اخیرہ رکن اصلی ہوتا تو جبتک وہ نہ ہو چکتا قسم
نہ ٹوٹتی وفی السراجیۃ لا یکفر منکرہ اور سراجیہ مین ہی کہ قعدہ اخیرہ کا منکر کافر نہین شامی نے کہا کہ مراد منکر سے اسکی فرضیت کا منکر ہی اسلیے کہ بعض کے نزدیک قعدہ
اخیرہ واجب ہی اور اگر اسکی اصل مشروع ہونے کا منکر ہوگا تو کافر ہو جانا چاہیے کیونکہ اسکا ثبوت حق ہی بالاجماع قدر ادنی قراءۃ التشہد الی عبدہ ورسولہ
بلا شرط والاۃ وعدم فاصل قعدہ اخیرہ فرض ہی مقدار کم سے کم تشہد پڑھنے کی عبدہ ورسولہ تک بدون شرط پیہم بیٹھنے اور نہ فاصلہ نکرنے کے یعنی قعدہ
اخیرہ اتنی دیر کا صحیح ہوگا جسمین جلد جلد بصحت الفاظ کے ساتھ التحیات پوری عبدہ ورسولہ تک پڑھ سکے اور اسقدر بیٹھنے مین پیہم ہونا اور فاصلہ نکرنا
شرط نہیں لما فی الولوالجیۃ صلی اربعا وجلس لحظۃ فظنہا ثلثا فقام ثم تذکر فجلس ثم تکلم فان کان الجلستین قدر التشہد صحت والا لا والاۃ کی شرط اسلیے
نہیں کہ ولوالجیہ مین یہ مسئلہ ہی کہ ایک شخص چار رکعتین پڑھ کر ایک لحظہ بیٹھا پھر انکو تین رکعتین سمجھکر اٹھا پھر یاد کرکے بیٹھ گیا پھر بول پڑا تو اگر دونوں
بار کا بیٹھنا مقدار التحیات کے ہوگا تو نماز اسکی صحیح ہوگی اور اگر اسقدر نہوگا تو صحیح نہوگی تو دیکھو اس صورت مین بیٹھنا پیہم نہیں بیچ مین اٹھنا بھی
موجود ہی ومنہا الخروج بصنعہ کفعل المنافی لہا بعد تمامہا وان کرہ تحریما اور ایک فرض نماز کا باہر ہونا نمازی کا ہی اپنے کام سے چنانچہ اسکا کرنا
وہ کام جو مخالف ہی نماز کے بعد پورا ہونے ارکان نماز کے اگرچہ ایسا کام کرنا مکروہ تحریمی ہی مراد خروج سے بذریعہ اپنے فعل کے سلام
پھیرنا ہی کہ لفظ السلام کہنا واجب ہی اور اسکی جگہ دوسرا فعل قصداً مخالف نماز کرنا مثل کھانے اور پینے اور باتین کرنے کے مکروہ تحریمی ہی بسبب ترک کرنے
واجب یعنی لفظ سلام کے اگرچہ نماز فاسد نہین ہوتی اور نماز کی تمامی کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ایسا فعل قبل تمامی کے ہوگا مثلاً قعدہ سے پیشتر تو وہ بالاتفاق
نماز کا مفسد ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی والصحیح انہ لیس بفرض اتفاقا قالہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف وفی المجتبی وعلیہ المحققون اور صحیح یہ ہی
کہ خروج بصنعہ فرض نہین باتفاق امام اور صاحبین کے کہا ہی اسکو زیلعی وغیرہ نے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اور مجتبی مین ہی کہ اسی پر
ہین تحقیق والے ہم اپنے فعل کے ساتھ نماز سے باہر آنا امام اعظم رح سے صراحۃً نہین ثابت ہی کہ فرض ہی بلکہ احمد بن حسین بردعی نے ان بارہ مسائل
سے جو مفسدات نماز کے پیشتر مذکور ہین اور جنمین بعد تمامی ارکان نماز کے امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین ہوتی یہ
نکالا کہ خروج بصنعہ امام کے نزدیک فرض ہی حالانکہ بردعی کی راے غلط ہی کیونکہ ان مسائل مین نماز کا باطل ہونا اسوجہ سے نہین کہ خروج بصنعہ نہ پایا گیا تو
ایک فرض چھوٹ گیا بلکہ اسوجہ سے بطلان ہی کہ نماز کے اندر ایسے عوارض پیش ہوتے ہین جنسے فرض اور رکا اور ہو جاتا ہی چنانچہ معلوم ہوگا کذا فی الشامی وبقی
من الفروض تمییز المفروض اور ماتن نے جو فرض مذکور کیے انہین اتنے فرض اور باقی رہے اول جدا کرنا مفروض کا حلبی نے کہا کہ تمییز مفروض سے
یہ غرض ہی کہ جتنی نمازین اسپر فرض ہین انکو تمیز کرے انسے جو فرض نہین یہانتک کہ اگر کوئی شخص پانچ نمازون کے فرض ہونے کو نجانتا ہو مگر انکے
اوقات مین انکو پڑھ لیا کرتا ہو تو یہ پڑھنا اسکو کافی نہوگا اور طحطاوی نے تمیز مفروض کے یہ معنی کہے ہین کہ سجدہ ثانیہ کو پہلے سجدہ سے جدا کرے
یعنی سجدہ اول فرض ہی تو دوسرے کو اس سے جدا کرنا چاہیے اسطرح کہ دونون کے بیچ مین سر اٹھا دے اگر بدون سر اٹھانے کے سجدہ ثانیہ ادا
کریگا تو نماز نہوگی والترتیب القیام علی الرکوع والرکوع علی السجود والقعود الاخیر علی ما قبلہ دوسرا فرض جو ماتن نے بیان نکیا ترتیب ہی نماز
کے ارکان مین یعنی مقدم کرنا قیام کا رکوع پر اور رکوع کا سجدہ پر اور موخر کرنا قعدہ اخیرہ کا اسکے پیشتر کے ارکان سے حلبی نے کہا کہ اگر تاخ

سب کو ایک طرح پر بیان کرتا تو اچھا ہوتا یعنی یوں کہتا کہ تقدیم قیام کی رکوع پر اور رکوع کی سجدہ پر اور سجدہ کی قعدہ اخیرہ پر پس اگر اس ترتیب کے خلاف
کریگا تو نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الطحطاوی واتمام الصلوٰۃ تیسرا فرض جو اُن کے بیان سے رہگیا نماز کا پورا کرنا ہے یعنی ایسی طرح ادا کرنا کہ اُسکا کوئی فرض
نہ چھوٹے ہم طحطاوی نے ابوالسعود سے نقل کیا کہ شارح کے اس قول کے بعد کہ قعدہ اخیرہ کو ماقبل کے ارکان سے مؤخر کرنا اسکی حاجت نہیں کہ نماز کے تمام کو
جدا فرض کہا جاسے کیونکہ اُس سے اتمام نماز کا خود لازم آتا ہے والانتقال من رکن الی آخر چوتھا فرض ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جانا ہے ومتابعتہ
لامامہ فی الفرض پانچواں فرض اپنے امام کی پیروی ہے فرضوں کے اندر یعنی ہر رکن میں امام کے ساتھ یا اسکے بعد شریک ہو اس سے پیشتر ادا کرے
ورنہ نماز نہوگی اور فرضوں کی قید اسلیے لگائی کہ اگر واجب اور سنت نمازوں میں متابعت ترک کریگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی وصحۃ صلوٰۃ امامہ
فی رایہ چھٹا فرض یہ ہے کہ اپنے عقیدہ میں اپنے امام کی نماز کو صحیح جانتا ہو مثلاً شافعی مذہب امام نے اپنی ناک یا عورت کو چھولیا اور اسکے پیچھے کسی حنفی نے
اقتدا کیا تو حنفی کی نماز درست ہوگی کیونکہ اسکے نزدیک یہ دونوں باتیں ناقض وضو نہیں وعدم تقدمہ علیہ ساتواں فرض مقتدی کا آگے نہ بڑھنا ہے
امام پر یعنی ایڑیاں امام سے آگے قبلہ کی جانب نہ ہوں وعدم مخالفتہ فی الجہۃ آٹھواں فرض جہت میں امام کے مخالف نہونا یعنی اقتدا اور
ادا کے وقت یہ جانتا ہو کہ امام کا منہ اور طرف ہے ورنہ نماز نہوگی چنانچہ پہلے گذرچکا وعدم تذکر فائتۃ وعدم محاذاۃ امرأۃ بشرطہما نواں
فرض نہ یاد ہونا قضا نماز کا ہے اور دسواں فرض نہ برابر ہونا کسی عورت کا ہے جب شرط ان دونوں کے پائی جاوے یعنی قضا کے یاد ہونے کی فرضیت میں
یہ شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اور وقت میں گنجائش ہو اور عورت کے برابر ہونے میں وہ شرط ہے جو امامت کے بیان میں مذکور ہوگی وتعدیل
الارکان عند الثانی والائمۃ الثلاثۃ گیارہواں فرض ارکان نماز میں تعدیل ہے امام ابویوسف اور باقی تین اماموں شافعی اور مالک اور احمد کے
نزدیک ہم تعدیل لغت میں برابر کرنے کو کہتے ہیں اور شرعاً اعضا کا ساکن کرنا رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ میں یعنی ان ارکان کو اطمینان کے ساتھ
ادا کرنا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا قال العینی وھو المختار واقرہ المصنف وبسطناہ فی الخزائن عینی نے کہا اور تعدیل ارکان کا فرض ہونا ہی مختار ہے
اور اسکو مصنف نے ثابت رکھا ہے اور ہمنے خزائن الاسرار میں مفصل لکھا ہے وشرط فی ادائہا ای ہذہ الفرائض اور شرط ہے ان فرائض یعنی
ارکان کے ادا کے لیے اختیار یعنی بیداری ہم شرط بصیغہ مجہول ماضی ہے اُسکا نائب فاعل لفظ الاختیار بعد نظم کے مذکور ہے قلت بلغت نیفا وعشرین
وقد نظم الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ للتحریمۃ عشرین شرطا ولغیرہا ثلاثۃ عشر فقال میں کہتا ہوں کہ اس شرط اختیار کے ساتھ شرطیں کچھ اوپر
بیس یعنی اکیس ہوگئیں اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ میں تحریمہ کے لیے بیس شرطیں اور اسکے سوا باقی نماز کے لیے تیرہ شرطیں نظم کی
ہیں چنانچہ کہا ہے ۵ شروط التحریمۃ حظیت بجمعہا ٭ مہذبۃ حسنا مدی الدہر تزہر ٭ کچھ شرطیں ہیں تکبیر تحریمہ کی بہرہ ور ہوا میں اُنکے اکٹھا کردینے سے
حالانکہ وہ شرطیں آراستہ ہیں خوبی سے اور زمانہ بھر چمکتی ہیں ۵ دخول لوقت واعتقاد دخولہ ٭ وستر وطہر والقیام المحرر ٭ وہ شرطیں یہ ہیں
داخل ہونا وقت فرض کا اور اعتقاد یا غلبہ ظن وقت کے داخل ہونے کا کیونکہ دخول وقت میں شک کرکے شروع کریگا تو کافی نہوگا اور ستر عورت اور
طہارت حدث سے اور بدن اور کپڑے اور مکان کی نجاست سے اور قیام تنقیح کیا ہوا یعنی قدرت والے کے لیے سیدھا کھڑا ہونا کہ ہاتھوں سے گھٹنے
نہ پکڑسکے ۵ ونیۃ اتباع الامام ونطقہ ٭ وتعیین فرض او وجوب فیذکر ٭ اور نیت امام کی متابعت کی مقتدی کے حق میں اور بولنا تکبیر کا اس
طرح کہ اپنے آپ اچھی طرح سن لے اور معین کرنا فرض یا واجب کا نیت میں کہ ظہر ہے یا عصر ادا ہے یا قضا پھر نمازی ذکر کرے یعنی اگلے شعر میں جو ذکر خالص کہتا ہے
اسکو منہ سے ادا کرے ۵ بجملۃ ذکر خالص عن مرادہ ٭ وبسملۃ عجز باران ہو لیقدر ٭ ایک جملہ ذکر کا جو خالص ہو اسکی حاجت سے یعنی اللہ اکبر کہ
اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہم اغفرلی کہیگا تو تحریمہ درست نہوگی کیونکہ یہ جملہ خالی حاجت سے نہیں اور خالص ہو وہ جملہ بسم اللہ سے کہ بسم اللہ سے بھی

تحریمہ صحیح نہیں چنانچہ چنانچہ یہیں ہے اور وہ جملہ عربی ہو اگر نمازی عربی پر قادر ہو اور اگر عاجز ہوگا تو فارسی جائز ہے یہی تحریر صحیح ہے شامی نے کہا کہ اسکے آگے آویگا کہ نماز کا
اگر نماز کا واسطے عربی زبان کے بھی درست ہے بالاتفاق اگرچہ نمازی عربی پر قادر ہو ہان فارسی مین قرأت صحیح نہین ہے ؀ وعن ترک ہاء والہاء جلالتہ ٭ وعن
مد ہمزاتیہ و باء بر باء اکبر یہ اور خالی ہو لفظ اللہ اکبر چھوڑنے سے ہا ہی لیعنی الف دوم لفظ اللہ کے اور خالی ہو چھوڑنے ہا لفظ اللہ سے اور خالی ہو دونون ہمزون کے
درست لیعنی اللہ کے ہمزہ پر مد ہو نہ اکبر کے اور خالی ہو اکبر کی ب کے مد سے کہ ان باتون سے معنی بگڑ جاتے ہین ؀ وعن فاصل فعل کلام مباین ٭ وعن
... و مثال اسکا لیعنی یہ اور خالی ہو وہ جملہ بیچ مین آنے والے فعل نماز کے مخالف سے جیسے اگر نیت کے بعد کپڑے یا بدن سے کھیل کیا پھر تحریمہ کی تو درست نہوگی
... یا کلام فاصل نماز کے مخالف سے مثلاً نیت کر کے کچھ کلام دنیاوی کیا پھر اللہ اکبر کہا تو درست نہوگا اور خالی ہو اللہ اکبر کے پیشتر کہنے سے لیعنی ایسا نہو کہ اول
اللہ اکبر کہہ پھر نیت کرے ورنہ نیت صحیح نہوگی اور مثل تیرا ای مخاطب معذور رکھتا ہے یہ جملہ ناظم نے اپنے انکسار سے کہا کہ مخاطب اگر کوئی خلل الفاظ مین دیکھے تو ناظم کا عذر
قبول کرے کہ نظم مین تنگی الفاظ کی مجبوری ہو جاتی ہے ؀ فدونک نہی ستیتا النبلہ ٭ لعلک تحظی بالقبول وتشکر ٭ پس ان باتون کو لے سیدھی باندھنے والا افتا
کیا ہوا لیعنی شعر والا پر قبلہ رخ ہونا ہی بعیدہ واسطے کے حق مین تاکہ تو بہرہ پاوے ان اشعار کے قبول کا اور شکر گذار ہو اللہ تعالیٰ کا کہ اسنے ایسی نعمت دی یا شکر گزار ہو ناظم کا
کہ شروط متفرق کو نظم سے ایک جا کر دیا ؀ فجملتہا العشرون بل زید غیرہا ٭ وناظمہا یرجو الجواد فیغفر ٭ تو مجموعہ ان شرطون کا بیس ہوا بلکہ انکے سوا زیادہ بھی
کی گئی ہین مثلاً مطلق نماز کی نیت اور اعتقاد طہارت کا اور تمیز مفروض اور نظم کرنے والا ان شرطون کا توقع رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بہت جود کرنے والے سے کہ وہی
اسکی مغفرت فرمائیگا ؀ وازکی صلوٰۃ مع سلام لمصطفیٰ ٭ وخیرۃ خلق اللہ للدین ینصر ٭ اور عمدہ درود سلام کے ساتھ مخصوص ہے سرور کائنات حضرت
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو ذریعہ ہین اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے اور دین کے مددگار ہین ؀ واختمہا من بعد ذاک لغیرہا ٭ فاتمہ عشر للمصلین تظہر ٭
اور اضافہ کیا ہین سے بعد بیان ان شرطون کے تحریمہ کے سوا اور نماز کے لیے تیرہ شرطون کو جو نمازیون کے لیے ظاہر ہوتی ہین ؀ قیام کے فی الفرض مقدار آیتہ
وللفرض فی رکعتین منہ تخیر ٭ اور وہ شرطین یہ ہین کھڑا ہونا بقدر ایک آیت کے فرض نماز مین اور جو فرض سے ملحق ہو لیعنے واجب اور سنت فجر مین اور فرض کی دو
رکعتون مین تیری قرأت لیکن تجکو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے اول کی دو مین پڑھ چاہے پچھلی دو مین ؀ وفی رکعات النفل والوتر فرضہا ٭ ومن کان مؤتما
فعن تلک یحظر ٭ اور نفل اور وتر کی سب رکعتون مین قرأت فرض ہے اور جو مقتدی ہو وہ اس قرأت سے منع کیا جاتا ہے لیعنے اسکے حق مین قرأت مکروہ تحریمی
ہے کیونکہ امام کی قرأت اسکی قرأت ہے بموجب حدیث کے اور نفل کی سب رکعتون مین قرأت اسلیے فرض ہوئی کہ ہر ایک دوگانہ اسکا نماز علیحدہ ہے اور وتر
بھی مشابہ نفلون کے ہے اس اعتبار سے کہ اسکے لیے اذان و تکبیر نہیں ہوتی کذا فی الشامی ؀ وشرط سجود فالقرار لجبہتہ ٭ وقرب قعود حد فصل محرر ٭ اور
سجدہ کی شرط پیشانی کا ٹھہر جانا ہے لیعنے ایسی طرح کہ اگر نمازی مبالغہ کرے تو اسکا سر نیچے نہو جاوے جیسا رکھا تھا اسی حالت پر رہے اس سے معلوم ہوا کہ
اگر چاول یا مسور وغیرہ کے ڈھیر پر سجدہ کریگا تو جائز نہوگا ہان اگر غلہ گون مین بھرا ہوگا تو درست ہوگا کیونکہ اس صورت مین قرار ممکن ہے اسیطرح روئی اور
گدیلے پر درست نہوگا لیکن اگر سر رکھنے سے زمین کی سختی محسوس ہوگی تو درست ہوگا اور بیٹھنے کے قریب ہو جانا حد فاصل دونون سجدون کی تحقیق ہوئی
ہے لیعنے ایک سجدہ کے بعد دوسرے کے لیے اتنا اٹھے کہ بیٹھنے کے قریب ہو جاوے تب نماز درست ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بعض فقہا نے جو ادنی سر اٹھانے
کو حد ٹھہرایا ہے وہ قول منقح نہیں ہے ؀ وبعد قیام فالرکوع فسجدۃ ٭ وثانیۃ قد صح عنہا التوخر ٭ اور بعد قیام کے فرض رکوع ہے پھر سجدہ اور ساتوان فرض
ترتیب ہے جو ناظم کے قول بعد اور حرف ف سے سمجھی جاتی ہے اور دوسرا سجدہ پہلے سجدہ سے موخر کرنا صحیح ہے لیعنے دونون سجدون مین ترتیب فرض
نہیں بلکہ واجب ہے اور دوسرے سجدہ کی تاخیر آخر نماز تک صحیح ہے ؀ علی ظہر کف او علی فضل ثوبہ ٭ اذا طہر الارض الجواز مقرر ٭ جبکہ زمین پاک ہو تو اپنی
ہتھیلی پر یا اپنے کپڑے کی زیادتی پر مثلاً آستین یا دامن وغیرہ پر سجدہ کرنیکا جواز ثابت ہے ہم خلاصہ اس شعر کا آٹھوین فرض کا بیان کرنا ہے لیعنی آٹھوان فرض

سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا ہی گو سجدہ ہتھیلی یا زانو کپڑے پر ہو سے ہو وکذا فی حال فطر شارکت پس سجدہ تہا عند ازدحام ناکس یخفر پس سجدہ کرنا تیرا اونچی جگہ مین
اور اُس شخص کی پشت پر جو نماز کے سجدہ مین تیرا شریک ہو وقت انبوہ اور بھیڑ کے معاف ہی ہم یہ بیان کر چکے ہین فرض کا یعنی سجدہ بالشت بھر زمین سے اونچی
جگہ پر ہو اور اگر بھیڑ کی جہت سے یا اور کسی عذر سے ہو تو معاف ہی اسی طرح اگر کثرت آدمیون کی جہت سے نمازی کسی شخص کی پشت پر سجدہ کرے بشرطیکہ وہ شخص بھی
وہی نماز پڑھتا ہو جو نمازی پڑھتا ہی تو یہ بھی معاف ہی کذا فی الشامی سے اور ک افعال الصلوٰۃ بنفسہ ودرتمیز مفروض علیک مقرر اور ک تیرا نماز کے افعال کو بیداری
مین اور تمیز مفروض کی تمییز مقرری سے وختم افعال الصلوٰۃ قعودہ اور فی صنعہ عنہا الخروج حضر اور ختم کرنا ہی نماز کے افعال کو قعدہ کرنا نمازی کا اور
باہر آنا نماز سے بسبب اپنے فعل کے منقح ہو شامی نے کہا کہ فی ہی سب ہی اور عنہا متعلق خروج ہی اور ضمیر صلوٰۃ کی طرف ہی الاختیار اسے الاستیقاظ
اور سے فرض کے لیے اختیار شرط ہی یعنی ہوش مین ہونا اور جاگنا ہم ایک نسخہ مین وشرط فی ادائہا الاختیار ہی چونکہ ماتن کے قول مین وشرط فی ادائہا الخ دیکھا ہی
تو شارح کا مکرر لانا فضول ہی لیکن البتہ بسبب دور پڑ جانے قول ماتن کے اعادہ اسکا خالی فائدہ سے نہین فالو رکع او سجد ذاہلا کل الذہول اجزاہ تو اگر رکوع کیا
یا سجدہ کیا بالکل غفلت کی حالت مین تو اسکو کافی ہوگا لیکن غفلت اور بھول مخالف اختیار کے نہین بلکہ سونا اسکے مخالف ہی چنانچہ ماتن کہتا ہی فان اتی بہا
او باحدہا بان قام او قرا او رکع او سجد او قعد الاخیر نائما لا یعتد بہا بل یعیدہ ولو القرأۃ او القعدۃ علی الاصح پس اگر ادا کیا سب فرضون کو یا انمین
سے ایک کو سونے کی حالت مین اسطرح کہ سونے مین قیام کیا یا قراءت کی یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ اخیرہ کیا تو جو رکن سونے مین ادا کیا وہ معتبر نہوگا بلکہ
اسکو دوبارہ ادا کرے اگرچہ قراءت یا قعدہ ہو صحیح تر قول کے بموجب ہم قول غیر اصح قراءت اور قعدہ کے باب مین فتح القدیر کا قول ہی کہ اسکے نزدیک یہ دونون
رکن سونے کی حالت مین بھی معتبر ہوتے ہین کذا فی الشامی وان لم یعدہ فسد لصدورہا لا عن اختیار فکان وجودہا کعدمہا والناس عنہا غافلون اور
اگر جس رکن کو سوتے ہوے ادا کیا اسکو نہ دہراویگا تو نماز فاسد ہو جاویگی بسبب سرزد ہونے اُس رکن کے بے اختیاری سے تو اسکا وجود اور عدم برابر
ہو گیا اور لوگ اس سے غافل ہین یعنی ایسے ارکان کو دوبارہ نہین پڑھتے جنکو سونے کی حالت مین ادا کیا ہو فلو اتی النائم برکعۃ تامۃ فسدت صلوٰتہ لانہ زاد
رکعۃ وہی لا تقبل الرفض پھر اگر سونے والے نے ایک رکعت پوری ادا کی تو اسکی نماز فاسد ہو جاویگی اسلیے کہ اُسنے ایک رکعت زیادہ کر دی حالانکہ وہ رکعت ترک
کو قبول نہین کرتی یعنی سوتے مین جو رکعت ادا کی وہ غیر معتبر ہوئی اُسکے عوض دوسری رکعت ادا کی تو اب پوری نماز مین ایک رکعت بڑھ گئی اور ایسا ہو نہین سکتا
کہ قدر غیر معتبر کو ترک کر کے باقی کو صحیح کہا جاوے جیسے چار رکعتون کی جگہ کوئی پانچ پڑھ دے تو نماز درست نہین ہو سکتی اسی طرح یہ نماز بھی درست نہین ولو رکع
او سجد فنام فیہ اجزاہ لحصول الرفع والوضع بالاختیار اور اگر نمازی نے رکوع کیا یا سجدہ کیا اور رکوع یا سجدہ مین سو گیا تو اسکو کافی ہوگا واسطے پائے جانے
سر اٹھانے اور رکھنے کے اختیار کے ساتھ یعنی رکوع کے لیے جھکنا اور سر اٹھانا اور سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھنا اور اٹھانا افعال اختیاری ہین انکے بیچ مین سونا
مضر نہین ولہا واجبات لا تفسد بترکہا اور نماز کے کچھ واجبات ہین جنکے ترک سے نماز فاسد یعنی باطل نہین ہوتی ہم شارح نے لا تفسد بترکہا قہستانی کے قول کو
رد کیا کہ اُسنے ذکر کیا ہی کہ واجب کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہی مگر باطل نہین ہوتی وجہ رد یہ ہی کہ انہون نے عبادات مین فاسد اور باطل کو ایک ہی معنی
مین بولتے ہین تو پھر اسکے کیا معنی کہ فاسد ہوتی ہی باطل نہین ہوتی البتہ معاملات مین فاسد اور باطل جدا جدا معنی مین مستعمل ہین فاسد اسکو کہتے ہین جسمین
کوئی وصف مرغوب جاتا رہے اور باطل وہ ہی جسمین سے کوئی رکن مفقود ہو جاوے وتعاد وجوبا فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ اور جس نماز مین واجب ترک سہوا ہو
دوبارہ پڑھی جاوے بطور وجوب کے دانستگی مین اور بھول مین بشرطیکہ بھول کا سجدہ نہ کیا ہو لیکن اگر دانستہ واجب ترک کیا ہو یا سہو سے کیا مگر سجدہ سہو نہین کیا
تو دونون صورتون مین اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہی وان لم یعدہا یکون فاسقا آثما اور اگر اس نماز کو نہ دہراویگا تو فاسق اور گناہگار ہوگا اسلیے کہ ترک واجب
مکروہ تحریمی ہی اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے فاسق اور گنہگار ہوتا ہی وکذا کل صلوٰۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تجب اعادتہا اور اسیطرح جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا

ادا کیا ہے مثلاً بول یا براز کو بدقت روک کر یا جس کپڑے میں تصویر ہو اسکو پہنکر نماز ادا کی تو ایسی نماز کا دہرانا واجب ہے والمختار انہ جابر للاول لان الفرض لا یتکرر
اور مختار یہ ہے کہ دوبارہ پڑہنا اس نماز کا پہلی نماز کے نقصان کا پورا کرنے والا ہے اسلیے کہ فرض مکرر نہیں ہوتا ہم قول مختار کا مقابل قول ابی الیسر کا ہے کہ دوبارہ کی نماز کو
فرض کہتا ہے نہ اول کو شارح کہتا ہے کہ نماز دوم اول کے نقصان کو زائل کرتی ہے جیسے سجدہ سہو سے نقصان دور ہوتا ہے تو وہ نماز فرض نہیں ہے کیونکہ اگر اسکو فرض قرار دیں
تو اول نماز بھی فرض ہی تھی اسلیے کہ اسکے سب ارکان و فرائض ادا ہوے تو کیا وجہ کہ فرض نہو علاوہ اسکے فرض وقت ایسکے سبب سے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے پس
یہی معلوم ہوا کہ نماز اول فرض ہے تو ایک وقت میں دو فرض جمع ہو جاینگے حالانکہ ایک ہی فرض دوبار ایک وقت میں نہیں ہو سکتا کذا فی الشامی [illegible] اس سے
معلوم ہوا کہ اگر امام ترک واجب کی جہت سے نماز کو دہراوے تو اگر کوئی نیا مقتدی دوسری بار میں جماعت کا شریک ہوگا تو اسکی نماز نہوگی کیونکہ جب امام کی نماز فرض نہیں
تو اقتدا فرض والے کا اسکے پیچہے درست نہوگا [illegible] اور نماز کے واجبات موجب اس بیان کے جو مصنف نے بیان کیے ہیں چودہ ہیں یعنی وقف کے
اعتبار سے یہ شمار نہیں بلکہ اس سے بہت زائد ہیں قراءۃ فاتحۃ الکتاب فیسجد للسہو بترک اکثرہا لا اقلہا اول واجب الحمد کا پڑہنا ہے تو نمازی اسکے اکثر کے چہوڑنے
سے سجدہ سہو کرے نہ اسکے کمتر کے چہوڑنے سے قہستانی میں ہے کہ امام اعظم کے نزدیک بالکل الحمد واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک اکثر سے زائد [illegible]
اسلیے باقی کو بہولنے سے سجدہ سہو واجب نہیں تو شارح کا قول صاحبین کے مذہب پر ہے کذا فی الطحطاوی لکن فی المجتبے یسجد بترک آیۃ منہا وہو اولی لیکن مجتبی میں
ہے کہ سجدہ سہو کرے الحمد کی ایک آیت چہوڑنے سے اور یہ بہتر ہے طحطاوی نے کہا کہ وجہ اولویت کی شاید الحمد کی مواظبت ہے اور مواظبت مفید ہے وجوب ہونے کو قلت
وعلیہ فکل آیۃ واجبۃ ککل تکبیرۃ عید وتعدیل رکن واتیان کل میں کہتا ہوں اور مجتبی کے قول پر تو ہر آیت واجب ہے مثل ہر ایک تکبیر کے عید کی چہ تکبیروں
اور مثل اطمینان سے ادا کرنے رکن کے اور مثل بجالانے ہر واجب کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تعدیل رکن کی برابر ہے تعدیل قومہ اور جلسہ کذا فی الحلبی او اتیان کل کے
یہ معنی ہیں کہ واجبات میں سے ہر ایک واجب کا ادا کرنا واجب ہے یہ کہ ہر واجب کو اپنی جگہ پر ادا کرنا واجب ہے وترک تکریرہا کما یاتی فلیحفظ اور مثل ترک کرنے [illegible]
تکرار کرنے کے چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکہنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ تکرار نہ کرنا واجب کا واجب ہے مگر الحمد اس سے مستثنی ہے یعنی اگر سورہ کے بعد پہر الحمد کو مکرر پڑہیگا
تو سجدہ سہو لازم نہوگا وضم اقصر سورۃ کالکوثر او ما قام مقامہا وہو ثلاث آیات قصار نحو ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر وکذا لو کانت الآیۃ او
الآیتان تعدل ثلاثا قصارا ذکرہ الحلبی اور واجب ہے ملانا الحمد کے ساتھ بہت چہوٹی سورۃ کا مثل سورۃ کوثر کے یا جو قائم مقام ہو چہوٹی سورۃ کے اور
اسکا قائم مقام تین چہوٹی آیتیں ہیں جیسے یہ تین آیتیں سورۂ مدثر کی ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر اور اسی طرح قائم مقام چہوٹی سورۃ کے ہے اگر ایک
آیت یا دو آیتیں تین چہوٹی آیتوں کے برابر ہوں ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے ہم چہوٹی تین آیتوں سے کم ملانا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی فی الاولیین من الفرض
وہل یکرہ فی الاخریین المختار لا ملانا سورہ کا واجب ہے فرض کی دو پہلی رکعتوں میں اور کیا ملانا سورہ کا پچہلی دو رکعتوں میں مکروہ ہے مذہب مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں یعنی
مکروہ تحریمی نہیں بلکہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے وفی جمیع رکعات النفل لان کل شفع منہ صلوۃ اور ملانا سورہ کا واجب ہے نفل کی سب
رکعتوں میں اسلیے کہ ہر ایک دوگانہ اسکا نماز جداگانہ ہے ہم تو اگر نمازی نے چار رکعت کی نیت کی تو اس تحریمہ سے صرف دو رکعت اسپر واجب ہونگی اور جب
تیسری کو اٹھیگا تو گویا نئی تحریمہ ہوگی اور اگر ان دوگانوں میں کسی میں فساد ہوگا تو صرف وہی فاسد ہوگا نہ دوسرا وکل الوتر احتیاطا اور ملانا سورہ کا واجب ہے
وتر کی ہر رکعت میں براہ احتیاط ہم یعنی جب وتر میں آثار سنت ہونیکے ظاہر ہیں کہ نہ اسکے لیے اذان کہی جاتی ہے نہ تکبیر کہی جاتی ہے تو احتیاط ہی کی مقتضی ہے کہ قراءت کے
باب میں اسپر سنت کا حکم جاری کیا جاوے کذا فی الشامی وتعیین القراءۃ فی الاولیین من الفرض علی المذہب اور واجب ہے معین کرنا قراءت کا فرض کی پہلی دو رکعتوں
میں بنا بر مذہب مشہور کے ہم جیب ہم فرض سے مراد یہاں وہ ہے جو تین رکعتوں یا چار کا ہو اور تعیین ایک دوسری چیز ہے اور سورہ ملانا دوسری چیز تو یہ قول شارح کا مکرر نہیں اب
معلوم کرنا چاہیے کہ فرض قراءت کے باب میں تین قول ہیں اول یہ ہے کہ قراءت کی جگہ خاص پہلی دو رکعتیں ہیں بدائع میں اسکی تصحیح کی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ محل

قراءت فرض کی دو رکعتوں میں بلا تعیین تو اس صورت میں تعیین پہلی دو رکعتوں میں واجب ہوا اور یہی مذہب مشہور ہی پس یہ قول جو کہ پہلی دو رکعتوں کو قراءت کیلیے معین کرنا افضل ہی نہ واجب اور یہ قول ضعیف ہی وتقدیم الفاتحۃ علی کل السورۃ اور واجب ہی مقدم کرنا الحمد کا تمام سورہ پر یعنی اگر کوئی سورہ کا حرف بھی الحمد سے پہلے پڑھے تو سجدہ سہو کرے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حرف سے مراد اتنی دیر پڑھنا ہی جسمین ایک رکن ادا ہو اگر ادا سے کم ہی کم دیر لگیگی تو سجدہ سہو لازم نہ آویگا وکذا ترک تکریرہا قبل سورۃ الاولیین اور اسیطرح واجب ہی مکرر نہ پڑھنا الحمد کا پہلی دو رکعتوں میں سورہ سے پہلے پس اگر سورہ سے پہلے الحمد مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو واجب ہوگا بسبب تاخیر سورہ ملانے کے اور پہلی رکعتوں کی اسلیے قید لگائی کہ اگر پچھلی رکعتوں میں سورہ سے پہلے مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو نکرنا پڑیگا کذا فی الطحطاوی ورعایۃ الترتیب بین القراءۃ والرکوع وفیما یتکرر اما فیما لا یتکرر ففرض کما مر فی کل رکعۃ کالسجدۃ او فی کل الصلوٰۃ کعدد رکعاتہا اور واجب ہی لحاظ رکھنا ترتیب کا درمیان قراءت اور رکوع کے اور درمیان اُن افعال کے جو ہر رکعت میں مکرر ہوتے ہیں جیسے سجدہ ہی اور جو افعال ہر رکعت میں مکرر نہیں ہوتے تو اُن میں ترتیب فرض ہی چنانچہ انکی ترتیب کا بیان گذر چکا یا ترتیب واجب ہی اُن افعال میں جو کل نماز میں مکرر ہوتے ہیں مثل عدد نماز کی رکعتوں کے کہ ترتیب رکعات کی صورت مسبوق میں ظاہر ہوتی ہی جو آخر کی رکعتوں میں اگر اسکو ایک رکعت آخری ملی تو اب وہ کھڑا ہو کر اول قراءت والی دو رکعتیں ادا کریگا پھر بلا قراءت والی کو طحطاوی نے کہا کہ سجدہ کی مثال تعدد الی کی نظیر ہی جو اسکے اور کوئی فعل ہر رکعت میں مکرر نہیں ہوتا حتی لو نسی سجدۃ من الاولی قضاہا ولو بعد السلام قبل الکلام لکنہ یتشہد ثم یسجد للسہو ثم یتشہد یہانتک کہ اگر ایک سجدہ پہلی رکعت کا بھول گیا تو اُسکو قضا کرے اگرچہ بعد سلام پھیرنے کے قضا ہو لیکن کلام سے پہلے قضا کرے یعنی اسوقت تک کوئی منافی نماز کا نکیا ہو لیکن اس سجدہ کی قضا کے بعد فقط التحیات پڑھے پھر سجدہ سہو کرے پھر التحیات اور درود اور دعا پڑھکر سلام پھیرے لانہ یبطل بالعود الی الصلبیۃ والتلاویۃ اسلیے پڑھے کہ التحیات مع قعدہ باطل ہو جاتی ہی سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت کیطرف عود کرنے سے سجدہ صلبی نماز کے سجدہ کو کہتے ہیں جو اُسکا جز ہی اور وجہ باطل ہونے قعدہ کی یہ ہی کہ قعدہ اخیرہ اور ارکان نماز میں ترتیب شرط ہی یعنی جب کل ارکان ہو چکیں اسوقت قعدہ اخیرہ ہونا چاہیے اور جب سجدہ صلبی چھوٹ گیا تو قعدہ کے بعد اسکو ادا کیا تو قعدہ مذکور اخیرہ نہوا تو وہ اور اُسکا تشہد باطل ٹھہرے اسلیے دوسرا تشہد واجب ہوا اور سجدہ تلاوت سے قعدہ کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہی کہ جب سجدہ تلاوت نماز کے اندر واقع ہوا تو اسکو حکم سجدہ صلبی کا دیا گیا کذا فی الشامی اما السہویۃ فترفع التشہد لا القعدۃ حتی لو سلم بمجرد رفعہ منہا لم تفسد بخلاف تلک السجدتین لیکن سجدہ سہو التحیات کو باطل کرتا ہی نہ قعدہ کو یہانتک کہ اگر بمجرد سر اُٹھانے کے سجدہ سہو سے سلام پھیریگا تو نماز فاسد نہوگی بخلاف ان دو سجدوں کے کہ اُنکے بعد سلام پھیرنے سے نماز فاسد ہو جائیگی بسبب نہ پائے جانے قعدہ اخیرہ کے جو فرض ہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر تھا کہ شارح تلک کی جگہ تینک کہتا بصیغہ تثنیہ وتعدیل الارکان ای تسکین الجوارح قدر تسبیحۃ فی الرکوع والسجود وکذا فی الرفع منہما علی ما اختارہ الکمال اور واجب ہی تعدیل ارکان کی یعنی ساکن کرنا اعضا کا بمقدار سبحان اللہ کہنے کے رکوع میں اور سجدہ میں اور اسی طرح واجب ہی تعدیل سر اُٹھانے میں رکوع اور سجدہ سے یعنی قومہ اور جلسہ میں بنا بر اُس قول کے کہ پسند کیا ہی اُسکو کمال الدین محقق نے ہم بحر رائق میں کہا کہ علت تعدیل کی مواظبت ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُسپر تو وہ چاروں چیزوں یعنی رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ میں یکسان ہی کذا فی الشامی لکن المشہور ان مکمل الفرض واجب ومکمل الواجب سنۃ لیکن مشہور یہ قاعدہ ہی کہ فرض کی تکمیل کرنے والی چیز واجب ہی اور واجب کی تکمیل کرنے والی سنت ہی یعنی چونکہ تعدیل سے تکمیل ہوتی ہی تو رکوع اور سجدہ جو فرض ہیں اُنمیں تعدیل واجب ہونی چاہیے اور قومہ اور جلسہ جو واجب ہیں اُنمیں تعدیل مسنون ہونی چاہیے ہم یہ شارح کا اعتراض ہی کمال الدین پر حلبی نے اُسکا یہ جواب دیا ہی کہ جب دلیل کی اقتضا کے موافق تعدیل واجب ہوئی تو قاعدہ کی مخالفت کچھ مضر نہیں کذا فی الشامی وعند الشافعی الاربعۃ فرض اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک چاروں فرض ہیں یعنی فرض عملی ہیں کہ اُنکے ہونے سے نماز درست نہیں رہتی والقعود الاول ولو فی نفل فی الاصح اور واجب ہی اول قعدہ گو نفل میں ہو صحیح تر قول میں

امام محمدؒ نے نفل میں ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض کہتے ہیں اس وجہ سے کہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہے تو اسکا قعدہ وہی اخیرہ ہوا اور صحیح تر قول یہ ہے کہ نفلوں میں بھی قعدہ
اول واجب ہے کیونکہ جب قعدہ کے تیسری رکعت کو اٹھا تو معلوم ہوگیا کہ وہ قعدہ اخیرہ نہیں اسلیے فرض نہ رہا کذا فی الشامی ولذا ترک الزیادۃ فیہ علی التشہد
اور اسی طرح واجب ہے قعدہ اول میں التحیات سے زیادہ نہ پڑھنا شامی نے کہا کہ اگر قعدہ اول میں التحیات تمام کرکے مقدار اللھم صل علی محمد کے کوئی چیز پڑھیگا
تو واجب فوت ہو جائیگا والمراد بالاول غیر الاخیر اور مصنف نے قعدہ اول سے وہ مراد لیا جو اخیر نہو ہم یہ شارح نے اسلیے کہا کہ اگر آٹھ یا دس یا زائد نفل رکعتوں کو
ایک تحریمہ سے پڑھیگا تو سواے قعدہ اخیرہ کے سب پیشتر کے قعدوں کا یہی حکم ہے یعنی واجب ہونگے لکن یرد علیہ الاعتراض بمسافر اقتدی بمقیم فی الوقت فانّ القعود الاول
فرض علیہ وقد یجاب بانہ عارض لیکن اول سے غیر اخیرہ مراد لینے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسافر امام بےوضو ہو کر مقیم کو اپنا خلیفہ کر دے تو اس صورت
میں اس مقیم پر پہلا قاعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے فرض ہے اور اسکا جواب یہ ہے کہ یہ فرضیت عارضی ہے اسیطرح اگر کوئی مسبوق مغرب کی تیسری یا دوسری
رکعت میں ملا تو بوجہ متابعت امام کے اسپر وہ قعدہ فرض ہوگا جو اُسکے حق میں اخیر نہیں و التشہدان انہ یسجد للسہو بترک بعضہ ککلہ وکذا فی کل قعدۃ فی الاصح
اور واجب ہیں دونوں تشہد یعنی دونوں قعدوں میں التحیات کا پڑھنا اور سجدہ کرے سہو کا بعض تشہد چھوڑنے سے یعنی اگرچہ تھوڑا سا کم چھوڑا ہو
کذا فی الطحطاوی مثل کل تشہد کے چھوڑنے کے اور اسیطرح واجب ہے تشہد ہر قعدہ میں صحیح تر قول میں ھم اور قول ضعیف یہ ہے کہ سواے اخیر قعدہ کے اور میں
تشہد سنت ہے اس قول سے شارح نے تعریض کی کہ مصنف اگر تشہد کو بصیغہ تثنیہ نہ کہتا تو اچھا تھا کیونکہ اگر مفرد لاتا تو اسم جنس ہوتا اور ہر تشہد کو شامل ہوتا چنانچہ
بحر الرائق میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے کذا فی الحلبی اذ قد یتکرر عشراً کمن ادرک الامام فی تشہد فی المغرب و علیہ سہو فسجد معہ و تشہد ثم تذکر سجود تلاوۃ
فسجد معہ و تشہد ثم سجد للسہو و تشہد معہ ثم قضی الرکعتین بتشہدین ووقع لہ کذلک وجوب تشہد کی قید ہر قعدہ میں اسلیے لگائی کہ بعض اوقات
تشہد دس بار تکرر ہوتا ہے مثلاً ایک شخص نے مغرب کی دو تشہدوں میں امام کا اقتدا کیا یعنی پہلے قعدہ میں اسکا شریک ہوا حالانکہ امام پر سہو تھا
تو اُسنے امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور تیسرا التشہد پڑھا پھر امام کو سجدہ تلاوت یاد پڑا اور سجدہ کیا تو مقتدی نے بھی اُسکے ساتھ سجدہ کرکے تشہد چہارم پڑھا
اب چونکہ سجدہ تلاوت سے پیشتر کے قعدے اور تشہد باطل ہوگئے تو امام نے پھر سجدہ سہو کو دوہرایا اور مقتدی نے اُسکے ساتھ تشہد پنجم پڑھا پھر مقتدی
نے اپنی باقی دو رکعتوں کو دو تشہدوں سے پڑھا تو سات تشہد ہوے اب جو امر امام کو پیش ہوا تھا وہی مقتدی کو پیش آیا یعنی ان دو رکعتوں میں اسکو سہو
ہوا تو سجدہ سہو کرکے آٹھوان تشہد پڑھا پھر معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت بھی اسکے ذمہ ہوگیا تھا تو اُسکو ادا کرکے نوان تشہد پڑھا اور چونکہ اس سجدہ سے پہلے کے
قعدے اور تشہد بیکار ہوگئے اور سجدہ سہو بعد قعدہ اخیرہ کے چاہیے اسلیے سجدہ سہو کرکے دسوان تشہد پڑھا تو یہ سب تشہد واجب ہیں خصوصیت دو تشہد
کی نہیں قلت ومثل التلاوۃ تذکر الصلبیۃ فلو فرضنا تذکرہا ایضاً لہما زید اربع اخر لما میں کہتا ہوں اور سجدہ تلاوت کی مثل ہے یاد ہونا سجدہ
صلبی کا تو اگر ہم فرض کریں اسکا بھی یاد پڑنا امام و مقتدی دونوں کو تو چار تشہد اور بڑھ جاوینگے اُسی وجہ سے جو گذر چکی کہ صلبی سجدہ کے بعد پھر سجدہ
سہو کرنا پڑیگا ھم صورت اسکی یہ ہے کہ امام نے صورت مذکورہ بالا میں پانچویں تشہد کے بعد سجدہ صلبی کو یاد کیا اور اُسکو ادا کرکے چھٹا تشہد پڑھا پھر سجدہ
سہو کرکے ساتوان تشہد پڑھا تو امام کے سات تشہد ہوے اور چونکہ مقتدی کو اپنی باقی نماز میں بھی اسی طرح سات تشہد پڑھنے پڑے اور سات امام کے
ساتھ پڑھ چکا ہے تو اُسکے چودہ تشہد ہوے اسلیے شارح نے کہا کہ چار اور بڑھ جاوینگے یعنی پہلے دس تھے اور اس صورت میں چودہ ہونگے ولو فرضنا
تعدد التلاوۃ و الصلبیۃ لہما ایضاً زید ستٌ ایضاً اور اگر فرض کریں تعدد سجدہ تلاوت اور سجدہ صلبی کا بھی امام اور مقتدی کے لیے تو چھ تشہد
اور بھی بڑھ جاوینگے ھم صورت اسکی یہ ہے کہ صورت مفروضہ بالا میں امام کو ساتویں تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی اور یاد پڑا تو اُسنے اُسکو ادا کرکے
آٹھوان تشہد پڑھا پھر قبل سجدہ سہو کے ایک سجدۂ تلاوۃ دوسرا یاد کیا تو اُسکو بھی ادا کیا اور نوان تشہد پڑھا اب سب کے بعد سجدہ سہو کیا

اور دسواں تشہد پڑھا تو اس صورت میں جیسے دس تشہد امام کے ہوئے اسیطرح مقتدی کے ہونگے تو مقتدی کے ۲۰ تشہد ہو جاوینگے حلبی نے کہا کہ اگر اس
صورت میں امام دوسرے سجدۂ صلبی کے بعد تشہد پڑھکر سجدہ سہو بھی کرلے اور تشہد نواں پڑھکر پھر دوسرا سجدہ تلاوت کرے اور دسواں تشہد پڑھے پھر سجدہ
سہو کرے اور گیارھواں تشہد پڑھے تو کل تشہد مقتدی کے بائیس ہونگے یعنے پہلی کی نسبت کر آٹھ تشہد زیادہ ہونگے۔ شامی نے کہا کہ درمختار کے اکثر
نسخوں میں ستّا کی جگہ ستون ہے یعنے ساٹھ تشہد زیادہ ہو جاوینگے ساٹھ کے ہونیکی صورت یہ ہے کہ امام نے ساتویں تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی یاد کیا اسکو
ادا کرکے ایک تشہد پڑھا پھر سجدہ سہو کرکے دوسرا تشہد پڑھا پھر دوسرا سجدہ صلبی یاد کرکے اسیطرح دو تشہد پڑھے تو چار تشہد ہوئے اب سجدۂ تلاوت تمام قرآن کے
ایک ایک یاد کرتا گیا اور ہر ایک میں مع سجدہ سہو دو دو تشہد پڑھتا گیا تو چونکہ ایک سجدہ تلاوت اول ادا کرچکا تھا باقی رہے تیرہ تو تیرہ سجدوں
میں اس حساب سے ۲۶ تشہد ہونگے اور چار پہلے ہو چکے تھے تو امام کے کل تشہد ۳۰ ہوئے اور اسیطرح مقتدی کے ۳۰ ہونگے تو مقتدی کے کل
ساٹھ تشہد ہو جاوینگے اور جب ان ساٹھ پر چودہ وہ بڑھاؤ جو پیشتر ہو چکے تھے شارح کے پہلے قول میں تو کل ۷۴ ہونگے اور اگر چار اور بڑھاؤ جنکو شارح اگلے
قول میں ذکر کرتا ہے تو کل تشہد ۷۸ ہونگے اور آٹھ نہیں ۷۶ کا حوالہ شارح نے وجہاں ستا کی تائی پر کیا ہے جہاں کہا ہے کہ ۸ کو ضرب دیا ۸ میں جیسا اسکا
بیان گذرچکا تو معلوم ہوا کہ جن نسخوں میں ستون ہے وہی صحیح ہے ولو فرضنا اقتداء المؤتم بالامام ساجدا اولم یسجد معه فمقتضی القواعد ان تشهد ما ازداد اربع
آخر فتدبر اور اگر ہم فرض کریں اقتدا کرنا مقتدی کا امام سے سجدہ کی حالت میں اور مقتدی نے ان دونوں سجدوں کو امام کے ساتھ
نہ ادا کیا تو مقتضائے قواعد یہ ہے کہ مقتدی انکو ادا کرے تو اس صورت میں چار تشہد اور ہو جاوینگے اسلیے کہ پہلے حلبی اور طحطاوی نے کہا صورت اسکی
یہ ہے کہ امام مغرب کی دوسری رکعت کے اول سجدہ میں تھا کہ مقتدی نے اقتدا کیا مگر دونوں سجدہ میں شریک نہوا بلکہ پیچھے تشہد میں شریک ہوا اور اہل
شارح کے قواعد سے صرف ایک قاعدہ ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص کو بعد اقتدا کے نماز میں کچھ فوت ہو جاوے تو وہ فوت ہوئے ارکان کا اعادہ کرے جیسے
لاحق کہ وہ بھی جتنی نماز رہجاتی ہے اسکو دہراتا ہے لیکن شامی نے کہا کہ یہ صورت اسطرح سے کہ طحطاوی نے فرض کی نہیں چنانچہ اسلیے کہ مقتدی پر
ہر چند متابعت امام کی دونوں سجدوں میں واجب تھی مگر اب جو اسنے وہ سجدہ نکیے اور بعد فراغت امام کے دوسری رکعت کو مع اسکے دونوں سجدوں
کے پڑھ لیا تو اسکی نماز میں کسی طرح کا نقصان نہیں رہا چنانچہ تجنیس میں بہ تصریح موجود ہے کہ اگر امام کو سجدہ میں پایا اور اقتدا کرکے سجدہ میں شریک نہوا
بلکہ باقی نماز میں شریک رہا اور بعد فراغت امام کے وہ رکعت پڑھ لی تو نماز درست ہے پھر ان دونوں سجدوں کو مکرر ادا کرنے کے کیا معنی کسی نے یوں کر
نہیں کہا کہ ایسی صورت میں مقتدی اُس رکعت میں تین یا چار سجدے کرے تو بدون نقل فقہائے معتبر کے کیونکر کہا جاوے کہ ان دونوں سجدوں کا ادا
کرنا علاوہ رکعت کے لازم ہے ہاں اگر امام کا اقتدا سجدہ سہو میں کیا اور امام کا شریک اُنمیں نہوا تو اپنی نماز پڑھنے کے بعد انکو استحسان کی رو سے
ادا کرلے انتہی بتصرف ولم ار من نبه علی ذلك والله اعلم اور میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ اس تفصیل پر آگاہ کیا ہو واللہ اعلم اگر کثرت تشہد
کے لیے شارح اتنا بکھیڑا نہ کرتا اور صرف اسقدر کہدیتا کہ تشہد زیادہ بھی ہو سکتے ہیں چنانچہ کوئی ہزار رکعت نفل ادا کرے ایک سلام سے تو اُنمیں
پانسو تشہد ہو سکتے ہیں تو نہایت آسان اور مبالغہ سے خالی ہوتا ولفظ السلام مرتين فالثاني واجب على الاصح برهان دون عليكم
وتنقضي قدوة بالاول قبل عليكم على المشهور عندنا وعليه الشافعية خلافا للتكملة اور واجب ہے لفظ السلام دوبار یعنے دوسرا واجب ہے
صحیح تر قول میں کذا فی البرہان نہیں واجب ہے لفظ علیکم اور ٹوٹ چکتا ہے اقتدا پہلے سلام پر پیشتر علیکم سے مذہب مشہور پر ہمارے
نزدیک اور اسی پر ہیں شافعی مذہب والے بخلاف شارح تکملہ کے کہ اسنے دوسرے سلام پر اقتدا کا تمام ہونا صحیح کہا ہے ہم کہتے ہیں کہ لفظ
السلام کہا اسمیں اشارہ ہے کہ اور کوئی لفظ اسکے قائم مقام نہیں ہوتا بشرطیکہ نمازی اسکے بولنے پر قادر ہو اور دوسرے سلام کو بعضوں نے

مسنون کہا ہی اسلیے شارح نے صح کی قید لگائی کذا فی الشامی فلو اتم به بعده قبل قوله علیکم لم یصح و هل ینقطع التحریمۃ بالاول ام بالثانی جزم فی الجوهرۃ
والبرهان وغیرهما بالاول وصحح شارح التکملۃ الثانی وعلیه فیصح الاقتداء قبله المعتمد عند الشافعیۃ انه لو اقتدی به بعد شروعه فی السلام وقبل علیکم لم یصح
القدوری ذکره الرملی الشافعی فی باب سجود السهو پس اگر اقتدا کیا امام کا بعد لفظ سلام کے اور پیشتر علیکم کہنے کے تو جائز نہوگا اور نماز کی تحریمہ سلام
اول پر منقطع ہو جاتی ہی یا دوسرے پر جوہرہ اور برہان اور ان دونون کے سوا اور کتابون مین تو اول پر یقین کیا ہی یعنے سلام اول پر تحریمہ
تمام ہو جاتی ہی اور شارح تکملہ نے دوسرے کی تصحیح کی ہی کہ دوسرے سلام پر تحریمہ کا انقطاع ہوتا ہی اور اس قول پر اقتدا دوسرے سلام سے پیشتر
درست ہوگا اور شافعی مذہب والون کے نزدیک معتمد یہ ہی کہ اگر اقتدا کیا امام کا بعد شروع کرنے امام کے سلام کو اور پیشتر علیکم کہنے سے تو اقتدا صحیح نہوگا کہ
کہا ہی اسکا رملی شافعی نے سجدہ سہو کے باب مین ہم شامی نے کہا کہ یہ عبارت فلو اتم سے آخر تک در المختار کے بعض نسخون مین ہی و قراءۃ قنوت الوتر و هو
مطلق الدعاء وکذا تکبیرۃ قنوته اور واجب ہی پڑھنا قنوت وتر کا اور قنوت مطلق دعا ہی یعنے ہر ایک دعا سے حاصل ہوتا ہی خصوصیت اللهم انا نستعینک
اسمین کی نہین کہ اس خاص دعا کا پڑھنا سنت ہی اور اسی طرح واجب ہی قنوت وتر کے لیے الله اکبر کہنا ہم بعضون نے اس الله اکبر کہنے کو سنت کہا
کذا فی الحلبی اور زیلعی نے کہا ہی کہ اسکے ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب ہی کذا فی الشامی وتکبیرۃ رکوع الثالثۃ زیلعی اور واجب ہی الله اکبر کہنا تیسری
رکعت وتر کے رکوع کا کذا فی الزیلعی ہم زیلعی مین اس مسئلہ کا وجود نہ اس جگہ ہی نہ سجود سہو کے بیان مین اس سے معلوم ہوا کہ شارح کا بیان صحیح نہین لیکن
یہ تکبیر رکوع کی واجب نہین بلکہ سنت ہی وتکبیرات العیدین وکذا احدها اور واجب ہین تکبیرین دونون عید کی جو چھ بار الله اکبر کہنا ہی ہر رکعت مین تین بار
اور اسیطرح واجب ہی انمین سے ایک یعنی ہر تکبیر واجب جداگانہ ہی یہ نہین کہ چھوڑن بلکہ واجب ہون طحطاوی نے کہا کہ اسیطرح واجب ہین تکبیرین ایام
تشریق کی چنانچہ انکا بیان آگے آویگا وتکبیر رکوع رکعۃ الثانیۃ کلفظ التکبیر فی افتتاحه اور واجب ہی تکبیر عید کی دوسری رکعت کے رکوع کی جیسے
واجب ہی الله اکبر کہنا عید کی نماز کے شروع مین یعنے اگر سوا الله اکبر کے اور کسی لفظ سے شروع کریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی لکن الاشبه
وجوبه فی کل صلوٰۃ بحر فلیحفظ لیکن مشابہ ترجیح یہ ہی کہ الله اکبر کہنا ہر نماز کے شروع مین واجب ہی کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے والجهر للامام
والاسرار للکل فیما یجهر فیه ویسر اور واجب ہی پکار کر پڑھنا امام کو اُن نمازون مین کہ پکار کر پڑھا جاتا ہی یعنے صبح اور مغرب اور عشا اور جمعہ وغیرہ مین اور
واجب ہی آہستہ پڑھنا سبکو یعنی امام کو بالاتفاق اور تنہا کو صحیح تر قول مین اُن نمازون مین کہ آہستہ پڑھی جاتی ہین چنانچہ ظہر اور عصر اور پچھلی رکعت مغرب کی
وغیرہ وبقی من الواجبات اتیان کل واجب او فرض فی محله اور باقی رہے واجبات مین سے واجبات آیندہ یعنی ایک واجب ادا کرنا ہی ہر واجب یا فرض کا
اسکے محل مین فلو اتم القراءۃ فمکث متفکرا سهوا ثم رکع او تذکر السورۃ راکعا فضمها قائما اعاد الرکوع وسجد للسهو تو اگر نمازی قراءت کو تمام کرکے
بھولے سے سوچتا رہگیا پھر رکوع کیا تو سجدہ سہو کرے یا یہ صورت ہوئی کہ سورہ کو ملانا بھول گیا اور رکوع کرنے مین اُسکو یاد ہوا سو اُسنے سورہ
کو کھڑے ہو کر ملایا تو رکوع دوبارہ کرے اور سجدہ سہو کرے ہم پہلی صورت مثال ہی فرض کی تاخیر کی اسکی موقع سے یعنے بعد قراءت کے رکوع فوراً
فرض تھا تو اُسنے رکوع کو اُسکے محل سے ٹلادیا اور دوسری مثال ہی واجب کو اسکی جگہ سے ٹالنے کی یعنے ضم سورہ واجب تھا بعد الحمد کے اسمین ایک رکوع
زائد حائل ہوگیا شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین ضعف ہی واعاد الرکوع سجد للسهو کہتا تو خوب تھا یعنے اس عبارت سے وہم یہ ہوتا ہی کہ اعادہ رکوع اور سجدہ
سہو دونون مسئلون سے متعلق ہی حالانکہ اعادہ رکوع صرف مسئلہ دوم سے متعلق ہی اور سجدہ سہو دونون سے وترک تکریر رکوع وتثلیث سجود اور واجب ہی
ترک کرنا رکوع کے تکرار کرنے کو اور سجدہ کے سہ بارہ کرنے کو یعنے اگر ایکبار رکوع کرکے پھر اعادہ اسکا کریگا یا دو سجدون کی جگہ تین کریگا تو سجدہ سہو
لازم ہوگا وترک قعود قبل ثانیۃ او رابعۃ اور واجب ہی ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پہلے تو اگر پہلی رکعت مین قعدہ کریگا

یا چار رکعت والی نماز میں تیسری رکعت پر قعدہ کریگا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا کل زیادۃ تتخلل بین فرضین اور واجب ہے ترک کرنا ہر زیادتی کا جو دو فرضوں
کے بیچ میں پڑے شامی نے کہا کہ دو فرضوں کی کچھ قید نہیں فرض اور واجب کے بیچ میں بھی زیادتی کا یہی حکم ہے مثلاً قعدہ اول کے تشہد میں زیادتی کی اور تیسری
رکعت کو دیر سے اٹھا تب بھی سجدہ سہو لازم ہوگا اور زیادتی میں چپ رہنا بھی داخل ہے وانصات المقتدی اور واجب ہے چپ رہنا مقتدی کا تو اگر مقتدی امام کے
پیچھے قراءت پڑھیگا تو قراءت مکروہ تحریمی ہوگی مگر اصح قول میں نماز فاسد نہوگی اور اگر بھول کر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم نہوگا کیونکہ مقتدی پر سہو نہیں ہوتا
ومتابعۃ الامام یعنی فی المجتہد فیہ اور واجب ہے امام کی پیروی اُن افعال میں جنمیں اختلاف مجتہدین ہے ہم مجتہد فیہ سے یہ مراد ہے کہ جسکی بنا دلیل
معتبر شرعی پر ہے جسکی رو سے مجتہد کو غیر کی مخالفت جائز ہو مثلاً امام نے عید کی تکبیریں تین سے زیادہ کہیں جیسے شافعی پانچ کہتے ہیں یا دو سجدے
سہو کے سلام سے پیشتر کیے یا وتر میں قنوت بعد رکوع کے پڑھا تو ایسے امور میں پیروی امام کی واجب ہے اسی طرح جن امور میں اتفاق ہے انمیں متابعت
بطریق اولی واجب ہے لا فی المقطوع بنسخہ نہیں واجب ہے متابعت اس فعل میں جسکا منسوخ ہونا قطعی ہے جیسے نماز جنازہ میں امام نے پانچ تکبیریں
کہیں تو پانچویں میں اتباع نکرے اسلیے کہ ہر چند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پانچ اور سات اور نو اور زیادہ تکبیریں مروی ہیں مگر آخر فعل آپکا
چار تکبیریں تھیں تو یہ فعل پیشتر کے افعال کا ناسخ ہوا کذا فی الشامی عن الامداد وبعدم ثبوتہ کقنوت فجر بالقیر ہوا اس فعل کے مسنون ہونے کا تو
اسمیں بھی متابعت امام کی واجب نہیں جیسے فجر کا قنوت یعنی اس صورت میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر بد دعا ایک مہینہ تک
کی تھی پھر اسکا مسنون ہونا منسوخ ہوگیا تو اسمیں بھی متابعت امام کی نکرے طحطاوی نے کہا کہ اس تقدیر پر کہ قنوت فجر پہلے سنت تھا اب منسوخ ہوگیا
یہی مثال مقطوع النسخ کی بھی ہوسکتی ہے وانما تفسد بمخالفتہ فی الفروض کما بسطناہ فی الخزائن اور نماز صرف فرض میں امام کی مخالفت کرنے سے فاسد
ہوتی ہے چنانچہ ہمنے اسکو خزائن الاسرار میں مشرح بیان کیا ہے شامی نے کہا کہ فساد نماز واقع میں فرض کے ترک سے ہوتا ہے نہ متابعت کے ترک سے
مگر چونکہ ترک متابعت سے ترک فرض لازم آتا ہے اسلیے نماز کے فساد کو مخالفت کیطرف منسوب کیا اور فرض کی قید سے معلوم ہوا کہ واجب یا سنت
کے ترک سے نماز فاسد نہیں ہوتی قلت فبلغت اصولہا نیفا واربعین میں کہتا ہوں کہ اصول واجبات کے کچھ اوپر ۴۰ ہوگئے کہ ۱۴ یعنی چودہ واجب
مصنف نے بیان کیے تھے اور ۲۸ شارح نے زائد کیے تو کل ۴۲ ہوگئے اور انکی تفصیل شامی نے یون بیان کی ہے کہ الحمد کو ماتن نے ایک واجب
کہا شارح نے چھوٹی آیتوں کو جدا جدا واجب بیان کیا تو پانچ واجب اسمیں بڑھے اسی طرح عیدین کی چھوٹی تکبیروں کو ماتن نے ایک کہا اور
شارح نے ہر ایک کو علیحدہ کہا تو پانچ اسمیں زیادہ ہوئے اور تعدیل ارکان کو ایک واجب ماتن نے شمار کیا اور شارح نے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور
جلسہ میں چاروں جگہ تعدیل کو واجب کہا تو تین واجب اسمیں زیادہ ہوئے تو کل تیرہ ۱۳ ہوئے چودھوان ۱۴ نہ مکرر پڑھنا فاتحہ کا پہلے سورہ کے پندرہوان ۱۵
ترتیب قراءت اور رکوع میں سولھوان ۱۶ ترتیب سجدہ رکعات میں سترھوان ۱۷ بیچ کی التحیات پر زیادتی نکرنی اٹھارھوان ۱۸ تکبیر قنوت انیسوان ۱۹ تکبیر قنوت کے
رکوع کی بیسوان ۲۰ تکبیر رکوع دوم دوگانہ عید کی اکیسوان ۲۱ عید کے دوگانہ کے شروع میں اللہ اکبر کہنا بائیسوان ۲۲ ہر فرض و واجب کو اپنے محل پر
ادا کرنا تیئسوان ۲۳ ترک کرنا تکریر رکوع چوبیسوان ۲۴ ترک کرنا تثلیث سجدہ کا پچیسوان ۲۵ ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پیشتر
چھبیسوان ۲۶ ترک کرنا زیادتی کا بیچ میں دو فرضوں کے ستائیسوان ۲۷ چپ رہنا مقتدی کا اٹھائیسوان ۲۸ پیروی امام کی اور چونکہ ان واجبات میں
حاجت ضرب اور تفصیل کی نہیں اسلیے شارح نے انکو اصول واجبات کہا انتہی وبالبسط اکثر من مایۃ الف اذا اخذ ما فی ۲۹۰ من ضرب خمسۃ قعدۃ
المغرب بتشہد ما و ترک نقص منہ وزیادۃ فیہ او علیہ فی ۷۸ کما مر اور پھیلانے سے تعداد واجبات کی ایک لاکھ سے زیادہ ہو جائیگی اسلیے
کہ ایک واجب یعنی تشہد ۲۹۰ واجب پیدا کرتا ہے یعنی پانچ واجب مفصلہ ذیل کے ضرب کرنے سے ۸ تشہدوں میں جنکا بیان اوپر گذرا یعنی جہان [illegible]

سے کہا ہے کہ تشہد کبھی دس بار پڑھا جاتا ہے الخ اور وہ پانچ واجب ہیں اول قعدہ اخیرہ دوم اسکی التحیات سوم التحیات کو ناقص نہ پڑھنا چہارم تشہد کے
کلمات کے اثنا میں زیادتی نہ کرنی پنجم اسکے تمام کرنے پر کچھ زیادہ نہ کرنا تو چونکہ ہر تشہد میں یہ پانچوں واجب ضرور ہوتے چاہئیں اسلیے
پانچ کو ۸ میں ضرب کیا ۴۰ ہوئے ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات مذکورہ بالا میں سوئے زیادہ سجدہ ہیں اور ہر سجدہ میں تین واجب ہیں تعدیل اور
دونوں ہاتھوں کا زمین پر رکھنا اور دونوں زانو کا رکھنا ان تین کو ۸ میں ضرب کرنے سے تین سو ہوتے ہیں اور پہلے واجبات میں ملانے سے ۰۰ کے
قریب ہو جاتے ہیں واجب اس رقم کو تقسیم ۴۳ واجبات میں ضرب کر دیے تو ۴۲ ہزار سے زائد ہو جاتے اور چونکہ مقتدی کی متابعت کچھ اوپر ۲۰ فرض ہیں اور
کچھ اوپر ۴۰ واجبات میں واجب ہیں لیکن کچھ اوپر ۴۰ جگہ واجب ہے تو اسکا اگر اوپر کے مجموعہ کو ۶ میں ضرب کریں تو ۱۵ الا کو سے زائد واجب ہو سکتے ہیں حالانکہ ابھی
اور واجب باقی ہیں مثلاً ناک پر سجدہ کرنا اور رکوع میں قرات نہ پڑھنا اور التحیات اور سلام سے پیشتر کھڑا نہ ہونا وغیرہ لیکن انکی ضرب دینے سے تعداد
اور بھی بڑھ جائیگی اسلیے شارح نے کہا والتتبع ینفی الحصر فقط حصر اور تلاش واجبات کی نفی کرتی ہے حصر کو یعنی تلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا شمار نہیں کبھی
ہیں تو انکو خوب دیکھ بھال لو ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات میں اکثر صورتیں فرضی اور عقلی ہیں کبھی خارج میں نہیں پائی جاتیں اور انکی تلاش
سے بجز تضییع اوقات اور کچھ فائدہ نہیں اور اگر ضرورت شارح کے کلام کے بیان کی نہ ہوتی تو بہتر تھا کہ اس سے پہلو تہی کی جاتی انتہی مترجم نے بھی اسلیے ترجمہ
ترجمہ پر کفایت کی اور شامی کی عبارت میں بہت کچھ تصرف کیا تاکہ صرف مطلب عبارت شارح کا ظاہر ہو جاوے جو کوئی تفصیل اس مقام کی چاہے وہ شامی
کو دیکھے فیلغز ای واجب لیستوجب ۴۰ واجبا تو پہیلیاں پوچھی جاتی ہیں کہ وہ کونسا واجب ہے جو ۴۳۰ واجبوں کا مستوجب ہوتا ہے یعنی جس سے ۴۳۰ واجب
لازم آتے ہیں ہم جواب اس پہیلی کا وہی قاعدہ اول ضرب کا ہے مقتدی کے حق میں تفصیل مذکورہ بالا و سننہا اور نماز کی سنتیں یہ ہیں جو آگے مذکور ہوتی ہیں
ترک السنۃ لا یوجب فسادا ولا سہوا بل اساءۃ لو عامدا غیر مستخف ترک کرنا سنت کا نہ تو نماز کے فساد کا موجب ہوتا ہے نہ سجدہ سہو کا بلکہ اساءت یعنی
برا کرنے کا موجب ہے اگر نمازی نے دانستہ ترک کیا ہو اور سنت کو ہلکا نہ سمجھا ہو ہم یعنی اگر ترک سنت نادانستگی میں ہوا تو کچھ برائی نہیں ہوگی اور اگر سنت کو
حقیر جانیگا تو کافر ہوگا چنانچہ نہر الفائق میں بزازیہ سے منقول ہے کہ اگر سنت کو حق نہ جانیگا تو کافر ہوگا اسلیے کہ حق نہ جاننا حقیر سمجھنا ہے وقالوا الاساءۃ
ادون من الکراہۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اساءت کم ہے بہ نسبت کراہت کے ہم شامی نے کہا کہ مراد کراہت سے تحریمی کراہت ہے یعنی اساءت میں ملامت
بہ نسبت مکروہ تحریمی فعل کے کمتر ہے اور مکروہ تنزیہی سے زیادہ ہے اسلیے کہ تلویح میں ہے کہ سنت مؤکدہ کا چھوڑنا حرام سے قریب ہے اور نہر الفائق میں ہے کہ حکم
سنت کا یہ ہے کہ اسکے ترک پر ملامت کیجاوے اور کسی قدر گناہ بھی لاحق ہو اور طحطاوی نے کہا کہ اساءت کے معنی ترک اولی ہیں تو وہ اور کراہت تنزیہی ایک
ہوئی ثم ہی علی ما ذکرہ ثلاثۃ وعشرون پھر یہ سنتیں بموجب مصنف کے بیان کے ۲۳ ہیں اور واقع میں زیادہ ہیں چنانچہ شارح بیان کریگا رفع الیدین
للتحریمۃ فی الخلاصۃ ان اعتاد ترکہ اثم سنت ہے اٹھانا دونوں ہاتھوں کا تحریمہ کے لیے یعنی تکبیر سے پیشتر اور بعضوں نے کہا کہ تکبیر کے ساتھ اٹھاوے خلاصہ
میں ہے کہ اگر ہاتھ نہ اٹھانے کا عادی ہوگا تو گنہگار ہوگا اور اگر کبھی ایسا ہو جاوے تو گنہگار نہ ہوگا ونشر الاصابع ہم ترک کیا بحالہا اور سنت ہے
تکبیر کے وقت پھیلا رکھنا انگلیوں کا یعنی انکو بحال خود چھوڑنا کہ نہ بہت ملی ہوں نہ بہت پھیلی وان لا یطاطئ راسہ عند التکبیر فانہ بدعۃ اور سنت ہے
تکبیر کے وقت اپنے سر کو نہ جھکانا کیونکہ سر جھکانا اس وقت بدعت ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا تمام قیام میں سر جھکانا ایسا ہی ہے وجہر الامام بالتکبیر بقدر
حاجتہ للاعلام بالدخول والانتقال وکذا بالتسمیع والسلام اور سنت ہے پکار کر کہنا امام کا اللہ اکبر اور بقدر اسکی حاجت کے خبردار کرنے کے لیے
دخول اور انتقال پر یعنی اسقدر پکار کر کہے کہ مقتدیوں کو نماز میں داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے کی طرف جانے کی خبر ہو جاوے اور
اسیطرح سنت ہے پکار کر کہنا سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر امام حاجت سے زیادہ پکار کر کہیگا تو مکروہ ہے کا شامی نے کہا

لیکن وہ اس صورت میں ہے کہ حاجت نہ ہو یا دقّی نہایت درجہ کو ہو مثلاً اسکے پیچھے ایک جماعت ہو اور وہ اتنا پیچھا ہو کہ دور صفوں میں آواز جاوے تو مکروہ
ہوگا پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جب امام شروع میں اللہ اکبر کہے تو اگر اسکی نیت صرف لوگوں کو خبردار کرنے کی ہوگی تو اسکی نماز نہو گی اور نہ کسی مقتدی کی
ہوگی بلکہ خبردار کرنے کے ساتھ نیت اپنی نماز کی تحریمہ کی بھی کرے یعنی مکبر جو امام کی آواز دوسرے لوگوں کو پہونچاتا ہو وہ بھی اگر فقط خبردار کرنے کی نیت سے تکبیر
کہیگا تو نماز نہ اسکی ہوگی اور نہ اس شخص کی جو اسکی آواز پر اقتدا کریگا بلکہ پکار کر کہنے کے ساتھ تکبیر تحریمہ کا قصد کریگا تو نماز ہوگی اور بدون حاجت کے تکبیر کا
اللہ اکبر پکار کر کہنا مکروہ ہے و اما المؤتم والمنفرد فیسمع نفسہ اور مقتدی اور تنہا پڑھنے والا اللہ اکبر اتنی آواز سے کہے کہ اپنی آپ سن لے و الثناء و التعوذ و
والتسمیۃ والتامین وکونہن سرا اور مسنون ہے سبحانک اللھم پڑھنا اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا اور بسم اللہ کہنا اور آمین کہنا اور ان سب کا
آہستہ ہونا یعنی آہستہ کہنا سنت علیحدہ ہے اور ہر ایک کا پڑھنا سنت جدا ہے و وضع یمینہ علی یسارہ [illegible] تحت السرۃ للرجال لقول علی
رضی اللہ عنہ من السنۃ وضعہما تحت السرۃ [illegible] اور مسنون ہے داہنا ہاتھ بائیں پر [illegible] اور مسنون ہے مردوں کو
رکھنا ناف کے نیچے بسبب فرمانے علی مرتضیٰ کے کہ سنت ہے رکھنا دونوں ہاتھوں کا ناف کے نیچے اور [illegible] انگلیوں کا
پوروں میں یعنی حرکت ہاتھوں کے کھلے رکھنے میں [illegible] و تکبیر الرکوع وکذا الرفع منہ بحیث
یستوی قائما و التسبیح فیہ ثلاثا و الصاق کعبیہ و اخذ رکبتیہ بیدیہ [illegible] الرکوع و تفریج [illegible] للرجل لا للمرأۃ [illegible]
الا فی السجود اور مسنون ہے رکوع کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہے رکوع سے سر اٹھانا اسطرح پر کہ برابر کھڑا ہو جاوے اور مسنون ہے رکوع میں
تین بار سبحان ربی العظیم کہنا یعنی تین بار سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہے اور مسنون ہے دونوں ٹخنوں کا ملانا یعنی اگر ملا سکے اور مسنون ہے پکڑنا اپنے دونوں گھٹنوں
کا اپنے دونوں ہاتھوں سے رکوع کے اندر اور مسنون ہے پھیلانا اپنی انگلیوں کا مرد کو اور نہیں [illegible] کشادہ رکھنا انگلیوں کا اگر [illegible]
نہ ملا ہوا رکھنا مگر سجدہ کے اندر و تکبیر السجود وکذا النفس الرفع منہ بحیث یستوی جالسا وکذا تکبیرہ و التسبیح فیہ ثلاثا و وضع یدیہ ورکبتیہ [illegible] السجود
اور مسنون ہے سجدہ کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہے سجدہ سے اٹھنا اسطرح کہ برابر بیٹھ جاوے اور ایسے ہی مسنون ہے سجدہ [illegible] اللہ اکبر
کہنا اور مسنون ہے سجدہ میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنا اور مسنون ہے دونوں ہاتھوں اور زانوؤں کا رکھنا سجدہ میں ہم اکثر فقہا نے ہاتھوں اور زانوؤں
کا زمین پر رکھنا مسنون کہا ہے اور فقیہ ابو اللیث نے فرض کہا ہے اور فتوی عدم فرضیت پر ہے اور فتح القدیر میں اسکو واجب کہا ہے اور موید اسکے [illegible]
کے ہے اور اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہے بحر الرائق میں کہا کہ انشاء اللہ وجوب کا قول سب اقوال سے بہتر اور معتدل ہے [illegible]
ہونے کے اصول سے کذا فی الشامی فلا تلزم طہارۃ مکانہما عندنا بالجمع پس لازم نہیں پاک ہونا ہاتھ اور زانو کی جگہ کا ہم حنفیوں کے [illegible] کذا فی [illegible]
یعنی جب ان کا رکھنا سجدہ میں فرض نہیں تو اگر ناپاک جگہ پر رکھے جاوینگے تو نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ ان دونوں عضو کے مکان کی طہارت
کا شرط نہونا روایت ضعیف ہے صحیح یہ ہے کہ اگر انکی جگہ بھی ناپاک ہوگی تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ اعضا کا نجاست سے لگنا ایسا ہے جیسے نجاست کا اٹھانا
الا اذا سجد علی کفہ کما مر مگر جس صورت میں کہ سجدہ اپنی ہتھیلی پر کریگا اسوقت پاک ہونا اسکی جگہ کا شرط ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا و افتراش
رجلہ الیسریٰ فی تشہد الرجل اور مسنون ہے بچھانا اپنے بائیں پاؤں کا مرد کے تشہد میں یعنی التحیات پڑھنے میں مرد بائیں پاؤں
کو بچھالے و الجلسۃ بین السجدتین اور مسنون ہے بیٹھنا دونوں سجدوں کے درمیان میں طحاوی نے کہا کہ ماتن نے اول سر اٹھانا
سجدہ سے مسنون کہا تھا شارح نے اسمیں یہ قید لگائی کہ اسطرح سر اٹھاوے کہ برابر بیٹھ جاوے تو اس قید سے بیٹھنا کہ ٹھہرنا ہے لیکن اگر
شارح کی قید کا لحاظ نکرو تو سر اٹھانا جدا سنت ہے اور جلسہ جدا و وضع یدیہ فیہا علی فخذیہ کالتشہد للتوارث اور مسنون ہے رکھنا اپنے

دونون ہاتھون کا جلسہ مین اپنے دونون زانوؤن پر جیسے التحیات مین ہاتھون کا رکھنا زانوؤن پر مسنون ہے بسبب توارث کے یعنے اگلا پرسے
اسی طرح پہونچا ہو طحطاوی نے کہا کہ ہاتھ ایسی طرح رکھے کہ انگلیون کی پورین گھٹنون کے پاس ہون وہذا مما اغفلہ اہل المتون والشروح
کما فی امداد الفتاح للشرنبلالی اور یہ یعنی جلسہ کا مثل التحیات کے بیٹھنے کے ہونا اس قسم سے ہے کہ متن اور شرح والون نے اسکا ذکر نہین کیا چنانچہ
شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہے قلت یاتی معزیا للمنیۃ فافہم مین کہتا ہون اور یہ جو منسوب منیہ کی طرف آگے آویگا تو اسکو سمجھ لے ہم شاید فافہم
سے یہ اشارہ ہے کہ کلام قہستانی سے اس جلسہ کا حال مثل تشہد کے جلسہ کے نکلتا ہو اسطرح کہ اگر ان دونون مین کچھ مخالفت ہوتی تو اسکو
بیان کر دیتے جیسے جلسہ اخیرہ مین دونون پاؤن کے ایکطرف نکالنے کو بیان کرتے ہین تو جب مطلق بیان کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جلسہ مثل جلسہ
تشہد کے ہے کذا فی الشامی والصلوٰۃ علی النبی فی القعدۃ الاخیرۃ وفرض الشافعی قول اللہم صل علی محمد اور مسنون ہے درود پڑھنا نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم پر قعدہ اخیرہ مین اور فرض کہا ہے امام شافعی نے کہنا اللہم صل علی محمد کا یعنے انکے نزدیک قعدہ اخیرہ مین درود اسقدر فرض ہے
ونسبوہ الی الشذوذ ومخالفۃ الاجماع اور محدثین نے اس قول کو شاذ اور مخالف اجماع کے کہا ہے ہم طحاوی اور ابوبکر رازی اور خطابی اور بغوی اور
ابن منذر اور ابن جریر طبری نے اسکو شاذ کہا ہو لیکن بحر الرائق مین منقول ہے کہ بعض صحابہ اور تابعین سے روایت موافق امام شافعی کے پائی جاتی ہے
تو اس صورت مین شاذ کہنا بلاوجہ ہے کذا فی الشامی والدعاء بما یستحیل سؤالہ من العباد اور مسنون ہے درود کے بعد اور قبل سلام کے ایسی چیز
کی دعا جسکا مانگنا بندون سے محال ہو جیسے دعا کہ اس باب مین مسنون ہے اسکا ذکر فصل آئندہ مین آویگا وبقی بقیۃ تکبیرات الانتقالات سے
تکبیرۃ القنوت علی قول اور سنتون مین سے باقی رہی اور تکبیرین ایک رکن سے دوسرے رکن مین جانے کی یعنے رکن کے بدلنے کے لیے
اللہ اکبر کہنا مسنون ہے یہان تک کہ قنوت کے لیے اللہ اکبر کہنا ایک قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ اس تکبیر کے مسنون ہونے کا قول
ضعیف ہے بلکہ وہ واجب ہے جیسا پہلے بیان ہوا والتسمیع للامام والتحمید لغیرہ اور مسنون ہے سمع اللہ لمن حمدہ کہنا امام کو اور ربنا ولک الحمد کہنا
امام کے غیر کو یعنے مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کو وتحویل الوجہ یمنۃ ویسرۃ للسلام اور پھیرنا منہ کا داہنے اور بائین سلام کے وقت ہم اور مسنون
ہے سلام مین ابتدا کرنا داہنے سے اور امام کو نیت مردون اور فرشتون کی کرنی اور پست کہنا دوسرے سلام کا بہ نسبت اول کے کذا فی الشامی
ولہا آداب اور نماز کے کچھ آداب ہین ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل آداب کا ترک کرنا نہ مکروہ تنزیہی ہونیکا
موجب ہے اور عتاب کا باعث جیسے چھوڑنا سنت زوائد کا عتاب وکراہت کا موجب نہین لیکن کرنا ادب کا افضل ہے ہم نماز مین ادب اسکو کہتے ہین
جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار کیا ہو اور اسپر مداومت نفرمائی ہو جیسے رکوع اور سجدہ مین تین بار سے زیادہ تسبیح کہنا اور حلیہ مین
کئی تعریفین ادب کی کر کے آخر کو کہا کہ ظاہر ادب اور مستحب ایک ہی چیز ہین اور سنت زائدہ اسکو کہتے ہین جو موکد نہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اسکو بطور عادت کے کیا ہو جیسے آپکی سیرت لباس اور نشست و برخاست مین یا نماز چاشت اور اسکا مقابل سنت ہدی ہے یعنی سنت موکدہ
جیسے اذان اور جماعت ہے کذا فی الشامی نظرہ الی موضع سجودہ حال قیامہ والی ظہر قدمیہ حال رکوعہ والی ارنبۃ انفہ حال
سجودہ والی حجرہ حال قعودہ والی منکبیہ الایمن والایسر عند التسلیمۃ الاولی والثانیۃ لتحصیل الخشوع مستحب ہے دیکھنا نمازی کا
کھڑے ہونیکے وقت اپنے سجدہ گاہ کیطرف اور رکوع کے وقت اپنے دونون پاؤن کی پشت کیطرف اور سجدہ کرنے مین اپنی ناک کی نوک کی طرف اور قعدہ کی
حالت مین اپنی گود کی طرف اور پہلے سلام پھیرنے کے وقت اپنے داہنے شانے کی طرف اور دوسرے سلام کے وقت اپنے بائین شانہ کیطرف
یہ سب آداب ہین واسطے حاصل کرنے خشوع اور انکسار کے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اگر ان جگہون مین کوئی ایسی چیز ہو گی جس سے دل بٹے تو انکی طرف نہ دیکھنا

مستحب نہیں رہیگا کیونکہ اُس سے انکسار جاتا رہیگا جو مستحب ہے اور مکروہ ہوا ایسا کہ فمہ عند التثاؤب ولو باخذ شفتیہ بسنہ فان لم یقدر غطاہ بظہر یدہ الیسری
وقیل بالیمنی لو قائما والا فبیسراہ مجتبی اور مستحب ہے اپنا منھ بند کرنا جمائی لینے کے وقت اگرچہ ہونٹھ کو دانت کے پکڑنے سے بند کیا ہو پھر اگر منھ بند
نہو سکے تو اسکو اپنے بائیں ہاتھ کی پیٹھ سے چھپاوے اور بعضوں نے کہا کہ اگر کھڑا ہو تو داہنے کی پیٹھ سے چھپاوے اور نہیں تو بائیں کی پیٹھ سے
کذا فی المجتبی ہم وجہ منھ کے بند رکھنے کی یہ ہے کہ جمائی لینا نماز میں اور خارج نماز کے مکروہ ہے اور کھڑے ہونے میں داہنا ہاتھ اسلیے کہا تاکہ حرکت ایک ہی ہاتھ کی ہو
ورنہ بائیں ہاتھ کو داہنے کے نیچے سے نکالنے میں دونوں ہاتھوں کو حرکت ہوگی اور بعض نسخوں میں الفاظ ... ہیں گو کہ دونوں ہونٹھ کا دبانا بھی
رفع کے لیے ... مقدور ہے کذا فی الشامی او کمہ یا آستین کو چھپاوے اپنی آستین سے لان التغطیۃ بلا ضرورۃ مکروہ اور بغیر ہاتھ یا آستین
سے منھ اسوقت چھپاوے کہ جب بلا ہاتھ اور آستین کے منھ بند نہ ہوا اسلیے کہ منھ کا چھپانا بدون ضرورت کے مکروہ ہے اگرچہ ہونٹھ کو دانت سے دبا کر جمائی
روک سکتا تھا اگر اسطرح نہ روکا بلکہ ہاتھ یا آستین سے منھ کو چھپایا تو مکروہ ہوگا کذا فی الخلاصۃ فائدہ ترکیب جمائی کے دور کرنے کی یہ بہت عمدہ ہے کہ اپنے
دل میں سوچے کہ انبیا علیہم السلام نے جمائی نہیں لی قدوری اور شامی نے ذکر کیا کہ ہم نے اسکا بارہا امتحان کیا تو جمائی دور ہوگئی واخراج یدیہ من کمیہ
عند التکبیر للرجل الا لضرورۃ کبرد اور مستحب ہے اپنی دونوں آستینوں میں سے دونوں ہاتھوں کا باہر نکالنا مرد کو تکبیر کہنے کے وقت یعنی تحریمہ کے
میں مگر کسی ضرورت سے مثل سردی کے باہر نکالنا ہاتھوں کا مستحب نہیں رہتا ودفع السعال ما استطاع لانہ بلا عذر مفسد اور مستحب ہے دفع کرنا
کھانسی کا اپنے مقدور بھر اسلیے کہ کھانسنا بلا عذر مفسد نماز ہے یعنی جبکہ اس سے حروف پیدا ہوں کذا فی البحر تو اس سے بچنا واجب ہوگا والقیام لامام
ومؤتم حین قیل حی علی الفلاح خلافا لزفر فعندہ حی علی الصلاۃ ابن کمال اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جبکہ تکبیر میں حی علی الفلاح
کہا جاوے بخلاف قول زفر کے کہ اُنکے نزدیک حی علی الصلاۃ کہنے کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے کذا ذکرہ ابن کمال شامی نے کہا کہ یہ نقل قول زفر کی
درست نہیں بلکہ حسن بن زیاد اور زفر کا قول یہ ہے کہ قد قامت الصلاۃ کہنے کے وقت کھڑا ہو ان کان الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف ینتہی
الیہ الامام علی الاظہر حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا اسوقت مستحب ہے کہ امام محراب کے پاس ہو اور اگر محراب سے دور ہو یعنی صفوں کے پیچھے سے
اپنی جگہ جاتا ہے تو جس صف میں امام پہنچے وہی کھڑی ہو جاوے ظاہر قول میں وان دخل من قدام قاموا حین یقع بصرہم علیہ اور اگر امام آگے
کی جانب سے داخل ہو تو لوگ اسوقت کھڑے ہوں جب اُنکی نظر امام پر پڑے الا اذا قام الامام بنفسہ فی مسجد فلا یقفوا حتی یتم اقامتہ ظہیریۃ
جبکہ امام خود مسجد میں تکبیر کہے تو مقتدی کھڑے نہوں یہانتک کہ امام اقامت پوری کرے کذا فی الظہیریہ شامی نے کہا کہ شارح کو فی المسجد
الف لام کے ساتھ اور فلا یقفون کہنا مناسب تھا بعضہ کی نفی وان خارجہ قام کل صف ینتہی الیہ بحر اور اگر امام مسجد کے باہر ہو تو جس صف تک
پہونچے وہ کھڑی ہو کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اس قول کو میں نے بحر الرائق میں نہ پایا بلکہ نہر الفائق میں مذکور ہے وشروع الامام فی الصلاۃ
مذ قیل قد قامت الصلاۃ ولو اخر حتی اتمہا لا باس بہ اجماعا وہو قول الثانی والثلاثۃ وہو اعدل المذاہب کما فی شرح المجمع لمصنفہ وفی القہستانی
معزیا للخلاصۃ انہ الاصح اور مستحب ہے نماز شروع کرنا امام کا جبکہ قد قامت الصلاۃ کہا جاوے اور اگر نماز کے شروع کرنے میں تاخیر کی یہانتک
کہ موذن نے اقامت تمام کرلی تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں بالاتفاق اور وہ یعنی تاخیر کرنا امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور وہی درست تر
مذاہب کا ہے جیسا کہ شرح مجمع میں اسکے مصنف نے ذکر کیا ہے اور قہستانی میں منسوب بخلاصہ یوں ہے کہ تاخیر کرنا ہی صحیح تر قول ہے اسلیے کہ اس
سے نمازیوں پر اشتباہ نہ رہیگا اور موذن بھی امام کے ساتھ نماز شروع کر سکیگا فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا قول لو لم یعلم ما فی الصلاۃ من فرائض
وسنن اجزاہ قنیہ اور اگر نمازی نے یہ نہ جانا کہ جو فرض مثلاً ادا کرتا ہے اسمیں فرض کیا افعال ہیں اور سنت کیا تو نماز اسکو کافی ہوگی کذا فی القنیہ

فصل

اس فصل میں نماز کے ادا کرنے کا بیان شروع سے آخر تک اس طریق پر ہے جو سلف سے منقول چلا آیا ہے واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ کبر لو قادرا للافتتاح
ای قال وجوبا اللہ اکبر اور جب نمازی نماز شروع کرنا چاہے تو شروع نماز کے لیے تکبیر کہے اگر کہنے پر قادر ہو یعنی بطور وجوب لفظ اللہ اکبر کہے طحطاوی نے کہا کہ قادر
کی قید سے عاجز نکل گیا اور اللہ اکبر کہنے کے وجوب سے یہ نکلا کہ اگر اللہ کبیر یا اللہ الاکبر یا اللہ الکبیر کہیگا تو واجب ادا نہوگا ولا یصیر شارعا بالمبتدا فقط کاللہ
ولا بالخبر فقط ہو المختار اور نماز کا شروع کرنے والا نہوگا صرف مبتدا کہنے سے جیسے فقط اللہ کہے اور خبر نہ کہے اور نہ صرف اکبر کہنے سے شروع کرنے والا
ہوگا یہی قول مختار ہے شامی نے کہا کہ یہی قول امام محمد کا ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے امام سے منقول ہے اور وجہ شروع کرنیوالا نہونے کی یہ ہے کہ شروع نماز کی شرط پورا
جملہ ہے تو صرف مبتدا یا خبر کہنے سے شرط نہ پائی جائیگی فلو قال اللہ مع الامام واکبر قبلہ او ادرک الامام راکعا فقال اللہ قائما واکبر راکعا لم یصح فی الاصح
پس اگر مقتدی نے لفظ اللہ امام کے ساتھ کہا اور لفظ اکبر کو امام کے فارغ ہونے سے پیشتر کہہ لیا یعنی ہنوز امام نے اکبر کو پورا نہیں کیا تھا کہ مقتدی کہہ چکا یا مقتدی
نے امام کو رکوع میں پایا تو لفظ اللہ تو کھڑے ہوئے کہا اور اکبر رکوع میں تو دونوں صورتوں میں اسکا اقتدا درست نہوگا صحیح تر قول میں ہم پہلی صورت میں اقتدا
اسلیے صحیح نہوا کہ امام بوجہ ناتمام ہونے اللہ اکبر کے ابھی نماز کا شروع کرنے والا نہیں ہوا تھا کہ مقتدی نے اسکا اقتدا کر لیا تو خارج نماز کا اقتدا ہوا اور دوسری
صورت میں شرط تحریمہ مفقود ہے یعنی حالت قیام میں پورا جملہ چاہیے تھا وہ نہوا اسلیے اقتدا ابھی صحیح نہوا شامی نے کہا کہ جیسے اقتدا صحیح نہیں ایسے ہی مقتدی
اپنی نماز کا شروع کرنے والا بھی نہوگا کیونکہ اسنے قصد شریک ہوکر پڑھنے کا کیا تھا یعنی تنہا پڑھنے کی نیت پہلے ہی نہ تھی کما لو فرغ من اللہ قبل الامام
جیسے اقتدا صحیح نہیں جبکہ فارغ ہوا مقتدی لفظ اللہ کے کہنے سے پہلے شروع کرنے امام کے یعنی امام نے تکبیر تحریمہ ابھی شروع نہیں کی کہ مقتدی
اللہ کہہ چکا تو اقتدا صحیح نہوگا ولو ذکر الاسم بلا صفۃ صح عند الامام خلافا لمحمد رح اور اگر صرف اسم ذات کو یعنی لفظ اللہ کو ذکر کیا بدون صفت یعنی اکبر کے تو صحیح ہے
امام کے نزدیک برخلاف محمد کے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مکرر ہو گیا اور باوجود مکرر ہونے کے ضعیف ہے کیونکہ ظاہر الروایۃ پر مبنی نہیں کذا ذکرہ الحلبی
اگر پہلی صورت کو یعنی صرف مبتدا کے ذکر کرنے سے شروع کرنیوالا نہونے کو منفرد یا امام کے لیے محمول کریں اور اس صورت کو حالت اقتدا پر تو مکرر نہیں ہوتا
بالحذف اذ مد احدی الہمزتین مفسد وتعمدہ کفر وکذا الباء فی الاصح اللہ اکبر وجوبا کہے ہمزوں کے حذف کرنے کے ساتھ یعنی اللہ اور اکبر کے ہمزوں کو
بڑھا کر نہ کہے اسلیے کہ کھینچکر پڑھنا ان دو ہمزوں میں سے ایک کا مفسد ہے شروع نماز کا اگر نادانستگی میں بڑھا کر پڑھا ہو اور جانکر انکو مد کرنا کفر ہے اور
اسیطرح ب کا بڑھانا لفظ اکبر سے صحیح تر قول میں مفسد ہے مقابل اسکا وہ ہے جو حلبی نے شرح منیہ میں ذکر کیا ہے کہ ب کا بڑھانا مفسد نہیں کذا فی الطحطاوی
ویشترط کونہ قائما فلو وجد الامام راکعا فکبر منحنیا ان الی القیام اقرب صح ولغت نیۃ تکبیرۃ الرکوع اور شرط ہے اللہ اکبر کہنا کھڑے ہوکر یعنی فرض
نماز میں باوجود قدرت کھڑے ہوکر تحریمہ کرنا چاہیے پس اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکے ہوئے اللہ اکبر کہا تو اگر یہ جھکنا قیام سے قریب ہوگا
یعنی اسقدر جھکا ہوگا کہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو نہ پکڑ سکے تو شروع صحیح ہوگا اور تکبیر رکوع کی نیت لغو ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مقتدی نے جو
اللہ اکبر کہا اس سے رکوع کی نیت کی نہ نماز کے شروع کی تو یہ تکبیر تحریمہ کی ہو جائیگی اور رکوع کی نیت لغو ہوگی اسلیے کہ تکبیر تحریمہ فرض اور شرط ہے اور رکوع
کی تکبیر نفل ہے اور چونکہ یہ نفل فرض کے محل میں واقع ہوئی اسلیے فرض کی طرف پھیری گئی کذا فی الشامی مختصرا فروع مسائل ملحقہ شارح کے کبر غیر عالم
بتکبیر امامہ ان اکبر رایہ انہ کبر قبلہ لم یجز والا جاز محیط مقتدی نے اللہ اکبر کہا اور یہ نہیں جانتا کہ امام اللہ اکبر کہہ چکا ہے یا نہیں تو اگر اسکی رائے غالب
یہ ہو کہ میں نے امام سے پہلے اللہ اکبر کہا ہے تب تو اقتدا درست نہوگا ورنہ جائز ہوگا کذا فی المحیط یعنی اگر گمان غالب یہ ہوگا کہ امام کے ساتھ یا
اسکے بعد اللہ اکبر کہا ہے یا کچھ گمان ہی نہو کہ پہلے کہا یا پیچھے تو اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی ولو اراد بتکبیرہ التعجب او متابعۃ المؤذن

ثم لیقصد بشارعا اور اگر نمازی نے اللہ اکبر کہنے سے قصد تعجب کا کیا یا موذن کے جواب دینے کا ارادہ کیا تو شروع کرنیوالا نماز کا نہوگا کیونکہ تعجب کرنا اور
جواب اذان کا دینا اجنبی باتیں ہیں اور نماز کی مفسد ہیں تو ایسے شروع درست نہوگا و یجزم الراء لقوله صلی اللہ علیہ وسلم الاذان جزم والاقامة
جزم والتکبیر جزم منح و مر فی الاذان اور اللہ اکبر کی ر کو جزم کرے بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ اذان جزم ہے
اور اقامت جزم ہے اور اللہ اکبر کہنا جزم ہے کذا فی المنح اور یہ حدیث باب الاذان میں گذری ثم اذان جزم ہے یعنے اسکے کلمات کے آخر پر کچھ حرکت نہیں یہ
حدیث ابراہیم نخعی سے موقوفا اور مرفوعا مروی ہے وانما یصیر شارعا بالنیة عند التکبیر لا بہ وحدہ ولا بہا وحدہا بل بہما اور بات یوں ہے کہ شروع
کرنے والا نیت سے ہوتا ہے اللہ اکبر کہنے کے وقت نہ صرف اللہ اکبر کہنے سے اور نہ صرف نیت سے بلکہ دونوں چیزوں سے ہم کہتے ہیں چونکہ نیت بھی
صحت نماز کی شرط ہے اور تحریمہ بھی اور نیت تحریمہ سے پیشتر بھی جائز ہے بشرطیکہ کوئی اجنبی فعل بیچ کا اسکے بیچ میں واقع نہو تو اس سے یہ
وہم ہوتا ہے کہ شاید صرف نیت کافی ہو اسلئے ماتن نے تصریح کر دی کہ نیت تحریمہ کے وقت ہونی چاہیے کذا فی الشامی فتلزمہ العاجز عن النطق
کاخرس والامی تحریک لسانہ وکذا فی حق القراءۃ ہو الصحیح لتعذر الواجب فلا یلزم غیرہ الا بدلیل فتکفی النیة پس جو شخص کہ بولنے سے عاجز ہو جیسے گونگا
اور امی اسکو اللہ اکبر کہنے کے لیے اپنی زبان کا ہلانا ضرور نہیں اور اسی طرح قراءت کے حق میں زبان کا ہلانا ضرور نہیں یہی صحیح ہے زبان کا ہلانا
لازم نہیں بسبب دشوار ہونے واجب کے تو نہیں لازم ہوگا واجب کا غیر بدون دلیل کے اسلئے نیت کافی ہوگی ہم کہتے ہیں اللہ اکبر کہنا اور قراءت واجب ہو
یہ واجب عاجز سے ادا نہیں ہو سکتا تو دوسری چیز یعنے زبان ہلانا اسکو اسپر لازم کرنا بدون دلیل کے کیسے درست ہوا اسلئے عاجز کی نیت ہی نماز میں کافی ہے
لکن ینبغی ان یشترط فیہما القیام وعدم تقدیمہا القیامہا مقام التحریمة ولم ارہ لیکن سزاوار یہ ہے کہ عاجز کی نیت میں قیام شرط ہو اور نماز سے پیشتر نہ کیا
نیت اس صورت میں قائم مقام تحریمہ کی ہے اور میں نے اسکو دیکھا نہیں ہم کہتے ہیں چونکہ عاجز کے حق میں نیت کافی ہے تحریمہ کی کچھ ضرورت نہیں
یہ نکلا کہ نیت قائم مقام تحریمہ کے ہوگئی تو شارح بہ تبعیت مصنف نہر الفائق کے کہتا ہے کہ تحریمہ کی شرطیں یعنے قیام اور مقدم نہونا عاجز کی نیت میں شرط
ہونا چاہیے مگر میں نے اسکی تصریح نہیں دیکھی شامی نے کہا کہ عاجز کی نیت کا قائم مقام تحریمہ کے ہونا بدون دلیل کیسے مانا جاوے کیونکہ نیت اور تحریمہ دونوں
شرطیں علیحدہ ہیں تو جب ایک شرط کسی عذر سے ساقط ہوگئی اور دوسری پر اکتفا کی گئی تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ دوسری شرط ساقط کی قائم مقام ہو گئی
ثم فی الاشباہ فی قاعدۃ التابع تابع فالمفتی بہ لزومہ فی تکبیرۃ وتلبیة لا قراءۃ پھر اشباہ میں اس قاعدہ کے بیان میں کہ تابع تابع رہتا ہے یہ ہے کہ فتوی
اسپر ہے کہ زبان ہلانا عاجز پر لازم ہے اللہ اکبر کہنے اور لبیک کہنے میں اور لازم نہیں قراءت میں ہم شامی میں محیط سے منقول ہے کہ قراءت فرض قطعی ہے اور
تلبیہ فرض ظنی تو چاہیے کہ تلبیہ میں بطریق اولے لازم نہو و رفع یدیہ قبل التکبیر وقیل معہ ماسا بابہامیہ شحمتی اذنیہ اور اٹھاوے اپنے دونوں ہاتھ اللہ اکبر
کہنے سے پہلے اور بعضوں نے کہا کہ اللہ اکبر کے ساتھ ہی اٹھاوے لگانے والا دونوں انگوٹھوں کو دونوں کانوں کی لو سے ہم اللہ اکبر سے پہلے
ہاتھوں کا اٹھانا منسوب ہے طرفین کیطرف اور صاحب ہدایہ نے اسکی تصحیح کی ہے اور خلاصہ اور محیط وغیرہ میں ہے کہ جب اللہ اکبر کہنا شروع کرے اسیوقت ہاتھوں
کا اٹھانا شروع کرے اور جب اسکو تمام کرے اسیوقت اسکو تمام کرے اور تیسرا قول یہ ہے کہ بعد اللہ اکبر کے اٹھاوے اور یہ سب اقوال حدیث شریف میں مروی
ہیں کذا فی الشامی ہو المراد بالمحاذاۃ لانہا لا تتیقن الا بذلک کانوں تک ہاتھوں کا اٹھانا ہی مراد ہے محاذات سے جو ظاہر الروایۃ اور بعض احادیث
میں وارد ہے اسلیے کہ محاذات بدون اسطرح اٹھانے کے یقینی نہوگی ہم کہتے ہیں بعض احادیث میں جو محاذات کا ذکر آیا ہے یعنے دونوں کانوں کے برابر ہاتھ
اٹھاوے اس سے مراد یہی ہے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کو لگیں اور شانوں تک اٹھانے میں برابری کانوں کی ثابت نہیں اور جن حدیثوں میں شانوں تک
اٹھانا مروی ہے تو وہ اس حالت پر محمول ہے کہ ہاتھ سردی کے سبب کپڑوں کے اندر ہوں اور ابن ہمام نے دونوں حدیثوں میں توفیق اسطرح کی ہے کہ کلائیوں کو

مونڈھوں کے برابر نہ ہے کانوں کی محاذات انگوٹھوں سے ہو جاتی ہے کذا فی الشامی تحصیر منہ وقیل بکفیہ القبلۃ وقیل خدیہ اور اپنی دونوں ہتھیلیوں
کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہتھیلیوں کا رخ دونوں رخساروں کی طرف کو رکھے والمرأۃ ولو امۃ کما فی البحر لکن فی النھر عن السراج
انہا ہنا کالرجل وفی غیرہ کالحرۃ اور عورت اگرچہ لونڈی ہو چنانچہ بحر الرائق میں ہے لیکن نہر الفائق میں سراج سے منقول ہے کہ لونڈی اس مقام میں یعنی
رفع یدین میں مرد کے برابر ہے اور دوسرے افعال مثلاً رکوع اور سجدہ میں مثل آزاد بی بی کے ہے ترفع بحیث یکون رؤس اصابعہا حذاء منکبیہا وقیل
کالرجل عورت اپنے ہاتھ اس طرح اٹھاوے کہ اسکی انگلیوں کے سر برابر اسکے دونوں شانوں کے ہو جائیں اور حسن نے امام اعظم سے روایت کی کہ
عورت مثل مرد کے ہاتھ اٹھانے میں مگر اول قول کو ہدایہ میں صحیح کہا ہے وصح شروعہ ایضاً مع کراہۃ التحریم بتسبیح وتہلیل وتحمید وسائر کلم التعظیم
الخالصۃ لہ تعالیٰ ولو مشترکۃ کرحیم وکریم فی الاصح اور نیز صحیح ہے شروع کرنا نمازی کا نماز کو کراہت تحریمی کے ساتھ سبحان اللہ کہنے اور لا الہ الا اللہ
کہنے اور الحمد للہ کہنے سے اور سب اللہ تعالیٰ کے خالص تعظیم کے کلمات سے اگرچہ مشترک ہوں مثل رحیم اور کریم کے صحیح تر قول میں اور تعظیم میں
خالص کی قید اسلیے لگائی کہ جو کلمات شامل ہوں دعا اور حاجت پر وہ نکل جائیں شامی نے کہا کہ لہ تعالیٰ متعلق بالتعظیم ہے یہ نہ خالص کے ورنہ
اسکے بعد ولو مشترکۃ نہ بنیگا اور صحیح قول کا مخالف ذخیرہ اور خانیہ میں ہے کہ شروع نماز کو خالص بلفظ اللہ اکبر سے مخصوص کیا ہے وخصہ الثانی باکبر وکبیر منکرا و
معرفاً زاد فی الخلاصۃ والکبار مخففاً ومثقلاً اور مخصوص کیا ہے شروع کو امام ابو یوسف نے لفظ اکبر اور کبیر سے خواہ انکو نکرہ بے الف لام کے بولیں یا الف
لام کے ساتھ خلاصہ میں کبار کو بھی تخفیف اور تشدید کے ساتھ زیادہ کیا ہے ہم کبار بضم اول وتخفیف موحدہ خواہ تشدید بد آں بمعنی کبیر ہے یعنی ابو یوسف
کے نزدیک اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ کبیر یا اللہ الکبیر یا اللہ کبار یا اللہ الکبار کہنے سے شروع نماز صحیح ہو جائیگا اور الفاظ سے صحیح نہوگا شامی نے کہا کہ اس
باب میں صحیح طرفین کا قول ہے چنانچہ نہر الفائق میں ہے کما صح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان جیسے کہ صحیح ہے اگر نماز کو شروع کیا عربی کے سوا دوسری
زبان میں کوئی سی زبان ہو وخصہ البردعی بالفارسیۃ لمزیتہا بحدیث لسان اہل الجنۃ العربیۃ والفارسیۃ الدریۃ بتشدید الراء قہستانی اور خاص
کیا ہے دوسری زبان کو احمد بن حسین بردعی نے فارسی کے ساتھ بسبب اسکے فائق ہونے کے اس حدیث سے کہ زبان جنت والوں کی عربی ہے اور دری
فارسی اور لفظ دری راء مہملہ کی تشدید سے ہے کذا فی القہستانی ثم محشی اس حدیث کی تخریج کے درپے نہیں ہوئے اور دری منسوب ہے در کیطرف بمعنی دروازہ اور یہ
زبان ان لوگوں کی ہے جو بادشاہی دروازوں پر رہتے ہیں اور فارس نام ایک قلعہ کا ہے جسکی طرف ایک قوم منسوب ہے ان لوگوں کی زبان عربی کے
بعد اشرف اور مشہور تر ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرطا عجزہ اور صاحبین نے دوسری زبان میں شروع نماز کے صحیح ہونے کے لیے عاجز ہونا نمازی
کا عربی میں تکبیر کہنے سے شرط کیا ہے وعلی ہذا الخلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوٰۃ اور اسی خلاف پر ہیں خطبہ اور سب ذکر نماز کے یعنی امام اعظم کے نزدیک
اور زبانوں میں خطبہ اور ثنا اور دوسری دعائیں درست ہیں اور صاحبین کے نزدیک عربی سے عاجز ہونے کی صورت میں درست ہیں طحطاوی نے کہا کہ معتمد
امام کا قول ہے وامّا ما ذکرہ بقولہ اٰمن او لبی او سلم او سمی عند ذبح او شہد عند حاکم او رد سلاما ولم ار لو شمت عاطسا وقرأ بہا عاجزا فجائز اجماعاً
اور جو امور کہ نماز کے ذکر میں داخل نہیں اور انکو مصنف نے اپنے قول میں ذکر کیا ہے یعنے خواہ ایمان لایا یا لبیک کہا یا سلام کیا یا ذبح کے
وقت خدا تعالیٰ کا نام لیا یا کسی حاکم کے سامنے گواہی دی یا جواب سلام کا دیا یا قرأت پڑھی عربی سے عاجز ہو کر تو یہ سب باتیں باتفاق امام اور
صاحبین کے غیر زبان میں جائز ہیں شارح نے کہا کہ اگر چھینک کا جواب غیر زبان میں دیا تو اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا شامی نے
حلبی سے نقل کیا کہ سلام کے جواب اور چھینک کے جواب میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا قید القرأۃ بالعجز لان الاصح رجوعہ الی قولہما
وعلیہ الفتوی مصنف نے قرأت میں عربی سے عاجز ہونے کی قید لگائی اسلیے کہ صحیح تر یہی رجوع کرنا امام کا صاحبین کے قول کی طرف اور

اسی پر فتوی ہی تولیت وجعل العینی الشروع کالقراءة لا سلف لہ فیہ ولا سند لہ بل جعلہ فی التاتارخانیۃ کالتلبیۃ یجوز اتفاقا فظاہرہ کالمتن رجوعهما
الیہ لا ہو الیہما فاحفظہ فقد اشتبہ علی کثیر من القاصرین حتی الشرنبلالی فی کل کتبہ فتنبہ اور عینی نے شروع نماز کی تکبیر کو قرات کے مانند کیا ہے یعنے
غیر زبان میں اسکے صحیح ہونے کے لیے بھی قید عربی سے عاجز ہونے کی لگائی ہے تو اس باب میں عینی کا کوئی سلف ہے جسنے پیشتر ایسا کہا ہوا اور نہ کوئی
سند اسکے دعوے کو قوت دیتی ہے بلکہ شروع کو تاتارخانیہ میں تلبیہ کے مانند ٹھہرایا ہے کہ غیر زبان میں باتفاق جائز ہے پس ظاہر یہ ہو تاتارخانیہ کا قول
متن تنویر الابصار کے یہ ہے کہ صاحبین نے امام کے قول کیطرف رجوع کیا ہے نہ یہ کہ امام نے صاحبین کیطرف رجوع کیا ہو تو اسکو یاد کرلے کہ بہت سی
کم توجہ کرنے والوں پر یہ امر مشتبہ ہو گیا ہے یہانتک کہ شرنبلالی پر بھی اسکی سب کتابوں میں مشتبہ ہو گیا ہے سو خبردار ہو جا حاصل صاحبین کے نزدیک نماز کے سب
اذکار اور تکبیر تحریمہ دوسری زبان میں اسوقت درست ہوتے ہیں کہ نمازی عربی سے عاجز ہو اور امام کے نزدیک سوا قرات کے سب اذکار و تحریمہ بدون
قدرت عربی کے غیر زبان میں جائز ہیں تو فقط امام صاحب نے قرات کے باب میں صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا ہے اسوجہ سے کہ قرآن ایک خاص
عربی منظوم کا نام ہے جو نقل متواتر ہم تک پہونچا ہے تو فارسی وغیرہ میں وہ منقول خاص باقی نرہیگا باقی رہا شروع کا حال تو اسمیں امام صاحب کی دلیل
قوی ہے یعنے وہ یہ فرماتے ہیں کہ شروع میں مطلب ذکر اور تعظیم ہے یہ ہر زبان میں حاصل ہو سکتا ہے خصوصیت عربی کی نہیں پس اسی سے شروع کو
قرات کے مانند ٹھہرایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نے صاحبین کا قول شروع نماز میں اختیار کیا حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ تاتارخانیہ میں شروع نماز
کو تلبیہ کے موافق کہا ہے جو بالاتفاق دوسری زبان میں درست ہے اور اس متن میں بھی شروع نماز میں قید عاجزی کی نہیں لگائی جیسی قرات میں
لگائی ہے تو تاتارخانیہ کی ظاہر عبارت اور اس متن کی عدم تقیید اس بات کی دلیل ہیں کہ صاحبین نے شروع نماز میں امام کا قول اختیار کیا ہے نہ یہ کہ امام
نے صاحبین کا قول لیا ہو جیسا عینی نے سمجھا کذا فی الشامی بتصرف لا یصح ان اذن بہا علی الاصح وان علم انہ اذان ذکرہ الحدادی واعتبر
الزیلعی التعارف نہیں صحیح ہے اگر اذان دی غیر عربی میں صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ لوگ یہ جانیں کہ وہ اذان ہے ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے اور
زیلعی نے تعارف کا اعتبار کیا ہے یعنے اگر اذان فارسی میں ہو اور لوگ جان جاویں کہ اذان ہوتی ہے تو درست ہو گی ورنہ جائز نہو گی کیونکہ اذان سے
مقصود خبر کرنا نماز کا ہے وہ حاصل نہیں ہوا فروع مسائل لطیفہ شارح کے قرء بالفارسیۃ او التوراۃ او الانجیل ان قصۃ تفسد وان ذکرا لا اگر قرات پڑھے
فارسی میں یا قرآن کی جگہ توریت یا انجیل پڑھے اگر کوئی قصہ پڑھا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر پڑھا تو فاسد نہو گی ہم ہدایہ میں کہا کہ فارسی
میں قرات سے نماز فاسد نہیں بلا خلاف بشرطیکہ جسقدر قرات سے نماز درست ہو جاتی ہے اسقدر عربی میں پڑھ لی ہو اور قاضیخان نے کہا کہ صاحبین
کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے فتح القدیر میں ان دونوں قول میں یوں توفیق کی کہ اگر فارسی میں قصہ کی جگہ یا امر و نہی کی جگہ سے پڑھیگا
تو فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر اور تنزیہ کے مقام کو پڑھیگا اور اسی پر اکتفا کریگا تب بھی فاسد ہو گی کہ نماز قرات سے خالی رہجائیگی اور کسیقدر قرآن
اسکے ساتھ ملا لیگا تو فاسد نہو گی کذا فی الشامی والحق بہ فی البحر الشاذ اور بحر الرائق میں فارسی میں قرات پڑھنے کے ساتھ قرآن کی روایت شاذ
کو ملحق کیا ہے یعنے روایت شاذ کا حکم بھی اسی تفصیل سے ہے جیسا فارسی قرات میں مذکور ہو لکن فی النہر الاوجہ انہ لا یفسد ولا یجزی کالتہجی لکن نہر الفائق
میں ہے کہ موجہ تر یہ ہے کہ روایت شاذ نماز کو فاسد نہیں کرتی اور نہ قرات واجب سے کافی ہوتی ہے جیسا ہجے کر کے پڑھنا قرآن کا مثلا یوں کہنا
ا ل ح م د ل ل ہ کہ وہ بھی مفسد نہیں اور نہ مقدار واجب کو کافی ہو و ہم قرآن مجید کی روایات مشہورہ سات ہیں اور ائمہ قرات دس تک
ہیں تو متواتر روایتیں دس تک ہو سکتی ہیں پس جو روایت کہ ان دسوں روایتوں سے خالی ہو گی وہ شاذ ہے نہر الفائق میں کہا کہ وجہ اسکے مفسد
نہونے کی یہ ہے کہ روایت شاذ کے قرآن ہونے میں شک ہے تو شک سے نماز فاسد نہیں ہوتی بخلاف فارسی کے کہ وہ ہرگز قرآن نہیں کیونکہ عرف میں قرآن عربی

زبان ہی کو کہتے ہین وتجوز کتابۃ آیۃ او آیتین بالفارسیۃ لا اکثر اور درست ہی لکھنا ایک آیت یا دو آیتون کا فارسی مین نہ زیادہ کا طحطاوی نے حلبی سے
نقل کیا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ ایک یا دو آیت قلیل ہی اور قلیل معاف ہی نہ کثیر تو بدون ضرورت کے کثیر معاف نہوگا اور ضرورت کی صورت مین زیادہ کے
لکھنے مین بھی کچھ مضائقہ نہین ہی کیونکہ کتب تفسیر تحتہ بہا اور یکرہ وہ یہ ہی لکھنا قرآن کی تفسیر کا قرآن کے نیچے فارسی مین طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ قرآن
مین حکم ہی قرآن کے خالی رکھنے کا غیر قرآن سے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہی کہ لکھنا قرآن کا اور تفسیر ہر حرف کی اور ترجمہ اسکے نیچے لکھنا جائز ہی اس سے
معلوم ہوا اگر کراہت سے تنزیہی کراہت مراد ہو اور فارسی کی کچھ قید نہین ہر زبان کا یہی حکم ہی تو مترجم کے نزدیک بہتر طریق یہ ہی کہ قرآن مجید متن مین اور ترجمہ
حاشیہ پر لکھے تاکہ اس کراہت سے بچے ولو شرع بمشوب بحاجتہ کقولہ ذو بسملۃ وحوقلۃ واللّٰہم اغفرلی او ذکرہا عند الذبح لم یجز اور اگر نماز کو شروع کیا ان لفظون سے
جو مخلوط ہین نمازی کی حاجت کے ساتھ تو شروع درست نہوگا جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا کہ یہ قائم مقام دعا کے ہی گویا کہ یہ کہا کہ الٰہی مجکو پناہ دے
شیطان سے اور جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنا کہ یہ بھی برکت کے واسطے ہی تو گویا یون کہا کہ الٰہی تو میرے واسطے برکت کر اور جیسے لاحول ولا قوۃ
الا باللہ سے شروع کرنا کہ واقع مین یہ بھی دعا ہی تو گویا یون کہیگا کہ الٰہی مجکو اپنی معصیت سے پھیر دے اور اپنی طاعت پر قوت دے کہ سوا تیرے اور کسیکو
یہ طاقت نہین اور جیسے اللہم اغفرلی کہنا کہ صریح دعا ہی مغفرت کی پس ان سب سے نماز کا شروع جائز نہین یا ذکر کیا اللہم اغفرلی کو ذبح کے وقت تو ذبح
درست نہوگا بخلاف اللّٰہم فقط فانہ یجوز فیہما فی الاصح کیا اللہ بخلاف صرف لفظ اللہم کے کہ شروع اور ذبح دونون مین جائز ہی صحیح تر قول مین مثل
یا اللہ کے کہ وہ بھی شروع اور ذبح مین درست ہی باتفاق شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اصح کی قید سے ان لوگون کا قول نکل گیا جو عدم صحت شروع اور
ذبح کے قائل ہین چنانچہ جوہرہ مین اس قول کی تصحیح کی ہی اور اللہم یعنی یا اللہ ہی ووضع الرجل یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ آخذا رسغہا بخنصرہ
وابہامہ ہو المختار اور رکھے مرد یعنی بعد تحریمہ کے اپنا داہنا ہاتھ بائین پہنچے اپنی ناف کے پکڑنے والا بائین ہاتھ کی کلائی کو داہنی چھنگلی اور انگوٹھے
سے یہی مختار ہی یعنے چھنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرکے بائین ہاتھ کی کلائی کو پکڑلے اور باقی تین انگلیان اسپر پھیلا دے اور بعضون نے کہا کہ خنصر اور
بنصر اور ابہام سے حلقہ کرے دو کو پہونچے پر رکھے مگر مختار اول طور ہی اور وجہ مختار ہونے کی یہ ہی کہ بعض احادیث مین ہاتھ کا رکھنا دوسرے ہاتھ پر مروی ہی
اور بعض مین پکڑنا تو اسطرح رکھنے مین دونون باتین حاصل ہین کذا فی الشامی بتصرف وتضع المرأۃ والخنثی الکف علی الکف تحت ثدیہا اور
رکھے عورت اور خنثی مشکل داہنی ہتھیلی کو بائین ہتھیلی پر اپنی دونون پستان کے نیچے شامی نے کہا کہ منیہ کے بعض نسخون مین تحت ہی اور بعضون مین
علیٰ یعنی پستان کے اوپر رکھے مگر بہتر تھا کہ یون کہتا کہ سینہ پر رکھے کہ اکثر فقہا نے سینہ پر رکھنا لکھا ہی نہ پستان پر ہم خنثی اسکو کہتے ہین جسمین مرد اور عورت
دونون کی علامت ہو پس اگر مرد کی علامت کو قوت ہوگی تو اسکو حکم مردون کا ہوگا اور اگر عورت کی علامت کو غلبہ ہوگا تو اسکا حکم عورتون کا سا ہی اور
اگر کسی علامت کو غلبہ اور قوت نہو تو وہ خنثی مشکل ہی کما فرغ من التکبیر بلا ارسال فی الاصح ہاتھ رکھے بمجرد فارغ ہونے کے اللہ اکبر کہنے سے بدون ہاتھ
لٹکانے کے صحیح تر قول مین شامی نے کہا کہ ظاہر الروایت یہی ہی اور اسکا مقابل نوادر مین امام محمد سے مروی ہی کہ ثنا پڑھنے کے وقت دونون ہاتھون
کو لٹکا رکھے جب سبحانک اللہم الخ سے فارغ ہو جاوے تو ہاتھ باندھے لہم کاف کما فرغ کا مبادرت کا کاف کہلاتا ہی وہو سنۃ قیام اور ہاتھون کا باندھنا سنت
ہی قیام کی یعنی شیخین کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک قرات کی سنت ہی اسلیے ثنا مین انکے نزدیک ہاتھون کا لٹکانا اور انکو نہ باندھنا اسوقت تک درست ہی
کہ قرات شروع کرے ظاہرہ ان القاعد لا یضع ولم ارہ اور ہاتھون کے باندھنے کو سنت قیام ٹھہرانے سے ایسا ظاہر ہوتا ہی کہ بیٹھنے والا اپنے ہاتھ
باندھے اور مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا ثم رأیت فی مجمع الانہر المراد من القیام ما ہو الاعم لان القاعد یفعل کذلک پھر مین نے مجمع الانہر مین دیکھا
کہ مراد قیام سے وہ ہی جو عام ہی حقیقی اور حکمی سے اسلیے کہ بیٹھنے والا بھی ایسا ہی کرتا ہی یعنے ہاتھ وہ بھی باندھتا ہی تو معلوم ہوا کہ قیام خواہ حقیقی ہو یا

تو یہ لفظ مثل تنازع کے ہوا یعنی جیسے دو فعل ایک اسم مین تنازع کرتے ہین فاعل اور مفعول ہونے مین ویسے لفظ سرا و وفعا ون تعوذ اور قراءۃ کے بعد
دونون کی قید واقع ہوا ہی تو تنازع کے مشابہ ہوا اور خود تنازع اسلیے نہ لکھا کہ تنازع مفعول لہ اور تمیز اور حال مین نہین ہوتا اور سرا یہان حال ہی یا مفعول مطلق فعل
محذوف کا فالقراءۃ فلو تذکرہ بعد الفاتحۃ ترکہ ولو قبل اکمالہا تعوذ وغیبی ان یستانفہا ذکرہ الحلبی اعوذ پڑھنے قرارت کے لیے اس سے یہ نکلا کہ اگر بعد الحمد کے اعوذ کا پڑھنا
یاد پڑا تو اسکو ترک کرے اور اگر الحمد کے پورا کرنے کے پیشتر یاد ہوا تو اعوذ پڑھ لے اور چاہیے یون کہ الحمد کو از سر نو پڑھے ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے ہم شامی نے کہا کہ اصل
کلام مین مذکور ہی حلبی نے اسکو بے موقع سمجھ لیا اسلیے ایسا لکھا ہی جیسے ہو سکتا ہی کہ قرارت کو جو فرض ہی چھوڑ کر اعوذ پڑھے جو سنت ہی یہی تحقیق اس باب مین ہی جو
فقیہ ابو جعفر نے نوادر مین بیان کی ہی کہ اگر تکبیر کے بعد قرارت شروع کر دی اور ثنا اور تعوذ کو بھول گیا تو انکو ترک کرے اسلیے کہ انکے پڑھنے کا موقع جاتا رہا ولا تعوذ
لتلمیذہ اذا قرأ علی استاذہ ذخیرہ ای لا یسن فلیحفظ اور اعوذ نہ پڑھے شاگرد جب اپنے استاد کے پاس سبق پڑھے کذا فی الذخیرہ یعنے اعوذ پڑھنا اسکو مسنون نہین
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی چونکہ اعوذ پڑھنا قرارت قرآن کے لیے مسنون ہی اسلیے اور عبادت کے پہلے پڑھنا مسنون نہوگا فیاتی بہ المسبوق عند قیامہ
لقضاء ما فاتہ لقراءۃ لا المقتدی لعدمہا پس اعوذ پڑھے مسبوق جسوقت کھڑا ہو اپنی باقی نماز پورا کرنے کو اعوذ پڑھے اسلیے کہ اسکو باقی نماز مین قرارت
پڑھنی ہوگی نہ اعوذ پڑھے مقتدی بسبب نہ پڑھنے قرارت کے ولو خر الامام التعوذ عن تکبیرات العید لقراءۃ لعدمہا اور امام اعوذ کو عید کی تکبیرون سے پیچھے
پڑھے بوجہ قرارت پڑھنے کے بعد تکبیرون کے ہم طرفین کے نزدیک اعوذ قرارت کا تابع ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک ثنا کا تابع ہی انکے نزدیک ثنا کے بعد پڑھنا چاہیے
اس صورت مین تکبیرون سے پہلے اعوذ پڑھنا ہوگا اور خلاصہ مین اسکو صحیح کہا ہی مگر قاضی خان اور ہدایہ و کافی وغیرہا کا مختار طرفین کا قول ہی اور شرنبلالیہ مین کہا کہ اسکو ہم
لیتے ہین کذا فی الشامی وکالتعوذ سمی غیر المؤتم بلفظ البسملۃ لا مطلق الذکر کما فی ذبیحۃ ووضوء سرا فی اول کل رکعۃ ولو جہریۃ اور لیقرا تعوذ پڑھنے کے غیر مقتدی
یعنے امام اور تنہا پڑھنے والا اللہ کا نام لے بلفظ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ مطلق ذکر جیسے ذبیحہ اور وضوء مین مطلق ذکر کافی ہی خصوصیت بسم اللہ کی نہین بسم اللہ
کہے ہر رکعت کے شروع مین آہستہ سے اگرچہ رکعت جہری ہو ہم غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی قرارت نہین پڑھتا اور ہر رکعت کے شروع مین اسلیے
بسم اللہ پڑھے کہ ہر رکعت نماز مستقل کی جگہ ہی اور جہری کی قید منیہ کے قول کے رد کرنے کے لیے ہی کہ بسم اللہ سری نماز مین پڑھے نہ جہری مین حالانکہ یہ قول غلط
ہی کذا فی الطحطاوی لا بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقا ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقا نہین مسنون ہی بسم اللہ کہنا الحمد اور سورہ کے درمیان مین مطلق خواہ
پہلی رکعت ہو یا دوسری اگرچہ نماز سری ہو اور نہین مکروہ ہی بسم اللہ کہنا سورہ پر بالاتفاق ہم شامی نے کہا کہ یہ نہ مکروہ ہونیکی یہ ہی کہ بعض کے نزدیک بسم اللہ
ہر سورہ کی آیت ہی تو بسم اللہ کہہ لینے سے شبہ اختلاف جاتا رہیگا بلکہ ذخیرہ اور مجتبی مین تصریح کی کہ سورہ سے پیشتر اسکا کہہ لینا اچھا ہی وما صححہ الزاہدی من وجوبہا
ضعفہ فی البحر اور زاہدی نے جو بسم اللہ کے واجب ہونے کی یعنے الحمد کے شروع مین تصحیح کی ہی اسکو بحر الرائق مین ضعیف کہا ہی اسوجہ سے کہ مخالف ظاہر مذہب کا ہی
جو متون اور شروح اور فتاوی مین مذکور ہی اور نہر الفائق مین کہا کہ حق یہ ہی کہ دونون قول مرجح ہین وہی آیۃ واحدۃ من القرآن کلہ انزلت للفصل بین السور
اور بسم اللہ ایک آیت ہی تمام قرآن مین سے اتری ہی سورتون مین جدائی کرنے کو شامی نے کہا کہ تو الحمد کے شروع مین تبرک کے لیے ذکر ہی فما فی النمل بعض آیۃ اجماعا
تو جو سورہ نمل مین بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی وہ آیت کا ٹکڑا ہی بالاتفاق یعنے شروع آیت انہ من سلیمان سے ہی اور انتہا واتونی مسلمین پر ولیست من الفاتحۃ
ولا من کل سورۃ فی الاصح اور بسم اللہ الحمد کا جز نہین اور نہ ہر سورہ کا صحیح تر قول مین ہم شارح کو مناسب تھا کہ من الفاتحۃ کے بعد فی الاصح کو ذکر کرتا تاکہ حلوانی کے
قول کا رد ہوتا کہ اسنے لکھا ہی کہ اکثر مشائخ کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا جز ہی اور ہر سورہ کا جز سوا سورہ توبہ کے تو امام شافعی فرماتے ہین تو انکے خلاف دفع کرنیکو
فی الاصح کہنا فقہا کا دستور نہین فتحرم علی الجنب ولم تجز الصلوۃ بہا احتیاطا پس بسم اللہ پڑھنا حرام ہی جنب کو اور اسیطرح حائض اور نفسا کو اور نہین جائز ہی صرف
بسم اللہ سے نماز احتیاط کی راہ سے ہم شامی نے کہا کہ احتیاطا دونون مسئلون کی علت ہی یعنے چونکہ بسم اللہ تو بہ تواتر لکھے جانے کے قرآن مین اسکا جز معلوم ہوتی ہی

اسلیے احتیاطاً اسکا پڑھنا جنب کو حرام ہوا اور اسوجہ سے کہ امام مالک اسکو قرآن نہیں کہتے تو قرآن ہونا اسکا مشکوک ٹھہرا اسلیے احتیاطاً آمین ہوئی کہ
اس سے نماز جائز نہو کیونکہ فرضیت قرات یقینی ہے وہ مشکوک چیز کے پڑھنے سے ادا نہو گی ولم یکفر جاحدہا بالشبہۃ اختلاف مالک فیہا اور بسم اللہ کا منکر
کافر نہیں اسوجہ سے کہ اسمین امام مالک کے اختلاف کا شبہہ ہے یعنی اس شبہہ سے قطعی قرآن نرہا کہ اسکا منکر کافر ہوتا وکما سمی قرأ المصلی لو اماما او منفرداً
الفاتحۃ او بسم اللہ پڑھتے ہی نمازی اگر امام یا اکیلا ہو تو فاتحہ پڑھے یعنی مقتدی ہو تو نہ پڑھے وقصر اسورۃ بعدہا وجوباً سورۃ او ثلث آیات ولو کانت الآیۃ او
الآیتان تعدل ثلث آیات قصار انتفت کراہۃ التحریم ذکرہ الحلبی ولا تنتفی التنزیہیۃ الا بالمسنون اور پڑھے بعد الحمد کے واجب ہونے کی راہ سے کوئی سورۃ
قرآن کی یا تین آیتین اور اگر ایک آیت یا دو آیتیں برابر ہون تین چھوٹی آیتون کے تو کراہت تحریمی زائل ہو جائیگی ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے اور کراہت
تنزیہی دور نہو گی مگر مسنون قرات سے سورۃ کہنے سے اشارہ ہوا کہ الحمد کے بعد فرضون میں افضل ایک ہی سورۃ کا پڑھنا ہے اور اگر دو یا زیادہ پڑھیگا
تب بھی کراہت نہیں اور قرات مسنون یہ ہے کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھے اور عصر اور عشا میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا فی الشامی
وامن بمد و قصر و امالۃ اور آمین کہے الف کی مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ اور امالہ کے ساتھ آمین مد کے ساتھ بروزن فاعیل ہے اور قصر کے ساتھ امین
بروزن قرین ہے اور امالہ کے ساتھ امین بروزن ... یعنی ان تینوں طرح سے کہنا جائز ہے ولا تفسد بمد مع تشدید او حذف یاء بل بقصر مع احدہما او بدونہما
وہو الخطأ المفرد ... اور نماز فاسد نہیں ہوتی مد الف سے تشدید میم کے ساتھ یا حذف یا کے ساتھ بلکہ فاسد ہوتی ہے قصر سے تشدید یا حذف کے ساتھ اور
بدون دونون کے ساتھ اور یہ وہ تنقیح ہے کہ اسمین میں ہی تنہا ہون اور کسی نے نہیں بیان کی ہم حاصل یہ ہے کہ آمین کی آٹھ صورتین شارح نے بیان کی
پانچ سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور تین سے فاسد ہو جاتی ہے جنسے نہیں ہوتی انکو پہلے بیان کردین تو آمین انکے وزن کے چوتھی صورت ...
کے ساتھ اور میم کو مشدد پڑھنا یعنی آمّین بروزن ضالین پانچوین صورت الف کو ممدود پڑھنا اور یا کو دور کر دینا جیسے آمن بروزن فاعل ...
پانچون صورتون مین نماز فاسد نہو گی اسلیے کہ قرآن مین یہ الفاظ یعنے امین اور آمین اور آمن موجود ہین اور امالہ بھی جائز ہے اور تین صورتین نماز
کی مفسد ہین اول الف مقصور پڑھنا مع تشدید میم یعنی امّین دوسرے الف کو مقصور پڑھنا مع حذف یا یعنے امن تیسرے الف کو مد پڑھنا تشدید یا
حذف دونون کے ساتھ یعنے آمّن یہ الفاظ قرآن مین نہین ہین اسلیے مفسد ہین حلبی نے کہا کہ ایک صورت مفسد نماز اور رہگئی یعنے الف کو مقصور پڑھنا مع
تشدید یا اور حذف دونون کے یعنے امّن تو اگر شارح یون کہتا او بدونہما تو سب آجاتے الا الامام سرا کالماموم والمنفرد ولو فی السریۃ اذا سمعہ ولو من مثلہ
فی نحو جمعۃ و عید آمین کہے امام آہستہ مثل مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کے اگرچہ مقتدی نماز سری مین ہو بشرطیکہ مقتدی امام کی آمین سنے گو خود جیسے مقتدی
سے یا بواسطہ سنے مثل جمعہ اور عیدین یعنے انبوہ کثیر کی جماعت مین امام کی آمین بلا واسطہ نہ سنے بلکہ دوسرے مقتدی سے سنے تو امام مالک کے نزدیک
آمین صرف مقتدی کہے نہ امام اور امام شافعی کے نزدیک امام و مقتدی دونون پکار کر کہیں اسلیے مصنف نے کہا کہ سب آمین آہستہ کہیں اور بعضون نے کہا
مقتدی نماز سری مین آمین نہ کہے اگرچہ امام کی آمین سنے کذا فی الشامی و اما حدیث اذا امن الامام فامنوا فمن التعلیق بمعلوم الوجود فلا یتوقف علی سماعہ منہ
بل بحصول ختام الفاتحۃ بدلیل اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین اور یہ جو صحیحین کی حدیث مین آیا ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو کہ جسکا آمین کہنا
فرشتون کے آمین کہنے سے موافق پڑیگا اسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے تو اسمین مقتدیون کا آمین کہنا امر معلوم الوجود پر معلق ہوا اسلیے امام سے سننے پر
موقوف نرہیگا بلکہ فاتحہ کے تمام ہونے پر حاصل ہوگا دوسری حدیث کی دلیل سے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کہ فرشتے آمین کہتے ہیں تو جسکی آمین
موافق ہوگی فرشتون کی آمین کے اسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے اس حدیث کو عبد الرزاق اور نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہم یعنے صحیحین کی حدیث
سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام سے سنکر آمین کہیں اور شارح کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ دوسرے مقتدی سے سنکر آمین کہیں حالانکہ یہ حدیث کے

مخالف ہے تو شارح اسکا جواب دیتا ہے کہ حدیث میں آمین کہنے کو ایک شرط یعنی علم الوجود پر مشروط کیا ہے یعنی جگہ آمین کہنے کی مقرر کر دی ہے بدلیل دوسری حدیث
کہ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو اس سے یہ غرض ہے کہ جب الحمد کا تمام ہونا معلوم کرو تو آمین کہو پس آمین کہنا امام سے سننے پر موقوف نہیں بلکہ الحمد کی تمامی
معلوم کرنے پر ہے خواہ امام سے سنکر تمامی کا علم ہو یا مقتدی سے سنا کذا فی الطحطاوی ملتقطا ثم کما فرغ یکبر مع الانحطاط للرکوع پھر قرات سے فارغ ہوتے ہی رکوع
کے لیے الله اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی یعنی مسنون ہے کہ جھکنا اور الله اکبر کہنا ایک ساتھ شروع ہوں ولا یکرہ وصل القراءۃ بتکبیرہ اور مکروہ نہیں قرات کا ملا دینا
رکوع کے الله اکبر میں یعنی آخر حرف قرات کو لام الله اکبر میں ملانا مکروہ نہیں مثلا سورہ انشرح کا خاتمہ فارغب ہے تو اگر اسکی بے کو الله اکبر میں ملا کر پڑھے تو کچھ
نہو گا ہم شامی نے تاتارخانیہ سے اس باب میں تفصیل ذکر کی ہے کہ اگر آخر سورہ میں ثنا ہو مثلا کبرہ تکبیرا تو ایسی صورت میں ملانا بہتر ہے اور جو ثنا نہ ہو تو بہتر ہے
کو ترک کر دینا اسکا ملانا بہتر نہیں ولو بقی حرف او کلمۃ فاتمہ حالۃ الانحناء لا باس بہ عند البعض منیۃ المصلی اور اگر قرات میں سے کوئی حرف یا کلمہ باقی رہا اور اسکو جھکنے
کی حالت میں پورا کیا تو بعض کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں کذا فی منیۃ المصلی شامی نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے معتمد یہی ہے کہ سب قرات کو پوری کر کے رکوع کرے
ویضع یدیہ معتمدا بہما علی رکبتیہ ویفرج اصابعہ للتمکن اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں زانو پر سہارا دے کر رکھے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو پھیلا دے تاکہ
یعنی تاکہ گھٹنوں کو اچھی طرح پکڑ سکے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھوں کا رکھنا اور گھٹنوں کا پکڑنا اور انگلیوں کا کشادہ رکھنا سنت ہے
ویسن ان یلصق کعبیہ وینصب ساقیہ ویبسط ظہرہ ویسوی ظہرہ بعجزہ غیر رافع ولا منکس رأسہ اور مسنون ہے رکوع میں اپنے دونوں ٹخنوں کا ملانا اور دونوں پنڈلیوں کا سیدھا کھڑا رکھنا
اور اپنی پشت کا پھیلانا اور پشت کو سرین کے برابر رکھنا بدون سر کے اٹھائے یا نیچے ڈالے یعنی سر کو پشت کے برابر رکھے نہ اونچا ہو نہ نیچا شامی نے کہا
کہ پنڈلیوں کو کمان کی طرح کرنا جیسے اکثر عوام کرتے ہیں مکروہ ہے اور شارح کو مناسب تھا کہ لفظ ان کو یضع سے پیشتر لاتا تاکہ وضع اور زانو کے پکڑنے وغیرہ سنتوں
کو شامل ہوتا اور یہ سنتیں مردوں کے حق میں ہیں اور عورتیں رکوع میں تھوڑا جھکیں اور انگلیاں نہ پھیلاویں بلکہ ملی رکھیں اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں
یعنی پکڑنا انکو مسنون نہیں اور اپنے گھٹنوں کو جھکا لیں اور بازوؤں کو علیحدہ نہ کریں ویسبح فیہ واقلہ ثلثا فلو ترکہ او نقصہ کرہ تنزیہا اور رکوع میں تسبیح کہے اور
کم تسبیح تین بار ہے پس اگر تسبیح کو ترک کریگا یا کم کریگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا امام احمد کے نزدیک ایک بار تسبیح واجب ہے اور چاہیے کہ ... طرف مائل ہو کر تسبیح
ضرور کہنی چاہیے تاکہ اختلاف سے بچا رہے وکرہ تحریما اطالۃ رکوع او قراءۃ لادراک الجائی ای ان عرفہ والا فلا باس بہ اور مکروہ تحریمی ہے رکوع یا قرات
کا دراز کرنا اس غرض سے کہ آنیوالا نماز میں ملجاوے یعنی اگر امام اسکو پہچان کر طول دے تو مکروہ ہوگا ورنہ کچھ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ اس صورت میں طول اسلئے
ہے کہ دوسرے مقتدیوں پر بار ہو اور لفظ لا باس سے معلوم ہوا کہ طول نہ دینا افضل ہے ولو اراد التقرب الی الله تعالی لم یکرہ اتفاقا لکنہ نادر وتسمی مسئلۃ الریاء فینبغی
التحرز عنہا اور اگر امام نے طول قرات یا رکوع سے صرف الله تعالی کا تقرب ارادہ کیا نہ آنیوالے کا ملجانا تو مکروہ نہو گا بالاتفاق مگر خاص تقرب الٰہی کی
نیت ہونی کمیاب ہے اور یہ مسئلہ مسمی بمسئلہ ریا ہے تو اس سے احتراز چاہیے واعلم ان مما یتفرع علی لزوم المتابعۃ فی الارکان انہ لو رفع الامام راسہ من الرکوع
والسجود قبل ان یتم المأموم التسبیحات الثلاث وجب متابعتہ وکذا عکسہ فیعود ولا یصیر ذلک زیادۃ اور جاننا چاہیے کہ ارکان میں امام کی پیروی لازم
ہونے پر یہ مسئلہ مبنی ہے کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع یا سجدہ سے اٹھایا پیشتر اس سے کہ مقتدی تین تسبیح پوری کرے تو مقتدی کو امام کی متابعت واجب ہے یعنی
جسقدر تسبیح رہ گئی ہو اسکو ترک کر کے امام کے ساتھ ہی سر اٹھا لے اور اسی طرح حکم ہے اسکے عکس کا یعنی اگر مقتدی نے امام کی ... پہلے سر
اٹھا لیا مثلا رکوع سے تو متابعت امام کی واجب ہے یعنی پھر سے رکوع میں چلا جاوے اگر نہ جاویگا تو مکروہ تحریمی کا مرتکب ہوگا اور یہ دو رکوع نہ گنے جاوینگے کیونکہ دوبارہ کا
رکوع پہلے کی تکمیل کے لیے ہے نہ جداگانہ مستقل کذا فی البحر بخلاف سلامہ او قیامہ لثالثۃ قبل تمام المؤتم التشہد فانہ لا یتابعہ بل یتمہ لوجوبہ ولو لم یتم جاز
بخلاف امام کے سلام پھیرنے اور تیسری رکعت کے لیے اٹھنے کے پیشتر مقتدی کی التحیات پوری کرنے کے کہ مقتدی متابعت امام کی نکرے بلکہ التحیات کو

پیشانی کی یہ کسی ہو کہ بھوؤن سے اوپر سے سر کے بال جمنے تک ہو اور یہ حد واضح تر ہو کذا فی الشامی ووضع اکثرہا واجب وقیل فرض کبعضہا وان قل اور رکھنا اکثر پیشانی کا سجدہ مین واجب ہو اور بعضون نے کہا فرض ہو جیسے بعض پیشانی کا رکھنا فرض ہو اگرچہ قلیل ہو هم اسمین اختلاف ہو کہ سجدہ مین اکثر پیشانی کا رکھنا فرض ہو یا کسیقدر کا اور راجح دوسرا قول ہو مگر اکثر پیشانی کا رکھنا واجب ہو مواظبت کی وجہ سے کذا فی البحر اور معراج مین ہو کہ پیشانی کی سب اطراف کا رکھنا شرط نہین بالاجماع تو اگر بعض اطراف پر اکتفا کریگا گو قلیل ہو تو سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی وکرہ اقتصارہ فی السجود علی احدہما ومنع الاکتفاء بالانف بلا عذر والیہ صح رجوعہ وعلیہ الفتوی کما حررناہ فی شرح الملتقی اور مکروہ تحریمی ہو اکتفا کرنا سجدہ مین پیشانی اور ناک مین سے ایک پر اور صاحبین نے منع کیا ہو ناک پر اکتفا کرنے کو بدون عذر کے اور صاحبین کے قول کیطرف صحیح ہوا ہو رجوع کرنا امام کا اور اسی پر فتوی ہو کہ صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا نہوگا چنانچہ ہمنے شرح ملتقی مین اسکی تنقیح کی ہو وفیہ یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدۃ نحو القبلۃ والا لم تجز والناس عنہ غافلون اور شرح ملتقی مین ہو کہ فرض ہو پانون کی انگلیون کا رکھنا اگرچہ ایک ہی ہو قبلہ کیطرف ورنہ سجدہ درست نہوگا اور لوگ اس سے غافل ہین هم شامی نے سراج سے نقل کیا کہ اگر سجدہ مین دونون پانون زمین سے اٹھ جائینگے تو سجدہ درست نہوگا اور اگر ایک اٹھ جائیگا تو درست ہو جائیگا اور اسی پر فتوی ہو اور برجندی اور قہستانی مین ہو کہ قبلہ رخ رکھنا پانون کی انگلیون کا سنت ہو اور اس سنت کا ترک مکروہ ہو کما یکرہ تنزیہا بکور عمامتہ الا لعذر وان صح عندنا بشرط کونہ علی جبہتہ کلہا او بعضہا کما مر جیسے مکروہ تنزیہی ہو سجدہ کرنا اپنی پگڑی کے پیچ پر بدون کسی عذر کے اگرچہ ہمارے نزدیک درست ہو بشرطیکہ پیچ ساری پیشانی پر ہو یا تھوڑی پر چنانچہ گذر گیا کہ سجدہ بعض پیشانی پر فرض ہو لیئے اگر پیچ ڈھلک کر ماتھے پر آگیا ہوگا تو اسپر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہو نہ یہ کہ سر پر پیچ پر ہو اسلیئے کہ اسپر تو سجدہ درست نہین چنانچہ مصنف بیان کرتا ہو اما اذا کان الکور علی راسہ فقط وسجد علیہ مقتصرا ای ولم تصب الارض جبہتہ ولا انفہ علی القول بہ لا یصح لعدم السجود علی محلہ اور جس صورت مین کہ پیچ صرف نمازی کے سر پر ہو اور سجدہ کرے اسپر اکتفا کرکے یعنی زمین کو نہ اسکی پیشانی لگے اور نہ ناک اس قول کے بموجب کہ ناک پر اکتفا درست ہو سجدہ درست نہوگا بسبب نہونے سجدہ کے اپنے مقام پر یعنی محل سجدہ ناک اور ماتھا ہو تو جب یہ دونون یا ایک زمین پر نہ لگے تو سجدہ جائز نہوا وبشرط طہارۃ المکان وان یجد حجم الارض والناس عنہ غافلون اور پیچ پر سجدہ کرنے مین شرط ہو کہ سجدہ کی جگہ پاک ہو اور یہ کہ پیچ کے نیچے سے زمین کی سختی نمازی کو معلوم ہوتی ہو اور لوگ اس شرط سے غافل ہین هم شامی نے کہا کہ زمین کے حجم معلوم ہونے سے یہ مراد ہو کہ اگر نمازی سجدہ مین زور کرے تو سر زیادہ نیچے کو نہو ولو سجد علی کمہ او فاضل ثوبہ صح لو المکان المبسوط علیہ ذلک طاہرا والا لا لم یعد سجودہ علی طاہر فیصح اتفاقا اور اگر سجدہ کرے اپنی آستین پر یا بچے ہوئے کپڑے پر تو درست ہوگا بشرطیکہ جس جگہ آستین یا بچا ہوا کپڑا پھیلا ہو وہ پاک ہو اور اگر وہ جگہ پاک نہوگی تو سجدہ درست نہوگا جبتک کہ دوبارہ پاک جگہ پر سجدہ نکرے اور پاک جگہ پر سجدہ دوبارہ کرنے سے بالاتفاق درست ہو جائیگا طحطاوی نے کہا کہ شارح مفسدات نماز مین ذکر کریگا کہ ناپاک جگہ مین سجدہ کرنا نماز کا مفسد ہو گو دوبارہ پاک جگہ پر کرلے تو یہ بیان اسکے مخالف ہو اور یہ جو فرق کیا گیا ہو کہ یہان سجدہ کی جگہ مین آڑ ہو اور وہان بدون حائل کے سجدہ ہو تو یہ وجہ بعید ہو وکذا حکم کل متصل ولو بعضہ کفہ فی الاصح وفخذہ ولو بعذر لا رکبتیہ لکن صحح الحلبی انہا کفخذہ اور اسی طرح حکم ہو ہر چیز کا جو نمازی سے ملی ہو یعنی اسپر سجدہ صحیح ہو بشرطیکہ اسکے نیچے کی جگہ پاک ہو اگرچہ متصل چیز نمازی کا جز ہو مثل اسکی ہتھیلی صحیح تر قول مین اور اسکی ران اگر کسی عذر سے ران پر سجدہ کرے مثلاً پشت کے درد کی وجہ سے نہین صحیح ہو سجدہ زانو پر لیکن حلبی نے تصحیح کی ہو کہ گھٹنا بھی مثل ران کے ہو یعنی عذر سے اسپر سجدہ درست ہو اور بلا عذر دونون پر درست نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ بسط ذلک ان لم یکن ثمہ تراب او حصاۃ او حر او برد فلا باس ترفع اور مکروہ ہو بچھانا آستین وغیرہ متصل چیز کا سجدہ کے لیے اگر سجدہ کی جگہ مٹی یا کنکر یا گرمی یا سردی نہو اسلیئے کہ یہ فعل تکبر ہو

شامی نے کہا اگر بقصد تکبر بچھایگا تو مکروہ تحریمی ہوگا والا کیونکہ ترفعا فان المحیط ادنی لا باس بہ فیکرہ تنزیہا وان خافہ کان مباحا اور اگر بچھانا
بقصد تکبر نہو تو اگر مٹی یا کنکر وغیرہ کی ایذا سے نہ ڈرے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اس صورت میں بچھانا مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر ایذا سے خوف
کرے تو مباح ہوگا وفی الزیلعی ان وضع [illegible] لاعن وجہہ کرہ وعن عمامتہ لا اور زیلعی میں ہے کہ اگر بچھانا واسطے دور کرنے مٹی کے ہو اپنے چہرہ سے
تو مکروہ ہے اسلیے کہ علامت تکبر کی ہے اور اگر اپنے عمامہ سے خاک دور کرنے کو ہے تو مکروہ نہیں کہ اس کی حفاظت ہے وصحح الحلبی عدم کراہۃ بسط الخرقۃ اور
حلبی نے تصحیح کی ہے نہ مکروہ ہونے کپڑا بچھانے کی سجدہ کے لیے ہم یعنی اس دلیل سے کہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
ایک چھوٹا بوریا خرما کا ساتھ رہتا تھا جسپر آپ سجدہ کرتے تھے اور امام اعظم سے مروی ہے کہ جب وہ مسجد حرام میں آئے تو کپڑے پر سجدہ کیا ایک شخص نے انکو منع
کیا امام نے پوچھا کہ تو کہاں کا ہے اسنے کہا کہ خوارزم کا آپ نے فرمایا کہ کیا تم بھی ہم سے سیکھتے ہو اور نہیں کہ ہم سے [illegible] کہا
کہ پڑھتے تو ہیں آپ نے فرمایا کہ اس پر سجدہ جائز بتاتے ہو اور بوریا پر سجدہ جائز بتاتے ہو غرضیکہ زمین پر اگی ہوئی چیز پر سجدہ میں بالاجماع کراہت نہیں ہو نمازی
کے [illegible] ولا بسط القرا [illegible] وجعل [illegible] قدمیہ [illegible] المقرب للتواضع اور اگر نماز کے لیے قبلہ کی [illegible] کو بچھانا [illegible] پاؤں
کے نیچے کرے اور [illegible] دامن پر کرے اسلیے کہ یہ فعل تواضع سے زیادہ قریب ہے اور نیز شیطان کا خلاف بھی ہے کہ وہ اکثر دامن کی بنا سے [illegible]
ذا الاکرا [illegible] کذا فی الطحطاوی وان سجد للزحام علی ظہر [illegible] جاز [illegible] اور اگر بھیڑ کے سبب سے
سجدہ کرے پشت پر پڑھنے والے کی نماز کے یعنی جس نماز کو وہ خود پڑھ رہا ہے اسی کے پڑھنے والے کی پشت پر سجدہ کرے تو درست ہوگا ضرورۃ کی وجہ
سے شارح نے کہا کہ پشت کی قید احترازی ہے یا نہیں اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا طحطاوی نے کہا قہستانی سے منقول آگے آتا ہے کہ سجدہ [illegible] دونوں
باعث رانوں پر درست ہے یعنی تو قید مذکور اتفاقی ہے وان لم یصلہا بل علی غیرہا اولم یصل اصلا وکان فرجۃ لا اسجد اور اگر دوسرا شخص وہی نماز نہ پڑھتا ہو
بلکہ اسکے سوا دوسری پڑھتا ہو یا سرے سے نمازی نہ پڑھتا ہو یا فرجہ ہو یعنی ازدحام بہت ہے مگر نمازی کے سامنے کشادگی سجدہ کے لیے موجود ہے تو ان [illegible]
میں دوسرے شخص کی پشت پر سجدہ صحیح نہوگا وشرط فی الکفایۃ کون رکبتی الساجد علی الارض وشرط فی المجتبی سجود المسجود علیہ علی الارض فالشروط خمسۃ اور شرط
کیا ہے کفایہ میں سجدہ کرنے والے کے دونوں گھٹنوں کا ہونا زمین پر اور مجتبی میں شرط کیا ہے سجدہ کرنا اس شخص کا زمین پر جسپر سجدہ کیا جاوے تو کل شرطیں
جواز سجدہ کی پانچ ہوئیں یعنی اول انبوہ کثیر ہونا کہ فرجہ سجدہ کے لیے نہو دوئم سجدہ دوسرے نمازی کی پشت پر ہونا سوم سجدہ کرنے والے اور سجدہ کیے گئے
ایک نماز میں شریک ہونا چوتھے سجدہ کرنے والے کے گھٹنوں کا زمین پر ہونا پانچویں مسجود علیہ کا سجدہ زمین پر ہونا لکن نقل القہستانی الجواز ولو الثانی فی
الظہر الثالث وعلی ظہر غیر المصلی بل علی ظہر کل الماکول بل علی غیر الظہر کالفخذین للعذر لیکن قہستانی نے جواز سجدہ کا نقل کیا ہے گو دوسرا شخص تیسرے کی
پشت پر سجدہ کرے اور اگرچہ نماز نہ پڑھنے والے کی پشت پر کرے بلکہ ہر ماکول کی پشت پر سجدہ کا جواز بلکہ پشت کے سوا اور چیز پر مثلا اپنی دونوں رانوں پر
عذر انبوہ کی جہت سے جواز نقل کیا ہے غرضیکہ قہستانی کے نزدیک سجدہ اونچی جگہ پر کرنے والے کے لیے صرف کثرت ازدحام شرط ہے اور قہستانی نے جلابی سے
نقل کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ نماز میں تاخیر کرے یہاں تک کہ ازدحام کم ہو مگر یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ نماز جماعت سے نہو وان کان موضع سجودہ ارفع من موضع
القدمین بمقدار لبنتین منصوبتین جاز سجودہ وان اکثر لا الا لزحمۃ کما مر اور اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدموں کی جگہ کی نسبت کھڑی اینٹوں کی
برابر اونچی ہو تو اسکا سجدہ درست ہوگا اور اگر اسقدر سے سجدہ کی جگہ زیادہ بلند ہوگی تو سجدہ درست نہوگا مگر انبوہ کے باعث سے چنانچہ مذکور ہوا کہ
انبوہ کی حالت میں پشت پر سجدہ درست ہے حالانکہ پشت دو اینٹوں کی بلندی سے زیادہ اونچی ہوتی ہے والمراد لبنۃ بخارا وہی ربع ذراع عرض
ستۃ اصابع فمقدار ارتفاعہما نصف ذراع ثنتا عشرۃ اصبعا ذکرہ الحلبی اور اینٹ سے مراد بخارا کی اینٹ ہے جسکی چوڑائی ایک ہاتھ کی چوتھائی

انگشت ہوتی ہے تو مقدار دونون کی اونچائی کی نصف ہاتھ ہوا یعنی بارہ انگشت ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے ہم کہتے ہیں کہ ایک بالشت کی ہوتی ہے متوسط
ہاتھ سے ویظہر عضدیہ فی غیر زحمۃ ویباعد بطنہ عن فخذیہ لیظہر کل عضو بنفسہ بخلاف الصفوف فان المقصود اتحادہم حتی کانہم جسد واحد اور
ظاہر کرے اپنے دونون بازوؤن کو بدون ازدحام ہونے کی صورت مین اور دور رکھے اپنے پیٹ کو دونون زانوؤن سے تاکہ ہر عضو خود بخود ظاہر ہو جاے
یعنی ایک کو دوسرے پر سہارا نہ رہے بخلاف صفوف کے کہ انکا اندر اپنے بازو چپٹا رکھے غلطی ہے کیونکہ اسلیے کہ مقصود صفوف سے سب لوگون کا ایک
ہو جانا ہے یہانتک کہ گویا ایک ہی جسم ہین اور یہ مقصود بازوؤن کے ملے رہنے سے خوب حاصل ہوتا ہے ویستقبل باطراف اصابع رجلیہ القبلۃ وکرہ
ان لم یفعل ذلک اور متوجہ کرے اپنے پاؤن کی انگلیون کے سرون کو قبلہ کی طرف اور مکروہ تنزیہی ہے اگر قبلہ رخ نہ کریگا اسلیے کہ قبلہ رخ کرنا سنت ہے
کذا فی الشامی کما یکرہ لو وضع قدما ورفع الاخری بلا عذر جیسے مکروہ ہے اگر ایک پاؤن کو رکھا اور دوسرے کو بدون عذر اٹھا لیا امام طحطاوی نے کہا کہ
ظاہر یہ کراہت تحریمی ہے اسلیے کہ یہ فعل عبث اور لغو ہے تو اسکا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا ویسبح فیہ ثلثا کما مر اور تسبیح پڑھے یعنی سبحان ربی الاعلی کے
سجدہ مین تین بار چنانچہ اوپر گذرا رکوع کے بیان مین کہ اگر بالکل تسبیح کو ترک کریگا یا تین بار سے کم کہیگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا والمرأۃ تخفض فلا تبدی
عضدیہا وتلصق بطنہا بفخذیہا لانہ استر وحررنا فی الخزائن انہا تخالف الرجل فی خمسۃ وعشرین اور عورت سجدہ مین پست ہو یعنی اپنے
بازوؤن کو ظاہر نکرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانون سے ملا رکھے اسلیے کہ یہ امر اسکے لیے زیادہ پردہ کا ہے اور ہمنے خزائن الاسرار مین لکھا ہے کہ عورت
مرد کے مخالف ہے پچیس باتون مین ہم شامی مین ان مواضع کو خزائن سے مع اپنی تحقیق کے اسطرح ضبط کیا ہے ۱ عورت تحریمہ مین ہاتھ اٹھاوے
اپنے شانون کے برابر ۲ ہاتھ آستینون سے باہر نہ نکالے ۳ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی دوسری ہتھیلی پر رکھے ۴ ہاتھ پستان کے نیچے باندھے ۵
رکوع مین تھوڑا جھکے ۶ رکوع مین ہاتھون پر سہارا نہ دے ۷ رکوع مین ہاتھون کی انگلیون کو نہ پھیلاوے بلکہ ملی رکھے ۸ رکوع مین ہاتھ گھٹنون پر رکھے
انکو پکڑے نہین ۹ اپنے گھٹنون کو رکوع مین جھکا دے ۱۰ رکوع مین سمٹی رہے ۱۱ سجدہ مین اپنی بغلین نہ کھولے یعنی سمٹی رہے ۱۲ سجدہ مین
اپنے دونون ہاتھ بچھاوے ۱۳ التحیات مین دونون پاؤن داہنی طرف کو نکالکر سرین پر بیٹھے ۱۴ التحیات مین ہاتھون کی انگلیان ملی رکھے ۱۵ جب کوئی
امر نماز مین پیش آوے تو تالی بجاوے یعنی مردون کی طرح سبحان اللہ نہ کہے ۱۶ مرد کی امامت نہ کرے ۱۷ عورتون کی جماعت مکروہ ہے ۱۸ عورتون کی جماعت مین
امام عورت بیچ مین کھڑی ہو نہ آگے بڑھکر ۱۹ مکروہ ہے اسکا حاضر ہونا جماعت مین ۲۰ مردون کے ساتھ مین عورت پیچھے کھڑی ہو ۲۱ عورت پر جمعہ فرض
نہین لیکن اگر پڑھ لیگی تو صحیح ہو جائیگا ۲۲ عورت پر عید کی نماز واجب نہین ۲۳ عورت پر ایام تشریق مین نمازون کے بعد تکبیر واجب نہین ۲۴ عورت
کو مستحب نہین کہ نماز فجر خوب اجالا ہونے کے بعد پڑھے ۲۵ نماز جہری مین پکار کر نہ پڑھے بلکہ جن لوگون کے نزدیک عورت کی آواز داخل ستر ہے انکے
نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اور بحر الرائق مین ذکر کیا ہے کہ عورت پاؤن کی انگلیون کو سجدہ مین کھڑی نہ رکھے طحطاوی نے دو باتین اور زیادہ
کی ہین کہ عورت اذان نہ دے نہ مسجد مین اعتکاف کرے اور یہ مخالفت عورتون کی مردون سے صرف نماز مین ہے ورنہ عورت بہت سے مسائل
مین مردون سے علیحدہ ہے جنکا بیان اشباہ کے احکامات مین ہے ثم یرفع رأسہ مکبرا ویکفی فیہ مع الکراہۃ ادنی ما یطلق علیہ اسم الرفع
کما صححہ فی المحیط لتعلق الرکنیۃ بالادنی کسائر الارکان پھر نمازی سجدہ سے اپنا سر اٹھاوے اللہ اکبر کہتا ہوا اور کافی ہے سر اٹھانے مین کراہت تحریمی کے
ساتھ تھوڑا بہت کم سر اٹھانا جسپر نام اٹھانے کا بولا جاے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے محیط مین اتنا اٹھانا کافی ہے بسبب متعلق ہونے رکنیت کے ادنے کے
ساتھ مثل تمام ارکان کے یعنے ادنی بھی آخر رکن ہی کہلائیگا تو جن لوگون کے نزدیک اٹھانا رکن ہے انکے نزدیک بھی سب رکن پائے جائینگے بل لو
سجد علی نحو خشبۃ فنحیت وسجد بلا رفع اصلا صح بلکہ اگر سجدہ کیا تختہ پر پھر وہ نکال لی گئی سر کے نیچے سے پھر سجدہ کیا بدون کبھی سر اٹھائیگے تو صحیح ہو

نے انکو دو شمار کرکے آٹھ کیا ہو اور سنت یہ ہیں ہو کہ دونوں قید واسطے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ دعا وغیرہ میں رفع یدین مستحب ہو وسنت ہو کذا ثلثۃ فی الصلوۃ تکبیرۃ
الافتتاح وقنوت وتکبیرۃ العید وخمسۃ فی الحج استلام الحجر والصفا والمروۃ وعرفات والجمرات تین تو نماز میں ہیں یعنی رفع یدین تکبیر تحریمہ کے لیے اور قنوت کے لیے اور عید
کی تکبیروں کے لیے اور پانچ حج میں ہیں یعنی حجر اسود کے بوسہ دینے کے وقت اور صفا پر اور مروہ پر اور عرفات و مزدلفہ پر اور اولی اور وسطی جمروں پر کنکر مارنے
کے وقت یجمعہا علی ہذا الترتیب بالنثر فقس صمعج وبالنظم لابن الفصیح فتح قنوت عید استلم الصفا مع مروۃ عرفات والجمرات - اور جمع کرتا ہو ان مواضع کو
اس ترتیب کے ساتھ نثر میں یہ کلام فقس صمعج یعنی اسکے حروف ان جگہوں سے ہر حرف ہر جگہ کے شروع کا حرف ہو مثلا ف فتح کا اور ق قنوت کا آخر تک اور نظم میں ابن
الفصیح کا یہ شعر جامع ہو فتح یعنی شروع نماز اور قنوت اور تکبیر عید اور استلام حجر اسود اور صفا مروہ کے ساتھ اور عرفات اور جمرات والرفع بحذاء اذنیہ
کالتحریمۃ فی الثلثۃ الاول واما فی الاستلام والرمی عند الجمرتین الاولی والوسطی فانہ یرفع حذاء منکبیہ ویجعل باطنہما نحو الحجر والکعبۃ اور ہاتھوں کا اٹھانا
اول کے تین مقاموں میں یعنی تحریمہ اور قنوت اور عید کی تکبیروں میں اپنے دونوں کانوں کے برابر ہو مثل تحریمہ کے اور حجر اسود کے بوسہ دینے اور اول اور
درمیانی جمروں کے کنکر مارنے میں ہاتھوں کو اپنے دونوں شانوں کے برابر اٹھاوے اور ہاتھوں کے اندر کی طرف یعنی ہتھیلیاں بوسہ میں حجر اسود کیطرف
اور کنکر مارنے میں کعبہ کیطرف کرے شارح نے مثل تحریمہ اسواسطے کہا کہ اسکی کیفیت مشہور ہو کہ تین مقاموں میں جو بھی داخل ہو اور جمرۂ اولی اور وسطی کو
اسلیے مخصوص کیا کہ جمرۂ اخیرہ کے پاس دعا نہیں اسلیے کہ دعا اسی کنکر مارنے کے بعد ہو جسکے بعد کنکر مارنا ہو کذا فی الطحطاوی واما عند الصفا والمروۃ و
عرفات فیرفعہما کالدعاء والرفع فیہ وفی الاستسقاء مستحب اور صفا اور مروہ پر اور عرفات میں ہاتھوں کو اٹھاوے مانند دعا مانگنے کے اور دعا میں ہاتھوں
کا اٹھانا اور مینہہ کی طلب میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہو فیبسط یدیہ حذاء صدرہ نحو السماء لانہا قبلۃ الدعاء ویکون بینہما فرجۃ تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینہ کے
برابر آسمان کیطرف پھیلاوے اسلیے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہو یعنی جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہو ویسے ہی آسمان دعا کا قبلہ ہو تو کوئی یہ وہم نہ کرے کہ کریم متعال جس سے
دعا مانگتے ہیں وہ اوپر کی جانب ہو کذا فی الطحطاوی اور دونوں ہاتھوں میں دعا کے وقت کسی قدر فرجہ رہے گو تھوڑا ہی ہو والاشارۃ بمسبحۃ لعذر کبرد یکفی
اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا دعا کے وقت کسی عذر مثل سردی کی جہت سے کافی ہو یعنی ایک طریق دعا کا دعا تضرع میں جو آگے آتا ہو اسمیں خنصر اور
بنصر کا بند کرنا اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرنا اور صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرنا کافی ہو اگر سردی وغیرہ کا عذر ہو والمسح بعدہ علی وجہہ سنۃ فی الاصح
شرنبلالیہ اور بعد دعا کے ہاتھوں کا اپنے منہ پر پھیر لینا سنت ہو صحیح تر قول میں کذا فی الشرنبلالیہ وفی الوتر البحر الدعاء اربعۃ دعاء رغبۃ یفعل کما مر ودعاء رہبۃ یجعل ظہر کفیہ
لوجہہ کالمستغیث من الشیء ودعاء تضرع یعقد الخنصر والبنصر ویحلق ویشیر بمسبحۃ ودعاء الخفیۃ ما یفعلہ فی نفسہ اور بحر الرائق کے باب الوتر میں ہو کہ دعا چار طرح کی ہو
اول دعا رغبت یعنی کسی چیز کی طلب جیسے جنت کی طلب مثلا تو دعا رغبت میں کرے جیسا کہ گذرا یعنی ہاتھوں کو آسمان کیطرف پھیلاوے دوسری دعا
رہبت یعنی خوف جیسے دوزخ سے بچنے کی دعا اسمیں ہتھیلیوں کی پشت اپنے منہ کیطرف کرے جیسے کسی چیز سے فریاد چاہنے والا کرتا ہو شامی نے کہا کہ بحر الرائق میں ظہر
کفیہ [illegible] ہو اور یہی شارح کے قلم سے ظہر کا لفظ رہ گیا انتہی اسلیے مترجم نے ترجمہ میں لفظ مذکور کا لحاظ کیا تیسری دعا تضرع ہو کہ اسمیں نہ کسی چیز کی خواہش نہ کسی چیز کا
خوف بلکہ صرف اظہار اپنی عاجزی اور ذلت کا سامنے خدا تعالی کے ہو جیسے یہ کہنا کہ الہی میں تیرا بندہ عاجز و مسکین فقیر ذلیل حقیر ہوں تو ایسی دعا میں اپنی خنصر اور بنصر کو بند
کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرے چوتھی دعا پوشیدہ ہو جو اپنے دل میں دعا مانگے یعنی اس دعا میں ہاتھ اٹھانا نہیں چاہیے
کیونکہ ہاتھ اٹھانا علامت اعلان کی ہو تو دعا خفیہ نرہیگی کذا فی الشامی ولعدم فراغہ من سجدتی الرکعۃ الثانیۃ یفترش الرجل رجلہ الیسری فیجعلہا بین الیتیہ ویجلس علیہا
وینصب رجلہ الیمنی ویوجہ اصابعہ فی المنصوبۃ نحو القبلۃ ہو السنۃ فی الفرض والنفل اور بعد اپنے فراغت ہونیکے دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے مرد اپنا بایاں
پاؤں بچھا دے اور اسکو اپنے دونوں سرین کے تلے کرے اور اسپر بیٹھ جاوے اور دہنے پاؤں کو کھڑا کرے اور اپنی انگلیوں کو کھڑے پاؤں میں قبلہ کیطرف کرے یہی سنت ہو فرض و نفل میں

ہم حلبی میں قہستانی سے منقول ہے کہ سجدے میں پاؤں کی انگلیوں کو بھی جتنا ہو سکے قبلہ رخ رکھے جسقدر ہو سکیں اور نفل میں مسنون ہونیکی قید اسلیے لگائی
کہ اسمیں ضعیف قول یہ ہے کہ جیسے چاہے اسطرح بیٹھے کذا فی الطحطاوی ویضع یمناہ علی فخذہ الیمنی ویسراہ علی الیسری ویبسط اصابعہ مفرجۃ قلیلا جاعلا
اطرافہا عند رکبتیہ ولا یاخذ الرکبۃ ہو الاصح لتتوجہ الی القبلۃ اور رکھے اپنا داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور پھیلا دے اپنی
انگلیاں ہاتھوں کی تھوڑی سی فرجہ رکھکر اور کرے انگلیوں کے سرے دونوں گھٹنوں کے پاس اور نہ پکڑے زانو کو یہی صحیح تر ہے اسلیے نہ پکڑے تاکہ انگلیاں
سب قبلہ رخ رہیں کیونکہ پکڑنے کی صورت میں زمین کی طرف متوجہ ہو جاوینگی اور ہر چند زانو کا پکڑنا بھی جائز ہے مگر افضل نہ پکڑنا ہے کذا فی الشامی عن [illegible]
ولا یشیر بسبابتہ عند الشہادۃ وعلیہ الفتوی کما فی الولوالجیۃ والتجنیس وعمدۃ المفتی وعامۃ الفتاوی لکن المعتمد ما صححہ الشراح ولا سیما المتاخرون
کالکمال والحلبی والبہنسی والباقانی وشیخ الاسلام جد وغیرہم انہ یشیر لفعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ونسبوہ لمحمد والامام بل فی متن درر البحار وشرحہ غرر الاذکار
المفتی بہ عندنا انہ یشیر باسطا اصابعہ کلہا اور اشارہ نکرے اپنی سبابہ انگلی سے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ ولوالجیہ اور تجنیس
اور عمدۃ المفتی اور اکثر فتاووں میں ہے مگر قول معتمد وہ ہے جسکی تصحیح کی ہے شارحین نے خصوصاً متاخرین مثل کمال و حلبی و بہنسی و باقانی و شیخ الاسلام جد
اور انکے سوا اوروں نے کہ اشارہ کرے بسبب اشارہ کرنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نسبت کیا ہے ان لوگوں نے اس قول کو امام محمد اور امام اعظم کی طرف
بلکہ درر بحار کے متن اور اسکی شرح غرر الاذکار میں ہے کہ مفتی بہ ہم حنفیوں کے نزدیک یہ ہے کہ اشارہ کرے اپنی سبابہ سے تمام انگلیوں کو کھلا رکھکر ہم شامی نے
کہا کہ درر بحار اور اسکی شرح سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اشارہ کرنے میں انگلیاں سب کھلی ہوں بلکہ غرر الاذکار میں یہی ہے کہ مفتی بہ اشارہ کرنا ہے سبابہ سے ترپن
کے عقد کی صورت پر جیسے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں یعنی لا الہ کہنے کے وقت اٹھاوے اور الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور یہی قول ہے امام اعظم
اور محمد کا اور بہت آثار و احادیث اس کیفیت پر دال ہیں انتہی تو شارح کا باسطا اصابعہ شرح سے نقل کرنا غلط ہو گیا الا حاصل کہ اس مقام پر حنفیوں میں
دو ہی قول ہیں ایک یہ کہ تمام التحیات میں اشہد ان لا الہ الا اللہ کے پیشتر بھی انگلیاں کھلی رکھے اور جب اس کلمے کو کہے تو ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے یعنی
حرف لا پر سبابہ اٹھاوے اور الا اللہ پر رکھدے یہ دوسرا قول متاخرین کے نزدیک معتمد و منصوص ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیح میں ثابت ہوا ہے اور
ہمارے تینوں اماموں سے اسکا منقول ہونا صحیح ہے اور یہ جو شارح نے لکھا ہے کہ کھلی انگلیاں رکھکر اشارہ کرے اور اس زمانہ کے عوام میں یہی مروج ہو رہا ہے تو ہم نے
کسی کو نہیں سنا کہ اس قول کا قائل ہو بجز شارح کے بتبعیت شرنبلالی عن البرہان پس جب شارح کا کلام جمہور شارحین اگلوں اور پچھلوں کے مخالف ٹھہرا تو
جمہور علما ہی عمل اسی پر کرنا چاہیے یعنی ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے نہ انگلیوں کو کھلی رکھکر وفی الشرنبلالیۃ عن البرہان الصحیح انہ یشیر بمسبحتہ وحدہا
یرفعہا عند النفی ویضعہا عند الاثبات واحترزنا بالصحیح عما قیل لا یشیر لانہ خلاف الدرایۃ والروایۃ وبقولنا بالمسبحۃ عما قیل یعقد عند الاشارۃ انتہی اور شرنبلالیہ
میں برہان سے منقول ہے کہ صحیح یہ ہے کہ تنہا انگشت شہادت سے اشارہ کرے یعنی دونوں سبابہ سے اشارہ نکرے اور اشارہ کرنے میں انگشت شہادت
کو نفی یعنی حرف لا کہنے کے وقت اٹھاوے اور اثبات یعنی الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور یہ جو اس قول میں صحیح کی قید لگائی تو اس سے
اس قول غیر صحیح سے احتراز کیا کہ اشارہ نکرے اسکے صحیح نہونے کی یہ وجہ ہے کہ اشارہ نکرنا خلاف ہے عقل اور نقل کے اور تنہا انگشت شہادت اسلیے کہا کہ
اس قول سے احتراز ہو کہ اشارہ کے وقت ترپن کا عقد کرے تمام ہوا قول شرنبلالی کا ہم اوپر معلوم ہو چکا کہ اشارہ کرنا بدون عقد کے کتب مذہب کے
خلاف ہے بلکہ ایسی طرح اشارہ کرنیکا کوئی قائل نہیں اور اشارہ کا نہ کرنا خلاف عقل ہے یعنی اسلیے کہ اشارہ کرنے سے نفی اور اثبات جو زبان سے نکلتا ہے
اس نفی اور اثبات کے موافق ہو جاتا ہے جو انگلی کے اشارہ سے کیا جاتا ہے اور یہ امر یعنی مطابقت قولی اور فعلی عقلاً عمدہ ہے اور اشارہ کا نکرنا اسکے خلاف
پڑتا ہے اور مخالف نقل ہونا اسطرح ہے کہ امام محمد نے موطا اور کتاب مشیخت میں روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے پھر کہا کہ ہم کرتے ہیں

جو کچھ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہؒ کا اور کتاب الامالی میں منقول ہے کہ امام ابو یوسفؒ بھی اشارہ کرتے تھے جب تینوں امام اشارہ پر
متفق ہو گئے اور احادیث صحیحہ سے اسکا ثبوت قرار واقعی ہو گیا تو اب اگر کوئی جاہل اپنے نفس کی شامت سے کسی روایت ضعیف پر عمل کر کے اشارہ ترک کرے تو وہ
قطعاً تارک سنت ہوگا وفی العینی عن التحفۃ الاصح انہا مستحبۃ وفی المحیط انہا سنۃ اور عینی میں تحفہ سے منقول ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہے اور محیط میں لکھا
ہے کہ وہ سنت ہے علامہ نجم الدین زاہدی نے نقل کیا ہے کہ متفق ہیں ہم و علماء ہمارے تینوں اماموں کی کہ اشارہ کرنا سنت ہے اسیطرح معدن شرح کنز میں ہے
ویقرأ تشہد ابن مسعود وجوباً کما بحثہ فی البحر لکن کلام غیرہ یفید ندبہ وجزم شیخ الاسلام الجد بان الخلاف فی الافضلیۃ ونحوہ فی مجمع الانہر اور پڑھے وہ تحیات
جو مروی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بطور وجوب چنانچہ بحث کیا ہے اسکو بحر الرائق میں لیکن کلام اور ونکا سوائے صاحب بحر فائدہ دیتا ہے اس تشہد کے مستحب
ہونیکا اور شیخ الاسلام جد نے یقین کیا ہے کہ خلاف افضل ہونے میں ہے اور ایسکی مثل ہے مجمع الانہر میں ہم تحیات کو تشہد اسلیے کہا کہ مشتمل ہے وہ شہادتوں پر اور ابن
مسعود کا تشہد یہ ہے (التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان
محمداً عبدہ ورسولہ) بحر الرائق کی بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی تشہد کا پڑھنا واجب ہے مگر اسکے حواشی میں خیر الدین رملی نے لکھا کہ تشہد نماز میں واجب ہے لیکن [illegible]
یہ تشہد خاص اور نہر الفائق میں ہے کہ اس خاص تشہد کا پڑھنا بہتر ہے جیسے وتروں میں دعاء قنوت واجب ہے اور الفاظ اللہم انا نستعینک [illegible] سنت ہیں اور امام ابوحنیفہ کا
قول ہے کہ اگر تحیات میں کچھ کمی یا زیادتی کریگا تو مکروہ ہوگا اسلیے کہ نماز کے ذکر محصور اور معدود ہیں ان سے تجاوز نہ چاہیے انتہی کذا فی الشامی والطحطاوی ویقصد
بالفاظ التشہد معانیہا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالی ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ واولیائہ لا الاخبار عن ذلک ذکرہ فی المجتبی اور قصد کرے تشہد کے
الفاظ سے انکے معنی جو بطور انشاء کے نمازی کو مقصود ہوں یعنی انکا ایجاد اسیوقت تصور کرے اسطرح کہ گویا نمازی اللہ تعالی کو تحیت پہونچاتا ہے اور اپنے نبی اور اپنے
نفس اور احباب پر سلام بھیجتا ہے نہ قصد کرے تشہد کے الفاظ سے خبر دینا اور حکایت کرنا اس حال کا ذکر کیا ہے اسکو مجتبی میں ہم یعنی جو قصہ معراج میں واقع ہوا تھا اسکی حکایت
کا قصد نہ کرے اور وہ قصہ یہ ہے کہ شب معراج میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام قرب پر فائز ہوے تو آپکو ثنا کہنے کا ارشاد ہوا آپ نے فرمایا (التحیات للہ والصلوات والطیبات)
یعنی جیسے کوئی بادشاہوں کے پاس جاکر اول ثنا کرتا ہے پھر خدمت بجا لاتا ہے ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادات قولی اور بدنی اور مالی پیشکش کیں تب جناب
احدیت سے بطور خلعت شاہی ارشاد ہوا (السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) یعنی یہ ہمارا سلام خاص تم پر ہے اے نبی اور رحمت اور برکتیں اللہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو اس تکریم خاص الخاص کو ملاحظہ فرمایا بمقتضاے جود کریمانہ چاہا کہ ضعفاء امت بھی اس سے بہرہ ور ہوں عرض کیا (السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین) یعنی سلام خدا
ہم سب پر اور اللہ کے نیک بندوں پر ہو علینا میں سب گنہگاران امت کو بھی شامل کر دیا کہ کوئی اس سلام خصوصیت التیام سے محروم نہ رہے [illegible]
کریما شد چون تو شفیعان [illegible] جب ملائکہ مقربین نے یہ جود و کرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا تو بولے (اشہد ان لا الہ الا اللہ و
اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ) تو غرض مصنف کی یہ ہے کہ تحیات پڑھنے میں اس قصہ کی حکایت مد نظر نہ رکھے بلکہ یہ ارادہ کرے کہ میں خود اللہ تعالی کی حضور میں تحیت پیش کرتا ہوں
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے اوپر اور دوستوں پر سلام بھیجتا ہوں وظاہرہ ان ضمیر علینا للحاضرین لا حکایۃ سلام اللہ تعالی اور ظاہر کلام مصنف کا یہ ہے کہ ضمیر علینا موجود
حاضرین یعنی امام اور مقتدی اور ملائکہ کیطرف ہے نہ نقل سلام اللہ تعالی کی طحطاوی نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ شارح نقل سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا چنانچہ مترجم نے
جو قصہ مذکور کیا اس سے ظاہر ہے کہ السلام علینا مقولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا وکان علیہ الصلوۃ والسلام یقول فیہا انی رسول اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تشہد میں یوں فرمایا کرتے تھے انی رسول اللہ یعنی بجاے ان محمداً عبدہ ورسولہ کے انی رسول اللہ کہتے تھے ہم نقل کیا ہے اسکو رافعی نے شافعی لوگوں سے مگر حافظ ابن حجر نے
انکار کیا ہے کہ اسکی کچھ اصل نہیں بلکہ تشہد کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر اسیطرح مروی ہیں کہ آپ اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ فرمایا کرتے تھے ہاں اگر تشہد
سے اذان کی شہادتین مراد ہوں تو یہ قول صحیح ہے اسلیے کہ ثابت ہوا ہے کہ آپ نے سفر میں ایکبار اذان کہی تو ایسا فرمایا اور بخاری میں سلمہ بن الاکوع کی حدیث میں مذکور ہے

کہ آپ نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد انی رسول اللہ) فرمایا اگر یہ نماز کے باہر کا ذکر ہے نہ التحیات میں کذا فی الشامی ولا یزید فی الفرض علی التشہد فی القعدۃ الاولیٰ
اجماعاً اور زیادہ نکرے فرض میں التحیات پر کوئی چیز پہلے قعدہ میں سب کے نزدیک علامہ طحطاوی نے کہا کہ یہ قول حنفیوں اور امام مالک اور احمد کا ہے اور امام شافعی تو قعدہ
اولیٰ میں درود کو لازم فرماتے ہیں پس شارح کو مناسب تھا کہ اجماعاً کی جگہ بالاتفاق کہتا فان زاد عامدا کرہ فتجب الاعادۃ پس اگر التحیات میں کچھ جانکر زیادہ پڑھا تو
تشہد مکروہ ہوگا اور اس کو پھر پڑھنا واجب ہوگا او ساہیا وجب علیہ سجود السہو اذا قال اللہم صل علی محمد فقط علی المذہب المفتی بہ لا لخصوص الصلوٰۃ بل لتاخیر القیام
یا بھول کر التحیات میں زیادہ پڑھ دیا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا جبکہ صرف اللہم صل علی محمد کہا ہو مذہب مفتی بہ پر سجدہ سہو کچھ درود کی خصوصیت سے واجب نہیں
ہوا بلکہ قیام کے پیچھے دیر کرنے سے ہم صرف اللہم صل علی محمد کہنے سے کہا کہ اور بعض نے یوں کہا ہے کہ جب تک علی آل محمد نہ کہیگا سجدہ سہو واجب نہ ہوگا اور اسکو اختیار کیا ہے
امام حلوانی نے کہا کہ یہی اکثر ہیں اور یہی اصح ہے اور بعضوں نے کہا کہ جب تک اتنا پڑھ جاوے کہ ایک رکن ادا ہو سکے تو سجدہ سہو واجب ہوگا اور یہی صحیح ہے امام ظہیر کا اور
تاتارخانیہ میں ہے کہ صاحبین کے قول پر سجدہ سہو واجب نہیں جب تک کہ تمام تشہد اس پر نہ پہنچے کذا فی الشامی ولو فرغ المؤتم قبل امامہ سکت اتفاقا واما المسبوق
فیترسل لیفرغ عند سلام امامہ وقیل یتم وقیل یکرر کلمۃ الشہادۃ اور اگر مقتدی اپنے امام سے پیشتر التحیات پڑھ چکے تو چپکا ہو رہے بالاتفاق اور مسبوق قعدہ اخیرہ میں
التحیات کو ٹھہر ٹھہر کے پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے کے وقت پڑھنے سے فراغت پاوے اور بعضوں نے کہا ہے کہ التحیات کو پورا کرے اور بعضوں نے کہا کہ تکرار
کلمہ شہادت کو کرتا رہے شامی نے کہا کہ ان سب اقوال کی تصحیح ہوئی ہے اور قعدہ اگر آخر کا ہو تو اسمیں مسبوق اور مقتدی برابر ہیں واکتفی المفترض فیما بعد
الاولیین بالفاتحۃ فانہا سنۃ علی الظاہر ولو زاد لا باس ہے اور فرض پڑھنے والا اکتفا کرے الحمد پر دو پہلی رکعتوں کے بعد کی نماز میں یعنی پچھلی رکعتوں میں
ہیں اسلئے کہ الحمد کا پڑھنا ان رکعتوں میں سنت ہے ظاہر روایت پر اور اگر الحمد سے زیادہ پڑھیگا یعنی سورہ ملاویگا تو کچھ ڈر نہیں شامی نے کہا کہ اس کی وجہ
یہ ہے کہ پچھلی رکعتوں میں قرات بدون کسی اندازہ کے مشروع ہے اور الحمد پر اکتفا کرنا مسنون ہے واجب نہیں تو اس پر زیادہ ملانا سورۃ کا خلاف اولیٰ ہوگا
قراءۃ الفاتحۃ وصححہ العینی وہو بالخیار ان شاء سبح ثلاثا او سکت قدرہا وفی النہایۃ قدر تسبیحۃ فلا یکون مسیئا بالسکوت علی المذہب لثبوت التخییر عن علی وابن مسعود وہو
مختار ہے چاہے الحمد پڑھے اور الحمد کے وجوب کی تصحیح کی ہے عینی نے اور چاہے تین بار سبحان اللہ کہے اور چاہے بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے چپکا رہے اور نہایہ میں
چپ رہنا بقدر ایک بار سبحان اللہ کہنے کے ہے اس سے برا نہ کہلائیگا چپ رہنے سے ظاہر روایت کے موجب برا نہ ہوگا اسلئے کہ اختیار دینا حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے ہم عینی نے وجوب فاتحہ کی تصحیح کی ہے اسکا مقابل ظاہر الروایۃ ہے یعنی اختیار مذکور کہ وہ صحیح ہے وہو الصارف للمواظبۃ عن الوجوب
اور یہی تخییر پھیرنے والی ہے مواظبت کو وجوب سے ہم پر جواب اس سوال کا کہ صحیحین میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں
پہلی دو رکعتوں میں تو الحمد اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد تو اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت الحمد پر پائی جاتی ہے اور مواظبت
بدون ترک کے دلیل ہے وجوب ہونے کی اس سے معلوم ہوا کہ الحمد پڑھنا پچھلی دو میں واجب ہے شارح جواب دیتا ہے کہ حضرت علی اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی
کو پچھلی دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے قرآن پڑھے چاہے چپ رہے چاہے سبحان اللہ کہے اور یہ اختیار قیاس سے معلوم ہو نہیں سکتا تو ان حضرات سے اسکا مروی ہونا ایسا
ہوا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً ہو پس تخییر مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث مذکور صدر میں مواظبت مفید وجوب نہیں اگر مفید وجوب ہوتی تو تخییر
نہ پایا جاتا اور اس جواب سے رد ہوا قول عینی کا کذا فی الشامی والفعل فی القعود الثانی الافتراش کالاول وتشہد ایضا وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے
قعدہ میں پاؤں بچھاوے مثل اول قعدہ کے اور التحیات بھی پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے علامہ طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح افتراش کی قید نہ لگاتا
تاکہ سب احکام سابقہ میں دونوں قعدے یکساں ہیں اور کیفیت درود کی شرح منیہ میں اسطرح مذکور ہے کہ امام محمد سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کس طرح
پڑھیں انھوں نے فرمایا کہ یوں کہے اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی

آل ابراہیم انک حمید مجید) اور یہی طریق درود کا موافق ہے بخاری ومسلم وغیرہ کے کذا فی الشامی (وختم زیادۃ فی العالمین) فی ذکر انک حمید مجید اور درست نہیں زیادہ
کرنا فی العالمین کا یعنے بعد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم کے ایکبار جیسے کہ مالک اور مسلم اور ابوداؤد کی روایتوں میں ہے اور پہلے محل میں یعنے کما صلیت کے
بعد یہ لفظ احادیث صحیحہ میں ثابت نہیں ہوا کذا فی الشامی اور درست ہے ذکر کرنا انک حمید مجید کا دونی ایکبار کما صلیت کے بعد اور ایکبار کما بارکت کے بعد جیسا کہ
اوپر ہے ترجم کے دونوں جگہ لکھا ہے وعدم کراہۃ الترحم ولو ابتداء او صحیح یہ ہے کہ وہ ہونا ترحم کا اگرچہ ابتدا ہی میں ہو یعنی اگر بدون اللہم صل کے شروع سے اللہم ارحم
محمدا وآل محمد کما رحمت علی ابراہیم الخ کہا تو مکروہ نہ ہوگا اصطلاح اگر دونوں جملہ درود مذکور کے بعد یہ وارحم محمدا وآل محمد زیادہ کیا تو جائز ہوگا قہستانی میں کہا کہ اس جملہ کا
ترک کرنا بہتر ہے احتیاطا اور نووی نے اذکار میں کہا کہ اسکا بڑھانا بدعت ہے اسکی وجہ غالبا یہ ہے کہ دعا رحمت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشہد میں کسی
معتبر طریق سے ثابت نہیں ہوئی کذا فی الشامی مختصرا (وندب السیادۃ) لان زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فہو افضل من ترکہ ذکرہ الرملی الشافعی وغیرہ آنحضرت کا
سیدنا کہنا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسم شریف پر اسلیے کہ خبر دینا حقیقت حال کا عین طریق ادب چلنا ہے پس سیدنا کہنا
بہ نسبت اسکے چھوڑ دینے کے افضل ہے ذکر کیا ہے اسکو رملی شافعی وغیرہ نے ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ زیادت کو حذف کرنا بہتر ہے اسلیے مترجم نے اسکو ترجمہ میں نہیں شامل کیا
اور یہ جو کہا کہ خبر دینا واقع کا ادب کی راہ چلنا ہے اس سے یہ غرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین ہیں تو آپ کے لیے سیدنا بڑھانا امر واقع اور الا
کے اور مقتضائے ادب ہے اس سے معلوم ہوا کہ درود جو اوپر گذرا اسمیں آٹھ جا سیدنا بڑھاوے کیونکہ چار جا آپ کا نام مبارک ہے اور چار جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا
(وما نقل لا تسودونی فی الصلوۃ فکذب وقولہم لا تسیدونی بالیاء لحن ایضا والصواب بالواو) اور یہ جو منقول ہے کہ نماز میں مجکو سید مت کہو تو یہ حدیث جھوٹ ہے اور بعض نے جو
لا تسیدونی یاء تحتانیہ سے نقل کیا ہے وہ جھوٹ ہونے کے سوا غلط بھی ہے اور صحیح واو سے ہے کیونکہ اسکا مصدر واوی ہے (وخص ابراہیم) لسلامہ علینا اولانہ سمانا المسلمین اولان
المطلوب صلوۃ یتخذہ بہا خلیلا اور مخصوص ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشبیہ میں بسبب انکے سلام کرنے کے ہم اہل اسلام پر یا اسلیے کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان رکھا
یا اس وجہ سے کہ مطلوب وہ رحمت ہے جس سے خدا تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل کرلے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ صلوۃ وبرکت میں تشبیہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیوں دی اور انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم کے ساتھ کس وجہ سے نہ دی شارح نے اس سوال کے تین جواب دیے اول یہ کہ آپکے ساتھ تشبیہ کا سبب یہ ہے
کہ آپنے معراج کی شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ اپنی امت کو میرا سلام پہونچانا دوم یہ کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان رکھا چنانچہ خدا تعالی خبر دیتا ہے (ہو
سماکم المسلمین) تو اسکے عوض میں ہماری طرف سے یہ تشبیہ ہوئی سوم یہ کہ مطلوب اس صلوۃ سے یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خلیل کرلے جیسے
ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا ہے اور بعض لوگوں نے اور جواب بھی دیے ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ تشبیہ آپکے ساتھ اس وجہ سے ہے کہ آپ جد امجد ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
اور فضائل میں تشبیہ باپ دادوں کے ساتھ مرغوب ہوتی ہے اور ایک یہ کہ آپ باقی رسولوں سے افضل ہیں اس جہت سے تشبیہ دی گئی اور ایک یہ کہ اہل اسلام کی ملت آپکی
ملت سے ملتی جلتی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے (ملۃ ابیکم ابراہیم) اور ایک یہ کہ آنحضرت صلعم کو آپکی اقتدا کا حکم ہوا جیسے ارشاد ہے (ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا) کذا فی
الشامی (وعلی الاخیر فالتشبیہ ظاہر) او لرجع لآل محمد او المشبہ بہ قد یکون ادنی مثل نورہ کمشکوۃ اور وجہ اخیر پر یعنی جب صلوۃ سے مطلوب صلوۃ خاصہ ہو تو تشبیہ ظاہر ہے یعنی وجہ
شبہ خلت ہے یا تشبیہ رجوع کرنیوالی ہے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا مشبہ بہ کبھی کمتر ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے کہ کمشکوۃ نور خدا کی جیسے قندیل میں چراغ ہو یہ بھی ایک جواب
ہے سوال مشہور کا جو علماے قدیم وجدید کرتے ہیں اسکی تقریر یہ ہے کہ قاعدہ اکثریہ ہے کہ مشبہ مشبہ بہ سے وجہ شبہ میں اعلی ہوتا ہے اور یہاں یہ بات نہیں اسلیے کہ جو رحمت وبرکت
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی آل کو حاصل ہے وہ حضرت ابراہیم اور انکی آل کی رحمت اور برکت سے اعلی ہے اسلیے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جو کوئی مجھپر ایکبار درود بھیجے
اللہ تعالی اسپر دس بار رحمت بھیجتا ہے اور اسکی دس برائیاں دور کرتا ہے اور دس درجہ بلند کرتا ہے اور یہ بات حضرت ابراہیم یا دوسرے پیغمبر کے حق میں وارد نہیں تو شارح نے
اسکا جواب یہ دیا کہ یا تو وجہ شبہ صلوۃ خاصہ ہے جو موجب خلت ہے یا یہ کہ تشبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہیں مشبہ صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے

اور ابتداء کی یہ ہے (البخیل من ذکرت عنده فلم یصل علیّ) اور شقا کی یوں ہے (من ذکرت عنده فلم یصل علیّ فقد شقی) اور بخل کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں (البخیل من ذکرت عنده فلم یصل علیّ)
اور جفا کے الفاظ یوں ہیں (من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلم یصل علیّ) کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ثم قال فتکون فرضا فی العمر وواجبا کلما ذکر علی الصحیح پھر صاحب بحر نے
اس ترجیح کے بعد کہا کہ درود پڑھنا فرض ہے عمر بھر میں اور واجب ہے جتنے بار کہ ذکر نام مبارک کا ہو نہ سب صحیح پر الا عند فتح التاجر متاعه ونحوه اور حرام ہے وقت کھولنے تاجر
کے اپنے اسباب کو اور اس جیسے دوسرے وقتوں میں یعنی مکروہ تحریمی ہے شامی نے کہا کہ یہ مقصود ہیں کہ تاجر کو اس درود کے پڑھنے سے خریدار کا جتانا یا اپنے اسباب کی ترویج منظور
ہو اور اگر اسکا مقصود صرف درود ہوگا تو مکروہ نہوگا اور اسیمیں ملحق ہے ذکر اللہ تعالی کا جس سے تعظیم مقصود نہو بلکہ دوسرے کو جتانا یا اپنے اسباب کا مروج کرنا منظور ہو تو وہ بھی مکروہ
تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی و سنۃ فی الصلوۃ اور مسنون ہے درود پڑھنا نماز میں یعنی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد و مستحبۃ فی کل اوقات الامکان اور درود پڑھنا مستحب ہے سب
امکان کے وقتوں میں یعنی جس وقت کہ کوئی مانع شرعی نہو اسمیں درود پڑھنا مستحب ہے علماء نے اوقات درود کی تصریح اسطرح کی ہے روز جمعہ شب جمعہ روز شنبہ روز یکشنبہ
روز پنجشنبہ وقت صبح وقت شام مسجد میں گھسنے کے وقت مسجد سے نکلنے کے وقت قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت صفا کے اوپر
مروہ پر جمعہ وغیرہ کے خطبہ میں بعد جواب اذان کے تکبیر کے وقت دعا مانگنے کے شروع اور درمیان اور آخر میں دعا قنوت کے بعد تلبیہ سے فارغ ہونیکے وقت اجتماع کے وقت جدا
ہونیکے وقت وضو کرنیکے وقت کان بولنے کے وقت جس چیز کو بھول جانیکے وقت وعظ کہنے کے وقت حدیث کے پڑھنے کی ابتدا میں اسکے انتہا کے وقت مسئلہ یا فتوی لکھنے
کے وقت تصنیف کے وقت ہر درس دینے والا ہر پڑھنے والا ہر نکاح پڑھنے والا ہر نکاح پڑھوانے والا اور سب ضروری کاموں کے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام
لکھنے کے وقت کذا فی شرح دلائل الخیرات للفاسی شامی نے کہا کہ ان مواضع میں سے اکثر کی تصریح کتب حنفیہ میں موجود ہے ومکروہۃ فی صلوۃ غیر تشهد اخیر اور درود پڑھنا
مکروہ ہے نماز میں بجز اخیر تشہد کے کہ اسمیں مسنون ہے شامی نے کہا کہ استثنا کرنا قنوت وتر کا بھی چاہیے کہ اسکے آخر میں درود مشروع ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور ایسے ہی نماز
جنازہ کو استثنا کرنا چاہیے کہ اسمیں بھی درود مسنون ہے تنبیہ درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہماری جگہ مکروہ ہے حالت جماع حالت بول و براز ترویج اسباب میں
لغزش قدم کے وقت تعجب کے وقت ذبح کے وقت چھینکنے کے وقت کذا فی الشرنبلالیۃ فلذا استثنی فی النهر من قول الطحاوی ما فی التشهد الاول اور چونکہ سوا تشہد اخیر کے نماز میں
درود مکروہ ہے تو اسلیے نہر الفائق میں طحاوی کے قول سے استثنا کیا ہے اس نام مبارک کو جو تشہد اول میں ہے یعنی بموجب قول طحاوی کے جس جگہ نام مبارک آوے درود
واجب ہے مگر قعدہ اول میں باوجود نام پاک آنیکے درود واجب نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی وما فی ضمن صلوۃ علیه لئلا یتسلسل اور مستثنی کیا ہے اس نام کو جو ضمن میں
درود شریف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو تاکہ تسلسل نہو یعنی درود پڑھنا خالی نام مبارک سے نہیں تو اگر ہر نام پر درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا ختم نہو شامی نے کہا کہ
اس صورت کا بھی استثنا کرنا چاہیے کہ نام مبارک قرات یا خطبہ میں سنے اسلیے کہ سننا قرات اور خطبہ کا واجب ہے اور اگر خود قرآن پڑھتا ہو اور نام مبارک آوے تو افضل یہ ہے کہ قرات
چھوڑے بعد فراغت قرات کے اختیار ہے چاہے درود پڑھے چاہے نہ پڑھے بل خص فی درر البحار بغیر الذاکر لحدیث من ذکرت عنده فلیصل علیّ بلکہ درر البحار میں درود کے واجب
ہونیکو خاص کیا ہے نام لینے والے کے سوا پر بسبب حدیث من ذکرت عنده کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے بعض علماء نے طحاوی کے قول پر اعتراض کیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کا نام لینے سے درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا تمام نہوگا اسلیے کہ درود خالی نام پاک سے نہیں ہوتا درر البحار میں طحاوی کی طرف سے یہ جواب دیا کہ وجوب اسپر ہے جو نام
مبارک کو سنے نہ نام لینے والے پر اسلیے کہ حدیث شریف میں جو وعید وارد ہے وہ نام کو سنکر درود نہ پڑھنے والے پر ہے مثلا (البخیل من ذکرت عنده فلم یصل علیّ) یعنی بخیل وہ ہے کہ
سامنے میرا ذکر ہو اور مجھپر درود نہ پڑھے اس حدیث میں من موصولہ سے سننے والا مراد ہے جسکے روبرو نام لیا گیا تو چاہیے کہ نام لینے والا اور کوئی ہو اور یہ وجوب کی بھی وعیدیں
ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں تو معلوم ہوا کہ وجوب سننے والے ہی پر ہے وازعاج الاعضاء برفع الصوت جهل وانما هي دعاء له والدعاء يكون بين الجهر والمخافتة كذا اعتمده الباقاني
فی کنز العفاۃ اور اعضا کا ہلانا آواز کی بلندی کے ساتھ جہالت ہے بلکہ درود تو آدمی کے حق میں دعا ہے اور دعا مانگنا درمیان جہر اور اسرار کے ہوتا ہے یعنی نہ چیخ
کر نہ بہت آہستہ اسیطرح اعتماد کیا ہے اسپر باقانی نے کنز العفاۃ میں ہم یعنی درود پڑھنے میں چیخنا اور ہاتھ پاؤں یا گردن کا ہلانا جہالت ہے فتاوی عالمگیری میں کہا کہ قرآن

سنے اور وعظ کے وقت میں آواز بلند کرنی مکروہ ہے ومتی رفعہا فقد ترو لکا التوحید مع انہا افضل منہا وافضل حدیث الاصفہانی وغیرہ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من صلی علی مرۃ واحدۃ فتقبلت منہ محا اللہ عنہ ذنوب ثمانین سنۃ فقیدہ المامول بالقبول اور باجی نے تصحیح کی ہے کہ درود شریف بعض اوقات مقبول نہیں
ہوتا جیسے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ بدون اخلاص کے مقبول نہیں ہوتا باوجودیکہ کلمہ توحید درود شریف سے بزرگ اور افضل ہے کیونکہ جزو ایمان ہے درود شریف کے مقبول
نہ ہونیکی وجہ یہ حدیث اصفہانی وغیرہ کی ہے انس رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے مجھپر ایکبار درود پڑھا اور وہ اس سے مقبول
ہوا اللہ اسکے اسی برس کے گناہ مٹا دیگا اس حدیث میں ثواب مترتب کو قبول کے ساتھ مقید کیا یعنی اس سے نکلتا ہے کہ کوئی درود نامقبول بھی ہوتا ہے ہم درود پڑھنا
ایک عمل ہے جیسے اور اعمال مقبول اور نامقبول ہوتے ہیں ایسے درود شریف کا بھی حال ہے لیکن بعض محققین نے فرمایا کہ درود شریف دو تعلق رکھتا ہے ایک ثواب کا ہونا
… درود کا حکم اور اعمال کا سا ہے کہ جب موانع اور عوارض سے خالی ہوگا تو موجب ثواب ہوگا اور ایک تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
… زیادہ کرنیکی حق میں … مقبول نہیں ہو اگر تاکہ فی الطحطاوی تصرف ودعا بالعربیۃ وحرم بغیرہا نہر … وشادہ المعرب …
اور قنیہ وغیرہ میں درود کے بعد دعا پڑھے عربی میں اور حرام ہے دعا پڑھنا عربی کے سوا دوسری زبانوں میں دعا کرے اسکے لیے اور اپنے ماں باپ اور استاد کے لیے
… دعا … جیسا سلیقہ ہوئی کہ جو کوئی دربار شاہی میں جاتا ہے تو بادشاہ کے حضور میں کو عرض سلام کرتا ہے اور شاہنشاہ علی الاطلاق کا … لہذا
اسکا رسول … صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ پر درود پڑھنا مقبول ہے تو اس سے توقع ہے کہ اسکے بعد دعا بھی مقبول ہو اور دوسری زبان میں دعا کی …
… تعلیل ہے کہ دوسری زبانوں میں ایسے الفاظ ہو سکتے ہیں جو منافی تعظیم ہوں … کہا کہ جب نماز کا شروع کرنا غیر زبانوں میں جائز ہے تو دعا کیسے حرام ہوگی
ان … فی الطحطاوی شامی نے … کہا کہ غیر زبانوں میں دعا مکروہ ہے نہ حرام وحرم سوال العافیۃ مدی الدہر او خیر الدارین ودفع شرہما او المستحیلات العادیۃ کنزول المائدۃ
قیل والشرعیۃ اور حرام ہے مانگنا تندرستی کا عمر کے سب وقتوں میں یعنی سب مرضوں سے یا بہتری دونوں جہان کی اور دور ہونا دونوں جہان کی برائیوں کا یا …
جو عادۃ محال ہیں جیسے اترنا دسترخوان کا آسمان سے اور بعضوں نے کہا کہ محال چیزیں شرعی بھی مانگنی حرام ہیں جیسے دیکھنا پروردگار کا دنیا میں …
عافیت کا مانگنا اسلیے حرام ہوا کہ خدا تعالی نے کسی حکمت کے سبب آدمی میں امراض کو پیدا کیا ہے جسکا فائدہ اسی کی طرف عائد ہوتا ہے تو دعا سے آدمی اس حکمت کو باطل کیا چاہتا
اور خیر دارین کی طلب اسلیے حرام ہوئی کہ بدون شر کے آدمی کو حاصل ہونی محال ہے بعض شر اسپر ضرور آویگی مثلاً جان کندنی کی سختی ہاں اگر خیر سے یہ ارادہ کریگا کہ جو امر اللہ تعالی
کے نزدیک اسکے حق میں خیر ہو تو مضائقہ نہیں چنانچہ اس قسم کی دعا حدیث میں وارد ہے (اللہم انی اسئلک من الخیر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم واعوذ بک من الشر کلہ ما علمت
وما لم اعلم) کذا فی الطحطاوی بتصرف (والحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر لا لکل المؤمنین کل ذنوبہم بحر) اور حق یہ ہے کہ دعا مانگنی کافر کی مغفرت کے لیے حرام ہے نہ سب مومنین کے لیے
انکے سب گناہوں کے بخشے جانیکی کذا فی البحر یہ رد ہے امام قرافی وغیرہ کا جو یہ کہتے ہیں کہ کافر کی مغفرت کی دعا کرنے سے کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالی تو انکی عدم مغفرت
کی خبر دیتا ہے پھر دعاء مغفرت سے اللہ تعالی کا اس خبر میں جھوٹا کرنا ہوا اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سب ایمانداروں کے سب گناہوں کی مغفرت کی دعا حرام ہے اسلیے کہ اس دعا
… تکذیب ان صحیح حدیثوں کی لازم آتی ہے جن میں تصریح ہے کہ کچھ مومنین دوزخ میں اپنے گناہوں کے سبب بالضرور عذاب پاوینگے تو شارح اس قول کو رد کرتا ہے کہ دعاء مغفرت کافر
سے کافر نہیں ہوتا بلکہ گنہگار ہوتا ہے کہ دشمنان خدا و رسول کے لیے بہتری چاہتا ہے اسلیے دعا مذکور حرام ہے نہ کفر اور مومنین کے کل گناہوں کی مغفرت عقلاً جائز ہے کیونکہ
آیت (ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء) اور (ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا) کے تو جائز ہے کہ فرداً شفقت برادران دینی کی جہت سے انکے لیے بھی دعا مانگے جو
جائز الوقوع ہو گو نفس الامر میں واقع نہو کذا یستفاد من الشامی والطحطاوی بالادعیۃ المذکورۃ فی القرآن والسنۃ لا بما یشبہ کلام الناس دعا مانگے ان دعاؤں
سے جو مذکور ہیں قرآن اور حدیث میں نہ انسے کہ لوگوں کے کلام کے مشابہ ہوں طحطاوی نے کہا کہ قرآن کی دعا اگر پڑھے تو نیت قرآن کی ہونی چاہیے اس سے کہ … اسلیے کہ قراءت
قرآن سوائے قیام کے دوسرے رکن میں مکروہ ہے ہم دعا مسنون نماز کے آخر میں پڑھنا بہت اچھا ہے مشکوۃ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ

کہ قعدہ اخیرہ کے بعد امام نے سلام پھیرا یا کلام کیا یا اور کوئی بات کی جس سے نماز پوری ہوگئی فاسد نہوئی تو ایسی صورتیں مقتدی نماز سے باہر نہوگا بلکہ اُسپر سلام
پھیرنا واجب ہوگا اور قہقہہ اور قصداً حدث نماز کے مفسد ہیں تو چونکہ بعد تمامی ارکان کے پائے گئے اسلیے کچھ ضرر نکرینگے اور سلام کا پھیرنا بھی واجب نہوگا نہ امام پر نہ مقتدی
پر کذا فی الشامی ولو اتمہ قبل امامہ فتکلم جاز وکرہ فلو عرض مناف تفسد صلوٰۃ الامام فقط اور اگر مقتدی نے تشہد کو اپنے امام سے پہلے پورا کرلیا پھر بول پڑا تو نماز درست
ہوگئی اور یہ فعل مکروہ ہوگا کیونکہ اتباع امام کی بدون عذر کے ترک کی اب اگر مقتدی کے کلام کرنیکے بعد کوئی نماز کا منافی امام کو درپیش ہوگا تو صرف امام کی نماز فاسد
ہوجائیگی مقتدی کی نہوگی کیونکہ وہ تو منافی کے پیش ہونے سے پہلے ہی نماز سے علیحدہ ہوگیا ہے کالتحریمۃ مع الامام وقالا الافضل فیما بعدہ وسلام مثل تکبیر تحریمہ کے
امام کے ساتھ ہی نہ پیچھے اور صاحبین نے کہا کہ افضل تحریمہ اور سلام میں یہی ہے کہ بعد امام کے ہو قائلا السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہو اور سنت سلام پھیرنے میں یہ کہتا ہوا السلام علیکم
ورحمۃ اللہ کہ ان الفاظ کا کہنا سنت ہے وصحح الحدادی لا یسن علیکم السلام وانہ لا یقول ہنا وبرکاتہ اور حدادی نے ترجیح دی ہے علیکم السلام کے مکروہ ہونے کی
اور اس بات کی کہ وبرکاتہ بعد رحمۃ اللہ کے نکہے یہاں سلام پھیرنے میں بلکہ یہ لفظ التحیات میں ہیں وجعل النووی بدعۃ وردہ الحلبی اور وبرکاتہ کہنے کو نووی نے
بدعت قرار دیا ہے اور حلبی شارح منیہ نے نووی کے قول کو رد کیا ہے یہ کہکر کہ سنن ابی داؤد میں بروایت وائل بن حجر باسناد صحیح یہ لفظ وارد ہے پس بدعت کیسے ہوسکتا
وفی الحاوی انہ حسن اور حاوی قدسی میں ہے کہ یہ لفظ کہنا بہتر ہے وسن جعل الثانی اخفض من الاول خصہ فی المنیۃ بالامام واقرہ المصنف اور
سنتوں میں ہے دوسرے سلام کو بہ نسبت اول کے پست آواز کہنا منیہ میں اس بات کو امام کے لیے خاص کیا ہے یعنی مقتدی اور منفرد دونوں آواز یکساں رکھیں دونوں سلام کو
اور ثابت رکھا ہے منیہ کے قول کو مصنف نے وینوی الامام بخطابہ السلام علی من فی یمینہ و یسارہ ممن معہ فی صلوتہ ولو جنا او نساء اما سلام التشہد فیعم
لعدم الخطاب والحفظۃ فیہما بلا نیۃ عدد کالایمان بالانبیاء اور نیت کرے امام اپنے خطاب السلام علیکم سے سلام اُن لوگون پر جو اسکے داہنے اور بائیں ہوں اور
نماز میں شریک ہیں گو جن یا عورتیں ہوں اور سلام تشہد کا النبی السلام علینا عام ہے سب مسلمانوں پر بسبب نہونے خطاب کے اور نیت کرے فرشتوں محافظوں کے
دونوں سلاموں میں بدون خصوصیت شمار کے جیسا ایمان لانا انبیا علیہم السلام پر بدون شمار کے ہے محافظ فرشتوں کی تعداد میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ہر شخص کے
ساتھ دو ہیں اور بعضوں کے نزدیک چار اور کسی کے نزدیک پانچ اور کسی کے دس اور کسی کے ایک سو ساٹھ اور اسکا پورا بیان منیہ کی شرحوں میں ہے کذا فی الشامی و
قدم القوم لان المختار ان خواص بنی آدم وہم الانبیاء افضل من کل الملائکۃ وعوام بنی آدم وہم الاتقیاء افضل من عوام الملائکۃ والمراد بالاتقیاء من اتقی الشرک فقط کالفاسق
کما فی البحر عن الروضۃ واقرہ المصنف اور مصنف نے اول قوم کو یعنی آدمیوں کو مقدم کیا فرشتوں سے اسلیے کہ مختار یہ ہے کہ بنی آدم کے خواص جو انبیا ہیں وہ سب فرشتوں
سے افضل ہیں اور بنی آدم میں کے پرہیزگار عوام فرشتوں سے افضل ہیں اور مراد پرہیزگاروں سے وہ لوگ ہیں جو صرف شرک سے پرہیز کرتے ہیں جیسے فاسق
بحر میں روضہ سے منقول ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے ہم کتاب روضۃ العلماء امام ابی الحسن بخاری کی تالیف ہے اسمیں لکھا ہے کہ امت کا اجماع ہے اسپر کہ انبیا سب
مخلوق سے افضل ہیں اور انمیں سے افضل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعد انبیا کے سب مخلوق سے افضل خواص ملائک ہیں یعنی جبرئیل و اسرافیل اور میکائیل اور
عزرائیل اور حاملین عرش اور روحانی اور رضوان اور مالک علیہم السلام اور صحابہ اور تابعین اور شہدا اور صالحین باقی فرشتوں سے افضل ہیں اسکے بعد علما کا اختلاف
ہے امام صاحب تو فرماتے ہیں کہ سب اہل اسلام باقی فرشتوں سے افضل ہیں اور صاحبین کہتے ہیں کہ باقی فرشتے عوام مسلمانوں سے افضل ہیں غرضکہ بشر تین قسم ہیں
خواص مثل انبیا اور اوساط مثل صحابہ و صلحا اور عوام مثل باقی لوگوں کے اور فرشتے دو قسم ہیں خواص جو اوپر مذکور ہوئے اور عوام جو انکے سوا ہیں تو فضیلت بالاتفاق تین
درجہ تک ہے یعنی سب میں افضل خواص بشر ہیں پھر خواص ملائک پھر اوساط البشر اور اسکے بعد اختلاف ہے امام کے نزدیک باقی لوگ افضل ہیں عوام ملائک سے
اور صاحبین کے نزدیک عوام ملائک افضل ہیں کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی مجمع الانہر معزیا للقہستانی خواص البشر و اوساطہ افضل من خواص الملائکۃ و اوساطہم
عند اکثر المشائخ میں کہتا ہوں اور مجمع الانہر میں بحوالہ قہستانی مذکور ہے کہ خواص بشر افضل ہیں خواص ملائک سے اور اوساط البشر افضل ہیں اوساط ملائکہ سے اکثر

مثل ہے کہ نزدیک ہم شامی نے کہا کہ اس عبارت میں لف ونشر مرتب ہے تو آمین اور درود صلوٰۃ کی عبارت میں کچھ منافات نہیں اتنا فرق ہے کہ آمین اولیٰ نسبت کا ذکر نہیں
کیا اسوجہ سے کہ آمین اختلاف ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور قہستانی نے کہا کہ حفظہ قولان اور کیا محافظ فرشتے بدلتے رہتے ہیں یا نہیں اسمین دو قول ہیں ہم بعض علما فرماتے ہیں
کہ بدلتے رہتے ہیں کیونکہ حدیث صحیح میں بخاری و مسلم کی وارد ہے کہ تمہارے پاس رات کو اور دن کو فرشتے باری باری آتے ہیں اور نماز صبح اور عصر میں جمع ہو جاتے ہیں پھر جو تم میں ہے ہوتے
ہیں وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں الحدیث اس حدیث میں قاضی عیاض وغیرہ نے جمہور علما سے نقل کیا ہے کہ مراد ان فرشتوں سے محافظ یعنی کراما کاتبین ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ
دونوں فرشتے آدمی کی زندگی تک نہیں بدلتے اسلیے کہ حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنے ایماندار بندہ پر دو فرشتے مقرر کیے ہیں
کہ وہ اسکا عمل لکھا کرتے ہیں جب بندہ مر جاتا ہے تو وہ جناب الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ فلانا شخص مر گیا ہمکو تو اجازت دے کہ ہم آسمان پر چڑھ جاویں اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ میرا آسمان
فرشتوں سے پر ہے جو میری تسبیح پڑھتے ہیں پھر وہ عرض کرتے ہیں کہ تو ہم زمین میں ٹھہریں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میری زمین میرے مخلوق سے پر ہے جو مجھکو پاکی سے یاد
کرتے ہیں پھر وہ دونوں عرض کرتے ہیں کہ اب ہم کہاں رہیں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندہ کی قبر پر ٹھہرو اور میری تکبیر اور تہلیل اور میرا ذکر کرو اور اسکو میرے بندہ کے لیے
قیامت تک لکھتے رہو کذا فی الشامی ویفارقہ کاتب السیئات عند جماع وخلاء وصلوٰۃ اور جدا ہو جاتا ہے آدمی سے لکھنے والا برائیوں کا وقت صحبت کرنے اور پاخانہ پھرنے اور
نماز پڑھنے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح اس عبارت میں بحر الرائق کا تابع ہوا حالانکہ مفارقت جماع اور بیت الخلا میں دونوں فرشتے کرتے ہیں چنانچہ شرح جوہرہ میں ہے تو پھر
تخصیص کاتب سئیات کی کیا ہے اور نماز میں چونکہ کاتب سئیات اپنے لکھنے کی چیز نہیں پاتا تو علیحدہ ہونا خاص اُسکا گنجائش رکھتا ہے والمختار ان کیفیۃ الکتابۃ والمکتوب فیہ
مما استاثر اللہ بعلمہ اور مختار یہ ہے کہ کیفیت فرشتوں کے لکھنے کی اور جس چیز میں وہ لکھتے ہیں اُسکا حال اُن اشیا میں ہے جنکا علم اللہ تعالی کو مخصوص ہے نعم فی حاشیۃ الاشباہ یکتب
فی رق بلا حرف کثبوتہا فی العقل وہو احد ما قیل فی قولہ تعالی والطور وکتاب مسطور فی رق منشور ہاں حاشیہ اشباہ میں ہے کہ کاتب اعمال ورق میں بدون حرفوں کے
لکھتے ہیں جیسے معلومات عقل میں بدون حرفوں کے ثابت ہیں اور یہ قول ایک ہے اُن اقوال میں سے جو اس آیت کی تفسیر میں کہے گئے ہیں (والطور وکتاب مسطور
فی رق منشور) یعنی قسم ہے طور کی اور قسم ہے کتاب لکھی ہوئی کی کشادہ ورق میں یعنی لوح محفوظ کی ہم شامی نے کہا کہ جب قول مختار شارح لکھ چکا تھا تو اُسکے مقابل کے لکھنے کی
ضرورت نہ تھی وصحح النیسابوری فی تفسیرہ انہما یکتبان کل شئ حتی انینہ اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں اس امر کی تصحیح کی ہے کہ وہ دونوں فرشتے ہر چیز کو لکھتے ہیں یہانتک
کہ آدمی کے آہ کرنے اور کراہنے کو بھی لکھتے ہیں شامی نے کہا کہ اس سے یہ نکلتا ہے کہ ضروری چیزوں کو مثل سانس لینے اور نبض وغیرہ کی حرکت کو بھی لکھتے ہیں قلت وفی
تفسیر الدمیاطی یکتب المباح کاتب السیئات ویمحی یوم القیامۃ میں کہتا ہوں اور تفسیر دمیاطی میں ہے کہ مباح چیز کو برائیوں کا کاتب لکھتا ہے اور قیامت کے دن مٹا دیگا ہم
اوپر جو بیان کیا تھا کہ دونوں کاتب ہر چیز کو لکھتے ہیں اب اُسکی تفصیل کی خلاصہ یہ کہ اعمال تین قسم ہیں ایک وہ جنمیں ثواب ہو دوم وہ جنمیں عذاب ہو سوم مباح جنمیں
نہ ثواب ہو نہ عذاب تو ثواب کے اعمال کو کاتب حسنات کا لکھتا ہے اور باقی کو کاتب سئیات کذا فی الشامی وفی تفسیر الکازرونی المعروف بالاخوین الاصح ان الکافر ایضا تکتب
اعمالہ الا ان کاتب الیمین کالشاہد لکاتب الیسار اور تفسیر کازرونی محشی بیضاوی میں جو اخوین کے نام سے مشہور ہے لکھا ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ کافر کے اعمال بد بھی لکھے جاتے ہیں
مگر داہنا کاتب مثل گواہ کے رہتا ہے بائیں پر ہم یعنی جب کافر کے اعمال بد ہی لکھے جاتے ہیں تو ضرورت داہنے فرشتے کی کیا ہے اسلیے شارح نے جواب دیا کہ وہ گویا بائیں کا
گواہ ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ قول نہر الفائق سے نقل کیا ہے اور اسمین کازرونی کی جگہ حازمی بجا مہملہ و زا معجمہ و میم در آخر ہے اور یہی صحیح ہے وفی البرہان ان ملائکۃ اللیل
غیر ملائکۃ النہار وان ابلیس مع ابن آدم بالنہار وولدہ باللیل اور برہان میں ہے کہ رات کے فرشتے غیر ہیں دن کے فرشتوں کے بسبب حدیث صحیحین کے جو اوپر گذری اور یہ کہ
ابلیس ہمراہ آدمی کے ساتھ رہتا ہے دن کو اور اُسکی اولاد ساتھ رہتی ہے رات کو طحطاوی نے کہا کہ ابلیس کی اولاد میں کئی قول ہیں بعضوں کے نزدیک اُسکی جورو سے ہوتی ہے
اور بعضوں کے نزدیک وہ انڈے دیتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اُسکی ایک ران میں علامت نر ہے اور دوسری میں علامت مادہ وہ خود اپنی ذات سے صحبت کرتا ہے وفی صحیح مسلم
ما منکم من احد الا وقد وکل اللہ بہ قرینہ من الجن وقرینہ من الملائکۃ قالوا وایاک یا رسول اللہ قال وایای ولکن اللہ اعاننی علیہ فاسلم روی بفتح المیم وضمہا اور صحیح مسلم میں ہے کہ

کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس پر خدا تعالی نے مقرر نہ کیا ہو اُسکا ساتھی شیطانوں سے یعنی جو برائی پر دلالت کرتا ہو اور اُسکا ساتھی فرشتوں سے جو خیر پر دلالت کرتا ہو
لوگوں نے عرض کیا اور آپ پر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ مجھ پر بھی ہر اقرین مقرر ہے لیکن اللہ تعالی نے مجکو اُس پر غالب کر دیا ہے تو وہ مسلمان ہو گیا ہے
یعنی سوائے خیر کے اور بات مجھسے نہیں کہتا قاضی عیاض نے کہا کہ اسلم میم کے فتحہ اور ضمہ دونوں سے مروی ہے میم کے زبر سے صیغہ ماضی باب افعال سے اور ضمیر مستتر قرین کی طرف راجع
ہوگی جسکا ترجمہ اوپر لکھا گیا اور میم کے ضمہ سے صیغہ واحد متکلم مضارع سلامت سے ہوگا تب یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالی نے میری اعانت فرمائی تو میں اُس سے بچا رہتا ہوں
ویزید المؤتم السلام علی امامہ فی التسلیمۃ الاولی ان کان الامام فیہا والا ففی الثانیۃ ولو فیہما لو محاذیا اور مقتدی قوم اور فرشتوں کی نیت پر زیادہ کرے
سلام اپنے امام پر داہنی طرف کے سلام میں اگر امام داہنی طرف ہو ورنہ بائیں طرف کے سلام میں نیت امام کی کرے اور اگر امام اسکے سامنے ہو تو دونوں سلاموں میں امام
کی نیت کرے وینوی المنفرد الحفظۃ فقط [illegible] اور منفرد صرف محافظ فرشتوں کی نیت کرے [illegible]
تاکہ عام ہو [illegible] کاتب اعمال نہیں شامی نے کہا کہ احادیث میں مراد محافظوں سے محافظین فرشتے ہیں جو کاتبان اعمال کے سوا ہیں یہی صحیح ہے کہ
اسکے حسنات لکھے جاتے ہیں اور اسکا ثواب اسکو ملیگا اور اس باب کو ثواب تعلیم کا ہوگا کما فی الاتقانی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے لیے کاتب حسنات ہوتا ہے
لعمری لقد صار ہذا کالشریعۃ المنسوخۃ لا یکاد ینوی احد شیئا الا الفقہاء وفیہم نظر اور قسم ہے اپنی جان کی کہ یہ نیت سلام میں بیشتر قوم اور محافظین کی کرنی منسوخ شریعت
کیطرح ہوگئی ہے گویا کوئی کچھ نیت ہی نہیں کرتا بجز علماء کے اور انمیں بھی کلام ہے یعنی احتمال ہے کہ وہ نیت کرتے ہوں یا نہیں ہم واقع میں شارح کا قول درست ہے اگر
لاکھ آدمیوں سے پوچھو کہ تم نے اپنے سلام میں کیا نیت کی تو کوئی جواب شافی نہ دیگا ویکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللہم انت السلام الخ اور مکروہ ہے فرضوں کے بعد سنتوں کی
تاخیر کرنی مگر بقدر پڑھنے اللہم انت السلام الخ کے کہ پوری دعا اسطرح ہے (اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام) یعنی فرض پڑھنے کے بعد اتنی
دیر کرے جسمیں یہ دعا یا اسکے برابر کوئی اور پڑھے اس سے زیادہ دیر کرنی مکروہ ہے اسوجہ سے کہ مسلم اور ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سلام کے بعد اتنا ہی بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات فرمالیں شامی نے کہا کہ احادیث میں جو وظائف بعد نمازوں کے آئے ہیں ان حدیثوں میں یہ ذکر نہیں کہ سنتوں کے پہلے
انکو پڑھنا چاہیے بلکہ اسی پر محمول ہیں کہ بعد سنتوں کے پڑھے جائیں کیونکہ سنتیں فرضوں کی تابع ہیں اُنسے اجنبی نہیں تو جو ذکر سنتوں کے بعد ہوگا وہ فرضوں کے
بعد کہلائیگا وقال الحلوانی لا باس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان ارید بالکراہۃ التنزیہیۃ ارتفع الخلاف اور حلوانی نے کہا کہ کچھ پڑھنا اوراد کا فرضوں اور
سنتوں میں فاصلہ ہونے کے فاصلہ کرنے کا اور پسند کیا ہے اس قول کو کمال الدین محقق نے حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے تنزیہی کراہت مراد لیجائے تو خلاف دور ہوجا
یعنی جو لوگ فصل کو مکروہ کہتے ہیں اُنکے قول اور حلوانی کے قول میں اختلاف جاتا رہے تو دونوں قائلوں کے نزدیک مقدار (اللہم انت السلام الخ)
سے زیادہ بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہوگا قلت وفی حفظی حملہ علی القلیلۃ میں کہتا ہوں اور میری یاد میں حلوانی کے قول کا محمول کرنا ہے تھوڑے سے وظائف
پر یعنی حلوانی نے جو فاصلہ اوراد کو لا باس کہا ہے تو اوراد سے مراد تھوڑے سے وظائف ہیں بقدر اللہم انت السلام الخ کے تو اس تقریر سے بھی
خلاف جاتا رہا ویستحب ان یستغفر ثلثا ویقرأ آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلثا وثلثین ویہلل تمام المائۃ ویدعو ویختم بسبحان ربک اور مستحب ہے کہ تین بار استغفار
پڑھے اور آیۃ الکرسی اور معوذات یعنی سورۂ ناس اور سورۂ فلق اور سورۂ اخلاص پڑھے اور سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۳ بار کہے یہ تینوں کلمے
۹۹ ہوئے تو سو پورا کرنیکو ایکبار لا الہ الا اللہ کہے اور دعا مانگے اور دعا کو سبحان ربک الآیۃ پر تمام کرے کیفیت استغفار کی امداد الفتاح میں یوں ہے (استغفر اللہ العظیم الذی لا
الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ) اور سو پورا کرنے کے لیے بعض احادیث میں یوں آیا ہے (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر) اور ان
کلمات کو سو بار پڑھنا تسبیح فاطمی کہلاتا ہے وفی الجوہرۃ یکرہ للامام التنفل فی مکانہ لا للمؤتم اور جوہرہ میں ہے کہ مکروہ ہے امام کو نفل پڑھنا اپنی جگہ میں نہ مقتدی کو یعنی
مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ خانیہ کی عبارت اسپر دال ہے کذا فی الشامی وقیل یستحب کسر الصفوف اور بعضوں نے کہا کہ مستحب ہے امام کو نفل پڑھنے کے لیے صفوں کا توڑنا

شامی نے کہا کہ بدائع اور ذخیرہ میں اس قول کو امام محمد سے نقل کیا ہے اور محیط میں تصریح کی ہے کہ صفوں کا پھیرنا سنت ہے اور حلیہ میں کہا کہ ان ...
میں پڑھے اگر کسی بات کا خوف نہو وفی الخانیۃ یستحب للامام التحول لیمین القبلۃ یعنی یسار المصلی لتنفل او ورد اور خانیہ میں ہے کہ مستحب ہے امام کو پھرنا قبلہ کے داہنی طرف یعنی
نمازی کے بائیں طرف نفل پڑھنے یا وظیفہ پڑھنے کو وخیرہ فی المنیۃ بین تحویلہ یمینا وشمالا واماما وخلفا وذہابہ لبیتہ واستقبالہ الناس بوجہہ ولو دون عشرۃ ما لم یکن
مصل ولو بعیدا علی المذہب اور منیہ میں امام کو اختیار دیا ہے چاہے داہنے کو پھرے چاہے بائیں کو چاہے آگے اور پیچھے کو چاہے گھر کو جاوے چاہے لوگوں
کیطرف اپنا منہ کرے اگرچہ جماعت دس سے کم ہو بشرطیکہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو گو دور نماز پڑھتا ہو ظاہر مذہب کے بموجب ...
ہو جیسے فرضوں کے بعد بیٹھے ہوں اور لوگوں کی طرف منہ کرنے کی وہ صورت ہے کہ فرضوں کے بعد بیٹھے ہوں اور ...
لوگوں نے یہ کہا ہے کہ دس مردوں کی جماعت ہو تو منہ کرے نہیں تو نہ کرے ان لوگوں کا قول بے اصل ہے اور یہ جو کہا کہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو اگرچہ دور سے
پڑھتا ہو تو یہ ذخیرہ میں مذکور ہے مگر حلیہ میں یوں کہا ہے کہ جب امام کے اور نمازی کے بیچ میں کوئی تیسرا شخص ہو جس کی پشت نمازی کی جانب ہو تو امام کے منہ پھیرنے میں
کچھ کراہت نہیں تیسرا شخص بجائے سترہ کے ہو جائیگا چنانچہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ اگر ایک شخص کے منہ کیطرف نماز پڑھتا ہو اور دونوں کے درمیان تیسرا شخص ہو جس کی
پشت نمازی کیطرف ہو تو مکروہ نہوگا اور شاید ظاہر مذہب میں امام محمد نے تیسرے شخص کے حائل ہونے کی اسلیے قید نہیں لگائی کہ اسکا حال معلوم ہی ہے ...

فصل

یہ فصل ہے قرات کے احکام میں چونکہ ارکان کے نسبت قرات سے زیادہ احکام متعلق تھے اسلیے الگ جدا بیان کیا ویجہر الامام وجوبا بحسب الجماعۃ فان
زاد علیہ اساء اور پکار کر پڑھے امام بطور وجوب موافق جماعت کے یعنی جسقدر جماعت ہو اسیقدر آواز بلند کرے پھر اگر جماعت سے زیادہ پکار کر پڑھیگا تو برا کریگا ...
موافقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جہر پر کذا فی الطحطاوی ولو ائتم بہ بعد الفاتحۃ او بعضہا سرا اعادہا جہرا بحر لکن فی آخر شرح المنیۃ ائتم بہ بعد الفاتحۃ یجہر بالسورۃ ان قصد الامامۃ
والا فلا یلزمہ الجہر اور اگر اقتدا کیا نمازی کا کسی نے بعد کل فاتحہ یا تھوڑی سی فاتحہ آہستہ پڑھنے کے تو فاتحہ کو جہر سے اعادہ کرے کذا فی البحر لیکن آخر شرح منیہ میں ہے
کہ اقتدا کیا نمازی کا بعد فاتحہ کے تو وہ سورہ کو پکار کر پڑھے اگر امام ہونیکا قصد کرے ورنہ پکار کر پڑھنا اسکو ضرور نہیں ... بحر الرائق میں جو یہ اعادہ کرنے کی بات
لکھی ہے کہ دوسرے کے اقتدا کے سبب سے جہر اسپر واجب ہوگیا اب اگر صرف باقی قرات کو پکار کر پڑھتا ہے تو ایک ہی رکعت میں آہستہ پڑھنا اور پکار کر پڑھنا جمع ہو جاتا ہے
حالانکہ یہ امر برا ہے اور اگر آہستہ پڑھتا ہے تو جہر کے واجب ہونیکے بعد آہستہ پڑھنا واجب کا ترک ہے اسلیے اعادہ جہر سے ضرور ہے اور اس قول کو خلاصہ سے نقل کیا اور
خلاصہ میں اصل سے منقول ہے پس قول شرح منیہ کا جو شارح نے لکھا ضعیف ہے اور یہ جو کہا کہ اگر امامت کا قصد کرے یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ نیت امامت کا اعتبار جواز ...
کے امام ہونے کے واسطے نہیں کذا فی الطحطاوی فی الفجر واولیی العشائین اداء او قضاء وجمعۃ وعیدین وتراویح ووتر بعدہا ای فی رمضان فقط للتوارث امام جہر کرے
نماز فجر میں اور مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں ادا پڑھے یا قضا اور جمعہ اور دونوں عید کی نماز میں اور تراویح میں اور تراویح کے بعد کے وتروں میں یعنی صرف رمضان
کے وتر میں پکار کر پڑھے بسبب توارث کے یعنی سلف سے ایسا ہی منقول چلا آتا ہے قلت فی التقیید ببعدہا نظر لجہرہ فیہ وان لم یصل التراویح علی الصحیح کما فی مجمع الانہر میں کہتا ہوں
کہ مصنف نے جو وتر میں بعد کی قید لگائی تو اسمیں کلام ہے اسلیے کہ امام وتر میں جہر کریگا اگرچہ اسنے تراویح نہ پڑھی ہو مذہب صحیح پر چنانچہ مجمع الانہر میں ہے یعنی مصنف کے قول
سے ایسا وہم ہوتا ہے کہ جہر اس صورت میں ہے کہ وتر بعد تراویح پڑھنے کے پڑھے حالانکہ قبل تراویح اگر وتر جماعت سے پڑھے تو اسمیں جہر واجب ہے شامی نے شارح کا جواب یہ دیا کہ
تراویح رمضان میں ہوتی ہے اور اسکے بعد کے وتر بھی رمضان میں ہونگے تو بعدہا سے یہ مطلب ہے کہ رمضان کے وتر میں جہر کرے نہ اور وتروں میں نعم فی القہستانی تبعا
للقاعدی لا سہو بالمخافتۃ فی غیر الفرائض کعید ووتر نعم الجہر افضل ہاں قہستانی میں جو بہ تبعیت قاعدی مذکور ہے کہ سوائے فرضوں کے اور جہری نمازوں میں آہستہ پڑھنے سے
سجدہ سہو نہیں ہے مثل عید اور وتر کے ہاں جہر افضل ہے ہم شامی اور طحطاوی نے کہا کہ قہستانی نے ابو الیسر کی عبارت کے یہ کہا ہے کہ اصح یہ ہے کہ عید اور وتر میں بھی جہر کرے یعنی

نز وجہ مطلقہ ہو جائیگی اور غلام آزاد ہو گا اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ کرخی نے ادنی درجہ کلام کا حروف صحیح کا نکلنا ٹھیرایا ہے گو اپنے آپ سنے یا نہین تو کرخی کے قول کے
بموجب استثناء مذکور صحیح ہوگا کذا فی الشامی وقیل فی نحو البیع یشترط سماع المشتری اور بعضون نے کہا ہے کہ بیع جیسے تصرفات مین سننا مشتری کا شرط ہے طحطاوی نے کہا
کہ اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے اور مثل بیع سے مراد وہ معاملات ہین جنمین مبادلہ ہو یا قبول غیر پر موقوف ہون ولو ترک السورۃ اولی العشاء مثلاً ولو عمداً قرأہا
وجوباً وقیل ندبا مع الفاتحۃ جہرا فی الاخیرین لان الجمع بین جہر ومخافتۃ فی رکعۃ شنیع اور اگر عشا کی پہلی دو رکعتون مین مثلاً سورہ کو چھوڑا اگرچہ دانستہ ترک کیا ہو
تو وجوباً اور بقول بعض مستحب ہے کہ سورہ کو مع الحمد کے پچھلی دو رکعتون مین جہر سے پڑھے اسلیے کہ اگر صرف سورہ کو پکار کر پڑھیگا اور الحمد کو آہستہ تو ایک رکعت مین جہر و
آہستہ پڑھنا جمع ہوگا اور جمع کرنا ان دونون کا ایک رکعت مین برا ہے شارح نے استحباب کو قیل کرکے بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ اصح قول وجوب ہے کیونکہ وہ بسط کبیر
جامع صغیر مین امام محمد نے اشارہ کیا ہے کذا فی الشامی ولو تذکرہا فی رکوعہ قرأہا واعاد الرکوع اور اگر سورہ کو یاد کیا رکوع کے اندر تو کھڑا ہو کر سورہ کو پڑھے اور رکوع دوبارہ
کرے اسلیے کہ ترتیب درمیان ان ارکان کے جو مکرر نہین فرض ہے تو اگر دوبارہ رکوع نکریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی ولو ترک الفاتحۃ فی الاولیین لا یقضیہا
فی الاخیرین لانہ یلزم تکرارہا اور اگر پہلی دو رکعتون مین الحمد کو ترک کیا تو اسکو پچھلی دو مین قضا نکرے بسبب لازم آنے تکرار فاتحہ کے یعنے پچھلی رکعتون مین فاتحہ
دوبار ہو جائیگی حالانکہ مکرر نہ پڑھنا فاتحہ کا واجب ہے ولو تذکرہا قبل الرکوع قرأہا واعاد السورۃ اور اگر فاتحہ کو رکوع سے پیشتر یاد کیا تو فاتحہ پڑھ لے اور سورہ کو دوبارہ
پڑھے بطور وجوب اسلیے کہ ترتیب فاتحہ اور سورہ مین واجب ہے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ قبل رکوع قید نہین اسلیے کہ اگر رکوع کے اندر یاد کرے تب بھی یہی حکم
وہی کرنا چاہیے جو سورہ کے یاد پڑنے مین کیا تھا کیونکہ جب سورہ کو کھڑے ہوکر پڑھنا واجب ہے تو فاتحہ تو سورہ کی نسبت کر زیادہ موکد ہے وفرض القراءۃ آیۃ علی المذہب
ہی لغۃ العلامۃ وعرفا طائفۃ من القرآن مترجمۃ اقلہا ستۃ احرف ولو تقدیرا کلم یلد اور فرض قرأت کا جسکے پڑھنے سے نماز صحیح ہو جاے ایک آیت ہے ظاہر مذہب پر یعنے
بقول امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک تین آیتین چھوٹی یا اُنکے برابر بڑی آیت فرض ہے کذا فی الطحطاوی آیت لغت مین بمعنی علامت ہے اور عرف فقہا مین ایک
جملہ ہے قرآن سے بیان کیا ہوا الٰہی جسکی ابتدا اور انتہا کا اعتبار کیا گیا ہو کذا فی البحر عن حاشیۃ الکشاف اس جملہ مین کم سے کم چھ حرف ہون اگرچہ تقدیراً ہون مثل لم یلد کے
کہ بالفعل پانچ حرف ہین مگر چونکہ اصل مین لم یولد تھا اسلیے تقدیراً چھ حرف ہوے الا اذا کانت کلمۃ فالاصح عدم الصحۃ وان کررہا مرارا اگر کسی صورت مین کہ آیت ایک
کلمہ ہو تو صحیح تر نہ درست ہونا نماز کا ہے گو اس آیت کو نمازی چند بار کہے مثلاً ص یا ق یا ن وغیرہ کہ اگرچہ چند بار کہنے سے بھی نماز صحیح نہوگی الا اذا حکم حاکم بجوازہ ذکرہ القہستانی
لیکن اگر کوئی حاکم حکم کر دے تو ایک کلمہ کی آیت سے بھی نماز جائز ہوگی ذکر کیا اسکو قہستانی نے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص جس نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو نماز
صحیح پڑھے تو آزاد ہے پھر اُسنے نماز پڑھی جسمین قرأت ایک کلمہ کی آیت پڑھی خواہ اسکو مکرر پڑھا ہو یا نہین بعد اسکے اس مقدمہ کی نالش ایسے حاکم کے یہان ہوئی جو ایک
آیت کی قرأت سے صحت نماز کا قائل ہے تو اسنے اس غلام کی آزادی کا حکم کیا پس اب نماز کی صحت کا حکم آزادی کے ضمن مین ہو جائیگا کذا فی الشامی ولو قرأ آیۃ طویلۃ
فی الرکعتین فالاصح الصحۃ اتفاقا لانہ یزید علی ثلث آیات قصار قالہ الحلبی اور اگر ایک آیت طویل دو رکعتون مین پڑھی تو اصح صحیح ہونا ہے نماز کا باتفاق امام اور صاحبین
کے اسلیے کہ اسقدر پڑھنا زیادہ ہے تین چھوٹی آیتون سے کہا ہے اسکو حلبی نے ہم یعنی نصف آیت طویل جس صورت مین تین آیتون سے زائد ہوگی تو صاحبین کے قول پر
بھی نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وحفظہا فرض عین متعین علی کل مکلف اور یاد کرنا ایک آیت کا فرض عین ہے یعنے ہر شخص عاقل بالغ مسلمان پر فرض متعین
ہے وحفظ جمیع القرآن فرض کفایۃ وسنۃ عین افضل من التنفل اور یاد کرنا سب قرآن کا فرض کفایہ ہے یعنی کچھ مسلمانون کے یاد کرنے سے اورون کے ذمے یاد کرنا
فرض نرہیگا اور سب قرآن کا یاد کرنا سنت ہے ہر شخص مکلف کے لیے افضل ہے نفل پڑھنے سے ہم شامی نے کہا کہ اسمین اشارہ ہے کہ سنت بھی کبھی عین ہوتی ہے اور کبھی کفایہ
مثلاً تراویح کا پڑھنا سنت عین ہے اور اسکی جماعت ہر محلہ مین سنت کفایہ ہے تنبیہ قرآن کو بھول جانا حرام نہین مگر جبکہ ایسا بھول جاوے کہ قرآن سے دیکھکر بھی
نہ پڑھا جاوے کذا فی شرح المنیۃ وتعلم الفقہ افضل منہما اور سیکھنا فقہ کا افضل ہے ان دونون سے یعنی نفل پڑھنے اور باقی قرآن کے یاد کرنے سے ہم فقہ سے مراد وہ

مسائل دینی ہین جو زائد اُس شخص کی حاجت سے ہون نہ بقدر حاجت کا سیکھنا تو فرض ہے اور باقی قرآن سے یہ غرض ہے کہ جسقدر قرآن کا یاد کرنا فرض یا واجب ہے
اُسکے سوا باقی کو یاد کرنے سے فقہ کا سیکھنا افضل ہے اور اسمین یہ شرط ہے کہ کچھ لوگ سب قرآن کو یاد کرتے ہون اگر کوئی یاد نہ کرتا ہوگا تو اس صورت مین فقہ کا سیکھنا افضل
نہوگا وحفظ فاتحۃ الکتاب وسورۃ واجب علی کل مسلم لکن بنقص شیئ من الواجب اور یاد کرنا الحمد کا اور ایک چھوٹی سورہ کا واجب ہے ہر مسلمان پر اور مکروہ تحریمی
ہے کم کرنا کسی چیز کا واجب مین سے جیسے مکروہ تنزیہی ہے سنت مین سے کسی چیز کا کم کرنا کذا فی الطحطاوی ویسن فی السفر مطلقا ای حالۃ قرار او فرار کذا اطلق فی الجامع
ورجحہ فی البحر ورد ما فی الہدایۃ وغیرہا من التفصیل ورده فی النہر وحرر ان ما فی الہدایۃ ہو الحق الفاتحۃ وجوبا وای سورۃ شاء اور مسنون ہے سفر مین ہر حال مین خواہ حالت
اطمینان ہو یا جلدی کی پڑھنا الحمد کا بطور وجوب اور جس سورہ کو کہ مسافر چاہے شارح نے کہا کہ سفر کو بطور مطلق کہا ہے جامع صغیر مین اور اطلاق کو ترجیح دی ہے بحر الرائق مین
اور ہدایہ وغیرہ کی تفصیل کو صاحب بحر الرائق نے رد کیا ہے اور صاحب نہر نے قول کو نہر الفائق مین رد کیا اور قول منقح بیان کیا کہ جو کچھ ہدایہ مین تفصیل ہے وہی حق ہے وہ تفصیل
یہ تفصیل ہے کہ اگر مسافر جلدی مین ہو تو الحمد اور جس سورہ کو چاہے پڑھے اور اگر اطمینان سے ہو تو وہ فجر مین مثل سورہ بروج کے پڑھے اور ظہر مثل فجر کے ہے اور عصر اور عشا مین
بروج سے چھوٹی سورتین پڑھے اور مغرب مین بہت چھوٹی صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ الحمد کی تفصیل کی کچھ اصل نہین ہے جامع صغیر مین اطلاق مثل متون کے ذکر ہے علاوہ اسکے
مثل سورہ بروج کے مسافر کے لیے معین کرنے کو کوئی دلیل چاہیے حالانکہ کوئی دلیل منقول نہین ہے تو ظاہر یہی ہے کہ حالت قرار وجلدی دونون مین حکم یکسان ہے صاحب نہر الفائق
نے کہا کہ مراد صاحب ہدایہ کی مثل سورہ بروج سے طوال مفصل ہین نہ تعیین کسی حد خاص کی ہین جب مراعات سنت کی مسافر سے ممکن ہو تو کیا وجہ کہ اسکی رعایت نکریگا
اور وجوبا کی قید جو شارح نے لگائی تو اس وہم کے دفع کے لیے ہے کہ کوئی یہ نسمجھے کہ سفر مین الحمد کا پڑھنا سنت ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بعد الحمد کے قرأت واجب کی جو کسی سورت کو
مسافر چاہے اسکا پڑھنا مسنون ہے کذا فی الطحطاوی والشامی وفی الضرورۃ بقدر الحال اور مسنون ہے کہ پڑھے ضرورت مین بقدر گنجائش حال کے مثلاً اگر وقت تنگ ہے
کہ قرأت مسنون پڑھنے سے نماز قضا ہوتی ہے تو اتنی قرأت پڑھے جس سے نماز کامل ہو جاے اور یہی حال ہے اگر خوف جان یا مال کا ہو کذا فی الطحطاوی وفی الحضر
لامام ومنفرد ذکره الحلبی والناس عنہ غافلون طوال المفصل من الحجرات الی البروج فی الفجر والظہر اور مسنون ہے حضر مین یعنی مقام کرنیکی صورت مین امام اور منفرد کو پڑھنا
طوال مفصل کا جو سورہ حجرات سے سورہ بروج تک ہین فجر اور ظہر کی نماز مین امام اور منفرد دونون کے لیے مسنون ہے اسکو حلبی نے ذکر کیا ہے اور لوگ اس سے غافل ہین یعنی
انکو خبر نہین کہ منفرد کے حق مین قرأت مسنون امام کے مثل ہے طوال بکسر طا جمع ہے طویل کی اور مفصل سے معنی تفصیل کیے ہوئے قرآن کے آخر کے ساتوین حصہ کی سورتین
مفصل کہلاتی ہین اسوجہ سے کہ انمین بسم اللہ فصل کے لیے بہت جگہ ہے یا اسوجہ سے کہ اسمین منسوخ آیتین بہت کم ہین پھر مفصل کی تین قسمین ہین طوال یعنی لمبی اور اوساط
یعنے درمیانی اور قصار یعنی چھوٹی سورہ حجرات سے سورہ بروج تک طوال مفصل ہین اور وہان سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل اور وہان سے آخر قرآن تک قصار
مفصل ومنہا الی آخر لم یکن اوساطہ فی العصر والعشاء وباقیہ قصارہ فی المغرب اور سورہ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر و عشا مین پڑھنا مسنون ہے اور
باقی مفصل سورتین یعنی لم یکن سے آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب مین پڑھنا مسنون ہے اسطرح کی قرأت کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہے یعنی حضرت عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو
کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر مین طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشا مین اوساط مفصل اور مغرب مین قصار مفصل کذا فی الشامی ای فی کل رکعۃ سورۃ مما ذکر ذکره الحلبی یعنی ہر رکعت مین
ایک سورہ ان سورتون مین سے کہ مذکور ہوئین پڑھے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے واختار فی البدائع عدم التقدیر وانہ یختلف بالوقت والقوم والامام اور بدائع مین اندازہ نکرنیکو
پسند کیا ہے اور یہ کہ حال قرأت کا مختلف ہوتا ہے وقت اور قوم اور امام کے باعث سے یعنی صاحب بدائع نے کہا ہے کہ قرأت مین کوئی حد مقرر ہونی نہ چاہیے تو فجر مین بھی چھوٹی
سورہ پڑھے کبھی بڑی اسیطرح اور نمازون مین اور یہ خلاف وقت پر منحصر ہے یعنی اگر وقت مین گنجائش ہے تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور قوم پر منحصر ہے کہ اگر مقتدی طول نہ چاہین تو زیادہ
پڑھے ورنہ کم اور امام پر منحصر ہے خوش آواز ہو تو لوگون کو زیادہ پڑھنا ناگوار نہین ہوتا ورنہ گھبرا اٹھتے ہین وفی الحجۃ یقرأ فی الفرض بالترسل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل
لیلا الان یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم اور فتاوی حجت مین ہے کہ فرض نماز مین قرأت ٹھہر ٹھہر کر ہر حرف کو جدا پڑھے اور تراویح مین ٹھہر کر پڑھے نہ جلد بلکہ متوسط طور پر پڑھے

اور بات کی تفاوت نہیں یعنی تہجد میں تنہائی کو جائز ہے کہ جلدی پڑھے لیکن اتنا کہ سمجھ میں آوے شامی نے کہا کہ رات کی قید فائدہ یہ اسلیے لگائی کہ تہجد والوں کی عادت زیادہ
قرآن پڑھنے کی ہوتی ہے تو جلدی پڑھنے سے انکو دلیرا ہو سکتا ہے مگر جلدی سے یہ معنی کہ بہت زیادہ نہ کھینچے نہ یہ کہ سمجھ میں نہ آوے ورنہ حرام ہوگا بسبب ترک کرنے ترتیل کے
ویجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرأ بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینہم اور جائز ہے پڑھنا قرآن کا ساتوں روایتوں میں لیکن بہتر یہ ہے کہ روایت غریبہ عوام کے سامنے
نہ پڑھے واسطے حفاظت انکے دین کے کہ ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ سوا ساتوں کے بیچ صحیح اور فصیح ہیں مگر غریب روایت عوام کے سامنے نہ پڑھنی چاہیے جیسے روایت ابی جعفر اور ابن عامر
اور حمزہ اور کسائی کی کہ نادان لوگ عوام ہنستے ہیں اور پڑھنا قرآن پر بے ہیں اسلیے انکے دین کے بچانے کے لیے روایت غریب نہ پڑھے وتطال الاولی الفجر علی الثانیۃ بقدر الثلث
وقیل النصف ندبا فلو فحش لا باس بہ فقط اور زیادہ کیا جاوے پہلی رکعت صرف فجر کی دوسری رکعت پر بقدر سوم حصے کے اور بعض نے کہا بقدر نصف کے اور زیادہ بہتر ہے لیکن اگر پہلی
رکعت میں زیادتی بہت کریگا مثلا پہلی میں تیس آیتیں پڑھے اور دوسری میں کچھ مضائقہ نہیں ہم یعنی پہلی رکعت میں اتنی قرات پڑھے کہ اسکی زیادتی دوسری رکعت
کی قرات سے بقدر سوم حصہ دونوں قراتوں کے ہو جاوے مثلا پہلی رکعت میں ۲۰ آیتیں پڑھیں اور دوسری میں ۱۰ تو دونوں ۳۰ آیتیں ہوئیں اور اول میں ۱۰ زائد ہیں جو کہ سوم حصہ
اور وہ تہائی ہیں انکی اور اگر اول میں ۴۵ پڑھیں اور دوسری میں ۱۵ تو پہلی میں ۳۰ زائد ہونگی بہ نسبت دوسری کے اور وہ نصف ہیں کل قرات کی آوقفا سے مراد یہ کہ
یہ حکم صرف فجر کی نماز میں ہے نہ دوسری نمازوں میں وقال محمد اولی الکل حتی التراویح قیل وعلیہ الفتوی اور امام محمد نے فرمایا ہے کہ سب نمازوں کی اول کی رکعت دوسری سے بڑی کرنا
مستحب ہے یہانتک کہ تراویح کی بھی کہتے ہیں کہ فتوی اسی قول پر ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ خلاف جمعہ اور عیدین کے سوا دوسری نمازوں میں ہے اور ان دونوں میں بالاتفاق دونوں
رکعتیں برابر ہونی چاہئیں اور حلیہ میں امام محمد اور شیخین کی دلیلیں نقل کرکے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہونا چاہیے وتطالۃ الثانیۃ علی الاولی یکرہ تنزیہا اجماعا ان بثلاث
آیات ان تقاربت طولا وقصرا والا اعتبر الحروف والکلمات واعتبر الحلبی فحش الطول لا عدد الآیات اور دوسری رکعت کا زیادہ کرنا اول پر بقدر تین آیتوں کے مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق
اگر آیتیں دونوں رکعتوں کی بڑی اور چھوٹی ہونے میں قریب قریب ہوں اور اگر ایسی آیتیں نہ ہوں تو اعتبار حروف اور کلمات کا ہوگا یعنی اس صورت میں دوسری رکعت کے کلمات اور
حروف اول سے زیادہ نہ ہوں اور حلبی نے بہت سی زیادتی کا اعتبار کیا ہے نہ شمار آیتوں کا یعنی دوسری رکعت اول سے بہت نہ پڑھنی چاہیے واستثنی فی البحر ما وردت بہ السنۃ واستظہر فی
النفل عدم الکراہۃ مطلقا اور بحر الرائق میں مستثنی کیا ہے ان سورتوں کو جو حدیث میں وارد ہیں یعنی انکے پڑھنے میں کراہت نہیں جیسے جمعہ اور عیدین کی اول رکعت میں سبح اسم اور دوسری
میں ہل اتاک پڑھنا حالانکہ پہلی میں انیس ۱۹ آیتیں ہیں اور دوسری میں چھبیس ۲۶ اور ترجیح دی ہے نفل میں عدم کراہت کو مطلقا یعنی حدیث میں وارد ہو یا نہو وان باقل لا یکرہ لانہ
علیہ الصلوۃ والسلام صلی بالمعوذتین اور اگر زیادتی دوسری رکعت کی تین آیتوں سے کم ہو تو مکروہ نہیں اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے معوذتین سے یعنی فجر کی اول
رکعت میں سورہ فلق اور دوسری میں سورہ ناس پڑھی حالانکہ دوسری میں چھ آیتیں ہیں اور اول میں پانچ ولا یتعین شیء من القرآن لصلوۃ علی طریق الفرض
بل تعین الفاتحۃ علی وجہ الوجوب اور نہیں متعین ہے قرآن میں سے کچھ کسی نماز کے لیے بطور فرض کے کہ اسکے بدون نماز درست نہو بلکہ متعین ہے فاتحہ ہر نماز میں بطور وجوب ہونے کے
ویکرہ التعیین کالسجدۃ وہل اتی لفجر کل جمعۃ بل یندب قراءتہما احیانا اور مکروہ ہے معین کرنا کسی سورت کا نماز کے لیے جیسے جمعہ کی فجر میں پہلی رکعت میں الم سجدہ اور دوسری میں سورہ دہر پڑھنا بلکہ
کبھی کبھی ان دونوں کا پڑھنا مستحب ہے طحطاوی اور سید حلبی نے یہ قید لگائی ہے کہ اگر معین سورہ کے پڑھنے کو واجب جانے اور دوسری کو جائز نہ سمجھے تو اس طرح کی تعیین مکروہ ہے اور اگر باتباع
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معین کو پڑھے اور بعض اوقات دوسری سورتوں کو بھی پڑھے یا سوا معین سورت کے دوسری اسکو یاد نہوں یا اسکا پڑھنا اسکو سہل ہوتا ہو تو مکروہ نہیں اور بدایع میں
وجہ کراہت کی یہ لکھی ہے کہ تعیین کرنے سے چھوڑنا باقی قرآن کا اور وہم معین سورہ کے افضل ہونے کا لازم آتا ہے کذا فی الشامی مختصرا والمؤتم لا یقرأ مطلقا ولا الفاتحۃ فی السریۃ اتفاقا
وما نسب لمحمد ضعیف کما بسطہ الکمال اور مقتدی قرات نہ پڑھے نہ جہری نماز میں نہ سری میں اور نہ الحمد پڑھے سری نماز میں بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور جو قول کہ امام محمد کی طرف منسوب ہے
کہ سری نماز میں مقتدی کو چاہیے کہ الحمد کا پڑھنا مستحب ہے وہ ضعیف ہے چنانچہ اسکو کمال نے شرح بیان کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ امام محمد نے اپنی کتاب آثار میں فرمایا ہے کہ امام کے
پیچھے پڑھنا ہمارے نزدیک کچھ نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری فان قرأ کرہ تحریما وتصح فی الاصح بل اگر مقتدی قرات پڑھیگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور نماز صحیح ہوگی صحیح تر قول میں وفی درر البحار عن مبسوط

المفصل یا سورۃ قصیرۃ اور مکروہ ہے دونوں رکعتوں کی قراءت میں چھوٹے سورہ کا فاصلہ کرنا مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں تبت پڑھنا اور سورۂ نصر
کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہوگا ان اگر بیچ میں بڑے سورہ کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ نہیں وان قرا منکوسا اور مکروہ ہے یہ کہ قرآن کو الٹا پڑھے مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ اخلاص
اور دوسری میں تبت پڑھے ہم وجہ کراہت یہ ہے کہ ترتیب سورتوں کے تلاوت کی واجبات میں سے ہے اور لڑکوں کے لیے جو ترتیب بدل کر پڑھاتے ہیں تو تعلیم کی ضرورت
کے سبب سے ہے کذا فی الشامی الا اذا ختم فیقرا من البقرۃ الٹا پڑھنا مکروہ ہے مگر جبکہ قرآن کو ختم کرے تو سورۂ بقر میں سے پڑھے اسلیے کہ حدیث میں اسطرح سے ختم کی خوبی وارد ہے
وفی القنیۃ قرا فی الاولی الکافرون وفی الثانیۃ الم تر او تبت ثم ذکر یتم وقیل یقطع ویبدا اور قنیہ میں ہے کہ اول رکعت میں سورۂ کافرون پڑھے اور دوسری میں سورۂ فیل یا تبت خلاف
ترتیب یا سورۂ تبت یعنی چھوٹی سورت کا فاصلہ چھوڑ کر شروع کی پھر یاد کیا کہ ترتیب بدل گئی یا چھوٹی سورۃ بیچ کی رہ گئی تو انہیں سورتوں کو تمام کرے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ انکو چھوڑ دے اور دوسری سورت پڑھے جو بیچ میں ہے ترتیب وغیرہ لازم نہ آوے شامی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر سہواً ترتیب بدل جاوے یا چھوٹی سورۃ
کا فاصلہ رہ جاوے تو مکروہ نہیں ولا یکرہ فی النفل شیء من ذلک اور نفل میں ان باتوں میں سے کوئی مکروہ نہیں ہم یعنی بے ترتیب پڑھنا اور چھوٹی سورۃ کا فاصلہ چھوڑنا
نفل میں درست ہے حلبی نے اسپر اعتراض کیا کہ ترتیب سورہ کی واجبات تلاوت سے ہے تو بے ترتیب نماز کے باہر بھی مکروہ ہے تو نماز کے اندر کیوں نہ ہوگی طحطاوی نے جواب دیا
کہ نفل میں چونکہ گنجایش زیادہ ہے اسلیے اسکی ہر رکعت ایک فعل مستقل ہے تو بے ترتیب پڑھنا ایسا ہے کہ ایک شخص نے کوئی آیت قرآن کی پڑھی اور چپ ہو گیا تھوڑی دیر
کے بعد دوسری آیت اسکے اوپر کی پڑھی تو جیسے اسطرح کا پڑھنا مکروہ نہیں ایسے ہی نماز نفل میں مکروہ نہیں وثلث تبلغ قدر اقصر سورۃ افضل من آیۃ طویلۃ اور تین آیتیں
کہ بقدر چھوٹی سورت کے ہو جاویں بڑی ایک آیت سے افضل ہیں ہم شامی نے کہا کہ فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہے اور ثلاث مبتدا ہے بتقدیر مضاف یعنی قراءت ثلاث
اور بعض نسخوں میں بثلاث ہے تو اس صورت میں تقدیر الصلوٰۃ بثلاث ہوگی وفی سورۃ ببعض سورۃ العبرۃ للاکثر وبسطناہ فی الخزائن اور پوری سورت اور تھوڑی سورت
پڑھنے میں اعتبار اکثر کا ہے باعتبار آیات کے یعنی اگر اکثر آیتیں پڑھی ہونگی تو سورۂ کامل شمار ہوگی ورنہ ناقص اور ہمنے اس ذکر فروع کو خزائن الاسرار میں شرح بیان کیا ہے

باب الامامۃ

یہ باب ہے امامت کے بیان میں ہی صغری وکبری فالکبری استحقاق تصرف عام علی الانام وتحقیقہ فی علم الکلام امامت دو قسم ہے ایک چھوٹی ایک بڑی بڑی امامت
مستحق ہونا تصرف عام کا ہے خلق پر اور اسکی تحقیق علم کلام میں مذکور ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اس تعریف میں یہ خلل ہے کہ استحقاق تصرف امامت کا اثر ہے نہ اسکی حقیقت
بلکہ حقیقت اسکی وہ ہے جو مقاصد میں مذکور ہے کہ امامت ریاست عامہ ہے لوگوں کے دین و دنیا کے مصالح کی حفاظت کے لیے بطور نیابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے اور ریاست عام کی قید سے قاضی اور امرا نکل گئے کہ انکی ریاست اہل اسلام پر عام نہیں ہوتی بلکہ خاص مسلمانوں پر ہوتی ہے اور خلق سے مراد مسلمان ہیں اور
جو انکے حکم میں ہوں مثل ذمی وغیرہ کے ونصبہ اہم الواجبات اور قائم کرنا امام کا مسلمانوں پر زیادہ ضروری واجبات میں سے ہے اسلیے کہ بہت سے واجبات شرعی امامت پر
موقوف ہیں اور یہی وجہ عقائد نسفیہ میں کہا ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک امام ضرور چاہیے کہ انہیں احکام جاری کرے اور انکو سزائیں اعمال بد کی دے اور دشمنوں کو انپر
سے روکے اور انکے لشکروں کو سامان دے اور انسے صدقات وصول کرے اور گردن کشوں کے سر دبائے اور چوروں اور رہزنوں کو زیر کرے اور جمعہ و عیدیں قائم کرے اور حقوق
کے ثابت کرنے کی گواہیاں سنے اور جن بچوں کے ولی نہیں انکے نکاح کر دے اور مسلمانوں میں غنیمتوں کے مال تقسیم کر دے انتہی فلذا قدموہ علی دفن صاحب المعجزات
صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی وجہ سے کہ امام کا مقرر کرنا اہم واجبات سے ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے خلیفہ مقرر کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کیا ہم یعنی وفات
شریف دوشنبہ کے روز ہوئی اور سہ شنبہ کے دن یا بدھ کی رات خواہ دن میں دفن ہوئے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ یہ سنت ابھی تک باقی ہے کہ کوئی خلیفہ دفن نہیں ہوتا جبتک
کہ دوسرا اسکی جگہ قائم نہیں ہو چکتا ویشترط کونہ مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا قادرا قرشیا اور شرط ہے ہونا امام یعنی خلیفہ کا مسلمان آزاد مذکر صاحب عقل بالغ قدرت والا قرشی
کے نسب سے ہم مسلمان اسوجہ سے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت نہیں اور آزاد بایں وجہ کہ غلام کو خود اپنے نفس پر ولایت نہیں تو دوسرے پر کیسے ہوگی اور مرد اسلیے کہ عورتوں کو

اور چھٹی شرط یہ ہے کہ صحیح ہونا امام کی نماز کا مقتدی کے گمان میں پس اگر مقتدی کی دانست میں امام کی نماز فاسد ہوگی تو اسکا اقتدا صحیح نہ ہوگا وعدم محاذاة امرأة اور پانچوین شرط
نہ ہونا برابر عورت کا کیونکہ عورت کا برابر ہونا ان شرطون کے ساتھ جو آگے ذکر ہونگی مفسد نماز ہے وعدم تقدمہ بعقبہ اور چھٹی شرط یہ ہے کہ آگے نہ بڑھنا مقتدی کا اپنے امام سے ایڑیون
سے تو اگر ایڑیان برابر بھی ہونگی تو اقتدا درست ہوگا اگرچہ پاؤن بڑا ہونے کی جہت سے مقتدی کی انگلیان آگے بڑھی ہوئی ہون وعلمہ بانتقالاتہ اور ساتوین شرط ہے جاننا
مقتدی کا امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانیکو خواہ دیکھنے سے یا آواز سنکر یا دوسرے مقتدیون کو دیکھکر یہ علم حاصل ہو وبحالہ من اقامة وسفر اور آٹھوین شرط ہے جاننا مقتدی
کا امام کے حال کو یعنی اسکے مسافر یا مقیم ہونیکو یہ جاننا نماز سے پہلے ہو یا پیچھے تو اگر ایسی صورت ہو کہ امام نے چار رکعت والی نماز مین دو پر سلام پھیر دیا اور لوگون کو معلوم نہ ہو کہ
اسنے بھول کر دو پڑھین یا سفر کی جہت سے تو نماز نہ ہوگی ومشارکتہ فی الارکان اور نوین شرط ہے شریک ہونا مقتدی کا امام کے ساتھ ارکان نماز مین یعنی ہر رکن کو اسکے ساتھ ادا کرنا
تو اگر کسی رکن کو چھوڑ دیگا تو نماز باطل ہو جائیگی پس اقتدا بھی نہ رہیگا وکونہ مثلہ او دونہ فیہا وفی الشرائط کالمسبلی فی البحر اور دسوین شرط ہے ہونا مقتدی کا امام کے مانند یا اس سے
کمتر ارکان مین اور نماز کی شرطون مین چنانچہ مشرح مذکور ہے بحر الرائق مین ہم ارکان مین برابری ہونے سے یہ غرض ہے کہ انکی ادا کرنے مین برابر ہو مثلاً اگر امام اشارہ سے ارکان
ادا کرتا ہے اور مقتدی بھی اشارہ ہی سے کرتا ہے تو اقتدا درست ہے کیونکہ دونون ارکان کے ادا کرنے مین یکسان ہین اور کمتر کی مثال یہ ہے کہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا رکوع اور سجود
کرنیوالے کا اقتدا کرے اور شرائط مین یکسان ہونیکی یہ صورت ہے کہ مثلاً آدمی دوسرے ننگے کا اقتدا کرے یا سب شرطون کا جامع شخص کسی اپنے جیسے کا اقتدا کرے اور شرطون مین
کم ہونے کی یہ مثال ہے کہ امام مین سب شرطین ہون اور مقتدی مثلاً ننگا ہو شامی نے کہا کہ دسوین شرطین اصل نسخہ بحر الرائق مین نہین ہین بلکہ بعض نسخون کے حاشیہ پر بخط الحق
پائی جاتی ہین قیل وثبوتہا بارکعوا مع الراکعین کہتے ہین کہ امامت وجماعت کا ثبوت اس آیت سے ہے (ارکعوا مع الراکعین) یعنی رکوع کرو رکوع کرنیوالون کے ساتھ یعنی شریک جماعت
ہو اس صورت مین جماعت سنت موکدہ نہ رہیگی بلکہ واجب یا فرض ہوگی اور بعضون نے مثل قاضی بیضاوی کے اسکے معنی یہ کہے ہین کہ خضوع کرو عاجزی کرنیوالون کے ساتھ
تو اس صورت مین ثبوت امامت کا اس آیت سے نہ ہوگا ومن حکمہا نظام الالفة وتعلم الجاہل من العالم اور جماعت کی حکمتون مین سے ہے الفت کا منتظم رہنا اور جاہل کا عالم
سے سیکھنا ہم فی جماعت کے مشروع ہونے مین حکمت ہے کہ پانچ وقت محلہ والون اور ہمسایون سے ملاقات ہوگی تو باہم الفت محکم ہوگی اور جو شخص افعال نماز کو نہ جانتا ہوگا وہ
دوسرے کا دیکھکر سیکھ لیگا اور ایک حکمت یہ بھی ہے کہ تنہا پڑھنا نفس پر شاق ہوتا ہے جماعت مین ملال نہین گذرتا کذا فی الطحطاوی وہی افضل من الاذان عندنا خلافا للشافعی
قال العینی امامت ہم حنفیون کے نزدیک اذان سے افضل ہے یعنی امامت مین زیادہ ثواب ہے بخلاف امام شافعی رح کے کہ انکے نزدیک اذان کہنے مین زیادہ ثواب ہے کہا ہے اسکو عینی نے
اور بعض علما دونون کو برابر کہتے ہین کذا فی البحر وقول عمر لولا الخلافة لاذنت ای مع الامامة اذ جمع افضل اور فرمانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اگر خلافت نہوتی تو مین اذان
کہا کرتا اسکے یہ معنی ہین کہ امامت کے ساتھ کیونکہ جمع کرنا امامت اور اذان کا افضل ہے ہم یعنی حضرت عمرؓ کے قول سے فضیلت اذان کی نہین پائی جاتی کیونکہ اسکے معنی یہ
ہوسکتے ہین کہ امامت بھی کرتا اور اذان بھی کہتا کہ دونون باتون کے جمع ہونے مین بلاشبہ فضیلت ہے خلافت کو مانع اسلیے فرمایا کہ کاروبار خلافت مین مشغول رہنے سے
انتظار اوقات نماز کا نہین ہوسکتا اسلیے صرف امامت پر اکتفا کیا کذا فی الشامی وقال العفیف انما اخاف ان ترکت الفاتحة ان یعاتبنی الشافعی او قراتہا یعاتبنی ابو حنیفة فاخترت الامامة
اور بعض علما نے کہا ہے کہ مجھکو خوف ہے کہ اگر مین فاتحہ کو حالت اقتدا مین چھوڑون تو امام شافعی مجھپر عتاب نہ کرین اور اگر اسکو پڑھون تو امام اعظم غصہ فرمائین اسلیے مین نے امامت
کو اختیار کیا ہم یہ گویا دوسری دلیل ہے امامت کے افضل ہونے کی کہ امامت کی وجہ سے نماز بلاخلاف درست ہو جاتی ہے والجماعة سنة موکدة للرجال قال الزاہدی ارادوا
بالتاکید الوجوب الا فی جمعة وعید فشرط اور جماعت مردون کے لیے سنت موکدہ ہے زاہدی نے کہا کہ فقہا نے تاکید سے وجوب مراد لیا ہے یعنی جو لوگ سنت موکدہ کہتے ہین انکے
قول مین اور جو لوگ واجب کہتے ہین انکے قول مین کچھ فرق نہین دونون کا مآل ایک ہی ہے کیونکہ تاکید سے غرض واجب ہونا ہے مگر جمعہ اور عید مین جماعت شرط ہے انکی نہ
صحیح ہونے کی وفی التراویح سنة کفایة وفی وتر رمضان مستحبة علی قول اور تراویح مین جماعت سنت کفایہ ہے کہ محلہ مین کچھ لوگون کے ادا کرنے سے سب کے ذمہ سے ادا
ہو جاتی ہے اور رمضان کے وترون مین جماعت مستحب ہے ایک قول پر اور دوسرے قول کے موجب نہین بلکہ وترون کو مکان پر ادا کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی وتر غیرہ تطوع

علیٰ سبیل التداعی مکروہ ہے وتحقیقہ او رمضان کے سوا کے وتر دن میں اور نماز نفل میں جماعت مکروہ ہے بطور تداعی کے اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے ہم تداعی سے
یہ غرض کہ چار یا زیادہ مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھیں کذا فی الطحطاوی و قہستانی میں ہے کہ اگر چار مقتدیوں سے کم ہوں اور مسجد کے کسی گوشہ میں جماعت کریں تو مکروہ
نہیں ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق اور مکروہ ہے مکرر کرنا جماعت کا اذان اور اقامت کے ساتھ محلہ کی مسجد میں نہ شارع عام کی مسجد میں یا
ایسی مسجد میں جسکا نہ امام ہے نہ موذن ہم مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے اسلیے کافی نے کہا ہے کہ جماعت دوبارہ جائز نہیں اور مجمع میں ہے کہ جماعت کا مکرر مباح نہیں اور شرح جامع صغیر
میں ہے کہ بدعت ہے اور مسجد محلہ سے یہ مراد ہے کہ جسکا امام اور جماعت مقرر ہو درر میں ہے کہ اگر اہل محلہ بدون اذان و اقامت کے جماعت دوبارہ کریں یا مسجد شارع پر ہو تو دوسری جماعت
جائز ہوگی بالاتفاق جیسے اس مسجد میں جسکا امام اور موذن نہیں اور آدمی گروہ گروہ آکر نماز پڑھتے ہوں تو افضل یہ ہے کہ ہر گروہ اذان و اقامت جدا کہکر نماز پڑھے شامی نے
کہا کہ دوسری اذان کی قید سے احتراز ہوا اس صورت سے کہ محلہ کی مسجد میں دوبارہ جماعت بدون اذان پڑھی جائے کہ اسطرح پڑھنا مباح ہے بالاتفاق اور جماعت دوم کے مکروہ
ہونیکی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم میں صلح کرانیکو نکلے تھے تو ایسے وقت مسجد میں تشریف لائے جسمیں جماعت ہو چکی تھی آپ اپنے مکان پر واپس
تشریف لائے اور گھر والوں کو جمع کرکے نماز پڑھی پس اگر جماعت دوم مسجد میں مستحب ہوتی تو مسجد کی جماعت چھوڑ کر آپ گھر میں گھر والوں کیساتھ نماز نہ پڑھتے علاوہ اسکے جماعت
ثانی کے جائز رکھنے میں جماعت کی کمی کی تقصیر ہے کیونکہ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ہمکو جماعت فوت نہ ہوگی اگر اول نہ ملیگی دوسری ملجائیگی تو اول جماعت کو
اکٹھے نہ ہونگے تو اس تعلیل سے یہ نکلتا ہے کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت گو بدون اذان کے ہو مکروہ ہے اور اسیکا موید ظاہر یہ ہے کہ اگر کچھ لوگ ایک مسجد میں آئیں جہاں جماعت
ہو چکی ہے تو وہ تنہا نماز پڑھیں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور سید محمد شیخ سندی تلمیذ ابن الہمام نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ جو اہل حرمین بعد امام کے پیچھے جماعتیں
ایک ہی وقت میں پڑھتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے اور شرف غزنوی حج کو گئے تھے تو ان جماعتوں کے باب میں انکار صحیح کیا اور بعض مالکیوں نے فتویٰ
دیا ہے کہ تکرار جماعت مسجد محلہ میں چاروں مذہب کے علما کے قول پر ناجائز ہے مگر اس میں مشکل یہ ہے کہ مسجد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لیے نمازی مقرر نہیں اور انکو مسجد محلہ کیسے
کہہ سکتے ہیں بلکہ انکا حال مثل مسجد شارع عام کے ہے اور پیشتر گذر چکا کہ شارع عام کی مسجد میں تکرار جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں اور شرح منیہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ
جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی صورت پر نہ ہو تو مکروہ نہ ہوگی ورنہ مکروہ ہوگی اور یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں الولوالجیہ سے منقول ہے کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں بزازیہ
میں ہے کہ محراب سے ہٹکر کھڑے ہونے میں پہلی جماعت کی صورت بدلجاتی ہے کذا فی الشامی مترجم کہتا ہے چونکہ اس زمانہ میں جماعت دوم کے باب میں بہت بحث رہتی ہے اسلیے مترجم
نے استیعاب روایات کو مناسب سمجھا اور مجھکو کراہت وعدم کراہت جماعت دوم میں تردد تھا کہ ایک روز خود بخود صلوۃ خوف کا خیال دل میں گذرا کہ نصف فوج مقابل دشمن کے
رہتی ہے اور نصف امام کے ساتھ پڑھتی ہے تو اگر مرضی شارع کی دوسری جماعت کے لیے ہوتی تو نصف کو ایک امام کے ساتھ پڑھنے کا اور نصف کو دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے کا
حکم ہوتا اتنے تکلف کی اجازت نہوتی اس وجہ سے مجھکو وہ تردد رفع ہوگیا اور یہ معلوم ہوا کہ جماعت دوم کا مکروہ ہونا ہی اصح ہے واقلہا اثنان واحد مع الامام ولو ممیزا او
ملکا او جنیا فی مسجد او غیرہ اور کمتر جماعت دو شخص ہیں یعنی ایک مقتدی امام کے ساتھ اگرچہ مقتدی لڑکا تمیز دار ہو یا فرشتہ ہو یا جن ہو نماز مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں ہم کہتے ہیں
دو آدمیوں کے جماعت ہونے کی وجہ وہ حدیث ہے جسکو سیوطی نے جامع صغیر میں روایت کیا ہے کہ دو اور اس سے زیادہ جماعت ہیں اور بحر الرائق میں وجہ عقلی بیان کی ہے کہ جماعت اجتماع
سے ماخوذ ہے چونکہ دو میں بھی اجتماع ثابت ہے اسلیے جماعت بھی پائی جاویگی اور یہ حکم اور فرضوں میں ہے سوا جمعہ کے کیونکہ جمعہ میں امام کے سوا تین آدمی بالاتفاق امام
ہونے کے مقتدی ہونے چاہییں کذا فی الشامی وتصح امامۃ الجنی اشباہ اور صحیح ہے امام ہونا جن کا کذا فی الاشباہ اسلیے کہ جن بھی مکلف ہے اور فرشتہ کی امامت درست نہیں
کیونکہ فرشتہ مکلف نہ ہونے کی جہت سے نفل پڑھیگا اور فرض پڑھنے والے کا اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام کا امام ہونا اوقات کی
تعلیم کے لیے مخصوص تھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کا اعادہ فرمایا ہو کذا فی الطحطاوی وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ ای عامۃ مشائخنا
وبہ جزم فی التحفۃ وغیرہا قال فی البحر وہو الراجح عند اہل المذہب اور بعضوں نے کہا کہ جماعت واجب ہے اور اسی قول پر ہیں اکثر ہمارے علما اور اسی کا یقین کیا ہے تحفہ

وغیرہا میں بحر الرائق میں کہا کہ یہی روایت ازروے دلیل کے قوی ہے اہل مذہب کے نزدیک طحطاوی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ یہی قول سب میں ٹھیک اور قوی تر ہے اور اسی لیے
اجناس میں کہا کہ جو کوئی جماعت کو حقارت کے باعث چھوڑ دے تو اسکی گواہی مقبول نہیں اور بعضوں کے نزدیک جماعت فرض کفایہ یا فرض عین ہے قہستانی و تجنیس
ثم ہذا بظاہر فی الاتمام کما مرّ ہاہنا علی الرجال العقلاء البالغین الاحرار القادرین علی الصلوٰۃ بالجماعۃ من غیر حرج پھر جماعت مسنون ہے یا واجب ہے مردوں عاقلوں بالغوں
آزادوں پر جماعت کی نماز پر بدون کسی بے وقتی کے قدرت رکھنے والوں پر شارح نے کہا کہ واجب یا مسنون ہونے کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر جماعت کو ایکبار چھوڑ دیگا تو
وجوب کے قول پر گنہگار ہوگا اور مسنون ہونے کے قول پر گنہگار نہ ہوگا حرج سے مراد عذر شرعی ہے جو مانع حضور جماعت ہو جیسے مرض یا بہت بڑھاپا ہونا وغیرہ
ہے اگر کوئی شخص عذر سے جماعت میں حاضر نہ ہوا اگر اسکی نیت یہ ہے کہ اگر عذر نہ ہوتا تو حاضر ہوتا تو اسکو جماعت کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی ولو فاتتہ ندب طلبہا فی مسجد آخر
الا المسجد الحرام ونحوہ اور اگر نمازی کو مسجد محلہ میں جماعت نہ ملے تو مستحب ہے کہ جماعت کی تلاش دوسری مسجدوں میں کرے مگر مسجد حرام اور اس جیسی دوسری مسجدوں میں
اگر جماعت نہ ملے تو تلاش جماعت کی مستحب نہیں اسلیے کہ ان مسجدوں میں جماعت کی نماز سے ان مسجدوں میں تنہا نماز پڑھنی زیادہ ثواب رکھتی ہے بسبب حدیث ابن ماجہ کے جو انس
رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے اور مسجد محلہ میں پڑھنا پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور مسجد جامع میں پانسو
کا اور بیت المقدس میں پانچ ہزار کا اور میری اس مسجد مدینہ میں پچاس ہزار کا اور مسجد حرام میں لاکھ کا ثواب ہے کذا فی الحلبی فلا تجب علی مریض ومقعد وزمن ومقطوع ید
ورجل من خلاف او رجل فقط ذکرہ الحدادی ومفلوج وشیخ کبیر عاجز واعمی وان وجد قائدا جماعت واجب ہے بدون حرج کے اس سے یہ نکلا کہ واجب نہیں بیمار
اور اپاہج اور بیٹھا سے کے بیمار پر اور اس پر جسکا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں مخالف جانب سے کٹا ہو یا فقط ایک پاؤں ہی کٹا ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے اور واجب نہیں فالج زدہ
اور بہت بوڑھے چلنے پھرنے سے عاجز پر اور واجب نہیں اندھے پر اگرچہ کوئی ہاتھ پکڑ کر لیجانے والا موجود ہو اور یہی حال ہے عاجز کا اگر اسکے پاس سواری موجود ہو تو اس پر بھی جماعت
واجب نہیں فی شرح المقدسی میں کہا کہ جماعت بالاتفاق ایسے اندھے اور عاجز پر واجب نہیں جسکا پہونچانے والا میسر ہو اور جیسے امام کے نزدیک واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک
واجب ہے کذا فی الشامی ولا علی من حال بینہ وبینہا مطر وطین وبرد شدید وظلمۃ کذلک اور نہ واجب ہے جماعت اس شخص پر جسمیں اور جماعت میں مینہ اور کیچڑ
اور شدت کا جاڑا اور سخت اندھیرا حائل ہوا ہو یعنی مانع ہو مراد یہ کہ مینہ اور کیچڑ کثرت سے ہو تو جماعت واجب نہ ہوگی اسیطرح جاڑا اگر بہت سخت ہو تو مانع ہوگا اور اندھیرے کا
سخت ہونا اسطرح کہ رستہ نہ سوجھے وریح لیلا لا نہارا وخوف علی مالہ او من غریم او ظالم ومدافعۃ احد الاخبثین اور آندھی رات کے وقت مانع ہے نہ دن میں یا حائل ہو خوف
اپنے مال پر چور وغیرہ سے یا خوف ہو قرضدار سے یا کسی ظالم سے یا مانع ہو دبانا دو پلید چیزوں کا یعنی بول وبراز کا اسیطرح ہے بند رکھنا گوز کا کذا فی الشامی وارادۃ سفر وقیام
بمریض وحضور طعام تتوقہ نفسہ ذکرہ الحدادی اور مانع حضور جماعت ہے ارادہ سفر کا یعنی خوف قافلہ کے چلے جانے کا بشرط شرکت جماعت کے اور مریض کی خبر لینے یعنی جس صورت
میں کہ مریض کو اسکے چلے جانے سے ایذا ہو اور سامنے آنا کھانے کا کہ جسکی طرف نمازی کا نفس مشتاق ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے وکذا اشتغالہ بالفقہ لا بغیرہ کذا جزم بہ الباقانی تبعا
للبہنسی ای الا اذا واظب تکاسلا فلا یعذر ویعزر ولو باخذ المال یفتی بحبسہ عنہ مدۃ اور اسیطرح مانع وجوب جماعت ہے مشغول ہونا نمازی کا فقہ میں نہ غیر فقہ میں ایسا ہی یقین کیا ہے
اسکو باقانی نے بتبعیت بہنسی کے یعنی بجز اس صورت کے کہ اگر فقہ کی مشغولی میں ترک جماعت پر مواظبت کریگا کسل کی راہ سے تو معذور نہ متصور ہوگا اور تعزیر دیا جائیگا اگرچہ سزا مال
کے لینے سے ہو یعنی اسکے مال کو چندروز اس سے روک رکھا جاوے علم فقہ سے مراد مسائل ضروریہ دین کے ہیں اور مشغول ہونا عام ہے کہ سیکھنے سے ہو یا سکھانے سے یا تصنیف کرنے
سے طحطاوی نے کہا کہ مال کے ضبط کرنے کی سزا قول ضعیف ہے چنانچہ باب التعزیر میں مذکور ہوگا ولا تقبل شہادتہ الا بتاویل بدعۃ الامام او عدم مراعاتہ اور قبول نکیجاوے گواہی
جماعت کے ترک کرنیوالے کی مگر بسبب تاویل بدعت امام کے یا نہ رعایت کرنے امام کے ہم یعنی اگر ترک جماعت کا عذر بیان کرے کہ امام بدعتی ہے اسلیے جماعت میں حاضر نہیں ہوتا یا امام
رعایت مذہب مقتدی کی نہیں کرتا ان امور میں جو موجب نماز کے باطل ہونے کے ہیں تو ان عذروں سے گواہی مقبول ہوگی والاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانہر الاعلم
باحکام الصلوٰۃ فقط صحۃ وفسادا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرۃ وحفظہ قدر فرض وقیل واجب وقیل سنۃ اور زیادہ مستحق امامت کا آگے بڑھنے میں بلکہ ہمیشہ کو امام مقرر کرنے میں

سر کی وقت سے ہو جو واقع نہو کذا فی الطحاوی ثم المقیم علی المسافر پھر مقدم کیا جاسکتا ہے مقیم مسافر پر طحاوی نے کہا کہ شاید یہ اُس صورت میں ہے کہ مقتدی سب مقیم ہوں
یا مقیم اور مسافر ملے جلے ہوں اور جس صورت میں کہ سب مسافر ہوں صرف ایک مقیم ہو تو وجہ اولی ہونے مقیم کی ظاہر نہیں اور شامی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مقیم اور مسافر دونوں
برابر ہیں کسی کو اولویت نہیں ثم الحر الاصلی علی العتیق پھر مقدم کیا جاسکتا ہے آزاد اصلی اُس شخص پر جو غلام ہو کر آزاد ہوا ہو یعنی اگر اوصاف میں دو شخص مساوی ہیں مگر ایک اصل سے آزاد ہے
اور دوسرا غلام تھا اب آزاد ہو گیا ہے تو اصلی مقدم ہوگا اسلئے کہ غلام کو بسبب خدمت آقا کے اتنی مہلت نہیں ملتی کہ تحصیل علم کرے ثم المتیمم عن حدث علی المتیمم عن جنابۃ پھر مقدم
کیا جاسکتا وہ جسنے حدث سے تیمم کیا ہو اُس شخص پر جسنے جنابت سے تیمم کیا ہو اسلئے کہ حدث ہونا خفیف ہے بہ نسبت جنابت کے فائدہ ایک کام کی بابت ہے الاقدم احق بنے
التزاحم الا بالحرج جب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی میں ایک دوسرے سے مزاحم ہوں تو کسی کو بدون مرجح مقدم نکیا جاسکتا ومنہ السبق الی الدرس والافتاء والدعوی اور
اسی باب سے جو شخص پہلے آیا ہو پہلے پڑھنے کے لئے یا فتوی لینے کو قاضی کے سامنے دعوی بیان کرنیکو یعنی دو طالب علم ایک استاد سے پڑھتے ہیں تو اول اُسکو پڑھاوے جو پہلے آیا ہو
اسیطرح مفتی کے یہاں فتوی پوچھنے والوں میں تقدیم اسکی ہو جو پہلے آوے شامی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ افتا کی جگہ استفتا ہوتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ میں معنی استفتا ہی کے لکھے ہیں فان
استووا فالمعتبر القرعۃ بینہم انتہی کلام الاشباہ پھر اگر آنے میں برابر ہوں یعنی سب ایک ساتھ آئے ہوں تو آپس میں قرعہ ڈالا جاوے جسکا نام پہلے نکلے اسکو مقدم کیا جاوے تمام
ہوا کلام اشباہ کا وفی الفصل الثانی والثلثین من خط التاتارخانیۃ وفی طلبۃ العلم یقدم السابق فان جاؤا وتنازعوا فی الاقراع جعلہم معاً کما فی الحرقی والغرقی اذا لم یعرف
الاول فیجعل کانہم ماتوا معاً انتہی اور بتیسویں فصل کتاب الخط تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ طالب علموں کے سبق میں مقدم کیا جاسکتا ہے جو پہلے آیا ہو یعنی اگر وہ سب ایک دوسرے کے
بعد آئے ہوں اور وہاں کچھ دلیل پہلے آنے کی ہو تو اسی پر عمل ہوگا ورنہ قرعہ ڈال لیا جائیگا جیسے سب کے ایک ساتھ آنے میں قرعہ ڈالا جاتا ہے چنانچہ ایک ساتھ جلنے والوں
اور ڈوبنے والوں میں جب اول نہیں معلوم ہوتا تو یہ ٹھہرا لیا جاتا ہے کہ گویا وہ سب ساتھ ہی مرے ہیں تمام ہوا قول تاتارخانیہ کا مگر تشبیہ جلنے والوں اور ڈوبنے والوں کی
صرف اسی میں ہے کہ بصورت نہ معلوم ہونے ترتیب کے ایسا کیا جاتا ہے کہ سب ایک ساتھ ہیں اور قرعہ ڈالنے میں تشبیہ نہیں اسلئے کہ جلنے اور ڈوبنے والوں میں قرعہ نہیں ہوتا کذا
فی الشامی وفی المحاسن القراء لابن وہبان وقیل ان لم یکن للشیخ معلوم جاز ان یقدم من شاء والاکثر مشایخنا علی تقدیم الاسبق واول من سنہ ابن کثیر اور ابن وہبان کی
محاسن القراء میں ہے کہ بعض علما کا قول یہ ہے کہ اگر استاد کو طالب علموں کے آنے کا حال معلوم نہو تو جائز ہے کہ جسکو چاہے مقدم کرے اور ہمارے اکثر مشائخ پہلے آنیوالے کی
تقدیم پر ہیں اور اول جسنے یہ طریقہ مقرر کیا ابن کثیر ہیں ثم نووی نے جواہر العقد میں یہ روایت کی ہے کہ ایک انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ پوچھنے
آیا اور ایک آدمی ثقیف کی قوم کا اسکے بعد آیا آپ نے فرمایا کہ انصاری تجھسے پہلے سوال کر رہا ہے اتنا ٹھہر جا کہ اسکی حاجت روا ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے تعلیم فرمایا اور ابن کثیر نے ہمیں متابعت آپ کی اختیار کی کذا فی الشامی فان استووا یقرع بین المستوین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرہم پس اگر
مستحقین امامت برابر ہوں یعنی کسی میں وجہ زیادتی اور ترجیح کی موجود نہو تو برابر صفات والوں میں قرعہ ڈالا جاوے یا مقتدیوں کو اختیار ہے کہ جسکو چاہیں امام بنائیں پھر اگر اختیار
میں مقتدی مختلف ہوں کچھ کسیکو چاہیں کچھ دوسرے کو تو اعتبار اُنکے اکثر کا ہے یعنی جس امام کو بہت مقتدی پسند کریں وہی امامت کرے ولو قدموا غیر الاولی اساؤا بلا اثم اور اگر
مقتدی اولی کے سوا دوسرے کو پیش امام کر دینگے تو برا کرینگے بدون گناہ کے یعنی ترک سنت کی وجہ سے برا کرینگے اور گنہگار نہ ہونگے واعلم ان صاحب البیت ومثلہ
امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقاً الا ان یکون معہ سلطان او قاضی فیقدم علیہ لعموم ولایتہما وصرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اور
جان کہ گھر کا مالک امامت کیواسطے بہتر ہے دوسرے لوگوں سے ہر حال میں یعنی گو دوسرا اُس سے عالم اور زیادہ قاری ہو تب بھی مالک مکان افضل ہے اور مالک کے مانند ہے امام
معین مسجد کا یعنی وہ بھی اپنے غیر سے بہتر ہے اگرچہ غیر اُس سے صفات گذشتہ میں فائق ہو مگر اُس صورت میں کہ ہمراہ مالک یا امام معین کے ساتھ بادشاہ یا قاضی کہ بادشاہ یا قاضی مالک
وغیرہ پر مقدم ہوگا بسبب عام ہونے ولایت و تصرف بادشاہ اور قاضی کی تصریح کی ہے حدادی نے والی کے مقدم کرنے کی امام معین پر والمستعیر والمستاجر احق من المالک
لما مر اور مکان کا عاریت لینے والا اور کرایہ دار زیادہ حقدار ہیں بہ نسبت مالک کے بوجہ سبب کے جو پہلے گذری ہے شامی نے کہا کہ شارح کو لما مر کہنا مناسب تھا کیونکہ اوپر عموم ولایت کا ذکر ہے حالانکہ مستعیر اور

اُجارہ دار کی ولایت عام نہیں تو یون کہنا چاہیے تھا لان الولایۃ انما فی ہذہ الحالۃ دون المالک یعنی اس وقت ان دونون کا تصرف ہی نہ مالک کا و لو ام قوما وہم لہ کارہون
ان الکراہۃ لفساد فیہ او لانہم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد لا یقبل اللہ صلوٰۃ من تقدم قوما وہم لہ کارہون وان ہو احق لا والکراہۃ علیہم
اور اگر کوئی شخص ایک قوم کا امام ہو اور وہ لوگ اسکو برا جانتے ہین تو اگر انکی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کے سبب سے ہو یا اس سبب سے کہ وہ لوگ بہ نسبت امام مذکور کے زیادہ
مستحق امامت ہین تو اس شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے بسبب حدیث ابی داؤد کے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز نہین قبول کرتا جو ایک قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے
نفرت رکھتے ہون اور اگر امام مذکور زیادہ حقدار امام ہونے کا ہو تو اسکے حق مین امام ہونا مکروہ نہین اور مقتدیون کو اس سے نفرت کرنا مکروہ ہے و یکرہ تنزیہا امامۃ عبد ولو معتقا
قہستانی عن الخلاصۃ ولعلہ لما قدمناہ من تقدم الحر الاصلی اذ الکراہۃ تنزیہیۃ فقط اور مکروہ تنزیہی ہے امام ہونا غلام کا اگرچہ آزاد ہو گیا ہو کذا فی القہستانی عن الخلاصۃ
اور شاید کہ اسکی وجہ وہی ہے جو ہم پیشتر بیان کر چکے ہین یعنی حر اصلی کا مقدم ہونا آزاد شدہ پر اولیٰ ہے کیونکہ کراہت اس مسئلہ مین تنزیہی ہے اور وہ ترک اولیٰ سے ہوا کرتی ہے
پس غیر اولیٰ ہوا جامع ایک نسخہ مین علیہ لما قدمناہ کی جگہ والعلۃ ما قدمناہ ہے یعنی وجہ اسکی وہ ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہین واعرابی ومثلہ ترکمان واکراد وعامی اور
مکروہ ہے امامت بدوی کی اور مثل بدوی کے قوم ترکمان اور کرد اور جاہل آدمی ہین یعنی امامت مکروہ ہے اور علت کراہت غلبہ جہالت ہے اور لوگون کا تنفر
انکی امامت سے و فاسق و اعمی ونحوہ الاعشی نہر اور مکروہ ہے امامت فاسق اور اندھے کی اور مثل اندھے کے ہے وہ شخص جسکو رات اور دن برابر سوجھتا ہو کذا فی النہر
اور اندھے کی امامت کی کراہت بوجہ نہ بچنے نجاست کے ہے صاحب نہر الفائق نے بحث کی راہ سے کہا کہ اس امر مین کہ جو آدمی کہ بخیل ہو ایسا ہی ہے الا ان یکون ای
غیر الفاسق اعلم القوم فہو اولیٰ مگر یہ کہ ہووے ہر واحد سابق کے شخصون سے سوا فاسق کے زیادہ عالم قوم کا تو وہ بہتر ہے اسکا امام ہونا اولیٰ ہے فاسق کا استثنا ایسا کیا
کہ باوجود عالم ہونے کے بھی انکی امامت خالی کراہت سے نہین کیونکہ امامت مین انکی تعظیم ہے حالانکہ شرعا مقتدیون پر انکی اہانت واجب ہے بر خلاف اعمی و غیرہ کے کہا کہ ان کا افادہ
ہے کہ امامت فاسق کی مکروہ تحریمی ہے اور اندھے کی امامت مین جبکہ عالم ہونے سے علت کراہت یعنی نہ بچنا نجاست سے موجود نہین ہے کہ گویا مین نفی ہو گئی ہے
بالکل ہو یعنی ابن ام مکتوم اور عتبان باوجودیکہ اندھے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مدینہ منورہ مین اپنا نائب کیا تھا نماز پڑھانے کو کیونکہ ہر دو ان مین کوئی انسے زیادہ
لائق موجود نہ تھا کذا فی الطحطاوی والشامی ومبتدع ای صاحب بدعۃ وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبہۃ اور مکروہ ہے امامت مبتدع یعنی
بدعت والے کی اور بدعت اعتقاد کرنا ہے خلاف اس بات کے جو مشہور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ بوجہ عناد و اعتقاد مخالفت کا کرنا قطعا کفر ہے بلکہ اعتقاد ہو کسی قسم
کے شبہہ سے شمنی نے تعریف بدعت کی یہ کی ہے کہ جو چیز کسی قسم کے شبہہ استحسان سے پیدا ہو مخالف اس حق کے کہ جسکی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے خواہ وہ حق بات
علم ہو یا عمل یا حال اور اس چیز کو دین متین اور صراط مستقیم ٹھہرا لیا ہو اس تعریف مین بدعت صرف اعتقاد کا نام نہین جیسا شارح کی تعریف سے مفہوم ہوتا ہے کل من کان
من قبلتنا لا یکفر بہا حتی الخوارج الذین یستحلون دماءنا واموالنا وسب اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وینکرون صفاتہ تعالیٰ وجواز رؤیتہ لکونہ عن تاویل وشبہۃ اور جتنے لوگ
ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہین وہ بدعت سے کافر نہین ہوتے یہانتک کہ فرقہ خارجیون کا بھی کافر نہین جو ہماری جان اور مال حلال جانتے ہین اور گالی دینا اصحاب
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روا سمجھتے ہین اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے اور اسکی دیدار کے جواز کے منکر ہین یہ لوگ کافر نہین بسبب ہونے اس اعتقاد کے تاویل اور شبہہ سے تاویل اسکی
ہے معنی بنا لینے سے یعنی انکا اعتقاد اس جہت سے بگڑا کہ معنی نص کو اپنے مطلب کے موافق بنا لیا جو معنی سلف صالحین سے مروی تھے انکے پابند نہوئے طحطاوی نے کہا
کہ انکار صفات الٰہی مذہب معتزلہ کا ہے نہ خارجیون کا ہان اگر خارجی سے وہ مراد ہو جو طریقہ اہلسنت سے خارج ہو تو شارح کا قول کہ انکا انکار صفات الٰہی کا درست ہوگا
بدلیل قبول شہادتہم الا الخطابیۃ خارجی کافر نہین بدلیل مقبول ہونے انکی گواہی کے یعنی اگر کافر ہوتے تو کافر کی گواہی مسلمان پر مقبول نہین انکی بھی نہوتی حالانکہ انکی
گواہی مقبول ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہین لیکن بدعتی ہین بجز فرقہ خطابیہ کے کہ انکی گواہی مقبول نہین طحطاوی نے کہا کہ وجہ انکی گواہی مقبول نہونے کی
یہ نہین کہ وہ کافر ہین بلکہ یہ وجہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ والونکے لیے جھوٹی گواہی دینے کو دین سمجھتے ہین ومنا من کفرہم اور ہم حنفیون مین بعض ایسے ہین جنہون نے

یعنی بدعتیوں کو کافر کہتے ہیں شامی نے کہا کہ متن اسکے خلاف ہے چنانچہ بحر الرائق میں خلاصہ سے بعض فروع ایسے ذکر کیے ہیں جنسے بدعتیوں کا کفر پایا جاتا ہے مگر انکے بعد
کہا کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہا جاوے وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بہا کقولہ ان اللہ تعالی جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق فلا یصح
الاقتداء بہ اصلا فلیحفظ اور اگر بدعتی منکر ہو کسی ایک بات کا جو دین میں ضروری جانی گئی ہے تو وہ اس بدعت سے کافر ہو جائیگا مثلا اسکا یہ کہنا کہ اللہ تعالی جسم ہے مانند اور جسموں
کے اور انکار کرنا صحبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یعنی جسکی خبر قرآن مجید میں ہے اذ یقول لصاحبہ لا تحزن کذا فی الحلبی تو ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی ہرگز درست نہیں تو حفظ
یاد رکھنا چاہیے وولد الزنا اور مکروہ ہے امامت ولد الزنا کی کیونکہ لوگوں کو اس سے نفرت ہوتی ہے ہذا ان وجد غیرہم والا فلا کراہۃ بحر بحثا یہ مکروہ اُن لوگوں کی امامت اسوقت ہے
کہ انکے سوا دوسرا امام انسے بہتر موجود ہو اور اگر انسے بہتر کوئی اور وہاں نہیں تو کراہت بھی نہیں ایسا ذکر ہے بحر الرائق میں بحث کی راہ سے وفی النہر عن المحیط صلی خلف فاسق
او مبتدع نال فضل الجماعۃ اور نہر الفائق میں محیط سے منقول ہے کہ اگر نماز پڑھے پیچھے فاسق یا بدعتی کے تو جماعت کا ثواب پاویگا ہم اس سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے انکے
پیچھے پڑھنا بہتر ہے کذا فی الشامی وکذا تکرہ خلف امرد وسفیہ اور اسیطرح مکروہ ہے نماز پیچھے بے ریش کے اور پیچھے کم عقل کے ہم شیخ جوہری محشی نے کہا کہ امرد سے مراد خوبصورت
کہ محل فتنہ ہوتا ہے اور جب سب میں زیادہ عالم وہی ہے اور خوف شہوت یا لوگوں کی نفرت کا نہ ہو تو نماز بلا کراہت صحیح ہے اور سفیہ اسکو کہتے ہیں جو تصرف میں قواعد شرع یا عقل
کے موافق خوب نکرسکتا ہو ومفلوج وابرص شاع برصہ اور مکروہ ہے نماز پیچھے فالج زدہ اور برص والے کے جسکا برص پھیل گیا ہو ہم برص ایک مرض ہے کہ بدن پر اسکے مخالف رنگ
کے داغ سفید یا سیاہ ہوجاتے ہیں اور وجہ کراہت وہی متنفر ہونا ہے وشارب الخمر واکل الربوا ونمام ومراء ومتصنع اور مکروہ ہے نماز پیچھے شرابخوار اور سود کھانے والے اور چغل خور
اور ریاکار اور تکلف والے کے ہم شامی نے حلبی سے نقل کیا کہ یہ پانچوں فاسق میں آگئے انکو علیحدہ لکھنا تاکید کیفائدہ ہے اور فرق ریاکار اور تکلف میں یہ ہے کہ ریاکار وہ ہے جسکا
مقصود لوگوں کو نمائش ہو خواہ اطاعت کو اچھی طرح ادا کرے یا نہیں اور تکلف وہ ہے کہ بناوٹ اور تکلف سے طاعت کو اچھی طرح ادا کرے تو تکلف خاص ہے بنسبت ریاکار
کے ومن ام باجرۃ قہستانی اور مکروہ ہے نماز اسکے پیچھے جو امامت کرے مزدوری لیکر کذا فی القہستانی ہم یہ مسئلہ متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے کہ طاعتوں پر اجرت لینا باطل ہے اور
مفتی بہ متاخرین کے نزدیک یہ ہے کہ تعلیم قرآن و اذان اور امامت پر اجرت لینا درست ہے ضرورت کی وجہ سے کیونکہ مفت یہ امور کوئی نہیں کرتا تو اگر انپر اجرت لینے کو ناجائز
کہا جاوے تو یہ باتیں بالکل موقوف ہوجائیں زاد ابن ملک ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمہا لم یصح وان شک کرہ ابن ملک نے اتنا زیادہ
کہا ہے کہ مکروہ ہے نماز پیچھے مخالف مذہب مثلا شافعی کے لیکن بحر الرائق کے وتر کی بحث میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مقتدی یقین کرے مراعات امام کا یعنی جانے کہ فروض میں جو شرطیں
اور رکن مقتدی کے اعتقاد میں ہیں امام انکی رعایت کریگا تو اقتدا مکروہ نہوگا یا عدم مراعات کا یقین کرے تو اقتدا صحیح نہوگا اور اگر شک کریگا مراعات اور عدم مراعات میں تو
اس صورت میں اقتدا مکروہ ہوگا ہم ملا علی قاری نے اپنے رسالہ اہتداء فی الاقتداء میں کہا کہ ہمارے اکثر علما کا مذہب یہ ہے کہ اقتدا حنفی کا مثلا شافعی کے پیچھے جائز ہے بشرطیکہ وہ
خلاف کی جگہوں میں احتیاط کرے یعنی فصد اور نکسیر کے بعد مثلا وضو کرلے اور اگر احتیاط نکرے تو اقتدا درست نہوگا حاصل یہ کہ رعایت کرنیوالے کے پیچھے بلا کراہت درست ہے
ورنہ مکروہ ہے شامی نے کہا کہ تفصیل بحر الرائق کی معتمد ہے کہ محققین کا میلان اسی طرف ہے اور قواعد مذہب بھی اسی کے شاہد ہیں ویکرہ تحریما تطویل الصلوۃ علی القوم زائدا علی قدر السنۃ
فی قراءۃ واذکار رضی القوم اولا لاطلاق الامر بالتخفیف نہر اور مکروہ تحریمی ہے طول دینا نماز کا قوم پر قراءت اور ذکروں میں مقدار سنت سے زیادتی کرکے قوم راضی ہو یا نہیں یعنی
پڑھانا مکروہ ہے بسبب مطلق ہونے امر کے واسطے خفیف پڑھنے نماز کے کذا فی النہر صحیحین میں ہے کہ جب کوئی تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھاوے تو چاہیے کہ تخفیف کرے کیونکہ
لوگوں میں کمزور اور بیمار اور بوڑھے بھی ہیں الحدیث صاحب بحر الرائق نے اس سے یہ نکالا کہ تخفیف کے ساتھ پڑھنا واجب ہے اسلیے شارح نے ترک تخفیف یعنی تطویل کو مکروہ تحریمی
کہا وفی الشرنبلالیۃ ظاہر حدیث معاذ انہ لا یزید علی صلوۃ اضعفہم مطلقا ولذا قال الکمال الا لضرورۃ اور شرنبلالیہ میں ہے کہ ظاہر حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ امام نہ زیادہ
کرے قراءت کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقا یعنی اگرچہ قراءت مسنون سے کم ہو اور اسی وجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ قدر مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کا
وقت ہم مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہے کہ حضرت معاذ رض نے سورہ بقرہ عشا کی نماز میں شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ

اور نہ کوئی محرم امام کی عورتون مین ہو مثلاً امام کی بہن یا زوجہ یا لونڈی تو اگر عورتون کے ساتھ انہین سے جنکا ذکر ہوا کوئی ہو یا مرد انکی امامت مسجد مین کرے
تو مکروہ نہوگا کذا فی البحر یعنی مرد اگر عورتون کا امام ہو تو خلوت کے مکان مین نہو یہانتک کہ مسجد مین ہو تو دروازہ مسجد کا کھلا ہونا چاہیے اور جماعت گوشہ مسجد مین
نہو اور اگر خلوت مین جماعت ہو تو دوسرے مرد یا محرم عورت کا ہونا ضرور ہے کذا فی القہستانی ویقف الواحد ولو صبیا اما الواحدۃ فتتاخر محاذیا ای مساویا لیمین امامہ علی المذہب
اور کھڑا ہو ایک مقتدی اگرچہ لڑکا ہو محاذی یعنی برابر امام کے اسکے داہنی طرف مذہب قوی پر یعنی بخلاف اوس قول کے کہ امام محمد سے منقول ہے کہ مقتدی اتنا پیچھے ہٹکر کھڑا ہو کہ
اسکی انگلیان امام کی ایڑی کے پاس ہون شامی نے کہا کہ اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ پیچھے امام کے کھڑی ہو شامی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدی کو داہنی طرف کھڑا
ہونے کے لیے کہدے والعبرۃ بالراس بل بالقدم فلو صغیرا فالاصح ما لم یتقدم اکثر قدم المؤتم لا تفسد ولو ای بانہ نہین سر کا یعنی سجدہ کی حالت مین اگر مقتدی کا سر بوجہ درازی قد
ہونے کے امام سے آگے نکلجاتا ہو تو اسکا اعتبار نہین بلکہ قدم کا اعتبار ہے کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ نکلے پھر اگر قدم امام کا چھوٹا ہو تو صحیح تر قول یہ ہے کہ جبتک اکثر قدم مقتدی
کا آگے نہ بڑھیگا تو نماز فاسد نہوگی یعنی بچون کا برابر ہونا ضرر نہین کرتا فلو وقف عن یسارہ کرہ اتفاقا وکذا یکرہ خلفہ علی الاصح لمخالفتہ السنۃ پھر ایک مقتدی اسکے بائین
طرف کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق اور اسیطرح مکروہ تنزیہی ہے کھڑا ہونا امام کے پیچھے صحیح تر قول مین بسبب مخالفت کرنے طریقہ سنت کے والزائد یقف خلفہ فلو توسط
اثنین کرہ تنزیہا وتحریما لو اکثر اور ایک سے زائد مقتدی کھڑے ہون امام کے پیچھے پس اگر امام دو کے بیچ مین کھڑا ہوگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر دو سے زائد کے بیچ مین
کھڑا ہوگا تو مکروہ تحریمی ہوگا شامی نے کہا کہ اس سے مستفاد ہوا کہ صف سے آگے بڑھکر کھڑا ہونا امام کو واجب ہے چنانچہ ہدایہ اور فتح القدیر سے ظاہر ہوتا ہے ولو قام واحد بجنب
الامام وخلفہ صف کرہ اجماعا اور اگر ایک شخص امام کے برابر کھڑا ہوا اور پیچھے امام کے جماعت ہے تو مکروہ ہے بالاتفاق علم اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو پھر دوسرا آیا تو بعضون
نے کہا کہ امام آگے بڑھجاوے ایک ڈگ مین اور بعضون نے کہا کہ مقتدی اول پیچھے کو ہٹے اور بعضون نے کہ دوسرا مقتدی نیت باندھکر پہلے کو ہٹا لے اور بے نیت اگر ہٹا
دیگا تب بھی مضائقہ نہین اور اگر دوسرا مقتدی امام کے بائین جانب کھڑا ہو جاوے تو امام دونون کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کردے اور یہ امر بہتر ہے اسلیے کہ امام متبوع ہے نہ تابع
اور صف کرنا پیچھے امام کے مقتدیون کا کام ہے نہ امام کا اس لحاظ سے امام کا اسی جگہ رہنا بہتر ہے اور اسکی موید ہے حدیث مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک غزوہ مین
ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیا آپ نماز کو کھڑے ہوے مین آپکے بائین طرف آکر کھڑا ہوا آپنے میرا ہاتھ پکڑکر داہنی طرف کو گھما لیا اسکے بعد ابن عمر آئے اور آپ کے بائین جانب
کھڑے ہوے آپنے ہم دونون کے ہاتھ پکڑے اور ہم دونون کو پیچھے ڈھکیل دیا یہانتک کہ ہمکو اپنے پیچھے کھڑا کیا کذا فی الشامی ویصف الصفوف الامام بان یامرہم بذلک قال الشمنی
وینبغی ان یامرہم بان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا مناکبہم اور صف باندھین یعنی مقتدیون کی صف کرادے امام اسطرح کہ انکو حکم کرے صف باندھنے کا شمنی نے کہا کہ امام
کو چاہیے کہ مقتدیون کو امر کرے کہ ایک دوسرے سے ملے رہین اور دو شخصون کے بیچ مین کی جگہ کو بند کرین اور اپنے شانون کو برابر رکھین ویقف وسطا اور امام درمیان مین کھڑا ہو
یعنی ایسی طرح کھڑا ہو کہ داہنے اور بائین دونون طرف صف مساوی ہو شامی نے مبسوط سے نقل کیا کہ سنت ہے امام کا کھڑا ہونا محراب مین تاکہ دونون طرفین برابر ہو جاوین
اور اگر امام ایکطرف صف کے کھڑا ہوگا تو مکروہ ہوگا اور جب امام کے دونون طرف برابر ہون تو اب جو مقتدی آوے وہ داہنے طرف ملے اور اگر صف کے بیچ مین جگہ چھوٹی ہو تو وہین
کھڑا ہو جاوے اور اگر صف بھر چکی ہو تو دوسرے مقتدی کا انتظار کرے کہ اسکے ساتھ ملکر پیچھے کھڑا ہو اور اگر اس اثنا مین امام رکوع کردے تو کسی مسئلہ جاننے والے کو صف مین سے
کھینچ کر اپنے برابر کرلے اور اگر ایسا شخص اسکو نہ ملے تو امام کے پیچھے اسکی سیدھ مین اکیلا کھڑا ہو جاوے ضرورت کے لیے وخیر صفوف الرجال اولہا فی غیر جنازۃ ثم وثم اور بہتر صفون مردون
کی سب سے پہلی ہے سواے جنازہ کے پھر دوسری تیسری سے بہتر ہے پھر تیسری چوتھی سے اور علی ہذا القیاس ہم بحر الرائق مین مجتبیٰ سے اولویت صف اول کی یہ لکھی ہے کہ اخبار مین وارد ہے
کہ اللہ تعالی جب رحمت جماعت پر نازل فرماتا ہے تو اول امام پر نازل کرتا ہے پھر وہ رحمت امام کے بعد اس شخص پر ہوتی ہے جو صف اول مین امام کی سیدھ پر ہے پھر داہنی طرف والون پھر
بائین طرف والون پھر صف دوم پر اسیطرح اور غیر جنازہ کی قید اسلیے لگائی کہ جنازہ مین سب سے پچھلی صف بہتر ہے اسلیے کہ منظور جنازہ مین زیادہ ہونا صفون کا ہے تو اگر
پچھلی بہتر ہو تو آدمیون کی قلت کی صورت مین کوئی پیچھے کھڑا ہونا پسند نکرے کذا فی الشامی ولو صلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صحنہ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف

صف

ہونے والیکی خاطر سے بیٹھا تو نماز فاسد ہوگی الرجال ظاہرہ یعم العبید صف باندھیں امام کے پیچھے مرد شارح نے کہا کہ ظاہر قول مصنف کا یعنی الرجال عام ہے غلاموں کو
کہ مرد آزاد ہوں یا غلام یہ قید اسلیے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ حلبیہ میں جو لڑکوں کو بالغ غلاموں پر مقدم بیان کیا ہے سو درست نہیں اسلیے کہ حدیث میں وارد ہے کہ مجھ سے قریب
بالغ عاقل رہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ بالغ ہونا آزادی پر مقدم ہے ثم الصبیان ظاہرہ تعددہم فلو واحدا دخل فی الصف مردوں کے پیچھے لڑکے صف باندھیں ظاہر
کلام مصنف کا ظاہر یہی ہے کہ لڑکے کئی ہوں تو پیچھے صف کریں اگر ایک لڑکا ہو تو صف میں داخل کیا جاے ثم حلبی نے کہا کہ یہ حکم ہر ایک کے لیے ہے کہ اگر اکیلا ہو تو اگلی صف میں آجاے
مثلا خنثی اکیلا ہو تو لڑکوں کی صف میں ملجاوے اور جس صورت میں کہ اسکے ملنے سے برابر والیکی نماز جاتی ہو تو پیچھے رہے جیسے اکیلی عورت مردوں کی صف کے پیچھے
تو وہ پیچھے ہی رہے کیونکہ اگر صف میں کھڑی ہوگی تو اسکے برابر والے مرد کی نماز درست نہوگی کذا فی الشامی ثم الخناثی ثم النساء پھر لڑکوں کے پیچھے صف کریں خنثی پھر
صف کریں عورتیں قالوا الصفوف الممکنۃ اثنا عشر لکن لا یلزم صحۃ کلہا لمحاذاۃ الخناثی بالاعتبار فقہا نے کہا کہ صفیں جو ہو سکتی ہیں بارہ ہیں لیکن لازم نہیں درست
ہونا ان سب کا بسبب معاملہ خنثوں کے ساتھ معتبر بات ہے کہ بارہ صفیں اسطرح ہو سکتی ہیں کہ مقتدی یا مذکر ہوگا یا مونث یا خنثی پھر ہر ایک یا بالغ ہوگا یا نابالغ تو چھ
قسم کے مقتدی ہوے پھر انمیں سے ہر ایک آزاد ہوگا یا غلام پس بارہ ہوے انکی تفصیل ترتیب حلبیہ میں یوں مذکور ہے کہ اول صف آزاد بالغ کریں دوم آزاد لڑکے سوم غلام بالغ
چہارم غلام لڑکے پنجم آزاد بالغ خنثی ششم آزاد لڑکے خنثی ہفتم غلام بالغ خنثی ہشتم غلام لڑکے خنثی نہم آزاد عورتیں بالغ دہم آزاد عورتیں نابالغ یازدہم لونڈیاں بالغ دوازدہم لونڈیاں
نابالغ شارح کہتا ہے کہ ان سب صفوں کا صحیح ہونا ضرور نہیں کیونکہ خنثی صحت صف کو ضرر کرتے ہیں اسلیے کہ خنثی کا برابر ہونا دوسرے خنثی کے یا اسکے پیچھے کھڑا ہونا صحیح نہیں کیونکہ شاید
اگلا عورت ہو اور پچھلا مرد یا برابر والوں میں سے ایک خنثی مرد ہو اور دوسرا عورت شامی نے امداد الفتاح سے نقل کیا کہ بالغ خنثوں کو ایک صف میں اسطرح کھڑا کریں کہ دو خنثوں کے
بیچ میں کوئی چیز آڑ ہو یا فاصلہ ایک شخص کا چھوڑا دے کیونکہ انکا برابر کھڑا ہونا ایک دوسرے کی نماز کو مضر ہے اور ایک ہی صف میں آزاد اور غلاموں کو جمع کردیں کہ ایک دوسرے کے پیچھے
ہونے میں بھی ضرر ہے واذا حاذتہ ولو بعضو واحد وخصہ الزیلعی بالساق والکعب امرأۃ ولو امۃ مشتہاۃ حالا کبنت تسع مطلقا وثمان وسبع لو ضخمۃ او ماضیا کعجوز اور جبکہ محاذی ہو
کوئی عورت مرد کے اگرچہ مقابلہ ایک ہی عضو سے ہو اور زیلعی نے خاص کیا ہے محاذات کو ساتھ پنڈلی اور ٹخنے کے گو عورت لونڈی ہو طحطاوی نے کہا کہ یہ شارح نے اسلیے کہا تاکہ معلوم
ہو کہ لونڈی کا حکم اس باب میں مختلف نہیں اور شاید ولو امۃ تشدید یہ ہم ہو یعنی اگرچہ عورت مذکورہ مرد محاذی کی ماں یا کوئی اور محرم ہو تو اس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہوگی دس
شرطوں کے پاے جانے سے اول شرط عورت کا مشتہاۃ یعنی قابل جماع ہونا ہے خواہ فی الوقت ہو جیسے نو برس کی لڑکی مطلق یعنی دبلی ہو یا موٹی اور آٹھ اور سات برس کی لڑکی
بشرطیکہ موٹی تازی ہو خواہ زمانہ ماضی میں مشتہاۃ ہو مثلا بوڑھیا ہو ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ محاذات یعنی برابری اور سیدھ عورت کے کسی عضو کی مرد کے کسی عضو کے
ساتھ مفسد نماز ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ قاضیخان نے تصریح کی ہے کہ عورت کے عضو سے مراد اسکا قدم ہے یعنی عورت کا قدم اگر مرد کے کسی عضو کی سیدھ یا برابری میں ہوگا تو نماز مرد کی
جاتی رہیگی خواہ عورت اور مرد برابر کھڑے ہوں خواہ عورت آگے ہو اور مرد اسکے پیچھے اور یہ جو شارح نے مشتہاۃ ہونیکے لیے برسوں کی تعداد مذکور کی ہے تو طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد
نہیں کیونکہ اس زمانہ کی عورتیں ہرگز نو برس تک کی عمر میں قابل صحبت نہیں ہوتی چنانچہ زیلعی وغیرہ نے تصحیح اس امر کی کی ہے کہ مشتہاۃ میں اعتبار عمر کا نہیں جس عمر میں لیاقت جماع
کی ہو جاے اسیکا اعتبار ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ملخصا ولا حائل بینہما اقلہ قدر ذراع فی غلظ اصبع او فرجۃ تسع رجلا دوسری شرط محاذات کی یہ ہے کہ عورت اور مرد میں
کوئی آڑ نہ ہو کمتر آڑ بلندی میں ایک ہاتھ اور موٹائی میں ایک انگشت ہے یا یہ کہ دونوں میں فاصلہ اتنا نہ چھوٹا ہو کہ ایک آدمی کی گنجائش رکھتا ہو کہ آڑ یا فاصلہ ہونیکی صورت
میں نماز فاسد نہوگی اور یہ صورت میں ہے کہ دونوں برابر ہوں اور اگر عورت آگے ہوگی تو فاصلہ مذکورہ مانع فساد نہوگا البتہ آڑ مانع ہوگی فی صلوۃ وان لم تتحد کنیتہما ظہرا
وعصرا علی الصحیح سراج فالصحیح نفلا علی المذہب بحر وفیہ نفی مطلقۃ خرج الجنازۃ تیسری شرط محاذات کی ہونا مرد اور عورت کا ہے نماز مطلق یعنی رکوع سجدہ والی میں خواہ
نماز عید ہو یا وتر یا نفل اگرچہ صورتیں دونوں کی نماز ایک نہو جیسے عورت کا نیت کرنا ظہر کے لیے پیچھے عصر پڑھنے والے کے پس شرط محاذات دونوں کی نماز فاسد ہوگی صحیح قول ہے
کذا فی السراج اسیطرح اگر نماز عورت کی نفل ہو تو صحیح ہے مذہب قوی کے بموجب کذا فی البحر اور عنقریب یہ مسئلہ مذکور ہوگا شارح نے کہا کہ مطلق کی قید سے نماز جنازہ نکل گئی

اگر مجنون عورت کی محاذات ہوگی تو مفسد نماز نہوگی کیونکہ اسکی نماز منعقد ہی نہیں ہوتی شامی نے کہا کہ ماتن کے قول فی صلوٰۃ سے اس شرط کے ذکر کی حاجت نہتی وکونہما
فی مکان واحد اور نوین شرط یہی ہو کہ مرد اور عورت کا ایک مکان میں ہونا پس اگر مرد مثلاً قد آدم بھر اونچی دکان میں ہو اور عورت نیچے ہو تو فساد نماز نہوگا نہر الفائق میں کہا کہ یہ شرط
ہر چند محاذات کی لفظ سے معلوم تھی مگر مشائخ نے توضیح کے لیے اسکا ذکر کر دیا فی رکن کامل و شرط یہ ہو کہ محاذات ایک رکن کامل تک ہو اور نہر میں ہو شامی نے کہا
کہ ظاہر یہ ہو کہ محاذات مفسد ہو کم ہو یا زیادہ یعنی رکن کامل کی شرط کا اعتبار نہیں فالشروط عشرۃ پس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کی شرطیں دس ہیں چنانچہ
شرح میں انکو شمار کے ساتھ لکھا ہی اور اگر اشتراک تحریمہ اور اشتراک ادا دو کو دو قرار دو تو گیارہ ہو جاتی ہیں اور پیچھے ہٹنے کے لیے امام کے اشارہ ذکر کرنے کو جدا ٹھہراؤ تو بارہ ہو جاتی ہیں
اب معلوم کرنا چاہیے کہ ایک عورت کی محاذات سے تین مردوں کی نماز فاسد ہو سکتی ہو ایک اسکی جو عورت کی داہنی طرف ہو ایک بائیں طرف والے کی ایک پیچھے کھڑا ہونے
والے کی اس سے زیادہ کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ جنکی نماز فاسد ہوئی وہ حائل ہونگے درمیان عورت اور دوسرے نمازیوں کے ومحاذاۃ الامرد الصبیح المشتہی لا یفسد الصلوٰۃ علی المذہب
فتضعیف لما فی جامع المحبوبی ودرر البحار من الفساد لانہ فی المرأۃ غیر معلول بالشہوۃ بل بترک فرض المقام کما حققہ ابن الہمام اور محاذی ہونا بے ریش لڑکے خوبصورت لائق شہوت
کا نماز کو فاسد نہیں کرتا قوی مذہب پر شارح نے کہا کہ ماتن کا یہ کہنا ضعیف بناتا ہو اس قول کا جو جامع محبوبی اور درر البحار میں مذکور ہو یعنی نماز کا فاسد ہونا اور وجہ ضعف کی یہ ہو
کہ نماز کے فاسد ہونے کی علت عورت میں شہوت نہیں تاکہ اسی علت سے امرد کی محاذات کو مفسد ٹھہرایا جاوے بلکہ وجہ فساد چھوڑنا فرض مقام کا ہو جیسا کہ اسکو ابن ہمام نے
ثابت کیا ہو یعنی اگر وجہ فساد کی عورت کی محاذات میں شہوت ہوتی تو چاہیے تھا کہ بڑھیا اور ماں بہن اور دوسرے محرم کی محاذات سے فساد نہوتا حالانکہ انسے بھی ہوتا ہو اس سے
معلوم ہوا کہ علت فساد یہی ہو کہ جہاں عورت کو کھڑا کرنا فرض تھا اس جگہ نہ کھڑا کیا ولا یصح اقتداء رجل بامرأۃ وخنثی وصبی مطلقاً ولو فی جنازۃ ونفل علی الاصح اور نہیں صحیح ہو
اقتدا مرد کا پیچھے عورت اور خنثی اور لڑکے کے کسی نماز میں اگرچہ نماز جنازہ اور نماز نفل میں ہو صحیح تر قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ ماتن کی اس عبارت میں خلل ہو اسلیے کہ مراد
رجل سے اگر بالغ ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہو کہ نابالغ کا اقتدا پیچھے عورت اور خنثی کے درست ہو اور اگر رجل سے مراد مرد ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اقتدا
نابالغ کا پیچھے نابالغ کے صحیح نہیں حالانکہ یہ دونوں باتیں غیر واقع ہیں تو بہتر یہ تھا کہ عبارت اسطرح ہوتی کہ درست نہیں اقتدا مذکر کا عورت اور خنثی کے پیچھے اور نابالغ لڑکے کے
پیچھے کذا فی الحلبی او علی الاصح راجع ہو طرف مرد بالغ کی اقتدا کرنے کو نفل نماز میں ہدایہ میں کہا کہ تراویح اور سنتوں میں مشائخ بلخ نے لڑکے کے پیچھے اقتدا کو جائز کہا ہو اور مختار یہ ہو کہ کسی
نماز میں لڑکے کے پیچھے اقتدا بالغ کا درست نہیں خواہ تراویح ہو یا عید یا وتر یا کسوف و خسوف وغیرہ اسلیے کہ لڑکے کے ذمے کوئی نماز نہیں اسکی نماز کا صرف عادت پڑنے کے لیے
کیا جاتا ہو اور اگر لڑکے کی نماز بالفرض نفل ہو تو اقتدا فرض پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے لازم آویگا اور یہ بھی درست نہیں اور نفلوں میں اسلیے اقتدا جائز نہوا کہ بالغ
کی نفل قوی تر ہو کہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہو کذا فی النہر وکذا لا یصح الاقتداء بمجنون مطبق او متقطع فی غیر حالۃ افاقتہ وسکران او معتوہ ذکرہ الحلبی اور اسیطرح درست
نہیں اقتدا پیچھے مجنون دائمی یا مجنون منقطع کے سوا حالت افاقہ کے یا پیچھے متوالے کے یا پیچھے بیہوش کے ذکر کیا ہو اسکو حلبی نے مطبق بضم میم و کسر موحدہ وہ جنون جسمیں کبھی ہوش
نہوتا ہو اور منقطع وہ کہ کبھی افاقہ ہوتا ہو اور کبھی جنون اور وجہ عدم جواز اقتدا کی یہ ہو کہ مجنون مکلف نہیں اور متوالے اور بیہوش میں ثبوت نیت کا نہیں ولا طاہر بمعذور ہذا ان
قارن الوضوء الحدث او طرء علیہ بعدہ وصح لو توضأ علی الانقطاع وصلی کذلک اور نہیں صحیح ہو اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے یہ اس صورت میں ہو کہ جب وضو کے ساتھ ہی حدث ہوا
یا بعد وضو کرنے کے یعنی نماز سے پیشتر حدث اسپر طاری ہوا ہو اور اقتدا درست ہو بشرطیکہ عذر رہنے پر وضو کیا ہو اور نماز اسیطرح پڑھی ہو یعنی تمام نماز میں عذر نہوا ہو تو اب طاہر کا اقتدا معذور
کے پیچھے درست ہو جاویگا امام طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تھا کہ بجاے طاہر کے صحیح کہتا اسلیے کہ معذور کو طاہر کے مقابل ٹھہرانے سے معلوم ہوتا ہو کہ معذور طاہر نہیں ہوتا حالانکہ
شرعاً وہ طاہر ہی کاقتداء بمفتصد امن خروج الدم وکاقتداء امرأۃ بمثلہا وصبی بمثلہ ومعذور بمثلہ وذی عذرین بذی عذر لا عکسہ کذی انفلات ریح بذی سلس لان مع الامام حدثا ونجاسۃ
جیسے درست ہو اقتدا صحیح آدمی کا پیچھے فصد کھلوانے والے کے کہ خون کے نکلنے سے امون ہوا اور جیسے صحیح ہو اقتدا عورت کا پیچھے اپنی مثل یعنی دوسری عورت کے اور اقتدا لڑکے کا دوسرے لڑکے
کے پیچھے اور اقتدا عذر والے کا اپنی مثل کے پیچھے اور اقتدا دو عذر والے کا ایک عذر والے کے پیچھے نہیں صحیح ہو اسکا عکس یعنی اقتدا کرنا ایک عذر والے کا دو عذر والے کے پیچھے مثلاً اقتدا کرنا

بائی جاوے کا اس شخص کے پیچھے جسکو سلسل البول ہو درست نہیں اسلیے کہ امام یعنی سلسل البول والیکے ساتھ دو عذر ہیں ایک بے وضو ہونا دوسرے نجاست کا ہونا اور مقتدی میں
صرف ایک عذر ہے یعنی بائی سے بے وضو ہونا صاحب نہر الفائق میں کہا کہ اقتدا معذور کا اپنے مثل کے پیچھے اسوقت صحیح ہے جبکہ دونون کا عذر متحد ہو تو اس صورت میں شارح
نے کہا کہ دو عذر والے کا اقتدا ایک عذر والے کے پیچھے صحیح ہے درست نہیں کذا فی الحلبی وفی المجتبی الاقتداء بالمماثل صحیح الا الثلثۃ الخنثی المشکل والضالۃ والمستحاضۃ ای
لاحتمال الحیض فانہ اتفق صحح اور جو کہ مجتبی میں مذکور ہے کہ اقتدا کرنا پیچھے اپنے مثل کے درست ہے مگر تین شخصون کا اقتدا اپنے مثل کے پیچھے درست نہیں اول خنثی مشکل کا اقتدا دوسرے
خنثی مشکل کے پیچھے درست نہیں اس احتمال سے کہ شاید مقتدی مرد ہو اور امام عورت دوم اقتدا ضالہ عورت کا اپنے مثل کے پیچھے سوم اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے
دونون ناجائز ہیں بسبب احتمال حیض کے یعنی شاید امام کو وہ دن حیض کا ہو پس اگرچہ احتمال دور ہو جاوے اسطرح کہ یقین ہو مستحاضہ کا تو اقتدا درست ہوگا اور ضالہ اوسکو کہتے ہیں جو عورت
کہ کتنے میں ہے جسکو خون دائم ہو گیا ہو اور وہ اپنی عادت حیض کو بھول گئی ہو تو ایسی عورت کے امام ہونے میں شبہ ہے کہ شاید جس روز وہ امام ہو وہ دن حیض کا ہو مگر استحاضہ میں شبہ
مشکل ہے اسلیے کہ خون آتا ہے مستحاضہ پر احتمال حیض نہیں ہو سکتا ہان یون ہو سکتا ہے کہ ایک عورت کی عادت چھ روز کے حیض کی تھی پھر مثلاً ایکبار خون جاری ہو گیا تو چھ سے دس تک
کے دنون میں دونون احتمال ہو سکتے ہیں یعنی اگر خون دس تک منقطع ہوگا تو یہ دن حیض کا ہوگا اور اگر دس سے بڑھ جاویگا تو استحاضہ کا ہوگا تو ایسی مستحاضہ کی امامت
درست نہوگی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ میں نے مجتبی کی عبارت میں یہ قول پایا کہ اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے جائز ہے اور ضالہ کا اقتدا ضالہ کے پیچھے جائز نہیں ہے
تو اس میں کسیطرح کا اشکال نہیں اور یا فی المجتبی مبتدا ہے اور اسکی خبر قول شارح ای لاحتمال ہے یعنی مجتبی کے قول کی تفسیر اسطرح ہے کذا فی الشامی ولا طاہر الا بمثلہ
من القراءۃ ولیحر جاز البناء و ہو الامی اور نہیں درست ہے اقتدا اس شخص کا جسکو ایک آیت قرآن کی یاد ہو پیچھے اسکے جسکو ایک آیت بھی یاد نہو اور وہی امی ہے ولا امی
باخرس لقدرۃ الامی علی التحریمۃ فصح عکسہ اور نہیں جائز ہے اقتدا امی کا پیچھے گونگے کے بسبب قادر ہونے امی کے تحریمہ پر تو صحیح ہوگا اسکا عکس یعنی اقتدا گونگے کا پیچھے امی کے
درست ہے شامی نے کہا کہ اس تعلیل سے سمجھا جاتا ہے کہ اگر امی تحریمہ پر قادر نہو تو اسکا اقتدا گونگے کے پیچھے درست ہوگا کیونکہ اب کوئی وجہ ترجیح امی کی گونگے پر باقی نہیں رہی ولا
مستور عورۃ بعار فلو ام العاری عریانا و لابسین فصلوۃ الامام ومماثلہ جائزۃ اتفاقا وکذا جریح بمثلہ اور نہیں صحیح ہے اقتدا برہنگی کے پیچھے ستر ڈھکے ہوئے شخص کا پیچھے ننگے کے
تو اگر امام ہوا برہنہ شخص ننگون اور کپڑے پہنے ہوون کا تو امام کی نماز اور اسکی مثل کی یعنی برہنہ مقتدیون کی جائز ہے بالاتفاق اور اسیطرح درست ہے نماز زخم والے کی ساتھ دو
زخمی اور تندرست کے یعنی اگر زخمی امام ہوا ایک زخمی اور تندرست کا تو نماز دونون زخمیون کی جائز ہے بالاتفاق کی قید اسلیے لگائی کہ اگر امی امام ہو چند امی اور قاریون کا تو امام
کے نزدیک سب کی نماز فاسد ہوتی ہے تو ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص برہنہ کی امامت کو امی کی امامت پر قیاس کرکے سب کی نماز کو فاسد کہے اور وجہ فرق کی دونون مسئلون میں
بحر الرائق میں یون بیان کی ہے کہ امی کو ممکن تھا کہ اپنی نماز قرات کے ساتھ کر لیتا قاری کو امام کرکے کیونکہ امام کی قرات ہے مقتدی کی قرات ہے حدیث کی رو سے تو جب
ایسا نکیا تو نماز اسکی فاسد ہوئی اسلیے سب کی نماز فاسد ہوگی اور ستر عورت و طہارت کا یہ حال نہیں کہ امام کا ستر اور طہارت مقتدی کے لیے کافی ہو اسلیے کپڑے
پہننے والون کی نماز برہنہ کے پیچھے اور تندرست کی نماز زخمی کے پیچھے نہوگی کذا فی الشامی و بصحۃ ولا قادر علی رکوع و سجود بعاجز عنہما لبناء القوی علی الضعیف اور نہیں
درست ہے اقتدا رکوع اور سجدہ پر قدرت رکھنے والے کا پیچھے اس شخص کے جو رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو یعنی نماز اشارہ سے پڑھتا ہو بسبب بنا ہونے قوی کے ضعیف پر یعنی قادر
رکوع و سجود پر قوی حال ہے اور اشارہ سے پڑھنے والا ضعیف تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی ولا مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا آخر لان اتحاد الصلوتین
شرط عندنا اور نہیں صحیح ہے اقتدا فرض پڑھنے والیکا پیچھے نفل پڑھنے والیکے اور پیچھے دوسرا فرض پڑھنے والیکے اسلیے کہ دونون نمازون کا ایک ہونا شرط ہے ہمارے نزدیک
جیسا پیشتر اس باب کے شروع میں گذر چکا کہ اتحاد امام و مقتدی کی نماز سے یہ غرض ہے کہ مقتدی امام کی نماز کی نیت سے نماز میں داخل ہو سکے یعنی اگر یہ نیت کرے کہ میں
امام کی نماز پڑھتا ہون تو اس نیت سے شریک ہو سکے تو اس سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہونی چاہیے وصح ان معاذا کان یصلی مع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم نفلا و بقومہ فرضا اور صحیح ہوا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے اور اپنی قوم کے ساتھ فرض

ہم یہ جواب ہو امام شافعی کے استدلال کا یعنی صحیحین میں جو وارد ہو کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشا پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آکر انکو عشا پڑھایا
کرتے تھے تو اس سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ فرض والیکا اقتدا پیچھے نفل والیکے درست ہو کیونکہ حضرت معاذ فرض اول پڑھ چکے تھے تو اپنی قوم میں جو نماز پڑھتے تھے
وہ نفل ہوتی تھی اور مقتدی انکے پیچھے فرض پڑھتے تھے شارح جواب دیتا ہو کہ ثابت ہوا ہو کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے تھے اور امام ہو کر فرض
پڑھتے تھے اسلیے کہ جب معاذ کی قوم نے انکی شکایت بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ نے انکو یہ ارشاد فرمایا کہ اے معاذ یا تو تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم پر تخفیف کرو اور
اسوا اسکے یہ کہا کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرض نماز پڑھ لیں تو امامت قوم کی نہیں کر سکتے لیکن اگر آپکے ساتھ نفل پڑھیں تو بالاجماع امامت کر سکتے ہیں تو معلوم
ہوا کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے نہ فرض ولا ناذر بمتنفل ولا بمفترض ولا بناذر الا ان کان النذر واحدا کمفترض فرضا آخر اور نہیں درست
ہو اقتدا نذر کرنیوالے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے اسلیے کہ نذر واجب ہو تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی اور نہ نذر کرنیوالیکا اقتدا فرض پڑھنے والے اور دوسرے نذر
کرنے والے کے پیچھے درست ہو اسلیے کہ ہر ایک ان دونوں امام اور مقتدی سے ایسا ہو جیسا دوسرا فرض پڑھتا ہو یعنی اتحاد نماز کا جو شرط اقتدا کی ہو ان دونوں میں ان
نہیں پایا جاتا الا اذا نذر احدہما عین منذور الآخر لاتحاد واقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا دوسرے نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں مگر اس صورت میں
کہ ایک نے وہی نذر کی ہو جو دوسرے نے کی تو اب اقتدا درست ہوگا بسبب اتحاد کے جسکی صورت یہ ہو کہ زید نے مثلا کوئی نذر کی اور عمرو نے کہا کہ جو نذر زید نے کی ہو وہی میں
کرتا ہوں تو جب دونوں کی نذر ایک ہوئی تو گویا دونوں نے نماز معین کی نذر کی اسوجہ سے اتحاد پایا گیا بخلاف اس صورت کے کہ دونوں نے نذر نماز کی جداگانہ کی کیونکہ
دونوں کے ذمے کے واجب علیحدہ ہیں اور کوئی ایک دوسرے سے قوی نہیں کذا فی الشامی ولا ناذر بحالف لان المنذورۃ اقوی فصح عکسہ بحالف بمتنفل او نہیں درست ہو
اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا پیچھے قسم کے نماز پڑھنے والیکے اسلیے کہ نذر کی نماز قوی تر ہو قسم کی نماز سے تو صحیح ہو اسکا عکس وبحالف بمتنفل یعنی قسم کی نماز والیکا اقتدا نذر کی نماز والیکے
پیچھے درست ہو اور قسم کی نماز والیکے پیچھے اور نفل پڑھنے والیکے پیچھے درست ہو جسکی صورت قسم کی یہ ہو کہ ایک شخص نے مثلا قسم کھائی کہ میں دو رکعت نماز پڑھونگا تو یہ دوگانہ نفل ہوگا
اسلیے قسم کی نماز والیکا اختیار رہتا ہو چاہے دوگانہ پڑھکر قسم سچی کرے خواہ ترک کرے اور کفارہ دے بخلاف نذر کی نماز کے کہ وہ واجب ہوتی ہو اور یہی جہت نذر والا قسم
والیکے پیچھے نہیں پڑھ سکتا اور قسم والا نذر والے اور قسم والے اور نفل والیکے پیچھے اقتدا کر سکتا ہو حلبی نے کہا کہ شارح کا قول وبحالف عطف ہو بناذر مجرور پر جو کہ حکسین جانا
ہو کذا فی الشامی ومصلیا رکعتی طواف کنا ذرین اور دو شخص پڑھنے والے دوگانہ طواف کے مثل دو نذر کی نماز پڑھنے والوں کے ہیں یعنی ایک کا اقتدا دوسرے کے پیچھے جائز
نہیں ہو بسبب اختلاف سبب یعنی ایک کا طواف دوسرے کے طواف کا غیر ہو اور اگر دوگانہ طواف کو سنت کہیں جیسا بعض فقہا کا قول ہو تو اس قول کے بموجب اقتدا درست
ہوگا کذا فی الشامی ولو اشترکا فی نافلۃ فافسداہا صح الاقتداء لا ان افسدا منفردین اور اگر دو شخص شریک ہوے نماز نفل میں پھر دونوں نے اسکو فاسد کر دیا تو اقتدا صحیح ہو مثلا
دونوں دوگانہ تراویح امام کے پیچھے پڑھتے تھے پھر اس دوگانہ کو فاسد کر دیا تو اب ایک دوسرے کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں کیونکہ نماز متحد ہو نہ اس صورت میں جبکہ اسکو فاسد کیا دونوں
نے تنہا کہ اس صورت میں اقتدا جائز نہیں بسبب اختلاف سبب کے ولو صلیا الظہر ونوی کل امامۃ الآخر صحت لا ان نویا الاقتداء والفرق لا یخفی اور اگر دو شخصوں نے ظہر
پڑھی اور ہر ایک نے دوسرے کی امامت کی نیت کی تو نماز درست ہوگی نہ صحیح ہوگی اگر دونوں نے اقتدا کی نیت کی اور فرق پوشیدہ نہیں ہم فرق یہ ہو کہ امام اپنے حق میں منفرد
ہوتا ہو اور بدون غیر کی اقتدا کے امام نہیں ہوتا تو جب دونوں نے امامت کی نیت کی اور مقتدی کوئی نہوا تو دونوں منفرد ہو گئے اور نماز درست ہوئی اور اقتدا کی نیت میں عدم
جواز کی وجہ یہ ہو کہ مقتدی کی نماز بدون نیت اقتدا کے صحیح نہیں ہوتی اور اقتدا ایسے شخص کے پیچھے صحیح نہیں جسنے اپنی نماز غیر کی نماز پر بنی کی ہو اور یہاں دونوں نے اپنی نماز
کو دوسرے کی نماز پر بنی کیا ہو اسلیے اقتدا ایک دوسرے کے پیچھے صحیح نہ ہوا تو نماز بھی درست نہوئی کذا فی الحلبی ولا لاحق ولا مسبوق بمثلہما لاقترانہما الاقتداء فی موضع
الانفراد فعکسہ او نہیں درست ہو اقتدا لاحق اور مسبوق کا پیچھے مثل ان دونوں کے اسوجہ سے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ اقتدا کرنا انفراد کی جگہ میں مفسد ہو جیسے کہ اسکا عکس
مفسد ہو یعنی منفرد ہونا اقتدا کی جگہ میں ہم لاحق وہ ہو جسکو امام کے ساتھ شریک ہونے کے بعد کسی عذر سے درمیان کی نماز یا آخر کی فوت ہو گئی ہو تو یہ شخص امام کے فارغ

ہونے کے بعد اس فوت شدہ نماز کے پڑھنے میں حکم مقتدی کا رکھتا ہے یعنی جیسا کہ نماز پڑھتے جیسے امام کے پیچھے پڑھتا ہو اور مسبوق وہ ہے جو بعد کسی قدر نماز ہو جانے کے شریک ہو
شروع سے شریک نہ ہو وہ اپنی باقی نماز پڑھنے میں حکم منفرد کا رکھتا ہے تو اب اگر لاحق پیچھے لاحق کے اقتدا کرے تو درست نہ ہوگا اسلیے کہ دونوں مقتدی ہیں اگر ایک امام ہوگا تو دو
منفرد ہو جائیگا کیونکہ امام کا حال منفرد کا سا ہے اسی طرح مسبوق پیچھے مسبوق کے اقتدا نہیں کر سکتا کیونکہ دونوں منفرد ہیں تو اقتدا حالت انفراد میں کیسے کر سکتے ہیں اور یہی حال ہے
اگر لاحق مسبوق کے پیچھے اقتدا کرے یا مسبوق لاحق کے پیچھے کذا فی الحلبی ولا مسافر بمقیم بعد الوقت فیما یتغیر بالسفر کالظہر اما ان احرم المقیم بعد الوقت او فیہ فخرج فاقتدی بہ مسافر
اور نہیں صحیح ہے اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے ان نمازوں میں جو سفر کے باعث سے بدلتی ہیں جیسے ظہر اور عصر اور عشا ہاں اگر مقیم نے تحریمہ وقت کے اندر کی ہو یا وقت
کی نماز تحریمہ کی پھر وقت نکل گیا تو اب وقت مسافر نے اقتدا کیا امام مسافر کی نماز وقت کے اندر تمام ہو سکتی ہے بوجہ نیت اقامت کے … اور مقیم کے پیچھے پڑھنے سے اسکی …
کی جہت سے مگر جب وقت نکل گیا تو اسکے ذمہ دو رکعتیں ثابت ہو گئیں اب اسمیں قابلیت تمام ہونے کی نہیں رہی اسلیے بعد وقت کے اقتدا صحیح نہیں ٹھہرا
اور تغیر نمازوں کی قید اسلیے لگائی کہ جو نہیں تغیر ہوتیں مثلاً فجر اور مغرب تو انمیں اقتدا درست ہے کذا فی المنح بل ان احرم فی الوقت فخرج صح واتم … الامام …
فلا اقتداء مفترض بمتنفل … قعدۃ اولی … اگر مسافر اقتدا کی تحریمہ وقت کے اندر کرے پھر وقت نکل گیا …
اور مسافر چار رکعتیں پڑھے اپنے امام کی متابعت سے لیکن وقت کے بعد اسکا فرض نہیں بدلیگا دو ہی رکعتیں اسکے ذمہ ہونگی تو اگر وہ مقیم کا اقتدا پہلے دوگانہ میں کریگا تو قعدہ کے
حق میں اور دوسرے دوگانہ میں کریگا تو قرأت کے حق میں اقتدا النفل پڑھنے والے کے پیچھے ہو جائیگا حالانکہ فرض والے کا اقتدا النفل والے کے پیچھے جائز نہیں ہے اور نفل سے مراد غیر فرض
خواہ سنت ہو یا واجب تو قعدہ اولی امام کے ذمہ واجب ہے اور مقتدی مسافر پر اخیرہ ہونے کی جہت سے فرض ہے تو اقتدا فرض والے کا واجب والے کے پیچھے ہوگا اور پچھلے دوگانہ
میں قرأت امام مقیم کے حق میں مسنون ہے اسمیں اگر مسافر اقتدا کریگا تب بھی صحیح نہ ہوگا کیونکہ قرأت اسکے حق میں فرض ہے تو اقتدا فرض والے کا سنت والے کے پیچھے لازم آئیگا کذا
فی الشامی ولا نازل براکب ولا راکب براکب دابۃ اخری فلو معہ صح اور صحیح نہیں اقتدا سواری سے اُترنے والے کا پیچھے سوار کے اور نہ اقتدا سوار کا پیچھے دوسرے سوار کے
جو دوسرے جانور پر سوار ہو تو اگر مقتدی امام کے ساتھ ایک جانور پر ہو تو اقتدا درست ہوگا اور وجہ عدم جواز اقتدا کی … اختلاف مکان ہے اور شرط اقتدا مکان
کا متحد ہونا اور یہ مذکور ہو چکا اس سے معلوم ہوا کہ اگر سوار اُترے ہوئے شخص کا اقتدا کریگا تب بھی جائز نہ ہوگا کذا فی الشامی ولا غیر الالثغ بہ ای بالالثغ علی الاصح کما فی البحر عن
المجتبی اور نہیں درست ہے اقتدا غیر توتلے کا توتلے کے پیچھے صحیح قول کے بموجب جیسا کہ بحر الرائق میں مجتبی سے منقول ہے الثغ بروزن افضل اس شخص کو کہتے ہیں جسکی زبان
سے ایک حرف کی جگہ دوسرا نکلے مثلاً ر کی جگہ غین یا لام بولے ہندی میں اسکو توتلا کہتے ہیں اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ خلاصہ اور تاتارخانیہ اور ظہیریہ میں توتلے کی امامت کا
صحیح لکھا ہے کذا فی الشامی وحرر الحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جہدہ دائما حتما کالامی فلا یؤم الا مثلہ ولا تصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترک جہدہ او وجد قدر الفرض
مما لا لثغ فیہ ہذا ہو الصحیح المختار فی حکم الالثغ اور حلبی اور ابن شحنہ نے تنقیح کی ہے کہ توتلا ہمیشہ کی وجہ باکوشش کرنیکے بعد امی کے مانند ہے یعنی جیسے توتلے کے سوا دوسرے کی
امامت نکرے اور نہ صحیح ہوگی اسکی نماز جبکہ اسکو اقتدا ایسے شخص کا جو قرآن اچھا پڑھے ممکن ہو یا وہ کوشش کرنا چھوڑ دے یا بقدر فرض قرأت وہ آیتیں نکال سکے جنمیں … نہ ہو
یہی تنقیح صحیح اور مختار ہے توتلے کے حکم میں حاصل تنقیح یہ ہے کہ توتلے کو ہمیشہ واجب ہے کہ تصحیح الفاظ میں کوشش کرے اگر بعد کوشش کے تصحیح الفاظ نہ نکال سکے گا تو نماز اسکی
جائز ہوگی اور اگر کوشش کے بدون پڑھیگا تو نماز فاسد ہوگی چنانچہ مجیدا وغیرہ میں ہے مگر یہ اس صورت میں ہے کہ بقدر فرض ایسی آیتیں نہ پڑھ سکے جنمیں وہ حرف نہ آوے اور اگر پڑھ سکیگا
تو اسپر کوشش کرنا ضرور نہیں ہے دوسرے صحیح پڑھنے والے کا اقتدا لازم ہے کذا فی الشامی وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف او لا یقدر علی اخراج الفاء الا بتکرار اور اسیطرح
حکم ہے اس شخص کا جو کوئی حرف حروف تہجی سے نہ بول سکے یا ف کو بدون تکرار کرنے کے نہ نکال سکے ہم نے ایسے شخص کو بھی ہمیشہ کوشش کرنا چاہیے ورنہ اسکی نماز صحیح نہوگی
مثلاً بعض لوگوں سے ح اور ع اور ض اور ط نہیں ادا ہوتے تو انکو کوشش کرنا انکی تصحیح میں واجب ہے اور چونکہ الثغ کو مغرب وغیرہ میں خاص کیا ہے اس شخص کے لیے
جو سین اور ر نہ بول سکے اسلیے شارح نے ہر حرف کے نہ بول سکنے کو اس قول میں عام کر دیا اور ف کی تکرار سے بتایا کہ ہکلا بھی مسئلے میں داخل ہے کذا فی الشامی

و اعلم انہ اذا فسد الاقتداء بای وجہ کان لا یصح شروعہ فی صلوۃ نفسہ لانہ قصد المشارکۃ وھی غیر صلوۃ الانفراد علی الصحیح مجتبیٰ وادعی فی البحر انہ المذہب اور جان
کہ جب اقتدا فاسد ہوا کسی طرح پر فاسد ہو یعنی خواہ عورت تھا اور لڑکے کی امامت سے ہو یا دوسری باتوں سے جو اوپر مذکور ہوئیں تو نہیں صحیح ہے شروع کرنا مقتدی کا
خود اپنی نماز میں اگرچہ نفل ہی ہو اسلیے کہ مقتدی نے دوسرے کی شرکت کا قصد کیا تھا اور شرکت میں پڑھنا غیر ہے تنہائی کی نماز کا نہیں صحیح ہے شروع قول صحیح
کذا فی المجتبیٰ اور بحر الرائق میں دعوی کیا کہ عدم صحت شروع مذہب ہے ہم وجہ عدم صحت شروع یہ ہے کہ جب اس نماز میں جسکا مقتدی نے ارادہ کیا اسکا شروع صحیح نہوا
تو غیر میں کیسے صحیح ہوگا کذا فی الشامی قال المصنف لکن کلام الخلاصۃ یفید ان ہذا قول محمد وحدہ مصنف نے کہا لیکن خلاصہ کا کلام اس بات کا مفید ہے کہ عدم صحت
شروع قول ہے خاص امام محمد کا خلاصہ میں یہ مضمون ہے کہ جس جگہ میں اقتدا صحیح نہیں تو کیا مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنیوالا ہو جاتا ہے یا نہیں امام محمد کے نزدیک نہیں
ہوتا اور شیخین کے نزدیک ہو جاتا ہے کذا فی الشامی قلت وقد ادعی فیما مر بتصحیح السراج خلافہ وان المذہب انقلابہا نفلا فتامل میں کہتا ہوں کہ صاحب بحر نے بیان گذشتہ
میں یعنی عورت کے محاذات کے مسئلہ میں دعوی کیا ہے کہ مذہب بدل جاتا ہے نماز کا نفل سے بعد تصحیح سراج کے خلاف عدم صحت کو سو تامل کرے اس میں اقول کلام صاحب
بحر نے محاذات میں سراج سے نقل کیا تھا کہ اگر مرد عصر پڑھتا ہے اور عورت نے ظہر کی نیت سے اسکا اقتدا کیا اور محاذی ہوئی تو مرد کی نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتدا صحیح
فرض میں صحیح نہوا اگر نفل میں بموجب مذہب کے درست ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب اقتدا فرض میں فاسد ہوا تو شروع بالکل فاسد نہوا بلکہ نفل میں اقتدا
باقی رہا اور صحت شروع مذہب ٹھہرا ورنہ نماز مرد کی کیوں فاسد ہوتی اور یہاں دعوی عدم صحت شروع کا کرتا ہے تو دونوں کلاموں میں صریح تناقض ہے کذا فی الشامی
ویمکن التوفیق بما فی الزیلعی انہ متی فسد لفقد شرط کطاہر بمعذور لم ینعقد اصلا وان لاختلاف الصلاتین ینعقد نفلا غیر مضمون وثمرتہ الانتقاض بالقہقہۃ فتنبہ
یعنی جب کلام صاحب بحر کا نقل مذہب میں مختلف ہوا تو مشابہ تر قواعد فقہیہ سے وہ قول ہے جو زیلعی میں ہے کہ جس صورت میں اقتدا فاسد ہو بسبب نہ پائے جانے
کسی شرط کے جیسا کہ اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے تو اس صورت میں نماز اصل سے منعقد نہوگی اور اگر دو نمازوں کے مختلف ہونیکی جہت سے اقتدا فاسد ہوا تو نماز مقتدی
کی نفل غیر مضمون منعقد ہوگی یعنے اسکو فاسد کرنے سے قضا اسکے ذمہ لازم نہوگی اور ثمرہ خلاف کا وضو کا ٹوٹنا ہے قہقہہ سے یعنی صحت شروع کے قول پر وضو ٹوٹ جائیگا
کیونکہ قہقہہ اثنائے نماز میں پایا جائیگا اور عدم صحت کے قول پر وضو نجائیگا امام زیلعی کی تفصیل سے دونوں قولوں میں توفیق ہوگئی یعنی عدم صحت کی تصحیح اس صورت پر
محمول ہے کہ فساد اقتدا کسی شرط کے معدوم ہونے سے ہو اور صحت کی تصحیح اسپر محمول ہے کہ اقتدا فرضیت میں نہ رہی نفل میں باقی رہی ویمنع من الاقتداء صف من النساء
بلا حائل قدر ذراع او ارتفاعہن قدر قامۃ الرجل مفتاح السعادۃ اور منع کرتی ہے اقتدا سے عورتوں کی صف بدون ایسے حائل کے جو بمقدار ایک ہاتھ کے ہو یا بدون
انکے مرتفع ہونے کے آدمی کے قد کے برابر کذا فی مفتاح السعادۃ ہم عورتوں کی صف اگر پوری ہو تو جتنی صفیں مردوں کی انکے پیچھے ہونگی سب کی نماز فاسد ہوگی اور
اگر تین عورتیں ہونگی تو مردوں کی پچھلی صفوں میں سے تین تین محاذیوں کی نماز آخر صف تک فاسد ہوگی اور اگر دو عورتیں ہونگی تو صرف اول صف کے دو مردوں کی
نماز جائیگی جو انکے پیچھے سیدھ میں ہونگے اسیطرح ایک عورت سے بھی پیچھے ایک ہی مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے نہ آخر صفوف تک اور قیاس اسکا مقتضی ہے کہ اگر عورتیں تین
یا پوری صف ہوں تب بھی انکے محاذی مردوں کی ایک ہی صف میں نماز فاسد ہو پچھلی صفوں میں فساد نہ پہنچے اسلیے کہ اس ایک صف کے مرد اپنے پیچھے کے مردوں کے
لیے حائل ہو جاتے ہیں جیسے ایک یا دو عورتیں ہوتے ہیں مگر اس قیاس کو استحسان کی وجہ سے ترک کیا کیونکہ حضرت عمرؓ سے موقوفا اور مرفوعا ثابت ہے کہ جس شخص کے درمیان
اور اسکے امام کے بیچ میں نہر یا رستہ یا عورتوں کی صف ہو تو اسکی نماز نہیں تو معلوم ہوا کہ شارح نے جو حائل اور ارتفاع کا اعتبار کیا ہے یہ ایک یا دو عورتوں کے لیے ہے
صف میں بسبب حدیث مذکور کے حائل کا اعتبار نہیں کذا فی الشامی او طریق تجری فیہ عجلۃ آلۃ یجرہا الثور یا رستہ عام نافذ جسمیں گاڑی گذر سکے مانع اقتدا ہے شارح نے کہا کہ
عجلہ بفتحتین وہ آلہ ہے جسکو بیل کھینچتے ہیں او نہر تجری فیہ السفن ولو زورقا ولو فی المسجد یا مانع اقتدا ہے نہر جسمیں کشتیاں چل سکیں اگرچہ چھوٹی کشتی یعنے ڈونگی ہو اور اگرچہ
نہر مسجد میں ہو او خلاء ای فضاء فی الصحراء او فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس یسع صفین فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقا کان قام فی الطریق ثلثۃ

ولذا اشتان محمد الثانی لا واحد الثانی قالا نہ لو اشتہ صلوٰتہ صار وجودہ کعدمہ فی حق من خلفہ یا مانع اقتدا ہو خلا یعنی اتنا میدان جنگل میں یا بہت بڑی مسجدیں
مثل مسجد قدس کے کہ اسمیں گنجائش دو صفوں یا زیادہ کی ہو تو اس صورت میں مانع نہیں جبکہ صفیں ملی ہوئی ہوں تو صحیح ہو اقتدا مطلقاً یعنی اگر بیچ میں نہر یا راہ
نافذ ہو مختار اور میں اگر بیچ میں شخص کھڑے ہو جائیں تو صفیں متصل ہو جائینگی اور اسیطرح اگر دو کھڑے ہوں امام ابو یوسف کے نزدیک نہ ایک شخص بالاتفاق اسلیے کہ
تارہ ہونے نماز کیلیے شخص کے اسکا وجود مثل عدم کے ہو گیا ان لوگوں کے حق میں جو اسکے پیچھے ہیں یعنی ایک شخص کے رستہ میں کھڑے ہونے سے صفوں کا اتصال
ثابت نہوگا جیسا دو کا کھڑا ہونا طرفین کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے اور نہر کی صورت اتصال یہ ہے کہ پل پر صفیں ہوں یا کشتیاں باندھکر اس پر لوگ کھڑے ہو جائیں
اور صحرا کی قید اسلیے لگائی کہ گھر اور مسجد میں جگہ کا چھوٹنا مانع اقتدا نہیں اور اگرچہ صحیح تر قول میں مثل صحرا کے ہو اس میں بھی بدون اتصال صفوں کے اقتدا صحیح نہ ہو
اور بڑا مکان مثل جنگل کے ہے اور حد بڑے کی یہ ہے کہ جسکا صحن چالیس ہاتھ یا زیادہ کا ہو اور چھوٹے میں فاصلہ کا کچھ اعتبار نہیں یہی قول اول مختار ہے کذا فی الشامی و حائل لا یمنع
الاقتداء ان لم یشتبہ حال امامہ بسماع او رویۃ ولو من باب مشبک یمنع الوصول فی الاصح اور حائل یعنی آڑ کا ہونا درمیان امام و مقتدی کے مانع اقتدا نہیں اگر
مقتدی پر حال اسکے امام کا اسکی آواز سننے یا اسکو دیکھنے کے سبب مشتبہ نہو اگرچہ دیکھنا کھڑکی دار دروازہ سے ہو جو مانع امام تک پہنچنے کا ہو صحیح تر قول میں
طحطاوی نے البحر سے نقل کیا کہ سننا امام کی آواز کا یا مکبر کی آواز کا یکساں ہے اور دیکھنا امام کا یا اس کے امام کو دیکھنے والے دوسرے مقتدی کو دیکھنا و لم یختلف
المکان حقیقۃ کمسجد و بیت فی الاصح قنیۃ ولا حکما عند اتصال الصفوف اور حائل مانع اقتدا نہیں بشرطیکہ مکان حقیقۃ مختلف نہو جیسے مسجد اور گھر صحیح تر
قول میں کذا فی القنیہ اور نہ حکما مکان جدا ہو صفوں کے ملنے کے وقت یعنی اگر درمیان میں رستہ یا نہر ہو تو ہر چند دونوں کا مکان جدا ہے
مگر صفوں کے اتصال کی صورت میں حکما ایک ہی مکان ہے اسلیے مانع اقتدا نہیں ولو اقتدی من سطح دارہ المتصلۃ بالمسجد لم یجز لاختلاف المکان درر و بحر وغیرہ
واقرہ المصنف لکن تعقبہ فی الشرنبلالیہ و نقل عن البرہان وغیرہ ان الصحیح اعتبار الاشتباہ فقط قلت وفی الاشباہ وزواہر الجواہر و مفتاح السعادۃ انہ الاصح و
والنصاب والخانیۃ انہ الاصح وفی النہر عن الزاد انہ اختیار جماعۃ من المتاخرین اور اگر اقتدا کیا اپنے اس مکان کی چھت سے جو مسجد کے ساتھ ملا ہوا ہے تو جائز نہوگا بسبب
اختلاف مکان کے کذا فی الدرر والبحر وغیرہما اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے مگر اعتراض کیا ہے اس قول پر شرنبلالیہ میں اور برہان وغیرہ سے نقل کیا
کہ صحیح قول اعتبار کرنا صرف مشتبہ ہونے امام کے حال کا ہے نہ اختلاف مکان کا میں کہتا ہوں اور اشباہ اور زواہر الجواہر اور مفتاح السعادۃ اور تحفۃ الفتاوی اور
نصاب اور فتاوی قاضیخان میں ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور نہر الفائق میں زاد سے منقول ہے کہ یہی قول اختیار ہے ایک جماعت متاخرین کا اور فتاوی عالمگیری میں
ہے کہ مسجد کا ہمسایہ اگر امام مسجد کے پیچھے اپنے گھر میں اقتدا کرے تو درست ہے بشرطیکہ اسکے اور مسجد کے درمیان شارع عام نہو یا ہو مگر صفوں سے بھر گیا ہو و صح اقتداء
متوضئ لا ماء معہ بمتیمم ولو مع متوضئ بسور حمار مجتبی و بحر اور صحیح ہے اقتدا کرنا وضو والے کا جسکے ساتھ پانی نہیں پیچھے تیمم والے کے اگرچہ ساتھ وضو کرنے کے گدھے کے جھوٹے
پانی سے ہو کذا فی المجتبی والبحر مقتدی کے ساتھ پانی نہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر پانی اسکے ساتھ ہوگا تو امام کو پانی ملا سکیگا اس صورت میں اقتدا صحیح نہوگا کیونکہ
تیمم امام کا اسکے عقیدہ میں باطل ہے اور یہ موقت ہے کہ امام نے تیمم پانی کے نہ ہونے کی جہت سے کیا ہو اور اگر اور عذر سے کیا ہوگا تو اقتدا درست ہوگا گدھے کے جھوٹے
پانی سے وضو کرنے کے ساتھ تیمم کرنے کے یہ معنی کہ اول وضو کیا پھر تیمم کیا اور اگر وضو کرکے فرض بھی ادا کر لیا پھر تیمم کیا اور دوبارہ فرض پڑھی تو اقتدا درست نہوگا
کہ ادا کے فرض میں شک ہو گیا کذا فی الطحطاوی وغاسل بماسح ولو علی جبیرۃ اور درست ہے اقتدا ہونے والے کا پیچھے مسح کرنے والے کے اگرچہ مسح کسی زخم
کی بندش پر ہو یعنی جو شخص پانوں کو دھوتا ہو وہ موزہ پر مسح کرنیوالے کا اقتدا کر سکتا ہے اور جو شخص غسل یا وضو میں تمام اعضا کو دھوتا ہے وہ ایسے شخص کا اقتدا
کر سکتا ہے جسکے ایک عضو پر پٹیاں بندھی ہیں وقائم بقاعد یرکع و یسجد لانہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی آخر صلاتہ قاعدا وہم قیام وابوبکر یاتم بہ و یبلغ الناس تکبیرہ و بہ علم
جواز رفع المؤذنین اصواتہم فی جمعۃ وغیرہا یعنی اصل الرفع اما ما تعارفوہ فی زماننا فلا یبعد انہ مفسد اذ الصیاح ملحق بالکلام فتح اور درست ہے اقتدا کھڑے شخص کا

پیچھے بیٹھنے والے کے جو رکوع اور سجدہ کرتا ہو یعنی اشارہ سے نہ پڑھتا ہو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر نماز بیٹھ کر پڑھائی اور مقتدی کھڑے تھے
اور حضرت ابوبکر صدیقؓ لوگوں کو آواز آپ کے اللہ اکبر کی پہونچاتے تھے اور اس تکبیر کے پہونچانے سے معلوم ہوا جائز ہونا موذنوں کی آوازوں کے بلند کرنیکا
جمعہ وغیرہ میں یعنی اسی طرح بلند کرنا جائز ہے اور یہ جو ہمارے زمانہ میں موذنوں نے رائج کر لیا ہے وہ بعید نہیں کہ مفسد انکی نماز کا ہو کیونکہ چیخنا کلام کے ساتھ ملحق ہے
کذا فی فتح القدیر ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز اس طرح پڑھائی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھاویں جب حضرت صدیقؓ
نے شروع کر لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ مرض سے پایا تو آپ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے سے اٹھ کر جماعت میں تشریف لائے اور
حضرت صدیقؓ کے بائیں طرف بیٹھے حضرت صدیق قراءت سے رک گئے اور پیچھے کو ہٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور لوگوں کو بیٹھے ہوئے نماز پڑھائی اور
صدیقؓ اکبر آپ کے اللہ اکبر کی آواز لوگوں کو سناتے تھے اور یہ نماز ظہر کی تھی اور تکبیر کا آواز بلند کرنا بالاتفاق درست ہے جبکہ جماعت میں امام کی آواز نہ پہونچتی ہو اور اگر جماعت
کی نہ ہو تو تکبیر کا بولنا چاروں مذہب میں مکروہ ہے کذا فی الدرر و بحلیۃ وقائم باحدب وان بلغ حدبہ الرکوع علی المعتمد وکذا باعرج وغیرہ اولی اور درست ہے اقتدا کھڑے ہونیوالیکا
پیچھے کوبڑ نکلے ہوئے کے اگرچہ اسکا کوبڑ رکوع کو پہونچ گیا ہو قول معتمد پر یعنی تجنیس کے قول پر بخلاف ... اور اسی طرح قائم کا اقتدا پیچھے لنگڑے کے درست ہے کیونکہ لنگڑا اور کبڑا
بیٹھے ہوئے شخص سے کم نہیں اور غیر لنگڑے کا بہتر ہے یعنی لنگڑے کے سوا دوسرے کا امام ہونا بہتر ہے شامی نے کہا کہ یہاں خصوصیت لنگڑے کی نہیں بلکہ تمام اور نقصانوں کے
غیر انکی نسبت کراہت میں اولی ہیں ومؤم بمثلہ الا ان یومی الامام مضطجعا والمؤتم قاعدا او قائما ہو المختار اور صحیح ہے اقتدا اشارہ سے پڑھنے والیکا پیچھے اپنے مثل کے مگر یہ کہ امام لیٹ کر
اشارہ کرتا ہو اور مقتدی بیٹھ کر یا کھڑا ہو کر اشارہ کرتا ہو کہ اس صورت میں اقتدا صحیح نہیں اسوجہ سے کہ مقتدی امام کی نسبت قوی الحال ہے کذا فی البحر یہی قول مختار ہے ومتنفل بمفترض
فی غیر التراویح فی الصحیح خانیۃ وکانہ لانہا سنۃ مخصوصۃ فیراعی وضعہا الخاص للخروج عن العہدۃ اور درست ہے اقتدا نفل پڑھنے والیکا پیچھے فرض پڑھنے والیکے سوائے تراویح کے
صحیح قول میں کذا فی الخانیۃ یعنی تراویح میں اقتدا فرض پڑھنے والیکے پیچھے صحیح نہیں اور غالبا عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ تراویح سنت مخصوص ہے تو اسکے عہدہ سے باہر آنے کیلیے
اسکی وضع خاص کا لحاظ کیا جائیگا ۔ امام سے یہ اعتراض ہے کہ نفل کی ہر رکعت میں قراءت فرض ہے اور فرض کے دوگانہ اخیر میں سنت تو اخیر دوگانہ میں اقتدا فرض والیکا پیچھے سنت
والیکے لازم آویگا حالانکہ یہ درست نہیں اسکا یہ جواب ہے کہ مقتدی اقتدا کی جہت سے امام کا تابع ہے قراءت کے باب میں اسی جہت سے قراءت اسکے حق میں ان دونوں رکعتوں میں
سنت ہوگی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ شارح کے صح اقتداء متنفل بمتنفل صحیح ہے اقتدا نفل پڑھنے والیکا پیچھے نفل پڑھنے والیکے ومن یری الوتر واجبا بمن یراہ سنۃ
اور صحیح ہے اقتدا اس شخص کا جو وتر کو واجب سمجھتا ہے پیچھے اس شخص کے جو وتر کو سنت سمجھتا ہے یعنی اس شرط سے کہ امام وتر کو ایک سلام سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ومن اقتدی
فی العصر وہو مقیم بعد الغروب بمن احرم قبلہ للاتحاد اور درست ہے اقتدا اس شخص کا کہ وہ مقیم ہو اور عصر کی نماز میں غروب کے بعد ایسے شخص کا اقتدا کرے جسنے نیت عصر کی غروب سے پیشتر
کی ہو بسبب متحد ہونے دونوں کی نماز کے ۔ مقیم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر مسافر بعد وقت نکلنے کے اقتدا کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ پیشتر گذرا طحطاوی نے کہا کہ للاتحاد دونوں
مسئلوں کی علت ہے نفل میں تو اتحاد ظاہر ہے اور وتر میں اسلیے کہ اعتقاد واختلاف میں ہے نہ عمل و تمہ ہونے میں اور تیسرے مسئلہ میں دونوں کی نماز عصر ہی اس دن کی واذا
ظہر حدث امامہ وکذا کل مفسد فی رای مقتدیہ بطلت فیلزم اعادتہا لتضمنہا صلوۃ المؤتم صحۃ وفسادا اور جبکہ ظاہر ہو جاتا مقتدی کو بے وضو ہونا اسکے امام کا تو اسکی نماز باطل ہو گئی
ہر سے منعقد نہوگی تو لازم ہوگا اسکا اعادہ کیونکہ نماز امام کی مقتدی کی نماز کو متضمن ہے صحت اور فساد میں شارح نے کہا اور ایسا ہی حکم ہے ظاہر ہونے ہر مفسد کا مقتدی کے اعتقاد
میں یعنی اگر گواہوں سے یا امام کے اقرار سے معلوم ہوا کہ امام نے بے وضو نماز پڑھی یا کوئی اور مفسد نماز اس سے سرزد ہوا تو مقتدی کو فرض پھر پڑھنی چاہییں اسلیے کہ امام کی
نماز کے فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی اور لفظ باطل اور اعادہ کا ماتن کے کلام میں بےمحل ہے اسلیے کہ باطل اصطلاح میں اسکو کہتے ہیں جو منعقد ہو کر فاسد ہو
اور اعادہ اس مقام پر بولتے ہیں کہ جبر نقصان کے لیے دوبارہ پڑھے اور یہاں یہ صورت متحقق نہیں ہاں اگر یہ کہا جاوے کہ مجازاً ایسا کہدیا ہے تو ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی
کما یلزم الامام اخبار القوم اذا امہم وہو محدث او جنب او فاقد شرط او رکن ہل علیہم اعادتہا ان عدلا نعم والا ندبت وقیل لا لفسقہ باعترافہ ولو زعم انہ کافر لم یقبل منہ لان الصلوۃ

دلیل الاسلام وجبر علیہ جیسے الائمہ ہے امام کو خبر دینا قوم کو جبکہ وہ امام ہو اور انکا حال اگر وہ بے وضو تھا یا ناپاک یا نجاست والا کسی شرط کا یا رکن کا اور کیا واجب ہے مقتدیوں پر
دوبارہ پڑھنا نماز کا امام کے خبر دینے سے جواب یہ ہے اگر امام سچا ہے تو ان پر واجب ہے اور اگر عادل نہیں تو اعادہ مستحب ہے اور بعضوں نے کہا کہ اعادہ نہیں ہے بسبب فاسق ہونے امام کے
اپنے اقرار سے یعنی اگر دانستہ امام نے حالت بے وضو یا ناپاکی وغیرہ میں امامت کی اور پھر لوگوں کو آگاہ کر دیا تو خود اپنی زبان سے فاسق ہو گیا اور دین کے باب میں فاسق کا قول صحیح
نہیں اسلیے اسکے خبر دینے سے اعادہ نماز کا نہیں لازم اگرچہ احتمال ہو کہ امام نے براہ دین ایسا اقرار کیا تو اعادہ کریں کذا فی الشامی اور اگر امام نے نماز پڑھانے کے بعد کہا کہ وہ شخص
کافر ہے تو یہ قول اُسکا نہ مانا جائیگا کیونکہ نماز پڑھنا مسلمان ہونیکی دلیل ہے اور امام پر جبر کیا جائیگا مسلمان ہونے کے لیے کیونکہ اس کلام سے وہ مرتد ہو گیا بالقدر الممکن بلسانہ
او بکتابہ اور یہ معمول علی الاصح لوجوبہ بینہ فی الایلاء من بحر عن المعراج وصحح فی مجمع الفتاوی عدمہ مطلقا لکونہ عن خطاء معفو عنہ لکن الشروح مرجحۃ علی الفتاوی امام کے ذمہ
خبر دینا جسطرح کہ ہو سکے اپنی زبان سے کہکر یا خط لکھکر یا قاصد بھیجکر لازم ہے یہ صحیح تر قول ہے کیونکہ جب کہ مقتدی جو ہیں اونکو معلوم ہوں اور اگر معلوم نہ ہوں تو خبر دینا اسپر لازم
نہیں کذا فی البحر عن المعراج حلبی نے کہا کہ اگر تھوڑے سے معلوم ہوں اور تھوڑے سے نامعلوم تو معلوم کو خبر دینا لازم ہے اور تصحیح کی ہے مجمع الفتاوی میں نہ خبر دینے کی مطلقا اسلیے کہ خواہ
نماز کا فاسد ہونا بالاتفاق ہو یا مختلف فیہ بسبب خطا ہے اس فعل امام کے خلاف کے طلب ہے جس میں درگذر کی گئی ہے لیکن شروحین میں ترجیح وتکمیل ہیں فتاوی پر یعنی خبر دینا صحیح ہے
شرح ہدایہ اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں مذکور ہے تو ترجیح فتاوی کا قول اسکے سامنے قابل التفات نہیں شامی نے کہا کہ بالاتفاق قول ثابت ہے اور علی الاصح ...
یلزم سے واذا اقتدی امی وقاری بامی فقط فصلاتہ الکل باطلۃ لقدرۃ علی القراءۃ بالاقتداء بالقاری سواء علم به اولا نواہ اولا علی المذہب وکذا لو استخلف الامام امیا فی الاخریین
ولو فی التشہد الا بعدہ فیصح بخروجہ بصنعہ ولذا صحیح صلوۃ قوم لان کل رکعۃ صلوۃ فلا تخلو عن القراءۃ ولو تقدیرا اور جبکہ اقتدا کیا ایک امی اور ایک قاری نے پیچھے امی کے تو نماز سب کی
فاسد ہو گی بسبب قادر ہونے امیوں کے قرات پر قاری کے پیچھے پڑھنے سے برابر ہے کہ امام کو علم قاری کا ہو یا نہو اور نیت قاری کی کی ہو یا نکی ہو بسبب قوی ہونے
شامی نے زیلعی سے نقل کیا کہ وجہ اسکی یہ ہے کہ فرائض کا حال علم اور جہالت سے بدلتا نہیں اور جب علم شرط نہوا تو نیت بھی بطریق اولی شرط نہو گی انتہی یا خلیفہ کرے امام
کسی امی کو پچھلی دو رکعتوں میں اگرچہ تشہد میں خلیفہ کرے فاسد ہو گی نماز سب کی اسلیے کہ ہر رکعت نماز خالی رہی تو خالی نہو گی کوئی رکعت قرات سے اگرچہ قرات تقدیری
ہو اور امی میں قرات تقدیری بھی نہیں کیونکہ وہ اہل ہی نہیں تو امام نے ایسے کو خلیفہ کیا جسمیں صلاحیت امامت کی نہیں اسلیے نماز مقتدیوں کی فاسد ہو گی اور امام
کی نماز عمل کثیر کی جہت سے فاسد ہوئی اور مقتدیوں کی نماز امام کی نماز پر مبنی تھی کذا فی البحر شارح نے کہا اور بعد تشہد کے خلیفہ کرنے سے تو نماز درست ہو گی بسبب خارج ہونے
امام کے اپنے فعل یعنی بسلام سے وصحت لو صلی کل من الامی والقاری وحدہ فی الصحیح اور صحیح ہے نماز اگر پڑھی ہر ایک امی اور قاری نے تنہا قول صحیح میں
صحیح کا مقابل قول ابو حازم کا ہے کہ نماز امی کی اس صورت میں بھی جائز نہیں بقیاس مسئلہ گذشتہ اور ہدایہ میں قول اول کو صحیح کہا ہے کذا فی الشامی بخلاف حضور
الامی بعد افتتاح القاری اذا لم یقتد به وصلی منفردا فانہا تفسد فی الاصح لما مر بخلاف آنے امی کے بعد شروع کرنے قاری کے جبکہ قاری کا اقتدا نہ کرے اور
تنہا نماز پڑھے کہ نماز امی کی فاسد ہو گی صحیح تر قول میں اسوجہ سے کہ سبب گذر گئی یعنی امی نے باوجود قدرت علی القراءۃ کے قرات کو ترک کیا اگر قاری کے پیچھے پڑھتا تو اسکی
قرات اسکی بھی قرات ہو جاتی واعلم ان المدرک من صلاہا کاملۃ مع الامام واللاحق من فاتتہ الرکعات کلہا او بعضہا لکن بعد اقتدائہ اور جان کہ مدرک وہ مقتدی ہے
جسنے نماز کی پوری رکعتیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں اور لاحق وہ مقتدی ہے جسنے کل رکعات یا تھوڑی سی رکعتیں امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں مگر اقتدا کر چکنے کے بعد یہ رکعتیں
فوت ہوئی ہوں بعذر کغفلۃ وزحمۃ وسبق حدث وصلوۃ خوف ومقیم ائتم بمسافر فوت ہونا کل یا بعض رکعات کا کسی عذر سے ہو مثلا غفلت سے یا بھیڑ سے یا وضو جاتے
رہنے سے یا خوف کی نماز سے یا مقیم کا اقتدا کرے مسافر کے پیچھے غفلت کی صورت یہ ہے کہ مقتدی اقتدا کے بعد غافل ہو گیا یہانتک کہ امام نے سب نماز یا بعض پڑھ لی اور
انبوہ کی صورت یہ ہے کہ مثلا جمعہ میں اقتدا کیا اور لوگوں کی کثرت کے باعث ایک رکعت امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا اور بے وضو ہو جانے سے مقتدی اور امام دونوں لاحق ہو جاتے ہیں
امام کے لاحق ہونیکی یہ صورت ہے کہ جب امام وضو کو گیا تو جسکو خلیفہ کر گیا تھا اسنے اس اثنا میں کل یا بعض رکعات پڑھ لیں اور خوف کی نماز اسطرح ہوتی ہے کہ امام فوج کے دو

کرکے ایک کو نماز پڑھاوے اور دوسرے کو مقابل دشمن کے کھڑا کرے تب پہلا حصہ یعنی نماز امام کے ساتھ پڑھ لے تو وہ دشمن کے سامنے جاوے اور دوسرا امام کے پیچھے آوے
کرے چنانچہ صلوۃ خوف میں بیان ہوگا تو پہلا حصہ لاحق ہوگا جو شارح نے مراد لیا ہے اور دوسرا حصہ مسبوق ہے وہ مراد نہیں اور مقیم جو مسافر کے پیچھے ہے یعنی چار رکعتوں والی نماز
میں مقیم کو امام کے فارغ ہونے کے بعد دو رکعتیں بلا پڑھے پڑھنی پڑینگی اُن دونوں میں مقیم کا حکم لاحق کا ہے وکذا بلا عذر بان سبق امامہ فی رکوع وسجود فانہ یقضی رکعۃ اور اسیطرح ہو فوت
ہونا رکعات کا بلا عذر اسطرح کہ مقتدی اپنے امام سے پیشتر ایک رکوع اور سجدہ کرے تو وہ ایک رکعت قضا کریگا اور اس رکعت کے پڑھنے میں لاحق ہوگا و حکمہ کمؤتم فلا یاتی بقراءۃ ولا
سہو ولا یتغیر فرضہ بنیۃ اقامتہ ویبدأ بقضاء ما فاتہ اور حکم لاحق کا مقتدی کی طرح ہے یعنی فوت شدہ رکعت میں قرات نہ پڑھے اور اگر اسکے پڑھنے میں کچھ سہو ہو جاوے تو سجدہ سہو نکرے
اور اسکا فرض نہ بدلیگا اقامت کی نیت سے یعنی اگر مسافر لاحق ہوگیا اور فوت شدہ نماز کے پڑھنے میں نیت اقامت کی کرلے تو دو ہی رکعت اسکے ذمہ رہینگی چار نہ ہو جائینگی اور شروع
اداکرنا فوت شدہ کا یعنی لاحق اول وہ رکعت پڑھے جو فوت ہوگئی پھر امام کی متابعت کرے عکس المسبوق مسبوق کے برعکس ہے یعنی چاروں باتوں مذکورہ بالا میں لاحق مسبوق
برعکس ہے تو مسبوق اپنی باقی نماز میں قرات پڑھیگا اور اگر اسمیں سہو کریگا تو سجدہ سہو کرنا پڑیگا اور نیت اقامت سے اسکا فرض بدل جائیگا دو کی جگہ چار رکعتیں پڑھنی ہونگی اور اول امام
کی متابعت کریگا بعد اسکے فارغ ہونیکے باقی نماز پڑھیگا ثم یتابع امامہ ان امکنہ ادراکہ والا تابعہ ثم صلی ما نام فیہ بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بہا ان کان مسبوقا ایضا پھر لاحق بعد اداکرنے
فوت شدہ نماز کے اپنے امام کی متابعت کرے اگر امام کا پالینا اسکو ممکن ہو ورنہ متابعت امام نکرے پھر اگر لاحق مسبوق بھی ہے تو اول وہ نماز بے قرات پڑھے جسمیں مثلا سوگیا ہو
اسکے بعد وہ پڑھے قرات کے ساتھ جسمیں مسبوق ہوا ہے صورت لاحق اور مسبوق ہونیکی یہ ہے کہ ایک شخص مثلا ظہر کی دوسری رکعت میں شریک ہوکر لاحق ہوگیا یعنی تیسری
چوتھی رکعت اسکو نملی تو اب وہ تیسری اور چوتھی کو بلا قرات پڑھے پھر اول رکعت کو قرات کے ساتھ پڑھے شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت فہم مطلب سے قاصر ہے
کہ شارح یوں کہتا ویبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قراءۃ عکس المسبوق ثم یتابع امامہ ان ادرکہ ثم ما سبق بہ یعنی شروع کرے قضا سے مافات کو بدون قرات کے برعکس مسبوق کے پھر
متابعت امام کی کرے اور اگر اسکو نماز میں پاوے پھر وہ نماز پڑھے جسمیں مسبوق ہوگیا ہے تاکہ عبارت مختصر اور تفہیم غرض کے لیے واضح تر ہوتی غرضکہ شارح کا قول والا تابعہ الخ
بیموقع ہے اسلیے مترجم نے اسکا ترجمہ اور طور پر کیا و لو عکس صح واثم لترک الترتیب اور اگر لاحق اسکا عکس کرے یعنی اول وہ رکعت پڑھے جسمیں مسبوق ہوا پھر وہ جسمیں لاحق ہوا تو نماز صحیح
ہوگی اور گنہگار ہوگا بسبب ترک ترتیب رکعات کے جو واجب ہے اور امام زفر کے نزدیک اسکی نماز صحیح نہوگی کیونکہ ترتیب رکعات انکے نزدیک فرض ہے کذا فی الشامی والمسبوق من سبقہ
الامام بہا او ببعضہا اور مسبوق وہ مقتدی ہے جس سے پیشتر امام سب رکعتیں یا بعض رکعتیں پڑھ چکا ہو یعنی مثلا اگر آخیر رکعت کے رکوع کے بعد ملا ہوگا تو سب رکعتوں میں مسبوق ہوگا ورنہ
بعض میں غرضکہ مقتدی چار طرح کے ہوتے ہیں اول مدرک دوم لاحق سوم مسبوق چہارم وہ جو لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی وہو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع الامام لعدم الاعتداد
بہا لکراہتہا مفتاح السعادۃ اور مسبوق منفرد ہوتا ہے یہانتک کہ وہ سبحانک اللہم الخ اور اعوذ اور قرات پڑھے اگرچہ امام کے ساتھ اُسنے قرات پڑھی ہو کیونکہ امام کے پیچھے قرات مکروہ
ہونیکی جہت سے اسکا کچھ شمار نہیں وجود و عدم برابر ہے کذا فی مفتاح السعادۃ فیما یقضیہ ای بعد متابعتہ لامامہ فلو قبلہا فالاظہر الفساد اور مسبوق منفرد ہے اُس نماز میں کہ قضا کرے
یعنے وہ نماز جو امام کے ساتھ نہیں ملی اسکے پڑھنے میں منفرد ہے شارح نے کہا کہ فوت شدہ کو ادا کرے بعد متابعت اپنے امام کے یعنی امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑھے پس اگر قبل متابعت
یعنے اثنائے متابعت میں پڑھیگا تو ظاہر تر نماز کا فاسد ہونا ہے اسلیے کہ منفرد ہونا اسکے محل میں درست نہیں ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ وآخرہا فی حق تشہد فمدرک رکعۃ
من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشہد بینہما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلہا اور مسبوق قرات کے باب میں اول اپنی نماز کا اور تشہد کے باب میں آخر اپنی
نماز کا پڑھے یعنی فوت شدہ نماز کو قرات کے حق میں شروع نماز سمجھے اور تشہد کے حق میں امام کے ساتھ پڑھی ہوئی کو بھی ملالیوے اب شارح اسپر تفریع کرتا ہے کہ پانیوالا ایک
رکعت کا فجر کے سوا دوسری نمازوں میں سے بقیہ نماز اسطرح پڑھے کہ دو رکعتیں اول فاتحہ اور سورہ کے ساتھ ادا کرے اور انکے درمیان میں تشہد کے ساتھ ادا کرے یعنی ایک رکعت
مع الحمد وسورہ پڑھکر بیٹھے کیونکہ تشہد دو رکعتوں کے بعد ہوتا ہے اور اُسنے ایک امام کے ساتھ پڑھلی ہے پھر تیسری رکعت مع الحمد وسورہ پڑھے اور چوتھی رکعت چار
رکعت والی نماز کی صرف الحمد کے ساتھ ادا کرے اور اُس سے پیشتر یعنے تیسری کے آخر میں نہ بیٹھے ہم فیض میں مصنفی سے ہے کہ امام اعظم کے نزدیک مسبوق اسطرح پڑھے

فرض ہی ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی اسلیے کہ سجدۂ صلبی فرض ہی اور سجدۂ تلاوت گو واجب ہی مگر چونکہ یہ سجدہ قعدہ اخیرہ کو معدوم کردیتا ہی اسلیے اسکے بعد کا قعدہ فرض ہی اگر
تو متابعت امام کی فرض میں فرض ہی اُسکے ترک کرنے سے نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الحلبی وهذا كله قبل التقييد بالقيام اليه بسجدة اما بعده فتفسد في صلبية مطلقا وكذا تلاوية
وسهوية ان تابع والا لا اور یہ سب یعنی مسبوق کا عود کرنا اور سجدہ سہو اور صلبی اور تلاوت میں امام کی متابعت کرنی اُسوقت تک ہی کہ جس رکعت کو مسبوق کھڑا ہوا ہی اُسکو سجدہ
کے ساتھ مقید نکیا ہو اور سجدہ سے مقید کرنے کے بعد تو صلبی سجدہ میں نماز مطلقاً فاسد ہوگی خواہ متابعت کرے یا نکرے کیونکہ وہ منفرد ہوگیا حالانکہ اُس سے وہ رکن سجدہ اور
قعدہ رہ گیا اور ایک رکعت پوری کرنے کے متابعت سے عاجز ہی لہذا نماز فاسد ہوگی کذا فی الحلبی اور اسیطرح نماز فاسد ہوگی سجدۂ تلاوت اور سجدہ سہو میں اگر مسبوق متابعت کریگا
اسلیے کہ ایک رکعت کو پورا کرنے سے حالت انفراد مستحکم ہوچکی اب وہ متروک نہیں ہوسکتی اور متابعت سے اسکا ترک لازم آتا ہی کذا فی الشامی اور اگر متابعت نکریگا تو نماز فاسد نہوگی
کیونکہ سجدۂ سہو تو واجب ہی اور سجدۂ تلاوت سے جو قعدۂ اخیرہ جاتا رہا تو اسکا وقت گیا کہ مسبوق پہلے منفرد ہوچکا تھا وہ مسبوق پر لازم نہوگا اور یہی وجہ نماز فاسد نہوگی کذا فی الحلبی
ولو سلم ساهيا ان بعد امامه لزمه السهو والا لا اور اگر مسبوق نے بھول کر سلام پھیرا تو اگر بعد امام کے پھیرا تب تو اُسپر سجدہ سہو لازم ہی کیونکہ وہ اس حالت میں منفرد ہی اور اگر ایسا نہیں
یعنی امام سے پیشتر پھیرا یا اُسکے ساتھ ہی پھیرا تو سجدۂ سہو لازم نہیں کیونکہ وہ دونوں صورتوں میں مقتدی ہی اور مقتدی کے سہو سے مقتدی پر کچھ لازم نہیں فان قام
امامه لخامسة فتابعه ان بعد القعود تفسد والا لا حتى يقيد الخامسة بسجدة اور اگر مسبوق کا امام پانچویں رکعت کو کھڑا ہوگیا اور مسبوق نے اُسکی متابعت کی تو اگر امام بعد قعدہ اخیرہ
کے کھڑا ہوا ہی تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ انفراد کی جگہ میں اقتدا کریگا اور اگر امام نے قعدہ اخیرہ نہیں کیا اور کھڑا ہوگیا تو نماز مسبوق کی فاسد نہوگی اسلیے کہ امام
کی نماز بھی پوری نہیں ہوئی تو متابعت سے کچھ ضرر نہیں جبتک کہ امام پانچویں رکعت کو سجدہ سے مقید کرے کیونکہ پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے امام کی نماز
نفل ہوجائیگی اسلیے مسبوق کی نماز فاسد ہوگی ولو ظن الامام السهو فسجد له فتابعه فبان ان لا سهو فالاشبه الفساد لاقتدائه في موضع الانفراد اور اگر امام نے اپنے ذمہ
سہو کا گمان کرکے سجدہ سہو کے لیے کیا اور مسبوق نے اُسکی متابعت کی پھر ظاہر ہوا کہ امام پر سہو نہ تھا تو مشابہ تر قواعد فقہ سے فاسد ہونا نماز مسبوق کا ہی بسبب اقتدا
کرنے مسبوق کے انفراد کی جگہ میں مگر شامی نے فیض سے نقل کیا کہ عدم فساد پر فتویٰ ہی اور فقیہ ابو اللیث نے عدم فساد کی وجہ بیان کی کہ اس زمانہ میں قاریوں پر جہالت غالب ہی

باب الاستخلاف

یہ باب ہی خلیفہ کرنے کے احکام میں یعنی اگر امام کو اثنائے صلوٰۃ میں مانع صلوٰۃ پیش آوے اور دوسرے شخص کو اپنا نائب کردے اُسکے احکام اس باب میں مذکور ہیں طحطاوی نے
کہا کہ سین اور تا استخلاف میں زائد ہیں کیونکہ مقصود بیان خلیفہ کا ہی نہ طلب کرنا خلیفہ کا اور چونکہ استخلاف اس حدث کے ہونے پر مشروط ہی جو بنا کا مانع ہو اسلیے شارح نے
عنوان میں بنا ہی کو ذکر کیا اور کہا اعلم ان لجواز البناء ثلثة عشر شرطا جان لے کہ بنا کے جائز ہونے کے لیے تیرہ شرطیں ہیں کون الحدث سماويا پہلی شرط ہونا حدث کا ہی
آسمانی یعنی حدث میں اور اُسکے سبب میں بندہ کو اختیار نہ ہو اگر حدث اختیاری ہوگا تو بنا درست نہوگی نماز نئے سر سے پڑھنی پڑیگی من بدنه دوسری شرط ہی ہونا حدث کا نمازی
کے بدن سے یعنی خارج بدن سے نجاست مانع نماز نہ لگے غير موجب لغسل تیسری شرط یہ ہی کہ وہ حدث موجب غسل کا نہو مثلاً سونے سے انزال نہ ہوگیا ہو ولا نادر الوجود
اور چوتھی شرط ہی حدث کا نادر الوجود نہ ہونا اس سے کھلکھلا کر ہنسنا اور بیہوشی نکل گئی ولم يؤد ركنا مع حدث اور پانچویں شرط یہ ہی کہ نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتھ
نہ ادا کیا ہو مثلاً سجدہ میں حدث ہوا اور اپنا سر بقصد ادا اُٹھایا تو نماز از سرنو پڑھے او مشی اور چھٹی شرط یہ ہی کہ کوئی رکن چلنے کے ساتھ نہ ادا کیا ہو مثلاً جب نماز میں سے وضو کرنے گیا
اور جاتے وقت لوٹتے وقت قرات پڑھتا آیا تو بنا نہ ہوسکیگی ولم يفعل منافيا اور ساتویں شرط یہ ہی کہ کوئی فعل مخالف نماز نہ کیا ہو مثلاً کھانا نکھایا ہو یا پانی نہ پیا ہو ورنہ از سرنو نماز پڑھے
او فعلا له منه بد اور آٹھویں شرط یہ ہی کہ کوئی کام ایسا بھی نہ کیا ہو جس سے نمازی کو چارہ ہو مثلاً پانی پاس تھا اور بلا ضرورت دور چلا گیا ولم يتراخ بلا عذر كزحمة اور نوین
شرط یہ ہی کہ بعد حدث بلا عذر کے دیر نہ کی ہو عذر جیسے انبوہ کا ہونا تو اگر بدون انبوہ کے مقدار ادا کرنے رکن کے توقف کریگا مثلاً تو نماز فاسد ہوجائیگی اور بنا جائز نہوگی ولم يظهر
حدثه السابق کمضی مدة مسحه اور دسویں شرط یہ ہی کہ اس حدث سے پیشتر کا کوئی حدث ظاہر نہوا ہو جیسے گذر جانا مدت نمازی کے موزہ کی مسح کی کہ اس صورت میں بھی نماز فاسد

وہ نماز کے اندر ہوگا اسی لیے نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک خروج بصنعہ فرض نہیں تو قعدۂ اخیرہ پر فرائض نماز تمام ہوجاینگے اسلیے نماز صحیح ہوگی اور کرخی
کے قول کے بموجب امام کے نزدیک بھی خروج بصنعہ فرض نہیں تو اس صورت میں وجہ بطلان نماز یہ ہے کہ فرض میں تغیر ہوتا ہے مثلاً تیمم والے نے بعد قعدۂ اخیرہ
پانی پر قدرت پائی تو اسکے حق میں پہلے فرض تیمم تھا اب تغیر ہوکر وضو ہوگیا کذا فی الشامی وہی ما ذکرہ بقولہ کما تبطل لو فرع بالفاء کذا فی الدرر کان اولی لقدرۃ المتیمم علی الماء
اور وہ بارہ مسئلے ہیں جو مصنف نے قول آئندہ میں ذکر کرتا ہے چنانچہ باطل ہوتی ہے نماز بسبب قادر ہونے تیمم کرنیوالے کے پانی پر یعنی باعث نہ ملنے پانی کے یا نہ استعمال
کرسکنے کے تیمم کرکے نماز پڑھی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد پانی پایا کہ ایک نظر آگیا یا اُسکے استعمال پر قادر ہوگیا تو امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح شارح
نے کہا کہ اگر مصنف لفظ کما کی جگہ فاء کے ساتھ تفریع کرتا جیسا درر میں ہے تو اچھا ہوتا اسلیے کہ کاف سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اوپر جو بطلان نماز کا ذکر ہے وہ ان مسائل کے سوا میں ہوا اور
وہ انہیں مسائل میں مخصوص ہے ہم نے پہلا مسئلہ اسی بارہ میں کا والا مسئلہ رؤیۃ المتوضی المؤتم بمتیمم الماء فقط لما اختلاف فرق فقط و مقتضب لفظ الا و مسئلہ پانی دیکھنے وضو والے
کا پیچھے تیمم والے کے اسمین صرف خلاف زفر کا ہے کہ اُنکے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی اور ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک اُسکا وضو باطل ہوجاتا ہے یعنی نفل ہوجاتی ہے ہم جواب ذکر
زیلعی کے اعتراض کا کرتے ہیں اعتراض زیلعی کا یہ تھا کہ اول مسئلہ میں جو قدرت تیمم کے خلاف ہے اس سے کچھ فائدہ نہیں اسلیے کہ اگر وضو کرنیوالا تیمم والے کے پیچھے پڑھتا ہو اور وہ پانی
دیکھے تب بھی نماز باطل ہوتی ہے کیونکہ اُسکے عقیدہ میں امام پانی پر قدرت رکھتا ہے تو تیمم سے امام کی نماز درست نہوگی گو واقع میں امام کی نماز پوری ہے شارح نے جواب دیا
کہ ذکر اُن مسائل کا ہے جنمیں اختلاف مابین امام اعظم اور صاحبین کے ہے اور اس مسئلہ میں تینون میں کچھ اختلاف نہیں سبکے نزدیک فاسد ہوجاتی ہے البتہ خلاف زفر کا ہے
وہ فاسد نہیں کہتے کذا فی الشامی ومضی مدۃ مسحہ ان وجد ماء ولم یخف تلف رجلہ من برد والا مضی علی الاصح کما مر فی بابہ دوسرا مسئلہ بارہ میں کا گذرنا مدت
کے مسح کا ہے جس صورت میں کہ پانی پاوے اور اپنے پاؤن کے جاتے رہنے کا سردی کے سبب خوف نکرے اور اگر مدت مسح کے پورا ہونے پر پانی نہ پاوے یا پانی ہو مگر
سردی کے باعث دھو نہ سکے تو نماز پڑھی جاوے صحیح تر قول کے بموجب جیسا کہ باب المسح میں گذرا وتعلم امی آیۃ ای تذکرہ او حفظہ بلا صنع ولو کان الامی مقتدیا بقاری
علی ما علیہ الاکثر لکن فی الظہیریۃ صحح الصحۃ قال الفقیہ وبہ ناخذ تیسرا مسئلہ سیکھنا امی کا ہے آیت کو یعنی خود اُسکو یاد آگئی یا دوسرے سے سنکر یاد ہوگئی بدون اختیار کے
اگرچہ امی مقتدی ہو قاری کے پیچھے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی امام کے نزدیک بنا بر اُس قول کے جسپر اکثر فقہا ہیں لیکن ظہیریہ میں صحت نماز کی تصحیح کی ہے فقیہ
ابو اللیث نے کہا کہ ہم اسی قول کو لیتے ہیں ہم بحر الرائق میں کہا کہ وجہ صحیح ہونے مقتدی کی نماز کی یہ ہے کہ امام کی قراءت اُنکی قراءت ہے تو اُنکی نماز کا شروع کامل طور پر تھا اور
آخر میں آیت کے سیکھنے سے قوی کی بنا ضعیف پر لازم نہیں آتی اس سے معلوم ہوا کہ اگر نمازی منفرد ہوگا تو مسئلہ مختلف فیہ باقی رہیگا ووجود العاری ساترا تصح
الصلوۃ فیہ چوتھا مسئلہ پانا برہنہ کا ایسے لباس کو جس سے نماز درست ہو یعنی پاک ہو اور ستر عورت کے لیے کافی ہو مثلاً او مصلی بنجاسۃ وجد ما یزیلہا او تقنعت الامۃ فوراً
اور اس مسئلہ کے مانند ہے اگر نماز پڑھی نجاست کے ساتھ پھر بعد تشہد کے اُس چیز کو پایا جو نجاست دور کرے تو اس صورت میں بھی امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی
یا لونڈی بعد تشہد کے آزاد ہوئی اور اُسنے فوراً سر کو نہ چھپایا تب بھی نماز جاتی رہیگی ہم یہ دو مسئلے شارح نے زائد کیے ہیں ونزع الماسح خفہ الواحد بعمل یسیر فلو بکثیر تمت اتفاقا
پانچوان مسئلہ نکالنا مسح کرنیوالے کا اپنے ایک موزہ کو تھوڑے سے عمل سے مثلاً موزہ ڈھیلا تھا ادنی حرکت سے پاؤن سے نکل گیا تو نماز باطل ہوجائیگی اور اگر
عمل کثیر سے نکالیگا تو نماز پوری ہوجائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے کیونکہ عمل کثیر میں نماز سے اپنے اختیار سے باہر آنا پایا جاتا ہے وقدرۃ مؤم علی الارکان چھٹا
مسئلہ قادر ہونا اشارہ سے پڑھنے والے کا رکوع اور سجدہ پر جبکہ نماز ہو امام صاحب کے نزدیک وتذکر فائتۃ علیہ او علی امامہ وہو صاحب ترتیب والوقت واسع
ساتوان مسئلہ یاد ہونا قضا نماز کا اپنے ذمہ اگر منفرد یا امام ہو یا اپنے امام کے ذمے اگر مقتدی ہو حالانکہ وہ یعنی جسکے ذمے قضا نماز ہے صاحب ترتیب ہے اور وقت وسیع ہے
یعنی واسع اور وقتی و دونون پڑھ سکتا ہے تو اگر وقت تنگ ہوگا تو نماز باتفاق تمام ہوجائیگی ہم قضا نماز کے یاد ہونے سے امام کے نزدیک نماز قطعاً باطل نہیں ہوتی
بلکہ اُسکا فساد موقوف رہتا ہے اگر بعد اُسکے پانچ نمازیں وقتی اور پڑھ لیگا یاد ہونے قضا کے تو یہ نماز بھی جائز ہو جائیگی اور اگر قضا شدہ کو ادا کریگا تو باطل ہو جائیگی

تو یہاں باطل ہے ذیل میں مصنف کا اسکو ذکر کرنا استطرادا ہے کہ قضا نمازوں کے بیان میں اسکی تفصیل آویگی کذا فی الحلبی وتقدیم القاری امیا مطلقا وقیل
لا افساد لو کان استخلافہ بعد التشہد بالاجماع وہو الاصح کما فی الکافی لانہ عمل کثیر آٹھواں مسئلہ آگے کرنا قاری کا امی کو مطلقا خواہ تشہد کے پہلے ہو یا پیچھے
اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ اگر خلیفہ کرنا امی کو بعد تشہد کے ہوگا تو بالاتفاق نماز فاسد نہوگی اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ کافی میں ہے اور وجہ عدم فساد کی یہ ہے کہ استخلاف
عمل کثیر ہے یعنی اس سے نماز پوری ہو جاویگی ہم حلبی نے کہا کہ شارح کو مطلقا کہنا زیبا نہ تھا اسلئے کہ یہ مسائل تو مفروض تشہد کے بعد ہیں علاوہ ازین قبل تشہد استخلاف
امی کا بالاتفاق مفسد ہے فقط امام صاحب کے نزدیک اور یہان منظور بیان کرنا ان صورتوں کا ہے جنمین امام اور صاحبین میں اختلاف ہے اور صرف بعد تشہد کے ہے اور وجہ
اصح اس باب میں عدم فساد ہے تو معلوم ہوا کہ یہ صورت خلافی نہیں کذا فی الطحطاوی وما قبلہا وطلوع الشمس فی الفجر نواں مسئلہ آفتاب کا نکل آنا فجر کی نماز میں بعد
تشہد کے کہ امام اعظم کے نزدیک مفسد ہے وزوالہا فی العید ودخول وقت من الفائتۃ علی قول القضاء اور ڈھل جانا آفتاب کا عید کی نماز میں تشہد کے بعد اور قضا پڑھنے والے کیلئے
تین وقتوں میں سے ایک کا آجانا یعنی طلوع خواہ استوا یا غروب کا وقت ہو جانا قضا نماز کے تشہد کے بعد یہ صورتیں شارح نے زیادہ کی ہیں ودخول وقت العصر
بان بقی فی قعدۃ الی ان صار الظل مثلیہ فی الجمعۃ بخلاف الظہر فانہا لاتبطل تیرہواں مسئلہ وقت عصر کا داخل ہونا جمعہ کی نماز میں بایں طور کہ امام قعدہ میں بیٹھا رہا
یہاں تک کہ سایہ دو مثل ہو گیا تو امام اعظم کے نزدیک نماز فاسد ہوگی بخلاف ظہر کی نماز کے کہ وقت عصر کے آجانے سے وہ باطل نہیں ہوتی اور قہستانی نے کافی میں اس پر
اعتراض کیا ہے کہ امام کے نزدیک وقت عصر دو مثل پر ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل پر تو وقت عصر کے جمعہ میں داخل ہونے سے اختلاف کی صورت نہ
بنیگی شارح نے اسکی صورت کو بیان کر دیا کہ یوں ہو سکتی ہے کہ امام قعدہ میں بیٹھا رہے کذا فی الطحطاوی وزوال عذر المعذور بان لم یعد فی الوقت الثانی گیارہواں
مسئلہ دور ہونا عذر معذور کا اسطرح کہ دوسرے وقت میں پھر نہ عود کرے جیسے معذور کا عذر اگر تشہد کے بعد دور ہو گیا تو دیکھا جاتا ہے کہ اگر عذر نے آئندہ نماز کے وقت تک
عود نہ کیا موقوف رہا تو امام اعظم کے نزدیک وہ نماز جسکے تشہد کے بعد عذر موقوف ہو گیا فاسد ہوگی اسکی قضا کرے اور اگر عذر نے دوسرے وقت میں عود کیا تو نماز صحیح ہے
کذا فی البحر وکذا خروج وقتہ شارح نے یہ مسئلہ زیادہ کیا اور یہی حکم ہے معذور کے وقت نکلنے کا یعنی اگر بعد تشہد وقت نماز جاتا رہیگا تو معذور کی نماز فاسد ہوگی اسلئے کہ وقت
کے نکل جانے سے معذور کی طہارت باطل ہو جاتی ہے وسقوط جبیرۃ عن برء بارہواں مسئلہ گر جانا جبیرہ کا اچھا ہونے کے بعد جبیرہ وہ کھپاچیاں ہیں جو ٹوٹے
عضو کو باندھتے ہیں تو اگر نمازی نے وضو کرنے میں مثلا جبیرہ پر مسح کر لیا تھا اور بعد تشہد جبیرہ گر گئی تو مسح جاتا رہیگا اور نماز بھی فاسد ہو جاویگی والحاصل ان انقلاب
الصلوۃ فی ہذہ المواضع العشرین نفلا اذا بطلت الا فی ثلث فیما اذا تذکر فائتۃ او طلعت الشمس او خرج وقت الظہر فی الجمعۃ کما فی الجوہرۃ زاد
فی الحاوی والمومی اذا قدر علی الارکان ویزاد مسئلۃ المؤتم بمتیمم کما قدمنا والظاہر ان زوالہا فی العید ودخول الاوقات المکروہۃ فی القضاء کذلک والحاصل جاننا چاہیے
کہ نماز ان بیس جگہوں میں جب باطل ہو جاتی ہے تو نفل نہیں ہو جاتی بجز تین صورتوں کے ایک اس صورت میں کہ فوت شدہ نماز یاد کرے ۲ یا آفتاب فجر کی نماز میں نکل آوے
۳ یا وقت ظہر جمعہ میں جاتا رہے چنانچہ جوہرہ میں ہے حاوی قدسی میں چوتھی صورت زیادہ کی ہے کہ اشارہ سے پڑھنے والا جب قادر ہو رکوع اور سجدہ پر تو اسکی نماز بھی
نفل ہو جاویگی شارح کہتا ہے اور مسئلہ باوضو مقتدی کا پیچھے تیمم والے کے زیادہ کرنا چاہیے یعنی ان نمازوں میں جو نفل ہو جاتی ہیں گو اختلافی نہ ہو کذا فی الطحطاوی چنانچہ
ہم نے پیشتر بیان کیا اور ظاہر یہ ہے کہ آفتاب کا ڈھلنا عید میں یا اوقات مکروہہ کا داخل ہونا قضا میں ایسا ہی ہے اور میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا مصنف شارح نے بیس جگہ
اسلئے کہا کہ بارہ مسئلے متن میں لکھے تھے آٹھ شارح نے زیادہ کیے اول پانا اس چیز کا جو نجاست کو دور کرے جبکہ نجس کپڑے سے نماز پڑھتا ہو دوم سر ڈھانکنا لونڈی کا
سوم یاد کرنا مقتدی کا امام کی فوت شدہ نماز کو جبکہ امام صاحب ترتیب ہو چہارم آفتاب کا ڈھلنا عید میں پنجم وقت طلوع کا داخل ہونا قضا میں ششم ٹھیک دوپہر کا ہو جانا
قضا میں ہفتم وقت غروب کا آجانا قضا میں ہشتم معذور کے وقت کا نکل جانا اور بحر الرائق میں ان سب صورتوں کو بھی بارہ میں داخل کر دیا ہے یعنی اول اور دوم
کو برہنہ کے مسئلے میں اور چہارم اور پنجم اور ششم اور ہفتم کو مسئلہ طلوع میں اور اخیر صورت کو مسح کے گذر جانے میں باقی رہی تیسری صورت اسکو شیخ نے ... الخ

مسئلہ میں نقل کیا ہے شامی نے کہا کہ اس قول کو فہ میں صریح نقل ہے اور حلبی نے کہا کہ جن نمازوں کو شارح نے ذکر کیا ہے انمیں تصریح دیکھنے کی حاجت نہیں انکا حکم واضح
جو شارح نے لکھا اسلیے کہ جب اوقات مکروہہ میں مخالف نفل کے مکروہ ہونے کے نہیں یعنی ابتدا نفل نہیں جائز ہے تو ایسے نفل کے مخالف کیسے ہونگے ولو استخلف
الامام مسبوقا او لاحقا او مقیما و هو مسافر صح والمدرک اولی اور اگر خلیفہ کرے امام کسی مسبوق یا لاحق کو یا خلیفہ کرے مقیم کو اور خود مسافر ہو تو درست ہو یعنی بوجہ شریک
ہونے کے تحریمہ میں اور مدرک کو خلیفہ کرنے کے لیے بہتر ہے اسلیے کہ امام کی نماز کے تمام کرنے پر زیادہ قادر ہے اور مسبوق کا حکم آگے مذکور ہوتا ہے مگر لاحق اور مقیم کا حکم لکھنا
ضروری ہے پس اگر لاحق کو خلیفہ کیا جاوے تو اسکو چاہیے کہ لوگوں کو اشارہ سے منع کردے کہ میری متابعت نہ کریں جبتک کہ میں فوت شدہ نماز کو نہ پڑھ چکوں پھر اپنی
فوت شدہ نماز کو پڑھ چکے اسکے بعد جہاں سے امام کی نماز رہی ہو اسکو پڑھے اور مقتدی اسکی متابعت کریں فارغ ہونے تک اور اگر مقیم کو خلیفہ کیا مسافر نے اور مقتدی
مسافر اور مقیم ملے جلے ہیں تو اسکو چاہیے کہ دو رکعتوں کے بعد کسی مسافر کو خلیفہ کر دے کہ وہ سلام پھیرے پھر مقیم مقتدی دو رکعتیں باقی اکیلے اکیلے بدون قراءت
کے پڑھ لیں اور بہتر یہی ہے کہ جب امام مسبوق یا لاحق کو خلیفہ کرے تو وہ قبول نہ کریں اور امام کے حق میں بھی بہتر ہے کہ مدرک کے سوا دوسرے کو خلیفہ نہ کرے کذا فی النہایۃ
ولو جہل الکمیۃ قعد فی کل رکعۃ احتیاطا اور اگر مسبوق یہ نہ جانے کہ کتنی رکعتیں امام نے پڑھی ہیں تو ہر رکعت میں بیٹھے براہ احتیاط یعنی اس احتمال سے کہ شاید وہ رکعت
امام کی آخر رکعت ہو یہ مسئلہ شارح نے مجمل بیان کیا اسکی تفصیل یہ ہے کہ اگر مسبوق خلیفہ اور دوسرے مقتدی امام کی نماز کی مقدار نہ جانتے ہوں مثلا مسبوق ہو
اور خلیفہ ایک رکعت پڑھ کر بیٹھے پھر کھڑا ہو کر اپنی باقی نماز پڑھ لے اور مقتدی اسکا ساتھ اس باقی میں نہ دیں بلکہ اسکے فارغ ہونے تک صبر کریں جب وہ سلام پھیر چکے
اسوقت اپنی اپنی باقی نماز تنہا پڑھ لیں کذا فی النہر الفائق ولو مسبوقا برکعتین فرضنا القعدتین اور اگر خلیفہ مسبوق ہو دو رکعتوں سے تو ہم دو قعدہ اسپر فرض کہینگے یعنی ایک
قعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے اور دوسرا خود اسکا قعدہ اخیرہ ولو اشار له انه لم يقرا في الاوليين فرضنا القراءة في الاربع اور اگر امام نے اشارہ کیا مسبوق کو کہ میں نے
پہلے دوگانہ میں قراءت نہیں پڑھی تو چاروں رکعتوں میں قراءت مسبوق پر فرض ہوگی یعنی دو میں بوجہ نیابت امام کے اور دو میں خود اسکی نماز ہے اور یہ مسئلہ کی
پہیلیان پوچھی جاتی ہے کہ کونسا نمازی ہے جسپر چاروں رکعتوں میں قراءت فرض ہے فلو اتم المسبوق صلوة الامام قدم مدرکا للسلام پھر جب مسبوق امام کی نماز
تمام کر چکے تو کسی مدرک کو آگے کردے تاکہ وہ سلام پھیر دے فلو اتی بمنافيها تفسد صلوته دون القوم المدركين لتمام اركانها وكذا تفسد صلوة من حاله كحاله للمنافي
في خلالها پھر یعنی بعد تمام کرنے امام کی نماز کے اگرچہ مدرک کو خلیفہ کیا ہو یا نہیں اگر مسبوق وہ حرکت کرے جو مخالف نماز ہو مثلا ہنسا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی نہ کہ
مقتدیوں کی بوجہ پورا ہو جانے ارکان نماز مذکور کے اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز اس شخص کی جسکا حال مثل حال مسبوق کے ہو بسبب پائے جانے حرکت مخالف نماز کے درمیان
مسبوقوں کی نماز کے وكذا تفسد صلوة الامام الاول المحدث ان لم يفرغ فان فرغ بان توضا ولم يقتد تفسد في الاصح لما انه كمؤتم اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز امام
اول بے وضو کی اگر وہ نماز سے فارغ نہوا ہو صحیح تر قول میں بسبب اس بیان کے کہ گذرا کہ امام مذکور مثل مقتدی کے ہے جبتک خلیفہ فارغ نہوا ہو اور یہ مثل مقتدی کے ہے پس اگر امام
اول فارغ ہوگیا ہو اسطرح کہ وضو کرکے خلیفہ کا شریک ہوگیا ہو اور کوئی رکعت فوت نہوئی ہو تو نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح عدم فرعیت کی صورت سے متعلق ہے
اور اسکا مقابل روایت ابی حفص کی ہے کہ اسصورت میں بھی امام مذکور کی نماز پوری ہے وتفسد صلوة مسبوق عند الامام لقهقهة امامه وحدثه العمد في اتى قعوده قدر
التشهد لا اذا قيد ركعته بسجدة لتاكد انفراده اور فاسد ہوتی ہے نماز مسبوق کی امام اعظم کے نزدیک بسبب کھلکھلا کر ہنسنے اور دانستہ حدث کرنے اسکے امام کے بعد بیٹھنے امام کے
بقدر تشہد کے مگر جبکہ مقید کرے مسبوق اپنی رکعت کو سجدہ سے تو اب اسکی نماز فاسد نہوگی بوجہ مستحکم ہو جانے اسکے انفراد کے یعنی اگر مسبوق متابعت امام کی ترک کرکے اپنی نماز
پڑھنے میں مشغول ہوا اور ایک رکعت کا سجدہ کر چکا تو اسوقت اگر امام بعد تشہد کے کوئی حرکت بے وضو ہونیکی دانستہ کریگا تو مسبوق کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ مسبوق بسبب
ایک رکعت پڑھ لینے کے منفرد ہو چکا امام کے پیچھے نہیں کہ حرکت امام کی اسکی نماز کے اثنا میں واقع ہو ولو تكلم امامه او خرج من مسجده لم تفسد اتفاقا لانهما منهيان
للصلاة لا مفسدان ولذا لم يلزم المدركين السلام والقعود في القهقهة بلا سلام اور اگر بعد تشہد کے مسبوق کا امام بول پڑا یا مسجد سے نکل گیا تو مسبوق کی نماز بالاتفاق

امام اور صاحبین کے فاسد ہوگی اسلیے کہ لوٹنا اور مسجد سے باہر ہونا امام کرنیوالے میں مفسد اور انکے مفسد ہونیکی جہت سے مدرکین پر سلام لازم نہیں
اگر امام پہلی ٹیڑھے یا مسجد سے نکلا اور کرتا ہے تو مدرک المقتدیوں پر واجب ہے کہ سلام کہیں اور قہقہہ اور حدث عمد میں بدون سلام اٹھ کھڑے ہوں کیونکہ
یہ دونوں مفسد ہیں ہم نے جو یہ کہا ہے اسکو کہتے ہیں جسکو شارح نے تحریمہ کا انتہا اسپے والا اعتبار کیا ہو نماز سے فارغ ہونے کے وقت جیسے سلام یا کلام اور
خروج بصنعہ ہو اور قہقہہ اور حدث عمد مفسد ہیں کیونکہ اسمیں شرط نماز کی یعنی طہارت دور ہو جاتی ہے تو نماز امام کی جس جزء سے ہے ملینگی اسکو فاسد کردینگے اور اسی طرح مسبوق
کی نماز کا جزء فاسد ہو جائیگا اسپے جو وہ اپنی نماز پڑھیگا تو جزء فاسد پر بنا ہوگی اور فاسد پر بنا فاسد ہوگی پس مسبوق کی نماز فاسد ہوگی کذا فی الشامی بخلاف المدرک
فانہ کالامام اتفاقا بخلاف مدرک کے کہ وہ مثل امام کے ہے بالاتفاق یعنی امام کے قہقہہ یا حدث عمد سے اسکی نماز فاسد نہیں ہوتی ولو لاحقا فتح فسادہ و صلاۃ
تصحیحان البحر صحح اسبیجابی الفساد وفی الظہیریۃ عدمہ [illegible] الاول اور اگر مقتدی لاحق ہو اور امام قہقہہ کرے یا حدث عمد کرے تو لاحق کی نماز کے
فاسد ہونے میں دو تصحیحیں ہیں فتح میں فساد کو صحیح کہا اور ظہیریہ میں عدم فساد کو اور ظاہر بحر الرائق اور نہر الفائق کا قول اولیٰ یعنی فساد نماز کی تائید کیا ہے ہم کہتے ہیں
بحر الرائق کا اس خیال میں ہے کہ امام کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ ایک حصہ نماز کا باقی نہیں بخلاف لاحق کے تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ لاحق کی نماز فاسد ہو
الا انہ الاصح فی ہذا المقام فی رکوعہ او سجودہ توضأ وبنی واعادہما فی البناء [illegible] بالرفع [illegible] الاداء [illegible]
فلا تبطل بل تفسد [illegible] بہ الاداء کما فی الکافی وفی المجتبی [illegible] سجودہ [illegible] اگر امام کو حدث ہوا رکوع یا سجدہ میں
کہ اس مقام میں امام کی کچھ خصوصیت نہیں اگر مقتدی یا منفرد ہو اسکا بھی یہی حکم ہے یعنی وضو کرے نماز بنا کرے اور اس رکوع یا سجدہ کو ادا کرے
جسمیں حدث ہوا بنا کرے جیسا کہ اپنا سر رکوع اور سجدہ سے بارادہ ادا اٹھایا ہو اور جس وقت کہ سر اٹھایا ہو بارادہ کرکے کہ اٹھانے سے رکن ادا کرے تو البتہ بنا کرے
یا نماز فاسد ہو جائیگی اور سر تو پیچھے اور اگر سر اٹھانے سے ادا کا ارادہ نہیں کیا تو دو روایتیں ہیں چنانچہ کافی میں ہے پہلی ایک کے موجب بنا کرے اور دوسری روایت
کے موجب نماز فاسد ہوگی اور مجتبی میں ہے کہ جب رکوع میں بے وضو ہو تو کھڑا ہو اور رکوع کا ارادہ [illegible] سیدھا ہو کر ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی [illegible]
ابو اسحق سے نقل کیا کہ مجتبی کی مراد یہ ہے کہ خاص اس جگہ سر اونچا نہ کرے یعنی اگر وہاں سے بشکل سیدھا ہو جائیگا تو نماز فاسد ہوگی ولو تذکر المصلی فی رکوعہ او سجودہ انہ
ترک سجدۃ صلبیۃ او تلاوۃ فانحط من رکوعہ بلا رفع او رفع من سجودہ فسجدہا عقب التذکر اعادہما ای الرکوع والسجود ندبا لسقوطہما بالنسیان وسجد للسہو ولو اخرہا الی آخر الصلاۃ
قضاہا فقط اور اگر یاد کیا نمازی نے اپنے رکوع یا سجدہ میں کہ ایک سجدہ نماز کا یا تلاوت کا چھوڑ دیا اور رکوع سے بدون سر اٹھانے کے جھک پڑا یا سجدہ سے سر
اٹھایا اور چھوٹے ہوئے سجدہ کو یاد کرنے کے بعد کر لیا تو مستحب ہے کہ اس رکوع کو اور سجدہ کو دوبارہ کرے جسمیں چھوٹا ہوا سجدہ یاد کیا بسبب ساقط ہونے وجوب اعادہ کے
بھولنے کے باعث اور سجدہ سہو کرے اور اگر چھوٹے ہوئے سجدہ کو تاخیر کرے آخر نماز تک تو صرف اسی کو قضا کرے یعنی اس صورت میں اعادہ رکوع اور سجدہ کا نہ واجب ہے
ان سجدہ سہو اس صورت میں بھی واجب ہوگا بسبب چھوٹنے ترتیب کے دو سجدوں میں حلبی نے کہا اگر سقوط بالنسیان جواب ہے اعتراض کا اسکی تقریر یہ ہے کہ اعادہ رکوع یا سجدہ
کا واجب ہونا چاہیے کیونکہ ترتیب واجب تھی وہ ترک ہوئی شارح نے جواب دیا کہ بھولنے سے واجب ساقط ہو جاتا ہے اور سجدہ سہو سے اسکا نقصان پورا ہو جاتا ہے تو
ضمیر سقوط کی وجوب اعادہ کیطرف پھرتی ہے جیسا کہ [illegible] نہیں ولو ام واحدا فقط فاحدث الامام ای خرج من المسجد والا فہو علی امامتہ کما تعین الماموم للامامۃ لو صلح لہا ای
للامامۃ الامام بلا نیۃ لعدم المزاحم والاصلح کصبی فسدت صلوۃ المقتدی اتفاقا دون الامام علی الاصح لبقاء الامام اماما المؤتم بلا امام بہ اذا لم یستخلف فان استخلف
فصلوۃ الامام والمستخلف کلیہما باطلۃ اتفاقا اور ایک شخص صرف ایک مقتدی کا امام ہوا پھر امام بے وضو ہو گیا یعنی بے وضو ہو کر مسجد سے باہر ہو گیا تو مقتدی امام ہوگا مقتدی کی بلا
نیت کے واسطے امامت کے اگر صلاحیت امام کی امامت کی رکھتا ہوگا بسبب نہ پائے جانے مزاحم کے شارح نے کہا مسجد سے خارج ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر امام مسجد
سے خارج نہوگا تو اپنی امامت پر قائم رہیگا مقتدی امام نہیں ہو جائیگا اور اگر مقتدی میں صلاحیت امام کی امامت کی نہو گی مثلا لڑکا مقتدی ہو تو اس مقتدی کی لڑکے

کی نماز فاسد ہوگی بالاتفاق نہ نماز امام کی صحیح تر قول کے بموجب بسبب باقی رہنے امام کے اور مقتدی کے بلا امام رہ جانے سے نماز مقتدی کا اور نہ فاسد ہونا امام کی نماز کا اس صورت میں ہے کہ امام نے اسکو خلیفہ کیا ہو اور اگر نابالغ مذکور کو خلیفہ کر دیگا تو امام اور خلیفہ دونوں کی نماز بالاتفاق باطل ہوگی ہم صحیح کا قول مقابل یہ ہے کہ بعض کے نزدیک صرف امام کی نماز فاسد ہوگی اور بعض کے نزدیک دونوں کی اور خلیفہ کرنے میں یہ قول ہے کہ تشہد اخیر کے پہلے ہو اور اگر بعد قدر تشہد کے قعدہ کے خلیفہ کریگا تو امام کی نماز فاسد نہوگی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل اختیاری سے کذا فی الشامی ولو امّ رجل رجلا فاحدثا وخرجا من المسجد فسدت صلوٰۃ الامام وبقی علی صلوٰتہ وفسدت صلوٰۃ المقتدی لبقاء امام اور اگر ایک شخص دوسرے کا امام ہوا اور دونوں بیوضو ہو گئے اور مسجد سے باہر نکلے تو امام کی نماز پوری ہے اور اپنی نماز پر بنا کرے اور مقتدی کی نماز فاسد ہوگی بسبب اسکے کہ گذری یعنی امام کی امامت قائم ہے اور مقتدی بلا امام رہ گیا کذا فی الطحطاوی واخذہ رعایت بکیفیۃ الی القطاع ثم توضا وبنی لما مر والله اعلم نمازی کی نکسیر پھوٹی اسکے بند ہونے تک توقف کرے پھر وضو کرکے بنا کرے جو سبب کہ پیشتر ہوئی یعنی توقف کرنا عذر کے لیے لائق نہیں ہے والله اعلم

باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

یہ باب ہے اُن امور کے بیان میں جو نماز کو فاسد کرتے ہیں اور جو اسکے اندر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہیں عقب العارض الاضطراری بالاختیاری مصنف نے عارض اضطراری کے بعد اختیاری کو ذکر کیا ہم یعنی عوارض دو قسم ہیں ایک بے اختیار جسکا بیان باب سابق میں گذرا اور دوسرے اختیاری جسکو مصنف اس باب میں ذکر کرتا ہے یفسدہا التکلم ہو النطق بحرفین او بحرف مفہم کع وق امرا ولو استعطف کلبا او ہرۃ او ساق حمارا لا تفسد لانہ صوت لا ہجاء لہ فاسد کرتا ہے نماز کو کلام کرنا کلام بولنا ہے دو حرف یا ایک ایسا حرف مطلب سمجھانے والے کا مثلاً ع اور ق امر کے صیغے کہ اول کے معنی ہیں حفاظت کر اور دوسرے کے ہیں بچا تو اس سے یہ نکلا کہ ایک حرف بھی کا بولنا کلام میں داخل ہوگا کذا فی الشامی اور اگر کتے یا بلی کو بلانا چاہا یا گدھے کو ہانکا تو نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ یہ آوازیں ہیں جنکے ہجے نہیں اور کلام میں حرفوں کا ہونا چاہیے ہرچند یہ آوازیں مفسد نہیں مگر مکروہ ہیں کذا فی الطحطاوی سجدہ سہو قبل قعود قدر التشہد سیان کلام کا دانستہ کرنا اور سہو سے کرنا پہلے بیٹھنے نمازی کے بمقدار تشہد کی یکساں ہیں ہم قبل قعود کے اسلیے قید لگائی کہ بعد قعود کے کلام عمداً ہو یا سہواً مفسد نہیں وسواء کان ناسیا او نائما او جاہلا او مخطیا او مکرہا ہو المختار اور برابر ہے کہ کلام صادر ہو نسیان سے یعنی بھول گیا کہ نماز پڑھتا ہے یا سوتے میں کلام کیا یا نجاننے کی صورت میں یعنی اُسکو معلوم نہ تھا کہ کلام مفسد نماز ہے یا چوکسا کر کلام کیا کہ قصد قرأت خواہ ذکر کا تھا اسکی جگہ کلام صادر ہوا یا حالت اکراہ میں کلام کیا اسطرح کہ کسی نے زبردستی اُس سے کلام کرایا تو ان سب قسموں کے کلام سے نماز فاسد ہوگی یہی مختار ہے ہم جاننا چاہیے کہ فقہا اور جمہور اصولیوں اور اہل لغت کے نزدیک سہو اور نسیان میں کچھ فرق نہیں مگر حکما یہ فرق بیان کرتے ہیں کہ سہو اسکو کہتے ہیں کہ کوئی چیز قوت مدرکہ سے جاتی رہے لیکن حافظہ میں باقی رہے اور نسیان یہ ہے کہ مدرکہ اور حافظہ دونوں سے جاتی رہے اسکے معلوم کرنے کو پھر سبب جدید کی احتیاج پڑے اور سہو اور خطا میں یہ فرق ہے کہ سہو والا آگاہ کرتے ہی خبردار ہو جاتا ہے اور خطا والا متنبہ نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو مشقت کے بعد شامی نے کہا کہ ہو المختار صرف سونے کی حالت کے کلام کیطرف راجع ہے اسلیے کہ اسی میں اختلاف فقہا مذہب مذکور ہے چنانچہ فخر الاسلام نے عدم فساد کو اختیار کیا ہے اور بقیہ صورتوں میں حنفیوں کا خلاف نہیں بلکہ اور مذہب والوں کا ہے وحدیث رفع عن امتی الخطا محمول علی رفع الاثم اور یہ حدیث کہ اُٹھا لیا گیا میری امت سے چوکنا محمول ہے گناہ کے اُٹھا لینے پر ہم حلبی نے کہا کہ یہ حدیث ان الفاظ سے کسی کتاب حدیث میں نہیں پائی گئی بلکہ ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم نے ان الفاظ سے روایت کی ہے ان الله وضع عن امتی الخطا والنسیان وما استکرہوا علیہ یعنی الله تعالیٰ نے اُٹھا رکھا میری امت سے چوکنا اور بھولنا اور جسپر وہ زبردستی کیے جائیں غرضکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام کرنا بھولنے یا چوکنے یا زبردستی سے مفسد نماز نہو اسلیے شارح نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ بھول اور چوک اور زبردستی سے اخروی حکم مراد ہے یعنی گناہ کا دور ہونا تو فساد نماز جو دنیوی حکم ہے مراد نہ ہوگا ورنہ تعمیم لازم آویگی کذا فی فتح القدیر وحدیث ذی الیدین منسوخ بحدیث مسلم ان صلوٰتنا ہذہ لا یصلح فیہا شئی من کلام الناس اور حدیث ذی الیدین کی منسوخ ہے مسلم کی اس حدیث سے کہ ہماری اس نماز میں آدمیوں کا کوئی کلام مناسب نہیں ہم ذی الیدین کے دونوں ہاتھ یا ایک لمبا تھا اس جہت سے ذی الیدین کہلاتے انکا نام عمیر اور لقب خرباق

چہوڑ کر کھلی ہوئے ستر گاہ کو اور اس شخص کو جو حالت براز یا بول مین ہو کہ اسپر سلام کرنا اور ون سے زیادہ برا ہی ۵ ودع اکلا الا اذا کنت جائعا * واعلم منہ
انہ لیس بمنع ہی اور چہوڑ کہانیوالے کو مگر جس صورت مین کہ تو بہوکا ہو اور اسکا حال جانتا ہو کہ وہ کہانے سے منع نکریگا تو ان دو قیدون کے ساتھ اسپر سلام کر ورنہ نہین
ورنہ مکروہ ہی ۵ وقد زدت علیہ المتفقہ علی استاذہ کما فی القنیۃ والمغنی ومطیر الحمام واحمۃ مقالات ۵ کذا لمسلم استاذ مغن مطیر فہذا ختام والزیادۃ تنفع بصفا ہم
انکار ہو کہ مین نے شمار کو یہ تین شخص اور زیادہ کیے اول شاگرد کا سلام استاد پر یعنی جب استاد مشغول پڑہانے مین ہو دوم گانے والا سوم کبوتر اڑانے والا اور جس نے انکو
ایک شعر پڑہا کہ فقہ او مذکورہ سابق مین الا یا تو یون کہا کہ یہی حکم ہی استاد و مغنی او کبوتر اڑانے والے کا اور یہ خاص ہی ان لوگون کا جنپر سلام مکروہ ہی اور مین نے زیادہ کرنا مفید تہی
یہ شعر کہ ان لوگون کو بہی پڑہا یا ہی تو پڑہا آدمی ٹہٹہا کرنیوالا اور لٹکو اور جہوٹ بولنے والا اور بیہودہ بازار مین قصد اسکو کو لوگون کی نظر سے اور جو لوگون کو گالیان
دیتا اور جو لباس کتا ہو کذا فی البدائع والکبیر وصح فی المضمرات وجوب الرد فی بعضہا لا وجوبہ فی قولہ السلام علیکم بجزم المیم اور فرضیات معنوی مین تصریح کی ہی کہ واجب نہین ہوتے جواب سلام
کی بعض ان صورتون مین اور نہ واجب ہوتے جواب کے سلام علیکم کہنے مین بجزم سلام کے جزم کے ساتھ ہم شامی نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ لفظ سلام یا اسطرح ہی کہ
السلام علیکم یا یون ہی کہ سلام علیکم ان دونون کے سوا اور طرح پر کہنا جیسے عوام کہتے ہین سلام نہوگا اور نہ اسکا جواب واجب ہی شارح نے خزائن الاسرار مین جلال الدین
سیوطی کی نظم لکہی ہی جنمین وہ لوگ ضبط کیے ہین جنپر جواب سلام واجب نہین چنانچہ کہا کہ سلام کا جواب دینا ان لوگون پر واجب نہین جو نماز مین مصروف ہو جو کہانے مین یا
پینے مین یا قرات یا دعا یا ذکر یا خطبہ یا لبیک کہنے مین یا قضاء حاجت یا تکبیر یا اذان مین مشغول ہو یا سلام کرنے والا لڑکا یا مستولا یا عورت جوان یا فاسق یا سوتا ہوا یا
اونگہنے والا یا جماع کی حالت مین ہو یا حکم کا خواہان ہو یا حمام مین ہو یا دیوانہ ہو کذا فی الشامی والتنحنح بحرفین بلا عذر اما بہ بان نشأ من طبعہ فلا اولغرض صحیح فانہ لم یکن
لتحسین صوتہ او لیہتدی امامہ او للاعلام انہ فی الصلوٰۃ فلا فساد علی الصحیح اور فاسد کرتا ہی نماز کو کہنکہارنا دو حرفون سے بدون عذر کے یعنی اح اح کرنا بلا عذر مفسد نماز ہی اور اگر زیادہ
حرف نکلین تو بطریق اولی مفسد ہی اور بدون حروف کے کہنکہارنا بلا عذر مفسد نہین بلکہ مکروہ ہی کذا فی الشامی اور کہنکہارنا عذر کے ساتھ اسطرح کہ نمازی کی طبیعت
خود بخود بدون تکلف پیدا ہو وہ مفسد نہین یا مفسد نماز ہی کہنکہارنا بدون کسی غرض صحیح کے پس اگر اپنی آواز کی درستی کے لیے کہنکہارے یا اسلیے کہ امام کو ہدایت ہو جاے کہ غلطی
کو چہوڑ کر صواب اختیار کرے یا کہنکہارنے سے یہ بتلانا منظور ہو کہ مین نماز مین ہون تو ان صورتون مین نہ فساد ہی نہ کراہت مذہب صحیح پر ہم قیاس اسکا مقتضی ہی کہ کہنکہارنا مفسد ہو
کیونکہ وہ کلام ہی اور کلام مفسد ہی مگر غرض صحیح مین کہنکہارنے کا مفسد نہونا نص کے سبب اختیار کیا گیا یعنی سنن ابن ماجہ مین حضرت علی رض عنہ سے مروی ہی کہ مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین دوبارہ حاضر ہوتا ایکبار دن مین اور ایکبار رات مین اور جسوقت مین آتا اور آپ نماز پڑہتے ہوتے تو میرے لیے کہنکہارتے پس اس سے معلوم
ہوا کہ غرض صحیح کے باعث کہنکہارنا مفسد نہین کذا فی الشامی والدعاء بما یشبہ کلامنا خلافا للشافعی اور فاسد کرتا ہی نماز کو دعا مانگنا ان الفاظ سے جو مشابہ ہون ہماری
گفتگو سے برخلاف امام شافعی کے ہم دعا مشابہ لوگون کی گفتگو کے وہ ہی جو نہ قرآن مین ہو نہ حدیث مین اور اسکا مانگنا بندون سے محال نہ ہو جیسے الٰہی مجکو نکاح دے ل
وغیرہ تو اگر ایسی دعا ہو جو قرآن یا حدیث مین ہو یا اسکا طلب کرنا بندون سے محال ہو تو اس سے نماز فاسد نہوگی کذا فی البحر والانین ہو قولہ آہ بالقصر والتاوہ ہو قولہ
آہ بالمد والتافیف اف او تف والبکاء بصوت یحصل بہ حروف لوجع او مصیبۃ قید للاربعۃ الا المریض لا یملک نفسہ عن انین وتاوہ لانہ حینئذ کعطاس وسعال و
جشاء وتثاؤب وان حصل حروف للضرورۃ اور فاسد کرتا ہی نماز کو انین یعنی آہ کہنا نمازی کا الف کے قصر سے اور تاوہ یعنی مدالف سے آہ کرنا اور مفسد نماز ہی تافیف یعنی اف کرنا
یا تف کرنا اور مفسد ہی رونا ایسی آواز سے کہ اس سے حروف پیدا ہون بسبب درد یا مصیبت کے شارح نے کہا کہ درد یا مصیبت چارون کی قید ہی یعنی انین اور آہ کرنا اور اف کرنا
اور حروف آمیز آواز سے رونا درد یا مصیبت کے باعث مفسد ہی مگر اس مریض کے لیے مفسد نہین جو اپنے نفس کو آہ کرنے سے نہین روک سکتا اسلیے کہ اسکا آہ کرنا اسوقت ایسا ہی
جیسا چہینکنا اور کہانسنا اور ڈکار لینا اور جمائی لینا اگرچہ حروف پیدا ہون کہ یہ امور مفسد نہین ضرورت کی جہت سے ہم اف اسم فعل ہی بمعنی نہی یعنی تنگ مت کر اور اسمین بہت
لغتین ہین یعنی ضمہ ہمزہ کے ساتھ فت کی تینون حرکتین مع تخفیف اور مشدد اور تنوین سے اور بلا تنوین جائز ہین نہر الفائق مین کہا کہ رونا آنسوون سے بلا آواز یا آواز کے

قولہ جن لوگون پر سلام کا جواب واجب نہین ۱۲

ساتھ

الحکم جسمین حروف ہوں مفسد نماز نہیں کذا فی الشامی لا لذکر الجنۃ او النار فلو اعجبتہ قراءۃ الامام فجعل یبکی ویقول بلی او نعم او آری لا تفسد سراجیۃ لدلالتہ علی الخشوع
نہیں مفسد ہے آہ وغیرہ کرنا بسبب ذکر جنت یا دوزخ کے پس اگر اچھی معلوم ہوئی مقتدی کو امام کی قرات اور رونے لگا کیوں نہیں یا ہاں یا البتہ تو نماز فاسد نہوگی کذا
فی السراجیہ بسبب دلالت کرنے ان الفاظ کے خشوع پر جو نماز میں مطلوب ہے حاصل یعنی ذکر جنت یا دوزخ سے رونا اور آہ کرنا گویا اون کا کہنا ہے کہ الٰہی تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور مجکو
دوزخ سے بچا تو چونکہ اس طرح کی دعا مفسد نہیں اسلیے آہ وغیرہ کرنا بھی مفسد نہوگا خشوع پر دلالت کرنے سے معلوم ہوا کہ اگر صرف خوش لہجہ ہونے کی جہت سے مزہ لیکر رووے گا
تو نماز فاسد ہو جائیگی اور درد اور مصیبت کے لیے آہ کرنا ظاہر ہے کہ لوگوں کے کلام سے مشابہ ہوا اسلیے مفسد ٹھہرا کذا فی الشامی ولفسد بالتشمیت عاطس لغیرہ بیرحمک
اللہ ولو عن العاطس لنفسہ لا اور فاسد کرتا ہے نماز کو جواب دینا نمازی کا چھینک والے کو یعنی چھینک والا دوسرا ہو اسکو الحمد للہ کہنے پر یرحمک اللہ یعنی خدا تجھ پر رحم کرے اور اگر خود چھینکے
نمازی سے ہو خود اپنے نفس کے لیے تو مفسد نہیں یہ شامی نے کہا اگر یہ بدل ہے اسلیے کہ تشمیت ناس میں اضافت ہی الامر ہے اور یہ لفظ شارح نے صرف تشمیت
مقابلے کو ٹھہرا دیا اور یہ بہتر ہے کہ عبارت سے ساقط کیا جاے کیونکہ تشمیت کا فاعل نمازی ہے اور مفعول ناس ہیں غیرہ کی کیا حاجت ہے اور معنی تشمیت کے دعا خیر کرنی کے ہیں اور
وجہ فساد کی یہ ہے کہ غیر کی طرف خطاب کی جہت سے یہ جملہ لوگوں کے کلام میں داخل ہو گیا اسلیے اگر اپنے نفس کو خطاب کر کے یرحمک اللہ کہا تو نماز فاسد نہوگی کی جہت سے
نہ کلام ہوگا نہ مفسد و لیکن الحاقا ہیں بجواب تشمیت اور ایسا ہی الحمد للہ اور آمین کہنا بطور جواب چھینک کے یعنی خود اپنے یا غیر کے لیے تو نماز فاسد ہو جائیگی اور غیر کے لیے کہنے سے فاسد
نہوگی کم صورت اس مسئلہ کی ظاہر میں یوں ہے کہ مثلاً زید اور محمود نماز پڑھتے ہیں اور ایک چھینکا اسی حالت میں نماز کے چھینکا الحمد للہ کہا یا دوسرے نے یرحمک اللہ کہا
کہا آمین تو اس صورت میں نماز زید کی فاسد ہوگی کہ اسنے خود اپنے حق میں دعا کا جواب دیا اور محمود کی نماز فاسد نہوگی کہ غیر کے لیے آمین کہا کذا فی الحلبی و
جواب خبر سوء بالاسترجاع علی المذہب لانہ یقصد الجواب صار کلام الناس اور مفسد نماز ہی جواب خبر بد کا دینا انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھکر جو مشہور مذہب ہے
اسلیے کہ یہ جملہ پڑھنا جواب کے ارادہ سے مثل لوگوں کے کلام کے ہو گیا علی المذہب کی قید سے ظاہر ہے کہ قول کا رد ہوا کہ اسمیں عدم فساد کی تصحیح کی
مخالف متون اور شروح کے ہے کذا فی الحلبیۃ والبحر وکذا یفسد کل ما قصد بہ الجواب کان قیل امع اللہ الٰہ فقال لا الٰہ الا اللہ او مالک فقال الخیل والبغال والحمیر
او من این جئت فقال وبیر معطلۃ وقصر مشید اور اسی طرح فاسد کرتا ہے نماز کو ہر ایک جملہ جس سے نمازی نے قصد کیا ہو جواب دینے سائل کا اگرچہ وہ جملہ قرآن کا ہو مثلاً اگر
کہا گیا کیا ہے خدا کے ساتھ کوئی معبود تو نمازی نے جواب میں کہا لا الٰہ الا اللہ یعنی کوئی معبود نہیں سوا خدا تعالیٰ کے یا کسی نے کہا تیرا مال کیا ہے تو نمازی نے کہا گھوڑے
اور خچر اور گدھے یا کسی نے کہا تو کہاں سے آیا تو نمازی نے کہا اور کنوئیں بیکار اور محل گچ کیے ہوئے تو ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائیگی ام نماز کا فاسد ہونا استرجاع یا ان
قرآن کے جملوں سے طرفین کے نزدیک ہے نہ ابو یوسف کے امام ابی یوسف کے نزدیک جو جملہ حمد یا ثنا ہو یا قرآن کا ہو وہ نیت سے نہیں بدلتا یعنی ثنا یا قرآن ہی رہتا ہے اور
طرفین کے نزدیک بدل جاتا ہے یعنی کلام ہو جاتا ہے اور قصد جواب کی قید کا فائدہ شارح آگے بیان کریگا والخطاب کقولہ لمن اسمہ یحیی او موسیٰ یا یحیی خذ الکتاب
بقوۃ او وما تلک بیمینک یا موسیٰ مخاطبا لمن اسمہ ذلک اولمن بالباب او من خلفہ کان آیا منا یا قصد کیا جاے اس جملے سے خطاب تب بھی مفسد ہوگا جیسے نمازی کا
کہنا اس شخص سے جسکا نام یحیی ہے یہ آیت (یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ) یعنی اے یحیی پکڑ کتاب کو زور سے یا جسکا نام موسیٰ ہے اسکو یہ کہنا (وما تلک بیمینک یا موسیٰ) یعنی اور کیا ہے
تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ یہ آیتیں کہے مخاطب ہو کر اسنے جسکا نام یہ ہے یعنی یحیی یا موسیٰ یا دروازے پر والے شخص سے یہ کہنا کہ جو کوئی اسمیں داخل ہوگا وہ امن میں
ہوگا ام خطاب کی صورت میں سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے امام ابو یوسف بھی خطاب کی صورت میں قرآن کو لوگوں کے کلام میں داخل کرتے ہیں کیونکہ قرآن اس
شخص سے خطاب کے لیے موضوع نہیں جسکے لیے نمازی خطاب کرتا ہے کذا فی الشامی فروع مسائل ملحقہ شارح کے سمع اسم اللہ تعالیٰ فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فصلی علیہ او قراءۃ الامام فقال صدق اللہ ورسولہ تفسد ان قصد جوابہ نمازی نے خدا تعالیٰ کا نام سنکر کہا جل جلالہ یعنی بڑی ہے بزرگی اسکی یا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا نام سنا اور آپ پر درود پڑھا یا امام کی قرات سنی اور کہا سچ کہا اللہ نے اور اسکے رسول نے تو ان کلمات سے نماز فاسد ہوگی اگر ان کلمات سے جواب کا قصد

کیا ہوگا کلام یعنی اگر بقصد تعظیم اور ثنا کے کہیگا تو نماز فاسد نہوگی اور کہنا استفادہ مقصود ہو کہ اپنے آپ میں سے اور اگر ایسی طرح کہا کہ خود بھی نہ سنا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی
والطحاوی ولو سمع ذکر الشیطان فلعنہ تفسد وقیل لا اور اگر نمازی نے ذکر شیطان کا سنا اور اسکو لعنت کیا تو نماز فاسد ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ فاسد نہوگی ولو حوقل لدفع
الوسوسۃ ان لامور الدنیا تفسد لا لامور الآخرۃ اور اگر نمازی نے لاحول پڑھی وسوسہ کے دور کرنیکے لیے تو اگر امور دنیا کے لیے دفع وسوسہ ہی تو فاسد ہوگی نہ امور آخرت
کے لیے ولو سقط شیء من السطح فبسمل او دعی لاحد او علیہ فقال آمین تفسد اور اگر چھت میں سے کوئی چیز گری سو نمازی نے کہا بسم اللہ یا کسی کے لیے دعائے خیر یا دعائے بد کی
اور نمازی نے کہا آمین تو نماز فاسد ہوگی ولا تفسد فی الکل عند الثانی والصحیح قولہما اعتبارا بالقصد اور تکلم اور نہیں فاسد ہوتی ہے نماز کل صورتوں میں امام ابو یوسف کے نزدیک اور صحیح قول
طرفین کا ہی بسبب عمل کی نیت تکلم کے قصد پس چونکہ الفاظ گذشتہ یا قرآن میں یا ثنا اور یہ دونوں یعنی ثنا اسبابی کی صورت میں ابو یوسف کے نزدیک قصد تکلم سے متغیر نہیں ہوتے
اسلیے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن شیطان کو لعنت کرنے میں اگر ان الفاظ کو ذکر کیا جو قرآن میں ہیں تب تو شامی کا قول بجا ہے اور اگر دوسرے الفاظ سے لعنت کیا تو وہ نہ
ثنا ہوگا نہ قرآن تو ظاہر امام ابو یوسف کے نزدیک بھی فاسد ہوگی مگر کوئی محشی اسکے درپے نہیں ہوا حتی لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجۃ الصف احد فوسع لہ
فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برایہ قہستانی معزیا للزاہدی وہ روایتی قنیۃ یہانتک کہ اگر نمازی اپنے غیر کا امر مانیگا مثلاً اس سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ اور وہ آگے
بڑھ گیا یا جماعت کے فرجہ میں کوئی گھسا اور نمازی نے اسکو جگہ دی تو اسکی نماز فاسد ہوجاوے گی بلکہ ایک ساعت توقف کرے پھر اپنی تجویز سے آگے بڑھے کذا فی القہستانی
منسوب بزاہدی اور یہ مسئلہ باب امامت میں گذر گیا اور آگے آویگا تو خبردار رہنا وفیہ بقصد الجواب لانہ لو لم یرد جوابہ بل اراد اعلامہ بانہ فی الصلوۃ لا تفسد اتفاقا ابن
ملک وملتقی اور شارح نے فساد نماز میں ان جملوں سے قید جواب کے قصد کی لگائی اسلیے کہ اگر نمازی جواب متکلم کا ارادہ نہ کریگا بلکہ یہ جتانا چاہیگا کہ میں نماز کے اندر
ہوں تو نماز باتفاق فاسد نہوگی بیان کیا ہے اسکو ابن ملک نے اور صحح فی الملتقی ہے وفتحہ علی غیر امامہ الا اذا اراد التلاوۃ اور مفسد نماز ہی نمازی کا لقمہ دینا اپنے امام کے
سوا دوسرے شخص کو یعنی قراءت میں رکنے والے کو بتانا مگر جس صورت میں کہ ارادہ کرے تلاوت کا نہ تعلیم کا تو مفسد نہوگا اور یہ صورت شامل ہے مقتدی کے ایک دوسرے کو
بتانے کو یا یہ کہ مقتدی منفرد کو بتا دے یا بالعکس یا یہ کہ نمازی اس شخص کو بتا دے جو نماز نہیں پڑھتا ہے تو ہر صورت بتانیوالے کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ بتانا تعلیم ہے بدون
حاجت کے جو نماز کا منافی ہے وکذا الاخذ الا اذا تذکر فتلا قبل تمام الفتح اور اسیطرح مفسد نماز ہے لقمہ کا لینا نمازی کا مگر جبکہ نمازی خود یاد کرکے پڑھے پہلے پورا ہونے لقمہ
دینے کے تو مفسد نہوگا یعنی اگر نمازی کو دوسرا شخص بتا دے تو اگر وہ اسکا بتایا ہوا پڑھیگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر ہنوز بتانیوالا بتا نہ چکا تھا کہ خود یاد آگیا اور پڑھا تو فاسد نہوگی
بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقا لفاتح واخذ بکل حال الا اذا سمعہ المؤتم من غیر مصل ففتح بہ تفسد صلوۃ الکل بخلاف لقمہ دینے نمازی کے اپنے امام کو کہ وہ مفسد
نماز نہیں مطلقاً یعنی نہ لقمہ دینے والے کی نماز کا مفسد ہے نہ لینے والے کی نماز کا ہر حال میں یعنی برابر ہے کہ امام اسقدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہوجاتی ہے یا نہ پڑھ چکا ہو یا ایک
آیت سے دوسری کی طرف چلا گیا ہو یا نہیں لقمہ دینا پہلے ہی بار ہو یا دوسری تیسری بار کسیطرح مفسد نماز نہیں ہاں اگر مقتدی نے کسی نماز نہ پڑھنے والے سے لقمہ کو سنکر
اپنے امام کو بتایا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز فاسد ہوگی ہم اسلیے کہ جب مقتدی نے خارج آدمی کا بتایا ہوا لیا تو اسکی نماز فاسد ہوگئی اب اگر امام کو بتاویگا اور وہ
لیگا تو امام کی نماز فاسد ہوگی اور اسکے فساد کی جہت سے سب کی نماز باطل ہوگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ غیر مصلی سے یہ مراد ہے کہ مقتدی جس نماز کو پڑھتا ہے اسمیں اسکا شریک نہو
خواہ دوسری پڑھتا ہو یا بالکل کوئی نہ پڑھتا ہو وینوی الفتح لا القراءۃ اور لقمہ دینے والا مقتدی نیت بتانے کی کرے نہ قراءت کی کیونکہ قراءت پیچھے امام کے ممنوع ہے نہ لقمہ دینا
ہم مقتدی کے حق میں فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے بلکہ توقف کرے تاکہ امام دوبارہ پڑھکر خود نکال لے اسیطرح امام کے حق میں مکروہ ہے کہ قراءت میں ناچاری کرے اور الجھے کہ مقتدی
کو بتانا ہی پڑے بلکہ اسکو چاہیے کہ متشابہ کو چھوڑکر دوسری آیت پڑھنے لگے جسکے ملانے سے معنی نہ بگڑتے ہوں یا دوسری سورۃ شروع کردے یا اگر قراءت بقدر واجب
پڑھ چکا ہو تو رکوع کردے کذا فی الشامی ولو جری علی لسانہ نعم او آری ان کان یعتادہا فی کلامہ تفسد لانہ من کلامہ والا لا لانہ قرآن اور اگر نمازی کی زبان سے
نعم یا آری نکل گیا تو اگر اس کلمہ کا عادی ہو اپنی گفتگو میں یعنی تکیہ کلام ہو تو نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ یہ الفاظ منجملہ اسکے کلام کے متصور ہونگے اور اگر تکیہ کلام نہیں

اپنی قالب سے اسلام ہو کہ نماز نہیں پڑھتا یہ ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو کام عادت دونوں ہاتھ سے کیا جاتا ہے وہ اگر نمازی اسکو ایک ہاتھ سے کرے جیسے پگڑی یا
پاجامہ کا باندھنا اور جو ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے وہ قلیل ہے اگرچہ نمازی دونوں ہاتھ سے کرے جیسے ٹوپی کا پہننا یا اتارنا تیسرا قول یہ ہے کہ تین حرکتیں متصل ہوں تو کثیر ہیں ورنہ قلیل چوتھا قول
یہ ہے کہ کثیر وہ ہے کہ جس کا ارادہ مستقل طور پر ہو جیسے کہ لیے مجلس کرتا ہے پانچواں قول یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جسکو نمازی خود بہت سمجھے کذا فی الشامی مختصرا اور ان سب میں
سے زیادہ قول پر اعتماد ہے اور قلیل کا حال یہ ہے کہ دیکھنے والا اگر دور سے دیکھ کر یہ سمجھے کہ یہ نماز میں نہیں ہے تو وہ عمل قلیل ہے لیکن مشکل پڑتی ہے مسئلہ چھونے اور بوسہ لینے سے
مگر علماء نے کہا ہے کہ وہ عمل قلیل ہی ہے کیونکہ ایک عورت نماز پڑھتی تھی اور اسکے شوہر نے اسکا بوسہ لیا خواہ بدون شہوت کے اسکا بوسہ لیا تو نماز عورت کی فاسد ہو جاتی ہے
حالانکہ عورت نے کوئی فعل نہیں کیا اور مرد کا بوسہ لینا سے اسی طرح فرج میں ذکر کریگا فلا تفسد برفع یدیہ فی تکبیرات الزوائد علی المذہب
اور روایت میں الافساد فقہا نے ان فاسد ہونی ہے نماز نمازی کی کہ اٹھانے سے دونوں ہاتھوں کو رکوع کرنیکے وقت اور سجدہ سے سر اٹھانے کے وقت مذہب قوی کے موجب اور یہ جو
کہ روایت کیا گیا ہے وہ مخالف ہے روایت و درایت کے حکم طحاوی نے کہا کہ تکبیرات زوائد سے مراد رکوع کرنیکا اور سجدہ سے سر اٹھانیکا وقت ہے اور انکو تکبیرات زوائد کہنا خلاف اصطلاح
فقہا ہے اسلئے کہ فقہا کی اصطلاح میں تکبیرات عیدین کو زوائد کہتے ہیں اور روایت فساد وہ ہے جو مکحول نے حضرت امام سے کی ہے کہ رکوع کے وقت اور سجدہ سے سر اٹھانے کے وقت
ہاتھوں کا مفسد ہے اور وجہ اسکے فساد ہونے کی یہ ہے کہ عمل کثیر ہے قول صحیح کے موجب اور یہ جو دیکھنے والا یقین سے معلوم ہو کہ اسکا کرنے والا نماز میں نہیں ہے وہ کہ دونوں ہاتھوں سے کیا جاتا ہے
کذا فی الشامی ولیفسد باعادۃ علی نجس وان اعادۃ علی طاہر بخلاف یدیہ وکتبہ پہلے اٹھا ہو اور فاسد کرتا ہے نماز کو سجدہ کرنا نمازی کا ناپاک چیز پر اگرچہ اسکو پاک چیز پر دوبارہ
بخلاف دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کے کہ اگر انکو نجس پر رکھا ہو گا تو نماز فاسد نہ ہوگی ظاہر روایت پر ہم فساد نماز سجدہ کی صورت میں قول طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک
فاسد ہوتا ہے نماز اسلیے اگر طاہر چیز پر پھر سجدہ کریگا تو ابو یوسف کے نزدیک نماز صحیح ہو جائیگی اور طرفین کے نزدیک یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ انکے نزدیک نماز قابل قسمت نہیں ہے
ایک جز فاسد ہوا کل فاسد ہوگی اور ہاتھوں اور گھٹنوں کے مسئلہ میں عدم فساد اس جہت سے ہے کہ انکا رکھنا نماز میں شرط نہیں کذا فی الشامی ولیفسد اداء رکن حقیقۃ اتفاقا
او تمکنہ منہ بسنتہ وہو قدر ثلاث تسبیحات مع کشف عورۃ او نجاسۃ مانعۃ او وقوع لزحمۃ فی صف نساء او امام امام عند الثانی وہو المختار فی الکل الا الاحد فالاول لکلی اور فاسد
کرتا ہے نماز کو حقیقت میں ادا کرنا ایک رکن کا باتفاق امام ابو یوسف و محمد کے یا قادر ہونا نمازی کا ادا کرنے رکن پر موافق سنت کے یعنی بقدر تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کے توقف کرنا فاسد
کرتا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک برہنگی کے کھلے رہنے کے ساتھ یا نجاست نماز کی مانع کے لگا رہنے کی صورت میں یا بھیڑ کے باعث عورتوں کی صف میں جا پڑنے یا امام سے آگے ہو جانے
کی صورت میں اور یہی قول مختار ہے ان سب مسئلوں میں کیونکہ زیادہ احتیاط والا ہے بیان کیا ہے اسکا جلبی نے ہم حاصل یہ ہے کہ اگر نمازی کی برہنگی بقدر ربع عضو کہ مانع نماز ہے کھل گئی پس اگر حقیقۃ
میں اسنے کوئی رکن ادا کر لیا تب تو ابو یوسف اور محمد دونوں کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور اگر واقع میں ادا نہیں کیا مگر اتنا عرصہ لگا کہ ادا کر سکتا تھا یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی توقف
دیر لگی تو ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اس سے معلوم ہوا کہ اگر اس قدر دیر تک برہنگی کھلی رہیگی تو نماز کسی کے نزدیک فاسد نہ ہوگی اور یہی حال ہے اگر نجاست بدن پر لگ گئی
یا اتفاقاً نجاست پر کھڑا ہو گیا یا عورتوں کی صف میں کسی طرح سے جا پڑا یا امام سے آگے نکل گیا تو اگر ان صورتوں میں کوئی رکن ادا کریگا تو بالاتفاق نماز فاسد ہوگی اور اگر اتنا ٹھہرا
کہ رکن ادا کر سکتا تھا تو ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوگی طحاوی نے کہا کہ رحمت کی قید اتفاقی ہے وصلوتہ علی مصلی مضرب نجس البطانۃ بخلاف غیر مضرب ومبسوط علی نجس
ان لم یظہر لون او ریح اور فاسد کرتا ہے نماز کو نماز پڑھنا نمازی کا ایسی جا نماز پر جسکا استر ناپاک ہے نہ ملا ہوا ہو یعنی سی ہوئی کے اور بخلاف بچھی ہوئی کے ناپاک پر اگر رنگ یا بو نجاست
کا ظاہر نہ ہو کہ اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی حکم یعنی اگر ناپاک زمین یا فرش وغیرہ پر کوئی پاک کپڑا بچھایا تو اگر کپڑا ایسا باریک ہے کہ اسمیں سے رنگ یا بو نجاست کی معلوم ہوتی ہے تو نماز
درست نہ ہوگی اور اگر گاڑھا ہے تو درست ہوگی شامی نے کہا کہ باریک کپڑا اس جگہ حائل شمار نہ ہوگا جہاں نجاست سجدہ یا قدم کی جگہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں سجدہ یا قیام نجاست پر
ہوگا اور مطلق ہوگا تا مفسد نماز نہیں نجاست قریب ہو یا بعید وتحویل صدرہ عن القبلۃ اتفاقا بغیر عذر اور فاسد کرتا ہے نماز کو پھیر لینا نمازی کا اپنے سینہ کو قبلہ کی جانب
سے بالاتفاق بدون عذر کے حکم شامی نے کہا کہ منہ کا پھیرنا مکروہ ہے نہ مفسد خواہ سارا منہ پھیرے یا تھوڑا فافہم حدثہ فاستدبر القبلۃ ثم علم عدمہ ان قبل خروجہ من المسجد لا تفسد

یا اسکا قیام اس سے پہلے یا اسکے بعد کیا تو فاسد ہوگی اور عذر کے ساتھ اور ایسا ہی اگر نائم رکن ادا کیا تو فاسد نہیں ومسابقۃ المؤتم برکن لم یشارکہ فیہ امامہ کان رکع ورفع راسہ قبل امامہ ولم یعدہ
معہ او بعدہ وسلم مع الامام اور مفسد نماز ہے پہلے کر لینا مقتدی کا کسی رکن کو جس میں کہ امام اسکا شریک نہوا ہو مثلاً مقتدی نے رکوع امام سے پیشتر کیا اور امام
کے رکوع سے پیشتر اپنا سر اٹھا لیا اور پھر اس رکوع کو امام کے ساتھ یا اسکے بعد دوبارہ نہ کیا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز نہوگی ہم طحطاوی نے کہا
کہ امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی قید کی کچھ حاجت نہیں ومتابعۃ المسبوق امامہ فی سجود السہو بعد تأکد انفرادہ اما قبلہ فتجب متابعتہ اور مفسد نماز ہے پیروی کرنا مسبوق کا
اپنے امام کی سجدہ سہو میں جبکہ تاکید ہو چکے انفراد مسبوق کی اور پیشتر اسکے انفراد کے تو متابعت واجب ہے یہ صورت مسئلہ کی ہے کہ مسبوق امام کے سلام پھیرنے
سے پیشتر یا بعد مثلاً اٹھ کر جدا ہو اور ایک رکعت پڑھ چکا یعنی سجدہ کر لیا تھا ذکر کیا اس وقت امام نے سجدہ سہو کیا اور یہ مسبوق اگر اس سجدہ میں امام کا شریک ہوگا
تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ حال انفراد میں اقتدا کرنا مفسد ہے اور جب تک کہ ایک رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تب تک انفراد مستحکم نہیں ہوا اس وقت اگر امام
سجدہ سہو کرے تو مسبوق پر متابعت واجب ہے وعدم اعادۃ الجلوس الاخیر بعد اداء سجدۃ صلبیۃ او تلاوۃ تذکرہا بعد الجلوس اور مفسد نماز ہے دوبارہ نہ کرنا نمازی کا
قعدہ اخیر کو بعد ادا کرنے سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت کے جو یاد آیا ہو بعد قعدہ کے کیونکہ اس سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت سے قعدہ باطل ہو جاتا ہے تو اگر دوبارہ نماز
تو ایک رکن نماز کا یعنی قعدہ اخیر چھوٹ جاویگا اور نماز فاسد ہو جائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت ترک رکن میں داخل ہے اسکو جدا لکھنے کی ضرورت نہ تھی وعدم اعادۃ
رکن اداہ نائما اور مفسد نماز ہے دوبارہ نہ کرنا نمازی کا اس رکن کو جسکو سونے کی حالت میں ادا کیا ہو طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت ترک شرط میں داخل ہے یعنی نمازی
کا ادا کرنا حالت اختیار میں شرط نماز ہے اور سونے کی حالت میں یہ شرط چھوٹ جاتی ہے ولیکن مترجم کے نزدیک شرط میں بلا عذر کی قید تھی وہ یہاں متحقق نہیں
اسلیے یہ صورت جدا ہے وقہقہۃ امام المسبوق بعد الجلوس الاخیر اور مفسد نماز ہے کھلکھلا کر ہنسنا مسبوق کے امام کا بعد قعدہ اخیرہ کے یعنی اگر امام قدر تشہد کے قعدہ
اخیرہ میں زور سے ہنس پڑیگا تو اسکی نماز اور مدرکوں کی نماز پوری ہو جائیگی مگر مسبوق کی نماز فاسد ہو جائیگی کہ یہ فعل امام کا اسکی نماز کے درمیان میں واقع ہوگا
چنانچہ اسکی تفصیل پہلے باب میں گذر گئی ومنہا المد فی التکبیر کما مر اور ایک مفسد نماز کا ہمزہ کا کھینچنا ہے اللہ اکبر کہنے میں چنانچہ پیشتر گذرا ہم اپنی تکبیر
رکوع وسجدہ کے لیے ہمزہ اگر کھینچیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور تکبیر تحریمہ میں تو سرے سے نماز کا شروع ہی صحیح نہیں فساد تو شروع کے بعد ہوا کرتا ہے کذا فی الشامی
ومنہا القراءۃ بالالحان ان غیر المعنی والا لا الا فی حرف مد ولین اذا فحش والا لا بزازیۃ اور ایک مفسد نماز ہے قراءت کا پڑھنا الحان سے یعنی زیر و زبر پیش کو نغموں کی
رعایت سے بڑھا کر پڑھنا کذا فی فتح القدیر الحان سے پڑھنا مفسد ہے اگر معنی کو بدل دے مثلاً رب العلمین کو رآب العلمین پڑھے اور اگر معنی نہ بدلیں تو مفسد نہیں
مگر حروف مد اور لین میں اگر حد سے زیادہ الحان کریگا تو باوجود معنی نہ بدلنے کے نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر حد سے زیادہ نہوگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی البزازیہ ہم دو سے
تین حرف علت کے حروف کہلاتے ہیں انکے پہلے کی حرکت اگر انکے موافق ہوتی ہے یعنی واو کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور یا کے پہلے زیر ہو تو انکو حروف
مد کہتے ہیں اور اگر ناموافق حرکت ہو یعنی واو کے پیشتر یا یا کے پہلے زبر ہو مثلاً تو حروف لین کہلاتے ہیں تو حروف لین صرف دو ہیں کیونکہ الف سے پہلے سوائے زبر
کے اور کچھ نہیں ہوتا غرضکہ حروف علت میں اشباع زائد مفسد نماز ہے ومنہا زلۃ القاری اور ایک نماز کا مفسد قاری کی لغزش یعنی غلط پڑھنا ہے ہم جاننا چاہیے
کہ قراءت میں غلطی سے نماز فاسد ہونے کے چند قاعدے ہیں کہ اگر انکو جان لیا جائے تو حکم ہر غلطی کا معلوم ہو سکتا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہوئی یا نہیں تو ان قواعد
کے منضبط کرنے کے لیے ہم کہتے ہیں کہ غلطی یا تو اعراب میں ہوگی یعنی زیر زبر پیش سکون میں اور اسی میں داخل ہے مشدد کو تخفیف سے پڑھنا اور اسکا عکس اور مد والیکو
قصر سے پڑھنا اور اسکا عکس یا غلطی حروف میں ہوگی یعنے ایک حرف کی جگہ دوسرے کو ادا کرنا یا کسی حرف کا زیادہ کرنا یا کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی کلمات
میں ہوگی کہ ایک کلمہ کی جگہ دوسرے کو پڑھنا یا زیادہ کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی جملوں میں ہو اسیطرح یا غلطی وقف میں ہو کہ وصل کی جگہ وقف کیا جاوے
اور وقف کی جگہ وصل اب متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس غلطی سے معنی ایسے بگڑ جائیں کہ انکا اعتقاد کرنا کفر ہوتا ہو تو اس غلطی سے نماز فاسد ہو جائیگی

لفی جنات و نہر فی الطلوات اور اسی طرح فاسد نہیں ہوتی نماز اگر کرے کسی کلمہ کو وقف یا ابتدا کی ہو یا قافی نے فساد نماز کی اگر معنی بدل جائیں جیسے رب العلمین
بسبب اضافت جیسے فاسد ہوتی ہے نماز اگر بدل دے ایک کلمہ کو دوسرے سے اور معنی بگڑ جائیں جیسے ان الفجار لفی جنات پڑھا النعیم کی جگہ اور پورا
بیان اسکا بڑی کتابوں میں ہے ہم شامی نے کہا کہ ظاہر کلام ظہیریہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مکرر پڑھنا ایک کلمہ کا اس صورت میں مفسد ہے کہ پڑھنے والا مضاف
و مضاف الیہ کو جانتا ہو اور اگر جانتا نہ ہو یا قصد اضافت کا کیا ہو بلکہ تصحیح مخارج کے لیے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا زبان سے بے ساختہ نکل گیا ہو تو چاہیے کہ نماز فاسد
نہ ہو اور مفسدات نماز سے وہ صورتیں بھی ہیں جو اس باب سے پیشتر بیان ہو چکیں مثلاً عورت کا محاذی ہونا اور خلیفہ بنا لینے کو نا جو قابل امامت نہ ہو اور امام
کا مسجد سے باہر چلا جانا بدون خلیفہ کرنے کے اور حدث کے بعد نمازی کا ایک رکن کی مقدار ٹھہرنا یا حالت حدث اور رفتار میں ایک رکن کو ادا کرنا یا
اثنا نماز میں کسی فعل مخالف نماز کا صادر ہونا وغیرہ تو غالباً شارح نے انکو اسلیے یہاں ذکر نہیں کیا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے ولا یفسد نظرہ الی
مکتوب و فہمہ ولو مستفہما وان کرہ اور نہیں فاسد کرتا نماز کو دیکھنا نمازی کا لکھی چیز کو اور سمجھ جانا اسکا اگرچہ وہ استفہام سمجھا ہو ہر چند و استفہام سمجھنا مکروہ ہے لیکن
لکھے کو سمجھنا نماز کے اعمال میں سے نہیں اس سے پر لکھا اگر اتفاقاً نظر لکھے پر پڑ گئی اور سمجھ میں بدون قصد کے آ گیا تو مکروہ بھی نہیں کذا فی الطحطاوی
و مرور مار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح اور نہیں فاسد کرتا نماز کو گذرنا کسی گذرنے والے کا جنگل میں یا بڑی مسجد میں نمازی کے سجدہ
کی جگہ میں کو صحیح تر قول میں ہے یعنی نمازی کے قدموں سے سجدہ کی جگہ تک میں سے کسی کا گذر جانا مفسد نماز نہیں اور اسکا مقابل قول تمرتاشی کا ہے کہ قدموں
سے ایک ایسی جگہ تک گذرنا مفسد نہیں جہاں تک نمازی کی نظر پڑے جبکہ وہ سجدہ کے مقام کو تاکتا ہو غرضکہ فساد نماز تو دونوں صورتوں میں نہیں لیکن
گذرنے والے پر گناہ کا ہونا اصح قول میں قدموں سے لیکر سجدہ تک کی جگہ میں گذرنے سے ہوگا اور تمرتاشی کے قول پر اس جگہ میں بھی گذرنے سے
ہوگا جہاں نمازی کی نظر پڑے سجدہ گاہ کو تاکنے کی حالت میں کذا فی الشامی او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت و مسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ
مطلقا ولو امرأۃ او کلبا یا مفسد نماز نہیں گذرنا گذرنے والے کا نمازی کے آگے اسکے قدموں سے لیکر دیوار قبلہ تک گھر میں اور چھوٹی مسجد میں کہ گھر
اور چھوٹی مسجد مثل ایک مکان کے ہیں یعنی مقدار دو صفوں کے فاصلہ ہونا ان دونوں میں مانع اقتدا نہیں جیسے جنگل اور بڑی مسجد میں مانع ہوتا ہے
مفسد نماز نہیں گذرنا کسی کا مطلق خواہ وہ عورت ہو یا کتا ہم شامی نے کہا کہ اسمیں رد ہی ظاہریہ کے قول پر جو کہتے ہیں کہ گذرنا عورت یا کتے یا گدھے کا
مفسد ہے اور اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اس باب میں جو کچھ مروی ہے وہ منسوخ ہے چنانچہ حلیہ میں اسکو ثابت کیا ہے او مرورہ اسفل من الدکان
امام المصلی لو کان یصلی علیہا ای الدکان بشرط محاذاۃ بعض اعضاءہ وکذا سطح و سریر و کل مرتفع دون قامۃ المار وقیل دون السترۃ
کما فی غرر الاذکار یا مفسد نماز نہیں گذرنا گذرنے والے کا مکان کے نیچے نمازی کے سامنے کو جبکہ وہ دوکان پر نماز پڑھتا ہو بشرط برابر آ جانے بعض
اعضا گذرنے والے کے بعض اعضاء نمازی کو اور یہی حکم فساد کا ہے چھت اور تخت اور ہر اونچی چیز کا جسکی بلندی گذرنے والے کے قد سے کم ہو اور
قول ضعیف یہ ہے کہ مقدار سترہ یعنی ایک ہاتھ سے کم ہو جیسا کہ غرر الاذکار میں ہے ہم بحر الرائق میں اس قول ضعیف کو غلط کہا ہے اسوجہ سے کہ اگر مقدار سترہ
کا اعتبار ہوتا تو سوار کا نکلنا نمازی کے سامنے کو مکروہ نہ ہوتا کہ وہ تو غالباً ہاتھ سے اونچا ہی ہوتا ہے کذا فی الشامی وان اثم المار لحدیث البزار لو یعلم المار
ما ذا علیہ من الوزر لوقف اربعین خریفا فی ذلک المرور لو بلا حائل ولو ستارۃ ترتفع اذا سجد و تعود اذا قام اگرچہ اس گذرنے میں گذرنے والا گناہگار
ہوتا ہے بسبب حدیث بزار کے کہ اگر گذرنے والا جانے کہ اسپر کیا گناہ ہے تو ٹھہر رہے چالیس برس اور گناہ اسوقت ہے کہ گذرنا بدون آڑ کے ہو
اگرچہ آڑ ایسا سترہ ہو کہ سجدہ کرنے کے وقت دور ہو جاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ ہو جاتا ہو ہم حلبیہ میں کہا کہ اس مسئلہ میں چار صورتیں
ہیں اول یہ کہ گذرنے والے کو گنجائش ہو کہ نمازی کے سامنے کو نہ گذرے اور نمازی نے راستہ روکا نہیں تو اس صورت میں اگر گذرے گا تو

گناہ خاص گذرنے والے پر ہوگا دوسرے یہ کہ اور طرف کو رستہ نہیں اور نمازی نے رستہ روک لیا ہو تو اس صورت میں گناہ نمازی ہی کو ہوگا سوم یہ کہ نمازی نے
رستہ روکا ہو مگر گذرنے والا اور طرف کو بھی نکل سکتا ہو تو اب گذرنے سے دونوں گنہگار ہونگے چہارم یہ کہ نمازی نے رستہ نہیں روکا اور گذرنے والے
کو اور طرف راہ نہیں تو ان میں کسی پر گناہ نہیں اور صورت سترہ کی یہ ہے کہ مثلاً ایک انگشت کے برابر موٹی رسی یا اور کوئی چیز چھت میں لٹکتی ہو جب نمازی
سجدہ کرتا ہے تو وہ سر کی حرکت سے اسکی گردن یا کمر پر ہو جاتی ہے اور جب کھڑا ہوتا ہے پھر برابر ہو جاتی ہے تو اس طرح کی آڑ سے بھی گذرنے والے پر کچھ
گناہ نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتبار سترہ کا قیام کی حالت میں ہے کذا فی الشامی والطحطاوی (ولو کان فرجۃ فللداخل ان یمر علی رقبۃ من
لم یسدہا لانہ اسقط حرمۃ نفسہ قنیۃ) اور اگر صف میں کوئی جگہ خالی ہو تو نماز میں آنے والے کو جائز ہے کہ جس شخص نے اس جگہ کو بند نہیں کیا اسکی گردن
پھلانگ کر چلا جاوے کیونکہ اسنے اپنی حرمت آپ کھو دی تو خبردار ہو جا اپنے نفس کے سامنے سے گذرنا گناہ نہیں ہے شامی نے کہا کہ اگر ایک شخص نمازی کے
سامنے گذرنا چاہتا ہے اور اسکے ساتھ کوئی چیز قابل سترہ کے ہو تو اسکو نمازی کے سامنے رکھ دے اور سامنے سے گذر جاوے اور اگر دو شخص ہوں
تو ایک نمازی کے سامنے کھڑا ہو جاوے اور دوسرا اسکی آڑ سے نکل جاوے پھر دوسرا کھڑا ہو جاوے پہلا شخص اسکی آڑ سے گذر جاوے … دونوں نمازی
معلوم ہوا کہ ایک طرف شخص سامنے نمازی کے کھڑا ہو جانا یا آڑ بنا کر اسکے سامنے سے گذرنا … گناہ نہیں (ویغرز ندباً بدائع الامام وکذا المنفرد
فی الصحراء ونحوہا سترۃ بقدر ذراع طولا وغلظ اصبع لتبدو للناظر بقربہ دون ثلثۃ اذرع علی حذاء احد حاجبیہ لا بین عینیہ والایمن افضل) اور گاڑے
امام بطور استحباب کذا فی البدائع اور اسی طرح تنہا پڑھنے والا جنگل میں اور مثل جنگل میں … سترہ کہ مقدار ایک ہاتھ کی
لمبائی میں اور ایک انگلی کی موٹائی میں تاکہ دیکھنے والے کو قریب سے معلوم ہو … تین ہاتھ کے فاصلہ کے اندر مقابل ایک ابرو کے
نہ دونوں آنکھوں کے بیچ کے سامنے اور داہنی ابرو کے مقابل کھڑا کرنا بہتر ہے … طحطاوی نے کہا کہ شارح کو چاہیے تھا کہ دون ثلثۃ اذرع
کی جگہ قدر ثلثۃ اذرع کہتا کیونکہ حلبی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ فاصلہ درمیان نمازی اور سترہ کے تین ہاتھ سے زیادہ نہ ہو اور ایک ہاتھ کا طول اور انگلی کی موٹائی
بیان اقل مقدار کا ہے کہ اس سے کم نہ ہو اور بحر الرائق میں کہا کہ ظاہر مذہب کے موجب موٹائی کا کچھ اعتبار نہیں (ولا یکفی الوضع ولا الخط وقیل یکفی فیخط طولاً وقیل
کالمحراب) اور کفایت نہیں کرتا رکھ دینا سترہ کا یعنی زمین پر لٹا دینا مثل لاٹھی وغیرہ کا اور نہ کافی ہے خط کھینچنا اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر سترہ پاس نہ ہو تو خط کھینچنا
کافی ہے تو خط کھینچے نمازی طول میں یعنی سیدھا اور بعض نے کہا کہ مثل محراب کے یعنی اس شکل کمان … فتح القدیر میں … سترہ کے خط کھینچنے پر یقین
کیا ہے اور کہا ہے کہ اتباع سنت بہرحال بہتر ہے علاوہ اسکے خط کچھ نہ کچھ نظر آتا ہے تو کافی ہوگا اور یہ قول امام محمد سے مروی ہے اس سے نکلتا ہے کہ اگر کتاب یا کپڑا اپنے
سامنے رکھ لیگا تب بھی سترہ ہو جاویگا (ویدفعہ ہو رخصۃ فترکہ افضل بدائع قال الباقانی فلو ضربہ فمات لاشیء علیہ عند الشافعی رضی اللہ عنہ خلافا لنا علی ما
یفہم من کتبنا بتسبیح او جہر قراءۃ او اشارۃ ولا یزاد علیہا عندنا قہستانی لاہما فانہ یکرہ) اور ہٹا دے نمازی گذرنے والے کو جبکہ سترہ نہ ہو یا سترہ ہو
لیکن وہ سترہ کے اندر کو گذرتا ہو تو ہٹا دے سبحان اللہ کہنے یا پکار کر پڑھنے سے اگرچہ نماز سری ہو یا اشارہ سے ہاتھ یا آنکھ یا سر کے شارح نے کہا
کہ ہٹانا رخصت ہے عزیمت نہیں پس ترک دفع بہتر ہے اسلیے کہ دفع کرنا نماز کے اعمال سے نہیں کذا فی البدائع باقانی نے کہا کہ اگر نمازی نے گذرنے والے
کو مارا اور وہ مر گیا تو اسپر کچھ نہیں نہ دیت نہ قصاص امام شافعی رح کے نزدیک بخلاف ہمارے مذہب کے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے ہماری کتابوں سے
یعنی رخصت فقط اشارہ ہے نہ جنگ وجدال اور نہ زیادہ کیا جاوے ان باتوں پر ہمارے نزدیک یعنی پکڑ لینا یا مارنا ہمارے نزدیک درست نہیں کذا فی القہستانی
نہ دفع کرے سبحان اللہ کہنے اور اشارہ دونوں سے کہ دونوں باتوں کا جمع کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ مقصود ایک سے حاصل ہے اور جو حدیث میں آیا ہے کہ گذرنے والے
سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہے تو یہ منسوخ ہے چنانچہ زیلعی نے سرخسی سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا جب نماز کے اندر کلام کرنا مباح تھا

یا یہ خارج نماز تھا تو مکروہ تنزیہی ہے اور مکروہ تحریمی ہے انگلیاں چٹکانا اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے کی انگلیوں میں ڈالنا اگرچہ نمازی ہو منتظر نماز کا یا جانے والا نماز کی طرف تشبیک کی کراہت ہے باعث نہی کے اور مکروہ نہیں نماز کے باہر بسبب کسی حاجت کے کہ ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کیا کہ اپنی انگلیاں مت چٹکا جبکہ تو نماز پڑھتا ہو اور بیہقی نے حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ آدمی اپنی انگلیاں چٹکائے جس وقت کہ مسجد میں نماز کا منتظر بیٹھا ہو اور ایک روایت میں ہے کہ جس وقت کہ نماز کے لیے جاتا ہو اور احمد اور ابوداؤد وغیرہما نے تشبیک کی ممانعت کی حدیث نقل کی ہے اور خارج نماز سے یہ مراد ہے کہ نماز کو نہ جاتا ہو اور نہ مسجد میں اسکا منتظر ہو اور حاجت یہ کہ جوڑوں کا آرام دینا ہو مثلاً اس سے معلوم ہوا کہ بدون حاجت کھیل کے طور پر انگلیوں کا چٹکانا یا ایک پنجہ کا دوسرے میں ڈالنا مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الشامی والتخصر وضع الید علی الخاصرۃ للنہی ویکرہ خارجہا تنزیہا اور مکروہ تحریمی ہے تخصر یعنی ہاتھ کا کوکھ پر رکھنا بسبب نہی کے اور باہر نماز کے مکروہ تنزیہی ہے صحیحین وغیرہما میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے ممانعت فرمائی اور خارج نماز کی کراہت بحث ہے صاحب بحر کی کذا فی الشامی والطحطاوی والالتفات بوجہہ کلہ او بعضہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہے سارا چہرہ یا تھوڑا پھیر کر نماز میں دیکھنا بسبب نہی کے کہ ترمذی نے انس سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچ نماز میں التفات سے کیونکہ التفات نماز میں موجب ہلاکی ہے کذا فی الشامی وببصرہ یکرہ تنزیہا وبصدرہ تفسد کما مر اور بدون منہ پھیرنے کے آنکھ سے ادھر ادھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے اور سینہ کو پھیر کر دیکھنا بدون عذر کے مفسد نماز ہے چنانچہ مفسدات نماز میں بیان ہوا وقیل قائلہ قاضی خان تفسد بتحویلہ والمعتمد لا اور قاضی خان نے کہا ہے کہ نماز فاسد ہوتی ہے منہ کے پھیرنے سے اور معتمد یہ ہے کہ فاسد نہیں ہوتی بلکہ مکروہ تحریمی ہے واقعاؤہ کالکلب للنہی اور مکروہ تحریمی ہے نمازی کا بیٹھنا مثل کتے کے بسبب نہی کے کہ اقعا کی تفسیر طحطاوی نے بیان کی ہے کہ دونوں سرین پر بیٹھے اور رانوں کو کھڑا کرکے دونوں گھٹنے چھاتی سے لگالے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور چونکہ یہ نشست کتے کی نشست کے مشابہ ہے اسلیے یہی صحیح تر ہے اور حدیث میں اسی نشست کی ممانعت ہے اور کرخی نے یہ تفسیر کی ہے کہ دونوں پانوں کو کھڑا کرکے انکی ایڑیوں پر بیٹھے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے زیلعی نے کہا کہ یہ نشست مکروہ تحریمی نہیں بلکہ چونکہ مخالف نشست مسنون کی ہے اسلیے مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی وافتراش الرجل ذراعیہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہے بچھانا مرد کا اپنے دونوں ہاتھوں کو واسطے نہی کے یعنی حدیث مسلم میں ممانعت وارد ہے وصلوتہ الی وجہ انسان لکراہۃ استقبالہ فالاستقبال لو من المصلی فالکراہۃ علیہ والا فعلی المستقبل ولو بعیدا ولا حائل اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑھنا نمازی کا کسی آدمی کے منہ کی طرف جیسے مکروہ ہے منہ کرنا نمازی کی طرف پس اگر منہ کرنا نمازی کی طرف سے ہوگا تو کراہت اسپر ہوگی ورنہ دوسرے شخص پر جو نمازی کی طرف کو منہ کریگا اگرچہ منہ کرنے والا دور ہو اور نمازی میں اسمیں کوئی آڑ نہو ہم طحطاوی نے کہا کہ استقبالہ کی ضمیر نمازی کی طرف ہے اور استقبال ضمیر مفعول کی طرف مضاف ہے اور آڑ نہ ہونیکی قید اسلیے لگائی کہ آڑ کی صورت میں کراہت نہیں رہتی مثلاً نمازی کا منہ دوسرے کے منہ کی طرف ہے مگر دونوں کے بیچ میں ایک اور شخص ہے جسکی پشت نمازی کی طرف ہے تو مکروہ نہوگا ورد السلام بیدہ او برأسہ کما مر اور مکروہ تنزیہی ہے جواب سلام کا دینا اپنے ہاتھ سے یا اپنے سر سے جیسا پیشتر مفسدات میں گذرا فرع مسئلہ لطیفہ شارح کا لا بأس بتکلم المصلی واجابتہ برأسہ کما لو طلب منہ شیٔ او اری درہما وقیل اجید فاوما بنعم او لا او قیل کم صلیتم فاشار بیدہ انہم صلوا رکعتین کچھ مضائقہ نہیں نمازی کے بولنے یا جواب دینے میں اپنے سر سے جیسے کسی نے نمازی سے کوئی چیز مانگی یا روپیہ دکھلایا اور پوچھا کہ کھرا ہے پس نمازی نے اشارہ سے ہاں یا نہیں کہا یا نمازی سے پوچھا گیا کہ تم نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اور اسنے ہاتھ سے اشارہ کر دیا کہ ہم نے دو رکعتیں پڑھی ہیں ہم لفظ لا بأس سے اشارہ ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ سر یا ہاتھ سے اشارہ نکرے کذا فی الطحطاوی الا انہ قیل لہ تقدم فتقدم او دخل احد الصف فوسع لہ فورا فسدت ذکرہ الحلبی وغیرہ خلافا لما مر عن الجوہرۃ اور اگر نمازی سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ جا پس وہ آگے بڑھ جاوے یا کوئی شخص صفوں میں داخل ہوا اور نمازی نے فوراً اسکو جگہ دیدی تو نماز فاسد ہوگئی

ذکر کیا ہے اسکو بلحاظ منہ پھیرنے کے بخلاف اس قول کے جو کہ بحر الرائق میں کہا ہے کہ اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی اور بظاہر یہی مسئلہ کا اصلی قول
ہے پس فساد کا مشروع ہونا اور قول نماز کے فاسد ہونے کا ضعیف ہے چنانچہ بحر میں بالفعل ہے اسکی تضعیف کی گئی ہے وکرہ التربع تنزیہا لترک الجلسة المسنونة
بغیر عذر ولا یکرہ خارجہا لانہ علیہ الصلوة والسلام کان جل جلوسه مع اصحابه التربع وکذا عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور مکروہ تنزیہی ہے چار زانو بیٹھنا نماز
کے اندر بدون عذر کے بسبب ترک کرنے جلسہ مسنون کے اور مکروہ نہیں ہے پالتی مار کر بیٹھنا نماز سے باہر اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست
اصحاب کے ساتھ اکثر چار زانو ہوتی تھی اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشست تھی نقل کیا ہے اس حدیث کو شرح منیہ میں ابن امام
نے اور اسمیں رد ہے ان لوگوں کے قول کا جو کہتے ہیں کہ چار زانو بیٹھنا نماز کے باہر مکروہ ہے اس وجہ سے کہ جابر لوگوں کی نشست ہے کذا فی الشامی
والتثاؤب ولو خارجہا ذکرہ مسکین لانہ من الشیطان والانبیاء محفوظون منه اور مکروہ ہے جمائی لینا اگرچہ نماز کے باہر ہو ذکر کیا ہے اسکو مسکین نے اسلیے
کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے اور انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ ہیں امام بخاری سے مروی ہے کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے تو جب کوئی
تم میں سے جمائی لے تو چاہیے کہ جہانتک ہو سکے دفع کرے شامی نے کہا کہ جمائی کی کراہت کو کسی نے بیان نہیں کیا کہ تحریمی ہے یا تنزیہی ظاہر میں معلوم ہوتا
کہ اگر اپنے آپ آوے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر قصداً جمائی لے تو مکروہ تحریمی ہے [illegible] وتغمیض عینیه للنہی الا
لکمال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکھوں کا بسبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لیے بند کرنا مکروہ نہیں ہے [illegible] کو
ابن عدی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے اور بدائع میں وجہ کراہت یہ لکھی ہے کہ سجدہ گاہ کا تکنا سنت ہے اور آنکھوں کے بند کرنے سے یہ
سنت متروک ہو جاتی ہے تو اسلیے حلیہ اور بحر الرائق میں کراہت کو تنزیہی کہا کذا فی الشامی وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ
وقدماہ خارجہ لان العبرة للقدم مطلقا وان لم یشتبہ حال الامام ان علل بالتشبہ وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا اشتباہ فی نفی الکراہة اور مکروہ ہے
کھڑا ہونا امام کا محراب میں نہ سجدہ کرنا امام کا محراب میں حالانکہ دونوں پاؤں اسکے محراب کے باہر ہوں اسلیے کہ اعتبار ہر مسئلہ میں اعتبار قدم
کا ہے امام کا کھڑا ہونا محراب میں مطلق مکروہ ہے اگرچہ حال امام کا مقتدیوں پر مشتبہ نہو خواہ محراب مسجد میں [illegible] اگر علت کراہت کی اہل کتاب کی
مشابہت کو ٹھہرایا جاوے اور اگر علت کراہت امام کے مشتبہ ہونے کو کہا جاوے اور محراب میں کھڑا ہونے سے کچھ اشتباہ نہوتا ہو تو مکروہ ہونے میں کچھ شبہ نہیں
ہم تامل ہے کہ امام محمد نے جامع صغیر میں امام کے محراب میں کھڑا ہونے کو مکروہ لکھا ہے اور کچھ تفصیل نہیں کی اسلیے اس کراہت کے سبب میں مشائخ نے اختلاف
کیا بعض نے تو یہ کہا کہ محراب ایک جدا گانہ حجرے کی طرح ہے تو اسمیں کھڑا ہونا اہل کتاب کے مشابہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے امام کا مکان جدا گانہ بناتے ہیں
ہدایہ میں اسی پر اکتفا کیا ہے اور مختار امام سرخسی کا بھی یہی ہے اور بعض فقہا نے کراہت کا سبب یہ بیان کیا کہ امام کا حال داہنے اور بائیں کے مقتدیوں پر مشتبہ
رہیگا اسلیے مکروہ ہے شارح کہتا ہے کہ اگرچہ کراہت اہل کتاب کی مشابہت ہے تو ہر صورت سے مکروہ ہے مقتدیوں پر اشتباہ ہو یا نہ ہو اور اگر وجہ کراہت اشتباہ حال
امام ہو تو جس صورت میں اشتباہ نہوگا مکروہ بھی نہ ہوگا کذا فی الشامی وانفراد الامام علی الدکان للنہی وقدر الارتفاع بذراع ولا باس بما دونه وقیل ما یقع
به الامتیاز وهو الاوجه ذکرہ الکمال وغیرہ اور مکروہ ہے کھڑا ہونا امام کا تنہا چبوترہ پر بسبب نہی کے یعنی حدیث دارقطنی کے منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس سے کہ امام کھڑا ہو اوپر اور لوگ اسکے پیچھے نیچے رہیں کذا فی الطحطاوی اور اندازہ اونچائی کا ایک ہاتھ کی اونچائی ہے اور کچھ ڈر نہیں
ایک ہاتھ سے کمتر بلندی کا اور بعض کا قول مقدار ارتفاع میں یہ ہے کہ جس سے امتیاز ہو جاوے [illegible] ذکر کیا اسکو کمال الدین نے
وغیرہ نے بدائع میں کہا کہ ظاہر الروایہ بھی دوسرا قول ہے اور حدیث کے اطلاق کے مناسب ہے [illegible]
جو بیٹھنے کے لیے بنائی جاوے اور مقتضاء حدیث یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہو کذا فی الشامی وکرہ عکسه فی الاصح اور مکروہ ہے اسکا عکس [illegible]

کھڑا ہونا مقتدیوں کا اونچے مکان پر اور صرف امام کا پستی میں ہونا طحطاوی نے کہا کہ غالبا کراہت تنزیہی ہے اسلیئے کہ نہی تو خاص پہلی ہی صورت میں وارد ہے
اور وجہ کراہت یہ ہے کہ اسمیں امام کی حقارت ہے اور صحیح قول ظاہر الروایۃ ہے اور اسکا مقابل قول طحطاوی کا ہے کہ یہ صورت مکروہ نہیں کذا فی الشامی وہذا کلہ عند
عدم العذر کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض او فی المحراب لضیق المکان لم یکرہ کما لو کان معہ بعض القوم فی الاصح وبہ جرت العادۃ فی جوامع المسلمین
اور یہ کراہت تنہا اسی حالت میں ہے وقت نہ ہونے عذر کے مثل اژدحام جمعہ اور عید کے دن کے تو اگر بھیڑ اور کثرت کے باعث مقتدی بالاخانوں پر کھڑے ہوں اور
امام زمین پر یا محراب میں کھڑا ہو بسبب تنگی جگہ کے تو مکروہ نہ ہوگا جیسے اس صورت میں مکروہ نہیں کہ امام کے ساتھ مقتدیوں میں سے بعض ہوں صحیح تر
قول میں یعنی اگر امام چبوترہ پر ہو اور اسکے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہ ہوگا اور اسی بات کی عادت ہو گئی ہے جامع مسجدوں اہل اسلام میں یعنی اگر تنگی کے
باعث امام کو محراب میں یا بلندی پر کھڑا ہونا ہوتا ہے تو اسکے ساتھ دو ایک مقتدی بھی کھڑے ہو جاتے ہیں ومن العذر ارادۃ التعلیم او التبلیغ کما بسط فی البحر
اور عذر میں سے ہے ارادہ کرنا امام کا تعلیم کا یا مقتدی کا قصد کرنا امام کی آواز پہونچانے کو دوسرے مقتدیوں تک جیسا کہ مفصل بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق
میں ہم یعنی اگر امام تنہا بلندی پر اسلیئے کھڑا ہو کہ مقتدی اسکے افعال دیکھ کر سیکھیں یا مقتدی اسلیئے کھڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کر کہے تو مکروہ نہ ہوگا اس سے
معلوم ہوا کہ بدون عذر کے تنہا کھڑا ہونا ایک مقتدی کا اونچی جگہ پر مکروہ ہے کذا فی الشامی وقدمنا کراہۃ القیام فی صف خلف صف فیہ فرجۃ للنہی وکذا
القیام منفردا وان لم یجد فرجۃ بل یجذب واحدا من الصف ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولی فلذا قال فی البحر یکرہ وحدہ الا اذا لم یجد فرجۃ
اور ہم پیشتر باب الامامۃ میں لکھ آئے ہیں مکروہ ہونا قیام کا ایک صف میں پیچھے ایسی صف کے جسمیں فرجہ ہو بسبب نہی کے اور اسی طرح مکروہ ہونا قیام
کا تنہا اگرچہ صف میں جگہ نہ پاوے بلکہ ایک نمازی کو صف میں سے اپنے برابر کھینچ لے ذکر کیا ہے اسکو ابن کمال نے لیکن کہا ہے صاحب قنیہ وغیرہ نے کہ
ہمارے زمانے میں نہ کھینچنا بہتر ہے یعنی لوگوں میں جہل زیادہ ہے اکثر لوگ ناواقفی کی جہت سے لڑتے ہیں اور یہیں وجہ بحر الرائق میں کہا کہ مکروہ ہے
تنہا کھڑا ہونا مگر اس صورت میں کہ صف میں جگہ نہ پاوے تو تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہیں یعنی دوسرے نمازی کے کھینچنے کو صاحب بحر نے ذکر نہیں کیا ولبس
ثوب فیہ تماثیل ذی روح وان یکون فوق راسہ او بین یدیہ او بحذائہ یمنۃ او یسرۃ او محل سجودہ تمثال ولو فی وسادۃ منصوبۃ لا مفروشۃ
اور مکروہ ہے نمازی کو پہننا اس کپڑے کا جسمیں تصویریں جاندار کی ہوں اور مکروہ ہے کہ ہووے نمازی کے سر پر یعنی چھت میں یا سامنے یا برابر داہنے
خواہ بائیں یا سجدے کی جگہ میں کوئی تصویر اگرچہ کھڑے گدے میں ہو جسپر نہ چلتے ہوں نہ تکیہ کرتے ہوں نہیں مکروہ ہے اگرچہ بچھے ہوئے گدے پر تصویر ہو
تمثال صرف جاندار کی صورت کو کہتے ہیں اور تصویر عام ہے جاندار کی ہو یا بیجان کی اور جاندار کی تصویر کا گھر میں رکھنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے
کہ فرشتے داخل نہیں ہوتے اس گھر میں جسمیں کتا یا تصویر ہو کذا فی النہر برابر ہے کہ تصویر کپڑے میں ہو یا برتن میں یا دیوار میں واختلف فیما اذا کان
التمثال خلفہ والاظہر الکراہۃ اور اختلاف ہے اس صورت میں کہ تصویر نمازی کے پیچھے ہو اور ظاہر تر کراہت ہے اسلیئے کہ جامع صغیر میں امام محمد رح نے اسکی کراہت
کی تصریح کی ہے اور یہ کتاب آنکی آخر تالیف ہے تو غالبا اسمیں ان امور کو لکھا ہوگا جو منقح ہو چکے ہونگے کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ لو کانت تحت قدمیہ او محل
جلوسہ لانہا مہانۃ او فی یدہ عبارۃ الشمنی بدنہ لانہا مستورۃ بثیابہ اور مکروہ نہیں اگر تصویر نمازی کے دونوں پاؤں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ میں دبی ہو
کیونکہ اس صورت میں تصویر ذلیل ہے یا تصویر ہاتھ کے اندر ہو تب بھی مکروہ نہیں کہ وہ نمازی کے کپڑوں میں پوشیدہ ہے شارح نے کہا کہ شمنی کی عبارت میں
فی یدہ کی جگہ فی بدنہ ہے یعنی اسکے بدن میں تصویر کا ہونا مکروہ نہیں ہم یعنی متن کی عبارت میں یہ اشکال ہے کہ اگر ہاتھ میں تصویر ہوگی تو ایک ہاتھ کو دوسرے
پر رکھنے کی سنت ادا نہ ہو سکیگی حالانکہ ترک سنت مکروہ ہے پھر عدم کراہت کا قول کیسے درست ہوگا ہاں اگر تصویر ہاتھ میں لٹکی ہو یا گدی ہوئی ہو تو ہو سکتا ہے
کذا فی شرح المنیۃ او علی خاتمہ بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفادہ کراہۃ المستبین لا المستتر بکیس او صرۃ او ثوب آخر واقرہ المصنف او کانت صغیرۃ لا تتبین

تفاصیل اعضائہا للناظر قائما وہی علی الارض ذکرہ الحلبی یا تصویر نمازی کے انگوٹھی پر ہو غیر ظاہر نقش سے تب بھی مکروہ نہوگی بحر الرائق میں کہا کہ اسکا
مفاد یہ ہو کہ جس تصویر کا نقش ظاہر ہو وہ مکروہ ہو نہ وہ کہ تھیلی یا پردہ یا دوسرے کپڑے میں چھپی ہو اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے یا تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ
اعضا کی تفصیل دیکھنے والیکو نہ سوجھتی ہو جب وہ کھڑا ہو اور تصویر زمین پر ہو یعنی اگر اتنے فاصلے سے اسکے اعضا جدا جدا معلوم نہوتے ہوں تب بھی مکروہ نہوگی ذکرہ
الحلبی یا مقطوعۃ الراس او الوجہ او ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ او لغیر ذی روح لا یکرہ لانہا لا تعبد یا تصویر سر کٹی ہو یا چہرہ کٹا ہوا ہو یا اسکا ایسا عضو
مٹا دیا ہو جسکے بدون اس صورت کا جاندار زندہ نہ رہے یا تصویر بیجان چیز کی ہو تو مکروہ نہوگی کیونکہ یہ سب ایسی چیزیں عبادت نہیں کیجاتیں ہم شامی نے کہا کہ
سر کا کاٹنا عام ہی اس سے کہ اسکو مٹا دیا ہو یا بنایا ہی نہو یا بنا کر اسکی گردن سے کاٹ دیا ہو یا کچھ ڈالا ہو یا سیاہی خواہ سرخی پھیر دی ہو سب صورتوں سے
کراہت نہوگی وخبر جبریل مخصوص بغیر المہانۃ کما بسطہ ابن الکمال اور حدیث جبریل علیہ السلام کی مخصوص ہی اس تصویر کیساتھ جو ذلیل نہو چنانچہ مشرح بیان
کیا ہی اسکو ابن کمال نے تم جواب ہی ایک سوال مقدر کا کہ تقریر یہ ہی کہ اگر تصویر کی کراہت اس سبب سے ہی کہ جس جگہ نماز ہوتی ہو وہاں فرشتے بسبب تصویر کے
نہ آئینگے چنانچہ حدیث جبریل میں جسکو مسلم نے روایت کیا ہی مذکور ہی کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ فلانی
ساعت میں حاضر خدمت ہونگا جب وہ ساعت آئی تو جبریل نہ آئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی اور اسکا رسول یعنی وہ خلاف نہیں کرتا وعدہ اور آپکے
ہاتھ میں تھا اسکو زمین پر ڈالدیا پھر دیکھا تو ایک سگ کا بچہ چارپائی کے نیچے تھا آپ نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ یہ کتا کب آیا انہوں نے عرض کیا کہ مجھکو خبر نہیں
پھر وہ بچہ نکالا گیا اسوقت جبریل تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے وعدہ کا منتظر تھا تم وعدہ پر نہ آئے انہوں نے عرض کیا کہ مجھکو اسی کتے کا بچہ مانع
ہوا جو آپکے گھر میں تھا ہم ایسے گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو تب تو تصویر ذلیل ہو یا غیر ذلیل دونوں صورت میں کراہت ہونی چاہیے کیونکہ حدیث میں
لفظ صورت عام مذکور ہی اور اگر وجہ کراہت مشابہت عبادت ہی تو بعض صورت میں تصویر سامنے یا سر کے اوپر ہونے کی وقت مکروہ ہونا چاہیے نہ داہنے یا بائیں
ہونے میں شارح جواب دیتا ہو کہ کراہت کی وجہ یہی ہی کہ نماز کی جگہ میں فرشتوں کا گذر نہیں ہوتا اور حدیث جبریل میں جو لفظ تصویر عام ہو گو وہ اسی
تصویر سے مخصوص ہی جو ذلیل نہو اسکی خصوصیت دوسری حدیث سے ہی جسکو نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہی کہ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اندر آؤ انہوں نے عرض کیا کہ میں اندر کیسے آؤں آپکے گھر میں تو ایک پردہ ہی جس میں
تصویریں ہیں اگر آپکو انکا رکھنا منظور ہی تو انکے سر کاٹ ڈالیے یا انکے گدے اور بچھونے بنوا لیجیے انتہی کذا فی الشامی واختلف المحدثون فی امتناع ملائکۃ الرحمۃ بما
علی النقدین فنفاہ عیاض واثبتہ النووی اور اختلاف کیا ہی اہل حدیث نے رحمت کے فرشتوں کے نہ آنے میں بسبب ان تصویروں کے جو روپیہ اشرفی
پر ہوتی ہیں تو قاضی عیاض مالکی نے امتناع کی نفی کی ہی اور نووی شافعی نے اسکو ثابت رکھا ہی ہم شامی نے کہا کہ قول قاضی عیاض کے موافق علمائے حنفی
نے بھی تصریح کی ہی چنانچہ فتح القدیر میں کہا کہ چھوٹی تصویر کا رکھنا گھر میں مکروہ نہیں یعنی جو تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے نماز مکروہ نہوتی ہو تو اسکا رکھنا
گھر میں مکروہ نہیں اور جو نماز میں کراہت پیدا کرتی ہو اسکا رکھنا بھی مکروہ ہی فائدہ یہ حکم تصویر کے رکھنے کا ہی لیکن بنانا تصویر جاندار کا چھوٹی ہو یا بڑی ہر طرح
سے حرام ہی کہ اسمیں مشابہت اللہ تعالی کی پیدا کرنے سے ہی چنانچہ نووی نے شرح مسلم میں اسپر اجماع نقل کیا ہی وکرہ تنزیہا عد الآی والسور والتسبیح بالید
فی الصلوۃ مطلقا ولو نفلا اما خارجہا فلا یکرہ کعدہ بقلبہ او بغمزۃ انا ملہ وعلیہ یحمل ما جاء من صلوۃ التسبیح اور مکروہ تنزیہی ہی شمار کرنا آیتوں اور سورتوں
اور سبحان اللہ کہنے کا ہاتھ سے یعنی انگلیوں پر یا تسبیح ہاتھ میں لیکر کذا فی البحر مطلق نماز میں اگرچہ نفل نماز ہو اور مکروہ نہیں ہی شمار کرنا باہر نماز
سے جیسے مکروہ نہیں شمار کرنا نمازی کا اپنے دل میں یا پوروں کے دبانے سے اور اسی پر محمول ہی صلوۃ التسبیح جو حدیث میں مذکور ہی یعنی اسمیں
بھی شمار دل سے کرے یا ایک ایک پور کو دباتا جاوے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لا بأس باتخاذ المسبحۃ لغیر ریاء کما بسط فی البحر یعنی تسبیح رکھنے میں مضائقہ نہیں

تسبیح گننے کا بدون ریا کے جیسا کہ شرح بیان کیا ہے بحر الرائق میں مسبحہ بکسر میم صیغہ آلہ کا ہے اور بحر الرائق اور حلیہ و تجنیس وغیرہ میں مسبحہ بضم میم ہے یعنی جسکو اصطلاح
عوام میں تسبیح کہتے ہیں یعنی کچھ دانے ایک تاگے میں پروئے ہوئے اور دلیل جواز تسبیح رکھنے کی وہ حدیث ہے جو ابو داؤد و ترمذی اور نسائی وغیرہم نے
سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس گیا جسکے سامنے کچھ گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جنپر وہ
وظیفہ پڑھتی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھکو اس سے آسان تر اور افضل بتائے دیتا ہوں اس طرح پڑھ (سبحان اللہ عدد ما خلق فی السماء سبحان اللہ عدد ما خلق
فی الارض وسبحان اللہ عدد ما بین ذلک وسبحان اللہ عدد ما ہو خالق واللہ اکبر مثل ذلک والحمد للہ مثل ذلک ولا الہ الا اللہ مثل ذلک ولا حول ولا قوۃ
الا باللہ مثل ذلک) تو اس حدیث میں اُسکے کنکریوں یا گٹھلیوں پر شمار کرنے سے منع نفرمایا بلکہ طریق آسان اور افضل ارشاد کردیا اگر کسی چیز پر شمار کرنا
مکروہ ہوتا تو بیان فرما دیتے اور تسبیح میں اس حدیث کے مضمون سے اتنی ہی زیادتی ہوتی ہے کہ گٹھلی وغیرہ کو ایک دھاگے میں پرو لیتے ہیں اس طرح کی زیادتی
منع میں کچھ اثر نہیں کرتی علاوہ ازیں تسبیح کا رکھنا صوفیہ و اخیار سے منقول ہے ہاں اگر نمود و شہرت کے لیے رکھے تو البتہ مکروہ ہے کذا فی الشامی لا یکرہ قتل حیۃ او عقرب
ان خاف الاذی اذ الامر للاباحۃ لانہ منفعۃ لنا فالاولی ترکہا حیۃ بیضاء لخوف الاذی مکروہ نہیں نمازی کو مار ڈالنا سانپ یا بچھو کا اگر نمازی ایذا سے ڈرے کیونکہ
امر قتل کے مباح کرنے کے لیے ہے اسلیے کہ ہمارے فائدہ کے واسطے ہے تو بہتر ہی چھوڑ دینا سفید سانپ کا ایذا کے ڈر سے صحیحین میں ہے کہ نماز کے اندر دو سیاہ چیزوں کو قتل کرو
یعنی سانپ اور بچھو کو تو یہاں اعتراض ہوتا تھا کہ جب حکم اُنکے مارنے کا ہے تو چاہیے تھا کہ اُنکا مارنا مستحب ہوتا اور ماتن نے صرف عدم کراہت پر اکتفا کیا شارح اُسکا جواب دیتا ہے کہ
یہ امر حدیث میں اباحت کے لیے ہے کہ اسمیں ہماری نفع ہے اور سفید سانپ کو نہ مارنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں اُسکو جن فرمایا ہے تو جنات کے آسیب سے محفوظ رہنے کے لیے
اُسکا نہ مارنا اولی ہوا اگر اُسکے مارنے میں ہمارا ضرر ہو اور نہایہ میں ہے کہ بدون خوف ایذا کے مارنا سانپ اور بچھو کا نماز کے اندر مکروہ ہے کذا فی الشامی مطلقاً او لو
بعمل کثیر علی الاظہر ولکن صحح الحلبی الفساد سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا نماز میں مطلق مکروہ نہیں اگرچہ عمل کثیر سے مارے اور یہ قول ظاہر ہے لیکن حلبی نے تصحیح نماز کے
فاسد ہونے کی کی ہے در صورت عمل کثیر کے ولا یکرہ صلوٰۃ الی ظہر قاعد او قائم ولو یتحدث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ اور مکروہ نہیں نماز پڑھنا بیٹھے ہوئے
شخص یا کھڑے ہوئے کی پشت کیطرف اگرچہ وہ باتیں کرتا ہو مگر جس صورت میں کہ خوف بہک جانے کا ہو اُسکی باتوں سے تو البتہ مکروہ ہے ولا الی مصحف او
سیف مطلقاً او شمع او سراج او نار توقد لان المجوس انما تعبد الجمر لا النار الموقدۃ قنیۃ اور مکروہ نہیں نماز قرآن کیطرف یا تلوار کیطرف کو مطلق یعنی لٹکی ہوئی ہو
یا رکھی ہوئی ہو یا نماز پڑھنا موم کی بتی کیطرف یا چراغ کیطرف یا آگ کیطرف جو روشن ہو اسلیے کہ آتش پرست عبادت چنگاری کی کرتے ہیں نہ جلتی آگ کی
کذا فی القنیۃ مگر طحطاوی نے کہا کہ یہ جلتی بتی اور چراغ اور آگ تینوں کی علت ہے اور آگ سے مراد وہ ہے جسمیں صرف شعلہ ہو اور بندھی آگ نہو تا اگر کوئلہ یا چنگاری
بھی ہوگی تو خالی کراہت سے نہیں کذا فی العنایہ او علی بساط فیہ تماثیل ان لم یسجد علیہا المامر یا مکروہ نہیں نماز اُس فرش پر جسمیں تصویریں ہوں بشرطیکہ
تصویروں پر سجدہ نکرے مکروہ نہیں بسبب اس وجہ کے کہ پیشتر گذری یعنی فرش پر تصویر کا ہونا اُسکی ذلت کا باعث ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے
یکرہ اشتمال الصماء والاعتجار والتلثم والتختم اشتمال صما یعنی چادر کو بدن میں سر سے پاؤں تک اسی طرح لپیٹنا کہ کہیں سے ہاتھ باہر نہ نکلے اور مکروہ ہے اعتجار
یعنی ڈوپٹہ یا پگڑی کو سر سے باندھنا اس طرح کہ بیچ میں سے سر کھلا رہے اور وجہ کراہت ان دونوں امر کی یہ ہے کہ حدیث میں اُنسے نہی وارد ہے اسلیے کراہت تحریمی
معلوم ہوتی ہے کذا فی الشامی اور مکروہ ہے ڈھاٹا باندھنا اس طرح کہ ناک اور منھ ڈھک جائے کیونکہ آتش پرست آگ کی عبادت کیوقت ایسا ہی کرتے ہیں اور مکروہ ہے
زور کی سانس کے ساتھ پیٹھ نکالنا اور تنخم تا سے فوقانیہ دونوں و ضمہ سے معجمہ ہے اور بعض نسخوں میں تختم ہے یعنی انگوٹھی کا پہننا نماز میں عمل قلیل کے ساتھ مکروہ ہے
طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ ڈھاٹے کا باندھنا مکروہ تحریمی ہے اور خرخر کر کے پیٹھ نکالنے کا حکم مثل کھنکھارنے کے ہے جیسا کہ اُسکی تفصیل گذر چکی کذا فی الشامی
وکل عمل قلیل بلا عذر کتعرض القملۃ قبل الاذی اور مکروہ تنزیہی ہے ہر عمل قلیل بدون عذر کے مثلاً جوں کا مار ڈالنا پہلے کاٹنے کے و ترک کل سنۃ و مستحب او

۱۵ یعنی پاک ہے اللہ موافق شمار اُن چیزوں کے جو پیدا کی ہیں اُس نے آسمان میں اور پاک ہے اللہ موافق تعداد اُن چیزوں کے جو اُس نے زمین میں پیدا کیا اور پاک ہے اللہ بقدر اُن اشیا کے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں اور پاک ہے اللہ موافق [illegible]

مکروہ تنزیہی ہی چھوڑنا ہر سنت اور مستحب کا شامی نے کہا کہ اگر سنت زیادہ موکد ہوگی تو عجب نہیں کہ اُسکا ترک مکروہ تحریمی ہو وحمل الطفل وما ورد نسخ بحدیث
ان فی الصلوٰۃ لشغلا اور مکروہ ہی بدون حاجت اٹھا لینا بچہ کا نماز مین اور جو قصہ کہ حدیث مین وارد ہی وہ منسوخ ہی اس حدیث سے کہ ان فی الصلوٰۃ لشغلا
یعنے نماز مین ایک شغل ہی جو اور باتون کا مانع ہو ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ بچہ کا اٹھانا مکروہ کیسے ہو سکتا ہی یہ امر تو صحیحین مین بروایت ابو قتادہ ثابت ہی کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز مین اپنی نواسی بی بی امامہ کو اٹھا لیتے تھے جب سجدہ کرتے تھے تو انکو اتار دیتے تھے اور کھڑا ہونے کے وقت پھر اٹھا لیتے تھے اس سوال کا
جواب ایک تو یہی جو شارح نے دیا کہ یہ حکم منسوخ ہی مگر یہ جواب کام کا نہین اسلیے کہ حدیث (ان فی الصلوٰۃ لشغلا) ہجرت سے پیشتر کی ہی اور قصہ بی بی امامہ کا ہجرت کے
بعد ہی تو وہ حدیث اسکی ناسخ کیسے ہو سکتی ہی اور ایک جواب بدائع مین مذکور ہی کہ یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلیے تھا کہ آپکو اسکی ضرورت تھی کیونکہ ایسا شخص
کوئی نہ تھا جو بی بی امامہ کی حفاظت کرتا تو اگر اب بھی کوئی شخص اسیطرح کی ضرورت مین مبتلا ہو تو اسکو بچہ کا اٹھانا مکروہ نہین البتہ بدون حاجت مکروہ ہوگا
کذا فی الشامی ویباح قطعہا لنحو قتل حیۃ وند دابۃ وفور قدر وضیاع ما قیمتہ درہم لہ او لغیرہ اور مباح ہی نماز کا توڑ دینا اگرچہ نماز فرض ہو ان چیزون کے عذر سے مثلاً
سانپ کا مارنا اور سواری کا بھاگ جانا اور ہانڈی کا ابلنا اور ضائع ہونا ایسی چیز کا جسکی قیمت ایک درم یعنی پانچ آنہ ہون خواہ وہ چیز نمازی کی ہو یا کسی دوسرے
کی ہو اسی طرح اگر خوف ہو کہ بھیڑیا کوئی بکری اٹھا لیجاویگا تو جائز ہی کہ نماز توڑ کر بھیڑیے کو دفع کرے کذا فی نور الایضاح ویستحب لمدافعۃ الاخبثین والخروج من الخلاف ان
لم یخف فوت وقت وجماعۃ اور مستحب ہی نماز کا توڑ دینا پاخانہ اور پیشاب کے دباؤ کے وقت اور خلاف سے نکلنے کیواسطے اگر خوف نہ ہو وقت کے جاتے رہنے کا یا جماعت کے
نکلنے کا شامی نے کہا کہ بول و براز کے دباؤ کے ساتھ نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہی تو اُسکے توڑنے کو واجب کہنا چاہیے تھا نہ مستحب اگرچہ جماعت فوت ہو جاوے اور خلاف
سے نکلنے کی یہ صورت ہی کہ نماز پڑھنے مین کسی عورت اجنبی نے مثلاً ہاتھ لگا دیا تو مستحب ہی کہ نماز کو توڑ دے کیونکہ اس صورت مین امام شافعی کے نزدیک نماز نہو گی ویجب
لاغاثۃ ملہوف وغریق وحریق اور واجب ہی نماز توڑ دینا واسطے فریاد رسی فریاد خواہ اور ڈوبتے اور جلتے آدمی کے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ ہی کہ ایسے موقع
پر نماز کا توڑنا فرض ہو اور مثل اسکے ہی اندھے کو کنوئین مین گرتے دیکھنا لا لنداء احد ابویہ بلا استغاثۃ الا فی النفل فان علم انہ یصلی لا باس بان لا یجیبہ وان لم یعلم
اجابہ نہین جائز ہی نماز فرض کا توڑنا واسطے پکارنے ماں یا باپ کے بدون فریاد خواہی کے مگر نفل نماز مین اگر ماں یا باپ پکارے تو جواب دینا واجب
ہی گو فریاد خواہی کے واسطے نہ پکارا ہو کذا فی الشامی پھر اگر ماں یا باپ کو معلوم ہو کہ وہ نماز پڑھتا ہی تو کچھ مضائقہ نہین جواب نہ دینے کا اور اگر معلوم نہو تو جواب دے
ہم ماں باپ سے مراد اصول ہین گو اوپر کے ہون یعنی دادا یا نانا یا نانی یا دادی ہو تب بھی یہی حکم ہی یہانتک بیان نماز کے اندر کے مکروہات کا تھا اب بعضے
وہ مکروہات بیان کرتا ہی جو نماز کے باہر ہون مگر نماز کے توابع مین سے ہون ویکرہ تحریما استقبال القبلۃ بالفرج ولو فی الخلاء والبیت واستدبارہا
فی الاصح اور مکروہ تحریمی ہی بول و براز کے وقت شرمگاہ کا منہ کرنا قبلہ کو اگرچہ پاخانہ کے اندر ہو اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہی پشت پھیرنا قبلہ کیطرف کو صحیح
قول مین شارح نے کہا کہ لفظ خلاء الف ممدودہ کے ساتھ پاخانہ کے مکان کو کہتے ہین ہم وجہ کراہت کی یہ ہی کہ صحاح ستہ مین مروی ہی کہ جب تم پاخانہ پھرو تو قبلہ
کیطرف منہ نکرو نہ پشت بلکہ اُسکو داہنی طرف کرلو یا بائین اور یہ حکم مرد و عورت دونون کو یکسان ہی اور کراہت بول و براز کے وقت ہی پانی سے استنجا کرنے
کے وقت کراہت تحریمی نہین اور استقبال فرج کی قید سے یہ نکلا کہ اگر سینہ قبلہ کی جانب ہو اور شرمگاہ کو جانب قبلہ سے پھیر کر پیشاب کریگا تو مکروہ نہوگا
کذا فی الشامی کما کرہ لبالغ امساک صبی لیبول نحوہا جیسے مکروہ تحریمی ہی بالغ شخص کو پیشاب کرانا بچہ کا قبلہ کی طرف کو اسلیے کہ بالغ کو بچہ کے ساتھ
ایسا فعل کرنا حرام ہی جو بچہ پر بالغ ہونے کے بعد حرام ہو مثلاً حریر یا زیور پہنانا لڑکے کو حرام ہی کذا فی الشامی وکما کرہ مد رجلیہ فی نوم او غیرہ
الیہا ای عمدا لانہ اساءۃ ادب قالہ ملا باکیر اور جیسے مکروہ ہی دونون پاؤن کا پھیلانا سونے مین یا سوا سونے کی حالت کے قبلہ کی طرف
یعنے پاؤن پھیلانا دانستہ مکروہ ہی اسلیے کہ یہ بے ادبی ہی کہا ہی اسکو ملا باکیر نے ہم طحطاوی نے کہا کہ عمداً کے یہ معنی کہ بدون عذر اور سہو کے پھیلاوے

تو اگر عذر سے یا بھول کر پھیلا ویگا تو مکروہ نہوگا اور دونون پاؤن کے مانند ہی حکم ایک پاؤن کے پھیلانے کا اور بالغ اور لڑکا اس حکم مین برابر ہین شامی نے کہا کہ وجہ کراہت کی بے ادبی قرار دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تنزیہی ہو مگر آگے آویگا کہ قبلہ کیطرف پاؤن پھیلانے سے آدمی کی گواہی مقبول نہین ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تحریمی ہی اولی مصحف اوشی من الکتب الشرعیۃ الا ان یکون علی موضع مرتفع عن المحاذاۃ فلا یکرہ قالہ الکمال یا مکروہ ہی پاؤن پھیلانا قرآن مجید کے یا کسی کتاب شرعی کیطرف یعنی تفسیر وحدیث وفقہ اور اسکے اصول کی کتاب کیطرف مگر جبکہ کتاب موصوف کسی اونچی جگہہ پر ہو پاؤن کی سیدھ سے تو پاؤن پھیلانا مکروہ نہوگا کہا ہی اسکو کمال الدین محقق نے شامی نے کہا کہ ظاہر اگر کتاب پست دور رکھی ہو تب بھی کراہت نہو گی کما کرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ اور جیسے مکروہ ہی قفل لگانا مسجد کے دروازہ کو مگر اپنے اسباب کے ڈر سے اگر قفل لگا دے تو مکروہ نہین اسی پر فتوی ہی ہم شامی نے کہا کہ غلق کی جگہہ اغلاق کہنا چاہیے تھا کیونکہ قاموس مین ہی کہ غلق باب لغت خراب ہی اغلاق باب فصیح ہی اور وجہ کراہت یہہ ہی کہ دروازہ بند کرنے سے نمازیون کو نماز سے روکنا پایا جائیگا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہی (ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ) اور جو متاع کی صورت مین بھی اوقات نماز مین بند کرنا مکروہ ہوگا کذا فی البحر وکرہ تحریما الوطی فوقہ والبول والتغوط لانہ مسجد الی عنان السماء واتخاذہ طریقا بغیر عذر وصح فی القنیۃ بفسقہ باعتیادہ اور مکروہ تحریمی ہی صحبت کرنا مسجد کی چھت پر اور بول وبراز کرنا اسلیے کہ وہ مسجد ہی تحت الثری سے لیکر آسمان کی سطح تک اور مکروہ ہی ٹھہرا دینا مسجد کو رستہ بدون عذر کے اور قنیہ مین تصریح کی ہی آدمی کے فاسق ہو جانے کی مسجد کو رستہ بنا لینے کی عادت کرنے سے یعنی اگر عادت کریگا کہ رستہ مسجد ہی مین ہو کر چلے تو فاسق ہو جائیگا وادخال نجاسۃ فیہ وعلیہ فلا یجوز الاستصباح بدہن نجس فیہ ولا تطیینہ بنجس ولا البول والفصد فیہ ولو فی اناء مکروہ ہی اندر لیجانا نجاست کا مسجد مین اور اس بنا پر متفرع ہوا کہ جائز نہین چراغ جلانا ناپاک تیل سے مسجد کے اندر اور نہ استرکاری کرنا مسجد کا ناپاک گارے سے اور نہ پیشاب کرنا اور فصد کھلوانا اگرچہ برتن کے اندر پیشاب اور خون لیا جاسے ہم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ جس آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد کے اندر نجاوے اور جس گارے مین ناپاک پانی پڑا ہو اُس سے مسجد کا لیسنا مکروہ ہی ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسہم والا فیکرہ اور حرام ہی داخل کرنا لڑکون اور مجنونون کا مسجد مین جبکہ گمان غالب ہو کہ مسجد کو ناپاک کردینگے اور اگر ایسا نہو تو اندر لیجانا انکا مکروہ ہی ہم شامی نے کہا کہ مراد حرام ہونے سے مکروہ تحریمی ہی اور وجہ اندر نہ لیجانے لڑکون اور دیوانون کی یہہ ہی کہ حدیث مرفوع مین آچکا ہی کہ اپنے مساجد کو لڑکون اور دیوانون اور بیع اور شراء اور شور غل اور شمشیر کشی اور اقامت حدود سے علیحدہ رکھو اور جمعون مین انکو خوشبو سلگا کر معطر کرو کذا فی البحر اس سے معلوم ہوا کہ درصورت گمان نجس ہونے کے لڑکون کا لیجانا مکروہ تنزیہی ہی وینبغی لداخلہ تعاہد نعلہ وخفہ وصلوتہ فیہما افضل اور مسجد مین جانے والے کو چاہیے دیکھ بھال لینا اپنے جوتے اور موزہ کو کہ آلودہ نجاست نہون اور نماز پڑھنا نمازی کا جوتون اور موزون کو پہین کر بشرطیکہ طاہر ہون افضل ہی ہم وجہ افضلیت یہہ ہی کہ طبرانی نے حدیث روایت کی ہی کہ نماز پڑھو جوتون کو پہین کر اور یہود کے مشابہت مت کرو شامی نے کہا کہ عمدۃ المفتی مین ہی کہ جوتا پہین کر مسجد مین جانا اس زمانے کے عرف مین داخل بے ادبی ہی اور خوف مسجد کی فرش کے آلودگی کا بھی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین یہہ خوف نہ تھا کیونکہ مسجد شریف مین اُسوقت کنکرین بچھی ہوئی تھین لا یکرہ ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا فیہ لانہ لیس بمسجد شرعا مکروہ نہین اشیاء مذکورہ یعنی جماع اور بول اور براز اُس گھر کی چھت پر جسمین نماز پڑھنے کی جگہہ بنائی گئی ہی بلکہ خود اُس جگہہ مین یہہ چیزین مکروہ نہین اسلیے کہ وہ مسجد شرعی نہین ہم یعنی مسجد شرعی وقف اور اذن عام سے ہوتی ہی اور گھر مین ایک جگہہ لیپ پوت کر نماز کے لیے کر لینے سے مسجد نہین ہو جاتی واما المتخذ لصلوۃ جنازۃ او عید فہو مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نہایۃ اور وہ مکان جو نماز جنازہ یا عید کے لیے مقرر کیا جاے سو وہ مسجد ہی اقتدا کے درست ہونے کے حق مین اگرچہ صفون مین انفصال ہو جواز اقتدا مین اُسکو مسجد اسلیے قرار دیا گیا کہ لوگون پر آسانی ہو مکان مذکور مسجد نہین ہی جواز اقتدا کے سوا دوسری چیزون کے

حق میں کذا فی الشامیہ بحر الرائق میں کہا کہ ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب عیدگاہ اور نماز جنازہ کا مکان مسجد نہیں تو اُس میں بول و براز و جماع جائز
ہو حالانکہ بانی نے اسلیے نہیں بنوایا تو لائق یہ ہے کہ یہ امور درست نہوں اگرچہ ہم اُسکو مسجد نہ کہیں اور مقابل قول مفتی بہ کا وہ قول ہے جسکی تصحیح محیط میں کی
ہے کہ مکان نماز جنازہ کے لیے کسی بات میں حکم مسجد نہیں اور جسکی تصحیح تاج الشریعہ نے کی ہے کہ عیدگاہ ہر بات میں حکم مسجد کا رکھتی ہے کذا فی الشامی
فحل دخولہ لجنب وحائض کفناء ورباط ومدرسۃ ومساجد حیاض واسواق لا الشارع پس حلال ہے داخل ہونا عیدگاہ اور مکان جنازہ میں جنب
اور حائضہ کو جیسے حلال ہے انکو داخل ہونا مسجد کے فنا میں اور خانقاہ اور مدرسہ میں اور حوضوں کی مسجدوں اور بازاروں کی مسجدوں میں نہ شارع عام
کے مساجد میں ہم فنا مسجد وہ مکان ہے جسکے اور مسجد کے بیچ میں راستہ نہو اور حوض کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہے جو حوض کے پاس بنا دیتے ہیں تاکہ جو کوئی
وضو کرے اُسپر تحیۃ الوضو پڑھا اور نماز پڑھ سکے اور بازار کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہے جو شہر یا قصبہ بازار میں نماز کے لیے بنا لیتے ہیں جیسے سوداگروں کی سرا
میں ہوا کرتے ہیں غرضکہ ان مکانوں کو حکم مسجد کا نہیں اور شارع عام کی مسجد میں جنمیں جماعت اسمین نہیں وہ در حکم مسجد میں گو انمین اعتکاف
کیا جاسکے کذا فی الشامی ولا بأس بنقشہ خلا محرابہ فانہ یکرہ لانہ یلہی المصلی ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوہا خصوصا فی جدار القبلۃ قالہ
فی حظر المجتبی وقیل یکرہ فی المحراب دون السقف والمؤخر انتہی وظاہرہ ان المراد بالمحراب جدار القبلۃ فلیحفظ اور کچھ مضائقہ نہیں مسجد کے نقش کرنیکا
سوا محراب کے کہ محراب کا نقش کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ نمازی کو لہو میں ڈالتا ہے یعنی خشوع کو خلل ہوا اور مکروہ ہے تکلف کرنا باریک نقش و نگار اور مانند
اُسکی سے خصوصا قبلہ کی دیوار میں کہا ہے اُسکو حظر سے اور مجتبی کے باب حظر میں ہے کہ بعض فقہا نے کہا کہ نقش و نگار محراب میں مکروہ ہے نہ چھت اور پچھلی دیوار
میں تمام ہوا قول مجتبی کا اور ظاہر اس قول کا یہ ہے کہ محراب سے مراد قبلہ کی دیوار ہے تو اُسکو یاد کر لینا چاہیے ہم یعنی پچھلی دیوار اور چھت کا کراہت سے مستثنی کرنے
اور نیز علت کراہت کو عدم خشوع قرار دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ محراب سے غرض مصلی کے سامنے کی دیوار ہے اسلیے کہ خشوع کا جاتا رہنا امام کے لیے ہوا ولیسا
صف اول کے مقتدیوں کو بھی برا ہے کیونکہ خشوع سے انکے بھی ہے اور انکو علت کراہت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ یہاں غرض کراہت تنزیہی ہے کذا فی
الشامی بجصص وماء ذہب لو بمالہ الحلال لا من مال الوقف فانہ حرام وضمن متولیہ لو فعل النقش او البیاض الا اذا خیف طمع الظلمۃ فلا بأس بہ کافی وإلا
اذا کان لاحکام البناء او الواقف فعل مثلہ لقولہم یعمر الوقف کما کان وتمامہ فی البحر مضائقہ نہیں نقش کرنا مسجد کا چونہ اور سونے کے پانی سے اگر نقش کرنیوالا
اپنے مال حلال سے کرے نہ مال وقف سے اسلیے کہ مال وقف سے نقش کرنا حرام ہے اور ضامن ہوگا مسجد کا متولی اگر نقش و نگار یا سفیدی مال وقف سے
کریگا مگر جبکہ خوف ہو لالچ ظالموں کا یعنی مال وقف بہت سا جمع ہوا اور ڈر ہے کہ ظالم چھین لینگے تو اُسوقت نقش کرنیکا مضائقہ نہیں کذا فی الکافی اور مگر
اُس صورت میں ضمان نہ دیگا کہ نقش وغیرہ عمارت کی مضبوطی کے لیے ہوں یا خود وقف کرنیوالے نے اسطرح کے نقش بنوا لیے ہوں تو اُسصورت میں بھی ضمان
نہ دیگا بسبب قول فقہا کے کہ وقف کی تعمیر ویسی کیجاوے جیسے پہلے تھی اور اسکا پورا بیان بحر الرائق میں ہے ہم مال حلال کی قید اسلیے لگائی کہ مال حرام سے
مسجد کا نقش و نگار مکروہ تحریمی ہے اور مسجد سے غرض اندرون مسجد ہے اس سے معلوم ہوا کہ خارج مسجد کی زینت کرنی مکروہ ہے کذا فی الشامی عن البحر فروع مسائل
ملحقہ شارح کے مساجد کے احکام میں افضل المساجد مکۃ ثم المدینۃ ثم القدس ثم قبا ثم الاقدم ثم الاعظم ثم الاقرب سب مسجدوں میں افضل مسجد مکہ معظمہ ہے
کیونکہ اُسمیں کعبہ ہے جسکی شان میں اللہ تعالی فرماتا ہے (اول بیت وضع للناس) پھر مدینہ منورہ ہے جسکی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک
نماز میری اس مسجد میں برابر ہے ہزار نمازوں کے اسکے سوا دوسری مسجد میں بجز مسجد حرام کے پھر مسجد مقدس یعنی بیت المقدس ہے کہ تصریح ثواب کے زیادتی
کی اسکے اندر حدیث میں موجود ہے پھر مسجد قبا بضم قاف والف مقصورہ یا ممدودہ ہے جسکی شان میں آیا (اسس علی التقوی من اول یوم) الآیہ ہے ان چاروں
مسجدوں کے بعد افضل وہ مسجد ہے جو قدیم تر ہو پھر وہ ہے جو زیادہ بڑی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو ہم یہ ترتیب حلبیہ میں اجناس سے نقل کی ہے اور بحر الرائق

احکام مساجد

مین بعد بیت المقدس کے جامع مسجدون کو اور اُنکے بعد محلہ کی مسجدون کو اور اُنکے بعد شارع عام کی مسجدون کو لکھا ہو اور شارع عام کی مسجدون سے وہ مسجدین
مراد ہین جنکا امام اور موذن معین نہین اور جامع مسجدون سے یہ غرض ہی کہ جنمین وسعت زیادہ ہو اور جماعت بہت ہوتی ہو اور اُنمین سے افضل وہ ہی
جو زیادہ قدیم ہو جیسے مسجد قبا ہی پھر وہ جسمین جماعت زیادہ ہوتی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو کذا فی الشامی و مسجد استاذہ لدرسہ او سماع الاخبار افضل اتفاقا اور مسجد
اپنے استاد کی اس سے پڑھنے کے لیے یا حدیث سننے کیواسطے افضل ہی یعنی قدیم تر اور اعظم اور اقرب سے بالاتفاق اسلیے کہ اسمین دو ثواب ہین ایک
جماعت دوسرے تحصیل علم و مسجد حیہ افضل من الجامع او مسجد نمازی کے محلہ کی افضل ہی مسجد جامع سے ہم شامی نے کہا کہ مسجد جامع سے مراد یہ ہی کہ جسکی
جماعت بہ نسبت محلہ کی مسجد کے زیادہ ہوتی ہو بلکہ شاید یہ ہی کہ اگر محلہ کی مسجد مین کوئی موذن نہو تو نمازی کو اسمین جاکر اذان کہے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو
اسلیے کہ محلہ کی مسجد کا اسکے ذمہ حق ہی اور اگر محلہ مین دو مسجدین ہون تو جو پیشتر بنی ہو اسمین جاے اگر فاصلہ برابر ہو ورنہ قریب کی مسجد مین جاے و تعم
ان ما الحق بمسجد المدینۃ ملحق بہ فی الفضیلۃ نعم تحری الاول اولی وہو مائۃ ذراع فی مائۃ ذراع ذکرہ ملا علی فی شرح لباب المناسک اور صحیح یہ ہی کہ مسجد مدینہ منورہ جو بعد مین
لاحق کی گئی ہی وہ ثواب مین اصل مسجد کے ساتھ ملحق ہی یعنی مقدار لاحق مین بھی ایک نماز کا ثواب ہزار کی برابر ہی ہان اول مسجد کی اٹکل کرنی بہتر ہی اور
اصل مسجد سو ہاتھ کا طول اور اتنا ہی عرض ہی ذکر کیا ہی اسکو ملا علی قاری نے لباب المناسک کی شرح مین ہم اندازہ مین اصل مسجد کی شناخت کے لیے
سلطان روم مرحوم نے ستونون پر لکھوا دیا ہی تاکہ ہر شخص سہولت سے تمیز کرلے کہ مسجد مبارک اسقدر تھی اور اس مسئلہ کا ذکر شروط صلوٰۃ مین قبلہ کی بحث
سے پیشتر گذر چکا وہان دیکھنا چاہیے و یحرم فیہ السوال و یکرہ الاعطاء مطلقا و قیل ان تخطی اور حرام ہی مسجد مین سوال کرنا اور مکروہ ہی سائل کو مسجد مین
دینا ہر حال مین اور بعض نے کہا کہ اگر سائل گردنون پر لوگون کی پھلانگے تو مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین ہم شارح نے باب الحظر والاباحۃ مین اسی پچھلے قول پر اکتفا
کیا ہی چنانچہ کہا کہ مکروہ ہی سائل مسجد کو دینا اگر جسوقت کہ وہ لوگون کی گردنین نہ پھلانگے قول مختار مین اسلیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز مین
اندر دی اللہ تعالی نے انکی تعریف کی اس آیت مین (ویؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون) یعنی دیتے ہین خیرات اسوقت مین کہ وہ رکوع کرتے ہون کذا فی الطحطاوی
و انشاد ضالۃ او شعر الا ما فیہ ذکر اور مکروہ ہی کھوئی چیز کا تلاش کرنا مسجد مین اور مکروہ ہی مسجد مین شعر پڑھنا مگر جن اشعار مین ذکر ہو انکا پڑھنا مکروہ نہین
ہم گم ہوئی چیز کا مسجد مین تلاش کرنا اسلیے مکروہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسیکو دیکھو کہ مسجد مین گم ہوئی چیز کو ڈھونڈھتا ہی تو کہو
خدا تعالی اسکو تیرے واپس نکرے یعنی خدا کرے کہ تجھکو وہ چیز نملے اور ابو اللیث سمرقندی نے شعر مین یہ تفصیل کی کہ اگر اشعار مین وعظ اور خدا تعالی کی نعمتون
اور حکمتون کا ذکر او متقیون کی صفت کا بیان ہو تو انکا پڑھنا بہتر ہی اور اگر انمین ذکر زمانون اور امتون کا ہو تو مباح ہی اور اگر کسی مسلمان کی ہجو یا بیہودگی
کی باتین ہون تو حرام ہی اور اگر خط و خال کا وصف ہو تو پڑھنا مکروہ ہی اور ابو داود اور ترمذی کی حدیث مسجد مین شعر خوانی کی ممانعت کی برے اشعار پر
محمول ہی کذا فی الشامی و رفع صوت بذکر الا للمتفقہۃ اور مکروہ ہی مسجد مین بلند کرنا آواز کا ذکر سے مگر فقہ سیکھنے سکھانے والونکو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہین ہم ذکر
جہری مین قید اس بات کی ہونی چاہیے کہ جسمین خوف ریا یا نمازیون کی ایذا کا ہو اور اگر اس سے خالی ہو تو بعض علما کے نزدیک ذکر جہری ہی افضل ہی اسلیے کہ اسکا
فائدہ سننے والون کو بھی ہوتا ہی اور خود ذکر کرنیوالا بیدار دل رہتا ہی اور نشاط زیادہ پاتا ہی اور اکثر علما ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہین اسوجہ سے کہ حدیث مین وارد ہی
خیر الذکر الخفی یعنی بہتر ذکر آہستہ ذکر کرنا ہی کذا فی الطحطاوی و الشامی بتصرف والوضوء الا فیما اعد لذلک اور مکروہ ہی مسجد کے اندر وضو کرنا اسلیے کہ اسکے پانی سے
گھن آتی ہی کہ اکثر تھوک اور رینٹھ سے خالی نہین ہوتا کذا فی الشامی مگر وضو کرنا اُس مقام مین جو وضو کے لیے بنایا گیا ہو مکروہ نہین طحطاوی نے کہا کہ یہی
حکم بدن جنابت کے نہانے کا ہی و غرس الاشجار الا لنفع کتقلیل نز تکون للمسجد اور مکروہ ہی مسجد مین درختون کا لگانا مگر کسی نفع کے لیے مکروہ نہین
جیسے کم کرنا رطوبت کا اور وہ درخت یعنی انکی لکڑی اور پھل مسجد کا ہوگا ہم نز بضم نون و تشدید زا معجمہ زمین کی رطوبت کو کہتے ہین

خلاصہ یہ ہے کہ اگر جب مسجد کے ستون بباعث رطوبت کے نہ ٹھہرتے ہون تو اس رطوبت کے کم کرنیکو درختون کے لگانے کا مضائقہ نہین اور بدون کسی
نفع کے لگانا نا جائز ہے اور فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر لوگون کو درخت کے سایہ سے آرام ہوتا ہو اور اُسنے مسجد تنگ نہو اور نہ جماعت مین خلل پڑے تو کچھ مضائقہ
نہین اور اگر کوئی خاص اپنے نفع کے لیے لگا دے کہ اُسکے پھل اور لکڑی آپ لیا کرے یا صفون مین خلل ہوتا ہو یا درختون کے باعث کفار کے معابد سے مشابہت
ہوتی ہو تو مکروہ ہے واکل ونوم الالمعتکف وغریب اور مکروہ ہے مسجد کے اندر کھانا اور سونا مگر اعتکاف والے اور مسافر کو مکروہ نہین ودخول اکل نحو ثوم ومنع
منہ وکذا کل موذ ولو بلسانہ اور مکروہ ہے مسجد مین آنا کھانے والے لہسن جیسی چیز کا یعنی کچا پیاز اور مولی وغیرہ جنمین بدبو آتی ہے اور منع کیا جاوے ایسا شخص
مسجد مین گھسنے سے اور اسیطرح ہر شخص ایذا دینے والا اگرچہ زبان ہی سے ایذا دے مسجد سے منع کیا جاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس
درخت بدبو مین سے کھاوے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے اسلیے کہ جس چیز سے انسانون کو ایذا ہوتی ہے اُس سے فرشتون کو ایذا ہوتی ہے انتہی اور ایذا دینے والے
سے مراد گندہ دہن اور گندہ بغل ہے یا جسکے پسینے سے یا کپڑے کی بدبو سے تکلیف ہوتی ہو اور زبانی ایذا سے غرض غیبت اور چغلی وغیرہ ہے کذا فی الطحطاوی و
کل عقد الالمعتکف بشرطہ اور مکروہ ہے مسجد مین ہر معاملہ یعنی سودا وغیرہ مثل بیع وشرا کے کذا فی الشامی مگر اعتکاف والے کو بیع وشرا درست ہے بسبب اسکی شرط کے
اور شرط یہ ہے کہ اُس چیز کی حاجت اُسکو یا اُسکے عیال کو ہو اور ایک یہ کہ مبیع کو مسجد مین نہ منگاوے کذا فی الطحطاوی والکلام المباح وقیدہ فی الظہیریۃ بان
یجلس لاجلہ لکن فی النہر الاطلاق اوجہ اور مکروہ ہے مسجد مین کلام مباح کرنا اور ظہیریہ مین قید لگائی ہے کہ کلام ہی کے واسطے مسجد مین بیٹھے لیکن اگر مسجد مین
عبادت کے لیے بیٹھا اور اُسکے بعد کلام دنیا کا کیا تو مکروہ نہوگا لیکن نہر الفائق مین ہے کہ کراہت کو مطلق رکھنا بہتر ہے خواہ بیٹھے کلام کے لیے یا بیٹھا ہو عبادت
کے لیے دونون صورتون مین کلام مباح مکروہ ہے هم شامی نے کہا کہ صاحب نہر کی بحث مخالف منقول ہے اور اسمین ترجیح کی بات ہے وتخصیص مکان لنفسہ
لیس لہ ازعاج غیرہ منہ ولو مدرسا واذا ضاق فللمصلی ازعاج القاعد ولو مشتغلا بقراءۃ او درس بل ولاھل المحلۃ منع من لیس منھم عن الصلوٰۃ فیہ اور مکروہ
ہے خاص کرنا کسی جگہ کا اپنے لیے اور نہین جائز ہے اسکو ہٹا دینا غیر شخص کا اُس جگہ سے اگرچہ غیر مدرس ہی ہو اور اگر جگہ تنگ ہو تو نمازی کو جائز ہے ہٹا دینا
بیٹھنے والے کا گو بیٹھنے والا قرات یا درس مین مشغول ہو بلکہ تنگی کی صورت مین اہل محلہ کو اختیار ہے کہ جو شخص اُس محلہ والون سے نہو اُسکو مسجد مین نماز سے
منع کرین هم شامی نے کہا کہ اگر کسی کے بیٹھنے سے صف مین خلل پڑتا ہو تو اُسکا اٹھا دینا بھی نمازیون کو جائز ہے ولھم نصب متول وجعل المسجدین واحدا و
عکسہ لصلوٰۃ لا لدرس او ذکر اور جائز ہے محلہ والون کو مقرر کرنا متولی کا مسجد کے کامون کے لیے اگرچہ قاضی مقرر نکرے اور جائز ہے دو مسجدون کا ایک
کر لینا اور ایک مسجد کا دو کر لینا نماز کے لیے نہ درس اور ذکر کے لیے کیونکہ مسجدین درس اور ذکر کے لیے نہین بنائی گئین اگرچہ درس اور ذکر اُنمین جائز ہے
کذا فی القنیۃ فی مسجد عظۃ وقرآن فاستماع العظۃ اولی مسجد مین وعظ اور تلاوت قرآن ہو تو سننا وعظ کا بہتر ہے هم شامی نے کہا کہ یہ حکم عوام کے لیے ہے
جو لوگ آیات قرآنی کے معانی اور نکات اور احکام شرعی سمجھ سکتے ہون اُنکے حق مین قرآن کا سننا بہتر ہے بلکہ چند وجوہ ولا بأس بالکتابۃ علی جدرانہ اور مضائقہ
نہین لکھنا قرآن اور اشیاء قابل التعظیم کا مسجد کی دیوارون پر هم اچھی اسلیے کہ گر کر پامال نہون کذا فی البحر اور مثل اسکے ہے تختون پر کچھ لکھکر دروازون پر چپکانا
کذا فی الطحطاوی ولا بأس برمی عش خفاش وحمام لتنقیتہ اور کچھ مضائقہ نہین چمگادڑ اور کبوتر کے گھونسلے کا پھینک دینا واسطے مسجد کی صفائی کے هم
طحطاوی نے کہا کہ لتنقیتہ جواب سوال ہے اسکی تقریر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو پرندون کو اُنکے گھرون میں تو دور کرنا گھونسلون کا
مخالف ہے اس امر کے شارح نے جواب دیا کہ یہ دور کرنا صفائی کے لیے ہے جو شرعا مطلوب ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا حکم غیر مسجد کے لیے مخصوص ہے

باب الوتر والنوافل

یہ باب ہے وتر اور نوافل کے بیان مین هم وتر بفتحہ اور کسرہ واو لغت مین طاق عدد کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین تین رکعتون کا نام ہے

آتا ہے اور نفل کے معنی لغت میں زیادتی کے ہیں اور شرعاً نفل اُس عبادت کو کہتے ہیں جسکے کرنے سے ثواب ہو اور نہ کرنے سے عذاب نہو کل سنۃ نافلۃ ولا عکس
ہر سنت نفل ہے اور اسکا الٹا نہیں یعنی ہر نفل سنت نہیں ہوتی یہ جملہ شارح نے اسلیے بیان کیا کہ اس باب میں ذکر سنتوں کا بھی ہے حالانکہ عنوان میں صرف وتر
اور نوافل مذکور ہیں متنوں کی تصریح نہیں کی تو تصریح نکرنے کا عذر کر دیا کہ سنتیں نفل ہی ہوتی ہیں ہو فرض عملا و واجب اعتقادا و سنۃ ثبوتا لہذا وفقنا بین الروایات
وتر فرض ہے عمل کے لحاظ سے اور واجب ہے اعتقاد کے اعتبار سے اور سنت ہے ثبوت کی راہ سے اسطرح سے توفیق کی ہے فقہا نے روایتوں میں جو عملاً فرض ہے اسکے
یہ معنی کہ عمل میں اُسکا حال فرائض کا سا ہوتا ہے کہ چھوڑنے سے گناہگار ہوتا اور اُسکے قضا اور ترتیب کا واجب ہونا جیسے فرضوں میں ہے ویسے ہی وتر میں ہے اور اعتقادا
واجب ہونے کے یہ معنی کہ اُسکے واجب ہونے کا اعتقاد ہے ضرور ہے اور ثبوتا سنت ہونے سے یہ غرض کہ ثبوت اُسکا حدیث سے ہے نہ قرآن سے چنانچہ مسلم نے وتر کی
کہ اوتروا قبل ان تصبحوا یعنی وتر پڑھ لیا کرو پہلے اس سے کہ صبح کرو اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے تو اس حدیث سے وجوب وتر کا ثابت ہوا اور توفیق بین الروایات سے یہ مراد ہے کہ
امام اعظم سے وتر کے باب میں تین روایتیں مروی ہیں ایک فرض ہونیکی دوسری واجب ہونیکی تیسری سنت ہونیکی تو انکی تطبیق اسطرح ہوتی کہ فرض عمل کی راہ سے ہے
اور واجب اعتقاد کی راہ سے اور سنت ثبوت کی راہ سے کذا فی الشامی ملتقطا وعلیہ فلا یکفر جاحدہ ای لا ینسب الی الکفر جاحدہ اور اس توفیق پر یہ متفرع ہوا
کہ کافر نہ کہا جائیگا منکر وتر کا شارح نے کہا کہ لا یکفر بضم تحتانی اور سکون کاف ہے یعنی منسوب بکفر نہیں ہوتا ہے ضمیر علیہ کی محشیوں نے توفیق کیطرف پھیری ہے
اور باقانی نے شرح منح الغفار میں فلا یکفر کو تفریع وتر کے فرض عملی ہونیکی قرار دیا ہے وتذکرہ فی الفجر مفسد لہ کعکسہ بشرطہ خلافا لہما ولکنہ لا یقضی ولا یصح قاعدا ولا راکبا
اتفاقا اور دوسری تفریع وتر کے فرض عملی ہونے پر یہ ہے کہ فجر کے فرضوں میں اسکا یاد آنا صاحب ترتیب کی فجر کا مفسد ہے مثل اُسکے عکس کے یعنی اگر وتر
میں یاد ہوگا کہ کوئی نماز ذمہ پر ہے تو وتر فاسد ہونگے بموجب شرط فساد کے یعنی جبکہ وقت تنگ نہو اور نمازیں چھ نہو گئی ہوں کہ ان صورتوں میں ترتیب
ساقط ہو جاتی ہے اور نماز فاسد نہیں ہوتی بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک وتروں کے یاد ہونے سے فجر کی نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ وتر اُنکے نزدیک سنت
ہیں لیکن وتر قضا کیے جاتے ہیں اور بیٹھکر اور سوار ہو کر درست نہیں ہوتے بالاتفاق یعنی جیسے سنتوں کی قضا نہیں اور بیٹھکر اور سواری پر جائز ہیں اگر
صاحبین کے نزدیک وتر باوجود سنت ہونے کے ان باتوں میں سنت سے علیحدہ ہیں وہو ثلث رکعات بتسلیمۃ کالمغرب حتی لو نسی القعود لا یعود ولو عاد
ینبغی الفساد کما سیجی وتر تین رکعتیں ہیں ایک سلام سے مثل نماز مغرب کے یہانتک کہ اگر بیچ کے قعدہ کو بھول کر کھڑا ہو گیا تو پھر نہ بیٹھے اور اگر پھر بیٹھ جائیگا تو چاہیے
کہ نماز فاسد ہو جاوے چنانچہ آگے آویگا مثل مغرب سے یہ معلوم ہوا کہ بیچ کا قاعدہ واجب ہے تو اسمین درود نہ پڑھے اور نماز کے فاسد ہونیکی یہ وجہ ہے کہ قیام فرض
کو چھوڑ کر واجب کے لیے بیٹھنا نہیں چاہیے اور نماز نفل میں چونکہ ہر دوگانہ علیحدہ نماز ہے اسلیے اگر کھڑا بھی ہو جاوے تب بھی بیٹھ جاوے کذا فی الطحطاوی ولکنہ یقرأ
فی کل رکعۃ منہ فاتحۃ الکتاب و سورۃ احتیاطا وتر مثل مغرب کے ہیں لیکن نمازی اسکی ہر رکعت میں الحمد اور ایک سورہ یا تین آیتیں احتیاطا پڑھے
وجہ احتیاط کی یہ ہے کہ صاحبین وتر کے سنت ہونیکے قائل ہیں تو اس لحاظ سے احتیاط اسکی مقتضی ہے کہ سب رکعتوں میں قراءت پڑھی جاوے والسنۃ السور الثلاث
زیادۃ المعوذتین لم یختر ہا الجمہور اور مسنون تین سورتیں ہیں یعنی اول میں سورۃ اعلی اور دوسری میں سورۃ کافرون اور تیسری میں اخلاص اور زیادتی معوذتین کو جمہور
فقہا نے پسند نہیں کیا یعنی تیسری رکعت میں بعد سورۃ اخلاص کے سورۃ فلق اور ناس پڑھنا مختار نہیں ویکبر قبل رکوع ثالثۃ رافعا یدیہ کما مر ثم یعتمد وقیل کالداعی
وقنت فیہ اور اللہ اکبر کہے پہلے تیسری رکعت کے رکوع کرنیکے لیے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر جیسا کہ گذرا یعنی تکبیر تحریمہ کیطرح کانوں تک ہاتھ اٹھاوے پھر ہاتھ باندھ لے
اور بعض نے کہا کہ کھلے رکھے دعا مانگنے والے کیطرح یعنی چھاتی تک اٹھاوے اور ہتھیلیاں آسمان کیطرف رکھے یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور ضعیف ہے اور دعا کرے آمین ہم
شامی نے کہا کہ ضمیر فیہ کی وتر کیطرف ہے یا ما قبل رکوع کے وبین الدعاء المشہور ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ یفتی اور مسنون ہے دعا مشہور اور درود پڑھے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی پر فتوی ہے اور دعا قنوت مشہور یہ ہے (اللّٰھم انا نستعینک و نستغفرک و نؤمن بک و نتوکل علیک و نثنی علیک الخیر و نشکرک ولا نکفرک و نخلع

یا اللہ ہم تجھسے مدد مانگتے ہیں اور تجھسے بخشش چاہتے ہیں اور تجھپر ایمان لاتے ہیں اور تجھپر بھروسا کرتے ہیں اور تیری تعریف

ونترک من یفجرک اللھم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد نرجو رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک الجد بالکفار ملحق) اور حضرت امام حسن بن علی
مرتضیٰ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت کے لیے مجھکو یہ دعا سکھائی (اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی
فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت انک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرک ونتوب الیک) طحطاوی اور
شارح منیہ نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ان دونوں دعاؤں کو قنوت میں ملا لیا کرے اور صیغہ درود کا بعد دعاء قنوت کے بحر الرائق میں کہا کہ مثل التحیات کے درود ہی
اور نووی اور حلبی نے ذکر کیا کہ مستحب یہ ہے کہ یوں کہے (وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی وآلہ وسلم) اور نسائی کی روایت میں ان الفاظ سے وارد ہے (وصلی اللہ علی النبی)
بہرحال درود پڑھنا بہتر ہے کیونکہ طبرانی میں حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ ہر دعا رکی رہتی ہے جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جاوے شامی
نے کہا کہ جو شخص دعاء قنوت پڑھنا نجانتا ہو تو وہ اسکی جگہ یہ آیت پڑھے (ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) یا تین بار (اللھم اغفرلی) کہے
یا تین بار (یارب) کہے وصح الجد بالکسر بمعنی الحق وملحق بمعنی لاحق ونحفد بدال مہملۃ بمعنی نسرع فان قرا بذال معجمۃ فسدت صلاتہ لانہ کلمۃ مہملۃ او صحیح ہوا کہ لفظ ابوداؤد
کی حدیث مرسل میں وارد ہے الجد بکسر جیم وتشدید دال بمعنی حق کے بعد لفظ عذابک کے دو جگہ اور ملحق بمعنی لاحق ہے یعنی ملنے والا اور نحفد بفتح نون اور کسرہ فا اور
ضمہ دال مہملہ ہے لغت میں یہی معنی ہیں ہم جلدی کرتے ہیں اگر نمازی اس کلمہ کو ذال معجمہ سے پڑھیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی النہایہ فاسد ہو جاویگی اسلیے کہ یہ کلمہ
بیمعنی ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ کلمہ بیمعنی نہیں اسلیے کہ لغت کی صنعت میں حدیث میں مذکور ہے حفد یا اللغۃ بمعنی اسرع حفد یحفد دونوں بابوں سے
مخافتا علی الاصح مطلقا ولو اماما لحدیث خیر الدعاء الخفی دعاء قنوت پڑھے آہستہ صحیح تر قول کے بموجب مطلقا اگرچہ امام ہو اسواسطے اس حدیث سے کہ بہتر دعا
آہستہ ہے ہم اس بات کے بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ آہستہ پڑھنا واجب نہیں اور مطلقا سے یہ غرض ہے کہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ادا پڑھتا ہو یا قضا
رمضان کے وتر ہوں یا غیر رمضان کے سب صورتوں میں آہستہ پڑھے کذا فی الشامی وصح الاقتداء فیہ ففی غیرہ اولی ان لم یتحقق منہ المفسد فی اعتقادہ فی
الاصح کما بسطہ فی البحر بشافعی مثلا لم یفصلہ بسلام لا ان فصلہ علی الاصح فیہما للاتحاد وان اختلف الاعتقاد اور درست ہے وتر میں اقتدا حنفی کا پیچھے شافعی
کے مثلا جو وتر کو سلام سے جدا نکرے یعنی دو رکعت پہ سلام نہ پھیرے تو وتر کے غیر میں اقتدا بطریق اولی درست ہے بشرطیکہ امام سے کوئی ایسا امر متحقق نہو جو نماز
کا مفسد ہو مقتدی کے اعتقاد میں صحیح تر قول میں چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق میں نہیں درست ہے اقتدا اگر جدا کیا امام نے وتر کو دوگانہ کے بعد سلام پھیر
سے صحیح تر قول کے بموجب دونوں میں یعنی اقتدا میں اور فاصلہ سلام نہونے میں اقتدا درست ہے بسبب اتحاد نیت کے اگرچہ اعتقاد امام اور مقتدی کا اختلاف
ہے امام سنت ہونے کا معتقد ہے اور مقتدی واجب ہونے کا مگر نیت دونوں کی وتر ہی پڑھنے کی ہے ہم غیر وتر میں جو اولویت کی ہے یہ کہ نفل اور فرض میں نیت دونوں کی
ایک ہوگی بخلاف وتر کے کہ امام سنت کی نیت کریگا اور مقتدی وتر کی تو جب اختلاف کے ساتھ اقتدا درست ہوا تو اتحاد میں بطریق اولی درست ہونا چاہیئے
مثل شافعی سے یہ غرض ہے کہ جو وتر کے مسنون ہونے کا معتقد ہو اور قول اصح کا مقابل اقتدا میں یہ ہے کہ اقتدا درست نہیں اسلیے کہ نفل والے کے پیچھے اقتدا فرض
پڑھنے والے کا درست نہیں اور سلام سے فاصلہ کرنے میں قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ باوجود فاصلہ کے اقتدا جائز ہے کذا فی الشامی ولذا ینوی الوتر لا الوتر الواجب
کما فی العیدین للاختلاف اور اسی وجہ سے یعنی بوجہ اختلاف کے مقتدی نیت وتر کی کرے نہ نیت وتر واجب کی جیسے عیدین میں بسبب اختلاف وجوب اور
مسنون ہونیکے نیت واجب کی نکرے ہم یعنی نیت واجب کی اگر نکریگا تو امام اور مقتدی کی نیت متحد ہو جائیگی ویاتی الماموم بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت
بعد الرکوع لانہ مجتہد فیہ لا الفجر لانہ منسوخ بل یقف ساکتا علی الاظہر مرسلا یدیہ اور مقتدی دعاء قنوت پڑھے اگرچہ پیچھے شافعی کے مقتدی ہو جو رکوع کے
بعد دعا پڑھتا ہے اسلیے کہ مقام قنوت پڑھنے کا مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ مسئلہ میں متابعت امام غیر حنفی کی درست ہے نہ قنوت پڑھے نماز فجر میں اسلیے کہ فجر میں قنوت
کا پڑھنا منسوخ ہے اور منسوخ چیز میں اقتدا درست نہیں بلکہ چپکا کھڑا رہے ظاہر تر قول کے بموجب ہاتھوں کے لٹکائے ہوئے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی

نمازوں میں عرب کے چند قبیلوں پر جنہوں نے ستر یا اسی قاریوں کو مار ڈالا تھا رکوع کے بعد دعا بد فرماتے تھے جب آپ نے انپر فتح پائی تو دعا کو ترک فرمایا اس
سے معلوم ہوا کہ منسوخ ہوگئی کذا فی الامداد طحطاوی نے کہا کہ مصیبت کے وقت میں اب بھی فجر کی نماز میں اگر کوئی دعا پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں ولو نسی ای
القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا یقنت فیہ لفوات محلہ ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیہ رفض الفرض للواجب اور اگر نمازی قنوت کو بھول گیا پھر رکوع
میں اسکو یاد کیا تو رکوع میں اسکو نہ پڑھے بسبب جاتے رہنے اسکے محل کے یعنی اسکا پڑھنا محض قیام میں تھا وہ جاتا رہا اور نہ رجوع کرے قیام کی طرف صحیح تر روایت
میں یعنی رکوع کو چھوڑ کر قنوت پڑھنے کے لیے پھر نہ کھڑا ہو اسلیے کہ اسمیں قنوت واجب کے لیے فرض رکوع کو چھوڑنا ہے اور دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ پھر قیام
کرکے قنوت پڑھے اور دوبارہ رکوع کرے مگر صحیح تر پہلی روایت ہے فان عاد الیہ وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوتہ لکون رکوعہ بعد قراءۃ تامۃ وسجد
للسہو قنت او لا لزوال القنوت عن محلہ پس اگر نمازی نے قیام کی طرف عود کیا اور قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع نہ کیا تو اسکی نماز فاسد نہ ہوگی بسبب ہونے اسکے رکوع سابق کے پوری قرأت
کے بعد اور سجدہ کرے سہو کا قنوت پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو بسبب ٹل جانے قنوت کے اپنی جگہ سے ہم اس مسئلہ کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ رکوع میں قنوت پڑھا دوسری یہ کہ
رکوع سے سر اٹھا کر پڑھا اور رکوع پھر سے کیا تیسری یہ کہ سر اٹھا کر پڑھا اور رکوع دوبارہ نہ کیا چوتھی یہ کہ بالکل قنوت نہ پڑھا نہ رکوع میں نہ اس سے کھڑا ہو کر تو چاروں صورتوں میں
سجدہ سہو واجب ہے کہ قنوت اپنی جگہ پر نہ رہا کذا فی الحلبی رکع الامام قبل فراغ المقتدی من القنوت قطعہ وتابعہ ولو لم یقرء منہ شیئا ترکہ ان خاف فوت الرکوع معہ بخلاف التشہد
لان المخالفۃ فیما ہو من الارکان او الشرائط مفسدۃ لا فی غیرہا اور امام نے رکوع کیا پیشتر مقتدی کے فارغ ہونے قنوت سے تو مقتدی باقی قنوت کو ترک کرے اور امام کی
پیروی کرے اور اگر مقتدی نے قنوت میں سے کچھ نہ پڑھا ہو تو قنوت کو ترک کرے اگر ڈرے کہ امام کے ساتھ رکوع نہ ملیگا بخلاف تشہد کے یعنی اگر تشہد کچھ باقی رہ گیا ہو تو اسکو پورا کرکے
امام کی متابعت کرے یہ قنوت کو ترک کرے اسلیے کہ امام کی مخالفت ان امور میں کہ ارکان ہیں یا شرائط نماز کی مفسد ہے نہ غیر ارکان و شرائط میں مخالفت کرنی کذا فی الدرر
ہم شامی نے کہا کہ یہ تعلیل رکیک ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متابعت مذکورہ فرض ہے حالانکہ متابعت بدون تاخیر ان فرائض و واجبات میں واجب ہے جہاں کوئی
دوسرا واجب پیش نہو تو وجہ فرق تشہد اور قنوت میں یہ کہنی چاہیے کہ قنوت کا پڑھنا سنت ہے اور رکوع میں امام کی متابعت واجب تو جب ادا سے سنت میں خوف ترک
واجب کا ہو تو سنت کو ترک کرنا چاہیے اور تشہد کا پورا کرنا واجب ہے اور امام کی متابعت بھی واجب تو ایک واجب کے لیے دوسرا کو چھوڑنا ضرور نہیں قنت فی اولی الوتر او
ثانیتہ سہوا لم یقنت فی ثالثتہ اما لو شک انہ فی ثانیتہ او ثالثتہ کررہ مع القعود فی الاصح والفرق ان الساہی قنت علی انہ موضع القنوت فلا یکرر بخلاف الشاک ورجح الحلبی
تکرارہ اگر نمازی نے وتر کی پہلی رکعت یا دوسری میں بھول کر قنوت پڑھ لیا تو وہ تیسری رکعت میں قنوت نہ پڑھے اور اگر اسنے شک کیا کہ وہ وتر کی دوسری رکعت پڑھتا ہے یا تیسری
میں ہے تو قنوت کو مکرر کرے بیٹھنے کے ساتھ صحیح تر قول میں یعنی قنوت پڑھ کر قعدہ کرے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اسمیں قنوت پڑھے کیونکہ دونوں رکعتوں کا احتمال
ہے کہ تیسری ہو اور فرق یہ ہے کہ بھولنے والے نے قنوت پڑھا اس خیال سے کہ مقام قنوت کا وہی ہے اسلیے اب قنوت مکرر نہوگا بخلاف شک کرنیوالے کے اور حلبی نے ترجیح دی ہے
مکرر قنوت پڑھنے کی دونوں کو یعنی بھولنے اور شک کرنیوالے کو ہم شامی نے کہا کہ حلیہ اور بحر الرائق میں بھی موافق حلبی کے قول کے ہے واما المسبوق فیقنت مع امامہ فقط ویصیر
مدرکا بادراک رکوع الثالثۃ اور مسبوق صرف قنوت پڑھے اپنے امام کے ساتھ کیونکہ اسکی آخر نماز وہی ہے اور جب ایکبار امام کے ساتھ پڑھ چکا تو دوبارہ پڑھنا مشروع
نہیں اور ہو جاویگا پانیوالا قنوت کا تیسری رکعت وتر کی رکوع پانے سے یعنی جب مسبوق نے تیسری رکعت کا رکوع پایا تو کل رکعت اسکو ملگئی اب باقی دو رکعتوں میں
اگر قنوت پڑھیگا تو بیجا ٹھہریگا اسلیے کہ اسکی جگہ تیسری رکعت ہے جو ہو چکی کذا فی الطحطاوی ولا یقنت لغیرہ الا لنازلۃ فیقنت الامام فی الجہریۃ وقیل فی الکل
اور قنوت نہ پڑھے وتر کے سوا دوسری نمازوں میں مگر کسی مصیبت کے وقت کہ امام قنوت پڑھے جہری نمازوں میں اور بعض فقہا کا قول یہ ہے کہ سب نمازوں میں پڑھے جہری ہوں
یا سری ہم نماز جہری میں قنوت پڑھنا بحر الرائق میں شرح نقایہ سے مذکور ہے مگر اشباہ میں غایہ سے منقول ہے کہ مصیبت کے وقت امام نماز فجر میں قنوت پڑھے اور عبارت شارح
نیز سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حنفیوں کے نزدیک قنوت مصیبت کا خاص فجر کی نماز میں ہے نہ اور کسی نماز جہری یا سری میں بلکہ سری نمازوں میں تو بجز امام شافعی کے اور کوئی

قائل قنوت پڑھنے کا نہیں اور بحر الرائق مین اسکو محدثین کا مذہب لکھا ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ اسپر آگاہ کر دیتا تاکہ سمجھی نا جاے کہ قنوت کا کوئی روایت مذہب ہے پھر
قنوت کا موقع نماز فجر مین دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ہی چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہی کذا فی الشامی مختصرا فائدہ یہ ایک کام کی بات ہی خمسۃ تتبع فیہا
الامام قنوت وقعود اول وتکبیر عید وسجدۃ تلاوۃ وسہو واربعۃ لا تتبع فیہا زیادۃ تکبیر عید وجنازۃ ورکن وقیام لخامسۃ پانچ باتین ہین جنمین امام کی متابعت کیجاے
یعنی اگر امام انکو کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر نکرے تو وہ بھی نکرے کذا فی الحلبی اول قنوت پڑھنا دوم قعدہ اولی سوم تکبیر عید چہارم سجدہ تلاوت پنجم سجدہ سہو کہ اگر امام ان
چیزون کو کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر سہوا اس سے رہجاوین تو مقتدی بھی چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے اور چار چیزین ایسی ہین کہ انمین متابعت امام کی نکیجاے یعنی اگر
امام انکو کرے تو مقتدی نکرے اول زیادہ کرنا تکبیر عید کا مثلا امام اگر چوتھی بار تکبیر کہے تو مقتدی اسکا ساتھ نہ دے دوم زیادہ کرنا تکبیر جنازہ کا کہ اگر امام پانچ تکبیرین زیادہ
کرے تو مقتدی متابعت نکرے سوم زیادہ کرنا کسی رکن کا مثلا دو بار رکوع کرنا یا تین بار سجدہ کرنا چہارم کھڑا ہو جانا امام کا پانچوین رکعت کے لیے ہم شامی نے لکھا کہ چوتھی چیز
رکن کے زیادہ کرنے مین داخل ہی تو اسکے بیان کرنے کی ضرورت نتھی وثمانیۃ تفعل مطلقا الرفع لتحریمۃ والثناء وتکبیر انتقال وتسمیع وتسبیح وتشہد وسلام وتکبیر تشریق اور
آٹھ باتین ہین کہ مطلق کیجاتی ہین یعنی امام انکو کرے یا نکرے مقتدی انکو کرے اول ہاتھون کا اٹھانا تکبیر تحریمہ کے لیے دوم دعا سبحانک اللہم الخ سوم تکبیر انتقال یعنی ایک
رکن سے دوسرے رکن مین جاتے وقت اللہ اکبر کہنا چہارم سمع اللہ لمن حمدہ کہنا کہ اگر امام نکہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہے پنجم تسبیح رکوع اور سجدہ کی ششم تشہد یعنی التحیات آخر تک پڑھنا
ہین کہ امام بیٹھ جاوے لیکن اگر قعدہ اولی مین امام بیٹھے تو مقتدی کو اسکی متابعت چاہیے چاہے پہلے گذرا ہفتم سلام پھیرنا یعنی اگر امام بول اٹھے یا مسجد سے نکل جاوے
تو مقتدی سلام پھیرلین کذا فی الطحطاوی ہشتم تکبیر تشریق وسنت موکدا اربع قبل الظہر واربع قبل الجمعۃ واربع بعدہا بتسلیمۃ ولو بتسلیمتین لم تنب عن السنۃ ولذا
لو نذرہا لا یخرج عنہ بتسلیمتین وبعکسہ یخرج اور سنت موکدہ ہین چار رکعتین پہلے ظہر کے اور چار پہلے جمعہ کے اور چار بعد جمعہ کے ایک سلام سے اور اگر دو سلام سے
پڑھیگا تو سنت کے قائم مقام نہونگی اور اسلیے اگر چار رکعتون کی نذر ایک سلام سے کریگا تو نذر سے باہر نہوگا دو سلامون کے ساتھ پڑھنے سے اور اسکے عکس مین یعنی
نذر کی دو سلامون سے پڑھنے کی اور ایک سلام سے چارون کو پڑھا تو نذر سے باہر ہو جائیگا ورکعتان قبل الصبح وبعد الظہر والمغرب والعشاء اور سنت موکدہ ہین
دو رکعتین صبح کے پیشتر اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشا کے بعد شرعت البعدیۃ لجبر النقصان والقبلیۃ لقطع طمع الشیطان مشروع ہوئی ہین
بعد کی سنتین واسطے پورا کرنے نقصان کے یعنی فرائض مین کسی عذر مثلا النسیان وغیرہ سے اگر کمی ہوئی ہوگی تو آخرت مین بعد کی سنتین اسکی کمی کو پورا کر دینگی اور مشروع
ہوئی ہین پہلے کی سنتین واسطے قطع کرنے شیطان کی طمع کے یعنی جب آدمی سنتون کو پڑھیگا تو شیطان کہیگا کہ جو چیز اسپر فرض نتھی اسکو اسنے ترک ہی نکیا تو فرض کو
کیسے ترک کریگا ہم ان سنتون کی موکد ہونے کی یہ وجہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انپر مواظبت فرماتے تھے چنانچہ مسلم مین حضرت عائشہ رضی سے مروی ہی کہ آپ ظہر کے پیشتر
چار رکعتین اور بعد ظہر دو رکعتین اور بعد مغرب دو اور بعد عشا دو اور قبل فجر کے دو پڑھا کرتے تھے اور بحر الرائق مین ہی کہ سنت موکدہ مثل واجب کے ہی کہ اسکے ترک کرنے سے
گناہ ہوتا ہی اور تارک مستحق ملامت ٹھہرتا ہی بشرطیکہ بلا عذر ترک کرے کذا فی الشامی وندب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدہا بتسلیمۃ وان شاء رکعتین وکذا
بعد الظہر لحدیث الترمذی من حافظ علی اربع قبل الظہر واربع بعدہا حرمہ اللہ علی النار اور مستحب ہین چار رکعتین پہلے عصر اور چار پہلے عشا کے اور چار بعد عشا کے ایک
سلام سے اور اگر چاہے تو دو رکعتین پڑھے اور اسیطرح ظہر کے بعد چاہے چار ایک سلام سے پڑھے چاہے دو رکعتین پڑھے بسبب حدیث ترمذی کے کہ جو کوئی محافظت کرے
چار رکعتون پر ظہر سے پہلے اور چار پر بعد نماز ظہر کے تو اللہ تعالی اسکو آگ پر حرام کر دیتا ہی یعنی اسکو دوزخ مین نڈالیگا وست بعد المغرب لیکتب من الاوابین بتسلیمۃ او ثنتین
او ثلاث والاول ادوم واشق اور مستحب ہین چھ رکعتین مغرب کے بعد تاکہ نمازی اوابین مین لکھا جاے یعنی رجوع کرنیوالون مین اللہ تعالی کیطرف چھ رکعتین ایک سلام سے خواہ
دو سے یا تین سے اور اول صورت یعنی ایک سلام سے پڑھنا زیادہ دیرپا اور بہت مشکل کا ہوتا ہی ہم وجہ اسکے مشکل ہونیکی یہ ہی کہ نفس کو ایک ہی تحریمہ پر بہت دیر تک
روکنا پڑتا ہی شامی نے خیر الدین رملی سے نقل کیا کہ افضل یہ ہی کہ ہر شفعہ پر سلام پھیرتا جاے وہل تحسب المؤکدۃ من المستحب ویؤدی الکل بتسلیمۃ واحدۃ اختار الکمال نعم ولکنا

شمار کیجاویگی سنت موکدہ مستحب سے اور ادا کیجاویگی دونون ایک سلام سے کمال نے پسند کیا ہی کہ امام کمال الدین نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہی کہ چار رکعتین جو بعد ظہر یا عشا
کے مستحب ہین اُن مین اختلاف ہی کہ وہ چارون جدا گانہ مستحب ہین یا دو رکعت سنت موکدہ کے پاس کے ساتھ شمار کیجاتی ہین پھر اگر مع سنت موکدہ کے ملکر چار شمار ہوتی ہین
تو انکے ساتھ ایک ہی سلام مین ادا ہوجاتی ہین یا نہین تو اکثر علما حنفیہ نے کہا ہی کہ ایک سلام سے دونون ادا ہونگی اور خود کمال الدین نے یہ اختیار کیا ہی کہ جب چار رکعتین
ایک سلام سے خواہ دو سے پڑھیگا تو وہ سنت موکدہ اور مستحب دونون سے کافی ہوگی کذا فی الشامی وحرر اباحۃ رکعتین خفیفتین قبل المغرب واقرہ فی البحر والمصنف اور کمال الدین نے
بنا بر تحقیق صحیح کے ساتھ ثابت کیا ہی مباح ہونا دو ہلکی سی رکعتون کا مغرب سے پیشتر اور ثابت رکھا ہی اسکو بحر الرائق مین اور مصنف نے بھی حاصل تقریر کمال کا یہ ہی کہ قبل مغرب
کے دو رکعتین مستحب نہین مکروہ بلکہ اختصار کے ساتھ اگر پڑھی جائین تو مباح ہین کذا فی الشامی ملتقطا والسنن اکدہا سنۃ الفجر اتفاقا ثم الاربع قبل الظہر فی الاصح لحدیث من
ترکہا لم تنلہ شفاعتی ثم الکل سواء اور سنتون مین تاکید زیادہ فجر کی سنتین ہین بالاتفاق پھر چار ظہر کے پہلے کی صحیح تر قول مین بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی ظہر کی سنتون
کو چھوڑیگا نہین پہنچیگی اسکو میری شفاعت پھر سب سنتین برابر ہین ہم فجر کی سنتین زیادہ موکد اسلیے ہوئین کہ صحیحین مین حضرت عائشہ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کسی نفل نماز کی اتنی خبرگیری نفرماتے تھے جتنی فجر کی دو رکعتون کی فرماتے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ عدم شفاعت سے مراد غالبا شفاعت خاص ہی جو زیادتی درجات
کے لیے ہوگی ورنہ شفاعت عظمی تو جیسے سب عام ہوگی وقیل بوجوبہا فلا تجوز صلوتہا قاعدا ولا راکبا اتفاقا بلا عذر علی الاصح اور بعض فقہا نے سنت فجر کو واجب بتایا تو کہا ہی
تو نہین جائز ہی پڑھنا اسکا بیٹھکر اور سواری کی حالت مین بالاتفاق بدون عذر کے صحیح تر قول کے بموجب ہم واجب ہونیکی صورت مین بیٹھکر اور سواری پر نا جائز ہونا
ظاہر ہی اور سنت موکدہ کہنے کی صورت مین اسلیے نا جائز ہی کہ یہ سنتین ہم پلہ واجب ہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز ترکہا لعالم صار مرجعا فی الفتاوی بخلاف باقی السنن
فلہ ترکہا لحاجۃ الناس الی فتواہ اور نہین جائز ہی چھوڑنا فجر کی سنتون کا اس عالم کو جسکے پاس سب لوگ فتوی پوچھنے آتے ہون بخلاف باقی سنتون کے کہ اسکو انکا ترک
کرنا درست ہی بسبب حاجت لوگونکے اسکے فتوی کیطرف ہم شامی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ فتوی دینے کی حالت مین لوگونکے ہجوم کے باعث اور سنتون کو ترک کرے
اور بعد فراغت پانیکے پڑھ لے جیسے جماعت کے فوت ہونیکے خوف سے ترک درست ہی ویخشی الکفر علی منکرہا اور خوف کفر ہی سنت فجر کے منکر پر یعنی جو اسکی مشروعیت
کا منکر ہو اور جو کسی شبہ یا تاویل کے ورنہ قطعا کافر ہوگا کہ جس چیز پر اجماع ہی اسکا منکر ہونا کفر ہی کذا فی الشامی وتقضی اذا فاتت معہ بخلاف الباقی اور سنت فجر قضا پڑھی جاتی
جبکہ فوت ہوگئی ہون فرض کے ساتھ بخلاف باقی سنتون کے کہ انکی قضا نہین ہم شامی نے کہا کہ وقت قضا ان سنتون کا زوال سے پیشتر ہی تو بعد زوال قضا نہ پڑھی جائین اگرچہ فرض
کے ساتھ ہون اور اگر تنہا فوت ہوئی ہون تو طلوع آفتاب سے پیشتر انکی قضا نچاہیے ولو صلی رکعتین تطوعا مع ظن ان الفجر لم یطلع فاذا ہو طالع او صلی اربعا فوقع رکعتان
بعد طلوعہ لا تجزیہ عن رکعتیہا علی الاصح تجنیس لان السنۃ ما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بتحریمۃ مبتدأۃ اور اگر نماز پڑھی دو رکعتین نفل اس گمان سے کہ فجر نہین
طلوع ہوئی پھر دیکھا تو صبح ہوگئی یا نماز پڑھی چار رکعتین اور دو رکعتین بعد آفتاب نکلنے کے ہوئین تو انکو دو رکعتون سے فجر کی سنتون کی کافی نہونگی قول اصح پر کذا
فی التجنیس اسلیے کہ سنت وہ ہی جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدا تحریمہ سے مواظبت فرمائی ہی ہم حوالہ تجنیس کا صرف متعلق دوسرے مسئلے سے ہی اور مسئلہ اول خلاصہ
مین مذکور ہی اور علت شارح نے دوسرے مسئلہ کی بیان کی ہی اور تجنیس مین پہلے مسئلہ مین سنت فجر سے کافی ہونا لکھا ہی اور نہر الفائق مین اسکو وجہ بیان کیا ہی کذا
فی الشامی وتکرہ الزیادۃ علی اربع فی نفل النہار وعلی ثمان لیلا بتسلیمۃ لانہ لم یرد والافضل فیہما رباع بتسلیمۃ وقالا فی اللیل المثنی افضل قیل وبہ یفتی
اور مکروہ ہی زیادہ پڑھنا چار رکعتون سے ایک سلام مین دن کی نفلون کو اور آٹھ سے زیادہ رات کی نفلون کو اسلیے کہ اسقدر سے زیادہ حدیث مین وارد نہین اور
افضل رات دن دونون مین چار چار رکعتون کا پڑھنا ہی ایک سلام سے اور صاحبین نے فرمایا کہ دو دو کا پڑھنا افضل ہی کہتے ہین کہ فتوی صاحبین کے ہی قول پر ہی ہم
اس فتوی کو معراج مین عیون کیطرف منسوب کیا ہی اور نہر الفائق مین علامہ قاسم نے امام کے قول کو ترجیح دی ہی کذا فی الشامی مختصرا ولا یصلی علی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی فی الاربع قبل الظہر والجمعۃ وبعدہا ولو صلی ناسیا فعلیہ السہو وقیل لا شمنی اور درود نہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر

قعدۂ اولی میں ظہر اور جمعہ کی پیشتر کی چار سنتوں میں اور جمعہ کے بعد کی چار میں اور اگر بھول سے درود پڑھ لیا تو اس پر سجدۂ سہو ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سجدۂ سہو نہیں کذا فی الشمنی ہم شامی نے کہا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتوں میں درود پڑھنے سے سجدۂ سہو کا لازم آنا مسلم نہیں کیونکہ انکا حکم اور سنتوں کا سا نہیں اسلیے انکو دو سلاموں سے پڑھنا درست ہے ولا یستفتح اذا قام الی الثالثۃ منہا لانہا لتاکدہا اشبہت الفریضۃ اور تیسری رکعت کے لیے ان سنتوں مذکورہ سے کھڑا ہو تو دعاے استفتاح نہ پڑھے یعنی سبحانک اللہم الخ نہ پڑھے اسلیے کہ یہ سنتیں موکد ہونے کی وجہ سے فرض کے مشابہ ہو گئی ہیں وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ ولو نذرا لان کل شفع صلوۃ وقیل لا یاتی فی الکل وصححہ فی القنیۃ اور باقی نوافل چار رکعت والیوں میں درود پڑھے قعدۂ اولی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تیسری رکعت میں دعاے استفتاح اور اعوذ پڑھے اگرچہ وہ نماز نذر ہو اسلیے کہ ہر دوگانہ نوافل کا نماز جداگانہ ہے اور بعض فقہا کہتے ہیں کہ سب نمازوں میں دعا اور درود نہ پڑھے اور قنیہ میں اسی قول کو صحیح کہا ہم نذر کو اسواسطے شامل کیا کہ اسکا وجوب عارضی ہے اور حقیقت وہ بھی نفل ہے کذا فی الطحطاوی وکثرۃ الرکوع والسجود احب من طول القیام کما فی المجتبی ورجحہ فی البحر لکن نظر فیہ فی النہر اور بہت رکوع اور بہت سجدے کرنا زیادہ اچھا ہے بنسبت بہت قیام کرنے کے جیسا کہ مجتبی میں ہے اور ترجیح دیا ہے اسکو بحر الرائق میں مگر اعتراض کیا ہے نہر الفائق کے مصنف نے [illegible] وجہ اول یہ ہے کہ قیام [illegible] اس باعث سے ہے کہ اس میں قرات بہت ہوگی اور قرات اگرچہ تمام قرآن کو پہنچ جاوے سب فرض ہوگی بخلاف رکوع اور سجدے کی [illegible] کہ قرات کے برابر نہیں [illegible] اور فضیلت میں کچھ تاثیر نہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ موضوع مسئلہ کا نماز نفل ہے اور اسکی سب رکعتوں میں قرات واجب ہے کذا فی الشامی ونقل عن المعراج ان ہذا قول محمد وان مذہب الامام افضلیۃ القیام وصححہ فی البدائع قلت وہذا [illegible] اور صاحب نہر الفائق نے معراج سے نقل کیا کہ کثرت رکوع و سجود کا افضل ہونا قول ہے امام محمد کا اور مذہب امام کا افضل ہونا قیام کا ہے اور تصحیح کی ہے اسکی بدائع میں میں کہتا ہوں [illegible] دیکھا ہے [illegible] قیام الاخرس افضل کالقاری [illegible] اور کیا گونگے کا زیادہ قیام کرنا افضل ہے مثل قاری کے اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا [illegible] قاری ہو تو اسکا قیام بلا شبہ افضل ہے وسن تحیۃ المسجد [illegible] وادا الفرض او غیرہ وکذا دخولہ بنیۃ فرض او اقتداء [illegible] عنہا بلا نیۃ اور سنت ہے تحیۃ المسجد یعنی تحفہ رب مسجد کے لیے اور وہ دو رکعتیں ہیں اور پڑھنا نماز فرض کا یا غیر فرض کا اور اسیطرح داخل ہونا نمازی کا مسجد میں فرض کی نیت سے یا اقتدا کی نیت سے قائم مقام ہو جاتا ہے تحیۃ المسجد کے [illegible] اسلیے لگائی کہ تعظیم کے قابل صاحب خانہ ہوتا ہے نہ مکان تو معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد [illegible] ہے کذا فی الحلیۃ وتکفیہ لکل یوم مرۃ ولا تسقط بالجلوس عندنا بحر اور کافی ہے آدمی کو ہر روز کے لیے ایک بار تحیۃ المسجد پڑھنا یعنی جب کسی عذر سے مسجد میں چند بار جاوے تو تحیۃ المسجد ایکبار اول مرتبہ میں یا اور کسی مرتبہ میں پڑھ لے اور ساقط نہیں ہوتا تحیۃ المسجد مسجد میں بیٹھنے سے ہمارے نزدیک کذا فی البحر اور یہ حدیث میں آیا ہے کہ جب تم سے کوئی مسجد میں آوے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعتیں پڑھے تو یہ بیان بہتر کا ہے کیونکہ ابن حبان کی حدیث میں وارد ہے کہ آپ نے ابوذر کو فرمایا کہ تحیۃ المسجد دو رکعتیں ہیں سو اٹھ اور انکو پڑھ لے کذا فی الشامی قلت وفی الضیاء عن القوت من لم یتمکن منہا لحدث او غیرہ فلیقل ندبا اربعا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر میں کہتا ہوں اور ضیاء میں قوت القلوب سے منقول ہے کہ جو شخص قادر نہ ہو تحیۃ المسجد پر بسبب بے وضو ہونے یا کسی اور عذر کے وہ کہے مستحب طور پر چار تسبیحوں کے الفاظ چار بار یعنی (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر) کو چار بار کہنا مستحب ہے اگر کسی وجہ سے تحیۃ المسجد نہ پڑھ سکے ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطہا ولکن ینقص ثوابہا وقیل تسقط وکذا کل عمل ینافی التحریمۃ علی الاصح قنیۃ اور اگر کلام کیا درمیان سنتوں اور فرض کے خواہ سنتیں فرضوں سے پہلے کی ہوں یا پیچھے کی تو ایسا ساقط نہیں کرتا سنتوں کو مگر سنتوں کا ثواب کم کر دیتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں یعنی انکو پھر سے پڑھے اگر پہلے کی سنتیں ہوں کذا فی البحر اور اسیطرح ہر عمل جو تحریمہ کے مخالف ہو صحیح تر قول کے بموجب ساقط نہیں کرتا سنتوں کو بلکہ ثواب کم کر دیتا ہے کذا فی القنیۃ وفی الخلاصۃ لو تشاغل بالبیع او الشراء او الاکل اعادہا وبلقمۃ او شربۃ لا

اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشغول ہوا بیع یا شرا یا کھانے میں تو سنتوں کو پھر سے پڑھے اور اگر مشغول ہوا ایک لقمہ یا ایک گھونٹ میں تو سنتیں باطل نہونگی و
لو جئی بالطعام ان خاف ذہاب حلاوتہ او بعضہا تناولہ ثم سنن الا اذا خاف فوت الوقت اور اگر کھانا لایا گیا تو اگر نمازی خوف کرے دور ہونے اسکے مزہ کا
یا تھوڑی لذت جاتی رہنے کا تو اسکو کھالے پھر سنتیں پڑھے مگر جبکہ ڈرے وقت کے جاتے رہنے سے تو اول سنتیں پڑھے پھر کھانا کھاوے ہم یعنی عمل
عذر کی جہت سے سنتوں کو ساقط نہیں کرتا چنانچہ کھانے کا مزہ ہوجانا بھی عذر ہے تو اسکے لیے سنتوں کو تاخیر کرسکتا ہے ولو آخرہا لآخر الوقت لا تکون سنۃ
وقیل تکون اور اگر سنتوں کو موخر کیا آخر وقت تک تو وہ سنتیں نہونگی اور ایک قول ہے کہ سنتیں رہجائینگی ہم شامی نے کہا کہ قول آخر ہی صحیح تر ہے اسلیے کہ پہلا قول مبنی ہے اسپر کہ عمل کثیر
کرنے سے سنتیں ساقط ہوجاتی ہیں اور اصح یہی ہے کہ ساقط نہیں ہوتیں فروع مسائل الجمعۃ شارح کے الاسفار بسنۃ الفجر افضل وقیل لا خوب چاندنی میں پڑھنا سنت فجر کا افضل ہے
اور ایک قول یہ ہے کہ خوب روشنی میں پڑھنا افضل نہیں بلکہ اول وقت پڑھنا افضل ہے ہم شامی نے کہا کہ موید قول ثانی کا بحر الرائق کا قول ہے خلاصہ سے منقول ہے کہ فجر کی سنتیں
تین امر میں مخصوص ہیں اول سورہ کافرون و اخلاص کا پڑھنا دوم انکو اول وقت میں پڑھنا سوم اپنے گھر یا مسجد کے دروازہ پر پڑھنا اور حدیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے
چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپکو فجر معلوم ہوتی تھی تو اٹھکر دو رکعتیں ہلکی سے پڑھتے پھر داہنی کروٹ پر لیٹ رہتے یہانتک کہ موذن
تکبیر کے لیے آپکی خدمت میں آتا اسوقت آپ باہر نکلتے رواہ الشیخان نذر السنن واتی بالمنذور فہو سنۃ وقیل لا اگر نذر کیا سنتوں کو پھر ادا کیا نذر کی نماز کو تو وہ سنتیں ہی ہوگی اور بعض فقہا
نے کہا کہ سنت نہوگی ہم نہر الفائق میں کہا کہ نذر کے سبب سے اسکا سنت ہونا جاتا نہ رہیگا جیسے کوئی مثلاً ظہر کی سنتوں کی نیت کرکے توڑ دے پھر انکو دوبارہ پڑھے تو وہ سنت ہی
رہینگی گو توڑنے سے وجوب کا وصف زائد ہوجائیگا اسیطرح یہاں وجوب نذر کے سبب سے ہوا ہے اصلی وجوب نہیں کہ سنت نہیں اراد النوافل بنذرہا ثم یصلیہا وقیل لا ارادہ کیا نوافل
کا تو انکو نذر کرلے پھر پڑھ لے اور ایک قول یہ ہے کہ نذر نہ کرے ہم نفل کی قید سے معلوم ہوا کہ سنتوں کو نذر نہ کرے اور وجہ نذر کرنیکی یہ ہے کہ لفظی جب نذر کی نماز ہوجائینگی تو انکے پڑھنے
سے واجب کا ثواب ملیگا اور قول راجح یہ ہے کہ نذر نہ کرے اسلیے کہ نذر کے سبب سے عبادت میں ثقل اور نفس پر شاق ہونا پایا گیا علاوہ اسکے مسلم کی حدیث میں نذر سے نہی وارد ہے کذا
فی الشامی ملخصاً ترک السنن ان رآہا حقاً اثم والا کفر ترک کیا سنتوں کو کہ اگر انکو حق سمجھتا ہے تب تو ترک سے گنہگار ہوگا ورنہ کافر ہوجائیگا یعنی حقارت کی وجہ سے والافضل
فی النفل غیر التراویح المنزل الا لخوف شغل عنہا والاصح افضلیۃ ما کان اخشع واخلص اور نماز نفل میں سوا تراویح کے بہتر ہے مکان پر پڑھنا مگر بوجہ مشغول ہوجانے کے اس سے اور
صحیح تر قول افضل ہونا اس صورت کا جسمیں خشوع اور خلاص زیادہ ہو ہم وجہ مکان پر بہتر ہونیکی یہ ہے کہ صحیحین میں مروی ہے کہ بہتر نماز آدمی کی اسکے گھر میں ہے سوا فرض نماز کے
تو اسکی رعایت پر ضرور ہے ہاں جسوقت خوف ہو کہ گھر پر اور کاموں میں لگ جائیگا اور سنتیں یا نفل چھوٹ جائینگی تو اس صورت میں بہتر ہے کہ مسجد میں پڑھے اور اصح یہی ہے
کہ خشوع و خلاص اگر مسجد میں زیادہ ہوتا ہو تو وہاں پڑھے ورنہ گھر پر پڑھے اور تراویح کو اسلیے مستثنا کیا کہ وہ جماعت سے پڑھی جاتی ہیں اور جماعت مسجد میں ہوتی ہے اسیطرح تحیۃ المسجد
اور نماز سورج گہن کی اور نوافل اعتکاف والیکی اس حکم سے مستثنی ہیں کذا فی الشامی وندب رکعتان بعد الوضوء یعنی قبل الجفاف کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب اور مستحب
ہیں دو رکعتیں بعد وضو کے یعنی قبل اعضا کے خشک ہونے کے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے مواہب سے ہم اور مثل وضو کے غسل کے بعد بھی دوگانہ مستحب ہے کذا فی الطحطاوی اور
تحیۃ الوضو میں بھی سورہ کافرون اور اخلاص مستحب ہے کذا فی الشامی وندب اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح من بعد الطلوع الی الزوال ووقتہا المختار بعد ربع النہار اور مستحب
ہیں چار رکعتیں اور چار سے زیادہ چاشت میں قول صحیح پر طلوع کے بعد سے زوال تک اور اسکا وقت مختار یعنی افضل پہر دن چڑھے کے بعد ہے وفی المنیۃ اقلہا رکعتان واکثرہا
اثنا عشر واوسطہا ثمان وہو افضلہا کما فی الذخائر الاشرفیۃ لثبوتہ بفعلہ وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام واما الاکثر فبقولہ فقط اور منیہ میں ہے کہ کمتر نماز چاشت دو رکعتیں ہیں چنانچہ
بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو ان دو رکعتوں کی وصیت کی کذا فی الشامی اور زیادہ رکعتیں چاشت کی بارہ ہیں چنانچہ ترمذی و نسائی
میں بسند ضعیف مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بارہ رکعتیں پڑھیگا اسکے لیے اللہ تعالی جنت میں سونے کا محل تیار کریگا کذا فی الشامی اور اوسط
رکعتیں چاشت کی آٹھ ہیں اور وہی افضل ہیں جیسا کہ ابن الشحنہ کے ذخائر اشرفیہ میں ہے بسبب ثابت ہونے آٹھ رکعتوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل

دونون سے اور اکثر رکعتون یعنی بارہ کا ثبوت تو صرف آپکے قول سے ہی فقط ملتا ہے جو دونون سے ثابت ہو وہ اولیٰ ہی بہ نسبت اُسکے جو ایک سے ثابت ہو کذا فی البحر والحاوی
وہذا الوصل الاکثر بسلام واحد اما لو فصل فکل ما زاد افضل کما افادہ ابن حجر فی شرح البخاری اور یہ اکثر رکعتون کا افضل ہونا اس صورت مین ہی کہ بارہ رکعتون کو ایک سلام
سے پڑھیگا اور اگر جدا جدا پڑھیگا تو جتنی زیادہ پڑھیگا وہی افضل ہوگی چنانچہ ابن حجر کی نے بخاری کی شرح مین افادہ کیا ہی ہم ابن حجر نے کہا ہی کہ اکثر اور افضل مین فرق اسی صورت
مین ہوگا کہ اکثر ایک سلام سے پڑھے اور اگر جدا جدا پڑھیگا تو آٹھ رکعتین مستحب ٹھہرینگی اور باقی نفلین ہوجائینگی تو مطلب یہ ہی کہ مستحب ہے لیکن صرف مستحب سے افضل ہوگا
طحطاوی نے اسلئے کہا کہ ابن حجر کا کلام ہمارے مذہب کے موافق نہین کیونکہ چار رکعتون سے زیادہ دن کی نفلون کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہی ومن المندوبات رکعتا السفر
والقدوم منہ اور مستحبات سے ہین دو رکعتین سفر کرنیکی اور سفر سے آنیکی ہم طبرانی نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نے اپنے گھر والون مین دو رکعتون
سے بہتر نائب نہین چھوڑا جبکہ وہ سفر کا ارادہ کرے وقت اپنے گھر والون مین پڑھتا ہی اور مسلم مین کعب بن مالک سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ
سفر سے دن ہی مین چاشت کے وقت تشریف لاتے تھے اور پہلے مسجد مین قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعتین پڑھکر اس مین بیٹھ جاتے کذا فی الشامی وصلوٰۃ
اللیل واقلہا علی ما فی الجوہرۃ ثمان ولو جعلہ اثلاثا فالاوسط افضل ولو انصافا فالاخیر افضل اور مستحب ہی نماز تہجد اور اسکی کمتر رکعتین جیسا بیان جوہرہ مین ہی آٹھ ہین
اور اگر رات کے تین حصہ کرے تو بیچ کا حصہ بہت ہی افضل ہی اور اگر آدھی آدھی کرے تو اخیر کی آدھی شب افضل ہی ہم جاننا چاہیئے کہ نماز تہجد دن کی نفل
سے افضل ہی اور اسکی فضیلت شریعت مین بہت کچھ وارد ہی چنانچہ مسلم مین مروی ہی کہ افضل نماز بعد فرض کے نماز تہجد ہی پھر اس مین اختلاف ہی کہ نماز مذکور مستحب ہی
یا سنت کیونکہ قولی دلیلون سے تو مستحب معلوم ہوتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیشہ ادا فرمائی اسکی رو سے سنت معلوم ہوتی ہی شامی نے بحر کی
گفتگو کے بعد کہا کہ تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین فرض تھا اور ہمارے حق مین سنت معلوم ہوتا ہی اور اسیوجہ سے حلیہ مین کہا کہ اشبہ یہ ہی کہ تہجد سنت ہی پھر
اُسکی رکعتون کی تعداد مین اختلاف ہی نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث مین مروی ہی کہ جو کوئی رات سے جاگے اور اپنے گھر والی کو جگاوے پھر دونون دو رکعتین پڑھین
تو وہ دونون اللہ کے بہت ذکر کرنیوالون مین لکھے جاوینگے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اقل تہجد دو رکعتین ہین اور ابوداؤد کی حدیث مین معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کا اقل تہجد چار رکعتین تھین اور حاوی قدسی مین ہی کہ اقل تہجد دو رکعتین تھین اور زیادہ آٹھ رکعتین شامی نے کہا کہ اس صورت مین یون کہنا چاہیئے کہ کمتر
تعداد تہجد کی دو رکعتین ہین اور اوسط چار ہین اور اکثر آٹھ ہین پھر اگر نمازی یہ چاہے کہ ایک تہائی شب کی جاگے اور دو تہائی سووے تو چاہیئے کہ بیچ کی تہائی مین
جاگے اور اگر نصف شب جاگے تو آخر نصف مین جاگے اور بہتر یہ ہی کہ رات کے چھ حصہ کرے کہ پہلے تین حصہ مین سووے اور چوتھے اور پانچوین مین جاگے اور
چھٹے مین سووے کیونکہ صحیحین مین مروی ہی کہ اللہ تعالیٰ کو سب نمازون سے محبوب حضرت داؤد کی نماز ہی کہ وہ آدھی رات سوتے پھر تہائی رات جاگتے پھر چھٹا حصہ
سوتے کذا فی الحلیہ واحیاء لیلتی العیدین والنصف من شعبان والعشر الاخیر من رمضان والاول من ذی الحجۃ ویکون بکل عبادۃ تعم اللیل او اکثرہ اور مستحب ہی جاگنا عید فطر اور عید قربان
کی دو راتون کا اور مستحب ہی جاگنا پندرھوین شب ماہ شعبان کا اور مستحب ہی جاگنا دس راتون اخیر رمضان المبارک کا اور دس راتون پہلی ماہ ذی الحجہ کا اور ہووے یہ جاگنا
مین عبادت کہ عام ہو تمام رات کو یا اکثر شب کو ہم یعنی جاگنا وہ معتبر ہی جسمین تمام شب یا اکثر شب عبادت مین عام ہو کہ نماز نفل پڑھے یا تلاوت قرآن کرے یا ذکر و تسبیح یا درود
کا ورد کرے یا حدیث پڑھے یا سنے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہی کہ جو کوئی نماز عشا پڑھے اور اسکی نیت یہ ہو کہ صبح کی نماز جماعت سے پڑھیگا تو اسکو شب بیداری کا ثواب
ملیگا کذا فی الشامی ومنہا رکعتا الاستخارۃ اور مستحبات سے ہین دو رکعتین استخارہ کی ہم یعنی جب کوئی امر مہم پیش آوے اور اسکے کرنے اور نکرنے مین تردد ہو تو چاہیئے کہ دو
رکعتین نفل پڑھے اور پھر دعاء استخارہ پڑھے (اللہم انی استخیرک الخ) چنانچہ دعا مذکور کتاب الحج کے حاشیہ پر لکھی گئی ہی اور مستحب ہی اس دعا کے اول و آخر مین حمد و صلوٰۃ کا پڑھنا
اور بہتر ہی کہ اول رکعت مین سورۂ کافرون پڑھے اور دوسری مین اخلاص اور ایک بزرگ سے منقول ہی کہ پہلی رکعت مین یہ آیت پڑھے (وربک یخلق ما یشاء ویختار) آخر آیت تک اور دوسری
مین (وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ) آخر آیت تک اور چاہیئے کہ سات بار دعا کو کرے پھر بعد اسکے جو بات اسکے دل مین آوے اسی پر کاربند ہو کہ خیر اسی مین ہی اور شرح شرعۃ

کہ دعاء استخارہ کے بعد باطہارت قبلہ رخ سو رہے پس اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو اس کام کو کرے کہ اچھا ہے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو ترک کرے کہ برا ہے کذا فی الشامی
واربع صلوۃ التسبیح بثلثمائۃ تسبیحۃ وفضلہا عظیم اور مستحب ہیں چار رکعتیں صلوۃ التسبیح کی تین سو تسبیح کے ساتھ اور ثواب اسکا بہت ہے ف صلوۃ التسبیح کے پڑھنے کے دو طریقے احادیث سے
ثابت ہیں اول جو ترمذی میں بروایت عبداللہ بن مبارک مروی ہے یہ ہے کہ قبل الحمد کے پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور بعد سورۃ ملانے کے دس بار
پھر رکوع میں دس بار پھر قومہ میں دس بار پھر سجدہ میں دس بار پھر جلسہ میں دس بار پھر دوسرے سجدہ میں دس بار اسی طرح چاروں رکعتوں میں پچھتر پچھتر بار پڑھے کل تین سو
دفعہ ہو جائینگی اور دوسرا ترمذی ہی میں ابن عباس سے اس طرح مروی ہے کہ بعد سورہ کے پندرہ بار کہے پھر رکوع میں دس بار قومہ میں دس بار سجدہ اول اور جلسہ اور سجدہ دوم میں دس دس بار بعد
سجدہ دوم کے دس بار کہکر دوسری رکعت کو اٹھے پس دونوں طریقوں میں فرق یہ ہے کہ اول میں صرف قیام میں پچیس بار کہنا ہوتا ہے پندرہ بار قراءت سے پیشتر اور دس بار قراءت کے بعد
اور دوسرے میں قیام میں پندرہ بار بعد قراءت کے ہوا اور دس بار بعد سجدہ دوم کے اور چونکہ مشائخ کے نزدیک بعد سجدہ دوم کے بیٹھنا مکروہ ہے اسلیے شرح منیہ اور قنیہ میں اول کی
روایت کو اختیار کیا ہے کہ اسمیں حاجت دوسرے سجدہ کی بعد جلسہ کی نہیں اور اولیٰ یہ ہے کہ دونوں طریقوں سے پڑھا کرے کبھی اس طرح کبھی اس طرح
اب کئی باتیں اسکے قابل سننے کے ہیں اول یہ کہ حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ اس نماز کے لیے کچھ سورتیں معین ہیں آپ نے فرمایا کہ اول میں الہٰکم التکاثر دوسری میں
سورۃ عصر تیسری میں کافرون چوتھی میں اخلاص دوم یہ کہ اس نماز کا وقت کوئی نہیں سوا مکروہ اوقات کے ہر وقت پڑھنا چاہیے لیکن فتاوی عالمگیری میں مضمرات سے
نقل کیا ہے کہ ظہر سے پیشتر پڑھے سوم اس نماز میں اگر سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کے بعد تسبیح کا پڑھنا ضرور نہیں ہاں اگر کسی جگہ خود تسبیح کو بھول جائے تو دوسرے رکن
میں اسکو پڑھ لے مثلاً رکوع میں بھول جائے تو قومہ میں نہ پڑھے کیونکہ وہ رکن چھوٹا ہے بلکہ سجدہ اول میں اسکو پڑھ لے تاکہ شمار ہر رکعت میں پورا ہو جاوے چہارم یہ کہ رکوع اور سجدہ
میں اول سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ کہے اسکے بعد اسکی تسبیح پڑھے پنجم یہ کہ شمار تسبیحات کا انگلیوں پر نہ کرے بلکہ دل میں گنتا جاوے یا انگلی کی پوروں کو دباتا جاوے
ششم اس نماز کی التحیات کے بعد قبل سلام کے یہ دعا پڑھے (اللہم انی اسئلک توفیق اہل الہدی واعمال اہل الیقین ومناصحۃ اہل التوبۃ وعزم اہل الصبر وجد اہل الخشیۃ
وطلب اہل الرغبۃ وتعبد اہل الورع وعرفان اہل العلم حتی اخافک اللہم انی اسئلک مخافۃ تحجزنی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عملا استحق بہ رضاک
وحتی اناصحک بالتوبۃ خوفا منک وحتی اخلص لک النصیحۃ حبا لک وحتی اتوکل علیک فی الامور حسن ظن بک سبحان خالق النور) ہفتم اسکی تسبیح میں (ولا حول
ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) کو بھی ملا لینا چاہیے کہ اس سے ثواب بہت ہوتا ہے ہشتم اسکی حدیثیں اگرچہ بعض طرق ضعیف ہیں مگر کثرت طرق سے درجہ حسن
کو پہونچ گئی ہیں اور بہت صحابہ نے اسکو روایت کیا ہے نہم شارح نے جو کہا کہ اسکا ثواب بہت ہے اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس
کو فرمایا کہ اگر تم اسکو پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ پہلے اور پچھلے اور پرانے اور نئے دانستہ اور نادانستہ چھوٹے اور بڑے پوشیدہ اور ظاہر سب بخش دیگا اور آخر کو
فرمایا کہ اگر تمھارے گناہ کف سمندر کے برابر ہونگے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیگا کذا فی الشامی بتصرف واربع صلوۃ الحاجۃ وقیل رکعتان وفی الحاوی انہا اثنتا عشرۃ
بسلام واحد وبسطناہ فی الخزائن اور مستحب ہیں چار رکعتیں نماز حاجت کی اور ایک قول یہ ہے کہ دو رکعتیں ہیں اور حاوی میں ہے کہ وہ بارہ رکعتیں ہیں ایک
سلام سے اور شرح بیان کیا ہے ہمنے اسکو خزائن الاسرار میں ف تجنیس اور ملتقط اور خزانۃ الفتاوی وغیرہ میں نماز حاجت کی چار رکعتیں لکھی ہیں بلکہ تجنیس میں
یہ بھی نقل کیا ہے کہ انکو بعد عشا کے پڑھے اور اول رکعت میں بعد الحمد کے آیۃ الکرسی تین بار اور باقی رکعتوں میں الحمد اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور اس
باب میں ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے اور شرح منیہ میں مذکور ہے کہ نماز حاجت کی دو رکعتیں ہیں چنانچہ ترمذی میں عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جسکو کوئی حاجت خدا تعالیٰ یا کسی بندہ سے ہو تو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
پر درود پڑھے پھر یہ دعا کرے (لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العالمین اسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک
والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا حاجۃ ہی لک رضا الا قضیتہا یا ارحم الراحمین)

فاسد کریگا تب بھی قضا واجب ہوگی کذا فی الشامی و اعلم ان الواجب علی العبد بالتزامہ نوعان ما یجب بالقول وہو النذر نصاً و ما یجب بالفعل وہو الشروع فی النوافل ترجمہ
اور جاننا چاہیئے کہ بندہ پر جو چیز اسکے لازم کر لینے سے واجب ہوجاتی ہے وہ دو قسم ہے ایک وہ کہ قول سے واجب ہو تو وہ نذر ہے اسکا حکم آگے آویگا اور ایک وہ ہے کہ فعل سے
واجب ہو اور وہ شروع کرنا ہے نفلوں میں اور شارح کا قول آتی نوافل کو جمع کرتا ہے جو شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہیں سات ہیں النوافل سبع یلزم الشارع فیہا اخذا
لذلک مما قال الشارح صوم صلوٰۃ طواف حجۃ رابع عکوف عمرۃ احرام السابع یعنی نفلوں میں سے سات ہیں جو شروع کرنیوالے کو لازم ہوجاتی ہیں یہ ماحصل ہے شارح کا
قول سے کہ فرمایا ہے اسکو شارح نے باب ما یفسد الصلوٰۃ میں اول نفل روزہ دوسرا نفل نماز تیسرا نفل طواف چوتھا نفل حج پانچواں اعتکاف کرنا نفل چھٹا عمرہ
نفل ساتواں احرام نفل اور طواف شروع کرنے سے ساتواں ہے اس پر کہ اسکو شروع کرنے سے لازم ہوگئے اور اعتکاف کی صورت اس وقت ہو کہ جب اسکی میعاد نفل ایک دن ہو یعنی جن
لوگوں کے نزدیک اعتکاف میں روزہ شرط ہے انکے نزدیک تمام دن نفل رہتا ہوگا اور نفل یا رخ یہ ہے کہ اعتکاف میں روزہ شرط نہیں تو نفل اعتکاف ایک ساعت کا ہوگا
اس صورت میں قضا لازم نہ ہوگی کیونکہ شروع اعتکاف میں جسقدر دیر لگیگی اسقدر سے اعتکاف ادا ہوجاویگا آن فتح القدیر میں ہے کہ عشرہ رمضان کا اعتکاف شروع
کرنے سے لازم ہوجاتا ہے تو اس مسئلہ کو اسپر محمول کر سکتے ہیں اور احرام کی صورت یہ ہے کہ یہ دل میں حج یا عمرہ کے احرام شروع کرے تو صحیح ہوگا اور لازم ہوجائیگا
اسکو اختیار ہے کہ حج یا عمرہ میں سے جسکو چاہے اسکو کرے کذا فی الشامی وقضی رکعتین لو نوی اربعاً غیر موکدۃ علی اختیار الحلبی وغیرہ ونقض فی خلال الشفع
الاول والثانی ای وتشہد للاول والا فیفسد الکل اتفاقاً ادا قضا کرے دو رکعتیں اگر نیت چار رکعتوں غیر موکدہ کی ہو جب اختیار حلبی وغیرہ کے اور توڑ دے بیچ
اول دوگانہ کے درمیان یا دوسرے کے شارح نے کہا کہ دوسرے میں توڑنے کی یہ شرط ہے کہ دوگانہ اول کا تشہد پڑھ لیا ہو یعنی مقدار تشہد بیٹھ لیا ہو ورنہ دونوں دوگانے فاسد ہوجاوینگے
بالاتفاق اسلیے کہ دوگانہ اول اسوقت صحیح ہوتا کہ اسکا قاعدہ پایا جاتا کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ یہ حکم غیر موکدہ نفلوں کا ہے اور اگر موکدہ سنتوں میں سے چار رکعت والی کی نیت
کرکے اول یا دوم دوگانہ کو توڑ دیگا تو بالاتفاق چار رکعتیں قضا کرے کیونکہ وہ ایک ہی سلام سے شروع ہیں اور انکے دونوں دوگانوں کو حکم ایک ہی نماز کا ہے اور درمیان کی
قید اسلیے لگائی کہ آخر قعدہ پر اگر توڑیگا تو کچھ لازم نہ ہوگا والاصل ان کل شفع صلوٰۃ الا لعارض اقتداء او نذر او ترک قعود اول اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر دوگانہ نفل کا نماز علیحدہ ہے مگر
بسبب عارضہ اقتدا یا نذر یا چھوڑنے قعدہ اولی کے ہم یعنی ان تین صورتوں میں ہر دوگانہ علیحدہ نہیں چاروں کا ایک حکم ہے اقتدا کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ظہر کے پڑھنے والے کے
پیچھے نیت نفل کی کرکے توڑ دے تو چار رکعتیں قضا کرنی چاہئیں کذا فی الشامی کما یقضی رکعتین لو ترک القراءۃ فی شفعیہ او ترکہا فی الاول فقط او الثانی او احدی رکعتی الثانی
او احدی رکعتی الاول او الاول و احدی الثانی لا غیر لان الاول لما بطل لم یصح بناء الثانی علیہ فلذا تسع صور لزوم رکعتین جیسے دو رکعتیں قضا کرے اگر قراءت ترک کر
نفل کے دونوں دوگانوں میں یا قراءت ترک کرے صرف اول کے دوگانہ میں یا دوسرے دوگانہ میں یا دوسرے کی ایک رکعت میں یا پہلے کی ایک رکعت میں یا پہلے دوگانہ میں اور
دوسرے کی ایک رکعت میں نہ انکے سوا اور صورتوں میں ان صورتوں میں قضا رکعتیں اسلیے ہیں کہ اول دوگانہ جب باطل ہوگیا تو دوسرے دوگانہ کا بنا کرنا اسپر درست نہ ہوا تو یہ نو
صورتیں ہیں دو رکعتوں کے لازم ہونیکی وقضی اربعاً فی ستۃ صور لو ترک القراءۃ فی احدی کل شفع او فی الثانی واحدی الاول ولصورۃ القراءۃ فی الکل تبلغ ستۃ عشر
اور قضا کرے چار رکعتیں چھ صورتوں میں اگر ترک کرے قراءت کو ہر دوگانہ کی ایک ایک رکعت میں یا دوسرے دوگانہ میں مع ایک رکعت اول کے اور ہر رکعت میں قراءت کی صورت ملانے سے سولہ صورتیں
ہوجاتی ہیں ہم ان صورتوں کا نام مسائل ثمانیہ ہے جنمیں سے چھ میں قضا دو رکعتوں کی لازم آتی ہے اور دو میں قضا چار کی چنانچہ ماتن نے انہیں آٹھ کو ذکر کیا ہے مگر یہ صورتیں حقیقت میں بموجب تقسیم عقلی
کے نو ہیں اور دو صورتیں چھ کو حاوی ہیں اس حساب سے کل صورتیں پندرہ ہوئیں اور اگر چاروں رکعتوں میں قراءت پڑھنے کی صورت بھی ملا لیجاوے تو سولہ ہونگی مگر اس صورت اخیر میں قضا
لازم نہیں قضا لازم ہونیکی پندرہ ہی صورتیں ہیں اور مزید توضیح کے لیے ہم اسکا نقشہ لکھتے ہیں چار رکعتوں کے لیے چار خانے مقرر کرکے قراءت کی جگہ ق اور ترک قراءت کی جگہ صفر دینگے
اور ترتیب وہی رکھتے ہیں جو شارح اور ماتن نے اختیار کی ہے اور ایک خانہ کیفیت کا لکھتے ہیں کہ قضا دو کی چاہیے یا چار کی
اور اسکی تفصیل شرح شامی میں ہے جو چاہے اسکو ملاحظہ کرے لکن بقی ما اذا لم یقعد لیکن وہ صورت باقی رہی جسمیں نمازی نے قعدہ

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
٥	٠	٠	٠	دو رکعتیں لازم ہونگی
٩	٠	ق	ق	″

کیونکہ صرف اور اسکا مقابل درر اور فتاویٰ وغیرہ کا قول ہے کیونکہ انھون نے کراہت پر یقین کیا ہے یہ انکی صورت میں بسبب خلاف منع ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلیے منع فرمایا
کیا کہ کہیں ثواب قیام وقعود میں یکسان ہو بسبب آپکی شرافت کے کذا فی الطحطاوی ولا یصلی بعد صلوۃ مفروضۃ مثلہا فی القراءۃ او فی الجماعۃ اور نماز نہ پڑھے بعد فرض نماز کے
ایسی نماز کہ مثل ہو نماز سابق کی قراءت میں یا جماعت میں ابن ابی شیبہ نے حضرت عمرؓ سے یہ الفاظ روایت کیے ہیں لا یصلی بعد صلوۃ مثلہا یعنی نہ پڑھی جاوے بعد نماز کے
نماز مثل اُسکے اور ظاہر کلام امام محمدؒ کا یہ ہے کہ یہ حدیث غیر مرفوع ہے اور چونکہ ظاہر حدیث کا مراد نہیں کیونکہ صبح کی اور ظہر کی نماز اسطرح پڑھی جاتی ہے کہ انکے پیشتر ویسی ہی نماز ہیں
اسلیے ضرور ہوا کہ اس حدیث کو کسی خاص صورت پر حمل کیا جاوے یعنے مثل ہونا مطلقاً مراد نہیں بلکہ قراءت یا جماعت میں مثل ہونا مراد ہے تو اگر ظہر کے بعد چار سنتیں اسطرح
پڑھے کہ اول کی دو میں قراءت پڑھے اور دو میں نہ پڑھے تو گویا وہ مثل فرض کے ہو گئی تو یہ نماز مکروہ ہوگی اسیطرح دوسری بار جماعت سے پڑھنا ایک ہی نماز کا مکروہ ہے کذا فی النہایۃ
مختصرا ولا اعادۃ عند توہم الفساد للنہی اور نہ دہرائی جاوے نماز وقت وہمی اور وسوسۂ فساد کے بسبب ممانعت کے یعنے اگر ایکبار نماز پڑھ لی پھر وسوسہ کے باعث شبہ ہو گیا کہ نماز
فاسد ہوئی تو اس نماز کا اعادہ کرنا مکروہ ہے ہاں اگر خلل نماز کا ثابت ہو مثلاً کوئی واجب چھوٹ گیا تو اس صورت میں اعادہ واجب ہے اور نہی سے مراد وہی حدیث ہے جو اوپر گذری
کذا فی الشامی وما نقل ان الامام قضا صلوۃ عمرہ فان صح نقول کان یصلی المغرب والوتر اربعا بثلاث قعدات اور یہ جو نقل کیا گیا ہے کہ امام اعظمؒ نے اپنی عمر کی نماز قضا کی تھی
اگر یہ نقل صحیح ہو تو ہم کہتے ہیں کہ امام صاحب مغرب اور وتر کو چار رکعتیں تین قعدون سے پڑھا کرتے تھے فقیر مترجم یہ جواب ہے ایک سوال کا تقریر سوال یہ ہے کہ امام صاحب کا نماز عمر کو قضا کرنا
حدیث مذکور کے مخالف ہے اسلیے کہ ایسا تو نہوا ہوگا کہ امام صاحب نے اپنی سب پیشتر کی نمازوں میں کوئی واجب چھوڑ دیا ہو یا کسی مکروہ کے مرتکب ہوئے ہوں تاکہ اعادہ انکا واجب ہو
بلکہ غالباً انکی قضا بنظر احتیاط اور توہم فساد تھی تو یہ قضا حدیث مذکور کے مخالف ٹھہری اور اگر یہ کہیے کہ قضا کی سب رکعتوں میں آپ نے قراءت پڑھی تا کہ نفل ہو جاوین تو مغرب
اور وتر کی تین رکعتیں نفل ٹھہرینگی حالانکہ نفل تین رکعت موضوع نہیں تو اسکا جواب شارح نے یہ دیا کہ اول تو نقل عمر کی نماز قضا کرنیکی امام سے صحیح نہیں اور اگر صحیح ہو تو
اور مغرب کو آپ چار رکعتیں تین قعدون سے پڑھتے تھے یعنے تیسری رکعت پر بھی بیٹھ کر تشہد پڑھ لیتے تھے تاکہ اول کی نماز اگر صحیح ہو تو یہ نماز نفل ہو جاوے اور قعدہ کا زیادہ
ہو جانا نفل کو باطل نہیں کرتا اور اگر پہلے کی نماز نہوئی ہو تو یہ نماز فرض ہوگی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہیں کرتی شامی نے کہا کہ جواب اول ہی درست ہے
کہ یہ روایت صحیح نہیں ویقعد فی کل نفلہ کما فی التشہد علی المختار اور بیٹھے نمازی تمام نفل میں جیسے تشہد میں بیٹھتا ہے قول مختار پر فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی پر فتویٰ ہے
اور بعضون نے کہا کہ چار زانو بیٹھ کر نفل پڑھے اور بعضون نے کہا کہ گوٹ مار کر اور یہ اختلاف فضیلت میں ہے نہ جواز میں یعنے مختار یہ ہے کہ تشہد کی صورت پر بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے
مگر اور طرح پر بیٹھنے سے بھی ادا ہو جاویگی مگر تشہد میں کسی کا اختلاف نہیں سب کے نزدیک نفل میں بھی التحیات کے لیے اسیطرح بیٹھے جیسے فرضون میں بیٹھتے ہیں کذا
فی الشامی ویتنفل المقیم راکبا خارج المصر محل القصر مومیا فان سجد اعتبر ایماء لانہا انما شرعت بالایماء الی ای جہۃ توجہت دابتہ ولو ابتداء عندنا وعلی نجس
بکثیر عند الاکثر اور نفل پڑھے مقیم حالت سواری میں شہر کے باہر یعنے ایسی جگہ کہ وہاں مسافر کو قصر کرنا ہے اشارہ سے پس اگر وہ کسی چیز یا زین پر سجدہ کرے
تو یہ سجدہ کرنا بھی اشارہ میں متصور ہوگا کیونکہ سواری پر نماز صرف اشارہ سے مشروع ہوئی ہے نفل پڑھے جسطرف کو اُسکی سواری کا جانور جاتا ہو اگرچہ نفل کے شروع
کرنیکے وقت ہو ہمارے نزدیک اپنی سواری پر نماز پڑھنے میں استقبال قبلہ شرط نہیں نیت کے وقت نہ درمیان میں بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک نیت کے وقت قبلہ رخ
ہونا ضروری ہے کذا فی الشامی یا اگرچہ اُسکے زین پر نجاست بہت ہو تب بھی نفل درست ہوگی اکثر کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی اصح ہے اور اگر جانور پاؤں پر
نجاست ہو تب بھی یہی حکم ہے بسبب ضرورت کے اور مقیم کی قید سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بطریق اولی سواری پر نفل نماز درست ہے ولو سیّر بالعمل قلیل لا باس بہ اور اگر سواری کے
جانور کو تھوڑے سے عمل سے ہانکا تو اسکا مضائقہ نہیں یعنی اس سے نماز فاسد نہوگی ولو افتتح النفل راکبا ثم نزل بنی وفی عکسہ لا لان الاول ادی اکمل مما وجب بالتحریمۃ
بعکسہ اور اگر شروع کیا نفل کو حالت سواری میں پھر اتر پڑا تو اسی پہلی نماز کو پورا کرے جتنی باقی ہے اور اسکے عکس میں یعنے شروع کیا زمین پر پھر سوار ہو گیا بنا نکرے اسلیے
کہ اول ادا کی گئی زیادہ کامل بہ نسبت نماز واجب کے اور دوسری اسکی عکس ہے یعنے پہلی صورت میں نسبت اپنی نماز کے جو بسبب تحریمہ کے واجب ہوئی تھی اشارہ سے تھا اور جب اترکر اسکو ادا کیا

تو شروع کی نسبت زیادہ کامل طور پر پایا گیا اور دوسری صورت میں تکبیر تحریمہ اُس نماز کی ہو جسکا پڑھنا رکوع و سجدہ کے ساتھ واجب ہے تو بدون عذر کے اُس واجب کو
چھوڑ نہیں سکتا کذا فی البحر ولو افتتحہا خارج المصر ثم دخل المصر اتم علی الدابۃ یایا وقیل لا بل ینزل وعلیہ الاکثر قالہ الحلبی وقیل یتم ما لم یبلغ منزلہ
قہستانی اور اگر نماز نفل کو شہر کے باہر شروع کیا پھر شہر میں داخل ہوا تو سواری ہی پر اشارہ سے پورا کرے اور ایک قول یہ ہے کہ سواری پر تمام نہ کرے بلکہ باقی کو
اتر کر تمام کرے اور اسی قول پر ہیں اکثر فقہا کہا ہے اسکو حلبی نے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سواری پر تمام کرے جبتک اپنے مکان کو نہ پہونچا ہو اور مکان پر پہونچنے سے
اتر کر تمام کرے کذا فی القہستانی ویبنی قائما الی القبلۃ او قاعدا او بنا کرے قبلہ کیطرف کو کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر یعنی جب نفل کو سواری پر شروع کیا پھر اتر پڑا تو اب باقی
نماز کو قبلہ رخ کھڑا ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر ولو رکب بطلت لانہ عمل کثیر بخلاف النزول اور اگر نفل کو زمین پر شروع کیا پھر سوار ہوا تو فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ سوار ہونا
عمل کثیر ہے بخلاف اترنے کے سواری سے کہ عمل قلیل ہے ممکن ہے اسطرح کہ دونوں پاؤں ایک طرف کو کر کے کھسک پڑے ہم یہ مسئلہ شارح نے ذکر کیا اسلیے
بیان کیا کہ پہلے علت فساد یہ لکھی تھی کہ کامل طور پر ادا کرکے ناقص طور پر ادا درست نہوگا اور یہاں علت فساد عمل کثیر کو ٹھیرایا ہے کذا فی الشامی ولو صلی علی
دابۃ فی شق محمل وہو یقدر علی النزول بنفسہ لا یجوز الصلوۃ علیہا اذا کانت واقفۃ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحتہ
خشبۃ اور اگر نماز پڑھی اونٹ پر محمل کے ایک طرف میں حالانکہ وہ اپنے آپ اتر سکتا ہے تو اسکی نماز اونٹ پر درست نہوگی جبکہ اونٹ ٹھیرا ہوا ہو مگر یہ کہ پایا
محمل کے زمین پر ہوں مثلاً محمل کے نیچے لکڑی گاڑ دی ہو جس سے محمل زمین پر ٹھہر جائے اونٹ کی پشت پر نرہے ہم یہاں سے نماز فرض اور واجب کا بیان ہے سواری
پر ہم جاننا چاہیے کہ فرض و واجب سواری پر بدون ضرورت جائز نہیں اور ضرورتیں یہ ہیں کہ خوف دشمن کا یا درندہ کا یا اترنے کی صورت میں یا زمین پر کیچڑ
ہو جیسا کہ آگے آتا ہے اور محمل میں نماز کا حال ایسا ہے جیسا خود سواری پر تو ٹھیری ہوئی سواری پر نماز اشارہ سے پڑھے بشرطیکہ ٹھیرا سکے قبلہ کی طرف کو اگر
ممکن ہو ورنہ جیسے ہو سکے قبلہ جانب رکھنا چاہیے اور چلتی سواری کو اگر ٹھیرانے پر قادر ہو تو نماز درست نہیں اور اگر خوف وغیرہ عذر ہو کہ باعث ٹھیرا نہ سکے تو
جسطرح پڑھ سکے پڑھ لے اور قدرت کے وقت اُس نماز کا اعادہ اُسکے ذمہ نہیں جیسا کہ ذمہ اعادہ نہیں کذا فی الشامی واما الصلوۃ علی العجلۃ ان کان
طرف العجلۃ علی الدابۃ وہی تسیر اولا تسیر فہی صلوۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرہا اور گاڑی پر نماز کا یہ حال ہے کہ اگر گاڑی کا جوا
جانور پر ہو اور گاڑی چلتی ہو یا نہ تو وہ نماز سواری ہی پر ہے یعنی جائز ہوگی حالت عذر میں جسکا ذکر تیمم میں ہوا نہ دوسری حالت میں تمام عجلہ عربی میں چھوٹی گاڑی
کو کہتے ہیں جو کہ اونٹ کیطرح کھینچی جاتی ہے کذا فی المغرب اور عذر جسکا ذکر تیمم میں ہوا خوف مال اور نفس یا عورت کو خوف کسی بدکار کا ومن العذر المطر وطین یغیب فیہ الوجہ
وذہاب الرفقاء ودابۃ لا ترکب الا بعناء او بمعین ولو محرما لان قدرۃ الغیر لا تعتبر اور عذر میں داخل ہے مینہ کا برسنا اور گارا جسمیں منہ غائب ہو جاوے یعنی کیچڑ جاوے
اور چلا جانا رفیقوں کا اور جانور کا ایسا ہونا جسپر بدون مشقت سوار نہو سکے یا بدون مددگار کے سوار نہو سکے اگرچہ مددگار محرم ہو اسلیے کہ غیر کی قدرت معتبر نہیں ہم شامی
نے کہا کہ اگر کسی شخص کے پاس سواری نہیں اور زمین سب گارا ہو رہی ہے کہ سجدہ نہیں کر سکتا تو وہ شخص کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے حتی الامکان مع امۃ مثلاً فی شق محمل
واذا نزل لم تقدر ترکب فلہ ما جازلہ ایضا کما افادہ فی البحر فلیحفظ یا ما سکتی اگر ہو وسے مرد اپنی ماں کے ساتھ محمل کے ایک طرف میں اور جب وہ اتر تا ہے تو اسکی ماں اکیلی سوار نہیں
رہ سکتی تو اس مرد کو بھی نماز پڑھنا محمل میں درست ہے جیسا کہ بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی محمل کے دو سواروں میں سے ایک کا ایسا ہونا کہ تنہا
نہ ٹھہر سکے دوسرے کے حق میں عذر ہے وان لم یکن طرف العجلۃ علی الدابۃ جاز لو واقفۃ لتعلیلہم بانہا کالسریر اور اگر گاڑی کا سر ا بیل وغیرہ پر نہو تو نماز اسمیں جائز ہے اگر وہ
گاڑی ہو چلتی نہو بسبب علت بیان کرنے فقہا کے کہ زمین پر ٹھہری ہوئی گاڑی مثل تخت کے ہے ہم یہاں ریل کے اندر نماز پڑھنے کا حکم بیان کرنا ضروری ہے کہ اسمیں
علما ہند مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ چلتی ریل میں نماز فرض و واجب درست نہیں اور بعض درست کہتے ہیں جو درست نہیں کہتے انکی تقریر یہ ہے کہ ریل ہر جگہ پر اتنی دیر ٹھہرتی
کہ اسمیں آدمی نماز چھوٹی سورتوں سے مسافروں کیطرح پڑھ سکتا ہے اور نماز کے ہر ایک وقت میں اتنی وسعت ہے کہ اسقدر عرصہ میں ریل کسی جگہ ضرور ٹھہرتی ہے تو ریل کے

سوار کو کوئی عذر نہین کہ ریل پر پڑھے اور بدون عذر کے سواری پر نماز جائز نہین اور جو درست کہتے ہین انکی دلیل یہ ہو کہ نمازی کا عذر وقت ادا وہ نماز اور تکبیر شروع کرنے کے معتبر ہو گو قبل خروج وقت کے اُسکا عذر جاتا رہنا متوقع ہو پس جائے کہ ریل پر سے اترنے سے عاجز ہونا عذر صحیح ہو پھر کیا وجہ کہ نماز جائز نہوجالانکہ اگر نمازی تیمم سے اول وقت نماز پڑھے اور جانے کہ وقت کے باقی رہتے پانی ملجائیگا تو اُسکی نماز ہوجائیگی کوئی اسکے عدم جواز کا قائل نہین کیونکہ اُسوقت نماز ادا کی اُسوقت پانی پر قادر نہ تھا تو دونون طرفون کی دلیلین ہین پھر مترجم نے کتب فقہ کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ قول نماز کے جائز کہنے والون کا درست ہی چنانچہ شامی نے اسکی ایک نظیر لکھی ہو کہ یہ مسافر قافلہ حاجیان میں ہو عذر کے سبب اُتر نہین سکتا اور توقع زوال عذر کی قبل خروج وقت رکھتا ہی کیا اُسکو درست ہی کہ مثلاً عشا کی نماز اونٹ پر یا محمل مین اول وقت پڑھ لے یا اُسوقت تک توقف کرے کہ سب قافلہ عشا کے لیے اُترے پس میرے نزدیک ظاہر ہو کہ اول وقت پڑھ لے جیسے تیمم سے اول وقت نماز درست ہی گو توقع ہو کہ وقت کے زوال سے پیشتر پانی ملجائیگا انتہی مختصراً تو معلوم ہوا کہ نماز کے جواز مین کچھ تردد نہین ہان اگر وقت کے باقی رہنے تک توقف کرے اور ریل کے ٹھہرنے پر نماز پڑھے تو صورت احتیاط کی ہو چنانچہ حلبیہ کے باب التیمم مین مجتبی سے منقول ہو کہ اولے یہ کہ تیمم سے اول وقت نماز نہ پڑھے اور تاخیر کرے یہانتک کہ جب وقت جاتا دیکھے اُسوقت پڑھے ہذا کلہ فی الفرض والواجب بانواعہ وسنۃ الفجر بشرط ایقافہا للقبلۃ ان امکنہ والا فبقدر الامکان لکن اتحاد المکان شرط یعنی نہ قادر ہونا اُترنے پر اور محمل کے نیچے پایہ کا رکھنا یا گاڑی کا چوپایون پر نہونا فرض اور واجب کی اقسام اور فجر کی سنتون کے لیے ہو بشرط کھڑا کرنے سواری کے قبلہ کی جانب اگر سوار کو ممکن ہو اور اگر جانب قبلہ کھڑا کرنا ممکن نہو تو جتنا ہوسکے کھڑا کرنا لیکن شرط ہو کہ مکان نماز سواری کے چلنے سے مختلف نہو حاصل یہ ہو کہ مکان کا متحد ہونا اور قبلہ رخ ہونا سوا نفل کے اور نمازون مین شرط ہو اگر ممکن ہو تو بدون عذر کے دونون امر ساقط نہونگے پس اگر قبلہ رخ سواری کو کھڑا کرسکے تو کرے باقی رہا یہ کہ اگر کھڑا کرسکتا ہو قبلہ رخ نہین کرسکتا تو کھڑا کرنا لازم ہو تاکہ اتحاد مکان سب نمازون میں حاصل ہو اور اگر قبلہ رخ کرسکتا ہو اور کھڑا نہین کرسکتا تو حلبیہ مین مذکور ہو کہ قبلہ رخ کرنا لازم ہو اور شارح کے قول بقدر امکان سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہو اور واجب کی اقسام سے مراد وتر اور نماز نذر اور اُس نماز نفل کی قضا جسکو شروع کرکے توڑ دیا ہو کذا فی الشامی واما فی النفل فیجوز علے المحمل والعجلۃ مطلقا فرادی لا بجماعۃ الا علی دابۃ واحدۃ اور نفل کا حال یہ ہو کہ درست ہی نماز نفل محمل پر اور گاڑی پر مطلقاً خواہ کھڑی ہو یا چلتی قبلہ رخ ہو یا نہ ہو اترنے پر قادر ہو یا نہو لیکن تنہا پڑھنا نفل کا درست ہی نہ جماعت سے مگر ایک سواری کے جانور پر جماعت سے بھی درست ہی خواہ مقتدی پیچھے بیٹھا ہو یا محمل مین برابر ہو کذا فی الشامی ولو جمع بین نیتہ فرض ونفل ولو تحیۃ یرجح الفرض لقوتہ وابطلہا محمد والائمۃ الثلثۃ اور اگر جمع کیا نمازی نے نیت فرض اور نفل کو اگرچہ نفل تحیۃ المسجد ہو یا تحیۃ الوضو تو ترجیح دیا جائیگا فرض بسبب اُسکے قوی ہونے کے اور باطل کیا ہی اُس نیت کو امام محمد اور ائمہ ثلثہ یعنی مالک واحمد وشافعی رح نے ہم یعنے فرض ونفل کی نیت ایکساتھ کرنے سے فرض ہوجائیگا اور نفل کا ثواب نہ ملیگا بخلاف اُس صورت کے کہ کئی نفلون کی ایک ساتھ نیت کرے مثلاً تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو اور نماز چاشت اور کسوف کی نیت ایک ہی دوگانہ مین کرے تو سب کا ثواب ملیگا کذا فی الطحاوی ولو نذر رکعتین بغیر طہر لزماہ بہ عندہ ای ابی یوسف کما لو نذر بغیر قراءۃ او عریانا اور کذا انصف رکعۃ عند ابی یوسف رح وہو المختار اور اگر نذر کی دو رکعتین بدون طہارت کے تو لازم ہونگی اُسپر طہارت کے ساتھ امام ابی یوسف کے نزدیک چنانچہ اگر نذر کی بغیر قراءت کے یا حالت برہنگی مین تو قراءت اور ستر عورت کے ساتھ لازم ہونگی یا نذر کی ایک رکعت اور اسیطرح آدہی رکعت اگر نذر کی تو دو رکعتین لازم ہونگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہو طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے ضمیر عندہ کی بموقع بیان کی کیونکہ اصطلاح یہ ٹھہری ہوئی ہو کہ عندہ کی ضمیر امام کیطرف ہو جبکہ کوئی قرینہ نہو واہدرہ الثالث ای محمد اور باطل کیا ہی اس نذر کو امام سوم یعنے امام محمد رح نے تو انکے نزدیک اس نذر سے اُسپر کچھ لازم نہوگا کیونکہ نذر معصیت کی ہو اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہو کہ نماز کا لازم کرنا اُس چیز کا لازم کرنا ہی جسکے بدون نماز صحیح نہوتی ہو اور چونکہ عاجز واسطے کے حق مین نماز بدون طہارت کے اور امی کے حق مین بدون قراءت کے عبادت ہی تو نذر بمعصیت نہوئی کذا فی الشامی او نذر عبادۃ فی مکان کذا فاداہا فے اقل

نیہ افضل قالہ الحلبی اور جو نماز یں کہ جماعت سے شروع ہوئی ہیں ان سب میں افضل یہی ہے کہ اسکا جانشین قعدہ ہو یعنی کہ ہر دو رکعت پر قعدہ کرے اور تراویح وغیرہ کو اسی پر قیاس کیا ہے اور شرح منیہ میں ہے کہ فرق یہی ہے کہ
عشرون رکعۃ حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل اور تراویح میں بیس رکعت ہیں حکمت اس میں یہ ہے کہ مکمل یعنی پورا کرنیوالا بمقابلہ مکمل کے ہو یعنی اوائل فرائض کی تکمیل کے لیے ہوتی ہیں
اور چونکہ شمار فرائض پنجگانہ کا مع وتر کے بیس ہے اسلیے تراویح بھی بیس رکعتیں ہوئیں تاکہ تکمیل کرنے والی تراویح اپنا اور تکمیل کیے گئے فرائض اور وتر یہ دلیل عقلی ہوئی اور دلیل
نقلی یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بسند ضعیف روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھتے تھے فلعشر تسلیمات
لو فعلہا بتسلیمۃ فان قعد لکل شفع صحت بکراہۃ والا نابت عن شفع واحد یعنی تراویح بیس رکعتیں ہیں دس سلام سے تو اگر انکو ایک سلام سے پڑھا اور
ہر دوگانہ پر بیٹھا تب تو کراہت کے ساتھ درست ہو جائینگی ورنہ ایک دوگانہ کی قائم مقام ہونگی اسی پر فتوی ہے ہم نے اس ملت سے انکا پڑھنا دس سلام سے مروی ہے
اور فقہا نے تصریح کی ہے کہ رات کی نفلیں آٹھ سے زیادہ ایک سلام میں پڑھنا مکروہ ہیں اسلیے بیان کر ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے مطلب یہ ہے کہ کل ارشار بقدر ما
رکعۃ ایمن الخامسۃ والوتر فیخیرون بین تسبیح وقراءۃ وسکوت وانما ہو قراءۃ لوظن انہ صلوۃ رکعتین لیدکل رکعتین یعنی اور استحباب کے درمیان ہر چار رکعتوں
کے مقدار چار رکعتوں کے اور اسی طرح درمیان پانچویں ترویحہ اور وتر کے اور لوگوں کو اختیار ہے چاہیں اس وقت میں تسبیح پڑھیں چاہیں قرآن چاہیں خاموش رہیں چاہیں نفلیں تنہا
پڑھیں یہاں مکروہ ہے ہر دوگانہ کے بعد دو رکعتیں پڑھنی اسلیے کہ لوقت ہر ترویحہ کے لیے شروع ہے نہ ہر دوگانہ کے بعد ہم قہستانی نے کہا کہ ترویحہ کے بعد تین بار کہے سُبحان
ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح لا الہ الا اللہ
نستغفر اللہ نسألک الجنۃ ونعوذ بک من النار کذا فی الطحطاوی والختم مرۃ سنۃ ومرتین فضیلۃ وثلاثا افضل ولا یترک الختم لکسل القوم اور تراویح میں پڑھنا تمام قرآن
کا ایکبار سنت ہے اور دوبار فضیلت ہے اور تین بار افضل ہے اور نہ چھوڑا جائے تمام قرآن کا پڑھنا لوگوں کی سستی کی جہت سے ہم قرآن مجید کی آیتیں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ
ہیں اور شمار تراویح کی رکعتوں کی چھ سو ہے اگر مہینا تیس دن کا ہو اس حساب سے اگر ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھیگا تو مہینے میں ایک ختم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی لکن
فی الاختیار الافضل فی زماننا قدر ما لا یثقل علیہم واقرہ المصنف وغیرہ لیکن اختیار میں ہے کہ افضل ہمارے زمانہ میں اسقدر کا پڑھنا ہے کہ لوگوں پر گران نہ ہو اور ثابت رکھا ہے کو
مصنف وغیرہ نے وفی المجتبی عن الامام لو قرأ ثلاثا قصارا او آیۃ طویلۃ فی الفرض فقد احسن ولم یسئ فما ظنک فی التراویح اور مجتبی میں ہے امام اعظم سے کہ اگر فرض میں
تین آیتیں چھوٹی یا ایک آیت بڑی پڑھی تو اچھا کیا اور برا نہیں کیا تو کیا گمان ہے تیرا تراویح میں ہم لیجیے جب فرض میں تین آیتیں پڑھنی بہتر ہیں تو تراویح
میں بطریق اولی احسن ہونگی وفی فضائل رمضان للزاہدی افتی ابو الفضل الکرمانی والوبری انہ اذا قرأ فی التراویح الفاتحۃ وآیۃ او آیتین لا یکرہ ومن لم یکن
عالما باہل زمانہ فہو جاہل اور زاہدی کی فضائل رمضان میں ہے کہ فتوی دیا ابو الفضل کرمانی اور وبری نے کہ جب تراویح کی ہر رکعت میں الحمد اور ایک آیت
خواہ دو آیتیں پڑھیں تو مکروہ نہ ہوگی اور جو شخص اپنے زمانہ والوں سے واقف نہ ہو وہ جاہل ہے ہم ایک آیت سے مراد بڑی آیت ہے جو تین چھوٹی آیتوں کے
برابر ہو اسی طرح دو آیتیں برابر تین آیتوں کے ہونی چاہییں ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی حاصل شارح کی تقریر کا یہ ہوا کہ اگر لوگ اسطرح کے سست اور
اور بد دل ہوں کہ تمام قرآن کے سننے کی تاب نہ رکھتے ہوں تو اس صورت میں اسقدر پر اقتصار کرنا چاہیے تاکہ مسجد جماعت سے خالی نہ رہیں ورنہ ایک ختم سے کم نہ کرے کہ
سنت وہی ہے ویأتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع ویزید الامام علی التشہد الا ان یمل القوم فیأتی بالصلوۃ ویکتفی باللہم صل علی محمد لانہ الفرض عند الشافعی و
یترک الدعوات اور پڑھے امام اور قوم سبحانک اللہم ہر دوگانہ میں اور امام تشہد پر پڑھا دے درود اور دعا کو مگر یہ کہ قوم تھک جاوے تو صرف درود پڑھے اور اسمیں بھی اللہم صل علی
محمد پر اکتفا کرے اسلیے کہ درود فرض ہے امام شافعی کے نزدیک تو اسکا پڑھنا ضروری ہے اور چھوڑ دے دعاؤں کو ویجتنب المنکرات ہذرمۃ القراءۃ وترک تعوذ وتسمیۃ وطمانینۃ وتسبیح
واستراحۃ اور احتراز کرے غیر مشروع باتوں سے یعنی قرأت کے جلد جلد پڑھنے اور اعوذ اور بسم اللہ کے چھوڑنے اور اطمینان اور رکوع اور سجدہ کی تسبیح اور ترویحوں کے بعد توقف
کے چھوڑنے سے ہم ہذرمہ بروزن زلزلہ یعنی جلد پڑھنا سے کہ یہ اور وہ بدل ہی منکرات سے کذا فی الطحطاوی وذکرہ قاعدۃ الزیادۃ تاکد بعضہا قبل لا الہ الا ہو قدرہ

ف۔ یعنی ان کی بیان کی ہوئی ملک و سلطنت والے پاک ہے بادشاہی عزت اور بزرگی اور قدرت اور بڑائی اور جبروت والا پاک ہے بادشاہ زندہ جو نہیں مرتا ایک بار پاک

[illegible]

باب ادراک الفریضہ

یہ باب بھی حاصل کرنے جماعت فرض کا ہے طحطاوی نے کہا کہ مناسب یہ تھا کہ اس باب کا عنوان مسائل شتی ہوتا اسلئے کہ سوائے کیفیت جماعت میں ملنے کے اور مسائل بھی اسمیں مذکور ہیں شرع فیہا اداء خرج النافلة والمنذورة والقضاء فانہ لا یقطعہا ثم اقیمت ای شرع فی الفریضة فی مصلاه لا اقامة المؤذن ولا الشروع فی مکان وهو فی غیره قطعها لعذر احراز الجماعة شروع کیا نمازی نے فرض کو ادا کے طور پر پھر اس فرض کی جماعت شروع ہوگئی اسکی نماز پڑھنے کی جگہ میں تو وہ اپنے فرض کو توڑ دے بسبب عذر حاصل کرنے جماعت کے شارح نے کہا کہ فرض کی قید سے نماز نفل اور نذر کی نماز اور ادا کی قید سے نماز قضا نکل گئی کہ اگر انکو پڑھتا ہو اور جماعت شروع ہو جاوے تو انکو قطع نکرے اور اقامت سے غرض اسی جگہ میں شروع فرض ہے نہ موذن کی اقامت اور نہ شروع ایسے مکان میں کہ نمازی اسکے غیر میں ہو یعنی موذن کی تکبیر سے توڑنا نماز کا درست نہیں بلکہ امام کی تکبیر تحریمہ پر توڑے اسیطرح اگر نمازی گھر پر پڑھتا ہو اور جماعت مسجد میں شروع ہو تب بھی نہ توڑے طحطاوی نے کہا کہ شرع فی الفریضة بعینہا مجہول ہے اور اقامة المؤذن مرفوع ہے عطف شرع پر شرح کے اصل پر یعنی مراد اقامت سے شروع ہے نہ اقامت موذن کما لا یخفی وابتداؤ فار قدر با وخاف ضیاع درہم من مال اوکان فی النفل فجیئ بجنازة وخاف فوتہا قطعہ لامکان قضائہ یعنی قطع کرے اگر بھاگ جاوے اسکی سواری کا جانور یا اپنی باندی عورت کی یا خوف کرے تلف ہونے ایک درہم کا مال سے یا ہووے نفل نماز میں اور جنازہ لایا جاوے اور ڈرے فوت ہونے نماز جنازہ کو تو قطع کرے نفل کو بسبب قضا کرسکنے نفل کے ہم یعنی اگر فرض نماز پڑھنے میں جنازہ کی نماز کے فوت کا خوف ہو تو فرض کو قطع نکرے کہ وہ قوی تر ہے نماز جنازہ سے کذا فی الطحطاوی ویجب القطع لنحو انجاء غریق او حریق اور واجب یعنی فرض ہے توڑنا نماز کا واسطے بچانے ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوئے کے اور اسکے مثل کے ولو دعاه احد ابويه فی الفرض لا یجیبه الا ان یستغیث به وفی النفل ان علم انه فی الصلوة فدعاه لا یجیبه والا اجابه اور اگر پکارے نمازی کو اسکی ماں یا باپ فرض میں تو جواب نہ دے مگر یہ کہ فریاد چاہے اس سے یعنی فریاد خواہی کے وقت جواب دے اور اسمیں ماں باپ اور غیر برابر ہیں کذا فی الطحطاوی اور نفل نماز میں اگر ماں باپ کو علم ہو کہ بیٹا نماز پڑھتا ہے پھر اسکو پکارا تو جواب نہ دے ورنہ جواب دے ہم صاحب بحرالرائق نے کہا کہ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے اور کبھی مستحب اور کاہے مباح اور کاہے واجب تو حرام بدون عذر کے توڑ دینا ہے اور مستحب حصول جماعت یا اور کسی وجہ سے کامل کرنے کے لیے اور مباح فوت مال کے خوف سے اور واجب واسطے جان بچانے کے کذا فی الشامی قال الکمال الشروع مشروط للتحلل وهذا قطع لاتحلل ویکتفی بتسلیمة واحدة هو الاصح غایة ویقتدی بالامام نماز کو قطع کرے کھڑا ہوا اسلیے کہ بیٹھنا شرط ہے واسطے حلال ہونے کے اور یہ توڑنا ہے نہ حلال ہونا اور کفایت کرے نماز توڑنے میں ایک سلام پر یہی صحیح تر ہے کذا فی الغایة اور اقتدا کرے امام کے ہم یعنی اپنی نماز کو حالت قیام میں ایک سلام سے توڑ کر امام کا اقتدا کرے وهذا ان لم یقید الرکعة الاولی بسجدة او قید بہا فی غیر رباعیة او فیہا ولکن ضم الیہا رکعة اخری وجوبا لم یاثم احرازا للنفل والجماعة اور یہ نماز کا توڑنا اور امام کا اقتدا اس صورت میں ہے کہ پہلی رکعت کا سجدہ نکیا ہو یا سجدہ کیا ہو غیر رباعی نماز میں یعنی فجر اور مغرب کی نماز میں یا چار رکعتوں والی میں سجدہ کیا ہو لیکن اس رکعت میں دوسری رکعت ملا دے بطور وجوب کے پھر اقتدا کرے واسطے حاصل کرنے نفل اور جماعت کے ہم حاصل اس مسئلہ کا یہ ہے کہ جب ایک شخص نے فرض پڑھنے شروع کیے پھر اسکی جماعت شروع ہوگئی تو اگر ہنوز اول رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو نماز کو توڑ کر اقتدا کرے اور اگر رکعت اول کا سجدہ کر چکا ہے اور نماز فجر یا مغرب پڑھتا ہے تب بھی توڑ کر اقتدا کرے اور اگر ظہر یا عصر یا عشا کی نماز ہے تو ایک اور رکعت اسمیں ملا کر توڑ دے اور اقتدا کرے تاکہ دو رکعت نفل ہو جاویں اور جماعت بھی ملے اور اگر نماز فجر و مغرب میں اس رکعت کا سجدہ بھی کر چکا ہے تو اب اسکو پورا کر لے اور اقتدا نکرے کذا فی الشامی وان صلی ثلثا منہا ای الرباعیة اتم منفردا ثم اقتدی بالامام متنفلا ویدرک بذلک فضیلة الجماعة حاوی الا فی العصر فلا یقتدی لکراهة النفل بعده اور اگر چار رکعتوں والی نماز سے تین پڑھ چکا ہو تو انکو اکیلا تمام کرے پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے نفل پڑھنے والا اور حاصل کریگا اس اقتدا سے ثواب جماعت کا کذا فی الحاوی مگر عصر میں اقتدا نکرے واسطے مکروہ تحریمی ہونے نفل کے بعد عصر کے ہم یعنی چار میں سے تیسری کا سجدہ کر چکا ہو تو اکیلا تمام کرے اور جبتک سجدہ نکیا ہو تب تک توڑ کر اقتدا کرے کذا فی الشامی والشارع فی نفل

(لا) یقطع مطلقاً (و) یتم (رکعتین) وکذا سنۃ الظہر وسنۃ الجمعۃ اذا اقیمت او خطب الامام یتمہا اربعاً علی القول الراجح لانہا صلوٰۃ واحدۃ ولیس القطع للاکمال بل للابطال خلافاً
لما رجحہ الکمال اور شروع کرنیوالا نفل میں قطع کرے کسی حال میں یعنی اول رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نکیا ہو اور پورا کرے نفل کو دو رکعتیں اور اسیطرح سنت ظہر کی اور سنت جمعہ جب جماعت
ظہر شروع ہوجاے یا امام خطبہ پڑھنے لگے تو انکو چار رکعتیں پڑھے قول غالب کے موجب اسلیے کہ وہ سنتیں ایک نماز ہیں اور قطع کرنا انکا کامل کرنے کے لیے نہیں ہے
بلکہ باطل کرنے کے لیے بخلاف اس قول کے کہ ترجیح دی ہے اسکو کمال نے ہم قطع کرنا کمال کے لیے نہیں اسکے یہ معنی کہ اگر قطع کریگا اور پھر پڑھیگا تو پہلی ہی طرح پڑھیگا
بخلاف فرض کے قطع کرنے کے کہ اسکو دوبارہ جماعت میں پڑھتا ہے تو اسکا توڑنا کامل کرنے کے لیے ہے اور کمال الدین نے اسکو ترجیح دی ہے کہ سنت کو دو رکعتوں پر قطع
کر دے اور بہت لوگوں نے اسی کو اختیار کیا ہے کذا فی الشامی (وکرہ) تحریماً للنہی (خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ) جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ اولا
اور مکروہ تحریمی ہے بسبب مخالفت کے نکلنا اس شخص کا جسنے نماز نہیں پڑھی اس مسجد سے جس میں اذان ہوگئی ہو شارح نے کہا کہ اذان کا ذکر اکثر پر ہے یعنی اکثر یہی ہوتا ہے کہ جو
نماز ہوجانے سے پہلے اذان ہوجاتی ہے اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہے خواہ مسجد میں اذان ہوئی ہو یا نہوئی ہو اگر کوئی شخص کسی مسجد میں نماز کا وقت ہوجا
نے بدون نماز پڑھے نکلیگا تو مکروہ تحریمی ہے طحطاوی نے کہا کہ دخول وقت مراد لینا بحث ہے صاحب بحر الرائق کی اور مخالفت کی حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہے
کہ جسنے مسجد میں اذان کو پایا پھر نکلگیا اور کسی کام کو نہیں نکلا اور پھر آنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے (الا لمن ینتظم بہ امر جماعۃ اخری) او کان الخروج لمسجد حیہ ولم یصلوا
فیہ او لاستاذہ لدرسہ او لسماع الوعظ او لحاجۃ ومن عزمہ ان یعود (نہر) مگر نکلنا اس شخص کو مکروہ نہیں جس سے دوسری جماعت کا انتظام ہو یعنی دوسری مسجد کا امام یا موذن
ہو یا یہ کہ نکلنا اپنے محلہ کی مسجد کے لیے ہو اور اس میں لوگوں نے نماز نہ پڑھی ہو یا نکلنا اپنے استاد کی مسجد کے لیے ہو اپنے پڑھنے کے لیے یا نکلنا ہو وعظ کے سننے کے لیے
یا کسی حاجت کے لیے ہو اور اسکا ارادہ ہو کہ پھر آویگا تو مکروہ نہیں کذا فی النہر (و) الا (لمن صلی الظہر والعشاء) وحدہ (مرۃ) فلا یکرہ له الخروج بل ترکہ للجماعۃ (الا عند) الشروع
فی (الاقامۃ) فیکرہ لمخالفتہ الجماعۃ بلا عذر بل یقتدی متنفلاً لما مر اور مگر اس شخص کے لیے جسنے ظہر اور عشاء کی نماز تنہا ایک مرتبہ پڑھ لی ہو تو اسکا نکلنا مکروہ نہیں بلکہ چھوڑنا
جماعت کا یعنی یہ فعل مکروہ ہوا کہ نماز کو تنہا پڑھ لیا اور جماعت کا انتظار نکیا اگر وقت شروع ہونے تکبیر کے مکروہ ہے اس شخص کو نکلنا بسبب اسکی مخالفت کرنے کے
جماعت کو بدون عذر کے بلکہ وہ اقتدا کرے نفل پڑھنے والا بسبب اس وجہ کے کہ گذری یعنی نفل اور جماعت دونوں حاصل کرنے کے لیے کذا فی الطحطاوی (و) الا (من صلی
الفجر والعصر والمغرب مرۃ) فیخرج مطلقاً (وان اقیمت) لکراہۃ النفل بعد الاولیین وفی المغرب احد المحظورین البتیراء او مخالفۃ الامام بالاتمام اور مگر اس شخص کو مکروہ نہیں جو فجر
اور عصر اور مغرب کی نماز ایکبار پڑھ چکا ہو تو وہ نکلے ہر حال میں اگرچہ تکبیر ہوجاے بسبب مکروہ ہونے نفل کے بعد فجر اور عصر کی نماز کے یعنی اگر ان دونوں نمازوں کو پڑھ چکا ہے اور پھر
بنیت نفل ہوگا تو نفل کا پڑھنا ان دونوں کے بعد مکروہ تحریمی ہے اور مغرب کی نماز میں اقتدا کی نیت سے دو ممنوع باتوں میں ایک ہوگی یا ایک رکعت نفل کی یا امام کی مخالفت پورا
کرنے سے جیسے بتیراء یعنی تیراکی اور بتیراء اس ایک رکعت کو کہتے ہیں جسکے ساتھ دوسری نہو یعنی اگر مغرب میں اقتدا بنیت نفل کریگا تو اس سے یہ لازم آویگا کہ تیسری رکعت تنہا
رہجاے اور اگر یہ فرض کیا جاے کہ مقتدی امام کے ساتھ تین رکعتیں پڑھکر اٹھکر چوتھی اور ملالے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے وفی النہر ینبغی ان یجب الخروج لان کراہۃ مکثہ بلا صلاۃ
اشد اور نہر الفائق میں ہے کہ مناسب یہ ہے کہ جماعت ہونے کے وقت اسکا نکلنا واجب ہو اسلیے کہ ٹھہرنا اسکا مسجد میں بدون نماز کے زیادہ مکروہ ہے بہ نسبت نفل پڑھنے کے ہم
یعنی محیط میں کہا ہے کہ مخالفت جماعت کا گناہ بہت بڑا ہے کذا فی الطحطاوی قلت افاد القہستانی ان کراہۃ التنفل بالثلاث تنزیہیۃ وفی المضمرات لو اقتدی فیہ لا باس میں کہتا ہوں
کہ قہستانی نے بیان کیا ہے کہ تین رکعتیں نفل پڑھنے کی کراہت تنزیہی ہے اور مضمرات میں ہے کہ اگر اقتدا کریگا مغرب میں تو برا کریگا ہم قہستانی نے اپنے قول کی تائید میں مضمرات کا
یہ قول نقل کیا ہے حالانکہ قول قہستانی کا مردود ہے اسلیے کہ صاحب ہدایہ نے تصریح کراہت کی کردی ہے اور غایۃ البیان میں کہا ہے کہ تین رکعتوں نفل کا پڑھنا بدعت ہے اور قاضیخان
نے شرح جامع صغیر میں کہا کہ انکا پڑھنا حرام ہے اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ حدیث میں بتیراء سے ممانعت وارد ہے تو معلوم ہوا کہ انکا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی
(واذا خاف فوت) رکعتی (الفجر لاشتغاله بسنتہا ترکہا) لکون الجماعۃ اکمل اور جب نمازی ڈرے فوت ہونے جماعت دوگانہ فرض فجر کے بسبب اپنے مشغول ہونے کے

اسکی سنتوں میں تو سنتوں کو ترک کرے اور داخل ہووے جماعت کے کامل ترہم بھی جماعت کی نماز کا ثواب منفرد کی نماز سے ستائیس گنا ہے اسکے سوا وعید ترک جماعت کا
زیادہ ہے بہ نسبت وعید ترک سنت فجر کے کذا فی الشامی والایضاح اور ایک رکعۃ فی ظاہر المذہب وقیل التشہد واعتمدہ المصنف والشرنبلالی تبعا للبحر لکن ضعفہ فی النہر
لانہ کما ظ العصلاۃ اعتبار بالسبیل الا ترک لاجل وہ مقدم علی فعل السنۃ اور اگر خوف جماعت کے فوت ہونیکا نہو اس طرح کہ توقع کرے ایک رکعت
ملنے کا ظاہر مذہب میں اور ایک قول ہے کہ توقع کرے التحیات ملنے کا اور اسی قول ثانی پر اعتماد کیا ہے مصنف اور شرنبلالی نے بتبعیت بحر الرائق کے لیکن اس قول
کو ضعیف کہا ہے نہر الفائق میں تو اس صورت میں سنتوں کو ترک نکرے بلکہ انکو مسجد کے دروازہ کے پاس پڑھے اگر جگہ پاوے اور اگر جگہ نپاوے تو سنتوں کو ترک کرے
اسلیے کہ مکروہ کا ترک کرنا سنت کے کرنے پر مقدم ہے یعنی سنتوں کا جماعت کے بیچ میں پڑھنا مکروہ ہے اور ادا سنتوں تو مقدم ہے کہ فعل مکروہ کو ترک کرے شامی نے کہا کہ
اقتضیہ صاحب نہر کی تضعیف ہے فتح القدیر میں ... کہا ہے کہ اگر جماعت ... سنتوں کو ترک نکرے اور شارح نے بھی نماز کے اوقات کے بیان میں
اسی پر یقین کیا ہے اور شرح منیہ میں بھی ہے ... غرض یہ کہ مسجد کے باہر پڑھے اگر جگہ ہو اور اگر باہر جگہ نہو تو اندر مسجد کے بھی سنتوں کی ... پڑھے اور یہ
سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ فرضوں کی صف کے برابر کھڑا ہو کر پڑھے اور اس ... کراہت نہیں ہے ... اور اگر سنتیں امام کے فرض
شروع کرنے سے پہلے شروع کرچکا ہو تو جہاں چاہے پڑھے کچھ کراہت نہیں ہے یا قبل الشروع فیما ... اوکم ... دبالہ درالمنتقی واقتحم
علیہ بالصلاۃ پھر جو یہ کہا گیا ہے کہ سنتوں کو شروع کرے پھر فرضوں کے لیے اللہ اکبر کہے یا اول سنتوں کو شروع کرے پھر انکو توڑ دیوے تو یہ دونوں قول رد کیے گئے
ہیں اس دلیل سے کہ دفع کرنا خرابی کا مقدم ہے بہتری کے کھینچنے سے ہم فقیہ ابو اللیث ... نے یہ کہا ہے کہ فجر کی سنتوں کو شروع کرکے توڑ دے تاکہ انکی قضا واجب
ہوجاوے پھر فرض کے بعد قبل طلوع آفتاب انکو پڑھ لے کیونکہ وہ اب واجب ہیں نہ سنت کہ قبل طلوع انکا پڑھنا مکروہ ہو تو اس قول کو امام سرخسی نے رد کیا ہے کہ یہ داخل ہے
کچھ نذر کی نماز سے بڑھ کر نہیں حالانکہ نماز نذر کا ادا ہونا بعد فجر کے قبل طلوع منع ہے چنانچہ امام محمد نے تصریح کی ہے علاوہ اسکے عبادت کو قصداً فاسد کرنے کے پڑھنا اور
عمل کا باطل کرنا شرعاً ممنوع ہے تو اس خرابی کا دور کرنا ادائے سنت کی مصلحت سے مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ولا یقضیہا الا بطریق التبعیۃ لقضاء فرضہا قبل
الزوال لا بعدہ فی الاصح لورود الخبر بقضائہا فی الوقت المہمل بخلاف القیاس فغیرہ علیہ لا القیاس اور فجر کی سنتوں کو قضا نہ پڑھے مگر بتبعیت اسکے فرضوں کی قضا کے
زوال سے پیشتر نہ اسکے بعد صحیح تر قول میں اسلیے کہ حدیث شریف میں انکا قضا کرنا مہمل وقت میں بخلاف قیاس وارد ہوا ہے تو غیر اس وقت کا وقت مذکور پر قیاس نکیا جائیگا اور وقت مہمل
اسکو کہتے ہیں جو کسی فرض کا وقت نہو اور یہ وقت طلوع سے لیکر زوال تک ہے اور فقیہوں کے نزدیک ... اسکے سوا دوسرا وقت مہمل نہیں اور حدیث سے مراد وہ حدیث
کا ہے جو مسلم میں مفصل مروی ہے مجملاً یہ ہے کہ آخر شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استراحت فرمائی اور حضرت بلال کو ارشاد کیا کہ پہرہ دینا وہ بھی سو گئے یہانتک کہ صبح کی نماز قضا ہوگئی
اپنے اس جگہ سے جلد سفر کیا اور آفتاب کے اونچا ہونے کے بعد فجر کی سنتیں پڑھ کر فرض جماعت سے پڑھے تو شارح کہتا ہے کہ یہ قضا صرف اسی وقت پر منحصر رہیگی اور وقت کو اسپر
قیاس نکیا جائیگا اور صحیح تر قول کا مقابل یہ ہے کہ بعد زوال کے بھی تبعاً قضا درست ہے اور کافی میں ہے کہ بدون تبعیت فرض کے اجماعاً قضا نہیں بخلاف سنۃ الظہر وکذا الجمعۃ فانہ
ان خاف فوت رکعۃ یترکہا ویقتدی ثم یاتی بہا علی انہا سنۃ فی وقتہ ای الظہر قبل شفعۃ عند محمد وبہ یفتی جوہرہ واما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی اصلا بخلاف سنت
ظہر اور اسیطرح جمعہ کی سنتوں کے کہ اگر نمازی کو خوف ہو ایک رکعت کے نملنے کا تو سنتوں کو ترک کرکے امام کا اقتدا کرے پھر انکو پڑھ لے وقت ظہر میں اور وہ سنتیں ہیں
بالاتفاق انکو پڑھے بعد کی دو سنتوں سے پیشتر امام محمد کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے کذا فی الجوہرہ اور جو رکعتیں کہ عشا کے پیشتر ہیں وہ مستحب ہیں انکو قضا نہ پڑھے ہرگز
ولا یکون مصلیا بجماعۃ اتفاقاً من ادرک رکعۃ من ذوات الاربع لانہ منفرد ببعضہا لکنہ ادرک فضلہا ولو بادراک التشہد اتفاقاً لکن ثوابہ دون المدرک
لفوات التکبیرۃ الاولی واللاحق کالمدرک لکونہ مؤتما حکما اور نہیں ہوگا نماز پڑھنے والا جماعت سے بالاتفاق جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت چار رکعتوں والی نماز
اسلیے کہ وہ شخص منفرد ہے بعض نماز میں لیکن وہ پائیگا ثواب جماعت کا اگرچہ جماعت میں التحیات ہی پاوے بالاتفاق مگر ثواب اس شخص کا مدرک یعنی شروع نماز

تجب المتابعة فی السجدتین وان لم تجب الرکوع والقعدہ بحر کہا اور واجب ہے اوپر کے مسئلہ میں مقتدی نے رکوع امام کے ساتھ نہ پایا تو واجب ہے امام کی متابعت دونون سجدون
مین اگرچہ یہ دونون سجدے اسکی نہین شمار ہونگے یعنی آخر کو پوری رکعت مع دونون سجدون کے پڑھنی ہوگی اور فاسد ہوگی نماز ان دونون سجدون کے ترک
سے ہم بعض نادانون نے جب رکوع نہین ملتا تو نیت توڑ دیتے ہین کہ دوسری رکعت سے شریک ہونگے اسلیے ان سے آگاہ کردیا کہ اگر رکوع نہ ملے تو اقتدا صحیح ہوگیا امام کی
متابعت سجدون مین واجب ہے گو انکے نکرنے سے نماز فاسد ہوگی فلو لم یدرک الرکعۃ ولم یتابعہ لکنہ اذا سلم الامام قام واتی برکعۃ فصلوتہ تامۃ وقد ترک واجبا نہر عن التجنیس
پھر اگر مقتدی نے رکوع پایا امام کی متابعت سجدون مین نکی اگرچہ امام نے سلام پھیرا تو اسنے اٹھکر ایک رکعت پڑھلی تو نماز اسکی پوری ہے اور اسنے ترک واجب کیا
لانہ شروع اقتداءہ بمتابعة الامام کی سجدون کے اندر واجب تھی اسکا تارک ہوا کذا فی النہر عن التجنیس ولو رکع قبل الامام فلحقہ امامہ فیہ صح رکوعہ وکرہ تحریما ان قرأ
الامام قدر الفرض اور اگر مقتدی نے رکوع کیا امام سے پیشتر پھر امام نے اسکو رکوع مین جالیا تو مقتدی کا رکوع درست ہوگا اور مکروہ تحریمی ہے پہلے رکوع کرنا اگر امام
مقدار فرض پڑھ چکا ہو مکروہ تحریمی اسوجہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکوع اور سجدہ مجھسے پہلے مت کرو اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے
رکوع کرتا ہے یا اپنا سر اٹھاتا ہے اسکو یہ خوف نہین کہ خدا تعالی اسکا سر گدھے کے سر سے بدل دے اور مقدار فرض سے مراد قرأت واجب ہے یعنی امام تین آیتین پڑھ چکا ہو
اسوقت مقتدی اس سے پہلے رکوع کرے کذا فی الطحطاوی والا لا یجزیہ اور اگر امام نے مقتدی کو سجدہ مین نہ پالیا یعنی مقتدی نے جب اپنا سر اٹھالیا تب امام نے
رکوع کیا یا مقتدی نے اسوقت رکوع کیا کہ ہنوز امام قرأت واجب نہ پڑھ چکا تھا تو یہ رکوع مذکور اسکو کافی نہوگا دوبارہ رکوع کرنا چاہیے ورنہ نماز باطل ہوجاویگی کذا فی
الشامی ولو سجد المؤتم مرتین والامام فی الاولی لم تجزہ سجدۃ عن الثانیۃ تمامہ فی الخلاصۃ اور اگر مقتدی نے سجدہ کیا دو بار اور امام پہلے ہی سجدہ مین ہے تو مقتدی
کو اسکا سجدہ دوسرے سجدہ سے کافی نہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ مین ہے ہم یعنی اگر مقتدی نے دو سجدے کیے اور امام نے ابھی ایک ہی کیا ہے تو مقتدی کا دوسرا
سجدہ معتبر نہین اسکو سجدہ دوم کا اعادہ واجب ہے ورنہ نماز فاسد ہوجاویگی کذا فی البحر

باب قضاء الفوائت

یہ باب ہے احکام قضا پڑھنے فوت شدہ نمازون کا لم یقل المتروکات ظنا بالمسلمین خیرا اذ التاخیر بلا عذر کبیرة لا تزول بالقضاء بل بالتوبة او الحج مصنف نے فوائت کہا
متروکات نہ کہا واسطے بہتر ہی گمان کرنے کے مسلمانون پر کیونکہ نمازین بدون عذر تاخیر کرنا گناہ کبیرہ ہے کہ دور نہین ہوتا قضا پڑھنے سے بلکہ دور ہوتا ہے توبہ کرنے سے
یا حج کرنے سے ہم یعنی اگر متروکات کہتا تو چھوڑی ہوئی نمازین مراد ہوتین جنکو نمازی نے چھوڑدیا جان بوجھکر اور چونکہ جان بوجھکر نہ پڑھنا گناہ کبیرہ تھا اسلیے فوائت کہا یعنی جو نمازین
مسلمانون کی رہ گئین خود انسے نہین چھوڑین یا ورحج سے گناہ کبیرہ کا دور ہونا اس قول کے بموجب ہے کہ حج مقبول سے گناہ کبیرہ دور ہوجاتا ہے چنانچہ کتاب الحج مین آویگا کذا فی الطحطاوی ومن
العذر العدو وخوف القابلة موت الولد لانہ علیہ الصلوة والسلام اخرہا یوم الخندق اور عذر مین سے ہے دشمن کا ہونا اور ڈرنا دائی جنائی کا بچہ کے مرنے سے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے دشمن کے عذر سے تاخیر نماز کی فرمائی جنگ خندق کے دن ہم یعنی جب یہ خندق کھودی اس روز چار نمازین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اوقات معینہ پر نہ ہوئین
یہانتک کہ کچھ رات گذر گئے آپنے حضرت بلال کو ارشاد فرمایا انھون نے اذان کہی پھر تکبیر کہی آپنے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی پھر عصر پڑھی پھر تکبیر کہلوا کر مغرب پڑھی پھر تکبیر کہی اور
عشا پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے محاصرہ کرنے سے نماز مین تاخیر درست ہے کذا فی الطحطاوی اب شارح قبل شروع ہونے مسائل باب کے چند اصطلاحین فقہی بیان کرتا ہے
ثم الاداء فعل الواجب فی وقتہ وبالتحریمة فقط بالوقت یکون اداء عندنا وبرکعة عند الشافعی پھر ادا اسکے یہ معنی ہین کہ واجب کو اسکے وقت مین کرنا اور سبب فقط تحریمہ کرنیکے وقت کے
اندر ادا ہوگی ہمارے نزدیک اور ایک رکعت وقت مین ہونے سے ادا ہوگی امام شافعی کے نزدیک یعنی یہ ضرور نہین کہ ادا مین سب نماز باتمام واجب وقت کے اندر ہو بلکہ حنفیون
کے نزدیک نماز کی تحریمہ اگر وقت مین ہوگی تو وہ نماز ادا ہی ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک ایک رکعت وقت مین ہوجانے سے ادا کہلائیگی والاعادة فعل مثلہ فی وقتہ لخلل غیر الفساد
لقولہم کل صلوة ادیت مع کراہة التحریم تعاد ای وجوبا فی الوقت واما بعدہ فندبا اور اعادہ کے یہ معنی ہین کہ مثل واجب کو وقت واجب مین کرنا بسبب کسی خلل کے سوا فساد

باب قضاء الفوائت

کہ جس شخص کے ذمہ عشا ہو اسنے گمان کیا وقت فجر کی تنگی کا پس پڑھا فجر کی نماز کو اور وقت میں وسعت ہی تو نماز فجر کو پھر پڑھے طلوع آفتاب تک اور فرض اسکا تب بجا لایا ہوگا ظہر وعشا اسکی
یہ ہی کہ نماز ہی اسنے یہ خیال کیا کہ وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ عشا اور فجر دونوں ہو جائیں اسلیے اسنے صرف فجر کی نماز پڑھی پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وقت اور باقی ہی اور اسمین بھی
یہی خیال کیا کہ دونوں نمازیں نہونگی تو فجر کی نماز پھر پڑھے اسی طرح جتنی بار گنجائش ہو فجر کو پڑھے تو جو دوگانہ طلوع کے قریب پڑھیگا وہ فرض ہوگا اور باقی نفلیں ہونگی اور جب یہ خیال ہو کہ
وقت میں گنجائش دونوں نمازوں کی ہی تو اول عشا پڑھے پھر فجر کذا فی الشامی او نسیت الفائتۃ لانہ عذر یا بھول جاے نماز فوت شدہ تو بھی ترتیب لازم نہیں اسلیے کہ بھولنا
عذر ہی یعنی عذر آسمانی ہی کہ اسمین بندہ کو اختیار نہین اور فائتہ کا وقت یاد پڑنے سے ہوتا ہی جبتک یاد نہ آویگی اسکا وقت نہوگا کذا فی البحر او فاتت ست اعتقادیۃ لدخولہا
فی حد التکرار المفضی للحرج یا فوت ہو جائیں چھ نمازیں فرض اعتقادی تب بھی ترتیب ساقط ہی واسطے داخل ہونے چھ کے اُس شمار مین کہ جا پہنچتی ہی تکرار ہونے کو اور پہنچانیوالی
ہی تنگی کی طرف ہم یعنی چھ سے کمتر نمازوں مین ہوسکتا ہی کہ کوئی نماز مکرر ہو جیسے ایک دن رات کی پانچ نمازیں اور اگر فائتہ نمازیں چھ ہونگی تو بالضرور ایک نماز مکرر ہوگی اور
تکرار کی صورت مین ترتیب کا واجب کرنا موجب حرج تھا اسلیے چھ نمازوں کو جنمین قابلیت تکرار ہی ترتیب کے ساقط کرنیکا سبب ٹھہرایا اور اعتقادی کی قید اسلیے لگائی کہ فرض عملی
یعنی وتر نکلجاے ہرچند ترتیب اسمین اور دوسری نمازوں مین فرض ہی مگر وتر کا شمار فوائت مین جداگانہ نہیں اور شاید اسلیے نہین کہ اسکا کوئی وقت مستقل نہین بلکہ ترتیب کا سقوط
اس سبب سے فائتہ اور وقتی مین یا دو فوت شدہ نمازوں مین ہوتا ہی مگر دو وقتی نمازوں مین ترتیب ساقط نہین ہوتی مثلا جسکی چھ نمازیں فوت ہوگئی ہین تو عشا اور وتر کی ترتیب
اسکو لازم ہی کذا فی الشامی بخروج وقت السادسۃ علی الاصح ولو متفرقۃ او قدیمۃ علی المعتمد لانہ مع اختلاف الترجیح یرجح اطلاق المتون بحر چھ نمازوں کے فوت ہونے سے ترتیب
ساقط ہوگی ساتھ نکلنے چھٹی نماز کے وقت کے صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ چھ نمازیں متفرق ہوں یا قدیم ہوں مذہب معتمد پر اسلیے کہ جب ترجیح مختلف ہوتی ہی تو متون کے اطلاق کو
ترجیح دیجاتی ہی کذا فی البحر ہم قول اصح کا مقابل یہ ہی کہ وقت چھٹی نماز کے داخل ہونے کا معتبر ہی امام محمد کے نزدیک اور متفرق کی مثال یہ کہ مثلا چھ نمازیں چھ روز کی فوت ہوگئیں
اور انکے بیچ کی نمازیں بدون یاد آنے فوائت کے پڑھ لیں اور قدیم کی مثال یہ کہ ایک شخص نے مثلا ایک مہینا برابر نماز نہ پڑھی پھر اسنے کوئی نماز قضا نہ کی اب اگر کوئی فائتہ قضا
ہوگی اور باوجود اسکی یاد کے دوسری نماز پڑھیگا تو دوسری درست ہو جاییگی کیونکہ یہ فائتہ پہلی کی نمازوں فوت شدہ مین ملجائیگی اور بعضوں نے کہا ہی کہ چھ نمازیں حالی کی
فوت ہوجانے سے ترتیب ساقط ہوجاتی ہی پہلے فوائت کا اعتبار نہین اور تجنیس مین اسی پر فتوی لکھا ہی اور مجتبی مین قول اول کو صحیح کہا ہی اور معراج مین اسپر فتوی بیان کیا ہی تو
معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین فتوی اور تصحیح مختلف ہین مگر چونکہ متون فقہ مین مطلق چھ نمازوں فوت شدہ کا اعتبار ہی خواہ نئی ہوں یا پرانی اسلیے شارح نے کہا کہ ترجیح متون کے اطلاق
کو دینا چاہیے یعنی قول اول ہی معتمد ہی کذا فی البحر او ظن ظنا معتبرا ای یسقط لزوم الترتیب ایضا بالظن المعتبر کمن صلی الظہر ذاکرا لترکہ الفجر فسد ظہرہ فان قضی الفجر ثم صلی
العصر ذاکرا للظہر جاز العصر اذ لا فائتۃ علیہ فی ظنہ حال اداء العصر وہو ظن معتبر لانہ مجتہد فیہ یا گمان کیا گمان معتبر یعنی ساقط ہوتا ہی لزوم ترتیب گمان معتبر سے بھی مثلا ایک
شخص نے ظہر کی نماز پڑھی یاد کرکے کہ میں نے فجر نہین پڑھی تو اسکی نماز ظہر فاسد ہوگئی پھر جب اسنے فجر کو قضا پڑھ لیا اور اسکے بعد عصر کو پڑھا حالانکہ ظہر اسکو یاد ہی تو اسکی نماز عصر کی درست
ہوگی اسلیے کہ اسکے گمان مین عصر کے ادا کرنے کے وقت اسپر کوئی نماز قضا نہین اور وہ گمان معتبر ہی اسلیے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہی ہم یعنی اگرچہ اپنے گمان مین ترتیب کو واجب نہین جانتا
اور یہ سمجھ نماز ظہر کو پڑھنے سے جانا کہ ترتیب واجب ہی تو عصر کے فاسد ہونے کا حکم نہ دیا جاییگا کیونکہ آخر امام شافعی ترتیب کو مستحب کہتے ہین تو اسکا گمان غیر معتبر نہ ٹھہرا اسلیے ترتیب
ساقط ہوگی اور اس مسئلہ کا پورا بیان شامی مین ہی وفی المجتبی من جہل فرضیۃ الترتیب یلحق بالناسی واختارہ جماعۃ من ائمۃ بخاری وعلیہ یتخرج ما فی القنیۃ صبی بلغ وقت الفجر
وصلی الظہر مع تذکرہ جاز ولا یلزم الترتیب بہذا العذر اور مجتبی مین ہی کہ جو شخص جاہل ہو فرض ہونے ترتیب سے وہ لاحق کیا جاییگا بھولنے والے سے یعنی عذر جہالت سے بھی
ترتیب ساقط کردیجاتی ہی اور اختیار کیا ہی اسکو ایک جماعت نے بخارا کے اماموں سے اور اسی قول پر متفرع ہی وہ مسئلہ جو قنیہ مین ہی کہ ایک لڑکا فجر کے وقت بالغ ہوا اور اسنے
ظہر کی نماز پڑھی باوجود فجر کے یاد ہونے کے تو ظہر کی نماز درست ہوگی اور اس عذر سے اسپر ترتیب لازم نہوگی یعنی ترتیب کے فرض ہونے کا علم غالبا اس عمر مین نہین ہوتا تو جہالت کے
عذر سے اسپر ترتیب ساقط ہوگی کذا فی النہر ہم ظن معتبر اور جہالت کو جداگانہ سبب ترتیب کے ساقط ہونیکا تصور کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ جب جہالت بھول مین داخل ہی او ظن معتبر بھی جہالت

کی قسم ہو تو یہ بھی نسیان میں داخل ہو اپنا نچہ صاحب بحر الرائق نے انکو نسیان سے ملحق کیا ہو پس سبب سقوط ترتیب کے وہی تین ہین جو متن والون نے لکھے ہین یعنی وقت کا تنگ
ہونا اور بھولنا اور فوائت کا چھ یا زیادہ ہونا کذا فی الشامی ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطہ بکثرتہا ای الفوائت بعود الفوائت الی القلۃ بسبب القضاء لبعضہا علی المعتمد
لان الساقط لا یعود اور عود نہین کریگا لزوم ترتیب کا بعد ساقط ہوجانے کے فوائت کی کثرت کی وجہ سے بسبب ہوجانے فوائت کے قلیل یہ بھی بباعث قضا پڑھنے
بعض فوائت کے مذہب معتمد پر وجہ عود نکرنے کی یہ ہے کہ ساقط چیز دوبارہ نہین آتی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلا ایک شخص کے ذمہ سال بھر کی نمازین قضا ہین تو ظاہر ہے کہ لزوم
ترتیب ان فوائت کی وجہ سے ساقط ہوگیا اب اس شخص نے ان نمازون کو قضا پڑھتے پڑھتے چھ نمازون سے کم کردیا یہانتک کہ مثلا ایک ہی فائتہ اسکے ذمہ رہگیا
تب بھی لزوم ترتیب عود نکریگا یعنی اس نماز باقی کو یاد کرکے اگر کوئی نماز پڑھیگا تو نماز وقتی جائز ہوگی اور معتمد کی قید اسلیے لگائی کہ غیر معتمد قول یہ ہے کہ جب فوائت چھ سے کم
ہوجائین تو ترتیب عود کر آتی ہے اور اسی قول کو ہدایہ مین پسند کیا ہے اور کافی مین اسکو رد کیا ہے اور محیط اور معراج اور کافی مین فتوی اول قول پر ہے اور بعض کے قضا
پڑھنے کی قید اسلیے کی کہ اگر کل کی قضا کر لیگا اور ایک نماز ہی اسکے ذمہ رہیگی تو سب کے نزدیک صاحب ترتیب ہوجاویگا چنانچہ قہستانی نے اسکو نقل کیا ہے کذا
فی الشامی وکذا لا یعود الترتیب بعد سقوطہ بعض المسقطات السابقۃ من النسیان والضیق حتی لو خرج الوقت فی خلال الوقتیۃ لا تفسد ہو الاصح مجتبی اور
اسیطرح عود نہین کرتی ترتیب بعد اسکے ساقط ہونے کے کسی گذشتہ ساقط کرنیوالی چیزون کی وجہ سے یعنی بھولنا اور تنگی وقت کے سبب اگر ترتیب ساقط ہوجاویگی
تب بھی عود نکریگی یہانتک کہ اگر وقت جاتا رہیگا درمیان وقتی کے تو نماز وقتی فاسد نہوگی اور نماز ادا پڑھنے والا ہوگا یہی صحیح ہے کذا فی المجتبی ہم یعنی تنگی وقت کے
باعث ترتیب ساقط ہوکر اگر وقت جاتا رہا تو ترتیب عود نکریگی یہانتک کہ اگر وقتی کے پڑھنے کے درمیان وقت جاتا رہیگا تو فاسد نہوگی کیونکہ ترتیب ساقط
ہوگئی اور یہ نماز وقتی ادا ہوگی نہ قضا اسیطرح نسیان سے ساقط ہوکر پھر عود نکریگی اور بعض فقہا کے نزدیک جتنی نماز وقت مین ہوگی اسقدر ادا ہوگی اور جتنی وقت
خارج ہوگی وہ قضا ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ سب قضا ہوگی مگر صحیح یہ ہے کہ ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا لکن فی النہر والسراج عن الدرایۃ لو سقطت للنسیان
والضیق ثم تذکر واتسع الوقت یعود اتفاقا ونحوہ فی الاشباہ وفی بیان الساقط لا یعود فلیحرر لیکن نہر الفائق اور سراج مین درایہ سے ہے کہ اگر ترتیب نسیان اور
وقت کی تنگی سے ساقط ہوگئی پھر اسکو نماز فائتہ یاد ہوئی اور وقت مین گنجایش ہوئی تو ترتیب عود کریگی بالاتفاق اور مثل اسکے ہے اشباہ مین اس قاعدہ کے
بیان مین کہ ساقط چیز عود نہین کرتی تو اسکی تنقیح کرنی چاہیے ہم تنقیح یہ ہے کہ وقت کی تنگی مین خلاف لفظی ہے کیونکہ مجتبی مین عدم عود کی تصریح اس صورت مین ہے
کہ وقت نکل گیا ہو اور درایہ مین عود کی تصریح اس صورت مین ہے کہ وقت مین گنجایش ہو دونون کو جمع کرینگے تو دونون قولون مین کچھ منافات نہین اور اسیطرح بھولنے کے
بعد یاد کرنے کی صورت مجتبی مین اسپر محمول ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد فائتہ یاد ہوئی ہو اور درایہ مین اسپر محمول ہے کہ نماز وقتی کے فارغ ہونے سے پیشتر یاد ہوئی ہو کذا فی الحلبی
وفساد اصل الصلوۃ بترک الترتیب موقوف عند ابی حنیفۃ سواء ظن وجوب الترتیب اولا فان کثرت وصارت الفوائت مع الفائتۃ ستا ظہر صحتہا بخروج وقت الخامسۃ التی
ہی سادسۃ الفوائت لان دخول وقت السادسۃ غیر شرط لانہ لو ترک فجر یوم وادی باقی صلواتہ انقلب صحیحۃ بعد طلوع الشمس اور فاسد ہونا وصف نماز
کا بسبب چھوڑنے ترتیب کے ملتوی ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک برابر ہے کہ نمازی نے واجب ہونے ترتیب کا ظن کیا ہو یا نہین پس اگر بہت ہوجائین اور
نمازین جنکا فساد موقوف ہے فائتہ کے ساتھ ملکر چھ ہوجائین تو ظاہر ہوگی صحت ان پانچون کی پانچوین نماز کے نکلنے کے وقت پر جو شمار مین چھٹی ہے نمازون سے
کہ داخل ہونا چھٹی نماز کے وقت کا شرط نہین کیونکہ اگر ایک شخص نے کسی روز کی فجر نہ پڑھی اور باقی نمازین اس دن کی ادا کین فجر کو یاد کرکے تو یہ نمازین دوسرے دن
آفتاب کے طلوع ہونے پر صحیح ہوجائینگی ہم یعنی اگر دخول وقت چھٹی نماز کا شرط ہوتا تو دوسرے دن کے زوال پر صحیح ہوتین شامی نے کہا کہ شارح نے بہ تبعیت نہر الفائق
فساد اصل کہا حالانکہ امام کے نزدیک اصل نماز فاسد نہین ہوتی بلکہ وصف فاسد ہوجاتا ہے یعنی نماز فرض نہین رہتی نفل ہوجاتی ہے تو بہتر تھا کہ شارح اصل کی جگہ وصف
کہتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ وصف کا کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک فساد موقوف نہین رہتا بلکہ امام محمد کے نزدیک اصل و وصف دونون قطعا فاسد ہوجاتے ہین

اور امام ابو یوسف کے نزدیک فقط دوسری نماز فاسد ہو جاتی ہو اور منتقی میں کہا ولیست الفوائت کہا فاسد نہیں بلکہ یاد وسط الصلوۃ درست ہو اسلیے کہ پچھلی پانچوں فرضیت ہو چکی
کذا فی الطحطاوی والامام لم تصر ستا الا بالعمر صحیحا بل یصیر نفلا و فیہا یقال صلوۃ تصحح خمسا و اخری تفسد خمسا اور اگر فاسد نمازیں بہت ہوں یعنی چھ ہو جائیں تو ان نمازوں
پنجگانہ کی فرضیت ظاہر ہوگی بلکہ نفلیں ہو جائینگی یعنے اگر نماز متروک فجر کو دوسرے فجر کے وقت میں بعد نماز یا قبل نماز طلوع سے پیشتر پڑھیگا تو جو نمازیں موقوف الفساد
تھیں وہ فاسد ہو جائینگی یعنے نفلیں ہو جائینگی اور اگر نماز متروکہ کو طلوع شمس تک نہ پڑھیگا تو سب درست ہو جائینگی اور اسی چھٹی نماز میں یہ بھی معما کہا جاتا ہو کہ ایک نماز
پانچ نمازوں کو درست کر دیتی ہو اور دوسری نماز پانچ فرض کو فاسد کرتی ہو دوم جواب اس معما کا یہ ہو کہ وہی نماز قضا ہو کہ اگر اسکو پانچویں نماز پڑھنے کے بعد انکے وقت نکلنے
پیشتر قضا کریگا تو پانچوں نمازیں فاسد ہو جائینگی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھیگا تو پانچوں نمازیں صحیح ہو جائینگی اور دوسری نماز اسلیے کہا کہ وقت نکلنے کے بعد
پڑھی گئی ورنہ حقیقت میں ایک ہی ہو اور چونکہ صحت کا مدار وقت کے نکلنے پر ہی تو نماز کو صحیح کہنے میں شارح سے مسامحت ہوئی کذا فی الشامی ولو مات وعلیہ صلوات
فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ اور اگر ایک شخص مرا اور اسکے ذمہ نمازیں فوت شدہ ہیں اور وصیت کی کفارہ دینے کی
دیا جاوے ہر نماز کے لیے آدھا صاع گیہوں مانند صدقہ فطر کے یعنے آدھا صاع گیہوں یا آٹا یا ستو یا ایک صاع جو خواہ چھوارا یا انکی قیمت دیوے اور وصیت کرنی اس
شخص کو لازم ہوگی اگر وہ قادر تھا فوائت کے ادا پر اور ادا نکی اور صاع کا بیان فطرہ کے ذکر میں کہا جائیگا انشاء اللہ تعالی وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث
مالہ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا ویدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم اور ایسا ہی حکم ہو وتر اور روزہ کا یعنی انمین بھی ہر ایک کے عوض مثل فطرہ
کے مانند دینا چاہیے اور یہ کفارہ میت کے مال کی تہائی سے دیا جاوے اور اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا ہو یا اتنا تھوڑا کہ سب نمازوں کے کفارہ کو کافی نہ ہو تو میت کا وارث یہ کام
کرے کہ نصف صاع گیہوں مثلا قرض لے اور اسکو فقیر کے حوالہ کرے پھر فقیر وہ گیہوں وارث کو ہبہ کر دے اور وارث پھر فقیر کو دیدے اسیطرح اتنی بار دادو ستد ہو کہ کفارہ تمام ہو جاوے
یہ حیلہ اس امر کا ہو جو اس زمانہ میں اسقاط کے نام سے مشہور ہو رہا ہی اور اہل زمانہ اس باب میں بالکل بیہودہ حیلہ استعمال کرتے ہیں کہ عمر بھر کے نماز و روزہ کا حساب کر کے کفارہ کا مقدار
دام ٹھہرا لیا یا اناج معلوم کر لیا پھر فقیر کو وہ نقدی یا غلہ زبانی دیکر اپنے ذمہ قرض لیا بعد اسکے اس قرض کی عوض ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہیں اور یہ اسقاط وارث کے
ذمہ واجب نہیں تبرع ہی مگر اسطرح کا تبرع خالی تکلف سے نہیں ولو قضاہا ورثتہ بامرہ لم یجز لانہا عبادۃ بدنیۃ بخلاف الحج لانہ یقبل النیابۃ اور اگر نمازوں
فوت شدہ کو میت کے وارثوں نے اسکے حکم سے قضا پڑھا تو اسکی طرف سے درست نہوگی اسلیے کہ نماز عبادت بدنی ہی ہر مکلف کو حکم ہو کہ اپنے بدن سے اسکو بجا لاوے
دوسرے کا ادا کرنے سے ادا نہوگی بخلاف حج کے اسلیے کہ وہ نیابت کو قبول کرتا ہی یعنی وارث کے حج کرنے سے فرض میت کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہی اگرچہ میت نے اسکی وصیت
نکی ہو کیونکہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اسکے مردہ باپ کی طرف سے حج کرنے کی اجازت فرمائی تھی کذا فی الطحطاوی ولو ادی للفقیر اقل من
نصف صاع لم یجز ولو اعطاہ الکل جاز اور اگر دیا وارث نے فقیر کو کمتر صاع سے تو جائز نہوگا اور اگر سب غلہ اسکو دے دیا تو درست ہو ہم یعنے صدقہ فطر سے اس کفارہ
میں اتنا فرق ہو کہ نصف صاع سے کم ایک فقیر کو فطرہ درست ہی اور کفارہ نماز روزہ کا درست نہیں اور کفارہ یمین اور ظہار اور افطار میں عدد شرط ہو ایک کو سب دینا
درست نہیں کذا فی الشامی ولو فدی عن صلوتہ فی مرضہ لا یصح بخلاف الصوم اور اگر فدیہ دیا میت نے اپنی نماز سے اپنے مرض موت میں تو صحیح نہوگا یعنی اسپر واجب ہو کہ
وصیت کر جاوے بخلاف روزہ کے کہ اگر مرض موت میں روزہ کا فدیہ دیوے تو درست ہو لیکن اسکی صحت بعد موت کے ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ویجوز تاخیر
الفوائت وان وجبت علی الفور لعذر السعی علی العیال فی الحوائج علی الاصح اور جائز ہو تاخیر کرنا فوت شدہ نمازوں کا اگرچہ واجب اسیوقت ہوتی ہیں بسبب عذر
کمائی کے عیال کے لیے اور سعی کرنے کے اپنی حاجتوں میں صحیح تر قول کے بموجب یعنی بہت سی فائتہ جنسے ترتیب ساقط ہو جاتی ہو انکو اگر زن و فرزند کے لیے کمائی
کی وجہ سے یا اور کسی حاجت کے باعث تاخیر کرے تو جائز ہی تو جب اپنے کام سے جسقدر فرصت ملے اسیقدر قضا پڑھے انکو چھوڑنا نچاہیے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ تلاوۃ
والنذر المطلق وقضاء رمضان موسع وضیق الکمال کذا فی المجتبی اور سجدہ تلاوت یعنی نماز سے خارج تلاوت کا اور نذر مطلق اور رمضان کی قضا وسعت دیگئی ہو یعنی ان

تیندوں کو سب چاہئے تھا اگر بے اور بنگ کیا جاوے انکے کذا فی المجتبی ہم یہ کہتے ہیں طحاوی کا قول ہے کہ واجب علی الفور ہیں اور مذہب میں مطلق ہی کی قید اسلئے لگائی کہ مذہب میں کا اُسکے وقت میں ادا کرنا
واجب ہے کذا فی الشامی ویعذر بالجہل حربی اسلم ثمہ ومکث مدۃ فلا قضاء علیہ لان الخطاب انما یلزم بالعلم او بدلیلہ ولم یوجدا اور معذور رکھا جائیگا جہالت
سے وہ حربی کہ مسلمان ہوا دار الحرب میں اور ٹھہرا رہا کچھ مدت تو اسپر قضا نہ ہوگی اسلیئے کہ خطاب شریعت کا صرف لازم ہوتا ہے علم سے یا دلیل علم سے اور وہ دونوں پائے
نہیں گئے ہم دلیل علم سے مراد دار الاسلام میں ہونا ہے کہ دار الاسلام میں اسلام کے فرض ہر کوئی جانتا ہے تو یہاں رہنے سے عذر جہالت مسموع نہ ہوگا اور جسقدر نمازیں
فوت ہوئی ہونگی انکو قضا پڑھیگا کذا فی الشامی کما لا یقضی مرتد ما فاتہ زمن ردتہ ولا ما قبلہا الا الحج لانہ بالردۃ یصیر کالکافر الاصلی جیسے وہ قضا پڑھے مرتد اُن نمازوں
کو کہ فوت ہوئی ہوں زمانہ مرتد ہونے میں اور نہ انکو کہ وہ ارتداد سے پیشتر فوت ہوئی ہوں مگر حج کے کہ اسکا اعادہ کرنا پڑیگا کیونکہ وہ مرتد ہونے سے مثل کافر اصلی کے
ہو جاتا ہے تو جیسے کافر بوقت الکفر کے وقت کی نمازوں کی قضا نہیں ہے بعد قبول اسلام بلکہ اوقات فرض ہیں اسی طرح مرتد کو قضا نہ کرنا چاہیئے ولہذا لازم ہے کہ اعادہ فرض
ادا کرے قال الشامی ای اسلم فی الوقت لانہ حبط بالردۃ قال اللہ تعالی ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ اور اسی لئے یعنی مرتد کے کافر اصلی کی مانند
ہونے سے لازم کیا جائیگا مرتد کو دوبارہ پڑھنا فرض کا جبکہ مرتد نے ادا کیا پھر اسکے پیچھے مرتد ہو گیا اور پھر ایک ہی وقت میں مسلمان ہوا اسی فرض کے وقت میں کیونکہ
فرض مذکور باطل ہو گیا مرتد ہونے کی جہت سے اللہ تعالی نے فرمایا ہے اور جو شخص منکر ہوا ایمان کا تو ٹھیک اکارت ہو گیا عمل اُس کا اور امام شافعی پر یہ دلیل قیمت
وہو کافر فقلنا افادت الآیتین وجزائین احباط العمل والخلود فی النار فالاحباط بالردۃ والخلود بالموت علیہا اور خلاف کیا ہے امام شافعی نے دلیل فیمت
وہو کافر سے ہم کہتے ہیں کہ آیت میں دو شرطیں اور دو جزا ہیں کا افادہ فرمایا ہے عمل کا باطل ہونا اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا دو جزائیں ہیں سو اول جزا ردت کی ہے
اور دوسری ردت پر مرنے کی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم امام شافعی نے فرمایا ہے کہ اس شخص پر اعادہ فرض لازم نہیں اسلئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ومن
یرتدد منکم عن دینہ فیمت وہو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والآخرۃ واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون تو اس آیت میں عمل کے باطل
ہونے کو معلق کیا ہے ردت پر مرنے سے پس جبکہ وہ شخص اسی وقت مسلمان ہو گیا اور ردت پر نہیں مرا تو اسکا فرض نہیں باطل ہوا ہم جواب دیتے ہیں کہ
اس آیت میں دو شرطیں اور دو جزائیں بطریق لف ونشر مرتب کے اول شرط مرتد ہونے کی ہے اسکی جزا عمل کا باطل ہونا ہے اور دوسری شرط کافر
ہو مرنے کی ہے جسکی جزا دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے کیونکہ پہلی آیت ومن یکفر بالایمان میں عمل کے باطل ہونے کو صرف کفر پر مشروط کیا ہے تو یہاں بھی یہی جاننا چاہیئے
کذا فی الشامی مختصرا فرع مسائل ملحقہ شارح کے صبی احتلم بعد صلوۃ العشاء واستیقظ بعد الفجر لزمہ قضاؤہا ایک لڑکے کو احتلام ہوا بعد اُسکے عشا کی نماز
پڑھ لینے کے اور وہ جاگا فجر کے بعد تو اسکو لازم ہے عشا کا قضا پڑھنا کیونکہ جو اُسنے پڑھی تھی وہ نفل ہوئی تھی اور بالغ ہونا اُسکا بعد از آنکہ عشا کا وقت کے ہوتے اور
سونا مانع خطاب شرعی کا نہیں کذا فی الشامی صلی فی مرضہ بالتیمم والایماء فائتۃ صح ولا یعید لو صح پھر بھی نماز ادا ہے اپنے مرض میں تیمم اور اشارے سے وہ
نمازیں کہ اسکو فوت ہوئی تھیں اسکی صحت میں تو درست ہوئیگی اور انکو دوبارہ نہ پڑھے جب تندرست ہو جاوے کثرت الفوائت نوی اول ظہر علیہ او آخرہ وکذا
الصوم لو من رمضانین ہو الاصح بہت ہو گئیں فوائت نیت کرے اول ظہر کی اپنے ذمہ یا آخر ظہر کی اور اسی طرح کا حال ہے اگر دو رمضانوں سے ہوں یہی صحیح تر ہے
مثال بہت سے فوائت کی یہ ہے کہ مثلاً ہفتہ بھر کی نمازیں قضا پڑھنی ہیں تو تعیین قضا میں ضروری ہے کہ مثلاً کون سے دن کی ظہر پڑھتا ہے اسلئے شارح نے کہا کہ
نیت سب سے اول ظہر کی کرے تو سب سے پہلے دن کی نماز ذمہ سے ساقط ہوگی بعد اسکے دوسرے روز کی ظہر اول ہو جائیگی اسی طرح سب ادا ہو جاینگی اور آخر
ظہر کی نیت سے بھی یہی فائدہ ہے اور دو رمضانوں کے روزے میں بھی اول رمضان یا آخر رمضان کی نیت سے تعیین ہو جائیگی اور اگر ایک رمضان کے کئی
روزہ ہوں تو تعیین کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الشامی وینبغی ان لا یطلع غیرہ علی قضائہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرہا واللہ اعلم اور چاہیئے کہ اپنی قضا پڑھنے پر
دوسرے شخص کو اطلاع نہ کرے یعنی قضا نماز چھپا کر پڑھے کیونکہ نماز کو وقت سے ٹالنا گناہ ہے تو اسکو ظاہر نہ کرے واللہ اعلم ہم شامی نے کہا کہ ظاہر اقضاء نماز کا

اعلان کرکے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

باب سجود السہو

یہ باب ہے سہو کے سجدون کے بیان مین من اضافۃ الحکم الی سببہ سجود سہو کی اضافت از قبیل اضافت حکم کے ہے طرف اُسکے سبب کے ہم اسپر یہ اشکال ہے کہ بھول تو وجوب ہے نہ سجدہ کرنا تو اُسکا جواب یہ ہے کہ یہ اضافت بتقدیر مضاف ہے یعنی اصل مین وجوب سجود السہو ہے کذا فی الشامی واولاہ بالفوائت لانہ لاصلاح الفائت اور سہو کو فوائت کے متصل اسلیے بیان کیا کہ سجدۂ سہو واسطے درستی اُس امر کے ہے جو نماز مین فوت ہو گیا جیسے قضا پڑھنا نماز کا اُس نماز کی اصلاح ہے جسکا وقت جاتا رہا والنسیان والشک واحد عند الفقہاء والظن الطرف الراجح والوہم الطرف المرجوح اور سہو اور نسیان اور شک ایک چیز ہین فقہا کے نزدیک اور ظن طرف غالب ہے اور وہم طرف مغلوب کا نام ہے یعنی حکم کے اعتبار سے تینون مین فرق نہین بحر الرائق مین کہا کہ لغت کی راہ سے نسیان اور سہو مین کچھ فرق نہین دونون کے معنی یہ ہین کہ نہ یاد آنا چیز کا حاجت کے وقت اور شک کے معنی یہ ہین کہ کسی چیز کے ہونے یا نہونے مین تردد کرنا بدون ترجیح کسی جانب کے اور اگر کسی جانب کو ان دونون مین ترجیح ہو تو اُسکو ظن کہینگے اور دوسرے کو وہم اور جمع الجوامع مین ہے کہ سہو اُسکو کہتے ہین کہ معلوم چیز سے غفلت ہو جاوے یعنی ادنی تنبیہ سے اُسپر آگاہ ہو جاوے اور نسیان معلوم بات کے بالکل بھول جانے کو کہتے ہین کذا فی الشامی یجب لہ بعد سلام واحد عن یمینہ فقط لانہ المعہود وبہ یحصل التحلیل وہو الاصح بحر عن المجتبی واجب ہین نمازی پر دو سجدے واسطے سہو کے فقط ایک سلام کے بعد اپنے داہنی طرف سے اسلیے کہ داہنی طرف کو سلام پھیرنا سہو کے لیے پہلے سے چلا آتا ہے اور نماز کا حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہے اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البحر عن المجتبی ہم یجب کا فاعل قول ماتن کا سجدتان مع اپنے معطوف کے ہے اور ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنا قول اکثر فقہا کا ہے اور شمس الائمہ اور صدر الاسلام نے کہا ہے کہ دونون سلامون کے بعد سجدۂ سہو کرے اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہے اور فخر الاسلام نے ایک سلام کو اختیار کیا ہے مگر سامنے کی طرف نہ داہنے کو اسلیے شارح نے ایک سلام داہنے کو پھیرنا اصح کہا کذا فی الشامی مختصر الطحاوی نے کہا کہ لفظ فقط تاکید ہے وجوب کی اور وجہ وجوب سجدۂ سہو حدیث ثوبان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سہو کرے نماز مین اُسکو چاہیے کہ دو سجدے کرے وعلیہ لو اتی بتسلیمتین سقط عنہ السجود اور ایک سلام کے بعد سجدۂ سہو کرنے پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر دونون سلام پھیر دیگا تو اُسپر سے سجدۂ سہو ساقط ہو جائیگا ہم یعنی سلام اول دو چیزون کے لیے ہے اول حلال ہونا نماز سے دوم تحیت واسطے قوم کے اور دوسرا سلام صرف تحیت کے لیے ہے تو مشابہ کلام کے ہوا اسی وجہ سے اگر دوسرا سلام بھی پھیر دے تو سجدۂ سہو نہ کرے کذا فی الشامی یعنی اس صورت مین تدارک سجدۂ سہو سے نہین ہو سکتا نماز کے اعادہ سے ہوگا ولو سجد قبل السلام جاز وکرہ تنزیہا وعند مالک قبلہ فی النقصان وبعدہ فی الزیادۃ فیعتبر القاف بالقاف والدال بالدال اور اگر سجدۂ سہو کیا سلام سے پہلے تو جائز ہے اور مکروہ تنزیہی ہے اور امام مالک کے نزدیک پہلے سلام سے ہے نقصان کی صورت مین اور بعد سلام کے ہے زیادت کی صورت مین تو معتبر ہے اُنکے نزدیک قاف قبلیت کا نقصان کے قاف کے ساتھ اور دال بعد کی زیادتی کی دال کے ساتھ یعنی اگر نماز مین کچھ کمی ہو تو سلام سے پیشتر سجدہ چاہیے اور اگر زیادتی ہو تو بعد سلام کے کہتے ہین کہ ہارون رشید کی مجلس مین امام ابو یوسف رح نے امام مالک سے کہا کہ اگر نماز مین واجب کی کمی اور زیادتی دونون ہوئی ہون تو سجدہ سلام کے بعد کرے یا پہلے امام مالک اسکے جواب مین حیران ہو گئے کذا فی الطحطاوی سجدتان ویجب ایضا تشہد وسلام لان سجود السہو یرفع التشہد دون القعدۃ لقوتہا بخلاف الصلبیۃ فانہا ترفعہما وکذا التلاوتیۃ علی المختار واجب ہین دو سجدے اور نیز واجب ہے التحیات پڑھنا اور سلام پھیرنا اسلیے کہ سجدۂ سہو دور کرتا ہے التحیات کے پڑھنے اور سلام کو نہ قعدہ کو بسبب قوی ہونے قعدہ کے یعنی قعدہ اخیرہ فرض ہے اور سجدۂ سہو واجب تو واجب فرض کو نہین اٹھا سکتا بخلاف سجدۂ نماز کے کہ وہ التحیات اور قعدہ دونون بیکار کر دیتا ہے اور اسیطرح سجدۂ تلاوت ہے قول مختار پر ہم اور ایک قول یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت مثل سجدۂ سہو ہے کیونکہ دونون واجب ہین اور وجہ قول مختار کی یہ ہے کہ ہر چند سجدۂ تلاوت واجب ہے مگر چونکہ قرأت کا تابع ہے اور قرأت رکن ہے اسلیے اسکو بھی اُسیکا حکم ہو گیا کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اسکے یہ معنی کہ بعد سجدہ کرنے کے حکم قرأت کا حاصل کرتا ہے اور قبل سجدہ کرنے کے واجب ہی رہتا ہے ویاتی بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدعاء فی القعود الاخیر فی المختار وقیل فیہما احتیاطا اور پڑھے درود نبی صلی اللہ علیہ

وسلم پڑھے اور دعا قعدہ اخیر یعنی سجدہ سہو کے بعد کے قعدہ میں قول مختار میں اور قول غیر مختار یہ ہے کہ دونوں قعدوں میں پڑھے احتیاط کی روسے اذا کان الوقت صالحا
فلو طلعت الشمس فی الفجر او احمرت فی القضاء او وجد منہ ما یقطع البناء بعد السلام سقط عنہ یعنی سجدۂ سہو کرے جبکہ وقت نماز کی صلاحیت رکھتا ہو تو اگر آفتاب نکل آوے نماز فجر
میں بعد سلام کے یا آفتاب سرخ ہو جاوے بعد سلام کے نماز قضا میں یا پائی جاوے نمازی سے وہ حرکت جو قطع کر دے بنا نماز کو یعنی کوئی عمل منافی نماز کا بعد سلام کے نمازی سے
واقع ہو تو سجدہ سہو اس سے ساقط ہو جاویگا کذا فی النہر اور آفتاب کی سرخی میں قضا نماز کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اسی روز کے عصر میں یہ کیفیت واقع ہو تو سجدہ سہو ساقط نہ ہوگا
کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ لو بنی النفل علی فرض سہا فیہ لم یسجد اور قنیہ میں ہے کہ اگر بنا کیا نفل کو اس فرض پر جس میں سہو کیا تو سجدۂ سہو نکرے یعنی فرض کے بعد سجدۂ سہو نکرے بلکہ
نفل کے آخر میں کرے کذا فی الطحطاوی بترک متعلق بیجب واجب مما مر فی صفۃ الصلاۃ سہوا فلا سجود فی العمد واجب ہے دو سجدے بسبب بھول کر چھوڑنے کسی واجب کے ان
واجبوں میں سے کہ صفت صلوٰۃ میں گذرے یعنی سجدہ سہو نہیں ہے عمداً واجب کو چھوڑنے میں بلکہ اعادہ نماز کا لازم ہے شارح نے کہا اگر ماتن کا قول بترک واجب متعلق ہے یجب
قیل الا فی اربع ترک القعدۃ الاولی وصلاتہ فیہا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفکرہ عمدا حتی شغلہ عن رکن وتاخیر سجدۃ الرکعۃ الاولی الی آخر الصلاۃ نہر یعنی کہا گیا ہے کہ ترک واجب میں
سجدہ نہیں ہے مگر چار صورتوں میں کہ قول ضعیف ہے اول عمداً چھوڑنا قعدہ اولی کا دوم عمداً درود پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اولی میں سوم عمداً اتنا فکر کرنا نماز میں کہ ایک رکن
سے مشغول کر دے چہارم سجدہ رکعت اولی کو آخر نماز تک تاخیر کرنا کذا فی النہر علامہ شامی نے کہا کہ [illegible] روایت میں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ تاخیر سجدہ
رکعت اولی او آخر نماز تک کی قید لگائی اگر دوسری رکعت کا سجدہ ہو یا پہلی کے سجدہ کو دوسری یا تیسری تک تاخیر کرے تب بھی یہی حکم ہے کذا فی الشامی والطحطاوی [illegible]
تکرار [illegible] اگرچہ ترک واجب کا ہو تب بھی سجدہ سہو دو ہی واجب ہونگے اسلیے کہ تکرار سجدہ سہو کا مشروع نہیں ہے بحر الرائق میں کہا کہ اگر نماز کے سب واجب سہواً
چھوٹ جائیں تب بھی اسکو دو ہی سجدے لازم ہونگے کذا فی الشامی کرکوع متعلق بترک واجب قبل قرأۃ الواجب لوجوب تقدیمہا علیہ یعنی رکوع کرنا قرأت واجب سے
پہلے شارح نے کہا یہ مثال ہے ترک واجب کی اسلیے کہ مقدم کرنا قرأت کا واجب ہے ثم انما یتحقق الترک بالسجود فلو تذکر ولو بعد الرفع من الرکوع عاد ثم اعاد الرکوع الا اذا فی تذکر
الفاتحۃ بعد السورۃ ایضا پھر نہیں ثابت ہوتا چھوڑنا قرأت کا مگر سجدہ کرنے کے بعد پس اگر یاد کرے قرأت کو اگرچہ بعد سر اٹھانے کے ہو رکوع سے یعنی قومہ میں تو قرأت
کیطرف عود کرے یعنی قرأت پڑھے اور رکوع کو دوبارہ کرے مگر الحمد کے یاد کرنے کی صورت میں سورہ کا اعادہ بھی کرے یعنی اگر رکوع میں یا قومہ میں یاد آوے کہ سورہ کے پہلے
الحمد نہیں پڑھی تو الحمد پڑھے اور اسکے ساتھ سورہ دوبارہ ملاوے تاکہ الحمد اور سورہ ترتیب وار ہو جائیں اور حاصل یہ ہے کہ قرأت کیطرف عود کرے یا نکرے ہر صورت میں سجدۂ
سہو کرے کذا فی الطحطاوی وتاخیر قیام الی الثالثۃ بزیادۃ علی التشہد بقدر رکن وقیل بحرف وفی الزیلعی الاصح وجوبہ باللہم صل علی محمد اور جیسے دیر کرنا اٹھنے میں تیسری
رکعت کے لیے مقدار ایک رکن کی بسبب بڑھا دینے کے التحیات پر اور قول ضعیف یہ ہے کہ بڑھانا ایک حرف کا موجب سجدۂ سہو ہے اور زیلعی میں ہے کہ صحیح تر واجب ہونا سجدہ کا
اللہم صل علی محمد سے ہے اس مسئلہ کا بیان پہلے ہو چکا ہے کہ جبتک وعلی آل محمد نہ کہیگا سجدہ واجب نہ ہوگا شامی نے کہا کہ سجدہ کے واجب ہونے کے لیے خصوصیت درود شریف کی
نہیں اگر التحیات کے بعد قعدہ اولی میں مقدار ایک رکن کی ساکت رہیگا یا قرآن پڑھیگا تب بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا اور مناقب میں ہے کہ امام اعظم رحمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تمنے سجدۂ سہو مجھپر درود پڑھنے والے پر کیسے واجب کیا آپنے عرض کیا کہ اس جہت سے کہ اسنے بھولے سے آپ پر درود پڑھا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس جواب کو پسند فرمایا والجہر فیما یخافت فیہ للامام وعکسہ لکل مصل فی الاصح اور جیسے پکار کر پڑھنا ان نمازوں میں جن میں آہستہ پڑھا جاتا ہے امام کے لیے موجب سجدۂ سہو ہے
اور اسکے عکس میں یعنی آہستہ پڑھنے میں ان نمازوں کے اندر جنمیں پکار کر پڑھا جاتا ہے سجدۂ سہو ہے ہر نمازی کے لیے صحیح تر قول میں ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے [illegible]
یہ ہے کہ قرأت خفیہ کے مقام میں جہر کرنے سے ہر نمازی پر سجدہ ہے اور اسکے عکس میں امام پر کیونکہ جہری نماز میں منفرد پر جہر واجب نہیں تاکہ اسکے ترک سے اسپر سجدہ آوے والاصح
تقدیرہ بقدر ما تجوز بہ الصلاۃ فی الفصلین وقیل قائلہ قاضیخان یجب السہو بہما ای بالجہر والمخافتۃ مطلقا ای قل او کثر وہو ظاہر الروایۃ وعمدۃ الحاوی [illegible]
کرنا جہر و اخفا کا ہے اسقدر کہ جائز ہو اس سے نماز دونوں مسئلوں جہر اور اخفا میں کیونکہ کمتر جہر و اخفا سے تو بچنا ممکن نہیں اور دوسرا ایک قول یہ ہے جسکا قائل قاضیخان ہے کہ واجب ہے

سجدہ سہو جہر اور اخفا دونون سے مطلق یعنی خواہ کم ہو یا زیادہ اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے حلوانی نے ۔ قہستانی میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے پہلے دو رکعتوں میں فاتحہ اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد پڑھتے تھے اور کبھی ہمکو آیت سنا دیتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اخفا کی جگہ میں کسی قدر کلمات کا جہر کرنا درست ہے اور موجب سہو نہیں اسلیے شارح نے قول اول کو صحیح کہا کذا فی الشامی ۔ تجب وقوعہ علی منفرد ومقتد بسہوہ لا بسہو امامہ ان سجد امامہ لوجوب المتابعۃ لا بسہوہ اصلا ۔ سجدہ سہو کرنا جیسے واجب ہے منفرد پر اور مقتدی پر واجب ہے انکا امام کے سہو سے بشرطیکہ امام سجدہ کرے کیونکہ اسپر واجب ہے متابعت امام کی تو اگر امام پر سجدہ سہو کسی سبب سے ساقط ہو جائے تو اس صورت میں مقتدی پر سجدہ نہوگا کذا فی الطحطاوی ۔ نہیں واجب ہے سجدہ مقتدی پر خود انکے سہو سے کیونکہ اگر وہ قبل امام سے پہلے نہ سلام کے بعد کیونکہ سلام سے پہلے اگر سجدہ کریگا تو امام کی مخالفت لازم آویگی اور امام کے سلام کے بعد نماز سے خارج ہو جائیگا کذا فی البحر ۔ والمسبوق یسجد مع امامہ مطلقا سواء کان السہو قبل الاقتداء او بعدہ ثم یقضی ما فاتہ ولو سہا فیہ سجد ثانیا ۔ اور مسبوق سجدہ کرے اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں یعنی خواہ امام کو سہو مسبوق کی اقتدا سے پہلے ہوا ہو یا بعد اقتدا کے پھر مسبوق سجدہ سہو کے بعد اپنی باقی نماز پڑھے اور اگر اس باقی میں سہو ہو جاوے تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ خود اسکی نماز حکم منفرد کی نماز کا رکھتی ہے تو گویا دو نمازیں ہوئی اور اگر امام کے ساتھ سجدہ نکیا اور اپنی نماز کے آخر میں کر لیا تو اسکی باقی نماز میں سہو ہوا ہو یا نہیں ادا کافی ہوگا کذا فی البحر ۔ وکذا اللاحق لکنہ یسجد فی آخر صلاتہ ولو سجد مع امامہ اعادہ ۔ اور اسیطرح لاحق پر سجدہ واجب ہے انکا امام کے سہو سے مگر وہ سجدہ کرے اپنی نماز کے آخر میں اور اگر سجدہ کیا لاحق نے اپنے امام کے ساتھ تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ اسنے التزام کیا تھا متابعت امام کا ساری نماز میں اور امام نے اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کیا ہے تو وہ بھی ایسا ہی کرے کذا فی الطحطاوی ۔ والمقیم خلف المسافر کالمسبوق وقیل کاللاحق ۔ اور مقیم پیچھے مسافر کے مثل مسبوق کے ہے یعنی انکے ساتھ سجدہ کرے اور ایک قول کرخی کا یہ ہے کہ مقیم مثل لاحق کے ہے اپنے آخر نماز میں سجدہ کرے ثمرہ صورت اسکی یہ ہے کہ مسافر امام ہو اور اسکو سہو ہو تو مقتدی مقیم بھی سجدہ میں اسکا ساتھ دے اور کرخی نے کہا کہ وہ سجدہ میں متابعت نکرے بلکہ دو رکعتیں باقی پڑھکر آخر میں سجدہ کرے ۔ سہا عن القعود الاول من الفرض ولو عملیا اما النفل فیعود ما لم یقید بالسجدۃ ثم تذکرہ عاد الیہ وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح ما لم یستقم قائما فی ظاہر المذہب وہو الاصح فتح ۔ بھول گیا نمازی قعدہ اولی فرض کا اور اٹھنے لگا پھر جیسے کو یاد کیا تو عود کرے بیٹھنے کیطرف یعنی وہ جبتک بیٹھ جائے اور التحیات پڑھے اور صحیح تر قول میں اسپر سہو نہیں جبتک کہ پورا کھڑا نہیں ہوا ظاہر مذہب میں اور یہی صحیح تر ہے کذا فی الفتح شارح نے کہا کہ فرض عام ہے خواہ اعتقادی ہو جیسے نماز پنجگانہ خواہ فرض عملی ہو جیسے وتر ہے اور اگر نفل ہو تو عود کرے قعدہ کیطرف جبتک کہ قیام کو سجدہ سے مقید نکیا ہو ۔ والا ای وان استقام قائما لا یعود لاشتغالہ بفرض القیام وسجد للسہو لترک الواجب فلو عاد الی القعود وہو بعد ذلک تفسد صلاتہ لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححہ الزیلعی ۔ اور اگر یہ صورت نہوئی یعنی پورا کھڑا ہو گیا ہو تو اب قعدہ کیلیے عود نکرے کیونکہ مشغول ہو جانا ہے قیام کے فرض میں اور سجدہ سہو کرے واسطے چھوڑنے واجب یعنی قعدہ اولی کے پس اگر عود کریگا قعدہ کے واسطے بعد کھڑا ہو جانے کے تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی بسبب چھوڑ دینے فرض کے اس چیز کیلیے جو فرض نہیں یعنی قیام کو قعدہ کی خاطر چھوڑنے کی وجہ سے فاسد ہو جائیگی اور تصحیح کی ہے اس قول کی زیلعی نے ۔ وقیل لا تفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وہو الاشبہ کما حققہ الکمال وہو الحق بحر ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ کھڑا ہو کر بیٹھ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر نمازی برا کرنیوالا ہوتا ہے یعنی گنہگار ہوتا ہے کذا فی الفتح اور سجدہ کرے تاخیر واجب کے لیے یعنی قعدہ واجب میں بیٹھنے کی تاخیر کرنے سے اور یہ قول مشابہ بحق زیادہ ہے چنانچہ تحقیق کیا ہے اسکو کمال الدین نے اور یہی حق ہے کذا فی البحر ۔ کمال الدین محقق نے کہا ہے کہ قعدہ کیطرف رجوع کرنے سے قیام کی زیادتی لازم آتی ہے جو نماز کی مخل نہیں کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک رکعت سے کم کی زیادتی مفسد نماز نہیں باقی رہا یہ کہ بیٹھ جانے سے فرض کو واجب کے لیے چھوڑنا لازم آتا ہے یہ بات بھی نہیں کیونکہ یہ ترک نہیں ہے بلکہ تاخیر ہے تو جیسے کسی کو رکوع میں یاد پڑے کہ سورت نہیں پڑھی اور وہ کھڑا ہو کر سورہ پڑھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ایسا ہی اس صورت میں بھی فاسد نہیں ہوگی کذا فی الشامی ملخصا بتصرف ۔ وہذا فی غیر المؤتم اما المؤتم فیعود حتما وان خاف فوت الرکعۃ لان القعود فرض علیہ بحکم المتابعۃ سراج ۔ اور یہ تفصیل کہ اگر سیدھا نہ کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جائے ورنہ عود نہ کرے غیر مقتدی کے لیے ہے یعنی امام و منفرد کیلیے اور مقتدی ضرور بیٹھ جاویگا اگرچہ خوف ہو نملنے تیسری رکعت کا امام کے ساتھ اسلیے کہ بیٹھنا اسپر فرض ہے بسبب متابعت کے کذا فی السراج ۔ صورت اسکی یہ ہے کہ امام بعد دو رکعتوں کے بیٹھ گیا اور ایک مقتدی بھولکر سیدھا کھڑا ہو گیا امام کے ساتھ قعدہ نکیا

سہو کا صحیح تر قول کے بموجب اسلیے کہ نقصان فساد کا یعنی ترک قعدہ سے جو فساد ہوا اور فرض باطل ہوگئے وہ سجدہ سے پورا نہیں ہوتا اسی طرح چوتھی رکعت کے بعد اگر
ظہر میں پانچویں ہوگی اور یہی حکم اگر کراہت و اتمام قصد سے ظہر میں ہیں یہ جواب ہے اس سوال کا کہ ظہر کے بعد نفل مکروہ ہیں تو شیخ نے کہا کہ اگرچہ ظہر اور عصر میں برابر ہیں
رکعت ملانے کے تحریمہ کے بلانا رکعت کا ظہر و عشا میں واجب ہونا چاہیے کیونکہ نفل کا شروع کرکے پورا کرنا واجب ہے تو پھر کیسے کہا کہ اگر چاہے تو ملالے شارح نے دونوں کا جواب دیا
کہ خاص یہی ناکراہت کا اور پورا کرنا اس نفل میں ہے جو قصداً شروع کی ہو اور یہاں نفل بلاقصد شروع ہوئی ہے اور عصر کے اعتراض کا جواب بحر الرائق میں یوں بھی دیا ہے کہ جب
نمازی کے فرض باطل ہوگئے تو نفل ہوجاویں کیونکہ جو قبل عصر ہوئی ہو مکروہ نہیں ہاں اگر عصر کے بعد کوئی قضا نماز پڑھتا ہو اور اسمیں یہ صورت پیش آوے تو ملانا
اور شارح نے مغرب کا ذکر نہ کیا تو حلیہ میں مذکور ہے کہ اسمیں پانچویں رکعت نہ ملاوے کیونکہ اول تو نفل مغرب سے پہلے مکروہ ہیں دوسرے طاق نفل ہیں جو مطلقاً مکروہ ہیں گو کہ
وان قعد في الرابعة مثلا قدر التشهد ثم قام عاد وسلم ولو سلم قائما صح ثم الاصح ان القوم ينتظرونه فان عاد تبعوه وان سجد للخامسة سلموا لانه تم فرضه اذ لم يبق عليه الا السلام
وضم اليها سادسة ولو في العصر وخامسة في المغرب ورابعة في الفجر به يفتى لتصير الركعتان له نفلا اور اگر نمازی بیٹھا چوتھی رکعت میں مثلاً یعنی آخر رکعت میں خواہ وہ
تیسری ہو یا دوسری مقدار التحیات کے پھر کھڑا ہوگیا تو بیٹھ جاوے اور سلام پھیرے کیونکہ بیٹھ کر سلام پھیرنا مسنون ہے اور اگر کھڑا ہوا سلام پھیر دیگا تب بھی صحیح ہوگی پھر صحیح تر قول
یہ ہے کہ مقتدی امام کا انتظار کریں پس اگر عود کرے وہ بیٹھنے کیطرف تو اسکی متابعت کریں اور اگر امام سجدہ کرے پانچویں کے لیے یعنی رکعت زائد کے لیے تو مقتدی سلام پھیر دیں
اسلیے کہ اسکا فرض تمام ہوگیا کیونکہ سلام کے سوا اور کچھ اسپر باقی نہیں اور ملاوے اس رکعت میں چھٹی اگرچہ نماز عصر میں ہو اور پانچویں مغرب میں اور چوتھی فجر میں اسیکا فتوی ہے
اور ایک رکعت اسلیے ملاوے تاکہ وہ دو رکعتیں اسکی نفل ہوجائیں اور ملانا یہاں موکد زیادہ ہے فلو قطع ولا بأس باتمامه في وقت كراهة على المعتمد اور ضمان نہیں اگر توڑ دے
یعنی اگر دوسری رکعت ایک رکعت زائد میں نہ ملاوے ایک ہی رکعت پر نماز قطع کردے تو اسپر قضا لازم نہ ہوگی کیونکہ اس نفل کو اسنے قصداً شروع نہیں کیا اور کچھ مضائقہ نہیں اسکے
پورا کرنے کا کراہت کے وقت قول معتمد پر یعنی رکعت زائد پر دوسری کا ملانا گو عصر و فجر کے بعد ہو مضائقہ نہیں کیونکہ یہ نفل قصداً شروع نہیں ہوئی علاوہ اسکے نہ ملانے سے
یا تو سجدہ سہو چھوٹ جائیگا جو واجب ہے یا اگر سجدہ سہو ایک ہی رکعت پر کریگا تو سنت طور پر ادا نہ ہوگا اسلیے اس صورت میں ملانے کی زیادہ تاکید ہے چنانچہ بیان ہوا وسجد للسہو
في الصورتين لنقصان فرضه بتأخير السلام في الاولى وتركه في الثانية اور سجدہ سہو کرے دونوں صورتوں میں یعنی رکعت زائد کا سجدہ نہ کیا ہو اور ویسے ہی بیٹھ گیا ہو یا سجدہ کرلیا
اور دوسری رکعت ملائی ہو سجدہ کرے بسبب نقصان ہونے اسکے فرض کے سلام کی تاخیر سے پہلی صورت میں اور ترک کرنے سلام کے دوسری صورت میں ہم یعنی دوسری صورت میں
ہرچند سلام نماز کے آخر میں پھیرا اگرچہ فرضوں کا سلام خاص نہیں پھیرا اسلیے اسکو سلام مخصوص فوت ہوگیا کذا فی الحلبی والركعتان لا ينوبان عن السنة الراتبة بعد الفرض
في الاصح لان المواظبة عليهما انما كانت بتحريمة مبتداة اور یہ دونوں رکعتیں زائد قائم مقام سنت موکدہ فرضوں کے بعد کے نہ ہونگی صحیح تر قول میں اسلیے کہ موکدہ سنتوں پر
جدا تحریمہ سے ثابت ہوئی ہے نہ بلاقصد کے تحریمہ سے اور نہ ضمن میں دوسری نماز کے ولو اقتدى به فيهما صلاهما ايضا اور اگر نمازی اقتدا کرے پیچھے امام کے ان دونوں رکعتوں زائد
میں تو اسکو بھی پڑھے یعنی اگر امام چوتھی رکعت پڑھ کر اٹھا اور دو رکعتیں اور پڑھیں تو ان دو میں اگر کوئی اسکا مقتدی ہوا تو وہ بھی چھ رکعتیں پڑھے وان افسد قضاهما به يفتى نقاية اور اگر
مقتدی ان دونوں رکعتوں کو فاسد کردے تو صرف ان دونوں کی قضا کرے اسی پر فتوی ہے کذا فی النقایہ ہم شامی نے کہا کہ پہلی ہی صورت میں ہے یعنی اگر امام قعدہ اخیرہ میں
بیٹھا ہو تو اس صورت میں فاسد کرنے سے چھ رکعتیں قضا کرے ولو ترك القعود الاول في النفل سهوا سجد ولم تفسد استحسانا لانه كما شرع ركعتين شرع اربعا ايضا وقدمنا انه
يعود ما لم يقيد الثالثة بسجدة وقيل لا اور اگر چھوڑا قعدہ اولی کو نفل میں سہو سے تو سجدہ کرے اور یہ نماز فاسد نہ ہوگی بوجہ استحسان اسلیے کہ اسنے جب دو رکعتیں شروع کی ہیں اسی
وقت چار کو بھی شروع کیا ہے اور ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ نمازی عود کرے قعود کی طرف جبتک کہ تیسری رکعت نفل کو سجدہ سے مقید نہ کیا ہو اور ایک قول یہ ہے کہ سیدھا کھڑا ہو جانے
کے بعد عود نہ کرے اسلیے کہ اب نفلیں مثل فرض کے ہوگئی ہیں ہم یعنی قیاس کی رو سے یہ نفلیں فاسد ہونی چاہئیں کیونکہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہے تو قعدہ اخیرہ جو فرض ہے اول دوگانہ
میں نہ پایا گیا مگر استحساناً فاسد نہیں ہوتیں واذا صلى ركعتين فرضا او نفلا وسها فيهما فسجد له بعد السلام ثم اراد ان يبني شفعا عليه لم يبن لان ذلك البناء اي يكره له

متصور ہوگا تو سجدہ اگر اس صورت میں کہ پاؤں سے زمین کو نہ تھی تو سجدہ ہی ہوگا اور اگر سر کو پست نہ کرتا ہو تو صحیح نہ ہوگا اسیواسطے شارح نے اشارہ کے ساتھ جیسا کہ فعل مجہول لکھ
ذکر کیا ہے اسکو یعنی شارح نے لکھا کہ مجہول ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ ماتن کا قول ولا یرفع ظاہر اسکا مقتضی ہے کہ صیغہ معروف ہو اور اشارہ ہی متصور ہوگا اسکے یہ معنی کہ
اگر کوئی رکوع سجدہ کر نہ سکے الا اسکا اشارہ کریگا تو جائز ہوگا اور سر کو پست کرنے کی یہ صورت کہ کوئی چیز اٹھا کر سجدہ کے لیے سر کو لگا دے بالکل جھکانا یا جھکا کر رکوع سے کم یا برابر تو
سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی وان تعذر القعود ولو حکما اوما مستلقیا علی ظہرہ ورجلاہ نحو القبلة غیر انه ینصب رکبتیه لکراهة مد الرجل الی القبلة ویرفع راسه یسیرا لیصیر
وجهه الیها او علی جنبه الایمن او الایسر ووجهه الیها والاول افضل علی المعتمد اور اگر دشوار ہو نمازی کو بیٹھنا اگرچہ حکمی تکیہ پر تو وہ چت لیٹا ہوا اشارہ کرے اور دونوں پاؤں
قبلہ کی جانب کرے لیکن گھٹنوں کو کھڑا کرے بسبب مکروہ ہونے پاؤں پھیلانے کے قبلہ کی طرف اور تھوڑا سا سر اونچا رکھے تاکہ منہ اسکا قبلہ کی طرف رہے یا لیٹے داہنی
یا بائیں کروٹ پر اور منہ کرے قبلہ کی طرف اور چت لیٹنا افضل ہے قول معتمد کے موجب حکمی بیٹھنے کی مثال یہ ہے کہ طبیب نے کہہ دیا ہو کہ ایک یا دو دن لیٹے ہوئے نماز پڑھنا
ترک کردیا اور لیٹ کر ادا کیا تاکہ اشارہ بیٹھنے والے کے ہو جاوے اور اشارہ رکوع اور سجدہ کا لیٹے ہوئے [illegible] بعض [illegible] اور قول
معتمد کا مقابل یہ ہے کہ کروٹ پر لیٹنا درست نہیں مگر اس صورت میں کہ چت لیٹنا ممکن نہ ہو کذا فی الطحطاوی وان تعذر الایماء براسه وکثرت الفوائت بان زادت علی یوم
ولیلة سقط القضاء عنه وان کان یفهم فی ظاهر الروایة وعلیه الفتوی کما فی الظهیریة لان مجرد العقل لا یکفی لتوجه الخطاب اور اگر اشارہ سر سے بھی دشوار ہو جاوے اور
فوائت بہت ہو جائیں اس طرح کہ بڑھ جاویں ایک دن اور رات پر تو ساقط ہو جاتی ہے اس مریض سے قضا اگرچہ سمجھ ہو جاتی ہے قضا ظاہر روایت میں اور قضا کے ساقط
ہونے پر فتوی ہے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اسلیے کہ صرف عقل کا ہونا خطاب شرعی کے متوجہ ہونے کو کافی نہیں [illegible] حاصل یہ ہے اول یہ کہ مریض ایک دن رات سے زیادہ
رہا اور اسکو ہوش نہ رہا تو اس صورت میں بالاتفاق حالت مرض کی نماز کی قضا نہیں دوسرے یہ کہ مرض بیہوشی کے ساتھ دن رات سے کم رہا یا یہ کہ دن رات رہا
مگر عقل قائم رہی تو اس صورت میں نماز قضا پڑھے اجماعاً تیسرے یہ کہ دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل بھی رہی چوتھے یہ کہ دن رات سے کم رہا اور عقل بھی رہی تو
ان دونوں صورتوں میں محل اختلاف ہے ظاہر الروایة میں قضا پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور ہدایہ میں اسکی تصحیح کی ہے مگر صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس میں ترجیح عدم قضا کو دی
اور قاضی خان وغیرہ محققین نے بھی عدم قضا کو ترجیح دی ہے کذا فی الطحطاوی واذا دل بسقوط الارکان سقوط الشرط کذا عند العجز بالاولی ولا یعید فی ظاهر الروایة بدائع
اور دلیل دیا ارکان کے ساقط ہونے سے عاجزی کے وقت ساقط ہونا شرائط کا بطریق اولی اور اعادہ نہ کرے ان نمازوں کا جو ارکان یا شرائط کے ساقط ہونے سے
پڑھے ظاہر الروایت میں کذا فی البدائع یعنی جیسے ارکان عاجزی کے باعث ساقط ہو جاتے ہیں تو شرائط بطریق اولی ساقط ہو جائینگے مثلا استقبال قبلہ اور ستر عورت
اور طہارت نجاست حقیقی سے عاجزی کے وقت ساقط ہو جاتی ہیں مگر وقت ساقط نہیں ہوتا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو وان تعذر الایماء سے پیشتر بیان کرتا کیونکہ
ایماء کے متعذر ہونے سے تو نماز ہی ساقط ہو جاتی ہے اور اس سے پیشتر ذکر سقوط ارکان کا تھا تو انہیں کی ذیل میں اس مسئلہ کا ہونا بہتر تھا کذا فی الشامی ولو اشتبه علی مریض
اعداد الرکعات والسجدات لنعاس یلحقه لا یلزمه الاداء ولو اداها بتلقین غیره ینبغی ان یجزیه کذا فی القنیة اور اگر مریض کو یاد نہ رہتا ہو رکعتوں اور سجدوں کا شمار بسبب
اونگھ کے کہ اسکو لاحق ہوتی ہو تو اسپر ادا نماز لازم نہیں اور اگر ادا کریگا نماز کو دوسرے شخص کے سکھلانے سے تو چاہیے کہ کافی ہو اسکو کذا فی القنیہ [illegible]
اعتراض ہے کہ دوسرے کا بتلانا تعلیم و تعلم ہے اور وہ مفسد نماز ہے تو کافی کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تعلیم و تعلم نہیں بلکہ یاد دہانی اور خبردار کرنا ہے جیسے
کہ شخص بڑے مجمع میں امام کی آواز اللہ اکبر کی دوسروں کو پہونچاتا ہے کذا فی الشامی ولم یومئ بعینیه وقلبه وحاجبیه خلافا لزفر اور اشارہ نہ کرے اپنی آنکھوں
اور دل اور ابرو سے بخلاف امام زفر رحمہ کے کہ انکے نزدیک سر سے اشارہ نہ کر سکے تو ابرو سے کرے اور اس سے عاجز ہو تو آنکھ سے کرے اور اس سے بھی عاجز ہو تو
دل سے کرے اور ہماری دلیل حدیث عمران اور ابن عمر کی ہے کہ اگر اشارہ سر سے نہ کر سکے تو اللہ تعالی اسکے عذر کو زیادہ تر قبول فرمانے کا مستحق ہے کذا فی البحر ولو عرض
له مرض فی صلوته یتم بما قدر علی المعتمد اور اگر لاحق ہوا نمازی کو مرض اسکی نماز میں تو تمام کرے نماز کو ان افعال سے جس پر قادر ہو قول معتمد کے بموجب یعنی

خواہ بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے یا اشارہ سے خواہ لیٹ کر اسلیے کہ بقیہ نماز ادنیٰ ہے تو ادنیٰ کی بنا اعلیٰ پر درست ہے کذا فی البحر اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ از سر نو پڑھے کذا فی الحلبی
ولو صلی قاعدا برکوع وسجود فصح بنی ولو کان یصلی بالایماء فصح لا یبنی الا اذا صح قبل ان یومی بالرکوع والسجود اور اگر نمازی پڑھتے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے
اچھا ہو گیا یعنے قادر ہو گیا کھڑا ہونے پر تو باقی نماز پہلی پر بنا کرے یعنے کھڑا ہو کر پوری کرے اور اگر اشارہ سے پڑھتا ہو اور تندرست ہو جاوے یعنے رکوع اور سجدہ پر قادر
تو بنا کرے مگر اس صورت میں کہ رکوع اور سجدہ کے لیے اشارہ کرنے سے پیشتر ہی تندرست ہو گیا ہو ہم بنا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ رکوع و سجدہ والی نماز کی بنا اشارہ والی پر جائز
نہیں اقتدا پر قیاس کرنے سے کما لو کان یومی مضطجعا ثم قدر علی القعود ولم یقدر علی الرکوع والسجود فانہ یستانف علی المختار لان حالۃ القعود اقوی فلم یجز
بناؤہ علی الضعیف یعنے اگر اشارہ کرتا ہو لیٹا ہوا پھر قادر ہو جاوے بیٹھنے پر اور نہ قادر ہو رکوع اور سجدہ پر کہ وہ نماز از سر نو پڑھے قول مختار کے موجب کیونکہ بیٹھنے کی
حالت قوی تر ہے بہ نسبت لیٹنے کے اسلیے قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہیں ولمتطوع الاتکاء علی شئی کعصا وجدار مع الاعیاء ای التعب بلا کراہۃ وبدونہ
یکرہ ولہ القعود بلا کراہۃ مطلقا ہو الاصح ذکرہ الکمال وغیرہ اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہے سہارا دینا کسی چیز پر مثل لاٹھی یا دیوار کے ساتھ تھکنے کے بدون
کراہت کے اور بدون تھکنے کے سہارا دینا مکروہ تنزیہی ہے کہ ایک طرح کی بے ادبی ہے اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہے بیٹھ جانا بدون کراہت کے ہر حال میں یعنے
عذر سے ہو یا بے عذر یہی صحیح تر ہے ذکر کیا ہے اُسکو کمال وغیرہ نے اور ہدایہ میں ہے کہ بدون عذر مکروہ ہے اور قول اصح یہ ہے کہ مکروہ نہیں کیونکہ جب ابتدا اسکو بیٹھ کر
پڑھنے کا اختیار تھا تو تمام کرنے کے لیے بیٹھ جانے کا اختیار کیوں نہ ہوگا کذا فی الشامی صلی الفرض فی فلک جار قاعدا بلا عذر صح لغلبۃ العذر واساء
وقالا لا یصح الا بعذر وہو الاظہر برہان پڑھا نمازی نے فرضوں کو چلتی کشتی میں بیٹھ کر بدون عذر کے تو صحیح ہے بسبب اکثر ہونے عذر کے یعنے دوران سر کھڑے ہونے
سے اکثر ہوا کرتا ہے کذا فی الطحطاوی اور برا کیا کہ بیٹھ کر پڑھا اگر کھڑا ہونا ممکن تھا اور صاحبین نے فرمایا کہ فرض درست نہ ہونگے بدون عذر کے اور یہی ظاہر تر ہے کذا فی
البرہان ہم شامی نے حاوی قدسی سے نقل کیا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے والمربوطۃ فی الشط کالشط فی الاصح اور بندھی ہوئی کشتی کنارہ میں مثل کنارہ کے ہے صحیح تر
قول میں ہم یعنے اسمیں فرض بیٹھ کر جائز نہیں بالاتفاق پھر ظاہر ہدایہ اور نہایہ وغیرہ کا یہ ہے کہ کنارہ پر بندھی کشتی میں فرض کھڑے ہو کر درست ہیں خواہ وہ زمین پر ٹھہری ہو
یا نہیں اور ایضاح میں ہے کہ اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہو تب تو فرض درست ہونگے کہ اُسکا حکم زمین کا سا ہے اور اگر ٹھہری نہ ہوگی تو اگر نمازی اُسپر سے کنارہ پر اتر سکتا ہے
تو فرض درست نہ ہونگے نیچے اُتر کر پڑھے کیونکہ اسوقت میں اسکا حکم سواری کے جانور کا سا ہے اور اگر اُترنا ممکن نہ ہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا درست ہے کذا فی الطحطاوی
والمربوطۃ بلجۃ البحر ان کان الریح یحرکہا شدیدا فکالسائرۃ والا فکالواقفۃ اور بندھی ہوئی موج دریا میں اگر ہوا اُسکو سخت حرکت دیتی ہو تو وہ
مثل جاری کے ہے اور اگر ہوا نہ ہلاتی ہو تو مثل کھڑی ہوئی کے ہے یعنے پہلی صورت میں نماز فرض بیٹھ کر جائز ہے اور دوسری میں جائز نہیں کذا فی الطحطاوی
ویلزم استقبال القبلۃ عند الافتتاح وکلما دارت اور لازم ہے قبلہ رخ ہونا تکبیر تحریمہ کے وقت اور جبکہ کشتی گھوم جاوے ہم یعنے اسپر سب کا اتفاق ہے کہ قبلہ رخ
رہے جب کشتی گھومتی جاوے اور اگر قبلہ رخ ہونا ممکن نہ ہو تو نماز میں تاخیر کرے جب تک کہ خوف وقت کے جانے کا نہ ہو اور اگر خوف ہو تو ظاہر یہ ہے کہ قبلہ عاجز
شخص کے حق میں وہی ہوتا ہے جس طرف کو وہ قادر ہو کذا فی الشامی ولو ام قوما فی فلکین مربوطتین صح والا لا اور اگر امام ہو ایک قوم کا دو کشتیوں بندھی
ہوئی میں تو صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں ہم بندھی ہوئی سے یہ غرض ہے کہ پاس پاس ہوں فاصلہ سے نہ ہوں کیونکہ پاس ہونے میں دونوں کا حکم ایک مکان کا سا ہے
کذا فی الشامی ومن جن او اغمی علیہ ولو بفزع من سبع او آدمی یوما ولیلۃ قضی الخمس وان زاد وقت صلوۃ سادسۃ لا للحرج ولو افاق فی المدۃ
فان لافاقتہ وقت معلوم قضی والا لا اور جو شخص مجنون ہوا یا بیہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بیہوش ہوا ہو ایک دن رات تو وہ پانچ نمازیں
قضا پڑھے اور اگر بڑھ جاوے بیہوشی پر وقت چھٹے نماز کا تو قضا نہ پڑھے بسبب حرج کے اور اگر دن رات میں اُسکو افاقہ ہوتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو تب تو
قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے ہم مثلا دن رات بیہوش رہتا ہے مگر صبح کو ہوش میں آتا ہے تو اول کی بیہوشی بیکار ہوگی اور قضا پڑھنی پڑیگی اور اگر وقت

ہوش کا معین نہین کیا کہ اسکو ہوش پیدا ہوجاتا ہو تو اس ہوش کا اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی زال عقلہ ببنج او خمر او دواء لزمہ القضاء وان طالت لانہ بصنع
العباد کالنوم زائل ہوئی عقل نمازی کی بوٹی یا شراب یا کسی دوا سے تو اسکو قضا پڑھنا بے عقلی کے وقت کی نمازون کا لازم ہو اگرچہ مدت بیہوشی بہت ہو
اسلیے کہ یہ بیہوشی خود بندہ کے کرنے سے ہو مثل سو رہنے کے تو جیسا سونے سے قضا ساقط نہین ہوتی اسی طرح یہ کہا کہ بیہوش ہونے سے ساقط
نہوگی ہم بنج بفتح موحدہ نام ایک بوٹی کا ہو بنگ لائی ہو سوا بھنگ کے کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ اجوائن خراسانی ہو ولو قطعت
یداہ ورجلاہ من المرفق والکعب وبوجہہ جراحۃ صلی بغیر طہارۃ ولا تیمم ولا یعید ہو الاصح وتقدم فی التیمم وقیل لا صلوٰۃ علیہ وقیل یغسل
غسل موضع القطع اور اگر کٹے ہون دونون ہاتھ نمازی کے کہنی تک اور دونون پانون ٹخنے سے اور اسکے چہرہ مین زخم ہو تو وہ نماز پڑھے بدون
وضو اور تیمم کے اور اسکا اعادہ نہ کرے یہی صحیح تر ہو اور یہ مسئلہ گذر گیا تیمم مین اور بعضون نے کہا کہ اس شخص پر نماز نہین اور بعضون نے کہا کہ اسپر
لازم ہو دھونا کٹی جگہ کا ہم یہ دونون قول مقابل قول اصح کے ہین اور لزوم غسل اس صورت مین ہو کہ اسکو وضو کرانے والا موجود ہو کذا فی
الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ شارح کے امکن الغریق الصلوٰۃ بالایماء بلا عمل کثیر لزمہ الاداء والا لا قادر ہوا ڈوبتا آدمی نماز پڑھنے پر اشارہ سے
بدون عمل کثیر کے تو اسکو ادا پڑھنا لازم ہو اور اگر بدون عمل کثیر کے نہ پڑھ سکے تو ادا لازم نہین قضا لازم ہو ہم بدون عمل کثیر کے اسطرح کہ کوئی
چیز سہارے کو مل گئی ہو یا تیرنا خوب جانتا ہو کذا فی البحر امرہ الطبیب بالاستلقاء لنزع الماء من عینہ صلی بالایماء لان حرمۃ الاعضاء کحرمۃ النفس حکم کیا
نمازی کو طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا بسبب پانی نکالنے کا اسکی آنکھ سے تو وہ نماز اشارہ سے پڑھے اسلیے کہ حرمت اعضا کی
مثل حرمت نفس کے ہو یعنے جیسے جان کا بچانا فرض ہو ویسے ہی اعضا کا بچانا فرض ہو ہم نزع بفتح نون وسکون زا معجمہ وعین مہملہ یعنی نکالنا
اور بعض نسخون مین برغ ہو بفتح موحدہ وسکون زا معجمہ وغین معجمہ یعنی پھنسی نکالنے کے کذا فی الطحطاوی مریض تحتہ ثیاب نجسۃ وکلما بسط شیئا تنجس
من ساعتہ صلی علی حالہ وکذا لو لم یتنجس الا انہ یلحقہ مشقۃ بتحریکہ ایک بیمار ہو جسکے نیچے نجس کپڑے ہین اور جب کوئی چیز بچھائی جاتی ہو فورا ناپاک
ہوجاتی ہو تو وہ بیمار اسی حال پر نماز پڑھے اور اسی طرح اگر ناپاک فورا نہوتے ہون مگر انکے دور کرنے سے بیمار کو حرکت کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو
تب بھی نماز انھین ناپاک کپڑون مین پڑھے کہ اسکے حق مین پاک ہین واللہ اعلم

باب سجود التلاوۃ

یہ باب ہو سجدۂ تلاوت کے احکام مین من اضافۃ الحکم الی سببہ سجدہ کی اضافت طرف تلاوت کے اضافت حکم کی ہو طرف اپنے سبب
کے ہم طحطاوی نے کہا کہ حکم تو وجوب سجدہ ہو نہ خود سجدہ تو اگر شارح حکم کی جگہ فعل کہتا تو مناسب تھا یا یہ کہ حکم بمعنی محکوم بہ یعنے فعل کے لیا جاے
تجب بسبب تلاوۃ آیۃ ای اکثرہا مع حرف السجدۃ من اربع عشرۃ آیۃ اربع فی النصف الاول وعشر فی النصف الثانی واجب
ہو ایک سجدہ بسبب پڑھنے ایک آیت کے چودہ آیتون سجدہ سے شارح نے کہا ایک آیت سے غرض اکثر آیت ہو لفظ سجدہ کے ساتھ اور
چودہ سجدون مین سے چار قرآن مجید کے نصف اول مین ہین اور دس نصف دوم مین ہم پس اگر آیت سجدہ کو لکھے یا ہجے کرے تو سجدہ واجب
نہوگا اسی طرح ساری آیت مین سے اگر کلمہ سجدہ کا پڑھے یا اکثر آیت پڑھے مگر کلمہ سجدہ کو چھوڑ دے تو سجدہ واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی شامی
نے کہا کہ وجوب عام ہو خواہ تلاوت آیت نماز مین ہو یا نماز سے خارج اور یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہو کہ سجدہ کا سورۂ نمل مین رب العرش العظیم
پر اور سورۂ ص مین حسن ماب پر اور حم سجدہ مین لا یسأمون پر ہو اور امام شافعی کے نزدیک تعبدون پر ہو مگر چونکہ وائل بن حجر اور ابن عباس
سے لا یسأمون پر مروی ہو اسلیے احتیاطا اسی مین ہو کہ لا یسأمون پر سجدہ کیا جاوے کیونکہ سجدہ مین ایک آیت کی تاخیر مضر نماز نہین اور

ایک آیت کی تقدیم سے نماز فاسد ہوتی ہے اور یہی دلیل سورۂ ص میں بھی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اناب پر سجدہ کیا ہے منہا اولی الحج اما ثانیتہ
فصلوتیۃ لاقترانہا بالرکوع وص خلافا للشافعی رح واحمد رح ولنفی مالک رح سجود المفصل ان چودہ سجدون میں سے پہلا سجدہ سورہ حج کا ہے
اور دوسرا سجدہ سورہ مذکور کا وہ تلاوت کا نہیں بلکہ مراد اس سے نماز کا سجدہ ہے بسبب متصل ہونے اس سجدہ کے رکوع سے اور ایک
سجدہ سورہ ص کا ہے بخلاف امام شافعی اور امام احمد رح کے کہ انکے نزدیک سورہ ص میں سجدہ نہیں اور حج میں دو سجدہ ہیں غرضکہ
شمار سجدہ کا انکے نزدیک بھی چودہ ہے اور امام مالک رح نے فرمایا کہ مفصل سورتوں میں سجدہ نہیں یعنی سورہ نجم اور اذا السماء انشقت اور
اقرا میں انکے نزدیک سجدہ نہیں تو انکے نزدیک گیارہ ہوئے هم اگر شافعی کے پیچھے حنفی نے نماز پڑھی اور امام نے سورہ حج کے دوسرے
سجدہ پر سجدہ کیا تو متابعت واجب ہے اور خارج نماز اگر سنیگا تو اسپر سجدہ نہیں کذا فی الطحطاوی ثم شرط سماعها فالسبب التلاوۃ وان لم
یوجد السماع کتلاوۃ الاصم والسماع شرط فی حق غیر التالی ولو بالفارسیۃ اذا اخبر واجب ہے سجدہ تلاوت بشرط سننے آیت سجدہ کے یعنی سبب
سجدہ کے تین ہیں اول تلاوت اگرچہ سامع نہ پایا جاوے جیسے پڑھنا بہرے آدمی کا دوم سننا آیت سجدہ کا یہ شرط ہے پڑھنے والے کے سوا
دوسرے شخص کے حق میں اگرچہ فارسی میں ہو جبکہ خبر دیا جاوے اور اگر اسکو خبر نہو کہ آیت سجدہ ہے تو معذور ہے تیسرے سبب کو ماتن آگے بیان کرتا ہے او
بشرط الائتمام هم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ غیر التالی والمؤتم کہتا کیونکہ مقتدی کو سننا شرط نہیں حالانکہ غیر تالی میں وہ بھی داخل ہے
او بشرط الائتمام ای الاقتداء بمن تلاها فانه سبب لوجوبها ایضا وان لم یسمعها ولم یحضر بالمتابعۃ یا سجدہ تلاوت واجب ہے بشرط مقتدی ہونے کے اس
شخص کے پیچھے جو آیت سجدہ کو پڑھے کہ اقتدا کرنا بھی سبب ہے سجدہ کے واجب ہونے کا اگرچہ مقتدی آیت سجدہ کو نہ سنے اور نہ موجود ہو آیت سجدہ
کے پڑھنے کے وقت یعنی امام نے اقتدا سے پہلے سجدہ کی آیت پڑھلی ہو تب بھی سجدہ واجب ہے بسبب واجب ہونے متابعت امام کے هم اقتدا
سے واجب ہونے میں یہ بھی شرط ہے کہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر واجب نہیں اگرچہ آیت کو سنا ہو کذا فی شرح المنیۃ
شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ فانہ سبب کی جگہ فانہ شرط کہتا تاکہ بشرط الاقتداء کے موافق ہوتا ولو تلاها المؤتم لم یسجد المصلی اصلا لا فی
الصلوۃ ولا بعدها اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو مقتدی تو نہ سجدہ کرے نماز پڑھنے والا ہرگز نہ نماز میں نہ بعد نماز کے هم یعنی نہ خود پڑھنے والا سجدہ کرے
اور نہ امام اور نہ دوسرے مقتدی اسکے ساتھ والے بخلاف الخارج لان الحجر ثبت للمنفیین فلا یعدوهم حتی لو دخل معهم سقطت بخلاف خارج
کے کہ وہ سجدہ کرے اسلیے کہ روک یعنی قرات کی ممانعت ثابت ہوئی ہے معین شخصوں کے لیے تو انسے تجاوز نہ کریگی یہانتک کہ اگر خارج نماز میں
داخل ہوگا انکے ساتھ تو اسپر بھی سجدہ ساقط ہو جائیگا هم خارج سے مراد وہ شخص ہے کہ بالکل نماز نہ پڑھتا ہو یا وہ کہ دوسری نماز پڑھتا ہو خواہ
اکیلا خواہ دوسرا امام ہو کذا فی الحلبی شامی نے کہا کہ علت مسئلہ کی جو شارح نے بیان کی اسمیں امام داخل نہیں اسلیے کہ اسکو ممانعت قرات
کی نہیں تو تعلیل وہ خوب ہے جو شرح منیہ میں ہے کہ اگر مقتدی کے پڑھنے سے امام سجدہ کرے تو متبوع تابع ہو جاویگا ولا تجب علی من تلاها فی
رکوعه او سجوده او تشهده لحجر فیها عن القراءۃ اور نہیں واجب ہے سجدہ اس شخص پر کہ پڑھے آیت سجدہ کو اپنے رکوع یا سجدہ میں یا التحیات
میں واسطے ممانعت کے ان ارکان میں قرات سے هم اور مرغینانی نے کہا کہ سجدہ واجب ہے اور نماز کے اندر اسکو ادا کرے اور فرق اس مسئلہ
میں اور مقتدی کے مسئلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ مقتدی کو امام کی جہت سے قرات کی روک ہے اور امام کا تصرف اسپر جاری ہے اسلیے اسکے تصرف کا
اعتبار نہیں بخلاف اس مسئلہ کے کہ یہاں رکوع کرنے والا قرات سے ممنوع ہے مثل جنب کے تو جیسے جنب کے پڑھنے سے سجدہ اسپر واجب ہوتا ہے ویسا ہی
یہاں بھی واجب ہونا چاہیے اور شامی نے وجوب ہی کو ترجیح دی ہے بشروط الصلوۃ المتقدمۃ خلا التحریمۃ ونیۃ التعیین سجدہ واجب ہے ساتھ

شرطین نماز کے جو پہلے گذرین یعنے طہارت اور ستر عورت اور قبلہ رخ ہونے کے ساتھ سوا تحریمہ اور نیت تعیین کے یعنے سجدہ کے لیے جدا تحریمہ
کرنا اور یہ کہ فلان آیت کا سجدہ ہی شرط نہین مگر یہ نیت کہ یہ سجدہ تلاوت ہی اُسکے مشروط ہونے مین کلام نہین ویفسدہا ما یفسدہا ورکنہا السجود
او بدلہا کرکوع مصل وایماء مریض وراکب اور فاسد کرتی ہی سجدہ تلاوت کو وہ چیز جو نماز کی مفسد ہی یعنے دانستہ حدث اور قہقہہ اور کلام سے
فاسد ہو جاتا ہی اور اُسپر اعادہ اُسکا واجب ہی شامی نے کہا کہ عورت کی محاذات سے فاسد نہین ہوتا اور سجدہ تلاوت کے اندر قہقہہ
سے وضو نہین جاتا اور رکن اُسکا سجدہ کرنا ہی یا بدل سجدہ کا جیسے رکوع کرنا نماز پڑھنے والے کا اور اشارہ بیمار کا اور اشارہ سوار کا ثم رکوع
مین نماز کی قید اسلیے لگائی کہ خارج نماز اگر سجدہ کی جگہ رکوع کریگا تو کافی نہوگا اور بیمار اگرچہ آیت سجدہ حالت صحت مین پڑھے اور بیماری
مین اشارہ سے ادا کرے جائز ہوگا اور سوار پر سجدہ اگر حالت سواری مین شہر کے باہر واجب ہوا ہو تب تو سواری پر اشارہ سے ادا ہو جائیگا
اگر شہر مین اُتر چکا ہو اور اگر سجدہ واجب زمین پر ہوا ہو تو اُسکا ادا کرنا سواری پر کافی نہوگا کذا فی الشامی وہی سجدۃ بین تکبیرتین
مسنونتین جہرا وبین قیامین مستحبین بلا رفع ید وتشہد وسلام اور سجدہ تلاوت ایک سجدہ ہی درمیان دو تکبیر مسنون کے پکار کر یعنے
ایکبار اللہ اکبر کہے سر رکھنے کو اور دوسری بار اُٹھانے کو اور اکیلا اتنا جہر کرے کہ اپنے آپ سنے اور امام اتنا کہ اورون کو آواز جاوے اور
درمیان دو مستحب قیام کے یعنے کھڑا ہو کر سجدہ مین جانا اور بعد سجدہ کے کھڑا ہو جانا مستحب ہی بدون ہاتھ اُٹھانے کے اللہ اکبر کہنے کے وقت
اور بدون التحیات اور سلام کے وفیہا تسبیح السجود فی الاصح اور سجدہ تلاوت مین تسبیح سجدہ کی ہی صحیح تر قول مین یعنے سبحان ربی الاعلیٰ
تین بار کہے ثم فتح القدیر مین کہا کہ اگر نماز فرض کے اندر ہو تب یہ حکم ہی اور اگر نفل نماز ہو یا خارج نماز تو چاہے سبحان ربی الاعلیٰ کہے یا یہ دعا
پڑھے جو احادیث مین وارد ہی سجد وجہی للذی خلقہ الخ چنانچہ یہ باب صفۃ الصلوٰۃ مین لکھا ہی علی من کان متاہلا لوجوب الصلوٰۃ
لانہا من اجزائہا اداء او قضاء فتجب علی الاصم والجنب والسکران والنائم واجب ہی سجدہ تلاوت اُس شخص پر کہ ہووے اہل نماز کے وجوب
ہونے کا ادا کرنے کے اعتبار سے یعنے اُسی وقت اہل ہو جیسے بہرا آدمی اگر آیت سجدہ پڑھے یا قضا کے اعتبار سے اہل ہو یعنے اُسوقت اہل نہو
دوسرے وقت ہو جیسے جنب اور متوالا اور سونے والا شارح نے کہا کہ علی من متعلق ہی تجب سے اور وجوب سجدہ کے لیے نماز کے
وجوب کی اہلیت اسلیے معتبر ہوئی کہ سجدہ تلاوت نماز کے اجزا مین سے ہی یعنے جس صورت مین کہ آیت نماز کے اندر پڑھی جاوے تو یہ سجدہ
جزو نماز ہو جاتا ہی ثم متوالے پر سجدہ کے وجوب کے لیے اُسکی عقل قائم رکھی گئی تاکہ اُسکو تنبیہ ہو اور سونے والا اگر آیت سجدہ پڑھے اور
بعد جاگنے کے اُسکو کوئی خبر کرے تو اُسپر لزوم سجدہ مین اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ سجدہ لازم ہی اور قول صحیح مین لازم نہین اگر سوتے اور بیہوش
سے سجدہ کی آیت کوئی شخص سنے تو اُسکا حکم عنقریب آویگا فلا تجب علی کافر وصبی ومجنون وحائض ونفساء قرؤا او سمعوا لانہم لیسوا
اہلا لہا پس نہین واجب ہی سجدہ کافر پر اور نابالغ اور دیوانہ اور حیض ونفاس والی عورت پر خواہ وہ آیت سجدہ کو پڑھین یا سنین اسلیے
کہ یہ سب نماز کے اہل نہین نہ اُسوقت پر اور نہ اُسکے بعد اور ایک نسخہ مین لما ہی یعنے ادا اور قضا دونون کے اہل نہین وتجب بتلاوتہم
یعنے المذکورین خلا المجنون المطبق فلا تجب بتلاوتہ لعدم اہلیتہ اور واجب ہی سجدہ تلاوت ان سب مذکورین کے پڑھنے سے سوا اُس
مجنون کے جسکو افاقہ نہوتا ہو کہ اُسکے پڑھنے سے سننے والون پر سجدہ واجب نہوگا بسبب اہل نہونے مجنون کے ثم طحطاوی نے کہا کہ شارح
کی تعلیل مین لڑکا بھی داخل ہی یعنے اُسکے پڑھنے سے سننے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہی حالانکہ وہ خود اہل نہین ہی اور مطبق بکسر با سے مرادہ
سے یہان وہ مجنون مراد ہی جسکو پورے نماز دن یا زیادہ تک جنون رہے

بل تلزم من سمعہ علیٰ ما حررہ ملا خسرو لکن جزم الشرنبلالی باختلاف الروایۃ ونقل الوجوب بالسماع من المجنون عن الفتاویٰ الصغریٰ والجوہرۃ
قلت وبہ جزم القہستانی اور اگر کم ہوا جنون مجنون کا یعنے ایک دن اور رات ہوا یا اس سے کمتر تو اسپر سجدہ لازم ہی خواہ وہ خود پڑھے یا
دوسرے سے سنے اور اگر جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو جاسے تو سجدہ خود اسپر لازم نہین بلکہ اُس شخص پر لازم ہی جو اُس سے آیت
سجدہ کو سنے بموجب اُس بیان کے کہ منقح بیان کیا ہی اسکو ملا خسرو نے لیکن یقین کیا ہی شرنبلالی نے اختلاف روایت پر دربارۂ مجنون کے
اور نقل کیا ہی وجوب سجدہ کو مجنون سے سنکر فتاوےٰ صغریٰ سے اور جوہرہ سے مین کہتا ہون اور اسی وجوب پر یقین کیا ہی قہستانی نے ثم شرنبلالی نے کہا
کہ مجنون سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت کے واجب ہونے مین دو روایتین ہین اور دونون کی تصحیح ہوئی ہی اور جوہرہ مین کہا کہ اصح یہ ہی کہ سجدہ واجب
نہین کذا فی الشامی لا تجب بسماعہ من الصدیٰ والطیر ومن کل تال حرفا ولا بالہجی اشباہ ولا من المؤتم لو کان السامع فی صلوتہ اسے صلوۃ المؤتم لا
الخارج کما مر نہین واجب ہی سجدہ بسبب سننے سجدہ کی صدا یعنے گونج کی آواز سے جو پہاڑون اور جنگلون وغیرہ مین پلٹ کر ویسے ہی سنائی دیتی ہی اور نہین واجب
ہی پرندے سننے کے سبب یعنے طوطا یا مینا وغیرہ اگر آیت سجدہ پڑھے تو سننے والے پر اصح قول مین سجدہ واجب نہین اور واجب نہین سننے سے
ایک کلمہ پڑھنے والے کے اور نہ ہجے کے ساتھ پڑھنے والے کے سننے سے کذا فی الاشباہ والطحاوی سے کہا کہ ایک کلمہ کے سننے سے عدم وجوب کا مسئلہ
متن مین آگے مذکور ہی تو شاید شارح نے یہان مکرر اسلیے ذکر کیا تاکہ تنبیہ ہو اس بات پر کہ اس مسئلہ کا اسی جا ذکر کرنا مناسب تھا اور نہین واجب ہی
بسبب سننے کے مقتدی سے اگر سننے والا مقتدی کی نماز مین ہو یعنے وہی نماز پڑھتا ہو خواہ امام ہو یا دوسرا مقتدی اُسکے ساتھ والا بخلاف خارج
کے نماز مقتدی سے کہ اسپر واجب ہوگا چنانچہ پیشتر گذرا اوہی علی التراخی علی المختار ویکرہ تاخیرہا تنزیہا ویکفیہ ان یسجد عدد ما علیہ بلا تعیین و
یکون مؤدیا وتسقط بالحیض والردۃ ان لم تکن صلوتیۃ فعلی الفور لصیرورتہا جزءًا منہا ویاثم بتاخیرہا ویقضیہا ما دام فی حرمۃ الصلوۃ ولو بعد السلام فتح
اور سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہی تراخی کے طور پر مختار قول کے بموجب یعنے امام محمد کے نزدیک تمام عمر اُسکا وقت ہی اور یہی قول مختار ہی اور امام ابو یوسف
کے نزدیک فوراً واجب ہی یعنے تاخیر سے گناہگار ہوگا بشرطیکہ سجدۂ مذکورہ نماز کے اندر کا نہ ہو کہ وہ اتفاقاً واجب ہی فوراً بسبب ہو جانے اُس سجدہ
کے جزو نماز کا اور گناہگار ہوگا سجدۂ تلاوت نماز کی تاخیر سے اور اُسکو قضا بجا لاے جب تک کہ نماز کی حرمت مین باقی رہے اگرچہ بعد سلام کے ہو
یعنے جب تک کوئی فعل مخالف نماز کے نہ کیا ہو کذا فی الفتح شارح نے کہا اور مکروہ تنزیہی ہی تاخیر کرنا سجدۂ تلاوت کا جو نماز کے اندر نہو اور کافی ہی
قرآن پڑھنے والے کو کہ جسقدر سجدے اسپر ہون اُسقدر سجدے بلا تعیین کرے اور ہو دیگا ادا کرنیوالا یعنے تاخیر سے کراہت تنزیہی ہوگی یہ نہوگا کہ قضا
ہو جائین اور ساقط ہو جاتا ہی سجدۂ تلاوت حیض سے اور مرتد ہونے سے یعنے اگر عورت نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہانتک کہ حائضہ ہوئی
تو اُسپر سے سجدہ ساقط ہو جائیگا اور اسی طرح مرتد ہونے سے کذا فی التجنیس ثم ہذہ النسبۃ ہی الصواب وقولہم صلاتیۃ خطاء قالہ المصنف لکن فی العنایۃ
انہ خطاء مستعمل وہو عند الفقہاء خیر من صواب نادر یہ نسبت یعنے مصنف کا صلوۃ کہنا درست ہی اور اُسکی جگہ فقہا کا قول صلوتیۃ کہنا غلط ہی کہا ہی اسکو
مصنف نے مگر عنایہ مین ہی کہ صلوتیۃ کہنا غلط ہی لیکن مروج ہی اور یہ غلط مروج فقہا کے نزدیک بہتر ہی صحیح کم رائج سے کیونکہ اُنکی غرض صرف
احکام کا بتلانا ہی اُن الفاظ مین جو عوام مین مشہور ہون اور وجہ غلطی کی یہ ہی کہ قاعدہ نسبت کا یون ہی کہ تاء تانیث کو حذف کر دیتے ہین پھر اگر
الف آخر مین ہو تو اُسکو واو سے بدل کرتے ہین تو اس لحاظ سے صلوی کہنا بموجب قاعدہ کے درست ہوا بخلاف صلوتیۃ کے کہ اُسمین نہ تے
کو حذف کیا ہی نہ الف کو بدلا کذا فی الطحاوی مختصراً ومن سمعہا من امام ولو باقتدائہ بہ فائتم بہ قبل ان یسجد الامام لہا سجد معہ فلو ائتم بعدہ
لا یسجد اصلا کذا اطلق فی الکنز تبعا للاصل وان لم یقتد بہ اصلا سجدہا وکذا لو اقتدی بہ فی رکعۃ اخری علی ما اختارہ البزدوی وغیرہ وہو ظاہر الہدایۃ

اور جو شخص نے آیت سجدہ کو امام سے اگرچہ وہ امام اسی مقتدی کی اقتدا سے ہوگیا ہو یعنے اول اکیلا پڑھتا تھا پھر اس شخص نے اسکے پیچھے اقتدا
کیا اور اس وجہ سے امام ہوگیا پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے پہلے اس سے کہ امام سجدۂ تلاوت کرے تو وہ شخص امام کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر اسکا اقتدا
بعد سجدہ کرنے کے اسی رکعت میں کرے تو سجدہ نہ کرے نہ اندر نماز کے نہ بعد نماز کے ایسا ہی مطلق بیان کیا ہے کنز میں اصل کی تبعیت سے یعنی اقتدا
کرنے سے وہ سجدہ نماز کا ہوگیا تو خارج نماز ادا نہیں ہوسکتا اور نماز کے اندر امام کی مخالفت نہیں ہوسکتی اور اگر اقتدا امام کے پیچھے کیا نہ اس رکعت
میں نہ دوسری میں تو سجدۂ تلاوت کرلے اور اسی طرح اگر اقتدا کرے دوسری رکعت میں تو سجدہ کرے مگر بعد نماز سے فارغ ہونے کے بموجب اس
قول کے کہ اختیار کیا ہے اسکو بزودی وغیرہ نے اور یہی ہے ظاہر ہدایہ کا مگر حاصل یہ کہ جب آیت سجدہ امام سے سنے تو اگر اسکا اقتدا نہ کرے خارج رہے
تو سجدۂ تلاوت کرے اور اگر اقتدا کرے اسی رکعت میں جسمیں امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اگر سجدہ امام سے پیشتر اقتدا کیا تو اسکے ساتھ سجدہ
کرلے ورنہ اس پر سے ساقط ہوگا اور اگر دوسری رکعت میں اقتدا کرے تو بعد نماز سے فارغ ہونے کے سجدہ کرے کذا فی الشامی ملتقطاً وتوضیحاً
وفی الصلوٰة سجدہا فیہا لا خارجہا لما مر اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو نماز کے اندر تو سجدۂ تلاوت نماز کے اندر کرے نہ خارج نماز کے بسبب اسی وجہ
کے کہ پیشتر بیان ہوئی یعنے نماز کے اندر کا سجدہ تلاوت نماز کا سجدہ ہوجاتا ہے وفی البدائع واذا لم یسجد اثم فلزمہ التوبة اور بدائع میں ہے کہ اگر نماز
کے اندر سجدہ تلاوت نہ کریگا تو گنہگار ہوگا پس لازم ہوگی اسکو توبہ اسلیے کہ ترک واجب کیا جسکی قضا ممکن نہیں تو گناہ ثابت ہوگیا اور اسکے
خلاصی کی صورت بجز توبہ کے اور کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا فسدت الصلوٰة بغیر الحیض فلا یسقط عنہا السجدة ذکرہ فی الخلاصة
فیسجدہا خارجہا لانہا لما فسدت لم یبق الا مجرد تلاوة فلم تکن صلاتیة مگر جبکہ فاسد ہوجاے نماز سواے حیض سے تو سجدۂ تلاوت کرلے خارج نماز
سے اسلیے کہ جب نماز فاسد ہوگئی تو صرف تلاوت ہی رہگئی اسلیے سجدہ مذکور نماز کے اندر کا نہ رہا اسیلیے خارج نماز سجدہ کرلینے کا حکم ہوا
اور سواے حیض اسلیے کہا کہ اگر حیض سے نماز فاسد ہوگی تو عورت پر سے سجدۂ تلاوت ساقط ہوجائیگا ذکر کیا ہے اسکو خلاصہ میں ولو بعد ما سجدہا لم
یعدہا ذکرہ فی القنیة ویخالفہ ما فی الخانیة تلاہا فی نفل فافسدہ قضاہ دون السجدة الا ان یحمل علی ما اذا کان بعد سجودہا اور اگر فاسد ہوئی نماز
بعد سجدہ کرنے کے تو اعادہ سجدہ کا نہ کرے ذکر کیا ہے اسکو قنیہ میں اور اسکے مخالف ہے وہ جو خانیہ میں ہے کہ آیت سجدہ پڑھی نماز نفل میں پھر
نفل کو فاسد کردیا تو نفل کی قضا کرے نہ سجدہ کی یعنے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد نماز کی صورت میں سجدہ خارج نماز نہ کرے اور قنیہ کی
عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کرے مگر یہ کہ محمول کیا جاے مسئلہ خانیہ کا اس صورت پر کہ فساد نفل کا بعد سجدہ تلاوت ہو تو اس صورت میں ظاہر ہے
کہ سجدہ کا اعادہ نہوگا چنانچہ شارح نے قنیہ سے نقل کیا ہے وتؤدی برکوع وسجود غیر رکوع الصلوٰة وسجودہا فی الصلوٰة وکذا فی خارجہا ینوب
عنہا الرکوع فی ظاہر المروی بزازیة لہا ای للتلاوة اور ادا ہوجاتا ہے سجدۂ تلاوت رکوع کرنے سے یا سجدہ کرنے سے واسطے تلاوت کے
سواے رکوع نماز کے اور اسکے سجدہ کے نماز کے اندر اور اسی طرح خارج نماز میں قائم مقام سجدہ کا ہوجاتا ہے رکوع ظاہر قول روایت کیے گئے میں
کذا فی البزازیہ یعنی صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے نماز کے اندر آیت سجدہ پڑھی اور اسکے لیے رکوع کیا سواے نماز کے رکوع کے یا سجدہ کیا
سواے نماز کے سجدہ کے تو سجدہ تلاوت ادا ہوجائیگا اسی طرح خارج نماز میں رکوع یا سجدہ سے ادا ہوگا لیکن رکوع میں یہ شرط ہے کہ فوراً ہو بلا تاخیر
اور اگر تاخیر کریگا تو پھر سجدہ تلاوت کے واسطے سجدہ خاص چاہیے خواہ نماز کے اندر ہو یا نہو کذا فی الشامی وتؤدی برکوع صلوٰة اذا کان الرکوع علی الفور
من قراءة آیة او آیتین وکذا الثلث علی الظاہر کما فی البحر ان نواہ ای کون الرکوع لسجود التلاوة علی الراجح اور ادا ہوجاتا ہے سجدہ تلاوت
نماز کے رکوع سے جبکہ رکوع ہووے ایک آیت کے پڑھنے سے بیشتر یا دو آیتوں سے اور اسی طرح تین آیتوں سے ظاہر قول کے بموجب

چنانچہ بحر الرائق میں ہو اگر نیت کرے سجدہ کی بیٹھ نیت کرے رکوع کے ہوسنے کی سجدہ تلاوت کے لیے قول راجح پر یعنی اگر آیت نماز میں پڑھی اور اسکے
بعد تین آیتوں سے زائد نہیں پڑھا اور رکوع کیا اور نیت کی کہ یہ رکوع سجدۂ تلاوت کے لیے کرتا ہوں تو سجدہ ادا ہوجائیگا طحطاوی نے کہا کہ
اس رکوع میں نیت نماز کے رکوع کی بھی کرے ورنہ صرف تلاوت کا رکوع ہوگا نہ نماز کا دو دوی یسجود ہا کذلک ای علی الفور وان لم ینوہ بالاجماع
اور ادا ہوتا ہے سجدۂ تلاوت نماز کے سجدہ سے اسی طرح یعنی فوراً سجدہ کرنے سے اگرچہ نیت نہ کی ہو کہ یہ سجدہ تلاوت کا ہے بالاتفاق ہم آیت سجدہ کے
بعد فوراً سجدہ نماز کرنے کی صورت محشیون نے نہیں لکھی غالباً اس سے مراد یہ ہو کہ رکوع مختصر کے بعد سجدہ کیا ورنہ ظاہر ہے کہ رکوع مع قومہ کے تین آیتون
کی مقدار سے کم نہیں پھر فوراً کیسے ہوسکتا ہے ولو نواہا فی رکوعہ ولم ینوہا المؤتم لم تجزہ ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولو ترکہا فسدت صلوتہ کذا فی القنیۃ و
ینبغی حملہ علی الجہریۃ اور اگر نیت کی سجدۂ تلاوت کی امام نے اپنے رکوع میں اور نہ نیت کی اسکے مقتدی نے تو مقتدی کو امام کی نیت کافی نہوگی اور سجدہ
کرے مقتدی جبکہ امام سلام پھیرے اور اعادہ کرے قعدہ کو اور اگر قعدہ کو چھوڑ دیگا تو اسکی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ سجدہ تلاوت سے قعدہ اخیرہ لغو ہو جاتا ہے
اگر اعادہ نکریگا تو فرض نماز کا رہجائیگا کذا فی القنیہ اور محمول کرنا چاہیے اس صورت کو نماز جہری پر اسلیے کہ نماز سری میں مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام
نے آیت سجدہ پڑھی فلم لو رکع وسجد لہا فوراً ناب بلا نیۃ ہان اگر رکوع کیا اور سجدہ کیا واسطے نماز کے فوراً تو یہ سجدہ کرنا مقتدی کا قائم مقام سجدۂ
تلاوت کے ہوجائیگا بدون نیت کے بسبب متابعت امام کے ہم یعنی امام نے رکوع میں نیت سجدہ تلاوت کی نہ کی بلکہ سجدہ میں کی یا بالکل کہیں
نہ کی تو اس صورت میں مقتدی پر کچھ نہیں خواہ مقتدی نیت کرے یا نہ کرے کذا فی الطحطاوی ولو سجد لہا فظن القوم انہ رکع فمن رکع رفضہ وسجد
لہا ومن رکع وسجد سجدۃ اجزأتہ عنہا ومن رکع وسجد سجدتین فسدت صلوتہ لانفرادہ برکعۃ تامۃ اور اگر سجدۂ تلاوت کیا امام نے اور مقتدیوں نے
خیال کیا کہ امام نے رکوع کیا تو جو شخص رکوع میں ہو وہ رکوع کو ترک کرکے سجدۂ تلاوت کرے اور جسنے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا تو اسکو یہ
سجدہ تلاوت کے سجدہ سے کافی ہوگا اور جسنے رکوع کیا اور دو سجدے کیے تو اسکی نماز فاسد ہوگئی اسلیے کہ اسنے ایک رکعت پوری تنہا
پڑھ لی اور زیادتی ایک رکعت کی مفسد نماز ہے ولو سمع المصلی السجدۃ من غیرہ لم یسجد فیہا لانہا غیر صلوتیہ بل یسجد بعدہا لسماعہا من غیر محجور
اگر نماز پڑھنے والے نے آیت سجدہ کو اپنے غیر سے سنا تو نماز کے اندر سجدہ نہ کرے اسلیے کہ وہ تلاوت نماز کے اندر نہیں بلکہ سجدہ کرے بعد نماز کے بسبب
سننے آیت سجدہ کے اس شخص سے جو روکا نہیں یعنی اگر وہ کسی ایسے سے سنا مثلاً مقتدی سے تو اسکے سننے سے نہ بعد نماز کے سجدہ کرتا نہ نماز کے اندر چنانچہ
پہلے گذرا ولو سجد فیہا لم تجزہ لانہا ناقصۃ للنہی فلا یتأدی بہا الکامل واعادہ ای السجود لما مر لا الصلوٰۃ لانہا زیادۃ غیر المتمم ولو بعد سماعہا سراج اور اگر نماز
پڑھنے والے نے غیر سے سنکر نماز کے اندر سجدہ کیا تو یہ سجدہ اسکو کافی نہوگا اسلیے کہ یہ سجدہ اسکا ناقص ہے بسبب نہی کے تو اس ناقص سے کامل ادا نہوگا یعنی
سننے کی حالت میں جس رکن کو ادا کرتا ہے اسکو پورا کرنا اور اسکے بعد دوسرا رکن ادا کرنا اسکو لازم ہے اور اس بات کا مقتضی ہے کہ جو چیز اسپر اس نماز سے
خارج سبب سے واجب ہوئی ہے اسکے ادا کرنے میں مشغول نہو تو نہی ضمناً پائی گئی پس اگر سجدہ جسکا سبب اس نماز سے خارج ہے نماز کے اندر ادا کریگا تو ناقص
ہوگا بسبب نہی ضمنی کے کذا فی الشامی اور اس سجدہ کا اعادہ کرے بسبب اسوجہ کے کہ گذری یعنی بسبب اسکے ناقص ہونے کے مگر جبکہ پڑھا ہو اسکو
نمازی نے سوا مقتدی کے اگرچہ بعد اسکے سننے کے ہو تو وہ اعادہ سجدہ مذکور کا نہ کرے کذا فی السراج ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہے
اسنے آیت سجدہ پڑھی خواہ بیشتر دوسرے سے سننے کے یا بعد سننے کے پھر اسکے لیے سجدہ نماز کے اندر کیا تو اس صورت میں اس سجدہ کا اعادہ نہ کرے
اور غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی کا آیت سجدہ کو پڑھنا معتبر نہیں تو وہ بعد نماز کے سجدہ کرے سنی ہوئی آیت کے لیے کذا فی الشامی دونہا
اے الصلوٰۃ لان زیادۃ مادون الرکعۃ لا یفسد الا اذا تابع المصلی التالی فتفسد لمتابعۃ غیر امام ولا یجزیہ عما سمع تجنیس وغیرہ نہ اعادہ کرے نماز کا اسلیے کہ زیادہ ہونا

ایک رکعت سے کم کا مفسد نماز نہیں تو صرف ایک سجدہ کی زیادتی مفسد نہوگی ہاں اگر پیروی کیسے نماز پڑھنے والا تلاوت کرنیوالے کی یعنی جب تلاوت
کرنیوالے واسطے سجدہ کیا اسی وقت نمازی نے اسکے ساتھ کیا تو نماز فاسد ہو جائیگی بسبب متابعت کرنے نمازی کے اس شخص کی جو اسکا امام نہیں اور
یہ سجدہ نمازی کا اسکو سننے ہوسے سجدہ کی طرف سے کافی نہوگا کذا فی التجنیس وغیرہ ولان التلاوۃ فی غیر الصلوٰۃ فسجد ثم دخل فی الصلوٰۃ فتلاہا فیہا
سجد اخری ولو لم یسجد اولا کفتہ واحدۃ لان الصلاتیۃ اقوی یعنی پھر بلا تبدیل مجلس اور اگر آیت سجدہ کو نماز سے خارج پڑھکر سجدہ
کر لیا پھر نماز میں داخل ہوا اور اسی آیت کو نماز میں پڑھا تو دوسرا سجدہ کرے اور اگر اول سجدہ نہ کیا ہو تو یہ نماز کے اندر کا ایک سجدہ اسکو کافی ہے
اسلیے کہ نماز کے اندر کا سجدہ قوی تر ہی تو اپنے غیر کو اپنا تابع کر لیگا اگرچہ مجلس بدلا ہو ہم نے یہی کہا کہ شارح اس مسئلہ میں صاحب نہر الفائق کا تابع
ہوا اور بحر الرائق میں مجلس کا ایک ہونا شرط کیا ہے ایک سجدہ کافی ہونے کے لیے تو اگر آیت سجدہ دوسری جگہ میں پڑہی اور نماز میں پھر اس آیت کو دہرایا
تو اب نماز کے اندر سجدہ تلاوت کرنے سے پہلے کا سجدہ ساقط نہوگا اسکے لیے دوسرا سجدہ بعد نماز کے کرنا چاہیے ولو لم یسجد فی الصلوٰۃ سقطتا فی الاصح
واثم کما مر اور اگر سجدہ نہ کیا نماز کے اندر تو دونوں سجدے ساقط ہونگے یہی صحیح قول میں ہی اور گنہگار ہوگا جیسا کہ گذرا اس باب میں ہم او رایک قول یہ ہی
کہ سجدہ خارج نماز کا ساقط نہوگا مگر صحیح یہی ہی کہ دونوں ساقط ہیں اسلیے کہ خارجی سجدہ تابع ہی داخلی کا کذا فی الکافی اور لوگوں کے لیے اس میں تکرار ہے
وفی مجلس واحد لا تتکرر بل کفتہ واحدۃ وفعلہا بعد الاولی اولی قنیۃ وفی البحر التاخیر احوط اور اگر کرر پڑھا آیت سجدہ کو تو اسوقت میں ایک سجدہ کرے
ہو جائیگا اور ایک مجلس میں مکرر نہوگا بلکہ ایک سجدہ کافی ہی اور کرنا سجدہ کا بعد اول آیت کے بہتر ہی بہ نسبت اسکے جو آخر میں ادا کرے کذا فی القنیۃ اور
بحر الرائق میں ہی کہ تاخیر میں زیادہ احتیاط ہی ہم قاعدہ یہ ہی کہ وجوب سجدہ کا تین باتوں میں سے ایک کے باعث مکرر ہو جاتا ہی اول اختلاف تلاوت کا
دوئم اختلاف سننے کا سوئم اختلاف مجلس کا پہلے دو سے غرض یہ ہی کہ آیتوں کا ہی یعنی اگر ایک ہی مجلس میں مختلف آیتیں سجدہ کی پڑہیگا یا سنیگا تو
تعداد آیات کے برابر سجدے واجب ہونگے اور اختلاف مجلس دو قسم ہی ایک حقیقی کہ ایک مجلس سے دوسرے میں دو قدم سے زیادہ چلکر پہونچا اس میں
یہ شرط ہی کہ دونوں مکانوں کو ایک حکم نہو مثلاً چھوٹی مسجد یا گھر کی مختلف جگہ نہوں کہ انکا حکم ایک ہی مکان کا ہی لیں اگر ایک ہی آیت سجدہ کو مسجد
یا گھر کے کئی کونوں میں پڑہیگا تو سجدہ ایک ہی واجب ہوگا اور ایک قسم اختلاف مجلس کی حکمی ہی وہ یہ ہی کہ دونوں دفعہ کے پڑھنے کے درمیان میں
عمل کثیر کیا ہو مثلاً خرید و فروخت یا عقد نکاح یا کھانا کھانا یا تین قدم چلنا وغیرہ کیا ہو تو اس صورت میں بھی سجدہ مکرر ہو جائیگا اور اگر عمل قلیل
کیا ہو مثلاً آیت سجدہ پڑھکر ایک گھونٹ پانی پیا یا ایک لقمہ کھا لیا یا ایک دو قدم چلا پھر اس آیت کو پڑھا تو سجدۂ تلاوت ایک ہی کافی ہوگا اور
مستحب نہیں دوسرا سجدہ کرنا اس جگہ جہاں ایک کافی ہو کذا فی الشامی والاصل ان مبناہا علی التداخل دفعا للحرج بشرط اتحاد الآیۃ والمجلس
اور اصل یہی کہ بنا سجدہ کی تداخل پر ہی یعنی ایک سجدہ دوسرے کا تابع ہو جاتا ہی واسطے دور کرنے حرج کے یعنی ہر تلاوت پر سجدہ واجب کرنے میں
سکھانے والوں اور سیکھنے والوں پر دقت ہوگی بنا تداخل پر اس شرط سے ہی کہ آیت اور مجلس متحد ہو یعنی ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس میں مکرر
پڑھنے سے ایک سجدہ سب کے لیے کافی ہوگا اسیطرح اگر ایک آیت کو خود پڑھا اور اسی کو اسی مجلس میں دوسرے سے سنا تب بھی ایک ہی سجدہ
واجب ہوگا وہو تداخل فی السبب بان یجعل الکل کتلاوۃ واحدۃ فتکون الواحدۃ سببا والباقی تبعا لہا وہو الیق بالعبادۃ لان ترکہا مع وجود سببہا
شنیع اور وہ یعنی مکرر سجدہ کا نہ کرنا تداخل ہی سبب میں اسطرح کہ کیا جاوے سب دفعہ کا پڑھنا مثل ایک تلاوت کے پس ایکبار کی تلاوت سبب
سجدہ کا ہوگی اور باقی تلاوتیں اسکے تابع ہونگی اور سبب میں تداخل کہنا لائق تر ہی عبادت کے لیے اسلیے کہ چھوڑنا عبادت کا باوجود پائے جانے انکے
سبب کے برا ہی ہم حاصل یہ کہ عبادت کے معاملہ میں ہم تداخل حکم میں نہیں کر سکتے کیونکہ اسکے کہنے سے یہ خرابی لازم آتی ہی کہ سبب عبادت موجود ہو

اور عبادت متروک ہوا لانکہ عبادت کی کثرت مطلوب ہو اسلیئے سببون کو ایک کر لیا تاکہ یہ خرابی نہو کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ ضمیر بعد کی راجع ہی عدم تکرار کی طرف جو مصنف کے قول لا تتکرر سے سمجھا جاتا ہو لا تداخل سے فی الحکم بان یجعل کل تلاوۃ سببا لسجدۃ فتداخلت السجدات فاکتفی بواحدۃ لانہ الیق بالعقوبۃ لانہا للزجر وہو ینزجر بواحدۃ فیحصل المقصود والکریم یعفو مع قیام سبب العقوبۃ نہین تداخل ہو حکم مین اسطرح کہ کیجاوے ہر تلاوت سبب ایک جدا سجدہ کا پھر بعدہ ایک دوسرے مین آجا ئین اور اکتفا کیا جاوے ایک سجدہ پر اسلیئے کہ حکم مین تداخل ہونا زیادہ لائق ہی سزا کے لیے کیونکہ سزا زجر کے لیے ہوتی ہی اور آدمی ایک سزا سے زجر پا جاتا ہی اور مقصود حاصل ہو جاتا ہی اور کریم متعال عفو کریگا باوجود قائم ہونے سبب سزا کے ہم کہیئے سزاؤن کا معاملہ عبادت سے جدا ہی انکی بنا دفع اور عفو پر ہی تو انکے ترک سے باوجود سبب کے کچھ خرابی نہین اور دنیا مین زجر کا مقصود ایک سزا سے حاصل ہی اور آخرت مین کریم متعال سے توقع ہی کہ معاف کردے اسلیئے انمین تداخل حکم مین مناسب معلوم ہوا مثلا ایک شخص نے شراب پی دو بار تو ہر چند سبب دو ہین مگر سزا ایک ہی دیجاویگی اور دوسری بار کی سزا اسی مین داخل ہو جائیگی وافاد الفرق بقولہ فتنوب الواحدۃ الخ فی تداخل السبب عما قبلہا وعما بعدہا ولا تنوب فی تداخل الحکم الا عما قبلہا حتی لو تلی فسجد ثم تلی فی المجلس عادتہا اور مصنف نے بتادیا فرق درمیان تداخل سبب اور تداخل حکم کے اپنے اس قول سے کہ قائم مقام ہوگا ایک سجدہ تلاوت سبب کے تداخل مین اپنے پیشتر کے اور بعد کے سجدون کے یعنے اگر کسی شخص نے ایک مجلس مین ایک آیت سجدہ کی مثلا پانچ بار پڑھی اسطرح کہ تین بار پڑھکر سجدہ تلاوت کر لیا پھر دو بار پڑھی تو ایک ہی سجدہ جو کیا ہی سب کی طرف سے کافی ہو گیا کیونکہ جب اول تلاوت کو ہمنے سبب قرار دیا تو چار دن اسکے بعد کی اسکی تابع ٹھہرین تو جہان سجدہ کریگا وہ سب کا کافی ہوگا اور نہین قائم مقام ہوگا سجدہ تداخل حکم کی صورت مین مگر اپنے پیشتر کے سجدون کے مثلا پہلی صورت مین اگر پانچون تلاوتون کو جدا جدا سبب قرار دیں اور حکم کو متداخل کہو تو تین بار کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کیا وہ ان تینون کا ہو گیا اب جو دو بار پیچھے سجدہ کے آیت کو پڑھا تو سبب جدید پیدا ہوا اسکے لیئے دوسرا سجدہ چاہیئے جیسا سزاؤن مین ہوتا ہی کہ اگر زنا کیا پھر حد مارا گیا پھر اسی مجلس مین زنا کیا تو دوبارہ حد مارا جائیگا کیونکہ دوسری حد کا سبب پایا گیا اور ظاہر ہوا کہ پہلی حد سے زجر حاصل نہین ہوا کذا فی الشامی واسدار التنوب فاہبا وابا وانتہا ومن مخصص شہرہ اسلے آخر و سہ فی نہر اور حوض تبدیل للمجلس او الآیۃ فتجب سجدۃ او نحو ذلک اخرج بہا مفرد ابا مسجد وبیت وسفینۃ سائرۃ وفعل قلیل کاکل لقمتین وقیام ورد سلام وکذا دابۃ یصلی علیہا لان الصلوۃ تجمع الاماکن ولو لم تصل تتکرر اور تانا تننا کپڑے کا جاتے اور آتے اور چلا جانا پڑھنے والے کا درخت کی ایک شاخ سے دوسری پر اور تیرنا اسکا نہر مین یا حوض مین بدلنا ہی مجلس کا یا آیت کا پس واجب ہوگا ایک اور سجدہ یا کئی سجدے یعنے مثلا تانا تننے مین ایک آیت جانے مین پڑھے اور وہی لوٹنے کے وقت تو ایسا ہوگا کہ گویا دو مجلسون مین پڑھی اور آیت کا بدلنا ہوگا سننے والے کے حق مین یعنے مثلا سننے والے نے اسی آیت کو ایک شاخ پر سنا اور اسی کو دوسری پر تو ایسا ہوگا کہ گویا دو آیتون کو سنا بخلاف کونے مسجد اور گھر اور کشتی چلنے والے اور فعل قلیل کے جیسے دو لقمون کا کھانا بیچ مین دو بار کی تلاوت کے اور کھڑا ہو جانا اور سلام کا جواب دینا کہ اس سے مجلس نہین بدلتی اور اسی طرح سواری کے چلتے جانور پر اگر نماز پڑھتا ہو تو مجلس دو نہوگی کیونکہ نماز ان مجالس کو ایک کر دیتی ہی اسلیئے کہ اختلاف مکان کی صورت مین نماز فاسد ہو جاتی ہی تو ضرورت کی وجہ سے سب مکان ایک کیئے جاتے ہین اور اگر سواری پر نماز نہ پڑھتا ہو تو سجدہ مکرر ہو جائیگا کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کی طرف ہی تو ایسا ہوگا گویا خود چلتا ہی اور پڑھتا ہی کذا فی الشامی کما یتکرر لو تبدل مجلس سامع دون تال حتی لو کررہا راکبا یصلی وغلامہ یمشی تتکرر علی الغلام لا الراکب جیسے مکرر ہوتا ہی سجدہ سننے والے پر اگر بدل جاوے مجلس سننے والے کی یہانتک کہ اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو سواری پر نماز پڑھتے ہوئے اور اسکا غلام پیادہ چلتا ہی تو سجدہ مکرر ہوگا غلام پر نہ سوار پر

لا تکرر فی عکسه وهو تبدل مجلس التالی دون السامع علی المفتی به ای بر ترجیح بیتنا السامع نہین مکرر ہوتا ہی سجدہ سننے والے پر اُسکے مجلس مین یعنے تلاوت کرنیوالے کی مجلس کے بدلنے اور سننے والے کی مجلس کے نہ بدلنے مین قول مفتے بہ پر مثلاً تلاوت کنندہ پڑھتا جاتا ہی اور سننے والا ایک جگہ بیٹھا ہی تو سننے والے پر بشرط اتحاد آیت کے سجدہ مکرر نہوگا اور یہ یعنے مکرر ہونا سجدہ کا سامع پر اُسکی مجلس کے بدلنے سے پہلی صورت مین اور مکرر نہونا اُسکی مجلس کے متحد رہنے سے دوسری صورت مین اس بات کا مفید ہی کہ سننے کے سبب ہونیکو ترجیح ہی یعنے اگر تلاوت سبب سجدہ کا ہوتی تو اس صورت مین حکم سننے والے پر برعکس ہوتا تو وہ بھی تلاوت کنندہ کیطرح ہو جاتا اور جب ایسا نہین ہوا تو معلوم ہوا کہ سننا بھی سبب ہی نہ شرط جیسا کہ بعض فقہا نے کہا ہی کذا فی الطحطاوی والصلوۃ علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فانہ کالسجدۃ عند المتقدمین وقال المتاخرون تتکرر اذا تداخل فی حقوق العباد اور درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا ہی کہ متقدمین کے نزدیک اور متاخرین نے کہا ہی کہ مکرر ہوتا ہی اسلیے کہ بندون کے حقوق مین تداخل نہین ہم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف پر درود کا حال مثل سجدہ تلاوت کے ہی کہ جیسے اتحاد مجلس کی صورت مین سجدہ مکرر نہین ہوتا ویسا ہی ایک مجلس مین مکرر نام پاک کے ذکر ہونے سے درود مکرر نہین ہوتا اور متاخرین کے نزدیک مکرر ہوتا ہی اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہی کذا فی الشامی واما العطاس فالاصح انہ اذا زاد علی الثلاث لا یشمته الخلاصۃ اور چھینک کا حال یہ ہی کہ اگر تین بار سے زیادہ ہو تو اُسکا جواب نہ دے کذا فی الخلاصۃ مقابل اصح کا مقابل یہ ہی کہ صرف ایکبار یرحمک اللہ کہنا اور ایک قول یہ ہی کہ دس بار کہے اور ایک قول یہ کہ جتنی بار چھینکے اسیقدر یرحمک اللہ کہے بشرطیکہ چھینکنے والا ہر دفعہ الحمد للہ کہے کذا فی الشامی وکرہ ترک آیۃ سجدۃ وقراءۃ باقی السورۃ لان فیہ قطع لنظم القرآن وتغییر لتالیفه واتباع النظم والتالیف مامور به بدائع ومفادہ ان الکراہۃ تحریمیۃ اور مکروہ ہی چھوڑ دینا آیت سجدہ کا اور پڑھنا باقی صورت کا اسلیے کہ اس طرح پڑھنے مین عبارت قرآن مجید کے انتظام کا قطع کرنا اور اُسکی ترکیب کا بگاڑنا ہی اور اُسکی عبارت و ترکیب کے اتباع کا حکم ہی کذا فی البدائع اور اس سے معلوم ہوا کہ صرف آیت سجدہ کا چھوڑ دینا مکروہ تحریمی ہی ہم اتباع نظم کا ارشاد اس آیت مین مذکور ہی (فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ) یعنے جب ہم اُسکو پڑھین تو پیروی کرو اُسکے تالیف کی کذا فی البحر لا عکسه ولکن ندب ضم آیۃ او آیتین الیہا قبلہا او بعدہا لدفع وہم التفضیل اذ الکل من حیث انہ کلام اللہ فی رتبۃ وان کان لبعضہا فضیلۃ باشتمالہ علے صفات اللہ تعالی نہین مکروہ ہی اُسکا عکس یعنے صرف آیت سجدہ کو پڑھنا اور باقی سورۃ کو نہ پڑھنا لیکن مستحب ہی ملانا ایک آیت یا دو آیتون کا اُسکے ساتھ خواہ پیشتر ملاوے یا بعد کو واسطے دور کرنے وہم تفضیل کے یعنے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس آیت کو فضیلت ہی اور دون پر کیونکہ کل آیتین اس لحاظ سے کہ اللہ تعالے کا کلام ہی ایک درجہ مین ہین اگرچہ بعض آیتون کو فضیلت ہی بسبب اُنکے شامل ہونے کے اللہ تعالے کی صفات پر واستحسن اخفاءہا عن سامع غیر متہیئ للسجود اور مناسب ہی نہ سنانا آیت سجدہ کا اُس سننے والے کو جو سجدہ کے لیے آمادہ نہو ہم یعنے اگر سننے والا بے وضو ہو یا اُسپر سجدہ کرنا شاق ہو تو قاری آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے ایسا ہی اُس صورت مین کہ سننے والے کا حال معلوم نہو کذا فی الطحطاوی واختلف التصحیح فی وجوبہا علی المتشاغل بعمل ولم یسمعہا والراجح الوجوب زجرًا له عن تشاغله عن کلام اللہ تعالی فیجعل سامعًا لانه بعرضہ ان یسمع اور مختلف ہوئی ہی تصحیح سجدہ کے واجب ہونے مین اُس شخص پر کہ کام مین مشغول ہو اور آیت کو نہ سنے اور راجح ہی سجدہ کا واجب ہونا اُسکے زجر کے لیے کلام خدا کو چھوڑ کر کام مین مشغول رہنے کے باعث تو قائم مقام سننے والے کے ٹھہرایا گیا کیونکہ وہ سننے کے موقع پر ہی ہم منح الغفار مین ہی کہ اس مسئلہ مین اصح عدم وجوب ہی اسلیے کہ سننا جو شرط ہی وجوب کے ایک قول پر اور سبب ہی دوسرے پر وہ

یا نہین کیا کذا فی الطحطاوی ولو سمع آیۃ سجدۃ من قوم من کل واحد منہم حرفا لم یسجد لانہ لم یسمعہا من تال خانیۃ فقد افاد ان اتحاد التالی شرط اور اگر سنا آیت سجدہ کو ایک قوم سے یعنی ان مین سے ہر ایک شخص سے ایک حرف آیت کا سنا تو سننے والا سجدہ نکرے اسلیے کہ اُسنے ایک پڑھنے والے سے اسکو نہین سنا کذا فی الخانیہ تو صاحب خانیہ نے بتلا دیا کہ پڑھنے والے کا ایک ہونا شرط ہی مہمۃ لکل مہم یہ ایک مفید بات ہی ہر مہم اور امر ضروری کے لیے فی الکافی قیل من قرأ آیۃ السجدۃ کلہا فی مجلس وسجد لکل منہا کفاہ اللہ تعالیٰ ما اہمہ وظاہرہ انہ یقرأہا ولاء ثم یسجد ویحتمل ان یسجد لکل بعد قراءتہا ومن نجر کروہ کافی مین ہی کہتے ہین کہ جو شخص سب سجدہ کی آیتون کو ایک مجلس مین پڑھے اور ہر ایک کے لیے اُنمین سے سجدہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو اُسکے حادثہ سے بچاویگا اور ظاہر اس قول کا یہ ہی کہ چودہ آیتون کو پہلے پڑھ لے پھر سجدے کرے اور ہو سکتا ہی کہ سجدہ کرے ہر آیت کے لیے بعد اُسکے پڑھنے کے اور یہ چودہ آیتون کا پڑھنا مکروہ نہین ہم پہلے گذر چکا ہی کہ آیت سجدہ کے ساتھ ایک دو آیت پہلے یا پیچھے کی ملا لے تو اس سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ صرف آیات سجدہ کا پڑھنا اولیٰ نہو مکروہ تنزیہی اسلیے شارح نے آگاہ کر دیا کہ مکروہ نہین اور انکا ملا کر پڑھنا ایسا ہوا جیسا چند سورتین ملا کر پڑھ لے تخمیناً جگہون سے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتیٰ لکنہا تکرہ بعد الصلوۃ لان الجہلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ اور سجدہ شکر کا مستحب ہی یہی مفتیٰ ہی مگر وہ مکروہ ہی نماز کے بعد اسلیے کہ جاہل سجدہ کو سنت یا واجب اعتقاد کرنے لگتے ہین اور جو مباح کہ نوبت پہونچاوے اُسکے سنت یا واجب اعتقاد کرنے کی وہ مکروہ ہی ہم سجدہ شکر کی صورت یہ ہی کہ آدمی کسی نعمت کے بعد اُسکے شکر کے لیے سجدہ کرے تو یہ سجدہ صاحبین کے نزدیک مستحب ہی اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی گر فتویٰ صاحبین کے قول پر ہی اور بعضون نے کہا کہ امام صاحب کے نزدیک مشروع نہین اور اشباہ مین ذکر کیا کہ معتمد یہ ہی کہ خلاف اس سجدہ کے مسنون ہونے مین ہی نہ جائز ہونے مین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ ضمیر لکنہا کی مطلق سجدہ کیطرف ہی نہ سجدہ شکر کیطرف یعنی یہ مسئلہ جداگانہ ہی کہ نماز کے بعد سجدہ کرنا مکروہ ہی کیونکہ جاہل اُسکو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہین غرضکہ جو سجدہ بدون سبب ہو وہ نہ ثواب ہی نہ مکروہ مگر نماز کے بعد اسلیے مکروہ کہا گیا کہ جاہل اُسکو سنت یا واجب اعتقاد نہ کرلین طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ سجدہ شکر کو بعد تمام ہونے سجدہ تلاوت کے احکام کے بیان کرتا ویکرہ للامام ان یقرأہا فی مخافتۃ ونحو جمعۃ وعید الا ان یکون بحیث تؤدی برکوع الصلوۃ وسجودہا اور مکروہ ہی امام کو کہ آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے یا جمعہ اور عید جیسے مجمع مین آیت سجدہ کی پڑھے مگر اسطرح پڑھنا کہ سجدہ ادا ہو جاوے نماز کے رکوع یا سجدہ سے مکروہ نہین ہم امام کو خفیہ پڑھنا اسلیے مکروہ ہی کہ اگر آیت پڑھنے کے بعد سجدہ نہ کریگا تو واجب کا تارک ہوگا اور اگر سجدہ کریگا تو مقتدیون کو اشتباہ پڑیگا اور یہی اشتباہ مجمع عظیم مین نہ پڑھنے کا سبب ہی اور اگر سجدہ آخر سورت مین ہو یا آیت سجدہ کے بعد بقدر تین آیتون کے نہ پڑھے فوراً رکوع کر دے تو اس صورت مین مجمع مین یا خفیہ پڑھنے کا مضائقہ نہین مگر امام کو چاہیے کہ رکوع مین نیت سجدہ تلاوت کی نہ کرے ورنہ مقتدیون کو بھی کرنی پڑیگی اور جو کوئی نہ کریگا اسکو سلام کے بعد سجدہ کر کے قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرنا پڑیگا کذا فی الحلبی ولو تلا علی المنبر سجد وسجد السامعون اور اگر آیت سجدہ کو منبر پر پڑھا تو سجدہ کرے اور سننے والے سجدہ کرین ہم خطیب کو اگر منبر پر سجدہ ممکن ہو تو اسی جگہ کر لے ورنہ منبر سے اُتر کر سجدہ کرے اور سننے والون کی قید اسلیے لگائی کہ جسنے نہ سنا ہو وہ سجدہ نہ کرے حالانکہ نماز مین مقتدی کے لیے سننا شرط نہین کذا فی الخانیۃ

باب صلوۃ المسافر

یہ باب ہی نماز مسافر کے حکم مین من اضافۃ الشیٔ الی شرطہ او محلہ اضافت صلوۃ کی مسافر کی طرف از قبیل اضافت چیز کے ہی طرف اُسکی شرط کے یا اُسکے محل کے ہم یعنی مسافر یا شرط ہی نماز مخصوص یعنی قصری نماز کی یا اُسکا محل ہی ابو سعود نے کہا کہ شرط نماز کی سفر ہی نہ مسافر کذا فی الطحطاوی ولا یخفی ان التلاوۃ عارض ہو عبادۃ والسفر عارض مباح الا لعارض فلذا اخر اور یہ امر مخفی نہین کہ تلاوت ایک پیش انیوالی چیز ہی جو عبادت ہی مگر کسی مانع کی جہت سے اور سفر ایک امر عارضی مباح ہی مگر کسی مانع کے سبب سے اسلیے سفر کا حکم پیچھے بیان کیا گیا ہم یعنی اس باب مین اور سجدہ تلاوت کا بیان

مثال بیشتا تو یہ ہی کہ دونوں عارضی ہیں اور وجہ تقدیم سجدہ تلاوت کی یہ ہی کہ تلاوت میں اصل یہ ہی کہ عبادت ہو مگر کبھی بوجہ مثلاً غنا اور شہرت کے لیے پڑھنا یا
حالت جنابت میں پڑھنا کہ عبادت نہیں بلکہ معصیت ہی اور سفر اصل میں مباح ہی مگر کسی وجہ سے عبادت بھی ہو سکتا ہی جیسے حج کا سفر یا حرام ہو سکتا ہی جیسے
رہزنی کے لیے سفر کرنا تو جو چیز اصل میں عبادت ہو وہ مقدم ہی اُس چیز پر جو اصل میں مباح ہی اور الا العارض یعنی عبادت اور مباح دونوں سے کذا فی الشامی
وسمی بہ لانہ یسفر عن اخلاق الرجال اور سفر اسلیے نام رکھا گیا کہ وہ ظاہر کرتا ہی مردوں کے اخلاق کو ہم لیتے سفر کے لغوی معنی ظاہر کرنے کے ہیں اور چونکہ
سفر اصطلاحی میں آدمی کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہیں اسلیے سفر کہا گیا یا یہ کہ روئے زمین کا حال اُس سے ظاہر ہوتا ہی اُس سے معلوم ہوا کہ لفظ مسافر
سافر کے معنی میں ہی مشارکت کے لیے مستعمل نہیں اور ہو سکتا ہی کہ مشارکت بھی ملحوظ ہو کیونکہ سفر اکثر رفاقت ہی کے ساتھ ہوتا ہی اور ایک رفیق کو دوسرے
کی عادتیں ظاہر ہوتی ہیں کذا فی الشامی من خرج من عمارة موضع اقامته من جانب خروجه وان لم یجاوز من الجانب الآخر جو شخص نکلے اپنی اقامت
کی جگہ کے گھروں سے یعنی اپنے نکلنے کی طرف سے آبادی کے باہر ہو جاوے اگرچہ دوسری طرف سے آبادی سے تجاوز نکیا ہو اسطرح کہ کوئی محاذی اُس کے
سیدھ میں پہنچا ہو ہم مسجد میں کی آگے آئی ہی لیکن وہ دوسرے چار گھروں والے فرق کو فنا کی سے کہا کہ عمارت سے مراد گھر ہیں تا کہ فصیل میں مسجد وغیرہ
بھی شامل رہیں اور آبادی سے باہر ہونے میں اُس طرف کا اعتبار ہی جدھر سے مسافر نکلے تو اگر کوئی محلہ ایسا ہو کہ پہلے شہر میں ملا ہوا تھا اب جدا ہو گیا
تو جبتک اُس سے باہر نہو جاوے قصر نکرے اور باغ داخل آبادی نہیں اگرچہ اُنمیں بعض اوقات لوگ آکر رہتے ہوں یا کہ دالان کی چھپریاں ہوں
الخانیة ان کان بین الفناء والمصر اقل من غلوة ولیس بینهما مزرعة یشترط مجاوزته والا فلا اور خانیہ میں ہی کہ اگر فنا اور شہر کے درمیان دو سو گز سے کم فاصلہ ہو
اور دونوں کے درمیان کھیت نہو تو اُسسے باہر نکلنا قصر کے لیے شرط ہی ورنہ شرط نہیں ہم فنا شہر اُس میدان کو کہتے ہیں جو شہر کے نفع کے لیے ہو مثلاً گھوڑا دوڑانے
پھیرنے اور مردوں کے دفن کرنے اور مٹی ڈالنے وغیرہ کے لیے تو اسطرح کا مکان اگر شہر سے متصل ہو اور بیچ میں کھیت نہو تو قصر کے لیے شرط ہی کہ اُس
بھی تجاوز کر جاوے ورنہ اُس سے تجاوز کرنا شرط نہیں غلوہ یعنی تیر پھینکنا ۳۰۰ ہاتھ سے ۴۰۰ ہاتھ تک کے فاصلہ کو کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی قاصداً ولو کافراً ومن
طاف الدنیا بلا قصد لم یقصر سیرة ثلثة ایام ولیالیها من اقصر ایام السنة ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال اپنی اقامت کی جگہ سے نکلا قصد
کرنے والا سفر کا اگرچہ حالت کفر میں قصد کیا پھر مسلمان ہو گیا تو اب وہ قصر سے پڑھے اور جو شخص دنیا کے گرد پھرے بدون قصد سفر کے وہ قصر نکرے یعنی
اگر مثلاً دو منزل کی نیت کی اور جب دوسری منزل پر پہنچا تو پھر آگے کی نیت کی اسی طرح تمام دنیا میں پھرا تو قصر نکرے قصد کرے سفر تین دن کا مع اُنکی راتوں
کے برس کے سب سے چھوٹے دنوں میں سے اور نہیں شرط ہی سفر تمام دن کا رات تک بلکہ شرط ہی زوال تک ہم شامی نے کہا کہ لیالیہا کا حذف کرنا مناسب تھا
کیونکہ چلنا دن کا مع رات کے معتبر نہیں ہاں اگر واو کی جگہ او کہتا تو بہتر ہوتا یعنی نیت سفر تین دن کی ہو یا تین راتوں کی دونوں صورتوں میں قصر کرے
اور سال کے سب سے چھوٹے دنوں سے مراد اُن ملکوں کے دن ہیں جو معتدل ہوں یعنی نہ ایسے دن بہت چھوٹے نہو جاتے ہوں جیسے بلغار میں دن
چھوٹے سے چھوٹا ایک گھنٹہ کا ہو جاتا ہی تو مصر میں سب سے چھوٹے دنوں میں صبح صادق سے زوال تک پونے سات گھنٹہ ہوتے ہیں تو تین دن کا
سفر سوا بیس گھنٹہ کا ہوا انتہی اور بریلی اور سہارنپور میں صبح صادق سے زوال تک ساڑھے چھ گھنٹہ سے کچھ زائد چھوٹے دنوں میں ہوتے ہیں اور ہر ایک شہر
جیسا عرض بلد ہوگا اسکے موافق بمقدار کم وبیش ہوگی اور زوال تک سفر کی قید اسلیے لگائی کہ مسافر کو کھانا اور آرام اور نماز بھی ضرور ہی تو اگر پورے روز کے چلنے میں
یا تین کریگا تو نصف روز بلاشبہہ صرف ہوگا اسلیے زوال تک کا چلنا معتبر ہوا کذا فی الشامی بتصرف ولا اعتبار علی الفرسخ علی المذهب اور اعتبار نہیں فرسخوں کا
مذہب کے بموجب ہر فرسخ ۳ میل کا ہوتا ہی اور ایک میل چار ہزار قدم کا تو اس حساب سے فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوا اور جن لوگوں نے مدت سفر کو ۲۱ یا ۱۸ یا ۱۵
فرسنگ کہا ہی اسکا اعتبار نہیں اسلیے کہ ظاہر الروایت میں اعتبار تین دن کی مسافت کا ہی اور ہدایہ میں اسکو صحیح کہا ہی بالتیسیر اکثر الاستراحات المعتادة

تین دن کا فاصلہ ہو درمیانی چال سے ساتھ آرام و دستور کے یعنی درمیان راہ میں معمولی استراحت کرتا چلے اور درمیانی چال سے مراد پیادہ یا اونٹ کی چال ہے
نہ گھوڑے اور خچر کی کیونکہ گھوڑے کی چال بہت تیز ہے اور بیل کی بہت سست ہے غرض کہ عادت اور معمول کے موافق تین منزلیں مدت سفر کی ہیں کذا فی الشامی
ہدایہ میں کہا کہ منزلوں کا حال لوگوں کو معلوم ہوتا ہے شبہ کی صورت میں انہیں کی طرف رجوع کرنا چاہیے لو اسرع فوصل فی یومین قصر یہاں تک کہ اگر جلدی
چلا اور دو روز میں پہنچ گیا تو نماز قصر کرے یعنی تین دن کی راہ کو دو روز میں قطع کیا تو قصر کرنا چاہیے ولو لموضع طریقان احدهما مدة السفر والآخر اقل قصر
في الاول لا في الثاني اور اگر کسی جگہ کے دو راستے ہوں ایک مدت سفر ہو اور دوسرا کم تو نماز قصر کرے اول میں نہ دوسرے میں فيصلي الفرض الرباعي
ركعتين وجوبا لقول ابن عباس ان الله فرض على لسان نبيكم صلوة المقيم اربعا والمسافر ركعتين ولذا عدل المصنف عن قولهم يقصر لان الركعتين ليستا قصرا
حقيقة عندنا بل هما تمام فرضه والاكمال ليس رخصة في حقه بل اساءة جو شخص اپنی بستی سے بارادہ تین دن کے سفر کے باہر نکلے وہ چار رکعت والے
فرضوں کو دو رکعتیں پڑھے فرض ہونے کی راہ سے بسبب فرمانے حضرت ابن عباس رض کے کہ اللہ تعالی نے فرض کی تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی
مقیم کی نماز چار رکعتیں اور مسافر کی دو رکعتیں اور اسی لیے مصنف نے عدول کیا فقہا کے قول یقصر سے یعنی یہ نہ کہا کہ نماز کو قصر کرے بلکہ یہ کہا کہ دو رکعتیں پڑھے
اسلیے کہ دو رکعتیں واقع میں قصر نہیں ہمارے نزدیک بلکہ دونوں رکعتیں مسافر کا پورا فرض ہے اور پوری نماز پڑھنی مسافر کے حق میں اجازت شرعی نہیں
بلکہ برائی اور مخالفت سنت کی ہے اور رخصت کے معنی یہ ہیں کہ حکم اصلی کسی وجہ سے بدل کر صورت تخفیف اور آسانی کی ہو جائے اور یہ بات مسافر کی نماز میں نہیں
کیونکہ اصل میں اسکے لیے دو ہی رکعتیں فرض ہوئی ہیں نہ یہ کہ چار کی دو رہ گئی ہوں بلکہ اول دو ہی رکعتیں سب کے لیے فرض ہوئی تھیں پھر مقیم کے حق
میں چار ہو گئیں جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کذا فی الشامی بتصرف قلت وفي شروح البخاري ان الصلوات فرضت ليلة الاسراء
ركعتين سفرا وحضرا الا المغرب فلما هاجر عليه الصلوة والسلام واطمأن بالمدينة زيدت الا الفجر لطول القراءة فيها والمغرب لانها وتر النهار فلما استقر فرض الرباعية
خففت فيها في السفر عند نزول قوله تعالى فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوة وكان قصرها في السنة الرابعة من الهجرة وبهذا تجتمع الادلة انتهى كلامهم
فليحفظ میں کہتا ہوں اور بخاری کی شرحوں میں ہے کہ نمازیں شب معراج میں دو دو رکعتیں سفر اور اقامت کے لیے فرض ہوئی تھیں سوائے مغرب کے پھر جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں مطمئن ہوئے دو رکعتیں زائد کی گئیں بجز فجر کے نماز کے کہ وہ دو ہی رہیں بسبب بڑی ہونے قرات کے
نماز فجر میں اور بجز نماز مغرب کے کہ وہ بھی تین ہی رکعتیں رہیں اسلیے کہ وہ وتر ہیں دن کی یعنی دن سے قریب اور متصل ہیں اسلیے دن کا وتر کہا
پھر جب فرض چار رکعت کے ثابت ہو گئے تو سفر میں انہیں تخفیف کی گئی وقت اترنے اس ارشاد خداوندی کے کہ نہیں ہے تم پر گناہ اس سے کہ قصر کرو تم
نماز کو اور نماز کا قصر سنہ چار ہجری میں ہوا اور اس تقریر شارحین سے مطابق ہو جاتی ہیں دلیلیں تمام ہوا کلام بخاری کے شارحوں کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم یعنی ہماری دلیل جو قول ابن عباس رض کا ہے کہ مسافر کے لیے دو رکعتیں ہیں یہ بلحاظ اس صورت کے ہے جسپر آخر کو نماز ٹھہری اور امام شافعی جو مسافر
کو پورا پڑھنا جائز بتاتے ہیں وہ اس لحاظ سے کہ بعد ہجرت کے رکعتوں میں زیادتی ہوئی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ یہ دلیل امام شافعی کے مذہب پر
بنتی ہے اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض چار رکعت سفر اور حضر دونوں میں ہو گئے پھر سفر میں تخفیف ہو گئی حالانکہ یہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہے
اور نیز اس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت عائشہ رض سے صحیحین میں مروی ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سفر کی ہرگز زیادہ نہیں ہوئی اور آیت ان تقصروا
سے مراد نماز کی صورت کا قصر کرنا اور خوف کے وقت قصر کی طرح ادا کرنا ہے چنانچہ شرح منیہ میں مفصل مذکور ہے انتہی حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ سب سے
پہلے قصر نماز عصر میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ انمار میں مقام عسفان پر قصر سے پڑھا کذا فی الطحطاوی ولو كان عاصيا بسفره لان
القبح المجاور لا يعدم المشروعية مسافر چار رکعتوں والے فرض کو دو پڑھے اگرچہ اپنے سفر کے سبب سے معصیت کرنیوالا ہو مثلا سفر اسلیے کرتا ہو کہ رہزنی

براتہ کعبید وامراۃ یا نماز قصر پڑھے وہ شخص جو اپنی رائے مین مستقل نہو جیسے غلام اور عورت یعنے اگر کوئی شخص دوسرے کا تابع ہو تو نیت اقامت مین
آقا کا اعتبار ہی نہ تابع کا مثلاً غلام یا عورت نے نیت اقامت کی اور آقا یا شوہر نے نہ کی یا انکا حال معلوم نہوا کہ کی یا نہین تو غلام یا عورت قصر
سے نماز پڑھے کذا فی الشامی او دخل بلدۃ ولم ینوہا اے مدۃ الاقامۃ بل ترقب السفر غدا او بعدہ ولو بقی علے ذلک سنین الا ان یعلم تاخر القافلۃ
نصف شہر کما مر یا وہ شخص قصر کیے جائے جو کسی شہر مین داخل ہو کسی کام کو یا انتظار رفقا کے لیے اور مدت اقامت کی نیت نہ کرے بلکہ متوقع سفر کا ہو
کل یا پرسون اگرچہ اس توقع پر برسون رہے تب بھی قصر کرتا رہے مگر یہ کہ جانے دیر کر چلنا قافلہ کا پندرہ روز جیسا کچھ اوپر کے مسئلہ مین گذرا یعنے
اگر نیت مین تردد رہا اور یہ سوچتا رہا کہ کل جاونگا تو ایسی نیت سے اقامت نہوگی جب تک پختہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نہ کرے وکذا یصلی
رکعتین عسکر دخل ارض حرب او حاصر حصنا فیہا بخلاف من دخلہا بامان فانہ یتم او حاصروا اہل البغی فی دارنا فی غیر مصر مع نیۃ الاقامۃ
مدتہا للتردد بین القرار والفرار اور اسی طرح دو رکعتین پڑھے وہ لشکر کہ داخل ہو زمین حرب مین یا محاصرہ کرے کسی قلعہ کا دار الحرب مین بخلاف
اس شخص کے کہ دار الحرب مین امن لیکر داخل ہو کہ وہ پوری نماز پڑھے کیونکہ امن کے باعث کوئی اسکا مزاحم نہوگا کہ اسکو تردد ہو یا وہ لشکر قصر کرے جو
محاصرہ کرے باغیون کا دار الاسلام مین غیر شہر مین باوجود نیت اقامت کے مدت اقامت تک واسطے تردد کے درمیان ٹھہرنے اور کوچ کے ہم باغی
انکو کہتے ہین جو امام کی اطاعت نہ کرین کذا فی النہر شامی نے کہا کہ غیر مصر قید نہین ہے اگر شہر مین محاصرہ کے لیے فروکش ہون تب بھی نیت اقامت
درست نہوگی چنانچہ معراج مین مصرح ہے اور علت مسئلہ جو شارح نے ذکر کی وہ بھی اسی کی مقتضی ہے انتہی بخلاف اہل الاخبیۃ کعرب و ترکمان
نووا فی المفازۃ فانہا تصح فی الاصح وبہ یفتی اذا کان عندہم من الماء والکلاء ما یکفیہم مدتہا لان الاقامۃ اصل بخلاف خیمون کے باشندون کے
مثل بدوون اور ترکمانون کے کہ نیت کرین اقامت کی جنگل مین کہ انکی نیت درست ہے صحیح تر قول مین اور اسی پر فتوی ہے بشرطیکہ انکے پاس پانی اور
چارہ اتنا ہو کہ مدت اقامت کے لیے کافی ہو اسلیے نیت درست ہے کہ اقامت اصل ہے یعنے ایک چراگاہ سے دوسرے مین جانے کے سبب سے اقامت
جاتی نہ رہیگی اور قول اصح کا مقابل قول ضعیف یہ ہے کہ وہ قصر کرین کیونکہ جنگل محل اقامت نہین کذا فی الطحطاوی والا اذا قصدوا موضعا بینہما مدۃ السفر
فیقصرون ان نووا سفرا والا لا مگر جب خیمون والے جائین ایسی جگہہ کو کہ دونون جگہون مین فاصلہ مدت سفر کا ہو تو اس صورت مین قصر کرین بشرطیکہ
سفر کی نیت کرین اور اگر نیت سفر نہ کرین تو قصر بھی نہ کرین ولو نوی غیرہم الاقامۃ معہم لم یصح فی الاصح اور اگر نیت اقامت کرے غیر خیمہ والون کا انکے
ساتھ تو درست نہوگی صحیح تر قول مین والحاصل ان شروط الاتمام ستۃ النیۃ والمدۃ واستقلال الرای وترک السیر واتحاد الموضع وصلاحیتہ قہستانی اور
حاصل یہ ہے کہ شرطین پوری نماز پڑھنے کی مسافر کے لیے چھ ہین اول نیت اقامت کی دوم مدت اقامت پندرہ روز کی سوم رائے کا مستقل ہونا
یعنے کسی کا تابع نہونا چہارم سیر کا ترک کرنا یعنے اگر جنگل مین ہو اور کسی شہر یا گانون کو دیکھکر اقامت کی نیت کرے تو چلنا موقوف کرنے سے نیت صحیح ہوگی
پنجم اقامت کی جگہہ کا ایک ہونا ششم جگہہ کا لائق اقامت ہونا کذا فی القہستانی فلو اتم مسافر ان قعد فی القعدۃ الاولی تم فرضہ ولکنہ اساء لو عامدا
لتاخیر السلام وترک واجب القصر وواجب تکبیرۃ افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض وہذا لا یحل کما حررہ القہستانی لبعد ان فسر اساء بائم واستحق النار
وما زاد نفل کمصلی الفجر اربعا پس اگر چار رکعتین پڑھین کسی مسافر نے تو اگر وہ قعدہ اولی مین بیٹھا ہے تب تو اسکے فرض پورے ہوجائینگے مگر اسنے برا کیا
کہ دو کی جگہہ چار پڑھین اور دو رکعتین زائد نفل ہونگی جیسے فجر کی نماز کو کوئی چار پڑھے کہ اس صورت مین بھی دو فرض اور دو نفلین ہونگی شارح نے
کہا کہ برائی اس صورت مین ہے کہ دانستہ ایسا کیا ہو کیونکہ چار پڑھنے مین اتنی خرابیان ہوئین اول سلام مین دیر کرنا دوم قصر واجب کو ترک کرنا
سوم نفل کی تکبیر تحریمہ واجب کو چھوڑنا چہارم نفل کو فرض مین ملا دینا حالانکہ یہ چارون باتین حلال نہین چنانچہ قہستانی نے اسکو شرح بیان کیا ہے

اور پہلے یون ذکر کیا ہی کہ معنی اسائت کے یہ ہین کہ وہ شخص گنہگار ہوگا اور مستحق آگ کا ہوا شامی نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو نماز کا پورا پڑھنا مکروہ تحریمی ہی وان لم
یقعد بطل فرضہ وصار الکل نفلا لترک القعدۃ المفروضۃ الا اذا نوی الاقامۃ قبل ان یقید الثالثۃ بسجدۃ لکنہ یعید القیام والرکوع لوقوعہ نفلا فلا ینوب عن الفرض
ولو نوی فی السجدۃ صار نفلا اور اگر قعدہ اولی مین مسافر نہ بیٹھا تو اسکے فرض باطل ہو گئے اور کل رکعتین نفل ہوگئین فرض باطل ہوے بسبب چھوڑنے قعدہ
فرض کے مگر فرض باطل نہونگے اگر نیت کرے اقامت کی پہلے اس سے کہ تیسری رکعت کا سجدہ کرے لیکن وہ اعادہ کرے قیام اور رکوع تیسری رکعت کا
بسبب واقع ہونے اس قیام و رکوع کے نفل تو وہ قیام و رکوع فرض کا قائم مقام نہوگا اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ مین نیت اقامت کریگا تو فرض نفل
ہو جاینگے شامی نے کہا کہ الا اذا نوی استثنا دونون صورتون سے ہی یعنے اگر قعدہ اولی مین بیٹھا یا نہین مگر تیسری رکعت مین قبل سجدہ نیت اقامت کرلی تو فرض
باطل نہونگے اور سجدہ کے اندر نیت کرنے سے نفل ہوجانا مذہب امام ابو یوسف کا ہی اور یہ خاص پچھلی صورتون مین ہی کہ قعدہ اولی مین نہ بیٹھا ہو انتہیٰ
وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت وبعدہ فاذا قام المقیم الی الاتمام لا یقرأ ولا یسجد للسہو فی الاصح لانہ کاللاحق والقعدتان فرض علیہ
وقیل لا قنیہ اور درست ہی اقتدا مقیم کا پیچھے مسافر کے وقت کے اندر اور بعد وقت کے یعنی مثلاً دونون ایک ہی نماز کو قضا پڑھین تو جب مقیم اپنی نماز کے پورا
کرنے کو کھڑا ہو بعد امام کے سلام پھیرنے کے تو باقی کی دو رکعتون مین قرات نہ پڑھے بلکہ بمقدار الحمد کے چپ کھڑا ہو کر رکوع و سجدہ کرے اور مقیم سجدہ سہو
بھی نہ کرے صحیح تر قول مین قرات نہ پڑھے اسلیے کہ مقیم مثل لاحق کے ہی اور دونون قعدے فرض ہین مقیم کو یعنے ایک امام کی متابعت سے اور دوسرا اپنی
ہونے کی جہت سے اور بعضون نے کہا کہ پہلا قعدہ اسپر فرض نہین کذا فی القنیہ و ندب للامام [illegible] العلم بحال الامام شرط لا فی
حاشیۃ الہدایۃ للہندی الشرط العلم بحالہ فی الجملۃ لا فی حال الابتداء وفی شرح الارشاد ینبغی ان یخبرہم قبل شروعہ والا بعد سلامہ وان یقول بعد التسلیمتین فی
الاصح اتموا صلوتکم فانی مسافر لدفع توہم انہ سہا اور مستحب ہی امام مسافر کو یہ کہنا مقتدیون سے بعد دونون سلام کے صحیح تر قول مین کہ اپنی نماز کو
پورا کرلو کہ مین مسافر ہون یہ قول اس وہم کے دور کرنے کے لیے مستحب ہی کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام نے سہو کیا شامی نے کہا کہ یہ قول ماتن کا کہ امام کو مستحب ہی
خبردار کردینا اپنے حال سے مخالف ہی قول خانیہ وغیرہا کے کہ انہین اقتدا کے لیے جاننا امام کے حال کا شرط ہی یعنے قول ماتن سے معلوم ہوتا ہی کہ مقتدیون کو امام
کا حال معلوم نہین کہ مسافر ہی یا مقیم اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہی کہ اقتدا کی شرط ہی معلوم ہونا امام کے حال کا تو دونون مین اختلاف ہوا لیکن ہندی کے حاشیہ ہدایہ
مین ہی کہ شرط اقتدا امام کے حال کا معلوم ہونا ہی فی الجملہ خواہ ابتدا مین معلوم ہو خواہ انتہا مین یہ نہین کہ شروع نماز ہی مین معلوم ہو تو اس تقریر سے شارح نے
اختلاف ماتن اور خانیہ کے قولون کا دفع کردیا اور شرح ارشاد مین ہی کہ امام کو چاہیے یعنے مستحب ہی کہ مقتدیون سے قبل اپنے شروع کرنے کے کہدے
کیونکہ ممکن ہی کہ کوئی مقتدی اسکا حال نجانتا ہو اور اگر شروع نماز سے پیشتر نہ کہے تو بعد سلام کے آگاہ کردے ولو نوی الاقامۃ لا لتحقیقہا بل لیتم صلوۃ المقیمین
لم یصر مقیما اور اگر امام مسافر نیت اقامت کی کرے نہ حقیقت مین اقامت کے لیے بلکہ اس غرض سے کہ مقیم مقتدیون کی نماز پوری ہوجاوے تو ایسی نیت سے
مقیم نہوگا یعنے اس صورت مین اسکے فرض چار نہونگے دو فرض اور دو نفلین ہونگی اور اگر مقتدی اسکے پیچھے اپنی نماز پوری کرینگے تو انکی نماز فاسد ہوگی
کیونکہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھینگے کذا فی الشامی واما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم لا بعدہ فیما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی
حق القعدۃ لو اقتدی فی الاولیین او القراءۃ لو فی الاخریین اور اقتدا کرنا مسافر کا پیچھے مقیم کے درست ہی وقت کے اندر اور مسافر اس صورت مین چار
رکعتین پڑھے یعنے امام کی تبعیت کی جہت سے اسکے فرض بھی چار ہوجاینگے نہین درست ہی اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے ان نمازون مین کہ
بدل جاتی ہین یعنے ظہر و عصر و عشا مین اسلیے کہ اگر مسافر اول دوگانہ مین اقتدا مقیم کا کریگا تو فرض پڑھنے والے کا اقتدا ہوگا پیچھے نفل والے یعنے غیر
فرض پڑھنے والے کے قعدہ اولی کے حق مین کہ وہ مقیم کے حق مین واجب ہی اور مسافر کے حق مین فرض اور اگر پچھلے دوگانہ مین اقتدا کریگا

تو قرأت کے حق میں اقتدار مفترض کا متنفل کے پیچھے ہوگا کیونکہ قرأت مقیم کے حق میں سنت ہی پچھلے دوگانہ میں اور مسافر کے حق میں فرض غرضکہ
قضا نماز میں اقتدا مسافر کا مقیم کے پیچھے درست نہیں چار رکعت والی نمازوں میں اور فجر و مغرب کی نمازوں میں درست ہی خواہ ادا ہوں یا قضا ویاتی
المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار والا بان کان فی خوف وفرار لا یاتی بہا ہو المختار لانہ ترک لعذر تجنیس قیل الا سنۃ الفجر اور مسافر موکد
سنتوں کو پڑھے اگر امن اور چین کی حالت میں ہو یعنے حالت فروکشی اور اطمینان میں اور اگر امن وقرار نہو اسطرح کہ خوف یا جلدی میں ہو تو سنتیں
نہ پڑھے یہی مختار ہی اسلیے کہ یہ چھوڑنا ہی عذر کے باعث کذا فی التجنیس ایک قول یہ ہی کہ فجر کی سنتیں نچھوڑے یعنے اسوجہ سے کہ وہ مثل واجب کے ہیں
والمعتبر فی تغییر الفرض اخر الوقت وہو قدر ما یسع التحریمۃ فان کان المکلف فی آخرہ مسافرا وجب رکعتان والا فاربع لانہ المعتبر فی السببیۃ
عند عدم الاداء قبلہ اور معتبر فرضوں کے بدلنے میں آخر وقت ہی یعنے اسقدر کہ گنجایش تحریمہ کی رکھتا ہو تو اگر مسلمان عاقل بالغ آخر وقت میں مسافر ہوگا
تو دو رکعتیں واجب ہونگی اور اگر اسوقت میں مسافر نہوگا تو چار پڑھنی واجب ہونگی اسلیے کہ آخر وقت ہی معتبر ہی سبب ہونے میں وقت نماز ادا کرنے
کے پہلے اسوقت سے ہم یعنے سبب وجوب نماز کا وقت کا آخر حصہ ہوتا ہی اگر اس سے پیشتر ادا نہ کرچکا ہو مثلاً اگر آخر وقت میں لڑکا بالغ ہوا یا کافر
مسلمان ہوا یا مجنون ہوش میں آیا یا حائضہ پاک ہوئی تو اسوقت کی نماز انکو لازم ہوگی اسی طرح اقامت وسفر میں آخر وقت کا اعتبار کیا گیا کذا فی الشامی
الوطن الاصلی ہو موضع ولادتہ او تأہلہ او توطنہ یبطل بمثلہ اذا لم یبق لہ بالاول اہل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیہما لا غیر وطن اصلی باطل ہو جاتا ہی
اپنے جیسے وطن اصلی سے جبکہ اول وطن میں آدمی کے گھر والے نہ رہتے ہوں اور اگر رہتے ہوں تو باطل نہوگا بلکہ وہ شخص نماز پوری پڑھے دونوں
میں خواہ نیت اقامت کرے یا نہیں نہیں باطل ہوتا وطن اصلی دوسرے وطنوں سے شارح نے کہا کہ وطن اصلی آدمی کے پیدا ہونے کی جگہ ہی یا
شادی کرنے کا مقام یا وطن بنانے کا مکان ہم وطن کی تین قسمیں ہیں ایک وطن اصلی جسکی تعریف شارح نے بیان کی اسکو وطن اہلی اور وطن [illegible]
بھی کہتے ہیں دوم وطن اقامت یعنے وہ مکان جس میں پندرہ روز یا زیادہ کے ٹھہرنے کی نیت کرے اسکو وطن مستعار اور وطن حادث بولتے ہیں
تیسرا وطن سکنی جس میں پندرہ روز سے کم رہنے کی نیت ہو تو وطن اصلی میں آدمی مقیم کا حکم رکھتا ہی اگرچہ ایک ہی شب رہے مثلاً اثنائے سفر میں
وطن اصلی آگیا اور وہاں منزل کی تو نماز پوری پڑھے اور اگر دوسرے مقام کو وطن اصلی بنالیگا تب اول وطن اصلی نرہیگا بشرطیکہ گھر والے
بھی اول وطن سے اٹھ گئے ہوں اور اگر گھر والے ایک جگہ رہتے ہوں اور خود دوسری جگہ رہنے کا قصد کرلیا ہو تو دونوں مقام وطن اصلی متصور
ہونگے دونوں میں نماز پوری پڑھے ویبطل وطن الاقامۃ بمثلہ وبالوطن الاصلی وبانشاء السفر اور باطل ہو جاتا ہی وطن اقامت اپنے
جیسے وطن اقامت سے اور وطن اصلی سے اور سفر کر جانے سے ہم یعنے اگر ایک جگہ میں نیت پندرہ دن یا زیادہ کے رہنے کی ہو تو اگر اسکو
چھوڑ کر دوسرے مقام میں نیت کرلیگا تو پہلا مقام وطن نہ رہیگا اسی طرح اگر وطن اصلی کو چلا جاویگا تب بھی وہ وطن نہ رہیگا اور یہی حال وطن
اقامت سے سفر کر جانے کا ہی تو اگر ان حالتوں میں وطن اقامت پر گذر ہو اور نیت اقامت کی نکرے تو نماز قصر سے پڑھے کذا فی الشامی
والاصل ان الشیء یبطل بمثلہ وبما فوقہ لا بما دونہ اور قاعدہ یہ ہی کہ چیز اپنے مثل اور اپنے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہی نہ اپنے سے کمتر
سے یعنے سب میں قوی وطن اصلی ہی اس سے وطن اقامت وغیرہ باطل ہو جاتے ہیں اور وطن اقامت سے وطن اصلی باطل نہیں ہوتا
ولم یذکر وطن السکنی وہو ما نوی فیہ اقل من نصف شہر لعدم فائدتہ اور مصنف نے ذکر نکیا وطن سکنی کو یعنے اس مقام کو جسمیں نیت پندرہ دن
سے کم رہنے کی ہو بسبب اسکے نہ مفید ہونے کے یعنے وطن سکنی میں تغیر نہ مقیم کے لیے ہی نہ مسافر کے لیے اسلیے اسکے ذکر سے کچھ فائدہ نہیں و
ما صورہ الزیلعی ردہ فی البحر اور زیلعی نے جو صورت مسئلہ کی وطن سکنی کے لیے بنائی ہی اسکو بحر الرائق میں رد کیا ہی ہم زیلعی نے یہ صورت فرض کی ہی

کہ ایک شخص اپنے شہر سے کسی گانون مین بدون ارادہ سفر کے اپنے کام کو گیا اور اُس گانون مین پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت کی تو وہ پوری نماز پڑھیگا کیونکہ مقیم ہی پھر فرض کرو کہ وہ گانون سے بدون سفر کے باہر نکلا اور بستی سے باہر ہو کر ابھی نہ اپنے شہر مین گیا تھا اور نہ کسی جگہ رات کو رہا تھا کہ اُسکو یہ سوجھا کہ سفر کیجیے تو وہ قصر سے نماز پڑھیگا کہ مسافر ہو گیا اور اگر اثنا سفر کے بعد اُسی گانون مین گذرے تو وہ اُس گانون مین کہ اُسکا وطن سکنی ہی پوری نماز پڑھے اسلیے کہ اُس سے کوئی ایسا فعل نہین پایا گیا جس سے وطن سکنی باطل ہو جاتا ہے یعنی نہ تو اُسنے دوسری جگہ اقامت کی ہی کہ وہ وطن سکنی ہوتا اور اپنے مثل پہلے وطن سکنی کو باطل کر دیتا اور نہ اپنے گھر گیا ہی کہ وطن اصلی کے سبب سے وطن سکنی باطل ہوتا اور نہ اُس گانون سے سفر کیا ہی بلکہ سفر اُس سے باہر نکلکر کیا ہی تو سبب کوئی مبطل وطن سکنی کا نہ پایا گیا اسلیے نماز پوری پڑھی صاحب بحر الرائق نے اسکا جواب یہ دیا ہی کہ جب ابتدائیت سفر وہ گانون مین آیا تو ہنوز اُسکا سفر باقی ہی کیونکہ اقامت کی نیت نہین کی حالانکہ سفر سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہی جو وطن سکنی سے قوی ہی تو وطن سکنی کیسے باطل نہو گا پس یہ کہنا کہ وطن سکنی کا کوئی مبطل نہین پایا گیا غلط ہی اسلیے کہ یہان تو اسکا مبطل سفر موجود ہی اور پورا بیان اس مسئلہ کا شامی مین ہی والمعتبر نیۃ المتبوع لانہ الاصل لا التابع کامرأۃ وفاہا مہرہا المعجل وعبد غیر مکاتب وجندی اذا کان یرتزق من الامیر او بیت المال واجیر واسیر وغریم وتلمیذ مع زوج ومولی وامیر ومستاجر وآسرہ لف ونشر مرتب اور معتبر نیت متبوع کی ہی اسلیے کہ وہ اصل ہی یعنی اقامت اور سفر پر قادر ہی نہین معتبر ہی نیت تابع کی مثلاً زوجہ کی نیت معتبر نہین شوہر کے ساتھ بشرطیکہ شوہر نے اُسکو مہر معجل دیدیا ہو اور اگر نہ دیا ہو تو وہ تابع شوہر کی نہو گی کیونکہ بدون ادا کے مہر معجل شوہر اُسکو سفر مین لیجانے پر قادر نہین اور زوجہ کو اختیار ہی کہ اسوجہ سے شوہر کے پاس نجاوے اور مثلاً غلام کی نیت معتبر نہین آقا کے ساتھ بغیر مکاتب کے اسلیے کہ مکاتب کو بدون اذن آقا کے سفر کا اختیار ہی تو اُسپر اطاعت آقا کی ضروری نہین اور لشکری کی نیت معتبر نہین امیر کے ساتھ جبکہ لشکری کا کھانا امیر سے ملتا ہو یا بیت المال سے اور اگر اپنے پاس سے کھاتا ہو تو اسی کی نیت معتبر ہوگی اور مزدور کی نیت معتبر نہین مستاجر کے ساتھ شامی نے کہا کہ یہ اس صورت مین ہی کہ وہ ماہ بماہ یا سالانہ ملتا ہو اور اگر یومیہ پاتا ہو تو شام کے وقت اجرت فسخ کر سکتا ہی اسیلیے اعتبار اُسکی نیت کا ہو گا نہ مستاجر کی اور قیدی کی نیت معتبر نہین قید کرنیوالے کے ساتھ اور قرضدار کی نیت معتبر نہین قرضخواہ کے ساتھ بشرطیکہ قرضدار مفلس نہو اور شاگرد کی نیت معتبر نہین استاد کے ساتھ جبکہ استاد کے ذمہ کھانا ہو شارح نے کہا کہ عبارت ماتن مین لف ونشر مرتب ہی اسیلیے مترجم نے الفاظ نشر کو مناسب جگہ پر ترجمہ کیا شامی نے کہا کہ بیٹا بالغ اگر باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو اُسکی نیت کا بھی اعتبار نہونا چاہیے قلت فقید المعیۃ للاحتراز فیہ تحقق التبعیۃ مع ملاحظۃ شرط آخر تحقق لذلک کما ہو الاظہر فی مسئلۃ الجندی ووفاء المہر فی المرأۃ وعدم کتابۃ العبد مین کہتا ہون کہ قید ساتھ ہونے کی بلحوظ ہی تبعیت کے ثابت ہونے مین مع ایک دوسری شرط کے لحاظ کے جو تبعیت کو ثابت کرتی ہی جیسے دوسری شرط لشکری کے مسئلہ مین کھانا ملتا ہی اور عورت کے مسئلہ مین مہر معجل کا دینا اور غلام کا مکاتب نہونا شامی نے کہا کہ تابع جب متبوع کے ساتھ ہو تو اپنے متبوع سے حال اقامت وسفر کا دریافت کرے اگر وہ بتا دے تو اُسکے بموجب کار بند ہو ورنہ جس حال پر ہو اُسی پر عمل کرے یعنی سفر کی صورت مین قصر کرے اور اقامت مین پوری نماز پڑھے وبہ بان جواب حادثۃ جزیرۃ قریدسنۃ ثمانین والف اور اس دوسری شرط کے لحاظ سے ظاہر ہوا جواب حادثہ جزیرہ کریدہ کا سنہ ایکہزار اسی مین ہم کریدہ بکسر کاف فارسی نام ایک جزیرہ کا ہی اور حادثہ یہ تھا کہ ہزیمت اور شکست کے بعد لشکری تتر بتر ہو گئے یعنی نہ امیر کے ساتھ رہے نہ اُسکی طرف سے اُنکو کھانا ملا تو ہر ایک تابع نہ رہا مستقل ہو گیا قال رحمتی طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ جواب حادثہ کا شارح کے کتاب کی تالیف کے بعد ملحق کیا ہی کیونکہ تالیف کتاب سے تو سنہ [illegible] مین فراغت پائی تھی چنانچہ آخر کتاب مین خود لکھا ہی یا کسی شاگرد نے ملا دیا ہو ولا بد من علم التابع بنیۃ المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامۃ ولم یعلم التابع

فهو مسافر حتى یعلم علی الاصح وفی الفیض وبہ یفتی کما فی المحیط وغیرہ دفعا للضرر عنہ اور ضرور ہی جاننا تابع کا متبوع کی نیت کو پس اگر متبوع نے اقامت
کی نیت کرے اور تابع کو معلوم نہو تو تابع مسافر رہیگا جب تک کہ اسکو علم ہو یہی تر قول ہے کہ در یہ جیسا اور فیض میں ہے کہ اسی پر فتوے ہے جیسا کہ محیط وغیرہ
میں ہے واسطے دور کرنے ضرر کے تابع سے یعنے اسکی بے علمی میں اگر اسکو دو کی جگہ چار رکعتیں لازم کیجائیں تو اسکا ضرر ہوگا فما فی الخلاصة عبد ام مولاہ
فنوی المولی الاقامة ان اتم صحت صلاتهما والا لا مبنی علی خلاف الاصح پس یہ مسئلہ خلاصہ میں ہے کہ ایک غلام اپنے آقا کا امام ہو اور آقا نے
اقامت کی نیت کر لی تو اگر غلام چار رکعتیں پڑھیگا تب تو دونوں کی نماز صحیح ہوگی اور اگر پوری نہ پڑھیگا تو نماز دونوں کی نہ درست ہوگی غلام کی اسوجہ سے
کہ اسکو چار پڑھنے چاہئیں تھیں دو پڑھیں اور آقا کی اسوجہ سے کہ غلام کی نماز پر اسکی بنا ہے تو یہ مسئلہ اصح قول کے خلاف پر مبنی ہے یعنے جس قول میں
کہ نیت متبوع کا علم تابع کو ضرور نہیں والقضاء یحکی الاداء یعنے قضا ادا کی حکایت ہے سفرا وحضرا لانه بعد ما تقرر لا یتغیر اور قضا نماز مشابہ ادا کے ہے سفر میں
اور اقامت میں اسلیے کہ قضا بعد ثابت ہونے کے متغیر نہیں ہوتی ہم یعنے اگر سفر کی نماز قضا ہو گئی اور اقامت میں اسکو پڑھنا چاہے تو قصر سے
پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر میں پوری پڑھے جیسے کہ اسکو ادا پڑھتا کیونکہ جب وقت کے نکلنے سے نماز ثابت ہو گئی تو جیسے واجب ہوئی تھی
ویسے ہی رہیگی تغیر نہ آویگا ہاں وقت کے اندر بدل سکتی ہے نیت اقامت کرنے سے یا سفر کر دینے سے یا مقیم کے پیچھے مسافر کے پڑھنے سے کذا
فی الشامی غیر ان المریض یقضی فائتة الصحة فی مرضه بما قدر یعنی مگر مریض حالت صحت کی قضا کو اپنے مرض میں جیسی ہوسکے ویسی پڑھ لے ہم یعنی
مریض اگر صحت کی نماز مرض میں بیٹھکر پڑھیگا تو درست ہوگی بباعث عذر کے اور مرض کی قضا کو تندرستی میں اگر بیٹھکر پڑھیگا تو درست
نہوگی کیونکہ عذر جاتا رہا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے سافر السلطان قصر بادشاہ نے سفر کیا تو قصر سے پڑھے ہم یعنے نیت
سفر کے ساتھ سفر شرعی کرنے سے وہ بھی مسافر ہو جاتا ہے یہ نہیں کہ تمام ملک مرہون اسکے لیے بمنزلہ ایک شہر کے ہوں کذا فی الشامی تزوج المسافر
ببلد صار مقیما علی الاوجہ مسافر نے کسی شہر میں شادی کر لی تو وہ مقیم ہوگیا قول موجہ کے بموجب ہم یعنے گو اس شہر کو وطن نہ بناوے نہ نیت
اقامت کرے صرف شادی سے مقیم ہو جائیگا بحر الرائق میں وجہ یہ لکھی ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی شہر میں شادی کر لے وہ اسی شہر کا
شمار ہوتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر پندرہ روز کے اندر چلے جانے کا ارادہ ہوگا تو مسافر نہوگا اور یہ اختلاف مرد مسافر کے باب میں ہے عورت
اگر مسافر ہو تو صرف شادی سے مقیم ہو جائیگی بالاتفاق طهرت الحائض وبقی لمقصدها یومان تتم فی الصحیح وکذا صبی بلغ بخلاف کافر اسلم پاک
ہوئی حائضہ سفر میں جبکہ منزل مقصود دو دن کی مسافت پر رہی تو وہ نماز پوری پڑھے صحیح قول میں اسی طرح اگر لڑکا دو منزل پہلے بالغ ہوا تو وہ
بھی پوری پڑھے بخلاف کافر کے کہ مسلمان ہو جبکہ منزل مقصود تک تین دن سے کم کی راہ رہی ہو تو وہ نماز قصر سے پڑھے ہم حائضہ اسلیے پوری
پڑھے کہ وقت سفر کے وہ اہل ادا نہ تھی اسلیے حکم سفر کا اسمیں معتبر نہوا اور لڑکا پہلے سے مکلف ہی نہ تھا اور کافر کا عذر اختیاری تھا کہ ہر وقت
مسلمان ہو سکتا تھا اسلیے اسکے حق میں حکم سفر کا ابتدا سے معتبر ہوا اور حائضہ کا عذر آسمانی تھا اسکا دور کرنا اسکے قابو میں نہ تھا کذا فی الشامی
عبد مشترک بین مقیم ومسافر ان تهایا قصر فی نوبة المسافر والا یفرض علیه القعود الاول ویتم احتیاطا ولا یاتم بمقیم اصلا وهو ملغز ایک غلام مشترک
ہے مقیم اور مسافر میں اگر دونوں نے اسکی خدمت کی باری مقرر کر لی ہو تو وہ قصر سے نماز پڑھے مسافر کی باری میں اور اگر باری نہ ٹھہرائی ہو تو اس غلام
پر قعدہ اولے فرض ہوگا اور پوری نماز پڑھے احتیاط کی راہ سے کیونکہ جب اسکے مالک دو ہیں تو وہ ایک کے لحاظ سے مقیم ہے اور دوسرے کے
اعتبار سے مسافر اور وہ غلام کسی مقیم کے پیچھے اقتدا نہ کرے مطلقا یعنے نہ وقت کے اندر نہ بعد وقت کے نہ اول دوگانہ میں نہ دوسرے میں اور یہ
غلام کا حکم ان مسائل سے ہے جو معما کے طور پر پوچھے جاتے ہیں ہم یعنے اس مسئلہ میں یہ سوال ہوسکتا ہے کون شخص ہے کہ نماز فرض کی چار رکعتیں پڑھے

اور دریافت کیا قعدہ اسپر فرض ہوا اور کونسا شخص ہی کہ اسکو اقتدا مقیم کے پیچھے درست نہیں اور کونسا شخص ہی کہ نہ مسافر ہی نہ مقیم اور کونسا شخص ہی کہ ایک روز قصر کی نماز پڑھے اور ایک روز پوری کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حکم اس مسئلہ کا بحث ہی شارح منیہ کی نہ روایت مذہب قال لنسائہ من لم تدر منکن کم رکعۃ فرض یوم ولیلۃ فہی طالق فقالت احدہن عشرون والثانیۃ سبعۃ عشر والثالثۃ خمسۃ عشر والرابعۃ احدی عشر لم یطلقن لان الاولی ضمت الوتر والثانیۃ ترکتہ والثالثۃ یوم الجمعۃ والرابعۃ المسافر واللہ اعلم ایک شخص نے اپنی چار بیبیوں سے کہا کہ جو کوئی تم میں سے نہ بتائے کہ ایک دن رات میں کتنی رکعتیں فرض ہیں تو اسکو طلاق ہی تو انہیں سے ایک نے کہا کہ بیس رکعتیں دن رات میں فرض ہیں اور دوسری نے کہا سترہ اور تیسری نے پندرہ اور چوتھی نے گیارہ تو انکو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اول عورت کا جواب درست ہی کہ اسنے وتر کو باعث فرض عملی ہونے کے شامل کر لیا اور دوسری نے وتر کو چھوڑ کر سترہ کہا اور تیسری نے جمعہ کے روز کی رکعتیں بتائیں اور چوتھی نے مسافر کی رکعتیں بتائیں اور وتر کو ان دونوں نے بھی شامل نہیں کیا واللہ اعلم

باب الجمعۃ

یہ باب ہی جمعہ کے احکام میں جمعہ اسلیے نام رکھا گیا کہ یہ دن لوگوں کے اجتماع کا ہی اور اکثر کا قول یہ ہی کہ جمعہ مدینہ میں فرض ہوا اور اسکی آیت مدنی ہی اور مناسبت نماز جمعہ کی صلوٰۃ مسافر سے یہ ہی کہ دونوں نمازیں آدھی ہیں یعنی جمعہ کی نماز ظہر کی نماز سے بنسبت نصف کے رکعتیں ہیں اور مسافر کی نماز ظہر کی نماز سے کذا فی الطحطاوی مختصراً بتثلیث المیم والسکون ہی فرض عین یکفر جاحدہ بالتوجہ بدلیل القطعی کما حققہ الکمال وہو فرض مستقل آکد من الظہر ولیست بدلا منہ کما حررہ الباقانی معزیا لسری الدین ابن الشحنۃ لفظ جمعہ تینوں حرکتوں سے ہے اور میم کے ساکن ہونے سے بھی وہ فرض عین ہی کہ اسکا منکر کافر ہی بسبب اسکے ثابت ہونے کے دلیل قطعی سے یعنی آیۃ (یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا) سے اور حدیث اور اجماع سے چنانچہ ثابت کیا ہی اسکو کمال الدین محقق نے اور وہ فرض مستقل ہی زیادہ موکد ہی بنسبت ظہر کے اور نہیں ہی عوض ظہر کا جیسا کہ تنقیح کی ہی اس امر کی باقانی نے سری الدین ابن شحنہ کی طرف نسبت کر کے ہم جمعہ زیادہ موکد ہی بنسبت ظہر کے یعنی جمعہ میں جو تہدید آئی ہی وہ ظہر میں نہیں ہی چنانچہ احمد و حاکم نے ایک حدیث صحیح روایت کی کہ جو کوئی جمعہ کو تین بار بدون ضرورت کے ترک کرے اللہ تعالیٰ اسکے دل پر مہر کر دیتا ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ جمعہ میں جو شرطیں ہیں وہ ظہر میں نہیں اور یہ جو کہا کہ جمعہ ظہر کا عوض نہیں یہ مخالف ہی اس قول کے جو شارح نے باب شروط الصلوٰۃ کے اندر نیت کی بحث میں لکھا ہی کہ جمعہ عوض ہی ظہر کا اور تحقیق حنفیوں کے نزدیک یہی ہی کہ فرض وقت ظہر ہی نہ جمعہ مگر حکم جمعہ کا یہ ہوا کہ ظہر ساقط ہو جاوے اور اسی وجہ سے اگر کوئی آدمی بغیر عذر اپنا جمعہ کے نماز ظہر پڑھ لیگا تو ہمارے نزدیک بلا کراہت تحریمی کے ساتھ درست ہوگی اگرچہ اقتصار کرنا ظہر پر حرام ہی اور ظہر کے فرض وقت ہونے کی تصریح فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہی حتی کہ باقانی نے ملتقی کی شرح ملتقی میں اسکو اختیار کیا تو شارح نے جو یہ تنقیح باقانی سے نقل کی شاید شرح نقایہ میں اسنے ایسا کہا ہو مگر ہماری تقریر سے معلوم ہو گیا کہ تنقیح مذکور ضعیف ہی کذا فی الشامی وفی البحر وقد افتیت مراراً بعدم صلوٰۃ الاربع بعدہا بنیۃ آخر ظہر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وہو الاحتیاط فی زماننا واما من لا یخاف علیہ مفسدۃ منہا فالاولی ان یکون فی بیتہ خفیۃ اور بحر الرائق میں ہی کہ میں نے چند بار فتوے دیا نہ پڑھنے چار رکعتوں کا جمعہ کے بعد آخر ظہر کی نیت سے بسبب خوف اعتقاد ہونے کے عوام الناس کے نہ فرض ہونے جمعہ کو اور یہی احتیاط ہی ہمارے زمانہ میں اور جس شخص کو خوف خرابی عقیدہ کا جمعہ کی نماز سے نہو تو بہتر یہ ہی کہ یہ چار رکعتیں اپنے گھر پر پوشیدہ پڑھ لے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ کلام متعلق ہی کمال الدین کے کلام سے جیسے کہ کہا ہی کہ ہم نے جمعہ کے باب میں کسی قدر بیان کو اسلیے طول دیا کہ بعض جاہل کہتے ہیں کہ امام اعظم کے نزدیک جمعہ فرض نہیں صاحب بحر الرائق نے کہا کہ یہ بلا ہمارے زمانہ میں بھی پھیل گئی

یہان تک کہ بعض جاہل جمعہ کے بعد چار رکعتین اس نیت سے پڑھتے ہین کہ جو سب سے پچھلا ظہر میرے ذمہ ہوا ہو اور مین نے اسکو ابھی نہ پڑھا ہو اسکو
پڑھتا ہون تو چونکہ اسمین یہ خوف ہے کہ جاہل اسکے معتقد ہو جائین کہ جمعہ فرض نہین اسلیے مین نے اس نماز کے نہ پڑھنے کا فتوی دیا و یشترط لصحتہا
سبعۃ اشیاء اور شرط ہین واسطے صحیح ہونے جمعہ کے سات چیزین ہم نہر الفائق مین بیان کیا کہ جمعہ کے لیے کچھ شرطین واجب ہونے کی ہین یعنے جنسے
جمعہ آدمی پر واجب ہو جاتا ہی اور کچھ شرطین ادا کی ہین اور فرق ادا اور وجوب کی شرطون مین یہ ہی کہ ادا کی شرطون کے نہونے سے ادا صحیح نہین ہوتا
اور وجوب کی شرطین نہونے سے ادا درست ہی پھر صاحب نہر الفائق نے ایک قطعہ عربی کا جامع شرائط وجوب و ادا کا نقل کیا ہی جسکا ترجمہ مترجم نے
فارسی مین کر دیا اور وہ یہ ہی قطعہ شرط وجوب جمعہ عقل و اقامت بلوغ دان ۰۰ پھر بدن ہی است مردی و آزادی بعد ازان ۰۰ سلطان و وقت خطبہ
جماعت ہم اذن و شہر ۰۰ یا دش بہ ادا کن و مگذار رایگان ۰۰ اس قطعہ مین چھ شرطین ادا کی مذکور ہین اور شارح نے خطبہ کا پیشتر نماز کے ہونا ایک
شرط جدا قرار دی ہی اسلیے تعداد سات ہوئی الاول المصر وہو ما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء مجتبی لظہور التوانی
فی الاحکام پہلی شرط صحت کی شہر ہی یعنے وہ بستی جسکی سب سے بڑی مسجد مین اسکے باشندے جنکو جمعہ کے ادا کرنے کا حکم ہی نہ سماوین یعنی عورتون
اور لڑکون اور مسافرون کے سوا اسقدر مسلمان ہون کہ بڑی سی بڑی مسجد مین نہ آسکین اور شہر کی اسی تعریف پر فتوی ہی اکثر فقہا کا کذا فی
المجتبی اس تعریف پر فتوی ہی بسبب ظاہر ہونے سستی کے احکام مین ہم یعنے ظاہر مذہب کی تعریف مین حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہی اور چونکہ
حاکم سزاؤن کے قائم کرنے مین کوتاہی اور سستی کرتے ہین لہذا فتوی اس تعریف مذکورہ بالا پر ہوا کذا فی الطحطاوی وظاہر المذہب انہ کل
موضع لہ امیر وقاض یقدر علی اقامۃ الحدود کما حررناہ فیما علقناہ علی الملتقی اور ظاہر مذہب یہ ہی کہ شہر وہ بستی ہی جسمین ایک حاکم اور ایک قاضی
ہو کہ سزاؤن کے قائم کرنے پر قادر ہو چنانچہ ہمنے اسکو منقح بیان کیا ہی ملتقی الابحر کی شرح مین ہم امیر و قاضی سے مراد یہ ہی کہ اسی شہر مین رہتے ہون
یہ نہین کہ کبھی دورہ کو چلے آتے ہون اور قاضی اقامت حدود پر قادر ہو اسکے یہ معنی کہ گویا بالفعل قائم نہ کرتا ہو مگر اقامت پر قدرت ہو اور شارح ملتقی
نے اسی تعریف کو صحیح کہا ہی کذا فی الشامی وفی القہستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فی الرستاق اذن بالجمعۃ اتفاقا علی ما قالہ السرخسی واذا اتصل
بہ الحکم صار مجمعا علیہ فلیحفظ اور قہستانی مین ہی کہ اذن دینا حاکم کا واسطے بنانے جامع مسجد کے گانون مین اذن ہی جمعہ کے لیے بالاتفاق اور اس
بیان کے کہ کہا ہی اسکو سرخسی نے اور جب ملجاوے اس اذن سے حکم تو ہو جائیگا اذن جمعہ کا بالاجماع تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم قہستانی مین ذکر ہی
کہ جمعہ پڑھنا قصبات اور بڑے گانوؤن مین جنمین بازار ہون فرض واقع ہوتا ہی بلا خلاف جبکہ مسجد جامع کے بنانے کا اذن حاکم یا قاضی نے دیا ہو
یا جمعہ کے ادا کرنے کا حکم دیا ہو کیونکہ ادا جمعہ مختلف فیہ ہی قصبات اور بڑے گانون مین تو جب مختلف فیہ پر حکم حاکم ہو گیا وہ مجمع علیہ ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا
او فناؤہ بکسر الفاء وہو ما حولہ اتصل بہ اولا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ لاجل مصالحہ کدفن الموتی ورکض الخیل والمختار للفتوی تقدیرہ
بفرسخ ذکرہ الولوالجی یا شرط صحت جمعہ کی فناء مصر ہی بکسر فا اور فناء وہ جگہ ہی گرد شہر کے جو اسکے منافع کے لیے مثل دفن کرنے مردون اور
دوڑانے گھوڑون کے ہو خواہ شہر سے متصل ہو یا نہین چنانچہ منقح بیان کیا ہی اسکو ابن کمال وغیرہ نے اور مختار فتوی کے لیے اندازہ کرنا اسکا
ایک فرسنگ یعنی تین میل ذکر کیا ہی اسکو ولوالجی نے ہم شامی نے کہا کہ بعض محققین نے تو صرف فنا کی تعریف پر اکتفا کر کے مطلق چھوڑ دیا ہی
اسکی کچھ حد مقرر نہین کی یعنے جس جگہ شہر کی کار آمد باتین ہوتی ہون وہ فنا ہی جیسے گھوڑون کا پھیرنا اور دوڑانا اور مردون کا دفن کرنا
اور فوج کا جمع ہونا اور چاند ماری وغیرہ ہوتی ہو اور بعضون نے اسکی مسافت بھی مقرر کر دی ہی اور مسافت کے باب مین نو قول ہین
کسی نے کہا کہ شہر کی آواز اسمین آتی ہو کسی نے کہا اذان سنائی دیتی ہو کسی نے کہا چار سو ہاتھ کا فاصلہ ہو کسی نے میل کا کسی نے دو کا

کسی نے تین کا یعنی فرسنگ کا کسی نے دو فرسنگ کا کسی نے تین کا کہا اور چونکہ ہر شہر کے حوائج کے لیے مسافت مختلف ہوتی ہے اسلیے بہتر یہی ہے کہ صرف
تعریف پر اکتفا کیا ہے والثانی السلطان ولو متغلبا او امرأۃ فیجوز امرہا باقامتہا لا اقامتہا اور دوسری شرط صحت جمعہ کی بادشاہ ہے اگرچہ
متغلب ہو یا عورت پس درست ہے حکم کرنا عورت کا جمعہ کے قائم کرنے کو اور درست نہیں ہے قائم کرنا عورت کا جمعہ کو متغلب اُسکو کہتے ہیں جسمیں امامت کی
شرطیں نہوں اگرچہ قوم اس سے راضی ہو جاوے یا جسکے پاس فرمان نہو اور اقامت جمعہ سے مراد خطبہ پڑھنا اور نماز پڑھانا ہے تو عورت کے حکم سے دوسرا شخص
اگر یہ دونوں باتیں کریگا تو درست ہے اور اگر عورت خود خطبہ پڑھے یا نماز پڑھاوے تو درست نہو گا کیونکہ وہ اقامت کی اہل نہیں شامی نے کہا کہ عورت جو
بادشاہ ہوتی ہے تو تغلب ہی سے ہوتی ہے اسلیے کہ امامت کبریٰ میں مرد ہونا شرط ہے تو شارح کو چاہیے تھا کہ او کی جگہ ولو کہتا یعنی اگرچہ متغلب یا عورت ہی ہو
او مامورہ باقامتہا ولو عبدا ولی عمل ناحیۃ وان لم یجز انکحتہ واقضیتہ یا وہ شخص ہو جسکو بادشاہ وقت نے جمعہ کی اقامت کی اجازت دی ہو اگرچہ وہ
غلام ہو کہ کسی طرف کا عامل مقرر ہوا ہو گو اُس غلام کے نکاح کیے ہوے اور مقدمات کے فیصلے جائز نہونگے کیونکہ یہ دونوں امر اُس شخص کی طرف
نافذ ہوتے ہیں جسکو ولایت ہو غیر پر اور غلام کو تو اپنے نفس پر بھی ولایت نہیں غیر پر کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی واختلف فی الخطیب المقرر من
جہۃ الامام الاعظم او من جہۃ نائبہ ہل یملک الاستنابۃ فی الخطبۃ فقیل لا مطلقا ای لضرورۃ اولا الا ان یفوض الیہ ذلک وقیل ان لضرورۃ
جاز والا لا وقیل نعم یجوز مطلقا بلا ضرورۃ لانہ علی شرف الفوات لتوقتہ فکان الامر بہ اذنا بالاستخلاف دلالۃ ولا کذلک القضاء اور اختلاف ہوا ہے
کہ اُس خطیب میں جو سلطان یا اُسکے نائب یعنی بادشاہ اور قاضی القضاۃ کی طرف سے مقرر ہو کہ اُسکو خطبہ پڑھنے کے لیے دوسرے شخص کو نائب
کرنا درست ہے یا نہیں یعنی بدون اجازت حاکم کے اپنا نائب کر سکتا ہے یا نہیں تو بعض نے کہا کہ درست نہیں مطلقا یعنی ضرورت نائب کرنے کی ہو
یا نہو مگر اُس صورت میں کہ خطیب مذکور کو یہ امر حاکم کیطرف سے تفویض کر دیا گیا ہو تو خلیفہ کرنا درست ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے
ہو یعنی خطیب خود کسی مرض یا ضرورت سے وقت پر خطبہ نہیں پڑھ سکتا تو دوسرے کو نائب کرنا درست ہے اور اگر ضرورت نہیں تو نائب کرنا بھی درست
نہیں اور بعض نے کہا کہ ہاں درست ہے مطلقا یعنی اگرچہ بلا ضرورت ہو اسلیے کہ ادا جمعہ کا ایک وقت مقرر ہے جو فوت ہونے کے سبب سے فوت ہو جانے
کنارہ پر ہے تو اجازت ادا جمعہ کی اذن ہے خلیفہ کرلینے کا بطور دلالت کے اور نہیں ہے ایسی قضا میں یعنی جمعہ کے ادا کے لیے ایک وقت معین ہے کہ وہ گذر جاوے
تو جمعہ جاتا رہے اسلیے جب حاکم نے ادا جمعہ کی خطیب کو اجازت دی تو دلالۃ خلیفہ کرنے کی بھی اجازت ہو گئی کیونکہ یہ تو حاکم جانتا ہے کہ اقامت جمعہ میں مرض
اور حدث بھی خطیب کو پیش آسکتے ہیں تو بدون خلیفہ کرنے کے جمعہ کیسے ادا ہوگا اور قضا کے لیے کوئی وقت خاص نہیں کہ اُسکے گذر جانے سے خوف
اُسکے فوت کا ہو تو حکم دینا قضا کا اجازت خلیفہ کرنے کی نہو گی کذا فی الشامی وہو الظاہر من عباراتہم ففی البدائع کل من ملک الجمعۃ
ملک اقامۃ غیرہ اور خطیب کو مطلقا دوسرے کا خلیفہ کر دینا ہی ظاہر ہے فقہا کی عبارتوں سے چنانچہ بدائع میں ہے کہ جو شخص مالک ہے جمعہ کا
وہ اختیار رکھتا ہے اپنے غیر کے قائم کرنے کا یعنی جو خود اقامت کر سکتا ہے وہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے وفی التحفۃ نفی تعداد الجمعۃ لابن جرباش
انما یشترط الاذن لاقامتہا عند بناء المسجد ثم لا یشترط بعد ذلک بل الاذن مستصحب لکل خطیب وتمامہ فی البحر اور کتاب تحفہ نفی تعداد الجمعہ میں جو تالیف
ابن جرباش کی ہے مرقوم ہے کہ اقامت جمعہ کا اذن صرف مسجد کے بنانے کے وقت شرط ہے پھر اُسکے بعد شرط نہیں بلکہ اذن ہر خطیب کو بدستور
سابق رہتا ہے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے تحفہ بضم تا و سکون حا نام کتاب کا ہے اور ابن جرباش بضم جیم و را مہملہ صاحب بحر الرائق
کے اساتذہ میں سے ہے حاصل مسئلہ کا یہ ہے کہ جب بادشاہ اول بار اقامت جمعہ کی اجازت ایک شخص کو دیدے تو اُس شخص کو اختیار ہے کہ غیر
کو اجازت دیدے اور وہ غیر دوسرے کو اجازت دے اسی طرح اجازت در اجازت چلی جاوے یہ غرض نہیں کہ بادشاہ جب اقامت جمعہ کا

اذن کسی مسجد مین دے تو ہر شخص یا ہر خطیب کو اس مسجد مین اجازت اقامت جمعہ کی ہو گئی اب ضرورت اجازت کی سلطان سے یا جسکو اسنے اجازت دی ہو اُس سے نہین رہی جیسا کہ ظاہر عبارت شارح سے سمجھا جاتا ہو کذا فی الشامی وما قیدہ الزیلعی لا دلیل علیہ اور زیلعی نے جو قید لگائی ہو کہ خطیب کو خلیفہ کرنا درست نہین مگر جبکہ بے وضو ہو جاوے تو اسپر کوئی دلیل نہین فقہا کی عبارتون سے تو اطلاق خلیفہ کرنیکا جواز معلوم ہوتا ہو دوسرے یہ کہ یہ بات خاص نماز مین خلیفہ کرنیکی ہو خطبہ تو بے وضو بھی درست ہو حالانکہ ذکر یہ تھا کہ خطیب خطبہ کیلیے نائب کر سکتا ہو یا نہین کذا فی الشامی ثم اقامتہا سے مراد خطبہ اور نماز دونون ہین اور اجازت پر صرف خطبہ موقوف ہی نہ نماز تو اقامت جمعہ کیلیے خلیفہ کرنے سے مراد خطبہ کے واسطے خلیفہ کرنا ہی نہ نماز کیلیے جیسا کہ بعض فقہا کو وہم ہوا ہی کذا فی البحر وما ذکرہ ملا خسرو وغیرہ ردہ ابن الکمال فی رسالۃ خاصۃ بین فیہا ان الجواز بلا شرط والنصب فیہا واسع ولکثیر من الفوائد اودع اور جس بات کو ملا خسرو وغیرہ نے ذکر کیا ہی اُسکو ابن کمال نے ایک خاص رسالہ مین رد کیا ہی جسمین خلیفہ کرنیکا جواز بدون شرط اذن سلطانی کے مدلل کیا ہی اور اس رسالہ مین لمبی تقریر اچھے ڈھنگ پر بیان کی ہی اور بہت سے فوائد مندرج کیے ہین ملا خسرو نے بیان کیا ہی کہ خطیب کو نائب کرنا نہین پہونچتا جب تک کہ بادشاہ کی طرف سے اُسکو نائب کرنیکا اختیار نہ دیا گیا ہو وفی مجمع الانہر انہ جائز مطلقاً فی زماننا لانہ وقع فی تاریخ خمس واربعین وتسعمائۃ اذن عام وعلیہ الفتویٰ اور مجمع الانہر مین ہی کہ خلیفہ کرنا جائز ہی مطلقاً ہمارے زمانہ مین یعنی خواہ ضرورت ہو یا نہو اسلیے کہ ۹۴۵ھ مین سلطان کی طرف سے اجازت عام ہو گئی ہی کہ ہر خطیب کو اختیار ہی کہ دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ کر دے اور اسی پر فتوے ہی شامی نے کہا کہ شاید شارح کے زمانہ کے علما کا فتوے مراد ہو تو یہ تصحیح ناتمام ہی کیونکہ اُس زمانہ کے علما اہل تصحیح نہین بلکہ تصحیح واسطے پیشتر کے لوگ ہین وفی السراجیۃ لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ ولم یؤید ذلک انہ یلزم اداء النفل بجماعۃ واقرہ شیخ الاسلام اور سراجیہ مین ہی کہ اگر کسی نے نماز پڑھائی بدون اذن خطیب کے تو درست نہو گی مگر جبکہ اقتدا کرے اُسکے پیچھے وہ شخص جسکو اختیار جمعہ کا ہی کیونکہ اقتدا کرنے سے دلالۃً اجازت ہو جائیگی اور اگر والی آیا اور اقتدا نہ کیا تو امامت اُس شخص کی ناجائز ہو گی اور تائید کرتا ہی عدم جواز کی یہ امر کہ لازم آتا ہی نفل کا ادا کرنا جماعت سے اور ثابت رکھا ہی اُسکو شیخ الاسلام نے ہم نے جبکہ جمعہ بدون اذن کے ناجائز ہوا تو یہ نماز نفل ہو گی اور نفل جماعت سے پڑھنی مکروہ تحریمی ہی حلبی نے کہا کہ مکروہ تحریمی جب ہو کہ نیت نفل سے شروع کیا ہو یہان تو نیت فرض سے شروع کیا ہی تو مکروہ کیسے ہو گی کذا فی الطحطاوی ومات والی مصر فجمع خلیفتہ او صاحب الشرط بالضم حاکم السیاسۃ او القاضی الماذون لہ فی ذلک جاز لان تفویض امر العامۃ الیہم اذن بذلک دلالۃ مر گیا حاکم کسی شہر کا یا جمعہ مین کسی فساد کے خوف سے نہ آیا کذا فی البدائع پس جمعہ پڑھوایا اُسکے خلیفہ نے یعنی ولیعہد نے یا حاکم فوجداری نے یا قاضی نے جسکو اقامت جمعہ کی اجازت ہو تو درست ہی اسلیے کہ سپرد کرنا عوام کے امور کا انکو دلالۃ اجازت ہی اقامت جمعہ کی شارح نے کہا کہ صاحب الشرط بالفتح شین معجمہ و را مہملہ حاکم سیاست ہی یعنی جمع ہی شرطی کی ہم شامی نے کہا کہ جمع بتشدید میم ہی یعنے صیغہ ماضی باب تفعیل سے فلقاضی القضاۃ بالشام ان یقیمہا وان یولی الخطباء بلا اذن صریح ولا تقریر الباشا سو درست ہی شام کے قاضی القضاۃ کو جمعہ کا قائم کرنا اور خطیبون کو اختیار دینا بدون اجازت صریح اور بدون مقرر کرنے باشا کے ہم شامی نے کہا کہ یہ اختیار اُس قاضی القضاۃ کو ہی جسکو قاضی المشرق والمغرب کہتے ہین تو قاضی شام اور مصر بدون اجازت اورون کو اختیار نہین دے سکتے اگر انکو بھی اذن عام خطیبون کے تقرر کا ہو تو مضائقہ نہین وقال الفقہاء امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ اور فقہا نے ترتیب اقامت جمعہ کی اسطرح بیان کی ہی کہ جمعہ کو حاکم شہر قائم کرے پھر حاکم سیاست پھر قاضی پھر وہ شخص جسکو قاضی القضاۃ نے مقرر کیا ہو ہم شامی نے کہا کہ حاکم سیاست کا مقدم کرنا قاضی پر مخالفت ہی فقہا کی تصریح کے نماز جنازہ مین کہ قاضی مقدم ہی حاکم سیاست پر ونصب العامۃ الامام غیر معتبر مع وجود من ذکر

اما مع عدم صحة التقرير للضرورة اور مقرر کرنا عوام کا خطیب کو اشخاص مذکورین کے ہوتے ہوے معتبر نہین یعنے بدون اذن قاضی یا سلطان
یت کے نائب کے اگر رعیت کسی کو خطیب کر لیگی تو اُسکا اعتبار نہوگا اور اُنکے نہونے کی صورت مین مقرر کرنا درست ہے کا لسبب ضرورت کے
ہم معراج الدرایہ مین مبسوط سے منقول ہے کہ اگر حاکم کفار ہون تو مسلمانون کو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے اور مسلمانون کی رضامندی سے قاضی بھی قاضی
ہوجائیگا اور اُنکو لازم ہے کہ مسلمان حاکم کے لیے درخواست کرین کذا فی الشامی وجازت الجمعة بمنی فی الموسم فقط لوجود الخلیفة او امیر الحجاز او العراق
او مکة ووجود الاسواق والسکک وکذا کل ابنیة نزل بها الخلیفة اور جائز ہے جمعہ منے مین صرف ایام حج مین بسبب موجود ہونے سلطان کے یا امیر حجاز
یا امیر عراق یا حاکم مکہ کے اور موجود ہونے بازارون اور کوچون کے اور اسیطرح اُن مقامات مین کہ سلطان فروکش ہو ہم یعنے حج کے دنون مین منی حکم
شہر کا رکھتا ہے کہ بازار اور گلیان بھی ہوتی ہین اور سلطان یا حاکم عرب یا عراق کا یا شریف مکہ کا موجود ہوتا ہے اور بدون حاجیون کے اترنے کے
منی گانون کا حکم رکھتا ہے اور سلطان اگر اپنی سلطنت مین دورہ کرے تو اگرچہ مسافر ہو مگر جس شہر مین فروکش ہو اُسکو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے کذا فی الشامی
وعدم التعیید بمنی للتخفیف اور عید نہ پڑھنا منی مین تخفیف کے لیے ہے یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اگر منے شہر ہے تو جن لوگون پر نماز عید واجب ہے مثلا اہل
مکہ تو وہ اسمین نماز عید کیون نہین پڑھتے حاصل جواب یہ ہے کہ عید کا نہ پڑھنا اسلیے نہین کہ منے شہر نہو بلکہ اسلیے ہے کہ حاجی افعال حج کے ادا کرنے مین
مشغول رہتے ہین عید پڑھنا اُنپر تخفیف کی جہت سے ساقط ہو گیا کذا فی الطحطاوی لا تجوز لامیر الموسم لقصره ولا یتهم امور الحج فقط فلو اذن له
جاز نہین جائز ہے جمعہ امیر موسم کے موجود ہونے کے وقت بسبب مختصر ہونے اُسکی ولایت کے حج کے کامون پر ہان لیکن اگر اُسکو اجازت ہو اقامت
جمعہ کی تو درست ہے ہم امیر موسم کو امیر الحاج بھی کہتے ہین پہلے یہ دستور تھا کہ سلطان روم حج کے ایام مین ایک شخص کو انتظام معاملات حج کا امیر
کرکے روانہ فرماتا تھا اسی لیے اُسکی ولایت قاصر تھی جمعہ اُسکے باعث سے درست نہ تھا اگر اب یہ دستور ہے کہ حاکم شام کو امیر حج مقرر کیا جاتا ہے اور
چونکہ امیر شام کو ولایت عام ہوتی ہے تو اسمین اور امیر عراق مین کچھ فرق نہین وہ بھی اقامت جمعہ کر سکتا ہے کذا فی الشامی مختصرا ولا بعرفات
لانها مفازة اور نہین جائز ہے جمعہ عرفات مین اسلیے کہ وہ جنگل ہے یعنے اسمین عمارت نہین صرف میدان ہے وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة
مطلقا علے المذهب وعلیه الفتوی شرح المجمع للعینی وامامة فتح القدیر دفعا للحرج اور ادا ہو جاتا ہے جمعہ ایک شہر مین بہت سی جگہون مین مطلقا یعنے
شہر بڑا ہو یا چھوٹا اور اُسکے بیچ مین نہر فاصل ہو یا نہو اور جمعہ دو سے زیادہ مین ہو یا زیادہ مین مذہب صحیح یہ اور اسی پر فتوے ہے چنانچہ عینی کی شرح
مجمع اور فتح القدیر کے باب الامامة مین مذکور ہے واسطے دور کرنے حرج کے ہم یعنے ایک جگہ پر جمعہ پڑھنے کو لازم کرنے مین بڑی دقت ہے کہ جبکہ لوگ مسجد سے
بہت فاصلہ پر ہونگے اُنکو بہت مسافت طے کرنی ہوگی امام سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ مذہب صحیح امام اعظم رح کا یہی ہے کہ ایک شہر مین دو جگہ یا زیادہ جمعہ
درست ہے اور اسی کو ہم لیتے ہین کیونکہ حدیث (لا جمعة الا فی مصر) مطلق ہے فقط شہر کو شرط جمعہ فرمایا ہے کذا فی الشامی وعلی المرجوح فالجمعة لمن سبق تحریمة
وتفسد بالمعیة والاشتباه فیصلی بعدها آخر ظهر وکل ذلک خلاف المذهب فلا یعول علیه کما حرره فی البحر اور قول ضعیف کے بموجب یعنے دو جگہ سے زیادہ
مین جمعہ کے ناجائز ہونے کے بموجب جمعہ اُس شخص کا ہوگا جسکی تحریمہ اول ہوگی اور فاسد ہو جائیگا جمعہ تحریمہ کے ایک ساتھ ہونے اور اشتباہ پڑنے
سے تو پڑھے بعد سنتون جمعہ کے چار رکعتین آخر ظہر کی نیت سے اور یہ سب خلاف مذہب قوی کے ہے تو اُسپر اعتماد نہ کیا جائے چنانچہ منقح بیان کیا ہے اسکو
بحر الرائق مین ہم ہرچند صاحب بحر نے فتوی اِن چار رکعتون کے نہ پڑھنے کا دیا ہے اس خوف سے کہ کہین جاہل جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد ہو جائین لیکن
مگر احتیاط ان رکعتون کے پڑھنے مین ہے تاکہ فرض ذمہ سے یقینا ساقط ہو جاوے اسلیے کہ جمعہ اگرچہ قول قوی کے روسے چند جگہ جائز ہے لیکن اسمین
شبہہ قوی ہے اسلیے کہ ناجائز ہونا چند جگہون مین بھی امام اعظم رح سے مروی ہے اور طحاوی اور تمرتاشی اور صاحب مختار نے اسکو اختیار کیا ہے

کیونکہ کسی صحابی یا تابعی سے جمعہ کے چند جا پڑھنے کا جواز ثابت نہین اور شرح منیہ مین عدم جواز کو امام رح سے ظاہر تر روایت بیان کیا ہو اور نہرالفائق میں حاوی قدسی سے فتوی اسی قول پر نقل کیا ہو تو معلوم ہوا کہ یہ قول مذہب مین معتمد ہو نہ قول ضعیف اسی جہت سے شرح منیہ مین چار رکعتون کے پڑھنے کو احتیاط کہا ہو کیونکہ خلاف چند جگہ جمعہ کے جائز اور نا جائز ہونے مین قوی ہو اور اگر بالفرض عدم جواز ضعیف ہو تب بھی خلاف سے باہر ہونا بہتر ہوتا ہو جہ جائیکہ قول مخالف ائمہ مذہب کا ہو کذا فی الشامی مختصرا وفی المجمع الانہر معزیا للمطلب والاحوط نیۃ آخر ظہر ادرکتہ وقتہ لان وجوبہ علیہ باخر الوقت قنیۃ اور مجمع الانہر مین مطلب کیطرف منسوب یہ ہو کہ زیادہ احتیاط اسمین ہو کہ نیت یون کرے کہ سب سے پچھلا ظہر جسکا مین نے وقت پایا ہو اور ابھی ادا نہ کیا ہو اسلیے کہ وجوب ظہر کا اسپر آخر وقت سے ہو پس اگاہ ہو جاؤ اس تعلیل مین خلل ہو کیونکہ وجوب ظہر اول وقت سے ہو اور اسلیے اس جملہ کو نہر الفائق مین ذکر نہین کیا شارح اسمین بحرالرائق کا تابع ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی اور فائدہ اس نیت کا یہ ہو کہ اگر جمعہ نہوا ہو گا تو پچھلا ظہر جمعہ کے روز کا ہو گا وہ اس نیت سے ادا ہو جاویگا اور اگر جمعہ درست ہوا ہو گا تو سب سے پچھلا ظہر قضا نمازون کا اس سے ادا ہو جائیگا ورنہ نفل ہو گی اور ترتیب شرح منیہ مین اسطرح مذکور ہو کہ اول چار سنتین ظہر کی پڑھے پھر چار رکعتین احتیاطی پڑھے پھر دو سنتین پڑھے اور چاہیے کہ چارون رکعتون مین سورہ ملاوے اگر قضا نماز اسکے ذمہ نہو اور اگر قضا ہو تو پچھلی دو رکعتون مین سورہ نہ ملاوے بعض نسخون قنبہ کی جگہ قنیہ ہو اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہو کیونکہ یہ عبارت قنیہ کی ہو کذا فی الشامی و

الثالث وقت الظہر فتبطل الجمعۃ بخروجہ مطلقا ولو لاحقا بعذر نوم او زحمۃ علی المذہب لان الوقت شرط الاداء لا شرط الافتتاح اور تیسری شرط ادا کے وقت ظہر کا ہو پس باطل ہو گا جمعہ وقت کے نکلنے سے مطلقا یعنی اگرچہ بعد بیٹھنے کے مقدار تشہد کے وقت جاتا رہے تب بھی جمعہ باطل ہو جائیگا گو مقتدی لاحق ہو گیا ہو بسبب عذر سو جانے یا بھیڑ کے مذہب معتمد پر اسلیے کہ وقت شرط ہو ادا کی نہ شرط شروع کرنے کی ہم نوادر مین ہو کہ مقتدی بھیڑ کے سبب سے رکوع سجدہ پر قادر نہوا یہانتک کہ امام نے سلام پھیر دیا پھر وقت عصر کا ہو گیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کرلے اسلیے شارح نے اس قول کو رد کیا کہ مذہب معتمد یہ ہو لاحق خواہ بھیڑ کی جہت سے ہو یا سو جانے سے اگر وقت ظہر کا نہ رہے تو جمعہ پورا نہ کرے کہ باطل ہو گیا بلکہ ظہر قضا پڑھے اسلیے کہ وقت ظہر ادا کی شرط ہو تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہیے شروع کی شرط نہین کہ صرف وقت مین شروع کرنے سے جائز ہو جاے کذا فی الطحطاوی و

الرابع الخطبۃ فیہ فلو خطب قبلہ وصلی فیہ لم تصح اور چوتھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ ہو وقت کے اندر پس اگر خطبہ وقت سے پہلے پڑھ لیا اور نماز وقت مین پڑھی تو جمعہ درست نہوگا خطبہ بضم خا مصدر بمعنے مفعول ہو مشتق ہو خطاب سے جسکے معنی دو شخصون مین گفتگو ہونے کے ہین کذا فی الطحطاوی و

الخامس کونہا قبلہا لان شرط الشیء سابق علیہ بحضرۃ جماعۃ تنعقد الجمعۃ بہم ولو کانوا صما او نیاما فلو خطب وحدہ لم یجز علی الاصح کما فی البحر عن الظہیریۃ لان الامر بالسعی للذکر لیس الا لاستماعہ والمامور جمع وجزم فی الخلاصۃ بانہ یکفی حضور واحد اور پانچوین شرط صحت جمعہ کی ہونا خطبہ کا ہو پہلے نماز جمعہ سے اسلیے کہ شرط چیز کی اس سے پیشتر ہوا کرتی ہو خطبہ ہووے سامنے ایسے لوگون کے جنسے جمعہ ہو جاوے یعنے مرد بالغ اور عاقل ہون اگرچہ بہرے یا سوتے ہوے ہون سو اگر خطبہ پڑھیگا اکیلا بدون کسی مقتدی کے حاضر ہونے کے تو درست نہوگا صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ بحرالرائق مین ظہیریہ سے اسواسطے کہ حکم چلنے کا ذکر کی طرف نہین ہو مگر اس ذکر کے سننے کے لیے اور مامور لفظ جمع ہو اور یقین کیا ہو خلاصہ مین اسپر کہ کافی ہو حاضر ہونا ایک مقتدی کا مع یعنے آیت (فاسعوا الی ذکر اللہ) مین حکم سعی کا بصیغہ جمع وارد ہو تو ایک کا حاضر ہونا کافی نہوگا اور بہرون اور سوتے ہوون کے حاضر ہونے مین ہر چند سننا پایا نہین جاتا مگر بجا آوری سعی کے حکم کی موجود ہو اسلیے خطبہ کا پڑھنا انکے سامنے درست ہوا اور قول خلاصہ کا صحیح نہین اسلیے کہ حضور جماعت شرط ہو پھر ایک کا حاضر ہونا کیسے کافی ہوگا کذا فی الشامی وکفت تحمیدۃ او تہلیلۃ او تسبیحۃ للخطبۃ المفروضۃ مع الکراہۃ وقالا لا بد

دیکھا تھا تو یہ دعا دی تھی چنانچہ ترمذی میں مروی ہی اس سے معلوم ہوا کہ یہ بدعت خلفاء مروانیہ کے زمانہ میں پیدا ہوئی اللہ تعالیٰ اتباع شریعت ہمکو اور سب
دینداروں کو نصیب کرے اور سلف صالح کے طریقوں سے محفوظ رکھے اور دین خالص پر ہمارا خاتمہ کرے آمین بحرمۃ النبی الامی وآلہ واصحابہ بالنعم وسترا اور
ایکبار کر پڑھے دوسرے خطبہ کو لیکن مثل اول کے بہ نسبت اول کو زیادہ بلند آواز سے پڑھے اور دوسرے کو اس سے کم اور شروع کرے اول خطبہ کو اعوذ باللہ
من الشیطان الرجیم آہستہ کہکر پھر بعد اعوذ پڑھے پھر حمد وثناے الٰہی پھر شہادتین پھر درود شریف پھر وعظ ونصیحت اور قرآن مجید کی آیت اور تجنیس میں
کہا کہ دوسرا خطبہ مثل اول کے ہی مگر اسمیں وعظ کی جگہ مسلمانوں کے لیے دعا مانگے بحر الرائق میں کہا کہ دوسرے خطبہ میں ایک آیت کا پڑھنا مسنون ہی کذا
فی الشامی ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لا الدعاء للسلطان وجوزہ القہستانی اور مستحب ہی ذکر کرنا خلفاء راشدین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے دو عم بزرگوار یعنے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہیں مستحب ہی دعا مانگنا خطبہ میں بادشاہ کے لیے اور جائز رکھا ہی
اسکو قہستانی نے علامہ شامی نے کہا کہ جائز ہونے سے یہ اشارہ ہی کہ مستحب نہیں اور باب الامامۃ میں جو شارح نے کہا ہی کہ دعا امام کی نیک بختی کے لیے
واجب ہی وہ اس قول کے مخالف نہیں کیونکہ یہاں خاص خطبہ کا ذکر ہی ویکرہ تحریماً وصفہ بما لیس فیہ اور مکروہ تحریمی ہی صفت بیان کرنی بادشاہ کی
ایسے امور سے کہ اسمیں نہوں مثلاً عادل کہنا جس صورت میں کہ وہ ظالم ہو کیونکہ یہ صفت بیان کرنا خطیب کا جھوٹ ہوگا ویکرہ تکلمہ فیہا الا لامر بمعروف
لانہ منہا اور مکروہ ہی کلام کرنا خطیب کا خطبہ کے اندر مگر امر بالمعروف کرنے کے لیے کلام مکروہ نہیں کیونکہ یہ کلام تو خطبہ ہی سے ہی یعنے اچھی بات کا حکم
کرنا جزو ہی خطبہ کا طحطاوی نے کہا کہ کلام کی کراہت کو مطلق بیان کیا تو ظاہر اسکا وہ تحریمی ہی ومن السنۃ جلوسہ فی مخدعہ عن یمین المنبر ولبس السواد
وترک السلام من خروجہ الی دخولہ فی الصلوۃ وقال الشافعی اذا استوی علی المنبر سلم یعنے اور سنت ہی بیٹھنا امام کا اپنے حجرہ میں منبر کے داہنے
طرف اور پہننا سیاہ لباس کا اور نہ سلام کرنا خطبہ کے لیے نکلنے کے وقت سے نماز میں داخل ہونے تک اور امام شافعی رحمہ نے فرمایا کہ جب منبر پر
بیٹھے تو سلام کرے کذا فی المجتبی اور مخدع بروزن منبر قاموس میں لکھا ہی اور سیوطی بروزن مکتب اور مصغر بیان کیا ہی وہ خلوتخانہ ہی جو مسجد کے
اندر بنا ہو تو جن مسجدوں میں ایسا مکان منبر کے داہنے طرف نہو وہاں امام داہنی طرف بیٹھے اور قبل خطبہ کے محراب کے اندر خطیب کو نماز پڑھنا مکروہ
ہی کذا فی الشامی وطہارۃ وستر عورۃ قائماً اور مسنون ہی دونوں خطبوں کا پڑھنا طہارت اور ستر عورت کے ساتھ کھڑا ہو کر ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ تینوں باتیں
مسنون ہیں شرط نہیں پس اگر خطبہ بے وضو پڑھیگا یا ہوا وغیرہ سے برہنگی کھلی ہوگی یا بیٹھ کر پڑھیگا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ اور اسکا اعادہ واجب
نہوگا کذا فی الطحطاوی وہل ہی قائمۃ مقام رکعتین الاصح لا ذکرہ الزیلعی بل کشطرہا فی الثواب اور کیا خطبہ قائم مقام دو رکعتوں کے ہی صحیح یہ ہی کہ
نہیں ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے بلکہ ثواب میں نصف نماز جمعہ کے مانند ہی یعنے یہ جو اثر میں وارد ہی کہ خطبہ بمنزلہ نصف صلوۃ ہی اس سے یہ ظاہر ہی یہ معلوم
ہوتا ہی کہ ظہر کی دو رکعتوں کے قائم مقام خطبہ ہی جیسے جمعہ کا دوگانہ قائم مقام اسکی دو رکعتوں کے ہی تو اس سے یہ نکلتا ہی کہ نماز کی شرطیں خطبہ میں
بھی ہونی چاہئیں شارح اس اثر کی تاویل بیان کرتا ہی کہ مراد اس سے یہ ہی کہ خطبہ کا ثواب جمعہ کی نماز سے آدھا ہوتا ہی نہ یہ کہ ظہر کی دو رکعتوں کے قائم مقام
ہو اور نماز کی شرطیں اسمیں لازم آویں کذا فی الشامی ولو خطب جنبا ثم اغتسل وصلی جاز اور اگر خطبہ پڑھا حالت جنابت میں پھر نہایا اور نماز پڑھائی
جائز ہی یعنی نہانا فاصل متصور نہوگا کیونکہ نماز کے اعمال میں سے ہی لیکن بہتر ہی اعادہ کرنا خطبہ کا کذا فی البحر ولو فصل باجنبی فان طال بان رجع لبیتہ
فتغدی او جامع واغتسل استقبل خلاصہ لزوماً لبطلان الخطبۃ سراج لکن سیجئی انہ لا یشترط اتحاد الامام والخطیب اور اگر خطبہ اور نماز میں فصل
اجنبی کا فاصلہ کیا تو اگر فاصلہ بہت ہوا اسطرح کہ امام اپنے گھر پر چلا آیا اور کھانا کھایا یا صحبت کی اور نہایا تو خطبہ از سر نو پڑھے کذا فی الخلاصۃ یعنے
واجب ہی از سر نو پڑھنا بسبب باطل ہو جانے خطبہ کے کذا فی السراج لیکن آگے آویگا کہ شرط نہیں ہی ایک ہونا نماز پڑھانے والے اور خطبہ پڑھنے والے کا یعنی

بعض

صورتوں میں اعادہ ضرور ہوگا مثلاً خطیب نے خطبہ پڑھکر کسی کو نماز پڑھانے کے لیے نائب کیا کہ گھر جاوے تو اس صورت میں اعادہ خطبہ کا نہیں کذا فی الشامی

والسادس الجماعة واقلها ثلثة رجال ولو غير الثلثة الذين حضروا الخطبة سوى الامام بالنص لانه لابد من الذاكر وهو الخطيب وثلاثة سواه بنص فاسعوا الى ذكر الله اور چھٹی شرط صحت جمعہ کی جماعت ہے اور کمتر عدد جماعت کا تین مرد ہیں سوائے امام کے نص کے سبب اگرچہ سوا ان تین شخصوں کے ہوں جو خطبہ میں موجود تھے اسلیے کہ آیت فاسعوا الی ذکر اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ذاکر ضرور ہو وہ تو خطیب ہے اور تین اسکے سوا ہوں تاکہ صیغہ جمع انپر صادق ہو ہم تین مردوں کو مطلق کہنے سے معلوم ہوا کہ اگر غلام یا مسافر یا بیمار یا امی یا گونگے ہونگے تب بھی جمعہ درست ہوگا اور مرد کی قید سے لڑکے اور عورتیں نکلگئیں وہ کسی حال میں امام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سوا امام کے تین مرد شرط جماعت کے ہیں کذا فی الطحطاوی

فان نفروا قبل سجوده ولا الاقل التحريمة بطلت پس اگر جماعت کے لوگ چلے جائیں پہلے سجدہ کرنے امام کے تو جمعہ باطل ہوجاویگا یعنی اب ظہر کی نماز از سر نو پڑھے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر تحریمہ سے پیشتر چلے جائیں تو جمعہ باطل ہوگا تو صاحبین کے نزدیک اگر بعد تحریمہ کے چلے جاوینگے تو جمعہ باطل نہ ہوگا امام اسکو پورا کرے وان بقي ثلثة رجال ولو اميين بالتشديد او نفروا بعد سجوده او عادوا وادركوه راكعا او نفروا بعد الخطبة وصلى بالآخرين لا تبطل واتمها جمعة اور اگر جماعت میں تین مرد رہگئے یا بعد سجدہ کرنے امام کے سب چلے گئے یا بعد تحریمہ یا خطبہ کے چلے گئے لیکن پھر چلے آئے اور امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوگئے یا خطبہ کے بعد چلے گئے اور امام نے دوسرے مقتدیوں کے ساتھ نماز پڑھی جو خطبہ میں نہ تھے تو ان صورتوں میں جمعہ باطل نہوگا اور امام اس نماز کو جمعہ ہی پورا کرے شارح نے کہا کہ ثلثہ سے مراد وہی ہیں اسی لیے ماتن نے اس لفظ کو ة کے ساتھ ذکر کیا کہ اعداد تین سے لیکر دس تک مذکر کے لیے ة کے ساتھ آتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ مذکر پورے مرد ہوں لڑکے بھی تو اسیطرح ثلثہ بولے جاتے ہیں اور بعد سجدہ کے اگر سب لوگ چلے جاوینگے اسیلیے جمعہ پڑھے کہ جماعت شرط بقا کی نہیں اور لو نفروا بعد الخطبة کے ذکر کی حاجت نہیں کیونکہ اسکو شارح پہلے کرچکا ہے کہ اگرچہ تین مرد خطبہ سننے والوں کے سوا ہوں

والسابع الاذن العام من الامام وهو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردين كافي فلا يضر غلق باب القلعة لعدو او لعادة قديمة لان الاذن العام مقرر لاهله وغلقه لمنع العدو لا المصلي نعم لو لم يغلق لكان احسن كما في مجمع الانهر معزيا لشرح عيون المذاهب قال وهذا اولى مما في البحر والمنح فليحفظ اور ساتویں شرط صحت جمعہ کی اذن عام ہے امام کیطرف سے یا اسکے نائب کیطرف سے جو جمعہ کے قائم کرنے کا اختیار رکھتا ہو اور اذن عام حاصل ہوتا ہے مسجد جامع کے دروازوں کے کھلے رکھنے سے واردوں کے لیے یعنی جو نمازی آویں اونکی روک نہو کذا فی الکافی اس سے معلوم ہوا کہ صریح اذن مشروط نہیں دروازوں کا کھلا رہنا اور مکلفین جمعہ کا روکنا نہ کافی ہے تو نہیں ضرر کرتا بند کرنا دروازہ قلعہ کا دشمن کے سبب سے یا عادت قدیم کی جہت سے اسلیے کہ اذن عام ثابت ہے شہر کے باشندوں کو اور بند کرنا دشمن کی روک کے لیے ہے نہ نمازی کے منع کرنیکو ہاں اگر بند نکیا جاوے یعنی جبکہ خوف دشمن کا نہو تو بہتر ہے چنانچہ مجمع الانہر میں جو منسوب بشرح عیون المذاہب کی طرف صاحب مجمع الانہر نے کہا کہ ضرر نکرنا قفل دروازہ قلعہ کا بہتر اس قول سے جو بحر الرائق اور منح الغفار میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے جو بحر الرائق میں مذکور ہے کہ جب حاکم قلعہ کے دروازے مقفل کرے اور انہیں آپ لشکر اور باشندگان قلعہ کے ساتھ جمعہ پڑھے تو جمعہ جائز نہوگا چنانچہ ماتن آگے بیان کرتا ہے فلو دخل امير حصنا او قصره واغلق بابه فصلى باصحابه لم تنعقد ولو فتحه واذن للناس بالدخول جاز وكره پس اگر داخل ہوا کوئی حاکم قلعہ میں یا اپنے محل میں اور بند کردیا دروازہ قلعہ یا محل کا اور نماز پڑھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ تو جمعہ منعقد نہوگا کیونکہ اذن بظاہر نماز کے وقت چاہیے اور یہ اس صورت میں حاصل نہوگا اور اگر دروازہ کو کھولدیا اور لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی تو جمعہ درست ہوگا اور مکروہ ہوگا وجہ کراہت کی یہ کہ جامع مسجد کو ترک کیا کذا فی الطحطاوی

فالامام في دينه ودنياه الى العامة محتاج فسبحان من تنزه عن الاحتياج پس امام اپنے دین اور دنیا میں عوام کا محتاج ہے تو پاک ہے

وہ ذات جو احتیاج سے پاک ہے اپنی دنیا میں امام کو عوام کی حاجت ہے واسطے حفاظت سلطنت اور کاروبار ملکی اور فوج کشی وغیرہ کے اور دین کے امور
مثل جمعہ اور عیدین کے بدون عوام کے میسر نہیں تو دونوں میں محتاج عوام کا ہوا و شرط لافتراضہا ستۃ تختص بہا اور شرط ہیں جمعہ کی
فرضیت کے لیے نو شرطیں جو خاص ہیں جمعہ کے لیے اور ماتن نے شرائط فرضیت کی گیارہ لکھی ہیں مگر چونکہ عقل و بلوغ خاص جمعہ کے لیے نہیں
بلکہ ہر نماز فرض کے واسطے ہیں اسلیے شارح نے نو کو خاص جمعہ کے لیے کہا اقامۃ بمصر او المنفصل عنہ فان کان یسمع النداء تجب علیہ عند محمد
وبہ یفتی کذا فی الملتقی وقدمنا عن الولوالجیۃ تقدیرہ بفرسخ ورجح فی البحر اعتبار عودہ لبیتہ بلا کلفۃ شرط اول فرضیت جمعہ کی مقیم ہونا ہے شہر میں
یعنی مسافر پر واجب نہیں ہے اسپر جو شہر یا متصل شہر کے مقیم ہو اور شہر سے علیحدہ رہنے والا اگر اذان کی آواز سنتا ہو تو جمعہ اسپر واجب ہے امام محمد کے
نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ایسا ذکر ہے ملتقی میں اور پہلے ہم نے ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ گرد شہر کا اندازہ ایک فرسنگ ہے یعنی تین میل اور ترجیح دی ہے
بحر الرائق میں اعتبار کرنے نماز کے لوٹ آنے کو اپنے گھر بدون مشقت کے ہم پہلے بیان ہو چکا ہے کہ میل و فرسنگ وغیرہ کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ
گرد شہر وہی ہے جسمیں اسکے منافع کی چیزیں ہوتی ہوں وصحۃ والحق بالمریض الممرض والشیخ الفانی اور دوسری شرط فرضیت جمعہ کی تندرستی ہے
یعنی بیمار پر جمعہ واجب نہیں اور لاحق کیا گیا ہے بیمار سے بیمار دار یعنی جو بیمار کی خبر گیری کرتا ہو اسطرح کہ اگر مثلاً وہ چلا جائے تو بیمار کی کوئی خبر نہ لے
کذا فی الحلبہ اور شامل کیا گیا ہے بیمار سے شیخ فانی یعنی بہت بوڑھا جو چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وحریۃ والاصح وجوبہا علی مکاتب ومبعض
واجیر ویسقط من الاجر بحسابہ ولو بعیدا والا لا اور تیسری شرط وجوب جمعہ کی آزاد ہونا ہے کہ غلام پر جمعہ واجب نہیں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ جمعہ واجب ہے
مکاتب پر اور اس غلام پر جسکا ایک حصہ آزاد ہو گیا اور بقیہ کے لیے کمائی کرتا ہو اور واجب ہے مزدور پر اور ساقط ہو جائیگی مزدوری اجرت کے حساب
سے اگر مزدور مسجد جامع سے دور ہو اور اگر پاس ہوگا تو مزدوری ساقط نہ ہوگی ہم یعنی مثلاً اتنا دور ہے کہ نماز کو جانے اور آنے میں چوتھائی دن یعنی ایک پہر
لگتا ہے تو اس روز کی اجرت میں سے چہارم وضع ہو جائیگا اسکا مطالبہ مالک سے نہیں کر سکتا کذا فی الشامی ولو اذن لہ مولاہ وجبت وقیل یخیر
جوہرہ ورجح فی البحر التخییر اور اگر غلام کو آقا نے نماز کی اجازت دی تو جمعہ واجب ہے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ غلام کو اختیار ہے چاہے جمعہ پڑھے چاہے
ظہر پڑھے اپنے مقام پر اور ترجیح دی ہے بحر الرائق میں اختیار دینے کو وذکورۃ محققۃ اور چوتھی شرط جمعہ کے واجب ہونے کی مرد ہونا ہے یقیناً یعنی
عورتوں اور خنثی مشکل پر جمعہ واجب نہیں وبلوغ وعقل ذکرہ الزیلعی وغیرہ ولیسا خاصین اور پانچویں شرط جمعہ کے واجب ہونے کی
بالغ ہونا ہے اور چھٹی شرط عاقل ہونا یعنی لڑکے نابالغ اور مجنون پر واجب نہیں ذکر کیا ہے اسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ دونوں باتیں جمعہ کے لیے خاص
نہیں بلکہ ہر ایک فرض کی فرضیت کے لیے شرط ہیں ووجود بصر فتجب علی الاعور اور ساتویں شرط ہے موجود ہونا بینائی کا اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ
واجب ہے کانے پر شامی نے کہا اسیطرح واجب ہے چوندھے پر مگر اندھے پر واجب نہیں اگرچہ اسکو پہنچانے والا میسر ہو وقدرتہ علی المشی جزم فی البحر
بان سلامۃ احدہما کافیۃ فی الوجوب لکن قال الشمنی وغیرہ لا تجب علی مفلوج الرجل والمقطوعہا اور آٹھویں شرط فرضیت جمعہ کی قادر ہونا نمازی
کا ہے چلنے پر اور بیان کیا ہے بحر الرائق میں کہ درست ہونا ایک پاؤں کا نمازی کے لیے کافی ہے واجب ہونے میں لیکن شمنی وغیرہ نے کہا ہے کہ واجب
نہیں اس شخص پر جسکی ٹانگ فالج زدہ یا کٹی ہو ہم شامی نے ابو السعود سے ان دونوں روایتوں میں تطبیق اسطرح نقل کی ہے کہ مراد بحر الرائق کی
ایک پاؤں کی سلامتی سے یہ ہے کہ لنگڑا پن مانع مسجد کے جانے کا نہو اور غرض شمنی وغیرہ کی یہ ہے کہ مسجد تک نجا سکتا ہو اور شارح کو مناسب تھا کہ بجا
احدہما کے احدہا لکھتا اسلیے کہ رجل مؤنث ہے وعدم حبس وعدم خوف وعدم مطر شدید ووحل وثلج ونحوہما اور نویں شرط فرضیت جمعہ کی محبوس
نہونا ہے اور دسویں شرط خوف کا نہونا مثلاً حاکم یا چور دات وغیرہ سے اور گیارھویں شرط نہونا سخت بارش اور کیچڑ اور برف اور انکی مثل کا جیسے شدۃ

شارح نے لگائی سو صحیح نہیں اور سراج کے مسئلہ میں جو ابطل نقل کیا ہو اُسمیں لا غلط ہو کیونکہ بحر الرائق میں کہا ہو کہ بطلان مطلق رکھنے سے وہ صورت بھی
شامل ہوگئی کہ جمعہ کو پایا ہو دوری فاصلہ کی جہت سے حالانکہ سعی کیوقت امام جمعہ پڑھتا تھا یا شروع ہی نہیں کیا تھا اور یہ قول انھیں کا ہو اور سراج میں کہا کہ یہی
صحیح ہو اسلیے کہ نمازی جمعہ کیطرف چلا اُسوقت کہ جمعہ اُسکو ابھی تک فوت نہیں ہوا تھا اور معذور کو ہر چند حکم سعی کا نہیں تو چاہیے تھا کہ اُسکا ظہر باطل نہوتا مگر جبکہ
کہ اُسنے اوپر لازم کر لینے سے وہ بھی غیر مذکور کے حکم میں شامل ہوگیا وکرہ تحریما لمعذور ومسجون ومسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصر قبل الجمعۃ وبعدہا
لتقلیل الجماعۃ وصورۃ المعارضۃ اور مکروہ تحریمی ہی معذور اور محبوس اور مسافر کو ادا پڑھنا ظہر کا جماعت سے شہر کے اندر جمعہ سے پہلے اور پیچھے بسبب
کم ہوجانے جماعت کے اور صورت مقابلہ کے فہم ادا کی قید سے معلوم ہوا کہ ظہر قضا کی جماعت ان لوگوں کو مکروہ نہیں اسیطرح گاؤں والوں کو جماعت
ظہر مکروہ نہیں اور شہر میں وجہ کراہت یہ ہی کہ جمعہ کی جماعت کم ہوجائیگی یعنے معذوروں کو پڑھتے دیکھکر اگر کوئی غیر معذور شریک ہوجائیگا تو جماعت جمعہ
کم ہوجائیگی اور دوسری وجہ معارضہ ہی یعنے حکم اقامت جمعہ کا ہی تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور عدول حکمی ہی کذا فی الطحطاوی وافاد ان المساجد
تغلق یوم الجمعۃ الا الجامع اور مصنف نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے کو مکروہ تحریمی بتاکر یہ افادہ کیا کہ تمام مسجدیں جمعہ کے روز بند کیجائیں سواے
جامع مسجد کے یعنے اسلیے کہ مسجدیں اجتماع کی جگہ ہیں تو اُنکے بند رکھنے سے اجتماع کی نوبت ہی نہ پہونچیگی وکذا اہل مصر فاتتہم الجمعۃ فانہم
یصلون الظہر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ اور اسیطرح مکروہ ہی جماعت سے ظہر پڑھنا شہر والوں کو جنکو جمعہ نہ ملا ہو بلکہ وہ ظہر پڑھیں بدون اذان و
تکبیر اور جماعت کے ویستحب للمریض تاخیرہا الی فراغ الامام وکرہ ان لم یوخر ہو الصحیح اور مستحب ہی بیمار کو دیر کر کے پڑھنا نماز ظہر کا امام کے فارغ ہونے تک
جمعہ سے اور مکروہ تنزیہی ہی اگر تاخیر نہ کرے یہی صحیح ہی ومن ادرکہا فی تشہد او سجود سہو او تشہدہ علی القول بہ فیہا یتمہا جمعۃ خلافا لمحمد رحہ کما یتم
فی العید اتفاقا کما فی عید الفتح اور جو شخص جمعہ میں ملے التحیات کے اندر یا سجدہ سہو کے اندر یا سجدہ سہو کے تشہد میں وہ تمام کرے جمعہ یعنے
دوگانہ پڑھے شارح نے کہا کہ یہ اُن لوگوں کے قول کے بموجب ہی جو سجدہ سہو جمعہ میں کرنے کو کہتے ہیں یعنی متاخرین کے نزدیک اولی یہ ہی کہ کثرت اژدہام
جمعہ وغیرہ میں سجدہ سہو نکرے تو اس قول کے بموجب یا سجدہ سہو یا اُسکے تشہد میں نہ ملیگا دوگانہ تمام کرے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمد رح کے کہ اُنکے نزدیک
اگر ایک رکعت سے کم میں ملے تو جمعہ نہ تمام کرے بلکہ ظہر پورا کرے جیسے تمام کرے دوگانہ عید کا بالاتفاق چنانچہ فتح القدیر کے باب العیدین میں ہی یعنی اگر عید کے تشہد یا سجدہ
سہو میں ملے تو بالاتفاق دو رکعتیں پوری کرے لکن فی السراج انہ عند محمد لم یصر مدرکا لہ لیکن سراج میں ہی کہ نمازی امام محمد کے نزدیک عید کا پانے والا نہوگا یعنی
تشہد میں ملنے کی صورت میں عید کی نماز امام محمد کے نزدیک نہوگی بلکہ نفل پوری کرے اور عید کیطرح نہ پڑھے بلکہ بلا زائد تکبیروں کے پورا کرے شامی نے کہا
کہ قول اول صحیح ہی یعنے بالاتفاق عید کا دوگانہ پورا کرے وینوی جمعۃ لا ظہرا بالاتفاق فلو نوی الظہر لم یصح اقتداءہ اور نیت کرے تشہد میں ملنے والا
جمعہ کی نہ ظہر کی بالاتفاق تو اگر ظہر کی نیت کریگا تو اُسکا اقتدا درست نہوگا بالاتفاق ثم الظاہر انہ لا فرق بین المسافر وغیرہ نہر بحثا پھر ظاہر یہ ہی کہ نہیں فرق
ہی مسافر اور غیر مسافر میں کذا فی النہر بحثا ہم ظہیریہ میں ذکر کیا ہی کہ اگر مسافر تشہد میں جمعہ کے ملے تو وہ چار رکعتیں پڑھے اسلیے شارح نے ذکر کیا کہ
مسافر اور غیر مسافر اسمیں برابر ہیں شیخین کے نزدیک جمعہ ہی پورا کریں واذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود شرح المجمع فلا صلوۃ
ولا کلام الی تمامہا وان کان فیہا ذکر الظلمۃ علی الاصح اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا کھڑا ہونا منبر پر چڑھنے کے لیے معتبر ہی
کذا فی شرح المجمع تو اُسوقت سے نہ کوئی نماز ہی نہ کلام خطبہ کی تمامی تک اگرچہ خطبہ میں ذکر ظالموں کا ہو صحیح تر قول کے بموجب ہم مقابل قول اصح کا
یہ ہی کہ جب ظالموں کا ذکر خطبہ میں ہو اُسوقت کلام درست ہی اور کان کو مذکر لانا باعتبار مکان کے ہی کذا فی الطحطاوی خلا قضاء فائتۃ
لم یسقط الترتیب بینہا وبین الوقتیۃ فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ لضرورۃ صحۃ الجمعۃ والا لا کوئی نماز خطبہ کے وقت جائز نہیں

علے النبی) آخر تک پھر حدیث صحیحین کی پڑھتا ہی کہ جب تو نے اپنے ساتھی سے جمعہ کے روز کہا کہ خاموش ہو اسوقت کہ امام خطبہ پڑھتا ہی تو تو نے لغو کیا
تو ہر چند یہ پڑھنا کلام آخرت ہی مگر امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز کذا فی الشامی مختصراً واما ما یفعله المؤذنون حال
الخطبة من الترضی ونحوه فمکروہ اتفاقاً و تمامہ فے البحر اور یہ جو رضی اللہ عنہ اور مثل اسکے موذن خطبہ کے وقت کرتے ہین سو یہ تو مکروہ ہی بالاتفاق اور
اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی ہم موذنون کا دستور بعض عرب کے شہرون مین ہی کہ جب امام نام خلفاء و اصحاب کا لیتا ہی تو وہ باواز بلند رضی اللہ عنہ
کہتے ہین اور جب سلطان کا نام لیتا ہی تو خلد اللہ ملکہ یا اور کلمہ دعا کو پکار کر کہتے ہین تو یہ حرکت انکی مکروہ ہی [illegible] نے کہا کہ بحر الرائق مین سوا اسکے جو کچھ
جسکو شارح بیان کرتا ہی اور کچھ بیان نہین والعجب من المرتضی نہی عن الامر بالمعروف حیث یقتضی حدیث ثم یقول انصتوا رحمکم اللہ قلت الا ان یحمل علے
قولهما فتنبه اور تعجب ہی ترضیہ پڑھنے والے سے کہ منع کرتا ہی امر معروف سے اپنی حدیث کی مقتضا کے اعتبار سے پھر کہتا ہی چپ رہو خدا تعالے تمپر
رحم کرے مین کہتا ہون مگر یہ کہ اسکا یہ کہنا محمول ہو صاحبین کے قول پر سو آگاہ رہنا [illegible] جب امرقی نے حدیث بیان کی تو اسکا مضمون اس بات
کو مقتضی ہی کہ امر بالمعروف سے بھی زبان بند کرنی چاہیے تو پھر آپ ہی اسپر عمل نہ کرنا اور لوگون کو خاموشی کا امر کرنا تعجب کی بات ہی ہان اسکا امر صاحبین
کے قول کے موافق درست ہو سکتا ہی کیونکہ وہ قبل خطبہ کے ترضیہ وغیرہ کرتا ہی اور صاحبین کے نزدیک قبل خطبہ امر بالمعروف کا مضائقہ نہین ووجب
السعی الیها وترک البیع ولو مع السعی وفی المسجد اعظم وزراً بالاذان الاول فے الاصح وان لم یکن زمن الرسول بل فے زمن عثمان رضی
اور واجب ہی جمعہ کی طرف جھپٹنا اور بیع کو ترک کرنا اگرچہ بیع چلتے چلتے کرتا ہو اذان اول کے ہونے پر صحیح تر قول مین اگرچہ یہ اذان عہد مبارک
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ تھی بلکہ حضرت عثمان رض کے زمانہ مین ہوئی اور مسجد کے اندر یا اسکے دروازہ پر بیع مین مشغول رہنا بڑا گناہ ہی ہم بیع
سے مراد وہ امر ہی جو نماز جمعہ سے باز رکھے تو اگر سوا بیع کے کسی اور کام مین مشغول رہیگا اور سعی نکریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور سعی کی حالت مین بیع کرنا
اگر خارج سعی نہو تو سراج مین کہا ہی کہ مکروہ نہین چنانچہ شارح نے بھی آخر باب البیع الفاسد مین لاباس بہ لکھا ہی پھر اسمین اختلاف ہی کہ اذان اول کونسی
ہی تو بعض فقہا نے کہا کہ اذان اول وہ ہی جو منبر کے سامنے خطبہ سے پہلے ہوتی ہی اسلیئے کہ باعتبار شروع ہونے کے وہی اول ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلافت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رض مین بھی ایک اذان ہوتی تھی جب حضرت عثمان رض کے زمانہ مین آدمی بہت ہو گئے
تو آپ نے زورا پر ایک اذان اور بڑھا دی اور صحیح تر قول یہ ہی کہ اذان اول وہی ہی جو وقت مین اول ہو یعنی جو اذان زوال کے بعد منارہ پر ہوتی ہی
کذا فی الشامی وافاد فے البحر صحة اطلاق الحرمة علے المکروہ تحریماً اور بحر الرائق مین حرمت کا بولنا مکروہ تحریمی پر صحیح بتایا ہی ہم اذان کے وقت بیع کو
صاحب ہدایہ نے حرام کہا ہی حالانکہ وہ مکروہ تحریمی ہی شارح صاحب ہدایہ کی طرف سے عذر بیان کرتا ہی کہ مکروہ تحریمی کو حرام کہنا صحیح ہی چنانچہ بحر الرائق
مین افادہ کیا کذا فے الشامی ویؤذن ثانیاً بین یدیه ای الخطیب افاد بوحدة الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد اذنوا واحداً بعد واحد
ولا یجتمعون کما فے الجلالی والقهستانی وذکره القهستانی اذا جلس علے المنبر اور موذن اذان دوسری بار سامنے خطیب کے جب وہ
منبر پر بیٹھے یعنی خطبہ پڑھنے کے لیئے شارح نے [illegible] فعل یؤذن کو بصیغہ واحد لانے سے افادہ کیا کہ موذن جب ایک سے زیادہ
ہون تو اذان ایک بعد دوسرے کے کہین سب ملکر نہ کہین چنانچہ جلالی اور قہستانی مین ہی ذکر کیا ہی اسکو قہستانی نے [illegible] نے کہا کہ یہ
افادہ اسوقت ہی کہ یؤذن کو بصیغہ معروف پڑھین اور جب مجہول پڑھین تو افادہ مذکورہ ظاہر نہوگا فاذا اتم اقیمت ویکره الفصل بامر
ذکره العینی جب امام خطبہ تمام کرے تو تکبیر کہی جاوے اور مکروہ ہی فاصلہ کرنا خطبہ اور تکبیر مین کسی امر کا اسکو ذکر کیا ہی عینی نے [illegible] یعنی آخر خطبہ
کا متصل ہو تکبیر کے شروع سے اور [illegible] کی قید [illegible] لگائی کہ امر بالمعروف [illegible] مکروہ [illegible] خطبہ

منبر سے ایک سیڑھی اُترتے ہیں پھر پڑھتے ہیں سو یہ بدعت شنیع ہے کذا فی الشامی طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مسنون ہے منبر کا ہونا قبلہ کی بائیں
طرف اور امام کا سورہ جمعہ اور منافقون پڑھنا اور زاہدی نے ذکر کیا ہے سورۂ اعلیٰ اور غاشیہ کا پڑھنا لا ینبغی ان یصلی بالقوم غیر الخطیب لانہما کشئ واحد
مناسب نہیں ہے کہ سوا خطبہ پڑھنے والے کے دوسرا شخص لوگوں کو نماز پڑھاوے اسلئے کہ خطبہ اور نماز دونوں ایک ہی چیز ہیں کیونکہ شرط اور مشروط ہیں
اور مشروط بدون شرط کے پایا نہیں جاتا تو اسلئے دونوں کا فاعل ایک ہونا مناسب ہے کذا فی الشامی فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی
بالغ جاز ہو المختار پس اگر ایسا کیا جاوے کہ امام جدا ہو اور خطیب جدا اسطرح کہ خطبہ پڑھے ایک لڑکا نابالغ سلطان کی اجازت سے اور نماز کوئی بالغ پڑھا
دے تو درست ہے یہی مختار ہے ہم لڑکے کی قید اسلئے لگا دی کہ یہ وہم نہو کہ لڑکے کا خطبہ پڑھنا جائز نہیں اور اذن سلطان کی قید خطبہ میں لگائی نہ نماز میں تاکہ معلوم ہو
کہ خطبہ میں اذن شرط ہے نہ نماز میں کذا فی الطحطاوی لاباس بالسفر یومہا اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظہر کذا فی الخانیۃ لکن عبارۃ
الظہیریۃ وغیرہا بلفظ دخول بدل خروج نہیں ڈر ہے سفر کا دن جمعہ کے جبکہ نکل جاوے شہر کی آبادی سے پہلے نکلنے وقت ظہر کے کذا فی الخانیۃ مگر
عبارت ظہیریہ اور اسکے سوا اور سری کتابوں کی بلفظ دخول ہے عوض خروج کے یعنی آبادی سے نکل جاوے پیشتر داخل ہونے وقت ظہر کے ہم سفر سے مراد
ایسی جگہ جانا ہے کہ جس شہر میں جمعہ واجب نہو کذا فی الشامی وقال فی شرح المنیۃ والصحیح انہ یکرہ السفر بعد الزوال قبل ان یصلیہا ولا یکرہ قبل
الزوال اور شرح منیہ میں کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سفر کرنا بعد زوال کے جمعہ پڑھنے سے پہلے مکروہ ہے اور زوال سے پیشتر مکروہ نہیں کیونکہ زوال سے
پیشتر اُسپر جمعہ واجب نہیں ہم اس قول کو شارح نے ظاہر ہے کی تائید کے لیے بیان کیا اس غرض سے کہ معلوم ہو جاوے کہ خانیہ کا قول ضعیف ہے کذا
فی الطحطاوی القروی اذا دخل المصر یومہا ان نوی المکث ثمہ ذلک الیوم لزمتہ الجمعۃ وان نوی الخروج من ذلک الیوم قبل وقتہا
او بعدہ لا تلزمہ لکن فی النہر ان نوی الخروج بعدہ لزمتہ والا لا وفی شرح المنیۃ ان نوی المکث الی وقتہا لزمتہ وقیل لا گاؤں کا رہنے والا
جب شہر میں جمعہ کے روز داخل ہوا اگر شہر میں اُسنے اُس روز نیت ٹھہرنے کی کی تب تو اُسپر جمعہ لازم ہوگا اور اگر اُسی روز چلے جانے کی نیت کی جمعہ کے
وقت سے پہلے یا پیچھے تو جمعہ لازم نہوگا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اگر جانے کی نیت بعد جمعہ کے وقت کے کریگا تو اُسپر جمعہ لازم ہوگا اور نہیں تو لازم نہوگا اور
شرح منیہ میں ہے کہ اگر ٹھہرنے کی نیت وقت جمعہ تک کریگا تو جمعہ لازم ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ لازم نہوگا ہم شامی نے کہا کہ قروی بفتح قاف و سکون رائے نسبت
ہے قریہ کیطرف کما لا تلزم لو قدم مسافر یومہا علی عزم ان لا یخرج یومہا ولم ینو الاقامۃ نصف شہر جیسے جمعہ لازم نہیں اگر کوئی مسافر آیا جمعہ کے
دن شہر میں اس ارادہ سے کہ اُس روز روانہ نہوگا اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی یعنی اگر نیت اقامت کریگا تو جمعہ واجب ہو جائیگا ویخطب
الامام بالسیف فی بلدۃ فتحت بہ کمکۃ والا لا کالمدینۃ امام خطبہ پڑھے تلوار حمائل کر کے اُس شہر میں کہ تلوار سے فتح ہوا ہے جیسے مکہ معظمہ ہے اور اگر
تلوار سے فتح نہوا ہو تو وہاں تلوار لیکر خطبہ نہ پڑھے جیسے مدینہ منورہ ہے فی الحاوی القدسی اذا فرغ المؤذن قام الامام والسیف فی یسارہ
وہو متکئ علیہ حاوی قدسی میں ہے کہ جب مؤذن فارغ ہو جائیں خطیب کے سامنے اذان دینے سے تو خطیب کھڑا ہو اور تلوار اپنے بائیں ہاتھ میں لیکر
اُسپر سہارا کرے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول مخالف ہے تحقیق بحر الرائق کے کیونکہ اُسمیں تلوار کا حمائل کرنا لکھا ہے لیکن صاحب نہر الفائق نے یہ توجیہ کی
کہ تلوار کو حمائل کر کے پھر اُسکی نوک زمین پر ٹھہرا کر اُسپر ہاتھ کا سہارا دے تاکہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں وفی الخلاصۃ یکرہ ان یتکئ علی قوس
او عصا اور خلاصہ میں ہے کہ مکروہ ہے خطیب کو سہارا لگانا کمان پر یا لاٹھی پر ہم حلیہ میں خلاصہ پر اعتراض کیا کہ ابو داؤد کی حدیث سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ میں لاٹھی یا عصا پر سہارا دیکر کھڑا ہونا ثابت ہے پھر مکروہ کیسے ہوگا بلکہ محیط میں ہے کہ جیسے کھڑا ہونا خطبہ میں سنت ہے
اسی طرح عصا کا لینا بھی مسنون ہے کذا فی الشامی فـــــروع مسائل کا تحفہ شارح نے سمع النداء وہو یاکل ترکہ ان خاف فوت جمعۃ

او ملکوبۃ لا جماعۃ ایک شخص نے اذان سنی اور وہ کھانا کھاتا ہو تو کھانا ترک کرے اگر خوف ہو جمعہ کے نہ ملنے یا فرض نماز کے فوت ہونے کا نہ ترک کرے کھانا اگر خوف ہو جماعت کے فوت ہونے کا کیونکہ ایسا کرنا اجور کھے سے بگڑ جائے یا جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہو وہ عذر ہی جماعت کے ترک کرنے کا چنانچہ گذرا رستانی سے یہ پیدا ہوا

وعوا یحب ان معظم مقصود ہ الجمعۃ قال ثواب السعی الیہا وبہذا یعلم من شرک فی عبادۃ فالعبرۃ للاغلب ایک گانون والا شہر کو چلا جمعہ کے قصد سے اور اپنی دوسری حاجات کے لیے اگر زیادہ تر مقصود اُسکا جمعہ کا پڑھنا ہی تو اُسکو جمعہ کی طرف چلنے کا ثواب ملیگا اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جو شخص عبادت مین شرک کرے یعنی دوسرا کوئی مطلب اُسمین ملائے خالص اللہ تعالے کے لیے نہ رکھے تو اعتبار غالب تر کا ہوگا مثلاً حج مین ارادہ تجارت کا کرے تو ثواب عبادت اُسی وقت ہوگا کہ مقصود غالب حج ہو کذا فی الشامی الافضل حلق الشعر وقلم الظفر بعدہا بہتر ہی بالون کا منڈوانا اور ناخن کا ترشوانا بعد نماز جمعہ کے ہم تاتارخانیہ مین لکھا ہی کہ نماز جمعہ سے پیشتر بالون اور ناخون کا بنوانا چاہیے نہین کیونکہ جمعہ مین کیفیت حج کی ہی تو جیسے حج مین بعد فراغت حج کے انکا بنوانا چاہیے ایسے ہی جمعہ مین بعد نماز افضل ہی باقی بیان اس مسئلہ کا کتاب الحظر والاباحۃ جلد چہارم مین دیکھنا چاہیے لا باس بالتخطی مالم یاخذ الامام فی الخطبۃ

ولم یوذ احدا الا ان لا یجد الا فرجۃ امامہ فیتخطی الیہا للضرورۃ مضائقہ نہین گردنون پر کو پھاندنا بشرطیکہ امام نے خطبہ شروع نہ کیا ہو اور بشرطیکہ کسی کو ایذا نہ دے مگر یہ کہ اُسکو سوا خالی جگہ کے اپنے سامنے کوئی جگہ نہو تو اس خالی جگہ کے بھرنے کو پھاند جاوے ضرورت کی وجہ سے یعنی لوگون پر سے پھاندنا ایک عمل ہی تو خطبہ کی حالت مین جائز نہین اسی طرح اور ون کو ایذا دینا درست نہین کہ پھاندنے مین کسی کا کپڑا دبا وے کسی کے بدن پر پاؤن رکھدے ہان اگر اگلی صف مین فرجہ چھوٹا ہو اور اُسکے بھرنے کے لیے کسی کو اُس قسم کی ایذا دے تو ضرورت کی وجہ سے درست ہی بشرطیکہ اور کوئی جگہ نہو کذا فی الشامی

ویکرہ التخطی للسوال بکل حال اور مکروہ ہی گردنون پر سے پھاندنا سوال کے لیے ہر حال مین یعنی خواہ ایذا کسی کو ہو یا نہ ہو مسجد مین سوال کرنے اور سائل کے دینے مین اختلاف ہی کہ درست ہی یا نہین نہر الفائق مین کہا کہ اگر سائل نمازیون کے سامنے کو نہ گذرے اور نہ گردنون کو پھاندے اور نہ اصرار کے ساتھ طلب کرے تب تو مانگنا اور اُسکو دینا درست ہی ورنہ مکروہ ہی کذا فی البزازیۃ وسئل عنہ علیہ السلام عن ساعۃ الاجابۃ فقال ما بین جلوس الامام

الے ان یتم الصلوۃ وہو الصحیح وقیل وقت العصر والیہ ذہب المشائخ کما فی التاتارخانیۃ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حال دعا کے قبول ہونے کی ساعت کا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ساعت امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لیکر اُس وقت تک ہی کہ نماز کو پورا کرے اور یہی صحیح ہی اور ایک قول یہ ہی کہ وہ ساعت عصر کا وقت ہی اور اس قول کی طرف گئے ہین مشائخ چنانچہ تاتارخانیہ مین ہی ہم صحیحین مین ہی کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ہی کہ جو مسلمان بندہ اُسمین کھڑا ہوا نماز پڑھے پھر اللہ تعالے سے کچھ مانگے تو اُسکو اللہ تعالے وہ چیز عنایت ہی کرتا ہی اس ساعت مین اختلاف ہی کہ کونسی ہی اور سب اقوال بیالیس ہین جنمین سے دو قول صحیح ہین ایک تو یہ کہ وہ ساعت خطبہ کے لیے بیٹھنے کے وقت سے ہی نماز کے پورا ہونے تک چنانچہ مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوموسی رضی سے مرفوعاً روایت کیا ہی تو اس قول کے بموجب دعا اپنے دل مین مانگے اسلیے کہ خطبہ مین سکوت کا حکم ہی اور دوسرا قول یہ کہ ساعت مذکور جمعہ کی پچھلی ساعت ہی اسکو مالک اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی اور ترمذی نے جابر اور ابن جریر اور ابوہریرۃ سے روایت کیا ہی اور غالباً مشائخ کی مراد یہی ساعت ہی جسکو شارح نے وقت عصر سے تعبیر کیا ہی کذا فی الشامی وفیہا سئل بعض المشائخ اللیلۃ الجمعۃ افضل ام یومہا فقال یومہا اور تاتارخانیہ مین ہی کہ بعض فقہا سے سوال ہوا کہ جمعہ کی رات بہتر ہی یا جمعہ کا دن تو اُنھون نے فرمایا کہ جمعہ کا دن افضل ہی اسلیے کہ رات کو فضیلت صرف نماز جمعہ کے باعث سے ہی اور نماز دن کو ہوتی ہی وذکر فی احکامات الاشتباہ مما اختص بہ

یومہا قرأۃ الکہف فیہ ومن ہم عطفہ علی قولہ ویکرہ افرادہ بالصوم وافراد لیلۃ بالقیام فقد وہم وفیہ یجتمع الارواح وزار القبور ویامن المیت من عذاب القبر ومن مات فیہ او فی لیلتہ امن من عذاب القبر ولا تسجر فیہ جہنم وفیہ یزور اہل الجنۃ ربہم تعالے اور اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہی

کہ جن امور سے جمعہ کا روز مخصوص ہی ایک سورہ کہف کا پڑھنا ہی جمعہ کے دن یا رات میں کیونکہ حدیث میں وارد ہی کہ جو کوئی سورۂ کہف جمعہ کو
پڑھے تو ایک جمعہ سے دوسرے تک محفوظ رہتا ہی مع تین دن زیادہ کے اور جس شخص نے قرأت کہف کا عطف اشباہ والے کے اس قول پر
سمجھا ہی کہ مکروہ ہی تنہا روز جمعہ کا روزہ رکھنا اور تنہا اسکی رات کا جاگنا تو اُسنے غلطی کی یعنے اسلیے کہ مسنون چیز کو مکروہ میں شامل کر دیا اور جمعہ کے
دن روحیں اکٹھی ہوتی ہین اور اسی دن میں قبرون کی زیارت ہوتی ہی اور مردہ عذاب قبر سے مامون رہتا ہی اور جو شخص جمعہ کے دن یا رات
میں مرتا ہی وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہی اور اُس روز میں دوزخ گرم نہین کیجاتی اور جمعہ کے روز جنت والے اپنے پروردگار جل شانہ کے دیدار سے
مشرف ہوتے ہین اور اشباہ کے احکام جمعہ میں مذکور ہی کہ جمعہ بہت سی باتون سے مخصوص ہی نماز جمعہ کا لازم ہونا اور اُسکے لیے جماعت کا شرط ہونا
اور سوا امام کے تین مردون کا ہونا اور نماز سے پیشتر خطبہ کا ہونا اور خاص سورتون کا پڑھنا اور نماز سے پیشتر سفر کا حرام ہونا موافق اسکی شرط
کے اور مسنون ہونا اسکے غسل کا اور خوشبو لگانا اور اچھا لباس پہننا اور بال اور ناخن بنوانے لیکن بعد جمعہ کے افضل ہین اور مسجد کو خوشبو سے بسانا
اور جمعہ کی نماز کو سویرے جانا اور جب تک خطیب نکلے عبادت میں مشغول رہنا اور مسنون ہونا ہر گردن کا نماز جمعہ میں اور مکروہ ہونا تنہا اسکے دن
کا اور تنہا اسکی رات میں جاگنے کا اور اُسمین سورۂ کہف کا پڑھنا اور نہ مکروہ ہونا نفل کا اُسکے ٹھیک دوپہر میں بموجب قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے جو کہ
معتمد ہی اور ہفتے کے دنون میں اُسکا بہتر ہونا اور اُسکا روز عید ہونا اور اُسمین دعا قبول ہونیکی ساعت کا ہونا اور ارواح کا اُس روز اکٹھا ہونا اور قبرون
کی زیارت کرنی اور مردہ کا اُس روز عذاب قبر سے محفوظ رہنا اور جو شخص اُسکے دن یا رات میں مرجائے فتنۂ قبر سے اُسکا بچا رہنا اور اُس روز دوزخ کا گرم نہونا اور
اُس روز آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا اور اُنکا جنت سے نکلنا اور جنت والون کو اُس روز دیدار اللہ تعالے کا ہونا تمام ہوا قول اشباہ کا اور یہ ان امور میں سے
اکثر باتین اور شارح کے اقوال میں گذر گئے تھے مگر ایک جا جمع ہونے کے لحاظ سے سب کا ترجمہ کر دیا گیا اور دیدار کا جمعہ کو ہونا بعض اشخاص کے لیے ہی
اور بعض کو اس سے کم مدت میں اور بعض کو اس سے زیادہ میں ہوا کریگا یہانتک کہ عورتون کو صرف تجلی عام کیوقت نصیب ہوا کریگا کذا فی الطحطاوی

باب العیدین

یہ باب ہی دونون عیدون کے احکام میں اور مناسبت عید کی جمعہ سے یہ ہی کہ وہ دونون جماعت سے پڑھی جاتی ہین اور قرأت دونون میں با آواز بلند ہوتی
ہی اور نماز عید اُسی پر واجب ہی جسپر جمعہ واجب ہی اور سوا خطبہ کے اور شرطین بھی دونون یکسان ہین اور جمعہ مقدم اسلیے ہوا کہ اُسکا ثبوت کتاب اللہ
سے ہی اور سال میں بہت ہوتا ہی کذا فی الشامی سمی به لان للہ فیہ عوائد الاحسان ولعوده بالسرور غالبا او تفاؤلا اس روز کا نام عید اسلیے رکھا گیا کہ اُسمین
اللہ تعالے کے انعام بندون پر عائد یعنے مکرر ہوتے ہین اور اسلیے کہ یہ روز اکثر خوشی کے ساتھ رجوع کرتا ہی یا فال کے لحاظ سے کہ جسکو عید آوے خوشی
کے ساتھ آوے اور لفظ عید اصل میں عود تھا واو کے ساتھ تو واو بسبب کسرہ ماقبل کے ی سے بدل گئی اب چونکہ عود کے معنی رجوع کے ہین اسلیے عید
کے دن کو عید کہا یا اسلیے ہی کہ اللہ تعالے نے جو کھانے پینے سے رمضان میں منع کر دیا تھا عید کے باعث اُسکے انعام یعنے افطار نے بندون پر رجوع
کیا یا اسلیے کہ غالباً اس دن میں خوشی کی عادت ہوا کرتی ہی یا یہ فال سمجھکر کہ خوشی کے ساتھ پھر آوے اسکا نام عید ہوا ویستعمل فی کل یوم فیہ مسرة ولذا قیل
عید و عید و عید صرن مجمعة * وجه الحبیب ویوم العید والجمعة * اور مستعمل ہوتا ہی لفظ عید اُس روز کے لیے جسمین خوشی ہو اور اسی استعمال کے اعتبار
سے یہ شعر کسی نے کہا ہی کہ تین عیدین متفق ہو گئی ہین دن حبیب کے دیکھنے کا اور روز عید اور جمعہ کا دن یعنے چونکہ یہ تینون اوقات خوشی کے ہین اسلیے
شاعر نے انکو عید کہا فلو اجتمعا لم یلزم الا صلوة احدهما وقیل الاولی صلوة الجمعة وقیل صلوة العید کذا فی القهستانی عن التمرتاشی قلت قد راجعت التمرتاشی
فرأیته حکاه عن مذهب الغیر وبصیغة التمریض فتنبه پس اگر جمعہ اور عید ایک روز پڑین تو لازم نہین مگر ایک کی نماز اور بعض نے کہا کہ نماز جمعہ کی بہتر ہی اور

بعض نے ذکر کیا کہ نماز عید کی ایسا ذکر ہو قہستانی میں قرتاشی سے میں کہتا ہوں کہ میں نے قرتاشی کو دیکھا تو معلوم کیا کہ اُنہوں نے اس مسئلہ کو حنفی مذہب کے سوا کسی
اور کا قول نقل کیا ہی اور وہ بھی ضعیف کر کے سو آگاہ ہو جا قہستانی کے اس مجمل بیان کرنے کی غلطی پر جامع صغیر میں ہی کہ اگر عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہوں
تو عید سنت ہی اور جمعہ فرض اور دونوں میں سے کوئی ترک نہ کیا جائے تو یہ دونوں قول جو قہستانی میں ہیں کہ جمعہ پڑھ لے یا عید پڑھے یہ حنفیوں کا مذہب نہیں
اور دوسرے مذہب والوں کا بھی قول ضعیف ہی کذا فی الشامی ملتقطا و شرع فی الاولی من الہجرۃ اور مشروع ہوئی عید اول سال ہجری میں ہم ابوداؤد نے
حضرت انس رضہ سے روایت کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دو دن سال میں کھیلا کرتے ہیں آپ نے
پوچھا کہ یہ کیسے دن ہیں اُنہوں نے عرض کیا کہ ہم انہیں حالت کفر میں کھیلا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکے عوض تمکو دو دن اُنسے بہتر
بدل دیے اول عید اضحی دوم عید فطر کذا فی الطحطاوی تجب صلوتہما فی الاصح علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطہا المتقدمۃ سوی الخطبۃ
فانہا سنۃ بعدہا واجب ہی نماز دونوں عیدوں کی صحیح تر قول میں اُس شخص پر جس پر جمعہ واجب ہی مع اُن شرطوں جمعہ کے جو پہلے گذریں سوا خطبہ کے
کہ وہ سنت ہی بعد نماز عید کے ہم اصح قول کا مقابل یہ ہی کہ نماز عید سنت ہی اور بظاہر دونوں قولوں میں مخالفت نہیں اسلیے کہ سنت سے مراد سنت
موکدہ ہی جو بمنزلہ واجب ہی یا یہ کہ سنت سے یہ غرض کہ ثبوت اُسکا سنت سے ہی اور خطبہ عید کی نماز کے بعد سنت ہی یعنی اگر پیشتر پڑھیگا یا بالکل ترک
کر دیگا تو نماز کا اعادہ نہوگا اور برا کریگا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ
اور قنیہ میں ہی کہ عید کی نماز گاؤں میں مکروہ تحریمی ہی یعنی اسلیے کہ عید پڑھنا گاؤں میں ایسی چیز میں مشغول ہونا ہی جو درست نہیں اسلیے کہ صحت
عید کی شرط شہر ہی جو گاؤں میں مفقود ہی ہم یعنی گاؤں میں عید صحیح نہیں اگر پڑھینگے تو عید نہوگی نماز نفل جماعت سے ہوگی اور وہ مکروہ ہی جماعت
کے ساتھ کذا فی الحلبی وتقدم صلوتہا علی صلوۃ الجنازۃ اذا اجتمعتا لانہ واجب عینا والجنازۃ کفایۃ اور مقدم کی جاوے نماز عید کی جنازہ کی نماز
پر جبکہ دونوں نمازیں جمع ہو جائیں اسلیے کہ عید واجب عین ہی یعنی ہر شخص پر اور جنازہ فرض کفایہ ہی کہ دوسروں کے پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہی ہم واجب
سے مراد یہاں وہ ہی کہ جسکا کرنا لازم ہو خواہ وجوب اصطلاحی کے طور پر ہو جیسا عید میں ہی یا فرضیت کے طور پر جیسا جنازہ میں کذا فی الطحطاوی و
تقدم صلوۃ الجنازۃ علی الخطبۃ وعلی سنۃ المغرب وغیرہا والعید علی الکسوف اور مقدم کیا جاوے جنازہ کی نماز خطبہ عید پر اور
مغرب وغیرہ کی سنتوں پر کیونکہ جنازہ کی نماز فرض ہی اور خطبہ عید اور سنتیں سنت ہیں اور مقدم کیا جاوے نماز عید نماز سورج گہن سے ہم یہ مسئلہ فرضی ہی ورنہ
سورج گہن اور عید ایک روز نہیں پڑسکتی کیونکہ سورج گہن مہینے کی تمامی پر ہوتا ہی اور عید پہلی یا دسویں کو ہوتی ہی لکن فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی
الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ اقرہ المصنف کانہ الحاقا لہا بالصلوۃ لیکن بحر الرائق میں کچھ پیشتر اذان سے حلبی سے منقول ہی کہ فتوی سے جنازہ کو موخر
کرنے پر ہی سنت سے اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف نے شاید اسوجہ سے کہ سنتیں نماز فرض میں لاحق ہیں یعنی فرضوں کے تابع ہیں لکن فی اخر احکام
دین الاشباہ ینبغی تقدیم الجنازۃ والکسوف حتی علی الفرض ان لم یضق وقتہ فتامل لیکن اشباہ کے احکام دین کے آخر میں ہی کہ مناسب ہی مقدم کرنا
جنازہ اور سورج گہن کا حتی کہ فرض پر بھی اگر فرض کا وقت تنگ نہو سو اسکو تامل کرے ہم یعنی جنازہ کی تاخیر میں مردہ کے بگڑنے کا خوف ہی اور
کسوف کی تاخیر میں آفتاب کے روشن اور صاف ہو جانے اور نماز کسوف کے نہ ملنے کا اندیشہ ہی اسلیے انکی تقدیم کو مناسب کہا مگر یہ بحث ہی صاحب
اشباہ کی تو قول مفتی بہ کے سامنے معتبر نہیں ہو سکتی وندب یوم الفطر اکلہ حلوا وترا ولو قرویا قبل خروجہ الی صلوتہا واستیاکہ واغتسالہ وتطیبہ
بالیٰ ریح لا لون ولبسہ احسن ثیابہ ولو غیر ابیض اور مستحب ہی عید فطر کے دن کھا لینا نمازی کا کوئی شیرینی گنتی میں طاق مثلا ایک یا تین یا پانچ خرما
اگرچہ نمازی گانوں کا رہنے والا ہو پیشتر اپنے جانے کے نماز عید کے لیے اور مستحب ہی مسواک کرنا اور غسل کرنا اور خوشبو لگانا اُسکا ایسی چیز سے جس میں

خوشبو ہو اور رنگ نہو اور مستحب ہے اچھا لباس پہننا اگرچہ سفید نہو ھم ماتن نے مستحب کہا حالانکہ غسل کو پہلے سنت لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ کل باتین سنت ہین اور
انکو مستحب اسلیے کہا کہ سنت مستحب کو بھی شامل ہے اور بولنا مستحب کا سنت پر اور اسکا عکس درست ہے کذا فی الشامی مختصراً وَاَدَاءُ فطرتہ صح عطفہ علے اکل لان
الکلام کلہ قبل الخروج وسن تراخی بکلمۃ ثم حیزہ لیفید تراخیہ عن جمیع ما مر ماشیا الے الجبانۃ وہی المصلے العام اور مستحب ہے ادا کرنا اپنے فطرہ کا پھر جانا پیادہ
جانا طرف اپنے عیدگاہ کو جہان سب نماز پڑھتے ہین شارح نے کہا کہ ادائے فطرہ کا عطف اکل پر درست ہے اسلیے کہ تمام گفتگو روانگی عید سے پیشتر کی
باتون مین ہے اور اسی وجہ سے ماتن لفظ ثم یا ہر جانے کے پیشتر لایا تاکہ سب اشیا گذشتہ سے عیدگاہ کو جانا موخر معلوم ہو ھم یہ جواب ہے سوال مقدر کا
اسکی تقریر یہ ہے کہ ادائے فطرہ کا عطف مستحب چیزون پر کیسے ہو سکتا ہے وہ تو واجب ہے شارح نے جواب دیا کہ یہان کلام خروج سے پیشتر کی چیزون مین ہے
تو فطرہ کا ادا کرنا پہلے نماز کو جانے سے مستحب ہے گو مطلق ادا کرنا واجب ہے کذا فی الحلبی والواجب مطلق التقدیم والخروج الیہا ای الجبانۃ لصلاۃ العید
سنۃ وان وسعہم المسجد الجامع ہو الصحیح اور واجب مطلق جانا ہے اور نکلنا جانب عیدگاہ کی نماز کے لیے سنت ہے اگرچہ مسجد جامع سب لوگون کی
گنجائش رکھتی ہو یہی صحیح ہے ھم یہ بھی جواب ہے سوال کا کہ نماز عید کے لیے نکلنا تو واجب ہے ماتن سنت کیسے کہتا ہے شارح نے جواب دیا کہ مطلق
باہر نکلنا واجب ہے امور گذشتہ کے لیے نکلنا یا پیادہ یا نکلنا اما عیدگاہ کو جانا واجب نہین بلکہ سنت ہے کذا فی الشامی ولا بأس باخراج منبر
الیہا لکن فی الخلاصۃ لا بأس ببنائہ دون اخراجہ اور نہین مضائقہ منبر کے لیجانے کا عیدگاہ مین لیکن خلاصہ مین ہے کہ مضائقہ نہین منبر کے بنانے کا
عیدگاہ مین نہ اسکے باہر لیجانے کا یعنی منبر عیدگاہ مین لیجانا نہ چاہیے ھم خلاصہ اور ظہیریہ مین کہا کہ مشائخ کا اختلاف ہے عیدگاہ مین منبر بنانے کا بعضون
نے کہا کہ مکروہ ہے اور بعضون نے کہا کہ مکروہ نہین اس سے معلوم ہوا کہ باہر لیجانا منبر کا سب کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے جو لفظ لا بأس سے سمجھا جاتا ہے اور
خلاصہ مین خواہر زادہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ مین منبر کا بنانا عیدگاہ مین بہتر ہے کذا فی الشامی ولا بأس بعودہ راکباً وندب کونہ من طریق آخر اور
مضائقہ نہین نمازی کے لوٹنے مین سوار ہو کر اور مستحب ہے کہ واپس آنا دوسری راہ سے ہو بسبب حدیث بخاری کے کہ جب عید کا دن ہوتا تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم راہ بدل دیتے تھے کذا فی الشامی واظہار البشاشۃ واکثار الصدقۃ والتختم والتہنیۃ بتقبل اللہ منا ومنکم لا تنکر اور مستحب ہے ظاہر کرنا خوشی کا
اور زیادہ کرنا خیرات کا اور انگوٹھی پہننا اور مبارکباد دینا اس لفظ سے کہ اللہ تعالے ہمسے اور تمسے قبول کرے انکار نہین کیا جاتا یعنی اس طرح کی مبارکبادی
جائز ہے ھم شامی نے کہا کہ مبارکباد دینے مین امام ابوحنیفہ رح سے کچھ ثابت نہین ہوا مگر صاحب حلیہ نے بہت سے آثار صحیح سندون کے ساتھ صحابہ رض سے
اسکے کرنے مین روایت کیے ہین پھر بیان کیا کہ یہ امر جائز اور مستحب ہے اور محیط مین ہے کہ مصافحہ کرنا بعد نماز عید کے ہر حال مین مکروہ ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ
نے اسکو نہین کیا اور وہ طریق رافضیون کا ہے اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ جو ہندوستان مین رائج ہے وہ بھی بے اصل اور مکروہ ہے ولا یکبر فی طریقہا
ولا یتنفل قبلہا مطلقاً یتعلق بالتکبیر والتنفل کذا قررہ المصنف تبعاً للبحر لکن تعقبہ فی النہر ورجح تقییدہ بالجہر اور نہ تکبیر پڑھے عید فطر کی راستہ مین
اور نہ نفل پڑھے پیشتر نماز عید سے مطلقاً شارح نے کہا کہ مطلق کی قید تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے دونون سے علاقہ رکھتی ہے یعنی تکبیر کے مطلق نہ کہنے سے یہ
غرض کہ نہ آہستہ کہے نہ پکار کر اور نفل کے مطلق نہ پڑھنے سے یہ مراد کہ نہ عیدگاہ مین پڑھے نہ گھر پر ایسا تقریر کیا ہے اسکو مصنف نے بہ تبعیت بحر الرائق کے
لیکن اعتراض کیا ہے اسپر نہر الفائق مین اور ترجیح دی ہے قید لگانے تکبیر کی آواز بلند سے ھم جاننا چاہیے کہ امام اور صاحبین کا خلاف اس مقام پر دو طرح
منقول ہے ایک قول یہ ہے کہ راہ مین تکبیر نہ کہے امام کے نزدیک اور آہستہ کہے صاحبین کے نزدیک اس قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا ہے اور
صاحب بحر الرائق نے اسکی تبعیت کی ہے اور اسی قول کو مصنف نے لیا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ خلاف تکبیر کی صفت مین ہے یعنی امام کے نزدیک آہستہ پڑھے اور
صاحبین کے نزدیک پکار کر اور اس خلاف کو بدائع اور سراج اور مجتبیٰ اور نہایہ وغیرہ کتب مذہب مین اسیطرح نقل کیا ہے صاحب نہر الفائق نے بحر الرائق پر صریح اعتراض

لفظ اضاحی ہے کہ مصافحہ بعد نماز کے مکروہ ہے کیونکہ صحابہ سے ثابت نہین اور رافضیون کی سنت ہے ۱۲

(سلہ) کوئی نہین کیا بلکہ اُنکے قول کو مسلم رکھا ہی برہان مین بیشتر اُس سے یہ لکھا ہو کہ خلاف تکبیر کے آہستہ اور پکار کر کہنے مین ہی علامہ شامی نے حلیہ وغیرہ سے ثابت
کیا ہی کہ خلاصہ کا قول غریب اور کتب مشہورہ کے خلاف ہو صحیح یہ ہی کہ صاحبین کے نزدیک تکبیر پکار کر کہے اور امام صاحب کے نزدیک آہستہ یہ نہین کہ امام کے نزدیک
بالکل نہ کہے زاد فی البرہان وقال الجہر بہ سنۃ کالاضحی وہو روایۃ عنہ ووجہہا ظاہر قولہ تعالی ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ہداکم ووجہ الاول ان رفع الصوت
بالذکر بدعۃ فیقتصر علی مورد الشرع انتہی زیادہ کیا ہی برہان مین اسقدر کہ جہر سے کہنا تکبیر کا سنت ہی بقول صاحبین مثل عید اضحی کے اور جہر ایک روایت ہی
امام اعظم سے اور وجہ اس روایت جہر سے کہنے کی ظاہر اس ارشاد الٰہی کا ہی اور تاکہ پورا کرو تم گنتی اور بزرگی بیان کرو اللہ تعالے کی اسپر کہ تمکو اُسنے ہدایت کی
یعنے اس آیت مین امر روزون کا اظہار مقصود ہی اور جہر سے تکبیر کہنا بھی اظہار نعمت مین داخل ہی اور وجہ روایت اول کی یعنے جہر سے تکبیر نہ کہنے کی یہ ہی کہ بلند کرنا
آواز کا ذکر مین بدعت ہی پس اکتفا کیا جائیگا مشروع ہونیکے مقام پر ہم بحر الرائق مین ذکر کیا ہو کہ جہر سے تکبیر مسنون نہین مگر دشمن کے سامنے اور چور وغیرہ کے
خوف سے اور اسی پر قیاس کیا ہی بعض فقہا نے آگ لگنے اور دوسرے خوف کے مقامات کو شامی نے کہا کہ نہر الفائق پر برہان کے قول کی کچھ زیادتی نہین
بجز اسکے کہ صاحب برہان نے یہ تصریح کی کہ تکبیر جہر سے سنت ہی نہ مستحب وکذا لا یتنفل بعدہا فی مصلاہا فانہ مکروہ عند العامۃ اور اسی طرح نہ نفل پڑھے
بعد نماز عید کے عیدگاہ مین کہ یہ نفل مکروہ ہی اکثر فقہا کے نزدیک یعنے مکروہ تحریمی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکا پڑھنا ثابت نہین ہوا کذا فی
الطحطاوی وان تنفل بعدہا فی البیت جاز بل یندب التنفل باربع اور اگر نفل پڑھے بعد نماز عید کے گھر مین تو جائز ہی بلکہ مستحب ہی چار رکعتین نفل پڑھنا
گھر پر ہم فتح القدیر مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر واپس تشریف لاکر دو رکعتین پڑھتے تھے اور قہستانی نے چار کو افضل کہا ہی وہذا للخواص اما العوام
فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتہم فی الخیرات بحر اور یہ حکم یعنے تکبیر نہ کہنے اور نفل نہ پڑھنے کا خواص کے لیے ہی یعنے جو کسل عبادت مین نہ کرین اور
عوام کو تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے سے کسی حال مین منع نہ کیا جاوے بسبب کم ہونے انکی رغبت کے اچھی باتون مین کذا فی البحر یعنے خواہ تکبیر آہستہ کہین یا پکار کر
اور نفل عیدگاہ مین پڑھین پہلے نماز سے خواہ بعد نماز سے کذا فی الطحطاوی ہم عوام کو منع نکرنا بحث ہی صاحب بحر کی نہ روایت مذہب یعنے اسوجہ سے منع نکیا جا
کہ اگر اُسوقت روک دیا جاتا ہی تو پھر خیرات کے گرد نہین پھرتے سرے سے ترک کر دیتے ہین کذا فی الشامی وفی حاشیۃ بخط ثقۃ وکذا صلوۃ رغائب وبراءۃ وقدر الاہ کر الرائق
کے حاشیہ مین ایک معتبر کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہی اور اسی طرح نہ منع کیا جاوے عوام کو صلوۃ رغائب اور نماز شب برات اور نماز شب قدر سے ہم صلوۃ الرغائب کا
حال ہم آخر باب النوافل مین لکھ چکے ہین کہ جو اُسکے باب مین منقول ہی سب موضوع و باطل ہی پھر شارح نے جو یہ حکم حاشیہ سے نقل کیا شیخ رحمتی محشی نے کہا
کہ اسپر اعتماد نہین ہوسکتا اسلیے کہ فقہا کا اتفاق ہی کہ حدیث موضوع پر عمل کرنا حرام ہی اور ان نمازون کی حدیث کے موضوع ہونے کی تصریح کر دی ہی اور احکام
فقہ کتمام حاشیون سے بیان نہین کیے جاتے خصوص وہ حواشی جنکا فساد ظاہر ہو کذا فی الشامی لان علیا رضی اللہ عنہ رای رجلا یصلی بعد العید فقیل
اما تمنعہ یا امیر المؤمنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالی ارأیت الذی ینہی عبدا اذا صلی اسلیے کہ حضرت علی رض نے ایک شخص کو بعد عید
کے نماز پڑھتے دیکھا تو کسی نے آپ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ اس شخص کو منع نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہی کہ کہین وعید مین نہ داخل ہوجاؤن اللہ
تعالے ارشاد فرماتا ہی کیا دیکھا تو نے اُسکو جو منع کرتا ہی بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ہم یہ علت ہی اُس قول کی جو شارح نے بحر الرائق سے اوپر نقل کیا تھا کذا
فی الشامی ووقتہا من الارتفاع قدر رمح فلا تصح قبلہ بل تکون نفلا محرما الی الزوال باسقاط الغایۃ اور وقت نماز عید کا آفتاب کے ایک نیزہ اونچا
ہونے سے ہی زوال تک شارح نے کہا کہ اگر ایک نیزہ کی مقدار بلند ہونے سے پیشتر پڑھی جائیگی تو درست نہو گی بلکہ نفل حرام ہو گی اور زوال سے مدساقط
یعنے زوال کا وقت نماز عید کا وقت نہین ہم ایک نیزہ کی مقدار بارہ بالشت یعنے تین گز ہی کذا فی الشامی فلو زالت الشمس وہو فی اثنائہا فسدت کما
فی الجمعۃ کذا فی السراج قدمناہ فی الاثنی عشریۃ پس اگر ڈھل جاوے آفتاب اور نمازی عید کی نماز مین ہو تو اُسکی نماز فاسد ہوجائیگی جیسے جمعہ مین

سنۃ فلو خطب قبلہا صح واساء لترک السنۃ وما یسن فی الجمعۃ ویکرہ یسن فیہا ویکرہ اور خطبہ پڑھے بعد نماز عید کے دو خطبے اور وہ دونوں سنت ہیں پس اگر خطبہ پڑھا
پہلے نماز کے تو درست ہے اور برا کیا بسبب ترک کرنے سنت کے اور جو چیز کہ جمعہ میں مسنون اور مکروہ ہے وہی نماز عید میں مسنون اور مکروہ ہے طحطاوی نے کہا کہ دو باتوں
کا فرق ہے ایک یہ کہ تکبیر کہنا قبل خطبہ کے عید میں مسنون ہے اور جمعہ میں نہیں دوم یہ کہ بیٹھنا خطبہ سے پیشتر جمعہ میں مسنون ہے اور عید میں نہیں والخطب ثمان بل عشر
مبداۃ بالتحمید فی ثلث خطبۃ جمعۃ واستسقاء ونکاح وینبغی ان تکون خطبۃ الکسوف وختم القرآن کذلک دلام اور خطبے آٹھ ہیں بلکہ دس انمیں سے تین
کو الحمد للہ کہنے سے شروع کرے اول خطبہ جمعہ کو دوم طلب باران کے خطبہ کو سوم خطبہ نکاح کو اور چاہیے کہ خطبہ کسوف کا اور خطبہ ختم قرآن کا ایسا ہی ہو یعنی
الحمد للہ سے شروع ہو اور میں نے اسکا حکم صریح نہیں دیکھا علامہ شامی نے کہا کہ طلب باران میں صاحبین کے نزدیک خطبہ ہے اور کسوف میں بموجب ایک قول کے
خطبہ ہے اسلیے شارح نے دس خطبے بیان کیے ویبداٰ بالتکبیر فی خمس خطبۃ العیدین او ثلث خطب الحج الا الاول التی بمکۃ وعرفۃ یبدا فیہا بالتکبیر ثم بالتلبیۃ
ثم بالخطبۃ کذا فی خزانۃ ابی اللیث اور شروع کرے اللہ اکبر کہنے سے پانچ خطبوں کو دونوں عید کے خطبوں کو اور حج کے تین خطبوں کو مگر پہلا جو خطبہ مکہ اور عرفہ
میں ہوتا ہے اسمیں اول تکبیر کہے پھر لبیک کہے پھر خطبہ شروع کرے ایسا مذکور ہے خزانۃ ابو اللیث میں لیکن جو خطبہ منے میں گیارھویں تاریخ کو ہوتا ہے اسمیں ابتدا تکبیر سے
کذا فی الطحطاوی ویستحب ان یستفتح الاولی بتسع تکبیرات تترا ای متتابعات والثانیۃ بسبع ہو السنۃ والاربع قبل نزولہ من المنبر اربع عشرۃ
اور مستحب یہ ہے کہ شروع کرے پہلے خطبہ کو نو بار اللہ اکبر پیہم کہنے کے بعد اور دوسرے خطبہ کو سات بار کے بعد یہ سنت ہے اور مستحب ہے کہ منبر سے اترنے کے پیشتر چودہ بار
تکبیر کہے واذا صعد علیہ لا یجلس عندنا معراج اور جب منبر پر چڑھے تو خطبہ سے پیشتر نہ بیٹھے ہمارے نزدیک کذا فی المعراج اسلیے کہ بیٹھنا اذان کے ختم کے انتظار کے
لیے ہے اور چونکہ عیدین میں اذان نہیں اسلیے بیٹھنے کی حاجت نہیں کذا فی الشامی ویعلم الناس فیہا احکام صدقۃ الفطر لیودیہا من لم یودہا وینبغی تعلیمہم فی
الجمعۃ التی قبلہا لیخرجوہا فی محلہا ولم اراہ اور تعلیم کرے لوگوں کو عید کے خطبہ میں صدقہ فطر کے احکام تاکہ صدقہ ادا کرے جسنے ادا نہ کیا ہو اور چاہیے
کہ لوگوں کو عید سے پیشتر کے جمعہ میں یہ احکام بتا دے تاکہ لوگ صدقہ فطر اسکے موقع پر دیا کریں اور میں نے اس بات کو کہیں صریح نہیں دیکھا علامہ شامی نے کہا
شارح نے اس مضمون کی حدیث باب صدقۃ الفطر میں بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید فطر سے دو روز پیشتر ایک خطبہ پڑھتے اور اسمیں صدقہ فطر کے دینے
کو ارشاد فرماتے وبہذا کل حکم احتیج الیہ لان الخطبۃ شرعت للتعلیم اور اسی طرح جس حکم کی حاجت ہو امام خطبہ جمعہ میں اسکی تعلیم کر دے اسلیے کہ خطبہ تعلیم ہی کے لیے
مشروع ہوا ہے ولا یصلیہا وحدہ ان فاتتہ مع الامام ولو بالافساد اتفاقا فی الاصح کما فی تیمم البحر وفیہا یلغز ای رجل افسد صلوۃ واجبۃ علیہ و
لا قضاء علیہ اور نہ نماز پڑھے عید کی تنہا اگر عید فوت ہو امام کے ساتھ اگرچہ فوت ہونا فاسد کر دینے سے ہو بالاتفاق صحیح تر قول میں جیسا کہ مذکور ہے بحر الرائق
کے باب التیمم میں اور اسی مسئلہ میں پہیلیاں پوچھی جاتی ہے کہ کونسا شخص ہے جو اپنے ذمہ کی نماز واجب کو فاسد کر دے اور اسپر قضا نہو ہم اگر بلا عذر امام
کے ساتھ نہ پڑھیگا تو گنہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور قول اصح کا مقابل قول امام ابو یوسف کا ہے کہ فاسد کر دینے سے قضا لازم ہے کذا فی الطحطاوی
ولو امکنہ الذہاب الی امام آخر فعل لانہا تودی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقا فان عجز صلی اربعا کالضحی اور اگر ممکن ہو اسکو جانا دوسرے امام کے پاس
تو چلا جائے اور دوسرے کے ساتھ نماز عید پڑھ لے اسلیے کہ نماز عید ایک شہر میں چند جگہ ادا کیجاتی ہے بالاتفاق پس اگر عاجز ہو یعنے دوسری جگہ جانے
تو چار رکعتیں پڑھے مثل نماز چاشت کے یعنی یہ رکعتیں عید کی قضا نہیں بلکہ چاشت ہی ہیں اور مثل اسلیے کہا کہ تکبیریں زائد نہیں نہ کہے جیسے عیدین میں
کہا کرتے ہیں کذا فی الشامی وتؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط فوقتہا من الثانی کالاول وتکون قضاء لا اداء کما سیجیء فی الاضحیۃ
وحکی القہستانی قولین اور تاخیر کیجائے نماز عید کسی عذر سے مثلاً بارش وغیرہ سے دوسرے روز کے زوال تک فقط طحطاوی نے کہا کہ فقط عذر
اور زوال اور روز آیندہ تینوں سے متعلق ہے یعنے صرف عذر سے تاخیر کی جاسکے نہ بلا عذر اور صرف زوال تک تاخیر ہو نہ بعد زوال اور صرف دوسرے

روز تک تاخیر درست ہو نہ اسکے بعد پس وقت نماز عید کا دوسرے دن بھی مثل اول روز کے ہی اور دوسرے دن نماز عید قضا ہوگی نہ ادا چنانچہ ضحیہ میں مذکور ہوگا اور قہستانی نے دو قول نقل کیے ہیں ایک یہ کہ نماز دوسرے دن کی قضا ہوگی دوم یہ کہ ادا ہوگی اور شاید منشا اسکا اختلاف ہو روایتوں کا کذا فی الطحطاوی سے واحکامہا احکام الاضحی لکن ہنا یجوز تاخیرہا الی آخر ثالث ایام النحر بلا عذر مع الکراہۃ وبہ ای بالعذر بدونہا فالعذر ہنا لنفی الکراہۃ وفی الفطر للصحۃ اور احکام عید فطر کے مثل احکام عید قربان کے ہیں یعنی وقت اور صفت اور شرطیں دونوں یکسان ہیں لیکن عید قربان کا تاخیر کرنا قربانی کے تیسرے دن تک یعنی بارھوین تاریخ کے زوال تک بدون عذر کراہت کے ساتھ درست ہی اور عذر کے ساتھ بلا کراہت تاخیر جائز ہی تو عذر عید قربان مین کراہت کے دور کرنے کو مشروع ہوا ہی اور عید فطر مین نماز کی صحت کے لیے مشروع ہی یعنی بدون عذر کے عید فطر کو دوسرے روز پڑھنا درست نہیں ویکبر جہرا اتفاقا فی الطریق قیل وفی المصلی وعلیہ عمل الناس الیوم لا فی البیت اور تکبیر کہے بلند آواز سے بالاتفاق راستہ میں اور ایک قول ہی کہ عیدگاہ میں بھی بآواز بلند جہر سے کہے اور اسی قول پر عمل ہی لوگون کا آج یعنی عیدگاہ میں تکبیر کہتے ہیں اور ایک روایت یہ ہی کہ عیدگاہ میں تکبیر کہے جب تک امام نماز پڑھ چکے ابھی نماز کے تکبیر پکار کر کہے تکبیر کہے گھر کے اندر یعنی مسنون یہ ہی ... نہر الفائق میں ہی کہ مکروہ لکھا ہی تو کراہت کی وجہ کوئی معلوم نہیں کذا فی الطحطاوی وندب تاخیر اکلہ عنہا وان لم یضح فی الاصح ولو اکل لم یکرہ ای تحریما اور مستحب ہی کھانا نماز کے بعد کھانا نماز عید اضحی کے پیچھے اگرچہ قربانی نکرے صحیح تر قول میں اور اگر کھا لیا تو مکروہ تحریمی نہو گا ... جن چیزون سے روزہ کا افطار ہوتا ہو اُنسے نماز کے بعد تک رکنا چاہیے کیونکہ ماثور ہی اخبار مشہورہ میں کہ حضور قربانی کی صبح کو لوگون کو کھانا کھانے سے اور شیر خوار دون کو دودھ سے روکتے ... کذا فی الطحطاوی اور تحریمی کی قید شارح نے لگائی تو اسکی مقتضی ہی کہ شاید کھانے میں کراہت تنزیہی ہی حالانکہ ایسا نہیں اسلیے کہ بحرالرائق میں کہا ہی کہ اگر چاہے کھائے چاہے نہ کھائے لیکن سنت یہ کہ نماز ہو چکنے تک نہ کھائے تاکہ قربانی میں سے کھائے کذا فی الشامی ویعلم الاضحیۃ وتکبیر التشریق فی الخطبۃ اور تعلیم کرے خطیب قربانی اور تکبیر ایام تشریق کو خطبہ میں اضحیہ بضم ہمزہ اور کسرہ ہمزہ قربانی کو کہتے ہیں اور تشریق کے معنی گوشت کو دھوپ میں ڈالنے کے ہیں چونکہ ایام حج میں قربانی کا گوشت بہت سکھایا جاتا ہی اسلیے دسوین تاریخ کے بعد تین دن ایام تشریق کہلاتے ہیں طحطاوی نے کہا ہی چونکہ تکبیر عرفہ کی فجر سے شروع ہوتی ہی اسلیے عرفہ سے پیشتر کے جمعہ میں اسکے احکام بیان کرنے مناسب ہیں والوقوف الناس یوم عرفۃ فی غیرہا تشبہا بالواقفین لیس بشیء ہو نکرۃ فی موضع النفی فتعم انواع العبادۃ من فرض وواجب ومستحب فیفید الاباحۃ وقیل مستحب وذلک کذا فی مسکین وقال الباقانی لو اجتمعوا لشرف ذلک الیوم ولسماع وعظ بلا وقوف وکشف راس جاز بلا کراہۃ اتفاقا اور ٹھہرانا لوگون کا عرفہ کے روز سوائے عرفات کے واسطے مشابہت عرفات میں ٹھہرنے والون کے کوئی عبادت نہیں شارح نے کہا کہ شی نکرہ ہی نفی کے نیچے تو عام ہوگا سب قسمون عبادت یعنی فرض و واجب اور مستحب کو یعنی یہ ٹھہرانا نہ فرض ہی نہ واجب نہ مستحب تو فائدہ دے گا مباح ہونے کا اور قول ضعیف یہ ہی کہ یہ وقوف مستحب ہی ایسا ذکر کیا ہی ملا مسکین نے اور باقانی نے کہا ہی کہ اگر لوگ جمع ہون اس دن کی بزرگی اور وعظ سننے کے لیے بدون ٹھہرنے اور سر کھولنے کے تو درست ہی بلا کراہت بالاتفاق ہم شرح منیہ میں کہا کہ عرفہ کی شام کو جو لوگ جامع مسجدون میں یا شہر کے باہر کسی مکان میں جمع ہوتے ہیں اہل عرفات کی مشابہت پیدا کرنے کو تو یہ اجتماع مکروہ ہی ہاں اگر اس روز طلب باران یا اور کسی مطلب کے لیے جمع ہون تو مکروہ نہیں اور فتح القدیر مین کہا کہ اولی یہ ہی کہ یہ اجتماع اگرچہ بدون وقوف اور سر کھولنے کے ہو تب بھی مکروہ ہو تاکہ عوام کے عقیدہ میں کوئی خرابی پیدا نہو اور در بحار میں اسکو مکروہ لکھا ہی اور بحرالرائق میں کہا کہ ظاہر عبارت غایۃ البیان یہ ہی کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہی اور نہر الفائق میں ہی کہ عبارتیں فقہا کی ناطق ہیں کہ کراہت کو ترجیح ہی اور دوسرا اقوال شاذ ہیں کذا فی الشامی ویجب تکبیر التشریق فی الاصح للامر بہ مرۃ وان زاد علیہا یکون فضلا قالہ العینی اور واجب ہی تکبیر تشریق صحیح تر قول میں ایکبار بسبب اسکے مامور ہونے کے اور اگر زیادہ کہے ایکبار سے تو ہوگا ثواب کہا ہی اسکو عینی نے ہم اصح کا مقابل یہ ہی کہ تکبیر سنت ہی اور تکبیر کا

اس آیت مین ہے (واذکروا اللہ فی ایام معدودات) یعنی ذکر کرو اللہ کا گنتی کے دنون مین ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہین کذا فی الشامی صفتہ اللہ اکبر
اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ہو الماثور عن الخلیل تکبیر کی صفت یون کہتا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد یہ
کلمات منقول ہین حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے ہم فقہا اسکا قصہ یون بیان کرتے ہین کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے فدیہ حضرت اسمٰعیل کا لا
اور ڈرے کہ کہین حضرت ابراہیم جلدی کرکے لڑکے کو ذبح نہ کر دین تو یہ کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل کو دیکھا تو فرمایا لا الہ الا
اللہ واللہ اکبر اور جب حضرت اسمٰعیل کو خبر ہوئی فدیہ آنے کی تو فرمایا اللہ اکبر وللہ الحمد کذا فی الطحطاوی والمختار ان الذبیح اسمٰعیل وفی القاموس انہ الاصح
ومعناہ مطیع اللہ اور قول مختار یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہین اور قاموس مین ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور لفظ اسمٰعیل کے معنی عربی مین مطیع اللہ
ہین یعنی اطاعت کرنے والا اللہ تعالی کا امر مین اختلاف ہے کہ حکم ذبح کا حضرت اسحق علیہ السلام کی نسبت ہوا تھا یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت فقیہ
ابو اللیث نے بستان مین ذکر کیا کہ قرآن وحدیث کے زیادہ مطابق یہی پڑتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل ذبیح تھے کیونکہ قرآن مجید مین بعد قصہ ذبح کے ارشاد فرمایا وبشرناہ
باسحق اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جنکے ذبح کا حکم ہوا وہ اور حضرت اسحق جدا ہوئے اور حدیث مین وارد ہے کہ انا ابن الذبیحین یعنی مین بیٹا ہون دو ذبیحون کا ایک تو
آپکے باپ عبد اللہ ہین اور دوسرے جد امجد حضرت اسمٰعیل اور بالاتفاق ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہین
کذا فی الطحطاوی عقب کل فرض عینی بلا فصل یمنع البناء ادّی بجماعۃ او قضی فیہا منہا من عامہ لقیام وقتہ کالاضحیۃ مستحبۃ خرج جماعۃ النساء والعراۃ
لا المنفرد علی الاصح جوہرہ واجب ہے تکبیر تشریق ہر فرض عین کے پیچھے کہ ادا کیا جاوے جماعت مستحب سے بدون ایسے فاصلہ کے جو مانع ہو بنا نماز کا یعنی اگر فاصلہ
ہو جاویگا مثلا کہ بعد نماز مثلا بول پڑا یا مسجد سے باہر چلا گیا یا کچھ کھا لیا تو تکبیر ساقط ہو جاویگی شارح نے کہا کہ یا فرض قضا پڑھا جاوے ایام تکبیر مین ایام تکبیر کی
کا اسی برس سے تب بھی تکبیر واجب ہے بسبب قائم ہونے تکبیر کے وقت کے مثل قربانی کے کہ اگر اول روز نہ کرے دوسرے یا تیسرے روز کرے کہ وقت اسکا
باقی ہے اور جماعت مستحب کی قید سے عورتون کی جماعت اور ننگون کی نکل گئی کہ وہ مستحب نہین اور غلامون کی جماعت خارج نہین اور صحیح تر قول مین تو اسکے بعد تکبیر
واجب ہے کذا فی الجوہرہ اسلیئے کہ آزاد ہونا جماعت مین شرط نہین ہم فرض عین کی قید سے فرض کفایہ کی جماعت یعنی جنازہ کی نکل گئی کہ اسکے بعد تکبیر واجب نہین
اور فرض قضا کی جماعت مین تکبیر واجب ہونے کی تین شرطین ہین اول یہ کہ قضا نماز تکبیر کے ایام کی ہو جسکو شارح نے منہا سے تعبیر کیا دوم یہ کہ قضا ایام تکبیر
مین پڑھے جسکو فیہا سے بیان کیا سوم یہ کہ اسی برس کی قضا ہو پہلے کی نہو جسکے لیے من عامہ کہا غرض کہ اس مسئلہ کی چار صورتین ہو سکتی ہین اول یہ کہ غیر
ایام تکبیر کی قضا ایام تکبیر مین پڑھے دوسرے یہ کہ ایام تکبیر کی قضا غیر ایام تکبیر مین پڑھے تیسرے یہ کہ ایک سال کے ایام تکبیر کی قضا دوسرے سال کے ایام
تکبیر مین پڑھے چوتھے یہ کہ اسی سال کے ایام تکبیر کی قضا انہین دنون مین پڑھے تو تکبیر صرف اخیر صورت مین واجب ہے نہ اور دون مین کذا فی الحلبی اولہ من فجر عرفۃ
وآخرہ الی عصر العید بادخال الغایۃ فہی ثمان صلوات ابتدا تکبیر کی عرفہ کی فجر سے ہے اور آخر اسکا عید کے عصر تک حد کے شامل کرنے سے یعنی عصر مین بھی
واجب ہے پس یہ آٹھ نمازین ہوئین پانچ عرفہ کی اور تین عید کے دن کی ووجوبہ علی امام مقیم بمصر وعلی مقتد مسافر او قروی او امرأۃ بالتبعیۃ لکن المرأۃ
تخافت وتجب علی مقیم اقتدی بمسافر اور واجب ہونا تکبیر کا امام پر ہے جو شہر مین مقیم ہو اور مقتدی مسافر پر یا گانون کے رہنے والے مقتدی پر
یا مقتدی عورت پر ہے بسبب تبعیت امام کے لیکن عورت آہستہ تکبیر کہے یعنی اور دون کو پکار کر کہنا واجب ہے اور ایک قول مین سنت ہے کذا فی الشامی
اور واجب ہے اس مقیم پر کہ اقتدا کرے مسافر کا وقالا بوجوبہ فور کل فرض مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امرأۃ لانہ تبع للمکتوبۃ الی عصر الیوم الخامس آخر
ایام التشریق وعلیہ الاعتماد والعمل والفتوی فی عامۃ الامصار وکافۃ الاعصار اور صاحبین نے وجوب تکبیر کو فرمایا ہے بعد ہر فرض کے مطلقا
اگرچہ تنہا ہو یا مسافر یا عورت اسلیے کہ تکبیر تابع فرض کی ہے تو جن لوگون پر نماز فرض ہے انپر تکبیر واجب ہونی چاہیے اور واجب ہے فجر عرفہ سے پانچوین دن کی

عصر تک یعنی آخر ایام تشریق کے عصر تک جو تیرھوین تاریخ ہو تو صاحبین کے نزدیک ۲۳ نمازین ہوئین جنکے بعد تکبیر واجب ہی اور صاحبین کے قول پر اعتماد اور عمل ہی اور اسی پر فتوے ہی سب شہرون اور کل زمانون مین یعنے اس وجہ سے کہ صاحبین کی دلیل قوی ہی کذا فی الطحطاوی ولا باس بہ عقب العید لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعہم وعلیہ البلخیون اور کچھ مضائقہ نہین تکبیر کا بعد نماز عید کے اسلیے کہ مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آئے ہین تو ضرور ہی انکی پیروی کرنی اور اسی پر ہین بلخ کے علما اور کلمہ لا باس کبھی مستحب کے لیے بولا جاتا ہی چنانچہ بحر الرائق مین بیان کیا ہی تو یہان بھی مستحب کی جگہ مستعمل ہوا ہی اسلیے کہ اتباع ضروری ہی طحطاوی نے کہا کہ واجب سے غرض بیان معنی اصطلاحی نہین بلکہ یہ معنی کہ اتباع ثابت ہی اور بحر الرائق کے قول سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ واجب سے مراد اصطلاحی معنی ہین ولا یمنع العامۃ من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبہ ناخذ بحر ومجتبی وغیرہ اور منع نہ کیے جاوین عوام تکبیر کہنے سے بازارون مین عشرۂ ذی الحجہ مین اور اسی کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر والمجتبی وغیرہ طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح بحر عن المجتبی کہتا اسلیے کہ بحر الرائق مین اس مسئلہ کو مجتبی سے نقل کیا ہو ویاتی المؤتم بہ وجوبا وان ترکہ امامہ لاداۂ بعد الصلوۃ قال ابو یوسف امامہم صلیت بہم المغرب یوم عرفۃ فسہوت ان اکبر فکبر بہم ابو حنیفۃ اور مقتدی تکبیر کہے اور یہ واجب اگرچہ اسکے امام نے تکبیر نہ کہی ہو وا سطے ادا ہونے تکبیر کے بعد نماز کے یعنے نماز کے بعد امام کی مخالفت مضر نہین تا کہ امام کے چھوڑنے سے مقتدی بھی چھوڑ دے امام ابو یوسف فرماتے ہین کہ مین نے لوگون کو نماز مغرب عرفہ کے روز پڑھائی تو تکبیر کہنا بھول گیا پس امام ابو حنیفہ نے لوگون کو تکبیر کہلائی ہم اس حکایت سے کئی فائدے معلوم ہوئے اول یہ کہ امام اگر بھول جاوے تو مقتدی یاد دلاوے دوسرا یہ کہ تعلیم اوستاد کی اسکے امر کی بجا آوری ہی چنانچہ امام ابو یوسف امام اعظم کے فرمانے سے پیش امام ہوئے تیسرا یہ کہ جب اوستاد کو کسی شاگرد کی خوبی اور فضیلت معلوم ہو تو لوگون کے سامنے اسکی تعظیم کرے تاکہ اور لوگ اسکی توقیر کرین چوتھے یہ کہ اگر اوستاد شاگرد کی تعظیم کرے تو شاگرد اسکی حرمت فراموش نہ کرے کذا فی الطحطاوی والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقیب القضاء لما فاتہ ولو کبر مع الامام لا تفسد ولو لبی فسدت اور مسبوق تکبیر کہے وجوبا مثل لاحق کے لیکن پیچھے ادا کرنے اس نماز کے جو اس سے رہ گئی ہی اور اگر مسبوق یا لاحق امام کے ساتھ تکبیر کہیگا تو نماز فاسد نہوگی مگر دوبارہ تکبیر کہے کہ امام کے ساتھ کی تکبیر اپنے موقع پر نہین ہوئی اور اگر لبیک کہیگا امام کے ساتھ تو نماز فاسد ہو جاویگی کیونکہ لبیک آدمیون کے کلام کے مشابہ ہی کذا فی الشامی ویبدأ الامام بسجود السہو ثم بالتکبیر لوجوبہ فی تحریمتہا ثم بالتلبیۃ لو محرما لعدم اختصاصہا اور شروع کرے امام سجدۂ سہو کو بسبب واجب ہونے سجدہ کے حالت بقاء تحریمۂ نماز مین یعنے سجدۂ سہو ایسے وقت مین واجب ہی کہ اسوقت تک نماز کی تحریمہ باقی رہتی ہی اسی لیے سجدۂ سہو مین اقتدا امام کا درست ہی پھر تکبیر کہے بسبب واجب ہونے تکبیر کے نماز کی حرمت مین یعنے نماز کے بعد بلا فاصلہ پھر اگر امام احرام باندھے ہو تو لبیک کہے بسبب نہ واجب ہونے لبیک کے نماز کی تحریمہ اور حرمت مین کذا فی الخلاصۃ وفی الولوالجیۃ لو بدأ بالتلبیۃ سقط السجود والتکبیر واللہ اعلم اور ولوالجیہ مین ہی کہ اگر شروع کریگا لبیک کہنا تو ساقط ہوگا سجدۂ سہو اور تکبیر کہنا اسلیے کہ لبیک کہنا لوگون کے کلام کے مشابہ ہی اور کلام نماز کو قطع کر دیتا ہی تو اس سے نماز قطع ہو جاویگی تو نہ تحریمہ باقی رہیگی جو شرط سجدۂ سہو ہی اور نہ اتصال باقی رہیگا جو تکبیر کے لیے چاہیے اسی لیے دونون ساقط ہونگے کذا فی الشامی واللہ اعلم

باب الکسوف

یہ باب ہی سورج گہن کی نماز کے ذکر مین مناسبتہ اما من حیث الاتحاد والتضاد ومناسبت صلوۃ کسوف کی نماز عید سے یا باعتبار اتحاد کے ہی یا باعتبار ایک دوسرے کی ضد ہونے کے ہم اتحاد سے یہ غرض کہ عید اور کسوف دونون کی نمازین جماعت سے دن کو بلا اذان اور تکبیر کے ہوتی ہین اور تضاد سے یہ مراد کہ انسان کے دو حال ہین ایک سرور اور امن کا اور دوسرا اندوہ وخوف کا تو عید اکثر امن وسرور کا وقت ہی اور گہن خوف واندوہ کا یا یہ کہ جماعت عید مین شرط ہی اور جہر سے پڑھنا واجب بخلاف کسوف کے کذا فی الشامی ثم الجمہور انہ بالکاف والخاء للشمس والقمر پھر اکثر فقہا کہتے ہین کہ کسوف

کاف سے سورج گہن ہو اور خسوف خ سے چاند گہن ہو اور بعض کا قول یہ ہے کہ کسوف اور خسوف دونوں کا استعمال چاند اور سورج گہن میں برابر ہے مگر جوہری نے

اصح قول اول کو کہا ہے پھر معلوم کرنا چاہیے کہ نماز کسوف قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے قرآن سے اسطرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَ مَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ

اِلَّا تَخْوِيفًا) یعنے ہم نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو یعنے تاکہ بندے ڈر کر اسکی اطاعت بجا لاویں اور اسکی طرف رجوع کریں اور رب کی طرف رجوع

سب سے زیادہ نماز کی حالت میں ہے اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت سے بے باعث نہیں گہنتے بلکہ یہ دونوں گہن خدا تعالیٰ

کی نشانیاں ہیں جب تم انکو دیکھو تو فکر نماز پڑھو اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو پڑھا ہے اور اس نماز پر امت کا اجماع بھی ہے کذا فی الطحطاوی

یصلی بالناس من یملک اقامۃ الجمعۃ بیان للمستحب وافی السراج لابد من شرائط الجمعۃ الا الخطبۃ ورد بالتصریح عند الکسوف رکعتین بیان لاقلہا وان شاء

اربعا او اکثر کل رکعتین بتسلیمۃ او کل اربع یعنے نماز پڑھاوے لوگوں کو جو شخص کہ مالک ہو قائم کرنے جمعہ کا یعنے سلطان یا قاضی سورج گہن کے وقت دو رکعتین

شارح نے کہا کہ سلطان یا نائب کی قید مستحب کا بیان ہے یعنے مستحب ہے کہ قاضی یا سلطان امام ہو انکا ہونا نماز کی شرط نہیں اور سراج میں جو یہ ہے کہ نماز کسوف

میں شرائط جمعہ کا ہونا ضرور ہے سوا خطبہ کے تو اسکو بحر الرائق میں رد کیا ہے کیونکہ اسبیجابی نے تصریح کر دی ہے کہ سلطان کا ہونا مستحب ہے شرط نہیں اور

دو رکعتین کہنا بیان ہے اقل درجہ نماز کا اگر زیادہ چاہے تو چار پڑھے یا زیادہ ہر دو گانہ پر سلام پھیرے یا چار چار پر کذا فی المجتبے وصفتہا کالنفل ای برکوع

واحد فی غیر وقت مکروہ بلا اذان ولا اقامۃ ولا جہر ولا خطبۃ اور نماز کسوف کا حال مثل نفل کے ہے یعنے ایک رکوع سے وقت مکروہ کے سوا اور

وقتوں میں بدون اذان اور تکبیر اور بدون پکار کر پڑھنے اور خطبہ کے پڑھے ہم ایک رکوع کی قید اسلیئے لگائی کہ امام شافعی کے نزدیک دو رکوع سے

پڑھتے ہیں اور اگر سورج گہن وقت مکروہ میں ہو مثلاً عصر کے بعد تو لوگ دعا میں مشغول ہوں نماز نہ پڑھیں اور عدم جہر کی قید اسلیئے کی کہ صاحبین اس نماز

میں جہر کرنے کو فرماتے ہیں اور خطبہ اس نماز میں نہیں کیونکہ کسی اثر میں خطبہ منقول نہیں اور جو کسوف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کی وفات کے

دن ہوا اور اسمیں آپ نے خطبہ پڑھا تو وہ اسلیئے تھا کہ جو لوگ یہ وہم کرتے تھے کہ یہ گہن آپ کے لخت جگر کی موت کے باعث ہوا ہے انکا وہم دور فرمائیں کسوف کی

خصوصیت سے نہ تھا کذا فی الطحطاوی وینادی الصلوٰۃ جامعۃ لیجتمعوا اور پکار دیا جاوے بلفظ الصلوٰۃ جامعۃ تاکہ لوگ اکٹھے ہو جاویں ہم کہتے ہیں کہ بجائے اذان ان

لفظوں سے اعلام کر دینا چاہیئے طحطاوی نے کہا کہ الصلوٰۃ مبتدا ہے اور جامعۃ خبر اور یہ جملہ بمعنی انشا ہے ویطیل فیہا الرکوع والسجود والقراءۃ والادعیۃ والاذکار

الذی ہو من خصائص النافلۃ ثم یدعو بعدہا جالسا مستقبل القبلۃ او قائما مستقبل الناس والقوم یؤمنون حتی یتجلی الشمس کلہا اور طول دے اس نماز میں رکوع اور

سجدہ اور قرأت اور دعاؤں اور ذکروں کو ایسا طول جو نفل نماز کے خواص سے ہے پھر دعا مانگے بعد اس نماز کے بیٹھا ہوا قبلہ رخ یا کھڑا ہو کر لوگوں کی طرف

منہ کر کے اور سب لوگ آمین آمین کہیں دعا اسوقت تک مانگے کہ آفتاب بالکل صاف اور روشن ہو جاوے ہم قرأت طویل اسقدر کہ پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ اور

دوسری میں آل عمران پڑھے اور اگر یہ یاد نہوں تو انکے برابر دوسری سورتیں پڑھے طحطاوی نے کہا کہ مسنون یہ ہے کہ دعا اور نماز میں سارا وقت گہن کا پورا ہو جاوے

تو اگر نماز کو خفیف پڑھے تو دعا کو طول دے اور دعا مختصر کرے تو قرأت طویل کرے اور رکوع اور سجدہ اگر چاہے چھوٹا کرے چاہے بڑا تو شارح نے جو تطویل کہا اس

سے یہ غرض ہے کہ اگر اسکا دل چاہے تو طول دے اور دعا مانگنا کھڑے ہو کر اور لوگوں کی طرف منہ کر کے اچھا ہے اور کھڑے ہونے میں اگر لاٹھی یا کمان پر سہارا دے لے

تو بہتر ہے اور دعا کے لیئے منبر پر نہ چڑھے کذا فی النہر وان لم یحضر الامام للجمعۃ صلی الناس فرادی فی منازلہم تحرزا عن الفتنۃ کالخسوف للقمر اور اگر امام جمعہ

حاضر ہو یعنی جسکو اختیار جمعہ پڑھانے کا ہے وہ موجود نہو تو لوگ تنہا اپنے گھروں میں نماز پڑھیں واسطے بچنے کے جھگڑے سے یعنی پڑھے مجمع میں پیش امام ہونیکا

جھگڑا ہو اکرتا ہے اسلیئے گھروں پر تنہا پڑھ لینا بہتر ہے مثل چاند گہن کی نماز کے کہ اسکو بھی تنہا گھروں پر پڑھیں خواہ امام موجود ہو یا نہیں کیونکہ یہ نماز رات کو ہوتی ہے اسوقت

سب لوگوں کا جمع ہونا حرج سے خالی نہیں ہم ظاہر یہ ہے کہ اپنے اپنے محلہ کی مسجدوں میں تنہا پڑھ لیں اور اگر جمعہ کا امام اجازت دیدے تو محلہ کا امام

جماعت سے پڑھا وے کذا فی الطحطاوی والریح الشدیدۃ مطلقا والظلمۃ القویۃ نہارا والضوء القوی لیلا والفزع الغالب ونحو ذلک من الآیات المخوفۃ کالزلازل والصواعق والثلج والمطر الدائمین وعموم الامراض ومنہ الدعاء برفع الطاعون وقول ابن حجر بدعۃ ای حسنۃ وکل طاعون وباء ولا عکس کما فی الاشباہ اور جیسے کہ تیز ہوا چلے وقت سخت آندھی کے مطلق یعنے دن کو ہو یا رات کو اور وقت سخت تاریکی کے دن کو اور سخت روشنی ہو جانے کے رات کو اور وقت خوف غالب کے دشمن وغیرہ سے اور مثل اسکے خوفناک حوادث کے وقت مثلاً زلزلوں اور کڑک بجلیوں کے وقت اور متواتر برف اور مینہ کے برسنے کے وقت اور بیماریوں کی کثرت کے وقت اور اسی میں داخل ہی دعا کرنا بعد دوگانہ نماز کے واسطے دور ہونے طاعون کے اور ابن حجر کا یہ کہنا کہ یہ نماز بدعت ہی اس سے مراد بدعت حسنہ ہی اور جو طاعون ہو وہ وبا ہی اور اسکا عکس نہیں یعنے یہ نہیں کہ ہر وبا طاعون ہو اوسکا پورا بیان اشباہ میں ہی ہم طاعون ایک خاص مرض وبائی کا نام ہی پہلے وبا عام ہی اور طاعون خاص اور مینہ اور برف میں دوام کی قید اسلیے لگائی کہ انکا دوام بلا ہی نہ رحمت وصرحوا بان صلوۃ الکسوف سنۃ والخسوف والاسرار وجوبا وصلوۃ الخسوف حسنۃ وکذا البقیۃ اور تصریح کی ہی کہ کسوف کی نماز سنت ہی اور اسرار میں اختیار کیا ہی اُسکے واجب ہونے کو اور چاند گہن کی نماز حسن ہی یعنے اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہی کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح باقی نمازیں آندھی وغیرہ کی اوقات میں حسن ہیں اور نماز کسوف کے وقت ہونے کی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ امر ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی چیز ان حوادث میں سے دیکھو تو نماز کی طرف التجا لیجاؤ اور فتح القدیر میں کہا کہ امر اس حدیث میں استحباب کے لیے ہی کذا فی الطحطاوی وسفر الفتح والحلیۃ الاستسقاء الی صلوۃ الاستسقاء الی آخر ما واللہ تعالی اعلم اور فتح القدیر میں ہی کہ اختلاف کیا گیا ہی نماز استسقا کے مسنون ہونے میں تو اسی لیے مصنف نے اُسکو پیچھے بیان کیا واللہ تعالی اعلم

باب الاستسقاء

یہ باب ہی طلب باران کے ذکر میں ہم مناسبت اسکی نماز کسوف سے یہ ہی کہ دونوں میں اجتماع لوگوں کا ہوتا ہی پھر استسقا کے معنی لغت میں دوسرے سے پانی دینے کی درخواست ہی اور شریعت میں خشک سالی کے وقت خدا تعالی سے مینہ کے طلب کرنے کو کہتے ہیں ایک خاص صورت پر اور دعا لیے مقام میں شروع ہی جہاں جھیلیں اور نہریں کھیتوں کے سینچنے اور چوپایوں کے پانی پلانے کو نہوں یا ہوں مگر کافی نہوں اور اگر کافی ہوں تو دعا کے لیے باہر نجائیں کذا فی الطحطاوی ہو دعاء واستغفار لانہ السبب لارسال الامطار استسقا دعا ہی اور مغفرت چاہنی گناہوں سے اسلیے کہ درخواست مغفرت سبب ہی مینہ کے برسنے کا ہم یعنے امام کھڑا ہو کر قبلہ رخ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے اور آدمی قبلہ کو منہ کرکے بیٹھے ہوئے آمین کہتے جائیں اور وہ ان الفاظ سے دعا کرے (اللّٰہمّ اسقنا غیثا مغیثا ہنیئا مریئا مریعا غدقا عاجلا غیر رائث مجللا سحا طبقا دائما) اور جو الفاظ اسکے مانند ہوں اور دعا آہستہ بھی کرے اور پکار کر بھی اور استغفار سبب ہی مینہ برسنے کا یعنے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا (فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا) یعنے مغفرت چاہو اپنے رب سے کہ وہ ہی بہت بخشنے والا ہمیشہ بھیجیگا مینہ کثرت سے برسنے والا تو اس آیت میں استغفار کو سبب مینہ برسانے کا فرمایا کذا فی الطحطاوی بلا جماعۃ مسنونۃ بل ہی جائزۃ وبلا خطبۃ وقالا تفعل کالعید وہل یکبر للزوائد خلاف طلب کرنا مینہ کا دعا ہی بدون جماعت مسنون کے بلکہ جماعت جائز ہی نہ کروہ اور بدون خطبہ کے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ دعا کیجاوے مثل عید کے یعنے امام دوگانہ نماز جہر سے بدون اذان اور تکبیر کے پڑھاوے پھر زمین پر کھڑا ہو کر تلوار یا عصا پر سہارا دے کر خطبہ پڑھے اور اکثر خطبہ استغفار ہو اور کیا تکبیر زائد میں خلاف ہی یعنے امام محمد سے مروی ہی کہ زائد تکبیریں بھی کہے اور مشہور روایت صاحبین سے یہ ہی کہ تکبیریں نہ کہے کذا فی الشامی ولا ہی دعا ہی بدون چادر پلٹنے کے بخلاف امام محمد کے ہم یعنے امام کے نزدیک اور دعاؤں کیطرح اس دعا میں بھی چادر نہ پلٹنے اور امام محمد کے نزدیک چادر پلٹے یعنی تھوڑا سا خطبہ پڑھکر چادر پلٹ لے اسطرح کہ داہنی طرف بائیں آجاوے اور نیچے کا رخ اوپر ہو جاوے اسلیے کہ

وسلم نے ایسا ہی کیا تھا شامی نے کہا کہ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے اور چادر صرف امام پلٹے نہ مقتدی و بلا حضورہ ذمی وان کان الراجح ان دعاء الکافر قد یستجاب
استدراجا واما قولہ تعالیٰ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال ففی الآخرۃ شرح مجمع اور دعا ہو بدون ساتھ ہونے کافر ذمی کے اگرچہ قول راجح یہ ہے کہ دعا کافر
کبھی قبول ہوتی ہے خلاف عادت اور یہ جو ارشاد خداوندی ہے کہ نہیں ہے دعا کافروں کی مگر بہکنا تو یہ آخرت میں ہے کذا فی شرح مجمع ہم اس امر میں اختلاف ہے
کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہے یا نہیں تو بعض فقہا نے کہا کہ مقبول نہیں ہوتی آیت مذکورہ صدر کی دلیل سے اور نیز اسوجہ سے کہ کافر دعا خدا تعالیٰ سے نہیں
مانگتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہی نہیں اور بعض فقہا نے کہا کہ دعا مقبول ہوتی ہے چنانچہ شیطان نے مہلت مانگی اور اسکی دعا مقبول ہوئی حالانکہ سب
میں بڑا کافر وہ ہے اور صدر شہید نے کہا کہ فتوے اسی پر ہے کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہے خصوصاً جبکہ مظلوم ہو چنانچہ حدیث میں ہے کہ مظلوم کی دعا مقبول ہے
اگرچہ کافر ہو اور آیت کا جواب شارح نے دیا کہ وہ آخرت کی دعا ہے اسلیے کہ اس سے پہلے دوزخ والوں کا ذکر ہے کہ جب فرشتوں سے کہینگے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا
مانگو کہ ہمپر ایک دن عذاب ہلکا کردے تو وہ کہینگے کہ تمہارے پاس کیا پیغمبر بینات نہ لائے تھے وہ کہینگے کیوں نہیں فرشتے کہینگے کہ تم دعا مانگو اور
نہیں ہے کافروں کی دعا مگر بہکنا کذا فی الطحطاوی وان صلوا فرادیٰ جاز فھی مشروعۃ للمنفرد وقول التحفۃ وغیرہا ظاہر الروایۃ لا صلوٰۃ اے بجماعۃ اور
اگر سب لوگ تنہا نماز پڑھیں تو درست ہے کیونکہ نماز تنہا کے لیے مشروع ہے اور تحفہ وغیرہ کا یہ کہنا کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ استسقا میں نماز نہیں اسکے یہ معنی
کہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں ویخرجون ثلثۃ ایام لانہ لم ینقل اکثر منہا متتابعات ویستحب للامام ان یامرہم بصیام ثلثۃ ایام قبل الخروج وبالتوبۃ
ثم یخرج بہم فی الرابع مشاۃ فی ثیاب غسیلۃ او مرقعۃ متذللین متواضعین خاشعین لہ ناکسین رؤسہم اور جنگل کو جائیں دعا کے لیے تین روز
برابر اسلیے کہ زیادہ تین روز سے پیغمبر کی دعا کے لیے باہر جانا منقول نہیں ہوا اور مستحب ہے امام کو کہ باہر نکلنے سے پیشتر لوگوں کو تین دن روزہ رکھنے کا اور
گناہوں سے خالص توبہ کرنے کا حکم کرے پھر چوتھے روز انکے ساتھ نکلے اسطرح کہ سب پیادہ پا ہوں دھوے ہوے کپڑے پہنے یعنی پرانے یا پیوند لگے ذلیلوں
کی صورت بنائے فروتنی اور عاجزی کرتے ہوے گردن جھکائے ہوں ہم جنگل میں جانے کا حکم ان لوگوں کو ہے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس
کے باشندے نہوں کہ انکے لیے حکم وہاں کی افضل مساجد میں جانے کا ہے اور توبہ خالص سے یہ غرض کہ حقوق حقداروں کے بھی ادا کردیں کہ توبہ میں یہ
شرط لگی ہوئی ہے کہ کسی کا حق ذمہ پر نہ رہے کذا فی الطحطاوی ویقدمون الصدقۃ فی کل یوم قبل خروجہم ویجددون التوبۃ ویستغفرون
للمسلمین ویستسقون بالضعفاء والشیوخ والعجائز والصبیان ویبعدون الاطفال عن امہاتہم اور ہر روز اپنے نکلنے سے پیشتر صدقہ دیوین
اور سر نو توبہ کریں اور مسلمانوں کے لیے دعا مغفرت کریں اور ضعیفوں اور بوڑھوں اور بڑھیوں اور لڑکوں کے ذریعہ سے مینہ کی دعا کریں اور بچوں کو
انکی ماؤں سے علیحدہ کریں ہم ان لوگوں کے ذریعہ کرنے کے یہ معنی کہ انکو آگے کردیں تاکہ وہ دعا مانگیں اور جوان آمین کہیں کہ انکی دعا جلد مقبول
ہوتی ہے چنانچہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ تمکو رزق اور فتح جو ملتی ہے تو تمہارے ضعیفوں کی بدولت ہی ملتی ہے اور بچوں کو ماں سے جدا رکھنے میں یہ حکمت ہے
کہ رونا اور فریاد زیادہ ہو تاکہ لوگوں کو رقت ہو اور اسکے سبب سے دریاے رحمت ایزدی جوش میں آوے کذا فی الشامی والطحطاوی ویستحب اخراج
الدواب اور مستحب ہے باہر نکالنا جانوروں کا اسلیے کہ کبھی مینہ انہیں کے سبب سے عنایت ہوتا ہے چنانچہ حاکم نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام
لوگوں کے ساتھ مینہ کی دعا کو نکلے دیکھا تو ایک چیونٹی اپنی ٹانگیں آسمان کی طرف اٹھائے ہے آپ نے فرمایا کہ لوٹ چلو کہ تمہاری دعا اس چیونٹی کی جہت
سے مقبول ہوئی کذا فی الطحطاوی والا وصلہ خروج الامام معہم وان خرجوا باذنہ او بغیر اذنہ جاز اور بہتر ہے نکلنا امام کا لوگوں کے ساتھ اور اگر لوگ نکلیں
امام کی اجازت سے یا بدون اسکی اجازت کے تب بھی درست ہے ویجتمعون فی المسجد بمکۃ وبیت المقدس ولم یذکر المدینۃ کانہ لضیقہ اور
جمع ہوویں مسجد الحرام میں مکہ معظمہ میں اور بیت المقدس میں اور ماتن نے مدینہ منورہ کو ذکر نہ کیا کہ وہاں کے لوگ مسجد شریف میں جمع ہوں شاید

اس مسجد کے تنگ ہونے کی جہت سے ذکر کیا ہو گا ہم شامی کہتے ہیں کہ یہ وجہ کافی نہیں اسلیے کہ باشندے مدینہ منورہ کے ایام حج کے قافلوں سے زیادہ
نہیں کہ انکی گنجایش تو ہوجاتی اور باشندوں کی خواہش ضرور ہو گی کہ دعاء باران مسجد مبارک میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی جاوے
جیسا کہ ہر حادثہ کے لیے دعا آپ کے مشاہدہ میں کی جاتی تو اور یہ چارپایوں کو ان مساجد کے دروازوں پر کھڑا کیا جاوے وان دام المطر
حتی اضر فلا باس بالدعا بحبسہ وصرفہ حیث ینفع اور اگر مینھ کی جھڑی لگی یا نکا کہ نقصان کرے تو مضائقہ نہیں دعا کریں کہ آسکے بند ہونے اور
ایسی جگہ مصروف ہونے کے واسطے جہاں مفید ہو ہم کہتے ہیں دعا کرے کہ الٰہی اب جہاں مینھ کا برسنا مفید ہو وہاں برسا اور یہاں سے اسکو
ہٹا لے وان سقوا قبل خروجہم ندب ان یخرجوا شکرا للہ تعالیٰ اور اگر باہر جانے سے پیشتر لوگوں کو مینھ حاصل ہو تو مستحب ہی کہ اللہ تعالیٰ کے شکر
کے لیے باہر نکلیں یعنی پیشتر نکلنے کے مطلب پورا ہو گیا تو اب اس انعام کا شکریہ ہی کہ باہر نکل کر دعا کریں تاکہ مینھ خاطر خواہ برسے کذا
فی الشامی ملتقطاً

باب صلوٰۃ الخوف

یہ باب ہی نماز خوف کے بیان میں ہم اسکی مناسبت نماز استسقا سے ہی کہ دونوں خوفوں کے وقت ہوتے ہیں من اضافۃ الشی لشرطہ اضافت صلوٰۃ
کی خوف کیطرف چیز کی اضافت ہی شرط کی طرف یعنی خوف شرط ہی اس نماز کی ہم بعضوں نے خوف کو سبب قرار دیا ہی اور کہا ہی کہ اضافت سبب کی ہی
طرف سبب کے شامی نے کہا کہ یہ ہر خوف نماز کا سبب ہی اور دشمن کا موجود ہونا شرط ہی تو اگر خوف سے مراد دشمن کا ہونا ہو تو یہ اضافت شرط
کی طرف ہی اور اگر خوف کے حقیقی معنی مراد ہوں تو اضافت سبب کی طرف ہی وہی جائزۃ بعدہ علیہ السلام عندہما ای عند ابی حنیفۃ ومحمد
رحمہما اللہ تعالیٰ خلافا للثانی بشرط حضور عدو یقینا فلو صلوا علی ظن فبان خلافہ اعادوا او سبع او حیۃ عظیمۃ ونحوہما وحان خروج الوقت کما
فی مجمع الانہر ولم ارہ لغیرہ فلیحفظ قلت ثم رایت فی شرح البخاری للعینی انہ لیس بشرط الا عند البعض عند التحام الحرب یہ نماز خوف کی جائز ہی بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے طرفین کے نزدیک یعنی امام اعظم رہ اور محمد رہ کے بخلاف امام ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک جائز نہیں اسوجہ سے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے کے ثواب حاصل کرنے کو یہ نماز مشروع ہوئی تھی بعد آپ کے یہ بات جاتی رہی تو اب اسکا ادا کرنا جائز نہ ہوگا
اور طرفین فرماتے ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے آپ کے بعد اس نماز کو پڑھا ہی اسلیے جائز ہی بشرط موجود ہونے دشمن کے یقینا یا موجود ہونے درندہ یا اژدہا اور
اسکے مثل اور چیزوں کے مثلاً آتشزدگی وغیرہ کے شارح نے کہا کہ یقینا کی قید میں نے اسلیے لگائی کہ اگر لوگ دشمن کا موجود ہونا خیال کرکے پڑھینگے پھر
اسکے خلاف ظاہر ہو گا یعنی دشمن موجود نہ نکلیگا تو نماز از سر نو پڑھیں اور درست ہی یہ نماز جبکہ وقت جانے کو ہو چنانچہ مجمع الانہر میں ہی اور یہ قید
میں نے اوروں کے کلام میں نہیں دیکھی تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے پھر میں نے عینی کی شرح بخاری میں دیکھا کہ وقت نکلنے کے قریب ہونا
اس نماز کی شرط نہیں مگر بعض کے نزدیک جبکہ لڑائی اور قتال ہو رہا ہو ہم شارح نے عینی کا قول نقل کرکے بیان کردیا کہ مجمع الانہر کی روایت پر عمل نہ کرنا چاہیے
اسلیے کہ وہ بعض کا قول ہی کذا فی الشامی فیجعل الامام طائفۃ بازاء العدو ویصلی بالاخری رکعۃ فی الثنائی ومنہ الجمعۃ والعید والفجر ورکعتین
فی غیرہ لزوما وذہبت الیہ وجاءت الاخری فصلی بہم مابقی وسلم وحدہ وذہبت الیہم ثم جاءت الطائفۃ الاولی وصلے
واتموا صلوٰتہم بلا قراءۃ لانہم لاحقون وسلموا ثم جاءت الطائفۃ الاخری واتموا صلوٰتہم بقراءۃ لانہم مسبوقون لوگوں کے امام ایک
ٹولی مثلاً دشمن کے مقابل اسکے ڈرانے کے لیے اور نماز پڑھاوے دوسری ٹولی کو مثلاً صبح کی ایک رکعت دو رکعت والی نمازوں میں اور
اسی میں داخل ہی جمعہ اور عید اور دو رکعتیں پڑھاوے غیر ثنائی میں بطور وجوب کے یعنی اگر ایک پڑھاویگا تو نماز فاسد ہو جاویگی اور چلی جاوے

یہ پہلی ٹولی دشمن کے سامنے یعنے پہرہ دوسرے پہرہ کے ایک رکعت پڑھنے کی صورت میں اور بعد التحیات کے دو رکعتوں کے پڑھنے میں اور اوسکے ٹولی یعنی
انکو امام پڑھاوے باقی نماز یعنی جتنی نماز اُسکو باقی ہے وہ اس ٹولی کے ساتھ پڑھکر امام اکیلا سلام پھیر دے بعد قعدہ اخیرہ کے پھر یہ ٹولی دشمن کے سامنے جا
برابر اسکا یہ یعنی اگر چاہیں اور اُسی جگہ بقیہ نماز تمام کرلیں تو درست ہے اور آوے یہ ٹولی اور اپنی نماز پوری کریں بدون قراءت کے اسلیے کہ وہ لاحق ہیں اور لاحق
کا حکم مقتدی کا سا ہے اور سلام پھیریں پھر وہ ٹولی آوے اور اپنی باقیہ نماز پوری کریں بدون قراءت کے ساتھ اسلیے کہ وہ مسبوق ہیں اور مسبوق اور منفرد کا ایک
حال ہے ہم صلوٰۃ خوف کی کیفیت میں علما کا اختلاف ہے اور یہ تفرقہ ہیں ہر کہ جائز ہے کیفیت سے ہے مگر اختلاف اسمیں ہے کہ بہتر کونسی ہے اور قرآن مجید میں جو کیفیت مذکور
اس سے زیادہ تر قریب یہ صورت ہے جو اوپر ذکر کی اور دو رکعتوں کی نماز میں سفر کی نماز بھی داخل ہے اور جمعہ کی قید سے شارح نے آگاہ کیا کہ صلوٰۃ خوف
صرف فرضوں ہی میں منحصر نہیں واجب میں بھی ہوتی ہے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ اگر دشمن بالفرض قبلہ کی طرف ہو تب بھی اس نماز میں کچھ فرق نہ ہوگا
اسیطرح دشمن کے مقابل کی ٹولی اگر قبلہ کیطرف پشت کیے ہو تو کچھ حرج نہ ہوگا اور دشمن کے مقابل جانا پیادہ معتبر ہے اگر سوار ہوکر جائینگے تو نماز باطل ہو جائیگی
وہذا ان تنازعوا فی الصلوٰۃ خلف واحد والا فالافضل ان یصلی بکل طائفۃ امام اور یہ نماز اس کیفیت پر اس صورت میں ہے کہ مقتدی ایک ہی امام کے
پیچھے نماز پڑھنے میں جھگڑا کریں ورنہ افضل یہ ہے کہ ہر ٹولی علیحدہ امام کے پیچھے نماز پڑھے ہم یعنے ایک ٹولی دشمن کے مقابل رہے اور ایک امام کے ساتھ نماز
پڑھے جب امام فارغ ہو لے تو یہ ٹولی دشمن کے سامنے چلی جاوے اور دوسری ٹولی کے پیش امام کسی کو اجازت نماز پڑھانے کی دے کہ وہ انکو پڑھا دے اور
اگر وقت اتنا نہو تو یہی صورت ہے جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الشامی فان اشتد خوفہم وعجزوا عن النزول صلوا رکبانا فرادی الا اذا کان ردیفا للامام فیصح
الاقتداء بالایماء الی جہۃ قدرتہم للضرورۃ اور اگر زیادہ ہو خوف لوگوں کو اور عاجز ہوں اترنے سے تو نماز پڑھیں حالت سواری میں تنہا رکوع اور سجدہ
کے لیے اشارہ کریں جس طرف کو قدرت ہو سکے بسبب ضرورت کے شارح نے کہا مگر وہ شخص کہ امام کے پیچھے سوار ہو ایک سواری پر تو اُسکا اقتدا امام کے
پیچھے صحیح ہوگا بسبب اتحاد مکان کے فسدت بمشی لغیر اصطفاف وسبق حدث وبرکوب مطلقا وقتال کثیر لا بقلیل کرمیۃ سہم اور یہ نماز فاسد ہو جائیگی
پیادہ چلنے سے جو دشمن کے سامنے صف باندھنے کے لیے نہو اور نہ بے وضو ہو جانے کے سبب سے ہو اور فاسد ہوگی سوار ہونے سے مطلق یعنے
خواہ صف باندھنے کے لیے ہو یا دوسرے مطلب کے لیے اور فاسد ہوگی بہت کشت و خون کرنے سے نہ تھوڑا لڑنے سے مثلا ایک تیر چلانے سے فاسد
نہوگی کیونکہ عمل قلیل ہے اور گھوڑے پر چڑھنا اور بہت لڑنا عمل کثیر ہیں اُنسے فاسد ہو جائیگی ہم طحطاوی نے کہا کہ تیر چلانے کا عمل قلیل ہونا مسلم نہیں کیونکہ
جو کوئی اُسکو دیکھیگا یہی جانیگا کہ نماز نہیں پڑھتا والسابح فی البحر ان امکنہ ان یرسل اعضاءہ ساعۃ صلی بالایماء والا لا تصح کصلوٰۃ الماشی
والسائف وہو یضرب بالسیف اور تیرنے والا دریا میں اگر اُسکو ممکن ہو کہ اپنے اعضا ڈھیلے کر دے ساعت بھر تو نماز پڑھے اشارہ سے ورنہ نماز صحیح نہوگی
جیسے نماز پیادہ چلنے والے کی اور تلوار والے کی جبکہ تلوار سے مارتا ہو کہ انکی نماز بھی صحیح نہیں فروع مسائل ملحقہ شارح کے الراکب ان کان مطلوبا
صحت صلوٰتہ وان کان طالبا لا لعدم خوفہ سوار اگر مطلوب ہو یعنے اُسکے پیچھے کوئی پکڑنے کو آتا ہو تو اُسکی نماز درست ہے سواری پر اور اگر طالب ہو یعنے
دوسرے کو پکڑنے جاتا ہو تو سواری پر اُسکی نماز درست نہیں اسلیے کہ اُسکو کچھ خوف نہیں شرعوا ثم ذہب العدو لم یجز انحرافہم وبعکسہ جاز لوگوں نے نماز
خوف شروع کی پھر دشمن چلا گیا تو انکا اپنی جگہ سے ٹلنا درست نہیں یعنے ہر ٹولی جہاں کی تہاں نماز پڑھ لے کذا فی الشامی اور اسکا عکس ہو تو درست ہے
یعنے شروع کے وقت خوف نہ تھا پھر ہو گیا تو اس صورت میں اگر کچھ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائینگے تو یہ جانا نماز کا مخل نہوگا بسبب ضرورت کے
کذا فی الطحطاوی لا تشرع صلوٰۃ الخوف للعاصی فی سفرہ کما فی الظہیریۃ وعلیہ فلا تصح من البغاۃ اور شروع نہیں نماز خوف اُس شخص کے لیے جو
اپنے سفر کی جہت سے گناہگار ہو چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور اس بنا پر نماز خوف باغیوں سے درست نہوگی ہم یعنے جس شخص

کی نفس سفر معصیت ہو جیسے رہزنی اور بغاوت کے لیے سفر کرنا تو اسکی صلوٰۃ خوف جائز نہین کذا فی الشامی صح انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صلاہا فے اربع ذات الرقاع وبطن نخل وعسفان وذی قرد ثابت ہوا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چار مقام پر پڑھی اوّل غزوہ ذات الرقاع مین دوم بطن نخل مین سوم غزوہ عسفان مین چہارم غزوہ ذی قرد مین ہم ذات الرقاع کے معنی پیوندون والا اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اسلیے ہوا کہ حضرت ابوموسی اشعری سے بخاری مین روایت ہی کہ اس غزوہ مین ہمارے پاؤن زخمی ہوگئے تھے اور ناخن گر گئے تھے تو ہم پاؤن پر چیتھڑے لپیٹے تھے اس سبب سے اسکو ذات الرقاع کہا یہ غزوہ تیسرے سال ہجری مین غزوہ خندق سے پہلے ہوا تھا اور بطن نخل ایک جگہ کا نام ہی اور عسفان بروزن عثمان مکہ سے دو منزل پر ایک مقام ہی اور ذوقرد بفتح قاف وراء مہملہ ودال مہملہ ایک مقام ہی مدینہ کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہین یہ غزوہ ستہ ہجری مین ہوا طحطاوی سے لکھا کہ امداد الفتاح مین حاوی سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چوبیس مرتبہ پڑھی اور شامی چار مقام لکھتا ہی تو یا یہ مراد ہی کہ چار بار غزوون مین اتفاق ہوا اور بیس بار دوسرے مقامون مین یا یہ کہ ان چار مقامون مین چوبیس نمازین ہوئی کی تحقیق واللہ اعلم

باب صلوٰۃ الجنازہ

یہ باب ہی جنازہ کی نماز اور اسکے لواحق کے ذکر مین مناسبت اسکی ماقبل سے یہ ہی کہ خوف وقتال کبھی نوبت موت کی پہونچاتے ہین اور اسکو پیچھے اسلیے بیان کیا کہ یہ نماز ہر صورت سے نماز نہین کیونکہ بالکل رکوع اور سجدہ اور اقوال وتکبیر کے ہوتی ہی دوسرے یہ کہ یہ نماز آدمی کے آخر حال سے متعلق ہی کذا فی الطحطاوی من اضافۃ الشئی الے سببہ نماز کی اضافت جنازہ کیطرف چیز کی اضافت ہی اپنے سبب کیطرف یعنی میت سبب ہی اس نماز کا وہی بالفتح المیت و بالکسر السریر وقیل لغتان اور جنازہ بفتح جیم مردہ کو کہتے ہین اور بکسر جیم چارپائی یا تابوت ہی جسپر مردہ ہوتا ہی اور بعضی کہتے ہین اور ایک قول یہ ہی کہ بفتح اور بکسر دونون مردہ کو کہتے ہین کذا فی الشامی والموت صفۃ وجودیۃ خلقت ضد الحیوۃ وقیل عدمیۃ اور موت ایک کیفیت وجودی ہی پیدا ہوئی ہی زندگی کے مقابل اور ایک قول یہ ہی کہ کیفیت عدمی ہی ہم موت مین اختلاف ہی کہ وجودی چیز ہی یا عدمی جو وجودی کہتے ہین انکی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہی (خلق الموت والحیوۃ) یعنی پیدا کیا اللہ تعالے نے موت اور حیات کو تو چونکہ پیدا کرنا ایک چیز کا موجود کرنا ہی اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہی اور موت اور حیات مین مقابلہ ضدین کا ہی کہ دونون جمع نہین ہوسکتین اور جو لوگ عدمی کہتے ہین انکی دلیل یہ ہی کہ زندہ چیز سے مواد حیات کو نیست کرنے کا نام موت ہی تو عدمی ہوئے اور انمین مقابلہ عدم اور ملکہ کا ہی اور اکثر محققین نے دوسرے قول کو یعنی عدمی ہونے کو اختیار کیا ہی اور آیت کے معنی یہ ہی کہ ہین کہ مقدر کیا موت اور حیات کو کذا فی الشامی یوجہ المحتضر وعلامتہ استرخاء قدمیہ واعوجاج منخرہ وانخساف صدغیہ القبلۃ علی یمینہ وہو السنۃ منھ پھیرا جاوے وہ شخص جو مرنے کو ہو قبلہ کی طرف داہنی کروٹ پر اور یہ منہ پھیرنا سنت ہی شارح نے کہا کہ علامت موت کے قریب ہونے کی یہ ہی کہ پاؤن اسکے ڈھیلے ہو جائین اور ناک کا بانسا ٹیڑھا ہو اور کنپٹیان اندر کو دھس جائین ہم طحطاوی نے کہا کہ محتضر بصیغہ اسم مفعول ہی یعنی جسپر موت حاضر ہوئی یا فرشتے موت کے آموجود ہوے وجاز الاستلقاء علے ظہرہ وقدماہ الیہا وہو المعتاد فی زماننا ولکن یرفع راسہ قلیلا لیتوجہ للقبلۃ وقیل یوضع کما تیسر علی الاصح صححہ فی المبتغی وان شق علیہ ترک علے حالہ والمرجوم لا یوجہ معراج اور جائز ہی چت لٹانا پشت پر اس صورت مین کہ دونون پاؤن اسکے قبلہ کی جانب ہون اور یہی صورت رائج ہی ہمارے زمانہ مین لیکن اسکا سر تھوڑا سا اُبھار دیا جاوے تاکہ جانب قبلہ اسکا منھ ہو جاوے آسمان کیطرف نہ رہے اور ایک قول یہ کہ منھ قبلہ کی طرف کر دیا جائے جسطرح بن سکے صحیح تر قول کے بموجب یعنے داہنی کروٹ پر ہو یا بائین پر یا چت لٹانے سے اسی طرح منھ قبلہ کیطرف کر دینا چاہیے تصحیح کی ہی اس قول کی مبتغی مین اور اگر قبلہ رخ کرنے مین اسکو تکلیف ہو تو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور جو شخص زنا کے سبب سے سنگسار ہوا اسکا منھ قبلہ کی طرف نہ کیا جاوے اسکے

زجر کے باعث ہے کذا فی الطحطاوی ویلقن ندبا وقیل وجوبا بذکر الشہادتین لان الاولے لا تقبل بدون الثانیۃ عندہ ای قبل الغرغرۃ اور کیا
جاوے بطور استحباب اور ایک قول میں بطور وجوب تذکر شہادتین کا اسکے پاس غرغرہ سے پیشتر اسلیے کہ اول شہادت بدون دوسرے کے مقبول
نہیں ہم تلقین کے معنی فہمائش کے ہیں اور بیان یہ مراد ہے کہ مرنیوالے کے پاس اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ اسی طرح پڑھا جاوے کہ
وہ بھی آواز سنکر انھیں کلمات طیبات سے رطب اللسان ہو یا اسکو یوں کہا جاوے کہ ان کلمات کو دھیان کر یا کسی طرح یاد دلایا جاوے اور یہ یاد دہانی
اسوقت تک ہے کہ جان حلق میں نہ آئی ہو ورنہ اسوقت شہادتین کو نہ بول سکیگا شامی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ تلقین بالاتفاق مستحب ہے اور جس کسی نے
واجب کہا ہے وہ مجازا کہدیا ہے اور بعض حققا نے ذکر کیا ہے کہ صرف لا الہ الا اللہ کی تلقین کافی ہے اسلیے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جسکا آخر کلام لا الہ الا اللہ ہوگا
وہ جنت میں داخل ہوگا اسلیے شارح نے کہا محمد رسول اللہ کی تلقین نہیں چاہیے کہ صرف توحید کا اقرار بدون اقرار رسالت کے مقبول نہیں طحطاوی نے
کہا کہ یہ تعلیل کافر کے حق میں ہے مسلمان کے لیے اقرار توحید کافی ہے واختلف فی قبول توبۃ الیأس والمختار قبول توبتہ لا ایمانہ والفرق فی البزازیۃ وغیرہا
اور جانکندنی کے وقت کی توبہ مقبول ہونے میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ اسکی توبہ مقبول ہوتی ہے اور ایمان قبول نہیں ہوتا اور فرق بزازیہ وغیرہا
میں مرقوم ہے ہم جانکندنی کی حالت میں ایمان تو بالاتفاق مقبول نہیں چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے (فلم یک ینفعہم ایمانہم لما رأوا بأسنا) اور توبہ
کے قبول اور عدم قبول میں اختلاف ہے مختار یہی ہے کہ توبہ مقبول ہوتی ہے اسلیے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے (وہو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ) اس آیت
میں قبول توبہ کو مطلق فرمایا اور ابوداؤد کی حدیث میں بھی مطلق مذکور ہے چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالے بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک کہ جان اسکی حلق میں
غرغر نہ ہووے کذا فی الشامی مختصرا من غیر امر بہا لئلا یضجر واذا قالہا مرۃ کفاہ ولا یکررہا علیہ ما لم یتکلم لیکون آخر کلامہ لا الہ الا اللہ تلقین کیا جاوے بدون
حکم کرنے کے اسکو شہادتین کا تاکہ دق ہوکر انکار نکر بیٹھے یعنی تلقین میں اسکو امر نہ کریں کہ یوں کہہ تاکہ وہ انکار نہ کر بیٹھے اور جب وہ ایک مرتبہ کہہ چکے
تو کافی ہے اور دوبارہ تلقین نہ کیا جاوے جب تک کہ اور کلام نہ بولے تاکہ آخر کلام اسکا لا الہ الا اللہ ہو یعنی اگر دوسرا کلام بعد کلمہ کے کرے تو پھر
تلقین چاہیے تاکہ آخر کلام کلمہ ہو نہ دوسری بات وندب قراءۃ یس والرعد اور مستحب ہے مرنیوالے کے پاس سورہ یس اور رعد کا پڑھنا ہم لیکن اسلیے
کہ یس کے پڑھنے کا حکم حدیث میں آیا ہے اور سورہ رعد اسوجہ سے کہ حضرت جابر نے فرمایا کہ اس سے جان کا نکلنا آسان ہوتا ہے کذا فی الشامی
ولا یلقن بعد تلحیدہ وان فعل لا ینہی عنہ اور تلقین نہ کیا جاوے بعد دفن کرنیکے اور اگر کوئی تلقین کرے تو منع نہ کیا جاوے ہم چونکہ حدیث میں
آیا ہے کہ لقنوا موتاکم یعنی تلقین کرو اپنے مردوں کو تو بعض محققین نے اس حدیث میں مردے حقیقی مراد لیکر تلقین بعد موت کے جائز رکھی ہے اور بعض نے
بمقتضاے ظاہر آیت (انک لا تسمع الموتی یعنی تو نہیں سناتا مردوں کو) تلقین کو ناجائز کہا فتح القدیر میں بعد کلام طویل کے کہا کہ تلقین بعد دفن سے کچھ ضرر
نہیں بلکہ اس سے فائدہ ہے کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہے چنانچہ آثار میں وارد ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ تلقین نہ کیا جاوے وفی الجوہرۃ انہ
مشروع عند اہل السنۃ اور جوہرہ میں ہے کہ تلقین مشروع ہے اہل سنت کے نزدیک کیونکہ اللہ تعالے مردہ کو قبر میں زندہ کرتا ہے چنانچہ احادیث میں
وارد ہے کذا فی الطحطاوی وکیفیتہ قولہ یا فلان یا ابن فلان اذکر ما کنت علیہ وقل رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا قیل یا رسول اللہ فان
لم یعرف اسمہ قال ینسبہ الی آدم وحوا اور کافی ہے کہنا تلقین کرنے والے کا اسطرح کہ ای فلان ای فلان کے بیٹے یاد کر ان باتوں کو جنپر تو تھا یعنے
اللہ تعالے پر اور اسکے رسولوں پر ایمان کو یاد کر اور جب فرشتے سوال کریں تو یوں کہنا کہ میں راضی ہوا اس سے کہ اللہ میرا رب اور اسلام میرا دین
اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہیں کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر مردہ کا نام معلوم نہو آپ نے فرمایا کہ منسوب کیا جاوے
آدم اور حوا علیہما السلام کی طرف یعنے مرد ہو تو یوں کہنا چاہیے ای آدم کے بیٹے اور عورت ہو تو یوں کہے کہ ای حوا کی بیٹی ومن لا یسأل یعنے

الا بلیقن والاصح ان الانبیاء علیہم السلام لا یسالون والاطفال المؤمنین وتوقف الامام فی اطفال المشرکین وقیل ہم خدم اہل الجنۃ اور جو شخص کہ قبر میں
سوال نہ کیا جاوے مناسب ہے کہ اُسکو تلقین بھی نہ کی جاوے اور صحیح تر یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام سے سوال نہیں ہوتا اور نہ مومنوں کے بچوں سے اور
توقف فرمایا ہے امام اعظم رح نے مشرکین کے بچوں کے باب میں کہ اُنسے سوال ہوتا ہے یا نہیں اور وہ دوزخ میں رہینگے یا جنت میں اور کہتے ہیں
کہ وہ جنت والوں کے خادم ہونگے مصنف نے کہا ہے جن لوگوں سے سوال نہوگا وہ یہ ہیں انبیا اور شہید اور غازی اور صدیق اور بچے اور جو شخص روز جمعہ
یا اُسکی شب میں مرے اور جو شخص ہر شب کو سورۂ ملک پڑھے اور اطفال مشرکین میں اخبار کے تعارض کے باعث قول اصح یہی ہے کہ اُنکا معاملہ
اللہ تعالی کی مشیت پر سپرد کرنا چاہیے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالی زیادہ جانتا ہے کہ یہ اطفال مشرکین عمل کرتے ہیں کذا فی الشامی ویکرہ تمنی
الموت وکلامہ فی النہر وفی الحظر اور مکروہ ہے تمنا کرنی موت کی یعنی مصیبات وغیرہ سے تنگ ہو کر یہ تمنا کرے کہ میں مر جاؤں اور اسکا پورا
بیان نہر الفائق میں ہے اور کتاب الحظر والاباحۃ میں آگے آویگا نہر الفائق میں کہا ہے کہ اگر مجبوری ہو موت مانگنے کی تو یوں دعا کرے الٰہی مجھکو زندہ رکھ
جب تک کہ زندگی میرے حق میں بہتر ہو اور مجھکو موت دے جس وقت کہ موت میرے حق میں بہتر ہو کذا فی الطحطاوی [illegible]
وما ظہر منہ من کلمات کفریۃ یغتفر فی حقہ ویعامل معاملۃ موتی المسلمین حملا علی انہ فی حال زوال عقلہ ولذا اختار بعضہم زوال عقلہ
قبل موتہ ذکرہ الکمال اور جو الفاظ کفر کے بیہوشی میں اُسکی زبان سے سرزد ہوں اُسکے لیے اُسکے حق میں بہتر مغفرت مانگنی چاہیے اور اُسکے ساتھ مسلمانوں
کے مردوں کا سا معاملہ کرنا چاہیے یعنی اُس وقت کے کفریہ الفاظ کہنے سے اُسکو کافر نہ کہا جاویگا اس خیال سے کہ وہ اپنی عقل کے زائل ہونے
کی حالت میں ہے اور اسی جہت سے بعض فقہا نے اختیار کیا ہے میت کی عقل کا جاتا رہنا اُسکی موت سے پیشتر ذکر کیا ہے اُسکو کمال الدین محقق نے
مصنف نے اس جہت سے عقل کا زائل ہونا پسند کیا ہے کہ ایسا نہو کہ مرنے کے درد سے یا شیطان کے دھوکے سے کلمات کفر تو نہ بکنے لگے
اور خاتمہ کفر پر ہو تو اگر اُس وقت میں عقل نہ ہونے کا حکم کیا جاویگا تو ان کلمات سے کافر نہوگا کذا فی الشامی فاذا مات شد لحیاہ وغمض عیناہ
تحسینا لہ ویقول مغمضہ بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللہم یسر علیہ امرہ وسہل علیہ ما بعدہ واسعدہ بلقائک واجعل ما خرج الیہ خیرا مما خرج عنہ ثم تمد
اعضاؤہ ویوضع علی بطنہ سیف او حدید لئلا ینتفخ ویحضر عندہ الطیب ویخرج من عندہ الحائض والنفساء والجنب پس جب وہ شخص مر جاوے تو
اُسکے جبڑے باندھ دیے جاویں اور اُسکی آنکھیں بند کی جاویں اُسکے اچھا معلوم ہونے کو یعنی اگر منہ اور آنکھیں کھلی رہینگی تو صورت خوفناک
معلوم ہوگی اور کہے آنکھوں کا بند کرنیوالا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ الٰہی تو اس مردہ پر اُسکا معاملہ تجہیز و تکفین وغیرہ کا آسان کر اور سہل کر
اُسپر وہ حال جو اُسکو آگے کو درپیش ہونیوالا ہے سوال قبر اور احوال قیامت اُسپر سہل کر اور اُسکو مشرف کر اپنی دیدار سے اور جس چیز کی طرف وہ نکلا ہے
اُسکو بہتر کر بہ نسبت اُسکے جس سے وہ نکلا ہے یعنی آخرت کو اُسکے حق میں دنیا سے بہتر کر پھر اُسکے اعضا پھیلا دیے جاویں اور اُسکے پیٹ پر تلوار
یا لوہا رکھدیا جاوے تاکہ پیٹ نہ پھولے شامی نے کہا کہ لوہا یا آئینہ یا تمام میت پیٹ کو پھولنے نہیں دیتا اور اگر لوہا یا آئینہ نہ ملے تو بھاری چیز
رکھدی جاوے اور اُسکے پاس خوشبو حاضر کیجاوے اور اُسکے پاس سے حیض و نفاس والی عورتیں اور ناپاک آدمی چلے جائیں ویعلم بہ جیرانہ
واقاربہ ویسرع فی جہازہ اور اطلاع کیجاوے اُسکے مرنے کی اُسکے ہمسایوں اور رشتہ داروں کو اور جلدی کیجاوے اُسکے سامان کفن و دفن میں
کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ مسلمان کے مردہ کو اُسکے گھر والوں میں روکنا نہ چاہیے کذا فی الشامی ولا یقرأ عندہ القرآن الی ان یرفع منہ
الغسل کما فی القہستانی معزیا للتتمۃ اور پڑھا جاوے میت کے پاس قرآن یہاں تک کہ اُٹھایا جاوے نہلانے کو جیسا کہ قہستانی میں ہے تتمہ
کی طرف منسوب ہے طحطاوی نے کہا کہ تتمہ میں دیکھا ہے بعینہ اثبات اور شامی نے کہا کہ میں نے بھی قہستانی کے دو نسخوں میں دیکھا الا ان فی

دونون مین نہین پایا علاوہ اسکے اگر لا ہو تو تحفہ اور زیلعی کے قول مین اختلاف نہین رہتا اور بحر الرائق کی توجیہ کی کچھ حاجت رہی جو شارح
آگے بیان کرتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ کلمہ لا غلطی کاتب سے زیادہ ہوگیا ہو قلت ولیس فی التحفۃ الی الغسل بل الی ان یرفع فقط و فسرہ فی البحر
برفع روحہ وعبارۃ الزیلعی وغیرہ تکرہ القراءۃ عندہ حتی یغسل و علل الشرنبلالی فی امداد الفتاح تنزیہا للقرآن من نجاسۃ المیت لتنجسہ بالموت
مین کہتا ہون کہ تحفہ مین نہلانے تک کی قید نہین بلکہ اسمین صرف اتنا ہو کہ پڑھا جاوے قرآن میت کے پاس اٹھائے جانے تک اور بحر الرائق کا مین
اٹھائے جانے کی تفسیر میت کی روح کے اٹھائے جانے سے کی ہو یعنے صرف جان نکلنے تک قرآن پڑھے بعد اسکے نہ پڑھے اور زیلعی وغیرہ کی عبارت
یہ ہو کہ مکروہ تحریمی ہو قرات قرآن مردہ کے پاس یہانتک کہ نہلایا جاوے اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکی علت یہ بیان کی ہو کہ اس صورت
مین قرآن کا علیحدہ رکھنا ہو میت کی نجاست سے کیونکہ میت موت کے سبب سے نجس ہوجاتا ہو قیل نجاسۃ خبث وقیل حدث بعض فقہا نے کہا کہ میت
کی نجاست حقیقی ہو اور بعض نے کہا کہ حکمی ہو پس اول قول کی دلیل یہ ہو کہ آدمی خون کا پتلا ہو مثل دوسرے حیوانون کے تو جیسے دوسرے مردار نجس حقیقی
ہین ویسے ہی آدمی بھی ہوجاتا ہو اور یہی قول ہو اکثر فقہا کا اور یہی ظاہر تر ہو اور اسی کو کافی مین صحیح کہا ہو اور یہی وجہ ہو کہ اگر مردہ مسلمان نہلانے سے پیشتر
کنوئین مین گرجاوے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہو اور نہلانے سے جو پاک ہوجاتا ہو تو یہ مسلمان کی تعظیم کی جہت سے ہو اور دوسرے قول کی دلیل یہ ہو کہ موت
کے باعث سے وضو جاتا رہتا ہو بسبب ڈھیلے ہوجانے مفاصل کے جیسے سونے سے جاتا رہتا ہو اور زندگی مین جو وضو ہونے سے جو صرف تھوڑے سے
اعضا دھوتے ہین اسکی وجہ یہ کہ وضو ہر روز پانچ بار کرنی پڑتی ہو اگر تمام بدن دھویا کرتے تو بڑا حرج ہوتا اسلیے چند اعضا پر اقتصار کیا گیا اور مرنے اور
جنابت مین وہ حرج نہین اسلیے تمام بدن کا دھونا مشروع ہوا دوسرے یہ کہ حاکم نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردون کو نجس مت جانو کہ مسلمان نہ زندہ نجس ہوتا ہو نہ مردہ شامی نے کہا کہ اس حدیث سے نہین معلوم ہوتا کہ مردہ کی نجاست
حکمی ہو بلکہ یہ معنی ہین کہ مسلمان مردہ نہلانے سے پاک ہوجاتا ہو اسکی نجاست دائمی نہین بخلاف کافر کے کہ وہ بعد نہلانے کے بھی پلید رہتا ہو غرضکہ تمام
اکثر فقہا کا قول اول ہی ہو در عنایہ فینبغی جواز القراءۃ کالمحدث اور مردہ کی نجاست حکمی ہونے پر چاہیے کہ اسکے پاس قرات درست ہو جیسے بے وضو کو قرآن
کا پڑھنا درست ہو حاصل یہ کہ مردہ اگر ایسا کہا جاوے جیسا بے وضو آدمی ہوتا ہو تو اسکے پاس قرآن کا پڑھنا مکروہ نہین اور تحفہ کا قول اسی پر محمول ہو
اور اگر مردہ جانورون کیطرح نجس ٹھہرایا جاوے تو مکروہ ہو اور زیلعی وغیرہ کا قول اس روایت پر محمول ہوگا طحطاوی نے کہا کہ مکروہ اسوقت ہو کہ مردہ
کے قریب پڑھا جاوے اور اگر دور پڑھا جاوے تو مکروہ نہین شامی نے کہا کراہت مین یہ قید بھی ہونی چاہیے کہ مردہ پاک چادر سے چھپا نہو اور اگر
چھپا ہوا ہوگا تب بھی قرات مکروہ نہوگی ویوضع کما مات کما تیسر فی الاصح علی سریر مجمر وترا الی سبع فقط فتح ککفنہ وعندہ موتہ فہی ثلث لا خلفہ
ولا فی القبر اور جبھی کہ مرجاوے رکھا جاوے جسطرح بن سکے صحیح تر قول مین تخت پر جسکو طاق مرتبہ بسایا ہو سات دفعہ تک فقط کذا فی الفتح یعنے اس سے
زیادہ نہ بسائین مثل اسکے کفن کے کہ وہ بھی طاق دفعہ بسایا جاوے اور اسکی موت کے وقت خوشبو بسانی چاہیے تو یہ تین وقت کا بسانا ہوا
نہ پیچھے اسکے اور نہ قبر مین ہم بسانے سے مراد یہ کہ کسی برتن مین آگ رکھکر اسپر خوشبو جلاوین اور اسکو مردہ یا کفن کے گرد پھراوین تو یہ بسانا تین
وقت چاہیے ایک جسوقت اسکی جان نکلے دوم غسل کے وقت سوم کفنانے کے وقت اور جنازہ کے پیچھے ایسی خوشبو نہ لیجائین کہ احادیث
مین منع وارد ہو کہ جنازہ کے پیچھے آگ مت لیجاو اور نہ قبر کو بسائین کہ قبر مین آگ لیجانی بد فالی ہو اور یہ جو کہا کہ بفور مرنے کے تختہ پر رکھین یہ اُس
صورت مین ہو کہ جان اسکی زمین پر نکلی ہو یا اس لحاظ کہ زمین کی تری سے اسکا بدن بگڑ نجاوے پھر تختہ پر رکھنا ایک قول یہ ہو کہ شمالاً جنوباً رکھین قبر
کی طرح اور ایک قول یہ ہو کہ پاون قبلہ کیطرف کرین اور اصح یہ ہو کہ جیسے ممکن ہو ویسے رکھین کذا فی الشامی بتصرف وکرہ قراءۃ القرآن:

عندہ الی تمام غسلہ عبارت الزیلعی حتیٰ یغسل وعبارۃ النہر قبل غسلہ اور مکروہ تحریمی ہے قرآن کا پڑھنا میت کے پاس اسکے غسل کے پورا ہونے تک زیلعی کی
عبارت یون ہے کہ جبتک میت کو غسل دیا جاوے اور نہر الفائق مین یہ ہے کہ اسکے غسل سے پیشتر مکروہ ہے ہم اختلافات الفاظ کسی فائدہ کے لیے نہین مراد یکی
یہی ہے کہ غسل ہو چکنے تک قرات مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وتستر عورتہ الغلیظۃ فقط علی الظاہر من الروایۃ وقیل مطلقا الغلیظۃ والخفیفۃ وصحح صححہ الزیلعی
وغیرہ اور پوشیدہ کیا جاوے مردہ کی صرف شرمگاہ غلیظ ظاہر روایت کے بموجب اور ایک قول یہ ہے کہ مطلق برہنگی چھپائی جاوے خواہ خفیف ہو یا غلیظ
اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے یعنے زیلعی وغیرہ نے اسکو صحیح کہا ہے ہم عورت غلیظہ مقام پاخانہ اور پیشاب اور انکے آس پاس کو کہتے ہین اور عورت
خفیفہ ناف سے لیکر گھٹنون تک ہے تو قول صحیح یہ ہے کہ نہلانے مین ناف سے لیکر گھٹنون تک تہمد ڈالین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
علی کو فرمایا کہ زندہ اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کی ران کا دیکھنا حرام ہے کذا فی الطحطاوی ویغسلہا تحت خرقۃ السترۃ
بعد لف خرقۃ مغسلہا علیہ یدہ لحرمۃ اللمس کالنظر اور دھوئے برہنگی کو تہمد کے نیچے بعد لپیٹنے ایک کپڑے مثل تہمد کے اپنے ہاتھون پر بسبب حرام ہونے
ہاتھ لگانے کے مثل دیکھنے کے ہم شامی نے کہا کہ کپڑا مثل تہمد کے ہونا شرط نہین بلکہ ایسا ہونا چاہیے جو چھونے کا مانع ہو کیونکہ بدون اوٹ کے ہاتھ لگانا
شرمگاہ کو حرام ہے جیسے دیکھنا حرام ہے اس سے معلوم ہوا کہ چھپانے کے لیے تہمد اور کپڑا ضرور نہین ویجرد من ثیابہ کما مات وغسلہ علیہ السلام فی قمیصہ من خواصہ
اور ننگا کیا جاوے اپنے کپڑون سے جبکہ مر جاوے اور نہلایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپکی قمیص مین آپکے خواص مین سے ہے ہم لیکن مرنے کے بعد ننگا
کیا جاوے کہ کپڑون کی گرمی سے بدن نہ بگڑ جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہلایا جانا قمیص مین اسلیے خواص سے ہے کہ ابوداؤد وغیرہ نے روایت کی ہے
کہ بعد وفات شریف کے لوگون کو تردد ہوا کہ آپکو ننگا کرین جیسے اپنے مردون کو کرتے ہین یا معہ کپڑون کے نہلاوین تو گھر کے گوشہ سے آواز سنی کہ آپکو
معہ کپڑون کے نہلاؤ کذا فی الشامی ویوضا من یومر بالصلوۃ بلا مضمضۃ واستنشاق للحرج وقیل یفعلان بخرقۃ وعلیہ العمل الیوم ولوکان جنبا او
حائضا او نفساء فعلا اتفاقا تتمیما للطہارۃ کما فی امداد الفتاح مستمدا من شرح المقدسی اور وضو کرایا جاوے وہ مردہ کہ حکم کیا جاوے نماز کا بدون کلی
ناک مین پانی دینے کے بسبب حرج کے یعنی پانی منہ یا ناک مین ڈالکر اسکا نکالنا دقت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کلی اور ناک مین پانی دینا کپڑے سے
کرائی جاوے یعنی نہلانیوالا اپنی انگلی پر کپڑا لپیٹ کر دانتون اور مسوڑھون اور ناک کے نتھنون مین پھیرے اور اسی پر عمل ہے اس زمانہ مین اور اگر میت
جنب یا حائض یا نفاس والی ہو تو دونون باتین کیجائین بالاتفاق واسطے پورا کرنے طہارت کے جیسا کہ امداد الفتاح مین ہے شرح مقدسی سے مدد لیکر
ہم نماز کا حکم کیا جاوے اس سے یہ غرض کہ جو بچہ بے عقل ہو اسکو وضو نکرانا چاہیے شامی نے کہا کہ یہ قید اچھی نہین اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوانہ
شخص کو بھی وضو نکرایا جاوے حالانکہ مجنون بالاتفاق وضو کرایا جاتا ہے اسی طرح بچہ کو بھی وضو کرایا جاوے کیونکہ یہ وضو غسل میت کی سنت ہے اور جنب
کے لیے جو کلی اور ناک مین پانی دینے کو بالاتفاق لکھا ہے تو شامی نے کہا کہ مین نے بالاتفاق نہ امداد الفتاح مین پایا نہ شرح مقدسی مین ویبدأ
بوجہہ ویمسح راسہ اور شروع کیا جاوے اسکے چہرہ سے یعنی جنب کیطرح اول دونون ہاتھ پہونچون تک نہ دھوئے جائین بلکہ کپڑے سے منہ اور نتھنون کو پونچھکر
منہ دھویا جاوے اور مسح کیا جاوے اسکے سر پر یعنے وضو مین ہم شارح نے استنجا کو ذکر نکیا کیونکہ اسمین اختلاف ہے طرفین کے نزدیک استنجا کیا جاوے اور امام
ابو یوسف کے نزدیک نکیا جاوے اور اسکی صورت یہ ہے کہ نہلانیوالا ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر شرمگاہ کو دھوئے کذا فی الشامی ویصب علیہ ماء مغلی بسدر ورق
النبق او حرض بضم فسکون الاشنان ان تیسر والا فماء خالص مغلی اور اسپر وہ پانی ڈالا جاوے جسمین بیری کے پتے جوش دیئے گئے ہون یا
اشنان پڑا ہو اگر یہ چیزین ملین ورنہ پانی خالص جوش دیا ہوا ڈالا جاوے شارح نے کہا کہ سدر سے مراد بیری کے پتے ہین اور حرض بضم حاء مہملہ
اور سکون راء مہملہ اشنان ہے جو چھوٹی چھوٹی جڑین ہوتی ہین اس سے کپڑے دھوتے ہین جیسے صابون سے صاف کرتے ہین والغسل ۱۲

ولحیتہ بالخطمی نسبۃ بالعراق ان وجد والا فبالصابون ونحوہ ہذا لو کان بہما شعر حتی لو کان امرد او اجرد لا یفعل اور دھویا جاوے سر اُسکا اور داڑھی اُسکی
گل خیرو سے اگر میسر ہو ورنہ صابون سے اور اُسکے مثل یعنے ملتانی مٹی وغیرہ سے یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ چہرہ اور سر پر بال ہون یہانتک کہ اگر وہ شخص بے ریش ہو
یا سر پر بال نرکھتا ہو تو پھر نہ دھویا جاوے شارح نے کہا کہ خطمی ایک گھاس ہی عراق مین اور ہندوستان مین گل خیرو کہلاتا ہی ویضجع علی یسارہ لیبدأ بیمینہ
فیغسل حتی یصل الماء الی ما یلی التخت منہ ثم علی یمینہ کذلک ثم یجلس مسندا الیہ ویمسح بطنہ رفقا وما خرج منہ یغسلہ ثم
بعد اقعادہ یضجعہ علی شقہ الایسر ویغسلہ وہذہ غسلۃ ثالثۃ لیحصل المسنون ویصب علیہ الماء عند کل اضجاع ثلاث مرات لما مر وان زاد علیہا
او نقص جاز اذ الواجب مرۃ اور لٹایا جاوے مردہ اپنی بائین کروٹ پر تاکہ پانی اول اُسکے داہنے جانب پر پڑے پھر نہلایا جاوے یہانتک کہ پانی بدن کے
اُس حصہ پر پہونچے جو تخت سے ملا ہی پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر اسیطرح پانی ڈالا جاوے کہ دوسری طرف تک پہونچ جاوے پھر مردہ کو بٹھلا دے یعنے نہلانے والا
اپنا سہارا دیکر اور سونتے اُسکے پیٹ کو نرمی سے اور جو کچھ مردہ سے خارج ہو نہلانے والا اُسکو دھو ڈالے پھر بٹھلانے کے بعد اُسکو بائین کروٹ پر لٹا کر غسل
دے اور یہ تیسری بار کا غسل ہی تاکہ عدد مسنون حاصل ہو جاوے یعنے تین بار نہلانا سنت ہی وہ اس مرتبہ ہو جائیگا اور پھر لٹانے کے وقت مردہ پر تین بار
پانی ڈالا جاوے اُسی وجہ سے کہ گذری یعنے مسنون تین بار دھونا ہی اور اگر تین بار سے زیادہ ہر دفعہ مین پانی ڈالیگا یا کم تب بھی غسل درست ہوگا اسلیے
کہ واجب تو ایکبار کا دھونا ہی شارح نے کہا کہ مسند الیہ بفتح نون مجہول ہی ہم شارح نے پہلے لکھا تھا کہ اُسپر جوش دیا ہوا پانی ڈالنا چاہیے بعد اُسکے کہا کہ اول بائین
کروٹ پر لٹا کر پانی ڈالنا چاہیے تو پہلا بیان مجمل تھا اُسکی تفصیل بیان کر دی کہ اسطرح ڈالا جاوے یعنے ترتیب وار اسطرح ہی کہ جب وضو سے فراغت ہو تو سر
اور داڑھی دھوئی جاوے اور اُسکے بعد بائین کروٹ لٹا کر وہ پانی جسمین بیری کے پتے جوش دیے ہون ڈالا جاوے کذا فی الشامی مختصرا ولا یعاد غسلہ ولا
وضوؤہ بالخارج منہ لان غسلہ ما وجب لرفع الحدث لبقائہ بالموت بل لتنجسہ بالموت کسائر الحیوانات الدمویۃ الا ان المسلم یطہر بالغسل کرامۃ لہ وقد حصل
بحر وشرح مجمع اور اُسکے غسل اور وضو کا اعادہ نکیا جاوے بسبب خارج کے اُسکے بدن سے یعنے اگر پیٹ دبانے سے کوئی نجاست خارج ہو تو اس
سے غسل یا وضو دوبارہ ضرور نہین اسلیے کہ نہلانا میت کا حدث کے دور کرنے کے لیے واجب نہین ہوا کیونکہ وہ تو موت کے باعث قائم ہی بلکہ اس
سبب سے نہلانا واجب ہوا ہی کہ میت ناپاک ہو گیا ہی مثل دوسرے حیوانون دموی کے مگر یہ کہ مسلمان پاک ہو جاتا ہی نہلانے سے اُسکی تعظیم کی جہت
سے اور یہ طہارت تو نہلانے سے ہو چکی کذا فی البحر وشرح مجمع ہم کہتے مردہ کا نہلانا اس غرض سے ہی کہ مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہی تو جب نہلا دیا اُسکی
نجاست دور ہو گئی اب جو کوئی نجاست اُسکے بدن سے نکلیگی تو صرف وہی مقام دھو ڈالا جائیگا سارے غسل کا اعادہ ضرور نہین اور مردہ کا نہلانا
حدث کے دور کرنے کے لیے نہین کیونکہ موت خود ایک حدث ہی جو دور نہین ہو سکتا وینشف فی ثوب ویجعل الحنوط وہو بفتح الحاء العطر المرکب
من الاشیاء الطیبۃ غیر زعفران وورس لکراہتہما للرجال وجعلہما فی الکفن جہل علی راسہ ولحیتہ ندبا والکافور علی مساجدہ کرامۃ لہا
اور نہلانے کے بعد خشک کیا جاوے کسی پاک کپڑے سے اور حنوط ملا جاوے اُسکے سر اور داڑھی پر براہ استحباب اور کافور ملا جاوے اُسکے سجدہ
کی جگہون مین یعنے جو مقام سجدہ مین زمین پر لگتے ہین اور وہ ماتھا اور ناک اور ہتھیلیان اور گھٹنے اور پانون ہین انپر کافور ملا جاوے انکی تعظیم
کے لیے تاکہ جلد طعمہ خاک نہون شارح نے کہا کہ حنوط بفتح حاء مہملہ وضم نون عطر مرکب ہی خوشبودار چیزون سے سوا زعفران اور ورس کے بسبب
مکروہ ہونے ان دونون چیزون کے مردون کو اور زعفران اور ورس کو کفن مین رکھنا جہالت ہی ولا یسرح شعرہ ای یکرہ تحریما ولا یقص ظفرہ
الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن اور مردہ کے بالون مین کنگھی نہ کی جاوے یعنے کنگھی کرنا مکروہ تحریمی ہی اور نہ کترے جائین ناخن اُسکے سوا
ٹوٹے ہوئے ناخن کے کہ وہ کتر کر پھینک دیا جاوے اور نہ بال کترے جائین اور نہ ختنہ کیا جاوے کہ نہر الفائق مین ہی کہ بعد موت کے تزئین

جائز نہیں اور اگر بال یا ناخن کاٹے جائیں تو کفن میں مردہ کے رکھدیے جائیں کذا فی القہستانی ولا باس بجعل القطن علی وجہہ وفی مخارقہ کدبر
وقبل واذن وفم اور مضائقہ نہیں روئی رکھنے کا مردہ کے چہرہ پر اور اُسکے سوراخوں میں مثلاً مقام پاخانہ اور پیشاب اور کان اور مُنھ میں ہم
شرمگاہوں میں روئی رکھنے کو بعض علما نے پسند نہیں کیا اور شارح نے لاباس کہکر اشارہ کیا کہ روئی کا نہ رکھنا بہتر ہے کذا فی الشامی ویوضع یداہ فی
جانبیہ لا علی صدرہ لانہ من عمل الکفار ابن ملک اور رکھے جائیں دونوں ہاتھ مردہ کے اُسکے دونوں پہلو میں نہ اُسکی چھاتی پہ اسلیے کہ چھاتی پر ہاتھ
رکھنا کفار کا طریقہ ہے یعنے مجوس وغیرہم کا ذکر کیا ہے اسکو ابن ملک نے ویمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لا من النظر الیہا علی الاصح منیۃ وقالت
الائمۃ الثلثۃ یجوز لان علیا غسل فاطمۃ رضی اللہ عنہا قلنا ہذا محمول علی بقاء الزوجیۃ لقولہ علیہ السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی
ونسبی مع ان بعض الصحابۃ انکر علیہ شرح المجمع للعینی اور منع کیا جائے شوہر مردہ عورت کا عورت کے نہلانے اور ہاتھ لگانے سے نہ اُسکی طرف نگاہ
کرنے سے صحیح تر قول کے بموجب کذا فی المنیہ اور تینوں اماموں نے فرمایا کہ نہلانا جائز ہے اسلیے کہ حضرت علی رض نے حضرت فاطمہ رض کو غسل دیا ہم
اُسکے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ نہلانا حضرت مرتضی رض کا محمول ہے زوجیت کے قائم رہنے پر بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ہر سبب اور
نسب جاتا رہتا ہے موت سے مگر میرا سبب اور نسب کہ وہ نہیں جاتا علاوہ اسکے بعض صحابہ نے اس نہلانے کا حضرت مرتضی پر انکار کیا ایسا ذکر ہے
عینی کے شرح مجمع میں ہم خانیہ میں ہے کہ اگر عورت کا محرم ہو تو وہ اُسکو اپنے ہاتھ سے تیمم کرا دے اور اگر اجنبی ہو تو اپنے ہاتھ پر کپڑا چڑھا کر تیمم کرا دے
اور اُسکے ہاتھ نہ دیکھے لیکن اگر اجنبی خاوند ہو تو اُسکو جائز ہے کہ ہاتھ دیکھے اور یہ غالباً اس نظر سے ہے کہ دیکھنا بہ نسبت ہاتھ لگانے کے خفیف تر ہے اور
حضرت فاطمہ رض کے غسل کو شرح مجمع میں جو خود مصنف مجمع کی ہے یوں لکھا ہے کہ آپ کو حضرت ام ایمن نے غسل دیا تھا اور حضرت مرتضی رض کی
طرف جو منسوب ہوا تو اسکی وجہ یہ کہ اُسکے تمام سامان کے آپ متکفل ہوئے تھے اور اگر بالفرض آپ کا نہلانا ثابت ہو تو یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فاطمہ رض تمہاری زوجہ ہیں دنیا و آخرت میں اور حدیث جو شارح نے بیان کی وہ بھی دلیل
خصوص ہے کہ سبب سے مراد اُسمیں قرابت سببی ہے جیسے زوجیت اور دامادی ہے اور نسب سے مراد قرابت نسبی ہے کذا فی الشامی مختصرا وہی لا تمنع
من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ بخلاف ام الولد والمدبرۃ والمکاتبۃ فلا یغسلونہ ولا یغسلہن علی المشہور مجتبی اور عورت نہ منع
کیجاے اپنے خاوند کے نہلانے سے اگرچہ ذمیہ یعنے کتابیہ ہو بشرط باقی رہنے نکاح کے بخلاف ام ولد اور مدبرہ اور مکاتبہ کے کہ یہ تینوں
نہ آقا کو نہلا دیں اور نہ آقا انکو نہلاوے روایت مشہور کے بموجب کذا فی المجتبی ہم یعنے ام ولد اور مدبرہ میں مرنے کے بعد ملک باقی نہیں رہتی جو موجب
حلت وطی تھی اور اسی طرح مکاتبہ بعد ادا کرنے زر کتابت کے آزاد ہو جاتی ہے شامی نے کہا کہ یغسلونہ بصیغہ جمع مذکر غلط ہے صحیح یغسلنہ بصیغہ جمع مونث
چاہیے والمعتبر فی الزوجیۃ صلاحیتہا حالۃ الغسل لا حالۃ الموت فتمنع من غسلہ لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت او مست
ابنہ بشہوۃ لزوال النکاح اور معتبر زوجہ میں قابل ہونا اُسکا غسل کے وقت نہ موت کے وقت تو منع کی جاویگی وہ عورت شوہر کے نہلانے
سے جو بائن ہوئی ہو شوہر کی موت سے پیشتر یا مرتد ہوئی اُسکی موت کے بعد پھر مسلمان ہو گئی یا چھو لیا شوہر کے بیٹے کو شہوت سے بسبب
جاتے رہنے ان عورتوں کے نکاح کے ہم یعنے پہلی صورتوں میں زوجیت وقت موت کے باقی نہ رہی اور پچھلی صورتوں میں موت کے وقت
نکاح تھا پھر جاتا رہا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے فی الزوجیۃ بیاء نسبت کہا مناسب یہ تھا کہ فی الزوجۃ بدون تے کے کہتا وجاز لہا
غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت بعدہ لحل مسہا حینئذ اعتبارا بحالۃ الحیوۃ اور جائز ہے مجوسی عورت کو نہلانا اپنے شوہر کا اگر
وہ مسلمان ہو کر مرگیا پھر وہ مسلمان ہوئی بعد اُسکے بسبب حلال ہونے اُسکے ہاتھ لگانے کے اس صورت میں حالت زندگی کا لحاظ کر کے

ہم بیٹھے اگر شوہر مسلمان ہو کر زندہ رہتا اور اُسکے مسلمان ہونے کے بعد اُسکی زوجہ مسلمان ہوتی تو نکاح قائم رہتا اور مرد کو ہاتھ لگانا درست ہوتا اسی طرح جب وہ اُسکے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی تو اس صورت میں بھی ہاتھ لگانا درست ہوا کذا فی الحلبی وجد رأس ادمی او احد شقیہ لا یغسل ولا یصلے علیہ بل یدفن الا ان یوجد اکثر من نصفہ ولو بلا رأس پایا گیا سر آدمی کا یا ایک نصف اُسکے دو آدھوں میں سے تو نہ غسل دیا جاوے اور نہ اُسپر نماز پڑھی جاوے بلکہ دفن کر دیا جاوے مگر جس صورت میں کہ نصف سے زائد پایا جاوے اگرچہ بدون سر کے ہو تو غسل دیا جاوے بحر الرائق میں کہا کہ اگر نصف دھڑ مع سر پایا جاوے تب بھی غسل دیا جاوے والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمہ غیرہ والا لا لتعینہ علیہ وینبغی ان یکون حکم الحمال والحفار کذلک سراج اور افضل یہ ہو کہ نہلایا جاوے مردہ مفت پس اگر نہلانے والا اجرت مانگے تو درست ہو اگر کوئی نہلانے والا وہان اُسکے سوا بھی ہو اور اگر کوئی اور نہو تو اجرت درست نہیں پس بسبب واجب عین ہو جانے نہلانے کے اُسپر اور چاہیے کہ حکم جنازہ کے اُٹھانے والے اور گورکن کا بھی یہی ہو کہ اگر اور بھی ہوں تو اجرت درست ہو ورنہ ناجائز کیونکہ اس صورت میں اُٹھانا اور قبر کھودنا اُنپر واجب ہوگا اور طاعت پر اُجرت لینی درست نہیں کذا فی السراج ولو غسل المیت بغیر نیۃ اجزاء لطہارتہ لا لاسقاط الفرض عن ذمۃ المکلفین ولذا قال لو وجد میت فی الماء فلا بد من غسلہ ثلاثا لانا امرنا بالغسل فتحرکہ فی الماء بنیۃ الغسل ثلاثا فتح وتعلیلہ یفید انہم لو صلوا علیہ بلا اعادۃ غسلہ صح وان لم یسقط وجوبہ عنہم فتدبرہ اور اگر میت کو نہلایا بدون نیت کے تو کافی ہوگا اُسکے پاک ہو جانے کو نہ واسطے ساقط کرنے فرض کے مکلف شخصوں کے ذمہ سے اور اسی جہت سے کہ نیت شرط طہارت نہیں بلکہ شرط فرض کے ساقط کرنے کی ہو مصنف نے کہا کہ اگر کوئی مردہ بہتے سے پانی میں پایا گیا تو اُسکو تین بار نہلانا ضرور ہو اسلیے کہ ہمکو حکم ہو میت کے نہلانے کا پس اُس مردہ کو غسل کی نیت سے تین بار پانی میں حرکت دے کذا فی الفتح اور فتح القدیر کا علت بیان کرنا اس بات کا مفید ہو کہ اگر لوگ اُسپر نماز پڑھیں بدون تازہ غسل دینے کے تو درست ہوگا اگرچہ غسل کا وجوب اُنسے ساقط نہوگا تو اسکو سمجھ لینا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد یہ ہو کہ نہلانے میں نیت شرط نہیں چنانچہ خانیہ میں مذکور ہو کہ اگر مردہ کو نہلایا تو فرض اُنکے ذمہ سے ساقط ہوگا اگرچہ اُنکو نیت نہو اور پانی میں مردہ کا ملنا دوسری صورت ہو اسمیں بدون نہلانے فرض ساقط نہوگا انتہے وفی الاختیار الاصل فیہ تغسیل الملائکۃ لآدم علیہ السلام وقالوا لولدہ ہذہ سنۃ موتاکم اور اختیار میں ہو کہ اصل غسل میت کے باب میں نہلانا فرشتوں کا ہو حضرت آدم علیہ السلام کو اور اُنکی اولاد سے یہ کہنا کہ یہ طریق ہو تمہارے مردوں کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شریعت قدیم ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہانے والے کا مکلف ہونا شرط نہیں اور اسی وجہ سے اولاد آدم علیہ السلام نے آپ کے غسل کا اعادہ نکیا اور فرشتوں کے غسل پر اکتفا کیا فروع مسائل لحقہ شارح کے لو لم یدر امسلم ام کافر ولا علامۃ فان فی دارنا غسل وصلی علیہ والا لا اگر مردہ کا حال معلوم نہو کہ مسلمان ہو یا کافر اور کوئی نشانی پہچان کی نہیں تو اگر اسطرح کا مردہ دارالاسلام میں ہو تو اُسکو نہلا کر نماز پڑھی جاوے اور اگر بے علامت دارالاسلام میں نپایا جاوے بلکہ دارالحرب میں ملے تو نہ نہلایا جاوے نہ نماز پڑھی جاوے ہم بدائع میں ہو کہ مسلمانوں کی علامتیں چار ہیں اول خضاب دوم ختنہ سوم سیاہ لباس چہارم زیر ناف کے بالوں کا مونڈنا لیکن اس زمانہ میں سیاہ لباس اور خضاب علامت اسلام نہیں رہی اور ملک ہندوستان میں موچھوں کا کترانا اور بغل کے بالوں کا مونڈنا اور بائیں طرف پردہ کا ہونا بھی علامت مسلمان ہونے کی ہو اختلطوا بکفار ولا علامۃ اعتبر الاکثر فان استووا غسلوا واختلف فی الصلوۃ علیہم ومحل الدفن مسلمانوں کے مردے کافروں میں ملگئے اور کوئی پہچان نہیں تو اعتبار اکثر کا ہوگا یعنے اگر مسلمان زیادہ ہیں تو مسلمان قرار دیے جاوینگے نماز کے حق میں یعنے اُنپر نماز پڑھی جاوے اور دعا میں مسلمانوں کی نیت کی جاوے اور اگر کافر زیادہ ہوں تو نماز کسی پر نہ پڑھی جاوے نہلا کر اور کفن دیکر کفار کے قبرستان میں دفن کیے جاویں کذا فی شرح الطحطاوی پھر اگر شمار میں برابر ہوں تو سب کو غسل دیا جاویگا اور اُنپر نماز پڑھنی اور اُنکے دفن کرنے کی جگہ میں اختلاف ہو

اور بعض فقہا نے کہا کہ انپر نماز نہ پڑھی جاوے کیونکہ آخر بعض مسلمانوں پہ نماز نہیں پڑھی جاتی جیسے راہزن اور باغی ہیں اور کافر پر نماز کسی صورت سے
جائز نہیں بدلیل ارشاد خداوندی ولا تصل علی احد منہم مات ابدا یعنی ان میں سے جو مرگیا ہو اُسپر کبھی نماز مت پڑھ اور بعض فقہا نے کہا کہ نماز پڑھی جاوے
کیونکہ یہاں اگر تمیز نہیں ہو سکتی تو قصد سے تو عاجز نہیں مسلمانوں کا قصد کرکے نماز پڑھے شامی نے کہا کہ مذہب باقی تینوں اماموں کا یہی ہے اور
یہی بہتر معلوم ہوتا ہے اور مثل دفن میں بھی اختلاف ہے بعض نے کہا کہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوں اور ہندوانی نے کہا کہ اُنکے لیے قبرستان
علیحدہ بنا دیا جاوے کہ زیادہ احتیاط اسی میں ہے کذا فی البحر کدفن ذمیۃ حبلی من مسلم قالوا الاحوط دفنہا علی حدۃ ویجعل ظہرہا الی القبلۃ لان وجہ الولد
لظہرہا جیسے اختلاف ہو دفن میں اُس ذمیہ کا جسکے پیٹ میں مسلمان سے حمل ہے فقہا نے فرمایا کہ زیادہ احتیاط یہ ہے کہ اُسکا دفن کرنا علیحدہ اور کیا جاوے کہ اُسکی پشت
قبلہ کی طرف اسوجہ سے کہ بچہ کا منہ ماں کی پشت کی جانب ہوتا ہے [illegible] کہ مسلمان ہو تو دفن میں اُسکا لحاظ ہوگا کہ ایسی طرح
دفن ہو کہ بچہ کا منہ قبلہ کی طرف رہے شامی نے کہا کہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ بچہ میں جان پڑ گئی ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو تو [illegible] سے
کم کا ہو تو بالاتفاق کہا ہے کہ قبرستان میں دفن کی جاوے [illegible] فان لم یکن فالاجنبی بخرقۃ ایک عورت مرگئی درمیان
مردوں کے یا مرد مرا عورتوں میں تو مردہ کو محرم تیمم کرا دے یعنی مردہ عورت کو مرد محرم تیمم کرا دے اور مرد میت کو عورت محرم تیمم کرا دے اور اگر محرم نہ ہو
تو اجنبی کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا دے یعنی اگر مردوں میں عورت کا محرم نہ ہو یا عورتوں میں مرد کی کوئی محرم نہ ہو تو اجنبی مرد یا عورت ہاتھ کو کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم
کرا دے ویمم الخنثی المشکل لو مراہقا والا فکغیرہ فیغسلہ الرجال والنساء اور تیمم کرایا جاوے خنثی مشکل کو اگر قریب بالغ ہونے کے ہو اور اگر قریب البلوغ نہ ہو
تو وہ مثل اور بچوں کے ہے انکو مرد خواہ عورتیں غسل دیں اور بچہ ہونے کی صورت میں اُسکے اعضا کو حکم برہنگی کا نہیں یمم لفقد ماء ثم وجد
وجدوہ غسلوہ وصلوا ثانیا وقیل لا مردہ کو تیمم کرایا گیا بسبب نہ ہونے پانی کے اور اُسپر نماز پڑھی گئی پھر لوگوں کو پانی ملا تو مردہ کو نہلا دیں اور نماز دوبارہ
پڑھیں اور ایک قول یہ ہے کہ غسل نہ دیں اور نہ نماز کا اعادہ کریں بعد تیمم و نماز کے پانی ملنے میں امام ابو یوسف کے نزدیک غسل و نماز دونوں جائز ہیں
اور امام صاحب کے نزدیک صرف غسل دیا جاوے نماز کا اعادہ نہ کیا جاوے اور شرح منیہ میں ہے کہ زندہ کے لحاظ سے غسل چاہیے نہ نماز یعنی جیسے
زندہ آدمی پانی نہ ملنے سے تیمم کرکے نماز پڑھے پھر پانی پاوے تو وہ نماز کا اعادہ نہیں کرتا ایسا ہی یہاں بھی چاہیے شامی نے کہا کہ قول راجح
موافق اصول کے یہی ہے ویکفن سنۃ فی الکفن ازار و قمیص و لفافۃ وتکرہ العمامۃ للمیت فی الاصح مجتبی واستحسنہا المتاخرون للعلماء
والاشراف اور مسنون ہے کفن میں مرد کے واسطے تین کپڑے ایک ازار یعنی چادر سر سے لیکر پاؤں تک اور ایک قمیص یعنی کفنی گردن سے لیکر
پاؤں تک بدون آستین کے اور ایک بڑی چادر اور مکروہ ہے پگڑی میت کے لیے صحیح تر قول میں کذا فی المجتبی اور اچھا جانا ہے اسکو پچھلے فقہا
نے علما اور سادات کے واسطے اصل کفن دینا فرض کفایہ ہے اور تین کپڑوں کا کفن مسنون ہے اور مجتبی میں ہے کہ پگڑی کسی حال میں باندھی جاوے
خواہ عالم ہو یا سید اور زاہدی نے کہا کہ اصح یہی ہے کہ عمامہ ہر حال میں مکروہ ہے کذا فی الشامی ولا بأس بالزیادۃ علی الثلاثۃ اور کچھ مضائقہ نہیں
تین کپڑوں سے زیادہ کرنے کا یہ مسئلہ غایۃ البیان میں مرقوم ہے اگرچہ مجتبی میں ہے کہ زیادہ کرنا تین سے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وتحسین
الکفن لحدیث حسنوا اکفان الموتی فانہم یتزاورون فیما بینہم ویتفاخرون بحسن اکفانہم ظہیریۃ اور اچھا کیا جاوے کفن بسبب اس حدیث کے
کہ اچھا کرو مردوں کے کفنوں کو کہ وہ آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور اپنے کفنوں کے اچھا ہونے سے فخر کرتے ہیں یعنی خوش ہوتے ہیں اسوجہ
سے کہ کفن موافق سنت کے ملا کذا فی الظہیریۃ ہم اچھے کفن دینے سے مراد کفن مثل ہے یعنی جیسے کپڑے جمعہ اور عید میں پہنتا تھا ویسے کا کفن
سفید اور ستھرا دینا چاہیے یہ مراد نہیں کہ بہاری دام کا ہو کیونکہ اس سے ابوداؤد کی حدیث میں ممانعت آئی ہے کذا فی الشامی [illegible]

اسے قمیص وازار و خمار و لفافہ و خرقہ تربط بہا ثدیاہا و بطنہا اور عورت کے واسطے کفن میں سنت پانچ کپڑے ہیں ایک درع یعنی قمیص
اور ایک ازار اور ایک اوڑھنی اور ایک پوٹ کی چادر اور ایک سینہ بند جس سے عورت کی چھاتیاں اور پیٹ باندھا جاوے ہم قہستانی میں درع اور
قمیص میں یہ فرق لکھا ہے کہ درع یعنی عورت کی کفنی کا گریبان چھاتی کی طرف ہوتا ہے اور مرد کی کفنی کا گریبان مونڈھوں کی طرف اور اوڑھنی کی
مقدار تین ذراع ہے اور سینہ بند چھاتی سے رانوں تک کذا فی الشامی و کفایۃ لہ ازار و لفافۃ فی الاصح ولہا ثوبان و خمار و یکرہ اقل
من ذلک اور کفن کفایہ مرد کے واسطے دو چادریں ہیں صحیح تر قول میں اور عورت کے واسطے دو کپڑے اور ایک اوڑھنی اور اس قدر سے کمتر کفن پہنانا
باوجود قدرت کے مکروہ ہے ہم مرد کو دو کپڑے اسلیے کفایت ہوے کہ حالت حیات میں ادنے لباس مرد کا دو ہی کپڑے ہوتے ہیں اور اسی سبب سے اگر دو
کپڑوں میں نماز پڑھیگا تو بلا کراہت درست ہوگی بحر الرائق میں کہا کہ مناسب یہ ہے کہ تینوں دو کپڑوں کی تفسیر کیجاے یعنی خواہ دو چادریں ہوں خواہ کفنی
اور چادر ہو کفن کفایہ میں کافی ہونی چاہیے اور عورت کے دو کپڑوں کا نام نہ لیا کہ کفنی اور چادر ہو یا دو چادریں ہوں اس سے معلوم ہوا کہ عدم تعیین
ہی مناسب ہے شامی نے کہا کہ چونکہ مدار عورت کا ستر پر ہے اسلیے سواے اوڑھنی کے دو چادریں ہوں تو بہتر ہے کہ اُنسے سر اور گردن چھپی رہیگی وکفن الضرورۃ
لہما مالوجد و اقلہ ما یعم البدن وعند الشافعی ما یستر العورۃ کالحی اور کفن ضرورت مرد اور عورت کے لیے وہی ہے جو میسر ہو اور اسکی کمتر مقدار وہ ہے جو سارے
بدن پر آجاوے اور امام شافعی کے نزدیک اسکی مقدار اتنی ہے کہ برہنگی کو چھپا وے مثل زندہ کے ہم کل بدن کے چھپانے کی دلیل مصعب بن عمیر رض
کا حال ہے کہ جب وہ احد کی لڑائی میں شہید ہوے تو انکے پاس بجز ایک چادر کے اور کچھ نہ تھا اور وہ اتنی تھی کہ اگر اس سے انکا سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں
کھل جاتے تھے اور پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے سر ڈھانکنے کا حکم فرمایا اور پاؤں کو گھاس سے
چھپاو یا اگر ستر عورت کافی ہوتا تو پاؤں پر گھاس ڈالنے کا حکم نہ ہوتا کذا فی الطحطاوی تبسط اللفافۃ اولا ثم یبسط الازار علیہا وتقمص ویوضع
علی الازار و یلف یسارہ ثم یمینہ ثم اللفافۃ کذلک لیکون الایمن علی الایسر کفن دینے کی صورت یہ ہے کہ بچھائی جاے اول پوٹ کی چادر پھر
اُسپر دوسری چادر ازار پھر مردہ کو قمیص پہنا کر دوسری چادر پر رکھا جاے اور اسکا بایاں پلہ لپیٹ کر داہنا پلہ لپیٹیں پھر پوٹ کی چادر اسطرح کہ اول بائیں طرف
پھر داہنی طرف مردہ پر لپیٹیں تاکہ داہنے جانب بائیں کے اوپر رہے وہی تلبس الدرع ویجعل شعرہا ضفیرتین علی صدرہا فوقہ ای الدرع
والخمار فوقہ ای الشعر تحت اللفافۃ ثم یفعل کما مر اور عورت کو کفنی پہنا کر اُسکے بال دو حصے کرکے سینہ پر کفنی کے اوپر رکھدیے جائیں اور بالوں کے
اوپر اور چادروں کے نیچے اوڑھنی کیجاے پھر کیا جاوے جیسا گذرا یعنی پھر ایک چادر جو اُسپر لپیٹی جاے اسطرح کہ بائیں جانب نیچے ہو اور داہنی اوپر ہم
شارح نے سینہ بند کو ذکر نہیں کیا کہ کہاں ہونا چاہیے سو بحر الرائق میں تو یہ لکھا ہے کہ پوٹ کی چادر کے اوپر چاہیے تاکہ کفن کھلنے نہ پاوے اور جوہرہ نیرہ میں یہ ہے کہ اول
ازار لپیٹیں اُسکے اوپر سینہ بند باندھیں اُسکے اوپر پوٹ کی چادر لپیٹیں اور یہی ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی ویعقد الکفن ان خیف انتشارہ اور کفن باندھ
دیا جاوے اگر خوف ہو اُسکے کھلجانیکا وخنثی مشکل کامراۃ فیہ ای الکفن اور خنثی مشکل کفن کے باب میں مثل عورت کے ہے یعنی احتیاطا اُسکو پانچ کپڑے
کا کفن دیا جاوے کہ اگر بالفرض مرد ہی ہو تب بھی زیادتی کا کچھ مضائقہ نہیں مگر حریر کا اور کسم اور زعفران کا رنگا ہوا کفن اُسکو نہ دیا جاے کذا فی الشامی
والمحرم کالحلال والمراہق کالبالغ اور احرام والا مردہ مثل بے احرام کے ہے یعنی اُسکا سر ڈھانکا جاوے اور اُسکے کفن کو بسایا جاوے اور قریب البلوغ مثل بالغ
کے ہے یعنی مرد قریب البلوغ کو بالغ مرد کیطرح تین کپڑوں کا کفن دیا جاوے اور عورت کو پانچ کا ومن لم یراہق فان کفن فی واحد جاز اور جو شخص کہ قریب البلوغ نہو
اگر کفن دیا جاوے ایک کپڑے میں تو درست ہے ہم سلیمین ہے کہ بچہ کہ حد شہوت کو نہ پہونچا ہو اُسکے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ بالغ کیطرح کفن دیا جاوے اور اگر
فقط دو کپڑوں کا کفن دیا جاوے تب بھی اچھا ہے اور ایک کا دیا جاے تو درست ہے کذا فی الشامی والسقط یلف ولا یکفن کالعضو من المیت اور پیٹ کا گرا ہوا بچہ ایک

کپڑے مین لپیٹا جاوے اور کفن مسنون اُسکو نہ دیا جاوے جیسے میت کا عضو اگر پڑا ملے تو اُسکو بھی کپڑے مین لپیٹنا چاہیے اور کفن مسنون کی رعایت نہ کیجاوے اور یہی حال اُس بچے کا ہی جو مردہ پیدا ہو کذا فی الشامی و آدمی منبوش طری لم یتفسخ یکفن کالذی لم یدفن مرة بعد اخرے اور جس آدمی مردہ کا کفن اُتار لیا گیا ہو اور وہ تازہ مرا ہو یعنے پھٹا نہو اُسکو کفن دیا جاوے مثل اُس شخص کے کہ دفن نہ کیا گیا ہو یعنے تین کپڑون کا کفن اُسکو دینا چاہیے ہر دفعہ مین ہم اگر ایکبار کا کفن کسی نے چرا لیا تو دوبارہ دین اور اگر دوبارہ بھی چوری جاوے تو سہ بارہ دین اور علی ہذا القیاس جبتک وہ مردہ پھٹے نہین تبتک کفن دیتے جائین اُسکے خاص مال سے اور اگر اُسکا مال وارثون مین بٹ گیا ہو تو اُنسے مقدار کفن واپس لیا جاوے کذا فی الشامی وان تفسخ کفن فی ثوب واحد اور اگر مردہ پھٹ گیا ہو تو اُسکو ایک کپڑے مین کفن دیا جاوے ہم اور یہی حال کافر مردہ کا ہی کہ اگر اُسکا کوئی محرم مسلمان ہو تو اُسکو نہلا کر ایک کپڑے کا کفن دے کذا فی البدائع واصلہا صار الملفقون احد عشر والثانی عشر الشہید ذکر ناسخہ یعنے اور یہانتک کفن والے شخص گیارہ ہو ے اور بارہوان شہید ہی ذکر کیا ہی اُسکو یعنے پانچ قسمین مذکور ہیکہ اول مرد بالغ دوم عورت بالغ سوم خنثی مشکل چہارم جسکا کفن چوری گیا ہو اور تازہ مرا ہو پنجم جو مردہ پھٹ گیا ہو اور شارح نے چھ بیان کیے اول احرام والا دوم مرا ہوا مرد سوم مرا ہوا عورت چہارم بچہ پنجم بالغ ششم پیٹ کا اگر بچہ پھٹ گیا ہو سے اور شامی نے دو اور زیادہ کیے یعنے جو بچہ مردہ پیدا ہوا اور کافر مردہ تو انکو ملا کر تیرہ ہو ے اور شہید کے ساتھ چودہ ہوتے ہین ولا باس فی الکفن ببرود وکتان وفی النساء بحریر ومزعفر ومعصفر لجوازہ لبسہن حال الحیوة واحبہ البیاض او ما کان یصلی فیہ اور مضائقہ نہین کفن مین یمنی چادر ون اور کتان کے کپڑے کا اور عورتون کے کفن مین ریشمی کپڑے اور زعفران اور کسم کے رنگے ہوئے کا بسبب درست ہونے کفن کے اُس کپڑے سے جسکا پہننا حالت حیات مین جائز ہی اور سب سے بہتر کفن سفید ہی یا وہ رنگ جس مین مردہ نماز پڑھا کرتا تھا وکفن من لا مال لہ علی من تجب علیہ نفقتہ وان تعدد وا فعلی قدر میراثہم اور جس مردے کا کچھ مال نہو اُسکا کفن اُس شخص پر واجب ہی جسپر اُس مردے کا نفقہ واجب ہی اور اگر ایسے شخص کئی ہون تو کفن اُنپر حصہ رسدی موافق اُنکی میراث کے ہوگا یعنے جسطرح اُنپر نفقہ واجب ہی اُسی حساب سے کفن واجب ہوگا چنانچہ تفصیل نفقہ کی باب النفقہ مین مذکور ہوگی کذا فی الشامی واختلف فے الزوج والفتوی علی وجوب کفنہا علیہ عند الثانی وان ترکت مالا خانیة ورجحہ فی البحر بانہ الظاہر لانہ ککسوتہا اور اسمین اختلاف ہی کہ شوہر پر اُسکی زوجہ کا کفن واجب ہی یا نہین اور فتوے شوہر پر زوجہ کے کفن کے واجب ہونے کا ہی امام ابو یوسف کے نزدیک اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو کذا فی الخانیة اور ترجیح دی ہی بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر ہی اسلیے کہ کفن مثل زوجہ کے لباس کے ہی واضح اس باب مین فتوے مختلف ہی تجنیس اور شرح مجمع مین ہی کہ اگر عورت کا مال ہو تو کفن زوج پر ہی اور اسی پر فتوے ہی اور شرح مجمع جو خود مصنف مجمع کی ہی اُسمین یہ ہی کہ اگر عورت کے پاس مال نہو اور شوہر مالدار ہو تو اُسپر اُسکا کفن واجب ہی اور اسی پر فتوی ہی اور خانیہ مین بلا قید فتوے مذکور ہی یعنے عورت کے پاس مال ہو یا نہو اور شوہر مفلس ہو یا مالدار ہر صورت مین اُسکا کفن شوہر پر واجب ہی اور اصل اسمین یہ ہی کہ جس شخص پر مردہ کے نفقہ کے لیے حالت حیات مین جبر کیا جاتا ہی اُسی پر وفات کے بعد کفن کے لیے جبر ہوگا کذا فی الشامی مختصرًا وان لم یکن ثمہ من تجب علیہ نفقتہ ففی بیت المال فان لم یکن بیت المال معمورا او منتظما فعلی المسلمین تکفینہ فان لم یقدروا سألوا الناس لہ ثوبا فان فضل شئ رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبی وظاہرہ انہ لا یجب علیہم الا سؤال کفن الضرورة لا الکفاية اور اگر وہان ایسا شخص نہو جسپر مردہ کا نفقہ واجب ہو تو مردہ کا کفن بیت المال مین ہوگا اور اگر بیت المال نہ ہو یا خلل یا ہو یا انتظام کے ساتھ نہو یعنے جن مصارف مین اُسکا صرف ہونا چاہیے اُسمین صرف نہوتا ہو تو کفن مسلمانون پر واجب ہوگا یعنے جنکو مردہ کا حال معلوم ہوگا اُنپر کفن دینا اُسکا واجب ہوگا اور اگر اُنسے بسبب مفلسی کے نہو سکے تو وہ مالدار آدمیون سے اُسکے لیے کپڑا مانگین پھر اگر اُس کپڑے

سے کچھ باقی بچے تو صدقہ دیدے وارثوں کو واپس کردے اگر معلوم ہو کہ فلان شخص نے کپڑا دیا تھا اور اگر معلوم نہو یا وہ واپس نہ لے تو اس باقی کپڑے سے
اسی مردہ کی طرح کسی اور مفلس کو کفن دیدیں اور اگر کوئی اور مردہ اس طرح کا نہ ملے تو اس کپڑے کو خیرات کردیں کذا فی المجتبی اور قول کا کہنے سے بظاہر یہ
معلوم ہوتا ہی کہ واقفت کار دن پر صرف کفن ضرورت کا مانگنا واجب ہی بلکہ کفن کفایہ کا طحطاوی نے کہا کہ کفن دینا فرض کفایہ ہی تو اگر واقفت کار
نہ دینگے تو سب گنہگار ہونگے ولو کان فی مکان لیس فیہ الا واحد وذلک الواحد لیس له الا ثوب لا یلزمه تکفینه بہ اور اگر مردہ ایسی جگہ ہو جہان صرف ایک
شخص ہو اور اس ایک کے پاس بھی سوا ایک کپڑے کے دوسرا نہو تو اسپر لازم نہین کفن دینا اس مردہ کا اس کپڑے سے کیونکہ زندہ زیادہ حاجتمند ہی
ولا یخرج الکفن عن ملک المتبرع اور کفن احسان کرنے والے کی ملک سے خارج نہین ہوتا تو اگر مردہ کو مثلاً کوئی درندہ کھا جاوے تو اسکا کفن اصل
مالک کو پہنچیگا مردہ کا وارث نہین پاسکتا کذا فی الشامی والصلوة علیه صفتها فرض کفایة بالاجماع فیکفر منکرها لانه انکر الاجماع قنیة کدفنه
وغسله وتجهیزه فانها فرض کفایة اور جنازہ کی نماز کا حال یہ ہی کہ وہ فرض کفایہ ہی بسبب اجماع کے تو کافر ہوگا اسکا انکار کرنے والا اسلیے کہ اس نے
انکار کیا اس امر کا جو اجماع سے ثابت ہی تو آگاہ رہنا چاہیے مردہ کا دفن کرنا اور اسکا نہلانا اور سامان دینا کہ یہ چیزین بھی فرض کفایہ ہین اور شارح و
ماتن نے نماز کی صفت اور شرطین اور رکن اور سنتین اور اسکی کیفیت اور اسکے لیے زیادہ مستحق شخص کا بیان کیا اور سبب وجوب اور وقت اور مفسد
کا ذکر نہین کیا پس سبب نماز جنازہ کے واجب ہونے کا مسلمان مردہ ہی اور وقت اس نماز کا حاضر ہونا جنازہ کا ہی اور جو چیزین اور نمازوں کی مفسد ہین وہی اس
نماز کی مفسد ہین مگر عورت کی برابری سے کہ وہ نماز جنازہ کی مفسد نہین اور مکروہ وقتون مین یہ نماز مکروہ ہی اور اگر امام اسمین بے وضو ہوجاوے تو
اسکو خلیفہ کرنا درست ہی کذا فی الشامی وشرطها ستة اسلام المیت وطهارته مالم یهل علیه التراب فیصلی علی قبره بلا غسل وان صلی علیه اولا استحسانا
اور شرطین نماز جنازہ کی چھ ہین اول مسلمان ہونا مردہ کا دوم اسکا پاک ہونا یعنی اسکے بدن اور کپڑے اور مکان کا پاک ہونا اور طہارت اسوقت تک شرط ہی
کہ اسکو مٹی نہ دیجاے اور مٹی دینے کے بعد اسکی قبر پر نماز پڑھی جاسکے بدون غسل کے اگرچہ پیشتر نماز پڑھی گئی ہو قبر پر نماز پڑھنا بوجہ استحسان کے ہی
اور وجہ استحسان کی یہ ہی کہ اول نماز چونکہ بدون طہارت ہوئی تھی باوجود قدرت کے اسلیے جائز نہوئی اور اب دفن کردینے کے سبب سے طہارت
متعذر ہی اسلیے قبر پر نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی القنیة الطهارة من النجاسة فی ثوب وبدن ومکان وستر العورة شرط فی حق المیت
والامام جمیعا فلو ام بلا طهارة والقوم بها اعیدت وبعکسه لا اور قنیہ مین ہی کہ طہارت نجاست سے کپڑے اور بدن اور مکان کی اور چھپانا برہنگی کا
شرط ہی میت اور امام دونون کے حق مین پس اگر امام ہوا بدون طہارت کے اور مقتدی طہارت کے ساتھ ہون تو نماز پھر پڑھی جاوے اور اسکے
عکس مین یعنی مقتدی بے وضو ہون اور امام وضو سے اعادہ نکیا جاوے اسلیے کہ صرف امام کی نماز سے سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہوجائیگا
اور پہلی صورت مین امام کی نماز پر اوروں کی نماز مبنی تھی جب اسکی نہوئی تو کسی کی نہوئی عم طہارت مکان سے غرض چارپائی کا پاک ہونا ہی اگر مردہ
چارپائی پر ہو اور اگر زمین پر ہو تو زمین کا پاک ہونا مراد ہی اور کپڑے اور بدن ابتدا مین پاک ہونا شرط ہی تو اگر بعد کفن کے مردہ سے نجاست نکلکر کفن
ناپاک ہوجاے یا بدن مردہ کا نجس ہوجاے تو دفع حرج کے لیے یہ نجاست مانع نماز نہین ہان اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائیگا تو نماز
درست نہوگی کذا فی الطحطاوی کما لو امت امراة ولو امة لسقوط فرضها بواحد جیسے اگر امام ہوئی عورت نماز جنازہ مین اگرچہ لونڈی ہو تو نماز کا اعادہ
نکیا جاوے بسبب ساقط ہونے فرض نماز کے ایک شخص سے یعنی نماز جنازہ ایک مرد یا عورت کے پڑھنے سے فرض ساقط ہوجاتا ہی تو اگر عورت امام ہوگی
مردوں کی تو مردوں کی نماز نہوگی اور عورت کی نماز سے فرض ساقط ہوجائیگا وبقی من الشروط بلوغ الامام فتامل وشرطها حضوره ووضعه وکونه هو او اکثره
امام المصلی وکونه للقبلة اور باقی رہا شرطون مین سے بالغ ہونا امام کا اسکو سوچ لے یعنی یہ تیسری شرط ہی اور چوتھی شرط موجود ہونا مردہ کا ہی اور پانچوین

شرط مردہ کا رکھا جانا ہو زمین پر خواہ ہاتھوں پر زمین سے قریب کذا فی الطحطاوی اور چھٹی شرط یہ ہے کہ مردہ بالکل یا اکثر نمازی کے سامنے ہو قبلہ کی جانب امام
اگر مردہ کی ستر عورت اور قبلہ کی طرف ہونے کو جدا شرط ٹھہرایا جاوے تو شرطیں آٹھ ہو جاوینگی اور امام کی ستر عورت اور طہارت کو اگر زیادہ کرو تو دس ہونگی سبب
سامنے ہونا مردہ کا امام کے حق میں شرط ہے جبکہ مردہ ایک ہو اور اگر زیادہ ہوں تو سب کا سامنے ہونا شرط نہیں ایک کا ہونا کافی ہے کذا فی الشامی فلا
تصح علی غائب او محمول علی نحو دابة وموضوع خلفه لانه کالامام من وجه دون وجه لصحتها علی الصبی پس نہیں درست ہے نماز اوپر مردہ غائب کے
بسبب نہ پائے جانے شرط موجود ہونے کے اور نہ اسپر جو اٹھایا ہو مثل سواری پر یعنی کسی گاڑی یا جانور یا لوگوں کے مونڈھوں پر ہو بسبب نہ پائے جانے
شرط رکھے جانے کے زمین پر اور نہ اسپر جو رکھا ہوا ہو نمازی کے پیچھے کیونکہ مردہ مثل امام کے ہے ایک طرح سے نہ دوسری سے بسبب صحیح ہونے نماز کے لڑکے
پر یعنی اس لحاظ سے کہ مردہ کا پاک ہونا اور سامنے ہونا اور قبلہ کی طرف ہونا اور ستر عورت شرط ہے مردہ مثل امام کے ہے اور اس وجہ سے امام نہیں کیونکہ اگر یہ وجہ
امام ہوتا تو لڑکے پر نماز درست نہوتی اسلئے کہ لڑکا قابل امام ہونے کے نہیں طحطاوی نے کہا کہ شرط اسلام سے معلوم ہوا کہ کافر پر نماز درست نہیں اور طہارت
کی شرط سے معلوم ہوا کہ غیر طاہر پر درست نہیں اور ستر عورت کی شرط سے معلوم ہوا کہ ننگے مردہ پر درست نہیں اور بلوغ امام کی شرط سے پایا گیا کہ لڑکے کی
امامت درست نہیں وصلوة النبی صلی اللہ علیه وسلم علی النجاشی لغوية او خصوصية اور نماز پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم کا نجاشی پر لغوی ہے یا خاص
ہے آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم کے لیے یعنی یا تو صلوة کے معنے صرف دعا کے لیے جاوینگے یا یہ نماز غائب پر آپ کے لئے ہی خاص ہے نجاشی بکسر نون
و فتح جیم بلا تشدید یا بہ تخفیف حبشہ کا بادشاہ جسکا نام اصحمہ تھا اُسکی خبر مرگ آنحضرت صلے اللہ علیه وسلم کو وحی سے معلوم ہوئی آپ نے اصحاب کو خبر دی
اور اُنکے ساتھ اُسپر نماز پڑھی شامی نے کہا کہ لغوی معنے لینے بعید ہیں بلکہ یا تو اس نماز کو آپ کے خاص ہونے پر محمول کیا جاوے یا یہ کہ جنازہ آپ کے سامنے
کر دیا گیا ہو کہ آپ دیکھتے ہوں اور دوسروں کو نظر نہ آتا ہو ولو وضعوا الراس موضع الرجلین واساؤا ان تعمدوا اور نماز جنازہ درست ہے اگر لوگوں نے
سر کو پائنتوں کی جگہ رکھا ہو اور انھوں نے برا کیا اگر عمداً جنازہ کو الٹا رکھا یعنی سر جنازہ کا امام کے دہنے ہاتھ چاہیے اگر بائیں ہاتھ رکھکر پڑھینگے
تو مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی ولو اخطأوا القبلة صحت ان تحروا والا لا مفتاح السعادة اور اگر چوک گئے قبلہ کو یعنی اور طرف کو نماز جنازہ پڑھی تو
درست ہوگی اگر قبلہ کی اٹکل کی ہوگی اور اگر بلا اٹکل پڑھی ہوگی تو درست نہوگی کیونکہ اشتباہ قبلہ کی صورت میں اٹکل کرنا فرض ہے ورکنها
شیئان التکبیرات الاربع فالاولی رکن ایضا لا شرط فلذا لم یجز بناء اخری علیها والقیام فلم تجز قاعدا بلا عذر اور نماز جنازہ کے رکن دو چیزیں
ہیں اول چاروں تکبیریں دوم کھڑا ہونا شارح نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی بار اللہ اکبر کہنا بھی رکن ہے شرط نہیں اور اسی وجہ سے جائز
نہیں دوسرے تکبیر کی بنا اول اللہ اکبر کہنے پر اور جب کھڑا ہونا رکن ہوا تو نماز جنازہ بیٹھکر بے دون عذر کے صحیح نہوگی ہم پہلے مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ امام
نے اول اللہ اکبر کہا پھر اس تکبیر سے نیت دوسرے جنازہ کی کرلی تو نماز صحیح نہوگی کیونکہ اس صورت میں صرف تین دفعہ اللہ اکبر کہیگا اور یہ جائز
نہیں کذا فی الطحطاوی وسنتها ثلثة التحمید والثناء والدعاء فیها ذکره الزاهدی وغیره وما فهمه الکمال من ان الدعاء رکن والتکبیرة الاولی شرط
رده فی البحر بتصریحهم بخلافه اور سنتیں اس نماز کی تین ہیں حمد و ثنا کرنا اور نماز میں دعا کرنا ذکر کیا ہے اسکو زاہدی وغیرہ نے اور جو کچھ کمال الدین محقق
نے سمجھا ہے کہ دعا رکن ہے اور تکبیر اولی شرط ہے اسکو بحر الرائق میں رد کیا ہے بسبب تصریح کرنے فقہا کے اسکے خلاف پر ہم شارح کے قول سے معلوم ہوتا
ہے کہ ثنا اور چیز ہے اور تحمید دوسری چیز حالانکہ تفسیر ثنا کی خود آگے کریگا کہ سبحانک اللهم وبحمدک ہے اس سے معلوم ہوا کہ دونوں سے مراد ایک ہی
چیز ہے تو مناسب تھا کہ یوں ذکر کرتا کہ تیسری سنت درود ہے اور چونکہ نماز جنازہ کی حقیقت اور مقصود دعا ہے اسلیے کمال نے دعا کو رکن کہا اور
تکبیر اولے کو تحریمہ کے واسطے ہونے کی وجہ سے شرط کہا بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول فقہا کی تصریح کے خلاف ہے چنانچہ محیط میں مصرح ہے کہ دعا

سنت ہے اور سب فقہا کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں مسبوق لگاتار تکبیریں کہلے درود و دعا کو ترک کرکے اگر دعا رکن ہوتی تو مسبوق اسکو کس طرح
ترک کرتا اور تکبیر اولی اگر شرط ہوتی تو دوسری تکبیر کی بنا اسپر نا جائز کیون ہوتی شامی نے کہا کہ شارح باب شروط الصلوٰۃ میں میت کے لیے دعا کرنا
نماز میں پر واجب کہہ چکا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کمال کا قول دعا کے باب میں درست ہے اور تکبیر اولی کے باب میں قول فیصل یہ ہے کہ من وجہ شرط ہے
اور من وجہ رکن انتہے وہی فرض علے کل مسلم مات خلا اربعۃ بغاۃ وقطاع طریق فلا یغسلون ولا یصلے علیہم اذا قتلوا فے الحرب ولو بعدہ
صلے علیہم لانہ حد او قصاص وکذا اہل عصبۃ ومکابر فے مصر لیلا بسلاح وخناق خنق غیر مرۃ فحکمہم کالبغاۃ اور نماز جنازہ فرض ہے ہر مسلمان کی
جو مرجاوے سوا چار شخصون کے اول قوم باغی جو امام کی اطاعت سے خارج ہوجائین دوم راہزن کہ نہ نہلائے جائین اور نہ انپر نماز پڑھی جاوے
جبکہ لڑائی میں مارے جاوین اور اگر بعد وقت جنگ کے مارے جائین تو انپر نماز پڑھی جاے اسلیے کہ یہ قتل یا حد ہے یا قصاص اور جو شخص حد یا
قصاص میں مارا جاتا ہے تو نہلایا جاتا ہے اور نماز پڑھی جاتی ہے شامی نے کہا کہ اگر یہ لوگ اپنی موت سے مرین گرفتار ہونے سے پیشتر یا بعد
تو بھی نماز پڑھی جاویگی اور مثل باغیون کے ہیں اہل عصبہ جو اپنی قوم کی حمایت اور اعانت ظلم پر کرین اور تیسرا شخص مکابر ہے شہر میں رات کو ہتھیار سے
اور چوتھا گلا گھونٹنے والا جسنے کئی بار گلا گھونٹا ہو تو اگر اہل عصبہ اعانت کرتے ہیں اور مکابر اور گلا گھونٹنے والا اسی حالت میں مارا جاے تو انکا حکم مثل
باغیون کے ہے کہ انپر نماز نہ پڑھی جاے مکابر وہ شخص ہے کہ کسی جگہ میں کھڑا ہو جاوے اور جو اس طرف گذرے اسکا مال چھین لے کذا فی الشامی ومن قتل
نفسہ ولو عمدا یغسل ویصلے علیہ بہ یفتے وان کان اعظم وزرا من قاتل غیرہ ورجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم انہ علیہ السلام اتی برجل
قتل نفسہ فلم یصل علیہ جو شخص کہ اپنے آپ کو قتل کرے اگرچہ جان بوجھ کر ہو تو وہ نہلایا جاوے اور اسپر نماز پڑھی جاوے اسی پر فتوی ہے اگرچہ
قاتل اپنے نفس کا زیادہ گنہگار ہے بہ نسبت غیر کے قاتل کے اور ترجیح دی ہے کمال نے امام ابو یوسف کے قول کو اس روایت سے جو صحیح مسلم میں ہے کہ
ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا جسنے خودکشی کی تھی تو آپ نے اسپر نماز نہ پڑھی ہم امام ابو یوسف کا قول ہے کہ اپنے
نفس کے قاتل کو نہلایا جاے اور نماز نہ پڑھی جاوے اور اسی کو کمال الدین نے راجح کہا ہے بسبب حدیث کے شامی نے کہا کہ اس حدیث میں کوئی دلالت
اس بات کی نہین کہ اسپر کسی نے نماز نہ پڑھی ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پڑھی تو شاید زجر و توبیخ کے لیے ہو جیسے مقروض پر نہین
پڑھی تھی غرضکہ اس مسئلہ میں تصحیح مختلف ہے لا یصلے علے قاتل احد ابویہ اہانۃ لہ والحقہ فے النہر بالبغاۃ اور جسنے اپنے والدین میں سے ایک کو
مار ڈالا ہو اسپر نماز نہ پڑھی جاوے اسکی اہانت کے واسطے اور لاحق کیا ہے اسکو نہر الفائق میں باغیون کے ساتھ یہ قاتل پانچوان شخص نہین انھین
چارون میں داخل ہے جو اوپر مذکور ہوے کذا فی الطحطاوی وہی اربع تکبیرات کل تکبیرۃ قائمۃ مقام رکعۃ یرفع یدیہ فی الاولی فقط وقال ائمۃ بلخ
فے کلہا ویثنی بعدہا وہو سبحانک اللہم وبحمدک ویصلے علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم کما فے التشہد بعد الثانیۃ لان تقدیمہا سنۃ الدعاء ویدعو بعد
الثالثۃ بامور الآخرۃ والماثور اولے اور نماز جنازہ چار تکبیرین ہیں ہر تکبیر قائم مقام ایک رکعت کے ہے اٹھاوے دونون ہاتھ اپنے فقط پہلے بار
اللہ اکبر کہنے میں اور بلخ کے فقہا نے کہا کہ سب تکبیرون میں ہاتھ کانون تک اٹھاوے اور ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور ایک روایت امام اعظم سے بھی ہے مگر قول
اول ظاہر الروایت ہے کذا فی الشامی اور بعد پہلی تکبیر کے ثنا پڑھے اور ثنا یہ ہے سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک وجل ثناءک ولا الہ غیرک
پھر دوسری تکبیر کہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے دوسری تکبیر کے بعد جیسے التحیات میں یعنے وہ درود پڑھنا چاہیے جو التحیات میں پڑھتے
ہین اسلیے کہ مقدم کرنا درود کا دعا کی سنت ہے اور دعا مانگے بعد تیسری تکبیر کے امور آخرت کی اور وہ دعا جو حدیث میں ہے بہتر ہے ہم دعا حدیث کی یہ ہے (اللہم
اغفر لحینا ومیتنا وشاہدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللہم من احییتہ منا فاحیہ علے الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علے الایمان) اور حوف

صلہ بعض نسخون میں فلا یغسلو اہد ثنا نسخون کے ... سے ... نسخون ... ۱۲۵ صلہ قصاص اس صورت میں ... کہ ... کو ... شخص ... ۱۲

اور نہ مغفرت کی درخواست کیجائے نماز جنازہ میں لڑکے اور دیوانہ اور بے عقل کے لیے بسبب نہ مکلف ہونے ان لوگوں کے ہم شامی نے کہا کہ مجنون اور معتوہ
سے وہ مراد ہیں جو اصلی ہوں یعنی موت تک اُنکے ہوش و عقل درست نہوئی ہو اور جو شخص کہ بعد بالغ ہونے کے دیوانہ یا بے عقل ہوا ہو تو اُنکے گناہ دیوانگی
یا بے عقلی سے ساقط نہیں ہونگے اُنکے لیے مغفرت مانگی جاوے بل یقول بعد دعاء البالغین اللھم اجعلہ لنا فرطا بفتحتین اے سابقا الی الحوض
لیھیٔ الماء وھو دعاء لہ ایضا بتقدمہ فی الخیر لاسیما وقد قالوا حسنات الصبی لہ لا لابویہ بل لہما ثواب التعلیم واجعلہ ذخرا بضم الذال المعجمۃ ذخیرۃ وشافعا
مشفعا مقبول الشفاعۃ بلکہ کہے بعد دعا بالغون کے الٰہی کر اُسکو ہمارا فرط اور کر اُسکو ذخیرہ اور سفارش کرنے والا سفارش قبول کیا ہوا شارح نے
کہا کہ فرط فتحتین فا اور فتحہ را ہو اور اسکے معنے آگے پہنچنے والا حوض کوثر پر تاکہ پانی تیار کرے اور ذخر بذال معجمہ مضموم یعنی ذخیرہ ہو اور مشفع بصیغہ مفعول
باب تفعیل یعنی مقبول الشفاعت ہو اور یہ دعا لڑکے کے لیے بھی ہو واسطے آگے بڑھجانے لڑکے کے خیر کی طرف خصوصاً اس صورت میں کہ فقہا نے کہا ہو
کہ لڑکے کی نیکیاں لڑکے ہی کو ملتی ہیں نہ اُسکے ماں باپ کو بلکہ ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہوتا ہے ہم یہ جواب ہی اس سوال کا کہ دعا تو میت کے لیے ہوتی ہے اور اس دعا
میں میت کا نفع کچھ نہیں بلکہ نفع ماں باپ یا نمازیوں کا ہی حاصل جواب یہ ہے کہ پانی کا تیار کرنا جب ہی ہوگا کہ جب اول وہ حوض پر پہنچیگا تو اسمیں
اُسکے لیے دعا ہو آگے پہنچنے کی دوسرے یہ کہ ثواب حسنات کا فقہا کے قول کے بموجب لڑکے کو ملتا ہے تو اس صورت میں بھی دعا اُسکے لیے مفید ہوگی
اور یہ جو شارح نے بعد دعاء البالغین کے کہا سو صحیح نہیں بلکہ بدل دعاء البالغین صحیح ہے جو کسی نسخے میں پایا جاتا ہے یعنی بجائے دعاء بالغین کے یہ
یہ دعا پڑھے چنانچہ مترجم نے ترجمہ صحیح لفظ کا کیا ہے اور شیخ اسماعیل نے ذکر کیا کہ مقتضائے متون اور فتاوے کا اور صریح عبارت غرر الاذکار کی یہ ہے کہ
پر دعاء بالغین نہ پڑھی جاوے بلکہ اسی دعا پر اکتفا کیجاوے پھر یہ دعا حدیث اور کتب میں اسطرح ہے (اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اجرا واجعلہ لنا ذخرا
واجعلہ لنا شافعا ومشفعا اور اگر لڑکی ہو تو ضمیر بدل دے یعنی اجعلہ کی جگہ اجعلہا چاروں جگہ کہے اور آخر میں شافعۃ ومشفعۃ کہے کذا فی الشامی مترجم

ویقوم الامام ندبا بحذاء الصدر مطلقا للرجل والمرأۃ لانہ محل الایمان والشفاعۃ لاجلہ اور کھڑا ہووے امام براہ استحباب مقابل سینہ میت
کے ہر حال میں مرد اور عورت کے لیے اسلیے کہ سینہ جگہ ہی ایمان کی اور شفاعت نمازیوں کے مردے کے لیے اُسکے ایمان ہی کے سبب سے ہو والمسبوق
ببعض التکبیرات لا یکبر فی الحال بل ینتظر تکبیر الامام لیکبر معہ للافتتاح لما مر ان کل تکبیرۃ کرکعۃ والمسبوق لا یبدأ بما فاتہ اور جسکو کچھ تکبیریں
امام کے ساتھ نہ ملی ہوں یعنی اگر پیچھے شریک ہوا ہو وہ اُسیوقت تکبیر نہ کہے بلکہ امام کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے تاکہ اُسکی تکبیر کے ساتھ شروع
کی تکبیر کہے کیونکہ پیشتر گذر چکا ہو کہ ہر تکبیر مثل ایک رکعت کے ہی اور مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتوں سے شروع نہیں کیا کرتا یعنی اگر مسبوق کو
ایک دو رکعت رہجاتی ہیں تو وہ بعد فارغ ہونے امام کے ادا کرتا ہی اسی طرح نماز جنازہ کی مسبوق کو تکبیریں پیشتر نہ کہنی چاہئیں امام کے سلام
کے بعد کہنی چاہئیں اور اگر مسبوق بدون انتظار امام کی تکبیر کے اللہ اکبر کہکر شریک ہو گیا تو شروع درست ہوگا مگر یہ تکبیر معتبر نہ ہوگی بعد سلام کے
اسکو پھر سے کہے کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف رح یکبر حین یحضر اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہی کہ جب مقتدی حاضر ہو اُسی وقت تکبیر
کہے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا کہ ایک شخص آیا تو طرفین کے نزدیک وہ تکبیر تحریمہ نہ کہے بلکہ جب امام دوسری تکبیر کہے
اُسوقت اللہ اکبر کہکے شریک ہوا اور ایک تکبیر اُسکو فوت ہو گئی بعد سلام امام کے اُسکو کہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جسوقت یہ شخص
آیا اُسی وقت تکبیر تحریمہ کہکر شریک ہو جاوے اور دوسری تکبیر امام کے ساتھ کہے اس صورت میں مسبوق نہوگا کذا فی الشامی کما لا ینتظر الحاضر فی
حال التحریمۃ بل یکبر اتفاقا للتحریمۃ لانہ کالمدرک جیسے انتظار نکرے وہ شخص جو موجود ہو تحریمہ امام کے وقت بلکہ تکبیر تحریمہ کہے باتفاق طرفین اور
ابو یوسف رح کے اسلیے کہ وہ شخص مثل مدرک کے ہی یعنی ایک شخص امام کے تحریمہ کے وقت موجود ہی مگر اُسکے ساتھ تکبیر تحریمہ نہیں کہی تو وہ دوسری تکبیر کا انتظار نکرے

قریب البلوغ عورت کو اور آزاد لڑکا مقدم کیا جاوے بالغ غلام پر اور غلام مقدم کیا جاوے عورت پر اور انکی ترتیب ضرورت کی وجہ سے ایک قبر میں انکی
الٹی ہی یعنے اگر کسی ضرورت سے ایک قبر میں کئی مردے دفنائے جائیں تو افضل شخص جانب قبلہ رہے کذا فی الفتح مع ضرورت کی قید اسلیے لگائی کہ دو شخصوں
کا ایک قبر میں دفن کرنا درست نہیں جب تک کہ اول مٹی نہو جاوے اور اگر دو کو ایک قبر میں ضرورت کی وجہ سے دفن کریں تو دونوں کے درمیان میں
مٹی کی آڑ یا کچی اینٹیں رکھدیں تاکہ دو قبروں کی صورت ہو جاوے اور بعد مٹی ہو جانے مردہ کے قبر پر عمارت بنانی اور کھیتی درست ہے کذا فی الطحطاوی وقدم
فی الصلوٰۃ علیہ السلطان ان حضر او نائبہ وہو امیر المصر ثم القاضی ثم صاحب الشرط ثم خلیفتہ ثم خلیفۃ القاضی ثم امام الحی فیہ ایہام وذلک ان تقدیم
الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی افضل کما فی المجتبی وشرح المجمع للمصنف اور مقدم کیا جاوے
مردے پر نماز پڑھنے کے لیے بادشاہ اگر موجود ہو یعنے اگر بادشاہ ہو تو نماز وہ پڑھاوے یا نائب اسکا یعنے حاکم شہر کا پھر قاضی پھر حاکم سیاست پھر اسکا نائب
پھر قاضی کا خلیفہ پھر امام محلہ کا شارح نے کہا کہ مصنف کے کلام میں ایہام ہے یعنے وہم ہوتا ہے کہ امام ہونا حکام کا اور محلہ کی مسجد کے امام کا حکم یکسان ہے
حالانکہ حکم دونوں کا مختلف ہے اور وہ اسطرح ہے کہ مقدم ہونا حاکموں کا واجب ہے اور محلہ کی مسجد کے امام کی تقدیم درصورتیکہ مستحب ہے اس شرط سے کہ ولی سے
بہتر ہو اور اگر ولی بہتر ہو تو ولی ہی اولے ہے چنانچہ مجتبی اور مجمع کی شرح میں جو مصنف مجمع کی تالیف ہے ایسا ہی مذکور ہے وفی الدرایۃ امام المسجد الجامع اولی
من امام الحی ای مسجد محلتہ نہر اور درایہ میں ہے کہ امام مسجد جامع کا بہتر ہے محلہ کی مسجد یعنے مسیت کے محلہ کی مسجد کے امام سے کذا فی النہر ثم الولی بترتیب
عصوبۃ الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاہلا فالابن اولے پھر ولی موافق ترتیب عصبہ نکاح کرنیکے مستحق ہے
نماز پڑھنے کا بجز باپ کے کہ وہ مقدم ہے میت کے بیٹے پر بالاتفاق مگر یہ کہ بیٹا عالم ہو اور باپ میت کا جاہل تو اس صورت میں بیٹا اولے ہے مع ایک نسخے
میں فالابن کی جگہ والاسن ہے یعنے اگر قرابت میں دو ولی برابر ہوں تو بڑا عمر میں بہتر ہے کذا فی الشامی فان لم یکن لہ ولی فالزوج ثم الجیران پس اگر مردہ کا ولی
کوئی نہو تو عورت پر نماز پڑھنے میں شوہر اولے ہے پھر ہمسایہ کے لوگ احق ہیں اجنبی شخصوں میں ومولی العبد اولی من ابنہ الحر لبقاء ملکہ اور غلام کا آقا
بہتر ہی بہ نسبت اسکے آزاد بیٹے کے بسبب باقی رہنے ملک آقا کے مع بیٹے کی قید اتفاقی ہے آقا میت کے سب اقارب سے بہتر ہے اور ملک سے مراد اسکی
ملک ہے ورنہ موت سے ملک منقطع ہو جاتی ہے کذا فی الشامی والفتوی علی بطلان الوصیۃ بغسلہ والصلوٰۃ علیہ اور فتوے اوپر باطل ہونے وصیت کے ہے
واسطے اپنے نہلانے اور نماز پڑھنے کے مع یعنے مردہ نے وصیت کی کہ مجھکو فلان شخص نہلاوے یا مجھپر فلان شخص نماز پڑھے تو یہ وصیت باطل ہے اسی
طرح اگر وصیت کی کہ فلان کپڑے کا کفن دیا جاوے یا فلان جگہ دفن کیا جاوے تو یہ بھی باطل ہے کذا فی الشامی وللولی ومثلہ کل من یقدم
علیہ من باب اولی الاذن لغیرہ فیہا لانہ حقہ فیملک ابطالہ الا انہ اذا کان ہناک من یساویہ فلہ ای لذلک المساوی ولو اصغر سنا المنع
لمشارکتہ فی الحق اما البعید فلیس لہ المنع اور ولی کو اختیار ہے اذن دینے کا دوسرے شخص کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے اسلیے کہ امام ہونا اسکا حق ہے تو اسکو
اختیار ہے اس حق کے باطل کرنے کا مگر جب وہاں کوئی دوسرا ولی اسکے برابر ہو تو اس دوسرے مساوی کو اگرچہ عمر میں چھوٹا ہو اختیار روک دینے غیر
شخص کا ہے بسبب اسکے شریک ہونے کے حق میں مگر بعید ولی کو روکنے کا اختیار نہیں شارح نے کہا کہ مثل ولی کے دوسرے کو اجازت دینے میں
وہ لوگ بطریق اولے مختار ہیں جو ولی پر مقدم ہیں مثل سلطان اور قاضی وغیرہ کے مع صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ میت کے دو بیٹے ہیں بڑے بیٹے
نے زید کو اجازت نماز پڑھنے کی دی تو چھوٹا بیٹا زید کو روک سکتا ہے مگر دور کا رشتہ دار نہیں روک سکتا فان صلی غیرہ ای الولی ممن لیس لہ
حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی اعاد الولی ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلی علیہا ان یعید
مع الولی لان تکرارہا غیر مشروع پس اگر ولی کے سوا کسی اور شخص نے نماز پڑھی جسکو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہ تھا اور ولی نے اسکی متابعت نہکی

تو ولی اگر چاہے نماز دوبارہ پڑھے اگرچہ اُسکی قبر پر ہو بسبب اپنے حق کے نہ واسطے ساقط ہونے فرض کے یعنے فرض تو غیر کی نماز سے بھی ساقط ہوگیا اگر بالفرض
ولی نماز نہ پڑھے تو کوئی گناہگار نہوگا مگر ولی کو اجازت نماز کی اُسکے حق کی جہت سے ہی کذا فی الطحطاوی اور اسی وجہ سے کہ یہ اعادہ حق ولی کی جہت
سے ہی نہ فرض ساقط ہونیکو ہم کہتے ہیں کہ جو شخص نماز جنازہ پڑھ چکا ہو اُسکو جائز نہیں کہ ولی کے ساتھ نماز کو پھر سے پڑھے اسلئے کہ مکرر پڑھنا نماز کا مشروع نہیں ہی
طحطاوی نے کہا کہ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہی کہ نماز پیشتر پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو مکرر پڑھنا جائز نہیں اور یہ جو مروی ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پر مکرر پڑھی تو مفتی ابو السعود نے کہا ہی کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہی والا ای وان صلے من لہ حق التقدم کقاض
او نائبہ او امام حی او من لیس لہ حق التقدم و تابعہ الولی لا یعید لان الاولی بالصلوۃ منہ اور اگر صورت مذکورہ بالا نہو یعنے نماز ایسے شخص نے پڑھی
جسکو ولی سے مقدم ہونے کا حق ہی مثلاً قاضی یا اُسکے نائب یا مسجد محلہ کے امام نے پڑھی خواہ اُس شخص نے پڑھی جسکو حق تقدم ولی پر نہیں
اگر ولی نے اسکے پیچھے پڑھ لی تو ان صورتوں میں ولی نماز دوبارہ نہ پڑھے اسلئے کہ جنکو حق تقدیم کا حاصل ہی وہ ولی کی نسبت نماز پڑھنے کے لیے
بہتر ہیں ہم یہ تعلیل صرف اول صورت کی ہوئی اور دوسری صورت میں عدم اعادہ کی وجہ یہ ہی کہ ولی کا پڑھنا پیچھے غیر شخص کے گویا اُسکا اجازت
دینا ہی نماز پڑھانیکی وان صلے ہو ای الولی بحق بان لم یحضر من یقدم علیہ لا یصلی غیرہ بعدہ وان حضر من لہ التقدم لکونہا حق اور اگر ولی
نے نماز اپنے استحقاق سے پڑھی اسطرح کہ جو شخص اُسپر مقدم تھا وہ نہ آیا تو اب دوسرا شخص بعد ولی کی نماز کے اُسپر نماز نہ پڑھے اگرچہ وہ بھی
آجاوے جسکو ولی پر تقدیم ہی کیونکہ ولی کی نماز بوجہ استحقاق کے ہوگئی اما ان صلے الولی بحضرۃ السلطان فللاعادۃ السلطان کما فی المجتبی وغیرہ اور اگر نماز
پڑھی ولی نے سلطان کی موجودگی میں مثلاً تو اعادہ کرے سلطان چنانچہ مجتبی وغیرہ میں ہی وفیہ حکم صلوۃ من لا ولایۃ لہ الامام العام ان صلوۃ
اصلا فیصلے علی قبرہ ان شاء مالم یتفسخ اور بتحقیق بیان ہی کہ حکم نماز اُس شخص کا جسکو ولایت نہیں مانند نماز نہ پڑھنے کے ہی سو اسکے تو ولی
اُسکی قبر پر نماز پڑھے اگر چاہے جبتک مردہ پھٹا نہو حلبی نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہیں کہ جب ایسے شخص نے نماز پڑھی جسکو ولایت نہیں تو بلحاظ
ولایت والے کے گویا نماز مردے سے نہیں ہوئی اس سے اُسکو اختیار ہی کہ مردہ اگر دفن ہوگیا ہو تو قبر پر نماز پڑھ لے شامی نے کہا کہ
میں نے مجتبی میں یہ مسئلہ نہیں پایا وان دفن و اہیل علیہ التراب بغیر صلوۃ او بہا بلا غسل او ممن لا ولایۃ لہ صلے علی قبرہ استحسانا مالم یغلب
علی الظن تفسخہ من غیر تقدیر ہو الاصح وظاہرہ انہ لو شک فی تفسخہ صلی علیہ لکن فی النہر عن محمد لا کانہ تقدیم للمانع اور اگر مردہ بدون نماز کے دفن کیا گیا
اور اُسپر مٹی دیدی گئی یا نماز پڑھی گئی مگر بدون غسل کے یا ایسے شخص نے پڑھی جسکو ولایت نہ تھی تو نماز پڑھی جاوے اُسکی قبر پر بدلیل استحسان جبتک
کہ گمان غالب آنیکے پھٹنے کا نہو بدون مقرر کرنے کسی مدت کے یہی صحیح تر قول ہی اور بظاہر گمان غالب کی قید سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر مردے کے
پھٹنے میں شک ہو تو اُسپر نماز پڑھی جاوے لیکن نہر الفائق میں امام محمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہی کہ شک کی صورت میں نماز نہ پڑھی جاوے تو غالباً
یہ اسلئے کہا کہ مانع کو ترجیح دی ہی شامی نے کہا کہ من لا ولایۃ لہ استثنائی ہی بخلاف وقت کے جو حال واقع ہی ضمیر بہا سے اور یہ مسئلہ مجتبی کے مسئلہ کے ساتھ
دوبارہ ہو گیا اور قبر پر نماز پڑھنا پہلی دونوں صورتوں میں یعنے جب بے نماز دفن کیا ہو یا نماز بدون غسل کے پڑھی ہو واجب ہی اور تیسری صورت
میں صرف ولی کو جائز ہی بسبب حق کے اور قول اصح کا مقابل مدت میں روکی ہی بعض کے نزدیک اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک مہینا
کہا ہی اور وجہ اصح کی یہ ہی کہ پھٹنا متفاوت مدت میں ہوتا ہی بلحاظ موسم اور جگہ کے اسلیے مدت مقرر کرنی مناسب نہیں اور کانہ کی ضمیر مدت کو ہی
یعنے قال ذلک اور ترجیح مانع کا یہ مطلب ہی کہ شک کے باعث دو صورتیں مساوی پیدا ہوئیں ایک پھٹنا مردہ کا جو مقتضی ہی نماز کے منع کا دوم نہ پھٹنا
جو موجب ہی نماز پڑھنے کا تو پھٹنا جو مانع تھا اسی کو ترجیح دیگئی و ظلم بحجر الصلوۃ علیہا راکبا و لا قاعدا بغیر عذر استحسانا اور نہیں جائز ہی نماز

مسلمان ہونے کے لیے اسی پر اکتفا کیا ہے اور اُسکو مقرر نہیں کیا کہ پیش کرنا جواب میں ان سوالات کے کہ ایمان کیا چیز ہے اسلام کیا ہے کذا فی الفتح کیونکہ عوام
اکثر ان تفصیلوں سے ناواقف ہوتے ہیں حالانکہ اقرار توحید و رسالت کا کرتے ہیں ویغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبہ الکافر الاصلی اما المرتد فیلقی
فی حفرة کالکلب عند الاحتیاج فلو لہ قریب فالاولی ترکہ لہم من غیر مراعاة السنة فیغسل غسل الثوب النجس ویلف فی خرقة ویلقی فی حفرة ولیس
للکافر غسل قریبہ المسلم اور نہلاوے مسلمان اور کفن دیوے اور دفن کرے اپنے رشتہ دار کافر اصلی کو مثلا اپنے باپ کو حاجت کے وقت تو اگر اُس کافر کے
اور رشتہ دار ہوں تو بہتر ہی کہ مسلمان اُس کافر مردے کو اُن رشتہ داروں کے حوالے کرے اپنے آپ کفن غسل وغیرہ کا نہ حاجت کیوقت نہلاوے بدون رعایت
طریق سنت کے یعنی وضو نکراوے اور داہنے طرف سے شروع نکرے بلکہ ایسے غسل دے جیسے نجس کپڑا دھوتے ہیں اور اُسکو ایک کپڑے میں لپیٹے اور ایک گڑھے
میں ڈالدے یعنی رعایت کفن مسنون اور لحد کی نکرے شارح نے کہا کہ کافر اصلی کی قید اسلیے لگائی کہ مرتد کو کتے کیطرح گڑھے میں ڈالدے غسل و کفن کچھ نکرے اور
نہیں جائز ہی کافر کو نہلانا اپنے رشتہ دار مسلمان کا ہم شامی نے کہا کہ مکروہ ہی کافر کا مسلمان کی قبر میں اترنا اسکے دفن کیلیے واذا حمل الجنازة وضع ندبا مقدمھا بکسر
الدال وتفتح وکذا المؤخر علی یمینہ عشر خطوات لحدیث من حمل جنازة اربعین خطوة کفرت عنہ اربعین کبیرة ثم وضع مؤخرھا علی یمینہ کذلک ثم مقدمھا علی یسارہ
ثم مؤخرھا کذلک فیقع الفراغ خلف جنازة فیمشی خلفھا اور جب کوئی شخص جنازہ اٹھاوے تو مستحب یہ ہی کہ جنازے کے اگلی جانب یعنی سرہانا اول اپنے داہنے
مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب یعنی پیتانا دس قدم داہنے مونڈھے پر رکھے پھر اگلی جانب بائیں مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب بائیں مونڈھے
اسیطرح رکھے تو پچھلی جانب پر ۴۰ قدم سے فراغت ہو جاویگی اُسوقت جنازے کے پیچھے چلے اور اسطرح اُٹھانا اسلیے مستحب ہوا کہ حدیث شریف میں ہی کہ جو کوئی جنازہ
کو ۴۰ قدم اٹھاوے تو اُسکا اٹھانا بھی گناہ کبیرہ کو دور کرتا ہی شارح نے کہا کہ لفظ مقدم بکسر دال ہی اور کبھی بفتح بھی بولتے ہیں اور یہی حال مؤخر کا ہی کہ بکسر خا معجمہ ہی
اور فتح بھی بولتے ہیں ہم گناہ کبیرہ سے مراد یا وہ صغیرہ ہیں جو دوسروں کی نسبت سے بڑے ہوں یا خود کبیرہ مراد ہو سکتے ہیں اور کفرت بصیغہ معروف ہی فاعل اُسکا
جنازہ ہی بتقدیر مضاف خطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ حدیث کو بعد تمام کرنے کیفیت حمل جنازہ کے بیان کرتا اسلیے ہم نے موقع پر اُسکا ترجمہ کیا وصح انہ
علیہ السلام حمل جنازة سعد بن معاذ اور ثابت ہوا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ سعد بن معاذ کا اُٹھایا اور یہ صحابی بڑے جلیل القدر ہیں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی شان میں فرمایا کہ انکی موت سے عرش خداوندی ہل گیا ویکرہ عندنا حملہ بین عمودی السریر بل یرفع کل رجل قائمة بالید لا علی
العنق کالامتعة ولذا کرہ حملہ علی ظہر ودابة اور مکروہ ہی ہمارے نزدیک اُٹھانا مردے کا چارپائی کی دو پٹی یا سر دونوں کے بیچ میں سے یعنی اگر خواہ دو شخص اُٹھاویں
یا چار بلکہ ہر شخص ایک ایک پایہ چارپائی کا ہاتھ سے پکڑ کر اُٹھاوے شروع سے گردن پر نہ رکھے جیسے اسباب اُٹھایا کرتے ہیں اور اسوجہ سے مکروہ ہی لادنا مردے کا
پشت پر اور سواری کے جانور پر کیونکہ یہ طریق اسباب کے اٹھانے کا ہی جنازے میں مسنون یہ ہی کہ چار شخص ایک ایک پایہ اُٹھا کر پٹی کو مونڈھے پر رکھیں والصبی
الرضیع او الفطیم او فوق ذلک قلیلا یحملہ واحد علی یدیہ ولو راکبا وان کان کبیرا حمل علی الجنازة بچہ شیر خوار یا دودھ چھوٹا ہوا یا اس سے کچھ زیادہ عمر کا
اُسکو ایک شخص اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھاوے اگرچہ اُٹھانیوالا سوار ہو اور اگر لڑکا بڑا ہو تو کھٹولے یا چارپائی پر اُٹھایا جاوے ویسرع بھا بلا خبب
اسے حد و سریع دلو یہ کرہ اور جلد لیچلیں جنازے کو بدون تیز چلنے کے اور تیز چلنے کے ساتھ چلنا مکروہ ہی لیکن آہستہ مکروہ اور ساتھ والوں کے ہم جنازے میں اسقدر چلنا
مسنون ہی کہ میت چارپائی پر ادھر اُدھر حرکت نکرے کیونکہ حدیث میں وارد ہی کہ جنازہ کو جلد لیجاؤ کہ اگر صالح ہی تو جلد اُسکو اچھی جگہ پہونچاؤ گے اور اگر بُرا ہی
تو جلد اپنی گردنوں سے بُرائی کو دور کروگے کذا فی الشامی وکرہ تاخیر صلوتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوة الجمعة الا اذا خیف فوتھا بسبب دفنہ قنیہ
اور مکروہ ہی مردے کی نماز اور دفن میں اسلیے دیر کرنا کہ جمعہ کے بعد بہت سے آدمی اُسپر نماز پڑھیں ہاں جب یہ خوف ہو کہ اسکے دفن کی جہت سے جمعہ فوت
ہو جائیگا تو اُس صورت میں دفن میں تاخیر مکروہ نہوگی کذا فی القنیہ کما کرہ اتباعھا جلوس قبل وضعھا وقیام بعدہ جیسے مکروہ ہی پیچھے چلنے والوں کو بیٹھنا

جنازہ کے رکھنے کے اور کھڑا رہنا ہے جنازہ کے لیے کہتے ہیں کہ ہم عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبتک نہ بیٹھتے کہ جنازہ لحد میں
نہ اتارا جاتا ایک قبر پر آپ کھڑے تھے کہ ایک یہودی نے عرض کیا کہ ہم اپنے مردوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں آپ بیٹھ گئے اور صحابہ سے فرمایا کہ انکے خلاف
کرو کذا فی الطحطاوی تو اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا رہنا مکروہ تحریمی ہے والقیام من فی المصلی لما اذا رأوہا قبل وضعہا ولا من مرت علیہ ہو المختار وما ورد
فیہ منسوخ یعنی اور نہ کھڑا ہو وہ شخص نماز پڑھنے کی جگہ میں ہو جبکہ جنازہ کو دیکھے پیشتر اسکے رکھنے کے اور وہ شخص کھڑا ہو جسکے پاس جنازہ ہو کر گذرے
یہی قول مختار ہے اور جو کچھ کھڑا ہونے کے باب میں وارد ہے وہ منسوخ ہے کذا فی الزیلعی ہم لیتے ہیں جو حدیث میں آیا ہے کہ جب تم جنازہ کو دیکھو تو اسکے لیے
کھڑے ہو جاؤ یہانتک کہ تمہاری نظر سے غائب ہو یا زمین پر رکھا جاوے یہ حدیث منسوخ ہے اس حدیث سے کہ احمد نے حضرت علی سے روایت کی کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو جنازے کے لیے کھڑا ہونے کا حکم کیا تھا پھر آپ اسکے بعد بیٹھے رہے اور ہمکو بیٹھے رہنے کا حکم کیا اور مسلم نے بھی اس مضمون کو
روایت کیا اور کھڑا ہونے کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا کذا فی الشامی و ندب المشی خلفہا الا ان یکون خلفہا نساء ثم فالمشی امامہا احسن اختیار
اور مستحب ہے پیچھے چلنا جنازے کے اسلیے کہ جنازہ متبوع ہے اور متبوع تابع کے آگے ہوا کرتا ہے مگر جبکہ عورتیں جنازے کے پیچھے ہوویں تو اس صورت میں جنازے
کے آگے چلنا بہتر ہے کذا فی الاختیار ہم جنازے کو متبوع اسلیے کہا کہ حدیث میں حکم ہوا اتباع جنازہ کا اور لفظ اتباع پیچھے چلنے والے پر بولا جاتا ہے نہ آگے چلنے والے
پر کذا فی الشامی و یکرہ خروجہن تحریما و تزجر النائحۃ ولا یترک اتباعہا لاجلہا مکروہ تحریمی ہے نکلنا عورتوں کا جنازے کے ساتھ اور زجر کیا جاوے نوحہ کرنیوالی
اور اسی طرح چیخنے والی اور جنازہ کے ساتھ چلنا نہ چھوڑا جاوے بسبب نوحہ کرنیوالی کے ہم حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو جنازے کے ساتھ
دیکھکر پوچھا کہ تم اٹھانے والوں کے ساتھ جنازے کو اٹھاؤ گی یا قبر میں اتارنے والوں کے ساتھ مردے کو اتارو گی یا نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو گی
انھوں نے عرض کیا کہ ان باتوں میں سے کوئی نہ کرینگی آپ نے فرمایا کہ پھر جاؤ گناہ کے ساتھ نہ ثواب کے ساتھ ثم اور نوحہ والے کے سبب سے جنازے کا
ساتھ اسلیے نہ چھوڑا جاوے کہ نوحہ بدعت ہے اور اتباع جنازہ سنت تو اگر بدعت کی جہت سے اس سنت کو چھوڑ دیا جاوے تو جنازہ کے امور کا تکفل موقوف
ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ولا یمشی عن یمینہا و یسارہا ولو مشی امامہا جاز وفیہ فضیلۃ ایضا ولکن ان تباعد عنہا او تقدم الکل او رکب امامہا کرہ کما
کرہ فیہا رفع صوت بذکر او قراءۃ فتح اور نہ چلے جنازے سے داہنے اور بائیں یعنی داہنے بائیں چلنا اولے نہیں اور اگر جنازہ کے آگے چلے تب بھی
درست ہے اور اسمیں بھی فضیلت ہے لیکن اگر جنازہ سے دور ہو گیا یا سب لوگ آگے بڑھ گئے یا جنازے کے آگے سوار ہو لیا تو مکروہ ہے جیسے مکروہ ہے جنازہ
کے ساتھ بلند کرنا آواز کا ذکر یا قراءت قرآن میں کذا فی الفتح ہم آگے چلنے میں فضیلت اس قول سے نکالی کہ پیچھے چلنا افضل ہے یعنی افضل صیغہ افعل
التفضیل ہے تو مطلق فضیلت آگے چلنے میں بھی ہوئی اور اتنا دور ہونا مکروہ ہے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ اکیلا جاتا ہے اور ذکر اور قراءت پکار کر نہ پڑھے اگر منظور ہو تو
اپنے دل میں پڑھے کذا فی الشامی و یحفر قبرہ فی غیر دارہ مقدار نصف قامۃ فان زاد فحسن و یلحد ولا یشق الا فی ارض رخوۃ اور کھودی جاوے قبر
مردے کی اسکے مکان کے سوا دوسری جگہ میں بقدر نصف قد آدم عمق کے اور اگر زیادہ ہو تو بہتر ہے یعنی اسقدر گہرائی ادنی مرتبہ اور چھاتی تک اوسط درجہ
اور قد آدم سب میں افضل ہے اور لحد بنائی جاوے یعنی جانب قبلہ قبر کے گڑھا کھودا جاوے جیسے ہوتے مکان کی صورت اور شق نہ کیا جاوے یعنی قبر کے بیچ
میں گڑھا نکیا جاوے مگر زمین نرم میں اگر لحد نہ ٹھہرے تو شق بنائی جاوے ہم غیر دار کی قید کی ضرورت نہ تھی کہ خود ماتن آگے بیان کرتا ہے اور طول قبر برابر قد
مردہ کے ہونا چاہیے اور عرض آدھا طول سے لحد بفتح و ضم لام ہے اور شق اسلیے منع کیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ لحد ہمارے لیے ہے اور شق غیروں کے لیے پس بدون ضرورت
شق بنانا نہ چاہیے ولا یجوز ان یوضع فیہ مضربۃ وما روی عن علی فغیر مشہور لا یؤخذ بہ ظہیریہ اور نہیں جائز ہے کہ قبر کے اندر گدا رکھا جاوے اور جو کچھ حضرت علی سے مروی ہے وہ
مشہور نہیں اور اسپر عمل نہیں کذا فی الظہیریہ ہم ظہیریہ میں بجائے علی کے ذکر حضرت عائشہ کا ہے کہ انھوں نے گدا رکھوایا اور یہ مشہور نہیں یعنی ثابت نہیں ہوا

مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مردہ دفن ہو چکتا تو اُسکی قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی درخواست کرو اور ثابت
رہنے کی دعا اسکے لیے کرو کہ اس سے اب سوال ہوگا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بعد دفن کے قبر پر شروع سورہ بقرہ اور اسکے خاتمے کا پڑھنا مستحب جانتے تھے
کذا فی الشامی ولا باس برش الماء علیہ حفظا للتراب عن الاندراس اور کچھ مضائقہ نہیں پانی چھڑکنے کا قبر پر واسطے حفاظت مٹی کے اڑ جانے سے اور پانی
چھڑکنے کو مستحب کہنا مناسب ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر چھڑکا یا تھا چنانچہ ابن ماجہ میں اور ابو داود کے
مراسیل میں مروی ہے ولا یجصص للنہی عنہ ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء [illegible] اور قبر پر گچ نہ کیا جائے بسبب ممانعت وارد ہونے
کے اور گارا بھی نہ کیا جائے مثل اونٹ کے کوہان کے بنا دیا جائے اور قبر کا اونچا کرنا واجب ہے بقدر ایک بالشت کے اور گچ نہ کیا جائے قبر
پر یعنی پکی نہ کی جائے [illegible] سے مراد یہ ہے کہ اگر چونہ کی شکل نہ کیا جائے بلکہ بیچ میں سے اوپر مٹی کا گارا کیا جائے امام محمد سے منقول
ہے کہ آثار میں روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے چونہ گچ کرنے سے منع فرمایا اور مسلم میں مروی ہے کہ آپ نے قبر پر گچ کرنے اور اس پر عمارت بنانے
سے منع فرمایا کذا فی الشامی والظہیریۃ ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وهو المختار کذا فی السراجیۃ اور نہ بلند کیا جائے قبر پر اور نہ اس پر کوئی عمارت
بنائی جائے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا کچھ مضائقہ نہیں اور یہی قول مختار ہے چنانچہ سراجیہ کے باب الکراہیۃ میں ہے شامی نے کہا کہ مصنف کو چاہیے
تھا کہ وقیل لا باس بہ کو بعد ولا یطین کے بیان کرتے کیونکہ عبارت سراجیہ میں یہی ہے کہ گل کو مختار کہا ہے چنانچہ اسکی عبارت یہ ہے [illegible] الی الفضل انہ
لا یطین القبر [illegible] قبروں کا گل کرنا مکروہ ہے اور مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں اور اسی عبارت مصنف کو
شرح المنظومہ میں [illegible] کہ قبر پر علامت [illegible] چنانچہ [illegible] ظاہر عبارت سے مفہوم
ہوتا ہے اور طحطاوی نے کہا کہ شرح المنیہ میں [illegible] سے منقول ہے کہ عمارت بنانا قبر پر زینت کے واسطے حرام ہے اور مضبوطی کے لیے بعد دفن کے مکروہ ہے
نہیں ہوئی عمارت میں دفن کرنا مکروہ نہیں [illegible] ولا باس بالکتابۃ ان احتیج الیہا حتی لا یذہب الاثر ولا یمتہن اور سراجیہ کے باب الکراہیۃ میں ہے
کچھ مضائقہ نہیں لکھنے کا قبر پر اگر اسکی ضرورت ہو اور غرض یہ ہے کہ اس قبر کا نشان بچا رہے اور پامال نہ ہو مسلم نے جابر سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا قبروں کے گچ کرنے اور ان پر لکھنے اور عمارت بنانے سے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ مخالفت اس وقت ہے کہ حاجت نہ ہو اور لا باس
کہنے سے افادہ ہوا کہ بوجود حاجت کے نہ لکھنا بہتر ہے اور مقاصد میں ہے کہ قرآن کا لکھنا قبروں پر مکروہ ہے اس وجہ سے کہ بوسیدہ ہو کر کلمات
پامال ہونگے اور یہی حال ہے دوسرے کلمات واجب التعظیم کا ولا یخرج منہ بعد اہالۃ التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ
ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض کما جاز زرعہ والبناء علیہ اذا بلی وصار ترابا زیلعی اور بعد مٹی دینے کے مردہ قبر سے باہر نہ نکالا جائے مگر
کسی آدمی کے حق کے لیے مثلاً زمین غصب کی ہوئی ہو اور مالک مردے کا رہنا پسند نکرے یا جس زمین میں دفن کیا وہ شفعہ کے باعث دوسرے
نے لے لی اور وہ نہیں چاہتا کہ اس زمین میں مردہ رہے اور اختیار دیا جائیگا مالک کو مردے کے نکالنے اور قبر کو زمین سے برابر کرنے میں یعنی مالک
زمین کے ظاہر و باطن دونوں پر حق رکھتا ہے چاہے مردے کو اندر رہنے دے اور صرف اوپر سے ہموار کر دے اور چاہے اندر کی زمین بھی لے لے جیسے
جائز ہوتی ہے کھیتی قبر کی اور اسپر عمارت بنانی جبکہ مردہ پرانا ہو کر مٹی ہو گیا ہو کذا فی الزیلعی حامل ماتت وولدہا یضطرب شق بطنہا من الایسر و
یخرج ولدہا ولو بالعکس وخیف علی الام قطع واخرج لو میتا والا لا کما فی کراہۃ الاختیار ایک عورت حاملہ مر گئی اور اسکا بچہ پیٹ میں زندہ حرکت کرتا ہو تو عورت
کا پیٹ بائیں طرف سے چیر کر اسکے بچہ کو نکال لیا جائے اور اگر معاملہ برعکس ہو یعنی بچہ مر گیا اور عورت زندہ ہو اور خوف ہو ماں کے مرجانے کا تو اس بچہ کو کاٹ کر
نکالا جائے اور اگر بچہ زندہ ہو تو کاٹ کر نہ نکالا جائے کیونکہ ماں کا مرجانا وہمی بات ہے تو زندہ بچہ کو قتل کرنا وہمی امر کے لیے جائز نہیں کذا فی الشامی طحطاوی نے

کہا کہ شارح کا یہ کہنا زائد ہے اسلیے کہ اوس کا عکس سے اُسکا مردہ ہونا صاف ظاہر ہے ولو بلع مال غیرہ و مات ہل یشق قولان والاول اشبہ اور اگر کوئی شخص پرایا
مال نگلکر مرگیا تو اُسکا پیٹ چیرا جاسے یا نہیں اس باب مین دو قول ہین اور بہتر یہ ہے کہ ہان چیرا جاسے کیونکہ اُسکی حرمت اُسکی تعدی کے سبب سے جاتی رہی اسما
معلوم ہوا کہ اگر بلا تعدی اُسکے پیٹ مین مال چلا گیا ہوگا تو پیٹ نہ چیرا جائیگا کذا فی الشامی فروع مسائل ملحقہ شارح کے الاتباع افضل من النوافل لو لقرابۃ او جوار
او فیہ صلاح معروف جنازہ کے ساتھ جانا افضل ہے بہ نسبت نفلون کے اگر میت کے ساتھ قرابت یا ہمسایگی ہو یا مردہ نیکبخت مشہور ہو وجہ افضل ہونے کی
یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ جانے مین سلوک زندہ اور مردہ دونون کے ساتھ ہے اسلیے اُسکا ثواب زیادہ ہے کذا فی الطحطاوی ویندب دفنہ فی جہۃ موتہ
وتعجیلہ و ستر موضع غسلہ فلا یراہ الا غاسلہ او من یعینہ وان رأے بہ ما یکرہ لم یجز ذکرہ لحدیث اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم مستحب ہے دفن کرنا
کا اُسکی موت کی جہت مین یعنی جس جگہ مرا ہو وہان کے قبرستان مین دفن کرنا مستحب ہے وہان سے دوسری جگہ نہ لیجانا چاہیے اور مستحب ہے جلدی کرنا دفن مین اور
مستحب ہے نہلانے کی جگہ چھپانا اسطرح کہ نہلانے والے یا اُسکے مددگار کے سوا اور کوئی نہ دیکھے اور اگر مردے سے کوئی امر ایسا دیکھے جو برا معلوم ہو مثلا صورت کا
برا ہونا یا رنگ سیاہ پڑنا تو اُسکا بیان کرنا درست نہین بسبب اس حدیث کے کہ بیان کرو خوبیان اپنے مردون کی اور باز رہو انکی برائیون سے شامی نے
کہا کہ اگر میت بدعتی ہو تو اُسکے حال کے کہدینے کا مضائقہ نہین تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہین ولا باس بنقلہ قبل دفنہ اور کچھ مضائقہ نہین مردے کو دوسری جگہ
لیجانیکا پیشتر اُسکے دفن ہونے کے مع یعنی دفن کرنے کے بعد بالاتفاق نقل درست نہین اور قبل دفن نقل کرنا بعض فقہا کے نزدیک تو درست ہے کتنا ہی
فاصلہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر مدت سفر دونون جگہ مین نہو تو نقل درست ہے اور امام محمد نے ایک یا دو میل کے فاصلے کی قید لگادی ہے کہ اسقدر دوری تک
نقل درست ہے اور اس سے زیادہ فاصلہ پر لیجانا مکروہ ہے کذا فی الشامی وبالاعلام بموتہ اور کچھ مضائقہ نہین میت کی مرنے کی خبر آپس مین ایک
دوسرے سے کہدینی تاکہ لوگ اُسکا حق ادا کرین اور تجہیز و تکفین مین شریک ہون وبارثائہ بشعر او غیرہ ولکن یکرہ الافراط فی مدحہ لاسیما عند جنازتہ لحدیث
من تعزی بعزاء الجاہلیۃ اور کچھ مضائقہ نہین مردے پر رونے کا شعر سے یا غیر شعر سے مگر مکروہ ہے زیادتی کرنی اُسکی تعریف مین خصوص اُسکے جنازے
کے پاس بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی واویلا کرے ایام جاہلیت کے رونے سے یعنی وہ ہم سے نہین ہم جاہلیت کے رونے سے مراد چیخنا اور نوحہ کرنا اور
پیٹنا اور کپڑے پھاڑنا ہے کہ یہ سب امور ناجائز ہین اور شعر سے رونے سے یہ غرض کہ ایسا شعر پڑھکر رونا جس سے اپنے غم کا اظہار یا مردے کے محاسن کا
شمار بدون مبالغہ ہو شامی نے کہا کہ شارح نے ارثا رباب افعال سے لکھا حالانکہ مزید مستعمل نہین رونے کے معنی مین مجرد ہی آتا ہے مصدر اُسکا مرثیہ ہے
وبتعزیۃ اہلہ وترغیبہم فی الصبر اور کچھ مضائقہ نہین میت والونکی تسلی کرنے اور انکو صبر مین رغبت دلانے کی مع شرح منیہ مین کہا کہ ماتم پرسی مستحب ہے
اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے صبر دلایا اپنے بھائی کو کسی مصیبت مین اللہ تعالی اُسکو قیامت کے دن کرامت کا لباس پہناوے گا
کذا فی الشامی وباتخاذ طعام لہم اور کچھ مضائقہ نہین میت کے گھر والونکے لیے کھانا پکوانے کا مع فتح القدیر مین کہا کہ میت کے ہمسایون اور دور کے
رشتہ دارون کو مستحب ہے کہ میت کے گھر والون کے واسطے اتنا کھانا پکوائین جو انکو اُس دن اور رات مین شکم سیر کردے اور اس باب مین اصل وہ حدیث
ہے کہ حضرت جعفر رض کی خبر مرگ جب آئی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جعفر کے متعلقون کے لیے کھانا تیار کرو کہ وہ اپنے دھندے مین لگے ہین
وبالجلوس لہا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولہا افضلہا وتکرہ بعدہا الا لغائب اور کچھ مضائقہ نہین سوگ کے واسطے تین دن بیٹھنے کا مسجد کے سوا
دوسرے مکان مین اور اول روز یعنی جس روز مردہ دفن ہوا ماتم پرسی کے واسطے اور دنون سے بہتر ہے کیونکہ پہلے روز مین وحشت فراق
زیادہ ہوتی ہے تو تسلی ایسے ہی وقت مین مناسب ہے اور مکروہ ہے تعزیت بعد تین دن کے مگر غائب کے لیے مکروہ نہین یعنے اگر کسی شخص نے
تین دن کے بعد موت کی خبر سنی اور اُسوقت واماندون کی تعزیت کو آیا تو مکروہ نہین اسی طرح اگر میت کا رشتہ دار موت کے وقت نہ ہو

اور بعد مدت کے آوے تب بھی اُسکے پاس تعزیت کو جانا مکروہ نہوگا کذا فی الشامی وتکرہ التعزیۃ ثانیا وعند القبر وعند باب الدار ویقول اعظم
اللہ اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک اور مکروہ ہی تعزیت دوبارہ یعنے ایکبار اگر تعزیت کرلی ہو تو دوسری بار نچاہیے اور مکروہ ہی تعزیت قبر کے پاس یعنے قبر کے
پاس میت کے لیے دعا کا مقام ہی نہ تعزیت کا اور مکروہ ہی تعزیت گھر کے دروازے کے پاس اور تعزیت مین یون کہے کہ اللہ تعالی تیرا ثواب
زیادہ کرے اور تیرا صبر اچھا کرے اور تیری میت کو بخشے وبزیارۃ القبور ولو للنساء لحدیث کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا اور کچھ مضائقہ
نہین قبرون کی زیارت کا اگرچہ عورتین زیارت کرین بسبب اس حدیث کے مین نے تمکو منع کیا تھا قبرون کی زیارت سے اب آگاہ ہو کہ انکی زیارت
کیا کرو ہم بعض فقہا نے کہا کہ عورتون کو قبرون کی زیارت کرنی حرام ہی اور شامی نے لا باس یہ کہا خیر الدین رملی نے اسکی تفصیل خوب کی ہی یعنی اگر عورتین
اسوجہ سے جائین کہ غم تازہ ہوجاے اور رونا پیٹنا اپنے معمول کے موافق قبرون پر کرین تو ہرگز جائز نہین اور یہی جو حدیث مین آیا ہی کہ اللہ تعالی لعنت کرتا ہی
قبرون کی زیارت کرنیوالیونکو تو اسمین وہی عورتین مراد ہین جو قبرون پر اسی رونا شروع کرین اور اگر اسوجہ سے جائین کہ عبرت حاصل کرین یا تبرک جانکر صلحا کی
قبرون پر جائین تو اسصورت مین اگر عورتین بوڑھی ہون تو مضائقہ نہین اور اگر جوان ہون تو اُنکے حق مین زیارت مذکور مکروہ ہی اور مردون کے حق مین حکم
حدیث بالا زیارت قبور مستحب ہی اور افضل یہ ہی کہ جمعہ کو زیارت کرے یا اس سے ایک روز پہلے یا ایکروز پیچھے کذا فی الشامی ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین
وانا انشاء اللہ بکم لاحقون ویقرء یس وفی الحدیث من قرا الاخلاص احد عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات اور زیارت کرنیوالا قبرستان
مین یہ الفاظ کہے السلام علیکم سے لاحقون تک یعنی سلام ہو تمپر ای اہل قوم کے گھر والون بیشک ہم اگر خدا نے چاہا تو تم سے ملینگے اور سورہ یسین پڑھے اور حدیث
مین ہی کہ جو شخص سورۃ اخلاص گیارہ بار پڑھکر اسکا ثواب مردون کو بخشدے تو مردون کے شمار کے موافق اُسکو ثواب دیا جاویگا حلبی نے کہا کہ احد عشر کی جگہ
احدی عشرۃ صواب ہی ویحفر قبرا لنفسہ وقیل یکرہ والذی ینبغی ان لا یکرہ تہیئۃ نحو الکفن بخلاف القبر اور کچھ مضائقہ نہین اپنے لیے قبر کھودرکھنے کا اور بعضون نے
کہا کہ مکروہ ہی اور مناسب بقول اسکے یہ ہی کہ کفن جیسی چیز کا تیار کرلینا مکروہ نہین بخلاف قبر کے ہم وجہ قبر کے کھود رکھنے کی یہ ہی کہ پہلے سے سفر آخرت کی تیاری ہو
اور حضرت عمر بن عبد العزیز اور ربیع بن خثیم وغیرہما نے ایسا کیا بھی ہی اور جن لوگون نے مکروہ کہا اُسکی علت یہ بیان کی کہ آدمی کو یہ معلوم نہین کہ مین کہان مرونگا
چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہی پھر خاص جگہ قبر بنوانا نص کے خلاف ٹھہرتا ہی طحطاوی نے کہا قبر کھدوانا قرآن کی نص کے مخالف نہین اسلیے کہ اُس سے کچھ
نہ کچھ فائدہ ہوتا ہی یعنے اگر خود وہان نہ مریگا تو دوسرے کے کام آویگی ویکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطی قبر ترکہ
مکروہ ہی چلنا قبرستان کے اُس راستے مین جسکو گمان کرے کہ یہ نیا راستہ ہی یہانتک کہ اگر میت کی قبر تک بدون کسی قبر کے روندنے کے نہ پہونچ سکے تو
اُسکے پاس جانا ترک کرے ولا یکرہ الدفن لیلا اور مکروہ نہین دفن کرنا رات کو ہم شرح منیہ مین کہا کہ دنکو دفن کرنا مستحب ہی کذا فی الشامی ولا اجلاس
القارئین عند القبر وھو المختار اور نہین مکروہ ہی قرآن خوانون کو بٹھلانا قبر کے پاس اور یہی مختار ہی ہم نور الایضاح کی عبارت ہی کہ قرات قرآن کیلیے
قبر کے پاس بیٹھنا اس غرض سے کہ تلاوت اچھی طرح ہو اور خوب سمجھ مین آوے اور باعث عبرت ہو قول مختار مین مکروہ نہین کذا فی الشامی اس
نقل سے شامی کی غرض شاید یہ ہی کہ قاریون کو بٹھلانا جو شارح نے مختار لکھا ہی کہین مصرح نہین عظم الذمی محترم ذمی کی ہڈی حرمت رکھتی ہی یعنے اگر قبر
مین کسی کافر ذمی کی ہڈی پائی جاے تو اُسکو توڑا نجائیگا نہ اور کسی قسم کا ہتک کیا جائیگا انما یعذب المیت ببکاء اہلہ اذا اوصی بذلک میت پر عذاب
ہوتا ہی اُسکے گھر والون کے رونے سے بشرطیکہ میت نے رونیکی وصیت کی ہو ہم اس مسئلہ مین اختلاف ہی کچھ لوگون کا قول یہ ہی کہ گھر والون کے
رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہی اسوجہ سے کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ میت کو گھر والون کے رونے سے عذاب ہوتا ہی اور اکثر علما کا قول یہ ہی
کہ عذاب نہین ہوتا کیونکہ خدا تعالی فرماتا ہی ولا تزر وازرۃ وزر اخری اور حدیث کے معنی یہ ہین کہ اُس زمانے کے لوگ نوحہ کرنیکی وصیت

کیا گیا تھے اسلئے آپ نے ایسا فرمایا کذا فی البحر اور شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ آپ نے یہ ارشاد اُس وقت فرمایا تھا کہ آپ ایک یہودی کی قوم پر گذرے جو اُس یہودی کو رو رہے تھے آپ نے فرمایا کہ اسکو تو عذاب ہوتا ہے اور یہ لوگ اُس پر روتے ہیں کتب علی جبہۃ المیت او عمامتہ او کفنہ عہدنامۃ یرجی ان یغفر اللہ للمیت مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہدنامہ لکھا گیا تو امید ہے کہ میت کو اللہ تعالی بخشدے عہدنامہ کی دعا یہ ہے (اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ الرحمن الرحیم انی اعہد الیک فی ہذہ الحیوۃ الدنیا انی اشہد انک انت اللہ لا الہ الا انت وحدک لا شریک لک وان محمدا عبدک ورسولک فلا تکلنی الی نفسی فانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتک فاجعل لی عہدا عندک توفینیہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد) اور اسکے الفاظ اور طرح بھی لوگوں نے لکھے ہیں باقی رہا اس دعا کا لکھنا مردہ کی پیشانی وغیرہ پر سو اسکو بعض فقہا نے بقصد تبرک جائز لکھا ہے مگر ابن صلاح نے فتوے دیا ہے کہ قرآن اور اسمائے معظمہ میں سے کچھ نہ لکھا جاوے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات مقدسہ کو لکھنا جان بوجھکر مردہ کی نجاستوں میں انکو آلودہ کرنا ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ قرآن اور اسمائے الٰہی کا لکھنا درہموں اور محرابوں اور دیواروں پر مکروہ ہے اسلئے کہ خوف ہے انکے پاؤں تلے آنے اور اہانت کا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے بدن یا کفن پر لکھنا بطریق اولی مکروہ ہوگا جبتک کہ مجتہد سے ثابت نہو یا کسی حدیث صحیح میں اسکی صراحت نہو کذا فی الشامی مختصرا ومن غریب ما یحکی ان رجلا اوصی ان یکتب فی جبہتہ وصدرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ففعل ثم رؤی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءتنی ملائکۃ العذاب فلما راوا المکتوب علی جبہتی بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا امنت من عذاب اللہ نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھدینا سو لکھدی گئی بعد اسکے کسی نے اسکو خواب میں دیکھا اسکا حال پوچھا اسنے کہا کہ جب میں قبر میں رکھا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے سو جب انھوں نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی انھوں نے کہا کہ تو خدا کے عذاب سے مامون ہو اور چونکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ لکھنا کلمات متبرکہ کا بخوف نجاست اور پامالی کے مکروہ ہے تو یہ واقعہ شاید اسطرح ہوا ہو کہ صرف انگشت شہادت سے بدون کسی سیاہی و قلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکھ دی ہو چنانچہ بعض فقہا اسطرح انگلی ہی سے لکھنا بسم اللہ کا پیشانی پر اور کلمہ طیبہ کا چھاتی پر بعد نہلانے کے کفن دینے سے پیشتر تجویز کرتے ہیں مگر بہر حال کسی طرح ہو احکام شرعی کا مدار خواب پر نہیں ہو سکتا واللہ اعلم

باب الشہید

یہ باب ہے شہید کے احکام میں اور ہر چند شہید بھی مردہ ہے مگر اسکو نماز جنازہ سے جدا باب کر کے اسلئے بیان کیا کہ جو فضیلت شہید کو ہے وہ دوسرے مردوں کو نہیں کذا فی النہر فعیل بمعنی مفعول لانہ مشہود لہ بالجنۃ او فاعل لانہ حی عند ربہ فہو شاہد شہید وزن فعیل ہے بمعنی مفعول اسواسطے کہ اسکے لئے جنت سامنے کی گئی یا بمعنی فاعل ہے کیونکہ وہ زندہ ہے اپنے پروردگار کے پاس تو وہ حاضر ہونے والا ہے ہم شہید مشتق شہود سے ہے یا شہادت سے اور شہود بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتے اسکی تعظیم کو آتے ہیں اور جنت اسکے سامنے پیش کیجاتی ہے اور شاید یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالی کے پاس حاضر ہوتا ہے یا یہ کہ اسکا خون اور زخم اسکے شاہد موجود ہیں ہو کل مکلف مسلم طاہر شہید جس کا حکم آگے مذکور ہے وہ ہر عاقل بالغ مسلمان پاک شخص ہے ہم یہ تعریف شہید کی باعتبار حکم آیندہ کے ہے مطلق شہید کی نہیں چنانچہ آگے بیان ہوگا کہ شہید اور بھی ہوتے ہیں عاقل بالغ کی قید سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور دیوانہ نہلائے جاوینگے اور مسلم کی قید سے کافر نکلگیا کہ گو ظلما مارا گیا ہو مگر شہید نہوگا اور پاک کی قید سے جنب اور حائضہ اور نفسا نکلگئی کہ یہ اگر شہید ہونگے تو انکو غسل دیا جاویگا فالحائض اذا رات ثلثۃ ایام غسلت والا لا لعدم کونہا حائضا یعنی حیض والی عورت اگر تین روز خون دیکھے تو نہلائی جاوے ورنہ غسل نہ دیا جاوے بسبب نہونے اس عورت کے حائضہ یعنی ایک عورت نے مثلا تین دن خون دیکھا پھر وہ ظلم سے ماری گئی تو چونکہ اقل مدت حیض کی گذرنے سے وہ قطعا ناپاک ہوگئی تھی اسلئے اسکو غسل دینا چاہئے اور اگر خون دیکھنے کے دو روز کے بعد ماری گئی تو غسل نہ دیا جائیگا کیونکہ سبب کم مدت ہونیکے وہ ابھی حائضہ نہیں ہو سکتی کہ شاید یہ خون استحاضہ کا ہو ولم یعد علیہ السلام غسل حنظلۃ

ویزاد ان نقص ما علیہ عن کفن السنۃ وینقص ان زاد لاجل ان یتم کفنہ المسنون لیں اُتارا جاے شہید پر سے وہ چیز جو کفن کی لیاقت نہین رکھتی
اور زیادہ کیا جائے بشرطیکہ جو کپڑے اُسکے بدن پر ہون وہ کفن سنت سے کم ہون اور کم کیا جاے اگر اُسکا لباس زیادہ ہو تاکہ اُسکا کفن مسنون پورا ہوجائے
مثل جو چیزین کہ کفن کی لیاقت نہین رکھتین وہ پوستین اور ٹوپی اور موزہ اور زرہ اور ہتھیار اور روئی دار کپڑے ہین لیکن اگر سوا پوستین اور روئی دار کے اور کپڑا نہو
تو اُسکو نہ اُتارا جاے اور اُسکے سب کپڑے اُتار لینے اور نیا کفن دینا مکروہ ہے کذا فی الشامی ویصلی علیہ بلا غسل ویدفن بدمہ وثیابہ لحدیث زملوہم
بکلومہم اور نماز پڑہی جاے شہید پر بدون غسل کے اور دفن کیا جاے مع اپنے خون اور کپڑون کے بسبب اس حدیث کے کہ انکو کپڑون مین لپیٹو
انکے زخمو نکے ہمراہ ارشاد آپ نے شہدا احد کے باب مین فرمایا تھا روایت کیا ہے اُسکو احمد نے اور نیز اصحاب سنن نے روایت کیا ہے کہ شہدا احد کے باب مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنکے بدن سے لوہا اور پوستین اُتار لو اور اُنکو مع اُنکے خون اور کپڑون کے دفن کردو کذا فی الطحطاوی وغسل من
وجد قتیلاً فی مصر او قریۃ فیہا ای فی موضع تجب فیہ الدیۃ ولو فی بیت المال کالمقتول فی جامع وشارع ولم یعلم قاتلہ او علم ولم یجب القصاص
فان وجب کان شہیدا کمن قتلہ اللصوص لیلاً فی المصر فانہ لا قسامۃ ولا دیۃ فیہ للعلم بان قاتلہ اللصوص غایۃ الامر انہ لم یعلم فلیحفظ فان الناس عنہ
غافلون اور غسل دیا جاے وہ شخص کہ پایا جاے مقتول شہر یا گانون مین اُس جگہ مین کہ خونبہا واجب ہوا اگرچہ بیت المال مین واجب ہو جیسے وہ
شخص کہ مسجد جامع اور شارع عام مین مقتول ہو کہ اُسکی دیت بیت المال مین ہوتی ہے اور اُسکا قاتل معلوم نہو یا قاتل معلوم ہو مگر قصاص واجب نہوئی اگر
قصاص واجب ہوگا تو وہ مقتول شہید ہوگا مثلاً وہ شخص جسکو چورون نے راتکو شہر کے اندر مارڈالا ہو کہ اُسمین نہ تو محلہ والونپر قسم ہے نہ خونبہا بسبب معلوم
ہونے اس امر کے کہ اُسکے قاتل چور ہین غایت امر یہ کہ قاتل معین معلوم نہین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس سے غافل ہین ہم یعنی قسامت اور دیت
اُسی صورت مین واجب ہوتے ہین کہ قاتل معلوم نہو اور جب چورون نے مارا تو قاتل معلوم ہین مگر خون اُنپر ثابت نہین ہوسکتا بھاگ جانے کے باعث
اسلیے اُنکا مقتول شہید ہوگا او قتل بحد او قصاص ای لیقتل وکذا اذا عزیرا وافترس سبع او جرح وارتث وذلک بان اکل او شرب او نام او تداوی
ولو قلیلاً او اوی خیمۃ او مضی علیہ وقت صلوۃ وہو یعقل ویقدر علی ادائہا او نقل من المعرکۃ وہو یعقل سواء وصل حیاً او مات علی الایدی وکذا لو قام
من مکانہ الی مکان آخر بدائع یا قتل کیا جاے حد مین یا قصاص مین یعنے وہ بھی غسل دیا جاے اور اسیطرح جو شخص تعزیر مین مقتول ہو کیونکہ اُنکا قتل ہونا ظلم
نہین یا درندہ کے پھاڑنے سے مرجاے یا زخمی ہوا اور زندہ رہے اور ارتثاث شرعی یہ ہے کہ کہا وے یا پیوے یا سووے یا دوا کرے اگرچہ یہ باتین تھوڑی ہی ہون یعنی
ذرا سا کھایا یا پیا ذرا سا علاج کیا وغیرہ یا خیمہ مین جگہ لی یا گذرا اُسپر ایک نماز کا وقت اُس حال مین کہ وہ ہوش رکھتا تھا اور نماز کے ادا کرنے پر قادر تھا یا میدان
جنگ سے حالت ہوش مین اُٹھایا گیا خواہ زندہ پہونچا ہو یا ہاتھو نپر مرگیا ہو اور اسیطرح اگر اپنی جگہ سے اُٹھکر دوسری جگہ چلا گیا کذا فی البدائع خیمہ مین جگہ
لینے سے مراد یہ ہے کہ اُسپر خیمہ اُسی جگہ تان دیا گیا ہو ورنہ اگر وہ اُٹھکر جاویگا تو یہ مسئلہ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانیکا مسئلہ ایک ہوگا اور میدان جنگ سے
ہوش کے ساتھ اُٹھائے جانیکی قید اسلیے لگائی کہ بیہوشی مین اُٹھایا جائیگا تو گو دن رات گذر جاے غسل نہ دیا جائیگا اور زخمی ہونے کی جگہ سے اُٹھائے جانیکا
حکم ایسا ہی ہے جیسا میدان جنگ سے اُٹھایا جائیگا کذا فی الشامی لا لخوف وطء الخیل میدان جنگ سے اُٹھایا گیا ہو نہ گھوڑونکے روندنے کی خوف سے
یعنے اگر گھوڑون کے تلے پس جانے کے خوف سے اُٹھایا جائیگا تو شہید ہی رہیگا اور غسل نہ دیا جائیگا او اوصی بامور الدنیا وان بامور الآخرۃ لا
یصیر مرتثا عند محمد وہو الاصح جوہرہ لانہ من احکام الاموات او باع او اشتری او تکلم بکلام کثیر والا فلا یا وصیت کی دنیا کے امور کی تو ارتثاث شرعی
پایا جائیگا اور غسل دیا جائیگا اور اگر امور آخرت کی وصیت کریگا تو مرتث یعنی زندگی سے منتفع نہوگا امام محمد کے نزدیک اور یہی صحیح تر ہے کذا فی الجوہرہ اسلیے
کہ وصیت امور اخروی کے باب مین اموات کے احکام سے ہے یا بیچا یا مول لیا یا بہت سا کلام کیا تو مرتث ہوگا اور اگر بہت کلام نکریگا تو مرتث نہوگا

غرضیکہ مردہ کا غسل نہ دینا ایک امر خلاف قیاس ثابت ہوا ہے اور اصل اس باب میں شہدائے احد کا حال ہے تو اگر شہادت انہیں کی طرح کی ہوگی تب تو غسل
نہ دیا جائیگا اور اگر امور مذکورہ میں سے کسی سے فائدہ لینا بعد زخمی ہونے کے پایا جائیگا تو شہادت کامل نہ رہیگی جس سے غسل دینا ترک کیا جاوے وہ ذکر الا ان
بعد انقضاء الحرب ولو فیہا اے فی الحرب بالا تمیز مرتث ہما ذکر اور یہ سب باتیں جنسے شہادت ناقص ہوتی ہے اس صورت میں ہیں کہ لڑائی ہو چکی ہو اور اگر
لڑائی کے اندر یہ امور ہوں تو ان مذکورہ چیزوں میں سے کسی سے مرتث نہو گا ہر صورت میں شہید کامل ہوگا وکل ذلک فی الشہید الکامل والا فالمرتث شہید الآخرۃ
وکذا الجنب ونحوہ اور یہ سب شرطیں شہید کامل کے باب میں ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں میں شہید ہو ورنہ مرتث شہید آخرت تو ہوتا ہی ہے اور اسی طرح شہید آخرت ہے
جنابت والا اور مثل اسکے یعنی مجنون اور لڑکا اور وہ مقتول جو ظلم سے مارا جاوے اور اسکے مارے جانے سے مال واجب ہو یہ بھی شہید آخرت ہیں ہم شرطیں شہید
کامل کی چھ مذکور ہوئی ہیں اول عقل دوم بلوغ سوم طہارت جنابت جیسی چیز سے چہارم قتل ہونا براہ ظلم یا جہاد میں پنجم نہ واجب ہونا عوض مالی کا ششم بعد زخمی
ہونے کے منتفع نہونا امور مذکورہ کا الا اسکے اور شہید دنیا سے یہ غرض ہے کہ غسل نہ دیا جائیگا مگر اس صورت میں کہ جنب ہو یا نجاست خارجی سوائے اسکے خون
کے لگی ہو اور شہید آخرت سے یہ مراد ہے کہ جو ثواب شہدا کے لیے وعدہ ہوا ہے اسکو حاصل ہوگا کما فی البحر ومن صحیح الوعد وقا صاحب النفسہ والغریق والحریق
والغریب والمہدوم علیہ والمبطون والمطعون والنفساء والمیت لیلۃ الجمعۃ وصاحب ذات الجنب ومن مات وھو یطلب العلم وقد عدھم السیوطی نحو الثلثین
واللہ تعالیٰ اعلم اور شہید آخرت وہ ہے جو شخص کسی دشمن کا قصد کرے اور ہتھیار اپنے ہی مارے اور پانی میں ڈوبا ہوا اور جلکر مرنے والا اور جسپر مکان گر گیا ہو
اور پیٹ کی بیماری یعنی دستوں یا استسقاء سے مرنے والا اور وبا سے مرنے والا اور شامی نے کہا کہ جو شخص ایام وبا میں اپنے شہر میں صابر بہ نیت حصول ثواب ٹھہرا رہے اور
اگر اس عرصہ میں کسی اور مرض سے مرجائیگا وہ بھی شہید ہوگا اور نفاس والی عورت خواہ جننے کے وقت مرے یا مدت نفاس میں اور جو شخص جمعہ کی شب
کو وفات پاوے اور ذات الجنب والا اور جو شخص اس حال میں مرے کہ علم کا طالب ہو یعنی علم میں مشغول ہو خواہ تالیف کرتا ہو یا پڑھتا ہو یا پڑھاتا ہو یا
سنتا ہو اور شہدائے آخرت کو سیوطی نے تیس کے قریب شمار کیا ہے واللہ اعلم جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تثبیت میں تعداد ذکر کر کے اس طرح بیان کی ہے
پیٹ کی بیماری والا غریق ڈوب کر مرنے والا ذات الجنب والا جو عورت کہ اپنے حمل وغیرہ پیٹ کے اندر کی چیز سے مرجاوے سل والا سفر میں مرنے والا مرگی والا اپنے دین یا
اپنے گھر والوں کی حفاظت یا اپنے مال کی حفاظت یا اپنی جان کے بچانے میں مرنے والا مظلوم مرنے والا عشق میں مرنے والا بشرطیکہ پارسائی اور پوشیدگی کے ساتھ ہو
جس شخص کے گلے میں پانی وغیرہ کا پھندا لگ کر اچھو ہوا ہو جسکو درندے نے پھاڑا ہو جسکو بادشاہ نے ظلما قید کیا ہو یا زبردستی ٹھونسا ہو یا بادشاہ کے خوف سے
چھپا پھرتا ہو اور مر گیا ہو اور جسکو سانپ بچھو وغیرہ نے کاٹا ہو جو علم شرعی کی طلب میں مرا ہو جو بہ نیت ثواب اذان دیتا ہو جو سوداگر سچ بولتا ہو جو شخص اپنے زن و
فرزند اور مملوکوں میں اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کرتا ہو اور حلال کی کمائی سے انکو کھلاتا ہو جسکو جہاز میں متلی اور قے سے وفات ہو جو عورت غیرت پر صبر کر کے مرے جو شخص
ہر روز ۲۵ بار یہ کلمات کہہ لیا کرے اللہم بارک لی فی الموت وفی ما بعد الموت جو شخص نماز چاشت پڑھے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھے اور وتر کو ترک نہ کرے سفر
میں نہ مقام میں جو شخص امت کے فساد کے وقت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوط رکھے جو شخص اپنے مرض موت میں ۴۰ بار کہے لا الہ الا انت سبحانک انی
کنت من الظالمین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ اس تعداد پر بعض علما نے اتنے اور زیادہ کیے ہیں جو جلکر مر جاوے جو گھوڑا اسکو گرا کر مار ڈالے جو جہاد کا رستہ
جو ہر شب سورہ یٰس پڑھے جو شخص سواری سے گر کر مرے جو انکو طہارت کے ساتھ سووے اور مرجاوے جو شخص زندگی بھر لوگوں کی مدارات کرتا رہے
جو شخص ہر روز سو بار درود پڑھے جو شخص سچے دل سے اللہ کی راہ میں قتل ہونے کی دعا مانگا کرے جو شخص حاجت کے وقت مسلمانوں کے کسی شہر میں
غلہ لیجاوے جو شخص روز جمعہ کو وفات پاوے جو شخص صبح کو تین بار کہے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور تین بار آخر کی تین آیتیں سورہ حشر کی
پڑھے اور اس روز وفات پاوے اور ان سب اشخاص کے لیے ثواب شہادت احادیث میں آیا ہے اور پورا بیان شامی میں ہے

امام دروازہ کے سامنے کھڑا ہی اور مقتدی نے رکن حجر کیطرف منہ کرکے نیت کی تو اسصورت مین چونکہ گوشہ
حد مشترک دو طرفون کا ہوتا ہی مقتدی کی جہت قبلہ دیوار ح ش اور ح ی دونون ہین لیکن اگر امام کی نسبت
کعبہ سے قریب ہو جائیگا تو اُسکی نماز درست نہوگی اسلیے کہ ہرچند جانب ح ی بھی اُسکی جہت ہی مگر چونکہ
ح ش کیطرف امام ہی تو احتیاط اسمین ہی کہ اسی جہت کو مقتدی کی جہت ٹھہرائی جاے تو مقتدی کا کعبہ سے
قریب ہونا ایسا ہوا کہ اتحاد جہت کی صورت مین اپنے امام سے آگے بڑھ گیا اور جماعت لفظون کا پہلا مسئلہ کہ صورت بتاتا ہی کہ امام کی طرف کے نقطے مقام
مقتدی ہوسکتے ہین جو امام کی نسبت کعبہ سے دور ہین اور باقی تین طرفون کعبہ سے قریب ہین وکذا لو اقتدوا من خارجہا بامام فیہا والباب مفتوح صح لانہ
کقیامہ فی المحراب اور اسیطرح درست ہی اگر مقتدی کعبہ کے باہر سے اقتدا کرین اُس امام کے پیچھے جو کعبہ کے اندر ہو اور دروازہ کعبہ کا کھلا ہو اسلیے کہ امام کا
کعبہ کے اندر ہونا ایسا ہی جیسا محراب مین کھڑا ہونا امام کا کعبہ کے اندر ہونا عام ہی اس سے کہ مقتدیون مین سے کوئی اُسکے ساتھ ہو یا نہو اور بے تنہا کھڑا ہونے کی
کراہت کے ساتھ اسلیے کہ امام کا قد آدم اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہی اور دروازہ کے کھلے ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ امام کے رکوع سجدہ کا حال مقتدی کو معلوم ہو
پس اگر دروازہ بند ہو اور کوئی تکبیر امام کے اللہ اکبر کی آواز پہونچاتا جاے تو اقتدا جائز ہونا چاہیے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم و نستغفر اللہ بحکم الکریم

کتاب الزکوٰۃ

یہ کتاب ہی احکام زکوٰۃ کے بیان مین قرنہا بالصلوٰۃ فی اثنین وثمانین موضعا فی التنزیل دلیل علی کمال الاتصال بینہما وفرضت فی السنۃ الثانیۃ
قبل فرض رمضان متصل بیان کرنا زکوٰۃ کا نماز سے ۸۲ جگہ قرآن شریف مین دلیل ہی دونون مین کمال کے درجہ کے اتصال کی اور زکوٰۃ دوسرے
برس فرض ہوئی رمضان کے فرض ہونے سے پیشتر مع بیان مناسبت کا شارح نے کردیا کہ ہرچند روزہ اور نماز عبادت بدنی ہین دونون یکجا ذکر ہونی
چاہئین مگر چونکہ نماز و زکوٰۃ مین اتصال شدت سے ہی اسوجہ سے زکوٰۃ کو روزہ پر مقدم کیا گیا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے ۸۲ جگہ بتبعیت صاحب نہر الفائق اور
بحرالرائق کے لکھدیا جنھون نے اس شمار کو مناقب بزازیہ کیطرف منسوب کیا ہی حالانکہ یہ شمار غلط ہی صحیح یہ ہی کہ ۳۲ جگہ ایک ساتھ دونون کا ذکر قرآن مجید مین ہی جیسا
ہمارے استاد نے اُسکو شمار کیا ہی ولا تجب علی الانبیاء اجماعا اور زکوٰۃ واجب نہین انبیا علیہم السلام پر بالاتفاق مفتی ابو السعود نے وجہ انبیا علیہم السلام پر
زکوٰۃ واجب نہونے کی یہ لکھی ہی کہ یہ بزرگوار اپنے پاس کی چیز کو ودیعت جانتے تھے خرچ کے موقع پر اُسکو صرف کر ڈالتے تھے اور بیموقع صرف کرنے سے اُسکو
روکتے تھے دوسرے یہ کہ زکوٰۃ طہارت ہی اُس شخص کے حق مین جو آلودہ گناہ ہو اور انبیا علیہم السلام گناہون سے معصوم ہین کذا فی الطحطاوی ہی لغۃ
الطہارۃ والنماء وشرعا تملیک خرج الاباحۃ فلو اطعم یتیما ناویا الزکوٰۃ لایجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کما لو کساہ بشرط ان یعقل القبض الا اذا حکم علیہ بنفقتہم
مضمرات خلافا للثانی بزازیہ زکوٰۃ لغت مین پاک ہونے اور بڑھنے کو کہتے ہین اور شرعا مالک کرنا ہی فقیر کو اُس حصہ مال کا جسکو شارع نے معین کیا ہی
شارح نے کہا کہ تملیک کی قید سے اباحت یعنی چیز کا مباح کردینا نکلگیا تو اگر کسی یتیم کو بہ نیت ادا زکوٰۃ کوئی شخص کھانا کھلا دیوے تو کافی نہوگا بسبب نہونے
تملیک کے مگر جبکہ کھانے کی چیز یتیم کو دیڈالے تو کافی ہوگا جیسے کافی ہی ادا ے زکوٰۃ کے لیے اگر کپڑا پہنا دے یتیم کو بشرطیکہ وہ قبض کو سمجھتا ہو یعنی چیز کو پھینکتا
نہ ہو لیکن جس صورت مین کہ اُس شخص پر یتیمون کے نفقہ کا حکم ہو گیا تو اب اُنکو کپڑا پہنانا ادا ے زکوٰۃ مین کافی نہوگا کذا فی المضمرات بخلاف ابو یوسف کے کذا
فی البزازیہ مع چیز کے لینے کو سمجھنا کھانے اور لباس دونون سے متعلق ہی اور مسئلہ حکم نفقہ کی یہ صورت ہی کہ مثلاً قاضی نے یتیمون کا نفقہ کسیوجہ سے اُس شخص
کے ذمہ کیا اب اگر یہ شخص نفقہ کی چیز کو زکوٰۃ مین شمار کریگا تو زکوٰۃ ساقط نہوگی اسلیے کہ حکم قاضی کی تعمیل تو خود واجب ہی پس ایک واجب سے دوسرا
واجب کیسے ادا ہوگا اور ضمیر جمع کی نفقتہم مین مناسب نہین ضمیر مفرد چاہیے اسلیے کہ اُسکا مرجع یتیم بصیغہ مفرد مذکور ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک [illegible]

سے بھی اداے زکوٰۃ درست ہی کذا فی الشامی اور فرق اباحت اور تملیک مین یہ ہی کہ اباحت سے جس چیز کا کام مین لانا مباح ہو جاتا ہی یہ نہین کہ جس مین
جو تصرف چاہے وہ کر سکے اور تملیک سے سب طرح کے تصرف کا اختیار ہوتا ہی مثلاً اگر کھانا یتیم کو مباح کیا تو اسکو اختیار اسکے کھا لینے کا ہی نہ اور تصرف
کا اور اگر مالک کیا تو چاہے خود کھاوے چاہے دوسرے کو دیدے یا بیچ دے جزء مال خرج المنفعۃ فلو اسکن فقیرا دارہ سنۃ ناویا لا یجزیہ عینہ الشارع
(ربع عشر نصاب حولی خرج النافلۃ والفطرۃ) زکوٰۃ مالک کرنا ہی مال کے ایسے ٹکڑے کا کہ شارع نے اسکو ٹھہرا دیا ہی اور وہ چالیسوان حصہ اُس مال
نقد کا ہی جسپر ایک سال گذر گیا ہو شارح نے کہا کہ مال کا حصہ کہنے سے نفع خارج ہوا یعنے وہ زکوٰۃ مین محسوب نہین ہو سکتا مثلاً اگر کسی فقیر کو اپنے گھر مین ایک
سال بنیت اداے زکوٰۃ رکھا تو کافی نہو گا کیونکہ اسکو نفع کا مالک کیا نہ مال کا اور چالیسوین حصہ کی قید سے صدقہ نفل نکل گیا کہ اسکے باب مین کچھ تعین ہی
نہین اور صدقہ فطر بھی نکل گیا اسلیے کہ وہ چالیسوان حصہ نہین ہوتا ہم طحطاوی نے کہا کہ چالیسوان حصہ شارح نے بیان کیا اور زکوٰۃ جانورون وغیرہ
کی بھی اسمین شامل ہی کیونکہ وہ قائم مقام چالیسوین حصہ کے ہی (مسلم فقیر ولو معتوہا غیر ہاشمی ولا مولاہ ای معتقہ ہذا معنی قول الکنز تملیک المال ای
المعہود اخراجہ شرعا) مالک کرنا ہی مسلمان فقیر کو اگرچہ ناقص العقل ہو نہ اولاد ہاشم کو اور نہ انکے مولی یعنے آزاد کیے ہوے غلام کو اور یہی مراد کنز کے قول تملیک
المال کی یعنی وہ مال جسکا نکالنا شرعا معلوم ہی ہم مصنف نے زکوٰۃ کی تعریف مین تملیک جزء مال عینہ الشارع کہا ہی اور صاحب کنز نے تملیک المال کہا ہی تو
شارح کہتا ہی کہ مال دونون تعریفون کا ایک ہی کیونکہ کنز مین المال سے مال معہود مراد ہی اور الف لام عہد کا ہی یعنی وہی مال جو شرع نے مقرر کیا ہی (مع قطع المنفعۃ
عن المملک من کل وجہ فلا یدفع لاصلہ وفرعہ) مالک کرنا ہی اسطرح کہ منفعت مالک کرنیوالے کی ہر وجہ سے منقطع ہو جاوے اس سے یہ نکلا کہ زکوٰۃ کا
دینے والا اپنی اصل یعنے مان باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ اور اپنی فرع یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہ کو نہ دے کیونکہ انکو دینے مین من وجہ اسکی
منفعت باقی ہی (للہ تعالی بیان لاشتراط النیۃ) مالک کرنا ہی خدا تعالی کے حکم کی تعمیل کے لیے شارح نے کہا کہ یہ بیان ہی نیت مشروط ہونے کا یعنی جب یہ کہا
کہ فقیر کو دینا خدا تعالی کی امر کی بجا آوری کے لیے ہو تو معلوم ہوا کہ زکوٰۃ مین نیت شرط ہی جیسے اور عبادات مقصودہ مین شرط ہی بالاجماع کذا فی البحر (وشرط فرضہا
عقل وبلوغ واسلام وحریۃ والعلم بہ ولو حکما لکونہ فی دارنا) اور زکوٰۃ کے فرض ہونے کی شرط عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا اور آزاد ہونا اور
فرض ہونے کا جاننا ہی اگرچہ فرض ہونے کا علم حکم کی رو سے ہو جیسے مالدار کا دار الاسلام مین ہونا کہ یہان بے علمی عذر نہین ہو سکتی ہان اگر کوئی کافر
مالدار دار الحرب مین مسلمان ہوا اور چند سال وہان رہا اور اسکو زکوٰۃ کا حال معلوم نہوا تو اُسپر زکوٰۃ واجب نہو گی کذا فی الشامی ہم فرض ہونے مین
اتنی قیدون کے لگانے سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور مجنون اور کافر اور غلام کے مال پر زکوٰۃ نہین (وسببہا ای سبب افتراضہا ملک نصاب حولی
نسبۃ للحول لحولانہ علیہ تام بالرفع صفۃ ملک خرج مال المکاتب) اور سبب اسکا یعنے زکوٰۃ کے فرض ہونے کا پوری ملکیت نصاب حولی کی ہی شارح نے کہا
کہ حولی نسبت ہی حول کیطرف یعنی سال اور اُس مال کو حولی اسلیے کہا کہ اُسپر سال گذر جاتا ہی اور لفظ تام رفع کے ساتھ صفت ہی ملک کی اس قید سے
مکاتب کا مال نکل گیا کہ اُسپر ملک کامل مکاتب کو نہین ہوتی اسی وجہ سے اُسکے مال پر زکوٰۃ نہین ہم سال سے مراد چاند کے بارہ مہینے ہین نہ سال شمسی کذا
فی الشامی (اقول انہ خرج باشتراط الحریۃ علی ان المطلق ینصرف للکامل) مین کہتا ہون کہ مکاتب تو نکل چکا ہی حریت کی شرط ہونے سے علاوہ
اسکے مطلق ملک سے فرد کامل یعنے ملک تام ہی مراد ہو گی ہم اس بیان سے شارح کی غرض یہ ہی کہ لفظ تام مصنف کی عبارت مین زائد ہی شامی
نے کہا کہ شارح کے قول مین کلام ہی کیونکہ مصنف سبب وجوب کی تعریف کرتا ہی جو جامع و مانع ہونی چاہیے تو اگر ملک مطلق بیان کیجاے
اور تام کی قید نہ لگائی جاے تو بلا شبہہ ملک مکاتب تعریف مین داخل ہو گی اور ذکر حریت کا شرط بیان مین سبب کی تعریف کا نقصان
دور نہین کرتا اور مطلق کا محمول ہونا فرد کامل پر ایسی جگہ ہوا کرتا ہی کہ کسی وجہ سے قید مذکور نہوتی ہو تو دفع اعتراض کے لیے یہ توجیہ

ف نصاب لغت مین اصل کو کہتے ہین اور شریعت مین اُس مال کو کہتے ہین جس سے کہ زکوٰۃ واجب ہو ۱۲ [illegible] کیونکہ مال تام خاص ہی معین [illegible] الا جزء زکوٰۃ مال کہتے ہین جسکو ۱۲

کر دیتے ہیں نہ یہ کہ جو قید مفید ہو اُسکو زائد سمجھا جاوے خصوص سمجھانے کے مقام میں انتہی و دخل مالک بسبب خبیث کمغصوب خلطہ اذا کان
لغیرہ منفصل عنہ یوفی دینہ اور داخل ہوا یعنی اُس نصاب میں جسپر زکوۃ واجب ہو وہ مال جسکا مالک ہوا خبیث سبب سے جیسے چھینی ہوئی چیز کو اپنے
مال میں ملا دیا بشرطیکہ اُسکے پاس اور مال ہو اس مال مخلوط سے جدا اسقدر کہ پورا کر دے اُسکا دین یعنی مال مغصوب کی قیمت اُس جدا گانہ مال سے ادا ہو جاوے
صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے کسیکا مال چھینکر اپنے مال میں ایسی طرح ملا دیا کہ دونوں جدا نہیں ہو سکتے تو امام صاحب کے نزدیک دوسرے کے مال کا خلط
کر دینا ایسا ہی جیسے اُسکو تلف کر ڈالنا یعنی اُس شخص پر ضمان لازم ہو تو اس سب مال کی زکوۃ اُسکو دینی ہوگی کیونکہ خلط سے جو سبب خبیث ہی وہ اُس مال مغصوب کا
مالک ہو گیا ہی مگر سب کی زکوۃ دینے میں یہ شرط ہی کہ اُسکے پاس اس مال مخلوط کے سوا علیحدہ اتنا مال ہو کہ اُس سے ضمان ادا کر سکے اور اگر اور مال نہوگا تو چونکہ اُسکے
مال میں غیر کا حق ملا ہوا ہی اسلیے اُس مغصوب مال کی زکوۃ واجب نہوگی اور صاحبین کے نزدیک خلط کرنا مثل تلف کر ڈالنے کے نہیں اسلیے موجب ضمان کی
نہیں تو اُس سے ملک ثابت نہوگی اور نہ زکوۃ واجب ہوگی کذا فی الشامی بتصرف فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد سواء کان لله کزکوۃ وخراج او
للعبد ولو کفالة او مؤجلا ولو صداق زوجته المؤجل للفراق او نفقة لزمته بقضاء او رضاء بخلاف دین نذر و کفارة و حج لعدم المطالب سبب وجوب زکوۃ ملکیت
ایسی نصاب کی ہی جو زائد ہو اُس قرض سے جسکا طلب کرنیوالا کوئی بندہ ہو عام ازیں کہ وہ قرض مذکور اللہ تعالی کا ہو جیسے زکوۃ اور خراج یا قرض
بندہ کا ہو گو بطور کفالت کے ہو یا قرض میعادی ہو اگرچہ وہ اُسکی زوجہ کا مہر ہو جسکی مدت وقت فراق ہو یا قرض بندہ کا بطور نفقہ کے ہو کہ اُسپر قاضی کے حکم
سے یا اُسکی رضامندی سے لازم ہوا ہو بخلاف قرض نذر اور کفارہ اور حج کے کہ بسبب نہونے مطالب کے یعنی ان قرضوں کا طالب کرنیوالا کوئی بندہ نہیں اگرچہ
قیامت میں اُنکا مطالبہ ہوگا مگر زکوۃ میں بندہ کیطرف سے طلب اسطرح ہی کہ شروع اسلام میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وقت تک زکوۃ امام لیا کرتا تھا پھر آپنے نقدین
کی زکوۃ کا نکالنا مالکوں کے سپرد کر دیا تا کہ حکام ظالم لوگوں کے مال پر ظلم نکریں تو گویا ہر مالدار آپکی طرف سے زکوۃ لینے کا اپنے مال سے وکیل ہو گیا اور قرض کو زکوۃ
سے زکوۃ کے واجب نہونے کی یہ صورت ہی کہ مثلاً ایک شخص کے پاس مال بقدر نصاب ہی اور اُسپر دو برس گذر گئے تو اُسپر دوسرے برس کی زکوۃ واجب نہوگی
اسلیے کہ پہلے برس کی زکوۃ اسکے ذمہ قرض ہی اُسکو نکالنے کے بعد نصاب ناقص ہو جائیگی اور کفالت کے قرض کی یہ صورت ہی کہ کسی شخص نے ہزار روپیہ قرض
لیا اور دس آدمی اسکے کفیل ہوئے اور ان سبکے پاس ہزار ہزار روپیے ہیں تو انمیں سے کسی پر زکوۃ واجب نہیں اسلیے کہ قرض دینے والیکو اختیار ہی کہ جس سے چاہے
اپنا قرض لے سکتا ہی اور مہر موجل بعض فقہا کے نزدیک مانع زکوۃ نہیں کیونکہ عادت یہ ہی کہ اُسکو کوئی مانگتا نہیں اور قہستانی میں اسی کو صحیح کہا ہی کذا فی
الطحطاوی تو شارح کا قول مہر موجل کے باب میں ضعیف ہی شامی نے کہا کہ فارغ صفت نصاب کی ہی اور نفقۃ نصب کے ساتھ عطف ہی کفالۃ پر ولا یمنع الدین
وجوب عشر و خراج و کفارة اور قرض مانع نہیں ہی دہ یکی اور خراج اور کفارہ کے واجب ہونے کا یعنی اگر آدمی کے ذمہ قرض ہو تو یہ نہیں کہ زمین کی پیداوار
سے دہ یکی یا خراج اُسکے ذمہ واجب نہو یا کفارہ کسی قصور کا اُسپر واجب نہو کیونکہ عشر و خراج متعلق پیداوار سے ہیں جو ہمیشہ پیدا ہوتا رہتا ہی اور کفارہ
متعلق ذمہ سے ہی اُسمیں مفلس اور تونگر برابر ہیں اتنا فرق ہی کہ مفلس کو مہلت دستری تک دیجائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ اس باب سے کچھ تعلق نہیں رکھتا
شارح نے بڑھا دیا ہی و فارغ عن حاجته الاصلیة لان المشغول بها کالمعدوم وفسره ابن ملک بما یدفع عنه الهلاک تحقیقا کثیابه او تقدیرا کدینه اور
نصاب مذکور فارغ ہو اُس شخص کی حاجت اصلی سے کیونکہ جو مال اصلی حاجتوں میں لگا رہتا ہی وہ نہونے کے برابر ہی اور حاجت میں لگے ہوئے مال کو
ابن مالک نے یوں بیان کیا ہی کہ جس سے آدمی اپنے اوپر سے ہلاک دفع کرے حقیقت میں جیسے اُسکے کپڑے ہیں یا ہلاک تقدیری دفع کرے جیسے دین
ہم حاجت اصلی کی چیزیں یہ ہیں خرچ روزمرہ مکان سکونت آلات حرب جاڑے گرمی کے کپڑے پیشہ وروں کے اوزار سامان خانہ داری سواری کے
جانور اہل علم کے حق میں کتابیں اور قرض کو ہلاک تقدیری اسلیے کہا کہ اُسکی فکر میں آدمی شب و روز گھلتا ہی اور آگے کوئی قرض نہیں دیتا اور

قرضخواہ ہون سکے تا کہ اسسے ذلت اُٹھاتا ہو کذا فی الشامی نام ولو تقدیرا بالقدرۃ علی الاستنماء ولو بنائبہ نصاب مذکور بڑھنے والی ہو اگرچہ تقدیراً بڑھے
اسطرح کہ مالک اُسکے بڑھانے پر قادر ہو گو اپنے نائب کے وسیلے سے بڑھا سکتا ہو مال زکوٰۃ دو طرح ہو ایک خلقی یعنے جسکی پیدائش رفع حاجت کیلئے ہو
وہ تو چاندی اور سونا ہی تو ان دونو مین زکوٰۃ واجب ہوتی ہی خواہ آدمی تجارت کی نیت کرے یا نہین دوسرا فعلی کہ آدمی کی نیت سے زکوٰۃ کی لیاقت پیدا
کرتا ہو اور وہ سوا نقدین کے اور چیزین ہین پھر مال کا بڑھانا دو طرح ہو ایک حقیقی تجارت اور جانورون کے بچے لینے اور ایک تقدیری یعنی تجارت
وغیرہ کی قدرت ہونی اسطرح کہ مال اپنے ہاتھ مین ہو یا اپنے نائب کے ہاتھ مین کذا فی الطحطاوی والشامی ثم فرع علیہ بقولہ فلا زکوٰۃ علی مکاتب
لعدم الملک التام ولا فی کسب ماذون ولا فی مرہون بعد قبضہ ولا فیما اشتراہ لتجارۃ قبل قبضہ پھر مصنف نے سبب وجوب پر اپنے اس قول سے تفریع
کی کہ زکوٰۃ نہین مکاتب پر بسبب نہونے مکاتب کی ملک کامل کے یعنی جو مال مکاتب کے پاس ہو وہ مکاتب کی پوری ملکیت مین نہین کیونکہ اُسمین حق
اُسکے آقا کا لگا ہوا ہی جبتک مال کتابت اُسکے ذمہ ہو اور نہ اُس غلام کی کمائی مین زکوٰۃ ہی جسکو آقا نے اجازت تجارت کی دیدی ہو بشرطیکہ مال غلام کے
قبضے مین ہو کذا فی الطحطاوی اور نہ گرو رکھی ہوئی چیز مین زکوٰۃ ہی مرتہن سے لے لینے کے بعد یعنے اگر راہن نے اپنا مال کچھ برسون تک رہن رکھا تو بعد
چھڑانے کے اُسکی زکوٰۃ زمانہ رہن کی اُسکے ذمہ نہین بسبب نہونے قبضے کے اور نہ مرتہن پر اُسکی زکوٰۃ ہی کیونکہ اُسکی ملک نہین اور نہین زکوٰۃ
اُس مال مین کہ اُسکو تجارت کے لیے خریدا ہو پیشتر اُسکے قبضہ کرنے کے یعنی اگر مشتری نے مال تجارت خریدا اور بعد برس روز کے مثلاً قبضہ کیا تو اُس برس
کی زکوٰۃ مشتری پر نہوگی ومدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصاباً اور نہین زکوٰۃ بندہ کے قرضدار پر بقدر اُسکے قرض کے پس زکوٰۃ دے
زائد از قرض کی اگر وہ نصاب زکوٰۃ ہو مثلاً ایک شخص کے ذمہ سو روپیہ قرض ہین اور اُسکے پاس مال زکوٰۃ دو سو روپیہ کا ہی تو سو کی زکوٰۃ
دے کیونکہ قرض دیکر سو بچے ہین جو نصاب سے زیادہ ہین اور اگر کم بچین یا کچھ نہ بچے تو زکوٰۃ نہین مثلاً ۱۸۰ کا مال ہو یا سو کا تو اول صورت مین قرضہ
کے سو دیکر ۸۰ بچینگے جو نصاب سے کم ہین اور دوسری صورت مین کچھ نہ بچیگا تو ان دونون صورتون مین زکوٰۃ اُسپر نہین وعروض الدین کالہلاک
عند محمد رح ورجحہ فی البحر اور سال کے درمیان مین قرض کا ہو جانا مثل مال کے جاتے رہنے کے ہی امام محمد رح کے نزدیک اور ترجیح دی ہی اسکو بحر الرائق
مین اس صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس دو سو روپیہ کا مال زکوٰۃ ہی آٹھ مہینے کے بعد مثلاً اُسکے ذمہ دو سو روپیہ یا ڈیڑھ سو قرض ہوگئے اور سال پورا
ہونے کے بعد پھر دو سو ہوگئے تو امام محمد کے نزدیک نئے سرے سے برس کا شمار کرینگے پچھلے برس کی زکوٰۃ اُسپر نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض مذکور مانع
زکوٰۃ نہین اُس سال کی بھی زکوٰۃ اُسکے ذمہ ہوگی اور اگر قرض بعد تمام ہونے سال کے ہو جاوے تو اُس سے زکوٰۃ بالاتفاق ساقط نہوگی کذا فی الطحطاوی
ولو له نصب صرف الدین لایسرہا قضاء ولو اجناسا صرف لاقلها زکوٰۃ فان استویا کاربعین شاۃ وخمس ابل خیر اور اگر مالدار کے پاس کئی مالون کی نصابین
ہون تو قرض اُس نصاب کیطرف لگایا جاویگا جس سے ادا کرنے قرض زیادہ آسان ہو اور اگر ایک قسم کے مال کی کئی جنسین ہون تو قرض اُس نصاب
مین لگایا جائیگا جسکی زکوٰۃ کمتر ہو اور اگر زکوٰۃ مین جنسین برابر ہون مثلاً چالیس بکریان اور پانچ اونٹ کہ دونون کی زکوٰۃ ایک بکری ہی تو مالدار کو اختیار
دیا جائیگا کہ جس جنس کو چاہے دین مین لگا کر باقی جنس کی زکوٰۃ دے ہم کئی نصابون کی مثال یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس روپیہ اشرفیان بھی بقدر نصاب
ہین اور اسباب تجارت بھی بقدر نصاب اور جانور بھی تو اُسکے قرضہ مین اول روپیہ اشرفیان محسوب ہونگی پھر اسباب تجارت پھر مویشی اور مختلف جنسون کی مثال
یہ ہی کہ مثلاً جانورون کی کئی جنس بقدر نصاب ہون یعنی ۴۰ بکریان اور ۳۰ گائین اور پانچ اونٹ تو قرض مین بکریان خواہ اونٹ محسوب ہونگے گائین نہونگی
کیونکہ ۳۰ گایون کی زکوٰۃ ایک برس کا بچھڑا ہی اور بکریون اور اونٹون کی زکوٰۃ ایک بکری جو کم قیمت ہی بچھڑے سے اور یہ صورت اُسوقت ہی کہ صدقہ لینے والا موجود ہو
ورنہ صاحب مال کو اختیار ہی چاہے دین کو مویشی کیطرف لگا کر روپیون اشرفیون کی زکوٰۃ دے چاہے اسکا الٹا کرے کذا فی الشامی ولا فی ثیاب البدن

مسئلہ
مکاتب وہ غلام
جسکو آقا نے کہا ہو
کہ اتنا روپیہ کماکر
دو تو آزاد ہو ۱۲

المحتاج الیها لدفع الحر والبرد ابن ملک واثاث المنزل ودور السکنی ونحوها اور نہین زکوۃ ہی بدن کے کپڑون مین جنکی حاجت گرمی سردی کے
دور کرنے کو ہوتی ہی کذا قال ابن ملک اور نہین زکوۃ ہی گھر کے اسباب اور رہنے کے گھرون اور اُنکے مثل بیچنے دکانون اور سرایون مین جنکا کرایہ ملتا ہی
کذا فی الطحطاوی وکذا الکتب وان لم تکن لاہلها اذا لم تنو التجارة غیر ان الاہل لہا اخذ الزکوۃ وان ساوت نصبا الا ان تکون غیر فقہ وحدیث وتفسیر او تزید
علی نسختین منها هو المختار اور اسیطرح زکوۃ نہین کتابون مین اگرچہ نہون اُنکے پاس جو انکا اہل ہو یعنی بے علم شخص کے پاس ہون تب بھی انمین زکوۃ نہین
بشرطیکہ تجارت کی نیت انمین نہو مگر ان استفادہ ہی کہ علم والیکو زکوۃ لینا جائز ہی اگرچہ کتابین کئی نصاب کے برابر ہون یعنی کتابین اُسکے حق مین تونگری نہوگی
بخلاف جاہل کے کہ اُسکے پاس کتابین بقدر نصاب ہون تو اُسکو زکوۃ کا لینا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی مگر یہ کہ وہ دین کتابین فقہ اور حدیث اور تفسیر کے
سوا اور علمونکی کہ بقدر نصاب اُسکے ہونے سے عالم کو بھی زکوۃ کا لینا درست نہین یا یہ کہ کتابین علوم دینی کی ہون مگر دو دو نسخون سے زیادہ ہون
تب بھی زکوۃ کا لینا درست نہین یہی قول مختار ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ دو نسخون سے زیادہ ہونے کا قول ضعیف ہی زکوۃ کے نہ لینے مین معتبر یہ ہی کہ ایک نسخہ
سے زائد اگر ہونگی تب بھی زکوۃ لینی درست نہوگی اور فتح القدیر اور نہر الفائق مین اسکو مختار کہا ہی وکذا کتب الالات المحترفین الا ما یبقی اثر عینہ کالعصفر
لدبغ الجلد ففیہ الزکوۃ بخلاف ما لا یبقی کصابون یساوی نصبا وان حال الحول اور اسیطرح زکوۃ نہین حرفہ والون کے آلات مین مگر جس آلہ کا اثر باقی رہتا
جیسے کسم کھال رنگنے کے لیے تو اُسمین زکوۃ ہی بخلاف اُس چیز کے کہ باقی نرہی جیسے صابون کہ برابر کئی نصاب کے ہو اگرچہ اُسپر برس گذر جاوے مگر زکوۃ نہوگی
ہم حرفہ والون کے آلات دو قسم ہین ایک وہ کہ کام کے بعد خود موجود ہین جیسے بسولا اور ہتھوڑی وغیرہ دوسرے وہ کہ باقی نہین اور اس قسم کی دو نوع ہین ایک وہ
کہ انکا اثر موجود رہتا ہی جیسے کسم اور زعفران کپڑا رنگنے مین اور کسی اور تیل کھال رنگنے مین دوسرے وہ کہ اُنکا کچھ اثر نہیں جیسے صابون تو پہلی قسم کے آلات مین زکوۃ
نہین اور دوسری کی پہلی نوع مین یعنی کسم وغیرہ مین زکوۃ ہی اور دوسری نوع مین نہین اور بعض نسخون مین عفص کی جگہ عصفر ہی وہ غلط ہی کیونکہ عصفر کسم کو
کہتے ہین جو کپڑا رنگنے مین کام آتا ہی نہ کھال رنگنے مین قال الشامی وفی الاشباہ الفقیہ لا یکون غنیا بکتبہ المحتاج الیها الا فی دین العباد فتباع لہ اور
اشباہ مین ہی کہ عالم اپنی حاجت کی کتابون سے غنی نہین ہوتا یعنی اُسپر زکوۃ واجب نہین ہوتی اور زکوۃ کا لینا درست ہی مگر بندون کے قرض مین یعنی اگر
مقروض ہوگا لوگونکا قرض ادا کرنے کے لیے اُسکی کتابین فروخت کیجاینگی ولا فی مال مفقود وجدہ بعد سنین وساقط فی بحر استخرجہ بعدہا ومغصوب لا بینۃ
علیہ فلو لہ بینۃ تجب لما مضی الا فی غصب السائمۃ فلا تجب وان کان الغاصب مقرا کما فی الخانیۃ اور نہین ہی زکوۃ گمشدہ مال مین جو کئی برس کے بعد پایا یعنی ایام
گذشتہ کی زکوۃ واجب نہوگی اور نہ اُس مال مین جو دریا مین گرا اور بعد کئی برسون کے نکالا اور نہ اُس مال مین جو کسی نے چھین لیا اور اُسپر گواہ نہین ہین پس
اگر اُسکے گواہ ہون تو ایام گذشتہ کی زکوۃ واجب ہوگی بعد قبضے مین آنے مال کے مگر سائمہ جانورون کے غصب مین کہ زکوۃ واجب نہوگی اگرچہ غصب والا
غصب کا مقر ہو جیسا خانیہ مین ہی ہم سائمہ اُن جانورون کو کہتے ہین جنکو آدمی اکثر ایام سال مین مباح جنگل مین چرائے دودھ اور بچہ لینے کی غرض سے تو چونکہ
بعد غصب ہونیکے یہ امر اُسکو حاصل نہوگا اسلیے ان ایام کی زکوۃ اُسکو دینی نہوگی کذا فی الطحطاوی ومدفون ببریۃ نسی مکانہ ثم تذکرہ وکذا الودیعۃ عند غیر معارفہ
اور نہین زکوۃ اُس مال مین جو جنگل مین مدفون ہو اور دفن کی جگہ بھول گیا ہو پھر اُسکو یاد کیا ہو کیونکہ جگہ محفوظ نہ تھی اتفاق سے مال لگیا اور اسیطرح اُس امانت
مین زکوۃ نہین جو نا آشنا لوگون کے پاس ہو کیونکہ اس صورت مین احتمال نسیان کا غالب ہی اور اگر مال جان پہچان والونکے پاس امانت ہو تو زکوۃ واجب ہوگی
بخلاف المدفون فی حرز بخلاف اس مال کے کہ کسی محفوظ جگہ مین مدفون ہو کہ اُسپر زکوۃ واجب ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ حرز خواہ اپنا گھر ہو یا غیر کا اور وجہ وجوب کی
یہ ہی کہ سب گھر کو کھود کر مال ملسکتا ہی لیکن اگر مکان بہت بڑا ہو تو اُسمین دفن کیا ہوا مال ایسا ہی جیسا جنگل مین واختلف فی المدفون فی کرم وارض مملوکۃ او
اختلاف ہی اُس مال کی زکوۃ مین جو کسی باغ مین یا زمین مملوک مین دفن ہو ہم جو لوگ اُسپر زکوۃ واجب کہتے ہین انکی دلیل یہ ہی کہ تمام زمین کا کھودنا ممکن ہی

اور جو واجب نہیں کہتے وہ یہ کہتے ہیں کہ سب بار ہیں کہ گواہ دینا دشوار ہے یا خالی وقت سے نہیں کذا فی الطحطاوی ودین کان جحدہ المدیون سنین ولا بینۃ
علیہ ثم صارت لہ بان اقر بعد ما عند قوم وقیدہ فی مصرف الخانیۃ بما اذا حلف علیہ عند القاضی اما قبلہ فتجب لما مضی اور نہیں زکوٰۃ اس قرض میں
جسکا قرضدار نے برسوں انکار کیا تھا اور مالک کے پاس اسپر گواہ نہ تھے پھر اسکے پاس گواہ ہوگئے اسطرح کہ قرضدار نے برسوں کے بعد لوگوں کے سامنے
قرض کا اقرار کردیا اور زکوٰۃ کے واجب نہونے کو مقید کیا ہے خانیہ کے باب المصرف میں اس امر سے کہ قرضدار منکر سے قسم لیگئی ہو قاضی کے محکمے میں اسلیے
کہ اگر قسم لینے سے پیشتر اگر منکر اقرار کردیگا تو گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی و ما اخذ مصادرۃ ای ظلما ثم وصل الیہ بعد سنین لعدم النمو
اور نہیں زکوٰۃ اس مال میں کہ بطور ڈانڈ کے زبردستی لیا جاوے پھر مالک کو بعد چند برس کے ملے بسبب نہ بڑھنے مال مذکور کے ہم طحطاوی نے کہا
کہ لعدم النمو علت ہے مال مفقود سے لیکر مال مصادرہ تک کی یعنے ان مالوں میں وجہ زکوٰۃ کے واجب نہونے کی یہ ہے کہ مالک کیطرف بڑھ نہیں سکتا
والاصل فیہ حدیث علی لا زکوٰۃ فی مال الضمار وھو ما لا یمکن الانتفاع بہ مع بقاء الملک اور اصل ایسے اموال کی زکوٰۃ کے نہونے میں حدیث حضرت علی
کی ہے کہ زکوٰۃ نہیں مال ضمار میں اور ضمار وہ مال ہے کہ ملک تو مالک کی باقی رہے مگر اس سے فائدہ اٹھانا اسکو ممکن نہو ولو کان الدین علی مقر ملی او علی
معسر او مفلس ای محکوم بافلاسہ او علی جاحد علیہ بینۃ وعن محمد لا زکوٰۃ وھو الصحیح ذکرہ ابن ملک وغیرہ لان البینۃ قد لا تقبل او علم بہ قاض
سجی ان المفتی بہ عدم القضاء بعلم القاضی فوصل الی ملکہ لزم زکوٰۃ ما مضی وسنفصل الدین فی زکوٰۃ المال اور اگر قرض ایک شخص کا کسی مقر
تونگر نادہندہ پر ہو یا تنگدست پر یا دیوالیے پر یعنے جسکے مفلس ہونیکا حکم مشتہر ہوچکا ہو یا ایسے منکر پر قرض ہو کہ اسپر گواہ ہوں یا اس قرض کو قاضی جانتا ہو
پھر اسطرح کا قرض مالک کی ملک میں پہونچے تو اسپر گذشتہ برسوں کی زکوٰۃ لازم ہوگی شارح نے کہا کہ امام محمد سے یہ منقول ہے کہ منکر پر قرض ہو تو باوجود
گواہ ہونے کے اسپر زکوٰۃ لازم نہوگی اور یہی قول صحیح ہے ذکر کیا ہے اسکو ابن ملک اور دوسرے لوگوں نے کیونکہ گواہ بعض اوقات مقبول نہیں ہوتے تو
انکا ہونا نہونا برابر ہوا اور آگے آویگا کہ مفتی بہ یہ ہے کہ اگر قاضی اپنے علم کے بموجب کسی معاملہ میں حکم کردیگا تو اسکا حکم صحیح نہوگا اور دین کی تفصیل
ہم مال کی زکوٰۃ کے بیان میں عنقریب ذکر کرینگے یعنے دین تین قسم ہے قوی اوسط ضعیف تو جو قرض ضعیف ہو اسپر زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی وسبب لزوم
ادائہا توجہ الخطاب یعنی قولہ تعالی واتوا الزکوٰۃ اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لازم ہونیکا سبب متوجہ ہونا خطاب یعنی ارشاد خداوندی کا ہے کہ زکوٰۃ دو یعنی
جب آیت میں خطاب مکلفوں پر بصیغہ امر دینے کے لیے ہے تو ادا کرنا اسکا لازم ہے شامی نے کہا کہ یہ سبب حقیقی ہے اور پہلے جو ملک نصاب کو سبب کہا تھا
وہ مجازی تھا وشرطہ ای شرط افتراض ادائہا حولان الحول وھو فی ملکہ وثمنیۃ المال کالدراہم والدنانیر لتعینہما للتجارۃ باصل الخلقۃ فتلزم الزکوٰۃ کیفما
امسکہما ولو للنفقۃ او السوم بقیدہا الاتی او نیۃ التجارۃ فی العروض اور شرط اسکی یعنے ادا کے زکوٰۃ کے فرض ہونیکی گذر جانا برس کا ہے اسطرح کہ مال مالک کی
ملک میں رہے اور ثمن ہونا مال کا نقد کی زکوٰۃ میں جیسے روپے اشرفیاں ہیں بسبب متعین ہونے ان دونوں کے تجارت کے لیے اصل پیدائش میں تو لازم ہوگی
ان دونوں پر زکوٰۃ جسطرح انکو روک رکھیگا اگرچہ خرچ روزمرہ کے لیے روپیہ یا اشرفیاں رکھ چھوڑے یا جنگل میں چرنا قید آیندہ کے ساتھ یعنی جانوروں کی زکوٰۃ
کے ادا میں جیسے برس کا گذرنا شرط ہے ویسے ہی جنگل میں چرنا بھی شرط ہے یا شرط ہے نیت تجارت اسباب کی زکوٰۃ کے باب میں ہم پہلے جو شرطیں عقل وغیرہ کی
مذکور ہوئیں وہ صاحب مال میں تھیں اور یہ شرطیں خود مال کی ہیں مگر کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ میں برس کا گذر جانا شرط نہیں کذا فی الشامی اما صریحا ولابد
من مقارنتہا لعقد التجارۃ کما سیجی او دلالۃ بان یشتری عینا بعرض التجارۃ او یواجر دارہ التی للتجارۃ بعرض فتصیر للتجارۃ بلا نیۃ صریحا اور اسباب میں نیت
تجارت یا صراحۃً ہو اور ضرور ہے متصل ہونا اس نیت کا عقد تجارت سے چنانچہ آگے آویگا یعنے عقد کے وقت نیت کرے کہ جو چیز میری ملک میں آتی ہے وہ تجارت
کی ہے تو اگر کوئی چیز گھر کے کام کو مول لے پھر نیت تجارت کی کرلے تو تجارت کی نہوگی چنانچہ آگے آتا ہے یا نیت تجارت دلالۃً ہو اسطرح کہ مول لے

کوئی چیز معین اسباب تجارت کے بدلے پاکرایہ دے اپنا مکان تجارت کا عوض کسی اسباب کے تو ہو جائیگا پیا اسباب تجارت کے لیے بدون نیت کے صحیح ہے واستثنوا من اشتراط النیۃ ما یشتریہ المضارب فانہ یکون للتجارۃ مطلقا لانہ لا یملک بالمال غیرہا اور مستثنا کیا ہے علما نے نیت کے شرط ہونے سے اس مال کو کہ مضارب خرید کرے اسلیے کہ وہ ہر صورت میں تجارت کے لیے ہی خواہ مضارب نیت کرے یا کرے اسلیے کہ مضارب مال مضاربت سے تجارت کے لیے خریدنے کے سوا اختیار نہیں رکھتا نہر الفائق میں کہا کہ اگر مضارب کی مول لی ہوئی چیز کو دلالت نیت میں شامل رکھیں تو استثنا کی حاجت نہیں کذا فی الطحاوی ولا تصح نیۃ التجارۃ فیما خرج من ارضہ العشریۃ او الخراجیۃ او المستاجرۃ او المستعارۃ لئلا یجتمع الحقان اور درست نہیں نیت تجارت کی اس پیداوار میں جو پیدا ہوا اسکی زمین عشری میں یا خراجی یا اجارہ لی ہوئی یا مانگی ہوئی میں تاکہ نہ جمع ہوں دو حق ہم پہ علت ہی چاروں صورتوں کی اگر کرایہ اور عاریت کی صورت میں اسوقت نیت درست نہوگی کہ زمین عشری ہو کیونکہ کرایہ اور عاریت کی زمین کی دہ کی وہ کرایہ دار اور مانگنے والے کے ہوتی ہی اسلیے اگر پیداوار میں زکوٰۃ بھی لازم ہو تو دو حق جمع ہو جائینگے ہاں اگر زمین مذکور خراجی ہو تو خراج مالک زمین پر ہوگا اب اگر کرایہ دار اور مانگنے والا نیت تجارت پیداوار میں کریگی تو درست ہوگی کیونکہ اس صورت میں دو حق جمع نہونگے خراج اور عشر ایک پر ہوگا اور زکوٰۃ دوسرے پر کذا فی الطحاوی وشرط صحۃ ادائہا نیۃ مقارنۃ لہ ای للاداء ولو کانت المقارنۃ حکما کما لو دفع بلا نیۃ ثم نوی والمال قائم بید الفقیر او نوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلا نیۃ او دفعہا لذمی لیدفعہا للفقراء جاز لان المعتبر نیۃ الآمر ولذا لو قال ہذا تطوع او عن کفارتی ثم نواہ عن الزکوٰۃ قبل دفع الوکیل صح اور صحت ادا ے زکوٰۃ کی شرط وہ نیت ہی جو ادا کے ساتھ متصل ہو اگرچہ متصل ہونا حکما ہو مثلا زکوٰۃ فقیر کو یا دی پھر نیت کی اسوقت کہ مال فقیر کے پاس سلامت ہی یا ایک شخص کو ادا ے زکوٰۃ کا وکیل کیا اور وکیل مذکور کے روپیہ دینے کے وقت نیت ادا ے زکوٰۃ کی کرلی پھر وکیل نے بلا نیت مستحقون کو حوالہ کیا یا زکوٰۃ کسی ذمی کو دی اس غرض سے کہ وہ فقیروں کو دیدے تو درست ہی اسلیے کہ معتبر نیت ادا کرنے والے کی ہی اور اسی وجہ سے اگر وکیل سے کہا کہ یہ صدقہ نفل ہی یا میرے کفارہ کی عوض ہی پھر پیشتر اس سے کہ وکیل وہ مال مستحق کو دے نیت کرلی کہ زکوٰۃ کی طرف سے ہی تو درست ہی ہم کہتے اگرچہ وکیل دینے کے وقت نیت صدقہ نفل یا کفارہ موکل کی کرے اگرچہ موکل اسکے دینے سے پیشتر نیت کریگا وہی معتبر ہوگی اور ذمی کے دینے کی مثال اسلیے لکھی تاکہ معلوم ہو کہ عبادات مالی میں کافر کی نیابت جائز ہی بخلاف حج کے کہ وہ مرکب ہی عبادت بدنی اور مالی سے اسمین کافر کو وکیل کرنا درست نہیں کذا فی الشامی ولو خلط زکوٰۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء اور اگر وکیل نے اپنے موکلوں کی زکوٰتیں باہم خلط کردین تو وکیل ضمان دیگا اور مال مخلوط اگر فقیروں کو دے ڈالیگا تو اپنی طرف سے احسان کرنے والا ہوگا موکلوں کی طرف سے زکوٰۃ ادا نہوگی مگر اس صورت میں کہ وکیل مذکور کو فقیروں نے مال زکوٰۃ لینے کا اپنی طرف سے وکیل کیا ہو ہم کہتے اور اسی صورت میں ہی کہ مالکوں نے اذن خلط کا دیا ہو اور اگر اذن دیا ہو صراحۃً یا دلالۃً اذن ہو اسطرح کہ مالکوں کو علم خلط کا ہو اور وکیل سے تعرض نکیا تو اس صورت میں خلط جائز ہی کذا فی الطحطاوی وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لا لنفسہ الا اذا قال ربہا ضعہا حیث شئت اور وکیل کو جائز ہی کہ زکوٰۃ دیوے اپنے لڑکے محتاج اور اپنی زوجہ محتاج کو نہیں جائز ہی رکھ لینا خود اپنے لیے مگر جس صورت میں کہ مالک نے کہدیا ہو کہ صرف کرنا زکوٰۃ کو جس موقع پر تو چاہے تو اس صورت میں اگر وکیل مصرف زکوٰۃ ہو اور اپنے لیے رکھ لے تو جائز ہی ورنہ جائز نہیں کذا فی الحلبی ولو تصدق بدراہم نفسہ اجزا ان کان علی نیۃ الرجوع وکانت دراہم الموکل قائمۃ اور اگر وکیل نے خود اپنے روپئے زکوٰۃ میں دیدیے تو کافی ہو بشرطیکہ وکیل کی نیت ہو کہ موکل کے روپیوں میں سے انکو لے لونگا اور موکل کے روپیہ بھی اسکے پاس موجود ہوں تو اگر موکل کے روپیہ اسکے پاس اٹھ گئے ہوں یا اسنے نیت اپنے روپیوں کا عوض لینے کی نہ کی ہو تو موکل کی طرف سے یہ دینا کافی نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وسے

او مقارنة لعزل ما وجب كلا او بعضه ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء یا نیت ادائے زکوۃ متصل ہو زکوۃ واجب کے علحدہ کرنے
سے خواہ کل واجب کے علحدہ کرنے سے متصل ہو یا بعض کے اور مالدار بری الذمہ نہوگا زکوۃ کو علحدہ کر دینے سے بلکہ فقیرون کو دینے کی وجہ سے
ذمہ پاک ہوگا اس لیے اگر زکوۃ کا مال جو علحدہ کیا تھا ضائع ہو جائیگا تو زکوۃ ساقط نہوگی او تصدق بکله الا اذا نوی نذرا او واجبا آخر فیصح ویضمن
الزکوۃ یا ادائے زکوۃ کی صحت کے لیے شرط ہے کل مال کا خیرات کر دینا مگر جس صورت مین کہ اس خیرات سے نیت کرے کسی نذر کی یا کسی دوسرے
واجب کی تو یہ خیرات اسکی نیت کے موافق درست ہو جائیگی اور زکوۃ کا ضمان دے علامہ طحطاوی نے کہا کہ تصدق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مال کو
بعد زکوۃ واجب ہونے کے کسی غنی کو ہبہ کر دیگا تب بھی زکوۃ ساقط نہوگی جیسے نذر مین اتنا ڈالنے سے ساقط نہین ہوتی ولو تصدق ببعضه لا تسقط
حصته عند الثانی خلافا للثالث اور اگر بعض مال صدقہ کر دیا تو اس صدقہ کیے ہوئے کی زکوۃ ساقط نہوگی امام ابو یوسف رح کے نزدیک بخلاف امام محمد رح
کے کہ انکے نزدیک ساقط ہو جائیگی اور امام ابو حنیفہ اس مسئلہ مین امام محمد رح کے ساتھ ہین تو یہی راجح معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی واطلقه فیعم العین والدین
حتے لو ابرا الفقیر عن النصاب صح وسقط عنه اور ماتن نے تصدق کو مطلق رکھا تو وہ عام ہے موجود چیز اور دوسرے کے ذمہ دین کو یہانتک کہ اگر فقیر کو بری
کر دیا نصاب سے تو صحیح ہوگا ابرا اور زکوۃ اسکے ذمہ سے ساقط ہوگی ہم ہنے مثلاً زید کا قرض عمرو کے بقدر نصاب ہے اور عمرو مفلس ہے زید نے کہدیا کہ مین نے
تجکو قرض معاف کیا تو یہ معاف کرنا بھی صحیح ہے اور زید کے ذمہ سے زکوۃ بھی اس نصاب کی ساقط ہو گئی واعلم ان اداء الدین عن الدین والعین عن
العین وعن الدین یجوز واداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لا یجوز اور جاننا چاہیے کہ ادا کرنا دین کا بعوض دین کے اور ادا کرنا موجود چیز کا بدلہ
موجود کے اور بدلہ دین کے درست ہے اور ادا کرنا دین کا بدلے موجود چیز کے اور بدلے اس دین کے جو عنقریب قبضے مین آویگا درست نہین ہم مراد دین سے
وہ مال زکوۃ ہے جو دوسرے کے ذمہ ہو اور عین سے یہ مراد ہے کہ اسکی ملک مین قائم ہو نقد ہو یا اسباب تو اس مسئلہ کی چار صورتین ہین اسلیے کہ زکوۃ دو حال
سے خالی نہین یا دین ہوگی یا عین اور جس مال کی زکوۃ دینی منظور ہے وہ بھی یا دین ہوگا یا عین لیکن چونکہ مال دو طرح کا ہوسکتا ہے ایک وہ کہ قبضے مین
نہ آوے ساقط ہو جاوے اور ایک وہ کہ بعد زکوۃ اسکے قبضہ کرنے کا استحقاق رہے تو اب پانچ صورتین ہوگئین جنمین سے تین مین ادا درست ہے اور دو مین
ناجائز پہلی صورت زکوۃ دین کا ادا کرنا اس مال دین سے کہ ساقط ہو جاوے جسکی مثال اوپر گذری یعنی مدیون مفلس کو نصاب بالکل معاف کر دینا دوسرے
ادا کرنا زکوۃ عین کا مال موجود سے مثلاً نقد یا اسباب بقدر نصاب ہے اس مین سے مقدار واجب کو دیڈالا تو ادا درست ہے سوم ادائے زکوۃ عین مال دین
کے عوض مثلاً ایک شخص دو سو روپیہ کا مالک ہے مگر کسی کو قرض دے رکھے ہین تو انکی زکوۃ مین پانچ روپیہ اپنے پاس سے دیدیے تو یہ ادا درست ہوا اور
جن صورتون مین ناجائز ہے انمین سے اول یہ ہے کہ مال موجود کی زکوۃ مین دین کو دینا مثلاً ایک شخص کے پاس ۸۰۰ روپیہ موجود ہین انکی زکوۃ بیس روپیہ
ہوے اور اسکے ۲۰ روپیے کسی مفلس پر آتے ہین تو انکو ان بیسون کو اس مال موجود کی زکوۃ مین مجرا دینا جائز نہین دوسری صورت یہ ہے کہ ادا
کرے دین کو اس مال دین کے عوض جو عنقریب بقبضہ ہوگا مثلاً حامد کے ڈیڑھ سو روپیہ محمود کے ذمہ قرض ہین حامد نے اسکو ۵۰ روپیہ
معاف کر دیے تو ان ۵۰ کی زکوۃ بھی اسکے ذمہ سے ساقط ہوئی لیکن اگر یہ نیت کریگا کہ سو جو باقی رہے انکی زکوۃ بھی انہین پچاس
مین آجاوے تو یہ درست نہوگا کیونکہ عنقریب سو اسکے قبضہ مین آئینگے تو عین ہو جائینگے اور عین کی زکوۃ دین سے درست نہین کذا فی
الشامی بتصرف وحیلة الجواز ان یعطی مدیونه الفقیر زکوته ثم یاخذها عن دینه ولو امتنع المدیون مد یده واخذها لکونه ظفر بجنس حقه فان
مانعه رفعه للقاضی اور جواز کا حیلہ یعنی مال موجود کی زکوۃ کو دین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے قرضدار محتاج کو اپنی زکوۃ حوالہ کرے
پھر اس زکوۃ کو عوض اپنے قرض کے اس سے لے لے اور اگر وہ نہ دیوے تو ہاتھ بڑھا کر چھین لے کیونکہ اسکو اسکے حق کی جنس مل گئی

اور قرضخواہ جب قرضدار کی کوئی چیز اپنے حق کی جنس سے پاتا ہے تو زبردستی لے سکتا ہے پھر اگر محتاج مزاحمت کرے تو اسکو قاضی کے پاس لیجاوے
کہ وہ اس سے دلوا دیگا تو اس صورت میں قرض بھی اُسقدر وصول ہوجائیگا اور مال کی زکوۃ بھی ادا ہوجائیگی وحیلۃ التکفین بہا التصدق علی فقیر ثم
ہو یکفن فیکون الثواب لہما وکذا فی تعمیر المسجد وتمامہ فی حیل الاشباہ اور حیلہ زکوۃ سے کفن دینے کا یہ ہے کہ زکوۃ کو کسی محتاج کی ملک کردے پھر وہ
محتاج اُس سے مردہ کو کفن دے تو اس صورت میں ثواب دونوں کو ہوگا اور ایسا ہی حیلہ ہے زکوۃ کو مسجد کی تعمیر میں لگانے کا یعنی کسیکو دیدے کہ وہ مسجد
میں صرف کرے اور اسکا پورا بیان اشباہ کے حیلوں میں ہے [illegible] زکوۃ کے دینے کا بشرطیکہ درمیانی شخص اپنی
دیانت رکھے وافتراضہا عمری ای علی التراخی وصححہ الباقانی وغیرہ وقیل فوری ای واجب علی الفور وعلیہ الفتوی کما فی شرح الوہبانیۃ اور فرض
ہونا زکوۃ کا عمری ہے یعنی اگر عمر بھر میں کبھی ادا کریگا تو گنہگار نہ ہوگا اور اسی کو صحیح کہا ہے باقانی وغیرہ نے اور ایک قول یہ ہے کہ اسکا فرض ہونا فوری ہے
یعنی اسی وقت ادا کرنا واجب ہے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے فیاثم بتاخیرہا بلا عذر وترد شہادتہ لان الامر بالصرف الی الفقیر
معہ قرینۃ الفور وہی انہ لدفع حاجتہ وہی معجلۃ فمتی لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام وتمامہ فی الفتح پس گناہگار
ہوگا اور سے زکوۃ میں بدون عذر تاخیر کرنے سے اور اسکی گواہی مقبول نہ ہوگی یعنی فاسق ہوجائیگا اسلیے کہ زکوۃ کو فقیر پر صرف کرنے کے
امر کے ساتھ علی الفور ہونے کا قرینہ موجود ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ امر فقیر کے دینے کا اُسکی حاجت کے دور کرنے کو ہے اور اُسکی حاجت سردست موجود ہے تو اگر
زکوۃ علی الفور واجب نہو تو زکوۃ کے واجب کرنے سے مقصود کامل طور پر حاصل نہوگا اور اسکا پورا بیان فتح القدیر میں ہے ولا یبقی للتجارۃ ما ای عبد مثلا
اشتراہ لہا فنوی بعد ذلک خدمتہ ثم ما نواہ للخدمۃ لا یصیر للتجارۃ وان نواہ لہا ما لم یبعہ بجنس ما فیہ الزکوۃ والفرق ان التجارۃ عمل فلا تتم
بمجرد النیۃ بخلاف الاول فانہ ترک العمل فیتم بہا اور نہیں باقی رہتا تجارت کے لیے وہ مال یعنی مثلا غلام کہ اُسکو مول لیا ہو تجارت کے لیے اور بعد اسکے
نیت کرلی اس سے خدمت لینے کی تو پھر وہ بنیت خدمت کے تجارت کا نرہیگا پھر جس مال کو استعمال کے لیے نیت کی وہ تجارت کا نہوگا اگرچہ مالک اسکو
تجارت کے لیے نیت کرے جبتک کہ اسکو ایسے مال کے عوض نہ بیچڈالے جسمیں زکوۃ ہوتی ہے یعنی مثلا غلام خدمت کی نیت سے مول لیکر تجارت کی نیت کی تو
نیت سے تجارت کا نہوگا جبتک اُسکے عوض ایسا مال نہ لے جسمیں زکوۃ ہے اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ تجارت ایک عمل ہے تو صرف نیت سے پورا
عمل نہوگا بخلاف اول صورت یعنی خدمت کے کہ وہ ترک عمل ہے اور ترک عمل نیت سے بھی کامل ہوجاتا ہے جنس ما فیہ الزکوۃ کی قید سے یہ صورت نکل گئی
کہ مثلا غلام مذکور کو بعد نیت تجارت اپنی زوجہ کے مہر میں دیدیا یا قصاص کی صلح میں دیدیا یا عورت نے خلع کے عوض میں حوالہ کیا تو ان صورتوں میں
اُسپر زکوۃ نہ آویگی اور ترک عمل میں صرف نیت کافی ہے مثلا مقیم اور روزہ دار اور کافر میں صرف نیت کافی ہے کیونکہ اقامت ترک سفر کا نام ہے اور روزہ
ترک افطار کا اور کفر ترک اسلام کا اور اسکے مقابل میں صرف نیت کافی نہیں مثلا صرف نیت سے مسافر نہوگا اور نہ افطار کرنیوالا اور نہ مسلمان کذا فی الشامی
وما اشتراہ لہا ای للتجارۃ کان لہا لمقارنۃ النیۃ لعقد التجارۃ لا ما ورثہ ونواہ لہا لعدم العقد الا اذا تصرف فیہ ای ناویا فتجب الزکوۃ لاقتران النیۃ
بالعمل الا الذہب والفضۃ والسائمۃ لما فی الخانیۃ لو ورث سائمۃ لزمہ زکوتہا بعد حول نواہ اولا اور جو مال کہ تجارت کیواسطے مول لیا وہ تجارت ہی
کا ہوگا بسبب متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے نہیں ہوگا تجارت کا وہ مال کہ اُسکا وارث ہوا اور نیت کی تجارت کی بسبب نہونے عقد کے یعنی میراث
کے ملنے میں کوئی عقد معاوضہ نہیں کہ اُسکے باعث سے نیت کا اعتبار ہو مگر جب مال وراثت میں تصرف کرے بہ نیت تجارت یعنی بیع کے وقت مثلا
نیت کرلے کہ جسکا عوض تجارت کے لیے ہو تو اب زکوۃ واجب ہوگی بدل پر بعد گذرنے برس کے بسبب متصل ہونے نیت کے عمل سے مگر سونا اور چاندی
اور چرائی کا جانور اگر میراث میں ملے تو انپر زکوۃ لازم ہے اسلیے کہ خانیہ میں ہے کہ اگر سائمہ کا وارث ہوا تو اُسکی زکوۃ اُسپر لازم ہے برس گذرنے کے بعد نیت کی ہو

کی کرے یا نکرے ہم چاندی سونا چونکہ اصل خلقت کے لحاظ سے تجارت کے لیے متعین ہیں اسلیے میراث میں پانے سے انپر زکوۃ ہوگی خواہ تجارت
کی نیت کرے یا نہیں اور سائمہ میں چونکہ پہلے سے صفت سوم موجود تھی اسلیے اب وارث کی نیت کی حاجت نہیں غرضکہ برس گذرنے کے بعد ان تینوں
پر زکوۃ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وما ملکہ بصنعہ کہبۃ او وصیۃ او نکاح او خلع او صلح عن قود قید بالقود لان العبد للتجارۃ اذا قتلہ عبد خطاء
ودفع بہ کان المدفوع للتجارۃ خانیہ وکذا کل ما قوبض بمال التجارۃ فانہ یکون لہا بلا نیۃ کما مر ولو نواہا کان لہا عند الثانی والاصح انہ لا یکون
لہا بحر عن البدائع اور جس چیز کا مالک اپنے فعل سے ہو جیسے جو مال کہ قبول کرنے پر اسکا مالک ہونا موقوف ہو مال کا بدلہ مال سے نہو جیسے ہبہ میں یا
وصیت میں یا مہر نکاح میں یا خلع کے عوض میں یا صلح کے عوض قصاص میں اور اس مال میں نیت تجارت کی کرے تو یہ مال امام ابو یوسف کے
نزدیک تجارت کا ہو جائیگا اور صحیح تر یہ ہے کہ تجارت کے لیے نہوگا کیونکہ تجارت مال کا حاصل ہونا ہے مال کے عوض اور ان معاملات میں مال بدون مال کے
ہاتھ لگتا ہے تو تجارت کے لیے نہوگا کذا فی البحر عن البدائع شارح نے کہا کہ ماتن نے صلح میں قود کی قید اسلیے لگائی کہ تجارت کے غلام کو اگر کوئی غلام
براہ خطا مار ڈالے اور مقتول کے عوض غلام قاتل مقتول کے مالک کو حوالہ کیا جاوے تو یہ غلام تجارت کا ہوگا بدون نیت مالک کے کذا فی الخانیہ اور
اسیطرح جو چیز مال تجارت کی عوض قبضے میں آوے تو وہ بھی تجارت کے لیے ہوگی بدون نیت کے چنانچہ اوپر گذرا کہ مال تجارت کے عوض دوسری چیز لینے میں
نیت تجارت دلالۃ موجود ہے تو نیت جدید کی حاجت نہیں وفی اوائل الاشباہ ولو قارنت النیۃ ما لیس بدل مال بمال لا تصح علی الصحیح اور شرح
اشباہ میں ہے کہ جب نیت متصل ہو اس چیز سے کہ مال کا مبادلہ مال سے نہیں تو یہ نیت درست نہوگی مذہب صحیح کے بموجب ہم اس قول کو شارح نے صحیح قول
کی تائید کے لیے بیان کیا لا زکوۃ فی اللآلی والجواہر وان ساوت الفا اتفاقا الا ان تکون للتجارۃ نہیں ہے زکوۃ موتیوں اور جواہر میں اگرچہ
ہزار کی قیمت کے ہوں بالاتفاق مگر اس صورت میں کہ موتی اور جواہر تجارت کے لیے ہوں تو انپر زکوۃ ہوگی ہم جواہر سے مراد یاقوت وزمرد وغیرہ ہیں اور
انپر زکوۃ نہونے کی وجہ یہ ہے کہ اصل پیدائش میں یہ چیزیں ثمن نہیں کذا فی الطحطاوی والاصل ان ما عدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ بشرط
عدم المانع المودی الی الثنی وشرط مقارنتہا لعقد التجارۃ وہو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض اور قاعدہ کلیہ زکوۃ کے ہونے
کا یہ ہے کہ جو مال سوائے چاندی اور سونے اور چرائی کے جانوروں کے ہو تو انپر زکوۃ جبھی ہوگی جب تجارت کی نیت ہو بشرطیکہ نہونا مانع کے جس سے
دوبارہ زکوۃ کی نوبت پہنچے اور بشرط متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے اور عقد تجارت حاصل کرنا مال کا ہے عوض مال کے بذریعہ خرید کے عقد
کے یا اجارہ کے یا قرض لینے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ ثنی بکسر مثلثہ و نون مقصورہ کے معنی ایک برس میں دوبارہ صدقہ لینے کو کہتے ہیں تو اگر زمین
عشری کو بہ نیت تجارت مول لے تو اسمیں زکوۃ نہوگی کہ عشر اور زکوۃ دونوں جمع ہو جاینگی فلو نوی التجارۃ بعد العقد او اشتری شیئا للقنیۃ
ناویا انہ ان وجد ربحا باعہ لا زکوۃ علیہ کما لو نوی التجارۃ فیما خرج من ارضہ کما مر ہیں اگر نیت کی تجارت کی بعد عقد کے یا مول لی کوئی چیز گھر میں رکھنے
کو اس نیت سے کہ اگر نفع ملیگا تو بیچ ڈالینگے تو اسپر زکوۃ نہیں بوجہ نہ متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے جیسے اگر نیت کی اس پیداوار میں جو پیدا ہو
اسکی زمین عشری یا خراجی میں تو اسپر بھی زکوۃ نہوگی کیونکہ یہاں مانع موجود ہے یعنی عشر اور خراج مانع زکوۃ ہیں وکما لو شری ارضا خراجیۃ ناویا التجارۃ
او عشریۃ وزرعہا او بذرا للتجارۃ فزرعہ لا یکون للتجارۃ لقیام المانع اور جیسا کہ اگر خرید کرے کوئی زمین خراجی بہ نیت تجارت کے خواہ اسکو بووے یا نہیں
یا زمین عشری مول لے اور اسکو بووے یا بیج مول لیا تجارت کے لیے پھر اسکو بو دیا تو ان صورتوں میں پیداوار تجارت کے لیے نہوگا بسبب موجود ہونے
مانع کے ہم یعنی اول صورت میں خراج اسکے ذمے ہے بسبب مالک ہونے کے خواہ بووے یا نہیں اور دوسری صورت میں عشر لیا جاوے اسلیے ہے تو اگر زمین عشری
کو بہ نیت تجارت لیکر نہ بوئیگا تو اسکی زکوۃ واجب ہوگی اور عشر نہ دینا پڑیگا بسبب نہونے پیداوار کے اور تیسری صورت میں اسوقت مال تجارت کا نہوگا

کہ بیچ کر زمین خراجی یا عشری مین بو دے اور اگر اپنی زمین مملوک مین بو دیگا تو زکوٰة واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی

باب السائمة

یہ باب چرنے والے جانورون کی زکوٰة کے بیان مین ہی الراعیة وشرعا المکتفیة بالرعی المباح ذکرہ الشمنی فی اکثر العام لقصد الدر والنسل ذکرہ الزیلعی وزاد فی المحیط والزیادة والسمن لیعم الذکور فقط لکن فی البدائع لو اسامہا للحم فلا زکوٰة فیہا کما لو اسامہا للحمل والرکوب ولو للتجارة ففیہا زکوٰة التجارة ولعلہم ترکوا ذلک لتصریحہم بالحکمین سائمہ لغت مین چرنے والے جانور کو کہتے ہین اور شرعا جو اکتفا کرے مباح چرائی پر یعنی جس جانور کا کچھ دینا نپڑتا ہو اس قید کو شمنی نے ذکر کیا ہی اکتفا کرے اکثر سال مین واسطے قصد دودھ کے اور نسل یعنی بچے لینے کے ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے اور محیط مین اتنا اور زیادہ کیا ہی اور زیادتی اور موٹاپے کے لیے تاکہ شامل ہو صرف نرون کو بھی لیکن بدائع مین ہی کہ اگر چرایا سوائم کو گوشت کے لیے تو انمین زکوٰة نہین جیسا کہ اگر چرایا لادنے یا سواری کے لیے اور اگر تجارت کے لیے چرایا تو انمین زکوٰة تجارت کی ہی اور شاید کہ ترک کیا علما نے اس قید کا اس لیے نہین ذکر کیا کہ دونون حکمون کی تصریح کر چکے ہین ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ جس مال کی نیت تجارت کی ہو اوسمین زکوٰة ہی اور مال کا لفظ حیوانات کو بھی شامل ہی اور سوائم جو حمل اور رکوب کے لیے ہون انمین زکوٰة نہین ہی قال الشامی فلو علفہا النصف لا تکون سائمة فلا زکوٰة فیہا للشک فی الموجب پس اگر گھاس کھلایا جانورون کو آدھے برس یعنی گھر پر باندھکر تو سائمہ نہوگی اور اسلیے زکوٰة بھی انمین نہوگی کیونکہ موجب زکوٰة یعنی سوم مشکوک ہی ہم نے چرنے جانورون مین زکوٰة بشرط سوم ہوتی ہی تو جب نصف برس اپنی گرہ سے گھاس کھلایا تو سوم مین شک پڑ گیا و حال حول زکوٰة التجارة یجعلہا للسوم لان زکوٰة السوائم وزکوٰة التجارة مختلفان قدرا وسببا فلا یبنی حول احدہما علی الآخر اور زکوٰة تجارت کا برس باطل ہو جاتا ہی انکے سائمہ کرنے سے کیونکہ زکوٰة سوائم کی اور زکوٰة تجارت کی مختلف ہین مقدار مین اور سبب مین تو ایک کا برس دوسرے کے برس پر بنی نہین ہو سکتا ہم اس مسئلہ کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس تجارت کے مواشی ہین چند روز بعد اسنے انکو دودھ اور نسل کے لیے چرنے چھوڑ دیا تو اب سال زکوٰة چرائی کے دن سے شروع ہوگا پہلے دن سال مین محسوب نہونگے کیونکہ زکوٰة تجارت کی مقدار چالیسوان حصہ ہی اور سوائم کی زکوٰة جانور دینا پڑتا ہی اور دونون زکوٰتون کا سبب بھی مختلف ہی کہ تجارت مین نصاب مالی کا مالک ہونا سبب ہی اور سوائم مین عدد معین کا مالک ہونا کذا فی الطحطاوی فلو اشتری لہا ای للتجارة ثم جعلہا سائمة اعتبر اول الحول من وقت الجعل للسوم کما لو باعہا السائمة فی وسط الحول او قبلہ بیوم بجنسہا او بغیر جنسہا او بنقد ولا نقد عندہ او بعروض ونوی بہا التجارة فانہ یستقبل حولا آخر جوہرہ وفیہا لیس فی سوائم الوقف والخیل المسبلة زکوٰة لعدم المالک ولا فی المواشی العمی ولا مقطوعة القوائم لانہا لیست بسائمة یعنی اگر خریدا مواشی کو تجارت کے لیے پھر چھوڑ دیا چرائی پر تو معتبر ہوگا اول سال جسوقت سے چرائی پر کیا ایسا ہی اگر بیچ دیا سوائم کو برس کے اندر یا برس پورا ہونے سے ایک دن پہلے بدلے انکی جنس کے یا غیر جنس کے یا بدلے نقد کے اور نقد اسکے پاس موجود نہین یا بیچا بدلے اسباب کے اور نیت کرلی اسباب مین تجارت کی تو ان سب صورتون مین نئے سرے سے برس شروع ہوگا کذا فی الجوہرہ اور اسمین یہ بھی ہی کہ وقف مواشی مین زکوٰة نہین اور نہ گھوڑون مین جو فی سبیل اللہ کیے گئے بسبب نہونے مالک کے اور نہ اندھے مواشی مین اور نہ پاؤن کٹون مین کیونکہ وہ سائمہ نہین ہم نے نقد پاس نہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اسکے پاس نقد نصاب ہوگی تو قیمت سوائم کی اسکے ساتھ ملاکر زکوٰة دینی ہوگی نقد حال کے لیے نیا برس مقرر نہ کیا جائیگا اور بہتر یہ تھا کہ شارح لا نصاب عندہ کہتا کہ شامل ہوتا ہر طرح کے مال والے یعنی جنسی اور غیر جنسی کو اور گھوڑون پر صاحبین کے نزدیک بالکل زکوٰة نہین اور ظہیریہ مین لکھا ہی کہ اندھے مواشی مین دو روایتین ہین اور

صاحبین کے نزدیک واجب ہی اور بحر الرائق مین بھی واجب لکھا ہی قالہ الشامی

باب

یہ باب ہی اونٹون کی زکوۃ کے بیان مین طحطاوی نے کہا کہ لفظ باب تنوین کے ساتھ ہی اور اسکی خبر محذوف ہی نصاب الابل بکسر الباء لکن
وسکونہا واحد لہا من لفظہا والنسبۃ الیہا ابلی بفتح الباء ہوا اونٹ بول علی انفراد نصاب اونٹون کے پانچ ہین شارح نے کہا
ابل جب کا کسرہ کے ساتھ ہی اور کبھی ساکن بھی کیجاتی ہی اور اسم جمع ہی اسکا واحد اسکے لفظ سے نہین آتا اور یا نسبت لگانے سے
ب کو فتح ہوجاتا ہی اور اونٹ کو ابل اسلیے کہتے ہین کہ باقی رہتا ہی اور ابل مین اشتقاق کبیر ہی اور وہ یہ ہی کہ اکثر حروف
مین اشتراک ہو اور بعضون مین مناسبت طحطاوی نے کہا کہ نصاب الابل مبتدا ہی اور خمس اسکی خبر خمس فیہا ای فی کل خمس منہا الی خمس
وعشرین بخت جمع بختی وہو ما لہ سنامان منسوب الی بخت نصر لانہ اول من جمع بین العربی والعجمی ولو عرابا او مختلطا شاۃ
یعنی نصاب اونٹون کے پانچ ہین پس لیجاوے ہر ایک پانچ پانچ سے پچیس تک ایک بکری خواہ اونٹ بختی ہون یا عربی شارح نے
کہا کہ بخت جمع بختی کی ہی اور بختی دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہین منسوب ہی بخت نصر کی طرف اسلیے کہ اول اسنے عربی اور عجمی اونٹون کو جمع
کرکے نسل حاصل کی تھی اسلیے وہ بختی نسل کہلائی اور اسمین ہر دو نصاب کے عفو ہوئے یعنی پانچ پر ایک بکری ہی چھ سات پر بھی
وہی ایک بکری ہی نو تک اور دس پر دو بکریان تو پانچ سے زیادہ اور دس سے کم پر کچھ زکوۃ نہین وہ معاف ہین وفیہا ای الخمس وعشرین
بنت مخاض وہی التی طعنت فی السنۃ الثانیۃ وسمیت بہ لان امہا غالبا تکون مخاضا ای حاملا باخری اور پچیس اونٹون
مین بنت مخاض ہی اور بنت مخاض وہ شتر مادہ ہی جسکو دوسرا برس لگا ہو یہ اسکا نام اسلیے ہوا کہ مخاض کے معنی حاملہ کے ہین اور وہ دو برس کی
اسکی مان اکثر حاملہ ہوتی ہی دوسرے بچے کی وفی ست وثلثین الی خمس واربعین بنت لبون وہی التی طعنت فی الثالثۃ لان امہا
تکون ذات لبن لاخری غالبا اور چھتیس اونٹون مین پینتالیس تک بنت لبون ہی اور بنت لبون وہ اونٹنی ہی جسکو تیسرا برس لگا ہو اور اسکے
لفظی معنی ہین دودھ والی کا بچہ اسلیے کہ اسکی مان اکثر دوسرے بچہ کی دودھ والی ہوتی ہی وفی ست واربعین الی ستین حقۃ بالکسر
وہی التی طعنت فی الرابعۃ وحق رکوبہا اور چھیالیس مین ساٹھ تک حقہ ہی جسکے معنی سزاوار کے ہین اور حقہ وہ اونٹنی ہی جسکو چوتھا برس شروع
ہوا ہو اور لائق ہوئی ہو سواری کے وفی احدی وستین الی خمس وسبعین جذعۃ بفتح الذال المعجمۃ وہی التی طعنت فی الخامسۃ
لانہا تجذع ای تقلع اسنان اللبن اور اکسٹھ سے پچہتر تک جذعہ ہی ذال معجمہ کی فتح سے یعنی وہ اونٹنی ہی جو پانچوین برس مین لگی ہو اور اسکے لفظی معنی
ہین توڑنیوالی تو جذعہ اسلیے نام ہوا کہ دودھ کے دانت اس عمر مین توڑتی ہی وفی ست وسبعین الی تسعین بنتا لبون وفی احدی وتسعین
حقتان الی مائۃ وعشرین کذا کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی ابی بکر رضی اللہ عنہ اور چہتر مین نوے تک دو بنت لبون اور اکانوے مین دو
حقہ ایک سو بیس تک یہی ہی مکاتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسی طرح کتب مین ثابت ہی اور بعض نسخون میں
الی ابی بکر ہی یعنی کتابت رسول اللہ کی جو پہونچی طرف ابی بکر کے کیونکہ زکوۃ کا نامہ حضرت نے قریب وفات کے لکھوایا تھا اور جاری ہونے کی
نوبت نہ آئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا اس نامے کے موافق حضرت ابوبکر نے تعمیل کی اور شارح نے اس جملے کو یہان درج
کیا آخر کلام مین نہین لکھا اسواسطے کہ بعد اسکے روایات مین کچھ اختلاف ہی اور ایکسو بیس تک اتفاق ہی مگر وہ جو حضرت مرتضی علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہی
کہ پچیس پہ پانچ بکریان بھی جائز ہین کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضۃ عندنا فیؤخذ فی کل خمس شاۃ مع الحقتین ثم فی کل مائۃ

وخمس واربعین بنت مخاض وحقتان ثم فی کل مائۃ وخمسین ثلث حقاق پھر از سر نو زکوٰۃ حساب کیجاوے ہمارے نزدیک کہ لیا جاوے ہر پانچ
پر ایک بکری مع دونوں حقوں کے پھر ایک سو پینتالیس میں بنت مخاض اور دو حقے پھر ایک سو پچاس میں تین حقے امام شافعی اور احمد رح کے نزدیک
جب ایک سو بیس پر ایک زیادہ ہو تو ہر تیس میں بنت لبون ایک سو تیس تک اور ایک سو تیس میں ایک حقہ اور دو بنت لبون پھر ہر چالیس میں بنت
لبون اور ہر پچاس میں حقہ اور امام مالک سے دو قول منقول ہیں ایک ہمارے مذہب کے موافق اور دوسرا امام شافعی رح کے موافق کذا فی الشامی
ثم تستانف الفریضۃ بعد المائۃ والخمسین فتجب فی کل خمس شاۃ مع ثلث حقاق ثم فی کل خمس وعشرین بنت مخاض مع الحقاق ثم فی ست
وثلثین بنت لبون فمتی بلغت مائۃ وستۃ وتسعین ففیہا اربع حقاق الی مائتین پھر استیناف کیا جاوے زکوٰۃ مقررہ بعد ڈیڑھ سو کے پس
ہر پانچ میں ایک بکری مع تین حقوں کے پھر پچیس میں بنت مخاض مع تین حقوں کے پھر چھتیس میں بنت لبون مع حقوں مذکورہ کے پھر ایک سو
چھیانوے میں چار حقے دو سو تک تمام ہاتھ ہے کہ قول ثم فی کل خمس وعشرین سے لفظ کل حذف کرنا چاہیے کیونکہ خلاف مقصود ہے کیونکہ لفظ کل استیعاب کا
مقتضی ہے کہ اگر یہ عدد مکرر ہو دو بار یا تین بار تو بھی وہ واجب الادا ہو حالانکہ یہ مراد نہیں ہے اور ایسے ہی قول ثم فی کل مائۃ وخمس واربعین ہے اور ان مواقع
میں بجائے ثم کے واو مناسب ہے کیونکہ استیناف نہیں ہے بلکہ تتمہ پہلے استیناف کا ہے کذا فی الشامی اسلیے مترجم نے لفظ کل کا ترجمہ دونوں جگہ نہیں کیا
ثم تستانف الفریضۃ بعد المائتین ابدا کما تستانف فی الخمسین التی بعد المائۃ والخمسین حتی تجب فی کل خمسین حقۃ پھر از سر نو زکوٰۃ
کا حساب شروع کیا جاوے دو سو کے بعد ہمیشہ اسطرح جیسے ڈیڑھ سو کے بعد پچاس میں کیا جاتا ہے یہانتک کہ واجب ہو ہر پچاس میں ایک حقہ
مراد یہ ہے کہ جب زیادہ ہوں دو سو پر پانچ اونٹ تو ان میں ایک بکری اور چار حقے یا پانچ بنت لبون اور دو سو دس میں دو بکریاں چار حقے اور
دو سو پندرہ میں تین بکریاں چار حقے اور دو سو بیس میں چار بکریاں چار حقے پھر جب دو سو پچیس ہوں تو ان میں ایک بنت مخاض اور چار حقے دو سو چھتیس تک
اور دو سو چھتیس میں بنت لبون مع چار حقوں کے ہے دو سو پینتالیس تک پھر دو سو چھیالیس میں پانچ حقے دو سو پچاس تک پھر استیناف اسیطرح
کیا جاوے یہانتک کہ دو سو چھیانوے میں چھ حقے ہوں تین سو تک کذا فی الشامی ولا تجزی ذکور الابل الا بالقیمۃ للاناث بخلاف البقر والغنم
فان المالک مخیر اور نہیں کافی نر اونٹ مگر بحساب قیمت مادہ کے یعنی مادہ کی قیمت زیادہ ہے اونٹوں میں بخلاف گائے بکری کے کہ ان دونوں
میں مالک کو اختیار ہے چاہے نر دے چاہے مادہ

باب زکوٰۃ البقر

یہ باب ہے زکوٰۃ گائے بیل کا من البقر بالسکون وہو الشق سمی بہ لانہ یشق الارض کالثور لانہ یثیر الارض ومفردہ بقرۃ والتاء للوحدۃ بقر بفتحتین
مشتق ہے بقر ساکن القاف سے جسکے معنی پھاڑنے کے ہیں اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمین کو پھاڑتا ہے جیسا اسکو ثور بھی کہتے ہیں اسلیے کہ زمین کو اٹھاتا ہے
یعنی لائق زراعت کے کرتا ہے اور مفرد بقر کا بقرہ ہے اور تا تانیث کی نہیں ہے بلکہ وحدت کی ہے نصاب البقر والجاموس ولو متولدا من وحشی
واہلیۃ بخلاف عکسہ ووحشی البقر والغنم وغیرہما فانہ لا یعد فی النصاب ثلثون سائمۃ غیر مشترکۃ گائے بھینس کی نصاب تیس عدد ہیں جنگل کے چرنیوالے
کہ مشترک نہوں شارح نے کہا اگرچہ وحشی نر اور اہلی مادہ سے پیدا ہوے ہوں بخلاف اسکے کہ مادہ جنگلی ہو اور نر اہلی اور بخلاف جنگلی گائے اور بکری
کے کیونکہ یہ نصاب میں شمار نہیں کیے جاتے اسلیے کہ جانوروں میں اعتبار مادہ کا ہے نر کا اعتبار نہیں ہم غیر مشترک کی قید اسلیے لگائی کہ اگر تیس عدد
مشترک ہونگے تو انپر زکوٰۃ نہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہوگا کذا فی الشامی وفیہا تبیع لانہ یتبع امہ ذو سنۃ کاملۃ او تبیعۃ انثاہ اور
تیس گائے میں پورے برس روز کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے اسکو تبیع اسلیے کہتے ہیں کہ تبیع کے لفظی معنے ہیں ساتھ رہنے والا اور یہ بھی اپنی

مادہ کے ساتھ رہتا ہے ہم کاملہ کی قید اسواسطے بڑھائی کہ بعض علما نے لکھا ہے کہ وہ دوسری برس میں لگا ہو یعنی جب ایک برس کا پورا ہوگا تو دوسرا برس خواہ مخواہ ہی شروع ہو جاویگا کذا فی الشامی وفی اربعین مسن ودو سنتان او مسنۃ اور چالیس میں پورے دو برس کا نر یا مادہ مسن کہ جو دانت والا اور اسکو مسن اسلیے کہتے ہیں کہ اس مدت میں دودھ کے دانت ٹوٹنے شروع ہوتے ہیں اور نئے دانت نکلتے ہیں وفیما زاد علی الاربعین بحسابہ فی ظاہر الروایۃ عن الامام وعنہ لا شی فیما زاد الی ستین اور جو زیادہ ہو چالیس سے اسی حساب سے زکوٰۃ بھی لیجاویگی ساتھ یعنی اگر ایک زیادہ ہو تو چالیسواں حصہ ایک مسنہ کا اور دو میں بیسواں حصہ یہ مذہب ہے امام صاحب کا موافق ظاہر الروایت کے اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ زیادہ میں کچھ نہیں لازم آتا ساٹھ تک ففیہا ضعف ما فی ثلثین پس ساٹھ میں دو تابیعے ہیں یعنی لازم آتا ہے یعنی دو تبیع وہو قولہما والثلثۃ وعلیہ الفتوی بحر عن الینابیع وتصحیح القدوری اور یہی ہے قول صاحبین کا اور باقی تینوں اماموں کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر ناقلا عن الینابیع وتصحیح القدوری ثم فی کل ثلثین تبیع وفی کل اربعین مسنۃ الا اذا تداخلا کمائۃ وعشرین فیخیر بین اربع اتبعۃ وثلث مسنات وہکذا پھر ہر تیس میں ایک تبیع اور ہر چالیس میں ایک مسنہ مگر اس صورت میں کہ داخل ہوں تبیع اور مسنہ مثلا اکٹھا ہوں جیسے ایک سو بیس کہ مالک مختار ہے چاہے چار تبیعے دیوے چاہے تین مسنہ وعلی ہذا القیاس جیسے دو سو چالیس میں آٹھ تبیعے یا چھ مسنہ قال الشامی مراد تداخل سے یہ مراد ہے کہ ایسا عدد ہو جو تیس اور چالیس دونوں پر پورا تقسیم ہوتا ہو تو تیس کے حساب سے چاہے تبیع دے چاہے چالیس کے حساب سے مسنہ دے

باب زکوٰۃ الغنم

یہ باب ہے زکوٰۃ بھیڑ بکری کے بیان میں مشتق من الغنیمۃ لانہ لیس لہا آلۃ الدفاع فکانت غنیمۃ لکل طالب غنم لفظ میں مشتق ہے غنیمت سے اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ غنم کے پاس ایسا اوزار نہیں جس سے طالب کو ہٹا سکیں گویا ہر طالب کے لیے غنیمت ہے اور سینگوں کا موجود ہونا برابر ہے کیونکہ انسے مدافعت نہیں کر سکتی نصاب الغنم ضأنا او معزا فانہا سواء فی تکمیل النصاب والاضحیۃ والربوا لا اداء الواجب والایمان اربعون وفیہا شاۃ تعم الذکور والاناث نصاب غنم کی بھیڑ ہو یا بکری کا چالیس ہیں اور چالیس میں زکوٰۃ ایک بکری ہے نر ہو یا مادہ شارح نے کہا کہ غنم بھیڑ بکری دونوں کو شامل ہے اسلیے کہ دونوں برابر ہیں نصاب کے پورا کرنے اور قربانی اور سود میں نہ ادا سے واجب میں اور قسموں میں جیسے نصاب کا پورا کرنا یہ کہ اگر کچھ بکری اور کچھ بھیڑ ملکر چالیس ہوں تو زکوٰۃ لازم ہوگی اگرچہ اکیلے کی پوری نصاب نہ ہو اور سود میں اسطرح کہ اگر بھیڑ کا گوشت بدلے بکری کے گوشت کے زیادہ کم بیچے تو حرام ہے اور ادائے واجب اور قسم میں برابر نہیں یعنی اگر کسی کے پاس چالیس بھیڑیاں ہوں تو اسپر ایک بھیڑی واجب ہوگی اس سے بکری نہیں لے سکتے یا کسی نے قسم کھائی کہ بھیڑی کا گوشت نہ کھاؤنگا تو بکری کا گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا کذا فی الشامی وفی مائۃ واحدی وعشرین شاتان وفی مائتین وواحدۃ ثلث شیاہ وفی اربع مائۃ اربع شیاہ وما بینہما عفو اور ایک سو اکیس میں دو بکریاں اور دو سو ایک میں تین بکریاں اور چار سو میں چار بکریاں اور ایک نصاب سے دوسرے نصاب تک جو عدد ہیں وہ معاف ہیں یعنی چالیس سے جو زیادہ ایک سو بیس تک انمیں کچھ نہیں بشرطیکہ مالک ایک ہی ہو اور اگر تین مالک ہیں تو تین بکریاں لیجاویگی ہر شخص سے ایک بکری بحر میں ہے کہ اگر ایک سو بیس بکریاں ایک شخص کی ہیں تو ساعی کو نہیں پہونچتا کہ انکو متفرق کر کے ہر چالیس پر ایک ایک بکری لے اور اگر چالیس بکریاں دو آدمی کی ہیں تو انمیں سے کسی پر زکوٰۃ نہیں ہے اور ساعی کو نہیں جائز کہ انکو جمع کرکے انپر زکوٰۃ لے لے اسلیے کہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی ثم بعد بلوغہا اربع مائۃ فی کل مائۃ شاۃ الی غیر النہایۃ پھر جب بکریاں چار سو ہو گئیں تو ہر سیکڑے پیچھے ایک بکری ہے بے انتہا تک

ساعی وہ شخص ہے جو حاکم اسلام کی طرف سے مواشی کی زکوٰۃ وصول کرنے کو مقرر ہو ۱۲

ویؤخذ فی زکاتها ای الغنم الثنی من الضأن والمعز وهو ما تمت له سنة لا الجذع الا بالقیمة وهو ما اتی علیه اکثرها علی الظاهر وعنه جواز الجذع من
الضأن وهو قولهما والدلیل یرجحه ذکره الکمال والثنی من البقر ابن سنتین ومن الابل ابن خمس والجذع من البقر ابن سنة ومن الابل ابن اربع اور
لیا جاوے بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں ثنی یعنی بھیڑ یا بکرا پورے برس روز کا مراد یہ ہے کہ دوسرے برس میں ہو جیسے پایا اور کتب فقہ میں مسطور ہے نہ لیا جاوے
جذع مگر قیمت کی کے اور جذع اسکو کہتے ہیں کہ جس پر اکثر سال گذر گیا ہو اور نہ لیا جانا جذع کا بنا بر ظاہر روایت ہے اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے
کہ جذع بھیڑ دنبوں میں سے لیا جاوے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور دلیل اسکو ترجیح دیتی ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال نے لیکن بحر وغیرہ نے ظاہر الروایت پر جزم کیا ہے
اور اختیار میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور ثنی گایوں میں دو برس کا ہوتا ہے اور اونٹوں میں پانچ برس کا اور جذع گایوں میں ایک برس کا ہے اور ابل میں چار برس کا
ولا شیء فی خیل سائمة عندهما وعلیه الفتوی خانیة وغیرها ثم عند الامام هل لها نصاب مقدر الاصح لا قهستانی النقل بالتقدیر اور زکوٰۃ نہیں ہے گھوڑوں
جنگل کے چرنے والوں میں صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیة وغیرہا اور طحاوی نے کہا کہ یہی پسندیدہ ہے اور اسرار میں ہے یہی اور ینابیع
اور جواہر اور کافی میں اسکو ترجیح دی ہے لیکن فتح القدیر میں قول امام کو ترجیح دی ہے اور صاحبین کی دلیل سے جواب دیا ہے تبعا للبدائع اسی طرح دیا ہے
کہ عدم زکوٰۃ خیل سے مراد غازیوں کے گھوڑے ہیں اور یہ قول باعتبار حجت کے قوی ہے جیسا کہ بحر اور مبسوط اسکے شاہد ہیں کذا فی الشامی پھر جب
امام کے نزدیک ان میں زکوٰۃ ہوئی تو کوئی نصاب بھی اسکے لیے مقرر ہے یا نہیں تو بعضوں نے تین اور بعضوں نے پانچ کہے ہیں لیکن اصح یہ ہے کہ کوئی نصاب
مقرر نہیں کیونکہ تقدیر اور اندازہ سلف سے منقول نہیں ولا فی بغال وحمیر سائمة اجماعا الا ان تکون للتجارة فلو لها فلا کلام لانها من العروض اور نہیں
زکوٰۃ بالاتفاق خچروں اور گدھوں جنگل کے چرنے والوں میں لیکن اگر تجارت کے ہوں تو کچھ کلام نہیں زکوٰۃ کے واجب ہونے میں
کیونکہ وہ متاع اور اسباب کے ہیں ولا فی عوامل وعلوفة ما لم تکن العلوفة للتجارة اور نہیں زکوٰۃ کام کرنے والے جانوروں یعنی کھیتی کے بیل وغیرہ
میں اور نہ گھر سے گھاس کھانے والوں میں زکوٰۃ ہے جب تک کہ گھر والے چارپائے تجارت کے نہ ہوں اور عوامل میں نیت تجارت کی نہیں لگائی علوفہ میں لگائی
کیونکہ عوامل تجارت کے لیے نہیں ہو سکتے اگرچہ نیت بھی کرے اسلیے کہ حاجت اصلی میں مشغول ہیں کذا فی الشامی ولا فی حمل بفتحتین ولد الشاة
وفصیل ولد الناقة وعجول ولد البقرة وصورته ان یموت کل الکبار ویتم الحول علی اولادها الصغار اور نہیں ہے زکوٰۃ بچوں میں خواہ
بکری کے ہوں یا اونٹنی کے یا گائے کے اور مسئلہ کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ سب بڑے مر جاویں اور بچہ باقی رہیں اور پھر برس گذر جاوے یہ حکم بچوں کا
امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک زکوٰۃ نہیں واجب ہوتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک انہیں میں سے ایک ادا کرے جاننا چاہیے کہ چھوٹے
اونٹوں کی نصاب میں پچیس ہونا امام ابو یوسف کے نزدیک ضروری ہے اور پچیس سے کم میں بالاتفاق کچھ لازم نہیں ہوتا اور صحیح قول طرفین
کا ہے کذا فی الشامی الا تبعا لکبیر ولو واحدا ویجب ذلک الواحد ولو ناقصا فلو جیدا لزم الوسط وهلاکه یسقطها یعنی بچوں میں زکوٰۃ نہیں مگر تبعیت بڑوں
کے اگرچہ بڑا ایک ہی ہو اور زکوٰۃ میں وہ بڑا ہی دینا واجب ہے اگرچہ ناقص ہو پس اگر وہ اول قسم کا ہے تو وسط لازم ہوگا اور اگر وہ بڑا ایسے برس
گذر جانے کے ہلاک ہو جاوے تو زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے یہ حکم یعنی طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک بچے کے [illegible] لازم
ہوئے کیونکہ بڑے کے مرنے سے ایک جزو یعنی چالیسواں حصہ ساقط ہو گیا قال الشامی ولو تعدد الواجب وجب الکبار فقط ولا یکمل من الصغار
خلافا للثانی اور اگر زکوٰۃ واجب متعدد ہو تو صرف بڑے ہی دیے جاویں اور چھوٹوں سے ملا کر پورا کرنے کی حاجت نہیں بخلاف قول امام
ابو یوسف کے ہے بیان اسکا یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس دو مسنہ اور ایک سو انیس بکری کے بچے ہوں تو اس صورت میں دو واجب ہوا کرتی
ہیں بالاتفاق اور اگر ایک مسنہ ہو اور ایک سو بیس بچے ہوں تو طرفین کے نزدیک ایک مسنہ لازم آتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک

ایک مسنہ اور ایک بچہ اور اسی طرح اگر ہو وین اُنتیس گائے کے بچے اور ایک بڑی تو کذا فی الشامی ولا فی عفو وہو ما بین النصب فی کل الاموال اور نہیں زکوۃ اُس عدد میں جو عفو ہے اور عفو وہ عدد ہے کہ درمیان دو نصابوں کے ہو تمام قسم کے اموال میں اور شیخین کا قول ہے یعنے واجب ہوتا بایہ نصاب کے ہے نہ عفو کے اور امام محمد اور زفر کہتے ہیں کہ واجب ہوتا ہے کل عدد سے اور نتیجہ خلاف اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص کے پاس نو اونٹ ہیں اور چار ہلاک ہو گئے تو شیخین کے نزدیک ایک بکری پوری لازم آویگی اور امام محمد کے نزدیک ۵/۹ ایک بکری کے لازم آوینگی اور چار نویں حصہ ساقط ہو جاوینگے قال الشامی ومن العفو السوائم اور صاحبین نے عفو کو خاص کیا ہے سوائم میں نہ نقود میں پس اسوجہ کہ نقود میں جو دو سو درہم سے زیادہ ہو وہ صاحبین کے نزدیک معاف نہیں ہے بلکہ چالیسواں حصہ کل کا لازم ہوتا ہے بخلاف امام اعظم کے کہ اُنکے نزدیک بعد دو سو درہم کے جو زیادہ ہو وہ عفو ہے جب دو سو کے اوپر چالیس درہم زیادہ ہوں تو ایک درہم زیادہ لازم آویگا یعنے چھ درہم ہو جاوینگے الفرض درہم کی کسر امام صاحب کے نزدیک معاف ہے کذا فی الشامی والا فی ہالک بعد وجوبہا ومنع الساعی فی الاصح لتعلقہا بالعین لا بالذمہ وان ہلک بعضہ سقط حظہ اور جو مال ہلاک ہو گیا ہو بعد وجوب زکوۃ کے اور منع کرنے ساعی کے اُسمین زکوۃ نہیں اصح مذہب پر یعنے اگر برس گذر گیا اور ساعی نے طلب کیا اور مالدار نے انکار کیا یہانتک کہ مال ہلاک ہو گیا تو صحیح یہ ہے کہ زکوۃ ساقط ہو گئی کیونکہ زکوۃ عین چیز سے علاقہ رکھتی ہے نہ ذمہ سے قال الشامی اور اگر بعض مال ہلاک ہو گیا تو اُسی قدر کی زکوۃ ساقط ہو گئی ویصرف الہالک الے العفو اولا ثم الے نصاب یلیہ ثم وثم اور جو مال ہلاک ہوا وہ پہلے عفو کی طرف لگایا جاویگا پھر اُس نصاب کی طرف جو اُسکے متصل ہے پھر اُسی طرح اُس نصاب کی طرف جو اُس سے نیچے ہے یعنے اگر مثلاً کسی شخص کے پاس تین نصاب ہیں اور کچھ شی زائد ہو کہ نصاب کو نہ پہونچتی ہو پھر اُسمین کچھ ہلاک ہو جاوے تو وہ اولاً عفو میں سے سمجھا جاویگا پس جو زائد تھا اگر سب ہلاک ہو گیا تو وہی تین نصابوں کی زکوۃ اسکے ذمہ واجب ہوگی اور اگر زیادہ ہلاک ہو گیا تو یہ منصرف ہوگا اُس نصاب کی طرف جو اُسکے قریب ہے یعنے تیسری نصاب کے اور صرف دو نصابوں کی زکوۃ دیگا اور یہی حال ہے اگر نصاب اول تک ہلاک پہونچے کذا قال الشامی بخلاف المستہلک بعد الحول لوجود التعدی منہ ومنہ الوجبہا عن العلف او الماء حتے ہلکت فیضمن بدائع بخلاف اُس صورت کے کہ قصداً ہلاک کر دے بعد برس گذرنے کے کیونکہ تعدی اسکی طرف سے پائی گئی اور تعدی میں شمار کیا جاویگا اگر جانوروں کو گھاس یا پانی نہ دیا اور باندھ رکھا یہانتک کہ ہلاک ہو گئے پس زکوۃ کا ضمان دیگا بدائع والتوی بعد القرض والاعارۃ واستبدال مال التجارۃ بمال التجارۃ ہلاک وبغیر مال التجارۃ والسائمۃ بالسائمۃ استہلاک اور کم ہونا مال کا بعد قرض دینے کے یا عاریت کے یا بدلنے مال کے بدلے مال کے ہلاک شمار کیا جاتا ہے اور بدلنا مال کا اور کسی چیز کے ساتھ سوائے مال تجارت کے یا سائمہ کا بدلے سائمہ کے بمنزلہ استہلاک کے ہے اور حکم نقد کا حکم مال تجارت کا ہے یعنے مثلاً کسی شخص کے پاس ہزار درہم ہیں پھر اُسکے بدلے ایک غلام تجارت کا مول لیا یا اور کچھ اسباب تجارت کا خریدا پھر وہ ہلاک ہو گیا تو زکوۃ ساقط ہو گئی اور اگر غلام خدمت کا خریدا تو ساقط نہیں ہوتی اور بہتر یہ ہے کہ لفظ بالسائمہ ساقط کر دیا جاوے تاکہ شامل ہو استبدال سائمہ کو غیر سائمہ سے درہم ہوں یا عروض کیونکہ زکوۃ متعلق ہوتی ہے عین کے ساتھ اولاً او بالذات اور عین بدل گیا پس جب ہلاک ہو گیا عین یعنے سائمہ بدلا ہوا تو واجب ہوگی زکوۃ اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ اُسوقت ہے کہ بعد برس کے استبدال کرتا ہو لیکن جب برس کے اندر استبدال کر لیا تو جبتک اس عوض پر برس نگذریگا زکوۃ واجب نہوگی یا یہ کہ اسکے پاس اُن دراہم ثمن کے سوا اور دراہم ہوں تو اُنکے ساتھ ملا کر سب کی زکوۃ دے کذا فی الشامی وجاز دفع القیمۃ فے زکوۃ وعشر وخراج وفطرۃ ونذر وکفارۃ غیر الاعتاق وتعتبر القیمۃ یوم الوجوب وقالا یوم الاداء وفی السوائم یوم الاداء

اجماعاً ہو الاصح اور جائز ہے دینا قیمت کا زکوٰۃ میں اور عشر میں اور خراج میں اور فطرہ میں اور نذر میں اور اُس کفارہ میں جو سوائے آزاد کرنیکے
ہو یعنے جائز ہے قیمت دینی اگرچہ شے واجب ہی اُسکے پاس موجود ہو مثلاً تین بکریاں موٹی جو قیمت میں چار بکریوں اوسطی کی برابر ہوں اُن چار کے
عوض دیدیوے تو جائز ہے لیکن نصاب کیلی میں یا وزنی میں جب جنس کو بدلے جنس دلیوے تو اُسکی قیمت معتبر نہیں ہوتی مثلاً چار کیل اچھے گیہوں
بدلے پانچ کیل ناقص گیہوں کے یا چار درم جید بدلے پانچ درم ہٹے کے دینے جائز نہیں اور اگر غیر جنس کے ساتھ قیمت کرکے دے تو جائز ہے قالہ
الشامی اور قیمت وہ معتبر ہے کہ جو روز وجوب زکوٰۃ کے ہو اور صاحبین کے نزدیک اُس دن کی جس روز ادا کیا ہو اور سوائم میں بالاتفاق یوم الادا
کی قیمت معتبر ہے اور یہی اصح ہے و یقوم فی البلد الذی المال فیہ ولو فی مفازۃ ففی اقرب الامصار الیہ فتح اور مال کی قیمت وہاں کی چاہیے جس شہر میں وہ
مال ہو اور اگر جنگل میں ہو تو جو شہر وہاں سے قریب ہو کذا فی الفتح اور اگر ایک غلام کو کسی شہر میں بھیجا تجارت کے لیے تو اُسکی قیمت اُس شہر کی
معتبر ہوگی نہ مالک کے شہر کی بحر والمصدق لا یاخذ الا الوسط وہو اعلی الادنی وادنی الاعلی بحر ولو کلہ جیداً فجیداً اور زکوٰۃ لینے والا نہ لیوے
مگر اوسط اور اوسط وہ ہے کہ اعلی سے کم درجہ کا ہو اور ادنی سے زیادہ درجہ کا اور اگر سب اعلی قسم کے ہوں تو اعلی ہی لیوے ہم نے اگر بہت لیوں مثلاً اُسپر
واجب ہوئی ہو تو لے سکتا ہے اور دونوں سے اچھی بچا کر لیوے اور نہ سب سے بری لیوے والا یاخذ المصدق ولا الا رب وجد ذا القید اتفاقاً اور جب
من ذات سن و دفع المالک الادنی مع الفضل جبرا علی الساعی لانہ دفع بالقیمۃ او دفع الاعلی ورد الفضل بلا جبر لانہ شراء فیشترط فیہ الرضا
سراج اور اگر زکوٰۃ کے مال میں مصدق اُس عمر کا سائمہ نہ پاوے جو زکوٰۃ میں واجب ہوا ہو اور بڑی عمر کا ہو اور اگر اُس عمر کا یا اُس صفت کا مال میں موجود ہو
پس قیمت ... بالاتفاق ہو تو مالک ادا کرے اونٹ درجہ کا مع زیادتی کے زور سے مصدق پر کیونکہ یہ ادا ہے قیمت ہے بیع نہیں ہے یا اعلی درجہ
کا ادا کرے اور زیادتی واپس کرے بغیر جبر کے اسلیے کہ اس صورت میں مصدق مشتری ہے پس اُسکی رضامندی ضروری ہے کیونکہ بیع ہے کذا فی السراج
او دفع القیمۃ ولو دفع ثلث شیاہ سمان عن اربع وسط جاز یا مالک قیمت دیوے اور اگر تین بکریاں فربہ بدلے چار اوسط بکریوں کے دیدیوے
تب بھی جائز ہے والمستفاد ولو بہبۃ او ارث وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ فیزکیہ بحول الاصل اور جو مال درمیان برس کے حاصل ہوا اگرچہ
بذریعہ ہبہ کے ہو یا وراثت کے وہ ملایا جاوے اُسکی جنس کی نصاب کے ساتھ پھر اُسکی زکوٰۃ دیجاوے اصل نصاب کے برس کی تمامی پر ہم سوائم
میں بچوں کا بڑھنا درمیان سال کے اور تجارت کے مال میں نفع کا ہونا سب کا یہی حکم ہے جو مذکور ہوا بشرطیکہ اُسکے پاس پہلی نصاب پوری ہو اور اگر
پہلی نصاب پوری نہ ہو تو جس وقت سے مع بچوں یا مال مستفاد کے نصاب پوری ہو اُس وقت سے برس روز کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی بخلاف اُس
صورت کے کہ شروع سال میں نصاب پوری ہو پھر بیچ میں ناقص ہو گئی پھر سال تمام پر پوری ہو گئی تو اس بیچ کے نقصان کا اعتبار نہیں
ہمارے نزدیک اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل کی بقا ضرور ہے یہاں تک کہ اگر اصل نصاب ضائع ہو گئی تو مستفاد کا برس نئے سر سے
شمار کیا جاویگا پھر اگر ایک روز پہلے بھی اصل نصاب میں سے کچھ ہاتھ آوے تو کل کی زکوٰۃ مستفاد سمیت دلیوے ولو ادی زکوٰۃ نقدہ ثم اشتری
سائمۃ لا تضم اور اگر اپنے نقد کی زکوٰۃ دے کر اُسکے بدلے سوائم خرید کرے تو یہ سوائم ملائے نہ جاوینگے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص
کے پاس کچھ سوائم اور کچھ نقد مال ہے اُسنے بعد ادائے زکوٰۃ نقد کے اُسکے بھی سوائم خرید لیے تو ان نو خرید سوائم کو پہلے سوائم میں نہ ملایا جاویگا
بلکہ انکا برس جدا ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ملانا چاہیے اور ایسے ہی اگر سائمہ کی زکوٰۃ دے کر نقد کے بدلے
بیچا بر خلاف اسکے کہ اگر ادا کیا عشر غلہ یا زمین کا یا صدقہ فطر غلام کا پھر اُسکو بیچ ڈالا تو قیمتیں بالاتفاق اصلی نصاب نقد کے ساتھ ملائی جاوینگی
اور فرق امام صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ ثمن سائمہ کا مال زکوٰۃ کا بدل ہے اور بدل کو حکم مبدل منہ کا ہوتا ہے پس اگر ملایا جاویگا تو تکرار زکوٰۃ

کا لازم آویگا ولو لہ نصابان مختلفان بضم احدہما ثمن سائمۃ مزکاۃ والآخر دراہم وورثہ الا اقربہما حولا ورثہ ای الثمن معہ اور اگر کسیکے
پاس دو نصاب ہین ایسی ہین کہ نہین ملائی جاتین جیسے ثمن سائمہ زکوۃ دی ہوئی کا اور ہزار درہم اور وراثت مین سے اسکو ایک ہزار تو ہزار
وراثت کے اسکے ساتھہ ملائے جاوینگے جسکا عنقریب برس پورا ہونے والا ہی اسلیے کہ ملانے مین تو دونون برابر ہین مگر قرب کی جہت سے ترجیح
کو ترجیح ہی اور اسمین فقیرون کا فائدہ ہی کذا فی الشامی اور فائدہ ہر ایک کا اسکی اصل کے ساتھہ ملا دیا جاتا ہی اگرچہ اسکا برس پورا ہونے مین دیر
ہو کیونکہ فائدہ اپنی اصل کے تابع ہی اور یہی حکم ہی پیچھے کا واعلم ان اخذ البغاۃ والسلاطین الجائرۃ زکوۃ الاموال الظاہرۃ کالسوائم والعشر
والخراج لا اعادۃ علی اربابہا ان صرف الماخوذ فی محلہ الآتی ذکرہ والا یصرف فیہ فعلیہم فیما بینہم وبین اللہ اعادۃ غیر الخراج لانہم مصارفہ
اگر باغیون نے اور ظالم بادشاہون نے اموال ظاہری کی زکوۃ لی جیسے سائمہ اور عشر اور خراج پس مالکون کے ذمے دوبارہ دینا لازم نہوگا
بشرطیکہ انھون نے اسکو صرف کیا ہو صرف کے موقع پر جسکا بیان باب المصرف مین آویگا یعنے فقیرون وغیرہ کو دیا ہو اور اگر اپنے موقع پر صرف
نہین کیا تو مال والون کے ذمے دیانت کی راہ سے پھر دینا لازم ہی سوا سے خراج کے کہ اسکا اعادہ لازم نہین اسلیے کہ وے لوگ خراج کے
مصرف ہین کیونکہ خراج حق مقاتلین کا ہی اور اہل بغی اہل حرب سے مقاتلہ کرتے ہین ہم مال ظاہری وہ کہلاتا ہی جسکی زکوۃ حاکم اہل اسلام لیتا ہی
یا جو مال عشر لینے والے کے سامنے آوے واختلف فی الاموال الباطنۃ ففی الولوالجیۃ وشرح الوہبانیۃ المفتی بہ عدم الاجزاء اور اختلاف
ہی اموال باطنہ مین پس ولوالجیہ مین اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ مفتی بہ عدم کفایت ہی ہم مال باطن نقد اور اسباب تجارت کو کہتے ہین پس جسی
اگر مال باطن کی زکوۃ باغیون نے لے لی تو فتوی اسپر ہی کہ مالک کی طرف سے کافی نہوگی اسکو پھر سے ادا کرنی چاہیے مگر یہ شرط ہی کہ عاشر کے
سامنے نہ لیگئی ہو ورنہ مال ظاہری کی زکوۃ کا حکم ہوگا اور شارح کے کلام سے مفہوم ہوتا ہی کہ اموال ظاہری مین اختلاف نہین ہی حالانکہ اسمین
بھی اختلاف ہی اور تفصیل اسکی شامی مین ہی وفی المبسوط الاصح الصحیح انہ اذا نوی بالدفع لظلمۃ زماننا الصدقۃ علیہم لانہم بما علیہم من التبعات
فقراء حتی افتی امیر بلخ بالصیام لکفارۃ عن یمینہ اور مبسوط مین ہی کہ اصح یہ ہی کہ اگر دیتے وقت نیت کرلی ہی مالک نے پر دوبارہ دینا لازم نہین جبکہ مال باطنی
کی زکوۃ باغیون اور ظالمون نے لے لی ہو بشرطیکہ نیت کرے ظالمون کے دینے سے انکے اوپر صدقہ کرنے کی اسواسطے کہ وہ لوگ فقیر
ہین بسبب ان حقوق کے جو انکے پیچھے لگے ہین اور اسواسطے فتوی دیا گیا امیر بلخ کا کفارہ یمین مین کہ روزے رکھے ہم امیر بلخ یعنی موسی
بن یحیی بن ہامان خراسان کے والی نے محمد بن سلمہ سے سوال کیا اپنی قسم کے کفارہ دینے سے پس محمد بن سلمہ نے روزے رکھنے کا فتوی
دیا حالانکہ کفارہ قسم دس مسکینون کو کھانا یا کپڑا دینے کا یا بردہ آزاد کرنے کا ہی اور یہ جب ہی اسکو میسر نہوں تو روزہ رکھنے کا حکم ہی مگر چونکہ امیر
مذکور کے پاس مال موجود لوگون کے حقوق سے زائد نہ تھا اسلیے اسکو فقیر بیدست تصور کیا گیا فتح القدیر مین ہی کہ اس تقدیر پر اگر کسی نے
وصیت کی کہ ثلث مال اسکا فقرا کو دیا جاوے پھر وہ دیا گیا سلطان ظالم کو تو اسکی وصیت ادا ہوگئی ولو اخذہا الساعی جبرا لم تقع زکوۃ لکونہا
بلا اختیار ولکن یجبر بالحبس لیؤدی بنفسہ لان الاکراہ لا ینافی الاختیار اور اگر لے لیا ساعی نے زکوۃ کو جبر تو زکوۃ نہوگی کیونکہ اسمین
اختیار نہوا اور زکوۃ دینے مین نیت اور اختیار ضروری ہی لیکن مالک کو قید کیا جاوے تاکہ خود بذاتہ ادا کرے اسواسطے کہ دباؤ دینا اختیار
کے منافی نہین ہم مختصر کی عبارت ہی کہ اگر امام نے مال لیا جبر سے اور مصرف مین صرف کیا تو کفایت کرتا ہی اسلیے کہ امام کو ولایت اخذ مال کی ہی
تو اسکا لینا مالک کے دینے کے قائم مقام ہوگیا بحر الرائق مین ہی کہ فتوی مین یہ تفصیل ہی یعنے اگر اموال ظاہری مین سے لیا ہو تو فرض
ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ سلطان کو اور اسکے نائب کو ولایت اخذ مال کی ہی اور اگر اموال باطنی مین سے بزور لے لیا ہو تو ساقط

اپنی طرف سے کئی برس کا پیشگی ادا کرے تو جائز ہے اور اسکا پورا بیان نہر الفائق میں ہے اور قہستانی میں کہا کہ اسیطرح ہی تعجیل خراج زمین کی چند
سال کے لیے جائز ہے قولہ وکذا التعجیل معطوف ہے ولو عجل ذو نصاب پر والی آخرہ یا بحر الفقیر قبل تمام الحول او مات او ارتد فلا
لان المعتبر کونہ مصرفا وقت الصرف الیہ لا بعدہ یعنے نصاب کا پیشگی ادا کرنا جائز ہے اگرچہ فقیر قبل پورا گذرنے برس کے تونگر ہو جاوے
یا مرجاوے یا مرتد ہو جاوے اسلیے کہ فقیر کا مصرف ہونا وقت خرچ ہی دینے کے زکوۃ اسکو دیجاسکے ویسے کے بعد کا اعتبار نہیں ولو عجل عشر سے فی
ارض الخراج کرما فالم یخرج الکرم فکان علیہ خراج الارض تبع القناوی اور اگر خراجی زمین میں انگور بوئے تو جب تک انگور پورے ہوئے نہیں اسکے ذمہ
خراج کھیتی کا لازم ہوگا اسلیے کہ انگور بونے کی وجہ سے زمین زندگی تک گویا معطل کر دیا کھیتی کا خراج واجب ہوا پایا تا کہ انگور پھل لاوے
اسوقت خراج انگور کا اسکے ذمہ ہوگا اور کھیتی کا خراج فی جریب ایک صاع اور ایک درہم ہے اور انگور کا خراج دس درہم ہیں اور یہ مسئلہ عشر و
خراج کے مسائل میں چاہیے یہاں تبعاً ذکر دیا ہے کذا فی الشامی ولا شیء فی مال صبی تغلبی بفتح اللام وکسرہ منسوب الی تغلب بالکسر اقوم من نصارٰی
العرب وعلی المرأۃ ما علی الرجل منہم لان الصلح وقع منہم کذلک اور نہیں ہے زکوۃ تغلبی لڑکون کے مال میں تغلبی بفتح لام اور کسرہ بھی جائز ہے
منسوب ہے بنی تغلب کیطرف لام کے کسرہ سے کہ ایک قوم ہے عرب کے نصارٰی میں سے اور انکی عورتون پر بھی اسی قدر لازم ہے جسقدر انکے
مردون پر یعنے نصف العشر اور انکے لڑکون کے مال میں زکوۃ نہیں مگر عشر لیا جاتا ہے دونا مسلمان کے لڑکون کی نسبت اسواسطے کہ انسے یون
اسی طرح صلح ٹھہری تھی ولو ہلک بعد الزکوۃ السائمۃ الوسط الا الرم ولا الکرائم اور سوائم کی زکوۃ میں اوسط لیا جاوے نہ بڑھا نہ بہت بڑا سکا اور ایسا
مذکور پہلے ہو چکا یعنے نہ دودھ والی نہ پالی ہوئی لیجاوے نہ گابھن نہ دانہ خوری کی نہ وہ کہ گلہ میں نسل کے لیے رہتا ہے ولا تؤخذ من ترکتہ بغیر وصیتہ
لفقد شرطہا وہو النیۃ وان اوصی بہا اعتبرت من الثلث الا ان یجیز الورثۃ اور زکوۃ نہ لیجاوے ترکہ میت سے بدون اسکی وصیت کے
کیونکہ شرط زکوۃ کی نیت ہے اور وہ معدوم ہے اور اگر میت وصیت کرکے مرا ہو تو تہائی سے معتبر ہوگی نہ کل مال سے مگر یہ کہ وارث کل مال سے دینا
جائز کہدین وحولہا ای الزکوۃ قمری بحر عن القنیۃ لا شمسی وتجیء الفرق فے العنین اور دوا سے زکوۃ میں سال معتبر ہے وہ قمری ہے نقل کیا ہے بحر
میں قنیہ سے نہ سال شمسی اور انمین فرق باب العنین میں آویگا یعنے سال قمری ۳۵۴ روز کچھ اوپر ہے اور سال شمسی اس سے گیارہ روز زیادہ ہے
شک انہ ادی الزکوۃ او لا یؤدی لان وقتہا العمر اشباہ مالدار کو شک ہوا کہ زکوۃ ادا کی یا نہیں تو اسکو ادا کرے اسلیے کہ زکوۃ کا وقت
تمام عمر ہے کوئی وقت مقرر نہیں کہ بعد اسکے قضا کہلاوے کذا فی الاشباہ ہم بحر میں واقعات سے منقول ہے کہ فرق ہے یہین اور نماز کے
شک میں وقت گذرنے کے بعد اور یہان کے مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ نماز کا وقت موجود ہو اور مصلی کو شک ہوا کہ نماز پڑھی یا نہیں تو اس
صورت میں اعادہ لازم ہے

باب زکوۃ المال

یہ باب ہے زکوۃ مال کے بیان میں ال فیہ للمعہود فے حدیث ہاتوا ربع عشر اموالکم فان المراد بہ غیر السائمۃ لان زکوتہا غیر مقدرۃ بہ فالمال
زکوۃ المال میں عہد کا ہے اشارہ اس مال کیطرف کہ حدیث شریف میں ہاتوا ربع عشر اموالکم میں مذکور ہے اور وہاں مراد مال سے غیر سائمہ ہے اسواسطے
کہ سوائم میں زکوۃ چالیسوان حصہ مقرر نہیں ہے ہم یہ جواب ہے اسکا کہ کہتے ہین مال وہ ہے جس سے تونگری حاصل ہو پس شامل ہوگا سوائم کو بھی اور اس
سوال کا جواب اسطرح بھی دیا گیا ہے کہ مراد مال سے مال عرفی ہے اور عرفاً نقد اور اسباب کو مال کہتے ہین نہ سوائم کو کذا فی الشامی نصاب الذہب عشرون مثقالا
والفضۃ مائتا درہم کل عشرۃ دراہم وزن سبعۃ مثاقیل والدینار عشرون قیراطا والدرہم اربعۃ عشر قیراطا والقیراط خمس شعیرات فیکون الدرہم الشرعی سبعین شعیرۃ

غالب ہو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب چاندی نصاب کو پہونچے اور سونا نصاب سے کم ہو تو اسمین چاندی کی زکوٰۃ لازم آنا علی الاطلاق نہین بلکہ مقید ہے خاص اس صورت میں کہ وہ سونا مخلوط قیمت میں کم ہو چاندی سے نہین تو کل کی زکوٰۃ سونے کی ہوگی واللہ اعلم قالہ الشامی اور اس نقشہ سے حال سب صورتوں کا معلوم ہوتا ہے مع اُنکے حکم کے

نقشہ چاندی سونے کے احکام کا در صورت مخلوط ہونے کے کہ زکوٰۃ لازم ہے یا نہین

سونا غالب	چاندی غالب	دونوں برابر
سونا غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا ہوگا	چاندی غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا	دونوں برابر اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	چاندی غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	دونوں برابر اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن ہے	چاندی غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب حکم چاندی کا	دونوں برابر اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن
سونا غالب اور دونوں میں سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوٰۃ نہوگی	چاندی غالب اور دونوں میں سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوٰۃ نہین	دونوں برابر اور کوئی بقدر نصاب نہین زکوٰۃ نہین

جاننا چاہیے کہ اسمین سے دو صورتین خارج ہین کہ سونا چاندی دونوں ملکر پوری نصاب ہو جاوین تو خاص صورت میں ہین آویگی وشرط کمال النصاب ولو سائمۃ فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ بطل الحول واما الدین فلا یقطع الحول ولو مستغرقا اور شرط کیا گیا ہے پورا ہونا نصاب کا سال کے اول و آخر میں شروع میں انعقاد کے لیے اور آخر میں وجوب کے لیے پس نقصان نصاب کا اثنا سے حول میں مانع وجوب زکوٰۃ کا نہین پھر اگر کل نصاب ہلاک ہوگئی تو برس کا حساب باطل ہوگیا یہانتک کہ اگر دوسرا مال اسی برس میں ملے تو اُسکے واسطے نیا برس شروع ہوگا کذا فی الشامی اور دین برس کو نہین توڑتا اگرچہ دین مستغرق ہی ہو یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام صاحب سے بھی ایسا منقول ہے جیسا مجمع میں ذکر کیا ہے مگر شارح نے شروع کتاب الزکوٰۃ میں بعد قول مصنف کے فلا زکوٰۃ علی مکاتب و مدیون للعبد الخ بیان کیا ہے کہ دین عارض ہوجانا مثل ہلاک نصاب کے شمار کیا جاتا ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی کو بحر میں ترجیح ہے کذا فی الشامی وقیمۃ العرض للتجارۃ تضم الی الثمنین لان الکل للتجارۃ وضعا وجعلا اور زکوٰۃ کے ادا میں اسباب تجارت کی قیمت نقدین کے ساتھ ملائی جاوے اسلیے کہ سب مال تجارت کا ہے نقدین تو بسبب اصل وضع کے اور اسباب تجارت تاجر کی نیت کرنے سے ویضم الذہب الی الفضۃ وعکسہ بجامع الثمنیۃ قیمۃ وقالا بالاجزاء اور ملایا جاوے سونا چاندی کے ساتھ یا چاندی سونے کے ساتھ باعتبار قیمت کے کیونکہ دونوں میں ثمنیت پائی جاتی ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ ملائی جاوین اجزا کے اعتبار سے جیسا کہ اس مثال

پھیرے اور ایک تہائی مال والا دو تہائی اُس بکری کی کہ دو ثلث والے نے دی ہے واپس لے تو ثلث ثلث کے بدلے میں مجرا ہوگا باقی رہا ایک ثلث
پس ایک تہائی مال والا اُسکا مطالبہ دو تہائی والے سے کرے اور اس سے یہی ظاہر ہوا کہ تراجع جانبین سے ہے موافق اصل باب تفاعل کے کذا فی الشامی
فان بلغ نصیب احدہما نصابا زکاہ دون الآخر یعنی اگر پہونچے حصہ ایک کا ان دونوں میں سے مقدار نصاب کو تو وہ اپنے حصہ کی زکوٰۃ دیوے
نہ دوسرا اسکی صورت یہ ہے کہ اسّی بکریاں دو شخصوں کی مشترک ہیں ایک کی ایک تہائی ایک کی دو تہائی مصدق نے انمیں سے ایک بکری لی یعنی دو
تہائی والے کی زکوٰۃ تو ایک ثلث والا دوسرے سے بکری کی تہائی قیمت پھیر لیوے کیونکہ تہائی والے پر زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی عن المحیط ولو بینہ وبین
ثمانین رجلا ثمانون شاۃ لا شئی علیہ لانہ مما لا یقسم خلافا للثانی سراج اور اگر ایک شخص ہے کہ اور اسّی آدمیوں کی شرکت میں اسّی بکریاں ہوں یعنی
نصف نصف تو اس شخص پر کچھ لازم نہیں ہے کیونکہ یہ مال مشترک اُس قبیل سے ہے کہ تقسیم نہیں ہو سکتا یعنی ہر بکری کا آدھا نہیں ہو سکتا برخلاف
قول امام ابو یوسف کے کذا فی السراج ہم تحقیق میں کہ اسی بکریاں درمیان چالیس آدمیوں کے مشترک ہیں اس طرح کہ ایک شخص کی ہر بکری میں
آدھی ہے اور دوسرا نصف باقی لوگوں میں ہے تو اس چالیس والے پر زکوٰۃ نہیں امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور یہی قول امام کا ہے اور اگر دو ہی آدمی شریک
ہوتے دونوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی اسلئے کہ اس حالت میں تقسیم ہو سکتی ہے اور پہلی صورت میں تقسیم نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر ایک بکری نصفا نصفا ہے
تو تقسیم نہیں ہو سکتی بدون اتلاف کے بخلاف اسکے کہ اسی ہوں دو آدمیوں میں دو ثلث کے کذا فی الشامی والدیون عند الامام ثلثۃ قوی
ومتوسط وضعیف فتجب زکوتہا اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درہما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ
فکلما قبض اربعین درہما یلزمہ درہم اور جان لے کہ دیون امام صاحب کے نزدیک تین قسم کے ہیں ایک قوی دوسرا متوسط تیسرا ضعیف
پس زکوٰۃ دیون کی واجب ہوتی ہے جب نصاب پوری ہو اور برس گذر جاوے لیکن علی الفور نہیں بلکہ چالیس درہم دین قوی سے قبض کرے اور دین قوی
قرض یا مال تجارت کا بدل ہے سو ہر بار کہ چالیس درہم وصول کرے ایک درہم لازم آویگا یعنی پہلے چالیس پر ایک درہم پھر جب چالیس اور وصول ہوئے
تو دوسرا درہم وعلی ہذا القیاس ہر چالیس پر ایک درہم ہوگا کیونکہ امام کے نزدیک کسور معاف ہیں عن الشامی وعند قبض مائتین منہ لغیرہا ای من بدل
مال لغیر تجارۃ وہو المتوسط کثمن سائمۃ وعبید خدمۃ ونحوہما مما ہو مشغول بحوائجہ الاصلیۃ کطعام وشراب واملاک اور لازم ہے زکوٰۃ وقت قبض دو سو درہم
کے بدل مال سے جو تجارت کے لیے نہ ہو اور یہ دین متوسط ہے جیسے قیمت سائمہ کی یا خدمت کے غلام کی اور مثل اسکے ان چیزوں کی کہ حوائج
اصلی میں مشغول ہیں جیسے کھانا پینا املاک وغیرہ کی ہم املاک جمع ملک کی ہے یعنی مملوک مطلق یہ عطف عام کا ہے خاص پر اور عرف میں
اراضی کو کہتے ہیں اس صورت میں یہ عطف مباین کا ہے عن الشامی ویعتبر ما مضی من الحول قبل القبض فی الاصح اور اگلا لئے جاوینگے برس
کے وہ ایام جو دین متوسط کے قبض سے پہلے گذر گئے صحیح روایت میں ہم دین متوسط میں دو روایتیں ہیں روایت اصل یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہے اور
ادا لازم نہیں یہانتک کہ قبض کرے دو سو درم اُسوقت زکوٰۃ ادا کرے اور ابن سماعہ کی روایت میں امام ابو حنیفہ سے یہ ہے کہ اسمیں زکوٰۃ واجب نہیں
یہانتک کہ قبض کرے اور برس گذرے اسواسطے کہ یہ مال زکوٰۃ کے قابل بعد قبض کے ہوتا ہے تو بمنزلہ اُس مال کے ہے جو ابھی پیدا ہوا اور وجہ ظاہر الروایۃ
کی یہ ہے کہ جب اسنے حاجت کی چیز کی بیع پر اقدام کیا تو گویا مال تجارت کا بیع سے پہلے کر دیا حاصل یہ ہے کہ بنی اختلاف کا دین متوسط میں یہ بات ہے
کہ وہ مال زکوٰۃ کا بعد قبض کے ہوتا ہے یا قبل اسکے پہلی صورت میں ضرور ہے کہ گذرنا برس کا بعد قبض معتبر ہو اسکے اور دوسری صورت میں ابتدا سے سال وقت
بیع سے ہے اور اصح یہی ہے اور بعض محشیوں سے اس جگہ خطا واقع ہوئی ہے اور دین قوی میں کچھ اختلاف روایات نہیں زکوٰۃ اسمیں اصل مال کے
برس سے واجب ہے مگر ادا اُسوقت لازم ہے کہ چالیس وصول کرے کذا فی الشامی بتصرف ومثلہ ما لو ورث دینا علی رجل اور دین متوسط

کے مثل ہے اگر وارث ہوا اس دین کا کسی شخص کے ذمہ پر ہو یعنی نصاب اسکی وقت وراثت سے معتبر ہوا اور یہی ظاہر الروایت ہے تنبیہ پہلے جو کہا
ہوا کہ دین قوی اور متوسط میں ابتدا سے زکوٰۃ نہیں واجب مگر بعد قبض کے اس سے یہ معلوم ہوا کہ معروف اگر بعد چند سال کے مر گیا قبل قبض دین کے تو اسکو
وصیت اخراج زکوٰۃ کی قبضہ سے پہلے لازم نہیں ہے کیونکہ ادا اسکے ذمہ ابھی لازم ہی نہیں ہوا اور وارث کے ذمہ زکوٰۃ لازم ہوگی کیونکہ اسکی ملکیت وراثت
سے پہلے نہ تھی تو اسکا ابتداء سال وقت موت سے ہوگا کذا فی الشامی (و عند قبض مائتین مع حولان الحول بعدہ) ای بعد القبض (من دین ضعیف
وہو بدل غیر مال) کمہر و دیۃ و بدل کتابۃ و خلع اور زکوٰۃ لازم ہے وقت قبض دو سو درہم کے دین ضعیف سے اور گذر جانے سال تمام کے بعد قبض کے
اور دین ضعیف وہ ہے کہ بدل مال غیر ہو جیسا مہر اور دیت اور بدل کتابت اور بدل خلع ہے (الا اذا کان عندہ ما یضم الی الدین الضعیف) کما مر لیکن اگر ہو اسکے
پاس وہ مال کہ ملا دے دین ضعیف کے ساتھ جیسا پہلے گذر چکا ہے یہ مختار ہے (و شرط) الخ (الحول) بعد قبض کے حاصل یہ کہ جب اسکو کچھ حاصل ہوا اور اسکے
پاس پہلے سے نصاب ہے تو مقبوض کو نصاب کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کرے اور مقبوض کے واسطے جدا سال بعد قبض کے شرط نہیں وقولہ کما مر اشارہ ہے المستفاد فی
اثناء الحول الخ کیطرف اور مراد یہ ہے کہ بیان ہو چکا یہ وہ اسی قاعدہ سے ہے داخل ہے ورنہ کوئی تصریح پہلے بیان نہیں کی (ولو ابرأ رب الدین المدیون بعد الحول
فلا زکوٰۃ سواء کان الدین قویا او لا خانیہ) اور اگر معاف کر دیا دین کے والی نے مدیون کو بعد برس گذرنے کے تو زکوٰۃ نہیں برابر ہے کہ دین قوی ہو یا نہ
کذا فی خانیہ (وقیدہ فی المحیط بالمعسر اما الموسر فہو استہلاک) فلیحفظ اور اسکو محیط نے یعنی عدم زکوٰۃ کا ابرا کی صورت میں مقید کیا ہے مدیون مفلس
کے ساتھ اور اس صورت میں ابراء بمنزلہ ہلاک کے ہے لیکن اگر مدیون مالدار ہو تو یہ بمنزلہ قصداً ہلاک کرنے کے ہے یعنی زکوٰۃ واجب ہوگی یاد رکھو
(کذا فی البحر قال شیخنا وہو ظاہر فتعین تقییدہ الاطلاق) و ہو تقیید فی الضعیف کما لا یخفی (نہر) ایسا ہی بحر میں کہا اور یہی یعنی قول بحر کا وقیدہ الخ
ظاہر ہے اس باب میں کہ قول مذکور یعنی سواء کان الدین قویا او لا دین کے اقسام ثلثہ کی نسبت عام نہیں ہے بلکہ مقید ہے مفلس کے ساتھ اور صحیح
نہیں ہے دین ضعیف میں کیونکہ دین ضعیف میں زکوٰۃ نہیں واجب ہوتی مگر بعد قبض نصاب کے اور گذرنے برس کے بعد قبض کے اس صورت
میں اسکا بری کرنا استہلاک ہوا وجوب سے پہلے پس زکوٰۃ کا ضامن نہ ہوگا اور یہی حال دین متوسط میں ہے کذا فی الشامی (وتجب علیہا) ای علی المرأۃ
(زکوٰۃ نصف مہر من نقد مردود) علیہ (بعد مضی الحول من الف کانت قبضتہ مہرا ثم ردت النصف بطلاق قبل الدخول فزکی الکل لما تقرر
ان النقود لا تتعین فی العقود والفسوخ) اور واجب ہے عورت پر زکوٰۃ نصف مہر نقد کی کہ پھیرا گیا بعد برس روز کے اس ہزار میں سے کہ جسکو بعینہ مہر
قبض کیا پھر پھیرا یا آدھا بسبب طلاق قبل الدخول کے پس زکوٰۃ دیوے کل ہزار کی اسلیے کہ ٹھہرا ہوا قاعدہ ہے کہ نقد یعنی سونا چاندی عقود میں یعنی
بیع اور اجارہ اور نکاح وغیرہ میں اور فسوخ میں یعنی اقالہ اور خلع وغیرہ میں متعین نہیں ہیں اور نقد کے لفظ سے احتراز ہے سائمہ سے اور شارح
نے جو من نقد زیادہ کیا اسکی ضرورت نہیں ہے کیونکہ من الف جو مصنف نے کہا ہے وہ اس مطلب کے ادا کے لیے کافی ہے صورت مسئلہ کی یہ ہے
کہ کسی عورت سے نکاح کیا ہزار درہم کے مہر پر اور ہزار یعنی کل مہر اسکو دیدیا اور ایک برس گذر گیا پھر شوہر نے قبل الدخول طلاق دی عورت کو
نصف مہر پھیرنا پڑا تو عورت پر اس نصف مردود کی زکوٰۃ ہے مرد کے ذمہ نہیں کیونکہ عقود و فسوخ میں نقد متعین نہیں ہوتے اسنے جو قبض کیا تھا وہ اسکی
ملک میں ہو گیا تھا اب جو پھیرنا پڑا تو بعینہ وہ پانسو پھیرنا ضرور نہیں ہیں بلکہ اسکی جگہ اور پانسو اگر دیوے تو درست ہے اسی جہت سے زکوٰۃ
اسی کے ذمہ لازم ہوئی اور دین کا ذمہ پر لازم ہونا بعد سال گذرنے کے مانع زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی نقلا عن الولوالجیۃ (وتسقط الزکوٰۃ
عن موہوب لہ فی نصاب مرجوع فیہ مطلقا) سواء رجع بقضاء او غیرہ (بعد الحول لورود الاستحقاق علی عین الموہوب
ولہذا لا رجوع بعد ہلاکہ) اور ساقط ہوتی ہے زکوٰۃ موہوب لہ کے ذمہ سے اس صورت میں کہ واہب نے بعد برس روز کے نصاب کو دیکر پھیر لیا ہو

اور نہ جو مال عاشر کے سامنے آیا تو وہ ایک قسم ظاہر کی ہے پس اُسکو باطن کہنا مجاز ہے باعتبار پہلے حال کے کہ واسطے کہ اموال باطنہ جو گھر میں ہیں اگر عاشر کو خبر ہو
کرے تو اُنمیں سے نہیں لے سکتا جیسا البحر میں صریح ہے اور باطنہ اور ظاہرہ کی تقسیم میں اشارہ ہے عنایہ وغیرہ کی رد کیطرف ہے کہ مراد اموال باطنہ میں کیونکہ اموال
ظاہرہ یعنی سوائم میں عاشر کے پاس آنے کی ضرورت نہیں بلکہ عاشر خود جاکر وصول کرتا ہے اور اشارہ واضح ہوا کہ یعنی جو عاشر اور ساعی میں فرق نکرے
حالانکہ ان دونوں میں فرق ہے جیسا گذر چکا کذا فی الشامی وما ورد فی ذم العشار محمول علی الاخذ ظلما اور وہ جو حدیث شریف میں عاشروں کی مذمت
میں وارد ہوا ہے کہ لا یدخل صاحب مکس الجنۃ رواہ ابو داود وغیرہ یعنے نہ داخل ہوگا عشر لینے والا جنت میں سو یہ محمول ہے ظلم سے لینے پر فمن انکر تمام
الحول او قال لم انو التجارۃ او علی دین محیط او منقص للنصاب لان ما یاخذہ زکوٰۃ معراج وہو الحق بحر واطلقہ المصنف پس جو شخص انکار
کرے برس کی تمامی کا یا کہے کہ میں نے تجارت کی نیت نہیں کی یا کہے کہ مجھ پر قرض ہے محیط ہے یا استقدر دین کہ جسکے سبب مال بقدر نصاب نہیں رہتا
شارح نے کہا کہ دین کی تعمیم اس واسطے ہے کہ عاشر جو لیتا ہے بعینہ زکوٰۃ لیتا ہے کذا فی المعراج اور یہی حق ہے کذا فی البحر اور اسیلیے مصنف نے دین کو مطلق
رکھا او قال ادیت الی عاشر اٰخر وکان عاشر اٰخر محققا یا کہا کہ میں دوسرے عاشر کو دے چکا اور دوسرا عاشر محقق ہے او قال ادیت انا الی الفقراء
فی المصر لا بعد الخروج لما یاتی یا کہا کہ میں ادا کرچکا فقیروں کو شہر میں نہ شہر سے نکلنے کے بعد اسکی وجہ عنقریب آویگی وحلف صدق فی الکل بلا
اخراج براءۃ فی الاصح لاشتباہ الخط یعنے ان سب صورتوں مذکورہ میں اگر بیان کو حلف سے موکد کرے تو مانا جاوے بدون پیش کرنے چھٹی دوسرے
عاشر کے اسواسطے کہ خطوط مشتبہ ہوتے ہیں اصح روایت میں اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی البدائع حتی لو اتی بہا علی خلاف اسم ذلک العاشر
وحلف صدق وجودہا عدم یہانتک کہ اگر چھٹی پیش کی برخلاف نام اس عاشر کے اور قسم کھائی تو مانا جاوے اور چھٹی کا عدم شمار کیا جاوے
ولو ظہر کذبہ بعد سنین اخذت منہ اور اگر ظاہر ہو دے جھوٹ مال والے کا چند سال کے بعد تو زکوٰۃ لی جاوے اس سے الا فی السوائم والاموال
الباطنۃ بعد اخراجہا من البلد یہ استثنا ہے صدق سے یعنے قول مانا جاوے لیکن سوائم میں اور اموال باطنہ میں بعد نکالنے کے شہر
سے نمانا جاوے لانہا بالاخراج التحقت بالاموال الظاہرۃ فکان الاخذ فیہا للامام فیکون ہو الزکوٰۃ والاول ینقلب نفلا اسلیے کہ اموال زکوٰۃ
نکالنے کی جہت سے اموال ظاہرہ کے ساتھ ملحق ہوگئے پس حق لینے زکوٰۃ کا انہیں امام کو ہوگا پس یہ اخذ زکوٰۃ ہوگا اور پہلا دیا ہوا نفل
ویاخذہا منہ بقولہ لقول عمر لا تنبشوا علی الناس متاعہم لکنہ یحلف اذا اتہم اور لیوے زکوٰۃ کو عاشر مال والے سے بموجب اسکے بیان کے کیونکہ
حضرت عمر نے فرمایا ہے کہ نہ تفتیش کرو لوگوں کی متاع کو لیکن مال والے کو عاشر قسم دیوے اگر اسکو متہم جانے وکل ما صدق فیہ مسلم
صدق فیہ ذمی لان لہم ما لنا اور امور مذکورہ میں سے جو امر ایسے ہیں کہ انمیں مسلمان کا قول مانا جاتا ہے کافر ذمی کا بھی قول انمیں
مانا جاتا ہے کیونکہ انکے لیے وہ رعایت ملحوظ ہے جو ہمارے لیے ہے الا فی قولہ ادیت انا الی فقیر لعدم ولایۃ ذلک مگر ذمی کا یہ قول کہ میں نے
فقیر کو دیدیا مقبول نہوگا کیونکہ کافر کو اسکی ولایت نہیں ہے اسواسطے کہ جو کچھ اُس سے لیا جاتا ہے وہ جزیہ ہے اور جزیہ میں جب ادا کا دعوے
کرے تو نہیں مانا جاتا اسوجہ سے کہ اہل ذمہ کے فقرا اسکے مصرف نہیں اور کافر کو مستحقوں یعنے مسلمانوں پر صرف کرنیکی ولایت نہیں کذا
فی الشامی لا یصدق حربی فی شیء اور کافر حربی کا قول کسی امر میں نہیں مانا جاتا یعنے اسکی طرف التفات نہیں اگرچہ گواہوں سے
ثابت کرے افادہ الکمال الا فی ام ولدہ مگر اسکے ام ولد کے باب میں کہ اگر کسی باندی کو ام ولد ہونیکا اقرار کرے تو مانا جایگا بخلاف
اقرار مدبر ہونے کے کہ وہ مقبول نہیں اسلیے کہ دار الحرب میں مدبر کرنا صحیح نہیں کذا فی البحر وقولہ لغلام یولد مثلہ لمثلہ ہذا ولدی
اور اگر اس صورت میں کہ کسی غلام کو کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور وہ غلام ایسا ہو کہ اُس جیسا اس جیسے کا بیٹا ہو سکتا ہے یعنے اور پہلے سے

۵۷ یعنی عاشر وہی ہیں پر مامور ہوتا ہے اور ساعی صدقات سوائم خود جاکر وصول کرتا ہے ۱۲

کیونکہ آخر روایت امام کی اسکو شامل ہے کذا فی البرہان اور امام کے قول کی وجہ میں کمال نے ذکر کیا ہے کہ اگر انکا لوہا چیز ہو لی ہوئی خراب ہو جاویگی
اور عامل کے ساتھ فقرا ہر وقت موجود نہیں ہوتے ہاں اگر عامل کے ساتھ فقرا ہوں یا اپنے علاقے میں رہ کر اسکو لیتا ہے تو اسکا واجب ہے کذا فی
الشامی نہر میں کہا ہے مذکور ہے نہر الفائق میں بطریق بحث کے مگر نہر کی عبارت میں کوئی بات نہیں کہ دلالت کرے کہ کھاتا ہووے پر علاوہ اس کے یہ جو ذکر کیا ہے
اسکو کمال نے ذکر کیا اگرچہ گذر چکا اور کمال کے کلام میں بھی کوئی لفظ دال نہیں اور جو کچھ کمال نے ذکر کیا ہے وہ شرح منظومہ میں بھی زیادہ
مذکور ہے زیادتی یہ ہے کہ اگر مالک قیمت دینے پر راضی ہو تو قیمت لیجاوے اور عنایہ میں باب العاشر میں یہ مذکور ہے کہ جب خضروات یعنی سبزی ترکاری
ایک عاشر پر گذرے اور عاشر فقرا کے لیے انہیں سے عشر لینا چاہے اور مالک انکار کرے مالک کے زمانہ قیمت سے تو نہیں لے سکتا اور فقرا
کے واسطے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اپنے عامل کے لیے خضروات جیسے لیوے تو جائز ہے اور مالک کے انکار کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ قیمت
دینے پر راضی ہو تو اسکے جواز میں کچھ کلام نہیں انتہی کذا فی الشامی

باب الرکاز

یہ باب ہے دفینہ کے احکام میں المقصود بالزکوٰۃ الکنز من الوظائف المالیۃ فقہا نے رکاز کو زکوٰۃ کے ساتھ اسواسطے ملایا کیونکہ یہ بھی وظیفہ مالیہ ہے
ہم یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اس باب کو کتاب الجہاد میں ذکر کرنا چاہیے تھا کیونکہ اسکے مصارف غنیمت کے ہیں اور اس میں سے
جو لیا جاتا ہے وہ زکوٰۃ نہیں ہے کذا فی النہر اور اسکو عشر پر مقدم کیا اسلیے کہ رکاز محض قربت ہے اور عشر ایک مشقت ہے جسمیں معنی قربت کے ہیں
کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ من الرکز اے الاثبات یعنی رکاز بنا ہے رکز سے جسکے معنی ثابت کرنا اور بمعنی مرکوز کے ہے ہم شامی
نے کہا کہ یعنی المرکوز خبر بعد خبر کی ہوگی اور احتمال یہ ہے کہ حال ہو رکز سے یعنی رکاز رکز سے مراد ہے مرکوز ہو یعنی
مرکوز اور یہ اسواسطے ہے کہ رکاز اسم جامد ہے مصدر نہیں ہے وہ شرعا مال مرکوز تحت ارض اور شرع میں رکاز وہ مال ہے کہ موجود ہو زمین کے
نیچے ہم ظاہر عبارت دلالت کرتی ہے کہ یہ معنی لغوی نہیں ہیں اور منح میں مغرب سے منقول ہے کہ وہ معدن ہے یا کنز یعنی کان یا دفینہ اسلیے کہ یہ
دونوں مستقر ہیں زمین میں اگرچہ راکز مختلف ہے انتہی اور بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ استعمال رکاز کا معدن اور دفینہ دونوں میں حقیقی
ہے اور مشترک باشتراک معنوی اور دفینہ کے ساتھ خاص نہیں نہر الفائق میں کہا کہ اس تقدیر پر کلی متواطی ہوگی اور یہی مصنف کے باب کے
عنوان کے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی اعم من کون راکزہ الخالق او المخلوق مال عام ہے اس سے کہ زمین کے اندر رکھنے والا اسکا
خالق ہو یا مخلوق فلذا قال معدن خلقہ اللہ تعالیٰ ومن کنز اے مال مدفون دفنہ الکفار لانہ الذی یخمس بین سبب اسی
عموم کے مصنف نے کہا کہ وہ عام ہے کان خلقی سے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو زمین میں پیدا کیا ہے اور عام ہے کنز سے یعنی مدفون کہ زمین میں
رکھا ہو کفار نے اسلیے کہ اسی کا خمس لیا جاتا ہے اگر مسلمان کا مال ہوگا تو اسکا حکم لقطہ کا ہے وجد مسلم او ذمی ولو قنا صغیرا انثی
پائے کسی مسلمان یا ذمی نے اگرچہ مملوک صغیر عورت ہو یعنی حکم عام ہے پانے والا آزاد ہو یا مملوک کبیر ہو یا صغیر مرد ہو یا عورت مسلمان
ہو یا ذمی کذا فی النہر معدن نقد و نحو حدید ای کان سونے یا چاندی یا لوہے کی یا اسکے مثل کی وہو کل جامد ینطبع بالنار
ومنہ الزیبق اور لوہے کے مثل ہر چیز جو کہ نرم ہو جاوے آگ سے اور اسی میں ہے پارہ ہم یہ قول امام محمد کا اور امام صاحب کا آخر
قول ہے اور قول اول یہ تھا کہ پارہ میں کچھ نہیں لازم آتا اور یہی قول آخر ہے امام ابو یوسف کا کیونکہ پارہ بمنزلہ رال وغیرہ کے ہے اور انہیں
خمس نہیں ہے امام محمد اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ پارہ چشمہ سے مزاولت اور تدبیر سے نکالا جاتا ہے اور ڈھلتا ہے کسی دوسری چیز کے

ساتھ ملکر تو چاندی کے مانند ہو اسلیے چاندی جب تک کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہو نہیں ڈھلتی کذا فی الفتح اور معلوم ہو کہ خلاف
اُس بارہ مین ہی جو معدن مین سے حاصل کیا ہو لیکن جو موجود کفار کے خزائن وغیرہ میں ہو اُسمین بالاتفاق خمس لازم ہی کذا فی الشامی
خرج المائع کنفط وقار وغیر المنطبع کمعادن الاحجار پس نکل گئین بہتی چیزین یعنے جامد کی قید سے جیسے نفط اور رال اور نکل گئی منطبع کی قید
سے جو نرم نہیں ہوتے جیسے کان پتھرون کی جیسے فیروزہ و زمرد وغیرہ کلام قہستانی مین ہی کہ کان تین قسم کی ہی ایک وہ سخت چیزین
کہ پگھل جاتی ہین آگ سے جیسے سونا چاندی رانگ تانبا پیتل لوہا دوم وہ سخت چیزین جو آگ سے نرم نہیں ہوتین جیسے چونا اور پتھر
یاقوت وغیرہ سوم وہ چیزین کہ جامد نہیں جیسے پانی رال نفط وغیرہ کذا فی المبسوط والتحفہ نفط ایک روغن ہی کہ پانی پر آجاتا ہی اور قار او قیر
اور زفت وہ جس سے کشتیون کو روغن کرتے ہین کذا فی الشامی فی ارض خراجیۃ او عشریۃ خرج الدار لا المفازۃ لدخولہا بالاولے
کان یا دفینہ پاوے زمین خراجی سے یا عشری مین شارح نے کہا کہ زمین کی قید سے نکل گیا گھر اور نہیں خارج ہوا جنگل کیونکہ وہ بالاولے
داخل ہی ہم مراد عشری اور خراجی سے یہ ہی کہ جسکا وظیفہ عشر ہو یا خراج ہو خواہ کسی کے قبضے مین ہو یا نہو تو جب عشر و خراج کے ہوتے خمس
لیا جاویگا تو جنگل جس مین نہ عشر ہو نہ خراج بطریق اولے داخل خمس ہوگا کذا فی الطحطاوی خمس مخففا ای اخذ خمسہ لحدیث وفی الرکاز الخمس
وہو یعم المعدن کما مر مسلمان یا ذمی کی پائی ہوئی کان خواہ دفینہ سے پانچوان حصہ لیا جاوے بموجب اس حدیث کے فی الرکاز الخمس
اور یہ شامل ہی معدن کو جیسے پہلے گذرا وباقیہ لمالکہا ان ملکت اور باقی رکاز یعنے چار خمس زمین کے مالک کے ہین اگر وہ
زمین کسی کی مملوک ہو ہم حاشیہ ابو السعود مین ہی کہ مملوکہ سے مراد یہ ہی کہ غیر کی ملک ہو پانیوالے کی نہو کیونکہ پانے والے کی ملک ہوگی
تو اسمین خمس نہوگا جیسا مصنف آگے بیان کرتا ہی ولاشی فی ارضہ شامی نے کہا کہ اسکی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جب پانیوالا
مالک زمین نہو تب تو خمس واجب ہو اور خود مالک ہو تو واجب نہو کیونکہ علت وجوب دونون مین ایک ہی وہ یہ کہ معدن تمام اجزا سے
مالک کی ملک ہی تو مصنف کے کلام مین تعارض یقینا ہی یہان باقیہ لمالکہا کہا ہی اور آگے لاشی فی ارضہ کہا ہی شیخ رحمتی نے اس تعارض کو
یون دفع کیا کہ زمین مملوکہ کی معدن مین دو روایتین ہین روایت اصل ہی کہ اسمین خمس نہین کل مالک کی ہی اور جامع صغیر کی روایت
یہ ہی کہ اسمین خمس ہی اور چار خمس مالک کے ہین پس یہان کا قول مطابق روایت جامع صغیر کے ہی اور قول آیندہ موافق روایت اصل کے کذا فی
الشامی ملتقطا والا کجبل ومفازۃ فللواجد اور اگر زمین رکاز کی کسی کی مملوک نہو جیسے پہاڑ و جنگل پس وہ چیز پانے والے کی ہی والمعدن
لاشئ فیہ ان وجدہ فی دارہ وحانوتہ اور معدن مین کچھ لازم نہیں آتا اگر پاوے اسکو اپنے گھر مین اور اپنے دکان مین ہم معدن کے
لفظ مین احتراز ہی دفینہ سے اسلیے کہ اسکا خمس لیا جاتا ہی اگرچہ کسی کی مملوک زمین مین ہو یا اُسکے گھر مین ہو اسلیے کہ وہ اجزاے زمین سے
نہین ہی جیسا ہدایہ مین ہی اور گھر اور دکان کی معدن مین کچھ نہ لازم آنا امام صاحب کے نزدیک ہی برخلاف قول صاحبین کے کذا فی
الشامی وارضہ فی روایۃ الاصل واختارہ فی الکنز اور کچھ لازم نہیں آتا اگر پاوے معدن اپنی اراضی مین اصل کی روایت کے بموجب
اور اسی کو اختیار کیا ہی کنز مین ہم غایۃ البیان مین کہا ہی کہ زمین مملوکہ مین امام صاحب سے دو روایتین ہین روایت اصل کے موافق
ارض اور دار مین کچھ فرق نہیں یعنے دونون مین کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ زمین جب اُسکی طرف منتقل ہوئی تو بالکل مع اپنے تمام اجزا کے
منتقل ہوئی اور معدن بھی اُسی زمین کی مٹی کی ہی تو خمس لازم نہ آیا جیسے غنیمت جب اسکو امام کسی کے ہاتھ فروخت کر دے تو اور لوگون کا
حق اُس سے ساقط ہو جاتا ہی اسلیے کہ وہ شخص اُسکا مالک بمقابلہ عوض کے ہوا ہی یہی کہا ہی خصاف نے اور جامع صغیر کی روایت

کے موافق انہین فرق ہو اُسکی وجہ یہ ہو کہ وارثین کسی طرح کی مشقت اور تکلیف نہین تو خمس بھی لازم نہ آیا اور سبب کا سبب باطنی واسطے کا ہوا انکا
ارض سے کہ اُسمین موونت خراج اور عشر کی لازم آتی ہو پس اُسمین خمس لازم ہوا و کنز کے اختیار کرنیکو بیان کرنے سے ظاہر الروایۃ کو ترجیح
روایت اصل کی مقصود ہو لیکن ہدایہ مین امام سے دو روایتین نقل کین اور وجہ فرق کی جامع صغیر کی روایت کے موجب بیان کی اور اصل
کی روایت کی وجہ نہین ذکر کی اس سے استدلال ہو سکتا ہو کہ صاحب ہدایہ نے روایت جامع کی اختیار کی اور علامہ نوح نے ذکر کیا ہو کہ قیاس بھی
ترجیح روایت جامع کو چاہتا ہو دو وجہ سے اول یہ کہ جامع صغیر اصل پر بعد تصنیف کے وقت مقدم ہوتی ہو دوسرے یہ کہ یہی قول صاحبین کا ہو
تو متفق علیہ روایت کا اخذ کرنا اولی ہو حاصل یہ ٹھہرا کہ امام نے فرق کیا ہو وجوب خمس مین درمیان معدن اور دفینہ کے اور درمیان جنگل اور
گھر کے اور درمیان زمین مباح اور مملوک کے اور صاحبین نے کچھ فرق نہین کیا انہین وجوہ سے کہ ہم بیان کر چکے کذا فی الشامی ولا شئ
فی یاقوت و زمرد و فیروزج ونحوہا وجدت فی جبل ای معادنہا اور کچھ نہین عنبر وغیرہ یاقوت اور زمرد اور فیروزہ اور اسکی مثل
مین یعنے پتھر کی قسم جو نرم نہو سکتی ہو اور پہاڑون مین پائی جاوین مراد یہ ہو کہ اپنے معادن مین خواہ پہاڑ ہو یا غیر ہو ولو وجدت دفائن الجاہلیۃ
ای کنز اخمس لکونہ غنیمۃ اور اگر پائے جاوین اشیاء مذکورہ یاقوت وغیرہ درحالیکہ مدفون جاہلیت کے یعنی کنز ہو تو اسکا حکم آگے
آویگا تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہو کہ کفار کے پاس تھی پھر ہمارے قبضہ مین آگئی کذا فی البحر والحاصل ان الکنز
یخمس کیف کان والمعدن ان کان ینطبع اور حاصل یہ ٹھہرا کہ دفینہ مین خمس لیا جاوے ہر حال مین اور معدنی جس صورت مین کہ آگ
سے نرم ہو جاوے یعنے دھاتوں مین خمس ہو مثل رال وغیرہ کے اور جو نرم نہون انمین خمس لازم نہین ولا فی لولو وعنبر اور کچھ نہین
لازم موتیون مین کہ وہ بہار کے مینہ سے پیدا ہوتا ہو یعنے سیپ مین کہتے ہین کہ وہ ایک جانور ہو مچھلی کی قسم سے اللہ تعالی اُسمین موتی پیدا
کرتا ہو کذا فی الکرمانی وعنبر حشیش یطلع فی البحر او خثی دابۃ اور نہ عنبر مین کہ وہ ایک قسم کا گھاس ہو کہ دریا سے اگتا ہو یا گوبر کسی چوپایہ کا ہو
شیخ داود انطاکی نے اپنے تذکرہ مین لکھا ہو کہ صحیح یہ ہو کہ قعر دریا مین چشمے ہین وہ دہنیت باہر کیطرف دفع کرتے ہین وہ پانی پر جمتی ہو اسکو
دریا کی موج کنارے پر ڈالتی ہو وہ عنبر ہو کذا فی الشامی وکذا جمیع المستخرج من البحر من حلیۃ ولو ذہبا کان کنزا فی قعر البحر
اور ایسے ہی سب چیزین جو دریا سے نکالی جاوین زیور وغیرہ سے اگرچہ سونا ہو کہ دفینہ ہو قعر دریا مین یعنے کسی کا رکھا ہوا اور ظاہر
یہ ہو کہ اُسپر علامت اسلام کی نہو لیکن مین نے اسکو نہین صحیح کیا قالہ الشامی لانہ لم یرد علیہ القہر فلم یکن غنیمۃ اس واسطے کہ اُسپر غلبہ اور تسلط
کسی کا نہین وارد ہوا پس غنیمت نہوا اور حاصل یہ کہ محل خمس غنیمت ہو اور غنیمت وہ ہو کہ کفار کا مال ہو پھر مسلمانون نے اسکو بزور لیا ہو
اور قعر دریا پر کسی کا زور اور غلبہ نہین ہوا پس وہ مال غنیمت نہوا کذا قالہ قاضی خان وما علیہ سمۃ الاسلام من الکنوز نقدا او
غیرہ فلقطۃ یعنی حکمہا اور جو دفینہ کہ اُسپر علامت اسلام کی ہو خواہ نقد ہو یا سوا اسکے پس وہ لقطہ ہو کہ اسکا حکم آگے آویگا اور غیر
نقد مین شامل ہین ہتھیار آلات اثاث البیت کپڑا وغیرہ اور غنیمت اسواسطے نہین ہوا کہ مسلمانون کا مال غنیمت نہین ہوتا اور لقطہ
کا حکم جو آویگا وہ یہ کہ مسجدون کے دروازون پر اور بازارون مین پکارا جاوے یہان تک کہ گمان ہو کہ مالک اُسکی طلب سے چھوڑ بیٹھا
ہوگا پھر اگر خود فقیر ہو تو اپنے آپ صرف مین لے نہین تو کسی دوسرے فقیر کو دیدے بشرطیکہ جب طالب اسکا آوے تو ضمان دے کذا
فی الشامی وما علیہ سمۃ الکفر خمس وباقیہ للمالک اول الفتح اور جو دفینہ ایسا ہو کہ اُسپر علامت کفار کی ہو تو اس مین سے خمس
لیا جاوے اور باقی اُس شخص کا ہو جو اول فتح اسلام مین اسکا مالک ہوا امام کی تملیک سے ہم قاضی خان نے کہا کہ یہ خمس لینا بالاتفاق ہو

۱۱

دیکھا اُسمین لکھا ہی کہ کفار کے درہم مسلمانون کے درہمون مین مخلوط ہونے کی صورت مین جیسا فی زماننا رواج ہی اسلامی ہی ہونے چاہئین
ولا خمس فی رکاز معدنا کان او کنزا وجد فی صحراء دار الحرب بل کلہ للواجد ولو مستامنا لانہ کالمتلصص اور خمس لیا جاوے وہ رکاز
کہ پایا جاوے دار الحرب کے جنگل مین خواہ معدن ہو یا دفینہ بلکہ کل پانے والے کا ہی اگرچہ وہ دار الحرب مین امن لیکر گیا ہو اسواسطے
کہ وہ شخص چور کی طرح ہی ولذا لو دخل جماعۃ ذو منعۃ فظفروا بشیء من کنوزہم وجب تخمیسہ لکونہ غنیمۃ اور اسی واسطے
اگر دار الحرب مین ایک جماعت شوکت والی داخل ہو اور کچھ خزانہ یا معدن انکو دستیاب ہو تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ غنیمت ہی یعنے
غلبہ اور قوت سے حاصل ہوا ہی ولو وجدہ ای الرکاز مستامن فی ارض مملوکۃ لبعضہم ردہ الی مالکہ تحرزا عن الغدر اور اگر معدن
یا دفینہ کسی مستامن نے حربیون کی مملوکہ زمین مین سے پایا تو اُسکو اُسکے مالک کو پھیرا دے بچنے کے لیے غدر سے یعنے حربیون کے مال اُس
شخص مستامن پر بدون اُنکی رضامندی کے حرام ہین تو بدون اجازت کسی مال کا لے لینا خیانت ہوگا فان لم یردہ واخرجہ الینا ملکہ
ملکا خبیثا فسبیلہ التصدق پس اگر نہ پھیرا یا اُسکو اور دار الحرب سے نکال لایا تو اُسکا مالک ہو جاویگا خبیث ملک سے کہ اُسکا
تصدق کرنا واجب ہی فلو باعہ صح لقیام ملکہ لکن لا یطیب للمشتری پس اگر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ دیا تو درست ہی کیونکہ اُسکی
ملک ثابت ہی لیکن مشتری کو اچھا نہین ہم بخلاف اُس صورت کے کہ کسی سے ایک چیز بشراء فاسد خریدی پھر کسی کے ہاتھ بیچ دے تو مشتری
ثانی کے واسطے کچھ خرابی نہین ہی کیونکہ فسخ بیع اول کا اس صورت مین ممتنع ہوگیا کذا فی الحلبی عن البحر ولو وجدہ ای الرکاز غیرہ
ای غیر مستامن فیہا ای فی ارض مملوکۃ لہم حل لہ فلا یردہ ولا خمس لانہ بالاقرار بین متاع وغیرہ اور اگر معدن یا دفینہ پایا
غیر مستامن نے حربیون کی زمین مملوکہ مین سے تو اُسکو حلال ہی پس نہ پھیرا دے اور نہ اُس مین خمس لیا جاوے اسی وجہ سے کہ گذری
یعنے وہ مثل خفیہ لیجانے والے کے ہی کذا فی البدایہ بدون فرق کے درمیان متاع اور غیر متاع کے ہم متاع کے معنون مین فقہاء
کا اختلاف ہی صحیح یہ ہی کہ متاع وہ ہی جس سے نفع لیا جاوے خواہ کپڑے ہون یا گھر کا اسباب یا کھانا یا برتن کذا فی الطحطاوی وما فی
النقایۃ من ان رکاز متاع ارض لم تملک یخمس سہو اور جو کچھ نقایہ مین ہی کہ رکاز متاع زمین غیر مملوکہ کا خمس لیا جاوے وہ سہو ہی ہم نقایہ
کتاب ہی صدر الشریعہ کی اور یہی ہی وقایہ مین جو اُسکے دادا تاج الشریعہ کی کتاب ہی درر مین کہا ہی کہ یہ صحیح نہین ہی کیونکہ شرح
ہدایہ نے اور علماء نے تصریح کی ہی کہ خمس واجب ہوتا ہی اُس چیز مین کہ غنیمت کے معنون مین ہو یعنے اہل حرب کے ہاتھ مین ہو پھر
مسلمانون کے پاس آجاوے قوت بازو سے اور وقایہ مین جو ذکر ہی وہ اس طرح کی صورت نہین ہی کیونکہ مستامن مثل چور کے ہی
اور زمین دار الحرب کی مسلمانون کے ہاتھ مین نہین آئی الطحطاوی نے کہا کہ اضافت رکاز کی متاع کی طرف بیانی ہی الا ان یحمل علی متاعہم
الموجود فیہا اللہم مگر یہ کہ مراد لیا جاوے متاع سے حربیون کا متاع دار الاسلام مین موجود ہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا للواجد
صرف الخمس لنفسہ واصلہ وفرعہ واجنبی بشرط فقرہم پانے والے کو جائز ہی خمس کا صرف کرنا اپنے نفس پر اور اپنی اصل ماں باپ پر اور
اپنی فرع یعنے اولاد پر اور اجنبی پر بشرطیکہ محتاج ہون ہم یعنے وہ خود اگر محتاج ہو اور چار خمس مین اُسکا کام نہین
نکلتا تو خود سب کا سب رکھ لے اگر نصاب سے کم ہو اور اگر نصاب کو پہونچے تو خمس کا خرچ کر لینا اُسکو جائز نہین کذا فی البحر
عن البدائع مین کہتا ہون کہ اسمین گفتگو ہی کیونکہ بعضی اوقات نصاب سے زائد بھی کافی نہین ہوتا مثلاً جبکہ پانے والا قرضدار ہو
پس بہتر یہ ہی کہ حاجت ہی پر اقتصار کیا جاوے اور حاکم نے کافی مین کہا ہی کہ جسکو رکاز کا مال ملے اُسکو گنجائش ہی کہ صرف کرے خمس

سوال یایان مستامن سے وہ مسلمان مراد ہیں جو دار الحرب مین امن لیکر جاوے ۱۲ مطلب یعنے نقایہ کا مسئلہ کی اصورت پیدا ہوتی ہی کہ خمس اُس صورت مین لیا جاوے کہ متاع جو دار الاسلام کی زمین غیر مملوک مین پایا ۱۲

مساکین پر پھر اگر امام کو اطلاع ہو تو اُسکے لیے ہوے کو قبول کرے اور اگر اُسکو تمام مال کی ضرورت ہی تو گنجائش ہی کہ اپنے واسطے رہنے دے
اور یہ بھی گنجائش ہی کہ حاجتمندوں کو دے اگرچہ اسکا باپ دادا یا اولاد ہو اور یہ مال بمنزلہ اُس عشر کے نہیں ہی کہ زمین میں لازم ہوتا ہی
کذا افادہ الشامی

باب العشر

یہ باب ہو وہ بکی کے احکام میں ہم عشر کہتے ہیں دس میں سے ایک ٹکڑے کو اور یہاں مراد وہ ہی جو عشر کی طرف منسوب ہوتا کہ شامل ہو
نصف العشر اور ضعف العشر کو کذا فی البحر اور اسکو زکوٰۃ میں اسلیے ذکر کیا کہ اسکا مصرف وہی ہی جو زکوٰۃ کا ہی یجب العشر فی عسل
وان قل واجب ہی دسواں حصہ شہد میں اگرچہ قلیل ہو ہم شامی میں کہا کہ عسل میں کسرہ ہی تنوین نہیں کیونکہ مضاف ہی ارض کی
طرف اور لفظ وان قل کی ضرورت نہیں اسلیے کہ مصنف کا قول بلا شرط نصاب اس سے مغنی ہی ارض غیر الخراج ولو غیر عشریۃ
کجبل ومفازۃ عشر واجب ہی اُس شہد میں کہ غیر خراجی زمین کا ہو اگرچہ غیر عشری بھی ہو جیسے پہاڑ و جنگل بخلاف الخراجیۃ لئلا
یجتمع العشر والخراج بخلاف شہد زمین خراجی کے کہ اُسمیں عشر نہیں تاکہ نہ جمع ہوجاوین عشر اور خراج ہم ارض غیر الخراج کے
لفظ میں افادہ ہی کہ یہ شامل ہی زمین عشری کو اور اُس زمین کو کہ نہ عشری ہو نہ خراجی جیسے پہاڑ اور جنگل لیکن خانیہ میں ہی کہ یہ بھی
عشری ہی یعنے اگر استعمال میں آوے تو عشری ہو کذا قال الشامی وکذا یجب العشر فی ثمرۃ جبل او مفازۃ ان حماہ الامام لانہ
مال مقصود اور ایسا ہی عشر واجب ہی پہاڑی یا جنگلی پھلوں میں اگر امام نے اُنکی حفاظت کی ہو اسلیے کہ وہ مال مقصود ہی ہم امام کو اُنکی
حفاظت اسلیے مقصود ہی کہ عشر واجب ہی کیونکہ اخذ مال حفاظت ہی کی جہت سے ہی تو یہ علت اشتراط کی ہی یا یہ کہ وہ اس جنس سے ہی
کہ جس سے غلہ حاصل کرنا زمین کا مطلوب ہوتا ہی تو یہ علت وجوب کی ہوئی کذا فی الشامی لاان لم یحمہ لانہ کالصید عشر واجب نہوگا
اگر امام نے اُنکی حفاظت نہیں کی جیسا شکار کہ اُسمیں بھی عشر نہیں ویجب فی مسقی سماء اے مطر او سیح کنہر اور واجب ہی عشر
اُس زمین میں جو مینھ سے پانی دیگئی ہو یا جاری پانی سے مثل نہر کے ہم سیح پانی کے جاری ہونے کو کہتے ہیں زمین پر یعنے نہر کا پانی
پاتا ہوں کا کذا فی المغرب بلا شرط نصاب راجع للکل بدون شرط نصاب کے یعنے کچھ ضرور نہیں کہ پیداوار بقدر نصاب ہو اگر کم
ہوگا تب بھی عشر واجب ہوگا شارح نے کہا کہ نصاب کا ہونا سب مذکورات کی طرف ہی یعنے شہد و پھل و غلہ و بلا شرط بقاء و حولان
حول لان فیہ معنی المؤنۃ اور بدون شرط باقی رہنے تمام سال کے اور گذرنے برس کے اسواسطے کہ عشر میں معنی مؤنۃ الارض کے
ہیں یعنے اجرت زمین کی تو یہ عشر عبادت محض نہوا ہم اگر پیداوار سال بھر میں کئی بار ہو تو ہر بار عشر واجب ہوگا اور ایسا ہی خراج
مقاسمہ یعنے بٹائی کا لیکن خراج موظف جو فی جریب ایک ذراع یا مثل اُسکے سالانہ مقرر ہوا کرتا ہی تو وہ برس روز میں ایکبار واجب
ہوا کرتا ہی مکرر نہیں ہوتا اگرچہ زمین کا پیداوار کئی بار ہو کذا فی الشامی ولہذا کان للامام اخذہ جبرا ولو عقد من الترکہ اور اسلیے امام کو
گنجائش ہی کہ ان چیزوں کا عشر جبر سے اور ترکہ سے لیا جا سکتا ہی ویجب مع الدین وفی ارض صغیر ومجنون ومکاتب وماذون ووقف
اور واجب ہوتا ہی یہ عشر باوجود قرضداری کے اور لڑکے کی زمین میں اور مجنون کے اور مکاتب کی اور ماذون کی اور وقفی زمین میں
ہم زمین کی ملک وجوب عشر کے لیے شرط نہیں بلکہ پیداوار کی ملک شرط ہی اسلیے کہ عشر پیداوار میں ہی زمین میں نہیں تو زمین کا
مالک ہونا اور نہونا دونوں برابر ہیں اور زمین وقفی میں عشر اس صورت میں ہی کہ اہل وقف نے اُسکو بویا ہو کذا فی الشامی مختصرا

و مثل شہد زکوۃ میں اور عشر کو زکوۃ کہنا مجازا ہے اور ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے شارح سے اور شرح نقایہ میں اسی کی تقویت کی ہے لیکن عشر قریب امر با سے ہیں
کچھ نہ نکلے مگر ہو الا فی الالفی الا بقصد پر استدلال الا بعض مگر ان چیزوں میں عشر نہیں کہ زمین سے کہ حاصل ہیں مقصود نہیں جیسے حطب و قصب
فارسی جیسے لکڑی اور سینٹھے قصب یعنی ہندی میں بانس اور گرہ والی کو کہتے ہیں اور ہندی میں نرکل کو کہتے ہیں اور ایسا کہا ہے اور قصب الذریرۃ کے
جیسے قصب استبل کہتے ہیں کیونکہ ان دونوں میں عشر ہے کما فی البحر اور سراج میں ہے کہ گنے سے اور بانس میں عشر ہے خود گنے میں کذا فی
الشرنبلالیہ و حشیش یعنی گھاس اور جیسے گھاس چر اور سوکھا جھاڑ جیسے کیا کرتی ہے ہاں اگر اسکو کاٹ لیا اور گھاس کے اندر سے پہلے تو اسمیں عشر
واجب ہوگا کیونکہ وہی مقصود ہو گیا اور ایک روایت امام محمد سے ہے کہ سوکھی گھاس میں عشر ہے کذا فی الشامی و سعف و تین و قطران و خطمی و اشنان
اور جیسے کہ پتے اور جیسے گوند اور قطران ہو ایک درخت کا عصارہ ہے اور خطمی اور اشنان و شجر قطن و باذنجان اور جیسے گھاس کا درخت اور
بینگن کا درخت اور جیسے ان دونوں کے بیجوں میں عشر نہیں بلکہ خود کپاس اور بینگنوں میں عشر ہے کذا قال الطحطاوی و بذر بطیخ و قثاء و ادویہ
کالحلبۃ و شونیز اور جیسے تربوز کے بیج اور ککڑی کے اور جیسے دوائیاں مثل میتھی اور کلونجی کے کیونکہ تخم سے مقصود ترکاریاں ہوتی ہیں اور نہیں
عشر لازم آتا ہے خود تخم مقصود نہیں ہیں خانیہ میں ہے کہ دواؤں میں عشر نہیں ہے جیسے کیلا اور بیلا اور کندر ہیں کذا قال الشامی ہے لو اشتغل
ارضہ بہا یجب العشر یہاں تک کہ اگر زمین کو انہیں چیزوں میں لگا دیا تو عشر واجب ہوگا امام یعنی اگر کوئی شخص زمین کو بانس اور گھاس
وغیرہ کے واسطے رکھتا ہو تا حاصل کے لیے اور اسی کو کاٹتا ہو اور بیچتا ہو تو اس میں عشر ہوگا کذا فی غایۃ البیان والبدائع اور شرنبلالی میں
کہا کہ بیچنا کچھ شرط نہیں اسی لیے قاضی خان نے مطلق رکھا یعنی بیچنے کی قید نہیں لگائی کذا فی الشامی و یجب نصفہ فی مسقی غرب اے
دلو کبیر و دالیۃ اے دولاب لکثرۃ المؤنۃ اور نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے اس زمین کی پیداوار میں جو چرس سے پانی دی گئی ہو
یا رہٹ سے بسبب زیادتی محنت کے ہے یہ وجہ ہے نصف العشر لازم آنے کی وفی کتب الشافعیۃ او سقاہ بماء اشتراہ اور کتب شافعیہ میں مذکور
ہے یا اس صورت میں کہ پانی مول لیکر دیا ہو اور یہ ہمارے قواعد کے مخالف نہیں ہے یعنی اس صورت میں حنفیوں کے نزدیک بھی بیسواں حصہ
لیا جاویگا کذا فی الشامی ولو سقی سیحا و بالۃ اعتبر الغالب اور اگر پانی دیا اسکو نہر سے اور کبھی آلہ سے یعنی چرس وغیرہ سے تو اعتبار کیا جاویگا
اکثر کا اگر اکثر چرس سے پانی دیا ہوگا تو بیسواں حصہ لیا جاویگا اور اگر باران سے یا نہر سے دیا ہوگا تو دسواں حصہ کذا فی الزیلعی ولو استویا
فنصفہ اور اگر دونوں طرح پانی دینا برابر ہو تو نصف عشر ہے کیونکہ زیادتی میں شک واقع ہوا اور شک سے لزوم نہیں ہوتا وقیل ثلثۃ
ارباعہ اور ایک قول یہ ہے کہ تین ربع عشر کے اس صورت میں لازم ہیں ثم غایۃ البیان میں کہا کہ یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا کہ نصف نصف
دونوں دلیلوں کا لیا جاوے یعنی چونکہ آدھی زمین نہر کی ہوئی تو دسویں حصہ کا آدھا لازم ہوا اور آدھی دولابی تو بیسویں حصہ
کا آدھا لازم ہوا اسی لیے تین ربع عشر کے ہوے اور زیلعی نے روایت اول یعنی لزوم نصف عشر کو ترجیح دی ہے سو اس پر قیاس کرکے
جس صورت میں آدھے برس گھر سے گھاس دیا ہو کذا فی الشامی بلا رفع مؤن اے کلف الزرع و بلا اخراج البذر لتصریحہم بالعشر
فی کل الخارج عشر اور نصف عشر لیا جاوے بدون مجرا کرنے اخراجات کھیتی کے اور بغیر نکالے تخم کے اسلیے کہ علما نے تصریح کی ہے عشر کی
کل پیداوار سے ہم یعنی عشر اول صورت میں اور نصف عشر دوسری صورت میں جو لازم ہے تو کل میں سے لازم ہے بغیر جدا کرنے مزدوری
کمیروں اور خرچ بیلوں کے اور نہروں کی کھدوائی اور اجرت محافظ وغیرہ کی کذا فی الدرر و یجب ضعفہ فی ارض عشریۃ لتغلبی
مطلقا اور واجب ہے دونا عشر کا یعنی پانچواں حصہ اس عشری زمین میں جو تغلبی کی ہو ہر صورت میں ہم بنی تغلب قوم نصاری میں سے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات پر صلح کی تھی کہ مسلمانوں کا دونا اُن سے لیا جاوے طحطاوی نے کہا کہ علما نے فرق نہیں بیان کیا زمین
کے والا ہے سے پانی دیئے یا نہر کے پانی دیئے میں اور مقتضا صلح کا جو واقع ہوئی یہ ہے کہ مسلمانوں کی نسبت اُن سے دونا لیا جاوے خواہ
میں وان کان طفلا او انثی او اسلم او ابتاعها من مسلم اگرچہ تغلبی لڑکا ہو یا عورت یا اسلام لے آیا یا زمین خریدی ہو مسلمان سے
تغلبی اگرچہ مسلمان ہوا تو اُسکے پاس جو زمین تضعیفی ہو وہ طرفین کے نزدیک تضعیفی رہتی ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک عشری
ہو جاتی ہے اور یہی حال ہے جب خریدا ہو اُس سے کسی مسلمان نے اور اگر خریدا تغلبی نے عشری زمین کو کسی مسلم سے تو شیخین کے نزدیک
تضعیفی ہو جاویگی اور امام محمد کے نزدیک عشری باقی رہیگی کذا فی الحلبی او ابتاعها منه مسلم او ذمی لان التضعیف کالخراج فلا یتبدل
یا خریدا زمین کو تغلبی سے کسی مسلمان نے یا ذمی نے اس جہت سے کہ تضعیف خراج کے مانند ہے پس تبدیل نہوگا [illegible] ذمی جب تضعیفی
زمین تغلبی سے خریدے تو بالاتفاق تضعیفی رہتی ہے کذا فی الحلبی اور شرح کا ذکر کیا بر کثرت ہے ورنہ سب انتقالات میں یہی حکم ہے نقل
عن البرجندی اور عدم تبدیل خراج بالاتفاق اور تضعیف میں امام ابو یوسف کا اس صورت میں خلاف ہے کہ تغلبی مسلمان ہو جاوے
یا اُس سے کسی مسلمان نے خریدی ہو کیونکہ وہ عشری ہو جاتی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کذا فی الحلبی واخذ الخراج من ذمی غیر تغلبی
اشتری ارضا عشریۃ من مسلم وقبضها منه للتنافی اور لیا جاویگا خراج اس ذمی سے جو تغلبی نہو اور خریدا ہو زمین عشری [illegible]
اور قبض کیا اُسکو کیونکہ عشر میں اور کفر میں منافات ہے ذمی سے خراج لینا اس صورت میں مذہب شیخین کا ہے اور امام محمد کے نزدیک
عشری ہی رہیگی اور غیر تغلبی کی قید اسواسطے لگائی کہ عشری اسپر مضاعف ہو جاتی ہے شیخین کے نزدیک اور قبض کی قید اسلیے لگائی
کہ خراج واجب نہیں ہوتا اگر زراعت کی قدرت سے اور زراعت پر قدرت نہیں حاصل ہو سکتی بدون قبض کے اور کفر منافی ہے عشر
کے اسلیے کہ عشر میں معنی عبادت کے ہیں حاصل یہ ہے کہ زمین عشری ہوتی ہے یا خراجی یا تضعیفی اور مشتری یا مسلم ہوگا یا ذمی یا تغلبی پس
جب مسلمان خریدے عشری یا خراجی کو تو بدستور اپنے حال پر رہتی ہے یا خریدے تضعیفی کو تب طرفین کے نزدیک بدستور رہتی ہے اور
امام ابو یوسف رح کہتے ہیں کہ عشری ہو جاویگی اور جب تغلبی خریدے خراجی کو تو خراجی رہیگی اور تضعیفی کو خریدے تو تضعیفی رہیگی اور اگر
عشری کو کسی مسلمان سے خریدے تو تضعیفی ہو جاویگی شیخین کے نزدیک برخلاف قول امام محمد کے اور جب خریدے ذمی غیر تغلبی خراجی
یا تضعیفی کو تو بدستور رہیگی اور اگر عشری خریدے تو خراجی ہو جاویگی اگرچہ اسکی مالک میں امام اعظم کے نزدیک کذا قال الشامی
و اخذ العشر من مسلم اخذها منه ای من الذمی بشفعة لتحول الصفقة الیه اور لیا جاویگا عشر مسلمان سے کہ لیا ہو زمین عشری کو ذمی
سے شفعہ کی وجہ سے واسطے تبدیل عقد کے ذمی سے طرف مسلمان کے گویا کہ مسلمان نے مسلمان سے لیا ذمی کا واسطہ
بیع میں سے اٹھ گیا کذا فی البحر وغیرہ او ردت علیه لفساد البیع یا زمین رد کی گئی مسلمان پر بیع کے فساد کے سبب سے ہم اور ردت علیه
ہی اخذہا پر ہے جبکہ خریدا اُسکو ذمی نے مسلمان سے بشرط فاسد پھر وہ زمین بجہت شرط فاسد ہونے کے رد کی گئی مسلمان پر تو وہ زمین عشری
نہ ہوگی بدستور بحر میں کہا ہے کہ رد اور فسخ کی جہت سے بیع کان لم یکن ہو گئی اسلیے کہ حق مسلمان کا یعنی بائع کا اسطرح کی بیع سے منقطع
نہیں ہوا تھا کہ ہنوز استحقاق پھر لینے کا اُسکو ثابت ہے او بخیار شرط یا رد کی گئی ہو خیار شرط کی جہت سے ہم [illegible] صورت میں کہ بائع کو
خیار تھا جیسا قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں قید لگائی ہے اسلیے کہ خیار بائع کا منع کرتا ہے زوال ملک کو [illegible] اور [illegible] مطلقا
یا رد کی گئی ہو خیار رویت بہرحال یعنے بقضاء قاضی سے ہو یا بغیر اسکے کذا فی الشامی او عیب بقضاء یا رد کی گئی بجہت عیب کے قاضی کے

حکم ہے ہم تو ان پانچون صورتون مین مسلمان سے عشر لیا جائیگا ولو بغیر ولقیت خراجیۃ الا اذا اقالہ لا فسخ اور اگر رد کی گئی بغیر حکم
قاضی کے تو ہمیشگی خراجی رہیگی اسواسطے کہ یہ اقالہ ہے نہ فسخ یعنے اقالہ بیع جدید ہوتا ہے غیر متعاقدین کے حق مین کذا فی الشامی واخذ خراج من دار
جعلہ بستانا او مزرعۃ ان کانت لذمی مطلقا اور لیا جاوے خراج گھر سے کہ بنالیا ہو اُسکو باغ یا کھیت اگر وہ گھر ذمی کا ہو ہر صورت
مین عام اس سے کہ عشر کے پانی سے اُسکو پانی دیا ہو یا خراج کے پانی سے اسلیے کہ ذمی خراج کے لائق ہے نہ عشر کے کذا فی البحر او لمسلم وقد سقاہا بمائہ لرضاہ
یا وہ گھر مسلمان کا ہو لیکن مسلمان نے اُسکو پانی دیا خراج کے پانی سے اسواسطے کہ مسلمان راضی ہوا خراج کے ادا پر اسوجہ سے کہ اُسنے خراج کا پانی
اپنے کھیت کو دیا اور ماء خراج کا پانی یعنے وہ نہرین کہ کھودین اُنکو عجمیون نے جیسے گنگا اور جمنا کی نہرین اور اسی کے مانند ہے جیحون اور سیحون ودجلہ وفرات
برخلاف قول امام محمد کے اور عشر کا پانی مینہ اور کنوان اور چشمہ اور وہ دریا جو کسی کے تحت مین نہو کذا فی الملتقی وشرح عقابی نے اشکال کیا تھا کہ یہان
مسلمان پر خراج لگانا ابتداءً لازم آتا ہے شارح نے اسکے جواب کیطرف اشارہ کیا کہ ممنوع ہے خراج کا جبرًا لگانا ابتداءً مسلم پر اور یہان مسلمان نے چونکہ
خراجی زمین سے پانی دیا خود خراج اختیار کیا جیسا زمین موات کو امام کی اجازت سے درست کرے اور پانی خراج کا دے تو خراج واجب ہوتا ہے کذا
قال فی البحر واخذ عشر ان سقاہا المسلم بمائہ او بہما لانہ الیق بہ اور لیا جاویگا عشر اگر پانی دیا زمین کو مسلمان نے عشر کے پانی سے یا دونون طرح
کے پانی سے اسلیے کہ عشر لائق ہے مسلمان کو کیونکہ اسمین عبادت کے معنی پائے جاتے ہین ولا شئی فی دار ومقبرۃ ولو لذمی اور کچھ نہین لازم گھر مین
اور مقبرہ مین اگرچہ ذمی کا ہو ہم کیونکہ حضرت عمر نے مساکن کو معاف کر دیا تھا اور اسی پر اجماع ہے صحابہ کا دوسری وجہ یہ ہے کہ رہنے مین نمو اور زیادتی نہین
اور خراج کا وجوب نمو کی جہت سے ہے اور اسی قیاس پر مقابر مین زیادتی اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ پرانے اور نئے مین کچھ فرق نہین لیکن علمانے
تصریح کی ہے کہ اگر کسی خراجی زمین کو معطل رکھے تو اُسپر خراج لازم ہے خانیہ مین ہے اگر خراجی زمین کو خرید کرکے گھر بنایا یا عمارت بنائی تو اُسپر اُس زمین کا
خراج لازم ہوگا جیسا اُس صورت مین کہ اُسکو معطل رکھے اور ایسا ہی ذخیرہ مین ہے پھر کہا کہ فتاوی ابو اللیث مین ہے کہ جب کرین خراجی زمین کو مقبرہ
یا کرایہ کے لیے یا گھر فقیرون کے لیے تو خراج ساقط ہوجاتا ہے انتہی اور یہ دوسری روایت شاید کہ مبنی ہے منفعت عامہ پر کذا قال الشامی ولا فی عین
قیر ونفط اور کچھ نہین رال کے چشمے مین ہم اسلیے کہ رال زمین کا نما یعنے بڑھوتری نہین ہے یعنے زمین سے نہین پیدا ہوتی ہے بلکہ چشمہ ہے جوش مارتا
جیسے پانی کا چشمہ تو اسمین عشر اور خراج نہین کذا فی البحر وہذا حین یلیہ الماء مطلقا ای فی ارض عشر او خراج اور کچھ نہین لفظ مین کہ ایک معنی
ہے کہ جو پانی پر آجاتا ہے کسی صورت مین یعنے رال وغیرہ زمین عشری مین ہو یا خراجی مین ولکن فی حریمہا الصالح للزراعۃ من ارض الخراج
خراج لیکن خراج زمین کے چشمہ کے گرد و نواح مین جو صلاحیت کھیتی کی رکھتا ہو خراج لازم ہے لا فیہا لتعلق الخراج بالتمکن من الزراعۃ
خراج نہین خود چشمہ مین اسلیے کہ خراج متعلق ہے کھیتی کی قدرت پر ہم یہ علت ہے الصالح للزراعۃ کی اور خراج موظف مین بن سکتی ہے اور خراج مقاسمہ کا حکم
مانند حکم عشر کے کذا قال الشامی واما العشر فیجب فی حریمہا العشری ان زرعہ والا لا لتعلقہ بالخارج اور عشر واجب ہے عشری زمین کے چشمہ کے گرد و نواح
مین بشرطیکہ بووے اور نہین تو نہین لازم کیونکہ عشر پیداوار سے متعلق ہے ویوخذ العشر عند الامام عند ظہور الثمرۃ وبدو صلاحہا بان شرط فی النہر
امن فسادہا اور لیا جاوے عشر امام صاحب کے نزدیک وقت ظاہر ہونے پھل کے اور وقت ظاہر ہونے اُسکی درستی کے یعنی گدرا ہونے کے کذا فی البرہان
اور نہر مین شرط کیا ہے کہ فساد سے مامون ہو جاوے ہم جوہرہ مین کہا ہے کہ اختلاف ہے عشر کے وقت مین جو کھیتون اور پھلون مین سے لیا جاتا ہے پس
امام ابوحنیفہ اور زفر کہتے ہین کہ اُسوقت لیا جاوے کہ جب پھل ظاہر ہو اور خرابی سے محفوظ ہو اگرچہ کٹنے کے لائق نہو یعنے اسدرجہ کو پہونچے کہ اُس سے
انتفاع ہوسکے اور امام ابو یوسف کہتے ہین کہ جب کٹنے کے لائق ہو اور امام محمد کہتے ہین کہ جب کٹ جاوے اور کھلیان لگایا جاوے کذا فی الشامی

سلہ اور نفط مین بھی کچھ نہین کذا فی الکافی والنہایۃ وغیرہ ۱۲

ولا یحل لصاحب ارض خراجیۃ اکل غلتہا قبل اداء خراجہا اور نہین حلال خراجی زمین والے کو کہ کھاوے اُسکی آمدنی خراج کے ادا سے
پہلے ہم بعضون نے کہا کہ یہ حکم خراج مقاسمہ کا ہی اسلیے کہ خراج موظف ذمہ پر لازم ہوتا ہی پیداوار سے اُسکو علاقہ نہین اور بعضون نے کہا ہی کہ
خراج وظیفہ مین بھی ایسا ہی ہی اسلیے کہ امام پیشوا حاکم کو حبس کا حق ہی خراج کے ادا کے لیے پس اگر پیداوار کو مالک کھا جاوے تو امام خراج کہان سے
لے کذا فی الذخیرۃ طحطاوی نے کہا کہ واقعات مین ہی نقلا عن البزازیۃ کہ پیداوار سے کھانا درست نہین قبل ادا کرنے خراج کے اور ایسا ہی قبل ادا کرنے
عشر کے اگرچہ مالک عزم ادائے عشر کا رکھتا ہو اور یہ قید حسن ہی کذا فی الشامی ولا یاکل من طعام العشر حتے یودی العشر وان اکل ضمن عشرہ
مجمع الفتاوی اور نہ کھاوے مالک اناج عشر ہ سے یہانتک کہ ادا کرے عشر اور اگر کھاویگا تو اسکے عشر کا ضامن ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی ہم شرح
ملتقے مین معراج سے منقول ہی کہ اگر دستور کے موافق کھاویگا تو اسپر کچھ نہین فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا
فی الطحطاوی وللامام حبس الخارج للخراج اور امام کو پہنچتا ہی کہ پیداوار کو روک رکھے واسطے وصول خراج کے ومن منع الخراج سنین لا یوخذ
لما مضی عند ابی حنیفۃ خانیۃ اور جس شخص نے خراج چند سال ادا نہ کیا ہو تو گذشتہ برسون کا خراج نہ لیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک کذا فی
الخانیۃ ہم اور یہ مسئلہ کتاب الجہاد کے باب العشر والخراج مین بھی مذکور ہی اور خانیہ کا یہ قول محمول ہی اس حالت پر کہ مالک زراعت سے عاجز ہو جیسا کہ
دوسری عبارت سے خانیہ کی معلوم ہوتا ہی کذا فی الشامی مختصرا وفیہا من علیہ عشر او خراج اذا مات اخذ من ترکتہ وفی روایۃ لا بل یسقط
بالموت والاول ظاہر الروایۃ اور خانیہ مین ہی جسپر عشر یا خراج ہو جب وہ مرجاوے تو اسکے ترکہ سے لیا جاوے اور ایک روایت یہ ہی کہ نہ لیا
جاوے بلکہ موت کی جہت سے ساقط ہو جاتا ہی اور اول ظاہر الروایۃ ہی ہم شامی نے کہا کذخیرہ مین ہی کہ نہین ساقط ہوتا عشر بسبب مرنے اوس
شخص کے جسکے ذمہ ہی ظاہر الروایۃ مین اور ابن المبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کیا ہی کہ ساقط ہو جاتا ہی پھر دو ورقون کے بعد ہی کہ ساقط ہوتا ہی
خراج اسکے مرنے سے جسکے ذمہ خراج ہی چاہے وہ خراج موظف ظاہر الروایۃ مین اور ابن المبارک نے کہا کہ ساقط ہو جاتا ہی پس معلوم ہوا کہ بنا بر دونون
روایتون کے فرق ہی درمیان عشر وخراج کے اور یہ قطعا ہی خراج موظف کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ خراج مقاسمہ ساقط نہین ہوتا
عشر کی ظاہر الروایۃ مین انتہی فروع مسائل الحقہا شارح کے تمکن من الزرع شرط وجوب الخراج دون العشر قادر ہونا زمین کا قابل ہونا زراعت پر اور ہوجانا
او خراج واجب ہی نہ عشر ہم یعنی خراج موظف اور خراج مقاسمہ واجب نہین ہوتا جیسا پہلے گذر چکا اور مصنف بھی باب العشر والخراج مین ذکر
کریگا کذا قال الشامی ویسقطان بہلاک الخارج اور ساقط ہو جاتے ہین دونون یعنی عشر اور خراج مقاسمہ پیداوار کے ہلاک ہو جانے سے لیکن
موظف اگر کھیتی کٹنے سے پہلے ہلاک ہو جاوے تو ساقط ہو جاتا ہی اور بعد کٹنے کے نہین کذا قال الحلبی والخراج علی الغاصب ان زرعہا وکان جاحدا
ولا بینۃ لربہا اور خراج غاصب کے ذمہ ہی اگر بویا ہو زمین مغصوبہ کو اور وہ غصب سے انکار کرتا ہو اور مالک کے پاس گواہ نہون ہم خانیہ مین ہی
کہ وہ زمین کہ اسکا خراج مقرر ہی کسی شخص نے اسکو غصب کر لیا اور غصب سے منکر ہی اور مالک کے پاس گواہ نہین اگر غاصب نے اسکو نہین بویا تو خراج
کسی پر نہین اور اگر غاصب نے بویا اور زراعت سے زمین ناقص نہین ہوئی تو خراج غاصب پر ہی اور اگر غاصب غصب کا مقر ہو یا مالک کے پاس
گواہ ہون اور زراعت کی وجہ سے زمین مین کچھ نقصان نہین آیا تو خراج مالک کے ذمہ ہی اور اگر زمین کو زراعت سے نقصان پہونچا ہو تو امام
صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر ہی نقصان تھوڑا ہو یا بہت کیونکہ گویا اس شخص نے زمین کو اجارہ دیا بدلے ضمان نقصان کے غاصب
کے کما تقدم اور یہی تفصیل ہی زمین عشری کی غصب مین کذا قال الشامی والخراج فی بیع الوفاء علی البائع ان لم یکن فی یدہ اور بیع بالوفا مین خراج
بائع پر ہی اگر زمین اسکے قبضہ مین نہ ہو ہم بیع بالوفا کا نام بیع المعاملہ بھی ہی اس مین شرط ہوتی ہی کہ بیع بائع کو پھیر دیجاوے جب وہ ثمن مشتری کو

پھیر دے اور اُسکا بیان آخر کتاب البیوع میں آویگا انشاء اللہ تعالی ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتری ولو بعدہ فعلی البائع
اور اگر کھیتی کو بیچ دیا پس اگر پکنے سے پہلے بیچا تو عشر مشتری پر ہے اور اگر بعد پکنے کے تو بائع پر ہے ہم اور یہ شامل ہے اس صورت کو کہ کھیتی کو بیچ دیا اور
مشتری نے مالک کی اجازت سے پکنے تک رہنے دیا تو طرفین کے نزدیک عشر مشتری پر ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جو کچھ بڑھی ہوئی کھیتی
کی قیمت کے برابر تو بائع پر ہے اور باقی مشتری پر یہ حال کھیتی کی بیع کا ہے کذا فی الفتح اور اگر کھیت بدون کھیتی کے بیچا اور مشتری کے سپرد کر دیا اگر
اسقدر مدت باقی رہی کہ اُسمیں کھیتی کر سکتا ہے تو عشر مشتری پر ہے نہیں تو بائع پر ہے اور مدت کے اندازہ کے باب میں فتوی تین مہینے پر ہے اور اگر بیچا
مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اُسنے تیسرے کے ہاتھ بیچا تا آنکہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو خراج کسی پر لازم ہوگا بلکہ جس کے ہاتھ میں اسقدر مدت زمین رہی
کہ زراعت کر سکے دوسرے برس کے آنے سے پہلے کذا قالہ الشامی والعشر علی المؤجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر اور عشر اجارہ دینے والے
کے ہے امام صاحب کے نزدیک جیسا خراج موظف بالاتفاق موجر پر ہے اور کہا ہے صاحبین نے کہ اجارہ لینے والے پر ہے ہم یعنی اگر زمین کو اجارہ دیا تو عشر
امام کے نزدیک موجر پر ہے اجرت میں سے جیسا تاتارخانیہ میں ہے اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر ہے فتح القدیر میں ہے کہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عشر
تعلق پیداوار کے ساتھ ہے اور وہ مستاجر کا ہے اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ زمین کا نفع جیسا زراعت سے ہوتا ہے ویسا ہی اجارہ سے بھی ہوتا ہے
تو یہاں اجرت مقصود ہے جیسا پھل ہونا حقیقت میں موجر کے پاس ہے اور وہی مالک بھی ہے تو عشر کے واجب ہونے کے لیے بھی اولی ہے کمستعیر مسلم بخلاف
عاریت لینے والے مسلم کے ہم یعنی جیسا عاریت کی صورت میں کہ اگر کسی مسلمان نے زمین عاریت لی تو مستعیر کے اوپر خراج ہے اور زفر کے نزدیک عاریت
دینے والے پر ہے کیونکہ جب اُسنے اپنی طرف سے مستعیر کو بخوشی اپنے قائم مقام کیا تو عشر اسی پر لازم ہوا جیسا موجر کا حال ہے ہم کہتے ہیں کہ موجر نے منفعت
زمین کی حاصل کی کہ قائم مقام پیداوار کے ہوئی بخلاف معیر کے اور مسلم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ذمی عاریت لے تو عشر معیر پر ہے بالاتفاق کیونکہ
حق فقرا کا عاریت لینے کی وجہ سے کھو دیا کذا فی البحر یعنی اس وجہ سے کہ کافر عشر کا اہل نہیں ہے لیکن بدائع میں ہے کہ اگر کافر نے عاریت لی تو صاحبین کے
نزدیک عشر اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور امام صاحب سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں تو ایسا ہی ہے اور ایک روایت میں مالک پر ہے تامل کذا فی الشامی
وفی الحاوی وبقولھما ناخذ اور حاوی میں ہے کہ صاحبین کے قول کو ہم اخذ کرتے ہیں وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیھما
بالحصۃ اور جو زمین مزارعت پر دیجاوے پس اگر بیج مالک کی طرف سے ہو تو عشر اُسی پر ہے اور اگر مزارع کی طرف سے ہے تو دونوں پر حصہ رسد ہے ہم
واضح ہو کہ عقد مزارعت اُسکو کہتے ہیں کہ زمین اور بیج اور بیل اور کام میں سے کچھ ایک شخص کا ہو اور کچھ دوسرے کا امام اعظم کے نزدیک مزارعت
کی سب قسمیں باطل ہیں مگر صاحبین کے نزدیک تین صورتیں جائز ہیں اول یہ کہ زمین اور بیج ایک کے ہوں اور بیل اور کام دوسرے کا دوسرے
یہ کہ زمین ایک کی ہو باقی دوسرے کی تیسرے یہ کہ کام ایک کے ذمہ ہو باقی دوسرے کے باقی صورتیں صاحبین کے نزدیک باطل ہیں تو یہ تفصیل جو شارح
نے بیان کی ہے نہ تو امام صاحب کے قول پر مبنی ہے نہ صاحبین کے کیونکہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہے خواہ بیج اُسکا ہو یا نہ ہو اور صاحبین کے نزدیک دونوں
پر ہے حصہ رسد اور یہی مذکور ہے اکثر کتب میں تو شارح کو مناسب تھا کہ اکثر کتب کی متابعت کرتا یہ حال عشر کا ہے اور خراج بالاتفاق مالک پر ہے کذا فی الطحطاوی
والشامی ومن لہ حظ فی بیت المال وظفر بما ھو وجہ لہ لاخذہ دیانۃ اور جسکا حق بیت المال میں ہو اور وہ شخص اسطور سے اُسپر قابو پا گیا تو اُسکا
لے لینا اُسکو دیانۃ جائز ہے ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المال کے حقدار کو پہنچتا ہے کہ لے لینا جہاں سے پاوے اگرچہ اُس خاص مد میں کے
نہ ہو جو اُسکے واسطے مقرر ہے اور یہ تاتارخانیہ کے ظاہر کلام کے خلاف ہے ورنہ مدوں کی جدا تعیین کرنے کا کیا فائدہ ہاں امام کو البتہ پہنچتا ہے کہ وقت ضرورت ایک
مد میں سے قرض لیکر دوسرے مصارف میں صرف کرے پھر جو قرض لیا اُسکو اُسکی جگہ رکھدے تو یہ مسئلہ البتہ یوں چاہتا ہے کہ دوسری مد میں سے بھی امام کو

دے دینا جائز ہو پس مسئلہ مذکورہ میں اگر حقدار کو اپنے حق تک پہونچنا ممکن ہو تو اس کے سوا جس میں اسکا حق ہی دوسرے سے لینا درست نہیں مگر ضرورت
کے لیے جائز ہی اسلیے کہ ضرورت میں اگر یہ جائز نہو تو لازم آتا ہی کہ کوئی حقدار فی زماننا اپنے حق کو نہ پہونچے کیونکہ بیت المال کی مدات جدی جدی نہین ہوتی
ہاں بیت المال کو اکٹھا کر دیتی ہین کذا قالہ الشامی وعلیہ ومن عرف ودیعۃ لاحدہما والوارث لہ فیہا اوغیرہ من المصارف اور جس شخص نے کسی کی ودیعت رکھی ہو
اور مالک مر گیا اور کوئی وارث نہین تو اسکو اپنے نفس پر یا اپنے سوا اور کسی پر صرف کرنا جائز ہی اگر مصرف ہو نہایۃ امام حلوانی نے کہا جب کسی کے پاس ودیعت رکھی
ہو اور جس نے ودیعت رکھوائی تھی وہی مالک بلا وارث مر گیا ہو تو ودیعت رکھنے والے کو اپنی ذات پر خرچ کرنا فی زماننا جائز ہی اسلیے کہ اگر اسکو بیت المال میں دیگا
تو ضائع ہوگی کہ بیت المال والے مصارف میں صرف نہین کرتے پس اگر یہ شخص مصرف ہو تو اپنی ذات پر صرف کرے اور اگر مصارف صدقات سے نہیں
تو اور کسی پر جو مصرف ہو صرف کرے کذا قال الشامی وفی التاتارخانیۃ ... الاولی ان ... کرنا والی اوظلم کا اپنے نفس سے بہتر ہی مگر اس
صورت مین کہ اسکا حصہ باقی جماعت پر پہونچ جائے اور وہ بادشاہ ذخیرہ کیا ہوا ہو یا ناحق جیسا کہ قنیہ میں ہی منقول عن ابی الیسر البزدوی اور مراد
یہاں وہ ہی جو ناحق ہو اسواسطے کہ نائبہ کا اطلاق ... مین ذکر کیا اور اسمین بحث ہی کہ شمس الائمہ سرخسی سے منقول ہی کہ اگر کسی جماعت پر کوئی چٹی ناحق
لگائی جاوے تو بعض کو انمین سے یہ پہونچتا ہی کہ اپنی ذات پر سے اسکو دفع کرے جس صورت میں کہ اسکا حصہ باقیوں پر نہ لگایا جاوے ورنہ بہتر ہی کہ
اپنی ذات پر سے نہ دفع کرے کذا قال الشامی وصح الکفالۃ بہا اور نائبہ کی کفالت جائز ہی نائبہ کی دو قسمین ہین ایک حق ایک ناحق قسم اول جیسے
کرید دانا عوام کی منفعت کے لیے اور محلے کے چوکیدار کی اجرت اور لشکر کو سامان دینے کے لیے امام جو مقرر کرتا ہی اور مسلمان قیدی جو کفار کے ہاتھ میں ہوں
انکا چھڑانا تو اگر ان اشیاء کی ضرورت ہو اور بیت المال میں کچھ نہو اور لوگوں پر اسکو حصہ رسد بانٹ دیا جاوے تو اس قسم کے نائبہ کی کفالت بالاتفاق
جائز ہی دوسری قسم جو ناحق ہی جیسے اس زمانہ کے تاوان پس یہی مطالبہ میں مانند دیون کے ہی اور صحت کفالت کے معنی نائبہ کے حق میں یہ ہیں کہ کفیل نے
جب اسکے امر سے کفالت کی اور روپیہ دیدیا تو مطالبہ اپنے روپیہ کا اس سے کر سکتا ہی نہ یہ کہ ظالم کو حق مطالبہ کا کفیل سے ثابت ہو جاوے کذا قال الشامی
ویوجر من قام بتوزیعہا بالعدل وان کان الاخذ باطلا اور ثواب پاتا ہی وہ شخص جو نائبہ کی تقسیم کردے انصاف کی رو سے اگرچہ لینا باطل اور ناحق
ہو یعنی ہر ایک پر بقدر اسکی طاقت کے تقسیم کردے اسلیے کہ اگر اسکی تقسیم ظالم کے حوالہ ہوگی تو بہتیرے غرباء کے ذمہ پر طاقت سے زیادہ لگا دیگا تو یہ ظلم
پر ظلم ہوگا اگر کوئی شخص انصاف سے اسکو تقسیم کردے تو ظلم میں کمی ہو جاویگی اسی واسطے اسکو اجر ہوگا اور ایسا آدمی فی زماننا مثل اکسیر کے ہی قال الشامی
وہذا یعرف ولا یعرف کذا المادۃ الظلم اور یہ مسئلہ سیکھا جاوے اور نہ بتلایا جاوے واسطے رد کرنے مادہ فساد کے ہم مشار الیہ کلام میں مذکور نہین اور اسکی
اصل قنیہ مین ہی اسطرح کہ کہا ابوجعفر بلخی نے جو لگاتا ہی بادشاہ رعیت پر انکی مصلحت کے لیے ہو جاتا ہی دین واجب اور حق مستحق مثل خراج کے اور
ہمارے مشائخ نے کہا کہ جو کچھ امام مقرر کردے لوگوں پر انکی مصلحت کے لیے ان سب کا یہی حکم ہی یہانتک کہ محافظوں کو رستوں پر معین کرنا اور چوری
کی انسداد کے لیے چوکیدار مقرر کرنے اور پہانک لگانے اور کوچہ بندی کرنے اور یہ امر معلوم کرلینا چاہیے اور بتلانا نہ چاہیے فتنہ کے خوف سے
یعنی تاکہ حکام کو جرات زیادہ ستانی پر نہو مین کہتا ہوں کہ اسمین اتنی قید اور چاہیے کہ یہ اس صورت میں ہی کہ بیت المال میں اسقدر روپیہ نہو کہ انکے
کام کے لیے کافی ہو جیسا باب الجہاد میں آویگا انشاء اللہ تعالی کذا قال الشامی ویجوز ترک الخراج للمالک لا العشر اور جائز ہی چھوڑ دینا خراج کا مالک
کو نہ عشر کا امام باب الجہاد میں متن اور شرح میں مذکور ہی کہ اگر بادشاہ یا نائب اسکا خراج چھوڑ دے زمین والے کو یا بخشدے اگرچہ سفارش ہی سے
ہو تو جائز ہی ابو یوسف کے نزدیک اور مالک کو حلال ہی اگر مصرف ہو ورنہ اسکو تصدق کردے اسی پر فتوی ہی اور حاوی میں جو ترجیح کو کیا بیان
کیا ہی کہ اگر مصرف نہو تب بھی حلال ہی سو یہ مشہور کے خلاف ہی اور اگر عشر کو چھوڑ دے تو بالاجماع نہین جائز ہی اور خود اسکو فقیروں کو دیدے

كذا في السراج وفي حاشيته ؏ بيان بيوت المال ومصارفها في الجهاد وننظمها ابن الشحنة فقال ٭ اور اسکا بیان مع بیت المال کے اقسام اور مصارف
کے کتاب الجہاد میں آویگا اور اسکو محمد بن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا ہے ؏ بيوت المال اربعة لكل ٭ مصارف بينتها العالمون ٭ بیت المال
چار قسم ہے ہر ایک کے لیے مصرف جداگانہ ہے کہ انکو علما نے بیان کیا ہے ؏ شرنبلالی نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ علما نے کہا ہے کہ امام کو چاہیئے
کہ ہر قسم کا بیت المال جدا رکھے اور آپس میں ایک دوسرے کو نہ ملاوے اور جب امام کو کسی مصرف کی ضرورت ہو اور اس مصرف کے خزانہ میں مال نہ ہو
جو اس کام کو پورا کرسکے تو دوسرے بیت المال سے قرض لیکر کاروائی کرے پھر جب اس مصرف کا مال آجاوے تو جس جگہ سے وہ مال قرض لیا
اسکو ادا کرے مگر جس صورت میں کہ مال صدقہ کا ہو یا غنیمت کا خمس اور اگر اسکو خراج والوں پر صرف کیا ہو اور وے فقیر ہوں تو کچھ پھیرانا نہ چاہیئے
کیونکہ فقیر ہونے کی جہت سے وہ مستحق صدقہ کے ہیں کذا قال الشامی ؏ فاولها الغنائم والكنوز ٭ ركاز بعدها المتصدقون ٭ چار قسموں میں کا پہلا
بیت المال الغنائم والکنوز والرکاز ہے اور اسکو بیت مال الخمس والمعادن والرکاز کہتے ہیں اور رکاز میں الف لام اور عاطفہ ضرورت شعری کی جہت
حذف کیا گیا اور بعد اسکے بیت مال المتصدقین ہے یہ دوسرا بیت المال ہے اور بہتر یہ تھا کہ یوں کہتا کیونکہ اول کیطرف ضمیر پھرتی ہے اگر یوں کہا جاوے
کہ اولہا کا مضاف الیہ محذوف ہے اس جہت سے گویا اول نے تانیث کا اکتساب مضاف الیہ سے کیا یا یہ کہ ضمیر غنائم وغیرہ کیطرف پھیری جاوے
حاصل یہ کہ دوسرا بیت اموال المتصدقین ہے یعنی زکوٰۃ سوائم کی اور اراضی کا عشر اور جو عاشر مسلمان تاجروں سے لیتا ہے کذا في الشامی نقلا عن البدائع
؏ وثالثها خراج مع عشور ٭ وجالية يليها العاملون ٭ اور تیسرا خراج ہے مع عشر بنی تغلب وغیرہم کے اور جزیہ کہ متولی ہوتے ہیں اسکے کاربردار
حاکم کے صاحب بدائع میں کہا کہ تیسرا زمینوں کا خراج اور جزیہ جو فی کس مقرر کیا جاتا ہے اور جو بنی نجران سے کپڑوں پر صلح واقع ہوئی تھی اور جو صدقہ مضاعف
کہ بنی تغلب پر صلح قرار پایا تھا اور وہ جو عاشر ذمی تاجروں سے لیتے ہیں یا حربی مستامن سے اور شرنبلالی نے اپنے رسالہ میں زیلعی سے یہ زیادہ
کہا ہے کہ یہ حربیوں کا اور جو انسے بغیر قتال کے لیا جاوے یا کچھ بسبب مصالحہ واسطے ترک قتال کے لیا جاوے پہلے اس سے کہ لشکر کی انپر
چڑھائی ہو پس عشور سے مراد وہ ہے جو اہل ذمہ اور مستامنوں سے لیا جاتا ہے اس قرینہ سے کہ خراج کے ساتھ ذکر کیا ہے اور وہ عشر جو مسلمانوں سے
لیا جاتا ہے اسکا ذکر زکوٰۃ کے ساتھ میں آچکا دوسری قسم میں اور جالیہ اہل ذمہ ہیں کیونکہ حضرت عمر رض نے انکو عرب سے جلا وطن کردیا تھا پھر عرف میں
جزیہ کو کہنے لگے ؏ ورابعها الضوائع مثل مالا ٭ يكون له اناس وارثون ٭ اور چوتھا بیت المال ضوائع یعنی لقطوں کا ہے مانند ان اشیا کے
کہ نہو انکا کوئی وارث ضوائع جمع ضائعہ کی ہے یعنی لقطہ وقولہ مثل مالا الخ یعنی مانند اس ترکہ کے جسکا کوئی وارث بالکل نہو یا ہو لیکن اسپر رد
نہو سکتا ہو جیسے زوجین میں سے کوئی سا ہو اور ظاہر یہ ہے کہ مالا یکون بحذف حرف عطف معطوف ہے ضوائع پر اسواسطے کہ شرنبلالی نے دیت
مقتول کی کہ اسکا کوئی ولی نہو بھی اسی قسم میں شامل کی ہے اور دیت منجملہ ترکہ مقتول کے ہے اور اسی وجہ سے اسکا دین اسمیں سے ادا کیا جاتا ہے کذا
قاله الشامی ؏ فمصرف الاولين اتى بنص ٭ وثالثها حواه مقاتلون ٭ پس مصرف دونوں پہلی قسموں کا منصوص ہے قرآن شریف میں فمصرف الاولین
میں حرکت ہمزہ کی نقل کرکے لام کو دی واسطے ضرورت وزن کے یعنی مصرف قسم اول کا کہ بیت الخمس ہے مذکور ہے آیہ واعلموا انما غنمتم من شیء میں
اور اسکا بیان جہاد میں آویگا اور مصرف دوسری قسم کا یعنی بیت الصدقات کا مذکور ہے آیہ انما الصدقات للفقراء الخ میں اور اسکا بیان عنقریب آتا ہے
اور تیسری قسم یعنی خراج الاراضی وغیرہ لیتے ہیں اسکو مقاتل ؏ ورابعها فمصرفه جهات ٭ تساوى النفع فيها المسلمون ٭ اور چوتھی قسم کا مصرف
وہ صورتیں ہیں جنمیں نفع سب مسلمانوں کو پہونچتا ہے ھم یہ موافق ہے اسکے جو ابن ضیاء نے شرح غزنویہ میں بزدوی سے نقل کیا ہے یعنی یہ کہ صرف
کیا جاوے مسلمانوں کے منافع میں مثل تعمیر پلوں اور رباط اور مساجد اور ثغور یعنی سرحد کے روکنے کے اور اور قاضیوں اور علما کے روزینے

ف؎ اور جو مال وہ کہ بطریق غنیمت نہ پایا ہو اور بطور صلح کے ہاتھ لگا ہو اور اسی کو فئی کہتے ہیں ۱۲ منہ

لینے کو شرک پر معین کیا ہو فحلی ولو غنیا الا ہاشمیا لانہ فرغ نفسہ لہذا العمل فیحتاج الی الکفایۃ والغنی لا یمنع من تناولہا عند الحاجۃ کابن السبیل بحر
عن البدائع۔ سو عامل کو زکوٰۃ کے مال میں سے دیا جاوے اگرچہ غنی ہو لیکن ہاشمی نہو اسلیے کہ اُسنے اپنی ذات کو اسی کام میں لگا دیا پس اسکو
ضرورت ہو خرچ کی کہ اُسکو کافی ہو اور غنی کو ضرورت کے وقت اسکی ممانعت نہیں ہو جیسے مسافر کذا فی البحر نقلا عن البدائع م یعنے عامل اپنے
عمل کی اجرت لیتا ہو اسلیے اگر زکوٰۃ اداکرنیوالے امام کو خود اداکرین تو عامل کو کچھ نہیں ملیگا اور اگر ہلاک ہو جاویگا سب مال عامل کا جمع
کیا ہوا تب بھی عامل کو کچھ نہ ملیگا لیکن اسمین شبہہ صدقہ ہونیکا ہو بدلیل ساقط ہونے زکوٰۃ کے مال والون کے ذمہ سے سو اس جہت سے عامل
ہاشمی کو لینا حلال نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو میل کے شبہہ سے بھی بچانا چاہیے اور غنی کو حلال ہو کیونکہ غنی ہاشمی کے رتبے شرافت کو
نہیں پہونچتا تو اسکے حق میں شبہہ معتبر نہوا نہ بھی علاوہ برین عامل ہاشمی کو لینے سے ممانعت صریح حدیث میں موجود ہو اور بنا بہرین ہو کہ اگر
عامل ہاشمی صدقات کے لینے کے واسطے مقرر کیا جاوے اور اُسکو اسمین سے روزینہ دیوین تو اُسکو لینا نہیں چاہیے اور اگر وہ یہ کام کرے
اور روزینہ دوسری جگہ سے دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں بحر مین کہا ہو کہ اس سے معلوم ہوا کہ اُسکو اس کام پر مقرر کرنا درست ہو اور اُسکو اجرت
صدقات سے لینا مکروہ ہو نہ حرام الخ مراد کراہت تحریم ہو کیونکہ علما اسکو لا یحل سے تعبیر کرتے ہین کذا قالہ الشامی وبہذا التعلیل یقوی ما نسب
للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ لعجزہ عن الکسب والحاجۃ داعیۃ الی ما لا بد منہ کذا
ذکرہ المصنف اور اس توجیہ کے بیان سے قوی ہوتی ہو وہ روایت جو منسوب ہو واقعات کی طرف کہ علم شرعی کے طالب کو زکوٰۃ لینا جائز ہو اگرچہ
غنی ہو جب اپنے آپ کو لگاوے پڑھنے پڑھانے مین کیونکہ مشغولی کی جہت سے وہ کسب سے عاجز ہو اور حاجت ضروریات کیطرف ہوتی ہی ہو
یہی ذکر کیا ہو مصنف نے م یعنے انسان کو بہت سی چیزون کی ضرورت ہوتی ہو اگر زکوٰۃ لینا اُسکو جائز نہو اور کسب کی فرصت نہین تو جو اسکے
پاس ہو وہ فنا ہو جائیگا پھر وہ محتاج ہو جاویگا اور تعلیم اور تعلم سے باز رہیگا پھر دین سست ہو جاویگا اور یہ خاص مسئلہ مخالف ہو اُسکے جو علما نے
غنی کو زکوٰۃ لینا مطلقا حرام کہا ہو اور اس مسئلہ پر کسی نے اعتماد نہیں کیا ہو کذا قالہ الطحطاوی شامی نے کہا کہ قول طحطاوی کا ٹھیک ہو اور بہتر ہو
کہ طالب علم کو فقیر کی قید کے ساتھ مقید کرین اور طالب علم فقیر کو مال زکوٰۃ وغیرہ کے سوال کے لیے اجازت و رخصت دیجاوے اگرچہ وہ شخص کسب پر
قادر ہو فیعطی بقدر عملہ ما یکفیہ واعوانہ بالوسط یعنے عامل کو اجرت دیجاوے اُسکے عمل کے موافق اسقدر کہ اُسکو اور اسکے عملہ کو کفایت کرے اوسط درجہ
پر م اسلیے کہ خواہش نفسانی کا اتباع کھانے پینے مین حرام ہو کیونکہ اسراف ہو اور امام کے ذمہ ہو کہ ایسے آدمی کو بھیجے کہ جو اوسط پر راضی ہو وے
لکن لا یزاد علی نصف ما یقبضہ لیکن زر مقبوضہ کے آدھے سے زیادہ نہ دیا جاوے م یعنے اگر قدر کفایت تمام مال زکوٰۃ کو مستغرق ہو تو نصف سے
زیادہ نہ دیوین اسلیے کہ تنصیف عین انصاف ہو کذا فی البحر ومکاتب لغیر ہاشمی چوتھا مصرف زکوٰۃ کا مکاتب ہو کہ ہاشمی کا مکاتب نہو م
کیونکہ جب ہاشمی کے آزاد کیے ہوئے غلام کو زکوٰۃ کا مال دینا درست نہیں تو مکاتب مین تو کچھ عبدیت باقی ہو اُسکو بطریق اولیٰ دینا جائز نہین
اور مکاتب کو زکوٰۃ کا مال لینا جائز ہو اگرچہ غنی کا مکاتب ہو یا مکاتب کے پاس اسقدر مال جمع ہو گیا ہو کہ اُسکی بدل کتابت کے سوا جو زائد ہو وہ
نصاب کو پہونچے کذا فی الشامی ولو عجز حل لمولاہ ولو غنیا اور اگر مکاتب عاجز ہو جاوے تو مال زکوٰۃ کا جو مکاتب کے پاس ہو اُسکے مولی کو حلال
ہو اگرچہ مولی غنی ہو م اسلیے مولی کی ملک مین جب آیا کہ پہلے مکاتب کی ملک مین آچکا ہو اسواسطے کہ مکاتب کو تصرف آزادانہ حاصل ہو
اور ملک کے تبدل سے احکام بدل جاتے ہین حضرت نے فرمایا لہا صدقۃ ولنا ہدیۃ کذا فی الشامی کفقیر استغنی وابن سبیل وصل لمالہ
جسطرح حلال ہو فقیر کو کہ غنی ہو جاوے یا مسافر کو کہ اپنے مال تک پہونچ جاوے م یعنے اگر فقیر کے پاس مال زکوٰۃ کا باقی ہو اور پھر اُسکو

غنا حاصل ہو تو جو مال اسکے پاس موجود ہو اسکو حلال ہے کیونکہ اعتبار فقر و غنا کا ادا کے وقت ہے اور وقت ادا کے وہ فقیر تھا اور ایسا ہی مسافر
کذا فی الشامی و سکت عن المؤلفۃ قلوبہم لسقوطہم اما بزوال العلۃ او سکوت کیا مصنف نے مؤلفۃ القلوب کے حال سے کیونکہ وہ ساقط ہو گئے
حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں باجماع صحابہؓ یا تو اس جہت سے کہ وجہ انکے دینے کی نہ رہی اور مؤلفۃ القلوب وہ لوگ تھے کہ انکی خاطر داری سے مال
صدقہ انکو ملتا تھا اور وہ تین قسم تھے ایک قسم کفار تھے حضرت انکو اسوجہ سے عطا فرماتے تھے تاکہ ایمان لے آویں اور ایک قسم ایسے
تھے کہ دفع ایذا انکے لیے انکو دیتے تھے اور ایک قسم اسلام لائے تھے لیکن ضعیف الایمان تھے حضرت انکو اسلیے دیتے تھے کہ ایمان پر ثابت
رہیں غرضکہ ان لوگوں کو دینا اسلام کی عزت و غلبہ کے لیے تھا تو جب ایمان زور پکڑ گیا انکے دینے کی حاجت بھی نہ رہی کذا فی
الشامی او نسخ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لمعاذ فی آخر الامر خذہا من اغنیائہم وردہا فی فقرائہم یا اس جہت سے کہ مؤلفۃ القلوب کو دینا
منسوخ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے معاذ بن جبل کو آخر میں کہ لے صدقہ انکے اغنیا سے اور دے انکے فقیروں کو ہم الفاظ
اس حدیث شریف کے جیسا فتح میں مذکور ہے فاعلمہم ان اللہ فرض علیہم صدقۃ تؤخذ من اغنیائہم فترد علی فقرائہم اھ
اور ان لفظوں سے کہ شارح نے تعبیر فرمایا نقل کیا ہے سو حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ میں نے کسی سند میں نہیں دیکھا حاصل یہ کہ ضمیر فقرائہم
کی مسلمین کی طرف پھرتی ہے تو مؤلفۃ القلوب میں سے کفار کو نہ دینا چاہیے اور یہ حدیث اجماع کی سند ہے نسخ حضرت کی حیات میں
حدیث مذکور سے ہوا جسکو اہل اجماع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو اسکا ثبوت صحابہ کی نسبت قطعی ہوا اگر کتاب اللہ کے ناسخ ہونے
اور بحر میں اجماع کی سند اس آیت کو لکھا ہے جسکو حضرت عمرؓ نے وقت انعقاد اجماع کے پیش کیا تھا قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن و
من شاء فلیکفر اور اجماع کو ناسخ نہیں ٹھیرایا اسواسطے کہ بموجب صحیح مذہب کے نسخ نہیں ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور
اجماع نہیں ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسا مصنف نے اسکو نسخ میں ذکر کیا ہے قالہ الشامی و مدیون لا یملک نصابا
فاضلا عن دینہ پانچواں مصرف زکوٰۃ کا مدیون ہے کہ اسکے پاس دین کی مقدار سے زیادہ اسقدر مال نہو کہ نصاب کو پہنچے شامی نے کہا کہ تعریف
میں جو غارم کا ذکر ہے اس سے مراد مدیون ہے وفی الظہیریۃ الدفع للمدیون اولی من الفقیر اور ظہیریہ میں ہے کہ مدیون کو دینا فقیر کی نسبت
زیادہ مناسب ہے کیونکہ اسکو احتیاج زیادہ ہے و فی سبیل اللہ وہو منقطع الغزاۃ چھٹا مصرف زکوٰۃ کا خدا کی راہ میں صرف کرنا یعنی
جو غازی لشکر اسلام سے نہیں مل سکتے فقر کی جہت سے یا نفقہ جاتے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نہونے سے تو انکو صدقہ لینا حلال ہے
اگرچہ وہ کسب کر سکتے ہوں اسلیے کہ اگر کسب میں مشغول ہونگے تو جہاد سے رہ جاوینگے کذا فی قہستانی وقیل الحاج اور ایک قول یہ ہے کہ فی سبیل اللہ
سے مراد منقطع الحاج ہے یعنی جو لوگ کسی وجہ سے قافلہ میں نہیں مل سکتے اور حاج اگرچہ فقیر ہے لیکن پیشتر محتاج ہے اور یہ قول امام محمد کا ہے اور پہلا
قول امام ابو یوسف کا اور مصنف نے اسکو اختیار کیا ہے کنز کے اتباع سے غایۃ البیان میں ہے کہ یہی اظہر ہے اور اسبیجابی نے کہا کہ یہی صحیح ہے
قیل طلبۃ العلم اور کہا گیا ہے کہ مراد فی سبیل اللہ سے طالب علم ہیں کذا فی الظہیریۃ والمرغینانی وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب اور بدائع میں فی
سبیل اللہ کی تفسیر کی ہے کل القربات و خیرات سے سو داخل ہے اسمیں ہر شخص کہ خدا تعالیٰ کی طاعت میں اور سبیل خیرات میں سعی کرے بشرطیکہ
محتاج ہو کذا فی الشامی و ثمرۃ الاختلاف فی نحو الاوقاف اور اختلاف کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اوقاف وغیرہ میں یعنی اختلاف حکم میں نہیں اس
کے بشرط احتیاج ان سب کو دینا جائز ہے خواہ غازی ہوں خواہ حاجی خواہ طالب علم اگر اختلاف لفظی ہے کہ اگر کوئی وقف کرے فی سبیل اللہ
یا وصیت کرے یا نذر کرے تو کیا مراد ہونی چاہیئے کذا قال الشامی و ابن السبیل وہو کل من لہ مال لا معہ ساتواں مصرف مسافر ہے

یعنے وہ شخص کہ اسکی ملک مین مال ہو لیکن اُسکے ساتھ نہین ہو یعنے وہ شخص مسافر ہو یا اپنے وطن مین ہو لیکن اُسکا قرض لوگون کے ذمہ
ہو اور اُسکے لینے پر قادر نہو کما فی النہر عن النقایہ اور فتح القدیر مین کہا ہو کہ ابن السبیل کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز نہین اور اولی یہ ہو کہ قرض
لے اگر قدرت ہو لیکن لازم نہین اور نہ پہنچنے پر صدقہ کا صدقہ کرنا واجب ہو جیسا کہ اُسکو اپنے مال پر قدرت ہو بخلاف فقیر کے کہ اُسکو حاجت
سے زیادہ لینا بھی درست ہو قال الشامی و منہ ما لو کان مالہ مؤجلا او علی غائب او معسرا او جاحدا ولو لہ بینۃ فی الاصح اور اسی قسم مین شامل ہو اگر چہ
اُسکے پاس مال اُدھار یا کسی شخص غائب کے ذمہ ہے اگرچہ وہ نقد ہی ہو یا منکر ہو یا مفلس ہو اگرچہ اسکے پاس گواہ بھی ہون اصح روایت پر ہم ہی
اگر مال مؤجل ہو اور اسکو نفقہ کی ضرورت ہو تو بقدر کفایت اُس رقم مؤجل سے زکوٰۃ کا لینا جائز ہو کذا فی النہر عن الخانیہ اور اگر مفلس پر
اسکا دین آتا ہو تو اصح اقوال مین زکوٰۃ لینا جائز ہو کیونکہ بمنزلہ مسافر کے ہو اور اگر مدیون اقرار کرتا ہو اگرچہ ہو تو نہین جائز کما فی الخانیہ اور فتح القدیر
مین ہو کہ اگر کوئی عورت فقیرہ کہ اُسکا مہر اُسکے خاوند کے ذمہ بقدر نصاب آتا ہو اور خاوند مالدار ہو اسطرح کہ اگر عورت مانگے تو دیدے تو عورت کو
زکوٰۃ لینی جائز نہین اور اگر جانے کہ مانگنے پر نہ دیگا تو جائز ہو بحر مین کہا کہ مہر سے مراد مہر معجل ہو اور اظہر زکوٰۃ سے مانع نہین کذا قال الشامی والباقی فی ح
یصرف المزکی الیٰ کلھم او الیٰ بعضھم ولو واحدا من ای صنف کان زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہو کہ زکوٰۃ ان سب اقسام مین صرف کرے
یا بعض مین اگرچہ ایک ہی شخص ہو کسی قسم کا لان ال الجنسیۃ تبطل الجمعیۃ کیونکہ الف لام جنسی جمع کے معنون کو کھو دیتا ہو ہم چلپی نے کہا
کہ یہ دلالت ہو کہ فقیر پر اقتصار کرنے کی اقسام سبعہ مذکورہ مین سے لیکن جمیع اقسام سے بعض اقسام پر اقتصار کرنیکی وجہ یہ ہو کہ مراد آیۃ شریف
بیان ان اصناف کا ہو جنکو دینا جائز ہو نہ انکی تعیین کذا فی البحر وشرط الشافعی ثلثۃ من کل صنف اور امام شافعی نے شرط کیا ہو کہ مزکی ہر قسم
مین سے تین تین شخصون کو دیوے ولا بد ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ کما مر اور شرط ہو کہ دینا زکوٰۃ کا بطور تملیک کے ہو نہ بطور اباحت
کے جیسا گذرا اول کتاب الزکوٰۃ مین اور فرق تملیک و اباحت مین مترجم نے اس جگہ بیان کیا ہو لا یصرف الیٰ بناء نحو مسجد خرچ نکرے زکوٰۃ
مسجد وغیرہ کی بنا مین ہم مثل مسجد سے مراد پل اور سبیل اور سڑک اور نہر اور حج اور جہاد اور جو اس قسم کی چیزین ہون کہ جنمین تملیک نہو کذا قالہ
الشامی عن الزیلعی ولا الیٰ کفن میت اور نہ خرچ کرے میت کے کفن مین ہم اسلئے کہ میت مین مضمون تملیک کا نہین بن سکتا اسیواسطے
اگر میت کو کوئی درندہ کھا جاوے تو کفن کفن دینے والے کا ہوگا نہ وارث کا کذا فی النہر وقضاء دینہ اور میت کے دین کے ادا کرنے
مین نہ صرف کرے ہم اسواسطے کہ زندہ کا دین ادا کرنا مدیون کی تملیک کو مقتضی نہین مثلاً اگر آپسمین دائن اور مدیون مان لیوین کہ دین فی نفسہ
پر نہین تو ادا کرنیوالا اپنے دیا ہوا دائن سے ہٹا سکتا ہو اور مدیون اُسکو نہین لے سکتا جب زندہ کا دین ادا کرنا تملیک نہوا تو مردہ کا بطریق اولیٰ
نہو گا کذا فی الشامی اما دین الحی الفقیر فیجوز لو بامرہ لیکن دین زندہ محتاج کی طرف سے ادا کرنا جائز ہو مال زکوٰۃ سے اگر اُسکی اجازت ہو ہم یعنے اسوجہ
سے کہ دینے والے نے فقیر کو مالک کر دیا اور دائن نے فقیر کی طرف سے نائب قبض کر لیا پھر اپنے دین مین لیکر لیا کذا فی الفتح ولو اذن فمات فاطلاق
الکتاب یفید عدم الجواز وھو الاوجہ نہر اور اگر فقیر اجازت دیکر مر گیا تو اطلاق کتاب قدوری کا مفید ہو عدم جواز کو اور یہی وجیہ ہو کذا فی النہر
کتاب سے مراد ہدایہ یا قدوری کیونکہ دونون نے دین میت کو مطلق رکھا ہیں امر کی قید نہین لگائی اور اصل بحث ابن ہمام کی ہو ہدایہ کی شرح
مین کہا ہو کہ اگر زکوٰۃ کے قصد سے کسی زندہ کا دین ادا کرے یا مردہ کا اُسکے امر سے تو جائز ہو اور ظاہر حاشیہ کا بھی اسی کے موافق ہو لیکن ظاہر اطلاق
کتاب کا مفید ہو عدم جواز کو میت مین ہر حال مین اور خلاصہ سے بھی ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہو کہ اسمین کہا ہو اگر ادا کرے دین زندہ کا یا
مردہ کا بغیر اذن زندہ کے تو نہین جائز ہو پس زندہ کو مقید رکھا اور مردہ کو مطلق اور وھو الاوجہ سے یہ غرض کہ زکوٰۃ مین تملیک

[illegible marginal note]

شارح نے اس غلام کا نام مکاتب رکھا اس جہت سے کہ وہ کسب میں مشابہ مکاتب کے ہے وقال الشامی واذا المشترک بینہ وبین الاجنبی
فحکمہ علم مما مر اور اگر غلام مشترک درمیان مزکی کے اور کسی اجنبی کے ہو تو اسکا حکم معلوم ہوا بیان گذشتہ سے ہم کہتے ہیں کہ اگر غلام
مشترک دو شخصوں میں ہو جیسے ہم بیان کر چکے ہیں آزاد کیا ایک نے اپنا حصہ اور وہ مفلس ہے اور شریک ساکت نے سعی کرانی اختیار کی تو معتق اسکو
زکوۃ دے سکتا ہے کیونکہ یہ مکاتب اسکے شریک کا ہوا اور ساکت کو نہیں پہونچتا کہ اسکو زکوۃ دے کیونکہ اسکا مکاتب ہے اور اگر معتق
توانگر ہو اور ساکت نے معتق سے ضمان لینا اختیار کیا تو ساکت غلام کو زکوۃ دے سکتا ہے اسلیے کہ یہ اجنبی ہے اور معتق زکوۃ نہیں دے سکتا
جب اختیار کیے ضمان دینے کے بعد غلام سے سعی کرانا کیونکہ اس صورت میں وہ اسی کا مکاتب ہے کذا قالہ الشامی لانہ ابنہ مکاتب لنفسہ
اور بجز واسطے کے وہ غلام یا مکاتب یا اسکا کفارہ ہو یا غیر کا ہو کیونکہ تشریح بیان گذشتہ سے معلوم ہو سکتی ہے وقالا یجوز مطلقا اور صاحبین کہتے
ہیں کہ جائز ہے ہر صورت میں اسپر معتق مالدار ہو یا مفلس اور غلام تمام اسکا ہو یا مشترک درمیان اسکے اور اسکے بیٹے کے یا اجنبی کے ہو
کذا قالہ الشامی لانہ حر کلہ او حر مدیون فافہم اسلیے کہ وہ غلام آزاد ہے تمام یا آزاد ہے اور قرضدار ہے اسکو سمجھ لو تمام آزاد ہے جبکہ مدیون
جبکہ کل عبد معتق کا ہو یا بعض اسکا ہو مگر معتق توانگر ہو اور شریک اس سے ضمان لے چکا ہو اور حر مدیون اس صورت میں کہ معتق مفلس
ہو اس سبب سے کہ غلام شریک کے واسطے روپیہ کماویگا آزاد ہو کر واضح ہو کہ یہ مسئلہ مبنی ہے اس پر کہ امام صاحب کے نزدیک شریک ساکت کو اختیار
ہے چاہے اپنا حصہ آزاد کرے چاہے مدبر یا مکاتب کرے چاہے غلام سے اپنے حصہ کا روپیہ کماوے بشرطیکہ آزاد کرنیوالا مفلس ہو اور اگر وہ مالدار
ہو تو شریک مذکور اس سے تاوان بھی لے سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک مفلسی کی صورت میں بجز غلام سے کمانے کے اور مالداری کی
صورت میں بجز آزاد کنندہ سے ضمان لینے کے اور کچھ اختیار نہیں رکھتا چنانچہ کتاب العتق میں آویگا اور فافہم کا اشارہ اس طرف ہے کہ شارح نے
مطلب کی اصلاح کی کہ جو اعتراض درر میں ہدایہ کی عبارت پر وارد کیا ہے یہاں نہیں وارد ہوتا اگرچہ شارح نے تکلف کرکے تاویلیں کی ہیں جیسا
ملاحظہ کتب ہدایہ و درر سے واضح ہے کذا فی الشامی ولا الی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجتہ الاصلیۃ من ای مال کان اور نہیں
جائز زکوۃ دینا غنی کو کہ مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی سے زائد ہو اگرچہ کسی مال کی قسم ہو واضح ہو کہ نصاب تین ہیں ایک نامی جو
دینوں سے زائد ہو اور حاجات سے فارغ وہ تو سب مالی چیزوں کی واجب کرنے والی ہے مثل زکوۃ وکفارات وغیرہ کے دوسرا نصاب
غیر نامی کہ دینوں اور حاجتوں سے زائد ہو اسکے باعث قربانی اور فطرہ اور محتاج قریبوں کا نفقہ واجب ہوتا ہے اور زکوۃ کا لینا ایسے
نصاب کے مالک کو بھی حرام ہے جیسے مالی کی نصاب نامی کے مالک کو حرام ہے اور ایک نصاب وہ ہے جسکے ہوتے سوال کرنا حرام ہے وہ قدر
ایک روز کی ہے اسکو نصاب کہنا مجاز شرعی ہے کذا فی الطحطاوی اور تاتارخانیہ میں صغرے سے منقول ہے کہ ایک شخص کے پاس گھر ہے کہ
اسمیں رہتا ہے لیکن اسکی قدر حاجت سے زیادہ ہے کہ سب مکان رہنے میں مشغول نہیں تو اسکو لینا صدقہ کا صحیح روایت میں حلال
ہے اور اسی میں یہ ہے کہ امام محمد نے فرمایا کہ جسکے پاس زمین ہے کہ اسکو بوتا ہے یا دکان کہ اسکا کرایہ کھاتا ہے یا مکان ہے کہ کرایہ اسکا تین ہزار
ہیں اور اسکے عیال کے نفقہ کو بس دن کے لیے کفایت نہیں کرتا تو اسکو زکوۃ کا لینا حلال ہے اگرچہ اسکی قیمت نفقہ کو وفا کرتی ہے
اور اسی پر فتوے ہے اور شیخین کے نزدیک نہیں حلال کذا قالہ الشامی لکن لانصاب سائمۃ لا تساوی مائتی درہم کما جزم بہ فی البحر
والنہر واقرہ المصنف قائلا وبہ یظہر ضعف ما فی الوہبانیۃ وشرحہا من انہ تحل لہ الزکوۃ وتلزمہ الزکوۃ الخ جیسا زکوۃ دینا جائز نہیں اس
شخص کو کہ اسکے پاس سوائم کی نصاب ہو کہ دو سو درہم کی قیمت کو نہ پہونچتی ہو چنانچہ اسی پر بحر اور نہر میں جزم کیا ہے اور اسی کو مصنف

شمار کیا جاتا ہے جیسی عین اجر ولا الی بنی ہاشم اور نہیں جائز ہے زکوٰۃ دینا بنی ہاشم کو معلوم کرنا چاہیے کہ عبد مناف جو چوتھی پشت کا دادا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اسکے چار بیٹے تھے ہاشم مطلب نوفل عبد شمس پھر ہاشم کے چار بیٹے ہوئے جنمیں سے ایک عبد المطلب
ہیں باقیوں کی نسل منقطع ہو گئی عبد المطلب کے بارہ بیٹے ہوئے سو زکوٰۃ ان سب کو دینا [illegible] ہے مگر ان میں کچھ مسلمان اور صاحب نسل ہوئے مگر اولاد
حضرت عباس کی اور حارث کی اور اولاد ابو طالب کی یعنی حضرت علی و جعفر و عقیل کذا فی القہستانی اور اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم
کو بطور اطلاق بیان کرنا چاہیے اس لیے کہ تمام بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام نہیں ہے بلکہ بعض پر حرام ہے کذا فی الشامی الا من ابطل النص قرابتہ
وہم بنو لہب فتحل لمن اسلم منہم کما تحل لبنی المطلب یا مگر انکو جائز ہے کہ جنکی قرابت نص رسول صلی اللہ علیہ وسلم منقطع ہو گئی اور وہ ابو لہب
کی اولاد ہیں پس جو انمیں سے اسلام لے آیا اسکو زکوٰۃ جائز ہے جیسا حلال ہے مطلب یعنی ہاشم کے بھائی کی اولاد کو اور نص سے مراد
قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لا قرابۃ بینی وبین ابی لہب فانہ آثر علینا الافجرین اور بعض نسخ میں بنو ابی لہب ہے اور یہی درست
ہے کذا قالہ الشامی ثم ظاہر المذہب اطلاق المنع وقول العینی والہاشمی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثلہ صوابہ لا یجوز نہر پھر ظاہر مذہب یہ ہے کہ بنی ہاشم کو
مطلقاً ممنوع ہے یعنی خواہ بنی ہاشم بنی ہاشم کو دے یا کوئی غیر دے اور ہر زمانہ میں ممنوع ہے اور عینی نے جو کہا ہے کہ جائز ہے ہاشمی کو
کہ زکوٰۃ دے اپنے مثل یعنی ہاشمی کو تو صحیح عبارت یہ چاہیے کہ نہیں جائز ہے کذا فی النہر ہم ابو عصمہ نے امام سے روایت کی ہے کہ فی
زماننا بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اسلیے کہ زکوٰۃ کا عوض یعنی پانچویں حصہ کا خمس جو بنی ہاشم کا حق تھا وہ انکو نہیں پہونچتا کیونکہ
غنیمت کے باب میں اور اسکو مستحقین میں صرف کرنے میں لوگ تغافل کرتے ہیں اور جب عوض انکو نہ پہونچا تو اصل کی طرف رجوع
کیا کذا فی البحر اور نہر میں کہا ہے کہ امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ ہاشمی ہاشمی کو دیدے اور یہ امام صاحب سے بھی منقول ہے اور عینی میں جو
کہا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک درست ہے کہ ایک ہاشمی دوسرے کو زکوٰۃ دیدے بخلاف امام ابو یوسف کے تو اسمیں صحیح لفظ لا یجوز ہے
چاہیے یعنی امام صاحب کے نزدیک ہاشمی کا دوسرے ہاشمی کو دینا کافی نہ ہوگا کیونکہ امام ابو یوسف تو جواز کے قائل ہیں پھر درست ہونے
کی صورت میں انکے خلاف کے کیا معنی ہونگے اور شارح کے اختصار میں ابہام ہے قالہ الشامی عن الحلبی ولا الی موالیہم ای عتقاءہم فانہم
او لا اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا بنی ہاشم کے آزاد کیے ہوئے غلاموں کو اور جب آزاد کیے ہوؤں کو نہیں جائز تو غلاموں کو بطریق
اولیٰ نہیں جائز کیونکہ غلام کی ملک مولیٰ کی ہوتی ہے لحدیث مولی القوم منہم یعنی ہاشم کے موالی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں بسبب اس
حدیث شریف کے کہ آزاد کیا ہوا کسی قوم کا وہ انہیں میں سے ہوتا ہے امام اسکو روایت کیا ہے ابو داود و ترمذی اور نسائی نے بلفظ مولی
القوم من انفسہم وانا لا تحل لنا الصدقۃ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ حکم صدقہ کی حرمت و حلت کے باب میں ہے
نہ جمیع وجوہ میں کیونکہ موالی اپنے معتق کا کفو نہیں ہوتا اور جب آزاد کیا ہوا کسی مسلمان کا کافر ہو تو جزیہ لیا جاتا ہے اور تغلبی کے
آزاد کیے ہوئے سے دوچند نہیں لیا جاتا کذا فی النہر قالہ الشامی وہل کانت تحل لسائر الانبیاء خلاف واعتمد فی النہر حلہا لاقربائہم
لا لہم اور باقی انبیا علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے صدقہ حلال تھا یا نہیں اسمیں خلاف ہے اور نہر میں حلت کو معتمد کیا ہے
انکے اقربا کے لیے نہ انکے خود کے لیے وجازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لہم ای لبنی ہاشم سواء
سماہم الواقف اولا علی ما ہو الحق کما حققہ فی الفتح اور جائز ہے نفل صدقہ اور آمدنی اوقاف کی بنی ہاشم کو برابر ہے کہ وقف کرنیوالے
نے انکا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو یہی حق ہے جیسا فتح القدیر میں اسکو تحقیق کیا ہے امام شامی نے کہا کہ بحر میں متعدد کتابوں سے نقل کیا ہے

۱؎ یعنی [illegible] قرابت مجتبیٰ میں اور البحر میں [illegible] اختیار کیا ہے [illegible] کی قوم کا آزاد کیا ہوا انہیں میں ہے [illegible] مسلمان ہیں ۱۲

کہ نفل صدقہ انکو جائز ہے بالاجماع اور ذکر کیا ہے کہ یہی مذہب ہے اور یہ کہ تطوع اور وقف مین فرق نہین ہے جیسا محیط اور کافی
مین ہے لیکن زیلعی مین اسکے خلاف ہے یعنے صدقہ نفل انکو بالکل حرام ہے اور فتح مین اسی کی تقویت کی ہے اور کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ
وقف کو سوا نفل کے سمجھنا چاہیے اور حلبی نے اسکی عبارت طویل نقل کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ وقف بھی بنی ہاشم کو ممنوع ہے
مثل نفل کے اور اس سے معلوم ہوتا ہے سقم کلام شارح کا کیونکہ شارح کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ فتح القدیر کا کلام صرف وقف مین
ہے اور وقف انکو حلال ہے لیکن حلبی نے جس نسخہ در المختار سے لکھا ہے اس مین علما ہو الحق سے پہلے اسقدر زیادہ ہے وقیل لا اسلمنا
تو اس زیادتی سے البتہ عبارت درست ہو جاتی ہے اور بعض نسخون مین یہ زیادتی مع ما بعد کے ولا تدفع الیہ ذمی تک ساقط ہے
انتہی ما قال الشامی لکن فی السراج وغیرہ ان سماہم جاز والا فلا قلت وقد جعل … فی الاشباہ محل القولین لیکن سراج وغیرہ مین ہے
کہ اگر بنی ہاشم کا نام واقف نے لیا ہے تو جائز ہے نہین تو نہین جائز مین کہتا ہون کہ اشباہ کے محشی … مصنف کے بیٹے
شارح … نے سراج کی عبارت کو دونون قولون کا محمل ٹھہرایا ہے یعنے جس صورت مین نام لیا ہو تو جائز اور نہ نام لیا ہو
تو ناجائز اور وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جس صورت مین نام نہین لیا تو وہ جیسے صدقہ ہوا ہاشمیون کو جائز نہوا اور جب انکا نام لے دیا
تو تبرع اور صلہ ہوا صدقہ نہوا جیسا کہ وقف کیا جماعت اغنیا پر پھر فقرا پر قال الشامی ثم نقل عن صاحب البحر عن المبسوط … ہل
تحل الصدقۃ لسائر الانبیاء قیل لہم … خصوصیۃ لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم وقیل لا بل تحل لاقربائہم فہی خصوصیۃ لقرابۃ نبینا اکراما و اظہارا
لفضیلۃ صلی اللہ علیہ وسلم … بحر الرائق … نقل کیا کہ … حلال ہے … باقی انبیا کے لیے ایک
قول یہ ہے کہ ان … جائز ہے اور یہ خصوصیت ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہ انکو نہین جائز اور ایک قول یہ ہے کہ انبیا کو حلال نہین
بلکہ انکے اقربا کو حلال ہے تو خصوصیت ہوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا کے لیے … اکرام اور فضیلت حضرت صلی اللہ
کے ہے اور … یہ مسئلہ مکرر ہے سابق انکا مذکور ہو چکا تو اسکا حذف کرنا مناسب ہے قال الشامی ولا تدفع الیہ ذمی … معاذ
اور نہین جائز دینا زکوۃ کا ذمی کو واسطے حدیث معاذ رضی کے … وہ حدیث ہے جسکو شارح نے بلفظ خذہا من اغنیائہم … بیان
کیا ہے اسلیے کہ اغنیائہم کی ضمیر مسلمانون کی طرف پھرتی ہے تو فقرائہم کی ضمیر بھی اسی طرف پھرنی چاہیے اور کافر کو نہ دینی چاہیے
کذا فی المعراج وجاز دفع غیرہا وغیر العشر والخراج الیہ ای الذمی اور جائز ہے صدقہ دینا سوائے زکوۃ کے اور سوائے
عشر اور خراج کے ذمی کو مع عشر زکوۃ کے ساتھ ملحق ہے لیکن خراج ان صدقات مین نہین ہے جنکا ذکر ہے کیونکہ انکا مصرف مصالح
عامہ مسلمین ہے جیسا پہلے بیان ہوا اور اسی لیے کنز اور ہدایہ مین اسکا استثنا نہین کیا قال الشامی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ
خلافا للثانی اگرچہ صدقہ واجب ہو جیسے نذر اور کفارہ اور فطرہ بخلاف قول امام ابو یوسف کے ہم یعنی وہ کہتے ہین کہ کسی صدقہ
واجبہ کا دینا ذمی کو جائز نہین اور ہدایہ وغیرہ مین تصریح کی ہے کہ یہ ایک روایت ہے ابو یوسف سے اور اس عبارت کا ظاہر
دلالت کرتا ہے کہ قول مشہور امام ابو یوسف کا مثل طرفین کے ہے و بقولہ یفتی حاوی القدسی اور امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ
ہے کذا فی حاوی القدسی ہم لیکن ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قول طرفین کا راجح ہے اور اسی پر متون متفق ہین کذا فی الشامی واما
الحربی ولو مستامنا فجمیع الصدقات لا تجوز لہ اتفاقا بحر عن الغایۃ وغیرہا لیکن حربی اگرچہ مستامن ہو اسکو کوئی صدقہ دینا جائز
نہین بالاتفاق کذا فی البحر عن الغایۃ وغیرہا لکن جزم الزیلعی بجواز التطوع لہ لیکن زیلعی نے جزم کیا ہے کہ نفل صدقہ حربی کو دینا

جائز ہے ہم بیخ مستامن کو بھیجا نہر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے پھر شامی نے کہا کہ اسکو زیلعی نے نہیں ذکر کیا اور ایسا ہی
ابو السعود وغیرہ نے کہا ہے حموی اتقانی کے دعوے کے خلاف ہے لیکن محیط کی کتاب الکسب میں ہے کہ سیر کبیر میں امام محمد نے
ذکر کیا ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں کہ مسلمان کافر حربی کو یا ذمی کو کچھ دے یا اسکا ہدیہ قبول کرے اس روایت سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے منقول ہے کہ پانسو دینار بھیجے دونوں میں مکہ کو بھیجے جب قحط پڑا اور صفوان بن امیہ اور ابو سفیان کو دیں کہ وہ فقرا
اہل مکہ پر تقسیم کر دیں اور یہ اسواسطے کہ صلہ رحم ہر دین میں پسندیدہ ہے اور ہدیہ بھیجنا مکارم اخلاق سے ہے انتہی قال الشامی
وفیہ تحریر لیتامل فیان انہ یعیدہا او لا اور حربی کو دینا صدقہ واجبہ کا ہے اور اگر کسی نے ایسے شخص کو
کہ اپنے گمان میں مصرف جانا تھا پھر ظاہر ہوا کہ مزکی کا غلام ہے یا اسکا مکاتب ہے یا حربی ہے اگرچہ مستامن ہو تو پھر دوبارہ دے
اسوجہ سے کہ سابق مذکور ہوا ہم بیخ عبد کی صورت میں تو ملک سے خارج نہیں ہوا اور مکاتب کی صورت میں اسلیے کہ اسکا
حق مکاتب کی کمائی میں لگا ہے تو پوری تملیک نہوئی اور حربی محل زکوۃ ہے نہیں لیکن حربی کے دینے میں ایک روایت ہے کہ
دوبارہ نہ دے کذا فی الشامی وان بان غناہ او کونہ ذمیا او انہ ابوہ او ابنہ او امرأتہ او ہاشمی لا یعید اور اگر ظاہر ہوا کہ
جسکو دیا تھا وہ غنی ہے یا ذمی ہے یا اسکی بی بی ہے یا اسکا خود باپ ہے یا بیٹا ہے یا ہاشمی ہے تو اعادہ لازم نہیں لانہ اتی بما فی وسعہ
اسلیے کہ وہ کر چکا جسقدر اس سے ہو سکتا تھا تمام بیخ تملیک کر دی جو اسکی وسعت میں تھی یہ بات کہ اندھیرے میں یہ پوچھے کہ تو
کون ہے اور نسب اسکا دریافت کرے اسکا مکلف نہیں لیکن حربی کیطرف سے دلیل پر شبہہ پڑتا ہے کیونکہ حربی میں تملیک جو رکن
تھی پوری ہو جاتی ہے پس اس تعلیل سے وہ روایت جو حربی کے دینے کے بعد اعادہ لازم نہیں آتا تائید پاتی ہے کذا فی الشامی حتی
لو دفع بلا تحر لم یجز ان اخطا یہانتک کہ اگر بدون تحری کے دیا تو نہیں جائز ہے اگر خطا ظاہر ہو وکرہ اعطاء فقیر نصابا او اکثر اور
مکروہ ہے دینا ایک فقیر کو مقدار نصاب یا زیادہ ہم اور ایک روایت ابو یوسف سے ہے کہ قدر نصاب دینا مضائقہ نہیں لیکن زیادہ
مکروہ ہے اسلیے کہ فقیر ہونے کی جہت سے فی الحال ایک جزو نصاب کا محتاج ہے اور باقی رہا ہو النصاب سے کم ہو کذا فی
الشامی الا اذا کان المدفوع الیہ مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقہ علیہم لا یخص کلا او لا یفضل بعد دینہ
نصاب فلا یکرہ فتح مگر جبکہ ہو وہ شخص جسکو زکوۃ دی ہے مدیون یا عیالدار اسطرح کہ اگر تمام عیال پر زکوۃ تقسیم کیا وے تو ہر ایک
کے بانٹے نصاب نہ آوے یا دین کے ادا کے بعد قدر نصاب باقی نہ رہے تو مکروہ نہیں کذا فی الفتح ہم بحیث لو فرقہ صاحب عیال
سے علاقہ رکھتا ہے اور لا یفضل مدیون سے پس اسمیں لف ونشر غیر مرتب ہے اور وجہ تقسیم عیال کی یہ ہے کہ حقیقت میں وہ صدقہ عیال
ہی پر ہے جنپر وہ خرچ کریگا کذا فی الشامی عن المعراج وکرہ نقلہا الا الی قرابۃ اور مکروہ ہے زکوۃ کا نقل کرنا یعنی ایک شہر سے دوسرے
شہر کی طرف بھیجنا مگر اپنے اقربا کی طرف ہم کیونکہ اسمیں رعایت پڑوسی کی ہے تو یہی اولے ہے زیلعی اور اس سے متبادر یہ ہے کہ
کراہت تنزیہی ہے پس اگر نقل کرے تو جائز ہے کذا فی الدرر اور زکوۃ میں معتبر وہ جگہ ہے جس جگہ مال ہو سب روایات میں کذا فی
الشامی بل فی الظہیریۃ لا تقبل صدقۃ الرجل وقرابتہ محاویج حتی یبدا بہم بلکہ ظہیریہ میں ہے کہ نہیں مقبول ہوتا صدقہ اس شخص کا
کہ قرابتی اسکے محتاج ہوں یہانتک کہ شروع انھیں سے کرے ہم عدم قبولیت سے مراد نہ ملنا ثواب کا ہے اگرچہ فرض ساقط
ہوتا ہے قہستانی میں ہے کہ افضل بھائی اور بہن ہیں پھر انکی اولاد پھر مزکی کا چچا اور پھوپھی پھر ماموں اور خالہ پھر ذوی الارحام

پھر بھی وہی پھر اسکے کو یہ واسطے او شہر واسطے او احوج او اصلح او اورع او انفع للمسلمین او من دار الحرب الی دار الاسلام
اور نقل کرنا مکروہ نہیں طرف رشتہ دار یا دوامتیاری واسطے یا ایسا دو تنگدست یا زیادہ پرہیزگار ہے کہ یا اس شخص کے جو مسلمانوں کو نفع پہونچانے
یا دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہم کیونکہ دار الاسلام کے فقرا سے مسلمان دار الحرب کے فقرا سے افضل ہیں کذا فی البحر
میں کہتا ہوں کہ مسلمان قیدیوں کو آزاد کرنا چاہیے جبکہ ان لوگوں کے دستے میں امانت ہو قید سے چھڑانے پر کذا قالہ الشامی
او الی طالب علم و فی المعراج التصدق علی العالم الفقیر افضل او الی الزہاد او کان معجلا قبل تمام الحول فلا یکرہ
فلا صدر اور مکروہ نہیں نقل کرنا زکوٰۃ طرف طالب علم کے اور معراج میں ہے کہ صدقہ کرنا عالم فقیر پر افضل ہے یا زاہدوں کی طرف سے اور
مکروہ نہیں نقل طرف زاہدوں کے یا اگر زکوٰۃ پہلے سال تمام ہونے کے تو نقل کرنا مکروہ نہیں [illegible] ولا یجوز
صرفہا لاہل البدع کالاباحیۃ اور نہیں جائز ہے صرف کرنا اہل بدعت پر جیسے اباحیہ [illegible]
صرف کرنا اسپر [illegible] ایک مشبہہ فرقہ ہے منسوب بطرف
بن محمد بن کرام کی طرف وہ قائل ہیں کہ حق تعالی عرش پر مستقر ہے اور اسم جسم کا اسپر اطلاق ہو سکتا ہے کذا فی [illegible] المشبہہ
مشبہہ ذات اللہ تعالی و کذا المشبہہ فی الصفات فی المختار اسلئے کہ فرقہ [illegible] تشبیہ کا قائل ہو خدا تعالی کی ذات میں
اور یہی حکم ہے اس فرقہ کا جو صفات میں تشبیہ کے قائل ہیں مذہب مختار میں ہے وہ فرقہ ہیں کہ تمام حوادث کا خدا تعالی کی ذات
کے ساتھ جائز رکھتے ہیں تو بعض صفات کو حادث کہتے ہیں جیسے اور حوادث کے صفات ہیں کذا فی الطحطاوی لان مفوت
المعرفۃ من جہۃ الصفات ملحق بمفوت المعرفۃ من جہۃ الذات مجمع الفتاوی اسلئے کہ فوت کرنے والا معرفت حق سبحانہ کا
صفات میں یعنی نہ جاننے والا صفات کا لاحق کیا گیا ہے اسکے ساتھ جسنے فوت کر دی معرفت ذات کی یعنی تشبیہ ذات اور
تشبیہ صفات ایک حکم رکھتے ہیں کذا فی مجمع الفتاوی و کذا لا یجوز دفع زکوٰۃ الزانی لولدہ منہ ای من الزنا و کذا الذی
نفاہ احتیاطا جیسا نہیں جائز ہے زانی کو زکوٰۃ دینا اپنے بیٹے کو جو زنا سے ہے اور ایسے ہی اسکو جسکو نفی کر چکا ہو خواہ ام ولد
کا لڑکا ہو جسکو نفی کیا یا لاعنہ کا لڑکا کا نفی کیا ہوا ہو اور یہ عدم جواز براہ احتیاط ہے الا اذا کان الولد من ذات زوج معروف
فصولین کہ اس صورت میں کہ لڑکا ہو ایسی عورت کا جسکے خاوند کو لوگ جانتے ہیں کذا فی جامع الفصولین ہم عمادیہ میں اسکی
وجہ یہ لکھی ہے کہ چونکہ نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہے تو یہ شرعا بیٹا ناکح کا ہوا اور [illegible] کے خلاف ایک روایت شامی نے
نقل کی ہے والکل فی الاشباہ اور سب فروع لا یجوز صرفہا لاہل البدع سے یہاں تک اشباہ میں مذکور ہیں ولا یحل ان
یسأل شیئا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب اور نہیں حلال کہ مانگے کچھ قوت وہ شخص کہ
اسکے پاس اس روز کا قوت موجود ہو بالفعل یا بالقوہ موجود ہو مثلا تندرست کہ کمائی پر قادر ہو ہم شیئا من القوت اسلئے کہا
کہ اگر حاجت کی چیز جیسے کپڑا وغیرہ سوال کرے تو جائز ہے قالہ الشامی و یاثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اور گنہگار ہوگا اسکو
دینے والا اگر اسکا حال جانتا ہو کیونکہ حرام چیز پر اعانت کرتا ہے ہم اکمل نے شرح مشارق میں کہا ہے کہ اس جیسے شخص کو دینا اگرچہ
از روئے قیاس گناہ معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اسکو ہبہ کہیں تو گنہگار نہو گا مقدسی نے اپنی شرح میں کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ مراد علائی اس
سے یہ ہے کہ اس جیسے شخص کو دینا آمادہ کرتا ہو سوال پر اس حیثیت سے اور نہ دینے سے ہو سکتا ہے کہ ایسی باتوں سے توبہ کرے

کذا فی الشامی ولو سأل للكسوة او لاشتغاله عن الكسب بالجهاد او طلب العلم جاز لو محتاجا اور اگر سوال کیا کپڑے کے لیے یا قوت کا سوال کیا یا اس جہت سے کہ جہاد مین یا طلب علم مین مشغول ہونے سے کمائی نہین کرسکتا تو جائز ہی اگر محتاج ہو ہم کہتے اگرچہ قوی اور کسب پر قادر ہو ذکرہ فی البحر وفرع مسائل تحفۃ شارح کے مذہب وفرع بالبینیۃ یومین من السؤال مستحب ہی اسقدر دینا کہ اس روز اسکو سوال کی ضرورت نہو واعتبار حالہ من حاجۃ وعیال اور معتبر ہی سائل قدر کفایت کا حاجت سے اور عیال سے ہم کہتے ہین یہ ہو کہ فقیر کا حال معلوم کیا جاوے باعتبار عیال کے اور حاجات ضروریہ کے مثل عیال کا بہت ہونا اور کپڑے اور گھر کا کرایہ وغیرہ کذا فی فتح القدیر والمعتبر فی الزکوۃ فقراء مکان المال اور معتبر زکوٰۃ مین وہان کے فقیر ہین جہان مال ہو ہم کہتے اگرچہ مال والا دوسرے شہر مین ہو لیکن زکوٰۃ اس شہر کے فقیرون کو دی جاوے جہان مال ہی قالہ ابن کمال یہی صحیح روایات مین یہی ہی کذا فی البحر وفی الوصیۃ مکان الموصی اور وصیت مین معتبر ہی مکان وصیت کرنیوالے کا ہم ایسا ہی جوہرہ مین منقول ہی فتاوی سے لیکن شرح وہبانیہ کے وصایا مین خلاصہ سے منقول ہی کہ وصیت کیا کہ میرا ثلث مال فقراء بلخ پر تصدق کیا جاوے تو افضل یہی ہی کہ انھین پر صرف کرین اور اگر اور ون کو دیدین تب بھی جائز ہی اور یہ قول ابو یوسف کا ہی اور اسی پر فتویٰ ہی اور امام محمد کہتے ہین کہ نہین جائز ہی کذا فی الشامی وفی الفطرۃ مکان المؤدی عند محمد وہو الاصح لان رؤسہم تبع لراسہ اور فطرہ مین مکان ادا کرنے والے کا یعنی نہ مکان ان لوگون کا جنکی طرف سے ادا کرتا ہی امام محمد کے نزدیک اور یہی اصح ہی اسلیے کہ جن لوگون کی طرف سے دیتا ہی وہ ادا کرنیوالے کے تابع ہین ہم بلکہ نہایہ اور عنایہ مین کہا ہی کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی جیسا شرنبلالیہ مین ہی اور یہی مذہب ہی جیسا بحر مین ہی کذا فی الشامی وفی الزکوۃ اسلے صبیان اقاربہ برسم عید او اعطی مبشرا او مہدی الباکورۃ جاز زکوٰۃ دی اپنے اقارب کے لڑکون کو مثلا رسم عید کی نظر سے یا خوشخبری سنانے والے کو یا اس شخص کو جو نیا پھل ہدیہ لایا تو جائز ہی الا اذا نص علی التعویض مگر جبکہ تصریح کر دی معاوضہ کی تو جائز نہوگی ولو دفعہا الاخت ولہا علی زوجہا مہر یبلغ نصابا وہو ملی مقر ولو طالبت لم یمنع عن الاداء لا یجوز والا جاز اور اگر دے زکوٰۃ اپنی بہن کو اور اسکے خاوند کے ذمہ مہر ہی جو نصاب کو پہونچتا ہی اور وہ شخص تونگر ہی کہ عورت کے طلب کرنے پر انکار نکرے تو اسکا زکوٰۃ دینا جائز نہین اور جو ایسا حال نہو تو جائز ہی اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہی ولو دفعہا المعلم لخلیفتہ ان کان بحیث یعمل لہ لو لم یعطہ صح والا لا اور اگر دی زکوٰۃ معلم نے اپنے خلیفہ کو اگر وہ اسطرح کام کرتا ہی کہ اگر معلم نہ دیتا تب بھی اسکا کام کرتا تو درست ہی ورنہ نہین درست ہم اسلیے کہ دیا ہوا بمنزلہ عوض کے ہو جاتا ہی اور اسیمین یہ خدشہ ہی کہ انعام نئے پھل لانے والے کا ایسا ہی تو وہان بھی نیت کا اعتبار چاہیے قالہ الشامی ولو وضعہا علی کفہ فانتہبہا الفقراء جاز اور اگر رکھا زکوٰۃ کو اپنے ہاتھ پر اور لوٹ لیا اسکو فقیرون نے تو جائز ہی ہم اور یہ فقرا کی تملیک ہوئی اور زکوٰۃ کی نیت پہلے سے نکالتے وقت ہو چکی تھی اور یہی حکم ہی جبکہ نیت پہلے سے نہو اور لوٹنے کے بعد نیت کرے اور مال فقیرون کے پاس موجود ہو قالہ الشامی ولو سقط مال فرفعہ فقیر فرضی بہ جاز ان کان یعرفہ والمال قائم خلاصۃ اور اگر مال ہاتھ سے گر گیا اور فقیر نے اسکو اٹھا لیا پھر مالک راضی ہو گیا تو جائز ہی اگر اسکو پہچانتا ہی اور مال بھی قائم ہی کذا فی الخلاصۃ ہم پہچاننے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ تملیک مجہول شخص کی نہو کیونکہ جب اسکو نہ پہچانتا ہو اسطرح کہ مالک جب مال کے پاس آیا تو مال کو نہ پایا اور کسی شخص نے اسکو کہا کہ فقیر اسکو اٹھا لے گیا جسکو مالک نہین پہچانتا تھا اور مالک راضی ہو گیا تو درست نہوگا کیونکہ یہ اباحت ہوئی اور زکوٰۃ مین تملیک شرط ہی اور مال کے قائم ہونے کی اسواسطے شرط لگائی کہ اگر مالک بعد ہلاک ہونے مال کے راضی ہوا تو نیت صحیح نہوگی جان لو کہ صدقہ دینا مستحب ہی جو فاضل ہو اپنی قدر کفایت اور اپنے عیال کی قدر کفایت سے اور اگر اسطرح صدقہ دے کہ حقدارون کے حق مین کوتاہی ہو تو گنہگار ہوگا اور جو شخص

رسم عیدی مین اقارب کو بھیجا زکوٰۃ کی نیت سے جائز ہے ۱۲

کہ تنگی پر صبر نہ کر سکے اسکو اپنا الفقر قدر کفایت تامہ سے کم کرنا مکروہ ہے کذا فی شرح درر البحار اور تاتارخانیہ میں محیط سے منقول ہے
کہ جو شخص نفل صدقہ دے تو افضل یہ ہے کہ جمیع مومنین و مومنات کی نیت کرے کیونکہ انکو ثواب پہونچے اور اُسکے اجر میں سے
کچھ کم نہو گا واللہ اعلم

باب صدقۃ الفطر

یہ باب ہے صدقہ فطر کے احکام میں اسکی مناسبت زکوۃ سے یہ ہے کہ دونوں وظیفہ مالیہ ہیں اور مبسوط میں بعد صوم کے بیان کیا ہے
کیونکہ صوم کے بعد صدقہ فطر ہوتا ہے اور فطر سے مراد فطر کا دن ہے نہ لغوی معنی کیونکہ اسطرح تو ہر شام کو رمضان میں افطار ہوتا ہے اور اسکو صدقہ
اس جہت سے کہتے ہیں کہ دینے والے کا صدق اور اخلاص ظاہر کرتا ہے کذا فی المعراج من اضافۃ الحکم الی الشرط اضافت صدقہ کی فطر کی طرف
اضافت حکم کی ہے شرط کیطرف ہم حکم سے مراد وجوب صدقہ ہے اسلئے کہ حکم شرعی وجوب ہے تو بیان حذف مضاف کا ہے اور وجوب سے مراد وجوب الاداء ہے
اسواسطے کہ وجوب الاداء کی شرط فطر ہے نہ نفس وجوب کی کیونکہ وجوب کا سبب راس ہے جسکی مؤنت کرتا ہے اور ولایت رکھتا ہے قال الحلبی والفطر لفظ
اسلامی والفطرۃ مولد بل قیل لحن اور فطر اصطلاح اسلام والوں کی ہے اور فطرہ ساختہ ہے بلکہ کہتے ہیں کہ غلط ہے ہم ظاہر ہے کہ شارح کی مراد
یہ ہے کہ لفظ فطر جو مضاف الیہ صدقہ کا ہے اور نام روز مخصوص کا ہے یہ لفظ شرعی ہے یعنے اطلاق اُسکا اس خاص روز پر اصطلاح شرعی ہے کیونکہ
فطر جو ضد صوم کی ہے لغوی ہے شرع سے پہلے مستعمل ہے اور اسکی لفظ فطرہ کا ہے یعنی فطرہ کہ جس سے صدقہ مراد ہو لغوی نہیں اسلئے کہ اس معنے میں نہیں آیا
وہ جو قاموس میں مذکور ہے کہ فطرہ بالکسر صدقۃ الفطر تو قاموس کے اغلاط میں شمار کیا گیا ہے اور نووی نے تحریر میں کہا ہے کہ اسم مولد ہے اور شاید
ماخوذ ہے فطرۃ سے جو بمعنی خلقت کے ہے یعنی گویا کہ یہ زکوۃ بدن کی ہے قال الشامی وامر بہا فی السنۃ التی فرض فیہا رمضان قبل الزکوۃ اور حکم
کیا گیا ہے ادا سے صدقہ فطر کا جس برس کہ رمضان فرض ہوا زکوۃ سے پہلے ہم روزے رمضان کے فرض ہوے شعبان میں بعد تحویل
قبلہ کے کعبہ کی طرف اور حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ فطر کے لیے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہ زکوۃ کی فرضیت سے پہلے ہی تھا ہی
قال الشامی وکان علیہ السلام یخطب قبل الفطر بیومین یامر باخراجہا ذکرہ القہستانی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے عید سے
دو روز پہلے حکم فرماتے صدقہ نکالنے کا ذکر کیا اسکو قہستانی نے ہم عبد الرزاق نے سند صحیح سے تخریج کیا ہے عبداللہ بن ثعلبہ سے کہ خطبہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر سے ایک روز یا دو روز پہلے پھر فرمایا کہ ادا کرو ایک صاع گیہوں دو آدمیوں میں یا ایک صاع
کھجور یا جو ہر شخص کی طرف سے آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا کذا فی الفتح تجب وحدیث فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوۃ
الفطر معناہ قدر للاجماع علی ان منکرہا لا یکفر واجب ہے صدقۃ الفطر اور وہ حدیث جسمیں مذکور ہے کہ فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے زکوۃ فطر کو اُسکے معنی یہ ہیں کہ مقرر کیا اسوجہ سے کہ اجماع ہے اس بات پر کہ منکر اسکا کافر نہیں ہے ہم امام شافعی کے نزدیک صدقۃ الفطر
فرض ہے انکا استدلال حدیث مذکور ہے شارح نے استدلال کے جواب کیطرف اشارہ کیا موسعا فی العمر عند اصحابنا وہو الصحیح بحر عن البدائع
معللا بان الامر بادائہا مطلق کالزکوۃ علی قول کما مر واجب ہے صدقۃ الفطر اسطرح کہ مدۃ العمر میں ادا کی گنجایش ہے ہمارے تینوں اماموں
کے نزدیک یہی صحیح ہے ذکر کیا اسکو بحر میں بدائع سے اور وجہ یہ بیان کی کہ امر صدقۃ الفطر کی ادا میں مطلق ہے یعنے وقت کی قید نہیں
سو مدۃ العمر میں جب ادا کریگا تو ادا ہی ہوگا قضا نہو گا ہاں البتہ عیدگاہ میں جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے کذا فی البدائع مانند
زکوۃ کے کہ اُسکا وجوب بھی موسع ہے ایک قول پر جیسا پہلے گذر چکا ولو مات فاداہا وارثہ جاز اور اگر مر گیا پھر اُسکے وارث نے

صدقۃ الفطر اسکی طرف سے ادا کیا تو جائز ہو مع جوہرہ میں ہو کہ جس شخص کے ذمہ زکوٰۃ یا صدقۃ الفطر یا کفارہ یا نذر ہو اور وہ مر جاوے
تو اسکے ترکے سے نلیا جاوے مگر یہ کہ وارث تبرع کریں اور وارث اہل تبرع کے بھی ہوں اور جبر نکیا جاوے انپر اور اگر خود وصیت کرکے مرا تو ثلث میں
وصیت جاری ہوگی قال الشامی و قیل مضیقا فی یوم الفطر عینا اور کہا گیا ہو کہ ادا اسکا مقید ہو خاص عید کے روز میں یہ قول حسن بن
زیاد کا ہو کہ ادا کرنا اسکا یوم الفطر میں ہو اول سے آخر تک اگر اسکو نہ ادا کیا کہ عید کا دن گذر گیا تو ساقط ہو جاویگا مثل قربانی کے کذا فی البدائع
و شروح الہدایہ وغیرہا اور ابن ہمام نے اپنی تحریر میں ترجیح دی ہو کہ یہ مطلق نہیں ہو بلکہ مقید بالوقت ہو کیونکہ حضرت نے فرمایا اغنوہم
فی ہذا الیوم عن المسألۃ تو بعد اس روز کے قضا ہوگا اور ابن نجیم نے بھی اسیکا اتباع کیا ہو بحر میں لیکن اسنے اپنی شرح منار میں کہا ہو
کہ یہ ترجیح مقابل صحیح کے ہو میں کہتا ہوں کہ یہ تیسرا قول ہو مذہب سے خارج اسواسطے کہ عید کا دن گذرنے کے بعد صدقہ کا قضا واقع ہونا
منافی اس قول کے ہو کہ عید کا دن گذرنے سے ساقط ہو جاتا ہو اور علامہ مقدسی نے اسکو رد کیا ہو کہ حضرت کے وقت میں صحابہ صدقۃ الفطر
پیشگی دیدیا کرتے تھے اور یہ بات حضرت کی اجازت سے تھی جیسا خود ابن ہمام نے کہا ہو تو اس سے صاف ظاہر ہو کہ مقید بیوم الفطر نہ تھا
اسواسطے کہ اگر خاص اس روز کے ساتھ مقید تھا تو اس سے پہلے ادا نہوتا مثل قربانی اور نماز روزہ کے اور امر اغنوہم الخ محمول ہو استحباب پر کذا
فی الشامی فبعدہ یکون قضاء واختارہ الکمال فی تحریرہ ورجحہ فی تنویر البصائر پس بعد یوم العید کے ہو دیگا قضا اور اسکو اختیار کیا ہو
کمال نے اپنی تحریر میں اور ترجیح دی اسکو تنویر البصائر میں مع پہلے معلوم ہو چکا کہ معین کرنا عید کے دن کا ایک تیسرا قول ہو کہ سوا ابن
ہمام کے کسی اور نے نہیں کہا اور اسمین جو کچھ ہو وہ بھی واضح ہو چکا اسصورت میں اس تفریع میں نظر ہو قال الشامی فتأمل علی کل حر مسلم ولو صغیرا
او مجنونا واجب ہو صدقۃ الفطر ہر آزاد مسلمان پر اگرچہ صغیر یا مجنون ہو مع حر کے لفظ سے معلوم ہوا کہ غلام پر لازم نہیں اور مسلمان کی قید سے معلوم
ہوا کہ کافر کے ذمہ نہیں اگرچہ اسکا غلام یا بیٹا مسلمان ہو کذا فی البحر اور بعض نسخوں میں ومجنونا واو کے ساتھ واقع ہو اور یہ اس صورت میں ہو
کہ ان دونوں یعنی صغیر اور مجنون کے پاس مال ہو بدائع میں کہا ہو کہ عقل اور بلوغ وجوب کی شرائط میں نہیں ہو امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف
کے نزدیک یہانتک کہ اگر مجنون و صغیر کے پاس مال ہو تو انکا ولی صدقہ نکالے انکے مال میں سے اور امام محمد اور امام زفر کہتے ہیں کہ نہیں واجب
ہو پس اگر ولی صدقہ انکے مال میں سے دیگا تو ضامن ہوگا قال الشامی حتی لو لم یخرجہا ولیہما وجب الاداء بعد البلوغ یہانتک کہ اگر نہ نکالے
صدقۃ الفطر مجنون اور صغیر کا ولی تو بعد بلوغ کے اور بعد افاقہ کے ادا واجب ہوگا ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیۃ
کدینہ وحوائج عیالہ وان لم ینم کما مر یعنی صدقۃ الفطر واجب ہو ہر آزاد مسلمان پر کہ نصاب والا ہو اور وہ نصاب زیادہ ہو اسکی حاجت
اصلی سے جیسا دین اور زیادہ ہو عیال کی حاجت سے اگرچہ نصاب نامی نہو جیسا پہلے گذر چکا و بہ ہذا النصاب تحرم الصدقۃ کما مر وتجب
الاضحیۃ ونفقۃ المحارم علی الراجح اور اسی نصاب کی جہت سے حرام ہوتا ہو صدقہ واجبہ جیسا گذر چکا اور واجب ہوتی ہو قربانی اور نفقہ
محارم کا بنا بر قول راجح کے مع یعنے انکو جو فقیر ہوں اور کسب سے عاجز ہوں یا عورتیں فقیر ہوں اور محارم کی قید ہو ماں باپ کے نکالنے کو
کیونکہ ماں باپ جب فقیر ہوں تو مختار یہ ہو کہ انکو اپنے نفقہ میں شامل رکھے اگر کسب کرتا ہو وانما لم یشترط الحولان وجوبہا بقدرۃ ممکنۃ
اور نمو کی شرط جو نہیں لگائی سو اسی جہت سے کہ وجوب صدقۃ الفطر کا قدرت ممکنہ کی جہت سے ہو ہی ما یجب بہ التمکن من الفعل
فلا یشترط بقاؤہا لبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ کاف مشدد کے کسرہ سے وہ ہو جو واجب ہو بنور قدرت کے فعل پر پس
نہیں شرط باقی رہنا اس قدرت کا وجوب کے باقی رہنے کو اسواسطے کہ وہ صرف شرط ہو مع واضح ہو کہ قدرت جس سے آدمی مامور بہ ادا کرسکے

دو قسم ہی ایک وہ کہ توانگری اُسکے ساتھ معتبر نہو اُسکو قدرت مطلق اور قدرت ممکنہ یعنے قادر کرنیوالی کہتے ہین کیونکہ اُسکی جہت سے آدمی
اوسے مامور بہ پر قادر ہو جاتا ہی جیسے نصاب صدقۂ فطر کی قدرت ممکنہ ہی اور زاد اور راحلہ حج کی اور اگر قدرت کے ساتھ توانگری بھی
معتبر ہو تو وہ قدرت میسرہ یعنی آسان کرنیوالی اور قدرت کامل کہلاتی ہی جیسے نصاب نامی ہی کذا فی الطحطاوی اس سے معلوم ہوا کہ شارح
نے جو تفریع کی ہی وہ خود درست کی نہین بلکہ اس واجب کی ہی جو قدرت مذکورہ پر مشروط ہو اور بقاے قدرت ممکنہ کے مشروط نہونے
سے یہ نکلا کہ اگر نصاب عید فطر کی صبح کے بعد جاتا رہیگا تو صدقۂ فطر ساقط نہوگا چنانچہ آگے آویگا لا بقدرۃ میسرۃ ہی ما یجب بعد التمکن بصفۃ
الیسر فغیرتہ من العسر الی الیسر قدرت میسرہ کے ساتھ [illegible] مشروط [illegible] قدرت میسرہ وہ ہی کہ واجب ہو بعد قدرت کے ممکن
کے وصف میں کے ساتھ سہولت بدلدیا ہو اسکو دشواری سے آسانی کیطرف [illegible] اس تقریر [illegible] خلل ہی جو قدرت ممکنہ کی تعریف میں
گذرا حاصل یہ کہ قدرت ممکنہ ہر گاہ شرط ہی تمکن اور ادا فعل کی تو شرط محض ہوئی [illegible] علت کے نہین پس اُسکا بقا بھی
شرط نہین بقا وجوب کے لئے کیونکہ بقا [illegible] وجود کی شرط [illegible] نہین ابتدا کی شرط [illegible] جیسے گواہ کہ
شرط ہین انعقاد نکاح میں نہ بقاے نکاح میں بخلاف میسرہ کے اسواسطے کہ وہ ایسی شرط ہی [illegible] معنی علت کے ہی کیونکہ اسنے
فعل واجب کی صفت کو دشواری سے سہولت کے ساتھ بدل دیا [illegible] فعل واجب [illegible] وجود قدرت ممکنہ کی بصفت
دشواری سو وہ دشواری کو چھوڑ کر اسکو بصفت میسرہ واجب کیا پس اس طرح کی قدرت کا دوام شرط ہی باعتبار معنی علت کے کیونکہ حکم نہین
باقی رہ سکتا بدون اُسکے کذا فی الشامی مختصرا فاشترط بقاءہا لانہا شرط فی معنی العلۃ پس شرط کیا گیا ہی بقاے قدرت میسرہ کا کیونکہ یہ شرط
علت کے معنی میں ہی یعنی ادا کا حکم اسی علت کے ساتھ ہوتا ہی جو دارو مدار ہی کذا فی الطحطاوی وقدمنا فیما علقناہ علی المنار اور ہمنے اسکو منقح بیان کیا
ہی منار کی تعلیقات میں تفریع علیہ فلا تسقط الفطرۃ ولا الحج بہلاک المال بعد الوجوب پھر تفریع کیا مصنف نے اسپر جو بیان مین گذرا
ہی یعنی قدرت ممکنہ اور میسرہ پر پس نہین ساقط ہوتا فطرہ اور ایسا ہی حج مال کے ہلاک ہو جانے سے واجب ہونے کے بعد کیونکہ ان دونون
مین قدرت ممکنہ میسرہ ہی کما قال الشامی کما لا یبطل النکاح بموت الشہود جیسا نہین باطل ہوتا نکاح گواہون کے مرنے سے بخلاف الزکوۃ
والعشر والخراج لاشتراط بقاء المیسرۃ بخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے یعنے خراج مقاسمہ اسواسطے کہ قدرت میسرہ کی بقا شرط ہی یعنی لازم
یعنی اگر مال برس گذرنے کے بعد ہلاک ہو جاوے ادا کی قدرت اسکو ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو زکوۃ ساقط ہو جاتی ہی بخلاف استہلاک کے کیونکہ
اس صورت مین تقدیرا قدرت باقی ہی کہ اسمین زجر ہی تعدی سے اور فقیرون کا بھی لحاظ ہی عن نفسہ متعلق بیجب وان لم یصم لعذر عن نفسہ متعلق
ہی یجب کے یعنے صدقۃ الفطر واجب ہی اپنے نفس کیطرف سے اگرچہ کسی عذر سے روزہ نہ رکھا ہو ہم بیان فطرہ کے سبب کا اور اصل اسمین خود
اُسکا نفس ہی اور آدمی بیشک اپنا بوجھ آپ اٹھائے ہوے ہی اور اپنے اس کا آپ متولی ہی تو اسی کے معنون میں ہی وہ جو اُسکے ساتھ ملحق ہی یعنی
اُسکے توابع جنکی مونت اُسکے ذمہ ہی اور روزہ مین عذر کی قید اتفاقی ہی اگر بلا عذر بھی کوئی شخص افطار کرے تب بھی یہی حکم ہی کیونکہ فطرہ کے ادا
مین یہ شرط مذکور نہین قال الشامی وطفلہ الفقیر والکبیر المجنون اور اپنے چھوٹے لڑکے محتاج کیطرف سے اور بڑے مجنون کی طرف سے ہم یعنے
جو کہ فقیر ہو کیونکہ غنی کا صدقہ اُسکے مال میں سے ہوگا امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جیسا پہلے گذر چکا اور طفل کے لفظ سے معلوم ہوا
کہ جنین کیطرف سے صدقۃ الفطر لازم نہین اور طفل لڑکے اور لڑکی دونون کو شامل ہی کذا فی المغرب قال الشامی ولو تعدد الآباء فعلی کل فطرۃ
اور اگر باپ متعدد ہون تو ہر ایک پر فطرہ لازم ہوگا صورت اسکی یہ ہی کہ کسی لقیط پر دو آدمی دعوے کرین کہ یہ میرا بیٹا ہی یا مشترک باندی کے

بیٹے پر دونوں مالکوں نے دعوی کیا قال الشامی ولو زوج طفلته الصالحة لخدمة الزوج فلا فطرة اور اگر نکاح کردیا اپنی لڑکی کا کہ زوج کی خدمت
کرسکتی ہو پس فطرہ لازم نہیں اُنام نہ خاوند پر لازم آویگا جیسا آگے مذکور ہوگا اور نہ باپ پر کہ زوج کو تسلیم کرچکا خلاصہ میں ہی یعنی جبکہ اگر اپنے خاوند
کے سپرد کی گئی ہو تو اُسکے باپ پر فطرہ نہیں ہی کیونکہ اُسکی مؤنت اُسکے ذمہ نہیں رہی اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ میں دو قیدیں ہیں خدمت کی
صلاحیت اور خاوند کی سپردگی قال الشامی والجد کالاب عند فقدہ کما اختارہ فی الاختیار اور دادا باپ کے مثل ہی باپ کے نہونے جیسا اختیار
میں اسکو اختیار کیا ہو حسن کی روایت ہی اور ظاہر الروایت کے خلاف ہی کہ دادا باپ کے حکم میں ہی اگرچہ مسائل میں انمیں سے ایک مسئلہ یہی ہی
اور فتح القدیر میں بھی اسی کو اختیار کیا ہی کیونکہ سبب وجوب کا متحقق ہی یعنی راس اور اسکی مؤنت اور تولیت بولایت مطلق دادا کے ذمہ ہی اور دوسرے
شارح نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا کذا فی الشامی وعبدہ لخدمته ولو مدیونا او مستاجرا او مرہونا اذا کان عندہ وفاء بالدین اور فطرہ واجب
ہی اپنے غلام خدمتی کی طرف سے اگرچہ مدیون ہو یعنی متغرق کذا فی البدائع اجارہ دیا ہوا ہو یا رہن رکھا ہوا ہو جبکہ اسکے پاس وہ چیز
دینے کی قدر ہو جو علاوہ دین سے زائد نصاب بھی ہو جیسا ہندیہ میں ہی اور مراد نصاب سے یہ ہی کہ غلام کے سوا ہو کیونکہ وہ حوائج اصلی میں ہی کذا
فی شرنبلالیہ والا الموصی بخدمته لواحد وبرقبته لآخر فلا فطرة علی المالک رقبته وہ غلام جسکی خدمت کی وصیت ایک شخص کے لیے کی اور اسکی
ملکیت کی دوسرے کے لیے تو فطرہ رقبہ کے مالک پر ہی کالعبد العاریة والودیعة والجانی جیسے عاریت کا غلام اور ودیعت کا اور وہ غلام جسنے
کسیکا بگاڑ کیا ہو کہ انکا صدقہ مالک کے ذمہ ہی جنایت کوئی سی ہو عمدا ہو یا خطا کیونکہ مالک کی ملک غلام سے جب زائل ہوتی ہی جب جنایت
کے بدلہ میں اسکو دیدے پہلے سے زائل نہیں ہوتی کذا فی الخانیة وقول الزیلعی لا تجب سبق قلم فتح اور زیلعی کا قول کہ صدقہ واجب نہیں ہی
خطا ہی کہ قلم سے نکل گئی کذا فی الفتح ولم یزہ الزیلعی میں ہی کہ جس غلام کے رقبہ کی وصیت ہو تو اسکا فطرہ مالک پر نہیں لیکن شلبی محشی زیلعی نے اسکو
محمول کیا ہی اس صورت پر کہ موصی مرگیا اور موصی لہ نے ابھی نہ قبول کیا نہ رد کیا قال الشامی ومدبرہ وام ولدہ ولو کان عبدہ کافرا لتحقق
السبب وہو راس یمونه ویلی علیه اور صدقہ دے اپنی مدبر اور ام ولد کیطرف سے اگرچہ غلام کافر ہی ہو کیونکہ سبب وجوب متحقق ہی یعنی راس
جسکی مؤنت اسکے ذمہ ہی اور اسکا وہ ولی ہی یعنی مؤنت واجبہ کامل مطلقہ پہلی قید سے مؤنت اجنبی نکلگئی جو بدرا اپنے ذمہ رکھے نہ واجب اور دوسری
قید سے عبد مشترک نکل گیا کہ اسکی مؤنت کامل نہیں اور تیسری سے زوجہ نکلگئی کہ اسکی مؤنت مطلقہ نہیں بلکہ مؤنت ضروری ہی انتظام
خانگی کے لیے اور اسی لیے بجز معمولی اخراجات کے کچھ لازم نہیں جیسے دوا کما فی الزیلعی لا عن زوجته وولدہ الکبیر العاقل نہیں
واجب ہی صدقۃ الفطر اپنی بی بی کی طرف سے اور اپنے ولد کیطرف سے جو بالغ عاقل ہو ہم زوجہ کی طرف سے اسلیے نہیں واجب کہ اسپر
ولایت تامہ نہیں کیونکہ سوا حقوق زوجیت کے اور کسیطرح کی ولایت نہیں ہی اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپاہج ہو اور خورد ونوش
میں اسکا شریک ہو مگر اسکا صدقہ باپ پر واجب نہیں کیونکہ ولایت نہیں کذا فی جوہرہ اور عاقل کی قید سے احتراز ہو گیا معتوہ اور مجنون سے
کہ انکا حکم مانند صغیر کے ہی ولو ادی عنہما بلا اذن اجزا استحسانا للاذن عادة ای لو فی عیاله والا فلا قہستانی عن المحیط فلیحفظ اور اگر فطرہ بی بی کیطرف اور
بالغ لڑکے کیطرف سے بدون اجازت دیدیا تو کافی ہی بدلیل استحسان اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الخانیة کیونکہ عادۃ اذن موجود ہی یعنی اگر اسکے عیال
میں ہو ورنہ نہیں کافی کذا فی قہستانی عن المحیط اسکو یاد رکھو للاذن عادۃ سے اشارہ ہی کہ نیت حکما موجود ہی ورنہ بدائع میں تصریح
کی ہی کہ فطرہ بدون نیت کے ادا نہیں ہوتا بحر میں کہا ہی کہ ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر ادا کرے ان اشخاص کیطرف
سے جو اسکے عیال میں ہیں یعنی جنکا خورد و نوش اسکے متعلق ہی بدون انکی اجازت کے تو جائز ہی مطلقا یعنی قید زوجہ اور ولد کی نہیں

قال الشامی وعبید الآبق والماسور والمغصوب المجحود ان لم یکن علیہ بینۃ خلاصہ نہ بھاگے ہوئے غلام کیطرف سے کیونکہ ولایت اسپر قائم
نہیں اور نہ قیدی کی طرف سے کہ وہ تصرف سے خارج ہے جیسا مکاتب اور نہ مغصوب کیطرف سے جسکا غاصب منکر ہو اگر غصب
پر شاہد نہوں کذا فی الخلاصۃ مقتضی اس تصحیح کا جو کتاب الزکوۃ میں مذکور ہوئی یہ ہے کہ واجب نہو اگرچہ گواہ بھی ہوں کیونکہ ہر قاضی عادل
نہیں ہوتا اور نہ ہر گواہ مقبول کذا فی الطحطاوی الا بعد عودہ فیجب لما مضی مگر غلام کے پھر آنے کے بعد پس واجب ہوگا سال ماسبق کا
کا فطرہ کذا فی قہستانی یہ استثناء راجع ہے آبق کی طرف جیسا نہر میں اور منح میں ہے اور مغصوب کی طرف بھی جیسا بحر میں ہے حلبی نے کہا کہ ظاہر
یہ ہے کہ ماسور کا حکم بھی یہی حکم ہے کذا فی الشامی ولا عن مکاتبہ ولا تجب علیہ لانہ لا ملک لہ ولا لمولاہ اور نہیں واجب ہے مکاتب کی طرف
سے اور نہ واجب ہے اس مکاتب پر کیونکہ جو چیز مکاتب کے قبضہ میں ہے مولی کی نہیں اسلیے کہ مکاتب عبد ہی ہے جبتک اسپر ایک درم بھی
باقی ہے اور عبد بذات خود مالک ہو تو مالک نہیں ہوسکتا کذا فی البدائع ولا عن مشترک اور نہ مشترک غلاموں کیطرف سے کیونکہ ہر شریک کی ولایت
اور مؤنت قاصر ہے اور یہ امام صاحب کا قول ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ ہر ایک کے حصہ سے غلاموں کا فطرہ ہوگا جتنے انکے حصہ میں
آدمی کامل ہوں گا نہوگا جیسا ہدایہ میں ہے یعنی اگر چار غلام ہوں تو دونوں شریکوں کے ذمہ دو دو غلاموں کا فطرہ لازم ہوگا اور تین
غلام ہوں تو ایک ایک کا فطرہ دونوں پر لازم ہوگا تیسرے کا لازم نہوگا اور صحیح یہ ہے کہ امام ابو یوسف امام ابوحنیفہ کے ساتھ ہیں کہا ہو اور یہی اصح ہے
جیسا [illegible] اور فتح میں ہے الا اذا کان عبید بین اثنین [illegible] مگر جب کہ ایک غلام مشترک ہو دو شریکوں
میں اور نوبت بنوبت اس سے خدمت لیتے ہوں اور ایک کی نوبت میں وقت وجوب پایا جاوے یعنی طلوع فجر یوم الفطر تو ایک قول ہے
واجب ہے یعنی قول ضعیف میں جیسا بعض نسخوں میں موجود ہے اور وجہ اس قول کے ضعیف ہونے کی یہ ہے کہ سب متون و شروح کے [illegible]
کے مخالف ہے قال الشامی وتوقف الوجوب لو کان المملوک مبیعا بخیار فاذا مر یوم الفطر والخیار باقی [illegible] اور صدقہ کا وجوب
موقوف رہیگا اگر مملوک کو بشرط خیار بیچا ہو پھر جب عید کا دن گذر جاوے اور اختیار باقی ہو فطرہ لازم اس شخص پر ہوگا جسکا وہ غلام قرار
پاویگا ہم بشرط خیار بیچا یعنی بائع کا خیار یا مشتری کا یا دونوں کا اور موقوف اسواسطے رہیگا کہ ملک متزلزل ہے پس اگر خیار نہو اور بعد یوم الفطر
کے قبض کیا تو مشتری پر لازم ہوگا اور اگر قبل القبض مرگیا تو کسی پر واجب نہوگا اور اگر عیب کی جہت سے قبل القبض پھیر دیا یا خیار رویت
کی جہت سے تو بائع کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر بعد القبض پھیر دیا تو مشتری پر کذا فی الخانیہ نصف صاع فاعل یجب من بر او دقیقہ
او سویقہ نصف صاع فاعل ہے یجب کا یعنی فطرہ کا مقدار واجب آدھا صاع گیہوں کا یا اسکے آٹے کا یا اسکے ستو کا مراد یہ ہے کہ آٹے اور ستو
میں مقدار اور قیمت دونوں کی رعایت ملحوظ رہے احتیاطا اگرچہ بعض اخبار میں آٹے کی تصریح آئی ہے کذا فی الہدایہ اسواسطے
کہ اسناد میں سلیمان بن ارقم ہے جو متروک الحدیث ہے پس احتیاط واجب ہے یعنی اسطرح کہ نصف صاع گیہوں کا آٹا یا ایک صاع جو کا آٹا دیوے
کہ برابر ہو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو کو اور اسطرح نہ دیوے کہ نصف صاع سے کم گیہوں کا آٹا ہو جو قیمت میں برابر ہو نصف صاع گیہوں کے یا
ایک صاع سے کم جو کا آٹا ہو کہ قیمت میں برابر ہو ایک صاع جو کے اور نہ اسطرح کہ نصف صاع گیہوں کا آٹا کہ قیمت میں نصف صاع گیہوں کے برابر
نہو یا ایک صاع جو کا آٹا جو قیمت میں ایک صاع جو کی برابر نہو کذا فی المنح لیکن ہدایہ میں لفظ اولی سے تعبیر کیا ہے اور فتح القدیر میں بلفظ تجب
کذا فی الشامی او زبیب وجعلاہ کالتمر وھو روایۃ عن الامام وصححاہ البہنسی وغیرہ یا نصف صاع کشمش اور صاحبین نے کشمش کو کھجور کے حکم میں کیا ہے
یعنی ایک صاع دینی چاہیے اور یہ ایک روایت ہے امام صاحب سے بھی اور تصحیح کی ہے اس روایت کی بہنسی وغیرہ نے نعم یعنی ہاں صحیح ہے

جو لیتی ہے اور مراد یہ ہے کہ اسنے صحیح بیان کی ورنہ وہ اصحاب ترجیح سے نہیں ہے چنانچہ کہا ہے کہ اسکی تصحیح کی ہے البحر نے اور ترجیح دی ہے اسکو
ہمام نے فتح القدیر میں دلیل کی رو سے یعنی الحقائق والشرنبلالیۃ عن البرہان وبہ یفتی اور حقائق اور شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہوا کہ
اسی پر فتوی ہے اور صاع میں قرار دے تمہیں اور دینا یا ایک صاع کہجور یا جو اگرچہ ناقص ہو کہا ہے کہ نصف صاع یا صاع مطلق کہا ہے
اور جید کی قید نہیں لگائی اسواسطے کہ اگر نصف صاع خراب گیہوں ادا کیا تو جائز ہے اور اگر ادا کیا بودار یا عیب دار تو اسکا نقصان بھی بھر دے
اور اگر ردی کی قیمت دی تو جو زیادتی باقی رہی وہ بھی ادا کردے کذا فی الظہیریہ اور اگر گیہوں جو میں مخلوط ہوں پس اگر جو غالب ہوں تو ایک
صاع اور اگر گیہوں غالب ہوں تو نصف صاع قال الشامی ولم یعلم [illegible] وغیرہ فیہ القیمۃ اور جو غلہ وغیرہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے انمین تصریح وارد نہیں ہوئی انمین معتبر قیمت ہے جیسے جید اور ردی اور بدائع میں کہا ہے کہ منصوص علیہ میں بعض کو بعض کی جگہ قیمت کے
اعتبار سے دینا جائز نہیں برابر ہے کہ جس چیز کے بدلہ میں دیا ہے وہ اسکی جنس سے ہو یا خلاف جنس ہو مثلاً گیہوں دینا گیہوں کے بدلے قیمت کے
اعتبار سے یعنی اسطرح کہ نصف صاع اچھے گیہوں کے بدلے ایک صاع متوسط گیہوں دیدے تو جائز نہیں یا دوسرا مثلاً گیہوں کے بدلے قیمت کے اعتبار
سے دیدے وہ بھی جائز نہیں جیسے نصف صاع کہجور جو قیمت میں نصف صاع گیہوں کی برابر ہو بدلے نصف صاع گیہوں کے ادا کرے بلکہ بجائے نصف صاع
کہجور کے شمار کیا جائیگا اور اسکے ذمہ باقی کا پورا کرنا لازم ہوگا کیونکہ قیمت منصوص میں معتبر نہیں کذا قال الشامی (وہو) ای الصاع المعتبر (ما یسع
الفا واربعین درہما من ماش او عدس) اور صاع جو شرعاً معتبر ہے وہ ظرف ہے جسمین ایک ہزار چالیس درہم کے وزن کے ماش یا مسور سماویں
ہم صاع چار مد کا ہوتا ہے اور مد دو رطل کا اور رطل نصف من کا اور من درہموں سے دو سو ساٹھ درہم کا اور استار سے چالیس استار کا اور استار ساڑھے
چھ درہم کے وزن سے ساڑھے چار مثقال کا کذا فی شرح درر البحار پس مد اور من دونوں برابر ہیں یعنی ہر ایک دو رطل عراقی اور صاع کا چوتھائی [illegible]
اور رطل ایک سو تیس درہم کا اور زیلعی اور فتح القدیر میں ہے کہ صاع میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ اور محمد نے کہا ہے کہ آٹھ رطل عراقی کا ہے اور امام ابو یوسف
نے کہا ہے کہ پانچ رطل کا اور تہائی رطل کا اور کہا گیا ہے کہ اختلاف نہیں ہے بلکہ تعبیر کا فرق ہے اسلیے ابو یوسف نے اندازہ مدینہ شریف کے رطل سے
کیا ہے جو تیس استار کا ہے اور عراقی بیس استار کا ہے اور جب مقابلہ کیا جاوے آٹھ رطل عراقی کا مدنی رطل کے ساتھ تو دونوں برابر ہیں کیونکہ
بیس استار کو آٹھ میں ضرب دینے سے ایک سو ساٹھ استار ہوتے ہیں اور پانچ کو تیس میں ضرب دینے سے ڈیڑھ سو ہوتے ہیں اور تہائی بیس
کے دس ہوئے تو یہ بھی ایک سو ساٹھ استار ہوگئے اور یہی مشابہ بصواب ہے کیونکہ امام محمد نے خلاف ابو یوسف کا نہیں ذکر کیا اگر ہوتا تو بیشک
ذکر کرتے پھر جاننا چاہیے کہ درہم شرعی چودہ قیراط کا ہوتا ہے اور جو اب متعارف ہے وہ سولہ قیراط کا ہے جب صاع ایک ہزار چالیس درہم شرعی کا ہوا تو
متعارف دراہم کے وزن سے نو سو دس کے برابر ہوا کذا قال الشامی قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے کہ رطل بیس استار کا ہوتا ہے ہر استار ساڑھے چار
مثقال کا پس وزن رطل کا برابر چھبیس روپیہ دہلی کے ہے یعنی جو روپیہ کہ سوا گیارہ ماشہ کا ہے حاصل یہ کہ صاع یعنی (۱۰۴۰) درہم = ۲۷۳ تولہ دہلی =
۲۷۲ روپیہ چہرہ شاہی کچھ کم ۳۰۰ یا دو سو روپیہ زائد دہلی کے سیر سے جو اسی روپیہ بھر کا ہے اور قریب ۳ سیر ۷ چھٹانک کے سہارنپور کے
سیر سے ہے جو اٹھاسی روپیہ بھر کا ہے (انما قدر بہ لانہما یتساویان کیلا ووزنا) ماش اور عدس کے ساتھ اندازہ اسلیے مقرر کیا کہ یہ کیل اور وزن میں برابر ہوتے
ہیں یعنی بعضے پھولے اور بعضے ٹھوس نہیں ہوتے پس جب ایک برتن کو ایک قسم کے ماش یا عدس سے بھر کر یں کہ بمقدار (۱۰۴۰) درہم کے ہو
پھر انکو نکال کر دوسرے ماش یا عدس اسمین بھریں تو ہلکے یا بھاری نہ ہونگے بلکہ پہلے کے برابر ہونگے بخلاف گیہوں اور جو کے کہ انمین بعض
بھاری اور بعض ہلکے ہوتے ہیں تو اسکے کیل اور وزن میں اختلاف ہو سکتا ہے پس عدس اور ماش سے کیل اسواسطے مقرر کیا کہ جنچا پیمانہ مختلف نہو

ودفع القيمة اي الدراهم افضل من دفع العين اور دینا قیمت صدقۃ الفطر کا یعنے درہم وغیرہ کا افضل ہے اس میں سے کہ دینے
سے کیونکہ فقیر کی حاجت کے دفع میں قیمت زیادہ معاون ہو کذا فی الشامی علی المذہب المفتی بہ جوہرہ و بحر عن الظہیریۃ بنا بر مذہب
مفتی بہ کے کذا فی الجوہرہ والبحر نقلا عن الظہیریۃ ہم اور اسکے مقابل وہ قول ہے جو مضمرات میں ہے کہ گیہوں کا دینا افضل ہے سب احوال میں
ایام شدت کے ہوں یا نہوں اسلیے کہ یہ موافق سنت کے ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر پس فتوی میں اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی
وہذا فی السعۃ اما فی الشدۃ فدفع العین افضل کما لا یخفی اور یہ قیمت کا ادا کرنا افضل ہے فراخی کے دنون میں لیکن تنگی کے دنون میں
تو خود اس شی عین کا دینا یعنی غلہ وغیرہ کا افضل ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہم ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہے کہ یہ شارح کی طرف سے ہے
باوجودیکہ کتاب خانیہ میں اسکو محمد بن سلمہ کی طرف نسبت کیا ہے اور بحر میں کہا ہے کہ یہ حسن ہے کذا قال الشامی بطلوع فجر الفطر متعلق
بتجب یہ متعلق ہے تجب کے یعنے صدقۃ الفطر واجب ہے عید کی صبح صادق کے ہونے سے ہم اور امام شافعی کے نزدیک رمضان کے
آخر روز کے آفتاب غروب ہونے سے ہے کذا فی البدائع فمن مات قبله اي الفجر او ولد بعده او اسلم الانسب یعنی جو شخص مرگیا اس فجر سے
پہلے یا پیدا ہوا اسکے بعد یا اسلام لایا تو اسپر واجب نہوگا کیونکہ یہ شخص وجوب کے وقت اہلیت سے خارج ہے کذا فی البحر اور یہی حکم
ہے جو فقیر ہو جاوے فجر سے پہلے یا توانگر ہو جاوے فجر کے بعد کذا فی العینی وتستحب اخراجها قبل الخروج الی المصلی بعد طلوع
فجر الفطر عملا بامره وفعله عليه الصلوة والسلام اور مستحب ہے فطرہ دینا عید گاہ میں جانے سے پہلے اور بعد ظاہر ہونے فجر عید کے واسطے عمل
حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور واسطے اقتدا فعل حضرت کے ہم اس قول وفعل کو حاکم نے ابن عمر سے روایت کیا ہے اور فتح القدیر میں بیان کیا
بیان کیا ہے قال الشامی وصح اداؤها اذا قدمه علی یوم الفطر او اخرہ اعتبارا بالزکوۃ اور درست ہے ادا کرنا فطرہ کا یوم الفطر سے پہلے اور
پیچھے زکوۃ پر قیاس کرکے واسطے موجود ہونے سبب کے وهو الراس اور سبب وجوب کا یعنی راس موجود ہے ہم اولی ہے کہ بخاری کی حدیث سے استدلال
کیا جاوے کہ صحابہ عید سے ایک دو دن پہلے فطرہ دیا کرتے تھے فتح القدیر میں ہے کہ پہلے سے دینا صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ تھا
بلکہ آپ کے اذن ہی سے ہوگا کذا قال الشامی بشرط دخول رمضان فی الاول ای مسئلۃ التقدیم ہو الصحیح وبہ یفتی جوہرہ و بحر عن الظہیریۃ
بشرط داخل ہونے رمضان کے تقدیم کے مسئلہ میں یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے کذا فی الجوہرہ والبحر عن الظہیریۃ یعنے اگر رمضان سے پیشتر
فطرہ دیگا تو صحیح نہوگا لکن عامۃ المتون والشروح علی صحۃ التقدیم مطلقا وصححہ غیر واحد ورجحہ فی النہر ونقل عن الولوالجیۃ انہ ظاہر الروایۃ قلت فکان
ہو المذہب لیکن اکثر متن اور شرح متفق ہیں تقدیم کی درستی پر ہر صورت میں یعنی اگرچہ رمضان سے پیشتر دیوے اور کچھ ایک نے نہیں بلکہ بہتون
نے اسکی تصحیح کی ہے اور نہر میں اسکو ترجیح دیا ہے اور ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے میں کہتا ہوں پس یہی ہے مذہب ہم طحطاوی نے
کہا کہ جس روایت پر فتوی ہوتا ہے وہ مقدم ہوتی ہے ظاہر الروایۃ پر وجاز دفع کل شخص فطرته الی مسکین او مساکین علی ما علیہ الاکثر
اور جائز ہے دینا ہر شخص کو اپنا فطرہ ایک مسکین یا جماعت کو اس بنا پر کہ اکثر مشائخ اسی پر ہیں ہم بہ جزم فی الولوالجیۃ والخانیۃ والبدائع والمحیط
وتبعهم الزيلعي في الظهار من غير ذكر خلاف وصححه في البرهان فكان هو المذهب كتفريق الزكوة اسی پر جزم کیا ہے ولوالجیہ اور خانیہ اور بدائع اور محیط
میں اور انکا اتباع کیا ہے زیلعی نے باب الظہار میں بدون ذکر اختلاف کے اور برہان میں اسکو صحیح کہا ہے پس یہی ہے مذہب جیسے زکوۃ کی تقسیم
درست ہے ایک مسکین کو دے یا چند کو والامر فی حدیث اغنوهم للندب فيفيد الاولوية ولذا قال في الظهيرية لا يكره التأخير اي تحريما اور امر حدیث شریف
اغنوهم الخ میں استحباب کے لیے ہے پس مفید ہے اولویت کو اور اسی واسطے ظہیریہ میں کہا ہے کہ تاخیر مکروہ نہیں ہے یعنی تحریما ہم بہ حدیث دارقطنی اور

ابن ابی عدی اور حاکم نے علوم الحدیث میں ابن عمر سے ان لفظوں سے روایت کی ہے اغنوہم عن الطواف فی ہذا الیوم کذا قالہ نوح اس حدیث
سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اغنا حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ ایک فقیر کو پورا فطرہ نہ دیا جاوے پس چاہیے کہ ایک ہی کو پورا فطرہ دینا واجب ہو تقدیم تا
امر کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا شارع نے جو امر ہے یا کہ امر استحباب کے لیے ہو وہ نہ تقدیم و تاخیر جائز نہ ہوتی اور نہ تقدیم و تاخیر کے جواز پر دلیل باقی رہی
مذکور ہے پس یہ امر استحباب کے لیے ہوا تو اسکا خلاف کرنا مکروہ تحریمی نہ ہوگا بلکہ تنزیہی ہوگا اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا فطرہ متعدد کو دینا مکروہ
تنزیہی ہے جیسا یوم الفطر سے تاخیر کرنا الی آخرہ کہ فرق اس طرح بیان کیا جاوے کہ اگر کل یوم العید سے تاخیر کریں تو اغنا بالکل حاصل نہ ہوگا بخلاف اسکے کہ متفرق
دیوے کیونکہ مجموع سے اغنا حاصل ہو جاتا ہے جیسے کرخی نے علت بیان کی ہے قال الشامی لکن یجوز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا خلاف یعنی جیسا
جائز ہے دینا متعدد شخصوں کا فطرہ ایک مسکین کو بغیر ایسے اختلاف کے کہ لائق اعتبار کے ہو اہم یہ ہے کہ مصنف کے کلام کی تصحیح کی ہے یعنی مراد نفی خاص خلاف کی
ہے کیونکہ مواہب الرحمن میں دونوں مسئلوں میں خلاف کی تصریح کی ہے کہ جائز ہے لینا ایک شخص کا جماعت سے اور دینا ایک کا جماعت کو بنا بر قول صحیح کے
اس سے معلوم ہوا کہ قول صحیح عدم جواز ہے میں کہتا ہوں کہ محل خلاف اس جگہ شاید وہ صورت ہو کہ چند آدمیوں نے اپنے فطرہ جمع کر کے ملا دیے اور ایک کو
دیا ہے لیکن جبکہ ہر شخص نے جدا جدا ایک ہی شخص کو دیا تو خلاف کا جاری ہونا جواز و عدم جواز میں بعید ہے قال الشامی خلطت امرأۃ امرہا زوجہا باداء فطرتہ
حنطۃ بحنطتہا بغیر اذن الزوج ودفعت الی فقیر جاز عنہا لا عنہ کسی عورت کو اسکے خاوند نے فطرہ کے ادا کا حکم دیا اسنے بلا اجازت خاوند کے
اسکے گیہوں اپنے گیہوں میں ملا لیے اور کسی فقیر کو دیدیے تو عورت کی طرف سے جائز ہے مرد کی طرف سے ناجائز ہے اسلیے کہ مرد نے اسکو اپنے مال میں سے
دینے کی اجازت دی تھی جب عورت نے مرد کا فطرہ اپنے فطرہ میں ملایا تو امام صاحب کے نزدیک خلط کی جہت سے مستہلک ہو گیا تو اسکی مالک عورت
ہو گئی اور عورت کے ذمہ اسکے اناج کا ضمان لازم آویگا قال الشامی لما مر ان الاختلاط عند الامام استہلاک یقطع حق صاحبہ وعندہما لا یقطع فیجوز ان
اجاز الزوج ظہیریۃ اسوجہ سے کہ سابق میں مذکور ہوا یعنی مخلوط ہونا استہلاک ہے امام صاحب کے نزدیک کہ مالک کے حق کو اس معین سے قطع کر دیتا ہے
اور صاحبین کے نزدیک نہیں قطع کرتا تو فطرہ جائز ہوگا اگر زوج نے اجازت دی کذا فی الظہیریۃ ہم یعنی زوج کی طرف سے بھی جائز ہوگا ولو بالعکس
قال فی النہر لم ارہ اور اگر صورت مسئلہ کی بالعکس ہو (یعنی عورت نے مرد کو کہا کہ میرا فطرہ ادا کرے اور مرد نے عورت کا غلہ اپنے غلہ میں ملا لیا اور فطرہ دیا)
تو نہر میں کہا ہے کہ میں نے اس صورت کو نہیں دیکھا ومقتضی ما مر جوازہ عنہا بلا اجازۃ اور جو سابق میں مذکور ہوا (یعنی ولو ادی عنہما بلا اذن اجزاء)
مقتضی ہے کہ خاوند اور بی بی دونوں کی طرف سے جائز رہے بدون عورت کی اجازت کے بھی ولا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیا لانہ علیہ السلام
لم یفعلہ بدائع اور نہ بھیجے امام صدقۃ الفطر لینے کے لیے کسی ساعی کو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کیا کذا فی البدائع ہم یعنی یہ ثابت نہیں
ہوا کہ کسی کو آپ نے مقرر کیا ہو کہ وہ گشت کر کے صدقۃ الفطر وصول کر لاوے قال الشامی وصدقۃ الفطر کالزکوٰۃ فی المصارف فی کل حال اور فطرہ مصارف
کے باب میں مانند زکوٰۃ کے ہے سب حالات میں ہم فی کل حال سے تعمیم احوال سے مطلقا اور ہر وجہ سے مراد نہیں ہے کیونکہ ہر ایک کے لیے جدی جدی شرطیں
ہیں جو دوسرے کے لیے نہیں ہیں مثلا زکوٰۃ میں شرط ہے سال اور نصاب نامی اور عقل اور بلوغ اور فطرہ میں ایک بھی شرط نہیں ہے بلکہ بیان مراد
تعمیم احوال کی ہے مصارف میں خرچ کرنے کے لحاظ سے یعنی نیت شرط ہونا اور تملیک یہانتک کہ صرف اباحت کافی نہ ہوگی کذا فی البدائع یہ توجیہ وہ ہے جو
مجھے ظاہر ہوئی قال الشامی الا ان جواز الدفع الی الذمی وعدم سقوطہا بہلاک المال وقد مر کہ زکوٰۃ اور فطرہ میں اتنا فرق ہے کہ فطرہ ذمی کو دینا جائز ہے
اور مال کے ہلاک ہونے سے ساقط نہیں ہوتا اور دونوں مسئلے سابق گذر چکے ایک باب المصرف میں دوسرا اسی باب میں خانیہ میں ہے کہ ذمی کو فطرہ
دینا جائز ہے اور مکروہ ہے نزدیک امام ابو حنیفہ اور محمد کے اور ایک روایت میں امام ابو یوسف سے جائز نہیں اور حاوی میں ہے کہ فتوی امام ابو یوسف کے

قولہ ہی قال الشامی ولو دفع صدقۃ الفطر الی زوجۃ عبدہ جاز وان کانت نفقتہا علیہ عمدۃ الفتاوی للشہید اور اگر دیا اپنا فطرہ اپنے غلام کی
بی بی کو تو جائز ہی اگرچہ اسکی بی بی کا نفقہ مولیٰ ہی کے ذمہ ہو کذا فی عمدۃ الفتاوی الشہید ام یعنی نفقہ عبد کی بی بی کا مالک کے ذمہ تبرعاً ہو کہ اسنے
اپنے ذمہ کر لیا ہی اور اسکو مثل عیال کے سمجھ لیا ہو ورنہ اسکا نفقہ عبد کے ذمہ ہی اسیلیے نفقہ کے عوض بی بی اسکو بکوا سکتی ہی قال الشامی خاتمہ واجبات
الاسلام سبعۃ الفطرۃ ونفقۃ ذی رحم والوتر والاضحیۃ والعمرۃ وخدمۃ الابوین والمرأۃ لزوجہا امداد ای خاتمہ اسلام کے واجبات سات ہین فطرہ اور ذی رحم کا نفقہ
اور وتر اور قربانی اور عمرہ اور ماں باپ کی خدمت اور عورت کے حق مین اپنے خاوند کی خدمت کذا فی الامداد ام صاحب جوہرہ نے اسکو امام محمد کی
طرف نسبت کیا ہی اور اصول مین ثابت ہی کہ اعداد کے لیے مفہوم مخالف نہین ہی یا یون کہا جاوے کہ واجبات خبر مقدم ہوا اور سبعۃ مبتدا مؤخر اور اسطرح کہ
یہ سات چونکہ مشہور ہین منجملہ واجبات اسلام ہین اور شاید انکو کوئی خصوصیت ہو کہ انہین مین شریک ہون سوا اور واجبات کے پس نہین وارد ہوتا جو طحطاوی
نے کہا ہی کہ اگر واجبات مشہورہ مراد ہین تو غیر مسلم ہی کیونکہ صلاۃ عیدین اور جماعت وغیرہ باقی ہین اور اگر مطلق واجبات مراد ہین تو نماز مین اور حج وغیرہا
مین بہت سے واجبات ہین اور واجب سے مراد وہ ہی کہ شامل ہو واجب اداء کو جیسے خدمت عورت کی اپنے خاوند کیواسطے اور شامل ہو فرض عملی کو جیسے
وتر او عمرہ کو واجبات مین گننا اس قول کے بموجب ہی جنکے نزدیک عمرہ واجب ہی اور اختلاف تیمم کا اس باب مین آگے مذکور ہوگا واللہ تعالی اعلم قال الشامی

کتاب الصوم

یہ کتاب ہی روزہ کے بیان مین قال فی الایضاح یہ تین ہی کہ روزہ دین کا تیسرا رکن ہی اور شرع مین کا منشور طاقا اول ہی اس سے نفس امارہ مغلوب ہوتا ہی اور یہ
مرکب ہی دو چیزون سے ایک عمل قلبی دوم کہانے پینے جماع سے باز رہنا تمام روز اور یہ بڑی اچھی خصلت ہی مگر نفس پر البتہ دشوار ہی پس حکمت الٰہی
اسکو مقتضی ہوئی کہ مکلف کو پہلے خفیف تکلیف دیجاوے یعنی نماز پھر متوسط یعنی زکوٰۃ پھر جو زیادہ دشوار ہی یعنی روزہ اور اسی ترتیب کی طرف اشارہ
فرمایا قرآن مجید مین والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات اور بنائی اسلام کے پانچ بیان فرماکے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وصوم شہر رمضان اسیلیے ائمہ شریعت نے اپنی تصنیفات مین یہی ترتیب رکھی کذا فی شرح
ابن الشلبی قیل لو قال الصیام لکان اولیٰ لما فی الظہیریۃ لو قال للہ علی صوم لزمہ یوم ولو قال صیام لزمہ ثلثۃ ایام کما فی قولہ تعالی ففدیۃ من صیام
کہا گیا ہی (یعنی صاحب بحر نے کہا) کہ اگر مصنف بجائے کتاب الصوم کے کتاب الصیام کہتا تو بہتر ہوتا کیونکہ ظہیریہ مین کہا ہی کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ
اللہ کیواسطے مجھپر صوم ہی تو اس صورت مین اسپر ایک روزہ لازم ہوگا اور اگر صیام کہا تو تین روزے لازم ہونگے جیسا قرآن شریف مین وارد ہی
ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک یعنی بدلا اوسکے روزے یا خیرات یا ذبح کرنا ام وجہ استشہاد کی یہ ہی کہ یہ فرع جو ظہیریہ مین ہی دلالت کرتی ہی کہ لفظ
صیام جمع ہی اور جمع کا اطلاق اقل درجہ تین پر ہی جیسا آیت شریف مین ہی پس لفظ صیام سے تعبیر کرنا بہتر تھا کہ فرض واجب نفل کو شامل ہوتا قالہ
الشامی وتعقب بان الصوم لہ انواع اور اس قول پر اعتراض کیا گیا ہی یعنی صاحب نہر نے کہا ہی کہ صوم کے انواع متعددہ ہین ام یعنی صوم اسم
جنس ہی اور اسم جنس کا اطلاق اپنے انواع سہ گانہ مذکورہ پر ہی خواہ اسکو صوم سے تعبیر کرو یا صیام سے کیونکہ یہ دونون مصدر ہین صام صوما
صیاما اور صوم اور صیام مین ہرگز تعدد پر دلالت نہین ہی اور اسیلیے قاضی بیضاوی نے آیہ شریف کی تفسیر مین کہا ہی کہ یہ بیان ہی جنس فدیہ کا اور
مقدار روزون کی کعب رض کی حدیث سے معلوم ہوتی ہی ہان صیام البتہ جمع صائم کی مستعمل ہی لیکن وہ یہان مراد نہین ہوسکتی اور نہ آیہ شریف
مین یہ معنی مراد ہوسکتے ہین علے ان ال یبطل معنی الجمع علاوہ برین لام والف جمع کے معنی کو باطل کردیتا ہی ام یعنی اگر تسلیم کیا جاوے کہ صیام
افراد صوم کی جمع ہی پھر بھی اولویۃ الصیام کی کوئی وجہ نہین پائی جاتی کیونکہ جب الف لام سے جمعیت کے معنی جاتے رہے تو صوم

وصیام برابر ہو گئے پھر تقریر کلام شارح کی جو شرح کے موافق اس صورت میں ظاہر ہے کے کلام کی توجیہ مشکل ہے اگرچہ نہر میں کہا ہے کہ شاید اسکی وجہ
یہ ہو کہ لفظ صیام اگرچہ صحیح نہیں لیکن چونکہ اسے شریعت میں اسکا اطلاق تین روزے پر ہوا تو نذر میں اسی کا اعتبار کیا گیا احتیاطاً بخلاف لفظ صوم کے
قال الشامی والاصح انہ لایکرہ قول رمضان اور صحیح یہ ہے کہ لفظ رمضان بولنا یعنی بغیر ملانے لفظ شہر کے مکروہ نہیں ہے ہم بعضوں نے کہا ہے کہ صحیح وہ ہے جو
مجاہد سے روایت کی ہے اور اسکا خلاف ذکر نہیں کیا کہ مکروہ ہے بولنا رمضان آیا یا رمضان گیا کیونکہ رمضان اسمائے الٰہی سے ہے اور اکثر مشائخ اس بات پر
ہیں کہ یہ قول مکروہ نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیح میں وارد ہے جیسا فرمایا من صام رمضان ایماناً و احتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ اور دوسری حدیث عمرۃ
فی رمضان تعدل حجۃ اور روایت مشہورہ میں رمضان کا اسمائے الٰہی سے ہونا ثابت نہیں ہوا اور اگر ثابت بھی ہو تو اسماء مشترکہ میں ہوگا جیسا حکیم
کذا فی الشامی وفرض بعد صرف القبلۃ الی الکعبۃ لعشر فی شعبان بعد الہجرۃ بسنۃ ونصف اور رمضان فرض ہوا بعد بدلنے قبلہ کے کعبہ شریف کی طرف دسویں
شعبان کو ہجرت کے ڈیڑھ برس کے بعد ہوا ہو امساک مطلقاً صوم لغت میں کسی چیز سے باز رہنا ہے مطلق ہو مثلاً کھانے سے یا کلام سے اور ظاہر
یہ ہے کہ سب معنوں میں حقیقت لغویہ ہے اور صحاح کی عبارت اسی کو مفید ہے اور مغرب میں ہے کہ وہ باز رہنا ہے انسان کا کھانے پینے سے قال الشامی و
شرعاً امساک عن المفطرات الآتیۃ اور شرع میں باز رہنا افطار کرنے والی چیزوں سے جنکا ذکر آگے آویگا حقیقۃ او حکما کمن اکل ناسیا فانہ
ممسک حکما باز رہنا حقیقۃً ہو یا حکماً جیسے کسی نے کھا لیا بھول کر کیونکہ اسکو امساک حکمی حاصل ہے ہم یعنی شارع نے اسکے افطار کو اعتبار نہیں کیا قال الشامی
فی وقت مخصوص وہو الیوم امساک ہو وقت مخصوص میں کہ وہ روز شرعی ہے ہم یعنی اول طلوع صبح سے غروب آفتاب تک اور طلوع فجر سے مراد
اول زمان طلوع ہے یا روشنی کا انتشار اسمیں اختلاف ہے جیسا نماز صبح میں اختلاف ہے اور پہلے میں احتیاط ہے اور دوسرے میں وسعت جیسا حلوانی
نے کہا ہے اور یہی اولیٰ ہے کذا فی الشامی من شخص مخصوص مسلم کائن فی دارنا او عالم بالوجوب طاہر عن حیض ونفاس مع النیۃ المعہودۃ امساک ہو
نیت مقرری کے ساتھ خاص شخص کا یعنی مسلمان کا جو دار الاسلام میں ہو یا روزے کے وجوب کو جانتا ہو یعنی گو دار الحرب میں ہو اور طاہر ہو حیض
ونفاس سے عورت ہونے کی صورت میں ہم پوشیدہ نہ رہے کہ کلام مطلق صوم میں ہے فرض ہو یا نفل اور علم بالوجوب یا دار الاسلام میں ہونا شرط فرض
وجوب رمضان کی ہے جیسا عقل و بلوغ بھی شرط ہے صحت صوم کی شرط نہیں پس مناسب یہ ہے کہ اقتصار کیا جاوے مسلم طاہر الخ پر کہا قال الشامی اما البلوغ
والافاقۃ فلیسا من شرط الصحۃ لصحۃ صوم الصبی ومن جن او اغمی علیہ بعد النیۃ وانما لم یصح صومہما فی الیوم الثانی لعدم النیۃ لیکن بلوغ اور عقل صحت کی
شرطیں نہیں کیونکہ لڑکے کا روزہ اور اس شخص کا روزہ جو بعد نیت کے مجنون ہو جاوے یا بیہوش ہو جاوے درست ہے اور دوسرے روز کا روزہ
جو مجنون اور بیہوش کا درست نہیں ہوتا تو نیت کے نہ ہونے سے درست نہیں ہوتا ہم یہ جواب ہے اس سوال سے کہ کوئی یوں کہے کہ شخص
مخصوص کو مقید کرنا چاہیے بقید بلوغ اور افاقہ کے جنون و بیہوشی او نیند سے جواب کا حاصل یہ ہے کہ کلام صوم شرعی کی تعریف میں ہے اور وہ اسکے
رکن کے ذکر کرنے یعنی امساک مذکور اور صحت صوم کے موقوف علیہ کے بیان سے حاصل ہو سکتی ہے اور صحت کے موقوف علیہ تین ہیں اول مسلمان
ہونا دوم طہارت حیض و نفاس سے سوم نیت کرنا اور بلوغ اور افاقہ شروط صحت سے نہیں ہیں البتہ وجوب رمضان کی شرطیں ہیں پس مقید کرنا
بموقع ہے قال الشامی وحکمہ نیل الثواب ولو منہیا عنہ کالصلوۃ فی ارض مغصوبۃ اور صوم کا حکم (یعنی اثر اخروی) ملنا ثواب کا ہے اگرچہ منہی عنہ ہو مانند
ثواب نماز کے زمین مغصوبہ میں ہم اس سے معلوم ہوا کہ صوم منہی عنہ ثواب ہے جیسا غصب کی زمین پر نماز میں نہر میں اسکو ذکر کیا ہے بحر کا قول رد کرنے کو
کہ ایام منہیہ کے روزہ میں ثواب نہیں ہے قال الشامی وسبب صوم المنذور النذر ولذا لو عین شہرا وصام شہرا قبلہ عنہ اجزاہ لوجود السبب ویلغو التعیین
اور نذر کیے ہوئے روزہ کا سبب نذر ہے اور اسی لیے اگر معین مہینے کے روزہ نذر کیے اور اسکے بدلے اس سے پہلے مہینے کے روزے رکھے تو کافی ہے

کیونکہ سبب یعنی نذر تو موجود ہی اور تعیین ایام کی لغو ہو گئی ہم اس سے نکلتا ہی کہ ہر ہفتے کے دوشنبہ اور جمعرات کے روزہ کی کسی نے نذر کی تو اُسکے
بدلے دوسرے دنوں میں بھی رکھ سکتا ہی لیکن یہ حکم اُس نذر کا ہی جسکو کسی چیز پر مشروط نکیا ہو چنانچہ قبیل اعتکاف کے آویگا قالہ الشامی والکفارات
والقتل اور سبب کفارات کے روزوں کا قسم کا توڑنا اور قتل کرنا یعنی قتل کرنا کسی نفس کا خطائً یا قتل کرنا صید کا احرام میں ہم شامی نے کہا کہ اولیٰ وہ
عبارت ہی جو فتح میں ہی کہ کفاروں کے روزہ کا سبب اُنکے اسباب ہیں قسم توڑنا اور قتل وغیرہ اسلیے کہ اسباب میں یہ بھی تو ہیں عود پر عزم کرنا ظہار میں
اور روزہ توڑنا رمضان میں اور سر منڈانا احرام میں قال الشامی رمضان شہود جزء من الشہر من لیل او نہار علی المختار کما فی المجتبٰی اور سبب
رمضان کے روزہ کا حاضر ہونا ایک جزو کا اس مہینے سے ہی خواہ رات ہو یا دن بنا بر مذہب مختار کے جیسا مجتبٰی میں ہی واختار فخر الاسلام
وغیرہ ان الجزء الذی یمکن انشاء الصوم فیہ من کل یوم اور فخر الاسلام وغیرہ نے اختیار کیا ہی کہ ہر یوم کا وہ جزو سبب ہی جسمیں روزہ کی ابتدا ممکن ہی
ہم پہنچے صبح صادق کے شروع سے دوپہر سے کچھ پہلے تک کیونکہ رات میں اور دوپہر اور اسکے بعد میں انشاء صوم ممکن نہیں اور رات میں تو
صرف نیت ہی ہو سکتی ہی نہ صوم لیکن بحر میں ترجیح کی ہی کہ سبب وہ جزو ہی جسکے بعد نہیں ہو سکتی ہر روز میں پس روزہ واجب ہوتا ہی اسی جزو کے
متصل اور یہ کلام بحر کا مقتضی ہی اسبات کو کہ سبب ہر دن کا جزو اول ہی جیسا اور علما نے بھی اسکی تصریح کی ہی قال الشامی حتی لو افاق المجنون
فی لیلۃ او فی اخر ایام بعد الزوال لا قضاء علیہ وعلیہ الفتوی کما فی المجتبٰی والنہر عن الدرایۃ یہانتک کہ اگر مجنون کو کسی رات میں افاقہ ہوا یا آخر
روز رمضان میں بعد زوال کے افاقہ ہوا تو اسپر قضا لازم نہیں اور اسی پر فتوی ہی جیسا مجتبٰی میں ہی اور نہر میں درایہ سے منقول ہی وغیرہ وہ
وہو الحق کما فی الغایۃ اور بہت لوگون نے اسکی تصحیح کی ہی اور یہی حق ہی جیسا غایہ میں ہی امام سرخسی صاحب ہدایہ اور ظہیریہ اور قاضیخان اور خلاصہ
اسبیجابی اور حمید الدین وغیرہم نے تصحیح کی ہی میں کہتا ہون کہ اسی کی تصحیح کو قہستانی میں نقل کیا ہی لیکن یہ بھی نقل کیا ہی کہ لزوم قضا صحیح ہی اور
اسیطرف فتح القدیر چلا ہی اور شرح ملتقی میں ہی کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی اور بدائع میں اسکو ہمارے اصحاب کیطرف نسبت کیا ہی اور خلاصہ میں
نقل کیا اور ایسا ہی سراج میں ہی اور اسی پر جزم کیا زیلعی نے اور ظاہر قدوری اور کنز اور ہدایہ کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہی حاصل یہ کہ دونون قولون
کی تصحیح کی گئی ہی اور معتمد دوسرا قول ہی کیونکہ وہ ظاہر الروایۃ ہی اور متون اسی پر متفق ہیں قال الشامی وہو اقسام ثمانیۃ فرض وہو نوعان معین
کصوم رمضان اداءً وغیر معین کصومہ قضاءً وصوم الکفارات اور صوم کی آٹھ قسمیں ہیں ایک فرض ہی اُسکی دو قسمیں ہیں معین جیسے رمضان
کے ادا روزے اور غیر معین جیسے رمضان کے قضا روزے اور کفارون کے روزے لکنہ فرض عملا لا اعتقادا ولذا لا یکفر جاحدہ قالہ البہنسی تبعا
لابن الکمال لیکن کفارون کے روزے فرض عملی ہیں نہ اعتقادی اسیلیے اُسکے منکر کو کافر نہیں کہتے یہ بہنسی نے کہا ہی ابن کمال کی اتباع سے ہم
ایضاح الاصلاح میں کہا ہی کہ روزہ نذر اور کفارہ واجب ہی اسکی فرضیت پر اجماع نہیں منعقد ہوا بلکہ اُسکے وجوب یعنی ثبوت پر عمل کے اعتبار سے نہ اعتقاد کے اعتبار
اسیواسطے اسکا منکر کافر نہیں حاصل یہ کہ اگرچہ لزوم ہر واحد کا کتاب اللہ اور اجماع سے ثابت ہی لیکن اسطرح نہیں ہی کہ اسکا منکر کافر ہو جیسا حال
فرض قطعی کا ہوتا ہی مثل رمضان وغیرہ کے اس تقدیر پر ماتن کو مناسب تھا کہ کفارات کو واجب کی قسم میں ذکر کرتا جیسا ابن کمال نے کیا ہی
قال الشامی وواجب وہو نوعان معین کالنذر المعین وغیر معین کالنذر المطلق اور ایک روزہ واجب ہی اُسکی دو قسمیں ہیں ایک معین جیسے
نذر معین اور ایک غیر معین جیسے نذر مطلق ہم معین وہ جسکا وقت خاص ہو مثلاً جمعرات کا روزہ اور غیر معین جیسے ایکدن کا روزہ مثلاً اور جو
کہ اقسام میں ہی نفل روزہ جو شروع کرکے توڑ دے یا نفل کی قضا کو فاسد کردے اور اعتکاف کے روزے قال الشامی واما قولہ تعالی ولیوفوا نذورہم
فدخلہ الخصوص کالنذر بمعصیۃ فلم یبق قطعیا لیکن قول حق سبحانہ تعالی کا ولیوفوا نذورہم اسپر خصوص وارد ہوا ہی یعنی گناہ کی نذر اس میں سے مخصوص ہی

پس قطعی نہ رہا کیونکہ مخصوص البعض قطعی الدلالۃ نہیں ہوتا وقیل قائلہ الاکمل وغیرہ واعتمدہ الشرنبلالی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی شارح نے کہا کہ قائل
اکمل وغیرہ ہی اور شرنبلالی نے اسپر اعتماد کیا ہی میں کہتا ہوں اس میں شبہہ ہی کہ اکمل نے عنایہ میں تو وجوب ثابت کیا ہی مگر یہ کہ اس موضع کے سوا اور کہیں کہا ہو
اور بحر وغیرہ میں مذکور ہی کہ اسکا قائل کمال ہی تو شاید یہ شارح کے قلم کی خطا ہی بسبب مشابہت دونوں لفظوں کے قال الحلبی اور کمال کا کلام فتح القدیر
میں یہ ہی کہ فرضیت اس سے مستفاد ہی کہ اجماع ہی اسکے لزوم پر نہ آیت شریفہ سے کیونکہ وہ مخصوص البعض ہی قال الشامی لکن تعقبہ سعدی بالفرق بان المنذورۃ
لا تؤدی بعد صلوۃ العصر بخلاف الفائتۃ یعنی سعدی نے اسکے فرض ہونے پر اعتراض کیا ہی اس فرق سے کہ صلوۃ منذورہ بعد عصر کے ادا نہیں ہوتی
بخلاف قضا نمازوں کے تو اگر نذر فرض ہوتی تو بعد عصر اسکی نماز مکروہ نہ ہوتی ہو فرض علی الاظہر کالکفارات یعنی عملا لان مطلق الاجماع لا یفید الفرض القطعی اور
کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی بنا بر اظہر اقوال کے جیسے کفارات یعنی فرض عملی ہی کیونکہ مطلق اجماع فرض قطعی کو مفید نہیں ہوتا مگر فرض عملی کہ شارع کا توجیہ کرنا ایسا ہی
کہ خود ہی اسکو اچھا نہ جانا اسواسطے کہ جو شخص آیت شریفہ سے فرضیت پر استدلال کرتا ہی وہ فرض قطعی کہتا ہی نہ ظنی جیسا کہ درر میں تصریح کی ہی اور اسی لیے فتح
میں اعتراض کیا ہی کہ آیت سے استدلال فرضیت پر نہیں ہو سکتا کہ وہ مخصوص ہی اور صدر الشریعہ نے اسکو چھوڑ کر اجماع سے استدلال کیا ہی کذا افادہ
الشامی کما بسطہ خسرو جیسا بتفصیل بیان کیا ہی خسرو نے نظم لیتے درر میں صدر الشریعہ کا یہ قول ذکر کیا کہ منذور فرض ہی اسوجہ سے کہ لزوم اسکا بالاجماع
ثابت ہی پس قطعی الثبوت ہوا پھر اسطرح جواب دیا کہ فرض سے مراد یہاں فرض اعتقادی ہی جسکا منکر کافر ہوتا ہی چنانچہ عبارت ہدایہ کی اسپر دلالت کرتی ہی
اور فرضیت ان معنوں سے مطلق اجماع سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس اجماع سے جو بتواتر منقول ہو فرضیت پر جیسا رمضان کے روزے اور جب منذور میں
اجماع فرضیت پر بتواتر منقول نہوا تو مرتبہ وجوب میں رہا اسواسطے کہ اجماع جو منقول بطریق شہرت یا احاد ہو وجوب کو مفید ہوتا ہی نہ فرضیت کو قال الشامی
ونفل کغیرہا اور ایک روزہ نفل ہی جیسا کہ فرض و واجب کے سوا دوسرے روزے ہم یہاں نفل کے معنی لغوی مراد ہیں یعنی زیادتی نہ معنی شرعی کیونکہ اسمیں دونوں
قسمیں مکروہ کی بھی داخل ہیں اور کبھی کہا جاتا ہی کہ معنی شرعی ہی مراد ہیں اسوجہ سے کہ روزہ ایام منہیہ کا باعتبار اپنی ذات کے عبادت مستحسنہ ہی اور اس اعتبار سے
کہ ضیافت خداوندی سے روگردانی کو مستلزم ہی منع ہی پس اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ٹھہرا اور وصف کے اعتبار سے مکروہ قال الشامی یعم السنۃ کصوم
عاشوراء مع التاسع نفل شامل ہی سنت کو جیسے روزہ دسویں محرم مع نویں کے ہم جو فعل کہ اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو یا خلفاے
راشدین نے حضرت کے بعد وہ سنت ہی پھر وہ دو قسم ہی ایک سنۃ الہدی کہ اسکا ترک برائی اور کراہت کو موجب ہی جیسے جماعت اور اذان دوم سنت زوائد
جیسے عادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور قیام و قعود میں اور اسکا ترک کراہت کو موجب نہیں اور ظاہر یہ ہی کہ صوم عاشورا قسم ثانی میں ہی بلکہ خانیہ
میں اسکو مستحب کہا ہی اور ایسا ہی بدائع میں ہی تامل قال الشامی والمندوب کایام البیض من کل شہر اور نفل شامل ہی مندوب کو جیسے ہر مہینے کے ایام
بیض کے روزے ہم بیض صفت ہی لیالی کی جو محذوف ہی یعنی تیرھویں چودھویں پندرھویں مستحب کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اصولیوں کے نزدیک مستحب اور
مندوب میں فرق نہیں یعنی وہ فعل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر مواظبت نکی ہو اگرچہ کبھی نکیا ہو مگر رغبت اسکی طرف ثابت ہو کذا فی البحر اور فقہا
کے نزدیک مستحب وہ ہی جو حضرت نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو اور مندوب وہ کہ صرف ایکبار یا دو بار بجواز کی تعلیم کے لیے کیا ہو قال الشامی ویوم
الجمعۃ ولو منفردا اور شامل ہی جمعہ کے دن کے روزہ کو اگرچہ اکیلا ہو ہم نہر میں اسکی تصریح کی ہی اور ایسے ہی بحر میں یعنی کہا ہی کہ جمعہ کا روزہ اکیلا مستحب ہی
اکثروں کے نزدیک جیسا دوشنبہ اور جمعرات کا اور بعضوں نے اسکو مکروہ کہا ہی اور اسکی مثل محیط میں ہی اور یہ سبب بیان کیا ہی کہ ان ایام کی فضیلت
ہی اور انکے روزہ میں غیر قبلہ والوں کے ساتھ تشبہ نہیں ہی پس جو اشباہ میں کراہت اکیلے جمعہ کے روزہ کی نقل کی ہی سو وہ قول بعض کا ہی اور
خانیہ میں ہی کہ کچھ مضائقہ نہیں جمعہ کے روزہ کا امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک کیونکہ عبد اللہ بن عباس اسکا روزہ رکھتے اور افطار نکرتے تھے

کی قید اسکے بعد ہے رات سے نیت کرنی اور تعیین مشروط ہے جیسا آویگا اور نفل سے مراد سواے فرض اور واجب کے ہیں سنت ہو یا مندوب یا مکروہ کذا فی البحر
والنہر اختیار میں کہا ہے کہ نیت شرط ہے روزہ میں یعنی دل میں جانے کہ روزہ رکھونگا اور رمضان شریف کی راتوں میں کوئی مسلمان اس سے خالی نہیں اور زبان سے
نیت کا کہنا مستحب ہے اور بحر میں ظہیریہ سے نقل کیا ہے کہ سحر کھانا نیت ہے قال الشامی فلا تصح قبل الغروب ولا عنده پس نیت نہیں صحیح غروب سے پہلے
اور غروب کے وقت تو یعنی اگر نیت کی ہے غروب سے پہلے یا غروب کے وقت کہ میں کل روزہ رکھونگا پھر سو گیا یا بیہوش ہو گیا یا غافل ہو گیا یہانتک کہ اگلے دن
آفتاب کے زوال کا وقت آگیا تو روزہ نہوا اور اگر غروب کے بعد نیت کی تھی تو جائز ہے کذا فی الہندیہ قال الشامی الی الضحوة الکبری لا الیہا ولا عندہا اعتبارا لاکثر
الیوم صحیح ہے نیت رات سے ضحوۂ کبری تک نہ اسکے بعد اور نہ اسکے متصل بلحاظ اکثر یوم کے ضحوۂ کبری سے مراد نصف نہار شرعی ہے اور نہار شرعی شروع صبح
صادق سے ہے غروب شمس تک اور اسکو زوال شمس سے تعبیر کیا جیسا قدوری و مجمع وغیرہ میں تعبیر کیا ہے کیونکہ زوال کا وقت نصف روز ہے طلوع آفتاب سے اور اول
وقت صوم کا طلوع فجر سے ہے کذا فی البحر عن المبسوط اور ہدایہ میں جامع صغیر سے منقول ہے کہ نصف النہار سے پہلے نیت ہو اور یہی اصح ہے کیونکہ وجود نیت کا اکثر روزہ
میں ضروری ہے اور نصف روز طلوع فجر سے ضحوۂ کبری تک ہے نہ وقت زوال تک پس اس سے پہلے نیت شرط ہے تاکہ اکثر میں ثابت ہو قال الشامی وبمطلق النیة
ای نیة الصوم فالباء بدل من المضاف الیہ اور درست ہے جو صیام مذکورہ مطلق نیت سے یعنی روزے کی نیت سے پس الف لام بدلے مضاف الیہ کے ہے جو مطلق
(یعنی الف لام ۱۲)
نیت یہ کہ اسمیں فرضیت اور وجوب اور سنیت کی قید نہو اسلیے کہ تمام رمضان اپنے فرض ہونے کے لیے پورا وقت ہے اسمیں دوسرا صوم مشروع نہیں پس فرض ہی
کے لیے متعین ہوا اور جو شارع کیطرف سے متعین ہے اسمیں تعیین کی ضرورت نہیں اور نذر معین کو رمضان پر قیاس کیا کیونکہ رمضان شارع کی تعیین سے متعین ہے اور نذر
ناذر کیطرف سے تو دونوں میں مطلق نیت کافی ہے اور چونکہ بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ مطلق نیت سے درست ہونا معلوم ہے کہ کسی عبادت کی نیت سے روزہ
درست ہونا چاہیے شارح نے اسکا جواب دیا کہ الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے یعنی نیت سے مراد نیت صوم کی ہے کذا فی الشامی و بنیة نفل لعدم المزاحم اور
درست ہے صوم مذکور نفل کی نیت سے کیونکہ رمضان و نذر معین کا کوئی مزاحم نہیں جیسا مطلق نیت میں بیان ہو چکا و بخطاء فی وصف کنیة واجب آخر
فی اداء رمضان فقط لتعینہ بتعیین الشارع اور درست ہے باوجود خطا کے بیچ وصف رمضانیت کے جیسے نیت کسی اور واجب کی لیکن یہ صحت صرف اداے
رمضان میں ہے (نفل اور نذر معین میں نہیں) کیونکہ رمضان شارع کیطرف سے معین ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب شعبان گذر جاوے
تو پھر کوئی روزہ نہیں سواے رمضان کے بخلاف نذر کے کہ اسکا وجوب ناذر کے قول سے ہے تو جب اسنے دوسرے واجب کی نیت کی تو گویا پہلے کو باطل کیا الا اذا وقعت
النیة من مریض او مسافر حیث یحتاج الی التعیین لعدم تعینہ فی حقہما یہ استثنا ہے بنیة نفل و بخطاء فی وصف سے یعنی مگر جبکہ واقع ہو نیت مریض یا مسافر سے تو روزہ
وہی ہوگا جو مریض یا مسافر نیت کرے کیونکہ صوم محتاج تعیین کا ہے واسطے عدم تعیین صوم کے مریض اور مسافر کے حق میں ہم یحتاج کی ضمیر راجع مریض اور مسافر کی
طرف پھرتی ہے بتاویل ہر واحد کے یا صوم کیطرف قال الشامی اور ہو سکتا ہے کہ یحتاج بصیغۂ مجہول ہو اور جار مجرور مفعول مالم یسم فاعلہ ہو فلا یقع عن رمضان
بل یقع عما نوی من نفل او واجب علی ما علیہ الاکثر بحر پس نہ واقع ہوگا روزہ رمضان سے بلکہ اس سے واقع ہوگا جسکی نیت کی ہے نفل یا واجب بنا بر
اس قول کے جسپر اکثر مشائخ ہیں کذا فی البحر میں کہتا ہوں بحر میں جو قول نسبت اکثر مشائخ کیطرف کیا ہے تو وہ مریض کے حق میں ہے اور مسافر کے حق میں
یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی اور دوسرے واجب کی نیت کریگا تو اسی واجب کیطرف سے واقع ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور اگر نفل کی نیت کریگا یا مطلق نیت ہوگی تو
امام صاحب سے دو روایتیں ہیں اصح یہ ہے کہ رمضان سے واقع ہوگا اسواسطے کہ نفل کا فائدہ ثواب ہے اور وہ فرض دینے میں زیادہ ہے قال الشامی وہو الاصح کما
وقیل بانہ ظاہر الروایة فلذا اختارہ المصنف تبعا للدرر اور یہی اصح ہے کذا فی السراج اور کہا گیا ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے پس اسلیے مصنف نے اسکو اختیار کیا
تبعا کے درر کے لکن فی اوائل الاشباہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان سوی المسافر لو نوی واجبا آخر واختارہ ابن الکمال و فی الشرنبلالیہ عن البرہان انہ الاصح

حاشیہ: بعض مشائخ نے تصریح اس مسئلہ کی یوم الشک میں واردی ہے ظاہر کیا ہے گمان مخصوص ہو ورنہ جو شخص رمضان کی فرضیت کا اعتقاد نہیں رکھتا اسپر کفر کا خوف ہے ۱۲

اور اگر دن کو نیت کرے تو یون کہے کہ آج خدا کے واسطے روزہ فرض رمضان کا رکھتا ہون قال الشامی ولا تبطل بالمشیۃ بل بالرجوع عنہا بان یعزم لیلا
علی الفطر اور نیت نہین باطل ہوتی انشاء اللہ کہنے سے بلکہ نیت کے رجوع کرنے سے باطل ہوجاتی ہو اسطرح کہ رات سے عزم کرے افطار کا مگر نہین
باطل ہوتی یعنی انشاء اللہ کہنا بھی صحیح ہو اسواسطے کہ حقیقت مین مشیت نہین ہو بلکہ استعانت اور طلب توفیق کے واسطے ہو یہانتک کہ اگر ارادہ مشیت کا کرے یا نیت
تو معلوم نہوگا جیسا کہ تاتارخانیہ مین ہو قال الشامی ونیۃ الصائم الفطر لغو اور روزہ دار کی نیت افطار کے باب مین لغو ہو یعنے اگر صرف نیت افطار سے روزہ نہوگا
ونیۃ الصوم فی الصلوۃ صحیحۃ ولا تفسد بلا تلفظ اور نیت روزہ کی نماز مین درست ہو اور بدون تلفظ کے نماز کو فاسد نہین کرتی ولو نوی القضاء نہارا صار نفلا
فیتمہ لو افسدہ لان الجہل فی دارنا غیر معتبر فلم یکن کالمظنون ہو اور اگر دن کو نیت قضا روزہ کی کرے تو وہ روزہ نفل ہوگا اگر اسکو توڑدے تو قضا
کرے اسواسطے کہ دارالاسلام مین جہل غیر معتبر ہو پس مثل روزہ ظنی کے کذا فی البحر فتح القدیر مین ایک قول نقل کیا ہو کہ لزوم قضا اس صورت
مین ہو کہ جانتا ہو کہ قضا کی نیت دن کو درست نہین لیکن جب نہ جانتا ہو تو شروع کرنے سے لازم نہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ دارالاسلام مین
جہل معتبر نہین خصوص اس صورت مین کہ عدم جواز نیت قضا کا دن کو ظاہر اتفاقی علیہ ہو اور ظنی روزہ کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے اس گمان سے
کہ میرے ذمہ روزہ ہو بشرائط مذکورہ روزہ شروع کیا پھر اسکو ظاہر ہوا کہ میرے ذمہ روزہ نہین تو اس شخص کو اس روزہ کا اتمام لازم نہین ہو کیونکہ گذشتہ کا ادا
بری کرنے کے لیے شروع کیا تھا نہ یہ کہ اپنے ذمہ التزام کیا ہو قال الشامی والصیام یوم الشک ہو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علۃ اور رکھا جاوے
روزہ یوم الشک کا یعنی تیسوین تاریخ شعبان کا اگرچہ ابر وغبار نہو مصنف شارح نے شرح ملتقی مین کہا ہو کہ اس سے رد ہوگیا کلام قہستانی وغیرہ کا انہون نے
مقید کیا ہو کہ یوم الشک اس صورت مین ہو کہ مشتبہ ہو ہلال رمضان کا اور معلوم نہو کہ شعبان کی تیسوین ہو یا رمضان کی پہلی یا ایک شخص نے یا دو فاسقون نے
ہلال دیکھا اور انکی شہادت نامقبول ہوئی پس اگر آسمان صاف ہو اور کسی نے نہ دیکھا ہو تو یوم الشک نہین ہو اور ایسا ہی معراج مین ہو کذا فی الشامی اسے
علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرویۃ فی بلدۃ اخری واما علی مقابلہ فلیس بشک ولا یصام اصلا شرح المجمع للعینی عن الزاہدی یعنی شک
کا روز بنا بر اس قول کے ہو کہ اختلاف مطالع کا معتبر نہو کیونکہ ہو سکتا ہو کہ کسی دوسرے شہر مین رویت ہوئی ہو لیکن بنا بر قول اعتبار اختلاف مطالع
کے یعنے ہر جگہ کا مطلع جدا جدا ہو ایک جگہ کا دیکھنا دوسرے کے لیے کافی نہین تو اس صورت مین وہ روز روز شک نہین ہو اور روزہ بالکل نہ رکھا جاوے
کذا فی شرح المجمع للعینی عن الزاہدی ہم یعنی ابتداءً نہ فرض نہ نفل اسواسطے کہ اس روزہ رکھنے مین کچھ احتیاط نہین بخلاف یوم الشک کے قال الشامی الا
نفلا ویکرہ غیرہ مگر یوم الشک مین بہ نیت نفل روزہ کا مضائقہ نہین اور نفل کے سوا دوسرا روزہ مکروہ ہو خواہ فرض ہو یا واجب نیت معینہ سے ہو یا تردد
سے اور ایسی ہی مطلق نیت سے بھی مکروہ ہو کیونکہ مطلق اپنے افراد کو شامل ہو کذا فی المعراج ولو صامہ لواجب اخر کرہ تنزیہا اور اگر یوم الشک مین
کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھا تو مکروہ تنزیہی ہو ولو جزم ان یکون عن رمضان کرہ تحریما اور اگر بالجزم رمضان کا کرکے رکھا تو مکروہ تحریمی ہو اسلیے
کہ اہل کتاب کی مشابہت لازم آتی ہو کہ انھون نے اپنے روزون مین کچھ دن بڑھا لیے اور اسی پر حدیث شریف محمول ہو کہ رمضان سے ایک دو روز
پہلے روزے مین سبقت نکرو کذا فی البحر ویقع عنہ فی الاصح ان لم یظہر رمضانیتہ اور واقع ہوگا واجب سے جسکی نیت کی تھی اصح روایت مین اگر
نظاہر ہو کہ وہ رمضان کا دن ہو ہم سراج مین ہو کہ جب کسی نے اور واجب کی نیت سے اس روز روزہ رکھا تو اسکے ذمہ سے وہ واجب ساقط نہوگا کیونکہ جائز ہو کہ یہ دن رمضان کا
ہو پس شک کی جہت سے واجب کا ادا ہو جانا ثابت نہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر حال معلوم نہو تو جسکی نیت کی تھی اسکے لیے بھی کافی نہین پس مصنف کو یون کہنا مناسب تھا
جیسا ہدایہ مین ہو کہ اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہو تو جسکی نیت کی تھی اسکے لیے کافی ہو اصح روایت مین اور اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہو تو رمضان مین مجزا ہوگا
کیونکہ اصل نیت موجود ہو قال الشامی والا بان ظہرت فعنہ لو نفیا اور اگر ایسا نہو یعنے رمضانیت ظاہر ہوجاوے تو وہ روزہ رمضان

کا ہوگا اگر شخص مقیم ہو کیونکہ معلوم ہو چکا کہ مسافر اگر رمضان میں دوسرے واجب کی نیت کرے تو اسی واجب کا ہوگا اسلیئے کہ ادا اسکے رمضان
اسکے ذمہ واجب نہیں والتنفل فیہ احب ای افضل اتفاقاً ان وافق صوماً یعتادہ او صام من آخر شعبان ثلثة فاکثر لا اقل اور نفل کی نیت
روزہ رکھنا شک کے روز بالاتفاق افضل ہے اگر موافق اپنی عادت کے روزہ کے ہو یا آخر شعبان میں تین روزے یا زیادہ رکھے نہ کمتر یعنی
مثلاً اسکی عادت دوشنبہ یا جمعرات کے روزہ کی ہے اور یوم الشک دوشنبہ کو پڑا یا جمعرات کو یا یہ کہ آخر شعبان میں چبیسویں یا ستائیسویں سے برابر
روزہ رکھنے شروع کیے اسمیں یوم الشک بھی آگیا تو ان صورتوں میں روزہ افضل ہے لحدیث لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین کیونکہ حدیث شریف میں
وارد ہے کہ رمضان سے پیشدستی نہ کرو ایک دو روز کے روزہ کی ہم یہ حدیث صحاح ستہ میں ابوہریرہ رض سے مرفوعاً روایت کی گئی ہے اسطرح کہ پیشدستی
کرو رمضان سے ایک روز یا دو روز کے روزہ کی مگر وہ شخص کہ اس روز روزہ رکھتا ہو تو وہ اسکو رکھ لے اور اس سے مراد نفل روزہ ہے سوا اسکے
اور ہدایہ اور اسکی شروح وغیرہ میں تصریح کی ہے کہ ممنوع تقدم ایک دو روز کے رمضان پر بنیت صوم رمضان کے ہے اور وجہ تخصیص ایک دو روزہ
کی یہ ہے کہ اکثر نقصان کا احتمال ایک دو مہینے میں ہوتا ہے پس ایک دو روز زیادہ رمضان سے پیشتر رکھے اور اسکو احتیاط قرار دے یہ مکروہ ہے کذا فی الشامی
تقدم او الحدیث من صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم فلا اصل له لیکن یہ حدیث کہ جس شخص نے روزہ رکھا روز شک میں اسنے نافرمانی کی ابوالقاسم صلعم
کی تو اسکی کچھ اصل نہیں ہم زیلعی نے بھی یہی کہا ہے کہ سمجھ کر کہا ہے کہ موقوفاً عمار بن یاسر سے یہ حدیث منقول ہے اور وہ اسکے حکم میں مرفوع کے مانند ہے
میں کہتا ہوں کہ لا اصل له کو مرفوع ہونے پر محمول کرنا چاہیے ورنہ یہ حدیث موقوفاً وارد ہے ابو داود سے اور ابن ماجہ سے اور اسکو بخاری نے تعلیقاً روایت
کیا ہے اسطرح کہ قال صلة بن زفر عن عمار من صام الخ قاله الشامی وتمامه فی الفتح والا یصومه الخواص ویفطر غیرهم بعد الزوال به یفتی نفیا للتهمة انتهی اور اگر
نہ موافق ہو عادت کے روزہ کو اور نہ آخر شعبان کے تین روزہ رکھے تو خواص اسدن کا روزہ رکھیں اور عوام بعد زوال کے افطار کریں اسی پر
فتوی ہے تاکہ نہی پر اقدام کی تہمت سے بری رہیں ہم فتح القدیر میں ہے کہ خواص اسطرح روزہ رکھیں کہ عوام کو خبر نہ ہو تاکہ جہال کو شبہہ رمضان کی
زیادتی کا نہو کذا فی الشامی وکل من علم کیفیة صوم الشک فهو من الخواص والا فمن العوام اور جو شخص جانتا ہو کیفیت صوم الشک کی
وہ خواص میں ہے نہیں تو عوام میں والنیة المعتبرة هنا ان ینوی التطوع علی سبیل الجزم من لا یعتاد صوم ذلک الیوم اہ ملتقطا و مختار در اور
نیت معتبر و کیفیت صوم الشک میں یہ ہے کہ نفل کی نیت کرے بطور یقین جو اس دن کے روزہ کا عادی نہیں ہے اور جو عادی ہے اسکا حکم سابق میں گذر چکا
کہ مکروہ نہیں ولا یخطر ببالہ انہ ان کان من رمضان فعنه ذکرہ اخی زادہ اور اپنے دلمیں اس بات کا خطرہ بھی نہ رکھے کہ اگر یہ دن رمضان کا ہے تو یہ
روزہ رمضان کا ہے ذکر کیا اسکو اخی زادہ نے ہم حاصل یہ کہ نیت میں تردد نہ رکھے کہ اگر یہ دن شعبان کا ہے تو روزہ نفل ہے اور اگر رمضان کا ہے تو روزہ
فرض ہے بلکہ نفل محض کی نیت کرے یقیناً اور مخالف نیت کا خطرہ دلمیں آنا بعد نیت نفل کے مضر نہیں کیونکہ آخر احتیاطاً روزہ رکھتا ہے کذا قال الشامی سے
ولیس بصائم لو ردد فی اصل النیة بان نوی ان یصوم غداً ان کان من رمضان والا فلا اصوم لعدم الجزم فی العزم اور اس شخص کا روزہ نہیں ہے
اصل نیت میں تردد کیا یعنی اسطرح نیت کی کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ ہے نہیں تو نہیں کیونکہ یقین نیت کا نہیں کما انه لیس بصائم لو نوی انه ان
لم یجد غداء فهو صائم والا فمفطر جیسا اس شخص کا بھی روزہ نہیں ہے کہ نیت کی اگر صبح کو ناشتہ نہ ملا تو روزہ ہے نہیں تو افطار ہے ویصیر صائماً مع الکراهة
لو ردد فی وصفها بان نوی ان کان من رمضان فعنه والا فعن واجب آخر اور ہو جاوے گا وہ شخص روزہ دار کراہت تنزیہی کے ساتھ اگر نیت
کے وصف میں تردید کی یعنی اسطرح نیت کی کہ اگر دن رمضان کا ہے تو روزہ رمضان کا ہے نہیں تو کسی دوسرے واجب کا وکذا یکرہ لو قال انا صائم ان کان
من رمضان والا فعن نفل اور ایسا ہی مکروہ ہے اگر کہا میں روزہ سے ہوں اگر دن رمضان کا ہے اور نہیں تو روزہ نفل ہے ...

ق

سطر ۱۵ کیونکہ اصل نیت میں تردد ... ۱۲

تردد ہو درمیان دو مکروہوں کے یعنی فرض واجب کے پہلا مسئلہ یہی اور درمیان مکروہ اور غیر مکروہ کے یعنی فرض و نفل کے دوسرا مسئلہ یہی فان ظہر رمضان
فعنہ والا فنفل فیہما امر الواجب النفل غیر مضمون بالقضاء لعدم التزامہ قصدا پس اگر واضح ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہے تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہیں
تو نفل ہوگا دونوں صورتوں میں یعنی واجب اور نفل میں ایسا اگر توڑ ڈالے سے قضا لازم نہ آویگی کیونکہ قصدا نفل نہیں تھا ہم اسلئے کہ من وجہ اعتقاد فرض کا
قصد رکھتا تھا تو ظنی روزہ کے مانند ہوا اسوجہ سے کہ دونوں میں اسقاط مقصود ہے نہ التزام زاد الشامی اکل المتلوم ناسیا قبل النیۃ کاکلہ بعدہا وہو الصحیح
شرح وہبانیہ منتظر کا کھانا بھول کر نیت سے پہلے ایسا ہی ہے جیسا بعد نیت کے بھول کر کھانا اور یہی صحیح ہے کذا فی شرح وہبانیہ یعنی یوم الشک میں ایک شخص
نے تمہ وقت روزہ کا انتظار کیا اور بھولے سے اس عرصہ میں کچھ کھا لیا پھر معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو اگر اب روزہ کی نیت کریگا تو جائز ہوگی ہوا
کہ جیسے بھول کر کھانے سے روزہ نہیں جاتا اور ایک قول یہ ہے کہ نہیں جائز ہے جیسا تتمہ میں ہے اور اسی کا جزم کیا ہے سراج اور مجتبیٰ میں قالہ الشامی
رای مکلف ہلال رمضان او الفطر ورد قولہ بدلیل شرعی صام مطلقا وجوبا وقیل ندبا کسی عاقل بالغ نے ہلال رمضان کا دیکھا یا عید کا اور اسکا
قول حجت شرعیہ کی رو سے نا مانا گیا یعنی فاسق ہونیکی جہت سے یا غلطی کی وجہ سے تو وہ روزہ رکھے ہر صورت میں عید کا چاند ہو یا رمضان کا وجوبا اور کہا گیا ہے
کہ روزہ رکھے ندبا ہم عاقل بالغ یعنی اگرچہ فاسق ہو کذا فی البحر اور اگر لڑکا یا مجنون دیکھے تو واجب نہیں اور یہی حکم ہے اگر خود امام نے چاند دیکھے اور لوگوں کو
نہ روزہ کا حکم کرے نہ افطار کا اور نصیر الدین رملی نے کہا ہے کہ اگر دیکھنے والی جماعت ہو اور انکی شہادت مسترد ہوگئی ہو جماعت عظیم نہ ہونیکی جہت سے
تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے فان افطر قضی فقط فیہما لشبہۃ الرد پس اگر افطار کیا تو صرف قضا لازم ہے دونوں میں یعنی کفارہ نہیں واسطے شبہہ
مسترد ہونے شہادت کے ہم اور مخفی نہ رہے کہ یہ علت سقوط کفارہ کی ہے ہلال رمضان میں لیکن عید کے چاند میں اس جہت سے کفارہ نہیں کہ اسکے
نزدیک وہ عید کا دن ہے کذا فی النہر وغیرہ اور شاید اسکو ظہور کی جہت سے بیان نہیں کیا قال الشامی واختلف المشایخ لعدم الروایۃ عن المتقدمین
فیما اذا افطر قبل رد الشہادۃ والراجح عدم وجوب الکفارۃ وصححہ غیر واحد لان ما راہ یحتمل ان یکون خیالا لا ہلالا اور مشایخ نے اختلاف
کیا ہے اسوجہ سے کہ متقدمین سے کوئی روایت نہیں اس صورت میں کہ افطار کرے رد شہادت سے پہلے اور راجح یہ ہے کہ کفارہ واجب نہیں اور اسی کی تصحیح
کی ہے بہتوں نے کیونکہ جو اسنے کہا ہے شاید خیال ہو ہلال نہو حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ جسنے چاند دیکھا تھا اسکو کہا کہ اپنی بھوؤں کو دھو پانی سے پھر کہا
اب بتا چاند کہاں ہے اسنے کہا وہ تو گم ہو گیا جب فرمایا کہ بال بھوؤں میں قائم ہو گیا تھا تو نے اسکو چاند جان لیا کذا فی السراج اور جیسا پہلے مذکور ہوا یہی علت
ہلال رمضان میں تو ہو سکتی ہے اور عید میں یہ کہ اسکے نزدیک وہ عید کا دن ہے قال الحلبی واما بعد قبولہ فتجب الکفارۃ ولو فاسقا فی الاصح لیکن بعد قبول شہادت
یعنی رمضان کے چاند میں پس کفارہ واجب ہے اگرچہ فاسق ہو اصح روایت میں ہم کیونکہ وہ لوگوں کے روزہ رکھنے کا دن ہے پس اگر عدل ہے تو چاہیے کہ وجوب
کفارہ میں خلاف نہو کیونکہ عدم کفارہ کی وجہ یہ ہے کہ فاسق کی شہادت پر حکم لگانا جائز نہیں اور وہ یہاں منتفی ہے کذا فی البحر عدم جواز سے مراد عدم حلت ہے کیونکہ
قضا فاسق کی شہادت پر صحیح ہے اگرچہ قاضی گنہگار ہوتا ہے کذا قالہ الشامی وقبل بلا دعوی وبلا لفظ اشہد وبلا حکم ومجلس قضاء لانہ خبر لا شہادۃ للصوم
مع علۃ کغیم وغبار اور قبول کیجاوے روزہ رکھنے کے لیے خبر عادل کی آسمان میں روگ ہونے سے مثل ابر و غبار کے بغیر دعوی اور بغیر لفظ شہد کے
اور بدون حکم اور مجلس قضا کے بوجہ اسکے کہ یہ خبر ہے شہادت نہیں خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ خبر عدل مقبول بالمسلم
تا علیہ ہم قبل کا یعنی قبول کیجاوے خبر ایک عادل ثقہ والے یعنی پرہیزگار کی یا ایک مستور الحال کی بنا بر اس قول کے کہ بزازی نے اسکی تصحیح کی ہے ظاہر
الروایت کے خلاف ہم اور سراج اور مجتبیٰ میں بھی اسکی تصحیح کی ہے اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ یہ روایت ہے حسن کی اور حلوانی نے اسی کو لیا ہے اور
لو الایضاح والاجی ادھر ہی گیا ہے میں کہتا ہوں کہ یہی ظاہر الروایت ہے کیونکہ حاکم شہید نے یعنی حسن نے امام محمدؒ کے اقوال انکی

کتابوں سے صحیح کیے ہیں جو ظاہر الروایت کہلاتے ہیں کافی میں یہ کہا ہے کہ قبول کیجاوے شہادت مسلم اور مسلمہ کی خواہ عادل ہو یا غیر عادل
اور غیر عادل سے مراد مستور ہے قال الشامی لا فاسق اتفاقا نہیں مقبول روزہ کے لیے قول فاسق کا بالاتفاق ہم اسواسطے کہ فاسق کا قول
ایسے دینیات میں مقبول نہیں جنکا حاصل ہونا عادلوں سے میسر ہو سکتا ہے جیسے روایت احادیث بخلاف پانی کی طہارت و نجاست وغیرہ کے کہ انکی
خبر میں اٹکل کیجاتی ہے اسلیے کہ بعض اوقات ایسی چیزوں کا ملنا عادلوں سے میسر نہیں ہوتا قالہ الشامی وقیل ان لم یشہد من علمہ بفسقہ قال البزازی
ثم لان القاضی ربما قبل اور آیا فاسق مجاز ہے اسکا کہ شہادت دیوے باوجودیکہ اپنا فاسق ہونا جانتا ہو جبکہ یہ بات ہے کہ اس واسطے کہ قاضی کبھی
فاسق کی شہادت قبول بھی کر لیتا ہے ہم حلوانی نے کہا کہ عادل کو لازم ہے اگرچہ لونڈی یا پردہ نشین ہو کہ اسی رات شہادت ادا کرے کہ کہیں لوگ
صبح کو افطار نہ کر لیں اور یہ شہادت فرض عین ہے لیکن فاسق اگر جانے کہ حاکم میرا قول مان لیگا تو اسپر ادا کرنا شہادت واجب ہے
ہیں کذا فی السراج ولو کان العدل قنا او انثی او محدودا فی قذف تاب بین کیفیۃ الرؤیۃ اولا علی المذہب اگرچہ عادل مذکور غلام ہو یا عورت
یا زنا کی تہمت میں تیرا ہو کہ توبہ کر لی ہو کیفیت رویت کی بیان کرے یا نکرے بنابر مذہب کے یہ خلاف امام فضلی کے وہ کہتے ہیں کہ واحد عدل
کی خبر جب قبول ہوتی ہے کہ تفسیر کرے اور کہے کہ میں نے شہر کے باہر جنگل میں دیکھا ہے یا کہے کہ شہر میں ابر کے بعد دیکھا ہے اور ابر والی کی تفسیر کے
مقبول نہیں کذا فی الظہیریہ قال الشامی وقبل شہادۃ واحد علی آخر کعبد وانثی او مقبول ہے گواہی ایک کی دوسرے پر جیسے مقبول ہے شہادت غلام اور
کا وہم یعنی بخلاف شہادت علی الشہادت کے اور احکام میں کہ وہ مقبول نہیں جبتک ایک شخص کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں شاہد نہوں کذا فی
المجتبیٰ ولو علی مثلہا اگرچہ شہادت غلام اور عورت کی اپنے مثل پر ہو اس تعمیم سے یہ نکلا کہ ان دونوں کی شہادت آزاد مرد کی شہادت پر مقبول ہے
اسکو صاحب نہر نے بطریق بحث بیان کیا ہے اور کہا کہ میں نے نہیں دیکھا وتجب علی الجاریۃ المخدرۃ ان تخرج فی لیلتہا بلا اذن مولاہا وتشہد کما
فی الحافظیۃ اور واجب ہے لونڈی پردہ نشین پہنچی ہوئی جو مردوں میں آمد و رفت نہیں رکھتی کہ نکلے اسی رات بدون اجازت اپنے مولی کے اور شہادت ادا کرے
جیسا حافظیہ میں ہے ہم اور یہی حکم آزاد عورت کا ہے کہ بے اجازت اپنے خاوند کے نکلے اور غیر منکوحہ یا بلا نکاح بطریق اولی نکلیں قال الطحطاوی اور ظاہر یہ
اسکا محل وہ ہے کہ اثبات رویت اسپر موقوف ہو ورنہ نکلنا لازم نہیں قال الشامی وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد وعدم
الحد فی قذف لتعلق نفع العبد اور ہلال عید میں غبار وغیرہ کے ہوتے عادل ہونے کے ساتھ نصاب شہادت اموال یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں شرط ہے
اور لفظ اشہد اور محدود فی القذف نہونا شرط ہے کیونکہ اسمیں نفع بندہ کا متعلق ہے ہم یعلم انہ یشترط شرائط الشہادات المذکورہ کی تعلیق صوم میں یعنی چونکہ صوم امر دینی ہے
اسمیں یہ شرط نہیں اور فطر میں نفع دنیاوی ہے پس در حقوق کے مشابہ ہوا پس جو چیزیں حقوق میں شرط ہیں وہ یہاں بھی شرط ہونگی قال الشامی لکن لا یشترط
الدعوی کما لا تشترط فی عتق الامۃ وطلاق الحرۃ لیکن نہیں شرط ہے دعوی جیسا نہیں شرط ہے لونڈی کے عتق میں اور حرہ کی طلاق میں ہم لونڈی کی آزادی
میں دعوی اسلیے شرط نہیں کہ اسمیں حق العبد کے ساتھ حق اللہ تعالی کا بھی ہے یعنی حفاظت اپنی شرمگاہ کی اسلیے فطر اگرچہ حق عبد ہے لیکن اسمیں بھی حق اللہ
تعالی کا ہے یعنی عدم اسی روز کے روزہ کا حرام ہونا اور صلاۃ عید کا واجب ہونا اسلیے اسمیں بھی دعوی شرط نہیں ہوا اور طلاق میں حرہ کی قید سے مفہوم
ہوتا ہے کہ زوجہ مملوکہ میں دعوی شرط ہے اور جامع الفصولین سے اطلاق معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ
اور اگر لوگ ہوویں ایسے شہر میں یا گاؤں میں کہ اسمیں حاکم نہو یعنی نہ قاضی نہ والی تو روزہ رکھیں ایک معتمد کے قول پر یعنی روزہ رکھنا فرض ہے یا یہ معلوم
ہوتا ہے مصنف کی شرح سے ہم میں کتابوں کے ظاہر ہے کہ اذان والوں پر روزہ لازم ہو توپوں کی آوازوں سے یا قندیلوں کی روشنی سے اسلیے کہ یہ ظاہر علامت ہے
اور غلبہ ظن کو مفید ہے اور غلبہ ظن حجت ہے عمل کیواسطے جیسا علما نے تصریح کی ہے اور یہ احتمال کہ رمضان کے سوا کسی اور چیز کے واسطے ہو بعید ہے کیونکہ اور جب

لیلۃ الشک میں نہیں کیے جاتے کہ ثبوت رمضان کے لیے قالہ الشامی و افطروا باخبار عدلین مع العلة للفطر ودوہ اور افطار کریں دو عادل کے خبر
دینے سے اگر آسمان میں غبار وغیرہ ہو واسطے ضرورت کے یعنی اسوجہ سے ضرورت ہے کہ کوئی حاکم موجود نہیں جسکے سامنے شہادت ادا کیجاتی اور مع العلة
متعلق ہے صاموا اور افطروا دونوں کے ساتھ قالہ الشامی ولو راٰہ الحاکم وحدہ خیر فی الصوم بین نصب شاہد وبین امرہم بالصوم بخلاف العید کما فی الجوہرۃ
اور اگر اکیلے حاکم نے چاند دیکھا ہو تو روزہ کے چاند میں اسکو یہ اختیار ہے کہ کوئی شاہد اپنے قول پر مقرر کرے یا لوگوں کو روزے کا حکم دے بخلاف عید کے
چاند کے کہ اسمیں ایک آدمی کافی نہیں ہے کذا فی الجوہرۃ اور نصب شاہد سے یہ غرض کہ اپنی شہادت پر دوسرا شاہد معین کرے تاکہ دوسرا شخص شہادت بشہادۃ
ادا کرے افادہ الحلبی لیکن جوہرہ کی عبارت ان ینصب من یشہد عندہ الخ ہے اور اسکے معنی ظاہر یہ ہیں کہ حاکم اپنی طرف سے کوئی نائب مقرر کرے
تاکہ اس نائب کے سامنے شہادت گذرے جیسا علما نے خصومت کے باب میں کہا ہے اگر حاکم کو کسی کے ساتھ خصومت واقع ہو تو ایک نائب مقرر کرے
کہ اسکے روبرو مقدمہ پیش ہو کیونکہ حاکم کا حکم اپنے اوپر درست نہیں اور شمنی جو نہیں کہے اسکی دلیل یہ ہے کہ بعض نسخوں درمختار میں نصب نائب ہے
بدلہ نصب شاہد کے قالہ الشامی والعبرة لقول المؤقتین ولو عدولا علی المذہب اور نہیں اعتبار نجومیوں کا اگرچہ عادل ہوں بنا بر مذہب صحیح کے یعنی
وجوب صوم کے باب میں معراج میں کہا ہے کہ ان لوگوں کا قول بالاجماع معتبر نہیں اور خود نجم کو نہیں جائز ہے کہ اپنے حساب پر عمل کرے اور نہر میں ہے کہ
منجم کے قول پر کہ فلانی تاریخ چاند دکھائی دیگا روزہ لازم نہیں اگرچہ منجمین عادل ہوں صحیح روایت ہے کذا فی الشامی قال فی الوہبانیۃ ۵
وقول اولی التوقیت لیس بموجب ۞ وقیل نعم والبعض ان کان یکثر ۞ وہبانیہ میں کہا ہے کہ قول اوقات ضبط کرنے والوں کا روزہ رکھنے کا موجب
نہیں اور کہا گیا ہے کہ ہاں اور بعض کا قول بھی اگر کثیر ہوں الخ یہ عبارت یعنی قیل نعم موہم ہے اسکو کہ دوسرا قول یہ ہے کہ عمل کو موجب ہے حالانکہ ایسا
نہیں ہے بلکہ خلاف صرف جواز اعتماد میں ہے اور قنیہ میں تینوں قول نقل کیے ہیں پس پہلے قاضی عبد الجبار و صاحب جمع العلوم سے نقل کیا ہے کہ
منجموں کے قول کے اعتبار کرنے میں کچھ مضایقہ نہیں اور ابن مقاتل سے نقل کیا ہے کہ وہ ایسے پوچھا کرتے تھے اور انکے قول کا اعتبار کرتے تھے
بشرطیکہ انکی جماعت متفق ہوتی تھی پھر شرح سرخسی سے نقل کیا کہ یہ بعید ہے اور شمس الائمہ حلوانی سے کہ وجوب صوم اور افطار کی شرط رویت ہے اور منجموں کا
قول ماخوذ نہیں پھر مجد الائمہ ترجمانی سے نقل کیا کہ اصحاب ابوحنیفہ سوا تھوڑوں کے اور شافعیہ متفق ہیں کہ منجموں کے قول کا اعتبار نہیں کذا قالہ الشامی
وقبل بلا علة جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبة الظن بخبرہم اور قبول کیا جاوے جبکہ آسمان صاف ہو قول جماعت عظیم کا کہ حاصل ہو علم شرعی یعنی
غلبہ ظن انکی خبر سے یعنی جب مطلع صاف ہو تو خبر ایک شخص کی معتبر نہ ہوگی کیونکہ ایک شخص کو نظر آنا اور ایک خلق کو نظر نہ آنا باوجودیکہ سب اسی کی طرف
متوجہ ہیں اور کوئی مانع نہیں اور سب کی بینائی درست ہے اگرچہ بعض تیز نظر ہوں اسکی غلطی کی دلیل ہے کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ جماعت میں اسلام اور
عدالت شرط نہیں جیسا امداد الفتاح میں ہے اور نہ حریت اور نہ دعوی جیسا قہستانی میں ہے میں کہتا ہوں جو امداد کیطرف نسبت کیا ہے سو میں نے اسمیں
ملاحظہ کیا وہاں نہیں پایا اور اسلام شرط نہونے میں نظر ہے کیونکہ جمع عظیم سے یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ حد تواتر کو پہونچے جسسے علم قطعی حاصل ہوتا ہے کہ اسمیں
اسلام شرط نہو بلکہ مراد یہ ہے کہ غلبہ ظن کو مفید ہو اور اسمیں اسلام شرط نہونا اسکے لیے کوئی صریح نقل چاہیے قالہ الشامی اور علم شرعی سے مراد اصطلاح
اصولیوں کی ہے جو موجب عمل کا ہوتا ہے نہ وہ علم جو یقین کے معنی میں ہے اسپر نص کی ہے منافع اور غایۃ البیان اور بحر میں نقلا عن الفتح اور صدر الشریعہ نے جو علم
بمعنی یقین لیا ہے ابن کمال نے اسکو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خطا ہے صدر الشریعہ سے قالہ الشامی وہو مفوض الی راے الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذہب
اور وہ امام کی راے پر مفوض ہے بغیر تعیین عدد کے بنا بر مذہب صحیح کے معراج میں کہا ہے ان جماعت کی تعداد ظاہر الروایت میں معین نہیں ہے اور ایک روایت میں
ابو یوسف سے ۵۰ مرد ہیں یا بعض کے نزدیک اکثر اہل محلہ اور بعض کے نزدیک ہر مسجد میں سے ایک یا دو اور خلف بن ایوب نے کہا ہے کہ ۵۰۰ بلخ میں قلیل ہیں

اور ان صاحب نے یہی صحیح کہا ہے کہ امام کی رائے پر مفوض ہے اگر اپنے ولیکن اُنکی درستی اور صحت سمجھے تو حکم دے اور مواہب میں اسی کو صحیح کہا ہے اور
شرنبلالی نے اسی کا اتباع کیا ہے اور بحر میں فتح سے نقل کیا ہے کہ حق وہ ہے جو محمد وابو یوسف سے روایت کیا گیا ہے کہ اعتبار خبر متواتر آنے کا ہے ہر طرف
اور نہر میں کہا ہے کہ یہ صحیح سراج کے موافق ہے قال الشامی وعن الامام انہ یکتفی بشاہدین واختارہ فی البحر اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ اکتفا
کیا جاوے دو گواہوں پر اور بحر میں اسی کو اختیار کیا ہے ہم بحر میں کہا ہے کہ اس زمانہ میں چاہیے کہ عمل اسی روایت پر ہو اسواسطے کہ لوگ چاند دیکھنے
سے کاہلی کرتے ہیں پس علما نے جو کہا ہے کہ جم غفیر ہلال کے طالب میں یہ منتفی ہو گیا پس دیکھنے والے کی غلطی کا احتمال غیر ظاہر ہے پھر اسکی تائید کی کہ اقوال
اور ظاہر یہ ظاہر دلالت کرتی ہیں کہ ظاہر الروایت صرف اشتراط عدد ہے نہ جمع عظیم اور عدد دو سے بھی صادق آتا ہے اور اسی کو صادق رکھا ہے نہر میں اور
فتح میں قال الشامی وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین اور اقضیہ میں دیکھا ایک کتاب
کا نام ہے تصحیح کی ہے کہ ایک شخص کفایت کرتا ہے اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا کسی اونچے مکان پر ہو اور اسی کو ظہیر الدین نے اختیار کیا ہے ہم اور فتاوی قرہ
میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہی قول طحاوی کا ہے اور امام محمد نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اصل کی کتاب الاستحسان میں مگر خلاصہ میں کہا ہے
کہ ظاہر الروایت یہ ہے کہ شہر اور خارج شہر میں فرق نہیں ہے کذافی المعراج وغیرہ میں کہتا ہوں کہ نہایہ میں کہا ہے کہ مبسوط میں ہے کہ امام اسکی شہادت
رد کریگا اگر آسمان صاف ہو اور وہ شخص شہر والا ہو پس اگر آسمان میں ابر ہو یا وہ باہر سے آوے یا اونچے مقام پر ہو تو ہمارے نزدیک
مقبول ہوگی پس لفظ عندنا دلالت کرتا ہے کہ ہمارے ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور مبسوط میں اسی پر جزم کیا ہے اور اسکے مقابل کو بلفظ قیل بیان کیا ہے
پھر ذکر کیا ہے کہ وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہے کہ رویت مختلف ہوتی ہے باعتبار ہوا کی صفائی و کدورت کے اور باعتبار مکان کے نیچے اور اونچے
ہونے کے کیونکہ جنگل کی ہوا صاف ہوتی ہے شہر کی نسبت اور کبھی ہلال اونچے مکان سے نظر آتا ہے تو اس شخص کا تفرد خلاف ظاہر نہ ہوا بلکہ
ظاہر کے موافق ہوا الخ سو اس کلام میں تصریح ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے اور حقیقت میں ایسا ہی ہے کیونکہ مبسوط کتب ظاہر الروایت سے ہے پس معلوم
ہوا کہ دونوں روایتیں ظاہر الروایت ہیں کذافی الشامی وطریق اثبات رمضان والعید ان یدعی وکالۃ معلقۃ بدخولہ بقبض دین علی الحاضر فیقر
بالدین والوکالۃ وینکر الدخول فیشہد الشہود برؤیۃ الہلال فیقضی علیہ بہ فیثبت دخول الشہر ضمنا لعدم دخول تحت الحکم اور رمضان اور عید کے
اثبات کا طریق یہ ہے کہ کوئی شخص کسی حاضر پر کسی غائب کے دین کے قبضہ کرنے کی وکالت کا دعوی کرے جو مشروط ہو رمضان یا عید کے
آنے پر پھر یہ شخص حاضر دین اور وکالت کا اقرار کرے اور رمضان یا عید کے آجانے سے انکار کرے پھر رویت ہلال پر گواہی دیں پس
حکم لگایا جاوے ادائے دین کا شخص حاضر پر اور مہینے کا داخل ہونا ضمنا ثابت ہو جاویگا کیونکہ مہینا زیر حکم داخل نہیں ہم یدعی مجہول ہے
ہے اور فاعل ضمیر یدعی کی جو سیاق عبارت سے مفہوم ہے یعنی مدعی دعوی کرے کسی شخص حاضر پر کہ فلانے شخص کے تیرے ذمہ اسقدر درہم ہیں اور
مجھکو اسنے کہدیا ہے کہ جب رمضان داخل ہو تو تو وکیل ہے دین کے قبض کرنیکے لیے اور مہینا زیر حکم داخل نہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ رمضان کا روزہ بغیر حکم
بھی واجب ہو سکتا ہے یعنی صرف خبر سے کیونکہ وہ دینیات میں سے ہے اور وجوب صوم سے ثبوت رمضان لازم نہیں آتا اور اسوقت میں فائدہ رمضان کے اثبات کا
نہ کور یہ ہے کہ جماعت عظیم پر موقوف نہ رہیگا اگر آسمان صاف ہو کیونکہ شہادت ثبوت وکالت پر ہے بوقت دخول رمضان کے نہ رویت ہلال پر اور وکالت دو
گواہوں سے ثابت ہو سکتی ہے حق عبد ہونیکی جہت سے اور وکالت ثابت نہیں ہوتی جبتک رمضان کا دخول نہو اسسبب دخول ضمنا ثابت ہوا اور روزہ
واجب ہوا قال الشامی شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برؤیۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی
قضی ای جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما بعض نسخوں میں شہدا بلفظ تثنیہ ہے اور بعض نسخوں میں شہدوا بلفظ جمع ہے اس سے مراد

بانوق والواحد ہو یعنی اگر دو گواہوں نے گواہی اس بات پر دی کہ مصر کے قاضی کے سامنے فلانے شاہدوں نے فلانی تاریخ کی رویت کی گواہی دی ہے
اور وہاں کے قاضی نے اسپر حکم لگایا ہے اور شرائط دعوی کی سب پائی گئیں تو اس قاضی کو جائز ہے کہ انکی گواہی پر حکم لگا وے لان قضاء القاضی حجۃ
وقد شہد وابہ اسواسطے کہ وہاں کے قاضی کی قضا حجت ہے اور یہاں کے گواہوں نے اسکی شہادت دی لا لو شہد وا برویۃ غیرہم لانہ حکایۃ نعم لو
قاضی اگر شہادت دیوین غیر کی رویت پر اسواسطے کہ یہ حکایت ہے ہم یعنی انھوں نے اپنی رویت بیان کی نہ غیر کی رویت کی شہادت دی صرف
غیر کی رویت کی حکایت کی کذا فی فتح القدیر مین کہتا ہوں کہ ایسا ہی ہے اگر غیر کی رویت کی شہادت دی اور اس بات کی کہ اس شہر کے قاضی نے
لوگوں کو روزہ کا حکم دیا اسواسطے کہ یہ نقل قاضی کی حکایت ہے اور وہ حجت نہیں بخلاف قضاء قاضی کے اور اسی واسطے تصحیح شرائط کی قید لگائی
نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب مجتبی وغیرہ ہاں اگر کسی دوسرے شہر مین بکثرت خبر شایع ہو جاوے تو انکو لازم ہوگا روزہ
رکھنا یہ مذہب صحیح کذا فی المجتبی ہم وغیرہ مین ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح ہمارے مذہب مین یہ ہے کہ خبر مستفیض ہو جاوے اور تحقق ہو جاوے کہ دوسرے
شہر مین تو انکو بھی لازم ہوگا اس شہر کا حکم رحمتی نے کہا کہ استفاضہ کے معنی یہ ہین کہ اس شہر سے جماعات متعددہ آکر بیان کرین ہر ایک انکی خبر کہ انھون نے
روزہ رکھا چاند دیکھکر نہ مجرد شیوع جیسے کہ نہ معلوم ہو کہ کسنے خبر شائع کی چنانچہ بہتیری خبرین شہر مین شہرت پکڑ جاتی ہین اور نہین معلوم ہوتا کہ کسنے شائع کی ہین
چنانچہ حدیث مین وارد ہے کہ آخر زمانہ مین شیطان مجمع مین بیٹھکر ایک بات کہیگا اور لوگ اسکا ذکر کرینگے اور کہینگے کہ ہم نہین جانتے کسنے کہا ہے پس ایسی قسم
کی بات لائق سماعت کے بھی نہین چہ جائیکہ اس سے کوئی حکم ثابت ہو مین کہتا ہون کہ یہ خوب کلام ہے اور اسی کی طرف قول ذخیرہ کا اشارہ کرتا ہے اذا استفاض
وتحقق کذا قالہ الشامی وبعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر الباء متعلق بصوم وبعد متعلق بحل او جزء نصاب الشہادۃ اور جبکہ دو عادل کے قول
روزہ رکھا ہو تو بعد ۳۰ دن کے افطار حلال ہے بسبب موجود ہونے نصاب شہادت کے شارح نے کہا کہ ب متعلق ہے صوم سے اور لفظ بعد ظرف ہے فعل حل کا یعنی
اگر اکتیسوین رات کو ابر ہو تو بالاتفاق صحیح کو افطار حلال ہے اور یہی حکم ہے اگر آسمان صاف ہو جیسا تصحیح کیا ہے درایہ اور خلاصہ اور بزازیہ مین اور اسکے برخلاف
تصحیح کی ہے مجموع النوازل مین اور سید ناصر الدین نے کذا فی الامداد اور ملا مسروح نے اتفاق نقل کیا ہے دونون صورتون مین بھی بدائع اور سراج اور جوہرہ
اور کہا ہے کہ اتفاق سے مراد ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہے اور خلاف جو منقول ہے سو بعض مشائخ کا ہے اور بعض مین ہے کہ فتوی افطار کی حلت پر ہے کذا فی الشامی
ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز وغم ہلال الفطر لا یحل علی المذہب خلافا لمحمد کذا ذکرہ المصنف اگر روزہ رکھا ہو ایک عدل کے قول سے جسطرح کہ جائز
ہے اور حال یہ ہے کہ عید کے چاند کے دن ابر ہے تو افطار حلال نہین صحیح مذہب پر برخلاف قول محمد کے یہی مصنف نے ذکر کیا ہے حیث یجوز مین حیثیت
تقیید ہے یعنی اسطرح کہ قاضی نے شہادت ابر مین قبول کرلی ہو یا آسمان صاف ہو لیکن قاضی ان مین سے ہے جو ایک کی گواہی قبول کرلیتے ہین کذا فی الفتح
یعنی شافعی المذہب ہو یا قول طحاوی پر عمل کرتا ہو ایک شخص کی گواہی مان لیتے ہین جب آسمان صاف ہو بشرطیکہ جنگل سے آیا ہو یا شہر مین اونچے مکان پر
ہو اور سابق مین اس روایت کی ترجیح گذر چکی اور غم ہلال الفطر جملہ حالیہ ہے اسکی قید اسواسطے لگائی کہ محل خلاف ہے جیسا مصنف نے ذکر کیا ہے قال الشامی
لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ہلال الفطر حل اتفاقا لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر ہلال عید کے نظر آنے کے روز ابر ہو تو بالاتفاق
افطار حلال ہے ہم یہ اشکال ہے اسپر جو مصنف نے ذکر کیا کہ خلاف امام محمد کا اسوقت ہے کہ عید کے دن ابر ہو اسلیے کہ ذخیرہ مین اور معراج مین مجتبی سے تصریح ہے
کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہے اور خلاف اس صورت مین ہے کہ ابر نہو اور چاند نظر نہ آوے تو شیخین کے نزدیک افطار نہین حلال اور امام محمد کے نزدیک
حلال ہے جیسا شمس الائمہ نے کہا ہے اور شرنبلالی نے امداد مین تحریر کیا ہے غایۃ البیان مین کہا ہے کہ محمد کے قول کی وجہ کہ وہی قول اصح ہے یہ ہے کہ افطار
ایک شخص کے قول سے ثابت نہین ہوا ابتداءً بلکہ تبعاً ثابت ہوا ہے اور بہتیری چیزین ضمناً ثابت ہو جاتی ہین اور قصداً نہین ثابت ہوتین اور امام محمد

سے پوچھا تو جواب میں یہ کہا کہ افطار قاضی کے حکم سے ثابت ہوا واحد کے قول سے نہیں یعنی جب قاضی نے رمضان کے چاند میں ایک آدمی کے قول کا
حکم لگایا تو اس بنا پر افطار بعد ۳۰ دن کے ثابت ہو گیا قاله الشامی و فی الزیلعی الاشبه ان یحمل علی الا الا اور زیلعی میں ہے کہ مشابہ تحقیق یہ ہے کہ اگر ابر ہو
تو افطار حلال ہے اور جو نہو تو نہیں و ہلال الاضحی و بقیة الاشهر التسعة کالفطر علی المذهب اور بقرعید کا چاند اور باقی نو مہینوں کا مانند عید کے ہے
صحیح مذہب پر ہم قوله والاضحی کالفطر یعنی ذو الحجہ شوال کے مانند ہے پس ابر میں ثابت نہوگا مگر دو مردوں سے یا ایک مرد دو عورتوں سے اور صفائی کی
حالت میں زیادتی عدد کی ضرور ہے اور نوادر میں امام صاحب سے روایت نقل کی ہے کہ وہ مانند رمضان کے ہے اور تحفہ میں اسی کی تصحیح کی ہے لیکن
روایت اول ظاہر المذہب ہے اور اسی کی تصحیح ہدایہ اور اسکی شروح اور تبیین میں کی ہے پس تصحیح مختلف ہوئی اور پہلی کو ترجیح ہے اسلئے کہ وہ مذہب ہے
کذا فی البحر اور باقی نو مہینے کا چاند مثل عید کے چاند کے ہے یعنی ان میں مقبول نہو گی مگر گواہی دو مردوں کی یا ایک مرد دو عورتوں کی جو آزاد عادل اور
تہمت زنا میں سزا یافتہ نہوں جیسے اور احکام میں کذا فی البحر عن شرح مختصر الطحاوی اور امداد میں ذکر کیا ہے کہ ان مہینوں کا حکم صفائی کی حالت
میں مانند رمضان اور عید کے ہے یعنی جماعت عظیم چاہیے لیکن خیر الدین رملی نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ باقی مہینوں میں ابر اور غیر ابر میں کچھ فرق نہیں
کیونکہ جماعت عظیم کی شرط نہیں پائی جاتی یعنی سب لوگوں کا متوجہ ہونا چاند دیکھنے کو پس اگر دو مردوں نے گواہی دی صفائی کی صورت میں شعبان
کے چاند کی اور شعبان بثبوت شرعی ثابت ہو گیا تو ۳۰ دن کے بعد رمضان ثابت ہو جاویگا اگرچہ رمضان صفائی کی حالت میں دو شخصوں کی
گواہی سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں اسکا ثبوت ضمنی ہے اور ضمنیات میں بہت سی باتوں میں درگذر ہوتی ہے جو قصداً ثابت نہیں ہوا
ہوتی قاله الشامی و رؤیته بالنهار للیلة الآتیة مطلقا علی المذهب ذکره الحدادی اور جو چاند دن کو نظر آوے وہ اگلی رات کا شمار کیا جاویگا
ہر صورت میں صحیح مذہب پر ذکر کیا اسکو حدادی نے ہم یعنی قبل زوال کے نظر آوے یا بعد زوال کے اور مذہب کے معنی یہ ہیں کہ قول امام ابی حنیفہ و محمد
کا ہے بدائع میں کہا ہے پس وہ دن رمضان کا نہوگا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کہتے ہیں کہ اگر بعد زوال کے نظر آیا تو بیشک آئندہ شب
کا ہے اور اگر قبل زوال کے نظر آیا تو پچھلی شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور اسی خلاف پر شوال کا چاند ہے کہ طرفین کے نزدیک آئندہ شب
کا ہے ہر صورت میں اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور ابو یوسف رح کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شب گذشتہ کا ہے اور یہ دن عید
کا ہے اسلئے کہ ہلال قبل زوال کے نظر نہیں آتا عادۃً مگر یہ کہ دو رات کا ہو پس ہلال رمضان میں وہ دن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے
چاند میں عید کا دن اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ دن کی رویت کا اعتبار نہیں اعتبار رویت بعد الغروب کا ہے کیونکہ حضرت نے امر فرمایا
صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته پس امر صوم و افطار کا رویت کے بعد ہے اس صورت میں امام ابو یوسف کا قول خلاف نص کے ہے انتہی ملخصاً فتح القدیر
میں ہے کہ حدیث شریف موجب ہے رویت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اور متبادر رویت سے ہر مہینے کے آخر وقت شام کی رویت ہے نزدیک صحابہ اور
تابعین و من بعدہم کے بخلاف ما قبل الزوال کے تیسویں تاریخ اور مختار امام ابو حنیفہ و محمد کا قول ہے قاله الشامی و اختلاف المطالع و رؤیته نهارا
قبل الزوال و بعده غیر معتبر علی ظاهر المذهب و علیه اکثر المشائخ و علیه الفتوى بحر عن الخلاصة اور اختلاف مطالع کا اور انکو چاند دیکھنا زوال سے
پہلے یا بعد زوال کے غیر معتبر ہے ظاہر مذہب پر اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر عن الخلاصة ہم جاننا چاہیے کہ نفس اختلاف
مطالع میں نزاع نہیں ہے یعنی کبھی دو شہروں میں اتنا بعد ہوتا ہے کہ ایک میں ہلال ایک تاریخ نظر آوے دوسرے میں نظر نہ آوے کیونکہ
انفصال ہلال کا شعاع شمس سے مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف ملکوں کے اور یہی حال ہے اختلاف مطالع شمس کا کہ جب ایک ملک میں
صبح ہوگی تو بعض میں سورج نکلیگا اور بعض میں غروب ہوگا اور بعض میں آدھی رات بلکہ مطالع کے اعتبار کرنے میں خلاف

ہر کہ ہر قوم کو اپنے مطلع کا اعتبار لازم ہے اور غیر کے مطلع پر عمل کرنا لازم نہیں یا یہ کہ اختلاف کا بالکل اعتبار نہیں بلکہ جس جگہ چاند پہلے نظر آوے
اسکو اُسی پر عمل کرنا لازم ہے یہانتک کہ اگر مشرق میں جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا اور مغرب میں ہفتہ کو تو اہل مغرب پر لازم ہے کہ بسبب رویت
اہل مشرق کے عمل کریں پس پہلے قول اول کے قائل ہوئے ہیں اور زیلعی اور فیض نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور شافعیہ کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے
کیونکہ ہر قوم کو خطاب امر انکے موافق ہے جیسا اوقات صلوٰۃ میں اور ظاہر الروایت قول ثانی ہے اور وہی ہمارے یہاں معتمد ہے اور مالکیوں اور حنبلیوں
کے نزدیک بھی کیونکہ خطاب عام ہے متعلق رویت کے ساتھ حدیث صوموا لرؤیتہ میں بخلاف اوقات صلوٰۃ کے قالہ الشامی فیلزم اہل المشرق برؤیۃ
اہل المغرب اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر پس اہل مشرق کو روزہ یا افطار لازم ہوگا اہل مغرب کی رویت سے جبکہ ثابت ہو مشرق
والونکو اُن لوگوں کی رویت اُس طریق سے کہ حکم کو موجب ہو جیسا سابق میں گذرا ہم یعنی دو آدمی شہادت پر شہادت دیں یا حکم قاضی پر شہادت دیں
یا خبر مستفیض ہو بخلاف اس صورت کے کہ دو آدمی شہادت دیویں کہ فلانے شہر والوں نے دیکھا ہے کذا ذکرہ [illegible] فقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر اور
زیلعی نے کہا کہ مشابہ یہی ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہو قال الکمال الاخذ بظاہر الروایۃ احوط کمال نے کہا ہے کہ ظاہر الروایت کے اخذ میں احتیاط زیادہ
ہے فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا اذا راوا الہلال یکرہ ان یشیروا الیہ لانہ من عمل الجاہلیۃ کما فی السراجیۃ وکراہیۃ البزازیۃ جب چاند دیکھیں تو مکروہ ہے کہ اُسکی
طرف اشارہ کریں کیونکہ عمل جاہلیت کا ہے جیسا سراجیہ میں ہے اور بزازیہ کے باب الکراہیۃ میں ہم یعنی اگر بقصد دکھلانے دوسرے شخص کے ہو
جسنے نہیں دیکھا ہے اور علت بظاہر دلالت کرتی ہے کہ کراہت تنزیہی ہو قالہ الشامی

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

یہ باب ہے ان چیزوں کے بیان میں جو روزہ کی مفسد ہیں اور جو مفسد نہیں ہم مفسد کی دو قسمیں ہیں ایک جس سے صرف قضا لازم ہو دوم جس سے
قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں اور غیر مفسد کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جسکا کرنا مباح ہے دوم وہ جسکا کرنا مکروہ ہے الفساد والبطلان فی العبادات
سیان فساد اور بطلان عبادات میں برابر ہیں ہم اور معاملات میں فرق ہے اگر معاملہ کا اثر کچھ مترتب نہووے تو بطلان ہے اور اگر اثر مترتب ہو پھر اگر
شرعاً فسخ مطلوب ہے تو فساد ہے نہیں تو صحت ہے چلپی عن البحر بیان اسکا یہ ہے کہ اگر میتہ کو بیچا تو اثر معاملہ کا یعنی ملک اثر غیر مترتب ہے تو یہ بیع باطل
ہوئی اور اگر غلام کو شرط فاسد سے بیچا اور مشتری کے حوالہ کردیا تو مشتری اُسکا مالک ہو جاتا ہے لیکن اسکا فسخ کرنا دونوں کے ذمہ واجب ہے تو یہ بیع فاسد
ہوئی اور اگر غلام کو بدون شرط فاسد کے بیچا تو مشتری اُسکا مالک صحیح ملک کے ساتھ ہوگا یہ بیع صحیح ہوئی قالہ الشامی اذا اکل الصائم او شرب او جامع
حال کونہ ناسیاً فی الفرض والنفل قبل النیۃ او بعدہا علی الصحیح بحر عن القنیۃ اذا اکل الخ شرط ہے اسکی جزا لم یفطر آگے آویگی یعنی روزہ نہیں ٹوٹتا جب
کھاوے روزہ دار یا پیوے یا جماع بھولکر فرض میں یا نفل میں نیت سے پہلے یا بعد صحیح الروایت پر کذا فی البحر عن القنیۃ علی الصحیح قبل النیۃ کے ساتھ متعلق
ہے اور اسکی تصحیح تاتارخانیہ میں بھی نقل کی ہے اور اُسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے رمضان ثابت ہونے کے بعد رات میں افطار کی چیزوں سے توقف کیا اور
بھولکر کچھ کھالیا تو بعد بھی نیت روزہ کی کرسکتا ہے اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا بخلاف [illegible] کے کیونکہ اگر وہ پہلے نیت کے کھالے تو اُسکو ناسی نہیں کہتے اور
ایسا ہی حکم ہے صوم قضا و کفارہ میں ہاں البتہ نسیان تصور ہو سکتا ہے ادائے رمضان میں اور نذر معین میں قالہ الشامی الا ان یذکر فلم یتذکر جبکہ یاد دلایا جاوے
پھر نہ یاد کرے ہم یعنی جب بھولکر کھاوے پھر کوئی شخص اُسکو روزہ یاد دلاوے اور وہ نہ یاد کرے پھر کھالے تو صوم فاسد ہو جاویگا صحیح روایت میں
بخلاف البعض کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ خبر ایک شخص کی دیانات میں مقبول ہے لہذا اُس پر واجب تھا کہ تامل کرتا اور ادھر التفات کرتا کذا فی البحر میں
کہتا ہوں لیکن اُس پر کفارہ نہیں مختار یہ ہے جیسا تاتارخانیہ میں ہے منقول نصاب سے کذا فی الشامی [illegible] لو قوی [illegible] الا لا او یاد دلاوے روزہ دار کو

روزہ اگر وہ قوی ہو یعنی روزہ کے اتمام کی طاقت رکھتا ہو بغیر ضعف کے اور اگر ایسا ہو کہ صوم کی جہت سے ضعیف ہو لیکن کھا لیوے تو عبادات کو بھی
طرح ادا کرے تو گنجایش ہے کہ نہ یاد دلاوے کذا فی الفتح ہم بحر الرائق میں کہا کہ قوی آدمی کو بھولنے کی صورت میں یاد دلانا لازم ہے حتی کہ نہ یاد دلانا مکروہ ہے
ولیس عذرا فی حقوق العباد اور نسیان حقوق العباد میں عذر نہیں ہے یعنی اگر ودیعت کو بھول کر کھا جاوے تو اسکا ضمان لازم ہوگا گو آخرت کا مواخذہ
نہیں ہے کذا فی الشامی او دخل حلقہ غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرا استحسانا لعدم امکان التحرز عنہ اور روزہ نہیں ٹوٹتا اگر حلق میں غبار یا دھول
یا مکھی یا دھواں اگرچہ روزہ یاد ہو بدلیل استحسان کیونکہ اس سے بچانا ممکن ہے ہم اور قیاس میں فاسد ہو جاتا ہے یعنی مکھی کی صورت میں کیونکہ مفطر پہنچ
میں پہونچا اگرچہ غذا نہیں جیسے کنکر اور مٹی سے ٹوٹتا ہے کذا فی الہدایہ ومفادہ انہ لو ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا
لامکان التحرز عنہ فلیتنبہ لہ کما بسطہ الشرنبلالی اور مفاد اسکا یہ ہے کہ اگر بقصد دھواں حلق میں پہونچا دے تو روزہ ٹوٹ جاویگا کوئی سا دھواں
اگرچہ عود یا عنبر ہو اگر روزہ یاد ہو کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہے پس چاہیے کہ خبردار ہو اس سے چنانچہ شرنبلالی نے بسط کیا ہے ہم یعنی کسی صورت سے
دھواں داخل کیا ہو جیسا کہ اگر بخور کیا اور بقصد اسکو سونگھا روزہ کی یادگاری کی حالت میں روزہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ اس سے بچاؤ ممکن ہے اور
اس سے اکثر لوگ غافل ہیں اور اسکو پھول یا گلاب یا مشک کے سونگھنے کے مانند سمجھنا چاہیے کیونکہ فرق یہ ہے کہ خوشبودار کی بو میں ہوا ہے اور یہاں
کہ خود دھواں اپنے فعل سے جوف میں پہونچاوے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے چنانچہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں اسکی
تصریح کی ہے قالہ الشامی او ادھن او اکتحل او احتجم وان وجد طعمہ فی حلقہ روزہ نہیں جاتا اگر تیل لگایا یا سرمہ لگایا یا پچھنے لگوائے اگرچہ سرمہ یا تیل کا مزہ
حلق میں پاوے ہم اور ایسا ہی اگر تھوک میں اسکا رنگ پاوے صحیح روایت پر کذا فی البحر نہر میں کہا ہے اسواسطے کہ موجود حلق میں ایک اثر ہے جو مسام کی راہ
داخل ہوا اور مفطر وہ ہے جو منفذ کی راہ سے داخل ہو کیونکہ جو شخص غسل کرے پانی میں پھر اسکی برودت اپنے اندر پاوے تو بالاتفاق روزہ نہیں ٹوٹتا اور امام
جو پانی میں داخل ہونے اور تر کپڑا اوڑھنے کو روزہ میں مکروہ کہا ہے سو وہ اس جہت سے کہ اس فعل سے عبادت کی بجا آوری میں تنگدلی معلوم ہوتی ہے
نہ یہ کہ موجب افطار کا ہے قالہ الشامی او قبل ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ولو الی فرجہا مرارا او بفکر وان طال مجمع یا بوسہ لیا اور انزال نہوا یا احتلام
ہوا یا انزال ہو گیا نظر سے اگرچہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نظر کر رہا ہو یا انزال ہوا فکر سے اگرچہ دراز ہو کذا فی الفتح یعنی ان صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا او ابتلع
بللا فی فیہ بعد المضمضۃ وابتلاعہ مع الریق یا منہ میں تری باقی رہ گئی کلی کرنیکے بعد اور اسکو تھوک کے ساتھ نگل گیا ہم فتح اور بدایہ میں اسکو مثل دخول
غبار و دخان کے کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم امکان احتراز ہے لیکن یوں چاہیے کہ پانی منہ سے گرا دینے کے بعد تھوکنا شرط ہے کیونکہ پانی تھوکنے سے
ملا رہتا ہے البتہ تھوکنے میں مبالغہ شرط نہونا چاہیے قالہ الشامی کطعم ادویۃ ومص اہلیلج جیسے مزہ دوائیوں کا اور چوسنا ہڑ کا یعنی دوائیوں کے کوٹنے سے
ان کا مزہ اگر اپنے حلق میں پاوے تو روزہ نہیں جاتا جیسا کہ بحر میں ہے اور اہلیلج دوسرے لام کے کسرہ سے ہے قالہ ابو عبید والفرا یعنی اگر ہڑ کو چبا دے اور تھوک
حلق میں اسکا جاوے لیکن اسکے اجزا میں سے کچھ نہ جاوے تو روزہ نہیں جاتا کذا فی التاتارخانیہ وغیرہا بخلاف نحو سکر بخلاف شکر جیسی چیز کے کہ اسکے
چوسنے سے روزہ جاتا رہتا ہے او دخل الماء فی اذنہ وان کان بفعلہ علی المختار یا داخل ہو پانی اسکے کان میں اگرچہ اسکے فعل سے ہو تو روزہ نہیں جاتا
مذہب مختار پر ہم ہدایہ اور تبیین میں اسکو اختیار کیا ہے اور محیط میں اسکی تصحیح کی ہے اور ولوالجیہ میں کہا ہے کہ یہی مختار ہے اور خانیہ میں یہ تفصیل کی ہے کہ اگر پانی
کان میں چلا گیا تو نہیں جاتا اور اگر خود داخل کیا تو جاتا رہتا ہے صحیح روایت پر کیونکہ جب اسکے فعل سے جوف میں پہونچا تو اسمیں صلاح بدن کا اعتبار
نہیں ہے اور یہی بزازیہ میں ہے اور فتح اور برہان میں اسی کو قوت دی ہے کذا فی الشرنبلالیہ حاصل یہ کہ اگر تیل کان میں ڈالا تو بالاتفاق
روزہ جاتا رہا اور اگر پانی کان میں چلا گیا تو بالاتفاق روزہ نہیں جاتا اور اگر بقصد پانی کان میں ڈالا تو اسمیں اختلاف ہے اور تصحیح مختلف ہے

قال الشامی کما لو حک اذنه بعود ثم اخرجه وعلیه درن ثم ادخله ولو مرارا جیسا کہ روزہ نہین جاتا اگر لکڑی سے کان کھجلایا پھر اسکو نکال لیا اور اسپر
میل تھا پھر اسکو کان مین ڈالا اگرچہ چند بار ہو علم اس مسئلہ کو شبہ ٹھہرایا اسواسطے کہ بزازیہ مین ہے کہ اسمین بالاجماع روزہ نہین جاتا اور ظاہر یہ ہے
کہ اجماع سے مراد اجماع اہل مذہب کا ہے ورنہ شافعیہ کے نزدیک مفسد ہے قال الشامی او ابتلع ما بین اسنانه وهو دون الحمصة لانه تبع لریقه
ولو قدرها افطر کما سیجی یا نگل گیا جو دانتون مین ہو بشرطیکہ چنے سے کم ہو تو روزہ نجاویگا کیونکہ چنے سے کم لعاب کے تابع ہے اور بحر مین کہا ہے کہ تھوڑی چیز
قلیل ہے اس سے احتراز غیر ممکن ہے پس بمنزلہ لعاب کے ہوا اور اگر چنے کے برابر ہے تو روزہ ٹوٹ جاویگا جیسا کہ عنقریب آویگا او خرج الدم من بین
اسنانه ودخل حلقه یعنی ولم یصل الی جوفه یا نکلا خون دانتون سے اور چلا گیا حلق مین یعنی جوف تک نہین پہونچا ہم نے جو اطلاق ہے ظاہر اسکا معلوم
ہوتا ہے کہ اگرچہ خون غالب ہو تب بھی روزہ نہین جاتا اور وجیز مین اسی کی تصحیح کی ہے جیسا کہ سراج مین ہے اور کہا ہے کہ وجہ یہ ہے کہ عادۃً اس سے احتراز ناممکن ہے
اور چونکہ یہ قول اکثر کے مخالف تھا اسلیے شارح نے مصنف کے کلام کو حمل کیا اسپر کہ جوف مین نہ پہونچے مصنف کی اتباع سے کہ آپ نے اپنی شرح مین لکھا ہے
اما اذا وصل فان غلب الدم او تساویا فسد والا لا الا اذا وجد طعمه بزازیہ لیکن جبکہ پہونچے جوف مین پس اگر خون غالب ہو یا خون اور تھوک دونون
برابر ہون تو روزہ فاسد ہوگا اور جو نہین تو نہین فاسد ہوگا مگر جبکہ پاوے اسکا مزہ کذا فی البزازیہ واستحسنه المصنف وهو ما علیه الاکثر وسیجی اور
اسکو مصنف نے پسند کیا ہے اور یہ تفصیل جو مذکور ہوئی وہ ہے جسپر اکثر مشائخ ہین اور قریب ہے کہ آویگا یعنی مصنف کا پسند کرنا ہم نے اسکے قول الا ان یجد
الطعم فی حلقه مین اور انتشار ضمائر کا اس جگہ مخفی نہین ہے قال الشامی او طعن برمح فوصل الی جوفه وان بقی فی جوفه یا کوچہ دیا جاوے نیزہ سے
پھر پہونچ جاوے جوف تک اگرچہ اندر باقی رہجاوے یعنی نیزہ کی نوک تو روزہ نہین جاتا ہم اسکی تصحیح قاضی خان اور ایک جماعت نے کی ہے اور
جامع صغیر کی شرح مین کہا ہے کہ اگر نوک اندر باقی رہجاوے تو اسکو کتاب مین ذکر نہین کیا اور اسمین اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے
جیسا لکڑی دبر مین چڑھانے سے اور بعضون نے کہا ہے کہ نہین ٹوٹتا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اسکی طرف سے کوئی فعل نہین پایا گیا اور نہ اسمین اسکے بدن کی
اصلاح ہے انتہی قال الشامی کما لو القی حجر فی الجائفة او نفذ السهم من الجانب الآخر جیسے اگر ڈالی جاوے کنکری اس زخم مین جو جوف تک پہونچا
ہوا ہے یعنی غیر شخص نے ڈالدی ہو تو روزہ نہین جاتا کیونکہ اسکا فعل کچھ نہین اور نہ اسکے بدن کی اصلاح ہے بخلاف اسکے کہ جائفہ کی دوا کی ہو کہ اس
روزہ جاتا رہیگا یا تیر اس طرف سے دوسری طرف نکلجاوے یعنی اس سے بھی روزہ نہین جاتا ولو بقی النصل فی جوفه فسد اور اگر پیکان اندر باقی رہگیا
تو روزہ ٹوٹ گیا ہم یہ ایک ہے دونون قولون مذکورون مین کا اسواسطے کہ نیزہ کی نوک اور تیر کی بھال مین فرق نہین ہے فتح القدیر مین تصریح
کی ہے کہ خلاف دونون مین جاری ہے اور روزہ باقی رہنے کی ایک جماعت نے تصحیح کی ہے اور زیلعی نے جزم کیا ہے کہ دونون مین عدم افطار صحیح ہے اور
اس سے معلوم ہوا کہ کلام شارح مین اضطراب ہے کہ پہلے مین صحیح قول نقل کیا اور دوسرے مین اسکا مقابل قال الشامی او ادخل عودا ونحوه فی مقعدہ
وطرفه خارج وان غیبه فسد یا داخل کر لیا لکڑی وغیرہ کو دبر مین اسطرح کہ ایک کنارہ اسکا باہر ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر سب اندر چڑھالے تو
ٹوٹ جاویگا وکذا لو ابتلع خشبة او خیطا ولو فیه لقمة مربوطة الا ان ینفصل منها شئ اور روزہ نہین جاتا اگر نگل لی لکڑی یعنی اگر حلق مین غائب ہو جاویگی
تو جاتا رہیگا نہین تو نہین یا نگل لے دھاگا اگرچہ اس مین لقمہ بندھا ہوا ہو مگر یہ کہ اسمین سے کچھ جدا ہو جاوے یعنی پیٹ مین رہجاوے
تو روزہ جاتا رہیگا ومفاده ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع اور حاصل اسکا یہ ہے کہ اندر داخل ہونے والی چیز کا
ٹھہرنا پیٹ مین شرط ہے فساد صوم کی کذا فی البدائع ہم یعنی جب فقہا نے تصریح کر دی کہ داخل ہونے والی چیز مین سے اگر کچھ جدا ہوگا تو
روزہ جاتا رہیگا نہین تو نہین اس سے معلوم ہوا کہ چیز کا پیٹ مین رہجانا شرط ہے کذا فی الطحاوی او ادخل اصبعه الیابسة فیه

اسی دبرہ ام فرجہا ولو مبتلۃ فسد اور روزہ نہیں جاتا اگر سوکھی انگلی دبر میں دی یا عورت نے اپنی فرج میں اور اگر انگلی تر ہو تو فاسد ہوگا ام ادخل
کی ضمیر شخص صائم کیطرف پھرتی ہی جو شامل ہی مذکر و مونث کو قالہ الشامی ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی طرفہا فی فرجہا الخارج لا
اور اگر عورت نے اپنے اندر روئی رکھی اگر غائب ہوگئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر ایک جانب فرج خارج میں نکلی ہوئی رہی تو نہیں ٹوٹتا
ولو بالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد وہذا قلما یکون ولو کان فیورث داء عظیما اور اگر استنجا میں مبالغہ کیا یہانتک کہ پانی حقنہ
کی جگہ تک پہونچ گیا تو روزہ فاسد ہوگیا اور یہ بہت کم ہوتا ہی اور اگر واقع ہو تو بیماری سخت کا موجب ہوتا ہی ام موضع حقنہ سے مراد وہ
جگہ ہی جہاں دوا آلہ کے وسیلے سے امعا میں گرتی ہی اونزع انجماع حال کونہ ناسیا فتذکر فنزع وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانہ
کالاحتلام یا جماع کرتا تھا بھول کر پھر نکال لیا یاد آگیا تھی یعنی اس سے روزہ نہیں جاتا ایسا ہی روزہ نہیں ٹوٹتا اگر قبل الفجر عمداً جماع کیا
پھر نکال لیا فجر ہوتے ہی اگرچہ منی نکلی ہو نکالنے کے بعد کیونکہ یہ بمنزلہ احتلام کے ہی ولو مکث حتی امنی ولم یتحرک قضی فقط وان حرک قضی
وکفر اور اگر ٹھہرا رہا یہانتک کہ منی خارج ہوگئی اور حرکت نہیں کی تو صرف قضا لازم ہی اور اگر اپنے نفس کو حرکت دی اور منی خارج ہوئی تو قضا اور
کفارہ دونوں لازم ہیں ام حتی امنی فساد کی شرط نہیں ہی صرف کفارہ کے حکم بیان کرنیکے لیے ذکر کیا ہی شارح نے یہاں صرف روایت وجوب کفارہ کا
ذکر کیا ہی حالانکہ فتح القدیر وغیرہ میں دونوں روایتیں ذکر کی ہیں بدون تصحیح کے اور بدائع میں ہی کہ عدم الفساد اس صورت میں ہی کہ نکال لے
بعد یاد آنیکے یا طلوع فجر کے لیکن جب نہ نکالا اور اسی حالت پر باقی رہا تو پھر دیکھنا ہی کفارہ نہیں ظاہر الروایت میں اور روایت ہی امام ابو یوسف
سے کہ کفارہ صرف طلوع فجر میں واجب ہی نہ یاد آنیکی صورت میں اسواسطے کہ ابتدا جماع قصداً تھی اور جماع ابتداً و انتہاءً ایک ہی تو جماع عمداً
سے کفارہ واجب ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہی کہ کفارہ واجب ہوتا ہی روزہ کے توڑنے سے اور توڑنا ہوتا ہی بعد وجود کے اور اسکا جماع میں
مشغول رہنا وجود صوم کو منع کرتا ہی پس چونکہ توڑنا صوم کا متحقق نہوا اسلیے کفارہ بھی لازم نہ آیا انتہی پس یہ عبارت دلالت کرتی ہی کہ عدم وجوب
کفارہ یاد آنے کیصورت میں متفق علیہ ہی کیونکہ ابتداً جماع اس صورت میں عمداً نہ تھی اور جماع فعل واحد ہی پس اسوجہ سے شبہہ آگیا اور دوسری
وجہ یہ ہی کہ اسمیں شبہہ ہی خلاف امام مالک کا یعنی انکے نزدیک بھولکر کھانے یا جماع سے بھی روزہ جاتا رہتا ہی اب اگر قصداً جماع کریگا تو انکے نزدیک
کفارہ نہیں غرضکہ خلاف صرف طلوع فجر میں ہی نہ یاد آنے کیصورت میں اور ظاہر الروایت کی وجہ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہی کہ تحریک نفس اور غیر
تحریک میں کچھ فرق نہیں ہی قالہ الشامی کما لو نزع ثم اولج حیث یکفر واجب ہی کفارہ اگر نکال لیا پھر داخل کیا ام یعنی دونوں مسئلوں میں کیونکہ
خلاصہ میں ہی اگر یاد آنے پر نکال لیا پھر عود کیا تو کفارہ واجب ہی اور ایسا ہی مسئلہ صبح کا الخ لیکن مسئلہ مذکورہ میں چاہیے کہ کفارہ نہو جیسا معلوم
ہو چکا کہ اسمیں شبہہ خلاف امام مالک کا ہی اور شاید یہ دوسرے قول پر مبنی ہو جسمیں اعتبار اسکا نہیں ہی اورمی اللقمۃ من فیہ
عند ذکرہ او طلوع الفجر ولو ابتلعہا ان قبل اخراجہا کفر وبعدہ لا یا پھینک دیا لقمہ اپنے منہ میں سے روزہ یاد آتے ہی یا فجر ہوتے ہی
روزہ نہیں جاتا اور اگر نگل لیا اس طرح کہ منہ میں سے نہیں نکالا اور نگل گیا تو کفارہ لازم ہی اور اگر منہ سے نکال کر آگے ہو کے
کھا گیا تو کفارہ لازم نہیں ام کیونکہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہی اور یہی اصح ہی جیسا شرح وہبانیہ میں محیط سے منقول ہی قالہ الشامی
او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل یعنی فی غیر السبیلین کسرۃ وفخذ یا جماع کیا غیر فرج میں یعنی قبل اور دبر کے سوا یعنی دوسری
جگہ میں مثل ناف اور ران کے اور انزال نہوا تو روزہ نہ جائیگا ام یہاں مراد فرج سے قبل اور دبر دونوں ہیں اسواسطے کہ فرج اگرچہ
دبر کو شامل نہیں لغۃً لیکن باعتبار حکم کے شامل ہی کیونکہ مغرب میں کہا ہی کہ فرج آگے کا عضو مخصوص مرد اور عورت کا ہی باتفاق

اہل لغت کے جو کہا ہے کہ قبل اور دبر دونوں فرج میں حکم میں قالہ الشامی وکذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریماً لحدیث ناکح الید ملعون اور ایسا ہی منی نکالنا
ہاتھ سے غیر مفسد ہے اگرچہ مکروہ تحریمی ہے بموجب حدیث ناکح الید ملعون کے یعنی یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ انزال نہو لیکن اگر انزال ہو تو قضا
لازم ہوگی جیسا مفسدات میں تصریح آویگی اور یہی مختار ہے مگر شارح کے کلام سے تبادر انزال ہی ہے بقرینہ ما بعد کے پس یہ بنی ہے غیر مختار پر قالہ الشامی
ولو خاف الزنی یرجی ان لا وبال علیہ اور اگر زنا کے خوف سے منی ہاتھ سے نکالی ہو تو توقع ہے خدا سے کہ اس فعل کا اُسپر کچھ وبال نہو ہم
معراج میں ہے کہ اگر اس فعل سے ارادہ تسکین شہوت مفرطہ کا ہے جو دل کو احاطہ کر رہا ہے اور یہ شخص بے نکاح ہے نہ بی بی ہے نہ باندی یا ہے لیکن
اُس تک پہونچنے کی قدرت نہیں تو ابو اللیث نے کہا ہے کہ میں توقع رکھتا ہوں کہ اُسپر وبال نہو لیکن جس صورت میں کہ مزہ لینے کے لیے کریگا
تو گنہگار ہوگا کذا فی الشامی او ادخل ذکرہ فی بہیمۃ او میتۃ من غیر انزال یا اپنا عضو مخصوص کسی چوپایہ میں داخل کیا یا انسان مردہ میں بغیر
انزال کے یعنی اس سے صوم نہیں جاتا اگر انزال ہوگا تو قضا لازم ہوگی او مس فرج بہیمۃ او قبلہا فانزل یا کسی جانور کی پیشاب گاہ کو ہاتھ
لگایا یا اُسکا منھ چوم لیا پھر انزال ہوا ہم یعنی باوجود انزال کے اس صورت میں روزہ نہیں جاتا تو بغیر انزال بطریق اولی نجاویگا اور بحر
اور زیلعی وغیرہ میں اجماع نقل کیا ہے کہ روزہ نہیں جاتا اس صورت میں اگرچہ انزال بھی ہو جاوے قالہ الشامی او اقطر فی احلیلہ ماء او دہنا
وان وصل الی المثانۃ علی المذہب یا ٹپکایا اپنے عضو کے سوراخ میں پانی یا تیل اگرچہ مثانہ تک پہونچ جاوے صحیح مذہب یہ ہے یعنی اس سے بھی
روزہ نہیں جاتا یہ قول ہے ابو حنیفہ کا اور محمد بھی اُنکے ساتھ ہیں اظہر روایت کے موافق اور ابو یوسف کہتے ہیں کہ روزہ جاتا رہتا ہے
اور اختلاف مبنی ہے اس بات پر کہ مثانہ اور جوف میں منفذ ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اُنمیں منفذ نہیں اور پیشاب اُسمیں براہ مسامات
ترشح کے جمع ہوتا ہے اطبا ایسا ہی بیان کرتے ہیں زیلعی اس سے معلوم ہوا کہ پانی یا تیل اگر ذکر کی نلی میں رہ جاوے تو بالاتفاق روزہ فاسد نہوگا
قالہ الشامی واما فی قبلہا فمفسد اجماعا لانہ کالحقنۃ لیکن پانی یا تیل عورت کی شرمگاہ میں ڈالنا روزہ کا مفسد ہے بالاجماع کیونکہ وہ مانند حقنہ کے ہے
او اصبح جنبا وان بقی کل الیوم او اغتاب من الغیبۃ یا حالت جنابت میں صبح ہوگئی اگرچہ تمام روز جنب میں رہا یا غیبت کی تب بھی روزہ نہیں جاتا
او دخل انفہ مخاط فاستشمہ فدخل حلقہ وان نزل لراس انفہ یا داخل ہوا اُسکی ناک میں یعنی منہ سے اُتر آیا رینٹ پھر اوپر کو کھینچ لیا پس
حلق میں چلا گیا اگرچہ ناک کی پھننگ تک آ جاوے ہم یعنی ان سب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کما او ترطب شفتاہ بالبزاق عند الکلام ونحوہ
فابتلعہ او سال ریقہ الی ذقنہ کالخیط ولم ینقطع فاستنشقہ جیسا اگر تر ہو جاویں ہونٹھ تھوک سے بات کرنے وغیرہ میں پھر اُسکو نگل جاوے
یا پہونچ جاوے لعاب اُسکا ٹھوڑی تک مثل دھاگے کے اور تار نہ ٹوٹے پھر اُسکو سانس سے چڑھا لیوے ہم بعض نسخ میں فاستنشقہ
ہے استنشاق سے اور وہ مناسب نہیں کیونکہ استنشاق ناک سے ہوتا ہے ولو عمدا خلافا للشافعی فی القادر علی مج النخامۃ فینبغی الاحتیاط اگرچہ اوپر
چڑھا لینا یا کھینچ لینا رینٹ اور تھوک کا بالقصد ہو یعنی انسے روزہ نہیں جاتا برخلاف امام شافعی کے اُسمیں جو قدرت رکھتا ہو کھنکار کے پھینکنے کی
یعنی باوجود قدرت کے اگر نگل جاویگا تو اُنکے نزدیک روزہ فاسد ہو جاویگا پس احتیاط چاہیے ہم کیونکہ اختلاف کی رعایت مندوب ہے
اور یہ فائدہ ابن شحنہ نے بیان کیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بلغم نگل جاوے بعد اسکے کہ کھنکار نے کے باعث حلق سے
منھ میں آ گیا ہو تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا قالہ الشامی او ذاق شیئا بفمہ وان کرہ یا چکھی کوئی چیز منھ سے اگرچہ چکھنا
مکروہ ہے لم یفطر جواب الشرط نہیں ٹوٹتا روزہ ان صورتوں مذکورہ میں شارح نے کہا کہ لم یفطر جواب ہے شرط کا جو شروع باب میں
مذکور ہے یعنی اذا اکل الخ وکذا لو فتل الخیط ببزاقہ مرارا وان بقی فیہ عقد البزاق اور یہی حکم ہے اگر دھاگا بٹا تھوک میں

تر کرکے چند بار اگرچہ اسمیں تھوک کی گرہ باقی رہگئی ہو ہم یعنی جب تاگا بانٹنے کا ارادہ کرے اور تھوک میں اسکو بھگووے پھر اسکو منھ میں چند بار
ڈالے اگرچہ کچھ تھوک مجتمع تاگے میں لگا رہجاوے تو روزہ نہ جاویگا اور زندویسی کے نظم میں ہے کہ روزہ جاتا رہتا ہے کذا فی القنیہ قال الشامی
الا ان یکون مصبوغا وظہر لونہ فی ریقہ وابتلعہ ذاکرا لکہ جبکہ ہو تاگا رنگین اور اسکا رنگ تھوک میں ظاہر ہو پھر اسکو نگل جاوے اور روزہ
یاد ہو تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاویگا ونظمہ ابن الشحنۃ فقال ـــہ وکرہ بل الخیط بالریق فاتلا ÷ بادخالہ فی فیہ لا یتضرر ÷ اور اسکو
ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا کہ بار بار تاگا بھگونے والا تھوک میں بانٹتے ہوئے نہیں نقصان اٹھاتا ہے تاگا منھ میں داخل کرنے سے یعنی صوم فاسد
نہیں ہوتا مگر یہ جملہ اضافت ہے اور بالریق متعلق بل کے اور بادخالہ متعلق خبر کے ہے ـــہ وعن بعضہم ان یبلع الریق بعد ذا ÷ یفطر کصبغ لونہ فیہ
یظہر ÷ اور بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اگر تھوک نگل جاوے بعد تکرار ادخال کے تو روزہ کو نقصان کرتا ہے جیسا رنگا کہ اسکی رنگت تھوک میں
ظاہر ہو یعنی جیسا رنگا ہوا تاگا نگلنے کا روزہ ٹوٹتا ہے اور اسمیں خلاف نہیں ہے اور لونہ کی ضمیر صبغ کی طرف پھرتی ہے اور فیہ کی ضمیر ریق کی طرف اور
یظہر متعلق ہے یظہر سے کذا فی الطحطاوی وان افطر خطأ کان تمضمض فسبقہ الماء او شرب نائما او تسحر او جامع علی ظن عدم الفجر اور اگر افطار کیا خطا
سے جیسے کلی کی اور منھ میں پانی چلا گیا یا پی لیا سوتے میں یا سحر کھائی یا جماع کیا اس گمان پر کہ صبح نہیں ہوئی ہم او افطر الخ شرط ہے اور آگے
جزا آگے مذکور ہوگی یعنی قضی فقط اور یہاں سے شروع ہے قسم ثانی کا یعنی جس سے قضا لازم آوے نہ کفارہ اور خطا سے افطار کرنے کے یہ معنی
کہ ایسا فعل مقصود کرے جس سے روزہ ٹوٹ جاوے لیکن قصد روزہ ٹوٹنے کا نہو کذا فی النہر ان الخ حاصل یہ کہ اگر کلی کرتے ہوئے پانی حلق تک
چلا گیا پس اگر روزہ یاد ہے تو جاتا رہا نہیں تو نہیں جاتا اور سوتے کو حقیقی ظاہر اسلئے نہیں یہ کلام ہے کہ نائم کا فعل عمدا نہیں یا ان سے بالاتفاق صحیح کی ہے
مکرہ اور نائم مخطی کے مانند ہیں بھولنے والے کے حکم میں نہیں کیونکہ نائم اور مجنون کا ذبیحہ حلال نہیں اور بسم اللہ بھولنے والے کا ذبیحہ حلال ہے کذا فی البحر
عن الخانیہ رحمتی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ نسیان عذر سمجھا گیا بسم اللہ ترک کرنے میں بخلاف نوم اور جنون کے سو اسی طرح مفطرات میں نسیان عذر ہوا
کیونکہ اکثر واقع ہوتا ہے اور ذبح کرنا اور مفطرات کا استعمال کرنا حال نوم میں یا جنون میں نادر الوقوع ہے اسلیے نسیان کے ساتھ ملحق نہوا قالہ الشامی او جر مکرہا
یا اسکے حلق میں کوئی چیز ڈالیجاوے بزور ہم حلق میں ڈالنا شرط نہیں ہے بلکہ اگر کھا لیا یا پی لیا زبردستی سے تب بھی روزہ فاسد ہو جاویگا پس لفظ او جر
اگر ساقط کیا جاوے تو بہتر ہے تاکہ شامل ہو صورت مذکورہ کو اور شامل ہو اس اکراہ کو کہ جماع پر کیا گیا ہو قالہ الشامی او نائما یا حلق میں ڈالی جاوے کوئی چیز
سونے کی حالت میں یعنی تب بھی قضا لازم ہوگی واما حدیث رفع الخطاء فالمراد رفع الاثم اور وہ حدیث جسمیں خطا کے رفع کا ذکر ہے پس اس سے مراد
رفع گناہ کا ہے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رُفِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَاءُ وَالنِّسْیَانُ وَمَا اسْتُکْرِھُوْا عَلَیْہِ امام شافعی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں
کہ مخطی اور مکرہ کا روزہ قائم رہتا ہے کیونکہ وہ مانند بھولنے والے کے ہے مرفوع القلم ہیں اسکے جواب کی تقریر یہ ہے کہ حکم بیان سے صحیح کلام کے لیے
مقدر ہے تو اقتضا ثابت ہے اور مقتضی کے لیے عموم نہیں ہوتا یعنی جب رفع اثم مراد ہوا کہ حکم اخروی ہے تو دوسرے معنوں کا ارادہ یعنی حکم
دنیاوی کا کہ فساد صوم ہے درست نہیں اور بھولنے والے کا روزہ جو سلامت رہتا ہے تو وہ دوسری حدیث کی جہت سے ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص
بھول جاوے اور روزہ سے ہو پھر کھاوے یا پیوے تو چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالی نے اسکو کھلایا اور پلایا ورنہ قیاس
اسمیں بھی یہی چاہتا تھا کہ روزہ فاسد ہوتا اور اسکی بحث مطولات اور اصول میں ہے وفی التحریر المؤاخذۃ بالخطأ جائزۃ عندنا خلافا
للمعتزلۃ اور تحریر میں ہے کہ خطا پر مواخذہ ہمارے نزدیک جائز ہے یعنی عقلا کما فی شرح التحریر ہے بخلاف معتزلہ کے او اکل او جامع
ناسیا او احتلم او انزل بنظر او ذرعہ القئ فظن انہ افطر فاکل عمدا للشبہۃ یا کھایا یا جماع کیا بھولکر یا احتلام ہو گیا

یا انزال ہو گیا یا قطرہ سے باقی آگئی اور ان صورتوں مذکورہ میں اُسنے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جانکر کھالیا یا جماع کیا تو قضا لازم ہوگی نہ کفارہ شبہہ کی
جہت سے ہم یعنی کفارہ اس جہت سے لازم نہیں ہوا کہ گمان اشتباہ کی صورت میں ہوا اسلیے کہ کھانا پینا جماع کرنا سہو سے مشابہ ہے کھانے
پینے جماع کرنے کے قصد ہی سے کہ تو ثابت قصدی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اُسنے جماع سہو کو اُسی پر گمان کر لیا اور شبہہ اختلاف علما کا بھی ہے کیونکہ امام مالک
کہتے ہیں کہ روزہ جاتا رہتا ہے بھول کر کھانے سے اور قے آنا مشابہ ہے قصداً قے کرنے کو اور ایسا ہی ہے احتلام کیونکہ آخر خروج منی کا ہے شہوت سے پس
قضا شہوت عمداً کے مشابہ ہے اور اگر وہ جانتا ہے کہ ان امور سے روزہ نہیں گیا پھر کھالیا تو بیشک کفارہ بھی لازم آویگا کیونکہ شبہہ اختلاف کا نہیں ہے
کما فی الشامی لو علم عدم فطرہ لزمہ الکفارۃ الا فی مسألۃ المتن فلا کفارۃ مطلقا علی المذہب بسبب شبہۃ خلاف مالک خلافا لما فی المجمع وشرحہ فقید الاولین
انما ہو لبیان الاتفاق اور اگر جانتا ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹا تو اُسکو کفارہ لازم ہے مگر متن کے مسئلہ میں یعنی جب بھول کر کھاوے یا جماع کرے پھر جانے
کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر کھاوے قصداً کیونکہ اسمیں کفارہ نہیں ہے بنا بر مذہب صحیح کے سبب یعنی افطار کا علم ہو یا نہ ہو بخلاف قول صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک تو
کے مسئلہ میں بھی کفارہ لازم ہے جب جانتا ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹا جیسا مجمع اور اسکی شرح میں ہے پس ظن کی قید واسطے بیان مسئلہ متفق علیہ کے ہے اور دوا
اعتراض مسئلہ علم کے او احتقن او استعط او اقطر فی اذنہ شیئا او اقطر فی اذنہ دہنا یا حقنہ کرایا یا ناک کی راہ کوئی چیز چڑھالی یا ٹپکایا کان میں تیل اور دوا کی
جائفۃ او آمۃ فوصل الدواء حقیقۃ الی جوفہ ودماغہ جائفہ اُس زخم کو کہتے ہیں جو پیٹ تک پہنچے یا پار ہو جاوے اور آمہ اُس زخم کو کہتے ہیں جو
ام الدماغ یعنی دماغ کی جھلی تک پہنچ جاوے ہڈی توڑ کر یعنی یا دوا کی جائفہ کی یا آمہ کی پھر پہنچی دوا حقیقت میں جوف تک جائفہ میں اور
دماغ تک آمہ میں ہم نے جو کہا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ درمیان جوف راس اور جوف معدہ کے منفذ اصلی ہے پس جو چیز سر میں پہنچی ہو وہ پیٹ تک پہنچ جاتی ہے
اور حقیقت میں دوا پہنچے سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جو ظاہر الروایت میں واقع ہوا ہے کہ فساد دوا تر کے ساتھ مقید ہے یہ عادت پر مبنی ہے کہ دوا
پہنچ جاتی ہے نہ خشک ورنہ فی الحقیقت وصول معتبر ہے یہانتک کہ اگر جانے کہ خشک دوا پہنچ گئی تو فاسد ہوگا یا جانے کہ دوا تر نہیں پہنچی تو فاسد
نہوگا اور خلاف اس صورت میں ہے کہ معلوم نہو یقینا تو ترکی صورت میں فاسد ہوگا امام کے نزدیک نظراً الی العادۃ اور صاحبین کے نزدیک نہیں کذا افادہ فی الفتح
قالہ الشامی او ابتلع حصاۃ ونحوہا مما لا یاکلہ الانسان او یعافہ او یستقذرہ یا کنکری وغیرہ نگل گیا یعنی ایسی چیز جسکو انسان نہیں کھاتا ہے یا مکروہ جانتا ہے
یا نفرت کرتا ہے ہم کنکر وغیرہ کے کھانے میں قضا واجب ہے کیونکہ صورۃً افطار موجود ہے اور کفارہ لازم نہیں آتا کیونکہ معنی افطار نہیں پایا گیا یعنی جوف میں پہنچنا
ایسی چیز کا جسمیں نفع بدن کا ہو غذا ہو یا دوا اسلیے کفارہ منتفی ہوا قالہ الشامی عن النہر ونقلہ ابن الشحنۃ فقال ... ویستقذرہ ... یاکل ... نقلنا
وکلہ التکفیر یلغی ... اور اسکو ابن شحنہ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور ضمیر یاکل ہے نوع انسانی کا تو اسکے کھانے میں کفارہ
نظرا او فطر ذکرہ ہو او لم ینو فی رمضان کلہ صوما ولا فطرا مع الامساک لشبہۃ خلاف زفر یا نیت نکی تمام رمضان میں نہ روزہ کی نہ افطار کی باوجود امساک
کے کیونکہ اسمیں خلاف زفر کا ہے ہم یعنی صرف قضا لازم ہے کفارہ اسواسطے نہیں کہ امام زفر کا اختلاف ہے کہ اُنکے نزدیک وہ صائم ہے کیونکہ اُنکے نزدیک
صحت واقامت وامساک چاہیے گو نیت نہو اور تعلیل میں اولی یہ ہے کہ بیان کیا جاوے کہ عدم نیت کی جہت سے صوم ہی متحقق نہوا جسکے توڑنے سے
کفارہ لازم آتا اور بسبب شبہہ کے ساتھ قول کے تحقق کے بعد ہوتا ہے جیسا مسئلہ آئندہ میں ہے قالہ الشامی او اصبح غیر ناو للصوم فاکل عمدا ولو بعد النیۃ
قبل الزوال لشبہۃ خلاف الشافعی یا صبح کی اس حال میں کہ نیت صوم کی نہیں کی پھر جانکر کھالیا اگرچہ زوال سے پہلے نیت کرنیکے بعد کھایا ہو تو قضا لازم ہے
نہ کفارہ بسبب شبہہ خلاف شافعی کے ہم کیونکہ صوم اُنکے نزدیک نہیں صحیح دن کی نیت سے جیسا مطلق نیت سے بھی نہیں صحیح ہے تو اُنکے نزدیک روزہ ہی نہیں
جسکے توڑنے سے کفارہ لازم آوے قال الحلبی ومفادہ ان الصوم بمطلق النیۃ کذلک اور اس سے مستفاد ہوا کہ روزہ کا حکم مطلق نیت کے ساتھ بھی یہی ہے

میں اصل بقاء روزہ ہے پس اس میں ایک روایت ہے کہ کفارہ واجب ہو قال الشامی والاظہر انہ ... الحال علم الیقین فی ظاہر الروایۃ اور اگر حال منکشف نہ ہو تو قضا
لازم نہیں ظاہر الروایت میں ہم یعنی جس صورت میں کہ رات کے شب کا گمان ہو یا شک ہو یا سحر کھا دے اور یقین صحیح ہونے کا نہ ہو تو قضا بھی لازم نہیں
کیونکہ اصل یہ ہے کہ شب باقی ہے پس خروج شک سے ثابت نہ ہوگا کذا فی البحر والمسالۃ تفرع علی ستۃ وثلثین محلہا المطولات اور مسئلہ کل صورتیں ۳۶
طور پہ اسکے ذکر کی جگہ بڑی کتابیں ہیں ہم یہاں مذکور ہے کہ صور مذکورہ اس طرح نکلتی ہیں کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک مباح کرنے والی افطار کی چیز
کی یعنی رات کا ہونا دوم حرام کرنیوالی یعنی دن کا ہونا تو ان دونوں میں سے ہر ایک میں یا گمان غالب ہے یا صرف گمان ہے یا شک ہے تو یہ چھ ہوئیں پھر
ان میں سے ہر ایک کی تین قسمیں ہیں یا یہ کہ جو کچھ اسنے سمجھا وہی صحیح نکلا یا غلط یا کچھ حال معلوم نہ ہوا یعنی منکشف نہ ہوا اور ان اٹھارہ قسموں میں سے
ہر ایک یا ابتداء صوم میں یعنی سحر کے وقت ہے یا انتہاء صوم میں یعنی افطار کے وقت سو یہ ۳۶ ہوئیں اور اسمیں نظر ہے کیونکہ تقسیم اول میں فرق کیا ہے
ظن میں اور غلبہ ظن میں اور اسمیں کچھ فائدہ نہیں کیونکہ یہ دونوں احکام میں متحد ہیں اگرچہ مفہوم مختلف ہوں اسواسطے کہ ایک جانب کے راجح ہونے کو
ظن کہتے ہیں پس اگر وہ ترجیح زیادہ ہو کہ قریب بیقین کے ہو وے تو اسکو غلبہ ظن اور اکبر رائے بولتے ہیں اسی جہت سے بحر میں ۲۴ قسمیں کی ہیں پھر
نہر اور بحر دونوں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ شک کو دو بار شمار کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہے کہ مباح کرنیوالی چیز میں بھی لیا جاوے اور حرام کرنیوالی میں بھی کیونکہ
جب ایک میں شک ہوا تو دوسری میں شک یقیناً ہوگا اسی جہت سے کہ شک میں دونوں طرفین برابر ہوتی ہیں بخلاف ظن کے لیکن تقسیم صحیح اسطرح
کرنی چاہیئے کہ با وجود مبیح کا ظن ہو یا وجود محرم کا ظن ہو یا شک ہو اور ہر ایک ان میں سے یا ابتداء صوم میں ہو یا انتہا میں اور چھ صورتیں ہو یا یہ کہ
منکشف ہو جاوے وجود مبیح کا یا وجود محرم کا یا نہ منکشف ہو پس یہ اٹھارہ ہوئے تو ابتداء صوم میں اور نو انتہا میں اسیواسطے شارح نے سوا اٹھارہ
کے اور نہیں ذکر کیں اور انھیں کے احکام بیان کیے یعنی اگر سحر کھائی رات کے گمان سے پس اگر رات ظاہر ہوئی یا کچھ ظاہر نہ ہوا تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہیں اور اگر
معلوم ہوا کہ فجر طالع ہو گئی تو اسپر صرف قضا ہے اور یہی حال ہے شب رات میں شک ہوا اور اگر سحر کھائی طلوع فجر کے گمان پر پس اگر واضح ہوا کہ فجر ہو گئی تھی تو اسکے
ذمہ صرف قضا ہے اور اگر کچھ منکشف نہ ہوا تو اسکے ذمہ کچھ نہیں ظاہر الروایت میں اور کہا گیا ہے کہ قضا کرے احتیاطاً اور اگر واضح ہوا کہ ابھی رات ہے تو اسکے
ذمہ کچھ نہیں پس یہ نو صورتیں ابتداء صوم میں ہوئیں اور اگر گمان کیا کہ سورج غروب ہو گیا پس اگر عدم غروب واضح ہوا تو اسپر صرف قضا ہے
اور اگر غروب واضح ہوا یا کچھ واضح نہ ہوا تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہیں اور اگر غروب میں شک ہوا پس اگر کچھ واضح نہ ہوا تو اسپر قضا ہے اور لزوم کفارہ میں
دو روایتیں ہیں اور اگر موجود ہونا شمس کا پایا گیا تو اسپر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں اور اگر ظاہر ہوا کہ آفتاب غروب ہو گیا تو کچھ لازم نہیں
اور اگر گمان کیا تھا عدم غروب کا پھر ظاہر ہوا عدم غروب یا کچھ ظاہر نہ ہوا تو اسپر قضا اور کفارہ دونوں ہیں اور اگر غروب منکشف ہوا تو کچھ
لازم نہیں اور یہ نو انتہا میں ہوئیں حاصل یہ ہے کہ اٹھارہ میں سے دس صورتوں میں کچھ لازم نہیں ہے یعنی نہ قضا لازم ہے نہ کفارہ اور
چار صورتوں میں صرف قضا لازم ہے اور چار صورتوں میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں کذا فی الشامی عن الحلبی قولہ فی الصور کلہا فقط
تمام صور مذکورہ میں صرف قضا کرے کفارہ لازم نہیں ہم صور کلہا سے مراد وہ ہیں جو مذکور ہوئیں وان افطر خطاء الخ تفریع کی
صورتیں جو پہلے بیان کیں کذا فی الشامی کما لو شہد اعلی الغروب وآخران علی عدمہ فافطر ثم ظہر عدمہ اسی طرح صرف قضا لازم ہے اگر شہادت
دی دو شاہدوں نے غروب پر اور دو نے عدم غروب پر پھر افطار کیا پھر ظاہر ہوا عدم غروب ہم کفارہ اسلیے لازم نہ آیا کہ
اسنے شہادت غروب پر اعتماد کیا کذا فی الطحطاوی ولو کان ذلک فی طلوع الفجر قضی وکفر لان شہادۃ النفی لا تعارض شہادۃ
الاثبات اور اگر یہ اختلاف شہود کا طلوع فجر میں ہو تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں کیونکہ شہادت نفی کی نہیں معارضہ

کر سکتی شہادت اثبات کو ہم اسواسطے کہ گواہ اثبات کیواسطے ہوتے ہیں نہ نفی کے لیے تو مثبت کی شہادت مقبول ہوئی نہ نفی کرنیوالے
کی کذا فی البحر واعلم ان کل ما انتفی فیہ الکفارۃ محلہ ما اذا لم یقع منہ ذلک مرۃ بعد اخری لاجل قصد المعصیۃ فان فعلہ وجبت زجرا لہ بذلک
افتی ائمۃ الامصار وعلیہ الفتوی قنیۃ وہذا حسن نہر اور جان تو کہ جس صورت میں کفارہ لازم نہیں ہے مقصود اس کا محل میں ہو کہ اس شخص سے وہ فعل
بتکرار صادر نہو گناہ کے قصد سے پس اگر اسکو مکرر کریگا تو کفارہ واجب ہوگا اسکے زجر کے لیے یہی حکم دیا ہو شہروں کے اماموں نے اور اسی پر
فتوی ہے کذا فی القنیۃ اور یہ خوب ہے کذا فی النہر والاخیران یمسکان بقیۃ یومہما وجوبا علی الاصح اور دونوں پچھلے (یعنی جنہونے سحر کھالی یا افطار (یعنی افطار) کیا
رات جانکر) امساک کریں باقی روز بسبب وجوب کے اصح روایت میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ امساک مستحب ہے کذا فی الفتح اور اجماع ہے اسپر کہ حائض یا
نفسا اور مریض اور مسافر پر امساک واجب نہیں اور اسپر کہ جو بسبب شک افطار کرے اعتبار یا یوم الشک میں پھر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہے کہ اسپر امساک
بقیہ یوم واجب ہے کذا ذکرہ قاضی خان اور اخیرین کی تخصیص کی وجہ معلوم نہیں ہوتی جیسا شارح بھی اسکی طرف اشارہ کریگا لان الفطر قبیح وترک القبیح
شرعا واجب اسواسطے کہ افطار رمضان میں قبیح ہے اور قبیح کا ترک شرعا واجب ہے ہم فطر سے مراد فطر کے اثر پر کھانا پینا ہے کیونکہ روزہ تو پہلے ہی فاسد
ہو چکا قال الشامی کمسافر اقام وحائض ونفساء طہرتا ومجنون افاق ومریض صح جیسا امساک واجب ہے مسافر پر کہ مقیم ہو گیا اور
حائضہ اور نفسا پر کہ پاک ہوئی ہوں اور مجنون کہ ہوش میں آیا اور مریض جو اچھا ہو گیا ثم مسافر مقیم ہوا یعنی دوپہر کے بعد یا دوپہر سے پہلے
مگر کھانا کھانے کے بعد اور اگر دوپہر اور کھانے سے پیشتر مقیم ہوگا تو روزہ لازم ہوگا اگرچہ نیت افطار کی کرچکا ہو جیسا اگلی فصل میں آویگا اور ان
مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص آخر روز ایسی حالت پر ہو جاوے کہ اگر اس حالت پر اول روز ہوتا تو روزہ لازم ہوتا ہیں اسکے ذمہ امساک لازم ہے
کذا فی الخلاصۃ والنہایۃ والغایۃ اور چونکہ یہ قاعدہ جمیع افراد کو جامع نہیں ہے کیونکہ اسمیں سے خارج ہے وہ شخص جو یوم الشک میں صبح کو مفطر ہے
اور وہ جو رات کے گمان سے سحر کھالے یا افطار کرلے غروب کے گمان سے اسی واسطے قاعدہ مذکورہ کے بعد بدائع میں جو کہا ہے اور اسی طرح حال
ہے اس شخص کا کہ اسپر روزہ واجب ہوا ہو سبب کے موجود ہونے اور اہلیت کے متحقق ہونے سے مگر اسکا ادا کرنا متعذر ہو گیا ہو جیسے جان کر افطار
کرنے والے یا یوم الشک میں مفطر ہے پھر ظاہر ہوا کہ یہ روز رمضان کا ہے یا سحر کھالی اس خیال سے کہ ابھی صبح نہیں ہوئی پھر معلوم ہوگیا کہ صبح ہوگئی ان صورتوں میں
بھی امساک واجب ہے صائمین کی مشابہت سے انتہی پس بدائع میں وجوب امساک کے دو قاعدے رکھے قال الشامی اور حائض جو پاک ہوئی یعنی بعد فجر
یا فجر کے ساتھ کذا فی الفتح اور مجنون ہوش میں آیا یعنی کھانے کے بعد یا جب نیت کا وقت جاتا رہا ورنہ وہ تو جب نیت کریگا اسکا روزہ صحیح ہوگا اور
ظاہر ہے کہ امساک اسپر بھی واجب ہے جیسا مسافر پر قال الشامی ومفطر ولو مکرہا او خطاء اور جیسے امساک واجب ہے افطار کرنیوالے پر اگرچہ
کسی کے دباؤ سے افطار کیا ہو یا خطا سے ہم مفطر کے لفظ سے تعبیر کیا تاکہ معلوم ہو کہ مفطر سب سے بہتر ہے کسی میں کچھ فرق نہیں اسمیں اشارہ
ہے کہ مصنف کے قول یعنی والاخیران یمسکان الخ کی کوئی وجہ نہیں وصبی بلغ وکافر اسلم اور جیسے امساک واجب ہے لڑکے پر کہ بالغ ہوا یا
کافر پر کہ مسلمان ہوا وکلہم یقضون ما فاتہم الا الاخیرین اور یہ سب جو مذکور ہوئے قضا کریں جو انسے فوت ہوا یعنی اس روز کا روزہ مگر دونوں
پچھلے یعنی لڑکا جو بالغ ہوا یا کافر جو مسلمان ہوا وہ اس روز کے روزہ کی قضا نہ کریں وان افطر الیوم انتہائی الجزء الاول من الیوم کو وہ
دونوں پچھلے افطار کر لیں کیونکہ یہ دونوں اس روز کے اول جزو میں روزہ کے اہل نہ تھے ہم یعنی اصل وجوب ہی کے اہل نہیں تھے ورنہ حائض مسافر
ومریض ہیں کہ انکو اسپر روزہ واجب ہوتا ہے لیکن وجوب ادا انسے ساقط ہے اسلیے قضا واجب ہوئی ہے وہو السبب فی الصوم اور وہی جزو اول سبب ہے صوم کا
ہم یعنی سبب ہے ہر روز کے روزہ کا اور یہ خلاف ہے اسکے جو شمس نے اختیار کیا ہے اور مصنف نے بھی اس کتاب کے اول میں بیان کیا ہے کہ تمام ماہ رمضان

اسکے غیر کے فتوی کا اعتبار نہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ مفتی کیلئے مسائل کا اعتماد کافی نہیں اور حدیث سے مراد یہ حدیث ہے کہ پچھنے
لگانیوالا اور جسکے لگوائے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور امام محمد کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنا ہے اگر کوئی شخص بعد پچھنے کے عمداً کھالیگا تو کفارہ
لازم نہیں اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اقوی ہے مفتی کے قول سے پس اسی شبہہ کی جہت سے کفارہ ساقط ہونا اولی ہے اور امام ابو یوسف
اسکے خلاف کہتے ہیں انکا قول یہ ہے کہ عامی کو اقتدا فقہا کا چاہئے کیونکہ وہ احادیث کی معرفت نہیں رکھتا ہے تو کفارہ ساقط ہونے میں حدیث کا
اسکو کافی نہیں اور حدیث مذکور کی تاویل یہ ہے کہ وہ منسوخ ہے یا انکی مثال میں حدیث وارد ہوئی دو غیبت کرتے تھے پس مراد یہ کہ ثواب روزہ کا جاتا رہا
پس اگر اس تاویل کو جانکر کوئی عمداً بعد پچھنوں کے کھالیگا تو کفارہ واجب ہوگا اسلئے کہ شبہہ نہ رہا کذا فی الشامی ملتقطا والا اذا افتاه المفتی ولم یعلم الاثر
اگرچہ اسی فتوی میں مفتی نے خطا کی اور اگرچہ اس باب میں اثر ثابت نہیں ہم مراد یہ ہے کہ سوائے حدیث افطر الحاجم والمحجوم کے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے
کیونکہ یہ صحیح و ثابت ہے قالہ الشامی الا فی الادہان یعنی مگر تیل لگانا ہے یعنی اگر تیل لگایا ہو پھر کھالیا تو کفارہ دے کیونکہ ایسے عمداً یہ کام کیا بدون کسی
دلیل شرعی کی سند کے اور کسی فقیہ کا فتوی اور حدیث کی تاویل یہاں کارآمد نہیں کیونکہ یہ صورت مشتبہ نہیں ایسے اشخاص پر جنکو ادنی دخل فقہ
میں ہو ایسا ہی شیخ کمال نے نقل کیا ہے بدائع سے لیکن اسکے خلاف ہے جو خانیہ میں ہے کہ جو شخص سر پر لگاوے یا تیل لگاوے بدن کو یا مونچھوں کو [illegible] پھر کھالیوے
قصداً اگر اسپر کفارہ ہے مگر اس صورت میں کہ جاہل ہو اور کسی نے اسکو افطار کا فتوی دیا ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجح یہ ہے کہ استثنا نہ چاہیے
پس شارح کو اولی یہ تھا کہ استثنا نہ کرتا قالہ الشامی وکذا الغیبۃ عند العامۃ یعنی اور یہی حال غیبت کا ہے کہ اگر غیبت کرنے کے بعد قصداً روزہ
توڑے تو اسمیں بھی کفارہ لازم ہے اکثر علما کے نزدیک کذا فی الزیلعی ہم کیونکہ افطار غیبت سے مخالف قیاس کے ہے اور حدیث غیبت سے روزہ ٹوٹنے
کی بالاجماع تاویل کی گئی ہے یعنی مراد یہ ہے کہ ثواب جاتا رہتا ہے بخلاف حدیث حجامت کے کہ بعض علما نے اسکے ظاہر کو بھی اخذ کیا ہے جیسے امام احمد
اور اوزاعی کذا فی الامداد اور علمائے ظاہریہ کا خلاف غیبت میں معتبر نہیں کیونکہ یہ خلاف حادث ہوا ہے بعد اسکے کہ سلف تاویل مذکور کر چکے تھے
کذا فی الفتح لکن جعلها فی الملتقی کالحجامۃ وجزم فی الجوہرۃ بالشبہۃ لیکن غیبت کو ملتقی میں حجامت کے مانند کیا ہے اور اسی کو جوہرہ میں ترجیح دیا ہے کہ شبہہ
کی جہت سے ہم کو معلوم ہوچکا کہ جو خلاف اجماع کے ہو اس سے شبہہ نہیں ہوتا اور عمل اسپر ہے جسپر اکثر مشائخ ہیں واللہ اعلم قالہ الشامی ککفارۃ
المظاہر الثابتۃ بالکتاب واما ہذہ فبالسنۃ کفارہ روزہ کا ویسے مثل کفارہ ظہار کے لیکن کفارہ ظہار کتاب اللہ سے ثابت ہے اور کفارہ
روزہ کا سنت سے ہم یعنی اسکی شکل یہ ہے جسکا بیان یہ ہے کہ اول ایک بردہ آزاد کرے اور اگر نہ پاوے تو دو مہینے کے پیاپے روزے رکھے اور اگر
اسکی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے بموجب حدیث اعرابی کے جو صحاح ستہ میں مذکور ہے پس اگر بیچ روزہ رکھنے میں افطار کرے
اگرچہ عذر سے ہو تو از سر نو رکھے مگر حیض کے عذر سے از سر نو نہ رکھے اور کفارہ قتل میں بھی تتابع شرط ہے اور ایسا ہی جو کفارہ کہ اسمیں تتابع مشروط
ہے کذا فی النہر اور یہ جو کفارہ میں مرد عورت میں غلام آزاد میں بادشاہ وغیرہ میں فرق نہیں قالہ الشامی ومن ثم شبہوہا بہا اور اسی جہت
سے کفارہ صوم کو کفارہ ظہار کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں ہم یعنی چونکہ کفارہ ظہار ثابت بالکتاب ہے تو اعلی درجہ ہوا کفارہ صوم سے کہ ثابت
بالسنت ہے اسلئے ادنی کو اعلی کے ساتھ تشبیہ دیا اور یہ مقتضی ہے اسکو کہ کفارہ ظہار کا منکر کافر ہو اور کفارہ صیام کا منکر کافر نہ ہو
اور تشبیہ میں اشارہ ہے کہ روزہ کے کفارہ کا ظہار کے کفارہ کی مثل ہونا ہر وجہ سے لازم نہیں اس واسطے کہ جماع اثنائے
کفارہ میں تتابع کو قطع کر دیتا ہے کفارہ ظہار میں مطلقاً عمداً ہو یا بھول کر رات کو ہو یا دن کو بخلاف کفارہ صوم وقتل کے کیونکہ
جماع تتابع کو ان دونوں میں نہیں قطع کرتا مگر افطار خواہ [illegible] ہو یا بلا عذر اور غیر عذر سے مراد سوائے حیض کے ہے

نہیں ٹوٹتا سب صورتوں میں بنابر اصح روایت کے اگر اعادہ اور استقاء میں یعنی بقصد خود کرنے میں اور بقصد قے کرنے میں لیکن بشرطیکہ منہ بھر ہو اور روزہ یاد
کذا فی شرح الملتقی فان عاد بلا صنعہ ولو ہو ملاء الفم مع تذکرہ للصوم لا یفسد خلافا للثانی پس اگر از خود ہٹ گئی گو منہ بھر ہو اور یاد ہو کہ
یاد ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا بخلاف امام ابی یوسف کے وان اعادہ او قدر حمصۃ منہ فاکثر حدادی افطر اجماعا ولا کفارۃ فیہ ان ملاء الفم والا لا ہو المختار
اور اگر قصدا قے کو اندر ہٹا لیا یا اسمیں سے ایک چنے کی مقدار یا زیادہ کو قالہ الحدادی تو بالاجماع روزہ جاتا رہا اگر قے منہ بھر کر آئی ہو اور کفارہ لازم نہیں
اور اگر قے ملاء الفم نہ ہو اور کل کو اعادہ کر لیا یا بعض کو تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور یہی مختار ہے ہم او خانیہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور علامہ قاسم نے اسکی تصحیح کی ہے کذا فی البحر
اور قدر حمصۃ میں اشارہ ہے کہ حکم میں فرق نہیں اعادہ کل کا کرے یا ایک چنے کی مقدار کا بشرطیکہ قے منہ بھر ہو حدادی نے سراج میں کہا ہے کہ یہی خلاف کا
کہ ابو یوسف ملاء الفم کا اعتبار کرتے ہیں اور محمد اس شخص کے فعل کو پس ملاء الفم کو حکم خارج کا دیا گیا اور اس سے کمتر کو خارج ہی نہیں کیونکہ منہ کا
سکون ہے اور اس خلاف کا نتیجہ چار مسئلوں میں ظاہر ہوتا ہے ایک یہ کہ ملاء الفم ہو اور از خود عود کر جاوے تو بالاجماع روزہ نہیں جاتا ابو یوسف کے نزدیک
اس جہت سے کہ اسکو حکم خارج کا نہیں اور امام محمد کے نزدیک اس جہت سے کہ اس شخص کے فعل کو اس میں دخل نہیں دوسرا یہ کہ قے ملاء الفم ہو اور اسکا اعادہ
کل کو یا بعض کو چنے کی مقدار تب بالاجماع افطار پایا جاویگا کیونکہ قے خارج کو جوف میں اعادہ کر لیا اپنے فعل سے تیسرا یہ کہ قے ملاء الفم نہیں ہے اور اسکو عود
کیا تو امام محمد کے نزدیک چونکہ اسکی صنع پائی گئی روزہ ٹوٹ گیا اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہیں ٹوٹا کہ قے چہ ہی دہن نہیں ہے چوتھی صورت یہ ہے کہ قے کم
ہو اور خود بقدر نخود عود کر جاوے تو ابو یوسف کے نزدیک روزہ جاتا رہیگا اور امام محمد کے نزدیک نہیں اور یہی صحیح ہے کذا فی الشامی وان استقاء
طلب القی عامدا ای متذکرا لصومہ ان کان ملاء الفم فسد بالاجماع مطلقا اور اگر قصدا قے کی اس طرح کہ روزہ یاد ہو اگر قے ملاء الفم ہو تو روزہ فاسد
ہو گیا بالاجماع ہر صورت میں ہم یعنی خود عود کرے یا اعادہ کرے یا نہ عود ہو نہ اعادہ فتح القدیر میں کہا ہے کہ اسمیں تفریع عود اور اعادہ کی نہیں جا سکتی
ہو سکتی کیونکہ مجرد قے سے روزہ ٹوٹ گیا گو عود اور اعادہ دونوں ہوں قالہ الشامی وان اقل لا عند الثانی وہو الصحیح اور اگر قے ملاء الفم سے
کم ہو یعنی بشرطیکہ عود نہ کرے اور نہ اعادہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے لیکن ظاہر الروایۃ کقول محمد انہ یفسد کما فی الفتح
عن الکافی لیکن ظاہر الروایت مثل قول محمد کے یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا فتح میں نقل کیا ہے کافی سے فان عاد بنفسہ لم یفطر وان اعاد
ففیہ روایتان اصحہما انہ لا یفسد محیط پس اگر عود کرے از خود تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر بقصد اعادہ کیا تو اسمیں دو روایتیں ہیں ان میں صحیح یہ ہے
کہ نہیں ٹوٹتا کذا فی المحیط ہم یعنی ابو یوسف سے دو روایتیں منقول ہیں کیونکہ محمد کے نزدیک تو تفریع نہیں چل سکتی قالہ الشامی وہذا کلہ فی قے طعام
او ماء او مرۃ او دم اور یہ تفصیل مذکور کھانے کی قے میں ہے یا پانی کی یا صفرا کی یا خون کی ہم ظاہر یہ ہے کہ خون سے مراد خون بستہ ہے اور نہیں تو کیا فرق ہے
خون میں اور جو دانتوں میں سے نکلے جبر اسکا نگل جاوے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ تھوک پر غالب ہو یا برابر ہو یا مثل اسلام ہو جیسا اوائل میں مذکور
فان کان بلغما فغیر مفسد مطلقا خلافا للثانی پس اگر بلغم ہے تو غیر مفسد ہے مطلقا یعنی خود قے کرے یا آپ آجاوے ملاء الفم ہو یا نہ عود ہو یا اعادہ یا کچھ نہ ہو
بخلاف ابو یوسف کے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر قے عمدا ملاء الفم ہو تو فاسد ہو جاتا ہے واستحسنہ الکمال وغیرہ اور مستحسن جانا ہے اسکو کمال نے اور غیر اسکے نے ہم کما
کہا ہے کہ قول ابو یوسف کا یہاں احسن ہے اور ابو حنیفہ اور محمد کا قول نقض وضو میں احسن ہے کیونکہ افطار میں یہ قید ہے کہ کوئی چیز پیٹ میں جاوے یا عمد
قے کرے بغیر ملاحظہ اسکی پاکی یا ناپاکی کے پس اس باب میں بلغم وغیر بلغم میں فرق نہیں بخلاف نقض وضو کے اور بحر اور نہر میں اسی کو مقرر رکھا ہے اور یہی
مراد ہے شارح کی استحسنہ وغیرہ سے کیونکہ جب ثابت رکھا تو درحقیقت مستحسن جانا کذا قالہ الشامی ولو اکل لحما بین اسنانہ ان مثل حمصۃ
فاکثر قضی فقط وفی اقل منہا لا یفطر اور اگر کھا لیا گوشت جو دانتوں میں ہے اگر مقدار ایک چنے کی یا زیادہ ہے تو صرف قضا کرے اور

اگر چہ روزہ نہیں جاتا ہم چنے کی مقدار کو صدر شہید نے اختیار کیا ہے اور دبوسی نے یہ اختیار کیا ہے کہ جسکا نگلنا ممکن ہو بدون استعانت لعاب دہن کے
اور کمال نے اسی کو پسند کیا ہے اسلیے کہ مانع افطار سے وہ چیز ہے جس سے بچنا مشکل ہو اور یہ ایسی صورت میں ہے کہ خود تھوک کے ساتھ جوف میں جاوے
نہ وہ جو قصداً جوف میں لیجاوے الا اذا اخرجہ من فمہ فاکلہ مگر جبکہ منہ سے نکال کے پھر کھا جاوے یعنی اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاویگا ولا کفارۃ
لان النفس تعافہ اور کفارہ لازم نہیں آتا کیونکہ نفس اسکو مکروہ سمجھتا ہے واکل مثل سمسمۃ من خارج یفطر ویکفر فی الاصح اور کھا لینا مقدار ایک تل کے
بھی خارج سے روزہ توڑتا ہے اور کفارہ بھی لازم ہے صحیح روایت پر الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمہ مگر جبکہ چباوے اسطرح کہ اسکے اجزا متفرق
ہو جاویں منہ میں ہم یعنی اسواسطے کہ دانتوں میں چپٹ جاویگا اور جوف میں کچھ نہ پہنچیگا اور تھوک کے تابع ہوگا کذا فی المعراج میں روزہ سلامت
رہیگا الا ان یجد الطعم فی حلقہ کما مر مگر یہ کہ مزہ پاوے اپنے حلق کے اندر تو روزہ ٹوٹ جاویگا جیسا سابق ذکر ہوا واستحسنہ الکمال قائلا والتعویل
فی کل قلیل علیہ اور اسی کو کمال نے پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی قاعدہ کلیہ ہے ہر قلیل شے میں جسکو چباوے کہ اگر مزہ حلق کے اندر پاویگا تو روزہ جاتا
رہیگا ورنہ نہ جاویگا وکرہ لہ ذوق شیء وکذا مضغہ بلا عذر قید فیہما قال العینی اور مکروہ ہے صائم کو چکھنا کسی چیز کا اور ایسے ہی چبانا بے عذر
یہ قید دونوں میں ہے قالہ العینی ہم ظاہر یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے قالہ الرملی کیونکہ روزہ جاتا رہنے کا اندیشہ ہے مثل اسکے کہ عورت کا خاوند
یا مالک بدخلق ہو اور وہ نمک چکھے ہم یہ مثال چکھنے کی ہے اور چبانے کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص بچے کے منہ میں کچھ چبا کر دیوے جب کوئی شخص
چبانے والا یعنی حائض یا نفساء وغیرہ موجود نہو وفی کراہۃ الذوق عند الشراء قولان اور چیز کے مول لینے کے وقت چکھنے میں دو قول ہیں ووفق
فی النہر بانہ ان وجد بدا ولم یخف غبنا کرہ والا لا اور نہر میں دونوں قولوں میں توفیق کی ہے اسطرح کہ اگر بدون چکھنے کے کسی اور طرح سے کام ہو اور
غبن کا خوف نہیں تو چکھنا مکروہ ہے اور اگر بدون چکھے چارہ نہیں اور غبن کا خوف ہے تو مکروہ نہیں ہم نہر میں کراہت کو اسی قید کے ساتھ مقید کیا ہے
کہ چکھنے کے سوا کوئی تدبیر ہو شرا کے لیے یعنی غبن کا خوف ہو یا نہو پس شارح کا قول ولم یخف غبنا نہر کے مخالف ہے البتہ والا لا نہر کے موافق
ہے قالہ الشامی وہذا فی الفرض لا النفل کذا قالوا وفیہ کلام لحرمۃ الفطر فیہ بلا عذر علی المذہب فیبقی الکراہۃ اور چکھنا فرض میں مکروہ ہے نہ نفل میں
اسی طرح علماء نے کہا ہے لیکن اسمیں کلام ہے کیونکہ نفل میں بھی افطار بے عذر مکروہ ہے صحیح مذہب پر پس کراہت باقی رہی ہم رملی نے کہا ہے کہ
فرض میں مکروہ ہے اسکی قوت کی جہت سے کہ اسکی حفاظت رکھنی چاہیے اور ایسا فعل نکرنا چاہیے جس سے افطار کا خوف ہو اور نفل میں مکروہ نہیں
اسواسطے کہ نفل روزہ اصل میں جائز الفطر نہیں تھا گو اسوقت شروع کے بعد توڑنا درست نہو پس نفل کا مرتبہ فرض سے نیچے رکھا کہ جو چیز اگر افطار کو
نوبت نہیں پہونچاتی اسکو نفل میں جائز رکھا نہ فرض میں قالہ الشامی وکرہ مضغ علک ابیض ممضوغ ملتئم والا فیفطر اور مکروہ ہے چبانا گوند کا
جو سفید ہو تمام چبانے کا اولی بندھا ہوا ورنہ روزہ ٹوٹ جاویگا ہم علک کو جدا بیان کیا اسلیے کہ عورتیں اسکو بجائے مسواک چبایا کرتی ہیں تو اسمیں
شبہہ ہوتا تھا کہ شاید جائز ہو حاصل یہ کہ اس قسم کا گوند جو منہ میں عاقہ نہیں ہو سکتا اور سیاہ گوند اور جسکو نہیں چبانے اور پسا ہوا جوف میں چلا
جاتا ہے پس اگر یہ بھی جوف میں پہونچ جاویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور اگر ویسا گوند بھی جوف میں نہ پہونچیگا تو روزہ نہیں ٹوٹیگا وکرہ للمفطرین
الا فی الخلوۃ بعذر اور مکروہ ہے استعمال علک کا مفطروں کو مگر خلوت میں عذر سے اسواسطے کہ دلیل یعنی عورتوں کی مشابہت مقتضی ہے
کراہت کو مردوں کے حق میں اور کوئی اسکا معارض نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وقیل یباح اور ایک
قول یہ ہے کہ گوند کا چبانا مباح ہے ہم فخر الاسلام نے کہا کہ امام محمد کے کلام میں اشارہ ہے کہ غیر صائم کے لیے مکروہ نہیں ہے لیکن مردوں کو
اسکا ترک مستحب ہے مگر عذر کی جہت سے مثلاً منہ میں بدبو ہو وقیل یستحب للنساء لانہ سواکھن قیل اور مستحب ہے عورتوں کے لیے کیونکہ وہ عورتوں کی

سوا ایک ہم لیعنی بہ سبب اسکے کہ عورتین ضعیف الجسم ہین تو سواک شاید مسوڑھون کو نقصان کرے یا دانتون کو کذا فی الفتح وکرہ قبلۃ
ومس ومعانقۃ ومباشرۃ فاحشۃ ان لم یامن المفسدۃ وان امن لا باس اور مکروہ ہو بوسہ لینا اور چھونا اور معانقہ اور مباشرت فاحشہ
اگر خوف ہو جماع یا انزال کا اور اگر اسکا خوف نہین تو کچھ مضائقہ نہین ہم سراج مین جزم کیا ہی کہ قبلہ فاحشہ لیعنی اسکے ہونٹون کو اپنے منھ مین لیکر
دبانا مطلقا مکروہ ہی خوف ہو یا نہو لا یکرہ دہن شارب ولا کحل اذا لم یقصد الزینۃ او تطویل اللحیۃ اذا کانت بقدر المسنون وہو القبضۃ
مکروہ ہو تیل لگانا مونچھون کو اور نہ سرمہ لگانا بشرطیکہ بقصد زینت کے نہو یا تیل لگانے سے مقصود ڈاڑھی کی درازی نہو جبکہ بقدر مسنون لیعنی
ایک مشت موجود ہی ہم واضح ہو کہ قصد زینت اور چیز ہی اور قصد جمال دوسری چیز کیونکہ قصد جمال سے عیب کا دور کرنا اور وقار کا قائم رکھنا اور نعمت
اظہار یعنی شکر مقصود ہوتا ہی نہ فخر کے طور سے اور یہ بات نفس کی دلاوری کا اثر ہی اور قصد زینت نفس کے ضعف کا اثر ہوتا ہی اسمین فخر و تکبر کا لحاظ ہو
کرتا ہی کذا فی الفتح لیعنیا وصرح فی النہایۃ بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ بالضم ومقتضاہ الاثم بترکہ اور نہایہ مین تصریح کی ہی کہ جو زیادہ ایک مشت
سے ہو اسکا کاٹنا واجب ہی اور یہ اس بات کو چاہتا ہی کہ زائد کے نہ تراشنے سے گنہگار ہو ہم کیونکہ نہایہ مین کہا ہی وما وراء ذلک یجب قطعہ ہکذا عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاخذ من اللحیۃ من طولہا وعرضہا رواہ ابو عیسی لیعنی الترمذی فی جامعہ اور البیاسی سراج مین ہی اور فتح القدیر مین
اسکو نقل کیا ہی اور برقرار رکھا ہی نہر مین کہا ہی کہ بعض موالی سے مین نے سنا ہی کہ نہایہ مین یجب سہو سے لکھا ہی تو اس صورت مین زائد کو نہ کاٹنے کا
مضائقہ نہین شیخ اسمعیل نے کہا ہی کہ یہ خلاف ظاہر ہی کیونکہ ایسے مواقع مین یستحب استعمال کرتے ہین قالہ الشامی الا ان یحمل الوجوب علی الثبوت
مگر یہ کہ وجوب کے معنی ثبوت کے لیے جاوین ہم اسکی موید یہ ہی کہ استدلال صاحب نہایہ کا وجوب پر دلالت نہین کرتا کیونکہ لفظ کان یفعل تکرار
و دوام پر دلالت نہین کرتا اسلیے زیلعی نے لفظ یجب کو حذف کیا اور کہا کہ وما زاد یقص اور یہی تالیح شرح شیخ اسمعیل مین اور فیہ مین ہی اور یہ سنت ہی
جیسے فتح مین ہی اور مجتبی اور ینابیع وغیرہا مین مذکور ہی کہ کچھ مضائقہ نہین ڈاڑھی کو دونون اطراف سے جب دراز ہو اور نہ بڑھے بال کاٹ ڈالے
مین بلکہ یہ خوب زینت ہے اور سجدون کے بال لینے مین اور منھ کے بالون مین جب تک کہ خنثی کی مشابہت نہو اور حلق کے بال نہ منڈاوے اور ایک
روایت ابو یوسف سے ہی کہ کچھ مضائقہ نہین ہی واما الاخذ منہا وہی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد واخذ کلہا فعل یہود الہند
و مجوس الاعاجم فتح اور ڈاڑھی مین سے لینا اس حال مین کہ وہ مشت سے کم ہو جیسا بعض مغربی اور مخنث کرتے ہین پس اسکو کسی نے نہین مباح کیا اور
کل کا منڈانا ہند کے کفار کا فعل ہی اور عجم کے مجوسیون کا کذا فی الفتح وحدیث التوسعۃ علی العیال یوم عاشوراء صحیح واحادیث الاکتحال فیہ ضعیفۃ
لا موضوعۃ کما زعمہ ابن عبد العزیز اور حدیث وسعت طعام کی عیال پر عاشورا کے روز صحیح ہی اور حدیثین سرمہ لگانے کی اس روز مین ضعیف ہین
نہ موضوع جیسا ابن عبد العزیز نے گمان کیا ہی ہم حدیث توسعہ کی یہ ہی کہ جو شخص دسوین محرم کو اپنی عیال پر وسعت کرے لیعنی بہت سا کھانا پکوا دے
تو اللہ تعالی تمام سال اسپر وسعت کرے حضرت جابر نے کہا کہ مین نے اسکو ۴۰ برس تجربہ کیا خلاف نہین ہوا اور اکتحال کی حدیث وہ ہی جو بیہقی نے
روایت کی ہی اور کہا ہی کہ ضعیف ہی جو کوئی عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگاوے اسکی آنکھ کبھی نہ دکھیگی کذا فی الفتح مین کہتا ہون کہ مناسبت اسکے ذکر
کی یہان یہ ہی کہ صاحب ہدایہ نے استدلال کیا ہی اسپر کہ سرمہ لگانا روزہ دار کو مکروہ نہین ہی اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی سرمہ لگانے کی
عاشورا کے روز اور اس روز کے روزہ کیطرف بھی نہر مین کہا کہ ابن عبد العزیز نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ آنحضرت صلعم سے اس روز بجز روزہ کے اور کچھ ثابت نہین ہوا
چونکہ روافض نے بدعات ماتم وغیرہ کے قائم کیے اسکے جواب مین جاہل سنیون نے اظہار سرور و طعام و اکتحال نکال کھڑے کیے اور احادیث موضوعہ اکتحال و توسعہ
روایت کین اور قول ابن عبد العزیز کا مردود ہی اسطرح کہ احادیث اکتحال کی ضعیف ہین موضوع نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ قائل ابن عبد العزیز ہی جیسا نہر و حموی نے [illegible]

مریض ہوگیا پھر افطار کیا تو اُسکے کفارہ میں دو قول ہیں کذا فی القنیۃ ہم بعض نے کہا کہ کفارہ لازم ہے اور بعض نے کہا نہیں اور بقالی نے اسی پر فتوی
دیا ہے اور آزاد کی قید اسلیے لگائی کہ لونڈی غلام اگر کام کی مشقت سے مریض ہو کر افطار کریں تو اُنپر بالاتفاق کفارہ نہیں کیونکہ وہ معذور ہیں اور مولی
کے حکم سے مجبور ہاں اُنکو پہونچتا ہے کہ ایسے کام سے باز رہیں تو امتثال سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آزاد پر کفارہ واجب ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں اسکی
تصحیح بیان کی ہے کذا فی الشامی وفی البزازیۃ لو صام عجز من القیام صائما وصلی قاعدا جمعا بین العبادتین اور بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص کو روزہ
رکھنے سے اسقدر ضعف ہو کہ نماز میں کھڑا نہو سکے تو وہ شخص روزہ رکھے اور نماز بیٹھکر پڑھے تاکہ دونوں عبادتیں ادا ہوں واللہ اعلم

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ فصل ہے اُن عوارض میں جنمیں روزہ نہ رکھنا جائز ہے وقد ذکر المصنف منہا خمسۃ اور مصنف نے عوارض میں سے پانچ ذکر کیے یعنی سفر اور حمل اور
دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور حقیقت میں نو ہیں چنانچہ شامی نے چار یہ بیان کیے ہیں اکراہ یعنی زبردستی کے واسطے روزہ توڑنا جہاد شدت
گرسنگی پیاس کی زیادتی اسیلیے شارح نے کہا وبقی الاکراہ وخوف ہلاک او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شدید ولسعۃ حیۃ باقی رہگئے اکراہ اور
خوف ہلاک کا یا خوف نقصان عقل کا یہ خوف اگرچہ پیاس سے ہو یا سخت بھوک سے یا سانپ کے کاٹنے سے ہم لسعۃ حیۃ معطوف ہے عطش پر جو متعلق ہے خوف
ہلاک سے قالہ الحلبی یعنی جب کسی کو سانپ کاٹ لے اور وہ دوا دینے کیلیے افطار کرے اور اکراہ سے مراد ایسی چیز سے زبردستی کرنی جو منجر ہو
قتل کرنا اور عضو کاٹنا اور سخت مارنا ہے اور خوف کی مثال جیسے بادشاہی عامل کسی شخص کو گرمی کے دنوں میں عمارت کے کام پر پکڑ لیجائے اور کام میں
جلدی ہو اور روزہ رکھنے سے جان کا خوف ہو یا بھوک اور پیاس سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو افطار درست ہے اور خلاصہ میں ہے کہ جب غازی یقیناً جانتا ہو
کہ دشمن سے قتال ہوگا رمضان میں اور روزہ رکھنے سے بسبب عدم افطار کے ضعف کا خوف ہو تو افطار کرے کذا فی الشامی مختصرا للمسافر سفرا شرعیا ولو بمعصیۃ لمسافر
خبر مقدم ہے اور الفطر جو آگے آتا ہے مبتدا موخر ہے اور لام سے اشارہ معلوم ہے کہ افطار جائز ہے لیکن روزہ رکھنا افضل ہے اگر نقصان نکرے یعنی افطار جائز ہے مسافر کو
کہ سفر شرعی رکھتا ہو یعنی تین دن رات کی مسافت کا اگرچہ کسی گناہ میں سفر ہو وحامل ومرضع اما کانت او ظئرا علی الظاہر اور افطار جائز ہے جسکو حمل ہو یا دودھ پلاتی
خواہ ماں ہو یا دایہ بنا بر ظاہر الروایت کے ہم دایہ تو اسی جہت سے کہ عقد کے جہت سے اُسپر دودھ پلانا واجب ہے اور ماں اس جہت سے کہ اُسکو دودھ پلانا دیانۃً بہر
حالت میں واجب ہے اور افطار جب کہ لڑکے کا باپ مفلس ہو یا بچہ غیر کا دودھ نہ پیتا ہو اور ابو السعود نے کہا ہے کہ دایہ کو افطار جائز ہے اگرچہ عقد رمضان ہی میں واقع ہو
بخلاف صدر الشریعۃ کے کہ حالت کو مقید کیا ہے اور کہا ہے کہ جب رمضان سے پہلے عقد ہو چکا ہو تو حلال ہے خافت بغلبۃ الظن علی نفسہا او ولدہا دودھ پلانے والی کو
افطار جائز ہے اگر خوف کرتی ہو مرضع ظن غالب کی رو سے اپنی جان پر یا بچہ پر وقیدہ البہنسی تبعا لابن الکمال بما اذا تعینت للارضاع اور مقید کیا ہے اسکو
بہنسی نے ابن کمال کے اتباع سے ساتھ اُس حالت کے کہ وہی متعین ہو دودھ دینے پر یعنی بچہ دوسرے کا دودھ نہ پیتا ہو یا باپ مفلس ہو او مریض خاف الزیادۃ لمرضہ
یا جائز ہے افطار بیمار کو کہ روزہ رکھنے سے زیادت مرض کا خوف رکھتا ہو یا دیر میں اچھا ہونے کا یا عضو کے بگڑنے کا کذا فی البحر یا آنکھ کے درد کا یا زخم کا یا سر درد کا یا
اور کسی کا اور یہی حکم ہے اگر کسی بیمار داری کرتا ہے بیماروں کی یعنی اگر روزہ رکھیگا تو بیماروں کی خبرداری نکر سکیگا اپنے ضعف کی جہت سے اور بیمار تباہ ہو جاوینگے
تو اسکو بھی افطار جائز ہے قالہ الشامی او صحیح خاف المرض یا تندرست کہ خوف رکھتا ہو بیماری کا یعنی بغلبۃ ظن وخادمۃ خافت الضعف بغلبۃ الظن بامارۃ او تجربۃ
یا خادمہ کہ خوف کرتی ہو ضعف کا بغلبہ ظن کسی علامت سے یا تجربہ سے او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور یا غلبہ ظن ہو خبر دینے سے طبیب یا مسلمان تندرست کا
کے ہم حاذق اسواسطے کہا کہ جسکو فن تھوڑا سا طب میں ہو اُسکے قول کی تقلید جائز نہیں اور مسلم اسواسطے کہا کہ کافر کے قول کا اعتماد نہیں شاید یہ اُسکی غرض عبادت کا
خراب کرنا ہی ہو جیسا مسلمان نے نماز تیمم سے شروع کی اور اُسکو کافر نے پانی دینے کا وعدہ کیا تو وہ نماز قطع نکرے اسی وجہ سے جو مذکور ہوئی کذا فی البحر او متعدیہ

یہ غرض کہ فاسق نہ ہو میں کہتا ہوں کہ جب ایسے طبیب کے قول سے افطار کرے جس میں یہ شرط موجود نہ ہو تو ظاہر کفارہ لازم ہوگا جیسا افطار کرے بدون
علامت و تجربہ کے کیونکہ غلبہ ظن نہ ہوا اور لوگ اس سے غافل ہیں قال الشامی وافاد فی النہر تبعا للبحر جواز التطبب بالکافر فیما لیس فیہ ابطال عبادۃ اور
نہر میں تبعا للبحر کہا ہے کہ علاج میں کافر کا قول ماننا جس جگہ ابطال عبادت کا نہیں ہے جائز ہے قلت وفیہ کلام لان عندہم نصح المسلم کفر فانی یطبیب بہم میں
کہتا ہوں کہ اس میں کلام ہے کیونکہ کفار کے نزدیک مسلمان کی خیر خواہی کفر ہے پھر ایسے کہاں علاج کرایا جا سکتا ہے وفی البحر عن الظہیریۃ لانہ الیٰ یمتنع عن
امتثال امر المولیٰ اذا کان یعجز بہ عن اقامۃ الفرائض لانہا مبقاۃ علی اصل الحریۃ فی الفرائض اور بحر میں نقل کیا ہے ظہیریہ سے کہ باندی کو پہونچتا ہے کہ مولیٰ کے
فرمان کو نہ مانے جب کہ امر مذکور اسکو عاجز کرے فرائض کے ادا سے کیونکہ فرائض کے باب میں اسکو اصل حریت پہ باقی رکھا ہے ہم مثلاً اگر نماز کا وقت
تنگ ہو جاوے تو طاعت خداوندی مولیٰ کے حکم پر مقدم ہوگی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولیٰ کی اطاعت کی یہاں تک کہ روزہ افطار کر لیا تو باندی پر
کفارہ لازم ہوگا کذا فی الشامی الفطر یوم العذر الا السفر کما سیجی یعنی مسافر وغیرہ کو افطار جائز ہے جس روز عذر جاوے گا سفر جیسا متن میں مذکور
ہوگا یعنی جس روز سفر کرے اس روز کا اتمام واجب ہے کذا فی الحلبی وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدیۃ اور قضا کریں مسافر وحامل وغیرہ جس قدر
روزے افطار کریں بدون فدیہ کے ہم اس میں اشارہ ہے امام شافعی کے خلاف کا کہ انکے نزدیک قضا اور فدیہ واجب ہے ہر روزہ کے لئے ایک مد طعام کیوں
کذا فی البدائع وبلا ولاء لانہ علی التراخی ولذا جاز التطوع قبلہ بخلاف قضاء الصلوۃ اور قضا کریں بدون شرط پے در پے ہونے کے اسواسطے کہ قضا کے لئے
فوراً واجب نہیں اسی جہت سے قضا سے پہلے نفل روزہ جائز ہوا اگر علی الفور واجب ہوتا تو نفل روزہ مکروہ ہوتا کیونکہ تاخیر واجب کی ہے اسکے تنگ وقت
سے کذا فی البحر بخلاف قضاء نماز کے کہ وہ علی الفور ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کسی نماز سے سو جاوے یا اسکو بھول جاوے
تو چاہیے کہ اسکو پڑھے جب یاد کرے تو یاد کرنا شرط ہے قضا پڑھنے کی اور جو شرط ہے پیچھے نہیں ہو سکتی اس سے معلوم ہوا کہ نماز فوت شدہ کو فوراً یاد
آتے ہی پڑھے اور ظاہر ہے کہ جسکے ذمہ فوائت ہوں اسکو نوافل مکروہ ہوں لیکن میں نے تصریح نہیں دیکھی کذا فی النہر میں کہتا ہوں کہ قضائے فوائت
میں ہم بیان کر چکے کہ ایسے شخص کو نوافل مکروہ ہیں مگر موکدہ سنتیں مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی ولو جاء رمضان الثانی قدم الاداء علی القضاء
ولا فدیۃ لما مر خلافا للشافعی اور اگر دوسرا رمضان آگیا تو ادا کو قضا پر مقدم کرے اور فدیہ لازم نہیں کیونکہ قضا کا وجوب علی الفور نہیں ہے برخلاف
امام شافعی کے کہ وہ قضا کے ساتھ ایک مسکین کا کھانا دینا بھی ہر روزے کے لئے کہتے ہیں قالہ الحلبی ویندب لمسافر الصوم لایۃ وان تصوموا خیر لکم
والخیر بمعنی البر لا افعل التفضیل ان لم یضرہ اور مستحب ہے مسافر کو روزہ بقتضائے آیہ شریفہ وان تصوموا خیر لکم کے یعنی تمہارا روزہ رکھنا اچھا ہے تمہارے
اگر نقصان نہ کرے یعنی خوف ہلاک کا نہ ہو ورنہ افطار واجب ہوگا کذا فی البحر اور خیر بمعنی نیکی کے ہے نہ افعل التفضیل کیونکہ افعل التفضیل کہنے سے یہ معنی ہو
کہ روزہ رکھنا بہت بہتر ہے اور افطار بھی بہتر حالانکہ افطار مباح ہے نہ بہتر کذا فی الطحطاوی فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل لموافقۃ الجماعۃ لیس
اگر دشوار ہو روزہ اسپر یا اسکے رفیقوں پر تو افطار افضل ہے بسبب موافقت اپنے گروہ کے ہم رفیق اسم جنس ہے شامل ہے واحد اور جمع کو اور
بعض نسخوں میں رفقۃ ہے یعنی جب اسکے سب رفیق یا اکثر مفطر ہوں اور نفقۃ مشترک ہو تو افطار افضل ہے جیسا خلاصہ وغیرہ میں ہے اور جماعت کی موافقت
یعنی اخیر نفقہ کے حصہ کی تقسیم دشوار ہو یا اسکا ساتھ نہ نباہ سکتا ہو قال الشامی فان ماتوا فیہ ای فی ذلک العذر فلا یجب علیہم الوصیۃ بالفدیۃ
لعدم ادراکہم عدۃ من ایام اخر پس اگر مر جاویں معذور مذکور اسی عذر میں تو انپر وصیت فدیہ کی واجب نہیں ہے کیونکہ انکو نہیں ملی فرصت شمار
دوسرے ایام کی جو آیت قرآنی میں منصوص ہے ہم یعنی چونکہ نہ قضا واجب ہوئی نہ فدیہ تو وصیت واجب نہ ہوگی کہ وصیت وجوب کی فرع ہے اور
... اوپر رہے کہ وصیت جب واجب ہوتی ہے جب انکے پاس مال ہو کذا فی شرح الملتقی ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیۃ بقدر ادراکہم

اصل نہیں ہے بلکہ وہ بدل ہے اسواسطے کہ واجب اسمیں یہ ہے کہ اسکی قیمت سے بدنی خریدی جاوے جو حرم میں ذبح ہو یا طعام کہ صدقہ دیا جاوے ہر فقیر کو نصف
صاع یا ہر نصف صاع کے بدلے ایک روز کا روزہ اور کافی کا ملخص یہ ہے کہ جو شخص ایسے روزے سے عاجز ہو کہ بدل ہے غیر کا جیسا کفارہ یمین اور قتل پس اگر فدیہ
دیوے اپنی طرف سے اپنی حیات میں اسطرح کہ شیخ فانی ہو تو نہیں صحیح ہے دونوں کفاروں میں اور اگر وصیت کی فدیہ کی تو صحیح ہے دونوں میں اور اگر اسکی طرف سے
اسکے ولی نے تبرع کیا اور کفارہ قتل میں صحیح نہیں کیونکہ اسمیں واجب عتق ہے اور تبرع اسکا درست نہیں اور کفارہ یمین میں صحیح ہے لیکن کسوت اور طعام میں نہ اعتاق
میں جیسا کہ ہم نے بیان کیا یہ مقام اسطرح سمجھنا چاہیے غنیمت جانکر کہ بیان بہت سے اوہام کے قدم لغزش کھا گئے ہیں قال الشامی واسطے لما فیہ من الزام الولاء
للمیت بلا رضاہ یعنی اعتاق کے ساتھ تبرع ولی کا اسلیے جائز نہیں کہ اسمیں میت کے ذمہ ولاء کا الزام کرنا ہے بدون اسکی رضا کے یعنی اگر اعتاق میت کی طرف سے
تبرع کیا جاوے تو ولاء یعنی ترکہ غلام آزاد شدہ کی میراث نہونے اسکے کسی وارث کے میت کا پہنچیگا اسواسطے کہ ولا ایک علاقہ ہے مانند علاقہ نسب کا علاوہ بریں
لازم ہے امر نہیں کیونکہ آقا نے غلام آزاد کا عاقلہ بھی ہے کہ اسکی طرف سے خونبہا دینا ہو اور ایسی ہی اسکے عصبات ابدا اسکی موت کے اور [illegible]
بدایہ میں ذکر کیا ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کو دیوے اور اعتاق کو بھی شامل ہے لیکن کہ بیان کرد اعتاق [illegible] میت کے [illegible] سے روزے کے بدلے
اس صورت سے کہ اپنے غلام کو آزاد کرے اور اسکا ثواب میت کے لیے کر دے اسواسطے کہ اعتاق مذکور [illegible] اصالت ہوا اور ولا اسی کی ہے یہی صورت ثواب میت کو ہوا
بخلاف تبرع کسوہ و طعام کے کہ نیابت ہو سکتا ہے واسطے نہ ہونے الزام کے قال الشامی وفدیۃ کل صلاۃ ولو وترا کما مر فی قضاء الفوائت کصوم یوم [illegible] اور فدیہ ہر نماز کی
اگرچہ وتر ہو جیسا کہ قضا فوائت میں مذکور ہے مثل فدیہ ایک روز کے روزہ کے ہے یہ صحیح مذہب ہے اور جو محیط میں ہے امام محمد سے اور روایت کیا ہے کہ ہر روز کی پانچ
نمازوں کے لیے نصف صاع ہے پس انہوں نے اس سے رجوع کیا ہے اور کہا ہے کہ ہر نماز فرض ہے جیسا ہر روز کا روزہ فرض ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی السراج وکذا الفطرۃ
اور اسیطرح فطرہ معلوم ہو یعنی عید کا فطرہ مانند فدیہ ایک دن کے روزہ کے ہے جیسا پہلے معلوم ہوچکا اور ممکن ہے کہ یہ تشبیہ [illegible] کی ہے اور [illegible] کہا ہے کذا الفطرۃ [illegible]
[illegible] ولی فطرہ نکالے میت کی وصیت سے قال الشامی والاشبہ ان الواجب الطعام عنه لکل یوم کالفطرۃ والواجب اور اسکا [illegible] واجب ہے کھانا کھلایا جاوے میت
کی طرف سے ہر روز کے لیے مانند فطرہ کے یعنی مقدار میں کذا فی الولوالجیہ ثم اگر میت نے وصیت کی ہو تو لازم ثلث سے دیا جاویگا ورنہ جواز ادا کا حاصل
ان ارکان عبادۃ [illegible] الوصی [illegible] عنه بعد موته عن کل واجب کالفطرۃ والمالیۃ کالزکوۃ [illegible] القدر الواجب المرکب کالحج [illegible] مالی
میت نہ اجر اور حاصل یہ ہے کہ جو عبادت بدنی ہے جیسے نماز روزہ میت کی طرف سے کھانا دے اسکے مرنے کے بعد [illegible] جیسا کہ مثل فطرہ کے اور جو عبادت مالی ہے
جیسے زکوۃ پس نکالے میت کیطرف سے بقدر واجب اور جو عبادت مرکب ہے بدنی اور مالی سے یعنی حج تو حج کرا دے میت کیطرف سے ایک شخص کو بھیجکر میت کے مال
کذا فی البحر وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشہر اور شیخ فانی کو جو روزہ سے عاجز ہے افطار جائز ہے اور فدیہ دیوے وجوبا
اگرچہ مہینے کے شروع میں دیدے [illegible] فدیہ ہوا اسواسطے واجب ہوا کہ یہ عذر جاتا نہیں ہے کہ قضا لازم آوے کذا فی الشرح اور فدیہ دینے میں رمضان کا اول و آخر
برابر ہے کذا فی البحر وبلا تعدد فقیر کالفطرۃ لو موسرا والا فیستغفر اللہ اور فدیہ میں تعدد فقیروں کا شرط نہیں ہے اور فدیہ مثل فطرہ کے دے اگر تونگر ہو ورنہ
اللہ تعالی سے استغفار کرے ہم استغفار کا ذکر فتح القدیر اور بحر میں مسئلہ نذر دائمی کے بعد بیان کیا ہے جبکہ نذر کرنیوالا روزہ نذر رکھے اور معیشت میں مشغول
ہو جاوے پس ظاہر یہ ہے کہ یہ انہی کے ساتھ متعلق ہے نہ شیخ فانی کے مسئلہ کے ساتھ جو اسکے پہلے ہے کیونکہ شیخ فانی سے کسی وجہ سے تقصیر نہیں پائی گئی بخلاف نذر
کے اسواسطے کہ روزہ چھوڑکر جب معیشت میں مشغول ہوا تو ایک قسم کی تقصیر ہوئی اگرچہ معیشت کی مشغولی واجب ہوا اسلیے کہ اسمیں [illegible] نفس کی ترجیح ہے قال الشامی
نذرا او کان الصوم اصلا بنفسه وخوطب بادائه وحینئذ [illegible] شیخ فانی وغیرہ پر اسی صورت میں ہے کہ صوم بذات خود اصل ہو اور بندہ اسکی ذات کا مخاطب ہو
جیسے رمضان اور اسکی قضا اور نذر [illegible] مثلاً کسی نے صوم دائمی کی نذر کی یا صوم معین کی نذر کی اور وہ دن [illegible] گذر گیا تو فدیہ جائز ہے کذا فی البحر [illegible]

کرتا ہو تو نفل روزہ رکھنا نچاہیے بدون اجازت اور اگر نقصان نہیں کرتا تو اسکو روزہ جائز ہو اور نوی مسافر الفطر او لم ینو فاقام و نوی الصوم
فی وقتہا قبل الزوال صح مطلقا اور اگر نیت کی مسافر نے افطار کی یا نہ نیت کی پھر مقیم ہوگیا اور نیت کرلی روزہ کی نیت کے وقت میں زوال سے پہلے یعنی
نصف النہار شرعی سے پہلے اور کھانے سے پہلے تو صحیح ہو ہر صورت میں ہم یعنی نفل ہو یا نذر معین یا ادائے رمضان اس سے معلوم ہوا کہ اسکا عمل وہ روزہ ہو جنمیں صرف
رات سے نیت کرلی شرط نہیں اور اگر اس روزہ کی نیت کی جنمیں رات سے نیت ضرور ہو تو نفل ہوگا کذا فی الطحطاوی قال الشامی وکتب علیہ السلام لکان فی رمضان
لزوال الرخص اور واجب ہو روزہ اسپر اگر یہ واقعہ رمضان میں ہو بسبب زائل ہونے رخص کے یعنی رخصت سفر کی جہت سے تھی جب سفر زائل ہوگیا اور نیت اقامت
کی کرلی روزہ واجب ہوگیا کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منہ ای رمضان سافر فیہ ای فی ذلک الیوم جیسا واجب ہو مقیم پر تمام کرنا اس روزہ رمضان کا
جسمیں سفر واقع ہوا ہو اسواسطے کہ سفر روزہ شروع نکرنے کو مباح کرتا ہو نہ روزہ توڑنے کو پس اگر فجر کے بعد سفر کیا تو افطار حلال نہیں ہو بحر میں کہا ہو کہ یہی حکم ہو اگر
مسافر نے نیت کی رات کو اور صبح ہونے تک اس نیت کو نہیں توڑا پھر روزہ رکھا تو اس روزہ افطار حلال نہیں اور اگر افطار کرلے تو کفارہ لازم نہیں و لکن لا کفارۃ
علیہ لو افطر فیہما للشبہۃ فی اولہ و آخرہ اور لیکن کفارہ نہیں لازم اگر افطار کیا دونوں شکلوں میں یعنی مسافر کہ مقیم ہوا اور مقیم جسنے سفر کیا واسطے وقوع شبہہ کے
اسکے اول و آخر میں ہم یعنی اول مسئلہ میں شبہہ اول وقت میں ہو اور دوسرے مسئلہ میں آخر میں لف و نشر مرتب ہو قالہ الشامی الا اذا دخل مصرہ لشیئ نسیہ فافطر
فانہ یکفر مگر اس صورت میں کہ اپنے شہر میں داخل ہوا کسی چیز کے لینے کو کہ بھول آیا تھا پھر افطار کرلیا تو اس صورت میں کفارہ دے ہم ہواسطے کہ کھانیکے وقت
وہ مقیم ہو کہ گھر آنیکی جہت سے سفر کو چھوڑ دیا اور یہاں قیاس پر عمل ہو نہ استحسان پر اور پہلے مذکور ہو چکا کہ اگر کسی شخص نے کھا لیا پھر سفر کیا یا باکراہ سفر کرایا گیا
تو کفارہ نہیں ساقط ہوتا کذا فی الشامی و لو نوی الصائم الفطر لم یکن مفطرا کما لو نوی التکلم فی صلوتہ و لم یتکلم شرح الوہبانیۃ قال و فیہ خلاف الشافعی اور
اگر روزہ دار نے نیت افطار کی تو مفطر نہ ہوجاویگا جیسا مذکور ہوا یعنی لا الیمام الیوم الشک سے پہلا جسطرح نماز میں نیت کی بولنے کی اور نہ بولا کذا فی شرح الوہبانیۃ ابن شحنہ
نے کہا کہ اسمیں خلاف ہو شافعی کا امام طحطاوی نے کہا کہ معتمد مذہب امام شافعی کا بھی یہ ہو کہ اس سے نماز نہیں فاسد ہوتی و قضی ایام اغمائہ و لو کان الاغماء مستغرقا
للشہر لندرۃ امتدادہ او قضا کرے صیام ایام بیہوشی کے اگرچہ تمام ماہ رمضان بیہوش رہا ہو کیونکہ بیہوشی کا بڑھ جانا نادر ہو ہم یعنی بغیر کھانے پینے کے اسقدر
مدت جبار ہنے نادر ہو اور نادر واقعات میں حرج نہیں ہو کذا فی الزیلعی سوی یوم حدث الاغماء فیہ او فی لیلتہ فلا یقضیہ الا اذا علم انہ لم ینوہ سوا اسے
اس روز کے جسمیں بیہوشی طاری ہوئی یا اسکی رات میں سو اسکو قضا نکرے مگر جب جانے کہ اسکی نیت نہیں کی ہم قضا نکرے اسواسطے کہ ظاہر حال مقتضی ہو کہ
رات سے نیت کی ہوگی اور اگر جنون دن کو حادث ہوا ہو تو بطریق اولی اسپر عمل کر سکتے ہیں بیشک کہ اگر وہ شخص بیباک ہو رمضان میں کھانے کی
عادت رکھتا ہو یا مسافر ہو تو کل کو قضا کرے کما قالوا کذا فی الشامی و فی الجنون ان لم یستوعب الشہر قضی ما مضی اور جنون میں اگر تمام ماہ نہ رہا
جسقدر ایام گذرے ہوں انکی قضا کرے ہم اور اگر تمام ماہ رہا ہو تو مطلقاً قضا لازم نہیں بلا خلاف قالہ الشامی و ان لم یستوعب بجمیع ما یمکنہ انشاء الصوم
فیہ علی ما مر لا یقضی مطلقا الصحیح اور اگر جنون جملہ اوقات کو احاطہ کرے جنمیں صوم شروع ہوسکتا ہو جیسا اول کتاب الصوم میں گذرا تو نہ قضا کرے بالکل واسطے
دفع حرج کے ہم انشاء صوم جسمیں ہوسکتا ہو وہ مدت طلوع فجر سے نصف النہار تک ہو ہر دن میں پس حصول افاقہ کا بعد زوال کے اور تمام شب کا معتبر نہیں ہم کہ
یعنی اگرچہ نیت اسمیں ہوسکتی ہو لیکن انشاء صوم بالفعل رات کو نہیں ہوسکتا اور نہ بعد نصف النہار کے لیکن یہ مخالف ہو مصنف کی مراد کو کہ اس نے
استیعاب کو مطلق کہا ہو یعنی وہ مقتضی ہو کہ اگر ایک ساعت کا بھی افاقہ ہو اگرچہ رات کو ہو یا بعد نصف النہار کے تو قضا کرے ورنہ نہیں اور [illegible] اول کتاب الصوم
میں اختلاف کا بیان کیا ہو اور یہ کہ دونوں قول صحیح ہیں اور معتمد دوسرا ہو کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہو اور متون میں مذکور ہو اور مطلقاً سے مراد یہ ہو کہ
جنون اصلی ہو یا بعد بلوغ کے عارض ہوگیا ہو اور یہ ظاہر الروایت ہو اور امام محمد سے ایک روایت ہو کہ ان دونوں میں فرق ہو اسلیے کہ جب بالغ

اور پچھلے روزوں میں تسلسل رکھنے چاہییں اور اگر وصل نہ کرے تب بھی عہدہ سے خارج ہوگا صحیح روایت ہے کذا فی البحر واعلم ان صیغۃ النذر تحتمل الیمین فلذا
کانت ست صور ذکرہا بقولہ اور جان کہ صیغہ نذر کا احتمال رکھتا ہے قسم کا بھی پس اسی لیے چھ صورتیں ہوتی ہیں انکو مصنف نے ذکر کیا اپنے اس قول سے
فان لم ینو بنذرہ الصوم شیئا اونوی النذر فقط دون الیمین او نوی النذر ونوی ان لا یکون یمینا کان فی ہذہ الثلث الصور نذرا فقط
اجماعا عملا بالصیغۃ پس اگر نذر کے صیغہ سے کچھ نیت نہیں کی یا نذر ہی کی نیت کی نہ قسم کی یا نیت کی نذر کی اور نیت کی قسم نہ ہونیکی تو ان تینوں صورتوں میں نذر ہی
ہوگی فقط بالاجماع واسطے عمل کرنیکے موافق صیغہ کے ہم کہتے ہیں وجہ اول میں اور ثانی میں ظاہر ہے اور تیسرے میں بطریق اولی وان نوی الیمین وان لا یکون نذرا کان
فی ہذہ الصورۃ یمینا فقط اجماعا عملا بتعیینہ وعلیہ کفارۃ یمین ان افطر لتحققہ اور اگر نیت کی قسم کی اور اسکی کہ نذر نہو تو اسی صورت میں صرف قسم ہوگی
بالاجماع بسبب معین کرنے اس شخص کے اور اسکے ذمہ کفارہ قسم کا لازم ہوگا اگر افطار کرے کیونکہ حانث ہوگیا ہم کہتے ہیں قول ناذر کا علی عدم دلالت کرتا ہے التزام
اور صحیح ہے نذر میں پس محمول ہوگا نذر پر بدون نیت کے اور نیت کے ساتھ بطریق اولی لیکن جب نیت کرے کہ نذر نہو تو یمین ہوگی کیونکہ لازم ہوا اور لازم ہو
گیا اسواسطے کہ مباح کو لازم کرنے سے اسکے ترک کی تحریم لازم آتی ہے اور مباح کا حرام کرنا بھی یمین ہے قال الشامی وان نواہما اونوی الیمین بلا نفی النذر
کان فی الصورتین نذرا ویمینا حتی لو افطر یجب القضاء للنذر والکفارۃ للیمین عملا بعموم المجاز خلافا للثانی اور اگر نیت کی دونوں کی یا نیت کی قسم
کی بدون نفی کرنے نذر کے تو دونوں صورتوں میں نذر اور قسم ہوگی یہانتک کہ اگر افطار کرے تو واجب ہوگی قضا بسبب نذر کے اور واجب ہوگا کفارہ قسم کا واسطے
عمل کرنیکے عموم مجاز پر بخلاف قول ابو یوسف کے ہم امام ابو یوسف کے نزدیک اول صورت میں نذر ہوگی اور دوسری میں قسم اسلیے کہ استعمال صیغہ کا نذر میں حقیقی ہے اور
قسم میں مجازی اول صورت میں حقیقت کو ترجیح ہے اور دوسری میں نیت کے باعث مجاز متعین ہے اور چونکہ نذر وقسم کا ہونا ابتداء جمع ہو جانا حقیقت ومجاز کا ہے ایک لفظ میں اور یہ
ہو نہیں سکتا اسلیے شارح نے کہا کہ عموم مجاز پر عمل کرنے سے یہ معنی لیے گئے یعنی نذر اور یمین میں منافات نہیں ہے کیونکہ دونوں وجوب کو تقاضا کرتے ہیں مگر نذر بنفسہ وجوب کو
چاہتی ہے اور یمین لغیرہ یعنی بواسطہ صیانت اسم خدا تعالی کے پس ہم نے دونوں جمع کر دیا تاکہ دونوں دلیلوں پر عمل ہو وباقی کتب اصول میں مذکور ہے قال الشامی والمحفوظ
وندب تفریق صوم الست من شوال ولا یکرہ التتابع علی المختار خلافا للثانی حاوی اور مندوب ہے کہ متفرق چھ روزہ رکھے شوال میں اور اسکا پے در پے رکھنا مکروہ نہیں ہے
مذہب مختار پر بخلاف قول ابو یوسف کے کذا فی الحاوی والاتباع المکروہ ان یصوم الفطر وخمسۃ بعدہ فلو افطر الفطر لم یکرہ بل یستحب ویسن ابن کمال اور رمضان کے
پیچھے روزے رکھنے وہ مکروہ ہیں کہ عید کے دن ایک روزہ رکھے اور پانچ عید کے بعد پس اگر عید کو افطار کرے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب و مسنون ہے قالہ ابن کمال چنانچہ
جامع ترمذی میں وارد ہے کہ جو شخص روزے رمضان کے رکھے پھر چھ روزے شوال کے انکے ساتھ ملاوے تو یہ تمام سال کے روزے ہوویں ولو نذر صوم شہر غیر
معین متتابعا فافطر یوما ولو من الایام المنہیۃ استقبل لانہ اخل بالوصف مع خلو شہر عن ایام نہی بخلاف السنۃ اور اگر نذر کی کہ ایک مہینے غیر معین کے روزے پے در پے رکھونگا
پھر ایک روز افطار کیا اگرچہ افطار کا دن ایام ممنوعہ میں کا ہو تو پھر نئے سر سے روزہ رکھے کیونکہ اسنے کھو دیا وصف تتابع کو باوجودیکہ ایسا مہینہ مل سکتا تھا جسمیں
ایام نہی واقع نہوویں کذا فی النہر بخلاف برس کے پس روزہ دن کی نذر کے خواہ برس معین ہو یا غیر معین کہ اسمیں ایام منہیہ بلا شک واقع ہونگے ہم یہ جواب ہے اسکا
کہ جیسا سال بھر کی نذر میں ایام منہیہ کے بدلے کی قضا آتی تھی ایسا ہی یہاں بھی صرف اس روز کی قضا لازم آتی جو مہینے کے بیچ میں واقع ہوا الا انہ یستقبل فی نذر
شہر معین لئلا یقع کلہ فی غیر الوقت فیستانف استینافا کرے جس صورت میں کہ معین مہینے کے روزے کی نذر کی ہو تاکہ روزے تمام غیر وقت میں واقع
نہوں ہم کلہ کی تقیید اسی صورت میں ظاہر ہوتی ہے کہ مہینے کے آخر کا روزہ افطار کیا ہو لیکن اگر دسویں دن افطار کرے مثلا تو نہیں ظاہر ہوتی
کیونکہ اگر گیارھویں سے ابتدا کرے اور پورا مہینہ روزے رکھے تو بعض روزے وقت میں ہونگے اور بعض غیر وقت میں قالہ الشامی والنذر
من اعتکاف او حج او صلوۃ او صیام او غیرہا غیر المعلق ولو معینا لا یختص بزمان ومکان ودرہم وفقیر اور نذر غیر معین خواہ اعتکاف ...

جیسا قضا سے رمضان میں قوله الشامی کا الصحیح اذا نذر ذلک ومات قبل تمام الشهر لزمه الوصیة بالجمیع بالاجماع کما فی الخبازیة بخلاف القضاء فان
سببه ادراک العدة ما نذر حاصل یہ ہے کہ کہ نذر کی مہینے کی اور مہینے کے تمام ہونے سے پہلے مر گیا اور اس اثنا میں روزہ نہیں رکھا تو اسکو وصیت تمام مہینے
کی لازم ہو بالاجماع جیسا خبازیہ میں ہے بخلاف قضاے رمضان کے کیونکہ سبب قضا کا ادراک اسقدر مدت کا ہے یعنی جس صورت میں کہ رمضان فوت ہو جاوے
کسی عذر سے پھر بعض مدت کی اسکو گنجائش ملی اور روزہ نہ رکھا تو اسکو وصیت کرنی اسی قدر کی کہ فوت کی ہے بالاتفاق لازم ہے صحیح مذہب ہے بخلاف طحاوی
کے کہ آخذ کیا ہے کہ خلاف اس مسئلہ میں بھی جاری ہے کذا فی الحلبی فرع مسائل شتی جو مشائخ نے لحق کیے قال واللہ اصوم لاصوم علیه بل ان صام حنث
کما ہی فی الایمان یہ نقل کیا واللہ اصوم تو روزہ اسکے ذمہ لازم نہیں بلکہ اگر روزہ رکھیگا تو حانث ہوگا جیسا کتاب الایمان میں آویگا ہم اس بحث سے
کہ مضارع مثبت جواب قسم میں نہیں واقع ہوتا مگر نون تاکید کے ساتھ اور نون تاکید مثال مذکور میں نہیں تو لا نفی کا محذوف ماننا ضرور ہوا یعنی گویا اسنے لا
اصوم کہا قاله الحلبی لیکن علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ حکم سابق میں تھا قبل تغیر لغت کے اور اب عوام اثبات اور نفی میں صرف لفظ لا کے ہونے اور نہ ہونے سے فرق
کرتے ہیں ایسے ہی مثل اصطلاح فارسی وغیرہ کے ہر قسم کے باب میں قال الشامی نذر صوم رجب فدخل وهو مریض افطر وقضی کہ رمضان نذر کی رجب کے روزوں کی
پھر رجب آگیا اور یہ مریض ہے تو افطار کرے اور قضا کرے مثل رمضان کے یعنی متصل یا منفصل کذا فی الدرر او صوم الابد فضعف لاشتغاله بالمعیشة فطر وکفر کما م
یا نذر کی ہمیشہ کے روزے کی پھر ضعیف ہو گیا معیشت میں مشغولی کی جہت سے تو افطار کرے اور فدیہ دے چنانچہ مذکور ہوا یعنی شیخ فانی کے حکم میں کہ مثل فطرہ کے
کھانا دیوے او یوم یقدم فلان فقدم بعد الاکل او الزوال او حیضها قضی عند الثانی خلافا للثالث یا نذر کی کہ روزہ رکھونگا جس دن فلانا شخص آویگا سو آیا
وہ کھانے کے بعد یا ظہر کے بعد یا حیض آنیکے بعد تو قضا کرے ابو یوسف کے نزدیک بخلاف قول محمد کے فتح القدیر اور نہر میں کہا کہ بعد زوال کے آنا تو محمد
کہتے ہیں کہ اسپر کچھ لازم نہیں اور سواے محمد کے اور کسی سے روایت نہیں ہے سرخسی نے کہا کہ ظاہر ہے کہ دونوں برابر ہیں یعنی آنا بعد الاکل اور آنا بعد الزوال ایسا ہی تاج
شرح غالبا میں اسی پر چلا ہے ولو قدم فی رمضان فلا قضاء ولا قضا اور اگر فلانا آیا ماہ رمضان میں تو قضا لازم نہیں بالاتفاق کیونکہ انجام کار نذر اسکی
رمضان پر واقع ہوئی اور جو شخص رمضان کی نذر کرے تو اسپر کچھ لازم نہیں ہوتا قاله الحلبی ولو عنی به الیمین کفر فقط الا اذا قدم قبل نیته فنواه عنه جزاه ووقع
عن رمضان اور اگر نیت کی الفاظ نذر سے یمین کی تو قسم کا کفارہ دیوے فقط مگر جبکہ وہ شخص آگیا نیت کرنے سے پہلے پس ادا نذر کی نیت کر لی تو
نیت کی جہت سے نذر ادا ہو گئی اور روزہ رمضان کا واقع ہوا اس مسئلہ کے بیان میں اختصار مخل واقع ہوا ہے نہر کے اتباع سے اور اصل مسئلہ
فتح وغیرہ میں اسطرح مذکور ہے اگر کہا کہ مجھپر خدا کے واسطے روزہ اس روز کا لازم ہے جس روز فلاں شخص آوے اللہ تعالی کے شکر کے لیے اور اس قول سے یمین
کا ارادہ کیا پھر وہ شخص رمضان کے دن میں آیا تو اسپر کفارہ یمین ہوگا اور قضا نہ ہوگی کیونکہ قسم پوری ہونے کی شرط نہ پائی گئی یعنی روزہ بہ نیت
شکر اور اگر آیا نیت کرنے سے پہلے پھر اس روزے میں صوم شکر کی نیت کی نہ رمضان کی تو قسم پوری ہوئی نیت کی جہت سے اور یہ روزہ
رمضان کے واسطے بھی کافی ہے قضا لازم نہیں اور اس سے مصنف کا کلام واضح ہو جاتا ہے قاله الشامی ولو نذر شهرا لزمه کاملا اور اگر نذر کی ایک
مہینے کی تو لازم ہونگے پورے مہینے کے روزے ہم اور جس روز چاہے شروع کرے عدد کے اعتبار سے نہ ہلال سے اور اگر معین مہینے کی نذر کی
تو چاند کے اعتبار سے متصور ہوگا کذا فی الفتح او الشهر فبقیته یا نذر کی اسی معین مہینے کی تو باقی رہا ہوا لازم ہوگا اسواسطے کہ اسکو معرف باللام
ذکر کیا ہے تو جو حاضر ہونے کی جہت سے معہود ہے وہی مراد ہوگا اور اگر تمام مہینے کی نیت کرے تو اسکی نیت پر رہیگا کیونکہ کلام اسکو بھی محتمل ہے فتح عن الخانیة
او جمعة فالاسبوع الا ان ینوی الیوم یا نذر کی جمعہ کی تو پورا ہفتہ لازم ہوگا مگر یہ کہ نیت کرے خاص روز جمعہ کی ولو نذر صوم یوم السبت
ثمانیة ایام صام سبتین ولو ستة ایام سبعة فسبعة اسبات والفرق ان السبت لا یتکرر فی السبعة فحمل علی العدد بخلاف الاول اور اگر نذر کی

آٹھ ایام کی شنبہ کے روزہ کی تو دو روزے رکھے شنبہ کے دن اور اگر نذر کی سات دن کی شنبہ کے روزہ کی تو روزہ رکھے سات شنبہ اور دونوں صورتوں میں
فرق یہ ہے کہ شنبہ کا روزہ سات روز میں دوبار نہیں آتا اسلیے دوسری صورت میں سات پر محمول ہوا بخلاف اول صورت کے ہم یعنی آٹھ روز میں دو شنبہ مکرر ہوتا ہے
تو عدد مذکور میں دو کا بیان ہو سکتا ہے وہی مراد ہوگا گویا یوں کہا السبت الکائن فی ثمانیۃ ایام یعنی وہ روز شنبہ کہ آٹھ روز میں واقع ہو اور وہ دو ہیں کذا فی المنح اور مخفی نہیں ہے
کہ یہ اُس وقت ہے کہ نذر والے کی نیت معلوم نہ ہو نہیں تو جیسی نیت ہوگی وہی لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ
من الدراہم والشمع والزیت ونحوہا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فہو بالاجماع باطل وحرام اور جان تو کہ نذر جو عوام کی طرف سے مردوں کے لیے
واقع ہوتی ہے اور جو کچھ لیا جاتا ہے پیسا اور موم اور تیل وغیرہ اولیاء کرام کی قبروں پر تاکہ اولیا کا تقرب حاصل ہو سو یہ بالاتفاق باطل اور حرام ہے اسکا
بطلان کئی وجہ سے ہے منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ یہ نذر ہے مخلوق کے واسطے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی
دوسری وجہ یہ کہ جسکی نذر کی ہے وہ مردہ ہے اور مردہ مالک نہیں ہوتا تیسری یہ کہ نذر والا گمان کرتا ہے کہ مردہ امور میں تصرف کرتا ہے سوا خدا تعالیٰ کے اور
اسکا یہ اعتقاد کفر ہے ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ میں تیرے لیے نذر کرتا ہوں کہ اگر تو میرے مریض کو شفا دے یا میرے غائب کو میری طرف پھیر دے یا میری حاجت کو
روا کر دے تو میں ان فقیروں کو کھانا کھلاؤں جو دروازہ پر فلانے سیدہ نفیسہ یا امام کے ہیں یا انکی مسجد کے لیے فرش یا تیل خریدوں یا انکی مسجد کے خدمت گزاروں کو
اجارہ دوں یا اور ایسے اسکے جسمیں نفع فقیروں کا ہو اور نذر خاص خدا تعالیٰ کے لیے ہو اور ذکر اُس بزرگ کا صرف اسلیے ہو کہ یہ بیان ہو کہ مستحق وہ لوگ ہیں جو
لوگ مستحق ہیں جو ... رہتے ہیں ... ایسی اعتبار سے نذر جائز ہوگی اور یہ کام جائز کسی ... سید یا ... یا عالم ہو جائز نہیں ہے
کہ محتاج نہ ہو اور شرع میں ثابت نہیں کہ اغنیا کو نذر کا دینا جائز ہو کیونکہ مخلوق کے لیے نذر کرنی بالاجماع حرام ہے یہ نذر منعقد ہوتی ہے اور نہ ذمہ پر لازم ہوتی ہے اور
اسوجہ سے کہ وہ حرام محض ہے اُس بزرگ کے خادم کو اسکا لینا جائز نہیں مگر یہ کہ خود فقیر ہو اور اسکے عیال فقرا عاجز ہوں تو انکو بطور صدقہ ابتداءً لے
سکتا ہے اور اسکا لینا بھی مکروہ ہے جب تک نذر کرنے والے کا قصد تقرب الی اللہ اور صرف فقرا کی طرف نہ ہو اور اُس بزرگ سے بالکل قطع نظر کرے
کذا فی البحر ملخصا عن شرح العلامۃ قاسم بالمعنی وقد ابتلی الناس بذلک ولاسیما فی ہذہ الاعصار وقد بسطہ العلامۃ قاسم فی شرح
درر البحار یعنی نذر مذکور جو عوام سے واقع ہوتی ہے اور جو دراہم وغیرہ لیے جاتے ہیں حرام ہیں جب تک کہ قصد نکریں انکے صرف کا فقرا کے لیے اور اسمیں لوگ
مبتلی ہیں خاص کر ان ایام میں اور اسکو علامہ قاسم نے شرح درر البحار میں بسط سے بیان کیا ہے ہم یعنی صحیح نذر ہو سکتی ہے کہ جسمیں نذر کا خدا تعالیٰ کے لیے
ہو واسطے تقرب کے اور شیخ کے ذکر سے اُسکے فقرا مراد ہوں اور نہیں مخفی ہے کہ اُس شخص کو اسکا مصرف ... جائز ہے جیسا پہلے مذکور ہوچکا اور یہ بھی
ضرور ہے کہ نذر اسی قسم کی ہو جسکا نذر کرنا صحیح ہے جیسے دراہم صدقہ کے لیے یا شمع اُسکا لیکن جب نذر کرے تیل کے چراغوں کے لیے قبر پر یا مناروں میں
جیسے عورتیں حضرت سید عبد القادر جیلانی کے لیے تیل نذر کیا کرتی ہیں اور مشرقی مینار وغیرہ میں اسکو روشن کرتی ہیں سو یہ باطل ہے اور اس سے زیادہ قبیح ہے
نذر کرنا مولد کے پڑھنے کا مناروں میں کہ اسمیں آگ اور لعب ہوتا ہے اور اسکا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا جاتا ہے قالہ الشامی ولقد قال الامام محمد
لو کان العوام عبیدی لاعتقتہم واسقطت ولائی وذلک لانہم لا یہتدون فالکل بہ یتغیرون اور امام محمد نے کہا ہے کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو میں انکو
آزاد کر دیتا اور اپنی ولا ساقط کر دیتا اور یہ اسوجہ سے کہ عوام ہدایت نہیں پاتے ... سب لوگ ان کو ... ہم ولا کے ساقط کرنے سے مراد کہ انکے
مواخذہ بالکل نکرنا ورنہ ولا ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتی جیسے نسب نہیں ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی

باب الاعتکاف

یہ باب ہے اعتکاف کے احکام میں وجہ المناسبۃ والتاخیر اشتراط الصوم فی بعضہ والطلب الاکد فی العشر الاخیر

وجہ مناسبت اعتکاف کی رمضان کے ساتھ اور وجہ تاخیر اعتکاف کی شرط ہونا صوم کا ہے بعض اقسام اعتکاف میں اور مطلب ہو کہ عشرہ اخیر میں ہم یعنی اعتکاف
واجب میں صوم شرط ہے اور شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہے اسلیے رمضان کو مقدم کیا اور اخیر عشرہ رمضان میں اعتکاف کی تاکید ہے اور روزہ اسپر ختم ہوتا ہے تو مناسب
ہوا کہ کتاب الصوم کے ختم میں مسائل اعتکاف کے مذکور ہوں قال الشامی ہو لغۃ اللبث وشرعا لبث بفتح اللام وتضم المکث ذکر ولو ممیزا فی مسجد جماعۃ
لغت میں اعتکاف کے معنی ٹھہرنا یعنی کسی مقام میں ہونا اور اپنے نفس کو حبس کرنا) اور لبث بفتح لام اور ضمہ بھی جائز ہے اور شرع میں ٹھہرنا مذکر کا ہے گو کہ لڑکا
عاقل ہی ہو مسجد جماعت میں ہم لو ممیزا میں شرط نہیں ہے جیسا کہ بحر میں ہے اور یہ حکم غلام کو بھی شامل ہے کہ اسکا اعتکاف بھی مولی کی اجازت سے صحیح ہے
اور مذکر کی قید لگائی گو اعتکاف عورت کا بھی مسجد میں متحقق ہے اس لحاظ سے کہ یہاں تعریف اعتکاف مطلوب کی مقصود ہے اور اعتکاف عورت کا مسجد میں مکروہ ہے
جیسا آگے مذکور ہوگا قال الشامی وہو ماله امام ومؤذن ادیت فیہ الخمس اولا مسجد جماعت وہ ہے کہ اسکے لیے امام اور مؤذن ہوں خواہ نماز پنجگانہ لوگ اسمیں
پڑھتے ہوں یا نہیں وعن الامام اشتراط اداء الخمس فیہ وصححہ بعضہم اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ نماز پنجگانہ کا ادا ہونا مسجد اعتکاف میں شرط ہے اور بعض
فقہا نے اسکی تصحیح کی ہے ہم بحر میں ابن ہمام سے اسکی تصحیح نقل کی ہے وقالا یصح فی کل مسجد وصححہ السروجی اور صاحبین نے کہا ہے کہ اعتکاف صحیح ہے ہر مسجد میں اور
اسی کی تصحیح کی ہے سروجی نے اور یہی اختیار کیا ہے طحاوی نے واما الجامع فیصح فیہ مطلقا اتفاقا اور جامع مسجد میں تو صحیح ہے مطلقا یعنی نماز پنجگانہ ہوتی
یا نہوتی ہو بالاتفاق ہم یہ مذکور ہوا بیان صحت کا ہو نہر میں اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ اعتکاف مسجد الحرام میں افضل ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد
میں پھر بیت المقدس میں پھر جامع مسجد میں بشرطیکہ اسمیں جماعت ہوتی ہو اور اگر جماعت نہوتی ہو تو اپنے محلے کی مسجد افضل ہے تاکہ اسکو نکلنے کی حاجت
نہو پھر جسمیں نمازی زیادہ ہوں قال الشامی او لبث امرأۃ فی مسجد بیتہا یا ٹھہرنا عورت کا ہے اپنے گھر کی مسجد میں ہم مسجد البیت سے مراد وہ جو عورت
کو اور سب کو گھر کے اندر ایک جگہ نماز کے لیے بنالیتی مندوب ہے جیسا بدائع میں ہے کذا فی النہر اور اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کو بھی تخصیص کسی موضع کی
گھر میں نوافل کے لیے مستحب ہے اور فرض اور اعتکاف تو مسجدوں میں ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے قاله الشامی ویکرہ فی المسجد اور اعتکاف عورت کو مسجد میں
مکروہ ہے ہم لفظ تنزیہی جیسا نہایہ میں ظاہر اسکا معلوم ہوتا ہے کذا فی النہر اور بدائع میں تصریح کی ہے کہ افضل نہیں ولا یصح فی غیر موضع صلاتہا من بیتہا کما اذا لم یکن فیہ
مسجد اور نہیں صحیح عورت کا اعتکاف سوائے موضع مقرری نماز کے گھر کے اندر جیسا نہیں صحیح ہے جب گھر میں مسجد نہو ہم اور وقت اعتکاف کے کسی
موضع کو اس کام کے واسطے مقرر کرلے تو چاہیے کہ جائز ہو قال الشامی وہل یصح من الخنثی فی بیتہ لم اره والظاہر لا لاحتمال ذکورتہ اعتکاف خنثی
کا صحیح ہے اسکے گھر میں میں نے اس مسئلہ کو نہیں دیکھا اور ظاہر یہ ہے کہ نہیں صحیح ہے کیونکہ خنثی میں احتمال مذکر ہونے کا ہے ہم نفی خنثی باعتبار
مونث ہونے کے مقتضی ہے کہ اسکا اعتکاف گھر میں مع الکراہت جائز ہو اور باعتبار مذکر ہونے کے اس بات کو چاہتا ہے کہ کسی وجہ درست
نہو قال الحلبی بنیتہ فاللبث ہو الرکن والکون فی المسجد والنیۃ من مسلم عاقل طاہر من جنابۃ وحیض ونفاس شرطان یعنی اعتکاف
ٹھہرنا ہے بشرط نیت کے تو ٹھہرنا رکن ہے اور مسجد میں ہونا اور نیت مسلمان عاقل کی کہ طاہر ہو جنابت اور حیض اور نفاس سے یہ دونوں شرطیں ہیں
ہم بدائع میں طہارت جنابت اور حیض اور نفاس سے شرط اعتکاف کی ٹھہرائی ہے نہر میں کہا کہ یوں چاہیے کہ اشتراط طہارت کا حیض ونفاس
سے اعتکاف میں مبنی ہو اشتراط صوم پر نفلی اعتکاف میں اور جس روایت میں صوم شرط نہیں تو یہ چاہیے کہ صرف حلت کی شرط ہو جیسے
طہارت جنابت سے اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اسکا تعرض کیا ہو اور حاصل یہ ہے کہ طہارت ان تینوں سے شرط ہے حلت کی اور طہارت
حیض ونفاس سے شرط صحت کی بھی ہے اعتکاف منذور میں اور ایسے ہی نفل میں بنا بر اس روایت کے جسمیں صوم شرط ہے بخلاف جنابت کے
کہ جنابت کے ساتھ صوم ممکن ہے قال الشامی وہو ثلثۃ اقسام واجب بالنذر بلسانہ وبالشروع وبالتعلیق ذکرہ ابن الکمال اور اعتکاف تین

قسم ہو ایک واجب ہو بسبب نذر کرنے کے اپنی زبان سے اور بسبب شروع کرنے کے اور یہ سبب شرط کرنے کا ذکر کیا ہو اسکو ابن کمال نے علم زبان کی قید
اسلیے لگائی کہ واجب کرنے میں صرف نیت کافی نہیں کذا فی النہر اور شروع کرنے سے واجب ہونا قول ضعیف پر متفرع ہو یعنی جسمین نفل اعتکاف ہر روزہ شرط
ہو اور مذہب صحیح یہ ہو کہ اعتکاف نفل کے لیے کمتر زمانہ ایک ساعت ہو نہ تمام دن تو اسکے سبب شروع کرنے سے واجب نہوگا اور بالتعلیق عطف ہو
بالنذر پر اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہو کہ نذر اور چیز ہو اور تعلیق دوسری چیز کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ ایک دوسرے کے غیر ہوتے ہیں حالانکہ تعلیق
بھی نذر ہی ہو تو شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا واجب بالنذر منجزا و معلقا یعنی واجب ہوتا ہو نذر سے خواہ نذر بدون شرط کے ہو یا کسی شرط پر مشروط
ہو جیسا نہر میں اور امداد میں ہو قالہ الطحطاوی و سنۃ مؤکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان قسم دوم مؤکدہ ہو رمضان کے اخیر عشرہ میں اسکے
سنۃ کفایۃ کما فی البرہان یعنی سنت کفایہ ہو کہ بعض کے کرنے سے اوروں کے ذمہ سے ساقط ہوگا جیسا برہان میں ہو ہم اسکی نظیر جماعت سے تراویح کا
پڑھنا ہو کہ اگر بعض لوگ انکو مسجد میں پڑھیں تو باقیوں سے ساقط ہوجاتی ہیں پس اگر باقی اشخاص بے عذر ترک پر مداومت کریں تو گنہگار نہونگے اور اگر سنت
ہر ایک شخص پر ہوتی تو ترک سنت مؤکدہ کا گناہ ہوتا جو ترک واجب کی نسبت کم ہو کذا فی الشامی لاقترانہا بعدم الانکار علی من لم یفعلہ من الصحابۃ
کیونکہ اصحاب میں سے جس شخص نے انکو ادا نہیں کیا تو حضرت نے اسپر انکار نہیں کیا اور نہیں تو کلام ہو جو ایسا ہو اسکا جو ہدایہ کے قول پر کسی نے
اعتراض کیا ہو ہدایہ کا قول یہ ہو کہ صحیح یہ ہو کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر اخیر عشرہ رمضان میں مواظبت
کی ہو اور مواظبت دلیل ہو سنت ہونے کی اعتراض کی تقریر یہ ہو کہ مواظبت بغیر ترک کے دلیل ہو وجوب کی تو واجب کہنا چاہیے نہ سنت
مؤکدہ اسکا جواب یہ ہو کہ حضرت نے تارک پر انکار نہیں کیا اگر واجب ہوتا تو ضرور ٹوکتے کذا فی الشامی ومستحب فی غیرہ من الازمنۃ ہو یعنی
غیر المؤکدہ تیسری قسم اعتکاف مستحب ہو جو اسکے سوا اور زمانوں میں ہو اور مستحب یعنی سنت غیر مؤکدہ کے ہو وشرط الصوم لصحۃ الاول اتفاقا
فقط علی المذہب اور شرط کیا گیا ہو روزہ واسطے صحت قسم اول یعنی واجب کے فقط بالاتفاق بنا بر مذہب صحیح کے کلام علی المذہب فقط کے
ساتھ علاقہ رکھتا ہو اور یہی روایت ہو اصل کی اور اسکے مقابل روایت حسن کی ہو کہ نفل اعتکاف میں بھی شرط ہو اور یہ مبنی ہو اختلاف پر اس
بات میں کہ نفل میں تقیید و تقدیر یوم کی ہو یا نہیں پس اصل کی روایت پر یوم کی قید و تقدیر نہیں ہو اسلیے روزہ بھی شرط نہیں اور جس
روایت میں یوم کی قید ہو یعنی حسن کی روایت میں تو اسمیں صوم شرط ہو جیسا بدائع وغیرہ میں ہو میں کہتا ہوں کہ اسکا مقتضا یہ ہو کہ اعتکاف
مسنون میں بھی صوم شرط ہو کیونکہ وہ رمضان کے عشرہ اخیرہ میں ہوتا ہو یہانتک کہ اگر اعتکاف کرے بلا صوم کسی مرض یا سفر کی جہت سے تو چاہیے
کہ سنت نہ شمار کیا جاوے بلکہ نفل ہو اور اس سے سنت کفایہ کی بجا آوری حاصل نہو قالہ الشامی ولہذا فلو نذر اعتکاف لیلۃ لم یصح وان
نوی معہا الیوم لعدم محلیتہا للصوم اما لو نوی بہا الیوم صح والفرق لا یخفی پس اگر رات کے اعتکاف کی نذر کی تو نہیں صحیح ہو اگرچہ اسکے ساتھ
دن کی نیت بھی کرے کیونکہ رات محل صوم کا نہیں ہو لیکن اگر رات بولے اور یوم ارادہ کرے تو درست ہو اور فرق مخفی نہیں ہو ہم فرق بتاتے ہیں کہ پہلی
صورت میں یوم کو تابع رات کے کیا ہو اور جب متبوع میں نذر نادرست ہوئی تو تابع میں بھی نادرست ہوئی اور دوسری صورت میں لیلہ بولا اور
یوم مراد لیا یعنی مجاز مثل دو مرتبہ کا اسطرح کہ پہلے مقید کو یعنی لیلہ کو مطلق زمانہ میں استعمال کیا پھر اس مطلق کو مقید میں استعمال
کیا پس یوم مقصود ہوا قالہ الحلبی میں کہتا ہوں کہ یہ فرق مشکل ہو کیونکہ اطلاق نہار کا مطلق زمانہ پر جائز ہو نہ لیل کا اطلاق اور اگر اسطرح
بولنا اطلاق و تقیید کے علاقہ سے جائز رکھا جاوے تو چاہیے کہ اطلاق آسمان کا زمین پر یا درخت خرما کا کسی چیز طویل پر انسان کے
سوا جائز ہو حالانکہ کتب اصول میں اسکے خلاف کی تصریح کی ہو قالہ الشامی بخلاف ما لو قال فی نذرہ لیلا ونہارا فانہ یلزم

وان لم یکن اللیل محلا للصوم لانہ یحل اللیل تبعا بخلاف ایسکے کہ کہے اپنی نذر میں رات اور دن کہ یہ نذر درست ہو اگرچہ رات محل صوم کا نہیں ہے کیونکہ رات
بالتبع داخل ہے واعلم ان الشرط فی الصوم مراعاۃ وجودہ لا ایجادہ للمشروط قصدا اور واضح ہو کہ صوم میں شرط ہے بلحاظ روزہ کے موجود ہونے کا نہ قصداً
رکھنا معتکف کا صوم کو واسطے اعتکاف مشروط کے ہے یعنی اعتکاف میں روزہ کا وجود ضروری ہے نہ ایجاد بہ نیت اعتکاف جیسا وضو وجود نماز
کے لیے شرط ہے نہ یہ کہ قصداً نماز کے لیے وضو کیا ہو فلو نذر اعتکاف شہر رمضان لزمہ واجزاہ صوم رمضان عن صوم الاعتکاف
پس اگر ماہ رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو اعتکاف لازم ہوگا اور روزہ رمضان کا صوم اعتکاف کی جگہ کافی ہوگا لکن قالوا لو صام تطوعا ثم نذر
اعتکاف ذلک الیوم لم یصح لانعقادہ من اولہ نفلا فتعذر جعلہ واجبا لیکن فقہا نے کہا ہے کہ اگر نفل روزہ رکھا پھر اس روزے کے اعتکاف کی نذر
کی تو صحیح نہوگی کیونکہ روزہ شروع میں نفل تھا پھر اسکو واجب کرنا متعذر ہے اور یہ بھی وجہ ہو کہ دن بھر کا اعتکاف پورا نہوا جو اعتکاف واجب
کی اقل مقدار مقررہ ہے کذا فی الشامی وان لم یعتکف رمضان المعین قضی شہرا غیرہ بصوم مقصود اور اگر اس رمضان کا اعتکاف
نہ کیا تو قضا کرے کسی دوسرے مہینے میں ساتھ صوم مقصود کے ہے یعنی یہی کیونکہ اسنے التزام کیا تھا اعتکاف معین مہینے میں اور وہ فوت
ہوگیا تو اسکی قضا بھی پیا درپے ہوگی جیسا اگر واجب کیا اپنے ذمہ اعتکاف رجب کا اور اسمیں اعتکاف نہ کیا کذا فی البدائع لعود شرطہ الی الکمال
الاصلی واسطے رجوع کرنے شرط اعتکاف یعنی صوم کے طرف کمال اصلی کے ہے یعنی نذر کی جہت سے صوم مقصود اولاً لازم ہوا تھا لیکن بسبب شرف
رمضان کے ساقط ہوگیا تھا جب رمضان گذر گیا اور اسنے اعتکاف نہ کیا تو وہ نذر بمنزلہ اس نذر کے ہوگی جسمیں وقت کی قید نہو تو اسکی شرط
نے کمال کی طرف رجوع کیا کہ اعتکاف واجب ہوا ساتھ صوم مقصود علیحدہ کے بسبب زائل ہونے مانع کے یعنی رمضان کے قال الشامی فلم یجز
فی رمضان آخر ولا فی واجب سوی قضاء رمضان الاول لانہ خلف عنہ وتحقیقہ فی الاصول فی بحث الامر پس جائز نہوگا اعتکاف دوسرے
رمضان میں نہ کسی دوسرے واجب صوم میں سوا اسے قضائے رمضان اول کے کیونکہ قضا اسے رمضان خلیفہ ہے اول کا یعنی ادا اسے رمضان کا اور
تحقیق اس مسئلہ کی اصول فقہ میں ہے امر کی بحث میں واقلہ نفلا ساعۃ من لیل او نہار عند محمد وہو ظاہر الروایۃ عن الامام لبناء النفل علی المسامحۃ
وبہ یفتی اور اقل مدت اعتکاف نفل کی ایک ساعت ہے رات کی یا دن کی نزدیک امام محمد کے اور یہی ظاہر الروایت ہے امام صاحب سے واسطے
مبنی ہونے نفل کے سہولت پر اور اسی پر فتوی ہے یعنی نفل میں آسانی کی جہت سے وہ باتیں جائز ہیں کہ فرض و واجب میں نہیں ہوتیں مثلاً نماز
نفل بیٹھکر پڑھنا باوجود قدرت قیام کے کذا فی الطحطاوی والساعۃ فی عرف الفقہاء جزء من الزمان لا جزء من اربعۃ وعشرین کما یقولہ المنجمون
کذا فی غرر الاذکار وغیرہ اور ساعت فقہا کی اصطلاح میں ایک ادنی جزو ہے زمانہ کا نہ چوبیسواں حصہ شب و روز کا جو منجموں کی اصطلاح ہے چنانچہ
غرر الاذکار وغیرہ میں مذکور ہے فلو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لا یلزمہ قضاؤہ لانہ لا یشترط لہ الصوم علی الظاہر من المذہب پس اگر شروع
کیا نفل اعتکاف میں پھر توڑ دیا تو نہیں لازم ہے قضا اسکی کیونکہ صوم شرط نہیں ہے اعتکاف نفل کے لیے بنا بر ظاہر مذہب کے وما فی بعض المعتبرات
انہ یلزم بالشروع مفرع علی الضعیف قالہ المصنف وغیرہ اور وہ جو بعض معتبر کتابوں میں ہے جیسے بدائع کہ اعتکاف شروع کرنے سے لازم
ہوتا ہے سو متفرع ہے ضعیف روایت پر ذکر کیا اسکو مصنف نے اور اسکے غیر نے ہے یعنی حسن کی روایت پر متفرع ہے جسمیں یہ ہے کہ اعتکاف کی اقل
مدت ایک یوم ہے قال الشامی وحرم علیہ ای علی المعتکف اعتکافا واجبا اما النفل فلہ الخروج لانہ منہ لا مبطل کما مر اور حرام ہے مسجد سے نکلنا
اس معتکف کو کہ اعتکاف واجب کر رہا ہے لیکن نفل میں اسکو خروج جائز ہے اسواسطے کہ خروج اعتکاف کو ختم کرنے والا ہے نفل والے کے حق میں باطل
کرنیوالا نہیں جیسا مذکور ہوا کہ نفل اعتکاف کی کمتر مدت ایک ساعت ہے مع اعتکاف واجب میں نکلنا حرام اسواسطے ہوا کہ یہ ابطال ہے عمل کا اور ابطال عمل کا جائز نہیں ہے

ہو تو اسی قدر قضا کرے فقط اور پے در پے واجب نہیں اور اگر کل فوت ہو وے تو کل کی قضا کرے پے بہ پے پس اگر قادر ہوا اور قضا نکی یہانتک کہ مرگیا تو وصیت کرے ہر روز کے بدلے مسکین کا طعام اور اگر بعض پر قادر ہوا تب بھی یہی حکم ہے اگر وقت نذر کے صحیح و سالم ہو اور اگر وقت نذر کے تندرست نہیں تھا پھر اگر ایک ذرہ بھی تندرست ہوگیا تو وہ اسی خلاف پر ہے جو روزہ کے باب میں مذکور ہوا اور اگر ایک روز کو بھی تندرست نہیں ہوا تو اسپر کچھ لازم نہیں کذا فی البدائع ملخصاً الا اذا افسدہ بالردۃ مگر جبکہ فاسد کردیا اعتکاف مرتد ہو کر اسواسطے کہ ارتداد ساقط کرتا ہے اسکو جو پہلے واجب ہوا تھا خواہ خدا تعالیٰ کے ایجاب سے ہو یا بندہ کے اور نذر بندہ کے واجب کرنے سے ہے قال الشامی واعتبر اکثر النہار قالوا وہو الاستحسان اور شروح میں صاحبین نے اکثر روز کا اعتبار کیا ہے علما نے کہا ہے کہ یہی استحسان ہے اسواسطے کہ خروج قلیل میں ضرورت ہے کذا فی الہدایہ اور شارح نے اسکو بلفظ قالوا بیان کیا جسمیں خلاف اور ضعف کیطرف اشعار ہے اسوجہ سے کہ کمال نے اسمیں بحث کی ہے قالہ الشامی وبحث فیہ الکمال اور اسمیں کمال نے بحث کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مدار تخفیف کا ضرورت ہوتی ہے اور بے عذر نکلنے میں ضرورت نہیں ہے پس اسکا استحسان ہونا مسلم نہیں وان خرج لعذر یغلب وقوعہ وہو ما مر لاغیر لا یفسد واما لا یغلب کانجاء غریق وانہدام مسجد فمسقط للاثم لا للبطلان والا لکان النسیان اولی لعدم الفساد کما حققہ الکمال اور اگر نکلا کسی عذر سے جو غالب الوقوع ہے اور وہ سابق میں مذکور ہوچکا یعنی طبعی یا شرعی نہ سوا اسکے تو نہیں فاسد ہوتا اور جو عذر غالب الوقوع نہیں ہے جیسا ڈوبتے کا بچانا یا مسجد کا گرنا سو گناہ کو ساقط کرتا ہے نہ بطلان کو ورنہ نسیان کی صورت میں بطریق اولی فاسد نہوتا جیسا کمال نے تحقیق کیا ہے خلافا لما فصلہ الزیلعی وغیرہ برخلاف اسکے جو زیلعی وغیرہ نے تفصیل کی ہے جو زیلعی نے مفسدات میں شمار کیا ہے نکلنا مریض کی عیادت کو اور جنازہ کی نماز کو اور غریق کے بچانے کو اور آگ بجھانے کو اور جہاد کو جب نفیر عام ہو اور ادائے شہادت کو بخلاف اسکے کہ مسجد کے انہدام کی جہت سے کسی دوسری مسجد میں چلا گیا یا مسجد والے متفرق ہوگئے کہ اس صورت میں صلوۃ خمسہ کی جماعت نہ ملیگی یا ظالم نے بزور نکالدیا یا اپنی جان کا یا مال کا خوف ہو لکن فی النہر وغیرہ جعل عدم الفساد لانہدامہ او لبطلان جماعتہ او اخراجہ کرہا استحسانا لیکن نہر وغیرہ میں ہے کہ اگر مسجد گر جاوے یا جماعت باطل ہوجاوے یا کوئی شخص بزور نکالدے تو اعتکاف فاسد نہیں ہوتا بلکہ استحسان ہے حاصل یہ ہے کہ امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ تھوڑا خروج سے فاسد ہوجاتا ہے مگر بول کے لیے اور جمعہ کی نماز کے لیے اور بعض مشائخ نے بعض مسائل میں عدم فساد کو مستحسن جانا ہے اور شامی نے اس جگہ بسط کیا ہے وفی التاتارخانیۃ عن الحجۃ لو شرط وقت النذر ان یخرج لعیادۃ مریض وصلوۃ جنازۃ وحضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ اور تاتارخانیہ میں حجہ سے نقل کیا ہے کہ اگر شرط کیا وقت نذر کے کہ نکلے گا مریض کی عیادت کے لیے اور نماز جنازہ کے لیے اور مجلس علم میں حاضر ہونے کے لیے تو جائز ہے یہ یاد رہے [illegible] شرط ایسا ہے کہ مریض منتظر ہو یا کتنا نہیں حاصل یہ کہ اسباب غالب الوقوع حکماً مستثنیٰ ہیں اگرچہ شرط نہ کی ہو اور جو غالب الوقوع نہیں ہیں تو وہ مستثنیٰ نہیں ہیں مگر جبکہ شرط کرلی قالہ الشامی وخص المعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ اور مخصوص ہے معتکف ساتھ کھانے اور پینے اور سونے کے اور عقد کے جسکی ضرورت ہو خواہ اپنے لیے یا اپنے عیال کے لیے یعنی مسجد میں حکم سابق داخل ہے مقصور علیہ پر یعنی معتکف مقصور ہے کھانے وغیرہ پر مسجد میں اسکو یہ چیزیں حلال نہیں سوا مسجد کے یعنی نہیں کہ کھانا اور عقد وغیرہ معتکف کے سوا دوسرا مسجد میں نکرے کیونکہ عقد نکاح ورجعت غیر معتکف کو بھی مسجد میں مکروہ نہیں قالہ الشامی فلو لتجارۃ کرہ پس اگر عقد تجارت کے لیے ہو تو مکروہ ہے یعنی اگرچہ اسباب تجارت کو مسجد میں حاضر نہ کیا جاوے اور اسی کو قاضی خان نے اختیار کیا ہے اور زیلعی نے ترجیح دی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کیطرف متوجہ ہو دنیا سے منقطع ہے اسکو ان امور دنیاوی کیطرف اشتغال نہ چاہیے کذا فی البحر قالہ الشامی کبیع ونکاح ورجعۃ فان خرج لاجلہا فسد لعدم الضرورۃ مانند بیع اور نکاح اور رجعت کے رجعت کا عطف اکل پر ہے کیونکہ بیع پر عطف نہیں ہوسکتا جب تک عقد میں ایسی تاویل نکریں کہ جس سے رجعت کو بھی شامل ہو کذا فی الشامی پس اگر نکلا ان امور کے لیے تو اعتکاف فاسد ہوگیا کیونکہ ضرورت خروج کی نہ تھی ظہیریہ میں ہے کہ نکلے بعد غروب کے کھانے پینے کے لیے الخ اور یہ محمول ہونا چاہیے اس صورت پر کہ اسکے پاس کوئی آدمی ایسا نہو کہ کھانا پہنچادے اسلیے کہ اسوقت نکلنا حوائج ضروریہ میں ہوگا مثل بول کے کذا فی البحر وکرہ ای تحریما لانہا محصل

(والا فیحرم احضار المبیع فیہ) اور مکروہ ہے حاضر کرنا بیع کا مسجد میں یعنی مکروہ تحریمی کیونکہ کراہت تحریمی محمل ہے فقہا کے مطلق رکھنے کا کذا فی البحر یعنی
جس جگہ مطلق مکروہ بولتے ہیں وہاں انکی مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہے کما کرہ فیہا مبایعۃ غیر المعتکف مطلقا للنہی جیسا مکروہ ہے مسجد میں بیع وشرا غیر معتکف کا
کے لیے مطلقا یعنی اپنے نفس کے واسطے ہو یا عیال کے یا تجارت کے لیے بیع حاضر ہو یا نہ ہو بسبب نہی کے جو اس باب میں وارد ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے بیع وشرا سے مسجد میں اور گمشدہ کی تلاش سے مسجد میں اور شعر پڑھنے سے اور منع فرمایا حلقہ باندھ کر بیٹھنا نماز سے پہلے جمعہ
کے روز کذا فی الفتح وکذا الاکل والنوم الا لغریب اشباہ اور ایسا ہی مکروہ ہے غیر معتکف کو کھانا اور سونا مسجد میں مگر مسافر کو کذا فی الاشباہ وقدمناہ قبیل الوتر اور ہم اسکو
بیان کر چکے ہیں وتر سے کچھ پہلے لکن قال ابن کمال لا یکرہ الاکل والشرب والنوم فیہا مطلقا ونحوہ فی المجتبی لیکن ابن کمال نے کہا ہے کہ نہیں مکروہ ہے کھانا پینا
سونا مسجد میں بالکل اور مثل اسکے مجتبی میں ہے اور ابن کمال نے مجتبی سے نقل کیا ہے کہ غیر معتکف کو جائز ہے سونا مسجد میں مقیم ہو یا مسافر لیٹ کر یا تکیہ لگا کر
پاؤں جانب قبلہ کے ہوں یا کسی اور طرف لیکن معتکف کو اولی جائز ہے اور فتح میں بھی اسکو نقل کیا ہے اور اسی سے مطلقا کی تفسیر واضح ہو جاتی ہے کہ مولف
نے کہا کہ یہ قول کہ پاؤں قبلہ کی طرف ہوں غیر مسلم ہے کیونکہ علما نے اسکی کراہت کی تصریح کی ہے اور شارح کے کلام کا ... اور ظاہر یہ ہے کہ کھانا
پینا بھی مثل نوم کے ہے جبکہ مسجد کو نہ گندہ کرے اور نہ ملوث کرے کیونکہ مسجد کی صفائی اور نظافت واجب ہے لیکن وقایہ میں کہا ہے کہ معتکف کھاوے پیوے سووے
بیع وشرا کرے مسجد میں نہ غیر معتکف اور ملا علی نے اسکی شرح میں کہا ہے کہ غیر معتکف کو مکروہ ہے ان چیزوں کا کرنا مسجد میں اور ایسی ہی ...
میں ہے پس مجتبی کی عبارت نقل کی ہے قال الشامی ویکرہ تحریما صمت ان اعتقدہ قربۃ والا لا ... اور مکروہ تحریمی ہے چپ رہنا ...
اگر اسکو عبادت جانتا ہو ورنہ مکروہ نہیں کہ حدیث میں آیا ہے جو شخص چپ رہا نجات پائی امام ابو حنیفہ نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے صوم وصال سے اور صوم صمت سے کذا فی الفتح قال الشامی ویجب ای الصمت کما فی غرر الاذکار عن شر لحدیث رحم اللہ امرا تکلم فغنم او سکت فسلم
اور چپ رہنا واجب ہے بری کلام سے کذا فی غرر الاذکار واسطے مضمون اس حدیث کے خدا رحم کرے اس شخص کو کہ بولے تو غنیمت حاصل کرے اور چپ رہے
تو سلامت رہے ہم نے جو کہا تو غرض نہیں کہ نا شامل ہو واجب کو بھی کیونکہ کلام کبھی حرام ہوتی ہے جیسے غیبت مثلا اور کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے بیہودہ شعر پڑھنا یا ذکر
اللہ کرنا چیز کی بکری کے واسطے پس چپ رہنا اول قسم سے فرض ہے اور دوسری قسم سے واجب قال الشامی وتکلم الا بخیر وھو ما لا اثم فیہ اور مکروہ ہے اعتکاف میں
بولنا مگر بھلی بات اور خیر وہ ہے کہ جس میں گناہ نہ ہو ومنہ المباح عند الحاجۃ الیہ لا عند عدمہا وھو محمل ما فی الفتح انہ مکروہ فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل
النار الحطب کما حققہ فی النہر اور جس کلام میں گناہ نہیں اسمیں داخل ہے کلام مباح جبکہ اسکی طرف حاجت ہو نہ وقت عدم حاجت کے یعنی اسراف و دنیا کی
میں کلام کرنا بوقت اسمیں قصد قربت کا نہ ہو ورنہ اسمیں ثواب ہے کذا فی الشامی اور یہی یعنی بے ضرورت کلام کرنا محمل ہے فتح القدیر کی عبارت کا
کہ کلام کرنا مسجد میں مکروہ ہے حسنات کو اسطرح کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو چنانچہ نہر میں اسکو تحقیق کیا ہے ہم مسجد میں کلام مکروہ اسوقت ہے کہ کلام کے لیے
مسجد میں بیٹھے جیسا ظہیریہ میں قید لگائی ہے ذکرہ فی البحر اور سراج میں شرح ارشاد سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں بات کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں ہے اگر قلیل ہو لیکن
اگر مسجد کا قصد باتوں کے لیے کرے تو مکروہ ہے اور وعید سے ظاہر کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے قال الشامی کقراءۃ قرآن وحدیث وعلم وتدریس
فی سیر الرسول علیہ السلام وقصص الانبیاء علیہم السلام وحکایات الصالحین وکتابۃ امور الدین اور کلام خیر یہ چیزیں ہیں جیسے قرآن پڑھنا اور
حدیث اور علم دین اور پڑھانا سیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قصص انبیا علیہم السلام کے اور حکایتیں صلحا کی اور لکھنا دینی باتوں کا
وبطل بوطی فی فرج انزل ام لا اور باطل ہوتا ہے اعتکاف وطی سے فرج میں یعنی اگلے مقام میں یا پچھلے میں انزال ہو یا نہ ہو ولو کان وطیہ
خارج المسجد لیلا او نہارا عامدا او ناسیا فی الاصح لان حالتہ مذکرۃ اگرچہ وطی کرنا مسجد سے باہر ہو رات کو ہو یا دن کو قصدا ہو یا بھول کر

خواہ صریح ہو جیسے ایام اور لیالی کہنا خواہ ضمنا ہو جیسے مثنیٰ یا کہنا اور تثنیہ کی طرح بیت میں اعتکاف دو روز کا مع دو راتوں کے طرفین کے نزدیک
لازم ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک پہلی رات اسمیں داخل نہیں قال الشامی فلو نوی فی نذر الایام النہار خاصۃ صحت نیتہ لنیتہ
الحقیقۃ پس اگر نذر کئے ایام اور نیت کی خاص نہار کی یعنی نہ رات کی تو اسکی نیت صحیح ہے کیونکہ اُسنے حقیقت لغوی کی نیت کی گو عرف میں
یوم اسکو ہے کہ یعنی مجموعہ شب و روز کو کہتے ہیں اور جب کسی لفظ کے واسطے حقیقت لغوی ہے اور حقیقت عرفی بھی ہو تو اطلاق کے وقت حقیقت
عرفی کی طرف مصروف ہوتا ہے اسی جہت سے یہاں نیت کی ضرورت ہوئی اور جب اسکی نیت صرف نہار میں درست ہوئی تو اسکو اعتکاف
ایام کا لازم ہوگا بغیر رات کے اور قبل طلوع فجر کے مسجد میں داخل ہو اور بعد غروب شمس کے نکلے قال الشامی وان نوی بہا
ای بالایام اللیالی لا تعمل نیتہ کلاما اور اگر نیت کی ایام سے لیالی کی تو یہ نیت صحیح نہیں ہے بلکہ لازم ہونگے رات اور دن دونوں ہم کیونکہ ایسی
نیت کی جو کلام کی محتمل نہیں ہے کذا فی البحر اور حاصل یہ کہ یا لفظ مفرد ہے یا تثنیہ یا جمع اور ہر ایک یا ایام ہے یا لیل اور ہر ایک میں ان
[illegible] میں سے یا حقیقت کی نیت ہے یا مجاز کی یا دونوں کی یا بالکل نیت نہ ہو پس صورتیں [illegible] اور مجموعہ کا حکم مع انکی اقسام
کے مذکور ہو چکا مفرد باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی لازم ہوگا نیت اسکی کرے یا نکرے اور اگر اسکے ساتھ رات
کی بھی نیت کی ہو تو دونوں لازم ہونگے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت کی ہو تو دن لازم نہوگا جیسا کہ اسمیں نیت یوم کی ہو کذا فی البحر قال الشامی
ولو نذر اعتکاف شہر ونوی النہار خاصۃ او نوی عکسہ ای اللیل خاصۃ فانہ لا یصح لانہ ان الشہر اسم لمقدر یشتمل الایام واللیالی
فلا یحتمل ما دونہ جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک مہینے کا اور نیت کی دنوں کی خاص کر یا نیت کی اسکے عکس یعنی راتوں کی صرف تو اسکی نیت صحیح نہوگی
کیونکہ شہر یعنی مہینا اسم ہے ایک مقدار معین کا جو مشتمل ہے ایام و لیالی کو پس اسمیں کمتر پر اطلاق کا احتمال نہیں ہے ہم جب ہو کہ بلفظ شہر
تعبیر کرے اور اگر تیس یا کہے گا تو اسکا حال سابق مرقوم ہو چکا قال الشامی الا ان یستثنی اللیالی لتخصیص بالنص کر اسی
صورت میں کہ استثنا کرے راتوں کا پس خاص ہو جاویگا اعتکاف دنوں ہی کا اسم نہار بالنص جمع ہے نہار کا [illegible] ولو استثنی الایام صح ولا شی علیہ
لان [illegible] اور اگر دنوں کو استثنا کیا تو استثنا صحیح ہے اور اسپر کچھ لازم نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی باب اول میں کہ رات محل صوم نہیں حاصل
یہ کہ جب ایام کا یعنی دنوں کا استثنا کیا تو گویا صرف راتیں رہگئیں اور ان میں اعتکاف منذر صحیح نہیں ہے کیونکہ رات کو اعتکاف کی شرط یعنی
صوم کے منافات ہے قال الشامی واعلم ان اللیالی تابعۃ للایام الا لیلۃ عرفۃ ولیالی النحر فتبع للنہار الماضیۃ رفقا بالناس کما فی
الفتح [illegible] اور جاننا چاہیئے کہ راتیں تابع ہیں ایام کے مگر عرفہ کی رات اور قربانی کی راتیں سو یہ تابع ہیں گذشتہ روز
کی لوگوں کی سہولت کے لیے جیسا کہ [illegible] فتح میں مذکور ہے اسکو یاد کرلو ہم یعنی ہر شب تابع ہے اسکی روز کی جو اُسکے بعد
ہے چنانچہ تراویح رمضان کی اول شب میں پڑھی جاتی ہیں نہ شوال کی اول شب میں تو اسی تقدیر پر جب ذکر کرے نذر میں
[illegible] کو تو مسجد میں داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے نذر پوری ہو جانے کے بعد غروب کے چنانچہ خانیہ میں اسکی تصریح
کی ہے اور [illegible] بھی تصریح کی ہے کہ جب ارادہ ہو [illegible] تو دن سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد میں طلوع فجر سے پہلے [illegible] اسی
تقدیر پر [illegible] داخل ہوگی ایام کی نذر میں مگر جب کہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کذا فی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہے یوم الترویہ کے
اور نحر کی رات تابع ہے عرفہ کے [illegible] یہاں تک کہ [illegible] رات کو وقوف عرفات جائز ہے ولیلۃ القدر دائرۃ فی رمضان الا ان
انہا تتقدم وتتاخر خلافا لہما [illegible] شب قدر رمضان میں دائر ہے باتفاق مگر امام صاحب کے نزدیک رمضان کی تاریخوں میں مقدم

موخر ہوتی رہتی ہے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک تاریخ معین ہے مقدم موخر نہیں ہوتی وثمرتہ فیمن قال لعبدہ لیلۃ منہ انت حر وانت
طالق لیلۃ القدر رفعنہ ما یقع حتی ینسلخ شہر رمضان الآتی لجواز کونہا فی الاول فی الاوسط وفی الآتی فی الاخیرۃ وقالا یقع اذا مضی
مثل تلک اللیلۃ فی الآتی ولا اختلاف انہ لو قال قبل دخول رمضان وقع بمضیہ اور نتیجہ اس اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے اس
صورت میں کہ کسی شخص نے رمضان کی پہلی تاریخ کے بعد اپنے غلام کو کہا کہ تو آزاد ہے یا بی بی کو کہا کہ تجھکو طلاق ہے شب قدر میں
تو امام اعظم کے نزدیک عتق و طلاق واقع نہونگے جب تک کہ دوسرا رمضان تمام نہ گذر جاوے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس
رمضان کی شب قدر پہلی تاریخ ہو چکی اور دوسرے کی شب قدر آخری تاریخ میں ہو اور صاحبین کہتے ہیں کہ اس
رمضان کی جس تاریخ یہ قول کہا ہے جب وہی تاریخ دوسرے رمضان کی گذر گئی تو عتق و طلاق واقع ہوگئے اور اگر
رمضان کے شروع سے پہلے یہ قول کہا ہے تو بالاتفاق اسی رمضان کے گذرنے پر عتق و طلاق واقع ہونگے قال فی الضیاء
والفتوی علی قول الامام لکن قیدہ بکون الحالف فقیہا یعرف الاختلاف والا فہی لیلۃ السابع والعشرین والاسلم
ضیاء میں کہا ہے کہ فتوی امام صاحب کے قول پر ہے لیکن صاحب ضیاء نے قول امام پر فتوی کو مقید کیا ہے اس بات سے کہ جسنے
عتق و طلاق کو شب قدر پر معلق کیا ہے وہ فقیہ ہو اور اختلاف کو جانتا ہو اور اگر شخص مذکور عوام میں سے ہے تو شب قدر
ستائیسویں ہے کیونکہ اول تو عوام اسی کو شب قدر کہتے ہیں دوسرے ایک قول اقوال میں سے یہ بھی منقول ہے کہ ستائیسویں
رات کو شب قدر ہوتی ہے اور احادیث کثیرہ اسپر دلالت کرتی ہیں امام صاحب نے یہ جواب دیا ہے کہ اس برس میں اسی تاریخ
میں تھی اور یہ جو شارح نے ذکر کیا کہ شب قدر رمضان میں دائر ہے آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے یہ ایک قول ہے امام کا اور مجتبی میں
خانیہ سے منقول ہے کہ مشہور قول امام صاحب کا یہ ہے کہ تمام سال میں دائر ہے کبھی رمضان میں ہوتی ہے کبھی غیر مہینے میں میں کہتا
ہوں کہ اسی کا مؤید ہے وہ قول جو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں ذکر کیا ہے کہ لوگوں نے لیلۃ القدر کی تاریخ میں
اختلاف کیا ہے سو بعض کہتے ہیں کہ تمام سال میں دائر ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کیونکہ میں نے اسکو کبھی شعبان میں دیکھا اور
کبھی ماہ ربیع الاول میں اور اکثر رمضان کے عشرہ اخیرہ میں اور ایک بار عشرہ اوسط میں اور کبھی جفت راتوں میں کبھی طاق
میں سو مجھکو یقین ہے کہ وہ سال بھر میں دائر ہے ہمیشہ کی جفت رات ہو یا طاق انتہی اور اس باب میں علما کے اور اقوال بھی
ہیں جو شمار میں چھیالیس کو پہونچے ہیں

خاتمہ

واضح ہو کہ لیلۃ القدر بڑے مرتبہ کی رات ہے اسکی طلب مستحب ہے اور وہ برس میں افضل شب ہے قرآن مجید میں اسکو ہزار مہینے سے
افضل فرمایا ہے عمل خیر اسمیں ہزار عمل کے برابر ہے بہ نسبت دوسرے اوقات میں کرنے کے مسلمانوں میں سے جسکو خدا تعالی چاہے
یہ دولت نصیب کرتا ہے اور جو شخص شب قدر کو دیکھ پاوے چاہیے کہ چھپا رکھے اور اخلاص سے یہ دعا کرے اللهم انا نسألك الاخلاص
فی القول والعمل وحسن الختام عند انتهاء الاجل والحمد لله الکافی الشافی والحمد لله اولا وآخرا والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد وآله
وصحبه اجمعین یہانتک ترجمہ شرح قسم ثانی کا تمام ہوا والحمد لله

كتاب الحج

اس کتاب میں احکام حج کا بیان ہے حج کو بعد صلاۃ اور زکوۃ اور صوم کے اس واسطے ذکر کیا کہ یہ رابع ہے عبادات کا اور مرکب ہے عبادات مالی اور بدنی
سے ہو بفتح الحاء وکسرہا لغتان القصد الی معظم لا مطلق القصد کما ظنہ بعضہم حج بفتح اور کسرہ دو لغت ہیں عظیم الشان چیز کی طرف قصد کرنے کو کہتے ہیں
نہ مطلق ہر قصد کو چنانچہ بعض علماء نے گمان کیا ہے یہ تحقیق ہے صاحب فتح القدیر کی لیکن قاموس وغیرہ کتب لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ حج عبارت
ہے مطلق قصد سے اور قصد خاص سے بھی یعنی کہ معظم کا قصد کرنا واسطے ادائے عبادت کے وشرعا زیارۃ ای طواف ووقوف فی مکان مخصوص
ای الکعبۃ وعرفۃ فی زمن مخصوص فی الطواف من طلوع فجر النحر الی آخر العمر وفی الوقوف من زوال الشمس یوم عرفۃ الی فجر النحر بفعل مخصوص بان یکون
محرما بنیۃ الحج سابقا کما سیجیء لم یقل لاداء رکن من ارکان الدین لیعم حج النفل اور اصطلاح شرع میں حج عبارت ہے زیارت سے مکان خاص میں
زمانہ مخصوص میں بفعل مخصوص کے زیارت سے مراد طواف اور وقوف ہے اور مکان خاص سے کعبہ شریف اور عرفات مراد ہیں یعنی بیت اللہ کے گرد گھومنا
عید قربانی کی فجر سے آخر عمر تک اور عرفات میں ٹھہرنا نویں تاریخ کے زوال سے عید قربانی کی فجر تک حج کی نیت سے احرام باندھ کر طواف اور وقوف
سے پہلے خلاصہ یہ ہے کہ حج کی نیت سے اول احرام باندھ کر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ میں ادا کرنا حج کا نام ہے چنانچہ تفصیل اس اجمال کی آگے
آویگی مصنف نے حج کی تعریف میں یوں نہ کہا کہ حج عبارت ہے زیارت مکان خاص سے زمانہ مخصوص میں واسطے ادا کرنے ایک رکن کے ارکان دین سے تاکہ
حج نفل کو بھی تعریف شامل رہے اور اگر ادائے رکن کی قید لگاتے تو حج نفل تعریف حج سے نکل جاتا اس واسطے کہ رکن فرض کو کہتے ہیں نہ نفل کو اور ارکان دین پانچ ہیں
کلمہ شہادت اور نماز اور زکوۃ اور صوم اور حج بیت اللہ فرض سنۃ تسع وانما اخرہ علیہ السلام لعشر لعذر مع علمہ ببقاء حیاتہ لیکمل التبلیغ حج فرض ہوا ہجرت
کے نویں سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا اس کے حج میں دسویں برس تک تاخیر فرمائی بسبب عذر کے [illegible] بھی تھا کہ حضرت کو اپنی بقاء حیات کا
علم تھا تاکہ تبلیغ رسالت کامل ہو جائے [illegible] نویں سال یہ آیت نازل ہوئی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا یعنی خدا کے واسطے لوگوں پر لازم ہے
حج بیت اللہ کا جسکو طاقت راہ ہو اسکی طرف اس آیت سے فرضیت حج کی ثابت ہوئی اور حضرت نے جو نویں سال حج نہ کیا تو عذر یہ تھا کہ یہ آیت بعد گذرنے
ایام حج کے اتری یا خوف تھا کہ اگر مدینہ خالی ہوگا تو مشرکین آن کر ہجوم کرینگے یا مشرکین کے ساتھ حج کرنا مکروہ جانا جب نویں سال صدیق اکبر اور علی مرتضی کو بھیجکر
کافروں کو بیت اللہ میں آنے سے منع کر دیا تب دسویں سال حج ادا کیا اور عذر [illegible] ہے کہ تقدیم افضل ہے بالاجماع تو اگر حضرت کو عذر نہ ہوتا تو تاخیر کرنا مقصود نہ تھا
كذا في حاشية الحلبي عن الزيلعي مرة لان سببه البيت وهو واحد والزيادة تطوع تمام عمر میں ایک بار حج فرض ہے اس واسطے کہ سبب حج کا بیت اللہ ہے اور وہ ایک
لہذا سبب بھی واحد ہوا اور ایک بار سے زیادہ حج کرنا نفل ہے [illegible] عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ
رسول اللہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے یا ایکبار فرمایا ایکبار سو جو کہ ایکبار سے زیادہ حج کرے تو وہ نفل ہے اخرجہ ابو داؤد [illegible] فرضیت حج کی قرآن مجید اور احادیث
کثیرہ اور اجماع امت سے ثابت ہے لہذا اسکا منکر کافر ہے اور باوجود قدرت کے حج کا تارک فاسق ہے وقد یجب کما اذا جاوز المیقات بلا احرام فانہ کما یجب
علیہ احد النسکین فان اختار الحج [illegible] واجب ہوتا ہے جیسے احرام باندھنے کے مقام کو بلا احرام طے کر جاوے تو
اسپر حج یا عمرہ واجب ہو جاتا ہے چنانچہ ذکر اسکا آویگا سو اگر وہ شخص حج کرنا اختیار کریگا تو وہ حج واجب کہلاویگا [illegible] حج بالمال الحرام
اور کبھی حج حرام کہلاتا ہے چنانچہ مال حرام سے حج کرنا [illegible] یا غصب یا سود لیکے مال سے حج کرنا [illegible] حرام ہے جسکو حج کا
شوق ہو اسکو اول حلال پیدا کرنا لازم ہے [illegible] روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حاجی حج کو نکلتا ہے مال
حلال لیکر اور رکاب میں پاؤں رکھکر لبیک کہتا ہے تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے لبیک وسعدیک تیرا زاد حلال ہے اور حج تیرا مقبول ہے اور [illegible]

نفقہ حج سے لیکر زکات کا تمام ادا کرنا ہے با اذن ہو الا لبیک کہتا ہی تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہی لا لبیک ولا سعدیک شہر انفقتہ حرام ہوا ورحجک غیر مبرور
نہیں ہے کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر و بالکراہۃ کا حج بلا اذن من یجب استئذانہ اور مکروہ ہے حج کرنا بلا اجازت اس شخص کے
جس سے اذن لینا واجب ہے چنانچہ بلا اجازت محتاج والدین کے جانا اور اسیطرح زوجہ اور جمیع اقارب جنکا نفقہ اس شخص پر فرض ہے تو نکاح کے بیان
معلوم ہوا کہ حج فرض بھی ہوتا ہے اور واجب اور نفل اور حرام اور مکروہ بھی اور ظاہر ہے حج مباح نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ اصلی عبادت ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
وفی النوازل لو کان الابن صبیحا فللاب منعہ حتی یلتحی اور نوازل میں ہے کہ اگر لڑکا گورا خوبصورت ہو تو اسکے باپ کو جائز ہے کہ اسکو سفر حج سے
منع کرے داڑھی نکلنے تک بلکہ گھر سے نکلنے سے بھی روک سکتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الفور فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین
عن الامام ومالک واحمد حج ایکبار فی الفور فرض ہے پہلے سال میں نزدیک ابی یوسف کے اور امام مالک اور امام احمد کے اور امام اعظم کی اصح روایت
میں اسواسطے کہ احتیاط یہی ہے کہ اول سال امکان میں ادا کرے حج ہو کیونکہ سال بھر میں حج کا ایک وقت معین ہے اور موت کا کوئی وقت معین نہیں
تو باوجود قدرت کے تاخیر کرنا گویا معدوم کرنا ہے ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہے جو امام احمد اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی ہے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے اسکو جلدی کرنا لازم ہے اسواسطے کہ کبھی آدمی بیمار ہوتا ہے اور راحلہ گم ہو جاتا ہے اور کوئی حاجت ضروری پیش آجاتی ہے
کذا فی العینی شرح الکنز اور محمد اور شافعی کے نزدیک حج علی الفور فرض نہیں بلکہ علی التراخی فرض ہے وثمرتہ عدم تفسیقہ وتفسیقہ ورد شہادتہ بتاخیرہ اے
سنین لان تاخیرہ صغیرۃ وبارتکابہ مرۃ لایفسق الا بالاصرار بحر ووجہ ان الفوریۃ ظنیۃ لان دلیل الاحتیاط ظنی ولذا اجمعوا انہ لو تراخی کان
ادا ر والاثم بموتہ قبلہ بحر سبب حج فی الفور فرض ہوا تو فاسق ہوگا اور اسکی گواہی مردود ہوگی حج میں تاخیر کرنے سے یعنی چند سال کی
تاخیر سے فسق ثابت ہوگا اسواسطے کہ تاخیر حج کی صغیرہ گناہ ہے اور ایکبار صغیرہ کرنے سے مسلمان فاسق نہیں ہوتا مگر اصرار سے البتہ فاسق
ہوتا ہے کذا فی البحر اور دلیل اس امر کی کہ تاخیر صغیرہ ہے نہ کبیرہ یہ ہے کہ فی الفور کی فرضیت ظنی ہے اسواسطے کہ دلیل احتیاط کی چنانچہ قول سابق کے بیان میں مذکور
ہوچکی ظنی ہے نہ قطعی اور گناہ کبیرہ ہونا ثابت نہیں ہوتا مگر قطعی دلیل سے نہ ظنی سے واسطے فقہا کا اجماع ہے اسپر کہ باوجود قدرت کے اگر چند سال تاخیر کی
اور پھر حج کیا تو یہ حج ادا ہوگا نہ قضا اگرچہ قبل حج کے مرجانے سے گنہگار رہیگا وقالوا لو لم یحج حتی تلف مالہ وسعہ ان یستقرض ویحج ولو غیر قادر
علی وفائہ ویرجی ان لا یواخذہ اللہ تعالی بذلک ای لو ناویا وفاءہ ان قدر کما قیدہ فی الظہیریۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر مقدور والے نے
حج نہ کیا یہانتک کہ اسکا مال تلف ہوگیا تو اسکو جائز ہے کہ قرض لے اور حج کرے اگرچہ اسکو قدرت نہ ہو ادا اے قرض کی اور امید ہے کہ حق تعالے
اسکا مواخذہ نہ کریگا اگر بدون ادا کیے مرگیا بشرطیکہ اسکی ادا کرنے کی نیت ہو در صورت قدرت چنانچہ یہی قید لگائی ہے عدم مواخذہ کی ظہیریہ میں
طحطاوی نے کہا کہ تمرتاشی میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ ایسی صورت میں قرض لینا حج کیواسطے لازم ہے علی مسلم لان الکافر غیر مخاطب بالفروع
الا بالایمان فی حق الاداء وقد حققناہ فیما علقناہ علی المنار حج فرض ہے مسلمان پر نہ کافر پر اسواسطے کہ کافر مخاطب نہیں فرعی احکام کے ادا کرنے کے حق
میں ہاں در حق اعتقاد احکام البتہ مخاطب ہے اور البتہ ہمنے اس مسئلہ اصولی کو شرح منار میں محقق کیا ہے ہم یہاں سے تفصیل شرائط حج کی شروع ہوئی تو
اجمالا دریافت کرنا چاہیے کہ شرائط حج کی تین قسم ہیں ایک شرائط وجوب حج کی اور دوسری شرائط وجوب ادائے حج کی اور تیسری شرائط صحت حج کی
سو شرائط وجوب کی آٹھ ہیں بنا بر قول ارجح کے اسلام عقل بلوغ حریت وقت قدرت زاد و قدرت راحلہ فرضیت حج کا علم اور شرائط وجوب ادا کی پانچ ہیں
بقول اصح صحت بدن کی قدرت زوال موانع حسیہ امن راہ عدم قیام عدت عورت کے حق میں خروج زوج یا محرم عورت کے ساتھ اور شرائط صحت حج کی چار ہیں
احرام حج زمانہ خاص مکان خاص اسلام کذا فی منح الغفار حر مکلف عالم بفرضیتہ اما بالکون بدارنا او باخبار عدل او مستور یعنی حج فرض ہے حر مکلف پر جو

یا غلام احرام باندھکر آزاد ہوگیا قبل ٹھیرنے عرفات کے پھر اسی اگلے احرام پر پھر ایک چلا گیا یعنی دوسرا احرام نہ باندھا تو دونوں کا فرض حج ساقط نہوگا اسلیے
کہ شروع سے نفل تھا پھر نفل کی نیت سے فرض کیونکر ادا ہو تو بعد بلوغ اور آزادی کے حج فرض صغیر اور عبد پر لازم رہیگا فلو جدد الصبی الاحرام قبل وقوفہ
بعرفۃ ونوی حجۃ الاسلام اجزاہ پھر اگر صغیر نے بعد بلوغ کے نیا احرام باندھا قبل وقوف عرفات کے اور اس احرام جدید سے فرض حج کی نیت کی تو کافی ہو
یعنی فرض ادا ہوگی ہم احرام جدید اسطرح کرنا چاہیے کہ میقات تک پلٹ جاوے اور وہاں دوسرا احرام باندھکر حج کی نیت سے لبیک کہے ولو فعل العبد المعتق
ذلک لم یجز لانعقاده لازما بخلاف الصبی والکافر والمجنون اور اگر آزاد غلام اسطرح سے نیا احرام باندھیگا تو اسکو کفایت نکریگا یعنی اس پر سے
فرض حج ساقط نہوگا اسواسطے کہ غلام پر نفل حج شروع کرنے سے لازم ہوگیا تو اسکو توڑ نہیں سکتا بخلاف صغیر اور کافر اور مجنون کے اسواسطے کہ صغیر کا احرام
لازم نہیں تو اسکو احرام توڑنا جائز ہو اور کافر کا احرام سرے سے صحیح نہیں بسبب عدم اہلیت کے وفرضہ ثلثۃ الاحرام اور حج میں تین کام فرض ہیں
اول احرام باندھنا فرض ہو یہانتک کہ ترک سے حج باطل ہو جاوے اور سال آئندہ میں اسکی قضا لازم آوے وہو شرط ابتداء ولہ حکم الرکن انتہاء حتی لم یجز لفائت
الحج استدامتہ لیقضی بہ من قابل اور احرام شرط ہو باعتبار ابتدا کے یہاں تک کہ اسکی تقدیم حج کے مہینوں پر جائز ہے جیسے وضو قبل وقت نماز کے جائز ہو اور احرام
کو رکن کا حکم ہو باعتبار انتہا کے تا اینکہ جسکا احرام باندھکر حج فوت ہوگیا ہو اسکو احرام کا باقی رکھنا تاکہ سال آئندہ اس سے حج کی قضا کرے جائز نہیں
اور اگر شرط ہوتا ہر طرح سے تو اسکا باقی رہنا جائز ہوتا والوقوف بعرفۃ فی اوانہ سمیت بہا لان آدم علیہ السلام وحوا تعارفا فیہا اور دوسرا فرض عرفات کا
ٹھیرنا ہو اسکے خاص وقت میں عرفات کا نام عرفات اسلیے رکھا گیا کہ آدم اور حوا علیہما السلام میں وہیں تعارف ہوا یعنی بہشت سے زمین پر متفرق اترے پھر ایک
مدت عرفات میں یکجا ہوے اور ایک نے دوسرے کو پہچانا ومعظم طواف الزیارۃ وہما رکنان اور تیسرا فرض اکثر طواف زیارت اور دونوں یعنی وقوف
عرفات اور طواف الزیارۃ رکن ہیں حج کے لیکن وقوف عرفات قوی تر ہو طواف سے اسواسطے کہ جماع قبل وقوف سے حج فاسد ہوجاتا ہو اور جماع قبل
طواف سے فاسد نہیں ہوتا کذا فی العالمگیریۃ وواجبہ نیف وعشرون اور واجبات حج کے بیس اور کئی ہیں چنانچہ چھبیس کام ہیں چنانچہ شمار واجبات کا
رقم ہندسہ سے معلوم ہوگا واجب وہ ہو جسکے ترک سے حج باطل نہیں ہوتا بلکہ ذبح کرنا لازم آتا ہو وقوف جمع وہو المزدلفۃ سمیت بہا لان آدم اجتمع مع حوا
وازدلف الیہا ای دنا منہا پھر ٹھیرنا جمع کا یعنی مزدلفہ کا اسکا مزدلفہ اسواسطے نام ہوا کہ آدم حوا کے ساتھ وہاں جمع ہوئے اور انسے قریب ہوگئے والسعی وعند
الائمۃ الثلثۃ ہو رکن بین الصفا سمی بہ لانہ جلس علیہ آدم صفوۃ اللہ والمروۃ لانہ جلس علیہا امرأۃ ای حوا ولذا انث ۲ اور چلنا صفا اور مروہ کے بیچ
اور تینوں اماموں کے نزدیک سعی کرنا رکن ہو صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں مسجد الحرام کے پاس صفا اسواسطے اسکا نام ہوا کہ آدم صفی اللہ اسپر بیٹھے اور
مروہ اسواسطے نام ہوا کہ امرأۃ یعنی عورت اسپر بیٹھی عورت سے حوا مراد ہیں اور اسی واسطے لفظ مروہ مؤنث ہو بعضے علما نے وجہ تسمیہ یوں بیان
کی ہو کہ صفا ایک مرد کا نام تھا اور مروہ ایک عورت کا نام تھا سو دونوں نے بیت اللہ میں حرام کاری کی حق تعالی نے انکو پتھر کرڈالا دونوں صورتوں کو
دونوں پہاڑیوں پر لوگوں کی عبرت کے واسطے رکھدیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی واللہ اعلم ورمی الجمار ۳ اور کنکریاں مارنا جمرات ثلثہ پر
ہر حج کرنیوالے کو خواہ قارن ہو خواہ متمتع خواہ مفرد وطواف الصدر ای الوداع للآفاقی غیر الحائض ۴ اور طواف الصدر یعنی رخصت کا طواف
آفاقی کو سواے حائض کے تو مکی اور میقاتی اور حائضہ پر طواف الصدر واجب نہیں والحلق او التقصیر ۵ اور سر منڈانا یا بال کترانا وانشاء الاحرام
من المیقات ۶ اور احرام کا شروع کرنا میقات سے یعنی احرام کے مقام سے ومد الوقوف بعرفۃ الی الغروب ان وقف نہارا ۷ اور دراز کرنا
وقوف عرفات کا غروب آفتاب تک اگر دن میں وقوف کیا ہو یعنی کچھ دن اور رات کے وقوف کو جمع کرنا واجب ہو والبداءۃ بالطواف من الحجر الاسود علی الاشبہ
لمواظبتہ علیہ السلام وقیل فرض وقیل سنۃ ۸ اور واجب ہو حجر اسود سے طواف کا شروع کرنا بنا بر اشبہ قول کے اسواسطے کہ رسول اللہ صلعم ہمیشہ ابتدا طواف حجر اسود سے

کرنے سے پہلے۔ اور بعضوں کے نزدیک یہ فرض ہے اور بعضوں کے نزدیک سنت ہے والتیامن فیہ ای فی الطواف فی الاصح ۹۔ اور طواف کو اپنی داہنی طرف سے کرنا بنا بر
قول اصح کے یعنی حجر اسود کے مقابل کھڑا ہو تو اپنی داہنی طرف سے طواف کرے جدھر ملتزم اور دروازہ ہے بیت اللہ کا والمشی فیہ لمن لیس لہ عذر یمنعہ منہ
ولو نذر طوافا زحفا لزمہ ماشیا ولو شرع متنفلا زحفا فمشیہ افضل ۱۰۔ اور واجب ہے طواف میں اپنے پاؤں چلنا جسکو ایسا عذر نہیں جو چلنے کا مانع ہو اور جس نے
نذر مانی طواف کی زمین پر گھسٹکر تو اسپر پیدل طواف کرنا لازم ہے اور اگر نفل طواف زمین پر گھسٹکر شروع کیا تو اسکو طواف میں پاؤں سے چلنا افضل ہے
والطہارۃ فیہ من النجاسۃ الحکمیۃ علی المذہب وقیل والحقیقیۃ من ثوب وبدن ومکان طواف والاکثر علی انہ سنۃ مؤکدۃ کما فی شرح لباب المناسک ۱۱۔ اور طواف میں
طہارت نجاست حکمی سے واجب ہے بنا بر قوی مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہے کہ طہارت نجاست حقیقی کی کپڑے اور بدن اور طواف کے مکان سے بھی
ہے اور اکثر علما کا یہ قول ہے کہ نجاست حقیقی کی طہارت سنت مؤکدہ ہے نہ واجب چنانچہ لباب المناسک کی شرح میں مذکور ہے وستر العورۃ فیہ وکشف
ربع العضو فاکثر کالصلوۃ تجب الاعادۃ ۱۲۔ اور شرمگاہ کا ڈھکنا طواف میں اور چوتھائی عضو یا زیادہ کھلنے سے طواف میں پھیر کرنا واجب ہوتا ہے جیسا کہ
عضو کا بیان کتاب الصلوۃ میں گذرا والبداءۃ بالسعی بین الصفا والمروۃ من الصفا ولو بدأ بالمروۃ لا یعتد بالشوط الاول فی الاصح ۱۳۔ اور صفا اور
مروہ کے درمیان کی سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کریگا تو پھیرا اول میں اسکا شمار نہوگا قول اصح میں یعنی اول مروہ سے چلنا اور صفا
پر پہونچنا اول میں داخل نہیں بسبب ترک واجب کے بلکہ پھیرا اول عبارت ہے ابتدا سے صفا سے مروہ تک والمشی فیہ فی السعی لمن لیس لہ عذر کما مر ۱۴
اور چلنا سعی میں جسکو چلنے میں کچھ عذر مانع نہیں چنانچہ طواف میں مذکور ہوا وذبح الشاۃ للقارن والمتمتع ۱۵۔ اور ذبح کرنا بکری کا قارن
یا متمتع کو وصلوۃ رکعتین لکل اسبوع من ای طواف کان فلو ترکہا ای علیہ دم قیل نعم وقیل لا ۱۶۔ اور دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے ساتھ ہر ایک
سات گرد کعبہ پھرنے کے بعد کوئی طواف کیوں نہ ہو یا نفل کا طواف نفل ہو یا [illegible] پس اگر دو رکعت کو طواف کرنیوالے نے ترک کیا تو اسپر
دم واجب ہے بعض علما نے کہا کہ ہاں واجب ہے اور بعض نے [illegible] والترتیب الاتی بیانہ بین الرمی والحلق
والذبح یوم النحر ۱۷۔ اور ترتیب کرنا درمیان کنکریاں مارنے اور سر منڈانے اور ذبح کرنے کے قربانی کے دن چنانچہ بیان اسکا آئیگا واما الترتیب
بین الطواف وبین الرمی والحلق فسنۃ فلو طاف قبل الرمی والحلق لا شئ علیہ ویکرہ لباب اور وہ ترتیب جو طواف کے درمیان اور کنکریاں مارنے اور سر منڈانے
کے درمیان میں ہے سو وہ سنت ہے واجب نہیں تو اگر طواف کیا قبل رمی اور حلق کے تو کوئی چیز اسپر لازم نہیں لیکن یہ مکروہ ہے بسبب ترک سنت کے
کذا فی لباب المناسک وسیجئ ان المفرد لا ذبح علیہ فتحققہ اور آگے آویگا کہ مفرد یعنی جو فقط حج کی نیت کرے بلا قران اور بلا تمتع اسپر ذبح واجب نہیں اس
کو عنقریب باب الجنایات میں ہم اسکی تحقیق کرینگے وفعل طواف الافاضۃ ای الزیارۃ فی یوم من ایام النحر ۱۸۔ اور طواف الافاضہ یعنی طواف الزیارۃ
کرنا کسی دن میں قربانی کے دنوں سے ومن الواجبات کون الطواف وراء الحطیم ۱۹۔ اور واجبات سے ہے طواف کرنا بیت اللہ کا حطیم کے ساتھ حطیم ایک جگہ کا
نام ہے جو بیت اللہ کے جانب غرب اور شمال واقع ہے اسکے گرد چھوٹی دیوار ہے کمان کی مانند حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں حطیم بیت اللہ
کے اندر داخل تھی قریش نے ایام جاہلیت میں جب کعبہ بنایا تو بسبب قلت مصارف کے حطیم کو کعبہ سے جدا کر دیا پس جب حطیم بیت اللہ میں داخل ٹھہری
لہذا طواف میں اس کا داخل کرنا واجب ہوا اور فرض اسواسطے نہوا کہ دخول اسکا بیت اللہ میں بدلیل قطعی ثابت نہیں واللہ اعلم وکون السعی بعد طواف
معتد بہ ۲۰۔ اور سعی کا ہونا بعد طواف کے جو شمار کے لائق ہے یعنی چار شوط یا زیادہ کے بعد اسلئے کہ تین شوط سے طواف معتبر نہیں وتوقیت
الحلق بالمکان والزمان ۲۱۔ اور سر منڈانے کی تعیین مکان خاص اور زمانہ مخصوص میں یعنی حلق کرنا حرم کے اندر ایام نحر میں واجب ہے
وترک المحظور کالجماع بعد الوقوف ۲۲۔ اور ممنوعات غیر مفسدہ کا ترک کرنا بعد وقوف عرفات کے واجب ہے چنانچہ جماع اور قبل وقوف کے جماع مفسد ہے

تحفۃ الاخیار حاشیۃ الحلبی و انما یکرہ الاحرام قبلہا وان امن علی نفسہ من المحظورات لشبہہ بالرکن کما مر والا فہما لتحریم والبتہ مکروہ ہے احرام باندھنا
قبل ان مہینوں کے اگرچہ انسان کو اپنی ذات پر ارتکاب ممنوعات کا خوف نہ ہو بسبب مشابہ ہونے احرام کے ساتھ رکن کے چنانچہ اسکا بیان
اوپر گذرا اور مطلق بولنا کراہت کا تحریم کا مفید ہوا یعنی قبل کا احرام مکروہ تحریمی ہے (والعمرۃ فی العمر مرۃ سنۃ مؤکدۃ علی المذہب) اور عمرہ کرنا تمام
عمر میں ایکبار سنت مؤکدہ ہے بنا بر قوی مذہب کے اور بعضے علماء حنفیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وصحح فی الجوہرۃ وجوبہا اور جوہرہ میں
وجوب اسکا صحیح کہا اگر کوئی کہے کلام مجید میں ارشاد ہوا (اتموا الحج والعمرۃ للہ) یعنی تمام کرو حج اور عمرہ کو اللہ کے واسطے اس آیت میں اتمام
کا امر ارشاد ہوا اور امر مفید وجوب کا ہے اسکا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا (قلنا المامور بہ فی الآیۃ الاتمام وذلک بعد الشروع وبہ نقول) ہم جواب
دیتے ہیں کہ آیت میں امر اتمام کا ہے اور اتمام نہیں ہوتا مگر بعد شروع کرنے فعل کے اور اسکے تو ہم قائل ہیں کہ سنت بلکہ نفل بعد شروع کے واجب ہو جاتی ہے
عمرہ مشتق ہے اعتمار سے اور اعتمار لغت میں آباد مکان کی طرف جانیکو کہتے ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن المغرب (وہی احرام وطواف وسعی وحلق
او تقصیر) اور شرع میں عمرہ عبارت ہے احرام اور طواف اور سعی بین الصفا والمروۃ اور بال منڈانے یا کترانے سے (فالاحرام شرط ومعظم الطواف رکن وغیرہا
واجب ہو المختار) سو احرام باندھنا عمرہ میں شرط ہے اور اکثر طواف یعنی چار بار یا زیادہ گھومنا گرد بیت اللہ کے فرض ہے اور باقی واجب ہے اور یہی قول
مختار ہے یعنی سعی اور حلق کا عمرہ میں واجب ہونا (ویفعل فیہا کفعل الحاج) اور عمرہ کے احرام اور طواف اور سعی میں ویسا کرے جیسا کہ حج کرنیوالا
کرتا ہے اور جب حجر اسود کا بوسہ لے تو لبیک کہنا قطع کرے اور جب سر منڈاوے تو احرام سے باہر ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی (وجازت
فی کل السنۃ وندبت فی رمضان) اور جائز ہے عمرہ کرنا تمام سال میں سوا ان ایام منہیہ کے اور مستحب ہے رمضان شریف میں ہم سنن ابی داؤد
میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے ساتھ حج کرنیکے برابر ہے اور نسائی میں
عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہوں کو دور کرتے ہیں جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو صاف کرتی ہے
(وکرہت تحریما یوم عرفۃ واربعۃ بعدہا ای کرہ انشاؤہا بالاحرام حتی یلزمہ دم وان رفضہا لا اداؤہا فیہا باحرام سابق کقارن فاتہ الحج فاعتمر فیہا
لم یکرہ سراج وعلیہ فاستثناء الخانیۃ القارن منقطع فلا تخصیص لیوم عرفۃ کما توہمہ فی البحر) اور مکروہ تحریمی ہے عمرہ کرنا عرفہ کے دن اور اسکے بعد
چار دن اور یعنی احرام باندھکر عمرہ شروع کرنا ان دنوں میں مکروہ ہے یہانتک کہ اسپر دم کرنا لازم آویگا عمرہ شروع کرنے سے اگرچہ
بعد احرام کے اسکو ترک بھی کرے اور احرام سابق سے عمرہ ادا کرنا ان دنوں میں مکروہ نہیں چنانچہ قران کرنیوالے کو حج نہ ملے
تو اسنے ان دنوں میں عمرہ کیا تو مکروہ نہیں کذا فی السراج اور بنا بر روایت سراج کے استثنا خانیہ کا قارن کو استثنا منقطع ہے اصل
ہے یعنی خانیہ میں جو یوں کہا ہے کہ عمرہ ان دنوں میں مکروہ ہے مگر قارن کو مکروہ نہیں تو یہ استثنا متصل نہیں بلکہ منقطع ہے اسواسطے کہ احرام
قارن کا سابق سے ہے اور مکروہ ان دنوں کا احرام ہے تو مستثنیٰ داخل نہیں مستثنیٰ منہ میں اسی کا نام منقطع ہے جب سراج کی روایت سے معلوم
ہوا کہ پانچ دن عمرہ مکروہ ہے تو کراہت فقط عرفہ کے دن کو مخصوص نہیں ہے جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے توہم کیا ہے (والمواقیت ای المواضع التی لا یجاوزہا
مرید مکۃ الا محرما خمسۃ) اور میقات پانچ ہیں یعنی وہ مکان جنسے بدون احرام کے گذرنا مکہ کے جانیوالے کو درست نہیں پانچ ہیں مواقیت جمع ہے میقات کی لفظ
میقات مشترک ہے درمیان وقت معین اور مکان معین کے اور مراد یہاں مکان ہے کذا فی المنح تبعا للبحر اور نہر الفائق میں ہے کہ میقات عبارت ہے وقت معین
سے اور مکان احرام کے واسطے مستعار ہے اور جوہری کا اصطلاح میں یوں کہنا کہ میقات موضع احرام ہے وہ ہمارے قول کے مخالف نہیں اسواسطے کہ جوہری
کی عادت نہیں تفرقہ کرنا حقیقت اور مجاز میں اور شاید کہ صاحب بحر کے ظاہر کلام جوہری سے وہم کا کیا کہ اشتراک کا قائل ہوا انتہی کلامہ

معلوم کرنا چاہیے کہ شاہنشاہ علی الاطلاق نے کعبہ معظمہ کو بزرگی دی اسکو بارگاہ قدسی قرار دیا اور مسجد الحرام کو اسکا جلوخانہ بنایا اور شہر مکہ کو مسجد الحرام
کا احاطہ کیا اور حرم کو شہر کا پیشگاہ ٹھہرایا اور مواقیت کو حرم کا مجرا گاہ قرار دیا اور وہاں سے احرام باندھنا واجب کیا اس بقعہ مبارکہ کے اظہار شرف
کے واسطے تو اسمیں سب قاصدین مکہ داخل ہیں خواہ بہ نیت حج یا عمرہ جاویں خواہ بہ نیت سکونت یا ہجرت خواہ بہ نیت تجارت ہر صورت احرام واجب ہے

ذو الحلیفۃ بضم ففتح مکان علی ستۃ امیال من المدینۃ وعشر مراحل من مکۃ تسمیھا العوام ابار علی رضی اللہ عنہ یزعمون انہ قاتل الجن فی بعضھا
وہو کذب ایک میقات ذو الحلیفہ ہے بضم حا وفتح لام وہ مکان چھ کوس پر ہے مدینہ طیبہ سے اور دس منزل ہے مکہ معظمہ سے وہاں کے کنوؤں کو عوام عرب
آبار علی کہتے ہیں انکا گمان یہ ہے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے جنوں سے قتال کیا وہاں کے کسی کنوئیں میں اور حالانکہ یہ جھوٹ ہے کہیں ثابت نہیں یہ میقات ہے
اہل مدینہ کا سب مواقیت سے یہ میقات دور ہے مکہ معظمہ سے وذات عرق بکسر فسکون علی مرحلتین من مکۃ اور ذات عرق بکسر عین وسکون ثانی
یہ میقات مکہ معظمہ سے دو منزل ہے جو جانب مشرق کے ہے والجحفۃ علی ثلاث مراحل بقرب رابغ اور جحفہ بضم جیم وسکون حا تین منزل پر ہے
قریب رابغ کے اور بالفعل عوام اسکو رابغ کہتے ہیں کذا فی النہر اور یہ قریہ ہے مکہ سے مغرب اور شمال کے درمیان شام کی راہ پر اور یہ میقات
ہے اہل مصر اور مغرب اور شام کا کذا فی المنح جحفہ کا بالفعل نشان باقی نہیں رہا لہذا اب رابغ سے احرام کرتے ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقرن
علی مرحلتین من مکۃ وتحریک الراء خطأ ونسبۃ اویس الیہ خطأ آخر اور قرن بفتح قاف وسکون ثانی یہ پہاڑ کا نام ہے عرفات سے نظر آتا ہے مکہ سے دو منزل
ہے اور قرن کو بفتح را کہنا خطا ہے جو جوہری نے کی اور اویس کی نسبت کرنا اسکی طرف دوسری خطا ہے اسواسطے کہ اویس قرنی اس قبیلہ کی طرف منسوب
ہیں جسکو بنو قرن کہتے ہیں کذا فی المنح ویلملم جبل علی مرحلتین ایضا اور یلملم بفتح یا تحتانی دو لام کا نام ایک پہاڑ کا ہے یہ بھی دو منزل ہے
مکہ معظمہ سے جانب جنوب للمدنی والعراقی ذو الحلیفہ میقات ہے اہل مدینہ کا اور ذات عرق میقات ہے اہل عراق کا عراق اس ملک کا نام ہے
جسمیں بغداد اور کوفہ اور بصرہ اور نجف اور کربلا ہے اور اہل خراسان اور ماوراء النہر کا بھی یہی میقات ہے والشامی الغیر المار بالمدینۃ
اور جحفہ میقات ہے اس شامی کا جو مدینہ میں ہوکر نہیں آیا یہ قید شارح نے لگائی والنجدی والیمنی لف ونشر مرتب اور قرن میقات ہے اہل نجد کا
اور یلملم میقات ہے اہل یمن اور اہل ہند کا مصنف نے مواقیت اور بلاد کو لف ونشر مرتب کے ذکر کیا واسطے اختصار کے وجمعھا قولہ عرق العراق
یلملم الیمنی وبذی الحلیفۃ یحرم المدنی وللشام جحفۃ ان مررت بہا ولاہل نجد قرن فاستبنہ اور جمع کیا ہے مواقیت اور اہل مواقیت کو شاعر
نے اپنے قول میں یعنی ذات عرق عراق کا میقات ہے اور یلملم یمنی کا اور ذو الحلیفہ سے مدنی احرام باندھتا ہے اور واسطے شام کے جحفہ ہے
اگر گذرے تو اسکی طرف سے اور اہل نجد کے واسطے قرن میقات ہے سو ظاہر سمجھ لے وکذا ہی لمن مر بہا من غیر اہلہا کالشامی یمر بمیقات
اہل المدینۃ فہو میقاتہ قالہ النووی الشافعی وغیرہ اور اسی طرح یہ مکانات اسکے واسطے بھی میقات ہیں جو ان مکانات کی طرف ہوکر نکلے دوسری
طرف والا چنانچہ شام کا رہنے والا مدینہ کی میقات پر ہوکر نکلے تو وہی اسکا میقات ہو جاویگا یعنی شامی کا میقات جحفہ تھا سو وہ اگر ذو الحلیفہ
میں ہوکر نکلا تو اب یہیں سے اسکو احرام باندھنا چاہیے جحفہ کی طرف جانا اسپر ضرور نہیں امام نووی شافعی وغیرہ نے اسیطرح ذکر کیا ہے شارح نے
اشارہ کیا کہ یہ مسئلہ اتفاقی ہے حنفی شافعی مالکی حنبلی کا اسمیں اختلاف نہیں وقالوا لو مر بمیقاتین فاحرامہ من الابعد افضل ولو اخرہ الی الثانی لا شئ
علیہ علی المذہب اور علما نے کہا ہے کہ اگر کوئی آدمی دو میقات پر گذرا تو اسکا احرام باندھنا اس میقات سے افضل ہے جو مکہ معظمہ سے دور ہو اور اگر تاخیر کریگا احرام
باندھنے میں دوسرے میقات تک تو اسپر کچھ گناہ اور کفارہ نہیں بنا بر قوی مذہب کے وعبارۃ اللباب سقط عنہ الدم اور لباب کی عبارت یہ ہے کہ
ساقط ہو گیا اسپر سے ذبح کرنا یعنی میقات اول سے بے احرام گذرنے سے ذبح کرنا اسپر لازم ہو گیا تھا جب دوسرے میقات پر آ کے احرام باندھا تو ذبح ساقط ہو گیا

کرنا ساقط ہو گیا ولو لم یحرم بہا شیئا و اعتمر زاد الحلبی اجزاہ فیما یظہر وان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین اور اگر ایسی راہ سے مکہ کو جاوے کہ کوئی
میقات سامنے نہ آئے تو وہاں سوچے اور تامل کرے اور وہاں سے احرام باندھے جو مقابل اور برابر پڑے کسی میقات کے اور اگر کسی مکان میں دو میقات سے
مقابل پڑتا ہو تو جو زیادہ قریب ہو وہ افضل ہے اور اگر ایسی راہ پیش آوے کہ وہاں سے کسی میقات کا سامنا نہ ہوتا ہو یا تامل میں نہ آتا ہو تو جب مکہ سے دو منزل
رہ جاوے تو وہاں سے احرام باندھے اسواسطے کہ کوئی میقات دو منزل سے کم نہیں وحرم تأخیر الاحرام عنہا کلہا لمن ای لآفاقی قصد دخول مکۃ یعنی الحرم
ولو لحاجۃ غیر الحج اور حرام ہے احرام کی تاخیر کرنا ان سب مواقیت سے اس باہر والے کے واسطے جسنے دخول مکہ یعنی دخول حرم کا قصد کیا اگرچہ کسی اور حاجت
کے واسطے وہاں گیا سوا حج اور عمرہ کے اسواسطے کہ احرام اس مکان پاک کی تعظیم کے واسطے ہے تو آنا ہر طرح کے حاجتمند کے برابر ہے اور رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم جو فتح مکہ میں بلا احرام تشریف لیگئے تھے تو یہ امر حضرت کو مخصوص تھا چنانچہ احادیث صحیحہ میں اسکی تصریح موجود ہے کذا فی الفتح الا اذا قصد
موضعا من الحل کخلیص وجدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام فاذا حل بہ التحق باہلہ فلہ دخول مکۃ بلا احرام وہو الحیلۃ لمن یرید ذلک الا لمامور بالحج للمخالفۃ لیکن
اگر آفاقی یعنی باہر والا حرم کے سوا حل میں کسی مکان کے جانے کا ارادہ کرے جو اندر ہو میقات کے چنانچہ قصد خلیص کا اور جدہ کا ارادہ کرے تو
اسکو میقات سے بلا احرام گذرنا حلال ہے پھر جب وہاں گیا تو وہاں کے لوگوں میں ملگیا اور وہاں کے لوگوں کو مکہ میں جانا بلا احرام درست ہے
تو اسکو بھی بلا احرام جانا جائز ہوا اور یہ حیلہ ہے اس شخص کے واسطے جو دخول مکہ کا بلا احرام قصد کرے مگر مامور بالحج کو یہ حیلہ کرنا جائز نہیں بسبب
اسکی مخالفت کے اسواسطے کہ اسکا سفر حج کے واسطے مخصوص نہ رہا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ حج آفاقی کا مامور تھا پھر جب وہ مکہ میں بلا احرام داخل
ہوا تو اسکا حج مکی ہو گیا نہ آفاقی اور یہ مسئلہ دریائے شور کے مسافرین کو اکثر واقع ہوتا ہے مثلا ایک شخص مامور بالحج ہے اور ساحل کے درمیان کنارے پر
پہنچا تو اسکو جائز نہیں کہ بندر جدہ کا کہ وہ حرم سے باہر ہے قصد کرے تا کہ مکہ میں بلا احرام داخل ہو کر مدت تک احرام باندھے رہنا نہ پڑے اور اگر مامور نے
احرام حج کا باندھا تو اسکو عمرہ کر کے احرام چھوڑنا درست نہیں بسبب مخالفت امر کے کذا فی البحر اور ظاہر اگر مامور بالحج بندر جدہ کا قصد کرے پھر جب ایام حج
کے قریب ہوں تو کسی نزدیک میقات پر جا کر وہاں سے احرام باندھ کر آوے تو جائز ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لا یحرم التقدیم للاحرام علیہا بل ہو الافضل
ان فی اشہر الحج وامن علی نفسہ حرام نہیں تقدیم احرام کی ان مواقیت پر بلکہ مقدم کرنا احرام کا میقات سے افضل ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں میں ہو اور اپنی ذات
پر اعتماد ہو ممنوعات کے نکرنے کا اور اگر اعتماد نہو تو میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہے کذا فی الجوہرہ اور شوال سے پہلے احرام باندھنا بالاتفاق مکروہ ہے
اعتماد ہو یا نہو کذا فی شرح النقایۃ وحل لاہل داخلہا یعنی کل من وجد فی داخل المواقیت دخول مکۃ غیر محرم مالم یرد نسکا للحرج کما لو جاوزہا حطابوا مکۃ
اور ان لوگوں کے واسطے جو مواقیت کے اندر رہتے ہیں خواہ عین میقات میں ہوں یا علیحدہ حرم کی طرف حلال ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام کے
بواسطہ تکلیفوں کے کثرت آمد و رفت سے تا وقتیکہ حج یا عمرے کا قصد نکیا ہو اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ ہوگا تو بدون احرام کے انکو بھی دخول جائز نہوگا جیسے حلال
ہے بلا احرام داخل ہونا مکہ والوں کو جو لکڑیوں کے واسطے مکہ سے باہر نکل گئے بشرطیکہ مواقیت آفاقی سے تجاوز نہوا ہو اور اگر مکی وہاں سے بھی باہر نکلے گا تو وہ
آفاقی ہو جاویگا اب اسکو بدون احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فحینئذ میقاتہ الحل الذی بین المواقیت والحرم سو اسکا
میقات حل ہے یعنی جو میقات کے اندر ہو وہ حج یا عمرے کے واسطے حل سے احرام باندھے حل کے بکسر اول وتشدید لام اس موضع کو کہتے ہیں جو مواقیت اور حرم کے
درمیان ہو والمیقات لمن بمکۃ یعنی من بداخل الحرم للحج الحرم وللعمرۃ الحل اور مکہ والوں کا یعنی جو حرم کے اندر ہیں انکا میقات حج کے واسطے حرم ہے یعنی
اپنے گھروں کے اندر سے احرام باندھیں اور عمرے کیواسطے حل میقات ہے تحقیق نوع سفر اہل حرم کیواسطے میقات حج اور عمرے کا اسواسطے مختلف ہوا تا کہ کچھ
سفر کرنا ثابت ہوا سبب یہ کہ حج ہوتا ہے عرفات میں اور وہ حل میں واقع ہے تو جب اہل مکہ نے حرم میں احرام باندھا تو عرفات تک احرام باندھے جانا پڑا اور عمرہ ہوتا ہے بیت اللہ

میں اور وہ حرم میں ہو تو جب عمرے کا احرام حل میں باندھا تو جب تک احرام باندھتے آئیگا دونوں صورتوں میں فرمانے میں پایا گیا والتنعیم افضل اور
عمرے کا احرام تنعیم سے باندھنا افضل ہے اور تنعیم ایک مکان کا نام ہے کہ تین کوس ہے تنعیم کا احرام اسواسطے افضل ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ
کو فرمایا کہ عمرے کے واسطے وہیں سے احرام باندھیں ونظم حدود الحرم ابن الملقن فقال ـه وللحرم التحدید من ارض طیبۃ ثلثۃ امیال اذا رمت اتقانہ
وسبعۃ امیال عراق وطائف وجدۃ عشر ثم تسع جعرانۃ ومن یمن سبع بتقدیم سینہا وقد کملت فاشکر لربک احسانہ اور ابن ملقن نے حرم کی حدود
کو یوں نظم کیا ہے کہ حرم کی حد مدینہ طیبہ کیجانب سے تین کوس ہے جبکہ تو طالب ہو اسکے حفظ کا قصد کرے اور سات کوس عراق اور طائف کی طرف سے
اور جدہ کیطرف سے دس کوس ہے پھر جعرانہ کی طرف سے نو کوس ہے اور یمن کیجانب سے سات کوس ہے اور البتہ ہر طرف سے حدود حرم کی پوری ہوگئی
سو اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر ناظم نے کہا کہ بیت اخیر میں لفظ سبع کا تقدیم سین سے ہو تاکہ تسع سے مشتبہ نہو

فصل فی الاحرام

وصفۃ المفرد بالحج اس فصل میں مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہے مفرد بالحج اسکو کہتے ہیں جو خالص حج کیواسطے احرام باندھے عمرے کی شرکت احرام میں نہ کرے
من شاء الاحرام جو احرام کا ارادہ کرے محرم احرام لغت عرب میں داخل ہونا ہے حرمت میں اور شرع میں احرام عبارت ہے حرمات خاصہ کے
التزام سے بشرط نیت مع الذکر یا سوق ہدی کذا فی فتح القدیر والنہر الفائق وہو شرط من وجہ کتکبیرۃ الافتتاح للصلوۃ فالصلوۃ والحج لہا تحریم وتحلیل مثلا والصوم والزکوۃ
اور احرام شرط ہے حج یا عمرے کے صحیح ہونیکی جیسے تکبیر افتتاح یعنی اول اللہ اکبر کہنا صحت نماز کی شرط ہے تو نماز اور حج کے واسطے تحریم اور تحلیل ہے بخلاف روزہ
اور زکوۃ کے کہ انکے لیے تحریم اور تحلیل نہیں ہے اسکے معنی مطلق عبادت ہے لیکن حج اور عمرہ میں کثیر الاستعمال ہے ثم الحج اقوی من وجہین الاول
ان یقضی مطلقا ولو مظنونا بخلاف الصلوۃ پس حج قوی تر ہوا نماز سے دو وجہ سے اول وجہ یہ ہے کہ حج کا قضا کرنا ہر صورت لازم ہے اگرچہ حج مظنون ہو
بخلاف نماز کے یعنی اگر آدمی کو گمان ہو کہ مجھ پر حج واجب ہے اور اسنے احرام باندھا پھر ظاہر ہوا کہ حج واجب نہیں تو اسکو ادا کرنا لازم ہے اور اگر ترک
کریگا تو اسپر قضا کرنا واجب ہوگا بخلاف نماز مظنون کے کہ اسکے فاسد کرنے سے قضا لازم نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر الثانی انہ اذا اتم الاحرام
بحج او عمرۃ لا یخرج عنہ الا بعمل ما احرم بہ وان افسدہ الا فی الفوات فبعمل العمرۃ والاحصار فبذبح الہدی دوسری وجہ یہ ہے کہ جب احرام کو پورا کرے یعنی
شروع کرے حج یا عمرہ کے واسطے تو احرام سے نکلنا اسکے بدون عمل کے جسکے واسطے احرام باندھا اگرچہ اسکو فاسد کر ڈالے مگر حج کے فوت ہو جانے میں البتہ
احرام سے نکلے عمرہ کرکے اور احصار میں احرام سے نکلے بعد ذبح کرنے ہدی کے یعنی جب احرام مثلا حج کے واسطے باندھا تو بدون حج کے ترک کرنا احرام کا جائز
نہیں مگر دو صورتوں میں ایک یہ ہے کہ حج فوت ہو جاوے بسبب گذر جانے موسم کے تو بعد عمرہ کے احرام ترک کرے دوسری صورت یہ ہے کہ بسبب احصار کے حج
کے واسطے نجا سکے تو بعد ذبح کرنے ہدی کے احرام کو چھوڑے بخلاف نماز کے کہ اسمیں گاہے بعض منہی کے عمل سے نکلنا جائز ہو جاتا ہے مثلا ایک شخص نے
چار رکعت کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیرا تو جائز ہے اور کوئی چیز اسپر لازم نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی توضأ وغسلہ احب وہو للنظافۃ فتم
للطہارۃ فیجب مع التیمم فی حق حائض ونفساء وصبی جو احرام باندھنا چاہے وہ وضو کرے اور غسل کرنا اسکا مستحب ہے اور یہ غسل صفائی
اور ستھرائی کے واسطے ہے نہ کہ واسطے طہارت اور دفع نجاست کے تو حیض اور نفاس والی عورت اور صغیر کے حق میں بھی غسل کرنا مستحب ہے والتیمم
لہ للعجز عن الماء لیس بمشروع لانہ ملوث بخلاف جمعۃ وعید ذکرہ الزیلعی وغیرہ لکن سوی فی الکافی بینہا وبین الاحرام ورجحہ فی النہر اور تیمم کرنا
احرام کے واسطے پانی نہ ملنے کے وقت مشروع نہیں اسواسطے کہ تیمم سے خاک آلودگی ہوتی ہے نہ صفائی کہ مقصود حاصل ہو بخلاف جمعہ اور عیدین کے کہ
ان میں تیمم مشروع ہے اگر غسل کیواسطے پانی نہ ملے چنانچہ زیلعی وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے اور کافی میں جمعہ اور عیدین کو اور احرام کو باہم مشروعیت تیمم میں برابر کیا ہے اور

کافی کی روایت کی تصحیح دی ہے مگر یہین اس دلیل سے کہ غسل تو تحصیل نظافت مین کچھ اثر نہین اسواسطے کہ حیض والی اور نفساء پر ہے کذا فی النہر وشرطہ لنیل السنۃ ان
یحرم وہو علی طہارۃ اور شرط غسل کی واسطے حاصل ہونے ثواب سنت کے یہ ہے کہ احرام باندھے غسل کی طہارت سے تو اگر غسل کے بعد وضو ٹوٹیگا پھر احرام
باندھیگا اور وضو کر لیگا تو اس فضیلت سے محروم رہیگا کذا فی النہر عن النہایۃ وکذا یستحب لمرید الاحرام ازالۃ ظفرہ وشاربہ وعانتہ وحلق راسہ ان اعتادہ والا فیسرحہ
اور غسل کی طرح مستحب ہے احرام والے کو اپنے ناخن کا دور کرنا اور مونچھون کا کترانا اور زیر ناف کے بالون کا صاف کرنا اور اپنا سر منڈانا اگر منڈانے کی عادت ہو
اور اگر سر پر بال ہون تو انمین کنگھی کرے کہ ہم بدن اور بالون کا گرد و غبار اور میل کچیل جاتا رہے خطمی اور اشنان وغیرہ سے مستحب ہے کذا فی حاشیۃ الطحاوی وجماع زوجتہ
او جاریتہ لو معہ ولا مانع منہ تحقیق ... اور مستحب بلکہ سنت ہے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کر لینا قبل احرام کے اگر اسکے ہمراہ ہو اور کوئی جماع کا مانع نہو
جیسا کہ حیض ولبس ازار من السرۃ الی الرکبۃ اور ازار پہننا یعنی تہبند باندھنا ناف سے زانو تک ورداء علی ظہرہ ویسن ان یدخلہ تحت یمینہ ویلقیہ علی
کتفہ الایسر فان زررہ او خللہ او عقدہ اساء ولا دم علیہ اور چادر کا اپنی پیٹھ پر ڈالے اور مسنون یہ ہے کہ چادر کو پیٹھ پر ڈالکر داہنے ہاتھ کی طرف بغل کے نیچے
کر کے اپنے بائین مونڈھے پر ڈالے سو اگر چادر مین گھنڈی لگائی یا اسکو کانٹے سے اٹکایا یا گرہ لگائی تو برا کیا لیکن قصور نہین کہ ذبح کرنا اسپر لازم
آوے جدیدین او غسیلین طاہرین ابیضین ککفن الکفایۃ وہذا بیان السنۃ والا فستر العورۃ کاف نئے تہبند اور چادر نئے ہون یا دونون پرانی دھوئی
پاک سفید ہون جیسا کفن کفایت کا ہوتا ہے اور یہ جو مذکور ہوا تہبند اور چادر کا سو بیان ہے سنت کا والا احرام کے واسطے ستر عورت کافی ہے وطیب بدنہ
ان کان عندہ لا ثوبہ بما تبقی عینہ ہو الاصح اور بعد غسل اور لباس مذکور کے اور قبل احرام کے اپنے بدن مین خوشبو لگاوے اگر اسکے پاس ہو اور نہو تو
کسی سے طلب نہ کرے اور اپنے کپڑے مین ایسی خوشبو نہ لگاوے جسکا نشان باقی رہے اور یہی قول صحیح تر ہے دوسرے قول سے ہم بدن مین
خوشبو لگانا سب طرح سے درست ہے ظاہر الروایۃ مین خواہ اسکی ذات باقی رہے جیسے مشک اور غالیہ یا نہ باقی رہے صحیح مسلم مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے
کہ احرام کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر مین نے مشک لگایا اور اسکی چمک نظر آتی تھی لیکن بقول اصح کپڑے مین ایسی خوشبو لگانا درست
نہین جو نمودار رہے وصلی ندبا بعد ذلک شفعا یعنی رکعتین فی غیر وقت مکروہ وتجزیہ المکتوبۃ اور بعد اسکے نماز دوگانہ مستحب ہے پڑھے اسوقت مین جو مکروہ نہین
اور کافی ہے اسکو نماز فرض مانند تحیۃ المسجد کے وقال المفرد بالحج بلسانہ مطابقا لجنانہ اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی لمشقتہ وطول مدتہ وتقبلہ منی لقول
ابراہیم واسمعیل علیہما السلام ربنا تقبل منا اور فقط حج کا کرنے والا اپنی زبان سے موافق اپنے دل کے یہ دعا کرے (اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی)
یعنی خداوندا مین حج کا ارادہ کرتا ہون سو اسکو میرے واسطے آسان کر دے اور اسکو قبول کر میری جانب سے آسانی کی دعا اسواسطے ہے کہ حج مین مشقت
زیادہ ہے اور مدت دراز اسکے ادا کرنے مین لگتی ہے تو اسمین درخواست آسانی کی مناسب ہے اور قبول ہونیکی خواہش کی قید باقتدار دعاے ابراہیم و اسمعیل علیہما
السلام کے کہ دونون حضرات نے فرمایا کہ ای ہمارے رب قبول کر حج کو ہماری جانب سے بلاشک تو سمیع اور علیم ہے وکذا المعتمر والقارن بخلاف الصلوۃ لان
مدتہا یسیرۃ کذا فی الہدایۃ اور اسی طرح سے عمرہ کرنے والا اور قران کرنے والا آسانی مانگے بخیال مشقت کے بخلاف نماز کے کہ اسمین آسانی کی دعا ضرور
نہین اسواسطے کہ نماز پڑھنے کی مدت قلیل ہوتی ہے بلا مشقت کذا فی الہدایۃ وقیل یقول کذلک فی الصلوۃ وعممہ الزیلعی فی کل عبادۃ وما فی الہدایۃ
اولی اور بعض علما نے یعنی صاحب تحفہ اور قنیہ نے محمد سے روایت کی کہ نماز مین بھی مثل حج کے آسانی کی درخواست کرے اور زیلعی نے ہر عبادت
مین اسکو عام کہا ہے اور جو ہدایہ مین ہے وہی بہتر ہے ثم لبی دبر صلوتہ ناویا بہا بالتلبیۃ الحج بیان للاکمل والا فیصح الحج بمطلق النیۃ ولو بتلبیۃ
لکن بشرط مقارنتہا بذکر یقصد بہ التعظیم کتسبیح وتہلیل ولو بالفارسیۃ ان احسن العربیۃ پھر دوگانہ احرام کے بعد تلبیہ کرے یعنی لبیک
کہے اور لبیک کہنے سے حج کی نیت کرے یہ بیان ہے شروع حج کا بطریق کامل تر والا حج تو مطلق نیت سے بھی صحیح ہے اگرچہ دل ہی مین نیت حج کی کرکے زبان

تو اس احرام کو عمرے کیطرف پھیرے یعنی عمرہ ادا کرے اور قبل شروع افعال کے اسکو اختیار ہے تعیین کا چاہے اس احرام کو حج کیواسطے ٹھہرا دے چاہے عمرے کیواسطے
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو اطلق نیۃ الحج صرف للفرض ولو عین نفلا فنفل وان لم یکن حج الفرض شرنبلالیہ عن الفتح اور اگر نیت حج کی مطلق کی یعنی حج فرض یا حج نفل کی
تعیین نہ کی تو فرض حج کیطرف پھیرے یعنی فرض حج اس احرام سے ادا کرے اور اگر اسنے نفل حج کو معین کرلیا تو نفل حج صحیح ہوگا اگرچہ اسنے ہنوز فرض حج نکیا ہو
کذا فی شرنبلالیہ عن فتح القدیر ولو اشعر ای جرح سنامہا الایسر او جللہا بوضع الجل او البہا لا المتعۃ وقران ولم یلحقہا کما مر او قلد شاۃ لا یکون محرما لعدم
اختصاصہ بالنسک اور اگر اونٹ میں اشعار کیا یعنی کوہان کی بائیں طرف ہلکا سا زخم کردیا کہ ہدی کا نشان ہوجاوے یا اسکی پیٹھ پر جھول ڈالی یا اسکو روانہ نکیا
یعنی تمتع یا قران کے اور اسکو جاکر نہ لگا یا اسکو پہونچا دیا جانے کا مسئلہ مذکور ہو چکا یا بھیڑ بکری کی گردن میں پٹا ڈالا تو ایسے افعال سے محرم نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ کام حج
یا عمرے کیواسطے مخصوص نہیں لم اشعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیرنا امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ حیوان کی ایذا ہے اور صاحبین کے نزدیک
خوب ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام اور اصحاب کا فعل ہے ابو جعفر طحاوی نے کہا کہ اصل اشعار ابو حنیفہ کے نزدیک مکروہ نہیں اور
کیونکر مکروہ ہو اور حالانکہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور امام نے مکروہ نہیں کہا مگر اس اشعار کو جو امام کے اہل زمانہ کرتے تھے اسواسطے کہ امام نے انکو دیکھا کہ نہایت
زخم کاری لگاتے تھے جس سے ہلاکی کا خوف تھا تو سد باب کیواسطے انکے اس فعل کو مکروہ کہا اور اگر اسطرح زخم لگا دے کہ کھال کٹے نہ گوشت تو جائز ہے اور یہ بھی کہا
ہے کہ تقدیم اشعار کی تقلید پر امام کے نزدیک مکروہ ہے جیسے تقدیم نکاح کتابیہ کی نکاح مسلمہ پر مکروہ ہے کذا فی العینی شرح الکنز ویتقی ای الاحرام یا منہ قبلہ یتقی
الرفث ای جماع النساء او ذکرہ بحضرۃ النساء والفسوق ای الخروج عن طاعۃ اللہ والجدال فانہ من المحرم اشنع اور بعد احرام باندھنے کے خود احتیاط
کرے اور دور رہا کرے عورتوں کے جماع سے یا عورتوں کے سامنے جماع کی بات چیت سے اور پرہیز کرے فسوق سے یعنی نافرمانی اور طاعت الہی کے چھوڑنے
سے اور لڑائی جھگڑے سے اسواسطے کہ محرم کے حق میں یہ زیادہ قبیح ہے یعنی خادموں اور رفیقوں اور کرایہ داروں سے خفگی نہ کرے بلکہ انکی سخت گوئی اور
اور زبان درازی کا تحمل کرے کیونکہ یہ امور نص قرآنی سے ممنوع ہیں فرمایا (فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج) وقتل صید البر لا البحر والاشارۃ الیہ
فی الحاضر والدلالۃ علیہ فی الغائب وشمل قتلہا اذا لم یعلم المحرم اما اذا علم فلا فی الاصح اور پرہیز کرے محرم خشکی کے شکار سے نہ دریا کے شکار
سے اسواسطے کہ دریا کا شکار محرم کو درست ہے بموجب آیت قرآنی کے اور پرہیز کرے موجود شکار کی طرف اشارہ کرنے سے اور غائب
شکار کے بتادینے سے اور اشارہ کرنا اور بتادینا شکار کا دونوں حرام ہے جب دوسرا محرم شکار کے جانور کو نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو تو اشارہ کرنیوالے اور بتانیوالے
محرم پر کچھ جرم نہیں قول اصح میں والتطیب وان لم یقصدہ و یکرہ شمہ اور بعد احرام کے بچے خوشبو لگانے سے اگرچہ بلاقصد ہو نہ بدن میں خوشبو لگاوے
نہ کپڑے میں اور مکروہ ہے سونگھنا خوشبو کا اور اسیطرح میوے اور خوشبودار کا سونگھنا مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقلم الظفر وستر الوجہ کلہ او بعضہ کفمہ
وذقنہ نعم فی الخانیۃ لا بأس بوضع یدہ علی انفہ اور پرہیز کرے محرم ناخن کاٹنے اور چہرہ ڈھکنے سے نہ سب چہرہ چھپاوے نہ تھوڑا جیسا منہ اپنا ٹھوڑی اور کسی
بھی کپڑے سے نہ چھپاوے ہاں خانیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں اپنی ناک پر ہاتھ رکھنے سے والرأس بخلاف المیت و بقیۃ البدن اور پرہیز کرے
سر ڈھکنے سے بخلاف میت کے اور باقی بدن کے یعنی محرم اگر مرجاوے تو اسکا سر اور چہرہ ڈھکنا ممنوع نہیں اور اسیطرح سر کے سوا زندہ محرم کو باقی بدن
کا کپڑے سے لپیٹنا اگرچہ بے حاجت ہو ممنوع نہیں لیکن اس حالت میں مکروہ ہے کذا فی النہر ولو حمل علی راسہ ثیابا کان تغطیۃ لا حمل عدل وطبق
لم یسدل یا فذلیۃ فکذا صدقہ اور اگر محرم اپنے سر پر کپڑوں کو اٹھایا تو سر کا ڈھکنا ثابت ہوا اور گٹھری اور طبق اٹھانے سے
ڈھکنا ثابت نہوگا جبتک کہ ایک دن یا ایک رات سر پر نہ لیے رہے اور اگر اسقدر لیے رہیگا تو اسپر صدقہ دینا لازم ہوگا حکم
ثانیہ میں ہے کہ جس چیز کو آدمی پہنتے ہیں بطور عادت کے اسکو سر پر رکھنے سے محرم لابس قرار دیا جاویگا اور جس چیز کے لباس

وکبر وہلل وحمد اللہ تعالیٰ وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یقبل کفیہ اور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید پڑھے اور حق تعالیٰ کی حمد کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر
درود پڑھے پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو چومے وفی البقیۃ الرفع الی الحج یقبل الیہ السماء الا عند الحجرین فللکعبۃ اور حجر اسود کے سوا حج کے باقی مکانات میں
رفع الیدین کے وقت ہتھیلیوں کے اندر جانب آسمان کی طرف کرے اور دعا کرے مگر جو تین کے پاس سو ان کی کعبہ کی طرف کرے ظاہر الروایت میں کذا فی النہر
عن الخانیۃ وطاف بالبیت طواف القدوم ویسمی طواف اللقاء الا فاقی لا نہ القادم اور بعد استلام کے بیت اللہ کا طواف کرے اس پہلے طواف کو
طواف القدوم کہتے ہیں یعنی داخل ہونے اور آنے کا طواف اور یہ طواف کرنا آفاقی کو سنت ہے واسطے آنا اور داخل ہونا آفاقی پر صادق آتا ہے اہل مکہ پر
چنانچہ تحیۃ المسجد نماز والے پر سنت ہے مسجد کی تحیۃ واسطے ہے واخذا عن یمینہ مما یلی الباب فتصیر الکعبۃ عن یسارہ لان الطائف کالموتم بہا
والواحد یقف عن یمین الامام اور طواف کرنے والا طواف کو اپنے داہنے سے شروع کرے جدھر بیت اللہ کا دروازہ ہے تو اسی صورت میں کعبہ طواف کرنے کے
بائیں طرف کو واقع ہوگا اور وجہ داہنے سے شروع کرنے کی یہ ہے کہ طواف کرنے والا امام سے مقتدی کے ہے اور کعبہ امام ہے اور جماعت کا اکیلا مقتدی امام کی داہنی
طرف کھڑا ہوتا ہے طواف میں جب ملتزم کے سامنے ہو تو یہ دعا کرے (اللہم البیت بیتک وانا عندک ملتمسا رغبتی فاقبل عذری واقض حاجتی وارحم
تضرعی وعندی فاغفر لک واقذنی من مضلات الفتن اللہم ان لک علی حقوقا فتصدق بہا علی) اور بیت اللہ کے دروازے کے سامنے کہے (اللہم ان
البیت بیتک وہذا الحرم حرمک وہذا الامن امنک وہذا مقام العائذ بک من النار اعوذ بک من النار فاعذنی منہا) اور جب رکن عراقی کے پاس آوے تو کہے
(اللہم انی اعوذ بک من الشک والشرک والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق وسوء المنقلب فی المال والاہل والولد) اور جب میزاب رحمت کے
مقابل ہو تو کہے (اللہم انی اسالک ایمانا لا یزول ویقینا لا ینفد ومرافقۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظلک واسقنی
بکاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم شربۃ لا اظما بعدہا ابدا) اور جب رکن شامی کے سامنے ہو تو کہے (اللہم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا
مغفورا وتجارۃ لن تبور یا عزیز یا غفور) اور جب رکن یمانی کے پاس آوے تو کہے (اللہم انی اعوذ بک من الکفر واعوذ بک من الفقر
ومن عذاب القبر ومن فتنۃ المحیا والممات واعوذ بک من الخزی فی الدنیا والآخرۃ) اور واقدی نے کتاب المغازی میں بسند حدیث مرفوع نقل
کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن اور حجر اسود کے درمیان میں یوں فرماتے تھے (ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار)
اور معلوم کرنا چاہیے کہ یہ ادعیہ اسوقت ہونگی جب طواف میں ٹھہرا ہو تو جس طواف میں رمل سنت ہے اسمیں استیعاب انکا نہیں ہوسکتا اور یہ ادعیہ صحابہ
اور تابعین سے متفرق منقول ہیں علماء متاخرین نے انکو یکجا جمع کر دیا ہے کذا فی فتح القدیر ولو عکس اعاد ما دام بمکۃ فلو رجع فعلیہ دم وکذا لو ابتدا
من غیر الحجر کما مر اور اگر اسکے بالعکس کرے یعنی اپنے بائیں جانب سے طواف شروع کرے تو طواف القدوم کو دوبارہ کرے جب تک کہ مکہ میں مقیم ہو اور
اگر وہاں سے چلا آیا تو اسپر جانور کا ذبح کرنا لازم ہوا اور اسیطرح اگر حجر اسود کے سوا اور طرف سے بیت اللہ کا طواف شروع کریگا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوگا جیسا
واجبات حج میں مذکور ہو چکا کہ ابتدا طواف حجر اسود سے واجب ہے تا لو اور بعض جمیع بدنہ علی جمیع الحجر فقہا نے لکھا ہے کہ شروع طواف میں اپنے تمام بدن کو سارے
حجر اسود کے سامنے کرکے چلے یعنی رکن یمانی کی جانب سے مقابل حجر اسود کے ہوکر طواف کرے اس طرح کل بدن کا کل حجر سے سامنا ہو جاویگا جاعلا قبل
شروعہ ردائہ تحت ابطہ الیمنی ملقیا طرفہ علی کتفہ الایسر استنانا وراء الحطیم وجوبا لان منہ ستۃ اذرع من البیت فلو طاف من الفرجۃ
لم یجز کاستقبالہ احتیاطا اور قبل شروع طواف کے اپنی چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈال کر حطیم سمیت بیت اللہ کا طواف کرے لغت
میں اسطرح چادر اوڑھنے کو اضطباع کہتے ہیں سو یہ سنت ہے اور حطیم کے باہر طواف کرنا واجب ہے اسلئے کہ حطیم میں چھ ہاتھ بیت اللہ کی زمین داخل ہے سو اگر طواف
اس کشادگی اور نالے میں جو کہ حطیم اور بیت اللہ کے درمیان میں ہے کیا جائز نہ ہوگا ...

یعنی جو استقبال کعبہ کا نص قرآنی سے فرض ہوا اور حطیم کا بیت اللہ میں داخل ہونا خبر واحد سے ثابت ہوا تو اگر قطعی بیت ہوتا تو ... طواف میں تو حطیم کو
داخل کیجیے اور نماز میں خارج ہے وبعض قبر اسمعیل ہاجرا اور حطیم میں حضرت اسمعیل اور ہاجرہ علیہما السلام کی قبر ہے سبعۃ اشواط اور بیت اللہ کے گرد سات بار گھومے ھم شواط
جمع ہے شوط کی شوط ایکبار گھومنے کو کہتے ہیں یعنی حجر اسود سے حجر اسود تک گھوم کر پہونچنا یہ ایک شوط ہے اور سات بار گھومنے سے ایک طواف ہوتا ہے فلو طاف ثامنا
مع علمہ بہ فالصحیح انہ یلزمہ اتمام الاسبوع للشروع ای لانہ شرع فیہ ملتزما بخلاف ما لو ظن انہ سابع لشروعہ مسقطا لا ملتزما بخلاف الحج پس اگر
آٹھواں شوط گھوما آٹھواں جانکر تو مذہب صحیح یہ ہے کہ اسپر لازم ہوگیا پورا کرنا سات شوط کا یعنی دوسرا طواف سات شوط والا لازم ہوا بسبب شروع
کر دینے کے یعنی اسواسطے کہ اسنے دوسرا طواف شروع کر دیا التزام کر کے بخلاف اسکے کہ اگر آٹھواں شوط کو ساتواں گمان کر کے شروع کریگا تو دوسرا طواف
اسپر لازم نہوگا اسواسطے کہ اسکا شروع کرنا بنا بر اسقاط کے ہے نہ بنا بر التزام کے بخلاف حج کے اسلیے کہ بطور ساقط شروع کرنے سے بھی اتمام حج کا لازم
ہوجاتا ہے بخلاف بقیہ عبادات کے کذا فی النہر من الحجر واعلم ان مکان الطواف داخل المسجد ولو وراء زمزم لا خارجہ لصیرورتہ طائفا بالمسجد لا بالبیت اور جاننا چاہیے
کہ طواف کرنے کا مکان تمام مسجد الحرام ہے اندر کی طرف سے اگرچہ زمزم کو بھی طواف میں داخل کر لے اور باہر مسجد الحرام کے طواف کا مکان نہیں اسواسطے کہ اگر باہر
مسجد الحرام کے طواف کریگا تو وہ شخص مسجد الحرام کا طائف ہوگا نہ بیت اللہ کا اور چونکہ تمام مسجد الحرام میں طواف جائز ہے لیکن بیت اللہ کے گرد جو ستون قائم ہیں
اسکے اندر طواف ہوتا ہے اسکو مطاف کہتے ہیں اور نقشہ بیت اللہ کا جملا یوں ہے کہ درمیان میں بطور کوٹھری کے بیت اللہ ہے اسکے گرد مطاف کے ستون
ہیں پھر چاروں طرف بڑا صحن ہے جسمیں زمزم کا کنواں اور مقام ابراہیم اور چاروں اماموں کے مصلے ہیں پھر چاروں طرف مسجد الحرام کے دالان کئی منزل کے
درجہ کی پھر پشت کی دیوار ہے اور مسجد الحرام کی پشت پر ایک طرف صفا کی پہاڑی اور دوسری جانب مروہ کی پہاڑی ہے اور مروہ کے درمیان مسجد الحرام کی دیوار سے
متصل دو سبز میل ہیں انہیں میں سعی کرتے ہیں اور بیت اللہ کے چار کونے ہیں جنکو ارکان کہتے ہیں ایک کونے پر تخمینا تین ہاتھ کی بلندی پر حجر اسود نصب ہے اگر
جب حجر اسود سے طواف کیجیے بیت اللہ کے دروازہ کی جانب سے تو دوسرا کونا ملتا ہے اسکو رکن عراقی کہتے ہیں پھر اسکے بعد تیسرا کونا ہے جسکو رکن شامی کہتے ہیں
پھر چوتھے کونے کو رکن یمانی کہتے ہیں اور حجر اسود سے تا در کعبہ اس مکان کا ملتزم نام ہے اور بیت اللہ سے جانب شرق تین کوس پر منا ہے جہاں قربانی ہوتی ہے اسکے آگے
تین کوس پر مزدلفہ ہے جہاں مغرب اور عشا کی نماز ملاکر پڑھتے ہیں اسکے آگے تین کوس پر عرفات کا میدان اور پہاڑ ہے جہاں حج ہوتا ہے مقصد جہاں لیے سے
مسائل حج کا دریافت کرنا آسانی سے ہوتا ہے ولو خرج منہ او من السعی الی جنازۃ او مکتوبۃ او تجدید وضوء ثم عاد بنی اور اگر بیچ ان سات شوط کے طواف کے نکلا یا سعی
کرنے سے نکلے نماز جنازہ کے واسطے یا فرض نماز کے واسطے یا نیا وضو کرنے کے واسطے پھر وہیں آوے جہاں سے طواف اور سعی کو قطع کیا تھا تو وہیں سے جوڑ لے
وجاز فیہما اکل وبیع وافتاء وقراءۃ لکن الذکر افضل منہا اور طواف اور سعی میں جائز ہے کھانا اور بیچنا لیکن بلا ضرورت کے مکروہ ہے کذا فی النہر اور جائز ہے فتوی
دینا اور قرآن پڑھنا بلا رفع صوت کذا فی النہر لیکن ذکر کرنا افضل ہے قرآن کے پڑھنے سے اسواسطے کہ ابن ماجہ نے حدیث روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو
بیت اللہ کا سات بار طواف کرے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کے سوا کوئی بات نہ کرے تو اسکے دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور دس
درجے اسکے سبب سے بلند کیے جاتے ہیں کذا فی النہر وفی منسک النووی الذکر الماثور افضل واما فی غیر الماثور فالقرآن افضل فلیراجع اور نووی شافعی کی منسک
میں یوں ہے کہ ذکر منقول افضل ہے اور غیر منقول سے تو قرآن افضل ہے طواف میں تو اسکی تلاش کرنا چاہیے ابن ہمام محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ طواف میں تو
مجرد ذکر اللہ معروف ہے اور مجھکو کوئی حدیث ایسی معلوم نہیں جسمیں قراءۃ قرآن طواف میں مروی ہو ابن ماجہ کی حدیث مرفوع میں طواف کے اندر تسبیح اور
تہلیل اور تحمید اور تکبیر اور جو کلمہ مروی ہے واللہ اعلم ورمل ای مشی بسرعۃ مع تقارب الخطی وہز کتفیہ فی الثلثۃ الاول استنانا فقط اور رمل کرے
یعنی جلد چلے نزدیک نزدیک قدم رکھکر اور دونوں مونڈھوں کو ہلاکر جیسے جوان دلیر پہلوان ... اکڑ کر چلتے ہیں فقط پہلے

مانگی گئی یہ نے قبول کی اور تیرے گناہ بخشے اور تیرے غم اور ہموم کو دفع کیا اور جو تیری اولاد سے یہ دعا کریگا تو اسکے ساتھ بھی ایسا ہی کرونگا اور
اسکی محتاجی کو دور کرونگا کذا فی کنز العمال للعلی المتقی و فتح القدیر او غیرہ من المسجد یا مقام ابراہیم کے سوا اور کہیں مسجد الحرام میں دوگانہ طواف کا پڑھے
اگر وہاں جگہ نہ پاوے کذا فی البرہان و ہل یتعین المسجد قولان اور کیا اس نماز کے واسطے مسجد الحرام ہی متعین ہے اسمیں دو قول ہیں طحطاوی
نے کہا قول معتمد یہ ہے کہ تعین مسجد الحرام کی فضیلت کے واسطے ہے ثم التزم الملتزم و شرب من ماء زمزم پھر بعد دوگانہ طواف کے ملتزم کو چمٹے اسطرح
کہ اپنا سینہ اور پیٹ اور داہنا رخسارہ اسمیں لگاوے اور دونوں ہاتھوں کو سر کے اوپر کھڑا کرکے دیوار میں پھیلاوے اور زمزم کا پانی پیوے اور
یہ دعا پڑھے (اللھم انی اسئلک رزقا واسعا وعلما نافعا وشفاء من کل داء) کذا فی فتح القدیر و عاد ان اراد السعی اور پھر آوے حجر اسود کی
طرف اگر صفا اور مروہ کی سعی کا ارادہ ہو اور اگر سعی کا ارادہ نہ ہو تو بعد دوگانہ طواف کے حجر اسود کی طرف نہ آوے کیونکہ طواف القدوم کے بعد سعی کرنا
اسواسطے جائز ہوا کہ قربانی کے دن فرض اور نیز اور منی جانے کے اشتغال درپیش ہیں اور افضل یہ ہے کہ صفا اور مروہ کی سعی کو تاخیر کرے طواف فرض کے
بعد اسواسطے کہ سعی واجب ہے تو بہتر یہ ہے کہ فرض کے تابع ہو کذا فی البحر عن المحیط واستلم الحجر و کبر وہلل وخرج من باب الصفا ندبا اور حجر اسود کا استلام کرے
اور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید پڑھے اور مستحب یہ ہے کہ باب الصفا سے نکلے بایاں قدم آگے رکھکر اور یہ دعا پڑھے (بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک) وانما خرج منہ لانہ اقرب الابواب الی الصفا کذا فی فتح القدیر فصعد الصفا بحیث یری البیت فیقف مستقبل البیت داعیا
وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصوت مرتفع [illegible] پھر صفا پر اتنا چڑھے کہ باب الصفا سے کعبہ نظر آوے اور بیت اللہ کے سامنے ہو اور
اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید اور درود پڑھے بلند آواز سے کذا فی الکافی سنن ابوداؤد میں جابر سے مروی ہے کہ اول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صفا
پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آیا پھر بیت اللہ کی توحید اور تکبیر کی اور یہ فرمایا (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر
لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ) پھر اسکے درمیان میں دعا کی اور اسیطرح تین بار فرمایا ورفع یدیہ نحو السماء ودعا لما شاء
[illegible] باطنا نور محسن اور دونوں ہاتھ اٹھاوے آسمان کیطرف ہتھیلیاں کرکے [illegible]
نماز کے بعد معمول ہے اور چونکہ تمامی عبادت کا یہ وقت ہے تو چاہیے کہ جو دعا کرے اسواسطے کہ امام محمد نے فرمایا ہے حج میں کوئی دعا متعین نہیں
کی اسلئے کہ معین کرنا دعا کا رقت قلب کا مانع ہو دعائیں بہتر ہیں جو جوش دل سے ہوا اور اگر ادعیہ ماثورہ سے برکت چاہے تو بھی [illegible] لوگوں
حق میں ادعیہ منقولہ بہتر ہیں چنانچہ مترجم نے کچھ دعائیں ذکر کی ہیں اور کچھ آئندہ ذکر کریگا مجد الدین فیروزآبادی نے سفر السعادت میں نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے صفا پر یہ دعا کی (اللھم انا نسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم اللھم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ
ولا کربا الا کشفتہ ولا حاجۃ الا قضیتہا) اور شیخ عبد الحق کی شرح سفر السعادۃ میں موطا سے منقول ہے بروایت ابن عمر کہ صفا پر یہ دعا کرے (اللھم انک قلت ادعونی
استجب لکم وانک لا تخلف المیعاد وانا اسئلک کما ہدیتنی للاسلام ان لا تنزعہ منی حتی تتوفانی وانا مسلم) ثم مشی نحو المروۃ ساعیا بین المیلین
الاخضرین المنحوتین فی جدار المسجد پھر صفا سے اتر کے مروہ کیطرف چلے ان دونوں سبز میناروں کے درمیان جو مسجد الحرام کی پشت کی دیوار
میں تراشے ہوئے ہیں [illegible] جب صفا سے اترے تو یہ دعا پڑھے (اللھم استعملنی بسنۃ نبیک وتوفنی علی ملتہ واعذنی من مضلات الفتن برحمتک یا
ارحم الراحمین) اور جب دو سبز میناروں میں سعی کرے تو یہ دعا پڑھے (رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم) یہ دعا عبد اللہ بن مسعود [illegible]
کذا فی الفتح اور سفر السعادۃ میں دعا مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے بروایت صفیہ بنت شیبہ [illegible] وفعل ما
فعلہ علی الصفا یفعل کذا سبعا یبدأ بالصفا ویختم بالمروۃ اور پڑھے مروہ پر اور [illegible]

ساتویں بار کرے صفا سے شروع کرے اور ساتویں شوط کو مروہ پر ختم کرے یعنی صفا سے مروہ تک آنا یہ ایک شوط ہوا پھر مروہ سے صفا تک جانا یہ دوسرا شوط
ہوا اسیطرح ساتواں شوط مروہ پر تمام ہوگا فلو بدأ بالمروۃ لم یعتد بالاول ہو الاصح پھر اگر مروہ سے ابتدا کریگا تو صفا تک شوط اول میں نہ معتبر ہوگا یہی قول
صحیح ہے اسواسطے کہ حدیث قولی اور فعلی کے مخالف ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا صفا سے کی اور فرمایا کہ ابتدا کرو اُس سے جس سے حقتعالی نے ابتدا کی
یعنے فرمایا قرآن مجید میں (ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ) کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وندب ختمہ برکعتین فی المسجد کختم الطواف اور مستحب ہے ختم کرنا سعی کا دو رکعتوں
جنکو مسجد الحرام میں جاکر پڑھے مانند ختم طواف کے اسواسطے کہ مسند احمد میں حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سعی کے دو رکعتیں مسجد الحرام
میں جاکر پڑھیں سامنے حجر اسود کے اور ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اسکو روایت کیا مطلب میں دو امر سے کذا فی فتح القدیر ثم یسکن بمکۃ محرما بالحج ولا یجوز
فسخ الحج بالعمرۃ عندنا پھر ٹھیرا رہے مکہ معظمہ میں حج کا احرام باندھے ہوئے اور عمرہ کرکے حج کا احرام توڑنا ہمارے نزدیک یعنی حنفیوں کے جائز نہیں یعنے
جیسا میقات سے حج کا احرام باندھا تو اب عمرہ کرکے احرام حج کا چھوڑنا درست نہیں اور وہ جو صحیحین میں حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ
الوداع میں اصحاب سے عمرہ کروا کر حج کو فسخ کروایا تھا تو یہ حکم فقط اصحاب ہی کو مخصوص تھا اسواسطے کہ صحیح مسلم میں ابو ذر واسطے حدیث مروی ہے کہ حج کو فسخ کرنا
عمرہ سے یہ اصحاب کبار کو مخصوص تھا وطاف بالبیت نفلا ما شاء بلا رمل وسعی وہو افضل من الصلوۃ نافلۃ للآفاقی وقلبہ للمکی اور نفل طواف کیا کرے جسقدر اسکا
جی چاہتا ہے بدون رمل اور سعی کے اور طواف کرنا افضل ہے نفل نماز پڑھنے سے مسافر کے حق میں اور اہل مکہ کے واسطے نماز افضل ہے طواف سے وفی البحر
ینبغی تقییدہ بزمن الموسم والا فالطواف افضل من الصلوۃ مطلقا اور بحر الرائق میں ہے کہ فضیلت صلوۃ میں موسم حج کی قید لگانا لائق ہے یعنی کیونکہ اسواسطے ایام
حج میں طواف سے نماز افضل ہے تاکہ بسبب ہجوم کے مسافر طواف سے نہ محروم رہیں اور بعد موسم حج کے تو طواف ہی افضل ہے نفل نماز سے اسیطرح طحطاوی اور حاکم
نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر یہ کہ خدا نے طواف میں کلام کرنا حلال کردیا ہے تو جو کہ کلام کرے تو سوائے خیر کے
نہ بولے کذا فی الفتح والبرہان اور ترمذی اور نسائی میں یوں مروی ہے کہ طواف مثل نماز کے ہے اور ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتیں پڑھیں گویا اُسنے ایک گردن کو آزاد کیا اور اسی کتاب میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں سو جو شخص کہ یہ دعا پڑھے (اللہم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدنیا والآخرۃ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ
وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) تو وہ فرشتے آمین کہتے ہیں ترمذی میں عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جو بیت اللہ کا ۵۰ بار طواف کریگا تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جاویگا جیسا اُسدن بیگناہ تھا جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا کذا فی تیسیر جامع الاصول
وخطب الامام اولی خطب الحج الثلاث سابع ذی الحجۃ بعد الزوال وبعد صلوۃ الظہر وکرہ قبلہ وعلم فیہا المناسک اور حج کے تین خطبوں میں
سے پہلا خطبہ ساتویں تاریخ ذی الحج کے امام پڑھے دوپہر ڈھلے نماز ظہر کے بعد اور قبل نماز کے مکروہ ہے اور اس خطبہ میں حج کے احکام تعلیم کرے یعنی احرام
باندھنا اور منا اور عرفات کا جانا اور وہاں کی نماز اور عرفات کا ٹھہرنا اور وہاں سے پھرنا لوگوں کو سکھا دے ہر حج کے تین خطبہ ہیں ایک ساتویں تاریخ مکہ میں اور
دوسرا عرفات میں اور تیسرا گیارھویں کو منا میں اور سب خطبے بعد زوال اور بعد نماز ظہر کے پڑھے جاتے ہیں مگر عرفات کا خطبہ بعد زوال قبل نماز ظہر کے ہوتا ہے
اور سب خطبوں میں اول تکبیر پھر تلبیہ پھر تحمید واجب ہے مانند خطبہ عیدین کے اور خطبہ جمعہ اور خطبہ استسقا اور خطبہ نکاح میں تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہے کذا فی الفتح والطحطاوی
فاذا صلی بمکۃ الفجر یوم الترویۃ ثامن الشہر خرج الی منی قریۃ من الحرم علی فرسخ من مکۃ ومکث بہا الی فجر عرفۃ پھر جب ذی الحج کی آٹھویں تاریخ فجر کی نماز مکہ میں
پڑھ چکے تو منا کیطرف چلے اور عرفہ کی فجر تک وہاں رہے آٹھویں تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہیں اور منا ایک گاؤں ہے حرم کی حد میں کہ تین کوس ہے مکہ معظمہ سے
مکہ میں جمیع حالات میں لبیک کہتا رہے سوائے طواف کے اور منا کیطرف چلتے لبیک کہے اور یہ دعا کرے (اللہم ایاک ارجو وایاک ادعو فبلغنی صالح

یعنی صالح عمل وصلح فی ذریتی) پھر جب منا میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے (اللھم ھذا منی وھذا مما دللتنا علیہ من المناسک فمن علینا بجوامع الخیرات وبما مننت
بہ علی ابراہیم خلیلک ومحمد حبیبک وبما مننت بہ علی اہل طاعتک فانی عبدک وناصیتی بیدک جئت طالبا مرضاتک) اور منا میں مستحب یہ ہے کہ شب عرفہ
کے پاس اترے کذا فی فتح القدیر ثم بعد طلوع الشمس یروح الی عرفات علی طریق ضب پھر آفتاب کے نکلنے کے بعد منا سے عرفات کو
جاوے ضب کی راہ پر کہ یہی سنت ہے اور عرفات کے چلنے کے وقت یہ دعا پڑھے (اللھم الیک توجھت وعلیک توکلت ووجھک اردت
فاجعل ذنبی مغفورا وحجی مبرورا وارحمنی ولا تخیبنی واقض بعرفات حاجتی انک علی کل شیء قدیر) اور لبیک کہے اور کلمہ توحید پڑھے پھر جب
عرفات کے قریب پہونچے اور جبل رحمت نظر آوے تو کہے (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر) پھر لبیک کہتا رہے یہاں تک کہ عرفات
میں داخل ہو کذا فی الفتح وعرفات کلھا موقف الا بطن عرنۃ بفتح الراء وضمھا واد من الحرم غربی مسجد عرفۃ اور تمام عرفات ٹھہرنے کا مکان ہے مگر بطن
عرنہ میں ٹھہرنا جائز نہیں عرنہ بضم اول وفتح ثانی اور ضم بھی اسکو جائز ہے نام جنگل کا ہے حرم میں مسجد عرفہ کی مغرب کی طرف اور عرفات حل میں ہے فبعد الزوال
قبل صلوۃ الظھر خطب الامام فی المسجد خطبتین کالجمعۃ پھر دوپہر ڈھلے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے امام مسجد میں دو خطبے پڑھے مانند
جمعہ کے یعنی جیسے خطبہ جمعہ میں امام درمیان دو خطبوں کے منبر پر بیٹھتا ہے ایسے ہی یہاں بھی بیٹھے اور بیٹھنے سے پہلے امام کے سامنے موذن
اذان کہتا ہے ویسا ہی یہاں بھی اذان کہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وعلم فیھا المناسک وصلی بعد الخطبۃ بھم الظھر والعصر باذان واقامتین
وقرأ سرا ... الا بعد الظھر والعصر فی وقت الظھر اور امام ان خطبوں میں احکام حج کے تعلیم کرے یعنی وقوف عرفات
اور مزدلفہ اور وہاں سے پھرنا اور رمی اور ذبح اور حلق اور طواف زیارت کرنا سکھا دے اور بعد خطبہ کے لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھا دے ایک
اذان اور دو اقامت سے ایک اقامت ظہر کے واسطے اور دوسری عصر کے واسطے کہ عصر خلاف عادت ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہے تو اعلام اور اطلاع کرنا ضرور
ہوا اور امام قرأت کو آہستہ پڑھے اور ظہر اور عصر کے درمیان میں کوئی نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ سنت موکدہ بھی نہ پڑھے بنا بر مذہب صحیح کے اور نہ بعد اگر بعد عصر کے کوئی نماز
پڑھے ظہر کے وقت میں اسواسطے کہ نفل پڑھنا بعد عصر کے مکروہ ہے وشرط لصحۃ ہذا الجمع الامام الاعظم او نائبہ والا صلوا وحدانا والاحرام بالحج فیھما
الصلوتین اور اسواسطے صحت اس جمع بین الصلوتین کے دو امر شرط ہیں امام اعظم کے نزدیک ایک شرط یہ ہے کہ بادشاہ ہو یا اسکا نائب چنانچہ قاضی
اور اگر بادشاہ یا اسکا نائب نہ ہو تو لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھیں بلا جماعت اور دوسری شرط یہ ہے کہ حج کا احرام ہو دونوں نمازوں میں اگر ظہر کی نماز عمرہ کے
احرام سے پڑھے اور عصر کی حج کے احرام سے تو جمع بین الصلوتین جائز نہیں اسواسطے کہ دونوں نمازوں میں حج کا احرام مشروط ہے اور اسیطرح اگر بدون احرام کے
دونوں نمازوں کو جمع کریگا تو بھی جائز نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلا تجوز العصر للمنفرد فی احدھما فلو صلی الظھر وحدہ لم یصل العصر مع الامام
تو جائز نہیں عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھنا اس شخص کو جسنے ظہر یا عصر کی نماز تنہا پڑھی سو اگر اسنے ظہر کی نماز تنہا پڑھی تو امام کے ساتھ عصر نہ پڑھے بلکہ
عصر کے وقت پڑھے ولا یجوز العصر لمن صلی الظھر بجماعۃ قبل احرام الحج ثم احرم الا فی وقتہ اور جسنے قبل احرام حج کے ظہر کی نماز جماعت
پڑھی پھر اسنے حج کا احرام باندھا تو اسکو عصر کا پڑھنا جائز نہیں مگر عصر کے وقت میں نہ امام کے ساتھ ظہر کے وقت میں اسواسطے کہ شرط ثانی
مفقود ہے وقالا لا یشترط لصحۃ العصر الا الاحرام وبہ قالت الثلثۃ وھو الاظھر شرنبلالیۃ عن البرھان اور صاحبین نے کہا کہ مشروط نہیں صحت
عصر کے واسطے مگر احرام یعنی جمع بین الصلوتین کے واسطے فقط احرام حج کافی ہے امام کا ہونا شرط نہیں اور یہی مذہب ہے تینوں اماموں کا اور یہی قول
ظاہر تر ہے باعتبار دلیل کے کذا فی شرنبلالی عن البرہان صاحب برہان نے کہا کہ یہ قول اسواسطے اظہر ہے کہ عرفات میں جمع بین الصلوتین اسواسطے ہے کہ تا دونوں وقوف
واجب ہوا اور موقف کی زمین نہایت اونچی نیچی ہے بعضوں کا وہاں برابر ہونا ممکن نہیں تو اگر عصر اپنے وقت پر ہوتی تو وہاں سے کہاں پھرنا اور وقوف منقطع ہوتا

اور محسر ایک نالہ ہے منا اور مزدلفہ کے درمیان میں سو اگر کوئی محسر یا اس کے قریب میں ٹھہر گیا تو جائز ہوگا مع الکراہت مشہور ہے صحیح بخاری وغیرہ کتب احادیث سے صحیح ہو کر عرفات
میں وادی عرنہ سے اور مزدلفہ میں محسر سے منع فرمایا کہ وہاں کوئی نہ ٹھہرے محسر بضم میم و فتح حا و کسر سین مشدد [illegible] کا نام ہے یہاں اصحاب الفیل تھک گئے تھے
یعنی تھکا دینے والا اور عاجز کر دینے والا کیونکہ اصحاب الفیل وہاں عاجز ہوئے تھے لہذا اسکا نام محسر ہوا کذا فی الطحطاوی ونزول عند جبل قزح بضم ففتح لا ینصرف
للعلمیة والعدل [illegible] اور مزدلفہ میں قزح ایک پہاڑ ہے اس سے قزح بضم اول و فتح ثانی لفظ غیر منصرف ہے بسبب علمیت اور عدل کے
یعنی [illegible] وهو المشعر الحرام على الاصح [illegible] اور قول صحیح یہی ہے کہ مشعر الحرام یہی جبل قزح ہے کذا فی الکشاف
اور اس پہاڑ پر ایک [illegible] کہا کہ وہ آدم علیہ السلام کی ہی تھی جو قرآن مجید میں فرمایا کہ جب تم عرفات سے رجوع کرو تو مشعر الحرام
کے پاس حق تعالی کو یاد کرو اسی واسطے شارح نے تصریح کر دی کہ مشعر الحرام سے مراد قزح کا پہاڑ ہے وصلی العشائین باذان واقامة لان العشاء فی وقتها
فلم یحتج الی الاعلام کالاعلام [illegible] امام اور مغرب اور عشا کی وہاں نماز پڑھے ایک اذان اور ایک اقامت سے اس واسطے کہ عشا کی نماز اپنے وقت میں
ہے تو اعلام کی حاجت نہیں چنانچہ یہاں جمع بین الصلوتین میں امام کی حاجت نہیں ہے یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ یہاں جمع بین الصلوتین میں کیوں
دوبارہ اقامت نہ ہوئی جیسے کہ عرفات کی جمع بین الصلوتین میں ہوئی تھی شارح نے جواب دیا کہ یہاں دوسری نماز یعنی عشا اپنے اصلی وقت میں ہے اور لوگ سب
جمع ہیں تو اعلام کی کچھ حاجت نہیں کہ دوسری بار اقامت ہو بخلاف عرفات کے کہ وہاں دوسری نماز اپنے وقت میں نہیں لہذا اعلام کی حاجت ہے اور امام [illegible]
نزدیک اس جمع بین الصلوتین میں امام اور جماعت شرط نہیں جیسے کہ عرفات میں شرط ہے حالانکہ احادیث سے دونوں میں جماعت ثابت ہے اس واسطے کہ
مغرب یہاں اپنے وقت سے متاخر ہے اور نماز کو قضا وقت گذرنے کے بعد ادا کرنا ہے بخلاف عرفات کے کہ وہاں عصر اپنے وقت سے متقدم ہے اور تقدیم نماز کی
اپنے وقت پر بخلاف قیاس ہے ہر طرح سے لہذا اسمیں مورد کی جمیع شروط وارد واجب الرعایت ہیں کذا فی دلائل الاسرار عن ابن مالک اور دونوں نمازوں کے
بیچ میں سنت اور نفل نہ پڑھے بلکہ مغرب اور عشا کی سنت کو اور وتر کو بعد مغرب اور عشا کے پڑھے کذا فی المنسک المتوسط لملا علی رحمہ اللہ ولو صلی المغرب والعشاء فی
الطریق او فی عرفات اعادہ لحدیث الصلوة امامک اور اگر مغرب کی نماز یا عشا کی نماز راہ میں یا عرفات میں پڑھے تو مزدلفہ میں دوسری بار پڑھے
بدلیل اس حدیث کے کہ نماز تیرے آگے ہے ہم صحیحین میں اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے روانہ ہوئے تو راہ میں اترے
اور پیشاب کیا پھر ناتمام وضو کیا سو میں نے عرض کیا کہ نماز پڑھیے فرمایا کہ نماز تیرے آگے ہے پھر حضرت سوار ہوئے تو جب مزدلفہ میں آئے تو پورا وضو کیا
پھر مغرب کی نماز اور عشا کی نماز پڑھی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بجز مزدلفہ کے عرفات اور راہ میں نماز جائز نہیں تو واجب الاعادہ ہوگی فقد وقتها بالزمان
والمکان والوقت فالزمان لیلة النحر والمکان مزدلفة والوقت وقت العشاء حتی لو وصل مزدلفة قبل العشاء لم یصل المغرب حتی یدخل وقت العشاء فتنبه
یعنی اس وجہ پر تو بالتضاء [illegible] حدیث مذکور کے نماز مغرب کی تاخیر کے واسطے تین زمان اور مکان اور وقت کو مقرر اور معین کر لیا سو زمانہ تو یوم النحر
کی رات ہے اور مکان خاص مزدلفہ ہے اور وقت مخصوص عشا کا وقت ہے یعنی مغرب کی نماز کو موخر کرنا مزدلفہ میں لیلة النحر عشا کے وقت مخصوص ہے یہاں تک
کہ اگر کوئی مزدلفہ میں پہنچے قبل عشا کے تو مغرب کی نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ عشا کا وقت آوے تو یہ مسئلہ چیستان اور پہیلی کے لائق ہے چند وجوہ
سے یعنی یہاں ایسے سوال متصور ہیں جنکے جواب میں فقیہ کو حیرانی ہو چنانچہ مترجم چند سوال اور جواب کو ذکر کرتا ہے طحطاوی سے نقل کر کے سوال کون فرض
نماز ہے جسمیں نہ اذان ہے نہ اقامت جواب عشا کی نماز ہے مزدلفہ میں بشرطیکہ مغرب اور عشا میں فاصلہ نہ ہو سوال کون نماز ہے جو بے وقت پڑھی جاوے اور
قضا نہ ہو بلکہ ادا ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہے سوال کون نماز ہے جو اپنے وقت پر پڑھی جاوے اور واجب الاعادہ ہو جواب مزدلفہ کی مغرب اور اسی طرح
عشا کی نماز جبکہ راہ یا عرفات میں پڑھی جاوے سوال کون عشا ہے جسکو صاحب ترتیب قبل مغرب کے پڑھے اور صحیح ہو جواب مزدلفہ کی عشا ہے جو ادا [illegible]

وافعل ما بدا لنا ولو الدینا وجمیع المسلمین اور مستحب ہے کہ بالوں کو دفن کرے اور سر کا منڈانا اپنے داہنی طرف سے شروع کرے یہی مسنون ہے کذا فی
فتح القدیر و حل له کل شیء الا النساء ای فیحل والطیب والصید اور جو کپڑا سلا ہوا ہے کے جو چیزیں کہ احرام باندھنے سے ممنوع ہو گئی تھیں سو
حلال ہو گئیں مگر عورتیں ہنوز حلال نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ خوشبو اور شکار بھی ابھی حلال نہیں ہم عدم حلت خوشبو خانیہ میں مذکور ہے صاحب بحر نے
اسکو ضعیف کہا ہے اور ربو الطیب ضعیفہ سے کیونکہ شکار حلال نہیں صاحب نہر نے اسکی تضعیف کی ہے امام اعظم کا مذہب مشہور یہی ہے کہ رمی محلل نہیں
بلکہ حلق محلل ہے طحاوی اور دارقطنی کی اس حدیث سے عن عائشۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رمیتم وحلقتم و ذبحتم فقد حل لکم الا النساء
یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نے رمی اور حلق اور ذبح کیا تو ہر چیز تم کو حلال ہو گئی سوا عورتوں کے اور امام شافعی
کے نزدیک رمی محلل ہے بدلیل حدیث ابو داؤد و ابن ماجہ کذا فی البرہان ثم طاف للزیارۃ یوما من ایام النحر الثلاثۃ بیان لوقتہ الواجب پھر طواف
الزیارۃ کرے ایام نحر کے تین دنوں میں جس دن چاہے ایام نحر میں طواف کرنا یہ طواف کے واجب وقت کا بیان ہے سبعۃ بیان للاکمل والا فالرکن اربعۃ
طواف کرے سات شوط یہ طریق اکمل کا بیان ہے ورنہ طواف میں رکن تو چار ہی شوط ہیں ہم طواف الزیارۃ کو طواف النحر اور طواف الرکن اور طواف الافاضہ
بھی کہتے ہیں بلا رمل ولا سعی ان کان سعی قبل ہذا الطواف والا فعلہما لان تکرارہما لم یشرع طواف الزیارۃ کرے بدون رمل اور بلا سعی کے
اگر اس طواف سے پہلے سعی کر چکا ہو اور اگر نہ کر چکا ہو تو اب دونوں کو کرے اسواسطے کہ رمل اور سعی کو مکرر کرنا مشروع نہیں و طواف الزیارۃ اول
وقتہ بعد طلوع الفجر یوم النحر وہو فیہ ای الطواف فی یوم النحر الاول افضل و یمتد وقتہ الی آخر العمر اور طواف الزیارۃ کا شروع وقت بعد طلوع فجر کے
ہے قربانی کے دن اور طواف کرنا قربانی کے پہلے دن میں افضل ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
یوم النحر کو طواف الافاضہ کیا پھر منا کو پلٹ گئے کذا فی البرہان اور طواف الزیارۃ کا وقت ممتد ہے آخر عمر تک یعنی تمام عمر میں جب طواف کریگا فرض ادا ہو گا و حل له
النساء بالحلق السابق حتی لو طاف قبل الحلق لم یحل لہ شیء فلو قلم ظفرہ مثلا کان جنایۃ لانہ لا یخرج من الاحرام الا بالحلق اور بعد طواف الزیارۃ کے اسپر
عورتیں حلال ہونگی بسبب حلق سابق کے نہ بسبب اس طواف کے یہانتک کہ اگر طواف کرے قبل حلق کے تو کوئی چیز اسپر حلال نہوگی اور اگر اپنا ناخن
مثلاً کاٹ لیگا تو گناہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ احرام سے محرم نہیں نکلتا بدون حلق کے ہم درحقیقت محلل حلق ہی ہے نہ طواف لیکن حلق کا عمل حلت نساء میں ظاہر
نہیں ہوتا مگر بعد طواف کے جیسے طلاق رجعی کا عمل انقضاء عدت کے بعد ظاہر ہوتا ہے کذا فی النہر فان اخرہ عنہا ای ایام النحر ولیالیہا منہا کرہ تحریما
و وجب دم لترک الواجب پھر اگر طواف الزیارۃ کو ایام نحر سے تاخیر کریگا تو مکروہ تحریمی ہے اور ایام نحر کی راتیں بھی دنوں کے حکم میں داخل ہیں اور تاخیر
سے ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب ترک کرنے واجب کے و ہذا اذا کان الامکان فلو طہرت الحائض ان قدرت علی اربعۃ اشواط ولم تفعل لزم دم والا لا اور
یہ حکم تاخیر سے ذبح لازم ہونا اسوقت ہے جب کہ طواف کرنا ممکن ہو بلا عذر شرعی سو اگر عورت حائضہ پاک ہوئی یوم ثالث میں قریب غروب آفتاب کے
سو اگر طواف الزیارۃ کے چار شوط پر قادر تھی اور اسنے نہ کیا تو اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر چار شوط کا زمانہ باقی نہیں بعد طہارت کے یا مطلقا طاہر نہوئی تو اسپر
ذبح لازم نہیں بسبب عدم امکان کے ثم اتی منی فیبیت بہا للرمی پھر طواف الزیارۃ کے بعد منا میں آوے اور وہیں راتکو رہے رمی جمار کے واسطے
یہی سنت ہے منا کے سوا اور کہیں رہنا ان دنوں میں مکروہ ہے کذا فی الطحاوی و بعد زوال ثانی النحر رمی الجمار الثلث یبدا استنانا بما یلی مسجد الخیف
اور یوم النحر کے دوسرے دن یعنی گیارہویں تاریخ دوپہر ڈھلنے کے بعد تینوں جمار کی رمی کرے شروع اس جمرہ سے کرے جو مسجد الخیف کے پاس ہے یہی
مسنون ہے اور اسکو جمرہ اولے کہتے ہیں خیف بفتح اول و سکون ثانی اونچے مکان کو کہتے ہیں چونکہ وہ مسجد اونچے پر ہے لہذا اسکو مسجد الخیف کہتے ہیں ثم
بما یلیہ الوسطی پھر اس جمرہ کو رمی کرے جو جمرہ اولے کے قریب ہے جسکو جمرۃ الوسطی کہتے ہیں جمرۃ الاولے اور جمرۃ الوسطی میں ۳۷۵ ہاتھ کا فرق ہے کذا فی الطحاوی

ثم بالعقبۃ سبعا اسی طرح کنکریاں مارے پھر جمرۂ عقبہ کو رمی کرے سات کنکریوں کے ساتھ کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے جمرۂ عقبہ
مین اور ان دونوں کے درمیان مین ۴۰۰ ہاتھ کا فاصلہ ہے اور جو شخص بیمار یا بیہوش ہو اور رمی نہ کر سکے تو اُسکی طرف سے دوسرا آدمی رمی کرے کذا فی الطحطاوی اور
رمی جمار مین ترتیب مسنون ہے واجب نہیں کذا فی النہر و وقف حامدا مہللا مکبرا مصلیا قدر قراءۃ البقرۃ بعد تمام کل رمی بعدہ رمی فلا یقف بعد
الثالثۃ لانہ لیس بعدہ رمی اور ٹھہرے حمد اور تہلیل و تکبیر کہتا ہوا اور درود پڑھتا ہوا بقدر پڑھنے سورہ بقرہ کے
اور قہستانی مین مضمرات سے مروی ہے کہ بقدر ۲۰ آیت پڑھنے کے توقف کرے اور یہی زیادہ آسان ہے کذا فی الطحطاوی تو قف کرنا اس رمی کے بعد ہے جسکے بعد
رمی ہو یعنی جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی کے بعد توقف کرے جمرۃ العقبہ کے بعد ٹھہرنا نہ چاہیئے دونوں مین اسواسطے کہ اسکے بعد رمی نہیں اور نہ یوم النحر
میں کہ اسکے بعد ٹھہرنا چاہیئے اسلیئے کہ اسکے بعد بھی رمی نہیں مشائخ نے توقف مین تمام رمی کی قید لگائی یعنی سات کنکریاں کہ مار کے ٹھہرے نہ ہر کنکری کے بعد اور دعا
کرے خیر و رافعا کفیہ نحو السماء او القبلۃ اور دعا کرے اپنے واسطے اور غیروں کے واسطے دونوں ہتھیلیاں آسمان کی طرف اٹھا کر یا قبلہ کی طرف یہ
قول ہے امام ابو یوسف کا یا دعا کے وقت آسمان کی طرف ہتھیلیاں کرے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے کذا فی النہر ثم رمی غدا کذلک ثم بعدہ کذلک ان مکث
وھو احب پھر جمرات ثلثہ کی رمی کرے اسی طرح بارھوین تاریخ کو پھر تیرھوین تاریخ کو بھی اسی طرح سے رمی کرے اگر وہان رہے اور تیرھوین تاریخ کا رہنا اور رمی کرنا
مستحب ہے وان قدم الرمی فیہ ای فی الیوم الرابع علی الزوال جاز فان وقت الرمی فیہ من الفجر الی الغروب واما فی الثانی والثالث فمن الزوال الی
طلوع ذکاء اور اگر یوم النحر کے چوتھے دن یعنی تیرھوین تاریخ رمی کو دوپہر ڈھلنے سے مقدم کرے تو جائز ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک اس دن رمی کا وقت اسکے
دن مین رمی کا وقت فجر سے غروب تک ہے اور دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارھوین اور بارھوین کو رمی کا وقت زوال آفتاب سے طلوع آفتاب کے طلوع ہونے تک
لیکن زوال سے غروب تک مسنون ہے اور باقی مکروہ کذا فی الطحطاوی وله النفر من منی قبل طلوع فجر الرابع لا بعدہ لدخول وقت الرمی اور جائز ہے کہ کوچ کرنا منی سے
قبل طلوع ہونے فجر تیرھوین تاریخ کی فجر کے طلوع ہونے کے اسواسطے کہ رمی کا وقت آگیا تو بعد فجر کے بدون رمی کے کوچ کرنا جائز نہیں وجاز الرمی راکبا
ولکنہ فی الاولیین الاولی والوسطی ماشیا افضل لانہ یقف لا فی الاخیرۃ ای العقبۃ لانہ یذھب عقبہ والرکوب افضل فیہا والحاصل ان کل رمی بعدہ
الکمال وغیرہ اور کل رمی سوار ہو کر درست ہے لیکن جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی مین پیدل افضل ہے اسواسطے کہ دونوں کے بعد ٹھہرنا ہوتا ہے تو اگر وہان سوار ہوگا
تو اور ٹھہرنے والوں کو تکلیف ہوگی نہ جمرۂ اخیر مین یعنی جمرۃ العقبہ مین سوار ہو کر رمی کرنا افضل ہے اسواسطے کہ انسان اسکے پاس نہیں ٹھہرتا بلکہ اُسکی
رمی کرنے کے بعد پھر تا ہے اور سوار پھرنے پر زیادہ قادر ہے اور یہ تفصیل ابو یوسف رحمہ سے منقول ہے اور ظہیریہ مین فضیلت پیدل ہونے کی مطلقا
بیان کی ہے یعنی تینوں مقام مین پیدل رمی کرنا افضل ہے اور کمال الدین وغیرہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ پیدل رمی کرنا ادا و خشوع
اور خشوع سے قریب تر ہے علی الخصوص اس زمانہ مین کہ اکثر مسلمان پیدل ہوتے ہیں جمار ثلثہ کی رمی مین تو سوار ہونے مین انکو تکلیف رسانی ہے اور
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سوار ہو کر رمی کی تھی تو تعلیم کے واسطے تھی تاکہ لوگ رمی کرنے کا طریقہ سیکھین اور اقتدا کرین چنانچہ حضرت کا طواف
کرنا بھی سوار ہو کر کذا فی الفتح ولو قدم ثقلہ ای امتعتہ الی مکۃ واقام بمنی او ذھب بعرفۃ کرہ ان لم یامن لا ان امن وکذا یکرہ للمصلی جعل
نحو نعلہ خلفہ لشغل قلبہ اور اگر اپنے اسباب اور خادمون کو مکہ کی طرف آگے روانہ کیا اور خود منا مین رہا یا اپنے اسباب چھوڑ کر عرفات کو گیا تو مکروہ ہے اگر
اطمینان نہ ہو اسباب کی حفاظت کا اور اگر اسباب محفوظ رکھا ہو کچھ ڈر نہ ہو تو منا سے مکہ مین اسباب کا روانہ کرنا یا عرفات کو اسکے پیچھے چھوڑنا مکروہ نہیں اور
اسی طرح نماز پڑھنے والے کو اپنے اسباب کو پیچھے رکھنا مکروہ ہے بسبب شغل خاطر کے کذا فی الفتح عن الجوہرۃ یعنی عبادت مین دل کا خاطر جمع ہونا ضرور ہے
کہ کار رہ کر عین عبادت کا لطف نہین رہتا واذا نفر الحاج الی مکۃ نزل استنانا ولو ساعۃ بالمحصب ای الابطح ولیست المقبرۃ منہ جب حاجی منا

کہ کی طرف چلے تو سنت یہ ہے کہ اول محصب میں اترے اگرچہ ایک ہی ساعت وہاں ٹھہرے محصب بفتح اول و فتح ثانی و ثالثہ و تشدید اس مکان کا نام ہے جو
کہ اور منا کے درمیان میں ہے اسمیں پتھریاں کثرت سے ہیں اسکو ابطح و بطحا اور حصبا بھی کہتے ہیں اور مکہ کا قبرستان جسکا حجون نام ہے محصب میں داخل نہیں
محصب میں اترنا سنت ہے اور نے رہتا ہے کہ ساعت بھر ٹھہرے اور لائق یہ ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا وہیں پڑھے اور ایک نیند لیکر مکہ معظمہ میں اوے
کذا فی الفتح و الفتح صحیح بخاری میں انس رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا پڑھی اور محصب میں ایک نیند لی پھر سوار ہوکر بیت اللہ کا
طواف کیا امام شافعی رحمہ نے کہا کہ نزول محصب کا اتفاقی تھا سنت ہوکر نہیں اور امام اعظم رح کے نزدیک سنت ہے کہ نزول قصدی تھا نہ اتفاقی
اسلیے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ جب ہم منا میں تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل ہم بنی کنانہ کی خیف میں
اترینگے یعنی محصب میں کذا فی البرہان ثم اذا اراد السفر طاف للصدر ای الوداع سبعۃ اشواط بلا رمل وسعی وہو واجب الا علی اہل مکۃ
ومن فی حکمہم فلا یجب بل یندب کمن مکث بعدہ پھر جب مکہ معظمہ سے سفر کا ارادہ کرے تو طواف الصدر یعنی طواف الوداع یعنی پھرنے اور رخصت ہونے کا طواف کرے
سات شوط بدون رمل اور بدون سعی کے اور یہ طواف الوداع واجب ہے مگر اہل مکہ پر اور جو اہل مکہ کے برابر ہیں حکم میں یعنی جو میقات کے اندر ہوں اُن پر طواف الوداع
واجب نہیں بلکہ مستحب ہے چنانچہ اُس مسافر آفاقی پر مستحب ہے جو حج کے بعد وہاں رہ گیا ہو امام مالک کے نزدیک طواف الوداع سنت ہے مثل طواف القدوم کے
اور ہماری دلیل صحیحین کی حدیث ہے ابن عباس رض نے کہا کہ لوگوں کو حکم ہوا کہ اپنے آخر حال میں بیت اللہ کا طواف کریں اور مسلم میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کوچ نہ کرے بدون طواف کے کذا فی البرہان ثم النیۃ للطواف شرط فلو طاف ہاربا او طالبا لم یجز پھر دریافت کرنا چاہیے کہ طواف
کے واسطے نیت شرط ہے سو اگر کوئی شخص بدون نیت طواف بیت اللہ کے گرد گھوما کسی شخص سے بھاگ کر یا کسی کو ڈھونڈنے کو تو جائز نہ ہوگا لکن یکفی اصلہا فلو طاف
بعد ارادۃ السفر ونوی التطوع اجزاہ عن الصدر کما لو طاف بنیۃ التطوع فی ایام النحر وقع عن الفرض لیکن طواف میں اصل نیت کفایت کرتی ہے یعنی
طواف کی نیت میں وصف فرضیت اور وجوب ضرور نہیں سو اگر ایک شخص نے طواف کیا بعد ارادہ سفر کے اور نیت کی نفل طواف کی تو طواف الوداع ادا ہو جاویگا
چنانچہ اگر طواف کیا نفل کی نیت سے ایام نحر میں تو طواف فرض ادا ہو جاویگا یعنی طواف الزیارۃ ثم بعد رکعتیہ یشرب من ماء زمزم پھر طواف الوداع
کے دوگانہ نماز کے بعد زمزم کا پانی پیے دار قطنی نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیے اگر
اگر تو نے شفا کی نیت سے پیا تو اللہ تجھکو شفا دیگا اور اگر تو نے آسودگی کے واسطے پیا تو اللہ تجھکو آسودہ کریگا اور اگر قطع تشنگی کے واسطے پیا تو قطع تشنگی کردیگا اور یہ زمزم
جبرئیل علیہ السلام کا نکالا ہوا ہے اسمعیل علیہ السلام کے پینے کے واسطے کذا فی البرہان اور طریقہ زمزم کے پانی پینے کا بحر الرائق میں یوں ہے کہ زمزم کے پاس آوے اور خود
پانی نکالے اور رو بقبلہ کھڑے ہوکر خوب پیٹ بھر تین بار میں پیے اور ہر بار آنکھ اٹھا کر بیت اللہ کی طرف دیکھتا جاوے اور منہ اور سر اور بدن کو اسکا پانی چپڑے
اور اگر ممکن ہو تو ایک ڈول اسمیں ڈالے اور چاہ زمزم کا ۶۹ ہاتھ گہرا ہے اور اوپر کا عرض چار ہاتھ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور حاکم نے مستدرک میں روایت کی کہ عبد اللہ
بن عباس رض زمزم کا پانی پیکر یہ دعا کرتے تھے اللہم انی اسئلک علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء کذا فی فتح القدیر وقبل العتبۃ تعظیما للکعبۃ ووضع
صدرہ ووجہہ علی الملتزم وتشبث بالاستار ساعۃ کالمتشفع بہا اور بیت اللہ کے آستانہ یعنی آستانہ کو جو کعبہ مقدسہ کی تعظیم کے واسطے بوسہ دے اور اپنا سینہ
اور منہ ملتزم پر رکھے اور بیت اللہ کے غلاف کو ایک ساعت پکڑے رہے بطور خواست کنندہ شفاعت کعبہ معظمہ سے جیسے کوئی کسی کی طرف التجا کرتا ہے تو اسکا
کپڑا پکڑتا ہے ملتزم اُس مکان کا نام ہے جو حجر اسود اور دروازہ بیت اللہ کے درمیان میں ہے چار ہاتھ کی اسکی مسافت ہے جب ملتزم کو لپٹے تو داہنا ہاتھ آستانہ کعبہ پر رکھ کے
کالسائل بباب ملک من فضلک ومغفرتک ویرجو جنتک اور ایک ساعت لپٹا رہے روتا ہوا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو لم ینلہا لضیق یضع یدیہ علی راسہ
مبسوطتین علی الجدار قائمتین والتصق بالجدار ودعا مجتہدا ویبکی او یتباکی اور اگر غلاف کعبہ کو نہ پاوے تو دونوں ہاتھ اپنے سر پر کھڑے کرکے

لعموم الخطاب بالرقم ولم یرد دلیل الخصوص اور عورت مرد کے مانند ہے احکام حج مین جو مذکور ہو چکے بسبب عموم خطاب کے یعنی عورت اور مرد کو یکسان خطاب ہوئے ہیں کہ
حکم شرع برابر ہے جب تک کہ دلیل خصوصیت کی نہ ثابت ہو چنانچہ جہاد اور جمعہ مین عورتین مردون کے شامل نہین لکنہا تکشف وجہہا لا رأسہا ولو سدلت
شیئا علیہ وجافتہ عنہ جاز بل یندب لیکن عورت بعد احرام کے اپنا چہرہ کھولے رہے اسواسطے کہ عورت کا احرام اسکے چہرہ مین ہے نہ اسکے سر مین
تو سر کو نہ کھولے اور اگر چہرہ کے اوپر کوئی چیز ڈالے اور چہرہ سے اسکو جدا رکھے تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ تشدد سے مراد یہ ہے
کہ کوئی چیز چہرہ سے لگی رہے اور اسی بنا پر ڈالنا مکروہ ہے کہ وہ چہرہ کو لگا رہتا ہے اور ایک چیز مانند قبہ لکڑیون سے بناتی ہین عورتین اسکو اپنے چہرہ پر رکھتی ہین
اور پنکھا سیر ڈالی الیعنی ہر چند چہرہ کی نظر نہین آتا اور کپڑا بھی چہرہ کو نہین لگتا کذا فی الفتح سنن ابوداود اور ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہے کہ شتر سوار ہمارے
سامنے گذرتے تھے اور ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے جب سوار ہمارے برابر آتے تھے تو ہم چادر اپنے سر سے چہرہ پر ڈال لیتے تھے جب
وہ ہمسے آگے نکل جاتے تھے تو ہم چہرہ کھول دیتے تھے کذا فی البرہان ولا تلبی جہرا بل تسمع نفسہا دفعا للفتنة وما قیل ان صوتہا عورة ضعیف اور عورت پکار کے لبیک
نہ کہے بلکہ دفع فساد کے واسطے اپنے کان تک آہستہ کہے اور جو بعضون نے کہا ہے کہ عورت کی آواز عورت ہے یعنی چھپانے کی چیز ہے سو قول ضعیف ہے ولا ترمل
ولا تضطبع ولا تسعی بین المیلین ولا تحلق بل تقصر من ربع شعرہا کما مر اور عورت طواف مین رمل نہ کرے اور چادر سے داہنا ہاتھ باہر نکالے جیسا مرد
نکالتا ہے اور دونون منارون کے درمیان جیسے مرد دوڑتے ہین نہ دوڑے اور سر نہ منڈوائے اسواسطے کہ عورت کو سر منڈانا ایسا ہے جیسا مرد کو داڑھی منڈانا بلکہ چوتھائی سر
کے بال پورے کی برابر کتروا دے چنانچہ اسکا ذکر مفصل ہو چکا وتلبس المخیط والخفین والحلی اور سیا کپڑا اور موزے اور زیور پہنے یعنی سیا کپڑا اور ریشمی اور زعفران
رنگین ہو اور ریشمی کپڑا بھی عورت کو احرام مین پہننا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولا تقرب الحجر فی الزحام لمنعہا من مماسة الرجال اور حجر اسود کے قریب بجاوے
ہجوم کے وقت نہ جاوے اسواسطے کہ عورت کو مردون سے بدن ملانا ممنوع ہے والخنثی المشکل کالمرأة فیما ذکر احتیاطا اور خنثی مشکل عورت کے مانند ہے جمیع امور مذکورہ مین
بنا بر احتیاط کے وحیضہا لا یمنع نسکا الا الطواف اور عورت کا حیض حج کی کسی عبادت کا مانع نہین سوا طواف کے اسواسطے کہ طواف مسجد الحرام
مین ہوتا ہے اور حائضہ کو مسجد مین جانا جائز نہین ولا شیء علیہا بتأخیرہ اذا لم تطہر الا بعد ایام النحر فلو طہرت فیہا بقدر اکثر الطواف لزمہا الدم بتأخیرہ لباب
اور عورت پر کوئی چیز لازم نہین ہے طواف کی تاخیر سے جبکہ وہ حیض سے پاک نہ ہووے مگر ایام نحر کے بعد سو اگر وہ ایام نحر مین بقدر اکثر
طواف کے پاک ہو گئی اور طواف نہ کیا تو اسپر دم لازم ہوگا بسبب تاخیر طواف کے کذا فی لباب المناسک ویسقط بحصول رکنیہ طواف الصدر ومثلہ
النفاس اور حیض ہو رکن یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارة کے بعد طواف الوداع کو ساقط کر دیتا ہے اسواسطے کہ واجبات عذر سے ساقط
ہو جاتے ہین کذا فی الطحطاوی اور نفاس حیض کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ مین والبدن جمع بدنة من الابل والبقر اور بدنہ لغت اور شرع مین اونٹ کو
بھی کہتے ہین اور گاے کو بھی کہتے ہین تو جسپر شرع مین بدنہ واجب ہو اگر وہ گاے ذبح کرے تو واجب ادا ہو جاویگا اور امام شافعی رح گاے کو بدنہ نہین کہتے
والہدی منہما ومن الغنم کما سیجیء اور ہدی اونٹ اور گاے کی ہوتی ہے اور بھیڑ بکری کی بھی ہوتی ہے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ہدی وہ جانور ہے جو مکہ معظمہ مین جا کر ذبح ہو

باب القران

یہ باب ہے قران کے احکام مین قران کے معنی لغوی اور شرعی عنقریب مذکور ہونگے ہو افضل لحدیث اتانی آت من ربی وانا بالعقیق فقال یا آل محمد اہلوا بحجة
وعمرة معا ولانہ اشق امام اور صاحبین کے نزدیک قران افضل ہے تمتع اور افراد اور عمرہ سے اس حدیث کی دلیل سے کہ میرے پاس ایک آنیوالا میرے رب کے
پاس سے آیا اور مین عقیق مین تھا سو آنیوالے نے کہا کہ اے آل محمد تم حج اور عمرہ کا ساتھ ہی احرام باندھو اور اسواسطے کہ قران زیادہ مشقت والا ہے تمتع وغیرہ سے
بالعقیق اور یہ حدیث طحطاوی نے ام سلمہ رض سے یون روایت کی ہے کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہتے تھے اہلوا یا آل محمد بعمرة فی حجة

صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اے آل محمد احرام باندھو عمرہ کا حج میں ملا کر یعنی دونوں کا ایک ساتھ احرام کرو اور صحیح بخاری میں عمر فاروق رضی سے یوں روایت ہے کہ سنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے وادی عقیق میں کہ آئی مجھ کو رات کے وقت میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا پھر کہا نماز پڑھ اس مبارک وادی میں اور کہہ عمرۃ فی حجۃ اور صحیحین میں انس رضی سے روایت ہے کہ سنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے لبیک بحجۃ وعمرۃ کذا فی البرہان عقیق ایک جگہ کا نام ہے مدینہ کے پاس والصواب انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام احرم بالحج
ثم ادخل علیہ العمرۃ لبیان الجواز فصار قارنا اور قول فیصل یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اول احرام حج کا کیا پھر عمرہ کو حج میں داخل کر لیا واسطے بیان
جواز کے تو آپ قارن ہو گئے اس لئے کہ عرب عمرہ کرنے کو موسم حج میں بڑا گناہ جانتے تھے لہذا نبی علیہ السلام مامور ہوئے کہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ملا دیں تاکہ ان کا گمان باطل ہو جاوے
مجد الدین فیروزآبادی نے اس مقام کو سفر السعادۃ میں خوب محقق بیان کیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام میں اختلاف ہے اور بعضے
صحیحین میں کہ شمار میں دس سے زیادہ ہیں یوں مصرح ہے کہ احرام حج اور عمرے کا ساتھ تھا یعنی قران تھا اور اکثر احادیث میں یوں ہے کہ فقط حج کا احرام تھا اور بعضی
احادیث میں تمتع بھی ثابت ہے تو ان احادیث مختلفہ کا طریق توفیق یہ ہے کہ اول فقط حج کا احرام باندھا تھا بعد اسکے عمرے کو بھی اس میں داخل کر لیا تو قارن ہو گیا
اور تمتع سے تمتع اصطلاحی مراد نہیں بلکہ تمتع لغوی مراد ہے یعنی فائدہ لینا اسواسطے کہ قران کی اصطلاح میں شک نہیں کہ ایک احرام میں دو عبادتیں ادا کیں یعنی حج اور
عمرہ بھی اور صحابہ بھی رضی اللہ عنہم تین قسم تھے بعضے قارن تھے اور بعضوں نے فقط احرام حج کا کیا تھا لیکن انکے ساتھ ہدی نہ تھی تو یہ دونوں قسم کے لوگ تھے احرام بالحج ثم
اور بعضوں نے فقط حج کا احرام باندھا تھا لیکن انکے ساتھ ہدی نہ تھی انکو حکم ہوا کہ حج کو عمرہ کر ڈالیں یعنی عمرہ کر کے احرام اتار دیں پھر مکے سے حج کے واسطے دوسرا احرام
باندھیں فسخ کرنا حج کا عمرے سے اسی کو کہتے ہیں ثم التمتع ثم الافراد پھر قران کے بعد تمتع افضل ہے پھر افراد حج عمرے سے افضل ہے والقران لغۃ الجمع بین شیئین
وشرعا ان یہل ای یرفع صوتہ بالتلبیۃ بحجۃ وعمرۃ معا حقیقۃ او حکما بان یحرم بالعمرۃ اولا ثم بالحج قبل ان یطوف لہا اربعۃ اشواط او عکسہ بان یہل بالحج ثم یحرم
بالعمرۃ قبل ان یطوف للقدوم وان اساء ولبعدہ وان لزمہ دم اور قران لغت عرب میں دو چیزوں کے ملانے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں
قران یہ ہے کہ محرم لبیک پکارے لفظ حج اور عمرہ ساتھ حقیقی معیت ہو اس طرح کہ دونوں کے احرام کا زمانہ ایک ہی ہو یعنی یوں کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ
یا حکمی معیت ہو اس طرح کہ اول عمرے کا احرام کرے بعد اسکے حج کا احرام کرے عمرے کے چار شوط طواف کرنے سے پہلے یا اسکا بالعکس کرے اس طرح کہ عمرے کا
احرام حج کے احرام پر داخل کرے طواف القدوم کرنے سے پہلے اگرچہ اسنے برا کیا کہ حج کا احرام عمرہ پر مقدم کیا یا بعد طواف القدوم کے احرام عمرے کا
حج پر داخل کیا اگرچہ اس صورت میں ذبح کرنا اسپر لازم ہوگا بسبب مخالفت سنت کے اور اگر عمرے کے چار شوط کے بعد حج کا احرام کریگا تو تمتع ہو جاویگا قران باقی
رہیگا کذا فی حاشیۃ الطحاوی من المیقات اذ القارن لا یکون الا آفاقیا او قبلہ فی اشہر الحج او قبلہا حج اور عمرے کا ساتھ احرام کرے میقات سے
اسواسطے کہ قارن نہیں ہوتا مگر آفاقی مکی یا قبل میقات کے حج کے مہینوں میں دونوں کا احرام باندھے یا حج کے مہینوں سے پہلے احرام کرے اگرچہ احرام
قبل اشہر حج کے مکروہ ہے ویقول اما بالنصب والمراد بالنیۃ او مستانف والمراد بیان السنۃ اذ النیۃ قلبیۃ تکفیہ کالصلوٰۃ عقیبہ بعد الصلوٰۃ اللہم انی
ارید الحج والعمرۃ فیسرہما لی وتقبلہما منی اور قران کرنے والا احرام کی نماز کے بعد یہ دعا کرے اللہم سے آخر تک یعنی خداوندا میں حج اور عمرے کا ارادہ
کرتا ہوں سو انکو مجھ پر آسان کر دے اور انکو قبول کر میری طرف سے شارح کہتا ہے لفظ یقول ماتن کے کلام میں یا تو منصوب ہے تو یحل پر عطف ہوگا اس صورت میں
تعریف قران کا تتمہ ہوگا اور قول سے نیت مراد ہوگی یا لفظ یقول کا مرفوع ہے اور جدا کلام ہے اور زبان سے قران کا اظہار کرنا اس سے مقصود بیان سنت ہے
نہ فرض اسواسطے کہ نیت دل سے کرنا کافی ہے مانند نماز کے کذا فی المجتبیٰ وتستحب تقدیم العمرۃ فی الذکر لتقدمہا فی الفعل اور مستحب ہے عمرے کا اول کہنا ذکر میں بسبب
مقدم ہونے عمرے کے فعل میں یعنی قران میں اول عمرہ ادا کرتے ہیں پھر حج تو اسی طرح مناسب ہے کہ ذکر میں بھی عمرے کو حج پر مقدم کریں ویفعل کذا اور
صاحب مجمع نے بنظر استحباب عمرے کو حج پر مقدم ذکر کیا اور اکثر متنوں میں حج مقدم ہے وقالت للعمرۃ اولا وجوبا لانہ لا یقع الا لہا اور قران کرنے والا

پہلے عمرہ کا طواف کرے یہاں تک کہ اگر حج کی نیت سے طواف کریگا تو وہ طواف عمرہ کا ہوگا اسکی نیت لغو ہو جاویگی لیکن اس نیت سے حج کرنا لازم ہوگا
اسواسطے کہ تقدیم اور تاخیر مناسک کی ذبح کو واجب نہیں کرتی کذا فی الطحطاوی سو عمرہ کے طواف میں رمل فی الثلثة الاول یعنی بلا حلق عمرہ کا طواف سات
شوط کرے اور پہلے تین شوطوں میں رمل کرے اور سعی صفا مروہ کے درمیان کرے بدون سر منڈانے کے فلو حلق لم یحل من احدہما و لزمہ دمان سو اگر قارن نے
عمرہ کے سر منڈایا تو اسکو عمرہ کا احرام نہ اتریگا اسواسطے کہ قارن کے عمرہ کا احرام یوم النحر کو اترتا ہے اور اسپر دو جانور ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ
دو احرام میں جنایت حلق کے بدلہ ہوئی کذا فی النہر والطحطاوی ثم حج کما مر فیطوف للقدوم یعنی بعد ازاں مثل مفرد کے حج کرے چنانچہ تفصیل حج کی مذکور
ہو چکی تو طواف القدوم کرے اور اسکے بعد سعی کرے اگر چاہے اور چاہیے کہ طواف الافاضہ کے بعد سعی کرے اور یہ افضل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا فان اتی بطوافین
متوالیین ثم سعیین لہما جاز واساء ولا دم علیہ سو عمرہ اور حج کے واسطے اگر دو طواف متصل کیے یعنی پے در پے شوط بلا فاصلہ کیے پھر دو بار سعی کی یعنی سعی میں جا
شوط کیے تو جائز ہے اور اسنے برا کیا کہ طواف القدوم کو عمرہ کی سعی پر مقدم کیا لیکن اسپر اس تقدیم اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب نہیں و ذبح للقران وہو دم
شکر فیاکل منہ بعد رمی یوم النحر لوجوب الترتیب اور بعد رمی یوم النحر کے یعنی جمرة العقبہ کی رمی کے بعد بکری یا گاے کو ذبح کرے بسبب قران کرنے کے
اور یہ قربانی ادائے شکر کی ہے کہ ایک احرام میں دو عبادتیں ادا ہوئیں تو قارن اس قربانی سے کھاوے اور اس قربانی کو بعد رمی کے ذکر کیا اسواسطے
کہ ذبح کرنا قبل رمی کے جائز نہیں بسبب وجوب ترتیب کے ہم قرآن مجید میں ارشاد ہوا (فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الہدی فمن لم یجد فصیام
ثلثة ایام فی الحج وسبعة اذا رجعتم تلک عشرة کاملة) یعنی جو فائدہ لے عمرہ سے حج تک سو جو میسر ہو قربانی کرے یعنی ذبح کرے اور جو نہ پاوے تو تین
روزے رکھے حج میں اور سات جبکہ تم پھر کر آؤ یہ پورے دس روزے ہیں تمتع سے مراد تمتع عرفی ہے جو قران کو بھی شامل ہے تو قارن پر ذبح کرنا اور بصورت عدم قدرت
دس روزے رکھنا اس آیت سے واجب ہوا وان عجز صام ثلثة ایام ولو متفرقة آخرہا یوم عرفة ندبا رجاء القدرة علی الاصل اور اگر قربانی کرنے سے
عاجز ہو بسبب محتاجی کے تو تین روزے رکھے اگرچہ متفرق کرکے رکھے ابتدا احرام کے اگرچہ اخیر روزہ عرفہ کے دن رکھنا مستحب ہے بامید قادر ہونے کے اصل یعنی ذبح پر شاید عرفہ
کے دن تک قربانی خرید کرنے کا مقدور ہو جاوے وسبعة بعد تمام ایام حجہ فرضا او واجبا او سنة یعنی ایام التشریق ہیں شامل ان ایام التشریق لاتجزیہ لقولہ تعالے
وسبعة اذا رجعتم ای فرغتم من افعال الحج فعم من وطنہ منی واتخذہا موطنا اور سات روزے بعد تمام ہونے حج کے رکھے خواہ فرض حج ہو خواہ واجب اور تمامی حج کی
بعد گذرنے ایام تشریق کے ہو اور یہ سات روزے جہاں چاہے رکھے خواہ منا میں خواہ مکہ میں خواہ اپنے وطن میں لیکن ایام تشریق کا روزہ کفایت نہیں کرتا
اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا کہ سات دن کا جب تم رجوع کرو یعنی جب تم افعال حج سے فراغت پاؤ تو فراغت پانا عام ہوا اسکو بھی شامل ہے جسکا منا
وطن ہو یا جسنے منا کو بعد حج کے وطن ٹھہرایا یا جسکا کہیں وطن مقرر نہیں خلاصہ یہ کہ رجوع اس آیت میں بمعنی فراغ ہے مجازا اس علاقہ سے کہ فراغ سبب ہے رجوع
کرنے کا طرف وطن کے اور امام شافعی نے رجوع کو حقیقی معنی پہ رکھا لہذا انکے نزدیک مکہ میں سات روزے رکھنا جائز نہیں کذا فی النہر فان فاتت الثلثة تعین
الدم سو اگر تین روزے فوت ہوے یعنی ایام حج میں یوم النحر تک نہ رکھے تو اب ذبح کرنا لازم ہو گیا اسواسطے کہ روزے عوض قربانی کے قرآن میں منصوص ہوئے
جب وہ وقت جاتا رہا اب روزہ رکھنا کافی نہیں اور اصل قربانی بھی ادا ہی نہیں ہوگی فلو لم یقدر تحلل وعلیہ دمان سو اگر بعد فوت ہونے صوم کے قربانی پر قادر
نہ ہوا تو احرام اتارے اور اسپر دو قربانیاں واجب ہیں ایک قران کی اور دوسری احرام اتارنے کی کذا فی الطحطاوی ولو قدر علیہ فی ایام النحر قبل الحلق بطل صومہ اور اگر
قارن قادر ہوا قربانی پر ایام نحر میں قبل حلق کے تو اسکا صوم باطل ہوگا اسواسطے کہ تین دن کا صوم بصورت عدم قدرت تھا سو قدرت حاصل ہوئی تو قربانی
اسپر لازم ہوگی اور اگر بعد حلق کے قادر ہوا تو صوم صحیح ہوا اب قربانی اسپر واجب نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر فان لم یدخل القارن مکة و وقف بعرفة قبل اکثر طواف العمرة بطلت
عمرتہ سو اگر قارن نے عرفات میں وقوف کیا طواف عمرہ کے چار شوط کرنے سے پہلے تو عمرہ اسکا باطل ہو گیا اسواسطے کہ اب ادا کرنا عمرہ کا متعذر ہے کیونکہ

افعال حج پر عمرے کے افعال کرنا خلاف مشروع ہو اور وقوف عرفات کی قید سے معلوم ہوا کہ مجرد توجہ عرفات سے عمرہ باطل نہیں ہوتا قول صحیح یہی ہے کذا فی النہر

فلو اتی باربعۃ اشواط او دونہ بقصد القدوم او التطوع لم یبطل ویتمہا یوم النحر والاصل ان الاتی بہ من جنس ما ہو متلبس بہ فی وقت یصلح لہ یقع عما تلبس بہ

سو اگر قبل وقوف عرفات کے طواف کے چار شوط کیے اگرچہ طواف القدوم یا طواف نفل کے قصد سے کیے تو عمرہ قارن کا باطل نہ ہوگا اور عمرے کو پورا کرے

یوم النحر میں یعنی باقی تین شوط اور سعی کرے اور اصل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جو چیز لائی جاوے ہم جنس اسکی جس سے مکلف متلبس اور مشغول ہو رہا ہے ایسے وقت میں

کہ اسکے لائق ہو سکے تو وہ چیز اسی امر کی طرف پھر جاویگی جسکا وہ مشغول ہے ہم جنس مشغولی کے فعل سے یہاں چار شوط مراد ہیں جو قبل وقوف عرفات کے

حاصل ہوئے لہذا قارن کی عمرہ میں بسبب مجاوست اور صلاحیت وقت کے شمار ہوگی وفیت مشیر ہو فیہا اور یہ عمرہ کہ باطل ہوگیا قضا کیا جاوے

بسبب شروع کے اسواسطے کہ شروع لازم کر دیتا ہے عبادت کو مانند نذر کے و وجب دم الرفض للعمرۃ اور واجب ہوگا ذبح کرنا بسبب چھوڑنے

عمرے کے وسقط دم القران لانہ لم یوفق للنسکین اور قران کا ذبح ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ وہ عبادتوں کے جمع کرنے سے فائز نہیں ہوا

باب التمتع

ہو ماخوذ من المتاع او المتعۃ یہ باب ہے تمتع کے احکام میں تمتع باعتبار اشتقاق یا متاع سے ہے یا متعہ سے اور دونوں نفع لینے کے ہیں یا نفع پہنچانے کے ہیں وہو الاتیان

بفعل العمرۃ او اکثر اشواطہا فی اشہر الحج اور اصطلاح شرع میں تمتع یہ ہے کہ عمرہ کیا جاوے یا عمرے کا اکثر طواف یعنی چار شوط کیے جاویں حج کے مہینوں میں اگر

قبل اشہر حج کے طواف کریگا تو تمتع نہ ثابت ہوگا فان طاف الاقل فی رمضان مثلا ثم طاف الباقی فی شوال ثم حج من عامہ کان متمتعا فقال فی فتح القدیر

المتمتع اسم لہذا التعریف سو اگر عمرے کا اقل طواف کیا مثلا رمضان میں یعنی قبل اشہر حج کے پھر باقی اکثر طواف شوال میں کیا پھر اسی سال حج کیا تو یہ

متمتع ہوگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج میں ہوا ہے تو تعریف کتب فقہ کو اس تعریف کی طرف بدلنا چاہیے مصنف نے

فتح القدیر میں تصریح کی ہے کہ ہدایہ اور وقایہ اور درر اور کنز سے معلوم ہوتا ہے کہ تمتع میں احرام عمرے کا اشہر حج میں کرنا شرط ہے حالانکہ فتح القدیر میں تصریح کی ہے کہ

اشہر حج کا احرام شرط نہیں اور اختیار شرح مختار میں صریحا موجود ہے کہ اگر قبل اشہر حج کے احرام باندھا اور عمرہ اشہر حج میں ادا کیا تو تمتع ثابت ہوا لہذا صاحب کنز نے اشہر حج

احرام کی قید نہیں لگائی تو اب یہ صحیح ہوا کہ تمتع اس سے عبارت ہے کہ عمرہ یا اکثر طواف اشہر حج میں واقع ہو خواہ قبل اشہر حج کے احرام کیا ہو یا بعد اشہر حج میں

یہی تعریف اختیار کی ویطوف ویسعی کما مر اور طواف اور سعی کرنا چاہیے جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا امام طحاوی نے کہا کہ اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عمرہ ادا کیا

سے عبارت ہے جب عمرہ تمتع کی تعریف میں مذکور ہو چکا تو اسکی کیا حاجت ہے ویحلق او یقصر ان شاء اور سر کے بال منڈاوے یا کتراوے اگر چاہے ثم منذ الاباحۃ

تمتع میں شرط نہیں متمتع کو اختیار ہے یا ہے پھر سر منڈاوے اور منڈانے کو اسواسطے ذکر کیا تا معلوم ہو جاوے کہ عمرہ تمام ہو گیا کذا فی النہر ویقطع

التلبیۃ فی اول طوافہ للعمرۃ واتمام کتابہ حلالا اور لبیک کہنا قطع کرے عمرے کے اول طواف میں اور بدون احرام کے مکہ میں رہے ہم متمتع کو مکہ کا رہنا لازم نہیں

کہ میں رہے خواہ داخل مواقیت خواہ خارج مواقیت ثم یحرم بالحج فی سفر واحد حقیقۃ او حکما بان یلم باہلہ الماما غیر صحیح پھر حج کا احرام کرے ایک ہی سفر

میں وحدت سفر کی حقیقی ہو یا حکمی وحدت حقیقی یہ کہ عمرہ کرکے درمیان اپنے گھر کو نہ آوے اور وحدت حکمی یہ ہے کہ اپنے اہل میں آوے الماما غیر صحیح کہ امام غیر صحیح

کہتے ہیں کہ مکہ کی طرف پھر جانے کا ارادہ رکھتا ہو یا ہدی ہمراہ رکھتا ہو یا قبل حلق کے وطن میں آیا ہو اسواسطے کہ جو ہدی ہمراہ لیجاتا ہے وہ احرام نہیں اتار سکتا ذی الحجہ کی

تاریخ سے پہلے اور جو بدون حلق کے آیا اسکو حرم میں پھر جانا حلق کے واسطے واجب ہے امام اعظم اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک حرم میں جانا مستحب ہے اور اگر

حرم میں سر منڈا کر اپنے گھر کو آوے اور ہدی نہ لیگیا ہو کذا فی حاشیۃ الطحاوی یوم الترویۃ وقبلہ افضل و حج کالمفرد لکنہ یرمل فی طواف الزیارۃ ویسعی

بعدہ ان لم یکن قدمہا بعد الاحرام وذبح کالقارن حج کا احرام باندھے ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ مکہ سے اور مسجد الحرام سے احرام باندھنا اور آٹھویں

تاریخ سے پہلے احرام باندھنا افضل اور بہتر ہے اور حج کو ادا کرے مانند تنہا حج کرنے والے کے لیکن متمتع طواف الزیارت میں رمل کرے اور صفا مروہ کی سعی طواف الزیارت کے بعد کرے اگر احرام حج کے بعد پہلے سعی نہ کر چکا ہو اور ذبح کرے متمتع مثل القارن یعنی جیسے قارن پر ذبح واجب ہے ویسے ہی متمتع پر بھی واجب ہے ولم تنب الاضحیۃ عنہ اور قربانی اس ذبح کے قائم مقام نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ یہ قربانی واجب نہیں ہے اور یہ ذبح واجب ہے فان عجز عنہ صام کالقران یعنی اگر متمتع عاجز ہو ذبح کرنے سے بسبب محتاجی کے تو قران کی طرح روزے رکھے یعنی تین روزے ایام حج میں اور سات بعد فراغت کے وجاز صوم الثلثۃ بعد احرامہا ای العمرۃ لکن فی اشہر الحج لا قبلہ ای الاحرام وتاخیرہ افضل ربما وجد الہدی کما مر اور جائز ہے تینوں روزے رکھنا عمرہ کے احرام کے بعد لیکن حج کے مہینوں میں اور قبل احرام کے تین روزے رکھنا جائز نہیں ہے اور تاخیر کرنا صوم میں یوم عرفہ کے دن تک افضل ہے بوجہ ہدی کے پا جانے کی امید کے چنانچہ قران میں گذرا وان اراد التمتع السوق للہدی وہو افضل احرم ثم ساق یعنی اگر متمتع ارادہ کرے ہدی کے ہانکنے کا اور یہی افضل ہے اس متمتع سے جس کو ہدی ساتھ نہ ہو اسواسطے کہ سنت نبوی کے موافق ہے تو پہلے احرام باندھے یعنی احرام کی نیت سے لبیک کہے پھر ہدی کو ہانک لیجاوے اپنے ساتھ اور بعد ان لبیک کہنے کے فقط ہدی کے ہانکنے سے بھی احرام جائز ہے لیکن افضل نہیں ہے وہو اولی من قودہ الا اذا کانت لا تنساق فیقودہا اور ہدی کا ہانک لیجانا بہتر ہے اسکے کھینچ لیجانے سے مگر جبکہ ہانکنا مشکل ہو جانور کی مکلبیت سے یا اسکی وحشت سے تو کھینچ لیجاوے وقلد بدنتہ وہو اولی من التجلیل اور پٹا گلے میں ڈالے اپنے اونٹ یا گائے کے اور پٹا ڈالنا افضل ہے جھول ڈالنے سے اسواسطے کہ جھول کبھی آرائش کے واسطے بھی ہوتی ہے بخلاف تقلید کے کہ وہ ہدی ہی کے واسطے مخصوص ہے تقلید یہ ہے کہ بدنہ کے گلے میں پٹا ڈالے یا جوتی اسمین باندھے یا کٹڑا چمڑے کا یا کھجور کی چھال تا معلوم ہو کہ یہ جانور سواری کا نہیں بلکہ حرم کو جاتا ہے وکرہ الاشعار وہو شق سنامہا من الایسر او الایمن لان کل واحد لا یحسنہ واما من احسنہ بان قطع الجلد فقط فلا باس بہ اور اشعار مکروہ ہے اور اشعار یہ ہے کہ اونٹ کے کوہان کو بائیں یا داہنے طرف سے چیرے اشعار اسواسطے مکروہ ہے کہ ہر شخص اسکو خوب نہیں کر جانتا گوشت اور ہڈی تک اسکا صدمہ پہنچتا ہے سو جو شخص کہ اشعار خوب کرے یعنی فقط کھال کو کاٹے نہ گوشت اور ہڈی کو تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ایسا اشعار مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ہم بحث احرام میں مفصل مذکور ہو چکا کہ امام اعظم رح کے نزدیک بھی اہل زمانہ کا اشعار مکروہ تھا جو بہت زخم کر دیتے تھے اور یہ نہیں کہ مطلقا اشعار مکروہ ہے واعتمر ولا تحلل منہا ثم احرم للحج کما مر فیمن لم یسق اور عمرہ ادا کرے اور عمرہ کرنے سے احرام نہ اتارے اسواسطے کہ ہدی کا ہانکنا مانع ہے احرام اتارنے سے نحر تک پھر آٹھویں تاریخ حج کا احرام کرے چنانچہ مذکور ہو چکا اس متمتع کے بیان میں جسنے ہدی کو نہیں ہانکا وحلق یوم النحر واذا حلق حل من احرامیہ علی الظاہر اور سر منڈاوے یوم النحر میں اور جبکہ اسنے سر منڈایا تو حلال ہو گیا دونوں احراموں سے یعنی حج اور عمرے کے دونوں احرام حلق کے بعد موقوف ہوتے ہیں بنا بر ظاہر کلام علما کے تو معلوم ہوا کہ عمرے کا احرام بعد وقوف عرفات باقی تھا سر منڈانے تک والمکی ومن فی حکمہ یفرد فقط اور مکہ کا رہنے والا اور جو اسکے حکم میں ہے یعنی جو سواقیت کے اندر رہتا ہو وہ تنہا حج کرے فقط یعنی قران اور تمتع نہ کرے اسواسطے کہ حق تعالی فرمایا ذلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام یعنی وہ تمتع اس شخص کے واسطے ہے جسکے اہل وعیال مسجد الحرام میں حاضر نہیں ولو قرن او تمتع جاز واساء وعلیہ دم جبر ولا یجزیہ الصوم لو معسرا اور مکی نے اگر قران یا تمتع کیا تو جائز ہے اور اسنے برا کیا اور اسپر بعوض اس قصور کے ذبح کرنا واجب ہے اور اسکو روزے رکھنا واجب نہوگا اگرچہ محتاجی سے ذبح نہ کر سکے ہم ماتن نے اپنی شرح میں کہا کہ کتب فقہ میں جو یہ مذکور ہے کہ مکی قران اور تمتع نہ کرے تو نفی سے مراد حلت کی نفی ہے نہ صحت کی نفی ومن اعتمر بلا سوق ہدی ثم بعد عمرتہ عاد الی بلدہ وحلق فقد الم المامًا صحیحًا فبطل تمتعہ اور جس متمتع نے عمرہ کیا بدون ہدی کے ہانکنے کے پھر بعد عمرے کے پھر گیا اپنے شہر کو اور سر منڈایا تو اسنے المام صحیح کیا تمتع اسکا باطل ہو گیا ومع سوقہ تمتع کالقارن اور اگر متمتع ہدی لیگیا اور عمرہ کر کے اپنے گھر چلا آیا تو وہ تمتع کرے یعنی تمتع کرنے میں اسکو اختیار ہے اور اگر بعد اس عمرے کے اس سال حج نہ کرے تو اسپر کچھ مواخذہ نہیں اسواسطے کہ حج ہنوز شروع نہیں کیا اور چونکہ ہدی کے سبب سے المام صحیح نہیں تو تمتع اسکا باطل نہیں ہوتا

جو احرام کے وقت پہنے تھا بعد احرام کے بھی دن بھر پہنے رہیگا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہے اگرچہ پہننے والے پر کسی نے زبردستی کی ہو یا وہ سوتا ہو کذا فی النہر الفائق
ولو تعدد سببا للبس اتحد الجزاء اور اگر لباس پہننے کا سبب متعدد ہو تو اسکی جزا بھی متعدد ہوگی چنانچہ محرم کو تپ آئی اور اسنے قمیص پہنا پھر اسکو صحت ہو گئی
بعد اسکے دوسری بیماری ہوئی یا دوسری قسم کی تپ آئی پھر اسنے قمیص پہنا تو اسپر دو کفارے کذا فی فتح القدیر لازم ہونگے ولو اضطر الی قمیص فلبس قمیصین او الی
قلنسوة فلبسها مع عمامة لزمه دم واحد اور اگر محرم کو ایک قمیص کی حاجت ہوئی سو اسنے دو قمیص پہنے یا ایک ٹوپی کی حاجت ہوئی سو اسنے ٹوپی کو پگڑی کے ساتھ
پہنا تو اسپر ایک ہی خون واجب ہوگا اسواسطے کہ سبب واحد ہے کذا فی النہر اور گنہگار ہوگا کہ حاجت سے زیادہ اسنے پہنا کذا فی الطحطاوی ولو تیقن زوال الضرورة
فاستمر کفر آخر اور اگر محرم کو یقین ہو گیا کہ لباس کی حاجت نہیں پھر بھی پہنے رہا ایک دن یا دو رات تو دوسرا کفارہ دے اور اگر زوال حاجت میں شک ہو
تو اسپر ایک ہی کفارہ لازم ہے کذا فی النہر وتغطیة ربع الراس او الوجه کالکل اور چوتھائی سر کا یا چہرے کا ڈھکنا تمام سر اور چہرے کے برابر ہے کفارہ میں ولا بأس
بتغطیة اذنیه وقفاه ووضع یده علی انفه بلا ثوب اور کچھ مضائقہ نہیں ہے دونوں کان اور گدی کے ڈھکنے میں اور ناک پر بدون کپڑے کے ہاتھ
رکھنے میں او حلق ای ازال ربع راسه او ربع لحیته یا مونڈے اپنے چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی کو مونڈے یعنی بالوں کو دور کیا کسی طرح خواہ مونڈ کر یا
اکھاڑ کر یا نورہ لگا کر او حلق محاجمه ای موضع الحجامة والاصح لا کما فی البحر عن الفتح یا مونڈے اپنے سر کے پیچھے اس جگہ کو جہاں پچھنے لگاتے ہیں یعنی
کی مراد یہ ہے کہ وہاں مونڈے اور پچھنے بھی لگاوے تب اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر دونوں فعل جمع نکرے یعنی فقط مونڈے بدون پچھنے لگانے
یا پچھنے لگاوے بدون مونڈنے کے تو اسپر صدقہ لازم ہوگا اور یہی اظہر ہے بحر الرائق میں منقول ہے فتح القدیر سے کذا فی الدر ولو حلق جمیع راسه فی مجلس
ذبح کرنے کو نہ واجب کریگا کذا فی الفتح او حلق احدی الابطین او عانته او رقبته کلها او قص اظفار یدیه او رجلیه او الکل فی مجلس واحد واو تعدد المجلس
تعدد الدم الا اذا اتحد المحل کحلق الابطین فی مجلسین او راسه فی اربعة یا محرم نے اپنی ایک بغل ساری مونڈی یا تمام موئے زیر ناف یا سب گردن کے بال
مونڈے یا اپنے دونوں ہاتھوں کے ناخن یا دونوں پاؤں کے ناخن کاٹے یا دونوں ہاتھ اور پاؤں کے ساتھ ہی ناخن کاٹے ایک مجلس میں تو ان سب
میں ایک ہی خون واجب ہوگا اور اگر مجالس متعدد ہوگی تو خون بھی متعدد ہونگے یعنی ایک مجلس میں ایک ہاتھ کے ناخن کاٹے اور دوسری مجلس میں دوسرے
ہاتھ کے اور تیسری مجلس میں ایک پاؤں کے اور چوتھی مجلس میں دوسرے پاؤں کے تو چار بار ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تعدد مجالس کے اگرچہ محل متحد ہوگا تو تعدد
مجالس سے متعدد خون کا نہوگا چنانچہ محرم نے اپنی ایک بغل کو دو مجلس میں مونڈا یا اپنے سر کو چار مجلس میں مونڈا تو ایک ہی بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اسواسطے کہ محل جنایت
متحد ہے اگرچہ مجالس متعدد ہوئے کذا فی الطحطاوی او ید او رجل اذ الربع کالکل یا محرم نے ایک ہاتھ کے ناخن یا ایک پاؤں کے ناخن کاٹے تو ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا
اسواسطے کہ چوتھائی کل کی برابر ہے یعنی کل دو ہاتھ اور دو پاؤں میں ذبح واجب تھا اور ایک ہاتھ یا ایک پاؤں میں بھی ذبح واجب ہوگا اسواسطے کہ ایک ہاتھ چوتھائی ہے کل کی
اور چوتھائی کل کی قائم مقام ہوتی ہے چنانچہ حلق سر میں معلوم ہو چکا کذا فی الدرر او طاف للقدوم لوجوبه بالشروع او للصدر جنبا او حائضا یا محرم نے طواف القدوم اور
طواف الصدر کو جنابت یا حیض کی حالت میں کیا بسبب واجب ہو جانے طواف القدوم کے شروع کرنے سے یعنی ہر چند طواف القدوم سنت ہے اور طواف الصدر واجب لیکن
جب طواف القدوم کو شروع کیا تو اب اسکا ادا کرنا واجب ہو گیا تو وجوب ذبح میں دونوں طواف برابر ہو گئے او للفرض محدثا یا فرض طواف یعنی طواف الزیارۃ کو
بے وضو کیا تو ذبح کرنا بکری کا واجب ہے اور اگر کپڑے پر نجاست ہوگی درم سے زیادہ حالت طواف میں تو ذبح یا صدقہ واجب نہیں لیکن داخل کرنا نجاست کا مسجد الحرام میں
مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ولو جنبا فبدنة ان لم یعده اور اگر جنابت میں طواف الزیارۃ کیا تو اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہے بشرطیکہ طواف کو دوبارہ نہیں کیا اور اگر
طواف القدوم اور طواف الصدر اور طواف الزیارۃ کو بعد غسل اور وضو کے اعادہ کیا تو اب کوئی چیز اسپر واجب نہیں نہ ذبح نہ صدقہ کذا فی الطحطاوی والاصح وجوبها فی الجنابة و
ندبها فی الحدث وان المعتبر الاول والثانی جابر فلا تجب اعادته اسی جوہرہ اور قول صحیح یہ ہے کہ طواف کا اعادہ واجب ہے اگر جنابت میں کیا ہو اور مستحب ہے اعادہ اگر بے وضو

کیا ہو اور یہ قول صحیح ہے کہ دوسری صورت میں اعادہ معتبر پہلا ہی طواف ہے اور دوسرا طواف پہلے طواف کے نقصان کا دور کرنے والا ہے پس پہلا طواف معتبر رہا اور دوسرا اور دوسرے کی سعی کا
اعادہ کرنا طواف ثانی میں واجب نہیں کذا فی الجوہرۃ ولو طاف للعمرۃ جنبا او محدثا فعلیہ دم وکذا لو ترک من طوافہا شوطا لانہ لا مدخل للصدقۃ فی العمرۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر
جنابت یا بے وضو ہونے میں عمرہ کا طواف کیا تو اسپر خون واجب ہے اور اسی طرح خون واجب ہے اگر عمرہ کے طواف سے ایک شوط کو ترک کیا اسواسطے کہ عمرہ کی
جنایات میں صدقہ کو دخل نہیں او افاض من عرفۃ ولو بند بعیرہ قبل الامام والغروب یا محرم چلا آیا عرفات سے امام کے آنے سے پہلے اور قبل غروب آفتاب کے
اگرچہ وہاں سے آنا اسکے اونٹ کے بھاگنے سے ہو لیکن وجوب ذبح میں اختیاری اور غیر اختیاری دونوں برابر ہیں ویسقط الدم بالعود ولو بعدہ فی الاصح
قاتہ اور قول اصح میں ساقط ہوتا ہے خون عرفات میں پھر جانے سے اگرچہ بعد غروب کے وہاں پھر گیا ہو کذا فی الغایۃ او ترک اقل من سبع الفرض یعنی دو
او ثلثۃ بغیرہ حتی لو طاف للصدر انتقل الی الفرض بالکلیۃ ثم ان بقی اقل الصدر فصدقۃ والا فدم یا طواف فرض کے سات شوطوں میں سے کم کو ترک کیا یعنی
طواف الزیارۃ سے تین شوط یا اس سے کم ترک کیے اپنے اختیار کے ترک کرنے سے اسوقت ذبح واجب ہوگا چنانچہ طواف الزیارۃ کے سوا اور کوئی طواف
نہ کیا ہو یہاں تک کہ اگر اسنے طواف الصدر کیا ہو تو طواف الصدر کے شوط طواف الزیارۃ کی طرف منتقل ہو جاوینگے جس میں کہ وہ پورا ہو جاوے خواہ ایک شوط
یا دو یا تین پھر بعد اس تکمیل کے اگر اسکے ذمہ پر طواف الصدر کے اقل شوط باقی رہے تو صدقہ واجب ہے اور اکثر رہا ہو تو خون واجب ہے مثلا طواف الزیارۃ کے
تین شوط کم کیے اور طواف الصدر کے پورے سات شوط کیے سو طواف الصدر کے تین شوط سے طواف الزیارۃ کی تکمیل ہوئی باقی رہے چار شوط کمی ہوئی تین شوط کی
اور تین اقل طواف ہیں تو اسمیں صدقہ واجب ہوگا اور اگر طواف الصدر کے چھ شوط ہوں تو چار شوط کی کمی بعد تکمیل کے اور چار شوط اکثر طواف ہیں تو اسمیں ذبح کرنا
واجب ہوگا و بترک اکثرہ بقی محرما ابدا ای فی حق النساء حتی یطوف فکلما جامع لزمہ دم اذا تعدد المجلس الا ان یقصد الرفض فتح اور طواف الزیارۃ کے اکثر کے
ترک کرنے سے ہمیشہ وہ محرم بنا رہیگا عورتوں کے حق میں یہاں تک کہ طواف الزیارۃ کو ادا کرے تو جو بار کہ وہ جماع کریگا اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ مجالس
جماع کی متعدد ہوں مگر یہ کہ جماع ثانی سے ترک حج کا قصد کرے تو ایک ہی بار ذبح کرنا اسپر لازم ہوگا کذا فی فتح القدیر خواہ ایک مجلس ہو خواہ متعدد مجالس اور یہ جو کہا
کہ اکثر طواف کے ترک سے محرم بنا رہیگا اسواسطے کہ اکثر کا حکم کل ہے تو گویا اسنے اصلا طواف نہیں کیا کذا فی الطحطاوی او ترک طواف الصدر او اربعۃ
منہ ولا یتحقق الترک الا بالخروج من مکۃ یا محرم طواف الصدر کے سب شوط یا چار شوط کو ترک کرے اور ترک کرنا ثابت نہوگا مکہ سے بدون نکلنے کے
اسواسطے کہ طواف الصدر کا کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ سفر پر موقوف ہے او ترک السعی او اکثرہ او رکب فیہ بلا عذر یا سب شوط سعی کے یا اکثر کو بدون عذر
کے ترک کرے یا سعی سوار ہو کر بلا عذر کرے اور اگر سعی کو عذر سے ترک کرے یا سوار ہو کر سعی کرے بسبب عذر کے تو اسپر کچھ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی
او الوقوف بجمع یعنی مزدلفۃ او الرمی کلہ او فی یوم واحد او الرمی الاول او اکثرہ ای اکثرہ یوم یا مزدلفہ کا ٹھہرنا ترک کرے یا جمار ثلثہ
کے کل رمی کو یا ایک دن کے رمی کو یا پہلی رمی یعنی جمرۃ العقبہ کے رمی کو یا ایک دن کے اکثر رمی کو ترک کرے ہم کل رمی کا ترک کرنا یہ ہے کہ یوم النحر سے تیرہویں
تک رمی نکرے کسی دن اور جب تک کہ یہ دن باقی ہیں تو اعادہ رمی کا ممکن ہے بترتیب لیکن تاخیر سے امام کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہوگا اور اکثر رمی کا ترک کرنا
یہ کہ یوم النحر میں جمرۃ العقبہ کو تین ہی کنکریاں ماریں تو چار ترک ہوئیں یا ایام ثلثہ میں کسی دن گیارہ کنکریاں مارنا ترک کرے اور سب ایام کے رمی اور
ایک دن کی رمی ترک کرنے میں ایک ہی بار ذبح کرنا اسواسطے واجب ہے کہ متحد الجنس ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی او حلق فی حل بحج فی ایام النحر فلو بعدہا فدمان
او عمرۃ لاختصاص الحلق بالحرم یا حج کے محرم نے سر منڈایا حل میں ایام نحر کے اندر تو ایک خون واجب ہے اور اگر بعد ایام نحر کے منڈاویگا تو دو خون واجب ہونگے یا عمرہ کے
محرم نے حل میں سر منڈایا تو ایک خون واجب ہے بسبب مخصوص ہونے حلق کے حرم میں لا دم علی معتمر خرج ثم رجع من حل الی الحرام ثم قصر وکذا الحاج ان رجع فی
ایام النحر والا فدم للتاخیر خون واجب نہیں اس عمرہ کرنے والے پر جو حرم سے باہر نکلا پھر حل سے حرم کی طرف پلٹ آیا پھر اسنے بال کتروائے یا منڈائے اور

ف ل یعنی ایک یا دو یا تین کنکریاں [illegible] ہوتی ہیں تو گیارہ لقمہ صدقہ کرنا لازم ہوگا ۱۲

صاع کا صدقہ دے اور اس سے کم میں مٹھی بھر کا صدقہ جیسے شرح کہتا ہے اور ظاہر کلام خزانہ کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ساعت سے مراد ساعت آسمانی ہے یعنی ڈھائی گھڑی جیسا کہ
بالفعل گذر گئی کتب میں اسواسطے کہ ساعت نجومی اور عرفی کی کچھ حد نہیں طحطاوی نے کہا صاحب بحر الرائق نے خزانہ کی روایت کی تضعیف کی ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو ذکر
نہ کرتا او حلق شاربہ او اقل من ربع راسہ او لحیتہ او لبعض رقبتہ یا محرم نے اپنی مونچھ کو مونڈا یا اپنے سر یا داڑھی کی چوتھائی سے کم مونڈا یا اپنی گردن کے تھوڑے بال
مونڈے او قص اقل من خمسۃ اظافیرہ او خمسۃ الی ستۃ عشر متفرقۃ من کل عضو اربعۃ وقد استظہر انہ لکل ظفر نصف صاع الا ان یبلغ دما فینقص ما شاء یا پانچ ناخن
سے کم کاٹے یا پانچ ناخن سے سولہ تک متفرق ہر عضو سے چار چار کاٹے یعنی ایک ہاتھ سے چار اور دوسرے ہاتھ سے چار اور ایک پاؤں سے چار اور دوسرے پاؤں سے
چار سب سولہ ناخن ہوئے اور یہ ثابت ہوچکا کہ ہر ناخن کاٹنے کی جزا میں نصف صاع کا صدقہ ہے تو سولہ ناخن کا صدقہ آٹھ صاع ہوئے جسکی تخمینا کچھ اوپر ۲۲ سیر گیہوں
ہوئے مگر یہ اتنا دینا چاہیئے کہ اس صورت میں جبکہ یہ صدقہ ایک بکری کی قیمت کے برابر ہوجاوے تو جتنا چاہے کم کر ڈالے تاکہ اقل عضو کی جزا عضو کامل کی جزا کے
برابر نہ ہو اسواسطے کہ یہ بات مذکور ہوچکی کہ عضو کامل کی جزا خون ہے یعنی بکری کا ذبح کرنا طحطاوی نے کہا کہ متن میں مثل ہدایہ اور اسکی شروح میں یہی مذکور ہے کہ ناخن
کی جزا نصف صاع ہے بخلاف وقایہ اور درر کے کہ انمیں ایک ہی صدقہ مذکور ہے اگلا کہ ہر او طاف للقدوم او للصدر محدثا او ترک ثلاثۃ من سعی الصدر فیجب لکل شوط
منھا من السبع نصف صاع او احدی الجمار الثلاث فیجب لکل حصاۃ صدقۃ الا ان یبلغ دما فلہ ما شاء والحدادی انہ ینقص نصف صاع یا طواف القدوم یا طواف الصدر
کو بے وضو طواف کیا یا طواف الصدر کے سات شوط سے تین شوط کم کر ڈالے اور طواف کے ہر شوط اور رمی کے ہر جمرہ کے ترک کرنے سے نصف صاع کا صدقہ واجب ہو
یا جمرات ثلثہ میں سے کسی جمرہ کی رمی ترک کی اور ہر کنکری کے ترک کرنے سے صدقہ واجب ہے یعنی نصف صاع کا مگر یہ کہ صدقہ بکری کی قیمت کے برابر ہو جاوے تو کچھ کم کر دے جیسا کہ
ابھی مذکور ہوچکا اور حدادی نے کم کرنے کی حد بیان کی ہے کہ نصف صاع کم کر ڈالے ہم طحطاوی نے کہا کہ حدادی کا قول ضعیف ہے معتمد وہی ہے جو متون میں مذکور ہے یعنی
اختیار ہے جتنا چاہے کم کر ڈالے او حلق راس محرم او حلال غیرہ او ختنہ او قلم ظفرہ بخلاف ما لو طیب عضو غیرہ او البسہ مخیطا فانہ لا شیء علیہ اجماعا ظہیریۃ یا محرم کسی غیر
شخص کا سر مونڈے وہ شخص محرم ہو یا غیر محرم یا غیر کی گردن کے بال مونڈے یا اسکے ناخن کاٹے بخلاف اسکے کہ اگر غیر کے کسی عضو میں خوشبو لگادے یا اسکو سیا
کپڑا پہنا دے تو اسپر کچھ لازم نہیں بالاتفاق شعون شیء صدقۃ کذا فی النہر فتصدق بنصف صاع من بر کالفطرۃ تو نصف صاع گیہوں کا صدقہ دے
[illegible] صدقہ فطر کیطرح یہ جواب ہے ان جملوں کا یعنی اگر ایک عضو سے کم میں خوشبو لگا دے یا ایک دن سے کم سر کو ڈھکا یا سیا کپڑا پہنے یا مونچھ یا ربع سر سے کم
مونڈے یا ہر عضو سے چار ناخن کاٹے یا طواف القدوم یا طواف الصدر بے وضو کرے یا تین شوط طواف الصدر کے کم کرے یا کسی جمرہ کی رمی ترک کرے یا غیر کا
سر مونڈے تو نصف صاع گیہوں کا صدقہ دے طحطاوی نے کہا کہ گیہوں کی قید اتفاقی ہے چاہے نصف صاع گیہوں کے دے چاہے ایک صاع کھجور یا جو دے لہذا شارح
نے صدقہ فطر کی تمثیل دی وان طیب او حلق او لبس بعذر خیر ان شاء ذبح فی الحرم او تصدق بثلثۃ اصوع علی ستۃ مساکین این شاء او صام ثلثۃ ایام
ولو متفرقۃ اور اگر خوشبو لگائی یا بال مونڈے یا کترے یا سیا کپڑا پہنا کسی عذر سے تو اسکو اختیار ہے اگر اسکا جی چاہے تو حرم میں ایک بکری ذبح کرے یا تین صاع گیہوں
چھ محتاجوں کو صدقہ دے جہاں چاہے حرم میں یا غیر حرم میں یا تین روزے رکھے جہاں چاہے اگرچہ متفرق ہوں طحطاوی نے کہا عذر یہ ہے کہ خوف ہلاکی کا ہو
ایسا جیسے سرما کے یا بیماری ہو یا بسبب قتال کے سلاح پہننا پڑے اور ظاہر اخوف سے مراد یہ ہے کہ گمان غالب ہو ہلاکی کا نہ وہم لیکن اسمیں طلب ہے کہ موضع ضرورت سے زیادتی نہ کرے
یعنی اگر فقط ٹوپی پہننے سے ضرورت دفع ہوتی ہو تو پگڑی نہ باندھے اور اگر بے ضرورت باندھیگا تو حرام ہے لیکن ذبح کرنا اس زیادتی سے نہ لازم آویگا جیسا کہ صاحب
بحر الرائق نے گمان کیا ہے چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہے صحاح ستہ میں کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں
اپنی ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہا تھا اور جوئیں میرے منہ پر چڑھ رہی تھیں سو حضرت نے فرمایا کہ کیا تجھکو تکلیف دیتی ہیں جوئیں تیرے سر کے کیڑے میں نے کہا ہاں فرمایا کہ
مونڈ ڈال اور تین روزے رکھ یا چھ محتاجوں کو کھانا دے ہر محتاج کو نصف صاع یا ذبح کر مجھکو معلوم نہیں کہ ان تین چیزوں میں سے کون چیز پہلے

بیاں نکالی مجبور آ بیٹا ادھی (فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک) یعنی جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اسکو تکلیف اپنے
سر سے تو فدیہ ہے روزہ سے یا صدقہ یا ذبح کرنے سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور صحیحین کی ایک روایت یون ہے کہ حضرت نے کعب بن
عجرہ سے فرمایا کہ تجکو بکری میسر ہے اسنے کہا نہیں فرمایا تین روزے رکھ یا چھ مسکین کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف صاع چونکہ یہ فدیہ روزہ قرآن میں مجمل تھا حضرت نے
اسکی تفصیل بیان فرمائی او وطیہ فی احدی السبیلین من ادمی ولو ناسیا او مکرہا او نائمۃ او صبیا او مجنونا ذکرہ الحدادی لکن لا دم ولا قضاء علیہ قبل وقوفہ
فرض یفسد حجہ اور محرم کا جماع کرنا انسان سے قبل وقوف عرفات کے اسکے حج کو فاسد کرتا ہے خواہ قبل میں جماع کیا ہو خواہ دبر میں محرم نے عمداً جماع کیا
یا بھولکر اپنی خوشی کیا یا زبردستی یا سوتی عورت سے یا سوتی سے محرم صغیر ہو یا دیوانہ ہو یا دیوانہ صغیر اور مجنون کی حدادی نے تصریح کی ہے لیکن صغیر اور مجنون
پر جماع سے دم یا قضا حج لازم نہیں طحطاوی نے کہا مطلق انسان کی بہیمہ سے احتراز ہے جو حج کی انزال ہو یا نہو اور جانور کی وطی بلا انزال مفسد نہیں ہے
جماع آدمی کی قید لگائی اور یہ فتح القدیر میں ہے کہ وطی بہیمہ کی مفسد حج نہیں ہے [illegible] اور منہ سے جماع ہو کی انزال ہو کذا فی النہر
ولازم ہو ویمضی [illegible] جیسا کہ ادا کرتا اور [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہو تو اسکا حج فاسد ہو گیا
بالاتفاق ویمضی وجوبا فی فاسدہ کجائزہ ویذبح ویقضیہ ولو نفلا اور واجب ہے کہ اپنے فاسد حج کو ویسا ہی ادا کرے جیسے حج جائز کو کرتے ہیں یعنی فاسد
جانکر اسکو بالکل ترک نہ کرے بلکہ جسقدر مناسک باقی رہ گئے ہیں انکو پورا کرے اور ذبح کرے اور اگلے سال اس حج کو قضا کرے اگر چہ یہ حج فاسد فرض نہ
بلکہ نفل ہو تو بھی قضا واجب ہے اصل اس مسئلہ کی وہ حدیث ہے جو ابو داؤد نے مراسیل میں مروی ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے صحبت کی اور دونوں محرم
تھے سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا مسئلہ پوچھا حضرت نے فرمایا کہ دونوں اپنے حج کو قضا کرنا اور ہدی لانا اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہے
اگر چہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام اعظم رح کے نزدیک حجت ہے علاوہ اسکے دارقطنی نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی ہے کہ جماع سے حج باطل ہوتا ہے
سائل نے پوچھا جب حج باطل ہوا تو بیٹھ رہے کہا نہیں بلکہ لوگون کے ساتھ جاوے جو لوگ کرتے ہیں سو وہ بھی کرے یعنی مناسک کو کل میں لاوے اور
سال آئندہ قضا کرے اور ہدی لاوے اور عبد اللہ بن عباس رض اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا فتوی اسی کے موافق ہے بیہقی نے کہا کہ ان آثار
کی اسناد صحیح ہیں اور امام مالک کے موطا میں علی مرتضی رض اور عمر فاروق رض اور ابو ہریرہ رض سے اسی قسم کا فتوی ثابت ہے کذا فی فتح القدیر ولو افسد القضاء
ہل یجب قضاؤہ لم ارہ والذی یظہر ان المراد بالقضاء الاعادۃ اور اگر سال آئندہ میں قضا حج کو بھی فاسد کرے تو کیا قضا کی بھی قضا کرنا واجب ہے
انہیں شارح کہتا ہے میں نے یہ مسئلہ کسی کتاب فقہ میں نہیں دیکھا اور ظاہر اقضا سے مراد یہان اعادہ ہے حج کا یعنی لغوی معنی مراد ہیں ہم یہ تقریر بامعنا
کی ہے جو مصر کے جامع ازہر میں کسی طالب علم کے سوال کے جواب میں مذکور ہوئی تھی کذا فی النہر ولم یتفرقا وجوبا بل ندبا ان خاف الوقاع اور واجب
نہیں قضا سے حج کو دوسرے سال آوین تو آپس میں جدا رہنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر وقوع جماع کا خوف ہو اسواسطے کہ مشقت قضا حج کی ترک جماع میں
کافی ہے او وطیہ بعد وقوفہ لم یفسد حجہ وتجب بدنۃ لو بعد الحلق قبل الطواف فشاۃ تحفۃ الجنایۃ اور جماع محرم کا بعد وقوف عرفات کے حج کو فاسد
نہیں کرتا اسواسطے کہ حدیث میں ثابت ہو چکا کہ جو عرفات میں ٹھہرا اسکا حج تام ہوا یعنی فساد سے محفوظ رہا اور اس جماع سے ایک اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا
واجب ہے چنانچہ ابن عباس رض سے بھی مروی ہے کذا فی منح الغفار اور بعد سر منڈانے طواف الزیارہ سے قبل جماع کرنے سے ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہے اسواسطے
کہ اسکا قصور ہے کیونکہ بعد حلق کے سوا عورتون کے سب اشیا محرم کو حلال ہو جاتی ہیں تمام متون فقہ میں یہی روایت ہے الاہمام نے کہا کہ اس میں
بھی اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا لازم ہے اور بحر الرائق میں اسکو رد کیا ہے کذا فی الطحطاوی او وطیہ فی عمرتہ قبل طواف اربعۃ مفسد لہا
فمضی وذبح وقضی وجوبا او وطیہ بعد اربعۃ ذبح ولم تفسد خلافا للشافعی اور وطی محرم کی اپنے عمرہ میں قبل طواف کرنے چار شوطوں کے

وہ قارن نہیں کیونکہ ہنوز اُسنے احرام نہیں باندھا تو یہ استثنا منقطع ہے کہ صدر کلام میں داخل نہیں ولو قتل محرمان صیدا تعدد الجزاء لتعدد الفعل اور
اگر دو محرم نے ایک صید کو قتل کیا تو جزا متعدد ہوگی بسبب تعدد فعل کے یعنی احرام دو ہیں تو جزا بھی دو لازم ہونگی ولو حلالان لا لان صید الحرم فلا اتحاد المحل
اور اگر دو غیر محرموں نے صید حرم کو قتل کیا تو جزا متعدد نہوگی یعنے ایک ہی جزا لازم ہوگی بسبب اتحاد محل کے یعنے صید ایک ہے تو جزا بھی ایک ہی
ہوگی وبطل بیع محرم صیدا وکذا کل تصرف وشراؤہ ای صیادہ وہو محرم والا فالبیع فاسد اور بیچنا محرم کا صید کو باطل ہے اور اسی طرح جمیع
تصرفات مانند ہبہ اور وصیت کے باطل ہیں اور محرم کو اسکا خرید کرنا بھی باطل ہے اگر اسکو حالت احرام میں پکڑا ہو اور اگر احرام کی حالت میں گرفتار
کیا ہو تو بیع فاسد ہے فلو قبض المشتری فعطب فی یدہ فعلیہ وعلی البائع الجزاء سو اگر قبضہ کیا مشتری نے صید پر پھر وہ اسکے ہاتھ میں ہلاک
ہو گیا تو مشتری پر اور بائع پر جزا واجب ہے اگر دونوں محرم ہوں اور اگر ایک محرم ہوگا تو فقط محرم پر جزا لازم ہوگی کذا فی النہر وفی الفاسد یضمن قیمتہ
ایضا لما مر اور بیع فاسد میں مشتری قیمت کا بھی ضامن ہوگا جو جزا کے ساتھ چنانچہ ذکر ہو چکا یعنے ایک شخص نے قبل احرام کے صید حرم کو
گرفتار کیا اور بعد احرام کے بیچا اور مشتری کے پاس وہ صید مرگیا تو مشتری پر جزا بھی واجب ہوگی اور بائع کو قیمت کا بھی دینا پڑیگا اسواسطے کہ بائع اسکا
مالک تھا بخلاف بیع باطل کے اسمیں بائع مالک نہیں ہوتا لہذا اسمیں مشتری پر ضمان قیمت کا نہیں ہے بلکہ اس صورت میں جبکہ مشتری محرم ہو اور اگر محرم
نہوگا تو اسپر فقط قیمت دینی لازم ہوگی نہ جزا کذا فی البحر والطحاوی وولدت ظبیۃ بعد ما اخرجت من الحرم و ماتا غرمہما ہرنی جو حرم سے نکالی گئی
اور یہاں اور بچہ اسکا دونوں مرگئے تو نکالنے والا دونوں کا ضمان دے اسواسطے کہ صید حرم کا بعد اخراج کے بھی مستحق ہے امن کا شرعًا اور اسکا حرم
میں پہنچانا واجب ہے تو یہ صفت شرعی امن کی اسکے بچہ میں بھی سرایت کرگئی تو دونوں کا ضمان برابر لازم ہوگیا وان ادی جزاءہا ای الام ثم ولدت
لم یجزہ ای الولد لعدم سرایۃ الامن عندئذ وہل یجب ردہا بعد الاداء الظاہر نعم اور اگر ہرنی کی جزا اسنے ادا کی پھر وہ بیاہی تو بچہ کی جزا نہ دے بسبب
نہ سرایت کرنے امن کے اس وقت یعنی جبکہ ماں کا بدلا ادا کیا تو ہرنی حق امن نہ رہی تو بچے میں کاہیکو امن سرایت کریگا اور بعد ادا کرنے ہرنی کی جزا اسکے کیا واجب ہے
اسکا پہنچا دینا حرم میں ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں واجب ہے کذا فی النہر آفاقی مسلم بالغ یرید الحج ولو نفلا او العمرۃ ولو لم یرد واحدا منہما لا یجب علیہ مجاوزۃ
المیقات وان وجب حج او عمرۃ اذا اراد دخول مکۃ او الحرم کما یاتی فی المتن قریبا وجاوز وقتہ ظاہر ما فی النہر عن البدائع اعتبار الارادۃ
عند المجاوزۃ ثم احرم لزمہ دم کما اذا لم یحرم آفاقی مسلم بالغ نے حج کا ارادہ کیا اگرچہ نفل حج کا یا عمرہ کا قصد کیا اور میقات سے آگے گزر گیا
پھر اسنے احرام باندھا تو اسپر ذبح کرنا لازم ہے چنانچہ احرام نہ باندھنے میں لازم ہے اور اگر حج یا عمرہ کا ارادہ نہ کیا تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے
میں ذبح کرنا واجب نہوگا اگرچہ حج یا عمرہ واجب ہوگا جبکہ دخول مکہ یا حرم کا ارادہ کریگا چنانچہ متن میں یہ مسئلہ عنقریب مذکور ہوگا اور نہر الفائق میں
جو بدائع سے منقول ہے اسکا ظاہر مطلب یہ ہے کہ میقات سے گزرنے کے وقت ارادہ کا اعتبار ہے یعنی بعد مجاوزت میقات کے ارادہ معتبر نہیں فان عاد الی
میقات ما ثم احرم او عاد الیہ حال کونہ محرما لم یشرع فی نسک ولو عند محرم کطواف ولو شوطا وانما قال ولبی لان الشرط عند الامام تجدید التلبیۃ عند
المیقات بعد العود الیہ خلافا لہما سقط دمہ پھر اگر پلٹ آیا کسی میقات کی طرف پھر اسنے وہاں احرام باندھا یا ایسا محرم ہو کر میقات کی طرف پلٹ آیا
جسنے کوئی عبادت ہنوز نہیں شروع کی مثلاً طواف کا ایک شوط بھی نہیں کیا اور میقات پر لبیک بولا تو ذبح کرنا اسپر سے ساقط ہو گیا ماتن نے لبیک
کہنے کو اسواسطے کہا کہ امام اعظم رح کے نزدیک دوبارہ لبیک کہنا میقات کے پاس بعد پھر آنے کے شرط ہے کہ بدون اسکے ذبح کرنا ساقط نہیں ہوتا بخلاف
صاحبین رح کے کہ اُنکے نزدیک تجدید تلبیہ سقوط دم میں شرط نہیں میقات کی طرف پلٹ آنا کافی ہے والافضل عودہ الا اذا خاف فوت الحج اور افضل
ہے پلٹ آنا میقات کی طرف سے مگر جبکہ خوف ہو حج کے فوت ہونے کا تو نہ پھرے والا ای ان لم یعد او عاد بعد شروعہ لا یسقط الدم اور اگر میقات

کی طرف نہ پلٹا آیا پھر آیا بعد شروع کرنے طواف وغیرہ کے تو ذبح کرنا ساقط نہ ہوگا مکی یرید الحج ومتمتع فرغ من العمرة ثم خرجا من الحرم واحرما بالحج
من الحل فان علیهما دما لمجاوزة میقات المکی بلا احرام وکذا لو احرما بالعمرة من الحرم وبالعمرة وکما مر بیقیة الحرم پس چونکہ مکی حج کا ارادہ کرنے والا اور متمتع جو اپنے عمرہ
سے فراغت ہوا اور مکی ہو گیا اور دونوں نکلا حرم سے اور دونوں نے حج کا احرام باندھا حل سے تو دونوں پر قربانی واجب ہے بسبب بلا احرام گزرنے کے
میقات اہل مکہ سے اس واسطے کہ اہل مکہ کا میقات حج کے واسطے حرم ہے نہ حل اور اسیطرح اگر مکی اور متمتع نے احرام باندھا عمرہ کا حرم سے تو ذبح کرنا اسپر واجب ہے
اس واسطے کہ میقات عمرے کا حل ہے اور میقات کی طرف پلٹ آنے سے جس طرح اوپر مذکور ہو چکا ذبح کرنا ساقط ہوتا ہے اور اگر داخل کوئی آفاقی البستان ای بستان
من الحل داخل المیقات لحاجة له ان یدخل مکة علی الامر بغیر احرام ولا شیء علیه اذا لم یکن بینه الدخول اور اگر داخل ہوا کوئی غیر حرمی یعنی کوئی اور داخل ہوا بستان میں
یعنی آفاقی اندر میقات کے زمین حل میں سے کسی مکان میں کسی حاجت کے واسطے یعنی اگرچہ جاوز میقات کرنے کے وقت ارادہ اس حاجت کا کیا ہو
چنانچہ یہ مضمون نہر الفائق سے مذکور ہو گیا تو اس آفاقی کو جائز ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام باندھنے کے اور اقامت کی نیت شرط نہیں بنا بر مذہب
صحیح کے یعنی پندرہ روز یا زیادہ رہنا بستان میں مشروط نہیں احرام کے عدم وجوب میں بستان بنی عامر ایک قریہ ہے داخل میقات نزدیک حرم کے اور یہ قول اسکا
نام نخلہ محمود ہے وہاں سے مکہ معظمہ چوبیس کوس ہو کذا فی الطحاوی ووقته البستان ولا شیء علیه لانه التحق باهله اور میقات اس آفاقی کا جو بستان میں
کسی کام کو گیا بستان ہے یعنی حل میقات ہے حج اور عمرے کا اور اسپر جاوزت میقات سے بلا احرام کوئی چیز واجب نہیں اس واسطے کہ آفاقی بستان میں آنے کے لیے
بستان میں مل گیا تو جیسے بستانی کو دخول مکہ بلا احرام جائز ہے ویسے ہی اسکو بھی جائز ہے اور جیسے بستانی کا میقات حج اور عمرے کا حل ہے ویسے ہی آفاقی کا بھی حل
ہے چنانچہ اسکی تفصیل بیان مواقیت میں گزر گئی وهذه حیلة للآفاقی یرید دخول مکة بلا احرام اور یہ حیلہ ہے آفاقی کے حق میں جو مکہ میں جانا چاہے بدون احرام
ویجب علی من دخل مکة بلا احرام لکل مرة حجة او عمرة اور جو مکہ میں داخل ہو بدون احرام باندھے تو ہر بار بلا احرام جانے میں اسپر ایک حج یا ایک
عمرہ واجب ہے اس مکان اقدس کی تعظیم کے واسطے فلو عاد فاحرم بنسك اجزأه عن آخر دخوله کذا فی الفتح سو اگر مکہ میں بلا احرام جاکر میقات کی طرف
پلٹ آیا سو حج یا عمرے کا احرام باندھا تو اسکو کافی ہوگا پچھلے بار کے دخول سے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے یعنی مثلاً دو بار بلا احرام گیا تھا
تو اس احرام سے دوسری بار داخل ہونے سے جو حج یا عمرہ واجب ہوا تھا وہ ادا ہوگا اس واسطے کہ اول بار کا حج یا عمرہ اسپر دین ہو گیا سو وہ بدون تعیین
نیت کے ساقط نہ ہوگا کذا فی الفتح وصح منه ای اجزأه عما لزمه بالدخول لو احرم عما علیه من حجة الاسلام او نذر او عمرة منذورة لکن فی عامه ذلك لتدارکه
المتروك فی وقته لا بعده لصیرورته دینا بتحویل السنة اور صحیح ہوگا اس سے یعنی کفایت کر جائیگا اس حج یا عمرہ سے جو اسپر بلا احرام داخل ہونے سے
لازم ہو گیا اگر اسنے احرام باندھا ہو اس عبادت کے واسطے جو اسپر واجب تھی مثلاً حجۃ الاسلام کے یا حج نذر کے یا عمرہ نذر کے لیکن یہ اس صورت میں ہے
جب اسی سال حج یا عمرہ کرے اس واسطے کہ جو متروک ہو گیا تھا اسکو اپنے وقت میں تدارک کر لیا نہ کافی ہوگا دخول بلا احرام سے بعد اس سال کے
اس واسطے کہ متروک دین ہو گیا سال پلٹنے سے جاوز المیقات بلا احرام فاحرم بعمرة ثم افسدها مضی وقضی ولا دم علیه لترك الوقت لجبره بالاحرام
منه فی القضاء ایک شخص بڑھ گیا میقات سے بلا احرام پھر اسنے عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرے کو فاسد کر ڈالا جماع قبل طواف سے تو عمرے کو پورا کرے اور
اسکو قضا کرے اور اسپر خون نہیں میقات کے ترک احرام سے اس واسطے کہ قضا کرنے میں میقات سے احرام باندھتے ہیں اسکا تدارک ہو جاویگا مکی ومن
فی حکمه طاف لعمرته ولو شوطا ای اقل اشواطها فاحرم بالحج رفضه وعلیه دم بالتحلل لنہی المکی عن التمتع مکی نے اور اندر میقات کے رہنے والے نے اپنے
عمرے کا طواف ایک شوط کیا ایک شوط سے مراد یہ کہ تین شوط یا اس سے کم کیا پھر حج کا احرام کیا تو حج کو ترک کرے سر منڈا کر یا بر وجوب کے ہو اس لیے کہ اہل
مکہ کو جمع کرنا حج اور عمرے کا ممنوع ہے وعلیه دم لاجل الرفض وحج وعمرة لانه کفایت الحج حتی لو حج فی سنته سقطت العمرة ولو رفضها قضاها فقط

اولیٰ ہو نہیں یعنی شروع فائت الحج نے جبکہ دوسرے حج یا عمرے کا احرام کیا تو اُسپر احرام ثانی کا ترک کرنا واجب ہی اسواسطے کہ دو حج کے احراموں کو اور دو عمرے کے
احراموں کو جمع کرنا مشروع نہیں ہم دو حج کے احرام تو ظاہر ہین ایک احرام اُس حج کا جو فوت ہو گیا اور دوسرا احرام حج ثانی کا اور دو عمرے کے دو احرام یون ہوئے
کہ ایک احرام تو یہی جو بعد فوت حج کے کیا اور دوسرا احرام اسطرح کہ فائت الحج عمرہ کرکے احرام سے باہر آتا ہی چنانچہ ابھی اسکا ذکر ہو چکا ہی ولما فاتہ الحج بقی علیہ
احرامہ فیلزمہ ان یتحلل من احرام الحج بافعال العمرۃ ثم بعدہ فیقضیہ ما احرمہ تحقیقاً للشروع فیلزمہ التحلیل قبل ادائہ بالرفض اور جبکہ اسکا حج فوت ہوا تو احرام اسکا
باقی رہا تو اُسپر لازم ہی حج کا احرام اُتارنا عمرے کے افعال کرکے پھر بعد اسکے قضا کرے اسکی جسکا احرام کیا اسواسطے کہ شروع کرنا اسکا صحیح تھا اور ذبح کرے
اسواسطے کہ بسبب ترک کرنے احرام ثانی کے وہ حلال ہو گیا اسکے وقت سے پہلے یعنی واجب تو یہ تھا کہ بعد افعال حج ثانی کے یا عمرہ کے احرام ثانی سے باہر آتا
لیکن بسبب عدم مشروعیت جمع بین الاحرامین کے احرام ثانی کا ترک واجب ہو گیا لہذا ذبح کرنا لازم ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الاحصار

باب الاحصار

ہو لغۃ المنع وشرعاً منع عن رکن یہ باب ہی احصار کے احکام مین احصار لغت مین بمعنی منع اور حبس کے ہی اور اصطلاح شرع مین احصار عبارت ہی منع رکن سے خواہ
حج کا رکن ہو خواہ عمرے کا اکثر کتب فقہ مین منع وقوف اور طواف کو احصار قرار دیا ہی لیکن اسمین عمرہ داخل نہین رہا حالانکہ عمرہ مین بھی احصار ہوتا ہی لہذا شارح نے
احصار کی تعریف منع رکن سے کی تاکہ عمرہ بھی داخل رہے او احصر بعدو او مرض او موت محرم او ہلاک نفقۃ حل لہ التحلل جبکہ محرم بند ہو جاوے سبب دشمن
یا بیماری کے یا محرم یا زوج کے مرجانے سے عورت محرمہ بند ہو جاوے یا خرچ کے ہلاک ہو جانے سے تو حلال ہی اسکو تحلل یعنی احرام کا اُتارنا ہم دشمن عام ہی کافر
آدمی ہو یا غیر اسکا اور وہ بیماری مانع ہی جو جانے اور سوار ہونے سے زیادہ ہوتی ہو اور ہلاکی نفقہ راہ مین اس شرط سے مانع ہی کہ پیدل چلنے کی قدرت نہو بعد شروع کے
اور اگر پیدل چلنے پر قادر ہو تو مانع نہین اگرچہ گھر سے پیدل جانا حج کے واسطے لازم نہین جیسے حج نفل ابتدائً لازم نہین لیکن بعد شروع کے لازم ہی اور یہ قول
محمد کا ہی کذا فی المحیط اور ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر بالفعل پیدل چلنے پر قادر ہو اور آئندہ خوف ہو عاجزی اور ہلاک ہو جانے کا تو اُسپر حج لازم نہین کذا فی النہر
فیبعث شاۃ المفرد ودمین القارن لیتحللا ثم بعث یعنی محرم حتی یجد او یتحلل بطواف وعن الثانی انہ یقوم الدم بالطعام ویتصدق بہ فان لم یجد صام عن کل نصف صاع یوما جب
عذرات مذکورہ سے محرم حج کو نہ جا سکے تو اُسوقت مین تنہا حج کا کرنے والا ایک خون یعنی ایک بکری یا بھیڑ حرم مین بھیجے یا اسکی قیمت روانہ کرے تاکہ خرید کر
حرم مین ذبح کیجاوے سو اگر بکری یا اُسکی قیمت نپاوے تو محرم بنا رہے یہان تک کہ پاوے یا عمرہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کی کرکے احرام اُتارے
اور ابو یوسف رح سے منقول ہی کہ بکری کی قیمت اناج سے کیجاوے اور اُسکا صدقہ دیا جاوے ہر مسکین کو نصف صاع سو اگر اناج بھی نپاوے تو ہر نصف
صاع کی عوض ایکدن روزہ رکھے علامہ طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت ابو یوسف رح کی ضعیف ہی بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو ذکر نکرتا والقارن دمین اور قارن
دو بکریان روانہ کرے حرم کو ایک بکری حج کے بدلے اور دوسری عمرے کے احرام کے عوض ولو بعث واحدا لم یتحلل عنہ سو اگر قارن ایک بکری بھیجے
ایک احرام کے واسطے تو اس احرام سے باہر نہوگا اسواسطے کہ یہ شروع ہی کہ دونون احراموں سے یکبارگی خارج ہو تو ایک احرام کو قائم رکھنا اور دوسرے کو
اُتارنا خلاف مشروع ہی کذا فی الطحطاوی وعین یوم الذبح لیعلم متی یتحلل اور معین کرے ذبح کا دن کہ فلانی تاریخ ہدی کو ذبح کرے تا معلوم رہے کہ
کب احرام اُتارے اسواسطے کہ تحلل قبل ذبح کے جائز نہین ویذبح فی الحرم ولو قبل یوم النحر خلافا لہما اور ذبح کرے ہدی کو حرم مین اگرچہ ذبح یوم النحر
سے پہلے ہو بخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک احصار حج مین یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا جائز نہین لیکن عمرہ کے احصار مین جائز ہی ولو لم یفعل ورجع الی اہلہ
بغیر تحلل او صبر محرما حتی زال الخوف جاز فان ادرک الحج فیہا ونعمت والا تحلل بالعمرۃ لان التحلل بالذبح انما ہو للضرورۃ حتی لا یمتد
احرامہ فیشق علیہ زیلعی اور اگر محرم محصر نے ہدی کو روانہ کیا اور اپنے گھر پلٹ آیا احرام باندھے ہوئے یا وہین ٹھہرا رہا یہان تک کہ خوف

زائل ہوگیا اور مانع مرتفع ہوا تو جائز ہے پھر بعد زوال خوف اور مانع کے اگر حج کو پایا تو کیا خوب بات ہے اور اگر صرف عمرہ کو پایا تو عمرہ کرکے احرام کو اتارے سے
واسطے کہ ذبح کرنے سے احرام کا اتارنا بسبب ضرورت کے تھا تاکہ احرام کی مدت دراز ہو جاوے کہ اسپر مشکل پڑجاوے کذا فی الکافی و بتحقیق تحلیل ہو
بلا حلق و تقصیر اور ہدی کے ذبح کرنے سے احرام سے خارج ہو جاتا ہے اگرچہ سر نہ منڈایا ہو اور بال نہ کترائے ہوں لیکن حلق افضل ہے کذا فی المنح فلو ظن ذبحہ ففعل
کما محلال فظهرانه لم يذبح او ذبح في الحل لزمه جزاء اور جنی پھر اگر محرم محصر نے ہدی کے ذبح ہو جانے کا گمان کیا ہو ممنوعات احرام سے کوئی فعل کیا جیسے غیر محرم کرتا ہے
پھر ظاہر ہوا کہ ہدی ذبح نہ ہوئی تھی یا حل میں ذبح ہوئی تھی نہ حرم میں تو اسپر اپنی جنایت کرنے کی سزا لازم ہوگی و تجب علیہ ان حل من حجہ ولو نفلا حجۃ
بالشروع و عمرۃ للتحلل ان لم یحج من عامہ اور اگر حج کا احرام اتارا ہو اگرچہ نفل ہی حج ہو تو اسپر ایک حج واجب ہو بسبب شروع کرنے کے اور عمرہ واجب ہوگا بسبب
تحلل کے بشرطیکہ اس سال حج نہ کیا ہو اور اگر بعد زوال مانع کے اسی سال حج ادا کیا تو فقط حج لازم ہوگا نہ عمرہ کذا فی الطحاوی و علی المعتمر عمرۃ و علی
احرام باندھنے والا اگر روکا جاوے تو اسپر فقط ایک عمرہ واجب ہے و علی القارن حجۃ و عمرتان احدٰهما للتحلل اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہیں
ایک عمرہ بسبب تحلل کے اور دوسرا قران کا عمرہ قضا ہیں اسکو اختیار ہے چاہے قران کرے چاہے تینوں کو علیحدہ علیحدہ قضا کرے کذا فی الطحاوی فان
بعث ثم زال الاحصار و قدر علی ادراک الہدی و الحج معا توجہ وجوبا پھر اگر محصر نے ہدی کو روانہ کیا بعد اسکے احصار زائل ہوگیا اور وہ قادر ہے
ہدی اور حج کے پانے پر ساتھ ہی تو اسپر واجب ہے کہ حج کرنے کو روانہ ہو اور اسوقت میں ہرگز جائز نہیں احرام سے خارج ہونا ہدی کی وجہ سے اسلئے کہ ہدی کا بدلہ
حج کا ادا کرنا لانکہ اب خود اصل پر قادر ہوگیا تو فرع کا کچھ اعتبار نہ رہا کذا فی المنح و الا لا بل یتحلل و الا توجہ و ہی رابعۃ اور اگر ہدی اور حج کے پانے پر
ساتھ ہی قادر نہ ہوا تو اسپر روانہ ہونا لازم نہیں اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتوں کا محتمل ہے پہلی صورت یہ ہے کہ ہدی اور حج دونوں کو پاوے دوسری
صورت یہ ہے کہ دونوں کو نہ پاوے تیسری صورت یہ ہے کہ فقط ہدی کو پاوے نہ حج کو چوتھی صورت یہ ہے کہ فقط حج کو پاوے نہ ہدی کو پہلی صورت میں توجہ جانا
لازم ہے اور باقی تین صورتوں میں لازم نہیں لیکن اگر تحلیل کے واسطے جاوے اور عمرہ کرے تو جائز ہے کذا فی المنح اور چونکہ امام کے نزدیک ذبح کرنا
قبل یوم النحر کے جائز ہے تو ادراک ہر حج کا بدون ہدی کے ممکن ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک ادراک حج کا ہدی لازم ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک قبل
یوم النحر کے ذبح کرنا جائز نہیں کذا فی شرح الوقایۃ و لا احصار بعد ما وقف بعرفۃ للامن من الفوات اور حصار نہیں بعد وقوف عرفات کے اسواسطے کہ
وقوف عرفات کے فوت ہو جانا حج کا متصور نہیں تو امن حاصل ہوگیا پھر اگر بعد وقوف عرفات کے حصار قائم رہا تو ترک واجبات یعنی وقوف مزدلفہ اور
رمی جمار کے ترک سے ذبح کرنا لازم ہوگا اور ایسے ہی تاخیر حلق اور طواف الزیارۃ سے ذبح لازم ہوگا کذا فی الطحاوی و المستوعب و لو بمکۃ من الرکنین یحج صحر
علی الاصح اور جو شخص کہ دونوں رکن یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ سے روکا جاوے اگرچہ وہ مکہ میں ہو وہ محصر ہے بقول اصح و القادر علی احدھما
لا اعلی الوقوف فلتمام حجہ بہ و اما علی الطواف فلتحللہ بہ کما مر اور جو کہ قادر ہوا ایک رکن پر وہ محصر نہیں جو وقوف عرفات پر قادر ہو وہ اسواسطے
محصر نہیں کہ وقوف سے حج تمام ہوگیا اور جو طواف پر قادر ہو وہ اسواسطے محصر نہیں کہ وہ طواف کرنے سے احرام سے خارج ہو گیا چنانچہ اوپر گذر چکا
سو طواف اصل ہے تحلل میں اور ذبح کرنا ہدی کا اسکا بدلہ ہے اصل کے ہوتے بدلہ کی کچھ حاجت نہیں

باب الحج عن الغیر

یہ باب ہے غیر شخص کی طرف سے حج کرنے کا یعنی بطور نیابت کے دوسرے کی طرف سے حج کرنا الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما لہ جعل ثوابہا لغیرہ و ان
نواہا عند الفعل لنفسہ لظاہر الادلۃ اصل یہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت کرے نماز یا روزہ یا خیرات یا قرات قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور نیکیاں
تو اسکو جائز ہے کہ اسکا ثواب غیر شخص کے واسطے کر دے اگرچہ عبادت کرنے کے وقت اپنی ذات کے واسطے نیت کی ہو یہ حکم ثابت ہے دلائل

قرآن اور احادیث کی ظاہر دلالت سے بلا ترکیب تاویل ہم قرآن مجید میں واردکو ارشاد ہوا کہ والدین کے واسطے یوں دعا کرے (رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا) یعنی اے
میرے رب میرے والدین پر رحم کر جیسا کہ انھوں نے مجکو لڑکپن میں پالا تو اگر انسان کا عمل دوسرے کو نہ مفید ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق میں بیفایدہ ہوتی حالانکہ
بیفایدہ ہی اور حق تعالی نے خبر دی ہی کہ فرشتے مومنین کے واسطے دعا سے مغفرت کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید ہوتا ہی اور احادیث تو بیاب ثبوت
اور ثواب رسانی میں بکثرت ہیں ازانجملہ بخاری اور مسلم میں یہ حدیث متفق علیہ ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دو مینڈھوں کو قربانی کیا ایک تو
اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عبادت مالی میں نیابت صحیح ہی اس حدیث کے مضمون کو ابن ماجہ اور امام احمد
بن حنبل رحمہم اللہ تعالی اور حاکم اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور اسحق اور ابو یعلی اور بزار اور دارقطنی رحمہم نے چند صحابہ سے روایت کیا ہی تو معلوم ہوا کہ قدر مشترک
یہ حدیث مشہور ہی اور دارقطنی نے روایت کی کہ ایک مرد نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ تھے جن میں انکی زندگی میں نیکی کرتا تھا
سو اب کیونکر میں انکے ساتھ نیکی کروں تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ بعد موت کے نیکی یہ ہی کہ نماز پڑھا کر انکے واسطے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھا کر انکے واسطے اپنے
صوم کے ساتھ اور یہی سیدنا علی مرتضی سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبرستان پر گذرے اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے اور اسکا ثواب
مردوں کو بخشے تو اسکو ثواب دیا جاویگا بقدر اموات کے اور ابو حفص عکبری نے روایت کی کہ انس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم خیرات کرتے ہیں
اپنے مردوں کی طرف سے اور حج کرتے ہیں انکی طرف سے اور دعا کرتے ہیں انکے واسطے کیا انکو یہ پہونچتا ہی فرمایا کہ ہاں البتہ انکو پہونچتا ہی اور وہ خوش ہوتے ہیں اسکے جیسے
کوئی تم میں خوش ہوتا ہی طبق سے جب کوئی اسکو تحفہ بھیجے اور سنن ابی داؤد میں مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردوں پر یس پڑھا کرو اور احادیث
کثیرہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کا ثواب غیر کو نافع ہوتا ہی کذا فی فتح القدیر وامّا قوله تعالى وان ليس للانسان الا ما سعى اى الا اذا وهبه له كما حققه الكمال واللام بمعنى
على كما في لهم اللعنة اور یہ جو قول ہی حق تعالی کا کہ انسان کو کوئی چیز نافع نہیں مگر جو کہ اسنے خود کیا تو مراد یہ ہی کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچھ حاصل نہیں مگر جب کہ غیر بخشے
اسکو تو البتہ مفید ہوگا چنانچہ اس مطلب کو ثابت کیا ہی کمال الدین بن ہمام رح نے فتح القدیر میں یا لام اس آیت میں بمعنی علی کے ہی چنانچہ لهم اللعنة میں بمعنی علی ہی تو
اس صورت میں یہ مطلب آیت کا ہوگا کہ انسان کو کوئی چیز مضر نہیں سوا اپنے عمل کے تو نفی ضرر کی ہوئی نہ منفعت کی اور معتزلہ کا یہ مذہب ہی کہ عبادات کا ثواب سوا
فاعل کے غیر کو نہیں پہونچتا خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب مال اور بدن سے اور امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک صدقات اور عبادات مالی اور حج میں
وصول ثواب جائز ہی اور عبادات بدنی مانند صوم اور صلوۃ اور قراءت قرآن وغیرہ میں وصول جائز نہیں معتزلہ آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہیں اپنے مذہب پر کہ
انسان کو غیر کا عمل مفید نہیں اہل سنت نے اس استدلال کے کئی طرح سے جواب دئیے ہیں جواب اول یہ ہی کہ یہ آیت منسوخ ہی بقول ابن عباس آیت (والذين امنوا واتبعتهم
ذريتهم بايمان الحقنا بهم) جواب ثانی یہ ہی کہ یہ آیت ابراہیم اور موسی علیہما الصلوۃ والسلام کی قوم کو مخصوص ہی جواب ثالث یہ ہی کہ انسان سے مراد اس آیت میں کافر
ہی تو مومن کے حق میں نفی نہیں جواب رابع یہ ہی کہ بطریق عدل غیر کو ثواب نہیں لیکن بطریق فضل البتہ ثابت ہی جواب خامس یہ ہی کہ لام بمعنی علی ہی کذا فی العینی
شرح الکنز لیکن محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ ہرچند ظاہر آیت اسی پر دلالت کرتا ہی کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہیں لیکن حکم دعاء والدین اور استغفار ملائکہ مومنین
کے حق میں اور حدیث قربانی کی امت کی طرف سے اسکے سوا اور احادیث ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہیں تو بالقطع ہمکو ثابت ہوا کہ ظاہر آیت
اپنی صرافت اور اطلاق پر باقی نہیں بلکہ مقید ہی بقید عدم ہبہ عامل چنانچہ اسکی توضیح ترجمہ آیت میں مذکور ہوگی اور تقیید آیت بہتر ہی نسخ آیت کے قائل ہونے
سے واسطے کہ آیت مذکورہ از قبیل اخبار ہی حالانکہ خبر میں نسخ جاری نہیں اور ابطال معتزلہ کے ضمن میں مالک اور شافعی رح کے قول کی بھی نفی ہوگئی یعنی
احادیث اور اخبار رسالت سے عبادات بدنیہ کا بھی ایصال ثواب ثابت ہوگیا اللہ سبحانہ ہو الموفق انتہی کلام المحقق ولقد افصح الزاہد عن اعتزاله ہنا
واللہ الموفق اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہاں کھول دیا اور توفیق خیر کی دینے والا اللہ تعالے ہی یعنی زاہدی باوجودیکہ بڑا عالم ہی مجتبی کی کتاب بیچ میں

اسواسطے کہ ایصال ثواب کا منکر ہوگیا ہے اور اسکو بسبب اہل حق اور اہل عدل کا منکر ہوا ہے اور آیات اور احادیث ثواب رسانی کو تاویلات بعیدہ کرکے ظاہر سے پھیرا ہے کذا فی
الطحاوی اللہم بحق محمد وآلہ کو صراط مستقیم پر ثابت رکھنا اور تعصب اور کج فہمی سے بچانا اور مرنے کے وقت اس عاجز مسکین کی دستگیری کرنا آمین العبادۃ المالیۃ کزکوۃ
وکفارۃ تقبل النیابۃ عن المکلف مطلقا عند القدرۃ والعجز ولو النائب ذمیا لان العبرۃ لنیۃ الموکل ولو عند دفع الوکیل عبادات مالی جیسے زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر
اور نفقات اور کفارہ اعتاق اور اطعام اور کسوہ نیابت کو قبول کرتی ہیں مکلف کی طرف سے ہر طرح کی قدرت کے وقت بھی اور عاجز ہونے کے وقت بھی اگرچہ نائب
کافر ذمی ہو اسواسطے کہ موکل کی نیت کا اعتبار ہے اگرچہ موکل نے وکیل کے دینے کے وقت نیت کی ہو تو بھی صحیح ہے ہم عبادات مالی میں نیابت اسواسطے
جائز ہے کہ عبادات مالیہ میں آزمائش بالمال اور دفع حاجت محتاج مقصود اصلی ہے سو یہ امر نائب کے فعل میں بھی حاصل ہے اور یہ بنا عبادت بدون نیت
کے صحیح نہیں اور کافر ذمی اہل نیت کا نہیں لیکن چونکہ نیت معتبر تو موکل کی ہے نائب کی تو مسلم اور ذمی نیابت میں دونوں برابر ہیں گے اور یہ بھی اختیار ہے کہ نائب
کے دینے کے وقت نیت کرے یا جب نائب محتاج کو دینے لگے اسوقت نیت کرے یا درمیان میں کسی عبادت کے نیت کرے کذا فی الفتح والطحاوی
والنہر والبدنیۃ کالصلوۃ والصوم لا تقبلہا مطلقا اور عبادت بدنی جیسے نماز اور روزہ اور اعتکاف اور قراۃ قرآن اور اذکار نیابت کو نہیں
قبول کرتے ہرطرح سے نہ قدرت میں نہ عجز میں اسواسطے کہ عبادات بدنیہ میں غرض اصلی یہ ہے کہ افعال مخصوصہ سے روح اور بدن کو مشقت اور محنت پہنچے
تاکہ روح کو صفائی اور قرب الٰہی حاصل ہو تو یہ امر حاصل نہیں ہوسکتا نائب کے فعل سے جب تک کہ خود نہ کرے لہذا اس میں مطلقا نیابت جائز نہ ہوئی نہ قدرت
میں نہ عجز میں اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد اخرجہ النسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ یعنی کوئی
روزہ نہ رکھے کسی کی طرف سے اور نماز نہ پڑھے کوئی کسی کی طرف سے یعنی نیابت صوم و صلوۃ سے فرض ساقط نہیں ہوتا غیر سے ہاں نفل کا ثواب
متفق علیہ ہے چنانچہ اس حدیث میں صحیح ہے کہ اولاد اپنے والدین کے واسطے نماز پڑھے اور روزہ رکھے والمرکبۃ منہما کالحج الفرض تقبل النیابۃ عند العجز
فقط اور جو عبادت کہ مال اور بدن سے مرکب ہے جیسے فرض حج سو نیابت کو قبول کرتی ہے عاجز ہونے کے وقت فقط اسمیں چند کہ حج کی حقیقت میں مال کو
دخل نہیں اسواسطے کہ حج عبارت ہے وقوف اور طواف سے لیکن چونکہ یہ امر بدون زاد اور راحلہ کے حاصل نہیں تھا تو گویا مال حج کا جز ہوگیا کذا فی الطحاوی پس حج میں
عجز کے وقت نیابت جائز ہوئی مال کی جہت سے اور قدرت میں نیابت جائز نہ ہوئی بدن کی جہت سے کذا فی النہر لکن بشرط دوام العجز الی الموت لانہ فرض
العمر حتی تلزم الاعادۃ بزوال العذر عاجزی میں نیابت حج کی جائز ہے بشرطیکہ موت تک عجز رہے یہ شرط ہے اور اگر عجز دائمی نہیں تو نیابت صحیح نہیں اسواسطے کہ حج تمام
عمر میں ایکبار فرض ہے یہانتک کہ اعادہ لازم ہے زوال عذر سے یعنی ایک شخص حج کرنے سے عاجز ہے سو اسنے مال دیکر نائب سے اپنے واسطے حج کروایا پھر بعد اسکے
عاجزی کا عذر جاتا رہا تو اسپر واجب ہے کہ خود دوسرا حج کرے اسواسطے کہ موت تک عجز دائم نہ رہا وبشرط نیۃ الحج عنہ ای عن الآمر فیقول احرمت عن فلان ولبیت عن
فلان ولو نسی اسمہ فنوی عن الآمر صح وتکفی نیۃ القلب اور اس شرط سے نیابت جائز ہے کہ نائب اپنے آمر کی طرف سے حج کرے سو یوں کہے احرام کے وقت کہ میں نے
احرام باندھا فلانے شخص کی طرف سے اور میں نے لبیک کہا فلانے کی طرف سے اور اگر بھیجنے والے کا نام بھول جاوے اور حج کرنے والے کی طرف سے نیت کرے تو صحیح ہے اور دل کی نیت کافی ہے تو یہ حج
بالفعل ضرور نہیں ہے ای اشتراط دوام العجز الی الموت اذا کان العجز کالحبس والمرض یرجی زوالہ فان لم یکن کذلک کالعمی والزمانۃ سقط الفرض بحج الغیر عنہ فلا اعادۃ
مطلقا سواء استمر ذلک العذر بہ ام لا یعنی شرط ہونا دوام عجز کا موت تک اسوقت تک ہے کہ عجز مانند قید اور بیماری کے زوال پذیر ہو اور اگر ایسی نہ ہو یعنی ایسا عجز ہو کہ
زوال کی امید نہو جیسے اندھا ہونا اور لولا ہونا تو اسکی طرف سے غیر کے حج کرنے سے فرض ساقط ہوجاویگا اور اس صورت میں اعادہ حج کا مطلقا لازم نہیں خواہ یہ عذر دائم رہے
یا نہ رہے اسواسطے کہ عجز لازمی بحالہ ہے کذا فی النہر کنز وغیرہ متون میں عجز زوال پذیر کا کچھ فرق مذکور نہیں لیکن شارحین نے باوقوع اسکے
فتاوی قاضی خان اور مبسوط سے نقل کی اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ اعلم کذا فی الفتح والحج عنہ صحیح ثم تحقق دوام العجز شرط ہے اور اگر ایک شخص نے حج کروایا اپنی طرف

حالت صحت میں پھر وہ بلبجہ فراغت ہو گئے نائب کے حج سے عاجز ہو گیا اور ہمیشہ عاجز رہا ہو یہانتک کہ مر گیا تو وہ حج ساقط فرض ہو جائیگا بسبب نیابت کے جانے شرط کے
یعنی نائب کے حج کرنے کے وقت منیب عاجز تھا تو حج نفل کا ثواب نائب کو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی و شرط الآمر ہو ای بالحج عنہ فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنہ الا اذا
حج او احج الوارث عن مورثہ لوجود الامر دلالۃ اور جائز ہونا بہ شرط یکہ امر کرے منیب نائب کو اپنی طرف سے فرض حج کرنے کا تو جائز نہیں حج فرزند کا
باپ کی واسطے بدون اجازت باپ کے مگر جبکہ وارث خود حج کرے یا غیر سے حج کرا دے مورث کی طرف سے تو البتہ جائز ہو بسبب پائے جانے امر مورث کے بنا بر دلالت حال کے
یعنی جبکہ وارث مورث کے مال پر متصرف ہوا تو گویا مورث نے اسکو کہا کہ میری طرف سے فرض ادا کر کذا فی الطحطاوی و نفی من شرائط النفقۃ من مال الآمر کلہا او اکثرہا ہو ای
الماموریہ نفسہ و بعینہ الا عینیہ فلو قال یحج عنی فلان لا غیرہ لم یجز حج غیرہ ولو لم یقل لا غیرہ جاز اور شرائط نیابت حج سے باقی رہا نفقہ یعنی شرط ہو کہ کل
نفقہ نائب کا منیب کے مال سے ہو یا اکثر نفقہ اسکے مال سے ہو اگر نائب نے منیب کا مال نہ لیا اپنا مال حج میں صرف کر کے بطور احسان کے تو منیب کی طرف سے حج نہ ادا ہوگا کذا
فی الہندیہ عن البدائع اور حج کرنا مامور کا بذات خود اور اسکا تعین ہونا شرط ہو اگر آمر نے تعین نہیں کر دیا ہو اور اگر آمر نے یہ کہا ہو کہ مثلاً زید میری طرف سے حج کرے نہ غیر
تو غیر زید کا حج کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کی نفی نہ کی ہو تو غیر زید کا حج کرنا جائز ہو اور صلاح فی اللباب ای عشرین شرطا منہا عدم اشتراط الاجرۃ فلو استاجر رجلا بان
قال استاجرتک علی ان تحج عنی بکذا لم یجز حجہ والمختار انہ لا یجوز ان یقول احججتک عنی بلا ذکر اجارۃ لباب المناسک میں شرائط نیابت کو بیس تک پہونچایا ہو انہیں سے ایک
شرط یہ ہو کہ نیابت میں اجرت مقرر نہ ہو تو اگر اجارہ ٹھہرایا ایک مرد سے اس طرح پر کہ اس سے کہا کہ میں نے تجھے مزدور کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا اتنے مال کے عوض
تو اسکا حج جائز نہیں ہو بلکہ یوں کہے کہ میں نے تجھکو امر کیا اپنی طرف سے حج کرنیکا بلا ذکر اجارہ ھم شارح کا کلام ہو کہ مقتضی ہوا کہ اجیر کو اجرت نہ ملے اور حج اجیر کا ہو نہ مستاجر کا
اور خانیہ میں تصریح ہو کہ ظاہر الروایت میں حج مستاجر کے واسطے واقع ہوگا اور اجیر کو اجر مثل ملیگی تو عبارت خانیہ کا مقتضی ہو کہ یہ اجارہ فاسدہ ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
و لو انفق من مال نفسہ او خلطا النفقۃ بمالہ و انفق کلہا او اکثرہا جاز و بری من الضمان اور اگر مامور نے کچھ ذاتی مال سے خرچ کیا اور حالانکہ منیب کے نفقہ میں وضع کر لینے کی گنجایش
ہو یا مامور نے منیب کے نفقہ میں اپنا مال ملا دیا اور سب مال خرچ کر ڈالا یا اکثر یعنی بقدر کل مال آمر کے یا اکثر مال آمر کے صرف کیا تو جائز ہو اور مامور ضمانت سے بری ہوگیا
کذا فی الطحطاوی و شرط العجز المذکور للحج الفرض لا النفل لانہ یجوز فیہ بلا شرط اور شرط عاجزی کی جو مذکور ہوئی تو حج فرض کے واسطے ہو نہ نفل حج کے واسطے اسلئے کہ نفل
میں وسعت ہو تو قادر کو نائب سے حج نفل کروانا صحیح ہو و یقع الحج المفروض عن الآمر علی الظاہر من المذہب و قیل عن المامور نفلا و للآمر ثواب النفقۃ حج اصل
اور حج فرض آمر کی طرف سے واقع ہوتا ہو بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہو کہ مامور کی طرف سے حج نفل واقع ہوتا ہو اور آمر کو نفقہ دینے کا ثواب ہوتا ہے
نفل حج میں اور یہ قول امام محمد رح کا قول ہو لیکن ان دونوں اقوال کا کچھ ثمرہ نہیں اسواسطے کہ سب متفق ہیں اس بات پر کہ آمر سے فرض ساقط ہو جاتا ہو اور مامور سے
ساقط نہیں ہوتا کذا فی الشیخ اور ظاہر مذہب کی وہ حدیث دلیل ہو جو صحاح ستہ میں ابن عباس رض سے مروی ہو کہ حجۃ الوداع میں ایک عورت خثعمی قوم کی آئی اور
کہا یا رسول اللہ صلعم میرے باپ پر حج فرض ہوا اور وہ بہت بڈھا ہو اسکو طاقت نہیں کہ اونٹ پر ثابت رہ سکے کیا میں اسکی طرف سے حج کروں حضرت صلعم نے فرمایا ہاں
اور بخاری اور مسلم میں ابن عباس رض سے مروی ہو کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم کے پاس آیا سو اسنے کہا کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ مر گئی حضرت
صلعم نے فرمایا کہ اگر اسپر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا اسنے کہا ہاں میں ادا کرتا فرمایا تو خدا کا قرض ادا کر وہ احق بالقضا ہو کذا فی التیسیر تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آمر
کی طرف سے حج واقع ہوتا ہو نہ مامور کی طرف سے لکنہ تشترط اہلیۃ النیابۃ اہلیۃ المامور لصحۃ الافعال ثم فرع علیہ بقولہ فجاز حج الصرورۃ بمہملۃ من لم یحج و المراۃ
و لو امۃ و العبد و غیرہ کالمراہق و غیرہم او سے لعدم الخلاف لیکن صحت نیابت کے واسطے شرط ہو اہلیت مامور کی یعنی اسلام اور عقل مامور میں
لازم ہو تاکہ اسکے افعال صحیح ہوں پھر ماتن نے شرط اہلیت پر اگلا قول متفرع کر کے کہا تو جائز ہو حج کرنا اسکا جسنے خود حج نہیں کیا اور عورت کا حج جائز ہو اگرچہ وہ
لونڈی ہو اور عبد ماذون وغیرہ کا جیسے ممیز قریب البلوغ کا حج کرنا جائز ہو اور ان اشخاص کے سوا اور شخص بہتر ہو نیابت کے واسطے تا خلاف فی رہنمو صرورہ بمعا دہملہ مفتوحہ م سکو

کیا جائیگا تو جائز ہو بشرطیکہ باپ نے وصیت میں یون نہ کہا ہو کہ میرے مال سے حج کیا جاوے اور یہ مطلب کا حکم ہی اگر وارث کسی سے حج کروا دے اور جائز
نہیں حج فرض کا عدم رجوع کی نیت سے جو بابت وصیت کے فرض کو اگر وارث ادا کرے اپنے مال سے تو متبرع کی سے رجوع کر لینا درست ہی لیکن فرض ادا کرنا بلا اجازت عدم [illegible] کی
جائز ہو بخلاف حج کے اس واسطے کہ عاجز کی طرف سے حج کرنا بدون آنکے امر کے جائز نہیں اور فرض ادا کرنا بلا امر بھی جائز ہی کذا فی النہر عن التجنیس ومن حج عن آمرین
امرہ وقع عنہ وضمن مالہما لانہ خالفہما ولا یقدر علی جعلہا عن احدہما لعدم الاولویۃ اور جسنے حج کیا دو امر کرنے والوں کے واسطے یعنی ایک حج میں دو
شخصوں کو شریک کیا تو وہ حج مامور کی طرف سے نفل واقع ہوگا اور اگر انکا مال خرچ کیا ہو تو دونوں کے مال کی ضمانت دیگا اسواسطے کہ انکی مخالفت کی کہ ہر ایک کو شریک کرتا
حج مقصود تھا اور مامور قادر نہیں کہ حج کو ایک کے واسطے ٹھہراوے بسبب عدم ترجیح کے بخلاف ما اذا ابہم الاحرام اور [illegible] یہ ہی کہ تعیین صحیح ہوا اگر احرام کو
مطلق کیا یعنی امر کا ذکر کیا ہو احرام کے وقت نہ اور تعیین [illegible] ثم عین احدہما قبل الطواف والوقوف جاز اور اگر آمر کو مبہم ذکر کیا یعنی یون کہا
کہ میں لبیک کہتا ہون ایک امر کی طرف سے پھر بعد اسکے اگر دونون میں سے ایک کو معین کر لیگا قبل طواف اور وقوف کے تو جائز ہو طرفین کے نزدیک کذا فی الطحطاوی
بخلاف ما اذا اہل بحج عن ابویہ او غیرہما من الاجانب حال کونہ متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانہ متبرع بالثواب فلہ جعلہ لاحدہما اولہما وفی الحدیث من حج عن
ابویہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج وبعث من الابرار بخلاف سابق یہ مسئلہ ہی اگر ایک شخص نے حج کیا اپنے والدین کی طرف سے یا والدین کے سوا اور اجنبی شخصون
کے واسطے حج کیا بطور احسان کے یعنی بلا وصیت اور بدون انکے مال کے حج کیا پھر بعد اسکے معین کر لیا ایک کو تو جائز ہی اس واسطے کہ یہ شخص ثواب کا دینے والا ہی بلا حج
حج تو فقط فاعل کی طرف سے واقع ہوگا تو اسکو اختیار ہی چاہے ایک کو ثواب دے چاہے دونون کو دے اور حدیث میں وارد ہی کہ جو حج کرے اپنے والدین کی طرف سے تو اسنے انکا حج
ادا کیا اور ہوگی اسکے واسطے زیادتی دس حج کی اور یہ شخص قیامت میں نیکون میں مبعوث ہوگا اور جابر سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے
باپ اور اپنی مان کی طرف سے حج کرے تو اسنے انکا حج ادا کیا اور اسکے لیے دس حج کی زیادتی ہوگی اور زید بن ارقم سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کرے
اپنے والدین کیطرف سے حج کیا تو قبول ہوگا اسکی طرف سے اور اسکے والدین کی طرف سے اور انکی روحین خوش ہونگی اور خدا کے نزدیک یہ شخص نیکوکار لکھا جائیگا اور ابن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا انکا فرض ادا کرے تو قیامت کے دن نیکوکار کے ساتھ وہ شخص اٹھایا جائیگا ان احادیث ثلثہ کو دارقطنی نے
ذکر کیا ہی [illegible] باتین شارح نے مذکور کیا تو نفل حج کا ذکر تھا اور اگر والدین میں سے کسی پر فرض حج ہو اسکی دو صورتین ہین کہ حج کی وصیت اسنے کی یا نہین اگر وصیت
کی اور وارث نے اپنے مال سے حج کیا مورث کی طرف سے بطور احسان کے تو مورث کے ذمہ سے حج ساقط نہوگا اور اگر اسنے وصیت نہین کی حج کی اور وارث اپنی خوشی سے اسکی طرف سے
حج کیا یا غیر سے کروایا تو امام اعظم رحمہ نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو فرض ساقط ہو جاویگا کذا فی فتح القدیر ودم الاحصار لا غیر علی الآمر فی مالہ ولو میتا قیل من الثلث وقیل من الکل ثم ان فاتہ
لتقصیرہ ضمن وان بآفۃ سماویۃ لا اور احصار کا خون آمر پر واجب ہو اسکے مال میں [illegible] کہ آمر نے مامور کو اس میں پھانسا تو اسی پر چھوڑانا بھی لازم ہی اگرچہ آمر میت ہو
آمر سے مراد وہ ہی جسکی طرف سے حج کیا جاوے تو اسمین میت بھی داخل ہی کذا فی المنح بعضوں نے کہا کہ میت کے ثلث مال سے ذبح کرنا چاہیے اور بعضوں نے کہا کہ کل مال سے اور
احصار کے سوا کوئی خون آمر پر لازم نہین پھر اگر حج فوت ہوگیا مامور کی تقصیر سے یعنی اپنے کسی کام میں ایسا مشغول ہوگیا کہ موسم حج کا گذر گیا تو مال کا ضامن ہوگا اور
اگر آسمانی آفت سے جیسے مرض یا حبس یا سواری کے مرجانے سے یا کرایہ دار کے بھاگ جانے سے حج فوت ہوگیا تو مامور پر ضمان لازم نہین کذا فی الطحطاوی ودم القران
والتمتع والجنایات علی الحاج ان اذن لہ الامر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن اور قران اور تمتع اور جنایات کا خون حج کرنے والے پر واجب ہی نہ آمر پر
لیکن جب آمر نے مامور کو قران اور تمتع کرنے کا اذن دیا ہو تو آمر پر واجب ہوگا اور اگر قران اور تمتع کا آمر نے اذن نہین دیا تو قران کرنے سے مامور مخالف ہوا آمر کا تو مامور
ہی ضامن ہوگا وضمن النفقۃ ان جامع قبل وقوفہ فیعید بمال نفسہ وان بعدہ فلا لحصول المقصود اور مامور ضامن ہوگا نفقہ کا اگر اسنے جماع کیا
قبل وقوف عرفات کے اسواسطے کہ حج فاسد ہوگیا تو دوسرے سال مامور حج کو دوبارہ کرے اپنی ذات کے مال سے اور اگر بعد وقوف عرفات کے

فضیلت حج از طرف والدین

اسکے صدق کا نشان ہو مثلاً راہ میں حاجیوں کا قافلہ لٹا ہو یا مدت تک منہ کی چھڑی لگ گئی تو البتہ اسکی تصدیق ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو قال حججت لم یصدق
صدق بیمینہ اذا کان مدیون المیت وقد امر بالاتفاق اور اگر مامور نے کہا کہ میں حج کر چکا ہوں میت کی طرف سے اور وارثوں نے اسکی تکذیب کی
تو مامور کی تصدیق کیجاویگی قسم کے ساتھ مگر اسوقت تصدیق نہوگی جبکہ مامور قرضدار ہو میت کا اور اسکو قرض میں سے راہ خرچ کرنے کا امر ہوا ہو ولا تقبل
بینتہم انہ کان یوم النحر بالبلد الا اذا برہنوا علی اقرارہ انہ لم یحج اور مقبول نہونگے وارثوں کے گواہ اس بات پر کہ مامور یوم النحر کو اسی شہر میں تھا کیونکہ
نفی پر گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ مقصود اس قول سے وارثوں کو یہ ہے کہ حج کی نفی ہوجاوے اگرچہ وہ قول ظاہر میں اثبات ہے لیکن مراد وہ نفی ہے مگر جب وارث
گواہ گذرانیں مامور کے اس اقرار پر کہ میں نے حج نہیں کیا تو البتہ گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ تلفظ کرنا مامور کا ان الفاظ کو اثبات ہے نہ نفی کذا فی الطحطاوی

باب الہدی

ہو فی اللغۃ والشرع ما یہدی الی الحرم من النعم لیتقرب بہ فیہ یہ باب ہدی کے حکم میں ہے لغت اور شرع میں اسکو کہتے ہیں جو حرم میں چوپایوں میں سے
تحفہ گذرانا جاوے تاکہ اسکے ذبح کرنے سے حرم میں حق تعالی کا قرب اور رضامندی حاصل ہو اور ادنی درجہ ہدی کا ایک بکری ہے یا بھیڑ وہو الابل والبقر والغنم
اجناسہا وجمعہا ابن سنۃ اور ہدی کی اعلی قسم پانچ برس کا اونٹ ہے اور اوسط قسم دو برس کی گائے بیل ہے اور ادنی قسم ایک برس کی بھیڑ بکری ہے ولا تعریف
بل یندب فی دم الشکر اور ہدی میں یہ ضرور نہیں کہ عرفات میں لیجانا یا پٹہ گردن میں ڈالنا یا کوہان کی کھال چیرنا ضرور ہو بلکہ شکر کے خون میں یہ اظہار مستحب ہے یعنی قران اور
تمتع اور نفل کے ہدی میں اظہار بہتر ہے اور جنایات کے ہدی میں چھپانا مناسب ہے جیسے قضا کی نماز کو چھپانا افضل ہے کذا فی المنح ولا یجوز فی الہدایا الا ما جاز فی الضحایا
کما یجی فیصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لقربۃ وان اختلف اجناسہا اور جائز نہیں ہدی میں مگر جو جانور کہ صحیح سالم جائز ہے قربانیوں میں چنانچہ اسکی تفصیل
کتاب الاضحیہ میں آویگی تو صحیح ہے شریک کرلینا چھ شخص کا ایک شخص کے ساتھ اونٹ اور گائے میں جو بہ نیت قربت کے خرید لیا ہو اگرچہ اجناس سببا کی متفاوت ہوں
چنانچہ قران اور تمتع اور احصار اور جزاے صید وغیرہ ذالک لیکن قربت کا متحد ہونا شرط نہیں ہے کذا فی المنح ویجوز الشاۃ فی الحج فی کل شی الا فی طواف الرکن
جنبا او حائضا او وطی بعد الوقوف قبل الحلق کما مر اور جائز ہے بھیڑ بکری کا ذبح کرنا حج کی ہر شی میں مگر طواف الزیارۃ کو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں کرنے سے
اور بعد وقوف عرفات قبل حلق کے وطی کرنے میں بھیڑ بکری کافی نہیں بلکہ اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا یہاں واجب ہے چنانچہ باب الجنایات میں مذکور ہوچکا ویجوز اکل من ہدی
کالاضحیۃ مستحب ہو التطوع اذا بلغ الحرم والمتعۃ والقران فقط وکل من غیرہا ضمن ما اکل اور جائز ہے کھانا ہدی کا بلکہ قربانی کے مانند مستحب ہے کھانا نفل
کے ہدی کا جبکہ وہ حرم تک پہنچ جاوے اور تمتع اور قران کے ہدی کو کھانا جائز ہے فقط اور سوا نفل اور تمتع اور قران کے اور ہدی کو اگر کھا دیگا تو اوسقدر کھانے کی قیمت
دینا لازم ہوگا ہاں اگر نفل کے ہدی کو قبل حرم کے پہنچنے کے ذبح کیا تو اسکا کھانا جائز نہیں کہ وہ صدقہ ہے ہدی نہیں تو اسکا کھانا بھی جائز نہیں کذا فی المنح وتعین یوم النحر
ای وقتہ وہو الایام الثلثۃ لذبح المتعۃ والقران فقط فلم یجز قبلہ بل بعدہ وعلیہ دم اور فقط تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنے کے واسطے یوم النحر متعین ہے
لفظ یوم کا یہاں بمعنی مطلق وقت ہے تو جمیع اوقات نحر کو شامل ہوگا اور وہ تین دن ہیں یعنی دسویں گیارھویں بارھویں تو تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنا قبل
یوم النحر کے بالاجماع جائز نہیں بلکہ بعد بارھویں کے البتہ کافی ہے لیکن ترک واجب ہوا کہ ایام نحر سے تاخیر ہوئی لہذا اسپر دوسرا خون واجب ہے امام رح کے نزدیک
نہ صاحبین کے نزدیک اور سوا تمتع اور قران کے جنایات اور نذر اور احصار اور نفل کے ہدی کا ذبح کرنا ایام نحر میں مخصوص نہیں کذا فی الطحطاوی وتعین الحرم لا منی للکل
لا لفقیرہ لکنہ افضل اور سب قسم کے ہدی کے ذبح کرنے کے واسطے حرم متعین ہے منی کی کچھ خصوصیت نہیں اقول صحیح اور تصدق ہدی کے گوشت کا حرم کے محتاج کے واسطے
مخصوص نہیں بنا بر وجوب کے لیکن حرم کا محتاج افضل ہے غیر سے ویتصدق بجلالہ وخطامہ اور زمام اور ہدی کی جھول اور نکیل کو خیرات کردے کیونکہ صحاح ستہ
علی رضی سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مجھکو حکم کیا اونٹوں کے گوشت اور جھولوں اور کھالوں کے تصدق کرنے کا محتاجوں

اور فرمایا کہ قصاب کی مزدوری اس میں سے نہ دیجیو کذا فی الفتح وظہر لعیط اجر الجزار ای الذابح منہ فان اعطاہ ضمن اما لو تصدق علیہ جاز اور قصاب کی مزدوری ہدی کے غیرہ
کی قیمت سے نہ دیجاوے سو اگر دیگا تو ضمان دینا لازم آویگا لیکن اگر بطور خود صدقہ دے نہ بطور اجرت تو جائز ہے ولا یرکبہ مطلقا بلا ضرورۃ اور نہ سوار ہووے ہدی پر
بلا ضرورت ہم صحیحین میں ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ سوار ہولے ہدی پر تو مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ اس
شخص کو حاجت ہوگی سواری کی اسواسطے کہ صحیح مسلم میں جابر رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار ہو ہدی پر دستور کے موافق جب تو لاچار کیا جاوے
تو معلوم ہوا کہ بلا ضرورت چڑھنا جائز نہیں کذا فی فتح القدیر فان اضطر الی الرکوب ضمن ما نقص بہ بل یرکبہ او حمل متاعہ وتصدق بہ علی الفقراء فتحملہ الیہ فان اطعم
منہ غنیا ضمن قیمتہ پھر اگر مضطر ہو سواری کی طرف تو ضمان دے جسقدر نقصان ہوا ہے ہدی میں سوار ہونے اور اسباب لادنے سے اور ضمان نقصان کو
فقیرون پر خیرات کرے کذا فی الشرنبلالیہ سو اگر ضمان دین سے مالدار کو کھانا دیگا تو جتنا مالدار کو دیا اسکی قیمت کا ضمان دینا لازم ہوگا کذا فی المبسوط ولا یحلبہ
وینضح ضرعہا بالماء البارد لو المذبح قریبا والا حلبہ وتصدق بہ اور ہدی کا دودہ نہ دوہے اور اسکے تھن کو ٹھنڈے پانی کا چھینٹا دے تاکہ دودھ کا ٹپکنا بند
ہوجاوے بشرطیکہ ذبح کرنے کا مکان قریب ہو اور اگر دور ہو تو دودہ کو دوہے تاکہ جانور کو تھنون کے [illegible] نہ ہو اور اس دودہ کو خیرات کرے [illegible]
[illegible] واجب عطب او تعیب بما یمنع الاضحیۃ وصنع بالمعیب ما شاء اور قائم کرے دوسری ہدی عوض اس ہدی واجب کے جو ہلاک ہوگئی یا ایسا عیب ہوگیا جو
قربانی کا مانع ہو یعنی لنگڑی ہوگئی یا اندھی اور عیب دار ہدی کو جو چاہے سو کرے چاہے بیچ کر کھا جاوے [illegible]
قلادتہ بدمہ وضرب بہ صفحۃ سنامہ لیعلم انہ ہدی للفقراء ولا یطعم منہ غنیا لعدم بلوغہ محلہ اور اگر نفل کی ہدی میں عیب ہوگیا یا قریب الہلاک ہو تو اسکو نحر
کرے اور اسکا پٹہ اسکے خون میں رنگین کرے اور اسکے کوہان کی ایک جانب پر رکھدے اس فعل سے غرض یہ ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی محتاجون کے واسطے ہے اور اسمین
سے غنی کو نہ دے کھانے کے واسطے اسلیے کہ وہ ہنوز حرم کو نہیں پہنچی کہ مالدارون کو اسکا کھانا جائز ہوتا صحیح مسلم اور مسند احمد میں قبیصہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ وصحابہ وسلم میرے ساتھ ہدی کو بھیجا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر ہدی ہلاک ہونے لگے تو اسکو نحر کرنا اور نعل کو اسکے خون میں ڈبونا اور اسکے کوہان پر [illegible]
نہ کھانا اور نہ کوئی تیرا ساتھی کھاوے کذا فی العینی شرح الکنز وتقلید بدنۃ التطوع ومنہ النذر والمتعۃ والقران فقط لان الاشہار بالعبادۃ الیق
والستر بالتعبیر احق اور فقط نفل اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالنا چاہیے اور نفل میں نذر کی ہدی بھی داخل ہے اسواسطے کہ شہرت دینا عبادت
کے ساتھ لائق تر ہے اور غیر عبادات میں یعنی جنایات وغیرہ میں چھپانا بہتر ہے شہدوا بعد الوقوف بوقوفہم بعد وقتہ لا تقبل شہادتہم والوقوف صحیح استحسانا
حتی الشہود للحرج الشدید [illegible] اور جو لوگ گواہی دین بعد وقوف عرفات کے اس امر کی کہ حاجیون کا وقوف بعد اسکے وقت کے ہوا یعنی عرفہ کے دن نہوا بلکہ دسوین
تاریخ واقع ہوا تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور وقوف حاجیون کا صحیح ہے بنا بر استحسان کے یہان تک کہ گواہون کا وقوف بھی صحیح ہے بسبب حرج شدید کے یعنی اس
قسم کا اشتباہ اکثر ہوجاتا ہے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں تو اگر جواز اور صحت کا حکم نہ دیا جاوے بعد اجتہاد اور کوشش کرنے کے تو سخت حرج پیش آوے اور حالانکہ شریعت
مطہرہ نے دین میں حرج کو نفی کر ڈالا ہے قال اللہ تعالی (وما جعل علیکم فی الدین من حرج) اور اسیطرف اشارہ ہے اس حدیث میں کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تمہارا صوم وہ دن
ہے جسمین تم روزہ رکھتے ہو اور روزہ کھولنے کا وہی دن ہے جسمین تم روزہ کھولتے ہو اور عرفہ تمہارا وہی دن ہے جسدن تم عرفات میں ہوتے ہو اور قربانی کا دن
وہ ہے جسدن تم قربانی کرتے ہو یعنی وقوف عرفات کا وقت عند اللہ وہی دن ہے جسکو اہل اسلام اپنے اجتہاد اور رائے سے عرفہ کا دن جانتے ہیں اور اسمین وقوف
کرتے ہیں اور جب اس گواہی پر عدم صحت مترتب نہوگی تو اسکی سماعت میں کچھ فائدہ نہیں تو حاکم کو لازم ہے کہ اسکو نہ سنے اسواسطے کہ حاکم کی [illegible] مشہور ہوجاویگی
تمام اہل موقف میں تو قیل وقال زیادہ ہوگا اور فتنہ برانگیختہ ہوگا اور قلوب سلیمین کے شک واقع ہونے سے کہ حج صحیح ہوا یا نہیں ہوا [illegible] ہونگے کہ ہم نے مشقت سے
قطع منازل بعیدہ کر کے اور خطر اٹھا کر یہان پہونچے ہیں [illegible] گواہی کے واسطے آوین تو حاکم انسے کہے کہ تم ہٹ جاؤ ہم تمہاری گواہی نہیں سنتے

بالیقین ثابت نہیں ہے یا سے حقوق العباد امر اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کل کی تکفیر کے قائل ہوئے تو بھی اسکا وہ مطلب نہیں جو اکثر لوگ غلط سمجھتے ہیں کہ
حج سے لوگوں کا قرض و ادائیں ساقط ہو جاتا ہے اور اسی طرح صلوٰۃ اور صوم اور زکوٰۃ کی قضا ساقط ہو جاتی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ ادائے حقوق کی تاخیر کا گناہ ساقط
ہو جاتا ہے بالجملہ حج میں جو احادیث تکفیر سیئات کی وارد ہیں انکے عموم اور اطلاق کا کوئی قائل نہیں کذا فی المنح عن البحر و حدیث ابن ماجہ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
استجیب بالحتی فی الدماء والمظالم ضعیف اور یہ حدیث ابن ماجہ کی ضعیف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی یہاں تک کہ خونریزیوں اور ظلموں میں بھی ہوئی اور
ابن ماجہ کی عباس بن مرداس سلمی سے یوں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی مغفرت کیواسطے عرفات میں دعا کی تو سوائے ظالم کے اور گناہوں کی مغفرت کی
اور ارشاد ہوا کہ میں ظالم کے واسطے مواخذہ کرونگا حضرت صلعم نے عرض کیا کہ اے رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کرے اور ظالم کو بخشدے سو اسدن یہ قبول نہ ہوئی پھر
حضرت صلعم نے صبح کو مزدلفہ میں یہی دعا کی سو جو حضرت صلعم نے مانگی تھی اسکی اجابت ہوئی تمام حدیث کہا کہ یہ حدیث ضعیف نہیں ہے اسواسطے کہ ابن حبان نے اسکے راوی کو
ماقوۃ الاحتجاج بہ ہو یہ حدیث ضعیف نہیں ہے لیکن اسکے شواہد احادیث صحیحہ کثرت سے ہیں ازانجملہ چند احادیث مذکور ہوتے ہیں جیسا کہ منذری نے کہا کہ عبد اللہ بن مبارک نے روایت کی
سفیان ثوری سے اور انھوں نے زبیر بن عدی سے اور انھوں نے انس بن مالک سے کہا انس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم نے عرفات میں وقوف کیا
اور قریب تھا کہ آفتاب ڈوبے سو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے بلال لوگوں کو خاموش کرو سو بلال نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خاموش کیا پھر فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام
میرے پاس آئے اور میرے رب کا مجھکو سلام پہونچایا اور کہا کہ اللہ عزوجل نے اہل عرفات اور اہل مشعر کو بخشا اور انکے تباعات یعنی مظالم کا ضامن ہوا تو عمر بن خطاب
کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ یہ فضیلت ہم لوگوں کو مخصوص ہے حضرت صلعم نے فرمایا یہ تمہارے واسطے ہے اور جو لوگ تمہارے بعد آئینگے قیامت تک انکے واسطے بھی تو
عمر نے کہا کہ اللہ کی خیر کثیر اور طیب ہوا اور امام مالک کی موطا میں طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا کہ کسی دن
عرفہ سے زیادہ ذلیل اور حقیر اور غضبناک شیطان نہیں ہوتا اور اسکا سبب کچھ نہیں مگر یہ کہ دیکھتا ہے کہ نزول رحمت کا اور ذنوب عظام کی مغفرت کو کذا فی فتح القدیر اور
صحیح بخاری میں حدیث مرفوع ہے کہ جسنے حج کیا سو عورت کی طرف مائل نہوا اور گناہوں سے بچا گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا فتح الباری
ذکر یا ہے اس حدیث بخاری کا سوال ہوا کہ اس حدیث میں صغائر و کبائر کی مغفرت مراد ہے یا فقط صغائر کی جواب دیا کہ ظاہر حدیث سے صغائر و کبائر دونوں کی
مغفرت معلوم ہوتی ہے اور بعض احادیث میں اسکی تصریح بھی ہے لیکن حقوق العباد کے سوا اور معاصی پر محمول کرنا اقرب بالقبول ہے اور شیخ شہاب الدین رملی شافعی رح
سے اسکا سوال ہوا تو جواب دیا کہ صغائر و کبائر حتی کہ مظالم کی بھی مغفرت مراد ہے اسواسطے کہ طبرانی اور بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عبد اللہ بن عمر رض سے
روایت کی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ عرفے کے دن حق تعالی فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندے پریشان مو غبار آلودہ ہر طرف سے آئے ہیں
میری رحمت کے امیدوار ہو کر تو اگر انکے گناہ مانند شمار ریگ کے یا قطرات باران یا سمندر کے کف کے برابر ہوں تو البتہ میں بخشونگا اے میرے بندو مغفور
ہو کر واللہ اعلم کذا فی منح الغفار اور ملا علی قاری رحمت اللہ کی منسک متوسط جسکا لباب المناسک نام ہے اسمیں مذکور ہے کہ حج اگلے صغیرہ گناہوں کو جو متعلق حقوق اللہ ہیں بالاتفاق
قطعاً ہدم کر دیتا ہے اور کبائر متعلقہ حق اللہ اور مطلقاً مظالم میں اختلاف ہے طیبی قائل ہے کہ حج مظالم اور کبائر کو ہدم کرتا ہے لیکن قول معتمد یہ ہے کہ مظالم اور کبائر تحت مشیت حاکم
علی الاطلاق ہیں تمام اہل سنت اور جماعت کے نزدیک چنانچہ شیخ تورپشتی وغیرہ ائمہ کبار نے اسکو مصرح مذکور کیا ہے اور احادیث مغفرت حج میں اور جمہور اہل سنت
کے قول میں کچھ منافات نہیں اسواسطے کہ احادیث مذکورہ وعدہ مغفرت پر محمول ہیں درصورت مشیت حق یا ان لوگوں کی مغفرت مظالم مراد ہے جنکا حج
مقبول ہے چنانچہ روایت میں ثابت ہوا کہ جسکا حج مقبول ہوگا اسکے مظالم معاف ہو جاوینگے اس طرح کہ حق تعالیٰ اہل حقوق کو ایسا کچھ عطا کریگا کہ وہ راضی
ہو جاوینگے واللہ اعلم باب دخول البیت اذا لم یشتمل علی ایذاء النفس او غیرہ مستحب ہے داخل ہونا اندر بیت اللہ کے بشرطیکہ اپنی ذات کو یا غیر کو تکلیف نہو ہجوم
میں تکلیف نہونا قلیل الوجود ہے اور اندر جانے والے کو مستحب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر نماز پڑھے اور عبد اللہ بن عمر رض جب داخل

ہوتے تھے تو دروازہ کعبہ کو پس پشت ڈالکے سیدھے چلے جاتے تھے یہان تک کہ سامنے کی دیوار سے تین ہاتھ کا فاصلہ رہتا تھا پھر وہان نماز پڑھتے تھے اور لائق ہے کہ جتنا
ہو سکے ظاہر اور باطن سے وہان با ادب رہے اور اپنا رخسارہ اُس دیوار پر رکھے جدھر حضرت صلعم نے نماز پڑھی ہے اور حق تعالی سے مغفرت مانگے اور حمد الہی بجالاوے پھر چارون
کونون کی طرف آوے اور تہلیل اور تسبیح اور تکبیر کہے اور جو چاہے سو دعا مانگے اور انکو چھت کی طرف نہ اٹھاوے کیونکہ خلاف ادب ہے کذا فی الفتح صحیحین مین عبد اللہ بن عمر رض سے روایت
ہے کہ فتح مکہ مین حضرت صلعم بیت اللہ مین داخل ہوئے اور اسامہ اور بلال اور عثمان بن ابی طلحہ رض نے اندر سے دروازہ بند کر لیا پھر دیر کے بعد کھولا عبد اللہ بن عمر رض نے کہا مین سب سے
پہلے وہان پہونچا تو بلال رض کو دروازہ پر پایا مین نے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہان نماز پڑھی بلال رض نے کہا دونون مقدم ستونون کے اندر اور دوسری روایت یون ہے کہ اُس وقت
بیت اللہ مین چھ ستون تھے سو حضرت صلعم نے تین ستون کو پس پشت کیا اور ایک ستون بائین طرف اور دو ستونون کو داہنی طرف کر کے نماز پڑھی اور تاریخ مکہ مین مذکور ہے کہ معاویہ
بن ابی سفیان نے عبد اللہ بن عمر رض سے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہان نماز پڑھی تھی کہا کہ دیوار سے دو تین ہاتھ فاصلہ کر کے نماز پڑھنا چاہیے کذا فی شرح السعادہ وما یقولہ العوام من
العروۃ الوثقی والمسمار الذی فی وسطہا انہ سرۃ الدنیا لا اصل لہ اور یہ جو عوام وہان کے حلقہ کو عروۃ الوثقی کہتے ہین اور اُس کیل کو جو اُسکے درمیان مین ہے ناف دنیا
کہتے ہین سو بے اصل ہے ولا یجوز شراء استار الکعبۃ من بنی شیبۃ بل من الامام او نائبہ اور جائز نہین خرید کرنا کعبہ کا غلاف بنی شیبہ سے جنکے پاس کعبہ کی کنجی رہتی ہے بلکہ
بادشاہ یا اُسکے نائب سے خرید کرنا جائز ہے درمختار مین بالفعل یون واقع ہوا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ ہر سال غلاف کعبہ نیا بنایا جاوے تو پرانا غلاف بنی شیبہ کو دیا جاوے
اور بادشاہ کو اُسکا اختیار ہے اور ہمارے علما نے اسواسطے اُسکی بیع سے منع کیا تھا کہ وہ بیت المال کا مال ہے اور اب تو بیت المال مین بادشاہ کا تصرف ہو چکا ہے
بادشاہ نے کسی کو دیدیا تو اُس سے خرید کرنا جائز ہے اور یہی قول امام نووی شافعی رح نے شرح مہذب مین پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ بادشاہ کو اختیار ہے کہ غلاف کعبہ کا
بیت المال مین صرف کرے خواہ بیع سے خواہ عطا سے اسواسطے کہ ازرقی نے روایت کیا کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر سال غلاف کعبہ کا اتروا ڈالتے تھے اور حاجیون
کو تقسیم کر دیتے تھے اور اگر اسمین تصرف نہ جائز ہوتا تو بعد مدت دراز تلف ہو جاوے کذا فی حاشیۃ الطحاوی ولا باس بلبسہا ولو جنبا او حائضا اور جو غلاف کعبہ کو خرید کرے
اُسکو پہننا جائز ہے جنابت اور حیض کی حالت مین بھی لا یقتل فی الحرم الا اذا قتل فیہ ولو قتل فی البیت لا یقتل فیہ خون کا بدلا نہ لیا جاوے حرم مین مگر اُس وقت بدلا لیا جاوے
جب کسی نے حرم مین خون کیا ہو اور بیت اللہ کے اندر خون کیا تو اُسکا قصاص اندر نہ ہوگا اگر کسی نے باہر حرم کے خون کیا اور حرم مین جا چھپا تو اُسکا قصاص
حرم مین نہ ہوگا لیکن خرید و فروخت اُس سے موقوف کیا جاوے اور کھانا اُسکو نہ دیا جاوے تاکہ وہ مضطر ہو کر حرم سے نکلے جب باہر نکلے تو قصاص لیا جاوے اور اگر جان
نہ مارا لیکن آنکھ پھوڑدی یا ہاتھ کاٹا تو اُسکا بدلا حرم کے اندر لیا جاویگا یہی قول ہے امام اور صاحبین رح کا اور امام مالک رح اور شافعی رح کے نزدیک حرم مین قصاص لینا
ہر طرح درست ہے اور امام رح کے نزدیک سارق کا ہاتھ حرم مین نہ کاٹا جاوے بخلاف صاحبین کے اور اگر کافر حربی حرم مین داخل ہو تو اُس سے تعرض کرنا نہ چاہیے
بلکہ اُسکا کھانا اور پانی بند کرنا چاہیے تاکہ نکل بھاگے کذا فی المنح عن مناسک الطرابلسی یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال مکروہ ہے استنجا کرنا زمزم کے پانی سے
اور غسل کرنا مکروہ نہین اور وضو کرنا بھی جائز ہے اور حرم کی کنکریان اور مٹی اور اسیطرح بیت اللہ کی مٹی بہ نیت تبرک حل مین لانا جائز ہے بشرطیکہ قدر قلیل ہو اور
تخریب عمارت کا سبب نہو جیسے زمزم کا پانی باہر لیجانا جائز ہے اور زمین حرم کا بیچنا جائز نہین لیکن عمارت کا اور گھاس کا بیچنا جائز ہے کذا فی المنح لا حرم للمدینۃ عندنا
مدینہ کے واسطے حرم نہین ہے ہمارے نزدیک یعنی جیسے حرم مکہ مین اُسکا شکار کرنا اور درخت کا کاٹنا حرام ہے ویسا مدینہ مین حرام نہین اور اگر مدینہ کا حرم مکہ کے مانند ہوتا
تو بدون احرام باندھے وہان کا جانا جائز نہوتا حالانکہ حضرت صلعم سے اور اصحاب رض سے احرام باندھنا دخول مدینہ کیواسطے ثابت نہین باقی تفصیل اس مسئلہ کی
کتب مبسوطہ مین ہے واللہ اعلم ومکۃ افضل منہا علی الراجح الا ما ضم اعضاءہ الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ افضل مطلقا حتی من الکعبۃ والعرش والکرسی اور مکہ معظمہ
افضل ہے مدینہ طیبہ سے بقول راجح مگر جسقدر زمین پاک سید کائنات صلعم کے اعضاء شریفہ سے ملی ہوئی ہے قاضی عیاض نے نقل کیا ہے کہ
موضع قبر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم افضل بقاع ارض ہے بلکہ مطلقا افضل ہے یہانتک کہ کعبہ اور عرش اور کرسی سے بھی افضل ہے

امام اعظم رح اور امام شافعی رح اور امام احمد رح کے نزدیک کعبہ افضل ہو مدینہ سے اور امام مالک رح کے نزدیک مدینہ افضل ہو کذا فی المنح وزیارۃ قبرہ الشریف مندوبۃ بل قیل واجبۃ لمن لہ سعۃ اور زیارت کرنا قبر شریف مصطفوی کا مستحب ہو بلکہ بعض علما نے اسکو واجب کہا اس شخص کو جو مقدور رکھتا ہو اور دریافت ہو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب طریق زیارت کا تفصیل تمام فاتحہ حج میں مذکور کیا جاویگا واسطے انتفاع سالکین مشتاقین کے وبیدأ بالحج لو فرضا ویخیر لو نفلا ما لم یمر بہ علیہ الصلاۃ والسلام فیبدأ بزیارتہ لا محالۃ ولینو معہ زیارۃ مسجدہ الشریف فقد اخبران الصلاۃ فیہ خیر من الف صلاۃ فی غیرہ الا المسجد الحرام وکذا بقیۃ القرب اور پہلے حج ادا کرے اگر فرض حج ہو اور اگر نفل حج ہو تو اسمیں مختار ہو چاہے پہلے زیارت کرے یا حج لیکن نفل حج میں اختیار اسوقت تک ہو جب تک مدینہ میں ہوکر نہیں نکلا اور اگر حج کے واسطے مدینہ میں ہوکر چلا تو زیارت کرنا ضروری ہو خواہ حج فرض ہو یا نفل اور قبر شریف کی زیارت کے ساتھ چاہیے کہ حضرت صلعم کی مسجد شریف کی زیارت کی بھی نیت کرے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہو کہ اُسکی ایک نماز ہزار نماز سے افضل ہو اُسکی غیر مسجد میں سوا مسجد الحرام کے اور اسی طرح باقی عبادات مانند اعتکاف اور چار روپیہ کی کہ اُسکا ثواب سوا مسجد الحرام کے اور مساجد سے زیادہ تر ہو مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان میں عبد اللہ بن زبیر رض سے روایت ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد میں اور مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہو سوا مسجد الحرام کے اور ایک نماز مسجد الحرام میں افضل ہو اُسکی سو نمازوں سے یعنی مسجد مدینہ سے ابن ہمام رح نے فتح القدیر میں کہا کہ عبد ضعیف کے نزدیک بہتر یہ ہو کہ سفر مدینہ میں فقط قبر شریف ہی کی زیارت کے واسطے نیت کو خاص کرے مزید اجلال اور تعظیم سید العالمین اسی کو مقتضی ہو اور تاکہ ظاہر حدیث دارقطنی کی موافق ہوجاوے کہ جسکو کوئی حاجت نہو سوا میری زیارت کے تو میں اُسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن ولا تکرہ المجاورۃ بالمدینۃ وکذا بمکۃ لمن یثق بنفسہ اور مکروہ نہیں رہنا مدینہ کا اور اسیطرح مکہ کا اُس شخص کو جسکو اپنے نفس پر اعتماد ہو حفظ ادب حرمین شریفین کا امر مجاورت مکہ معظمہ میں اختلاف ہو علما کا بعض شافعیہ نے ذکر کیا کہ مجاورت مکہ مستحب ہو مگر جب خوف وقوع امر ممنوع کا ظن غالب ہو اور یہی مذہب ہو صاحبین رح کا اور امام ابو حنیفہ رح اور امام مالک رح کے نزدیک مکروہ ہو اسواسطے کہ انسان کی غالب عادت یہ ہو کہ معیشت میں خلاف خواہش نفسانی سے تنگدل اور افسردہ خاطر ہوجاتا ہو اور کثرت مشاہدات سے جیسی تعظیم اور توقیر چاہیے ویسی باقی نہیں رہتی غالباً اور یہ بھی ہو کہ انسان خطا سے محفوظ نہیں اور حرم میں تضاعف معاصی کا خوف ہو چنانچہ ابن مسعود رض سے مروی ہو اگرچہ روایت صحیح ہو والا اسمیں توشک نہیں کہ وقوع معاصی حرم میں زیادہ تر قبیح اور خوفناک تر ہو اسواسطے عبد اللہ بن عباس رض نے طائف کا رہنا اختیار کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اگر میں پچاس گناہ طائف میں کروں تو میرے نزدیک محبوب تر ہیں مکہ میں ایک گناہ کرنے سے آور ابن مسعود رض سے روایت ہو کہ کسی شہر میں سوا مکہ کے ہمت پر قبل عمل کے مواخذہ نہیں اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم یعنی جو حرم میں کجروی ظلم کا ارادہ کریگا اُسکو عذاب دردناک چکھاوینگے اور عمر فاروق رض سے روایت ہو کہ اگر مجھسے ایک گناہ مکہ میں ہو جاوے وہ غالب تر ہو اور شہر کے ستر گناہوں سے ہاں بعض خاص بندے اللہ تعالیٰ کے جو کشش مقتضیات طبیعت انسانی سے پاک ہیں وہ اہل ہیں اس سعادت عظمیٰ کے کہ وہ تضاعف حسنات نصیب اہل مکہ ہو ابن ماجہ رح نے عبد اللہ بن عباس رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے کہ مکہ میں رمضان پایا سو روزہ رکھا اور قیام شب کیا جتنا کہ ہوسکا تو اسکے واسطے لاکہ رمضان لکھے جاوینگے اور حق تعالیٰ ہر دن میں ایک گردن آزاد کرنیکا اور ہر رات میں ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب لکھیگا اور ہر دن فی سبیل اللہ گھوڑا دینے کا ثواب ہوگا اور ہر چند مدینہ میں تضاعف سیئات کا خوف نہیں لیکن افسردگی اور قلت ادب کا خوف ہو کہ وہ مخالف ہو احترام اور توقیر کے تو وہاں کی مجاورت کراہت سے خالی نہیں مگر اہل صبر اور اہل ادب کے واسطے وہاں کا رہنا اور وہاں کا مرنا عمدہ وسیلہ ہو نجات کا صحیح مسلم میں حدیث مرفوع ہو کہ جو تکلیف اور شدت مدینہ پر صبر کریگا میری امت میں سے ہوگا میں اسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن یا شاہد ہونگا اور ترمذی وغیرہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے ہوسکے مدینہ کا مرنا وہ وہاں مرے کہ میں مقرر شفاعت کرونگا وہاں کے مرنیوالے کی کذا فی فتح القدیر اور منسک طرابلسی میں ہو کہ امام ابوحنیفہ رح اور جماعت علما میں بخوف ملال اور قلت ادب اور رقت قلب جہتہ سے مجاورت مکہ کی کراہت کے قائل ہیں اور ابو یوسف رح

اور نہ ہو سکے تو وضو پر کفایت کرے جیسا کہ غسل کے بیان میں مذکور ہو چکا اور پاک صاف کپڑے پہنے اور خوشبو لگاوے کہ یہ قریب ہے تعظیم سے اور نئے کپڑے پہننا افضل ہے اور یہ جو بعضے لوگ مدینہ شریف کو دیکھکر سواریوں سے اتر پڑتے ہیں اور پیدل چلتے ہیں تو اسکا کچھ ڈر نہیں اسواسطے کہ قوم عبد القیس جب مدینہ میں داخل ہوئے تو حضرت صلعم کو دیکھکر اتر پڑے تھے اور حضرت صلعم نے اسپر کچھ انکار نہیں فرمایا تھا اگرچہ انکے سردار کی جو جلدی کرنے اور پوشاک پہننے کر نکلیں تمام خدمت میں حاضر ہوا تو الوعیب فرمائی تو نیا گیا کہ اگر باہر شہر کے غسل نہ ہو سکا ہو تو اندر شہر کے غسل کرے اور اس سے پرہیز کرے جو بعضے جاہل سیا کرتے ہیں پہنتے ہیں اشیا سے احرام کی جیسے قمیص اتار ڈالنا وغیرہ اور اسکی عظمت اور فضیلت کو دھیان کرے کہ یہ وہ مکان پاک ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پسند فرمایا سو کمال شوق اور تعظیم سے درود پڑھے پھر جب دروازہ مدینہ شریف میں داخل ہو تو یوں کہے بسم اللہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد واغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک (اذکار) اور لازم ہے کہ کمال فروتنی اور عاجزی سے اس شہر معظم کی عزت کو دھیان کرتے ہوئے درود پڑھتا داخل ہوا اور یہ تصور کرے کہ اس شہر کو کس ذات پاک کے رہنے سے شرف وجلالت حاصل ہے یہ وہ مقام ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ہجرت گاہ ٹھہرایا اور یہ مکان مہبط وحی اور اصل احکام اور مبدأ اسلام اور منبع ایمان اور چشمہ عرفان ہے فتح القدیر میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ تمام بلاد تلوار سے فتح ہوئے مگر مدینہ قرآن سے فتح ہوا ہے اور چاہیے کہ اپنے دل کو ہیبت اور عظمت مصطفوی سے بھر لیوے اور وہاں پہنچکر یہ تصور کرے کہ یہ گذرگاہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے شاید میرا قدم حضرت صلعم کے موضع قدم مبارک پر پڑ جاوے اسلئے امام مالک رح مدینہ میں سوار نہ ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ مجکو حیا آتی ہے کہ میں وہاں سوار ہوں جہاں خود بدولت موجود ہوں پھر جب مسجد شریف میں داخل ہو تو وہ کرے جو دخول مساجد میں کرتے ہیں یعنی داہنا پاؤں پہلے رکھے اور یوں کہے اللہم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک اور روضہ شریف کا اول قصد کرے جو مسجد شریف میں ہے روضہ اس مکان کا نام ہے جو منبر اور قبر شریف کے درمیان ہے کہ حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان میں روضہ ہے ریاض جنت سے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے پھر دو رکعت تحیۃ المسجد اس ستون کے آگے جسکے نیچے صندوق ہے پڑھے اسطرح کہ منبر کا عمود داہنے مونڈھے کے مقابل ہو اور وہ ستون کہ جو قبلہ کی طرف ہے وہ دونوں آنکھوں کے سامنے ہو کہ یہی مقام ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے کذا فی فتح القدیر کہ اور صاحب اختیار نے کہا پھر سجدہ شکر کرے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور اسکی تمامی اور قبولیت کی دعا کرے اور حق تعالیٰ سے سوال کرے اور چاہیے کہ حضور صلعم کی رعایت آداب کی کوئی ادب ترک نہ ہو پھر قبر شریف کی طرف کمال عجز و انکسار سے متوجہ ہوا اور وہاں کی آرائش اور زینت کی طرف نظر نہ ڈالے کہ ادب سے بعید ہے اور سر اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر زیارت کرے ہوا سطے کہ حجرہ شریف کے گرد شباک پیتل کی جالیاں لگی ہوئی ہیں اور ان جالیوں کے اندر حجرہ شریف کی دیوار سے قریب تھا اور اسکا دروازہ مذکور کی دیوار سے چار ہاتھ ہٹ کر کھڑا ہو کذا فی تاریخ المدینہ للسمہودی بالجملہ قبر شریف کے سامنے قبلہ کو پیٹھ دے کر زیارت کیواسطے کھڑا ہو اور اکثر کتب فقہ میں مذکور ہے کہ زیارت کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے قریب قبلہ رو کھڑا ہو ابن ہمام رح محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ استقبال قبلہ میں فقیہ ابو اللیث رح کی روایت لائق اعتماد نہیں اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ رح نے اپنی مسند میں ابن عمر سے روایت کی کہ سنت یہ ہے کہ حضرت صلعم کی قبر کی طرف قبلہ کی سمت سے آوے اور پیٹھ اپنی قبلہ کی طرف کرے اور حضرت صلعم کی قبر شریف کی طرف منہ کرکے یوں کہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انتہی کلامہ اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ رح کا الحاصل زیارت کے وقت با ادب با نماز کھڑے ہو کر صورت مقدسہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تصور کرے گویا حضرت صلعم لحد مبارک میں آرام فرماتے ہیں اور میرے حاضر ہونے کو جانتے ہیں اور میرا کلام سنتے ہیں اسواسطے کہ حضرت کی حیات اور سماع احادیث میں منصوص ہے پھر کمال حیا اور ادب سے یوں عرض کرے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علیک یا رسول رب العالمین السلام علیک

أن يميتنا على سنتك وأن يحشرنا في زمرتك وأن يوردنا حوضك وأن يسقينا بكأسك غير خزايا

کہ ہمکو آپ کے طریق پر مارے اور یہ کہ ہمکو آپ کے گروہ میں اٹھاوے اور یہ کہ ہمکو آپ کے حوض پر پہونچاوے اور آپ کے پیالہ سے پانی پلاوے نہ ہم رسوا ہوں

ولا نادمين الشفاعة الشفاعة يا رسول الله ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا وهب لنا من

نہ شرمندہ ہوں سفارش سفارش کیجیے ای رسول اللہ کے ای رب ہمارے مت ٹیڑھے کر دل ہمارے بعد اسکے کہ تو نے ہمکو ہدایت کیا اور دے ہمکو اپنے

لدنك رحمة إنك أنت الوهاب ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين

پاس سے رحمت بیشک تو ہی بڑا دینے والا ای رب ہمارے بخش دے ہمکو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے گذرے ایمان میں اور مت کر ہمارے دلوں میں کینہ ایمان والوں کا

آمنوا ربنا إنك رءوف رحيم ثم يبلغه سلام من أوصاه فيقول السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان

والے ای رب ہمارے بیشک تو ہی شفقت کرنیوالا مہربان سلام تجھپر ای رسول اللہ کے فلاں بن فلاں کی طرف سے وہ سفارش چاہتا ہے

يستشفع بك إلى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين پھر درود پڑھے جتنا چاہے پھر ایک ہاتھ کے قدر ہٹے کہ صدیق اکبر کے سامنے ہو تو یوں کہے السلام عليك يا خليفة

آپ سے اپنے رب کے پاس تو آپ اسکی سفارش فرمائیے اور سب مسلمانوں کی سلام تجھپر اے نائب

رسول الله السلام عليك يا صاحب رسول الله في الغار السلام عليك يا رفيقه في الأسفار السلام عليك يا أمينه

رسول خدا کے سلام تجھپر ای ساتھی رسول خدا کے اندر غار کے سلام تجھپر ای انکے رفیق سفروں میں سلام تجھپر ای انکے امین

في الأسرار جزاك الله أفضل ما جزى إماما عن أمة نبيه فلقد خلفته بأحسن خلف وسلكت طريقه ومنهاجه

بھیدوں پر بدلہ دیوے اللہ تعالیٰ بہتر جو کہ جزا دی ہو کسی پیشوا کو اپنے نبی کی امت سے تم نے نیابت کی بہت اچھی اور تم چلے انکی راہ اور ان کے طریقہ پر

خير مسلك وقاتلت أهل الردة والبدع ومهدت الإسلام ووصلت الأرحام ولم تزل قائما بالحق ناصرا لأهله حتى أتاك

اچھا چلنا تم لڑے مرتدوں اور بدعتوں والوں سے اور پھیلائی درستی کی اسلام کی اور ملایا قرابتوں کو تم ہمیشہ رہے قائم حق کے لیے اور مددگار رہے اہل حق کے یہاں تک

اليقين فالسلام عليك ورحمة الله وبركاته اللهم أمتنا على حبه ولا تخيب سعينا في زيارته برحمتك يا كريم پھر ایک ہاتھ بھر ادھر

کہ آئی آپکو موت پس سلام آپ پر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکی برکتیں الٰہی ہمکو موت دے انکی محبت پر اور بے نصیب مت کر ہماری کوشش انکی زیارت میں اپنی رحمت سے ای کریم

طرف کو ہٹے کہ عمر فاروق رض کی قبر کے سامنے ہو تو یوں کہے السلام عليك يا أمير المؤمنين السلام عليك يا مظهر الإسلام السلام عليك يا مكسر الأصنام جزاك الله

سلام تجھپر ای سردار ایمان والوں کے سلام تجھپر ای ظاہر کرنے والے اسلام کے ای توڑنیوالے بتوں کے بدلہ دیوے اللہ

عنا أفضل الجزاء ورضي عمن استخلفك فلقد كفلت الأيتام ووصلت الأرحام وقوي بك الإسلام وكنت للمسلمين إماما مرضيا و

ہماری طرف سے بہتر جزا اور راضی ہو اس سے جسنے تمکو اپنا نائب کیا کہ تمنے ذمہ داری کی یتیموں کی اور ملایا ناتوں کو اور قوی ہوا تجھسے اسلام اور تم تھے مسلمانوں کے پیشوا پسندیدہ اور

هاديا مهديا جمعت شملهم وأغنيت فقيرهم وجبرت كسرهم فالسلام عليك ورحمة الله وبركاته پھر قدر بالشت پیچھے ہٹے اور شیخین کی خدمت

راہ بتانے والے راہ یاب جمع کیا تمنے انکی تفرقہ کو اور غنی کیا انکی احتیاج کو اور باندھا انکی شکستگی کو پس سلام تجھپر اور رحمت اللہ کی اور اسکی برکتیں

میں یوں عرض کرے السلام عليكما يا ضجيعي رسول الله ورفيقيه ووزيريه ومشيريه والمعاونين له على القيام في الدين و

سلام تم دونوں پر ای دو ہمخوابہ رسول خدا کے اور انکے دو رفیق اور دو وزیر اور دو مشورہ دینے والے اور دو مددگار دین میں قائم رہنے کے اور

القائمين بعده بمصالح المسلمين جزاكما الله أحسن جزاء جئناكما نتوسل بكما إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ليشفع لنا ويسأل ربنا أن يتقبل

بجالانے والے انکے پیچھے مسلمانوں کی مصلحتیں جزا دیوے تم دونوں کو اللہ بہتر جزا ہم آئے ہیں تم دونوں کے پاس وسیلہ پکڑتے ہیں تمکو طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکہ وہ سفارش کریں ہماری اور

سوینا و بینیا سے علیہ اللہ وسینا علیہا و فخیرنا فی زمرتہ پھر اپنے ماں باپ اور والدین کے واسطے اور جسقدر دعا کو کہا ہو اور تمام مسلمانوں کے واسطے دعا کرے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے برابر اول کھڑا ہو اور یوں کہے اللھم انک قلت و قولک الحق ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاوؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما وقد جئناک سامعین قولک طالبین شفاعتک مستشفعین الیک بنبیک اللھم ربنا اغفر لنا ولاباءنا ولامھاتنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین اور ان الفاظ پر زیادہ بھی اختیار ہے یا ان میں کمی کرے اور جو یاد ہو پڑھے اور یہ ساری دعائیں ہیں جو کوئی جسقدر یاد رکھے پڑھے اور جس شخص کو اس کا کسی نے سلام کہا ہو تو یہ کہے السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ من فلان ابن فلان پھر ابی بکر الصدیق و عمر الفاروق کی قبروں پر زیادت کرے جو دعا یاد ہو سو کرے پھر اس ستون کے پاس آوے جس میں آپ نے رو کر ناز ابو لبابہ نے اپنے کو باندھا تھا تک کہ توبہ قبول ہوئی تھی اور وہ ستون منبر اور قبر شریف کے درمیان میں ہے سو وہاں دو رکعت نماز پڑھے اور توبہ کرے اور دعا مانگے پھر روضہ میں آوے جہاں افضل امام نماز پڑھا کرتے سو وہاں نفل نماز پڑھے اور دعا کرے اور تسبیح و تہلیل اور استغفار کرے پھر منبر کے پاس آوے اور بہ نیت برکت اس جگہ پر ہاتھ رکھے جسکو رمانہ کہتے ہیں جہاں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کے وقت دست مبارک رکھتے تھے پھر ستون حنانہ کے مقام کی زیارت کرے جو حضرت صلعم کے فراق میں رویا تھا اور تمام ستونوں کی جو مشہور ہیں اور اس امر کی کوشش کرے کہ ایک رات مسجد نبوی میں بیدار رہے اور منبر اور قبر شریف کے پاس اور ان کے پائیں میں اور قراءت قرآن مجید اور ذکر اللہ اور دعا میں بسر کرے کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعض الفاظ زیارت تاریخ مدینہ سے منقول ہیں اور جب تک مدینہ میں رہے امید ہے کہ جماعت کی نماز مسجد نبوی میں نہ فوت ہو کیونکہ واسطے مسجد الحرام کے اور سوا اس کے ہزار درجہ وہاں کی نماز افضل ہے پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد قبرستان مدینہ کی زیارت مستحب ہے جسکو بقیع الغرقد کہتے ہیں حدیث میں ثابت ہوا ہے کہ اس مقبرہ سے ستر ہزار بصورت قمر لیلۃ البدر اٹھینگے اور جنت میں بلا حساب داخل ہونگے اور تاریخ مدینہ میں مذکور ہے کہ دس ہزار صحابی بقیع میں مدفون ہیں پھر جب بقیع میں داخل ہو تو یہ دعا کرے السلام علیکم دار قوم مومنین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل البقیع الغرقد اللھم اغفر لنا و لھم اور بقیع کی قبور مشہورہ کی زیارت کرے چنانچہ قبہ اہل بیت میں غربی قبر کو حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اور شرقی قبر ہے سبط اکبر امام حسن اور امام زین العابدین اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی علیہم السلام اور امیر المومنین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی زیارت کرے اور صفیہ رضی اللہ عنہا عمہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اور فاطمہ بنت اسد علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی ماں کی قبر اور سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور قبہ ازواج مطہرات کی زیارت کرے اور عثمان بن مظعون اور عبد الرحمن بن عوف کی زیارت کرے اور امام مالک کی قبر کی زیارت کرے کہ یہ قبور مشہور ہیں اور بقیع میں فاطمہ زہرا علیہا السلام کی مسجد کی زیارت کرے جسکو بیت الاحزان کہتے ہیں اور وہاں نماز پڑھے اور ایک روایت یوں ہے کہ آپکی قبر بھی یہیں ہے اور مستحب ہے کہ پنجشنبہ کو شہدائے احد کی زیارت کرے لیکن صبح کی نماز پڑھ کے جاوے تاکہ ظہر کی نماز مسجد شریف میں فوت نہو اور ابتدائے زیارت سید الشہدا حمزہ رضی اللہ تعالے عنہ سے کرے اور یوں کہے السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار سلام علیکم دار قوم مومنین انا ان شاء اللہ بکم لاحقون اور آیۃ الکرسی اور سورۃ اخلاص پڑھے کذا فی الاختیار شرح المختار اور خود جبل احد کی زیارت کرے کہ حدیث میں آیا ہے کہ احد پہاڑ ہے ہمکو چاہتا ہے اور ہم اسکو چاہتے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مصعب بن عمیر کی قبر پر گذرے جبکہ شہدائے احد میں پھر وہاں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم خدا کے